۷۸۶

محاربات تھسلی

یعنی

کارزار روم و یونان ۱۸۹۷ء

تین حصوں میں

جس میں ایک جرمن شاف افسر کی کتاب جنگ روم و یونان و انگلستان کے مشہور
مدبر و نویسندہ سر اشمیلیڈ بارٹلٹ کی کتاب محاربات تھسلی کا پورا ترجمہ دینے کے علاوہ
حسب موقع بیشمار فٹ نوٹ اور حواشی اور متعدد دلچسپ اور کار آمد ضمیمے اور سرحدی
محاربات تیراہ وغیرہ محاربہ سوڈان کے حالات ایزاد کر دیئے گئے ہیں اور تمام نامور پاشاؤں
اور چند یونانی افسرن کی درست تصویریں اور میدان کارزار اور مختلف لڑائیوں کے
نقشے درج کر دیئے گئے ہیں

مترجمہ و مرتبہ مولوی انشاء اللہ زمیندار انعام آباد دھیاڑ ضلع گوجرانوالہ ایڈیٹر وکیل امرتسر

حصہ اول

مطبع وکیل بازار امرتسر میں باہتمام منشی فاضل شیخ غلام محمد سپرنٹنڈنٹ مطبع شائع ہوئی

قیمت فی حصہ ؏

طبع اول

فہرست مضامین حصہ اول (۱)

فہرست تصاویر و نقشجات متعلقہ محاربات تھیسلی حصہ (۱)

عرضِ حال

اب تک محاربہ روم و یونان پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ گو اون میں سے بعض میں **وکیل** اور چند دیگر اخبارات سے جستہ جستہ
مضامین جمع اور اخذ کئے گئے ہیں۔ تاہم میری رائے میں اون میں ایک بھی ایسی نہیں جو بلحاظ ترتیب مضامین اور نیز جامع و کامل واقفیت
اور آگاہی بخشنے کے لحاظ سے کسی یوروپین مصنف کی تحریر کردہ کتاب کا کچھ بھی مقابلہ کر سکے۔ اس لئے میں نے اس نقص کو رفع کرنے کے لئے دو
مستند اور قابل ترین یوروپین مصنفوں کی کتابوں کو منتخب کر کے اون کا پورا ترجمہ اس کتاب میں دیدیا ہے۔ اور اپنی ذاتی واقفیت اور معلومات
سے کام لیکر جا بجا فٹ نوٹ اور حواشی ایزاد کر دئے ہیں۔ اور چند دلچسپ ضمیمے بھی ناظرین کو شروع سے آخر تک جنگ کے حالات سے واقف کرنے کے
لئے اوس کے آخر حصہ میں شامل کر دئے ہیں۔ جیسا کہ مسٹر ایشمیڈ بارٹلٹ تحریر کرتے ہیں یہ محاربہ جنگی لحاظ سے چنداں متوقع نہ تھا۔ ترکوں کے مخالفوں
کے زعم میں ٹرکی کی طاقت خواہ کیسی ہی ہیچ کیوں نہ تھی۔ مگر تھوڑی سی بھی عقل و معلومات رکھنے والے سے بھی یہ پوشیدہ نہ تھا کہ یونانی ترکوں کے
مقابلہ پر چند ہفتے بھی نہیں ٹھہر سکیں گے۔ اس محاربہ میں ٹرکی کو جو سب سے بڑی کامیابی ہوئی وہ پولیٹیکل اور یہ تھی کہ اس عام مذہبی تعصب
اور مسیحی اتحاد کے زمانہ میں جلالتمآب امیر المومنین نے اپنے تدبر اور لیاقت خداداد سے ایک عیسائی ریاست کو ایسا یکہ و تنہا کر دیا کہ کسی دوسری
عیسائی طاقت نے اوس کی مدد کے لئے قدم آگے نہ بڑھایا۔ اور گو چند ایک اپنے ننھے سے پیارے فرزند کی دستگیری کے لئے بہت کچھ تلملاتی رہیں مگر
اونہیں عملی طور پر آگے میدان میں نکلنے کی جرأت نہ پڑی۔ اس حسن سیاست پر خلیفۃ المسلمین اور اون کے مشیران باتدبیر جس قدر فخر و
مباہات کریں وہ نہیں زیبا ہے۔ شروع شروع میں ایک لحاظ سے اس جنگ کا برپا ہونا سلطان المعظم کو سخت ناگوار تھا۔ کیونکہ جیسا کہ میں
بست سالہ عہد حکومت کے متعدد ضمیموں اور **تاریخ خاندان عثمانیہ** میں بتا چکا ہوں۔ وہ اپنی طاقت کو ایک خاص
وقت تک برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ اور چاہتے ہیں جس خواہش و مدعا میں اس محاربہ سے سخت خلل واقع ہونے کا ایک طرح سے قطعی احتمال
بلکہ یقین تھا۔ مگر جب جلالتمآب کو اپنے حسن لیاقت سے یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ یہ محاربہ مقامی حدود سے آگے تجاوز نہیں کریگا۔ اور دوسری
کوئی سلطنت اس متمرد ریاست کی گوشمالی میں جو صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا محکوم صوبہ رہی تھی کسی طرح کی مداخلت نہ کریگی۔ اور جنگ کا شعلہ
عالمگیر نہ ہونے پائیگا تو عساکر قاہرہ کو پیشقدمی کا حکم دیدیا گیا۔ اور وہ چند ہفتوں میں اس متمرد کی سیر و مشق و قواعد سے فارغ و منصور و مظفر
ہو گئے۔ اس عظیم پولیٹیکل کامیابی کے علاوہ اس محاربہ سے اور بھی کئی جلیل القدر فائدے مترتب ہوئے۔ دنیا کو ترکوں کی طاقت و جرأت کا
جسے وہ فراموش کر چکی تھی پھر پورا پورا علم ہو گیا۔ مخالف و موافق سب کو اونکی خوش اطواری، رحمدلی اور قابل تعریف اوصاف کا اعتراف کرنا
پڑا۔ بڑی بڑی سلطنتوں کو ٹرکی کے اتحاد و رفاقت کی تمنا و خواہش پیدا ہو گئی۔ اور کل دنیا کے مسلمانوں کو خلافت عثمانیہ کی طرف پھر از سر نو
پوری پوری توجہ ہی نہیں ہو گئی۔ بلکہ اون کے خلوص عقیدت اور روحانی تعلق میں بھی جو پہلے بھی کچھ کم نہ تھا۔ بدرجہا زیادہ اضافہ ہو گیا۔

تبیسلی کے چھوڑ دینے اور کریٹ کو جو مبدا و منبع فساد تھا انگلستان روس اٹلی و فرانس کے تقاضا و اصرار پر عملاً آزادی ملتی

اگرچہ اس محاربہ کی فتوحات کی عام خوشی میں بہت کمی ہو گئی ہے لیکن جن لوگون کو جلالتماب کی منتظمانہ تدبیر پر کامل بھروسہ ہے اور جو یہہ

جانتے ہیں کہ امیر المومنین سلطنت و خلافت کے جہاز کو گذشتہ بائیس تیئیس برسون میں کیسے کیسے خطرناک طوفانون سے بخیریت اور عموماً بکامیابی

صحیح و سلامت بچا سکتے رہے ہیں۔ اونکو کامل یقین ہے کہ شوکت مآب کی یہ تدبیر بھی سلطنت علیہ و خلافت عثمانیہ کے حق میں بالآخر نہایت مفید

ثابت ہوگی۔ اس مسئلہ کے متعلق مین اپنی رائے چند مضامین میں جو اس کتاب کے ساتھ بطور ضمیمہ شامل کئے گئے ہیں مفصل ظاہر کر چکا ہون

یہان اوس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور چونکہ یونان اور کریٹ کے سابقہ حالات بالتفصیل تاریخ خاندان عثمانیہ میں تحریر کر چکا ہون۔ اونکو

اس کتاب میں دوبارا بیان کرنا فضول طوالت کا باعث تھا شائقین کتاب مذکورہ سے انہیں مطالعہ کر سکتے ہیں۔

سر ایشمیلڈ بارٹلٹ اور بنر مینیے اس کتاب میں گورنمنٹ انگلشیہ کی مخالفانہ پالیسی پر جسے انگلستان اور ٹرکی کا کوئی سچا خیر خواہ کبھی پسند

نہیں کر سکتا۔ اکثر جگہہ نہایت سختی سے نکتہ چینی کی ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ جیسا کہ میں اسی کتاب کے کسی نوٹ میں لکھ چکا ہون نتائج بڑھاپے اور

خلافت عظمی عثمانیہ کے ایما اور مخلص ہواخواہون کی برسون کی تمناؤن کے پورے ہونیکو نہ یہ سہت آثار پیدا ہو گئے ہیں اور سر فلیپ کری کی جانشین

وکا ئونے خود سبقت کر کے جلالتماب کیخدمت میں دونون سلطنتون کے اتحاد کی ضرورت اور فوائد جمہ کو بالوضاحت عرض کیا۔ اور شوکت مآب

کی جو یہہ ہی سے گورنمنٹ انگلشیہ کی غلط پالیسیون سے سخت متعجب ہو رہے تہے۔ ان معروضات کو بنظر استحسان دیکھا سو دوان کی معاملہ سے سابق

رنجی اور کدورت باہمی مین اور بیشی ہو جانیکا سخت احتمال تھا مگر اس واقعے جو سوڈانی مشکلات سے کئی مہینے بعد ابھی حال میں گذا ہے

نہ فقط اوس احتمال کو ہی زائل کر دیا ہے بلکہ اسبات کی پختہ امید دلا دی ہے کہ ان دونون سلطنتون کی پھر رفیق صمیم اور یکجان و دو قالب

ہو جانے میں صرف چند دنون کا توقف ہے۔ واللہ یہدی من یشاء الی سواء السبیل +

محاربہ کی تاریخ کو فی الواقع مکمل بنانیکو واسطے جسقدر لوازمات ضروری تہے انکی بہم پہونچانے میں کوشش اور خرچ کا کوئی دقیقہ حتی الامکان فرو گذاشت نہیں کیا گیا تاکہ ناظرین کو لڑائیون

کی تفصیلی حالات پڑہتے وقت موقع کا نقشہ موجود ہونیسے پریشانی نہو۔ میدان کارزار و مختلف لڑائیون کے متعدد نقشے شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اسیطرح تاکہ اونکو گویا عینی مشاہدہ ترکون

کی شہامت و جلادت شرافت و ذہانت اور لیاقت و قابلیت خداداد کا کافی ثبوت بہم پہونچ جائے۔ غازی عثمان پاشا شیر پلیونا اور رضا پاشا سر عسکر کی علاوہ جو اگرچہ میدان جنگ سے دور ہے

مگر کارزار کا انصرام در حقیقت اونہی کے ہاتھ میں تھا اور اونہی کی مسلسل تدبیرون اور کوششون کی طفیل سلطنت سنیہ ایسی آسانی سے اسقدر فوج سب طرح سے آراستہ و مکمل غنیم کے مقابلہ

پر بھیج سکی تھی۔ فاتح تسلی اور اونکی تقریباً تمام اعلیٰ ماتحت افسرون کی تصویرین دیدی گئی ہیں جس محنت و کوشش اور اہتمام سے یہہ شبیہیں تیار کی گئی ہیں اوسکا اندازہ ناظرین کو انکو

دیکھنے سے ہو جائیگا۔ نیز اسی بنا پر یونان کے چند اعلیٰ فوجی کمانڈرون کی بہی تصویرین ایزاد کر دیگئی ہیں۔ تاکہ اونکی شکلوں سے انکی کارنامون کو قیاس کر لیا جا سکے۔ خاتمہ کتاب پر بغداد

دمشق حجاز کی موجودہ ریلوے لاین کو مشترکہ اسلامی سرمایہ سے بنانیکی تجویز کے متعلق و کیل کی چند ضروری مضامین یکجا جمع کر کے بطور ضمیمہ ایزاد کر دیئے گئے ہیں۔ ایسا کرنیکی کئی وجوہات

ہیں ایک تو یہی محاربہ اصل اس تجویز کو پیدا ہونیکا باعث ہوا تھا۔ دوم اگر مہربان عرصہ سے اصرار کر رہے تہے کہ اگر یہہ مضامین یکجا جمع ہو جائیں تو جو صاحب اس تحفہ قومی و مذہبی منفعت عظیم کے منتظر کام

یک ہونا چاہیں انکو تجویز مذکور کی عمدہ مقاصد اور اوسکے فوائد سے اسیطرح باسانی آگاہی حاصل ہو سکیگی اور چونکہ میرا خیال ہے کہ اس کتاب کو جو کئی تاریخون کے شایع ہونیکے بعد چھپی اب یا وتر دہلی صحاب

نے دیا جلوت کی معاملہ کی ترقی سے خاص انس ہے اسلامی ترقی اور قومی بہتری کا دل خیال اشتیاق ہے۔ لہذا اگر اونکو اس تجویز کے ہر پہلو سے مطلع ہونیکا موقعہ دیدیا جاوے تو اغلب

ہے کہ انکا معتد بہ حصہ اس تجویز کو قوہ سے فعل میں لانیکے لئے مزید مستعد و آمادہ ہو جائیگا۔ واللہ الموفق و علیہ التکلان۔ بندہ محمد انشاء اللہ ایڈیٹر وکیل

امرتسر مورخہ ۱ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء

تاریخ جنگ روم و یونان

دیباچہ

جرمن شاف افسر اپنی کتاب کا دیباچہ بالفاظ ذیل تحریر کرتا ہے:-

"یونان اور ٹرکی کی باہمی سخت معرکہ آرائی جو کریٹ کی بغاوت اور وہان کی جنگ و جدال مابعد کی وجہ سے معرض ظہور مین آئی گو یورپ کی دول عظام کی مداخلت بیجا چانک اور بسرعت ختم ہوگئی تاہم قیام امن کے متعلق بعید و مبین اغراض کی یک جہتی کی بدولت ان دونون اقوام کے محاربہ نے کل یورپ کی توجہ کو حیرت انگیز حد تک اپنی طرف منعطف کر لیا تھا۔ اور ایک عام ہمدردی پیدا کر دی تھی کیونکہ یہ ہر ایک کو محسوس ہو رہا تھا کہ مشرق مین جو پیچیدگیان پیدا ہوتی ہین۔ انہین سے ہر ایک مین مزید معرکہ آرائی کا تخم موجود رہتا ہے اور اس مزید معرکہ آرائی کی نسبت کوئی شخص دعوے کے ساتھ نہین کہہ سکتا کہ اسکا آخری انجام و نتیجہ کیا ہوگا۔

جرمنی کو اگرچہ ان متضاد اغراض سے جو جزیرہ نما بلقان مین پائی جاتے ہین براہ راست کوئی تعلق نہین مگر پھر بھی وہ ان واقعات کی رفتار کو جو اپریل اور مئی ۱۸۹۷ء مین تھسلی اور ایپرس مین حادث ہوئے دلی اشتیاق سے دیکھتی اور خاص وجوہات کے باعث اون پر نہایت توجہ سے غور کرتی رہی ہے۔ جرمنی کی آنکھین محض اسی وجہ سے زیادہ خصوصیت کے ساتھ ٹرکی پر نہین لگی رہین کہ محاربہ کی رفتار اور اسکے انجام نے پہلے سے زیادہ پولیٹیکل ہمدردی اور دلچسپی پیدا کر دی تھی بلکہ اس لئے بھی کہ جب سے جرمنی افسر ٹرکی فوج کی اتالیقی پر مامور ہوئے اور انہون نے اتالیقون اور منتظمون کی حیثیت مین اپنے اقتدار کا اثر پیدا کیا۔ پہلی مرتبہ اس محاربہ مین یہ فوج ایک وسیع پیمانہ پر جنگی کارروائی مین مشغول ہوئی اور جرمن تربیت کے نتائج کو پرکھنے کا موقع ملا۔

ترکی فوج کی بیشمار جنگی فتوحات اور اسکے اون متواتر و مستعدانہ حملون اور ضربات کی جن سے غنیم کی فوجی قوت اور طاقت مدافعت بالکل پامال ہوگئی جرمنی مین پوری پوری قدر کی گئی اور انہی امور سے اس کی تصدیق ہو گئی کہ محاربہ کی کارروائیون اور انتظام مین جھلک لیتا ہو قابل تعریف برجستگی پائی گئی۔ وہ زیادہ تر جرمن افسرون کی باحتیاط اور شب و روز کی سرگرمی اور جد و جہد کا نتیجہ ہین عثمانیہ فوج مین اس امر کا علانیہ متواتر اعتراف کیا جا چکا ہے۔ جرمن افسر خاص امتیاز اور احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہین سب سے بڑے اہم کام انہین سپرد کئے جاتے ہین اور انکا اقتدار دیکھ کر ایسے بہت سے وسیع پائے جاتے ہین اور زمانہ حال کے حسب حال اصلاحات کی بنیاد قائم کرنے مین انکی بخوشی تمام تائید کی جاتی ہے۔ اور ان سب باتون سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ باسفورس کے سواحل پر یعنی قسطنطنیہ اور نیز تمام ممالک سلطنت عثمانیہ مین [illegible]

بیرن[1] وان گولز سنہ ۱۸۸۳ء سے سنہ ۱۸۹۵ء تک بارہ برس فوجی مدارس ادنیٰ و اعلےٰ اور ابتدائی مکاتب کا انسپکٹر جنرل رہا۔ اس عرصہ میں فوجی مدارس نے قابلِ تعریف ترقی کی۔ اور اون کے طلباء کی تعداد چار ہزار سے چودہ ہزار ہوگئی۔ سنہ ۱۹۰۹ء سے انسپکٹر جنرل کا عہدہ پھر وان گولز کو تفویض کر دیا گیا تا آخر الذکر منصب پر جنرل کا ہاتھ تا دمِ مرگ مامور رہا تھا۔ اس عہدہ کے ساتھ ہی سلطان المعظم نے گولز پاشا کو فوج کی اصلاح کیلئے تجاویز مرتب کرنیکا کام سپرد کیا۔ اوس نے اسی سال فوجی اصلاح کی تجویز تیار کر دی سلطان المعظم نے اوسے پسند فرمایا۔ اور سنہ ۱۹۱۰ء کو ختم ہونے سے پہلے اوس کے تمام ضروری حصّون پر عملدرآمد ہو گیا۔ یہ تجویز ترکی جنگی طاقت کی موجودہ نظام کی بنیاد کا کام دے رہی ہے اور منجملہ دیگر امور کے ان باتون پر مشتمل ہے :۔

(۱) عام جبریہ فوجی خدمت کا قاعدہ تمام مسلمان آبادی پر نافذ کیا جائے اور اس غرض کیلئے بھرتی کرنیکے متعلق نیا قانون منظور کیا جائے۔

(۲)۔ ریڈیف اور لینڈ وہر[2] (رویف و مستحفظ) کیلئے نیا ضابطہ قائم کیا جائے اور اس ضابطہ کے مطابق افواج رویف و مستحفظ کو از سر نو مرتب کیا جائے۔

(۳)۔ جدید ضوابط کی رو سے جنگ کیوقت کام دینے کیلئے لینڈ سٹرم[3] اور ریزرو اور سوپر نیومیری[4] پلٹنین مرتب کیجائین اور مزید برآن جدید ریزرو فوج اور سوپر نیومیری یون کی دوسری قسم یا صنف نئی قائم کیجائے۔

(۴)۔ جنگی خدمت کیلئے افواج کی نقل و حرکت اور سریع اجتماع کا انتظام۔

(۵)۔ کل سلطنت کی ۴۳ ڈویژن۔ ۸۴ برگیڈ۔ ۹۶ رجمنٹ اور ۳۰۸ پلٹنی اضلاع مین تقسیم جدید (یعنے ۴۳ ایسے ضلع جو فوج کا ایک ایک ڈویژن کا صدر مقام ہون۔ ۸۴ ایسے ضلع جو ایک ایک برگیڈ کا صدر مقام ہون و قس علیٰ ذلک۔ انہی اعداد سے ناظرین کو یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ ترکی فوج مین چار پلٹنون کی ایک رجمنٹ۔ دو رجمنٹون کا ایک برگیڈ اور دو برگیڈون کا ایک ڈویژن ہوتا ہے)

---

[1] بیرن وان گولز نے ترکی خدمت سے کنارہ کش ہونے پر ترکی فوج کے متعلق جو رائے ظاہر کی تھی وہ بجنسہ بسبت سالہ عہد حکومت کی ایک ضمیمہ مین درج ہو۔ [2] آسٹریا اور جرمنی مین فوج کا وہ حصّہ کہتی ہین جو مقررہ میعاد کیلئے نظام اور ردیف مین کام کر چکی ہو۔ اور کبھی کبھی قواعد کیلئے گھرون سے آنیکے سوا امن کی حالت مین فوجی خدمت سے معاف ہو جنگ کیوقت فوج کی جو آخری قسم آخری وقت طلب کی جاتی ہے اوسے ان ممالک مین [3] لینڈ سٹرم کہتے ہین یعنی جرمن نظم دستی کے رواج سے پہلے ترکی مین مستحفظ فوج اس کے مشابہ تھی۔ [4] سوپر نیومیری اون افسر سپاہی یا ملازم کو کہتے ہین جو ضرورت کیوقت کام دینے کیلئے تعداد مقررہ سے زائد رکھے جاتے ہین۔ فوجی اصطلاح مین اس کے جو معنی ہین وہ اس تشریح سے سمجھ مین آجائینگے جن ممالک مین جبریہ خدمت کا قاعدہ نافذ ہے وہان یہ نہین ہوتا کہ ہر سال جسقدر آدمیون پر یہ خدمت عاید ہو وہ سب کی سب فوج مین بھرتی کر لئے جاتے ہین بلکہ ریکروٹون کی سالانہ تعداد مقرر ہوتی ہے چنانچہ زیادہ آبادی رکھنے والے ممالک مین اون نوجوانون کی تعداد جن پر خدمت عاید ہوئی ہو ریکروٹون کی مطلوبہ تعداد سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ایسی صورت مین مطلوبہ تعداد قرعہ اندازی وغیرہ کی ذریعہ منتخب ہو کے فوج نظام مین داخل کر لی جاتی ہے اور فاضل تعداد کو چند ہفتہ قواعد سکھا کر یا یونہی گھرون کو واپس کر دیا جاتا ہے۔ (باقی آگے صفحہ پر)

(۶) نیا قانون محاصل کے جنس میں ادا کیے جانے کے متعلق نافذ کیا جائے تاکہ جنگ کے وقت بار برداری کی فراہمی میں سہولت ہو

(۷) ۱۸۹۵ء میں لیس حاضر افواج کے لیے جدید ضوابط مقرر کیے جائیں۔

عثمانیہ قوم کی جنگی طاقت کو استحکام کے لیے ان تمام بنیادی انتظامات اور ان میں سے ہر ایک کے لیے گرانبہا شان نے تجاویز تیار کیں اور اپنی آنکھوں سے ان پر عملدرآمد ہوتا ہوا دیکھ لیا۔ ان تھک ہمت و کوشش سے وہ تمام مخالفتوں پر جو ہمیشہ اوس کی راہ میں مشکلات حائل کرتی رہتی تھیں غالب آگیا۔ ایک سے زیادہ مرتبہ اوسے اپنی کسی تجاویز پر اس طرح سے عملدرآمد کرانا پڑا کہ ملازمت کی پچھلی میعاد کے ختم ہو جانے پر اوس نے تجویز مذکور کے نفاذ کو ملازمت کے معاہدہ کی تجدید کیلئے مقدم اور لازمی شرط قرار دیدیا۔

اس سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ انتظام و ترتیب جدید جس کا اشد ضروری ہونا ترکی افواج کے اوس اجتماع سے جو ۱۸۸۶ء[1] میں یونان کے مقابلہ کیلئے کیا گیا تھا۔ اچھی طرح ثابت ہو گیا تھا۔ محض اس افسر کی مسلسل و انتھک کوششوں اور جد و جہد کی طفیل معرض ظہور میں آیا اور پایۂ تکمیل پہونچا۔

مذکرہ صدر کام کے علاوہ جس کی تعمیل و تکمیل میں اوسے نہایت ہی سخت مشکلات پیش آئیں جنرل وان ڈر گولز نے ہیڈ کوارٹری سٹاف کی خدمات لازمہ کی مختلف شاخوں میں افسروں کی عملی تربیت پر بھی توجہ منعطف کی اور خود اس غرض کیلئے سٹاف خدمات کے متعلق بغرض تفہیم کیے مصنوعی لڑائیاں کرائیں کھلے میدانوں میں سواروں کے رسالوں سے نمائشی جنگ و جدال کرائے اور اسی طرح کی اور دیگر مشقیں کراتا رہتا۔ اس عملی جد و جہد کے دوش بدوش اوسنے مندرجہ ذیل کتابیں ترکی میں شائع کیں جنکی بہت اشاعت ہوئی۔

(۱) جنگی کارروائیوں کے متعلق فہرست کا راہنما۔ (۲) فن صف آرائی کے متعلق مسائل و مثالیں (۳) ہیڈ کوارٹری سٹاف کی خدمات دو حصوں میں (۴) جنگ کے وقت قلعوں کی مدافعت اور زیر حملہ کرنیکے متعلق راہنمائی ہدایت (۵) میدان جنگ کی خدمات کے متعلق راہنما یہ پانچوں کتابیں تین ہزار مطبوعہ صفحے رکھتی ہیں۔ پہلی کتاب کے چار اور پانچویں کے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ان کتابوں کی آمدنی جنگی مدرسہ کے مطبع کو وقف کر دیگئی ہے۔

اس پر شوق جرنیل کی مختلف الانواع اور دور تک اثر کرنے والی مستعدی سے نہایت ہی نیک نتائج مترتب ہوئے ہیں۔ وہ ایک ہی وقت میں کوارٹر ماسٹر جنرل[2]، فن صف آرائی کا اعلیٰ اتالیق، سپہ سالار اعلیٰ کا مشیر اور ساتھ ہی مؤرخ اور مجدد بھی تھا فوج کی ترتیب جدید فوجی تعلیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶) - یہ زائد از ضرورت نوجوان سوپر نومیری کہلاتے ہیں۔ ٹرکی میں حالانکہ ابھی مسلمان آبادی کا بھی حصہ کثیر فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہے۔ تعداد مطلوبہ یا مقررہ سے تقریباً دوگنے آدمیوں پر ہر سال فوجی خدمت عائد ہوتی ہے جن کو بالعموم کچھ قاعدہ سکھا کر گھر دن کو واپس کیا جاتا ہے۔ سالانہ تعداد افواج میں جنگی ضرورتوں اور مالی گنجائش کے لحاظ سے عموماً کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

[1] اوس وقت جس آسانی سے ٹرکی نے تین لاکھ سے زائد فوج یونانی سرحد پر چپ چاپ باسانی تمام چند ہفتوں میں جمع کر دی تھی۔ اوس کا مفصل ذکر کتاب بست سالہ عہد حکومت کے ایک حاشیہ میں درج ہے۔ [2] صیغہ کوارٹر ماسٹر کا اعلیٰ افسر۔ کوارٹر ماسٹر وہ افسر ہوتا ہے جس کے ذمہ فوج کے لیے مکان، سامان، گودام، وردی، ایندھن، اسباب نوشت و خواند اور بار برداری وغیرہ بہم پہنچانے اور رسد رسانی کی نگرانی کرنیکا کام سپرد ہوتا ہے۔

اور شافی صلاح کے متعلق اس افسر نے بے نظیر قابلیت اور لیاقت سے جو کام کیا تھا۔ اوس کا اثر بصراحت تمام اون فوجی کارروائیون کی تجویز کے بتدریج عملدرآمد کے وقت ہی جو ترکون نے ۱۸۹۷ء مین یونان کے برخلاف جب کہ لڑائی اٹل ہو رہی تھی۔ کی تھیین۔ واضح ہو گیا تہا اور سلطان المعظم نے اوس کا نہایت ہی عزت بخش پیرایہ مین اعتراف کیا تہا۔ ترکی فوج سے علیحدہ ہونیسے چند ماہ پیشتر جلالتماب نے اپریل ۱۸۹۵ء مین گولتز پاشا کو فیلڈ مارشل دمشیر کا ممتاز مرتبہ عطا فرما کر ایک بیش قیمت اعزازی تلوار بھی عطا فرمائی۔ باضابطہ الوداعی سلام کے موقعہ پر خلیفۃ المسلمین نے گولتز پاشا کو پرائیویٹ باریابی کا شرف عطا فرما کر اون ممتاز خدمات کا جو اوسنے جلالت مآب اور اون کی فوج کی کی تہین تشکریہ ادا کیا۔ اور امید ظاہر کی کہ یہ علیحدگی اور جدائی آخری نہین ہو گی۔ اور کہ ترکی حکام صیغہ جنگ اوس کے پھر واپس آنے اور اوس کی حوصلہ افزاء نیک نظیر اور مستعدی سے مزید فایدہ اوٹہانے کی توقع رکہنے مین غلطی پر نہین ہونگے۔ یہ تحریل جسکی ایسی شاندار عزت و توقیر کیگئی جیسا کہ سب کو معلوم ہے اپنے وطن کی فوجمین واپس آگیا ہوا ہے جس مین وہ ایک ممتاز کمان پر مامور ہے۔ جرمن فوج اس قابل افسر کو پھر اپنی صفون مین دیکھکر اور یہ جانکر کہ اوسکی قابلیتون اوراوصاف و لیاقت خداداد سے پھر اوس کا ملک مستفید ہو رہا ہے جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ باقیماندہ جرمن افسرون مین سے ترکی فوجمین بلند مراتب پر فائز ہین لفٹنٹ کرنیل کر سکو پاشا فوج توپخانہ کی تربیت کے علاوہ چند قیود کے ساتھ توپخانہ کی اسلحہ و گولہ بارود اور نیز اوس کے آدمیون کی نگرانی کے کام پر مامور کیا گیا تھا۔ سلارتیبا کی برخلاف ادہ اوس کی مستعدانہ عمل اور اوسکی اوس بہادرانہ کارروائی کے طفیل جس سے وہ شہر مذکور پر قابض ہو گیا۔ سلطان المعظم کی خاص نظر عنایت اوس پر مبذول ہو گئی ہے۔

جب ۱۸۸۳ء مین یہ جرمن مصلحین ترکی ملازمت مین داخل ہوئے تو اونہون نے ترکون کو فوجی مہارت کے لحاظ سے اوسی حالت مین پایا۔ جس حالت مین کہ وہ چھ برس پیشتر محاربہ روس کے وقت تھے۔ ان مسلمان سپاہیون کیلیئے جو فوج کے واسطے نہایت بیش قیمت مصالح مین قابل اور تربیت یافتہ افسر تقریبًا مفقود تہے اور وہ بحالت امن فنون حرب مین باقاعدہ اور عملی طور پر مشاق بنائی جانیکے سخت محتاج تہے۔ انتظامی کل کے پرزے بہدے تہے اور اس کل کی خاردار چرخون کے دندانون مین کوئی گرفت نہ پائی جاتی تہی۔ توکل و قسمت کی کورانہ اعتقاد اور ہر وقت عالم تصور مین محو رہنے اور تساہلانہ عادات کا جو کچھہ تقاضا ہو اوسکی حسب حال تمام کاروبار انصرام پاتا تہا۔ جرمن افسرون کی نئی سعی پیہم کے دیو دللی مستعدی کی بدولت جس نے پندرہ برسون کے اندر عثمانیہ فوج پر بترتیب تیاری تربیت سلاحتاع اور انتظام کے متعلق یوروپین فوجی دستور العمل کے ضروری لوازمات اور اصولون کا نقش قایم کر دیا ہے۔ اور اسے بہ اعظم یوروپ کی دیگر افواج کی سطح کے بہت کچھ نزدیک پہونچا دیا ہے۔ سابقہ حالت بہت ہی بدل گئی ہے۔

ایسے ملک مین جہان انفنٹری یا آرٹلری کی ایک کمپنی تک کو چاند ماری کی مشق کرانے کیلیئے یا ایک سالہ کوہستانی مشق کیواسطے باہر لیجانے کیلیئے سلطانی اجازت کا حاصل کر لینا ضروری ہو اور یہ اجازت بہت دقت اور مشکل سے حاصل ہوتی ہو۔ اور جہان ادنی و اعلے کمیشن کی سادہ ترین اور بالکل صاف باقاعدگیون کی پڑتال اور تنقیح مین بہت سا وقت خرچ کیا جاتا ہو۔ ایسے ملک مین ہر ایک واقعی مفید عملی نتیجہ اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ اوس کے حصول کیلیئے بڑا انتہا محنت استقلال عقلمندی اور تحمل سے کام لیا گیا ہے۔ اس مشکل کام کو جرمن افسرون کی

مستقل مزاج و ثابت قدم اور جفاکشانہ جد و جہد نے ممکن بنا دیا جن افسرون نے ایک اجنبی گورنمنٹ کو کارآمد خدمت دینے کے ساتھ ہی اپنے ملک کے لیے یہ نیکنامی حاصل کی کہ اوس کے فرزندون کی ہمت و کوشش سے ایک طاقتور اور دوست قوم کے لیے فوجی طاقت اور فوجی استحکام کا نیا دور شروع ہو گیا ہے۔

اس تمہید کے بعد مصنف لکھتا ہے کہ اوس نے یہ صفحات تاریخی کتاب کا کام دینے کی بجائے محاربہ کی رفتار و حالات کا مختصر سا خاکہ کھینچ دینے کے لیے تحریر کیے ہین۔ محاربہ مذکور پر مستند تاریخی کتاب لکھنے کا ابھی وقت نہین آیا چشم دید شاہدون کی شہادتین اور فریقین کے افسرون کے بیانات ایک دوسرے سے بہت مختلف بلکہ متضاد ہین۔ اور مختلف معرکون کے حالات و نتائج بھی ابھی تک بالتفصیل معلوم نہین ہوئے۔ بنا برین تاریخی تحقیق و تدقیق اور باقاعدہ ترتیب کا کام ابھی شروع نہین کیا جا سکتا۔ بعد ازان وہ جرمن اور انگریز نامہ نگارون کے تحریر کردہ حالات اور یادداشتون سے اس کتاب کو مرتب کرنیکا ذکر کر کے اون نامہ نگارون کی جفاکشی تندہی سے اپنے فرائض کو سرانجام کرنے اور حتی الامکان انصاف کو مدنظر رکھنے کا اعتراف کرتا ہے۔ اور پھر لکھتا ہے کہ عنوان و نتائج کو ایک رشتہ مین پرو دیا ہے۔ تاکہ ناظرین کو محاربہ کا عام نقشہ اور اوس کے نمایان پہلو معلوم ہو جائین اگرچہ اکثر واقعات کو مسٹر شمیلڈ نے بالتفصیل اپنی کتاب مین جس کا ترجمہ آگے مندرج ہے بیان کر دیا ہے تاہم ہم نے اس جرمن مصنف کی کتاب کا پورا ترجمہ دیا گیا ہے۔ تاکہ ناظرین کو حتی الامکان مکمل آگاہی اور واقفیت ترکی فوج کے کارنامون اور یورپین پالیسی کے متعلق ملسکے اس تمہید کے ساتھ ہی جس مین مصنف نے جرمنی کی ہمدردی کی چند وجوہات تحریر کیے ہین۔ ایک اور نامور جرمن مدبر کی رائے اس مسئلہ کے متعلق درج کر دینا دلچسپی سے خالی نہین ہوگا۔

اس مدبر کا نام ہز ایکسلنسی البرٹ وان شیفل ہے جو ۱۸۷۱ء مین آسٹریا کے صیغہ تجارت کا منسٹر تھا۔ اور اوس کے بعد وائینا اور ٹوبنگن کی یونیورسٹیون مین پولیٹیکل ایکونومی (سیاست مدن) کا پروفیسر ہے۔ اسنے لنڈن کے ماہواری رسالہ فورم بابت ماہ نومبر ۱۸۹۶ء مین جرمنی اور انگلستان کے باہمی تعلقات پر اوس عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا ہے کہ جرمنی انگلستان سے کیون بیزار اور متنفر ہے۔ اور پھر اس بیزاری اور تنفر کو یونان وغیرہ کے برخلاف جرمنی کی ترکون سے ہمدردی ہونیکا بہت کچھ باعث قرار دیتا ہے۔ ناظرین کو یہ تو بتانے کی احتیاج نہین معلوم ہوتی کہ انگلستان اور جرمنی کے تقریبًا کل باشندے ایک ہی نسل سے یعنی سیکسن ہین۔ مدبر مذکور لکھتا ہے کہ جرمنی اس خونی قرابت اور دونون ملکون کے اغراض کی یکجہتی کو جن کا طبعی تقاضا یہ ہے کہ دونون قومین آپس مین متحد و متفق رہین تسلیم اور اونکا احترام کرتی ہے مگر انگلستان کی سرد مہری بلکہ اوس کا اس سے بھی بدتر خواص نے کبھی اتحاد نہ ہونے دیا۔ جو عرصہ سے یگانگت وغیرہ کو بالائے طاق رکھکر جرمنی کی تخریب کے درپے ہو رہا ہے جرمنی ان چھوٹی چھوٹی باتون کی وجہ سے انگلستان سے ناراض نہین ہے کہ دونون ملکون کے دربارون کے تعلقات اچھے نہین یا انگلستان کے مشتاق جنگ اخبارات معاندانہ تحریرین لکھتے رہے ہین۔ یا انگریز مدبر نامناسب تقریرین کرتے رہے ہین اور جرمن قیصر کو بھلے برے لفظون سے یاد کیا جاتا ہے جرمنی اس وجہ سے بھی ناراض نہین ہے کہ انگریز جرمنی کی تجارتی ترقی پر حسد و رشک کرتے ہین یہ ہمین کلام نہین کہ لنڈن کے اخبار سٹینڈرڈ کے اوس مضمون سے بہت کچھ آزردگی پیدا ہوئی تھی جس مین اوسنے محاربہ روم و یونان کے شروع ہو جانے پر

قیصر کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ وہ اپنی نانی کی دانشمندانہ نصیحت کا خیال رکھے۔ لیکن بیگانگت کی اصل وجہ انگلستان کی وہ پالیسی ہے جو
اوس نے مقبوضات بعیدہ اور مشرق مین جرمنی کے متعلق اختیار کر رکھی ہے۔ اور جو عملی طور پر اوسی پالیسی کی مشابہ ہے جو سنہ ۱۸۹۱ء سے پہلے
یعنی لارڈ پامرسٹن کے زمانہ مین انگلستان کی تھی۔ اس پالیسی کا ایک بڑا اصول یہ تھا۔ کہ کسیطرح جرمنی کو روس کے ساتھ بھڑا دیا جائے
مگر جرمنی کے بادشاہت کی بجائے شہنشاہت ہوجانیسے انگلستان کے لیئے ایسا کرانا ناممکن ہوگیا ہے۔ اور خواہ ملکہ وکٹوریہ کی لڑکی بہت عرصہ
پہلے سے ہی کیون نہ شہنشاہ بیگم ہوجاتی۔ یا ۹۹ دن کی بجائے جو مرحوم[1] قیصر فریڈرک کے مختصر عہد حکومت کی میعاد ہے زیادہ عرصہ ہی کیون
نہ شہنشاہ بیگم رہتی۔ وہ اس مدعا مین کامیاب نہ ہوسکتا۔ شہنشاہت کے قیام سے بعد فوراً ہی جرمن صنعت و حرفت اور تجارت نہایت وسیع
ہونی شروع ہوگئی۔ اور اس فروغ کو قایم رکھنے کیلیئے جرمنی نے یورپ اور مقبوضات بعیدہ مین امن قایم رکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ جن
دونون باتون مین انگلستان نے اوسے زک دینی کیلیئے کمر ہمت چست باندہ لی۔ تدبیر مذکور کے الفاظ بجنسہ حسب ذیل ہین:-

"سنہ ۱۸۷۸ء سے انگلستان ہر جگہہ ہماری کولونیل (مقبوضات بعیدہ کے متعلق) پالیسی کی مخالفت کر رہا ہے۔ اور ہر چند برسون سے
ٹرکی مین جو طریقے اوس نے اختیار کر رکھے ہین اونکا صرف یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ کل براعظم یورپ کو نقصان پہونچا کر خود تنہا فایدہ
اوٹھانے کیلیئے دول یورپ مین عالمگیر جنگ مشتعل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور اوسکی یہی چالین ہماری ناراضی کا باعث ہین۔ گذشتہ
چند برسون سے وہ ان چالون کی ریشہ دوانی مین ایسا منہمک ہوگیا ہے کہ اونکی بدولت ہماری محبت کے کاسہ کا پیندہ جو کبھی کنارون تک
بھرا ہوا تھا۔ بلکہ چھلکا پڑتا تھا۔ بالکل الگ ہوگیا ہے۔ اور اب محبت کا جو ہمین انگلستان کے ساتھ تھی اب ایک قطرہ باقی نہیں رہا
نہ آیندہ پیندا جاتی رہنے کی وجہ سے اوس مین ٹہیر سکتا ہے۔ بامراد اس وقت ظہور مین آیا جب کہ انگلستان نے آرمینیا کو مہاروں سے نیا اس
جزیرہ نما کو جسے دین مسیحی کے رسولون کی تاریخ مین بدنامی کنداہون کے وطن[2] کا نام دیا گیا ہے جابجا ایسی شورانگیزیان اٹھائین جن کا مدعا
کل براعظم پر جنگ کے شعلون کو مشتعل کرنیکا تھا تاکہ وہ اکیلا اس عالمگیر تباہی سے فائدہ اوٹھائے۔ اوسکی ان کارروائیون سے
کل دنیا کو یہ عام یقین ہوگیا تھا جس یقین کی نسبت یہ نہین کہا جاسکتا کہ وہ درستی پر مبنی تھا یا کہ غلطی پر۔ کہ انگلستان محاربہ کریمیا کے
ایک اور محاربہ روس کے برخلاف کرنا چاہتا تھا۔ مگر جب اس مجوزہ محاربہ کیلیئے محاربہ کریمیا کیطرح اس دفعہ وہ فرانس کو اپنا ساتھی نہ بنا سکا
تو اوس نے اتحاد ثلاثہ کی طاقتون (جرمنی۔ آسٹریا اور اٹلی) کو روس کے ساتھ لڑا دینے کی کوشش شروع کی۔ تاکہ اسطرح سے وہ ان
طاقتون کی قومی خوشحالی اور ترقی کو اونہی کے ہاتھون سے برباد کرا دے۔ اور پھر اس دہران و مار[3] اور تاریک ظلم سے فایدہ اوٹھا کر خود

[1] قیصر حال کی والدہ ملکہ معظمہ انگلستان کی سب سے بڑی صاحبزادی ہین جن کا خاوند سنہ ۱۸۸۸ء مین صرف ۹۹ دن حکومت کرنے کے بعد فوت ہوگیا تھا۔ وہ اب تک زندہ ہین۔ اور اکثر اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہتی ہین قیصر اور انکی والدہ کے باہمی تعلقات پولیٹیکل آرائ کی مغایرت کی وجہ سے عمدہ نہین ہین۔ [2] حضرت پولوس نے کریٹیون کو اون کے اوصاف دیکھکر یہ خطاب دیا تھا۔ [3] رفقکار ناظرین سے پوشیدہ نہین کہ ماہی گیر ہمیشہ گدلے پانی مین جال ڈالتے ہین۔ جرمن سیاسی کا یہ منشا ہے۔ اون کے اسی مقولہ کیطرف اشارہ کر رہا ہے جس کی صداقت انگلستان کی بحری طاقت ہونے کی وجہ سے اور بھی بڑہ گئی ہے۔

اپنے جال خندہ مین پھینکدے اور شکار کی بے انتہا مقدار حاصل کرلے۔ انگلستان کا یہ عام رویہ ہو رہا ہے کہ وہ صلیب یعنی مذہب کی آڑ مین اپنے پولیٹکل مطالب نکالا کرتا ہے۔ انگلستان کی چالون پر یہ شبہ اور بھی کوئی شخص نہین بسمارک ایسا علامہ زمان مدبر مسلسل ظاہر کرتا رہا تھا۔ اور چونکہ تعلیم یافتہ جرمن کو جب کہ انگلستان صلیب کی آڑ مین پولیٹکل کارروائی کر رہا ہو ہمیشہ مذہبی ریاکاری کی بو آجاتی ہے متذکرہ صدر یقین بآسانی وسعت تمام دنیا مین پھیل گیا۔ مگر اس مرتبہ انگلستان کی چال خطا گئی۔ اوسنے اپنے حریفون کی نکتہ رسی کا درست اندازہ نکیا۔ اور وہ یہ نہ سمجھا کہ سنہ ۱۸۷۰ء[1] سے بعد ایسی ابلہانہ چال کا کارگر ہونا ناممکن ہوگیا ہے۔ لیکن جب جرمنی نے دیکھا کہ باین ہمہ انگلستان اپنی ضد سے باز نہین آیا اور متواتر ناکامیون سے مشتعل ہوکر بیتاب ہو رہا ہے۔ اور ہنوز بھی اپنی چال پر قائم ہے تو اوسکی آزردگی اس حدتک پہونچ گئی کہ اوسنے جرمنی کے دل مین اوس شخص کی ہمدردی پیدا کر دی جسے گلیڈسٹون نے جو تمام انگریزی مدبرون کی نسبت جرمنی مین بہت ہی کم ہر دلعزیز تھا ایکدفعہ بیلدز کوشک کا قاتل کہا تھا۔ اور جب آرمینون کو سلطان کے ذبح مین دکھلانے کی متواتر ناکام کوششون کے بعد انگلستان آخرکار کریٹیون اور یونانیون کا حامی ہوا۔ تو جرمنی ان لوگون سے بھی متنفر ہوگئی۔ اونکی قومیت کی وجہ سے نہین بلکہ اس لیئے کہ وہ انگلستان کی حمایت مین چلے گئے تھے اور اوس کی فسادی مشعلون کو اوٹھانیوالے بن گئے تھے۔

ترکون کے مشہور بہی خواہ اور منصف مزاج و جہاندیدہ اور عاقبت اندیش مدبر و ممبر پارلیمنٹ انگلستان **سر ایشمیلڈ بارٹلٹ** جو اپنی کتاب محاربات تھسیلی کو جس مین کہ ابتداے جنگ کے علاوہ اون کے ذاتی مشاہدات چشم دید واقعات اور معلومات وسیعہ باتفصیل بیان کئے گئے ہین۔ شجیع۔ منضبطیہ منتظم و بانظام صبور اور ثابت قدم و مستقل مزاج عساکر منظفرہ و قاہرہ عثمانیہ کو جس نے اپنی شجاعت و بہادری اور استقلال سے اپنے ملک کی اوس کے اعدا سے بارہا مدافعت و حفاظت کی ہے۔ ڈیڈیکیٹ کرتے ہین۔ بالفاظ ذیل کتاب مذکور کا دیباچہ اور جنگ کی اصل قدر و منزلت کے متعلق اپنی رائے ظاہر فرماتے ہین:۔

دیباچہ تحریر کردہ سر بارٹلٹ

سر موصوف اپنی کتاب کے مقاصد باین الفاظ بیان کرتے ہین:۔ اس کتاب کے تحریر کرنیسے میرا زیادہ تر مدعا اون ذاتی تجربون کی جو محاربہ تھسیلی مین مجھے اور میرے بیٹے کو پیش آئے اور پھر بعد ازان ایتھنز اور قسطنطنیہ جانے کے حالات کی داستان تحریر کرنا ہے۔ تھسیلی مین ہمنے ترکی سپاہیون کو کئی معرکون مین لڑائی کرتے دیکھا۔ اور ہر وقت سفر و قیام مین فوج کے ساتھ رہے۔ اور ہمین کامل مشاہدہ اور تجربہ سے عثمانیہ افواج کی بہادری اور ثابت قدمی کی ہی نہین بلکہ اونکی رحمدلی حسن اخلاق۔ عمدہ چلن اور قابل تعریف بانتظامی اور فرمانبرداری کی بھی پوری پوری قدر و منزلت اچھی طرح سے معلوم ہوگئی۔

ہم تھسیلی مین درہ ملونا سے ویسٹینو تک گذرے۔ اور سلسلہ کوہ اولمپس اور اوسکی برف پوش چوٹیون۔ دریا پنیاس کے خوبصورت نظارون۔ وادی ٹمپہ کے بے نظیر منظر۔ زرخیز میدانون کے لہلہاتے کھیتون۔ اور شاندار کوہی پشتون کو جو چارون طرف سے تھسیلی کے میدان کو احاطہ کیئے ہوئے ہین دیکھکر حیرت زدہ ہوتے رہے۔

---

[1] یعنی جب کہ پرشیا نے فرانس کو شکست دیکر جرمنی کے منتشر اجزاء کو ایک رشتہ سے باندہ دیا۔ اور جرمن سلطنت قائم کر لی۔

ترکی اتحاد کی ضرورت و وقعت

محاربہ تھیسلی اور اوس کے متعلقہ واقعات سے ایک اور قابل غور اور اہم نتیجہ مترتب ہوا ہے کہ ٹرکی سے فوجی اتحاد کرنے کے لیے روس اور جرمنی مین زبردست رقابت پیدا ہو گئی ہے اس محاربہ سے ایک یہ امر بھی واضح ہو گیا ہے کہ قسطنطنیہ مین انگلستان کا اقتدار بہت ہی کم ہو گیا ہے بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہین ہو سکتا کہ بالکل ہی زائل ہو گیا ہے۔ جرمنی نے دور اندیشی سے کام لیکر ترکی سلطنت کی حفاظت و تائید کا پہلو اختیار کر لیا اور اس طرح اوسے اپنا دوست بنا لیا۔ اس کی برعکس ہمارا شعار ترکون اور ہر ایسی چیز کو جس سے اونکا تعلق ہو اندھا دھند سب و شتم اور طعن و تشنیع کرتے رہنا ہے۔ روس قسطنطنیہ مین جرمنی کے مقتدر ہو جانے کو بنظر رشک دیکھ رہا ہے کیونکہ روسی مدبر یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ٹرکی کا میدان خاص اونہی کیلیئے وقف اور مخصوص ہو چکا ہے اس شکارگاہ مین کوئی اور قدم رکھنے کا مجاز نہین۔ بہر حال جرمنی نے ٹرکی سے ایسا تعلق پیدا کر لیا ہے۔ کہ یوروپ مین عالمگیر جنگ برپا ہو جانے کی صورت مین وہ شاندار عثمانیہ فوج کی تائید و امداد ملنے پر پورا پورا بھروسہ کر سکتی ہے۔ اور اس اتحاد کا دوسرے لفظون مین یہ مطلب ہے کہ جنگی طاقت کے لحاظ سے جرمن سلطنتون (آسٹریا و جرمنی) کو اپنے اہم حریفان روس و فرانس کے مقابلہ پر بہت فوقیت اور غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔

ہمارے (یعنی انگلستان کے) لیئے ترکون کی جنگی طاقت اور مسلمانون کی دوستی اور نیک ظنی جیسی کچھ کارآمد فایدہ مند اور اہم ہے اوس سے کوئی انکار نہین کر سکتا۔ انہی وجوہات کے باعث اور نیز اوس بے بہا خدمت کی وجہ سے بھی جو سلطنت عثمانیہ قسطنطنیہ اور آبنائے باسفورس و ڈاردانیلز کے محافظ کی حیثیت سے اس ملک (انگلستان) کی اغراض و مفاد کی کر رہی ہے اس کتاب کا نویسندہ ہمیشہ ٹرکی کے حکمران اور اون کی حکمت کے طریق عمل پر نکتہ چینی کرتے وقت اعتدال و صداقت اور پوری پوری سچائی کو مدنظر رکھنے کی ضروریات پر با اصرار زور دیتا رہا ہے۔ سلطان المعظم لاکھون مردان جانباز اور سپاہ جان نثار کے ہی مالک نہین ہین۔ وہ **خلیفۃ المسلمین** بھی ہین ترکون اور مذہب اسلام کے ساتھ انصاف کو مدنظر رکھنا اخلاقاً اور انصافاً ہی واجب و درست نہین۔ انگریزون کے لیئے جو ایک وسیع اسلامی علاقہ پر حکمران ہین۔ ایسا کرنا قرین مصلحت اور اشد ضروری بھی ہے +

جھوٹی ہمدردی

بدقسمتی سے اس ملک کے اخبارات اور مدبرین کے حصہ کثیر نے جن کی جماعت صرف ریڈیکل (شدید آزاد فریق) تک ہی محدود نہین رہ گئی حزم و احتیاط و مصلحت اور ساتھ ہی صداقت و درستی کے لوازمات اور ملحوظات کو بر سر طاق رکھکر سلطان المعظم اور اون کے وزراء اور اہلکارون کے برخلاف ایسی سفیہانہ طعن و تشنیع اور بد زبانی اختیار کر لی ہے جس کی پہلے کوئی نظیر موجود نہین۔ مگر اوس بے جھوٹی ہمدردی اور مظالم فروشی کا کہ جسے متذکرہ صدر مدبرین اور اخبارات نے اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ گو مین ہمیشہ مطعون کرتا رہتا ہون لیکن اس سے میری مراد وہ واجب و معقول ناپسندیدگی نہین ہے جو اون افعال قبیحہ پر جن کا ارتکاب ۱۸۹۵ء کی آخری تین مہینون مین آرمینیا مین ہوا تھا ظاہر کیگئی تھی۔ اس ملک مین دسمبر ۱۸۹۴ء کے بعد کے دس مہینون مین واقعات ساسون اور اوس کے انطفاء کی متعلق بالکل فرضی اور اخبارون کی من گھڑت کہانیون کی بناء پر نہایت ہی قبیح اور ازحد پاجیانہ بدزبانی اور لعن و طعن سے کام لیا گیا۔ حالانکہ ان کہانیون کی اول تو بالکل کچھ حقیقت و اصلیت ہی نہ تھی۔ یا تھی تو بہت ہی خفیف اور کمزور

مظالم فروشی اور جھوٹی ہمدردی و رقت سے میری مراد یہ دو چیزین ہین۔ اول کسی قوم یا دولت پر ایسے مظالم کا الزام لگانا جن کا کوئی
وجود نہ ہو۔ اور دوم یہ کہ اِن غلط جور و جفا سے اِس ملک مین دھڑے بندی[۵۱] کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کیلیئے کام لینا۔ نومہینون تک
سلطان المعظم ترکی گورنمنٹ۔ ترکی فوج اور عثمانی قوم پر اون موہومہ مظالم کی بدولت جن کی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ اون سے بغاوت
ساسون کو انطفاء مین کام لیا گیا مگر درحقیقت اونکا مطلقاً کوئی وجود ہی نہ تھا۔ انگلستان مین نہایت سختی اور درشت کلامی سے حملے کیے
گئے۔ اور تبرے بھیجے گئے۔ کل معاملہ یہ تھا کہ آرمینیا مین بغاوت ہو گئی۔ اور اوس کے فرو کرنے مین کلہم ۲۲۲ آدمیون کی۔ یا نہایت ہی مبالغہ
آمیز روایات کے مطابق پانچ چھ سو[۵۲] آدمیون کی جانین ضایع ہوئین۔ اِس معاملہ کو بڑھا چڑھا کر مکروہ ترین قسم کے مظالم کے پیرایہ مین
ظاہر کیا گیا۔ مشہور کیا گیا کہ تیس ہزار آرمنی ان مظالم کی بھینٹ چڑھ ہے۔ ان مہیب مظالم کا درحقیقت کہین نام و نشان موجود نہ تھا
یہ روایتین محض من گھڑت اور خیالی تھین۔ اور اوس دولتِ عظیمہ[۵۳] کی تنخواہ دار گماشتون نے اونہین مشہور کیا تھا جو سلطنت عثمانیہ کی
بربادی کے وزرائے سامان کرتی رہتی ہے۔ اور پھر اِس بربادی سے انگلستان کی سلطنت کو مہلک ضرب و صدمہ پہونچانیکا عزم رکھتی
ہے۔ ایشیاء کوچک مین خوفناک کارروائیان کیگئین۔ مگر بعد آرمینیا کے متذکرہ صدر واقعات سے بعد مین کیگئی تہین۔ اور اونکا باعث زیادہ تر
وہ تحریک تھی جو انگلستان مین برپا ہو گئی تھی۔ اِس جھوٹی ہمدردی و رقت قلبی نے ترکی کو تو جو نقصان پہونچایا سو پہونچایا آرمینیون کو
ترکی سے زیادہ اور خود انگلستان اور اوس کے اغراض کو دونون سے بڑھ کر نقصان پہونچایا۔ اور یہی وہ جھوٹی اور نقصان رسان مظالم
فروشی ہے جس کو ظاہر کرنا واجب ہے۔ اون مہیب واقعات پر جو ۱۸۹۵ء کے اخیر مین ایشیاء کوچک مین ظہور پذیر ہوئے مین بھی دل سے
متأسف ہون۔ چنانچہ جب جنوری گزشتہ (۱۸۹۶ء) مین مجھے سلطان المعظم کے حضور باریابی اور مکالمہ کا شرف حاصل ہوا تو مین نے
دلیری کرکے صاف صاف جلالتماب کی خدمت مین عرض کر دیا۔ کہ ان افعال نامناسب سے انگلستان پر بہت برا اثر پڑا ہے اور مناسب ہے
کہ ذات ستودہ صفات شہنشاہی ایسے افعال کو پھر دوبارہ نہ ہونے دینے کیلئے سخت ترین وسایل سے کام لینے سے دریغ نہ فرمایئے
یہ سنکر جلالتماب نے وہ کل انتظامات و تدابیر مجھے بالتفصیل بتائین جنپر اعتراض کر لیئے اونہون نے اِس مکالمہ سے پہلے کا ہی عملدرآمد شروع
بھی کر دیا ہوا تھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ان تدابیر سے کامل یقین ہے کہ امن و امان اور رعایا کی جان و مال کی حفاظت کے متعلق نتیجہ مطلوبہ
مترتب ہو جائے گا۔

مسلمانون کو اشتعال

بیشتر اِس کے کہ ایسے الزامات کیلیئے کوئی معقول وجہ موجود ہو سلطان المعظم اور اون کے عمال کی نسبت نامناسب اور بیجا بدزبانی شروع کر دیجائیگا۔ اثر ہوا کہ نہ صرف سلطنت عثمانیہ کے

---

۵۳ اِس دولت سے مصنف کی مراد روس ہے۔ اور ممکن ہے پرانی دشمنی کا جوش کبھی کبھی اوس کے حکمرانون کے سر پر مستولی
ہو کر اب بھی اون سے ترکی کے برخلاف ایسی خفیہ چالین چلوا دیتا ہو مگر جیسا کہ مین مفروضہ مظالم آرمینیا اور متعدد دیگر مضمونون مین
ظاہر کر چکا ہون۔ چند برسون سے اِس قسم کی جسقدر مفسدانہ تحریکین سلطنت عثمانیہ مین برپا ہوئی ہین۔ اون مین روس کی بجائے یا تو
کسی اور سلطنت اور اوس کے مدبرون کی ایک خاص جماعت کا ہاتھ نہان ہوتا ہے۔ مترجم

۵۴ مفروضہ مظالم آرمینیا سے انگلستان کے مختلف پولیٹیکل
فریقوں نے اپنے ذاتی اغراض کو پورا کرنے کیلیئے جو کام لینا چاہا تھا اوسکی مفصل تنقیح بست سالہ عہد حکومت کی ایک ضمیمہ میں کر دیگئی ہے۔

۵۵ جنوبی ہندوستان کے
ایک پلہ میں جو ۱۸۹۹ء میں شنار اور مراور دو ہندو قبیلوں میں ہوا۔ تقریباً اسقدر جانیں ضایع ہوئیں۔ اور غالب فریق نے مغلوب فریق پر ناگفتہ بہ
مظالم توڑے۔ جایدادیں تباہ کیگئیں۔ عورتیں بےحرمت کیگئیں۔ بچے ذبح کیے گئے۔ اور مرقہ تیغ۔ مگر انگلستان کے ہمدرد بالکل خاموش ہیں۔

سرکاری حلقوں اور ملازموں کی جماعتوں میں ہی بلکہ مسلمان آبادی کے طبقہ عامیان میں بھی نہایت سخت ناراضگی کا جوش پھیل گیا اور عثمانلی قوم میں کچھ عرصہ سے جو یہ خیال پیدا ہو گیا ہوا تھا کہ عیسائی طاقتوں نے جن کا سرغنہ اور پیر مقدم انگلستان بنا ہوا ہے عثمانیہ حکومت کی بربادی اور مذہب اسلام کی بیخکنی کیلئے خوب گہری اور عالمگیر سازش کر لی ہے۔ اوسے اور تقویت پہونچگئی یہ خیال انقلاب چاہنے والے ارمنی سازشیوں کی متعمدانہ اشتعالدہیوں سے جو انکی ذریعہ سے ترکوں کو ترکی کے ساتھ ترکی بترکی جواب دینے پر مجبور کر کے (یا تمام دول اجنبیہ) پولیٹکل آزادی　　حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور مشتعل ہو گیا۔ اور اس آگ پر جو پہلے ہی بھڑک اوٹھنے کو تیار تھی ہمارے سفیر متعینہ قسطنطنیہ کی نامبارک غلطیوں۔ روس اور فرانس کے ہاتھ میں اوسکی کٹ پتلی بنجانے۔ اور بالآخر اوسکی ناقابل عمل اور آبادی کے سب سے بڑے عنصر یعنے مسلمانوں کو برافروختہ کرنے والی مجوزہ اصلاحات سے جو اگست ۱۸۹۵ء میں مشتہر کیگئی تھیں۔ اچھی طرح تیل پڑ گیا ترکوں کی سرشت اور کیرکٹر اور مذہب اسلام کی نسبت خواہ کچھ ہی رائے کیوں نہ قایم کی جائے۔ ایک باحمیت اور غالب و حکمران قوم و مذہب سے ایسی توقع رکھنا کہ وہ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر اپنے صدیوں کے غلبہ اور فوقیت سے دست بردار ہو جائے گی نفس انسانی فطرت اور سرشت کے نقیض ہے۔ ترکوں کے غیظ و غضب کی میگزین میں ارمنیوں کی اوس مجنونانہ اور سخت نقصان رسان حرکت سے جس کے ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو وہ قسطنطنیہ میں مرتکب ہوئے چنگاری پڑ گئی۔ بتاریخ مذکور دو ہزار مسلح ارمنیوں نے بابعالی کیطرف بارادہ بد بڑھنا شروع کیا اور اوس پولیس افسر کو جس نے اونہیں رک جانے کی آشتی و ملاطفت سے نصیحت کی قتل کر دیا۔ اور اوس کے مبینہ ہمراہ ماتحتوں کو بھی گولیوں کا نشانہ بنا دیا خاص دار الخلافہ میں اپنے خلیفۃ المسلمین اور شہنشاہ کے برخلاف ایسی دلیری اور جسارت کا ارتکاب دیکھکر ایشیائے کوچک کے تمام مسلمان باشندوں میں غیظ و غضب کی لہر بہتی سرعت کے ساتھ دوڑ گئی اور ۱۸۹۵ء کے باقیماندہ تین مہینوں ارمنی آبادی پر جو تباہی و مصیبت وارد ہوئی وہ اسی تمرد و عصیان کی جوابی کارروائی تھی۔

مشرقی مسئلہ جہاں تک انگلستان کا تعلق ہے دو بڑے عناصر پر مشتمل ہے انمیں سے ایک ہمدردی انسانی سے تعلق رکھنے والا عنصر ہے اور اون مذہبی و قومی مخالفتوں اور عنادوں کے مشتعل اور بے قابو ہو جانے کے خوفناک خطرہ پر مبنی ہے۔ جو سلطنت عثمانیہ کی مختلف الجنس والمذہب اقوام کے دلوں میں ایک دوسرے کیطرف سے راسخ ہیں۔ یہ خطرہ انگلستان کے گزشتہ مدبروں کے ہر وقت مد نظر رہتا تھا اور ابھی کچھ عرصہ پہلے تک مدبرین اور اہل الرائے کی جم غفیر نے بھی اسے کبھی نظر انداز نہ کیا تھا۔ دوسرا عنصر وہ لا انتہا اہمیت ہے جو یورپین طاقتوں کے ملوثہ قوت اور بالخصوص انگلستان کی مشرقی سلطنت اور اوسکی بحری فوقیت کے قیام کو متعلق قسطنطنیہ اور اوسکی آبناؤں کو حاصل ہے۔ قسطنطنیہ اور آبناؤں کا روس کے قابو اور اقتدار میں ہونا بحیرہ روم میں انگلستان کے بحری غلبہ کی سریع معدومیت کو مرادف ہوگا اور بحری اقتدار کے رخصت ہونیکے ساتھ ہی مصر اور نہر سویز لازمی طور پر اور باغلب وجوہ مالٹا بھی ہمارے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ روسی اقتدار کا آخری نتیجہ ہو گا۔ اور اگر قسطنطنیہ پر روس کا قبضہ ہو جائے تو اوس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ بنظیر اور شاندار فوجی ملوہ اور مصالح جس سے ترکی فوج تیار کیجاتی ہے۔ روس کے تصرف میں چلا جائیگا۔ اور اسکی بدولت اوس کے پاس ایسی فوج ہو جائے گی کہ اگر یورپین افسر اوسکے منتظم اور منتظم ہوں تو اسکی حملہ آوری پر ہم ہندوستان کو بچاسکنے کی پھر کوئی امید نہیں رکھ سکیں گے۔

گذشتہ تین برسون سے ریڈیکل فریق نے ان دونون نہایت اہم عناصر کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ صرف اسی فریق نے نہین بلکہ مزید افسوس اور خطرہ اس امر کا ہے کہ یونینسٹ[1] (متحدہ فریق) کے حصہ کثیر کا بھی یہی طریق عمل ہے ❖

میدانِ جنگ کو جانے کی وجوہات

ایسٹر[2] کے تیوہار کی تقریب پر جب پارلیمنٹ کا اجلاس حسب معمول ملتوی ہوا تو ان تعطیلون سے مجھے میدانِ کارزار کو جو ٹرکی اور یونان مین اُٹھ رہی تھی۔ جانیکا موقع ملگیا۔ اور مین نے اوس سے باشتیاق تمام فائدہ اوٹھایا۔ میرے جانے کی چار وجوہات تھین۔ مین عثمانیہ فوج کی اصلی حالت۔ اوسکی جنگی طاقت و انتظام اور اوس کے افسرون کی منصرمانہ قابلیت اور لیاقت کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ اور یہہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ترکون کا طریق عمل دشمن کے ملک مین کیسا رہتا ہے اور وہ اپنے مغلوب عدو سے کیسا برتاؤ کرتے ہین۔ میرے دل مین خواہش تمنا بھی بڑے زور سے موجزن تھی کہ جہانتک میرے مقدور مین ہے مین اس لڑائی کو مختصر اور دونون ملکون اور قومون مین جن کی ذاتی بہتری اور منفعت کا ہر ایک پہلو اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ دشمن بنکر نہین بلکہ آپسمین دوست ہو کر رہین صلح کرا دینے کی کوشش کرون۔ چوتھی وجہ جو میری نگاہون مین سب سے زیادہ موثر اور باوقعت تھی یہ زبردست تمنا تھی کہ محاربہ مین جو علم و تجربہ مجھے ہوگا اوسکی بناء پر مین شاید سلطنت عثمانیہ سے دوستی و موافقت کی قدیمی اور لازمی مسلک کی تائید اپنے ملک مین پہلے سے زیادہ گرمی اور قابلیت سے کر سکون۔ مخالفانہ دباؤ کی بجائے ٹرکی کو دوستانہ فہمائش کرتے رہنے کی پالیسی کی مین ہمیشہ سے تائید کرتا رہا ہون انگلستان کے مدبرون کی قدیم الایام سے یہی پالیسی[3] چلی آتی ہے۔ پچھلے تین برسون سے مخالفانہ دباؤ کی جو پالیسی اختیار کیگئی ہے اوس سے ٹرکی مین کسی قوم یا مقصد کو کوئی فائدہ نہین پہونچا۔ برعکس اسکے اس نے انتہا نقصان پہنچایا ہے اس نے ٹرکی مین بہت سی تباہی اور قتل و غارت برپا کی۔ انگلستان اور ٹرکی مین مغایرت پیدا کر دی اور انگلستان کی اقتدار اور رسوخ کو بہت گھٹا دیا ❖

[1] یہہ فریق لبرل اور کنسرویٹیو مدبرین کے اتحاد سے جو کئی باتون مین متفق تھے پیدا ہوا ہے۔ اس کی بناء آئرلینڈ کو حکومت خود اختیاری عطا کرنے کے مسودہ قانون سے جسے مسٹر گلیڈسٹون نے پیش کیا قائم ہوئی۔ کنسرویٹیو فریق تو اس تجویز کا لازمی طور پر مخالف تھا کئی لبرل بھی اس مخالفت مین اون سے ہمراہی ہوگئے۔ اور ۱۸۸۶ء سے یہ ایک نیا فرقہ پیدا ہو گیا۔ اس وقت وزارت اسی فریق کے ہاتھ مین ہے جس کے کئی رکن مسٹر چیمبرلین و مسٹر گوشن وغیرہ لبرل یونینسٹ اور لارڈ سالسبری وغیرہ کنسرویٹیو یونینسٹ ہین ❖

[2] عیسائیون کا اعتقاد ہے کہ اس دن مسیح علیہ السلام قبر سے زندہ ہو کر آسمان پر گئے تھے۔ اس دن کی تعیین قمری حساب سے اسطرح کیجاتی ہے جو قمری مہینہ ۲۱ مارچ کو یا اوس سے بعد شروع ہو اوس کی چودھوین تاریخ سے بعد جو پہلا اتوار آوے وہ ایسٹر کا دن ہوتا ہے۔ عیسائیون کے باقی تمام تیوہارون کی تعیین جن کے لیے شمسی حساب سے تاریخین معین نہین ہین ایسٹر سنڈے کی تاریخ سے کی جاتی ہے ❖

[3] مگر کیا یہ پالیسی قدیم الایام سے بلاغرض چلی آتی ہے اور اوس مین کوئی ذاتی منفعت مد نظر نہین رکھی گئی تھی۔ اس پر بہت سا لمبا مباحثہ ہو چکا ہے اور تاریخ خاندان عثمانیہ مین جابجا مفصل بحث کیگئی ہے ❖

(مؤلف)

فصل (۲) دوم

محاربہ کی اصل وجہ اور اوس کا سبب

بقول جرمن افسر جنگ روم و یونان کا پیش خیمہ جس نے کئی برسون کے بعد پھر ایک دفعہ یورپ کے امن مین خلل ڈالا کریٹ کی بغاوت تھی اس بغاوت سے ترکی اور یونان مین وہ آتش عناد پھر بھڑک اوٹھی۔ جو اگرچہ دس برسون سے زیادہ عرصہ سے بظاہر سوئی ہوئی تھی مگر ۱۸۷۸ء کو معاہدہ صلح کے انعقاد کے وقت سے بیرونی سطح کے نیچے ہی نیچے برابر سلگ ہی تھی۔ اس معاہدہ کی شرائط کے رو سے تھیسلی اور ایپائرس پر یونان کے دعاوی کو ایک حد تک تسلیم کیا گیا تھا مگر ان صوبون کی واقعی حوالگی کا کوئی اشارہ نہین کیا گیا تھا۔

۱۸۸۱ء مین ترکی یونانی مسئلہ پھر تازہ ہوا۔ اور ثالث دول عظام اور باب عالی مین کسیقدر طویل نامہ و پیام کے بعد قسطنطنیہ مین کانفرنسین منعقد کیگئین۔ ان کانفرنسون مین طول طویل مباحثے ہوئے جن مین ترکی کی یہ کوشش تھی کہ جہان تک ممکن ہو کم سے کم علاقہ دے۔ اور یونان کی یہ تھی کہ جہان تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ لے حتی کہ آخر الذکر اپنے مطالبات کی تائید اور اون کو زیادہ وزندار بنانے کیلئے اور اون اضلاع کو جو دریا سالا ما دریا کے جنوب مین صوبہ تھیسلی مین اور دریا آرٹا سے بجانب جنوب ایپائرس مین تھے لینے کے لیئے بڑی سرگرمی و مستعدی سے جنگی تیاریان شروع کر دین۔ دول نے ان اضلاع کی حوالگی کا فیصلہ کر کے قرار دیا کہ تخلیہ کی کارروائی دول کے وکلا کی مشترکہ کمیٹی کی نگرانی مین کیجائے اور اوسکی تکمیل کے بعد ایک اور مشترکہ کمیشن کی معرفت درست سرحد کی تعیین کیجائے ترکون نے میعاد مقررہ کے اندر علاقہ مفوضہ کو خالی کر دیا۔ اور نومبر ۱۸۸۱ء مین یونانیون نے اوسپر قابض ہو کر ریاست یونان مین اوس کے انتظامی فوجی اور پارلیمنٹری الحاق کیلئے فی الفور باضابطہ کارروائی شروع کر دی۔[1]

---

[1] اس یونانی تنازعہ اور اوس کے تصفیہ کی تاریخ کسیقدر شرح و بسط سے بیان کر دینا غالباً نامناسب نہ ہوگا۔ ۱۸۷۷ء کے محاربہ روم و روس سے بلقان کی دیگر مسیحی اقوام کی طرح یونانیون کے سر پر بھی حرص ملک گیری کا جن سوار ہو گیا۔ اور یونان کے ملحقہ ترکی صوبون کے یونانیون اور نیز کریٹ کی عیسائیون نے فتنہ و فساد شروع کر دیا جن کو فرو کرنے اور عیسائیون کو باغی نبردتون کے جور و ظلم سے محفوظ رکھنے کے بہانہ سے یونان نے دس ہزار فوج یکم فروری ۱۸۷۸ء کو تھیسلی مین بھیجدی۔ مگر ترکی گو منظر روس سے شکست یاب ہونیکے باوجود ایسی بے سکت نہین ہو گئی تھی کہ وہ اس ریاست کی گوشمالی نکر سکے۔ روس نے فوراً ایک زبردست جنگی بیڑہ یونانی سواحل کو بھیجنے کے علاوہ کئی ہزار فوج براہ سمندر تھیسلی مین اور کسیقدر فوج کریٹ مین بھیجدی۔ ادہر دیگر دول یورپ اور بالخصوص روس نے جسپر یونان کو بہت بھروسہ تھا۔ اوس کی کوئی حمایت نہ کی۔ کیونکہ انگلستان تو پھر آتش جنگ کے شعلے بھڑک اوٹھنے سے مخوف تھا۔ اور روس اوس وقت یونانیون کی وقتیہ قوم

جونہی ٹرکی کو اس تنازعہ کے باامن تصفیہ سے فرصت ہوگئی۔ اوسنے آلبانیا کی بغاوت کی سرکوبی کے لیئے بارہ ہزار فوج

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸) بلغاریا کا سرپرست و ہمسری بن رہا تھا جیسے ہی یونان نے ساتوین دن ہی اپنی فوج ترکی علاقہ سے واپس منگوالی یونانی رعایا کچھ عرصہ اور برسر فساد رہی۔ مگر آخر ترکی افواج نے اوسے بھی فرو کر دیا۔ اتنے مین عہدنامہ سین سٹفی فانو شایع ہوگیا جس کے رو سے بلغار قوم کو آزادی دیکر کئی ایسے اضلاع بھی نئے صوبہ مین شامل کر دیئے گئے۔ جنمین یونانیون کی آبادی بلغاریون سے بہت زیادہ تھی۔ اس سے یونانیون کے جوش و غضب کا دریا پھر موجزن ہوگیا۔ کیونکہ جزیرہ نما بلقان کی مختلف عیسائی اقوام مین صدیون سے سخت دشمنی اور بغض چلا آتا ہے۔ اور اون کو ترکون سے ایسا عناد نہین جس قدر کہ ایک دوسرے سے رکھتی ہین۔ یونانی پھر جنگی تیاریان کرنے لگ گئی۔ اور اس امر کے درپے ہوگئے کہ اول تو بلگیریا کا اسقدر رتبہ نہ رکھا جائے۔ دوسرے موازنہ طاقت قایم رکھنے اور نیز یونان کو ترکی علاقون کے مظلوم یونانی پناہ گزینون کی پرورش اور اوکے رہنے کی مدامی زیر باری سے بچانے کے لیئے جزیرہ کریٹ اور تھسالی و ایپیرس یونان کے حوالہ کر دیئے جائین۔ برلن کانگرس مین یونان کے وکلا کو انگلستان کی سفارش پر اپنے متذکرہ صدر دعاوی پیش کرنے کی اجازت دیگئی۔ اور کانگرس مذکور نے عہدنامہ برلن کی ۲۴وین دفعہ مین سلطان سے سفارش کی کہ وہ یونانی ترکی سرحد کی درستی منظور فرمالین۔ اگر دونون فریق باہمی رضامندی سے تصفیہ کر سکین تو ہرشش دول عظام ثالث بن کر فیصلہ کرا دینے پر آمادہ ہین۔

برلن کانگرس کے اختتام پر یونان نے اس سفارش پر عملدرآمد ہونیکا تقاضا شروع کیا مگر ترک دول یورپ کی اس عجیب منصفانہ سفارش پر بھی حیران نہ تھی۔ بلکہ اون کو یہ اندیشہ تہا کہ اگر اب یونان کو کچھ علاقہ دے بھی دیا گیا۔ تو اوس پر قناعت کرنے کی بجائے اوس کی آتش حرص و طمع اور تیز ہو جائے گی۔ ادہر سلطان اعظم کو جو محاربہ روم و روس کی ناکامی اور بوسنیا کا تقریباً خالص اسلامی علاقہ آسٹریا کو حوالہ کر دینے سے پہلے ہی بہت کچھ نا ہر دلعزیز ہو رہے تھی۔ یہ اندیشہ تھا کہ اگر اب اسلامی علاقہ (کیونکہ تھسلی وغیرہ مین مسلمانون کی آبادی عیسائیون سے اگر زیادہ نہین تو کم بھی نہ تھی) یونانی عیسائیون کو دیا گیا تو مسلمانون کے غیظ و غضب کو روکنا مشکل ہو جائیگا۔ دوسری طرف علما زور دے رہے تہے کہ خلیفۃ المسلمین اسلامی شریعت کے مطابق کوئی علاقہ جنگ مین شکست اوٹھانے کے بغیر خود بخود کفار کو حوالہ نہین کر سکتے۔ یونان کل تھسلی اور یانینا صوبہ ایپائرس کا خواستگار تھا۔ باب عالی نے اس نئی مصیبت سے بچنے کے لیئے بہتیرا پہلو بچانا چاہا۔ مگر منصف مزاج اور ایماندار مسیحی طاقتین جو ایک طرف بالجبر ڈلسگنو کا بندرگاہ مانٹی نیگرو کو دلانے کی کوشش کر رہی تھین۔ اس اسلامی سلطنت کو خواہ وہ کیسی حق بجانب ہو کب چین لینے دے سکتی تھین۔ اون کے دباؤ پر سلطان نے خلیج آرٹا و ولو کا تیسرا حصہ یونان کو دینا منظور کر لیا جسے یورپ کے لاڈلے متنبی یونان نے حقارت کے ساتھ مسترد کر دیا۔ اور لارڈ سالسبری وزیر خارجیہ انگلستان نے عہدنامہ برلن کے فیصلے کے مطابق دیگر دول کو کانفرنس منعقد کرنیکا پیغام بھیجدیا۔ اور جون ۱۸۸۰ء مین ایک کانفرنس برلن مین جمع ہوگئی۔ جس نے بصدارت پرنس ہوہن لوہی جو اب جرمنی کا وزیر اعظم ہے فیصلہ کیا کہ ٹرکی تھسلی اور ایپائرس کا حصہ کثیر جسمین لاریسا، یانینا اور میتسو کے قصبے شامل ہون یونان کے حوالہ کردے۔ سفرائے دول نے ۱۵ر جولائی ۱۸۸۰ء کو ٹرکی و یونان کو اس فیصلہ سے مطلع کیا۔ جسے یونان نے تو بخوشی منظور کر لیا۔ مگر باب عالی نے صاف انکار کر دیا۔ اس کانفرنس مین یونان اور ٹرکی کے وکلا شامل نہین کیئے گئے تہے۔ باب عالی کا سب سے بڑا عذر یہ تہا کہ ایک تو ان شہرون اور قصبون کو ملجانے سے یونان کو ٹرکی پر حملہ کرنے کے لیئے

[1] یہ بندر ۲۶ر نومبر ۱۸۸۰ء کو آخر مانٹی نیگرو کو دلوا دیا گیا۔

درویش پاشا کی زیر کمان صوبہ مذکور مین بھیجدی[1] - ۲۰ اپریل ۱۸۸۱ء کو درویش پاشا نے بمقام دریٰ سووک علی پاشا سرغنہ مفسد کو مغلوب کیا - اور اس فتح کے بعد نا رضامندون کے مرکز قصبہ پرسرند پر قابض ہو گیا - جسپر کچھ عرصہ کیلئے جزیرہ نما بلقان مین پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹) - آسان راستے مل جائین گے - دوسرے ان علاقون کے باشندے زیادہ تر مسلمان ہین - دول یورپ نے دوبارا اس فیصلہ کو مان لیے جانے کی تحریک کی - باب عالی نے پھر انکار کر دیا - اور قصبات لارسیا مترو فو اور یانینا کو چھوڑنا منظور نہ کیا - آخر الذکر دونون قصبون کے چھوڑ دینے سے بحیرہ ایڈریاٹک کی ساحل پر سلطانی اقتدار محض برائے نام رہ جاتا تھا - اسپر یونان نے جنگی تیاریان شروع کر دین - اور کہا کہ وہ بزور شمشیر برلن کانفرنس کا فیصلہ ٹرکی سے منظور کرا لیگا - مگر ٹرکی نے بھی اس نئے بہادر کو ہوش مین لانے کیلئے کافی انتظام کر لیا ہوا تھا -

دول یورپ نے یونان کو بربادی سے بچانے کیلئے اور نیز اس خوف سے کہ کہین شعلۂ حرب ایک دفعہ بھڑک اوٹھنے پر اوسکی چنگاریان کل یورپ مین نہ پھیل جائین فریقین کو لڑائی سے روک دیا - اور مصالحت سے فیصلہ کر لینے کی تاکید مزید کی - سنہ ۱۸۸۰ء (?) فرانس نے تجویز پیش کی کہ دول یورپ کی کسی ایک طاقت کو اس تنازعہ کی تصفیہ کیلئے ثالث مقرر کر دین - اسپر باب عالی نے تجویز کیا کہ برلن کانفرنس کے فیصلہ کو منسوخ کر کے نئی کانفرنس قسطنطنیہ مین منعقد کی جائے - اور اسمین یونان و ٹرکی کے وکلا کو بھی داخل کیا جائے - دول نے اسے مان لیا - اور کانفرنس جمع ہو گئی - جس کے بعض ممبرون کی رائے تھی کہ جزیرہ کریٹ اور تھیسلی کا کچھ حصہ - اور بعض کی رائے تھی کہ کل تھیسلی اور اپائرس کا کچھ حصہ یونان کو دیا جاوے - آخر یورپین وکلا نے یہ فیصلہ کیا کہ کل تھیسلی اور دریائے آرٹا تک صوبہ اپائرس یونان کے حوالہ کیا جائے - بندر پریویزا ٹرکی کے پاس رہے - مگر اوس کے قلعے گرا دیئے جائین - یونان نے ۱۴ اپریل ۱۸۸۱ء کو یہ فیصلہ بھی منظور کر لیا - مگر باب عالی نے اس کے مقابل یہ شرائط پیش کین - اول مفوضہ علاقہ کے مسلمان جب تک کہ ٹرکی کے یونانی باشندے ترکی فوجون مین داخل نہ کیے جائین - یونانی فوج مین بھرتی نہ ہون دوم - دولو کے قلعے مسمار کر دیئے جائین - سوم - یونانیون کے امتیازات[2] منسوخ سمجھے جائین - اور جو یونانی رعایا ٹرکی مین مقیم ہو اون کے مقدمات یونانی قونصلون کی بجائے ترکی عدالتون مین پیش ہوا کرین - ایماندار مسیحی طاقتون کو مذہبی تعصب نے یہ نہایت ہی مناسب اور عادلانہ شرائط بھی منظور نہ کرنے دین - اور اونہون نے ۲۴ مئی کو باہم فیصلہ کر لیا کہ اگر ٹرکی انکار پر مصر رہے تو جبراً اوس سے قسطنطنیہ کی کانفرنس کا فیصلہ منوا لیا جائے - جسپر ترکی گورنمنٹ کو جو متعدد زبردست اعدا یا معاندون کے مقابل صرف یکہ و تنہا تھی مجبوراً یہ فیصلہ مان لینا پڑا - اور پانچ مہینون کے اندر علاقجات مذکورہ بالا خالی کر کے یونان کے حوالہ کر دیئے *

[1] معاہدہ برلن کے رو سے سرویا - مانٹی نیگرو - اور سرویا کو خاص البانیہ کے علاقہ کا کچھ کچھ حصہ ملا تھا جس سے شمالی البانیہ کے عیسائی مسلمان دونون مذاہب کے باشندے محض قومی حمیت سے اپنے وطن کو صحیح سالم رکھنے کا قابل تعریف عزم کر کے برسر بغاوت ہو گئے تھے اس کے برعکس جنوبی البانیہ (علاقہ یانینا) کے یونانی عیسائی حسب معمول کور نمکی سے کام لیکر تھیسلی کے عیسائیون کے دوش بدوش یونان کے ساتھ ملحق ہونیکو بیتاب باغی ہو گئے تھے - آخر الذکر دونون علاقون کی بغاوت تو جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے ترکی افواج نے تھوڑے ہی عرصہ مین فرو کر دی مگر شمالی البانیا کی بغاوت جو کسی طرح سے سلطانی حکومت کے برخلاف نہ تھی بلکہ دول یورپ کے فیصلہ کے برخلاف تھی - دن بدن زیادہ زور پکڑتی گئی - جس کے فرو کرنیکے لیئے محمد علی پاشا جو فروری ۱۸۸۰ء مین کریٹ بھیجا گیا تھا - اگست ۱۸۸۰ء مین البانیا بھیجا گیا مگر باغی تو الگ رہے

[2] یہی شرائط اس محاربہ روم و یونان کے بعد بھی ٹرکی کی طرف سے پیش کی گئی تھیں - ان امتیازات سے ٹرکی کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اوسکا مفصل ذکر تاریخ خاندان آل عثمان جلد دوم میں کیا گیا ہے -

امن و امان قایم اور آتشِ فتنہ و فساد فرو ہوگئی۔ مگر یہ امن زیادہ عرصہ قایم نرہ سکا ۱۸۸۵ء مین شہزادہ الکسندر والی بلگیریا نے صوبۂ مشرقی رومیلیا کو جو براہِ راست سلطان کے ماتحت ایک عیسائی گورنر کے زیر حکومت رکھا گیا تھا عیسائی رعایا کی سازش سے کسی جنگ و جدال کے بغیر اپنی ریاست مین شامل کرلیا۔ اس انقلاب و الحاق سے جزیرہ نما کی دیگر آزاد اقوام کو موازنۂ طاقت کو یکسان کرنیکے بہانہ سے مزید علاقون کے مطالبہ کرنیکا موقع ملگیا۔ اس دفعہ سرویا نے اس موازنہ کو یکسان کرنے کا سب سے اول بیڑہ اوٹھایا۔ اور اب پہلی مرتبہ ایک عیسائی ریاست نے ٹرکی کی قطع برید کی بجاے ہمسایہ عیسائی ریاست کی خرچ پر ایسا کرنیکا عزم کیا جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ٹرکی کی سرحد ایسی مضبوط اور اوس کا فوجی انتظام ایسا مکمل تھا کہ کامیابی کی امید تو درکنار وہ سخت نقصان اُٹھانے کے خدشہ کے بغیر اوس پر دست درازی نہیں کرسکتی تھی۔ دوم قومی بغض و کینہ جو سرویون کو بلغارون سے ہے۔ مذہبی تعصب پر غالب آگیا۔ اور اوس نے سرویون کو ترکون کی بجاے بلغارون سے بھڑادیا) میلان شاہِ سرویا نے اس الحاق سے چند ہی ہفتہ بعد ۱۸۸۵ء مین بلگیریا پر حملہ کردیا جس طرح فارن

مشرقی رومیلیا

بے تمیزی کو یونان نے اپنی تمام سابقہ خواہشون کی پورا کرنیکے لیئے غنیمت سمجھکر پھر جنگی تیاریان شروع کردین۔ دولِ یوروپ نے جو الحاق اور پھر معرکۂ سرویا کے یکبارگی خلاف توقع ظہور پذیر ہوجانیسے ششدر سی ہوگئی ہوئی تہین۔ اور مشرقی مسئلہ کو پھر چھیڑنیکے لیئے تیار نہ تھین۔ یونان کو ان تیاریون سے باز آجانیکی فہمایش کی۔ اور چونکہ روم و یونان مین جنگ ہوجانیسے یونانیون کی تائید مین روس یا فرانس کے بھی شاملِ کارزار ہوجانیکا احتمال تھا یوروپین دول نے بالجبر یونانیون کو باز رکھنیکا ارادہ کرلیا۔ مگر یونانی وزیر اعظم نے یوروپین دہمکیون اور فہمایشون کے علی الرغم صاف طور پر کہدیا کہ خواہ اوسے کتنا نقصان اوٹھانا پڑے۔ یونان اپنے مطالبات درباب تہیسلی و اپائرس پر مُصر رہنے کو تیار ہے اور بشرط ضرورت اونکو پورا کرنیکے لیئے فی الفور جنگ کرنے کو بھی آمادہ ہے۔

یونان کو فتح کا کامل یقین تھا۔ اوسے خیال تہا کہ ترکی فوج کی پہلی ہی حرکت پر البانیا اور مقدونیہ مین بغاوت ہوجایے گی اور جب معاملہ اسطرح طول پکڑگیا تو یوروپ خاموش نہین رہیگا۔ دولِ یوروپ کو بھی اس امر کا اندیشہ تھا چنانچہ ۲۴ر جنوری ۱۸۸۶ء کو ششش دول عظام نے یونان کو مشترکہ مراسلہ بھیجکر چند دن بعد یہ دہمکی دی کہ چونکہ یونان کے پاس ٹرکی کے بخلاف جنگ کرنیکے لیئے کوئی معقول

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰)۔ اوس کی بالائی گارڈ کی البانوی پلٹنون نے بھی بغاوت کرکے ۳ر ستمبر ۱۸۷۸ء کو اوسے قتل کردیا۔ اور یہ فساد برابر ۱۸۸۱ء تک جاری رہا جس کے دوران مین محبِ وطن عیسائی مسلمانون نے صوبہ مین ایک طرح کی خود مختار حکومت قایم کرلی تہی۔ مگر اوس کا شہنشاہ برابر سلطان کو تسلیم کرتے رہے تھے۔ کریٹ کی بغاوت بھی بدستور زور پر رہی تھی جس کو بہ صلح و آشتی فرو کرنیکے لیئے ستمبر ۱۸۷۸ء مین غازی مختار پاشا جزیرہ مین بھیجے گئے اور انہون نے اسی مہینہ مین بمقام ہلیپہ باغیون کے اکثر مطالبات کو دو تین ہفتون کی بحث کے بعد منظور کرکے امن قایم کردیا۔ لیکن ان نوازشات و مراحم خسروانہ کا احسان فراموشون نے بااغوائے دیگران۔ یا اپنے کور باطن جذبات نفسانی کی تحریک سے نہین تو بعد مین جو عوض دیا۔ وہ کسی اخبار بین سے پوشیدہ نہین رہگیا جب ملیبانہ مکاری اور نفرت انگیز ظلم و ستم کے باوجود جو مسلمان باشندون پر کیا گیا اپنے ہم مذہب اقوام یوروپ کی امداد و اعانت سے آخر اونکا ۱۸۸۹ء مین اپنے مدعا مین کامیاب ہونا بھی کل کی بات ہے۔ ملک سرویا کو اس معرکہ مین پے درپے زکین اوٹھانی پڑین۔ اور آخر دول یوروپ نے بیچ بچاؤ کرکے فریقین مین صلح کرادی۔ کسی فریق کو کوئی تاوان وغیرہ نہ دینا پڑا۔

وجہ نہین ہے۔ اور نیز چونکہ ایسا معاہدہ دنیا کے امن اور تجارت کو حق مین بہت مضر ہوگا۔ اسلیئے دول یونان کو ٹرکی پر کبھی بحری حملہ نہین کرنے دینگی۔[1] یونان نے ۳ فروری کو اوسکے جواب مین لکھا کہ " اوسکو اپنی افواج سے حسب مرضی کام لینے سے روکنا اوسکی آزادی مین دست اندازی کرنا ہے جسے یونان کبھی گوارا نہین کرسکتا۔ اور نہ وہ لڑائی سے محترز رہنے کا ذمہ اوٹھاتا ہے "

چنانچہ وہ اپنی ضد پر برابر قایم رہا۔ اور کچھ عرصہ بعد انگلستان کی وزارت بدل جانیسے اوسکا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ اوسے یقین ہوگیا کہ لبرل وزارت جو اب قایم ہوئی ہے اور اوسکا سرغنہ گلیڈسٹون جو ترکون کا جانی دشمن ہے صرف اتحاد یورپ ہی جو یونان پر زور ڈال رہا ہے۔ الگ ہو جائیگا۔ بلکہ یونان کی طرفداری کریگا۔ اوسکا یہ یقین باطل ثابت ہوا۔ لارڈ روز بری وزیر جدید خارجیہ اپنے متقدم کی پالیسی پر عامل رہا۔ دریںولا شاہ یونان نے ۴ دسمبر ۱۸۸۵ء کو فرمان شاہی صادر کرکے بارہ ہزار فوج کی مشق قواعد کیلیئے کیمپ قایم کیئے جانے اور متعدد دیگر فوجی تیاریون کا حکم دیدیا تہا۔ ملک مین بھی (جسکے باشندون و حکمرانون نے آزادی بعد جو نیز اونہین محض حمایتیون کی طفیل ملی تھی پھر کبھی ترکون کا منہہ نہین دیکھا تھا۔ اور شجاعت و بسالت کے بڑے بڑے دعوے رکھتے تھے) لڑائی کا اسقدر اشتیاق پھیلا ہوا تھا۔ کہ پارلیمنٹ کا مخالف فریق بھی اس معاملہ مین حکمران فریق یعنے موجود الوقت گورنمنٹ کے ساتھ متفق الراے ہوگیا تہا۔ اور دار الوکلا نے باتفاق رائے گورنمنٹ کی پالیسی کے حق مین پسندیدگی کی رائے ظاہر کردی تھی اس عام جوش و اشتیاق سے فایدہ اوٹھاکر بتاریخ ۱۰ دسمبر ۱۸۸۵ء ڈیلیانیس وزیر اعظم نے بمقام تہبیس مشقی کیمپ قایم کرنے اور ریزرو فوج کی دو اقسام یا صنفون کو گھرون سے بلائے جانے اور گھوڑون کی خریداری کیلیئے ۱۶ لاکھ درہم (ایک لاکھ چار ہزار پونڈ) قرض لینیکی اجازت ملنیکی پارلیمنٹ سے باضابطہ درخواست کردی۔ یہ وزیر جو اب کیطرح سے یونانی فوج کے عام اجتماع کا بندوبست کررہا تھا۔ وہی ڈیلیانیس تھا جس نے ۱۸۷۸ء مین دوسرون کے علاقہ کو حصول کیلیئے کل ملک مین بیفایدہ[2] عام قومی جوش پھیلا کر اسکی بدولت اپنی پچیس لاکھ ابنائے ملک کو ۴۶ ملین درہم[3] کاغذی اور ۵۵ ملین درہم طلائی قرضہ کے کمرشکن بوجہ کے نیچے دبا دیا تھا۔

دریںولا ٹرکی نے کئی لاکھ جرار فوج یونان کی سرحد پر جمع کردی ہوئی تھی۔ اور اوس نے ایک دو معرکون مین یونانی قزاقون منعدون

---

[1] اللہ اکبر۔ آٹھ برسون مین ہی فریقین کی بحری طاقتون مین اسقدر فرق ہوگیا تھا کہ ۱۸۹۷ء کے شروع مین ترکی بیڑہ یونان کے سواحل پر حملہ کرنیکے لیئے یونانی سمندرون مین داخل ہوا۔ اور یونانی جہاز بندرون مین چھپ گئے۔ اور آٹھ برس بعد یونان کو ٹرکی پر بحری حملہ کرنیکی دہمکی دینے کی جرأت ہوگئی۔ مگر ترکون کے جنگی انتظام اور فوجی مستعدی نے اس بحری کمزوری کی اوس وقت بھی کافی تلافی کردی تھی

[2] بیفایدہ اسلیئے کہ یونانیون کو جوش و خروش ظاہر کرنے اور فوجی تیاریون پر اسقدر روپیہ خرچ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ دول یورپ جیسا کہ اونہون نے کیا خود بخود اونہین ٹرکی سے علاقہ مطلوبہ دلا دیتی جنکی امداد کے بغیر وہ تیاریان کسی کار آمد نہین ہوسکتی تہین۔

[3] کاغذی قرضہ سے سرکار کے جاری کردہ کرنسی نوٹ مراد ہوتے مین۔ اور طلائی قرضہ وہ جو بذریعہ سرکاری نوٹون کے عوض ساہوکارون وغیرہ سے برداشت کیا جاے۔

اور نظام فوج کو بھی جو بلا اطلاع سرحد عبور کر آئی ہوئی تھی۔ مار کر پیچھے ہٹا دیا تھا۔ ان یورشون سے تنگ آکر باب عالی نے دول یوروپ کو لکھا کہ یا تو وہ خود یونان کو سمجھا دین کہ سرحد سے فوجین واپس منگوالے یا ٹرکی کو اُسے سیدھا کرنے کی اجازت دیدین (جسپر دول یوروپ نے (محض یونان کی بہتری اور بچاؤ کیلیئے) ۲۶ اپریل ۱۸۸۶ء کو اوسے الٹی میٹم بھیجدیا کہ آٹھ دنون کے اندر فوجون کو واپس بلاکر منتشر کردے۔ ورنہ بصورت انکار وہ اپنی حرکات کا خود ذمہ دار ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی اوس سے قطعی جواب مانگا گیا۔ ڈیلیانیس نے ۲۷ اپریل کو اس کا جو جواب دیا سفراء دول نے اوسے صریح انکار کے مساوی سمجھا۔ اور فرانس کے سواء باقی تمام ممالک کے سفراء ۹ مئی کو ایتھنز سے رخصت ہوگئے۔ اور ۱۰ مئی کو اون کے قائمقامون نے جو پیچھے چھوڑے گئے تھے ڈیلیانیس کو اطلاع دی کہ یونانی سواحل کو بحری محاصرہ مین کر دیا گیا ہے۔ اس کارروائی کا جو یونانی تجارت کے حق مین سخت نقصان رسان تھی یہ نتیجہ ہوا کہ ڈیلیانیس نے ۱۹ مئی کو استعفا داخل کر دیا۔

ایسی حالت مین نئی وزارت قایم کرنے کی کسی کو جرأت نہ پڑتی تھی۔ تمام یونانی مدبر جانتے تھے کہ نئی وزارت کا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ دول کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور اس خفت کو جھوٹی حیثیت کی وجہ سے کوئی برداشت کرنا نہین چاہتا تھا۔ آخر ۱۲ مئی کو ترکوپیس نے حوصلہ کر کے نئی وزارت قایم کرلی (اور دول کے فیصلہ کو قبول کرنے سے پیشتر یہ چال چلا کہ کچھ یونانی فوج کو ترکی فوج پر اول پر سرحد عبور کر کے حملہ کرنیکا خفیہ حکم بھیجدیا۔ اور پھر یہ مشہور کیا کہ ترکی فوج نے سبقدستی کی ہے۔ اوسے خیال تھا کہ دول یوروپ اس حملہ مین اگر ٹرکی کے برخلاف نہ یونان کی طرفدار ہوجائین گی۔ اور بحری محاصرہ کو اوٹھا دینگی۔ مگر یہ حیلہ کارگر نہ ہوا) جسپر اوس نے فی الفور ریزرو سپاہیون کو گھرون کو واپس کر کے فوج کو ترکی سرحد سے واپس بلالیا۔ اور پھر باب عالی سے براہ راست نامہ و پیام کر کے صلح صفائی کرلینے کے بعد بتاریخ ۳۱ مئی ۱۸۸۶ء جرمنی۔ آسٹریا۔ انگلستان۔ روس و اٹلی کو اطلاع کردی کہ یونان نے بہ تعمیل ارشاد ہتھیار ڈالدیئے ہین جسپر دول یوروپ کے سفراء نے دوسرے ہی دن ترکوپیس کو محاصرہ کے اوٹھا دیئے جانے کی خبر دیدی۔ اور اس طرح سے کچھ عرصہ کیلیئے لڑائی پھر ملتوی ہوگئی۔ اور ترکون کو یونانیون کے ہوش مین لانے کا موقعہ نہ ملا۔ اور یہی وجہ تھی کہ یوروپ کی طفیل سخت ذلت بخش شکست سے بچ جانے کیلیئے خدا کا شکریہ بجالانے اور آئندہ کیلیئے حزم و احتیاط سے کام لینے کی بجائے یونانیون کے دلون مین قومی و مذہبی تعصب و بغض کی آگ دن بدن زیادہ تیز اور اپنی جوانمردی اور زور کی نسبت اونکے زعم باطل مین اور اضافہ ہوتا گیا۔ (اس لحاظ سے ۱۸۹۷ء کا معاربہ اون کے حق مین شافی دوا کا کام کرگیا ہے۔ اور اوس نے اونکے غرور باطل کو توڑ کر اونپر اونکی حقیقت اچھی طرح سے واضح کردی ہے مگر چونکہ یہ مرض اونکی طبیعت مین راسخ ہوچکی ہے۔ اور مذہبی و قومی عداوت بہت زور پکڑ گئی ہوئی ہے اس دوا سے پوری شفا ہوجانیکی توقع رکھنا درست نہین ہوگا تاہم ادہم پاشا کی فتوحات یونانیون کو عرصہ دراز تک جیسا کہ اون کے وزراء کی تقریرون[1] سے بھی واضح ہوتا ہے

---

[1] دسمبر ۱۸۹۷ء مین یونانی وزیر اعظم نے اپنے ملک کیلئے تعلیمی۔ تجارتی۔ زرعی۔ انتظامی اور فوجی اصلاحات مجوزہ کی مسودہ مین اس مرتبہ بھی بڑا زور دیا تھا کہ "کم از کم ان اصلاحات کو معرض عمل مین لانیکے لیئے سلطان المعظم سے برسر صلح رہنا نہایت ضروری ہے" من حیث المجموع یہ فقرہ جہان یونانیون کو اپنی کامیابیات معلوم ہوجانے کی خبر دے رہا ہے۔ وہان اُسکے ساتھ ہی اوس کے الفاظ کم از کم قطعی ازالہ مرض کے نہ ہونیکا پتہ بتا رہے ہین۔ مترجم

کریٹ کو بالآخر عملی طور پر کامل اندرونی آزادی ملجانیکے باوجود بھی جادۂ اعتدال سے منحرف نہین ہونے دین گی۔ کیونکہ کریٹ کو یونانیون کی کسی بہادری یا کوشش سے نہین بلکہ محض فرانس۔ انگلستان اور روس و اٹلی کے متفقہ[1] دباؤ کی وجہ سے آزادی نصیب ہوئی ہے ۔ مترجم

اسی دلی بغض وعناد نے ۱۸۹۶ء کو موسم بہار مین پھر نیا فساد برپا کرا دیا۔ جو اس مرتبہ کریٹ کے جزیرہ مین ہوا۔ وہانکی مسیحی المذہب یونانی آبادی جو کل آبادی کے دو تہائی کے قریب ہو رحمدل گورنر طرخان پاشا کی عام معافی کا اشتہار دیدینے کے باوجود ترکی افواج متعینہ کریٹ سے کھلم کھلا مشغول پیکار ہوگئی[2] ۔ اور فریقین مین سخت بیرحمی[3] و سنگدلی کے ساتھ متفرق و بیقاعدہ لڑائی شروع

---

[1] ان چارون کی بجائے اگر اکیلے انگلستان کو دباؤ ڈالنے والا کہا جائے تو شاید زیادہ درست ہوگا۔ کیونکہ قرائن و حالات مابعد سے واضح ہو رہا ہے کہ انگلستان اپنی بحری طاقت کے گھمنڈ مین کریٹ کو سلطانی افواج کے تہیلی سے چلے جانے پر سلطانی حکومت سے آزاد کرانیکا مصمم ارادہ کر چکا تھا جس ارادہ مین وہ کسی دوسرے کی امداد کے بغیر بلکہ اورون کے علی الرغم بحری طاقت کی طفیل بآسانی کامیاب ہو سکتا تھا اسلیئے دیگر تینون طاقتین مسئلہ آرمینیا کیطرح جس مین انگلستان کا ساتھ دینے کیلئے نہین بلکہ درحقیقت اوسکی حرکات و چالون کی نگرانی کرتے رہنے کیلئے اوس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے مسئلہ کریٹ مین بھی اوس کے ساتھ شامل ہوئین ۔ اور جب اون کو اس ارادہ کا پتہ ملا تو اس خوف سے کہ کہین مصر کیطرح اس جزیرہ پر بھی اکیلے انگلستان کا تسلط نہ ہو جائے ۔ اونہون نے انگلستان کیلئے کوئی حجت باقی نہ رہنے دینے کیلئے سلطان کو کریٹ خالی کردینے پر رضامند کر لیا ۔ اور پھر انگلستان کی چالون کی نگرانی اور اوسکا کلہ بہ کلہ جواب دیتے رہنے کیلئے خود بھی جزیرہ مین ڈیرے ڈالدیئے ۔ اس مسئلہ پر مین تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم مین مفصل بحث کر چکا ہون ۔

[2] اس فساد کے ابتدائی وجوہات بست سالہ عہد حکومت کے ضمیمہ مین بالتفصیل درج ہین ۔

[3] عیسائی باغیون کے شیطانی ظلم و ستم اور سفاکی کا کچھ اندازہ ناظرین کو ایک انگریز وقائع نگار کی مندرجۂ ذیل تحریر سے جو لنڈن کے ماہواری رسالہ نائینٹینتھ سنچوری مین شائع ہوئی تھی معلوم ہو جائیگا۔ تحریر مذکور و کیل کے اڈیٹوریل تمہیدی ریمارک کی بابت حسب ذیل ہے۔

"کریٹ کے مسلمانون پر عیسائیون کیطرف سے طرح طرح کے جور و ستم ہونیکے باوجود انگلستان کے اکثر اخبارات مین مسلمانون کو ہی ظالم اور عیسائی درندون کو مظلوم اور بیکس بتایا جا رہا ہے۔ اس غلط بیانی سے برافروختہ ہو کر ایک منصف مزاج انگریز مسٹر بنیٹ نے جو انگلستان کا مشہور معتبر نامہ نگار ہے کریٹ کے عیسائیون کی وحشیانہ حرکات کے چشم دید حالات لنڈن کے نہایت ہی معتبر اور مستند ماہواری رسالہ نائینٹینتھ سنچری (انیسوین صدی) بابت ماہ مئی ۱۸۹۷ء مین شائع کر کے انگریزی اخبارات کے جھوٹے نامہ نگارون اور متعصب مدیرون اور مفسدہ پرداز پادریون کی غلط بیانیون کی پوست کندہ قلعی کھولدی ہے۔ صاحب موصوف نے اپنے آرٹیکل کا عنوان "بغاوت کریٹ کے متعلق امر واقع کا تھوڑا سا اظہار" رکھا ہے۔ ہم اس مضمون کا ترجمہ بدین خیال دیدینا مناسب سمجھتے ہین کہ ایک تو خود ہندوستان مین بعض تنگ طبیعتون کو مسلمانان کریٹ کی مظلومی بیکسی اور درماندگی کی روایتون کی نسبت جو مبالغہ آمیز ہونیکا شبہ ہے وہ ایک انگریز کی تحریر پڑھ کر رفع ہو جائیگا۔ دوسرے شاید اون لوگون کو جو سمجھے ہوئے ہین کہ ہمارے یہان خوش تر این یک دم غنیمت ہے اپنی دولت و ثروت مین سرمست انسانی قومی و برادرانہ حقوق و فرائض کی

ہوگئی۔ جس مین گو فریقین ظالمانہ جبر و تعدی کے مرتکب ہوتے رہے۔ مگر تقریبًا ہر موقعہ پر ترکون اور مسلمانون کو نقصان کثیر اوٹھانا
پڑتا رہا۔ ۲۸ جولائی کو سفرائے دول متفقہ استھینز نے یونانی گورنمنٹ کو دوستانہ نصیحت کی کہ وہ کریٹیون کو باب عالی کی پیشکردہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) ۔ تفصیل سے غافل بیٹھے ہین۔ ایک غیر قوم کے آدمی کی زبانی اپنے مذہبی بھائیون کی عاجزی و بیکسی کے حالات سنکر
اونکی دستگیری کرنیکا کچھ خیال پیدا ہو جائے لیکن اگر اب بھی اون کو ذاتی تن پروری اور عیش پرستی یا خود غرضانہ چالون نے اسطرف
متوجہ نہونے دیا تو مجبورًا یہ کہنا پڑیگا کہ اگر اسلام کی مقدس جماعت اور ہندوستان کی پاک سرزمین ایسے غافلون کے وجود سے خالی ہوتی
تو بہت اچھا ہوتا تاکہ ہمدردانِ قوم و ملت کو تأسف پر تاسف اور رنج پر رنج نہ اوٹھانا پڑتا۔

مسٹر تنبٹ نے اصلی واقعات کے منکشف اور عیسائی باغیون اور اونکے معاونون کی سیہ کاریون اور مفویانہ کارروائیون کو واضح کرنے مین
حتی الامکان کوئی کوتاہی نہین کی۔ مگر پورے بارہ صفحہ ٹائپ کے لکھ چکنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ قومی تعصب اور خویش پروری اونکی طبیعت پر
بھی مستولی ہوگئی۔ اپنے مضمون کے خاتمہ پر آخری چار پانچ سطرون مین وہ ایک ایسی تجویز پیش کرتا ہے جس نے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ مسلمان غیر
قوم کے منصف مزاج سے منصف مزاج اور نہایت ایماندار شخص سے بھی پورے انصاف اور حق پژوہی کی توقع نہین رکھ سکتے۔ قوم پروری اور حب الوطنی
ایسے شخص کو بھی مسلمانون کا معاملہ درپیش آجانے پر کچھ دیر کیلئے جادۂ مستقیم سے ہٹا دیتی ہے۔ مسلمانون سے یہ تو ابھی توقع نہین ہوسکتی کہ وہ
عیسائیون سے سبق حاصل کرکے اون کے ساتھ بھی اسیطرح کا معاملہ کرنا سیکھ جائین لیکن اسمین کوئی شک نہین رہ گیا کہ اگر وہ اپنے وجود کو قائم
رکہنا چاہتے ہین تو اون کو دوسرون کی منصفانہ برتاؤ۔ ایمانداری اور صفت حق پژوہی پر بھروسہ کرنے کی بجائے خود اپنی ہی ہمت و طاقت اور اتفاق
واخوت پر تکیہ کرنا لازمی ہے۔ صاحب موصوف کا مضمون حسب ذیل ہے:۔

پچھلے دنون انگریزی اخبارات اور رسالون مین مسئلہ کریٹ کے متعلق تقریرون مضامین اور خطوط کی بھرمار ہو رہی ہے عوام نے ناراضگی
کے اظہار کیلئے عام جلسے کرکے ٹرکی کے جور و ظلم اور یوروپ کی ناقابلیت پر نہایت ہی سخت الفاظ مین لعن طعن کیا ہے۔ نان کنفرمسٹ (وہ عیسائی
جو کلیسیائے انگلستان کے پابند نہین یہ لوگ انگلستان کی آبادی کے نصف حصہ سے زیادہ ہین) اور انگریزی چرچون کے پادریون نے جن کی بڑی
دلیل یہ ہے کہ عیسائی ہونے کی حیثیت سے دیگر عیسائیون کی امداد اور اون سے ہمدردی کرنا خواہ اونکی پولیٹیکل اغراض و مقاصد کی نوعیت کچھ ہی ہو
ہمپر فرض عین ہے اس مسئلہ کو مذہبی رنگ پہنا دیا ہے۔

ان پرجوش تقریرون اور تحریرون کی جب بخوبی چہان بین کیجاوے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ کسیقدر تو محض بادی النظری قیاسات پر
مبنی ہین اور زیادہ تر نامہ نگارون کے پیغامات تار برقی پر۔ اگر کریٹ سے چند گمنام شخصون نے اس مضمون کا پیغام بھیجدیا کہ مسلمانون نے فلانے گرجا
کو بھرشٹ کر دیا ہے۔ انگریزی جہاز کے گولہ سے اسقدر باغی مارے گئے ہین تو ادہر فورًا پادریون نے شہیدون کیلئے خاص دعا کرنیکا وقت مقرر
کر دیا یا کسی جنونی نے اپنی پولیٹیکل جماعت سے علیحدہ ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ یوروپ کے بعض معتبر اور معتمد اخبارات کے ناظرین بیشک حیران ہوتے ہونگے
کہ اون کے لیڈنگ آرٹیکلون مین تو کریٹی معاملات پر منصف مزاجی اور سلامت روی کے ساتھ بحث ہو رہی ہے۔ اور اونہی اخبارات مین دوسری جگہ تار
کے پیغام درج ہین جو بالکل یکرخہ ہین۔ اور جن سے پایا جاتا ہے کہ اس معاملہ کا کوئی دوسرا پہلو ہو ہی نہین سکتا۔ چند دن گذرے ہین کہ مسٹر [illegible]

اصلاحات قبول کرنیکی ترغیب دلانے کی کوشش کرے اِس کا گورنمنٹ مذکور نے جواب دیا کہ اوسے جزیرہ کے معاملات سے کوئی دخل نہین - نہ وہ واقعات کی ذمہ دار ہے - اسپر سفرائے دول متعینہ قسطنطنیہ نے کریٹیون کی کمیٹی یا جماعت مصلحین (یا مفسدین) کو خستہ کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) - اپنی طبعی تیزی فہم سے کام لیکر دار العوام مین اِس اختلاف پر بڑا زور دیا تھا کریٹ سے یونانی قونصلین اور نامہ نگارون کے بجبر نکالے جانے پر سخت ناراضی پیدا ہو گئی تھی - مگر جو لوگ یونانی اخبار نویسون کے رویہ سے واقف ہین اون پر اِس کارروائی کی اشد ضرورت بخوبی واضح ہو گئی ہوگی - مشہور لاطینی قدیم شاعر جووی نل (جس کو قدیم زمانہ کا سودا سمجھنا چاہیئے - نوے برس کی عمر مین سنہ ۱۲۸ء مین فوت ہوا) نے یونانیون کی رسہت بازی کا جو اندازہ لگایا تھا وہ اُس وقت بھی ویسا ہی درست ہے جیسا کہ اوس کے ہمعصر حواری رسینٹ پال یعنی پولوس) کا اندازہ کریٹیون کی نسبت تھا - یوروپین طاقتون کے قائم مقام (یعنی امیر البحر) کریٹ مین امن قایم کرنیکے لیئے جو عمدہ سے عمدہ کوششین کرتے اونکے اثر کو یہ تار مین جو از سرتا پا غلط بیانی اور مبالغہ کا مجموعہ ہوتی تھین بہت کچھ کمزور کر دیتی تھین - یونانی اخبارون اوران سے بڑھ کر ایتھینز کی تارون کے جو یونان مین بہ تعداد کثیر دھیلے دھیلے کو بکتی ہین - سرسری نظر سے دیکھنے پر بیان مندرجہ بالا کی تصدیق ہو سکتی ہے - ہمارے نیک نہاد قونصل متعینہ خانیا سر الفرڈ بلیوتی اِس بغاوت کے دوران مین ترکون اور باغیون دونون کے ساتھ کامل انصاف سے کارروائی کرتے رہے ہین جس کی وجہ سے تمام یونانی جو کریٹ مین موجود ہین کرنیل واسوس سے لیکر ادنے ترین آدمی تک اونپر الزام لگاتے ہین کہ وہ برٹش گورنمنٹ کو عمداً غلط رپورٹین بھیجتے رہے ہین اور ترکون سے رشوت لیکر اون کے طرفدار ہو گئے ہین -

افسوس ہے کہ ان یونانی اخبار نویسون کے چلے جانیکے بعد بھی اون مراسلات کے حصہ کثیر مین جو کریٹ سے روانہ کی جاتی ہین یکرخی اور طرفداری کی بو پائی جاتی ہے - یوروپین اخبارون کے نامہ نگار قصبون مین رہتے ہین سوائے معدودے چند مستثنیات کے وہ یونانی اور ترکی زبان بول نہین سکتے - ترکی حکام سے حالات معلوم کرنے کی بہت کم کوشش کرتے ہین - اور زیادہ تر عیسائیون کی بتائی ہوئی خبرون پر بھروسہ کرتے ہین جن کی فطرتی دروغ بیانی اونکی جائیدادون کی تباہی سے کچھ کم نہین ہو گئی - نامہ نگار کریٹ مین جو ترجمان مقرر کرتے ہین وہ تقریباً عیسائی ہوتے ہین - پس یہ یقینی امر ہے کہ جہان تک ممکن ہو - وہ کوئی امر باغیون کے برخلاف ظاہر نہین کرین گے - علاوہ برین کریٹ مین جو نامہ نگار ہین اون کا زیادہ حصہ پہلے ہی سے یونانیون کا طرفدار ہے - خانیا کی ایک مشہور تار بھیجنے کی ایجنسی ایک کریٹی عیسائی کے کامل اقتدار مین ہے جو ظاہر ہے کہ طبعی طور پر یہی طرفداران یونان کی جماعت کی اغراض و مقاصد کا پورا موید ہے - ایسے لوگون مین طرفداری کا وجود پایا جانا ایک فطری امر ہے - مگر یوروپین نامہ نگارون کو راستی سے تجاوز کر کے ترکی اور دول یوروپ کے مخالف تار روانہ کرتے دیکھکر سخت تعجب ہوتا ہے - ایسے واقعات جن کے معلوم ہونے پر دنیا باغیون سے متنفر ہو جائے جان بوجھکر فروگذاشت کر دیئے جاتے ہین - اور بعض اوقات فرضی سوانح کی خبر باوجود اسکے کہ اندرون جزیرہ سے معتبر اطلاع اون کے برخلاف موصول ہو چکی ہو - یوروپ کو بذریعہ تار بھیجدی جاتی ہے - اسیطرح اگر کوئی عیسائی ایسی بات بتلائے جس کی بنیاد پر ایک روانگیز پیغام تاربرقی گھڑا جا سکتا ہو - تو ذاتی طور پر اوسکی تصدیق کرنے کی کوئی کوشش کرنے کے بغیر عیسائی کے بیان کو فوراً روانہ کر دیا جاتا ہے -

مثال کے طور پر ترکی جور و ظلم - بدعہدی اور سیاہ کاری کی اون داستانون کو لیلو جو اون حضرات کی تقریرون مین جو گورنمنٹ کے

بھیجکر لڑائی سے دست بردار ہوجانے اور مدمی صلح کے لیئے نامہ و پیام اور گفتگو شروع کرنے کی صلاح دی۔ اِس صلح کیلیئے بنیادی اصول یہ قرار دیا گیا کہ جزیرہ کو عیسائی گورنر کے زیر فرمان مالی لحاظ سے آزادی ملجائے۔ اوسے محاصل پر مٹ کی آمدنی اپنے پاس رکھنے کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶) طریق عمل پر معترض ہوتے رہتے ہین۔ بافراط پائی جاتی ہین۔ دارالعوام اور دیگر مقامات مین کرنیل واسوں کے اس الزام پر بہت زور دیا گیا کہ ترکی حکام نے اپنے قول و قسم کی صریح خلاف ورزی کرکے قصبہ تسلینو کے مہاجر مسلمانون کو دوبارا مسلح کر دیا ہے۔ یہ داستان بلا کسی تحقیقات یا تصدیق کے فی الفور یورپ مین مشتہر ہوگئی۔ مگر بعد مین یورپ مین افسرون کی کمیشن نے اوسکو بالکل بے بنیاد ثابت کرکے ترکی افسرون کو تمام الزامات سے جو اون پر لگائے گئے۔ بالصراحت مبرا کردیا۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ ایک پرغضب تار شائع ہوئی کہ ترکون نے قصبہ کسامو کستلی مین چند عیسائیون کے گھرون کو منہدم کردیا ہے۔ اور یورپ مین تریب کھڑے تماشا دیکھتی رہی ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان مکانون کا گرایا جانا اشد ضروری تھا۔ کیونکہ باغی ان مکانات کی آڑ مین قلعہ کی دیوارون کو سرنگ سے اڑانے کی کوشش کررہے تہے۔

۲- اپریل کو ایک کریٹی بشپ (بڑا پادری) صاحب مسیحی المذہب یورپ کے مہذب باشندون کے پاس اپیل کرتے ہوئے حسب ذیل تقریر فرماتے ہین:- "مقدس گرجون اور ظروف کی تاخت و تاراج معصوم عیسائی عورتون اور بچون کا کشت و خون عیسائیون کی جائداد و املاک کی بے انتہا بربادی اور لوٹ مار جو اب تک بے لگام ترکی سپاہی اور عوام کر رہے ہین وہ ناگفتہ بہ ہے"۔

اس فقرہ مین اسقدر مبالغہ سے کام لیا گیا ہے کہ وہ فی الحقیقت اول سے آخر تک افتراؤن کا مجموعہ ہے۔ آؤ۔ ہم تمکو وہ اصلی واقعات بتلاتے ہین جن کو ایماندار بشپ صاحب نے نہایت احتیاط کے ساتھ نظرانداز کردیا ہے۔ (اٹلی کے) امیرالبحر کانی وارو نے کامل تفتیش کے بعد اچھی طرح سے ثابت کردیا ہے کہ کینڈیا کے کیتھولک گرجہ کو ترکی سپاہیون کے لوٹ لینے اور خراب کرنے کی کہانی بالکل غلط ہے۔ ایک نامہ نگار رتاردینا ہے کہ خانیا کے قریب قصبہ آلیاس کے گرجہ کو ترکون نے ناپاک کردیا ہے۔ اوس بہادر نے اس روایت کو صدق و کذب کی خود کوئی تحقیقات نہ کی اور آخر مین وہ بہت مبالغہ آمیز پائی گئی۔ کہ کینڈیا مین سب سے پرانے یونانی گرجا کو دیکھنے گیا۔ اوس مین فقط ایک پادری باقی رہ گیا تہا۔ باقی تمام نیک بخت پادری اپنی شامت اعمال سے ڈرکر پیچھے عیسائیون کیطرح شہر سے دُم دباکر بھاگ گئے ہوئے تہے۔ اس شہر مین ہزارون مسلمان مہاجرین پناہ گزین تہے۔ گرجہ کے پادری بھاگ چکے تہے۔ وہ بالکل خالی پڑا تھا۔ اور کوئی اوسپر محافظ نہ تہا۔ اب خیال کرو کہ کسی اندھیری رات مین اوسکو آگ لگا دینا کیسا آسان امر تھا۔ مگر عمارت کو ذرہ بھر نقصان نہین پہونچایا گیا۔ حتّی کہ کھڑکیون کا ایک شیشہ تک بھی نہین توڑا گیا۔ اب یہ عیسائی نیک بخت ہی بتائین کہ کینڈیا یا خانیا اور ریتمو کے شہرون سے باہر مسلمانون کی کتنی مسجدین قائم و ایستادہ رہنے دیگئی ہین؟ ایک بھی نہین!!!

غیر یہ تو غیر مہذب کریٹی عیسائیون کی کرتوت ہے۔ آیرلینڈ کے صوبہ السٹر کے جہان تقریبًا تمام باشندے پروٹسٹنٹ مذہب رکھتے ہین۔ اور اعلے درجہ کے مہذب ہین۔ آیرلینڈ کے باقی تین صوبون مین زیادہ کیتھولک آبادی ہے) کسی موضع مین اگر رومن کیتھولک گرجہ کے معتقدین اوسے خالی چھوڑ جائین تو بتاؤ اوس کے کواڑ اور کھڑکیان کتنی مدت صحیح سالم رہنے پائین گی؟ یہانتک کہ عیسائی عورتون اور بچون کو بے لگام ترک قتل کر رہے ہین محض مجذوبانہ بکواس ہے۔ اس قسم کی کوئی حرکت ترکون سے سرزد نہین ہوئی مین پچھلے دنون کینڈیا گیا تو تین عیسائیون نے جھگڑا طلاع دی

استحقاق رہے۔ اور ترکی افواج جزیرہ کے قصبات سے واپس بلالی جائین سفراء نے کمیٹی کو ساتھ ہی متنبہ کردیا کہ اگر یہ تجاویز مسترد کیگئین۔ تو پھر یوروپ کو کریٹیون سے کوئی ہمدردی نہین رہجائے گی۔ مگر معاملہ مصالحت کی حد سے گذر چکا تھا۔ اور دین اثنا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) کہ باشی بزوقون کی ایک جماعت بموضع ایلیا پیدا ہوا کرکے ابھی واپس آئی۔ اور دو عیسائیون کے سر اپنے ساتھ لائی ہے مین نے ان سرون کیلئے کونہ کونہ شہر کا چھان مارا۔ پر وہ کہین نملے۔ اور آخرکار مخبرین پر چند جرح کے سوالات کرنیسے واضح ہوگیا کہ اونکی روایت خالصتاً من گھڑت تھی۔ باقی رہی لوٹ مار سو کسی عیسائی کے مکان کو جو قصبہ کے باہر ہو لوٹنا اسیقدر فایدہ بخش ہے کہ لکڑیان جل گئے ہوئے ڈھیر کو لوٹنا۔ عیسائی اگر اپنے مکانون مین خاک بھی باقی چھوڑکر اندرونی مقامات جزیرہ کو بھاگ گئے ہون تو ترکون نے انہین لوٹنا کیا تھا۔ مین نے ان مکانون کو سوختہ ملبہ گاہ بگاہ چند مردون اور عورتون کو خاک چھانتے دیکھا ہے۔ جس سے اون کو لوہے کی پرانی میخون اور کیل کانٹون کے سواء اور کچھ نہین ملتا۔ شہرون مین عیسائیون کے جو مکان کھڑے رہگئے ہین۔ اب اونکی کماحقہ حفاظت یوروپین افواج کے پٹرول کرتے ہین۔ کیونکہ پولیس کے فرایض ان فوجون کو تفویض کردیئے گئے ہین۔ لیکن اس سے یہ قیاس نہ کرلیا جائے کہ یوروپین فوجون کے آنیسے پہلے ترک اون مکانون کو لوٹتے رہتے ہے۔ انگریزی فوج کے داخلہ سے پہلے مین کینڈیا مین دو راتین مقیم رہا جس کی نسبت عیسائیون نے مشہور کر رکھا تھا۔ کہ مسلمان ہر رات عیسائیون کی خالی مکانات کو لوٹا کرتے ہین۔ مگر مینے اس تاخت و تاراج کی کوئی علامت نہ دیکھی۔ گو مین گھنٹون گلیون مین پھرتا رہتا تھا۔ عیسائیون کو بھاگ جانے کیلئے کافی وقت ملگیا تھا۔ اور وہ کوئی قیمتی چیز پیچھے نہ چھوڑ گئے۔ شہر ہزارون مسلمان مہاجرین سے بھرا پڑا ہے۔ جو مال متاع سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صرف اپنی جانین عیسائیون سے بچا کر جنہون نے اونکے گھرون کو خاک سیاہ اور اون کے اعزہ و اقربا کو بکرون کیطرح ذبح کر ڈالا ہے۔ بھاگ آئے ہین یہ بدقسمت مہاجرین ہر وقت فاقہ کشی کے کنارہ پر رہتے ہین گورنمنٹ کیلئے اتنے ہزار بھوکون کے واسطے کھانا بہم پہونچانا ناممکن ہے ۔ ۱۰ مارچ تک ان لوگون کو جو مقدار غذا کی ملی ہے وہ فی کس تین پاؤ ہے۔

مسٹر بنٹ نے اس اندازہ مین غالباً سخت غلطی کھائی ہے ہم وکیل مین وقتاً فوقتاً ٹرکی سے مہاجرین کی امداد کیلئے کئی ہزار بوری آٹا بہونچنے کی خبر صحیح کرتے رہے ہین مگر پھر بھی ظاہر ہے کہ اون بیچارون کی حالت قبھی بہت قابل رحم ہوگی۔ کیونکہ جب برٹش گورنمنٹ جیسی متمول حکومت چند لاکھ فاقہ کشون کو مفت کھانا نہین دے سکی۔ اور اسے مجبوراً چندہ کی درخواست کرنی پڑی تو ٹرکی کئی لاکھ خانمان برباد کردگان کو تو دو وقت شکم سیر کر سکتی ہے۔ ایڈیٹر) یہ فاقہ کش اگر کبھی کبھار عیسائیون کے خالی شدہ گھرون سے کوئی بالکل بے قیمت اور ناکارہ سی چیز اوٹھا لین تو ہمارے دیکھ کونسی عجیب کی بات ہوگی۔ سیاحکو کون تاخت و تاراج تصور کرے گا۔ باغیون نے جیسا کہ خود اون کے ایک سرگروہ نے مجھسے بیان کیا عرصہ دراز سے مسلمانون کی کوئی جایداد کسی قسم کی بھی باقی نہ چھوڑنیکا مصمم ارادہ ٹھان لیا ہوا ہے اور جزیرہ کے اندرون مین سرسری طور پر گذرنیسے معلوم ہوگیا ہے کہ اونہون نے اپنے ارادہ کی کیسی کامل تعمیل کردی ہے۔

دار ہوام مین مسٹر ڈلن ایک شخص آیرش جماعت کا مغز اور بڑا مفسد ہے۔ ایڈیٹر) اور دیگر اشخاص باشی بزوقون کو (جن کو غلطی سے اکثر ترکی باقاعدہ سپاہیون سے تمیز نہین کیا جاتا یعنی اون کو بھی نظام فوج کے سپاہی سمجھا جاتا ہے) خونخوار بدمعاش بتاتے ہین اور کہتے ہین کہ

کئی خونریز معرکہ آرائیاں ہو چکی تھیں۔ ترکون کو تاریخ ۲۳ جولائی ۱۸۹۷ء بمقام ریتی مو اور بھی وگرست کو بمقام کینیا دخانیا) شکست ملی۔ اس فتح کے حصول پر جزیرہ کے تمام اضلاع کے (عیسائی) نایبون نے جماعت مصلحین کی جگہ اپنی عارضی گورنمنٹ قائم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) کیفیت دیکھون اور لوٹ مار کے لیئے یہ ہر وقت قصبون سے باہر نکلکر دھاوے کرتے رہتے ہین۔ لیکن امر واقع یہ ہی کہ ترکی نگرانی کی چوکیون (جو قصبون کے باہر ہین) اور باغیون کی لینیون کے درمیان جو قصبات کو گرد محاصرہ کئیے پڑے ہین۔ کوئی چیز موجود نہین جس کو باشی بزوق لوٹ سکین۔ اور نہ کوئی انسان پایا جاتا ہے جسے وہ قتل کرین۔ یہ بالکل درست ہی کہ یہ ترکی بیقاعدہ سپاہی بعض اوقات شہر سے باہر نکلکر اوس کے مضافات مین ایکا دہ زیتون کا درخت جو عیسائی کی ملکیت ہو جلا دیتے ہین۔ یا ایندھن کیلیئے اوسے کاٹ لیتے ہین مگر ایسے واقعات بہت شاذ و نادر ہوتے ہین۔ مین کئی دفعہ ترکی چوکیون سے پرے تک گیا ہون۔ اور ذاتی مشاہدہ سے یہ امر بیان کر رہا ہون۔ اس کے ساتھ ہی یہ کبھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ مسلمان آبادی کے حصۂ کثیر کی فصلین اور انگور ون کے باغ اس وقت اون کے دشمنون (عیسائیون) کے قبضہ مین ہین۔ باقی رہا بندوقون کی باڑھین چلانا۔ سو اس بارہ مین ہمیشہ ابتداء عیسائیون کیطرف سے ہوتی ہے۔ وہ ہر وقت ترکون پر فیر کرتے رہتے ہین مگر ترک شاذ و نادر جواب دیتے ہین کیونکہ ایک تو طاقتون نے اون سے درخواست کر رکھی ہے کہ حتی الامکان وہ فیر کرنے سے پرہیز کرتے رہین۔ دوسرے کریٹی چٹانون کی اوٹ مین بیٹھکر جس ترک کو دیکھتے ہین۔ اوسپر بندوق داغ دیتے ہین۔ اور خود ایسے محفوظ ہوتے ہین کہ انکو گولی کا لگنا قریبًا ناممکن ہوتا ہے۔

قصبہ نیر وکوری مین مسٹر ملٹن پرائیر مین اور ایک ترکی فسر ایک مکان کی چھت پر چڑھے تو فورًا ہی تین گولیان ہمارے سرون پرسے سرسراتی ہوئی گذر گئین جن کو باغیون نے مقابل کی پہاڑی کی چوٹی سے سر کیا۔ باشی بزوقون نے باغیون اور یوروپینون کی ایک جماعت پر جو صلح کے سفید جھنڈے کی پناہ مین جا رہی تھی بندوقین چلائی تھین۔ اسپر مسٹر ہوشر (مالک ایڈیٹر اخبار ٹرو تھ) نے پارلیمنٹ مین واویلا مچایا تھا کہ الامان۔ مین ان باشی بزوقون کیطرف سے کوئی وکالت تو نہین کرتا مگر اپنے ذاتی تجربہ سے یہ قدر جانتا ہون کہ سفید جھنڈا عیسائی بندوقچیون کی گولیون سے مطلقًا کوئی حفاظت نہین کر سکتا۔

پچھلے دنون مین جتنے واقعے ہوئے ہین۔ تقریبًا اون سب مین باغیون نے ابتداء کی۔ چند ہفتے گذرے ہین اونہون نے آسٹریا کے جنگی جہاز سبی نیکو پر جان بوجھکر بندوقین چلائین۔ اور چالیس سے زیادہ گولیان جہاز کو لگین۔ مین کشتی پر سوار ہو کر مقام روہتیا کو جہان یہ واقعہ گذرا گیا۔ اور عیسائی سرغنون سے دریافت کیا کہ انہون نے یہ اشتعال دلانے والی حرکت کیون کی؟ جواب ملا کہ ہم نے جہاز سیبی نیکو کو ترکی کروزر سمجھا تھا۔ یہ ازنکا بدیہی جھوٹ ہی۔ وہ ترکی نشان کو بخوبی جانتے ہین۔ اور آسٹریا کا نشان جہاز پر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ مقامات ملاکسا۔ کیر اطیبری۔ عزیز الدین اور کساموتلی پر جس قدر حملے ہوئے ہین۔ وہ سب عیسائیون نے بلاوجہ اور خود بخود کیئے۔ امیر البحرون نے باغیون کو اطلاع دی کہ مقام ملاکسا کے اوگرد جو ترکی گڑھیان ہین وہان باغی ضرور سد پہونچ جانے دین۔ اسکی تعمیل یہ ہوئی کہ کرنیل واسوس نے اطلاع ملتے ہی تین میدانی توپین عملی کیا نوسے کو لعل پولو بھیجدین۔ تاکہ دوسرے دن ملاکسا پر حملہ کرنیکے لیئے تیار رہین۔ کئی نامہ نگارون نے بڑے کرو فر سے باغیون کیطرف سے یہ عذر پیش کیا ہے کہ اون کو امیر البحرون کے مختصر کہ مراسلہ کے مضمون سے آگاہی نہین ہوئی تھی یہ محض غلط ہے باغیون کو

کرلی جب معاملہ اس انتہائی حد تک پہونچگیا تو ۹ ستمبر کو سلطان المعظم نے باغیون کو سفرائے دول کی تجویز کردہ رعایات عطا کردین اور ۵ ستمبر کو اونہین باغیون کے نائبون نے بھی قبول کر لیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹) کم از کم تین سرغنون معاذی کالوجلیبس اور مانوسی کو پورا علم تھا کیونکہ جس وقت توپ خانہ پہونچا مین اون کے پاس تھا۔ اور اونہون نے مجھکو اوسکی اچانک موجودگی کی وجہ بتادی تھی۔ اگر بفرض محال عیسائی باغیون کے سپاہیون اور دیگر افسرون کو امیر البحرون کے مراسلہ کا علم نہ ہوا۔ تو اوسکی ذمہ داری کرنیل واسوس اور سرغنہ باغیون پر ہے۔ ملاکسا کی لڑائی سے دوسرے دن کیراطیدی پر حملہ کرنے کی تجویز تھی مگر صبح کے تین بجے بمقام کونطو پولو ہمین یہ خبر سنا کر بیدار کیا گیا کہ ترکی سپاہی گڑہی کو چھوڑ گئے ہین قلعہ عزیز الدین اور کستلو کی اس کے بعد باغیون نے حملہ کیئے۔

یوروپین امیر البحر نہایت ہی سخت مشکل مین گرفتار ہین۔ وہ تا تصفیہ مسئلہ کریٹ امن قایم رکھنے کے مشترکہ کام پر مامور کئے گئے مگر جس کام کو وہ اپنی اپنی گورنمنٹون کی غیر مستقل مزاجی اور باہمی رشک و حسد کی وجہ سے باحسن وجوہ پورا نہین کرسکتے تاہم کوئی منصف مزاج باشندہ کریٹ انکار نہین کرسکتا۔ کہ یوروپین بیڑون کے کمانڈر نہایت احتیاط اور اعتدال سے کارفرما ہوتے رہے ہین۔ اسپر بھی یوروپین نامہ نگار اون کو برابر ناقابل فہر یکارتے رہتے ہین۔ اور اوپر الزام لگاتے ہین کہ وہ عیسائیون پر بلاوجہ گولہ باری کرتے ہین۔ اور باغیون کے ساتھ کبھی کامیابی سے مصالحت کی گفتگو نہین کرسکتے۔ کیونکہ یہ کام صرف تو نصلون کا ہے جس کو خواہ مخواہ وہ اپنے ہاتھ مین لیئے ہوئے ہین لیکن جس شخص کی آنکھون کو تعصب نے اندھا نہ کردیا ہو وہ کنڈانون کی سڑک پر باغیون پر گولہ باری کیئے جانے پر کبھی حرف نہین رکھسکتا جنگی جہاز سے فقط ایک ہی گولہ چلایا گیا۔ اور یہ مسٹ فورٹ ڈورنغلین کی باڑہ ماری گئی تھی جس سے اون بدمعاشون مین سے جو بے پناہ اور بیکس مسلمان جہان جہان اور اون کے محافظ سپاہیون پر جھپٹتے پڑتے تھے پندرہ ہلاک ہوئے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو یہ بدبخت سیکڑون بیگناہ مسلمانون کا خون کر ڈالتے دوسری گولہ باری باغیون پر بمقام خانیا کی گئی تھی شہر کو ان چشمون سے پانی بہم پہونچتا ہے جو فصیل سے باہر بیرونی مورچون کے احاطہ مین واقعہ ہین۔ باغی ان مورچون پر قابض ہونا چاہتے تھے۔ قابلترین جنگی و بحری اہل الرائے نے صاف کہدیا کہ اگر باغی قابض ہوگئے تو شہر پیاسا مرجائے گا۔ چنانچہ امیر البحرون نے باغیون کو متنبہ کر دیا کہ شہر کے بیرونی مورچون پر اون کو حملہ آور نہین ہونے دیا جائیگا۔ ایسا کر چکنے کے بعد یہ کس طرح سے ممکن تھا کہ وہ باغیون کے ہاتھون شہر کی سلامتی کو معرض خطر مین پڑنے دیتے۔ وہ بیرونی قلعون اور مورچون کے سپاہیون کی سلامتی کے اخلاقاً ذمہ دار ہوچکے تھے۔ باین ہمہ بمقام ملاکسا باغیون پر گولہ باری کیئے جانے پر بڑی سختی سے نکتہ چینی کیگئی ہے۔ ایک سربرآوردہ انگریزی اخبار مین تار شایع ہوا کہ "باغی یوروپین جہازون کی اچانک گولہ باری کی مطلق کوئی وجہ نہ سمجھ سکے"

لیکن مین اوپر بتا چکا ہون کہ کرنیل واسوس نے مشترکہ مراسلہ کا جواب قلعہ مذکور پر حملہ کرنے کی صورت مین دیا۔ جس مراسلہ کا مضمون باغی سرغنون کو بخوبی معلوم تھا۔ کیونکہ لڑائی سے ماقبل کی رات جب مین اون کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ تو اونمین سے ایک نے مجھ سے کہا۔ "ہم سنتے ہین کہ کل ہمکو تمہارے چند گولے دیکھنے پڑین گے" اس گولہ باری کا مدعا عیسائیون کو قتل کرنا نہ تھا۔ بلکہ اونپر صرف یہ واضح کردینا تھا کہ اون کو قلعہ ملاکسا پر قابض نہین ہونے دیا جائیگا۔ اس لئے پھٹنے والے اور خاردار گولون کی بجائے جو باغیون مین تباہی برپا کردیتے فقط معمولی گولی چلائی گئی۔

مگر اس فساد کی حرارت جزیرہ سے باہر تک سرایت کر چکی تھی۔ اس سے یونانیون کی قومی و مذہبی پر جوشی پھر تازہ ہوگئی تھی کل یونانیون کو ایک سلطنت کے ماتحت متحد و متفق کرنیکا خیال ہر کس و ناکس کے دلمین بہ شدت رائج ہوگیا تھا۔ اور یونانی اپنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۰)۔ اور کل معرکہ مین جو سارہے پانچ بجے صبح سے چار بجے شام تک گرم رہا۔ اور جسمین یوروپین جہازون نے صرف دس منٹ گولہ باری کی عیسائیون کے زیادہ سے زیادہ تین آدمی ہلاک ہوئے۔

یونانیون کے طرفداروں کی تقریرون مین جن سے ہمارے اخبار اور رسائل لبریز ہو رہے ہین اس بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ باغیون کو فاقہ مارنے کی کوشش ہو رہی ہے پارلیمنٹ مین گورنمنٹ پر الزام لگایا گیا کہ وہ اب باغیون کو بھوکا مار کر مطیع کرنے کی غرض سے بحری محاصرہ کر رہی ہے۔ اسیطرح تھوڑا عرصہ ہوا۔ لنڈن کو ایک عام جلسہ مین ایک مشہور ممبر پارلیمنٹ نے بیان کیا۔ کہ لارڈ سالسبری کا ایسا کرنا انسانیت پر ایک سخت نفرت انگیز حملہ ہے۔ یہی وا دیلا کریٹ والا محاصرہ بند کر رہے ہین۔ بغرض اس مفروضہ فاقہ دہی کو دول کے طریق عمل کے مخالف جنگی آمیز تقریرون اور تحریرون مین سخت کراہیت انگیز اصرار سے استعمال کیا گیا ہے۔ مگر امر واقع یہ ہے کہ عیسائیوں میں کسی جگہ بھی فاقہ کشی نہین پائی جاتی۔ نہ غالباً آئندہ پائی جائے گی۔ جزیرہ کے اندر جس طرف جاؤ سامانِ خوراک بافراط موجود پاؤ گے گوشت بسکٹ ترکاری پھل اور شراب سب جگہ بکثرت۔ اور گندمی روٹی کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ کونطوپولو علی کیانو۔ اور تمام دوسرے مقامات مین جہان یونانی یا باغی جمع ہین۔ شراب خانے اور نانبائیون کی دوکانین خوب رونق پر ہین۔

علی کیانو مین میرے اور میرے چار دوستون کی کہانے پر جس مین اعلے قسم کا گوشت شراب اور میوہ جات موجود تھے۔ چار فرنیک سے کچھ زیادہ (چار آنے) خرچ آئے۔ دودہ پر یہان کچھ خرچ ہی نہین آتا۔ اور بڑا مرغ فرنیک سے کچھ زیادہ پر ملجاتا ہے۔ بھائی ایسا قحط تو کل یوروپ مین ہو!!! علاوہ برین ان نیکبختون نے مسلمانون کے گھرون کو تو بڑی باقاعدگی سے لوٹا۔ اور جلایا۔ مگر اون کی فصلون اور اون کے گودامون کو آئندہ کی استعمال کیلئے بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا۔ باغیون کا خود اپنا بیان ہے کہ اگر محاصرہ ایسا کامل اور سخت ہو کہ باہر سے کوئی چیز نہ آنے پائے تو بھی ہم دو برس کے لیئے کافی سامان خوراک رکھتے ہین۔ لیکن درحقیقت کریٹ جیسی جزیرہ کا محاصرہ ایسا مشکل ہے۔ کہ لاکھ نگرانی کرو۔ پہونچنے والے ہر وقت پہونچتے رہین گے۔ چند ہفتون کی بات ہے کہ جنوبی ساحل پر پانسو والنٹیر۔ ایک سو دس صندوق کارتوسون کے۔ اور بسکٹون۔ مٹرون اور آلوون کے سو بورے کامیابی کے ساتھ اُتار دیئے گئے۔ اور ۲ مارچ کو بسکٹون کے پچاس بار جہاز خانیہ سے چھ سات میل کے اندر علی کیانو کے قریب خشکی پر اتار دیے گئے۔

قصہ مختصر یونانیون کے پرجوش حامیون کی یہ خوفناک کہانیان کہ کریٹ کے عیسائی دول یوروپ کے جور و ظلم سے فاقہ کشی کی حد تک پہونچگئے ہین عجب مضحکہ خیز اور ساتھ ہی نقصان رسان بھی ہین بفرض محال کریٹ کے اندرونی حصّہ مین اگر گرانی موجود بھی ہو تو اوس کی ذمہ دار کرنیل واسوس اور یونانی گورنمنٹ ہوگی جبتک کہ وہ دول جزیرہ کو خالی کیئے جانیکا مطالبہ کرتی رہین وہ کسیطرح بھی سامانِ جنگ کو عمداً جزیرہ مین داخل نہین ہونے دیسکتے ہین۔ اس مین کلام نہین کہ بحری محاصرہ باغی اور یونانی دونون کو ناگوار ہے مگر اس سے اون کو فقط خیالی تکلیف پہونچتی ہین نہ کہ واقعی جسمانی۔ جہان تک مجھ کو علم ہے علی کیانو کے کیمپ مین سامانِ آسائش و آرام اور ضروریات

قومی غرور و زعم کو پھسلانے کے لیے طرح طرح کی طفلانہ حرکات اور نمایشون کے مرتکب ہو رہے تھے۔ (اسی پر جوشی سے متاثر ہو کر یا بطمع ملک گیری یونانی گورنمنٹ نے جو بطور سابق اس فساد مین بھی باغیون کی در پردہ امداد کر رہی تھی اب بالعلم کھلا ایک فوجی دستہ کرنیل واسوس کے زیر کمان اور ایک جنگی بیڑہ پرنس جارج کے ماتحت کریٹ کو بھیجدیا۔ مترجم)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱) کی کوئی چیز ایسی نہین جو موجود نہ ہو ملک کا انتظام البتہ وہ بصورت موجودہ یونان کے ساتھ ٹھیک اور باقاعدہ نہین رکھ سکتے تاہم کرنیل واسوس برقی آلات کے ذریعہ سے براہ جزیرہ سیریگو ایتھنز سے بآسانی خط و کتابت کر سکتا ہے۔ اگلے دن کی بات ہے کہ مینے ایک نامور اخبار مین یہ تار جو اسے علی کیا نزے سے بھیجی گئی تھی بڑے تعجب کے ساتھ پڑھی کہ "محاصرہ کی وجہ سے باغی مجروحین ڈاکٹری سامان اور ادویات سے بھی محروم ہین۔ اور اون بیچارون کو اپنی صحت یابی کے وقت اطبیعت پر چھوڑنی پڑتی ہے" حالانکہ خود ایک یونانی فوجی ڈاکٹر نے مجھ سے ذکر کیا کہ علی کیا نزے کے ہسپتال مین آلات جراحی اور تمام سامان ہر قسم کا مکمل موجود ہے۔ امر حق یہ ہے کہ جو لوگ گرانی غلہ سے تکلیفین برداشت کر رہے ہین۔ اور جو حکام سے مدد نہ ملنے کی صورت مین عنقریب فاقہ کشی کی نوبت تک پہونچ جائینگے۔ وہ یونانی اور عیسائی نہین ہین بلکہ وہ مسلمان مہاجرین ہین جو اپنے تباہ شدہ گھرون سے شہرون مین بھاگ آئے ہین۔ اب تک مصر کی حکام ان بدبخت پناہ گزینون کی تا بمقدور دستگیری کرتے رہے ہین مگر اون کا بیان ہے کہ ہم اون کو برابر کھانا نہین دے سکتے۔ کیونکہ اس غرض کیلئے ہمارے پاس کوئی روپیہ نہین ہے۔ (اے مسلمانان ہند مظلومان کریٹ کی مفلوک الحالی کی کیا تم کوئی اس سے بڑھ کر تصدیق چاہتے ہو۔ ایڈیٹر) کیا اچھا ہو اگر اوس ہمدردی کا جو ان نیک بخت عیسائیون کی خیالی مصائب پر ضائع کی جا رہی ہے کچھ تھوڑا سا بھی حصہ نامراد و ناشاد مسلمانان کریٹ کی طرف منعطف کر دیا جاوے جو اپنا کل خانمان برباد اور کل اثاثہ غارت کرا چکے ہین۔ اور ہر روز فاقہ کشی کی بھیانک دیو کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ رہے ہین۔

باشندگان انگلستان کے دلون مین ہمدردی پیدا کرنے اور اون سے امداد حاصل کرنے کی غرض سے یونانیون اور باغیان کریٹ نے ہم مذہبی کا واسطہ دلا کر بیشمار اپیلین کی ہین۔ انگلستان مین بغاوت کریٹ کے متعلق مباحثون مین فقرہ "مظلوم عیسائیان" بنفرت انگیز تکرار سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس مسئلہ مین عیسویت کے مضمون کا کسیطرح بھی داخل ہو جانا نہایت قابل افسوس امر ہے۔ کیونکہ علاوہ دیگر وجوہات کے دوسرے لوگون مین ہمدردی پیدا کرنے کا ذریعہ بنانے کی غرض سے کریٹیون کو عیسائی کے نام سے پکارنا لفظ "عیسائی" کو ناپاک کرنا ہے یہ ادعائی "عیسائی" عاجز و معصوم عورتون اور بچون کو ابلیسانہ خونخواری کے ساتھ نہایت ٹھنڈے دل سے قتل کرتے ہین۔ اور یہ کل ناگفتہ بہ افعال اون سے اون کے پادری کراتے ہین جو فی الواقع بھیڑون کے لباس مین بھیڑیے ہین۔ اس بنا پر کہ وہ اسیران جنگ کو کھانا کھلانے کی گنجایش نہین رکھتے۔ اونہون نے مسلمانون کی جائیدادون اور جانون کے باقی نہ چھوڑنیکا قطعی فیصلہ کر لیا ہے۔ جو جو کچھ جور و ظلم ہمارے ان ہم مذہبون (ولمنزا) نے قصبہ سیتیا اور ڈفنی کے بے پناہ مسلمانون پر توڑے ہین۔ اونکی بیان کرنے کا قلم کو یارا نہین۔ مختصر کیفیت یہ ہے کہ سیتیا کے عیسائیون نے وہان کے مسلمانون کو ہتھیار دیدینے کے لیے کہا۔ مسلمانون نے (اور یہ بالکل طبعی امر تھا) اپنی بندوقین دیدینے سے انکار کر دیا۔ انکے پاس صرف یہی ایسی چیز تھی جس سے وہ اپنی اور اپنے قبایل کی حفاظت کر سکتے تھے۔ اسپر عیسائیون نے اون پر حملہ کیا۔ اور مسلمانون نے جو تعداد مین

یہ رنگ دیکھکر دول یورپ نے باتفاق رائے یونانی گورنمنٹ کو مراسلہ بھیجا کہ سلطان اعظم نے عیسائیون اور مسلمانون کو مساوی حقوق حاصل رہنے کے اصول پر کریٹ کو اندرونی خودمختاری عطا کرنا منظور کر لیا ہے اور اسپر عنقریب عملدرآمد ہونیوالا ہے ایسی صورت مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) تخمیناً ۵۰ از زن و مرد اور بچہ تھے۔ مجبور ہو کر مسجد مین پناہ جالی۔ عیسائیون نے اون پر کھڑکیون اور روشندانون سے گولیان چلائین اور مسجد کو آگ لگا کر اون کو باہر نکلنے پر مجبور کرنے کیلئے لکڑیان جمع کرنی شروع کین۔ تب مسلمانون نے چاہا کہ قفلین عیسائیون کو دیدین مگر وہ راضی نہ ہوے۔ اور اور زیادہ تیزی سے محصورین پر حملہ کیا۔ اونہون نے مسجد کی چھت مین سوراخ کر لیا۔ اور اُسمین سے مسلمانون پر گندھک مٹی کا تیل اور جلتی ہوئی لکڑیان پھینکین۔ اوس وقت عثمانیون نے چلا اُٹھے کہ ہماری جانین نہ لو۔ ہم سب کچھ کرنے کو تیار ہین اور جسقسم کی حکومت چاہو ہمین منظور ہے۔

مگر کسی شقی کو رحم نہ آیا۔ اور اونکی التجاون کی کوئی پروا نہ کیگئی۔ بہت سے دم گھٹ کر مرگئے۔ اور باقیماندون نے آگ سے آہستہ آہستہ مرنے پر عیسائیون کی خنجرون اور گولیون سے ہلاک ہونیکو ترجیح دیکر مسجد سے باہر نکلنے کی ٹھان لی۔ جب وہ باہر آئے تو قتل عام شروع ہو گیا پھر بھی جو صحت جان بچ رہے اونمین سے بعض نے ایک غار مین پناہ جالی۔ جسکا پتہ بارہ دنون کے بعد دشمنون کو مل گیا۔ عیسائی بہادرون نے ان باقیماندہ مسلمانون کو بھی غار کے اندر ہی جلادینے کی نیت سے پہر لکڑیان جمع کرین۔ اور چند ایک کو وہ بھُین اور آگ سے ہلاک کر دینے مین کامیاب ہوئے۔ تین دن بعد تین باغی سرغنہ میکالیس ایک یاس اور ایک اور وہان پہونچ گئے۔ اور اپنے ساتھیون کو آگ بجھادینے اور بچے ہوئے مسلمانون کو رہائی دینے پر آمادہ کیا جنمین سے تیرہ کس بطور یرغمال رکھ لیے گئے۔ اور مجھی نجیتہ طور پر معلوم ہوا ہے کہ عیسائیون نے گرفتار شدہ مسلمانون کی عورتون اور لڑکیون مین سے بعض کی عصمت بگاڑی۔ کینڈیا کی ہسپتال مین جہان زخمی مہاجرین کی ایک جماعت زیر علاج ہے مین نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہے کہ یہ عیسائی نیک بخت غائب آجانے پر بے پناہ عورتون اور بچون سے کیا سلوک کرتے ہین۔ ایک بیس سالہ خوبصورت لڑکی کو چاقو کے نہایت خوفناک تین زخم پہونچے تھے دو سر پر تھے اور ایک پہلو پر۔ ایک دوسری عورت کے کان کاٹ لیے گئے ہوئے تھے۔ اور ایک پنجسالہ معصوم بچہ کو ایسی سنگدلی سے زخمی کیا ہوا تھا کہ وہ مرگیا۔ جب بعد مین مینے باغیون کو ان مظالم پر ملامت کی تو جواب ملا کہ دول یورپ کو یقین دلانیکے لیے کہ باغیون نے ایسا کیا ہے۔ خود مسلمانون ہی نے اپنی بیبیون اور اولاد کو زخمی کیا ہے!!!

مین تعجب کرتا ہون کہ اونہون نے کیونکر یہ خیال اس توقع سے بکا تھا کہ مین اوسپر یقین کر لونگا۔ تحریرات دنالان مستورات زجن مین سے بعض ایسی تھین کہ کل خاندان مین صرف وہی باقی بچی تھین۔ جو حالات مجھکو سنائے انہین اکثر کو سنکر کلیجا پھٹ جاتا تھا۔ کینڈیا کی عدالت فوجداری کے حاکم اعلے نے مجھ سے ذکر کیا کہ ڈرنی اور سیٹیا کے قتل عام مین اکیلے میرے ۴۴ رشتہ دار ناحق قتل کیئے گئے ہین۔ ایک دو یونانی افسرون کی جدوجہد کی طفیل ملاکسا کے بہادر ترک محافظین کی جانین بچگئین۔ لیکن اگر اطالین اور یونانی اسیران جنگ کی برابر نگرانی و حفاظت نہ کرتے رہتے تو کریٹی کمال شقاوت قلبی سے ایک ایک کو چُن کر گولیون سے مار دیتے۔ پھر بھی اگر دول عظام نے کرنیل واسوس کو اسیران جنگ یونان کو بھیجدینے کی اجازت نہ دیدی تو بحری محاصرہ ایسے قیدیون کے قتل کیلئے جو بعد مین گرفتار ہون پروانہ ہوا کرے گا۔ باغیون کے سرغنہ خود تسلیم کرتے ہین کہ ہم اسیران جنگ اور دیگر قیدیون کو قتل کر دیتے رہے ہین۔ اور یہ ہمارا عام قاعدہ ہے۔

یونان کو وہان سے اپنی فوج اور بیڑہ واپس منگوا لینا لازم و واجب ہے۔ اس واپسی کیلئے کوئی تاریخ معین نہ کیگئی۔ کیونکہ سفرا کو اپنی اپنی گورنمنٹون سے جو ہدایات موصول ہوئی تھین۔ وہ اس بارہ مین مختلف تھین تاہم اسپر سب کا اتفاق ہو گیا تھا کہ یونان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳)۔ شامت اعمال سے بمقام کونطوپولو مین چند ترکی قید یون کو سگار اور سگرٹ دی تھا جس سے عیسائی نیابہ دان کو مجھے بیعزت کرنے اور بطور قیدی زیر حراست کر دینے کیلئے حجت مل گئی۔ بعد ازان میرے سر پر دو گولیان اس بیہودہ بنیاد پر کہ مین نے بھاگنے کی کوشش کی ہے چلائی گئین میرے بھاگ جانیکا نتیجہ اس سے نکالا گیا کہ مین جس یونانی سپاہی کی حراست مین تھا اوس نے اون گولیون سے بچنے کیلئے جو ہمارے اردگرد پڑ رہی تھین۔ مجھو گانون سے تقریباً پچاس گز پرے لیجانے پر اصرار کیا تھا۔ المختصر کریٹ مین بطور پولیٹیکل عنصر عیسویت کی نسبت جس قدر تھوڑا کہا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔

جو ترکی فوج باغیون سے معرکہ آرائی کر رہی ہے اوس کو تعداد مین اون سے وہی نسبت ہے جو ایک کو تین سے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ اگر (منتخ؟) کریٹ کو آپس مین نپٹ لینے دیا جاوے تو عیسائی اس سے زیادہ کامیابی حاصل نکر سکین جو اون کو اب تک ہو چکی ہے یعنے بڑی سے بڑی کامیابی اون کو یہ ہو کہ شہرون کا محاصرہ کرین۔ ان کریٹی محبان وطن کی بہادری کی تعریفین ہمنے سنی تو بہت ہین لیکن جزیرہ مین جب کبھی کوئی فی الواقع لڑائی ہوتی ہے تو ہمین یہ بہادری بہت ہی کم مقدار مین دیکھنے مین آتی ہے۔ کریٹی باغی غنیم کے ساتھ دست بدست لڑائی کبھی نہین کرتے۔ مگر اس صورت مین جبکہ اونکی تعداد دشمن سے بہت ہی زیادہ ہو اسی لیئے وہ سنگین نہین رکھتے اونکا پسندِ خاطر طریقہ لڑائی کا چٹانون کی اوٹ سے رائفل چلانا ہے نظیر کے طور پر ملاکسا کی لڑائی کو ہی لیلو۔ اخبار ڈیلی گرافک کے نامہ نگار جس ذات اقدس نے وہ لڑائی بکمال خلیج سودا سے ملاحظہ کیا تحریر فرماتے ہین کہ۔ چار بجے کے قریب باغیون نے عمارت ملاکسا کی گڑہی یا چھوٹا سا قلعہ پر فتحی شاندار انداز سے دھاوا کیا"

مگر یہ بیان بالکل غلط ہے مین میدان جنگ مین موجود تھا اور مینے لڑائی کو ابتدا سے آخر تک اچھی طرح دیکھا۔ ہم ترکون نے جو گڑہی مین تیاہی ہو گئے تھے طلوع فجر سے لیکر ۸ بجے تک کئی سو باغیون کے مقابلہ پر اپنی گڑہی کی نہایت بہادری سے حفاظت کی تین دن سے انہون نے پانی کی شکل نہین دیکھی تھی۔ اور غذا بھی اون کو بہت کم ملی تھی۔ اس سے اون کے جسمون کی نحافت اور کمزوری کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ آدمی دن کی خطرناک گولہ باری اور رائفلی بارہون کا جواب دینے کے مشکل قابل رہگئے تھے لیکن باینہمہ انہون نے اس ٹوٹی پھوٹی گڑہی کی اس وقت تک حفاظت کی جب تک اونمین کچھ سکت بھی باقی رہی۔ اور جب وہ اور زیادہ حفاظت نکر سکے۔ تو سفید جھنڈا لہرا کرکے انہون نے کریٹیون کو گڑہی مین داخل ہو جانے دیا۔ باغیون نے عمارت پر مطلقاً کوئی دھاوا نہین کیا تھا بر خلاف اس کے ترکون کے ہتھیار رکھدینے سے پیشتر کئی گھنٹون تک چٹانون مین ادھر اودھر دبکے بیٹھے رہے تھے اور اسطرح کتے اوس خستہ کے گرد جس کو چھونے کی وہ جرات نہین کر سکتے غراتے رہتے ہین اسیطرح یہ آوازے کرتے رہے "ہمنے اب تمکو قابو کر لیا ہے وہ رات پڑنے تک صبر کرو۔ جب اندھیرا ہو جائیگا ہم تمہارا پیٹ لیکر واپس آئین گے اور تمکو ذبح کر دین گے" باغی بہ حقیقت غیر قواعد دان لوٹیرون کا ایک مجموعہ ہین وہ اگر فی الواقع مساوی طاقت کے ساتھ ترکی باقاعدہ سپاہیون کے مقابلہ پر آ دین تو ایک پل مین دُم دبا کر بھاگ جاوین۔ ان سپاہیون کے بھائی جنہون نے درہ تسپکا رو اقع کوہ میقان کی بلندیون پر

یا مرسلہ یونانی گورنمنٹ کو بھیجدیا جانا چاہیئے۔ در یولادس نے جرمنی آسٹریا اور فرانس کی رضامندی سے اس سے زیادہ مضبوط کارروائی کی۔ روسی سفیر متعینہ ایتھنز کی معرفت ۵ / ۲ فروری ۱۸۹۷ء کو صاف صاف دو ٹوک مطالبہ کیا گیا کہ یونان تین دنوں کے اندر کریٹ سے اپنا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴) تیرہ جان توڑ حملے کیئے تھے (نامہ نگار ۱۸۷۷ء کی جنگ روم و روس میں سلیمان پاشا نے روسی فوج پر درہ شپکا کی بلندیوں پر جو حملے کیئے تھے اون کیطرف اشارہ کر رہا ہے۔ ایڈیٹر) اگر وہ کافی تعداد میں ہوں اور ساتھ ہی اون کو آزادی بھی دیدیجائے تو طرفۃ العین میں ملک کی پہاڑیوں سے ان کریٹی کتوں کی جماعت کو نیست و نابود کر دین۔

اس کے بعد نامہ نگار موصوف نے ذاتی مشاہدہ و تجربہ اور تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ کریٹی ایسے جاہل مطلق ہین کہ ان کو فی الحقیقت معلوم نہین کہ وہ کس لیئے ٹرکی سے جنگ کر رہے ہین۔ اکثر دیہاتی تو محض اسلیئے لڑ رہے ہین کہ اون کے آبا و اجداد ترکون سے لڑتے چلے آئے ہین اور اون کو اپنا دشمن سمجھتے ہین مگر یہ تمام فتنہ و فساد اصل مین یونانیون نے بھڑکایا ہوا ہے۔ کریٹی الحاق اور خود مختاری مین بھی کوئی تمیز نہین کر سکتے۔ یونانی اگر لاطینی مفسد یہ جس پہلو پر چاہتے ہین اون کو چلا رہے ہین۔ ان لوگون کو ایسا بہکایا گیا ہے کہ جب ان سے پوچھو کہ کیا چاہتے ہو تو طوطے کیطرح فوراً جواب دین گے کہ کریٹ کو یونان سے الحاق کر دیا جاوے اور جب تک ہمارا ایک فرد بھی زندہ رہیگا آٹونومی (اندرونی خود مختاری) تسلیم نہ کرینگے۔ انکی سفاہت اسی جواب سے مترشح ہو رہی ہے۔ یہ لوگ آزادی کیلیئے نہین بلکہ اپنی جہالت سے یونان کی حرص ملکگیری کو پورا کرنیکے لیئے اپنی جانین ضائع اور جزیرہ کو برباد کر رہے ہین مگر یونان کو ایسے لوگون سے کوئی دلی الفت نہین۔

اس بحث کو ختم کر کے مسٹر ترنبٹ دول یوروپ کی باہمی رشک و رقابت کی وجہ سے مسئلہ کریٹ کا اب تک غیر منفصل رہنے کا مجملاً ذکر کرنیکے بعد تحریر فرماتے ہین کہ جزیرہ پر ٹرکی کی عملی حکومت تو ختم ہو چکی ہے اور اس کا دانشمند ترکون کو چندان افسوس بھی نہین۔ وہ جانتے ہین کہ سلطان معظم کو جزیرہ سے کبھی فائدہ نہین ہوا۔ بلکہ ہمیشہ کا دردسر اور خرچ کا مصالحہ ہے مگر مشکل درپیش ہے کہ کریٹ مین کیا کسی طرح کی آٹونامی چل بھی سکتی ہے کیونکہ سلف گورنمنٹ کیلیئے باشندگان کریٹ سے بڑھ کر ناقابل آبادی کا دنیا پر ملنا مشکل ہے۔ یونان کے ساتھ الحاق کرنا آٹونومی سے بھی بدتر تجویز ہے۔ یونان بالکل دیوالیہ ہے۔ اگر پرائیویٹ اشخاص امداد نہ کرتے تو سرحد تھسلی پر ایتھنز سے فوجین تک نہ جا سکتین۔ جو شخص یونان مین رہکر یونان کی بدانتظامی اور بدنظمی کو دیکھ چکا ہے وہ کبھی توقع نہین کر سکتا کہ یونان کے ماتحت کریٹ کی تمدنی و ملکی حالت سنور سکیگی۔

علاوہ برین جب الحاق کی خوشی ختم ہو جائے گی تو ان خواہشمندان الحاق کریٹیون کو وہ محاصل اور ٹیکس ادا کرنے پڑین گے جو ترکون کے مطالبون سے جو خواہ وہ ادا کیئے جاتے ہون یا نہ۔ پانچ گنہ سے بھی زیادہ ہونگے۔ اور انکی وصولی کیلیئے یونان کو کریٹ مین کثیر التعداد فوج رکھنی پڑیگی کیونکہ کریٹی سیدھے ہاتھون کوڑی دینا جانتے نہین اور اتنی فوج رکھنے کی یونان کو وسعت نہین اور جب معقول فوجی انتظام نہ ہوا تو وصولی محاصل تو درکنار مسلمانون کی جان و مال کا بھی خدا حافظ ہوگا۔

آخر مین صاحب موصوف کو ہکا چاہا نظر آتا ہے کہ کریٹ دول عظام مین سے کسی ایک کے حوالہ کیا جائے وہ سخت افسوس کرتے ہین کہ لارڈ بیکنسفیلڈ نے ۱۸۷۸ء مین قبرس کے فضول جزیرہ کی جگہ کریٹ کو کیون نہ سلطان سے مانگ لیا مگر دول کے باہمی رشک و حسد سے اس تجویز کے پورا ہونے کی توقع امید بہت کم ہے اس لیئے دول عظام سے مکرر التماس کرتے ہین کہ اگر وہ اپنے مین سے کسی ایک کو کریٹ دینا پسند نہ کرین تو وہ جزیرہ کے امن و امان کا

بیڑہ اور کل تری فوج واپس منگوالے۔ اگر اوس نے مزید مزاحمت کی یا مزید مشکلات پیدا کین یا اپنے آپ کو خود غرض اور اپنا نفع دیکھنے والے دوستون کی اغواء اور بہکاوے مین آجانے دیا۔ اور اونکی شہہ پر اکڑتا رہا۔ تو روس نے بلفور جوابی کارروائی شروع کردیگا اور یونانی بندرگاہون کے بحری محاصرہ کا اعلان کردیگا۔

اس الٹی میٹم کا جسنے یونان پر بڑا گہرا اثر ڈالا یکم مارچ ۱۸۹۷ء تک کوئی جواب نہ دیا گیا۔ دول یورپ کے بیڑون کے امرائے بحر نے ۲۵ فروری کو کریٹیون کے نام اعلان شایع کردیا۔ کہ یورپین افواج نے خونریزی کو روکنے کیلئے قصبات کینیا اور ہراکلیون پر قبضہ کرلیا ہے اور جب تک مسئلہ کریٹ کا قطعی تصفیہ قرار نہ پائے یہ قبضہ قایم رہیگا۔ اس اعلان کا باغیون نے یونانی بحری کمانڈر کی معرفت (یورپین امراء البحر کے سرغنہ اطالین امیر البحر کانی نارد کو یہ جواب دیا کہ کریٹ اور باب عالی کا باہمی تعلق بالکل منقطع ہو چکا ہے۔ اور کریٹی اسکے سوا اور کوئی تصفیہ منظور نہین کرینگے کہ کریٹ یونان کے ساتھ ملحق کردیا جائے اس جواب پر کئی سرغنہ باغیون کے دستخط تھے۔ ادہر تمام جزیرہ مین آتش فساد بدستور شدت کے ساتھ مشتعل تھی۔ اور جابجا باغیون اور مسلمانون مین مٹ بھیڑ ہو رہی تھی۔ ۲۸ فروری کو مسلمان باشندے سامان رسد لانے کیلئے نظام فوج کی پناہ مین کینیا سے باہر نکلے۔ باغیون نے اونپر حملہ کردیا۔ اور لڑائی مین کئی مسلمان اور نظام فوج کے سپاہی شہید ہوگئے اسپر ایک ترکی فریگیٹ نے جو بندر مین موجود تھا۔ باغیون پر گولہ باری شروع کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵) معقول انتظام کردین۔ اور کم از کم اس بات کا ضرور خیال رکھین کہ وہ یونان کے سپرد نہ کردیا جاوے۔ اگر ایسا کیا گیا تو انیسوین صدی کے سخت سنگین جرایم یا بہ کیفیت نہایت ہی سخت پولٹیکل غلطیون مین سے ایک غلطی ہوگی۔

مگر ہم صاحب موصوف کی خدمت مین مؤدبانہ التماس کرتے ہین کہ وہ ابھی تیل دیکھین تیل کی دھار دیکھین ٹرکی کو اپنی عملی حکومت تو جزیرہ سے اوٹھا لینے دو۔ پھر کسی نئے انتظام کا فکر کرنا۔ جناب والا آپ کی دانشمند ترک خواہ کچھ کہین سلطان المعظم اوس ملک کو جو اڑھائی سو برس ہوئے بیس برس کی مسلسل جنگ وجدال اور ہزارون بہادر ترکون کے خون سے فتح کیا گیا تھا کبھی ایسی آسانی سے اپنے ہاتھ سے نہین نکلنے دینگے۔ اونکی پاس بحیرہ روم مین اس جزیرہ کے سوا جس کو قلعے ناممکن التسخیر ہونے کی وجہ سے بعض سلطنتون کی نظر مین بیطرح کھٹک رہی ہین سا اور کون کارآمد ٹاپو باقی رہ گیا ہے۔

مسٹر انسٹڈ صاحب ہمکو آپ کی نیک نیتی پر کوئی شبہہ نہین مگر غالباً آپ کو معلوم نہین کہ اگر خدانخواستہ آج کریٹ سے سلطان المعظم کا اقتدار اُٹھ جائے تو پھر مصر و ٹیونس پر کسی وقت سلطان کا تسلط قایم ہونا ہی ناممکن نہین ہو جائیگا بلکہ دوسرے ہی دن شمالی افریقہ کے باقیماندہ ممالک ٹریپولی بنی غازی۔ اور فیضان اور شام اور فلسطین بھی ترکی علم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو جائینگے۔ اس امر کو اعلیحضرت سلطان المعظم اس وقت بھی بخوبی جانتے ہین۔ اور ۱۸۶۸ء مین بھی بخوبی جانتے تھے۔ پس آپ کا شیخ چلی کے سے خیالی پکاؤ پکانا یا لارڈ سلسبری کی درگذشت پر آزردہ خاطر ہونا بالکل بیہودہ ہے +

[۱] یہ بیڑے بظاہر قیام امن کیلئے اور دراصل ایک دوسری طاقت کی حرکات کی نگرانی کرتے رہنے اور کسیکو دوسرون سے بڑھکر کوئی خاص اقتدار یا فایدہ حاصل نکرنے دینے کیلئے ۱۸۹۶ء مین کریٹ بھیجے گئے تھے۔ انکی ترسیل کے متعلقہ واقعات مفصلہ بالا ضمیمہ مین بتفصیل مندرج ہین +

مگر وہ تین گولے ہی چلانے پایا تھا کہ دول اجنبیہ کے امراء بحر نے اوسے روکدیا۔ وہ آتشباری سے باز آگیا۔ اور مسلمان امان پسند یکر جھٹ پٹ شہر کو واپس چلے گئے۔ اسی دن باغیون نے تعصبات نکلا دیا اور نیز رکو رد کو آگ لگا کر تودہ خاک بنا دیا۔

جب روس کی دہمکی بھی بے اثر رہی تو ٹرکی نے بسرعت تمام جنگ کی تیاریان شروع کردین[۱]۔ یونان کئی ہفتون دملکہ برسون سے تیاریان کر رہا تھا۔ باب عالی نے سالونیکا حکم بھیجا کہ فوج ردیف کی ۲۰ پلٹنین یونانی سرحد کو روانہ کردیجاوین۔ ان پلٹنون نے

---

[۱] امیر المومنین نے اس واقعہ سے ...... کچھ عرصہ پیشتر کل بہی خواہان سلطنت وخادمان خلافت عظمیٰ کو سلطنت کے استحکام مین مدد دینے کا موقعہ بخشنے کیلیئے فوجی درستی واستحکام کیلیئے اعانت عسکریہ کے نام سے ایک دفتر کھول دیا تھا جس مین ابتک تقریباً ڈیڑھ کروڑ جمع ہوچکا ہے فرمان سلطانی کا خلاصہ وطن وکیل نے حسب ذیل شایع کیا تھا۔

"باب عالی نے جدید پالٹیکل ضریبہ (کرد بیہ) کے علاوہ خرید اسلحہ کیلیئے چندہ کی فہرست کہولی ہے۔ یہ گو علانیہ تو نہین مگر بالکنایت مسلمانون پر لازمی قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے اعلان مین یہ زیادہ کیا گیا ہے کہ عیسائیون کیلیئے یہ چندہ دینا اختیاری ہے۔ اس کیلیئے ۵-۱۰-۳۰-۴۰-۵۰-۱۰۰ پیاسٹر کے ٹکٹ جاری کیئے گئے ہین۔ کہ حسب توفیق حسن مالیت کا کوئی چاہے ٹکٹ خریدلے۔ مگر یہہ کوئی حد مقرر نہین کہ اس سے زیادہ چندہ نہ دیا جاوے۔ بلکہ جس قدر کوئی زیادہ دے اُسقدر زیادہ مشکوری سے قبول کیا جاوے گا۔ دو ہزار پیاسٹر چندہ دینے والیکو خلیفتہ المومنین کی بارگاہ سے تمغہ عطا ہوگا جسپر اوسکا نام بھی کندہ ہوگا۔ سو پیاسٹر کا ایک ترکی پونڈ ہوتا ہے اس حساب سے ایک پیاسٹر اڑہائی آنہ کا ہوتا ہے۔ ممالک محروسہ اور مصر کے مسلمان اس فنڈ مین بڑی مستعدی سے چندہ دے رہے ہین۔ چنانچہ المؤید مصری سے جو پچھلی ڈاک مین موصول ہوا ہے معلوم ہوا ہے کہ مصر کے مشہور شہر منصورہ کی قبیلہ آل عبد اللطیف نے اپنے سردار شیخ مصطفےٰ کی معرفت پانچسو پونڈ (آٹھ ہزار روپیہ) اس مین ارسال کیئے ہین۔

"ہم مانتے ہین کہ ہندوستان اس وقت قحط کی خوفناک مصیبت مین گرفتار ہے جس سے مسلمان پہلے ہی تلاش ہونے کی وجہ سے زیادہ تر پریشان ہو رہے ہین۔ اور ساتھ ہی خاص ہندوستان مین متعدد تعلیمی اور خیراتی چندون کا خرچ ان کے سر پر پڑا ہوا ہے۔ مگر امان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائیون سے جو ممالک عثمانیہ مین آباد ہین سبق سیکھنا چاہیئے۔ ہماری طرح وہ بھی قحط کی بلا مین گرفتار رہین اس جگہ امساک بارش اس کا باعث ہوا ہے۔ تو وہان کثرت باران ہماری طرح اونپر بھی چندون کی بھرمار ہے۔ ہم مین سے تو بہت تھوڑے ہین جو کچھ دیتے دلاتے ہین۔ اور وہ برابر ہر کام مین حسب مقدور دریغ نہین کرتے۔ آرمینیا۔ ایشیائے کوچک اور کریٹ کے فلاکت زدہ اور عیسائیون کے دست ظلم سے ظلم رسیدہ مسلمان بھائیون کیلیئے وہ ابھی بڑی فراخ حوصلگی سے لاکھون روپیہ دے چکے اور دے رہے ہین۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم بخت و بے فکر بیٹھے ہین۔ اور وہ اسلام اور خلیفہ اسلام کی خدمت وحفاظت مین اپنی جانون کو بھی قربان کر رہے ہین۔ اور اپنی عمر کے کار آمد اور گرانمایہ عزیز حصہ کو (یعنی بیس برس کی عمر سے چالیس کی عمر تک) وقف کیئے ہوئے ہین۔ تو کیا یہ ہندوستانیون کیلیئے باعث شرم وننگ نہ ہوگا کہ وہ چند آنون اور روپیون سے بھی خلافت اسلامیہ کی خدمت کرنے سے پہلو تہی کرین۔ ۵ پیاسٹر ہمارے سکہ مین ساڑہے بارہ آنہ ہوتے ہین جس کو کم سے کم قحط زدہ سے قحط زدہ مسلمان بھی دینے کی استطاعت رکھتا ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اول تو مسلمانون کو زیادہ تر جہالت اور کسیقدر دیگر تعصبات

ایشیائی علاقہ سے (بحیرہ مارمورا کے یورپین ساحل کے بندرگاہ) روڈوسٹو کے رستہ (سالونیکا قسطنطنیہ ریلوے کے سٹیشن) شورلو پہونچکر وہان ہی یکے بعد دیگرے ایک سو ریلوے ٹرینون (قطارون) پر سالونیکا جمع ہوتی جاتی تھی - اور پھر وہان سے ہیڈ کوارٹر مین پہنچتا تھا - ہیڈ کوارٹر اور فوج کے قیام کے لیئے کمپ بمقام کیلیا رقایم کیا گیا - یہ قصبہ سالونیکا مناسطر ریلوے کے سٹیشن سورووچ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے - دوسری طرف (اس امر کے حفظ ماتقدم کے لیئے کہ کہین بلگیریا بھی ٹرکی کو یونان کیطرف مشغول دیکھکر برسر فساد نہ ہو جائے) توپ خانہ رفلیون اور سامان حرب کی ایک سو ریلوے گاڑیان (قسطنطنیہ سے) ایڈریانوپل بھیجدی گئین - ان انتظامون کے جواب مین یونانی گورنمنٹ نے بتاریخ ۲۰ فروری ۱۸۹۱ء و ۱۸۹۲ء کے ریزرو سپاہیون کی طلبی کا حکم صادر کر دیا -

یونان نے کئی دنون کے بعد دول یوروپ کو مراسلہ کا جواب نفی مین دیا - اور کہا کہ اپنے بھائیون کی مدد کرنیکے لیئے جدید مفسدین مین مداخلت کرنا اوسپر فرض عین ہے - مزید برآن مجوزہ خودمختاری سے اس مسئلہ کا تصفیہ نہین ہو سکتا - کیونکہ اس تجویز کی کامیابی کے لیئے مقدم شرط یہ ہے کہ کریٹی بھی اوسے منظور کر لین - اور چونکہ اونھون نے اسے نامنظور کر دیا ہے - یونان اونکے فیصلہ کے ساتھ اتفاق کرنے پر پابند ہے - یونان نے اس جواب مین یہ بھی لکھا کہ بیڑہ اور فوج کو واپس بلا لینے پر یقیناً مزید فساد برپا ہو جائینگے جن کو دیکھکر یونانی کبھی نچلے نہین رہ سکینگے -

یونان کی اس سفیہانہ کم ظرفی کے برعکس ٹرکی نے دول کی مشترکہ یادداشت کو صورت حال کی اہمیت پر لحاظ کرکے بلا حجت بتاریخ ۲ مارچ قبول کر لیا - اور اس قبولیت کے ساتھ صرف یہ ایزاد کرنے پر اکتفا کیا کہ اوسے امید ہے کہ کریٹ کی مجوزہ اندرونی خودمختاری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) - اپنی ذات کے ماسوا دنیا و مافیہا کی خبر تک نہین - اور جن معدودے چند کو ہوش آئی ہے تو وہ زبانی ہمدردی ہی کو کافی سمجھتے ہین - عوام الناس تو علیحدہ رہے ہندوستان مین کم از کم چار سو مسلمان اخبارات ہونگے جن مین سے سوائے **وکیل** کے شاید ایک نے بھی اس خالص قومی ہمدردی بلکہ محض انسانی ہمدردی کے معاملہ پر ایک سطر بھی نہین لکھی ہوگی - ترغیب و تحریص تو بالائے طاق رہی حتی کہ جب ایک نیک دل صفی مشرب ہندو اخبار نے نہ صرف پوری ہمدردی بلکہ معقول رقم زرچندہ مین عطاء کرنے پر بھی مستعدی ظاہر کی - گو اس وقت بھی کیسکی رگ حمیت مشتعل نہوئی - آج کے اخبار مین اسی بارہ مین ہمارا ایک محب قوم نامہ نگار قوم اور اخبارات کیخدمت مین اپیل کرتا ہے - دیکھئے اسکا اثر قوم نیم مردہ پر کہانتک پڑتا ہے - اور کیا اونکی خودغرضیان و تن پروریان ہمکو اسطرف متوجہ ہونے دیتی ہین یا نہین -

اگر قوم اور اخبارات خواب غفلت یا نشہ خودغرضی سے بیدار ہو گئے (جس کی امید نہین ہے) تو اس وقت بھی گو اس کار خیر کو باحسن وجوہ تکمیل تک پہونچانے کیلیئے شہر بشہر اور دہ بدہ باقاعدہ چندہ کی فہرستین کھولی جانے اور مجالس قایم ہونے کی ضرورت ہوگی جس امر کا قوم کی بیداری سے پہلے وقوع مین آنا ممکن ہی نہین ہے - تاہم اگر کوئی عالی حوصلہ اس نیک کام مین شریک ہو کر بہرہ اندوز سعادت دنیوی و اخروی ہونا چاہتا ہو تو اس کے لیئے یہ ضرور نہین ہے کہ وہ کسی ایسی انجمن یا مجلس کے انعقاد کا انتظار کرتا رہے - وہ جس قدر رقم اس مد مین دینا چاہے اوسکو ترکی قونسل جنرل متعینہ بمبئی کی خدمت مین بھیج سکتا ہے - اور اونکا یہ فرض منصبی ہوگا کہ جو رقوم اون کو اسطرح سے وصول ہون اون کو آستانہ علیہ مین پہنچا دین دوسری ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ جسطرح مہذب ممالک مین قاعدہ ہے عالی ہمم صاحبان اون اخبارات کو جنپر اونہین اعتبار ہو چندہ بھیجتے رہین - اور وہ اخبارات باقاعدہ اخبار مین رسید شائع کرتے رہین - اور جب ایک معقول رقم جمع ہو جائے ہمکو براہ راست یا بتوسط ترکی قونسل قسطنطنیہ کی سنٹرل کمیٹی کے

پاس بھیجدیے

کے متعلق دول یوروپ کے ساتھ اسکا عنقریب سمجھوتہ ہو سکیگا۔ درین ولا یونان اور ترکی مین فوجی تیاریان بھی بدستور سرگرمی کے ساتھ جاری تھین۔ فوجی آراستگی کیلیے باربردار سٹیمر لگاتار سامان حرب رسد اور اسلحہ تھسلی کو پہونچا رہے تھے۔ اور ترکی سرحد پر یونانی فوج مستعدی کے ساتھ جمع ہو رہی تھی یونانیون کی پرجوشی کمال کو پہونچگئی ہوئی تھی۔ فرانسیسی مجاہدین کا جو لڑائی مین شامل ہونیکیلیے آئے تھے ایتھنز مین اس جوش و خروش سے استقبال کیا گیا جو جنون کی حد تک پہونچگیا ہوا تھا۔

ادہر ترکون نے اس وقت تک جنوبی البانیا اور ضلع یلم کی چہاونیون کی فوج کا حصہ کثیر سرحد تھسلی پر بہیجدیا ہوا تھا اور سرکاری طور پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ۵ مارچ تک چالیس ہزار فوج پیدل سولہ میدانی باتریان اور ۳۲ رسالہ یونانی سرحد پر جمع ہو جاوینگے۔ جنوبی البانیا کی تین ولایتون کے باشی بزوقون کا جو تعداد مین چھ سات ہزار کے درمیان تھے مستقل بالذات علیحدہ دستہ بنایا گیا۔ اور ان تمام افواج کی اعلٰے کمان مشیر ادہم پاشا کو تفویض کیگئی۔ دول یوروپ بھی اپنے کام مین برابر مصروف تھین۔ اونہون نے یونان کی بجائے کریٹ کی بحری محاصرہ کا عزم بالجزم کرکے ترکی کو اس فیصلہ سے مطلع کیا جسپر یونانی گورنمنٹ نے اپنے جنگی جہاز موسومہ تھیوس اور نیپوس کریٹ سے واپس منگوا لیے۔ یونانی کروزر موسومہ ویکالی ۸ مارچ کی رات کو اس سے پیشتر پائرس کو واپس چلا گیا ہوا تھا۔ بعد ازان فرنچ اور اطالین افسر وانچ یونانی کیمپ مین جاکر کرنیل واسوس کو ۲۴ گھنٹون کے اندر اپنی فوج لیکر جزیرہ سے چلے جانیکا پیغام پہونچایا۔ مگر اس امر کا ابھی کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ یونانیون کے چلے جانیکے بعد کریٹ پر کس کا قبضہ رہے۔ کوئی طاقت یہ درد سر خریدنے پر بظاہر تیار نہ دکھائی دیتی تھی اٹلی اور فرانس نے تو اپنی اپنی ملک کی عام رائے کے لحاظ سے سیاست سے بالکل کنارہ کشی کرلی تھی اور روس و انگلستان مین سے بھی کوئی آگے بڑھنے پر رضامند نظر نہ آتا تھا۔ نہ گورنر کی تقرری کیلیے ابھی کوئی باضابطہ تجویز سوچی گئی تھی اور بدامنی کا یہ عالم ہو رہا تھا کہ کینڈیا کے جرمن نائب قونصل نے شکایت کی کہ قونصلخانہ کے عام نشان و علم پارہ پارہ کر دیے گئے ہین۔ تصفیہ تنازعہ کے متعلق گفتگو کرنیکیلیے ۱۹ مارچ کو منتخب باغی اطالین امیر البحر کے جہاز پر گئے مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اور اونہون نے اندرونی خود مختاری کو قبول کرنیسے انکار کر دیا لیکن اس انکار کے باوجود امرا البحر نے دوسرے دن بازارون مین اشتہار چسپان کرکے کینیا مین اس خود مختاری کا اعلان کردیا۔ کساموس سیلینو ہرکلیان اور سٹیا سے باغیون کی پیشقدمی پر لڑائی ہونیکی خبرین پے درپے موصول ہو رہی تھین ۱۹ مارچ کی رات کو کینیا کے قرب و جوار مین پھر لڑائی ہوئی جس مین ۵۰ زخمی اور ۲ قتل ہوئے ۲۱ مارچ کو آسٹریا کے تارپیڈو (تسامف) دار کروزر زبنکو نے ایک یونانی جنگی جہاز کو جس نے کریٹ کے ساحل کے قریب سنسرین جہاز پر گولہ باری کی تھی سمندر مین غرق کر دیا۔ مگر اہل جہاز تیر کر ساحل پر پہونچگئے اور جانبر ہوگئے۔

یونان کو جب کریٹ کی بحری محاصرہ کے عزم کی باضابطہ اطلاع دیگئی تو یونانی گورنمنٹ نے سفرائے دول متعینہ ایتھنز کے پاس اسکے برخلاف اعتراضی مراسلہ بھیجکر لکہا کہ محاصرہ سے جزیرہ مین سخت قحط پڑ جائے گا۔ کیونکہ فساد کے باعث خود جزیرہ مین کوئی پیداوار نہین ہوئی اور باشندون کا دارومدار صرف باہر کی اجناس پر ہے جن کی درآمد محاصرہ سے رکجائے گی۔ مگر اوسکی اس دلیل کا بطلان اسی سے ثابت ہوگیا کہ محاصرہ کے باوجود باغیون کے دم خم مین کچھ فرق نہ پڑا اور لڑائی برابر جاری رہی ۲۸ مارچ کو اونہون نے کینیا کے قریب ترکی

بعیدی چوکیون پر حملہ کرکے بالخصوص گڑہی ملاکسا پر بڑی سختی سے دبا دیا۔ اوراسپر گولہ باری بھی کی جسپر گڑہی کے قلیل التعداد
گیرتیسن دقیمہ وسنہ کو ۲۰ آدمیون کی شہید ومجروح ہوجانے کے بعد اوسے خالی کردینا پڑا۔ آخر دوپہر کے متحدہ اجنبی جنگی جہازون کو بھی جو
خلیج سودا مین موجود تہی باغیون کی پیشقدمی کو روکنے کیلئے آتشباری کرنی پڑی۔ اور تقریباً ایک سو گولے[۱] چلائے گئے۔

[۱] اس گولہ باری مین انگریزی جہاز بھی شریک تھا۔ بلکہ پہلا گولہ ایک انگریزی جہاز نے ہی چلایا تہا جسپر انگلستان کے متعصبون اور پادریون
مین سخت جوش پھیلگیا کہ عیسائی طاقتون نے عیسائیون پر کیون گولہ باری کی ہے۔ مگر ان عیسائیون کی بداطواری اور خباثت ہی کچھ ایسی بڑھ
گئی تھی کہ طاقتیں باہم ہم مذہبی کے باوجود اور زیادہ درگذر نہ کرسکتی تہین۔ اس واقعہ سے کچھ عرصہ بعد جب کہ کریٹ کی ستم رسیدگان مسلمانون کی
مظلومیت اور فلاکت انتہائی درجہ کو پہونچگئی تو جلالتماب امیر المومنین کے حسب الارشاد اونکی دادرسی کیلئے قسطنطنیہ مین چندہ کی
فہرست کہولی گئی۔ اور اس کام کی نگرانی کیلئے ایک خاص کمیشن قایم کی گئی۔ جو اب تک لاکہون من آٹا اور ہزارون روپیہ کی پارچات
کریٹ بہیج چکی ہے۔ اسیوقت مسلمانون کی اکثر یتیم لڑکے سلطان اعظم نے قسطنطنیہ منگوا لیئے۔ اور اپنے خرچ سے اونکی پرورش اور تعلیم کا انتظام
کرکے اون کو سلطنت کی مختلف صنعتی اور دیگر مدارس مین داخل کردیا۔ متذکرہ صدر انجمن کے قیام پر ہندوستان مین بھی چند عالی ہمتون
نے اپنے مظلوم بھائیون کی مدد کیلئے تحریک کی جس تحریک مین ابتدا کرنے اور اپنی کوششون کو لگاتار قایم رکہنے کا کریڈٹ اخبار وکیل امرتسر
کو حاصل ہے جس کے بعد سب سے نمایان کارروائی مدراس کے مسلمانون پیسہ اخبار لاہور اور ملا عبد القیوم صاحب ڈپٹی کلکٹر انعام ریاست حیدرآباد
دکن نے کی مگر افسوس انگلستان اور ترکی کے پولیٹیکل تعلقات کی کشیدگی کی وجہ سے اس خیراتی کام مین جو کسی مہذب گورنمنٹ کو کبھی ناگوار
نہین گذر سکتا۔ ویسی کامیابی نہ ہوئی جیسی کہ محاربہ یونان روم کے وقت ہوئی تہی۔ اوس وقت ہندوستان سے تقریباً چالیس پچاس لاکھ روپیہ
بہیجا گیا تہا۔ اور کوئی شہر بلکہ معمولی قصبہ بھی ایسا نہ تہا جہان چندہ کی تہوڑی بہت مقدار جمع نہ ہوئی ہو۔ اس کے برعکس اس دفعہ جو چندہ
ہوا اوسکی مجموعی مقدار کا اندازہ چارون زبردست فنڈون کی وصول کردہ رقمون سے ہوسکتا ہے۔ اخبار وکیل اپنے سٹاف کی معقول
رقم چندہ سمیت تقریباً ایک ہزار روپیہ۔ پیسہ اخبار تخمیناً نوسو روپیہ اور ملا عبد القیوم صاحب چھ ہزار کچھ سو اور مسلمانان مدراس تقریباً
پندرہ ہزار روپیہ جمع کرسکے۔ وکیل نے مارچ ۱۸۹۹ء کے شروع مین فراہمی چندہ کی دوبارہ باقاعدہ تحریک کرتے وقت ابنائے ملک سے جو اپیل
کیا تہا اوسکو یہان بجنسہ نقل کردینا نامناسب نہ ہوگا۔

اپیل مسلمانان ہند کی خدمت مین (مظلوم مسلمانان دولت عثمانیہ روم کی امداد کے واسطے چندہ)۔ کوئی قوم قوم کے نام سے موسوم نہین ہوسکتی
جب تک کہ تمدنی حالت مین اوس کے ہر فرد کو ایک دوسرے سے ہمدردی نہ ہو۔ کوئی مذہب مذہب کی تعریف مین داخل نہین ہوسکتا جب تک
کہ اوس کے ماننے والون کے دلون مین باہمی اخوت کا خیال جاگزین نہ ہو۔ کوئی شخص انسان کے لقب سے ملقب ہونیکا دعوی نہین کرسکتا جب تک
وہ ان اوصاف سے موصوف نہ ہو جن مین غیرت۔ دیانت۔ راستبازی۔ انسانی ہمدردی اور حمیت قومی و دینی کا اثر نہ ہو۔

مسلمان من حیث القوم کل روئے زمین پر پہیلے ہوئے ہین۔ آمد و رفت کی سہولتون اور خبر رسانی کے ذریعون نے ایک ملک کے مسلمانون
کی حالت سے آگاہ رہنے مین اس قدر آسانی پیدا کردی ہے کہ جاہل سے جاہل مسلمان بھی اگر وہ قوم کا ایک فرد ہونیکا دعویدار ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

دوسرے دن پھر لڑائی شروع ہوگئی اور سارا دن ہوتی رہی۔ ترکی نائب امیر البحر رامی پاشا نے اسی دن ایک ترکی جہاز بادبانی داری سے خشکی پر اتر کر جہاز جنگی
سامان اور گولہ بارود کی بھی کچھ مقدار آملی۔ امیر البحر نے باغیوں کو سرغناؤں کو دول کی مجوزہ خود مختاری کی خبر اطلاع دی۔ مگر انہوں نے تسلیم نہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ... بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ وہ دنیا کے مسلمانوں کی حالت اور کیفیت سے اگر وہ خواہش کرے بیخبر نہیں رہ سکتا۔ اور ان سے ہمدردی کی اظہار
کے فرض سے عدم واقفیت کے عذر کو پیش کرنے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

من حیث المذہب کوئی مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں پڑا ہو تمام دوسرے مسلمانوں کو حیثیت سے اپنا بھائی نہ سمجھے مسلمان نہیں کہلا سکتا
اسلام نے مسلمانوں کو اگر وہ سچے مسلمان ہوں ایسا جامہ انسانیت پہنا دیا ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اس سے بڑھ کر پاک اور صاف خلعت نظروں کے سامنے
پیش نہیں کرسکتی۔

ہم اب مسلمانان ہند کی خدمت میں نہایت ادب سے اس اپیل کو ان مسلمان بھائیوں کی امداد کیلئے پیش کرتے ہیں جو خلیفۃ المسلمین حافظ حرمین شریفین
کی مملکت میں رہتے ہیں اور جنپر اسی ملک کی عیسائی رعایا کی بغاوت کی وجہ سے وہ مصائب نازل ہوئے ہیں جو کسی دشمن کے ملک پر حملہ کرنے سے وقوع پذیر
ہوسکتے تھے۔ ابھی آرمینیوں کی شورش فرو نہیں ہوئی تھی کہ کریٹ کے مسلمانوں پر وہاں کے عیسائیوں نے دوبارہ ستم ڈھانا شروع کردیا۔ قصبے کے قصبے جن میں مسلمان
رہتے تھے پھونک کر خاک سیاہ کردیئے۔ مسلمان خاتونان عفت مآب اور مسلمانوں کے معصوم بچے بیخانماں ادہر ادہر پھرتے ہیں۔ اس موسم زمستان میں انکو اتنا بھی
سہارا نہیں کہ کہیں سر چھپا سکیں۔ الغرض کریٹ کے مسلمانوں کی حالت واقعی قابل رحم ہے۔ یونان کی خودسری اور عیسائی باغیان کریٹ کی حمایت اس درجہ
تک پہونچ گئی ہے کہ ہماری برٹش جہازوں نے یونانیوں کی فوج پر جبکہ وہ مسلمانوں کو کشت وخون پر آمادہ تھے پہلا گولہ چلایا۔ اور جبتک کہ ہماری برٹش گورنمنٹ
اور دول یورپ کی توپوں سے گولے نہ پڑ چکے یونانی فوج اپنی اس خونریزی سے باز نہ آئی۔ ولایت کے اخبارات تسلیم کرتے ہیں کہ فقط قصبہ سیٹیا (واقع مشرقی کریٹ)
کے قریب عیسائیوں نے نو سالم دیہات مسلمانوں کے جلا کر خاک سیاہ کردیئے اور بارہ سو کے قریب مسلمان مردوں عورتوں اور بچوں کو قتل کردیا۔ باشندگان
میں سے صرف سو مسلمان بمشکل جانبر ہوسکے۔ الغرض یہی اخبارات مانتے ہیں کہ فروری کے اکیلے تیسرے ہفتہ میں دو ہزار سے زیادہ مسلمان عورتیں بچے اور مرد
کریٹ کے متفرق مقامات میں تہ تیغ کیئے گئے۔ عیسائی باغیوں کی اس جبر دستی اور ظلم شعاری کی بابت داد کیمرہ ہم مذہب اور ہموطن جس مستعدی اور
سرگرمی سے انکو مالی جسمانی۔ الغرض ہر طرح کی امداد پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں اوسکا ایک شمہ اسلامی خبروں کے کالم سے معلوم ہو جائیگا۔ ایسی صورت
میں حمیت انسانیت اور قومیت ہندوستان کے مسلمانوں اور نیکدل ہندوؤں سے جس زور کے ساتھ مظلوم مسلمانان سلطنت عثمانیہ کی امداد کا تقاضا کرتی ہیں
وہ کسی زیادہ تشریح و توضیح کا محتاج نہیں۔

مذہبی جوش اور متعصبانہ دیوانگی کی وجہ سے جو عام عیسائیوں پر آجکل مستولی ہو رہی ہیں۔ مختلف عیسائی سلطنتوں کا کچھ ہی خیال ہو
مگر پولیٹیکل حالت آجکل ایسی ہے کہ مسلمانان ہند کو برٹش گورنمنٹ اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کرنے میں معترض نہیں ہوسکتی۔ مسلمانان ہند اور اکثر عالی
حوصلہ اہل ہنود نے اپنے عثمانی بھائیوں کے ساتھ جو ہمدردی جنگ روم و روس کے وقت دکھائی تھی اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ باوجود قحط
و افلاس کے ہمارے ہموطن بھائی اپنے عثمانی دینی بھائی اور بہنوں اور انکے یتیم و بیکس بچوں اور مصیبت زدہ بیواؤں کے ساتھ جو ہمدردی آجکل
کرکے ثواب دارین حاصل کرسکتے ہیں وہ فقط اس طریق پر ہوسکتی ہے کہ ہر ایک شہر ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں چندہ بغرض امداد مصیبت زدگان

تتمہ بر صفحہ ۴۲

کر رہے ہیں کہ یونان ٹرکی کے برخلاف معاندانہ سبقت کرنیکا مرتکب ہوا ہے۔ شاہ یونان کی گورنمنٹ ان نتائج کی کبھی ذمہ دار قرار نہیں دیجا سکتی۔ جنکا معاملہ کی ایسی اہم صورت سے منتج ہونا غالب ہے۔"

اسباب و موجبات جنگ و موجودہ یونانیونکا کیریکٹر

سر الیشمیلڈ اسباب و موجبات جنگ۔ آسٹریا کی پوزیشن و تعلقات اور اپنی روانگی بجانب سرحد یونان کے متعلق اپنی کتاب کی فصل دوم و سوم و چہارم میں حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

محاربہ ترکی و یونان کا اصل سبب دریافت کرنا آسان نہیں ہے۔ ہمارے مخالفان ترک معاصرین کی رائے میں اکثر ٹرکی کی مشکلات کا باعث ترکی کی بدنظمی یا سلطانی حکومت کی کوئی نہ کوئی بدتمیزی اور کینہ جوئی ہی ہوتی ہے۔ مگر اس محاربہ کو کسیطرح ان امور کیطرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں اسے یونانی قوم کی اور بالخصوص ایتھنز کے پولیٹکل لیڈروں کی نخوت و سرشاری اور بلند پروازی کیطرف ایک حدتک درست و بجا طور پر منسوب کیا جاسکتا ہے۔ غالباً کسی ملک کی حکومت کی عنان ایسے تہی مغز شیخی خور اور ناعاقبت اندیش مدبروں کی جماعت کے ہاتھ میں نہیں جیسے کہ موجودہ یونانی ریاست کے مدبرین ہیں۔ انکے کیریکٹر کی قلعی ایک ایسے نویسندہ نے جو یونانیوں کا بہت بڑا خیر خواہ ہے تھوڑا عرصہ ہوا اچھی طرح سے کھولی ہے۔ یہ نویسندہ مسٹر بینٹ برڈ مشہور جنگی نامہ نگار ہے۔ یونانیوں کے کیریکٹر کی نسبت جو کچھ اوسکی رائے ہے وہ ذیل میں درج ہے۔ وہ تمام محاربہ میں یونانیوں کے ساتھ رہا اور شمولیت سے پہلے یونانیوں کا بڑا حامی اور اونکے کاز اور مدعا کا بڑا ممد و معاون تھا مگر ذاتی تجربہ اور مشاہدہ نے اوسکی غلط فہمی اور فریب خوردہ خیالات کو کامل طور پر دور کردیا۔ اسکی تصدیق اوسکے ایک مضمون کے مندرجہ ذیل خلاصہ سے جو جولائی ۹۷ء کے رسالہ فورٹ نائٹلی ریویو میں شایع ہوا بخوبی ہو رہی ہے۔ "اپنے تجارب عدیدہ اور وسیعہ میں میرا کسی ایسی قوم سے سابقہ نہیں پڑا جس کے مصالح عمومیہ سیاسی امور اور کاروبار کے ربط و ضبط اور معاملات کا انصرام بقاعدہ دھوکہ دہی اور ابلہ فریبی کی بنا پر ایسے علانیہ طور پر ہوتا ہو جیسے کہ یونان میں ہو رہا ہے۔ جو قومیں اسوقت ہیلاس (یونان کا پرانا نام) میں آباد ہیں ان میں قدیم یونانیوں کے عیوب تو کل موجود ہیں اور وصف بہت کم۔ اونکی حیلہ بازی اور اہمال و سست الوجودی نے تجارت کا ستیاناس کر رکھا اور ملک کی ترقی میں رکاوٹ ڈال رکھی ہے۔ تمام انگریز سوداگروں اور تاجروں کا متفقہ بیان ہے کہ یونان کے محکمہ پرمٹ کا انتظام ایسا ابتر و پریشانہ اور باشندوں کی تاجرانہ ایمانداری ایسی کمزور ہے کہ یونانیوں کے ساتھ بیوپار کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ ممالک اجنبیہ کے جسقدر نامہ نگار اس محاربہ کے وقت یونان گئے تھے۔ وہ بلا استثنا یا معدودے چند مستثنیات کے علاوہ سب کے سب شروع میں یونانیوں کے بڑے طرفدار تھے۔ مگر انہیں جلد ہی یونانی بھلے مانسوں کی حقیقت معلوم ہو گئی اور یہی لوگ جو پہلے یونانیوں[1] پر رحمتیں بھیج رہے تھے اونپر تبرے بھیجنے لگ گئے۔ وہ صرف یونانی افسروں کے حجم غفیر کی بزدلی شیخی خوری اور ناقابلیت یا تمام اہلکاروں کی حیرت انگیز یا حیا سوز بدکرداری اور بدایمانی یا فوج کو ازسرتاپا بلاترتیب و بے انتظام پاکر سخت بیزار نہ ہو گئے بلکہ عوام الناس کو بھی سخت بدنام پایا۔ جو ملک ایسے سخت اور نازک حالات وارد ہونے کے دوران میں بھی دغا و فریب کے کسی موقعہ کو خالی نہیں جانے دیتے تھے عامہ یونانیوں کی بدایمانی اور دغابازی کے مرحبہ شکار اجنبی اور مسافر لوگ تھے۔ ان نیک بختوں کو اسبات کی کچھ پروا نہ تھی کہ ان اجنبیوں

[1] یونانیوں کے جبلی کیریکٹر اور عادات پر تاریخ خاندان عثمانیہ میں مفصل بحث کیگئی ہے۔

ہیں زیادہ تر مجاہدین ہیں جو یونان پر اپنا جان و مال قربان کرنے اور اوسکی حمایت میں لڑنے کو آئے ہیں۔ یہ الزام واقعی نہایت ہی سخت و رنگین ہے مگر اوسکی درستی میں سر مو فرق نہیں۔ اور اگر ضرورت ہو تو اوسکی پوری پوری تصدیق ہو سکتی ہے جنھیں یونانیوں سے اونکی صرف اسی سفاہت کی وجہ سے متنفر نہیں ہو گئے تھے۔ اونکے متنفر کرنے اور بھی اسباب تھے۔ اونکی تنگ ظرفی و کمینگی کو تو نظر انداز بھی کر دیا جا سکتا ہے مگر یونانیوں اور بالخصوص اونکے فوجی افسروں کی ان نالائقیوں اور بدعنوانیوں سے کبھی چشم پوشی نہیں کیجا سکتی کہ انہوں نے مجاہدین سے نہایت بیدردی کے ساتھ سلوک کیا۔ اور بارہا و علی التواتر کمال بزدلی سے عورتوں بچوں اور مجروحین کو دشمن کے رحم پر چھوڑ دیا اور خود چلتے بنے۔ قیدیوں کو بیحرمت کرنا اور ستانا اونکی مشکیں کسدینا اور گلے میں رسی ڈالکر اونہیں بازاروں میں پھراتے رہنا۔ خطوں و ٹیلیگراموں کو تلف کر دینا یا اونہیں ردوبدل کر دینا تاکہ دنیا کو واقعی حالات معلوم نہ ہو سکیں۔ ایسے کام ہیں کہ مہذب گورنمنٹوں کے اہلکار بالعموم اونکے مرتکب نہیں ہوتے مگر یونان میں محاربہ سے پہلے اور اوسکے دوران میں تمام اہلکاروں کا یہ معمولی وطیرہ تھا۔"

موجودہ یونان کی حالت اور یونانیوں کے کیریکٹر کے متعلق ایک اور قابل غور اور دلچسپ رائے کا درج کر دینا بیمحل نہ ہوگا۔

یونانیوں کی حب الوطنی کی تعریف و توضیح

مشہور محب یونان و خیر خواہ یونانیان مسٹر ای۔ جے۔ ڈلن (ممبر پارلیمنٹ) جو محاربہ کے دوران میں اور اوس سے پہلے کچھ عرصہ یونان میں رہا۔ یونان کے پالٹیکس انتظام ملکی اور معدلت گستری کی موجودہ حالت کے متعلق جولائی ۱۸۹۷ء کے رسالہ کنٹمپوریری ریویو میں حسب ذیل تحریر کرتا ہے۔

"جب کوئی یونانی وزیر اعظم ہو جاتا ہے تو گویا کل حکومت کی روح رواں بنجاتا ہے اور تا بقائے منصب ملک کا خود مختار مالک و فرمانروا ہوتا ہے اور یہ منصب تب تک بحال رہتا ہے جبتک کہ وہ اپنے پارلیمنٹری (یعنے ممبران پارلیمنٹ) دوستوں کی خواہش حب الوطنی[1] کو جو وہ اپنے ملک کی خدمت کرنیکے لئے رکھتے ہیں تنخواہدار عہدے عطا کرنیسے پورا کرتا رہے اور بادشاہ کے ساتھ موافقت رکھ سکے۔ جبتک ایسی صورت رہے وزرا برابر بدلتے رہتے ہیں۔ باقی رہا ملک۔ وہ خدا کے حوالہ ہوتا ہے۔ اوسکی بھی خاص ہی فرشتے نگہبانی کرتے رہتے ہیں جو بیکس بچوں اور مخمور انسانوں کی نگہبانی کیا کرتے ہیں۔ لیڈر کے صاحب منصب ہونیکے ساتھ ہی اوسکے معتقدین اور تابعین بھی صاحب منصب ہو جاتے ہیں اور ان تابعین کی تعداد دس بارہ ہزار سے کم نہیں ہوتی۔ ہر نفع مند اور معقول بالائی آمدنی دینے والی اسامی۔ ہر ذمہ داری کا عہدہ۔ حکومت و اختیار کے تمام منصب الغرض حکومت کی مشین کے ہر پرزہ و شگاف پر ان لوگوں کا دخل ہو جاتا ہے۔ ان منجیان ملک کے لئے جگہہ بنانے کیلئے ریاست کے تمام پہلے مامورین کان سے پکڑ کر علیحدہ کر دئے جاتے ہیں۔ اونکی پرانی خدمات تجربہ اور قابلیت کی کچھ پرواہ نہیں کیجاتی۔ یہ سب اوصاف وزیر کے رفقا کی پولیٹیکل وفاداری و صداقت اور ایمان کے مقابلہ پر پر کاہ کی وقعت نہیں رکھتے۔ کیونکہ مذہب کیطرح پالیٹکس میں بھی ایمان و عقیدت کے بغیر جو اعمال زندگی بخش شے ہے۔ اچھے افعال محض لاشے ہیں۔ اور ایسے اچھے کام کرنیوالے کسی مصرف کے نہیں۔ انگلستان والے جنکے ملک میں انتظامی مشین کو پولیٹیکل مشین اور متعاقبانہ حکومت کے تغیر و تبدل سے کوئی واسطہ نہیں قائم بذاتہا ہے اس انقلاب عظیم کی وسعت و مقدار کو کبھی نہیں سمجھہ سکتے جو نئی وزارت کے قائم ہونے پر یونان میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ نیا فریق برسر حکومت ہوتے ہی کل ملازموں حتی کہ چھٹی رسانوں اور مدرسوں۔ بلکہ معلمات اور جاروب کشوں تک کو بھی یکبارگی سرسری حکم سے موقوف کر کے اونکی جگہہ اپنے آدمیوں کو جو برسوں سے پالٹیکس

[1] مسٹر ڈلن ان فقروں میں یونانیوں کی حب وطن کا سخت خاکہ اڑا رہے ہیں۔ ناظرین کو یہ بتانے کی احتیاج نہیں کہ وہ یہ فقرے از سرتاپا استہزا لکھ رہے ہیں۔

کے سمندر مین اس تلاطم کے آنیکو منتظر بیٹھے ہوئے ہوتے ہین مقرر کردیتا ہی یہ جبتک کہ وہ صریح بد عمالی کے مرتکب ہون۔ تمام تو نا موقوف نہین کیے جاسکتے۔ مگر جدید وزارت اونکو بھی نہین چھوڑتی اونکو جلد جلد ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرتے رہتے ہین کہ اونکا دم ایسا ناک مین کر دیا جاتا ہی کہ ملازمت اون کو لیے وبال جان ہوجاتی ہی۔ اور وہ خود بخود استعفا داخل کر دیتے ہین۔ لیکن اگر یہ تدبیر بھی کارگر نہوا اور کوئی ثابت قدم رہے تو اونہی معقول کو پنشن پر نکالدیا جاتا ہی۔

"جبتک کوئی فریق عنان حکومت پر متصرف رہی اوس فریق کے ممبران پارلیمنٹ کی لواحقین۔ رفقاء اور آشنا۔ بلکہ نوکر چاکر بھی قسمت کے پورے پورے لاڈلے رہتے ہین۔ اور کوئی امر نہین جو اونکے لیے ناممکن ہو بہتر قسم کے آئینی بادشاہون کیطرح اون سے کوئی برا یا نامناسب فعل سرزد ہی نہین ہوسکتا۔ یا کم انکم ایسا کوئی فعل جسکی پاداش مین عدالتین سزا دے سکتی ہین کچھ عرصہ ہوا ہے مینے اپنے ایک یونانی دوست سے بہ تعجب سوال کیا۔ "کیا تم سچ کہتے ہی ہو کہ زید کے برخلاف جو تمنے فلان نہایت ہی مدلل حیثیت مضمون شایع کیا تہا۔ اوسکی پاداش مین تم قید نہین کیے گئے تھی؟" جواب ملا "ہان مین قید نہین کیا گیا تھا" مین "مگر ازالۂ حیثیت عرفی تو کیا تھا" یونانی "ارہ بیشک" مین "اور تم نے اقبال کیا تہا؟" یونانی "ہان" مین "تو پہر تم سزا سے کسطرح بچے" یونانی "مین اپنے دوست وزیر اعظم کے پاس گیا۔ اور اوس نے عدالت کو کہدیا کہ پرائیویٹ (غیر ملازم سرکا) مستغیث کا دعویٰ خارج کر دے۔ یہ کوئی بڑی بات نہ تھی۔"

"جو لوگ پولیٹیکل[1] ایمان وعقیدہ پر راسخ القدم ہون[2] تو انکی عیوب اوصاف ہوجاتی ہین۔ اونکے جرایم قابل عفو کمزوریان سمجھی جاتی ہین اونہین جب اوس سے اونکی برخلاف چارہ جوئی کیجاتی ہے تو اپنی آنکھون سے پٹیون کو کہول دیتی اور رحم کی دیبی کا روپ دہار لیتا ہی۔ اونکے لڑکون کو فوجی خدمت معاف کر دیجاتی ہی۔ اور اونکی لڑکیان مدرسون مین معلمات مقرر کیجاتی ہین ڈاک اور تار کے محکمے اون کے غلام حلقہ بگوش ہین۔ وہ کوئی امر اون سے مخفی نہین رکہہ سکتے۔ اور چنگی خانہ کے ملازم کبھی ایسی گستاخی نہین کرسکتے کہ اون کے مال واسباب کی پڑتال کرین۔ قصہ مختصر کل محاصل اونکے لیے ہی وصول کیے جاتے ہین فصلین اونکے واسطے ہی جمع کیجاتی ہین۔ اور سورج تک بھی گویا محض اونہی کے فائدہ کیلیے چمکتا ہے۔

"یہ لوگ سب کے سب ملک کی آمدنی پر بسر اوقات کرتے ہین۔ مگر کیلیے بس نہین۔ زمانہ امن مین ملک کو ۲۰۴۴ سپاہیون اور ۵۰۰ بحری ملازمون کی تنخواہین دینی پڑتی ہین۔ گو اوہین پیشہ کے فرائض کی درست تعلیم و تربیت پانیکیلیے کوئی موقعہ نہین دیا جاتا۔ علاوہ برین ۵۳۴۲ ملازمان سول کا گذارہ ملک کی آمدنی پر منحصر ہے۔

"لیکن جیسا کہ مین بیان کرچکا ہون اسیقدر آدمی بیکار بیٹھے اپنی نوبت کے منتظر ہوتے ہین کہ اونکا فریق برسر حکومت ہو اور وہ بھی سرکاری اسامیون پر قابض ہوجائین سنہ ۱۸۹۰ء سے لیکر ۱۹۰۲ء تک ملک وقوم کی پیداوار اور آمدنی مین مشکل پچاس فیصدی کا اضافہ ہوا۔ مگر سرکاری محاصل تیئیس دگنے سے بھی زیادہ بڑہا دیے گئے۔

"عدالتون کی حالت بھی ایسی ہی ابتر اور ناگفتہ بہ ہے۔ حالانکہ یہ مسلم امر ہے کہ سلطنت کا قیام منصفانہ عدالت گستری پر ہی موقوف ومنحصر ہے۔

---

[1] جن ملکون میں آئینی حکومت ہے وہان کے باشندون کا خیال ہے کہ قانون تو اون کی بادشاہون کو کسی نامناسب کام کے ارتکاب کرنیکا قابل ہی نہین سمجہا ہے اور اسی لیے وہ جرم کرتی نواز کو کوئی نہین دیتا۔

[2] یعنی جو برسر حکومت فریق کی معاون اور طرفدار ہون تاکہ وہ انصاف کر دینگے اور تب انصاف انکا تصور کیا جاتا ہے تاکہ وہ انکی حمایت کرے اور جو کچھ شہادت نہ دے۔

انتظام و نظام، اتحاد و سوشل نیک چلنی، اور صیغہ مال و ملک کی خوشحالی و بہبودی اوسی پر مبنی ہوتی ہے۔ ممالک غیر کے متمولوں کو کبھی ایسے ملک میں ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں ہو سکتی جہاں انصاف و منصفت کی دیبی بالکل اندہی ہو نیکی بجائے بسر حکومت فریق اور دربار کے منظوران نظر کے ساتھ شفقت و کرم کی نظروں سے مشغول عشوہ گری ہو مطلق العنان حکومتوں میں اگر کبھی کبہار کسی صریح جبر و ناانصافی کا ارتکاب ہو جائے تو کل دنیا میں شور و غل برپا ہو جاتا ہے اور ہر کس و ناکس یہ پکارنا شروع کر دیتا ہے کہ ایسی ناقابل برداشت خرابیوں کو کبھی قایم نہیں رہنے دینا چاہیے۔ مگر یونان کی نیم جمہوری ریاست کی طرف کبھی کسی نے توجہ نہیں کی جہاں بدقسمتی سے تاریک ترین ناانصافی اور ناجائز طرفداری کے واقعات مستثنیات سے نہیں بلکہ قاعدہ کلیہ میں۔ اور انکی وجہ سے زندگی دوبہر ہو رہی ہے کیونکہ جیسا کہ والٹیر نہایت مختصر اور دلچسپ پیرایہ میں ظاہر کر چکا ہے۔ "اگر ایک درندہ جانور سے تمہیں سابقہ ہو تو تم اوس سے کسی نہ کسی طرح بچنے کا انتظام کر سکتے ہو مگر جب کہ تم کو چاروں طرف سے چھوٹے چھوٹے گرسنہ و تشنہ خون انسان تیر احاطہ کیے ہوئے ہوں اور وہ قدم قدم پر تمہاری ٹانگوں کو چمٹ رہے ہوں تو پھر تمہاری قطعی ہلاکت یقینی ہے" انتظام و ترتیب اور تدبیر و تجویز کی قطعی مفقودیت کے متعلق ہی مسٹر ڈلن اسی مضمون میں یہ تحریر کرتے ہیں: "انتظام و تدبیر کا نام و نشان نہ تھا ہر چیز اپنے حال پر چھوڑ دی گئی ہوئی تہی۔ حکومت و سلطنت کا جہاز بلا کمپاس و راہنما اور آدہی درجن کپتان بیک نیت بہی خواہ ملک کمانڈروں کے یکے بعد دیگرے متضاد احکام کے مطابق چلایا جا رہا تھا نہ شروع ہی میں محاربہ کیلئے کوئی پلین اور نقشہ تجویز کیا گیا نہ بدوران محاربہ کسی وقت کوئی شخص نہیں جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ یونانی فوج بعینہ اوس ناتجربہ کار نوجوان کے مشابہ تہی جو محض ہی شطرنج کی مختلف مہروں کی چالوں اور شطرنج کے موٹے موٹے اصولوں کو سیکھکر ایک تیسرے درجہ کے کھلاڑی کے ساتھ بازی کھیلنے بیٹھ گیا ہو۔ بیوقوف سے بیوقوف بہی کہیگا کہ کم از کم محاربہ کے متعلق ایک جامع نقشہ اور پلین تجویز کر لینی چاہیے تہی جس کی تعمیل میں تہسلی و اپائرس کی افواج اور نیوی بیڑہ جہازات بحری فوج متفق ہو کر کوشش کرتیں۔ مگر اس بات کا نام و نشان بہی نہ پایا جاتا تھا۔ تہسلی کی فوج کام کرنے یا بیکار رہنے دونوں صورتوں میں اسطرح سے عمل پیرا ہوتی رہی کہ گویا اپائرس میں یونانی فوج موجود ہی نہ تہی۔ اور نیوی دونوں فوجوں سے بے تعلق اپنی ڈیڑہ اینٹ کی مسجد علیحدہ بناتی رہی۔ ان تینوں بڑے اجزا کا باہم مرتبط ہو کر کام کرنا تو کجا خود ہر ایک جز کے اپنے دایرہ میں ہی کوئی ارتباط و اتحاد نہ پایا جاتا تہا۔ اوس کا ہر ایک حصہ خود مختار اور آزاد تہا کسی ایک شخص کی واحد نگرانی یا کمان کی ماتحتی کو کسر شان سمجہا جاتا تھا۔ گو فوجی دستوں کی حالت بہی کچھ کم حیرت انگیز نہ تھی مگر نیوی کے حالات تو عجب حیرانی بخش ہیں اس کے متعلق چند مثالیں کافی ہونگی۔ وزیر بحریہ بیڑہ جہازات کے افسر اعلے کو پریویسا پر گولہ باری کرنیکا حکم دیتا ہے۔ اور امید ظاہر کرتا ہے کہ بندر مذکور دو گھنٹوں میں مسخر کر لیا جائے گا۔ افسر اعلے بالکل خاموش ہاتھ پر ہاتھ دہرے بیٹھے ہیں وجہ کیا؟ کہا جاتا ہے کہ: "وہ کسی اور طرف سے احکام کے موصول ہونیکا انتظار کر رہا ہے۔ حالانکہ اپنے محکمہ کے اعلی افسر مجاز کے حکم کے ملنے پر اوسے قانوناً و بروئے ضابطہ کسی اور شخص کی خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو مرضی یا حکم کا ایک لحظہ بہی انتظار کرنیکا اختیار نہ تہا۔ ایسا انتظار کرنے سے وہ عدول حکمی کا مرتکب ہو رہا تھا جسکی سزا قانون حرب کے مطابق موت ہی تہی" وزیر کے حکم کی جلد تعمیل نہ کرنے کی وجہ خواہ کچھ ہی ہو جب آخر تعمیل شروع کی گئی تو ایسی طرح کہ سبحان اللہ جہازوں کو نزدیک قلعوں سے چار میل کے فاصلہ پر رکھکر گولہ باری کی گئی۔ یہی احتیاط یا بہادری کیوجہ ابتک معلوم نہیں ہوئی۔ ہاں اسکا جو نتیجہ ہوا وہ سب کو معلوم ہے بتانے کی احتیاج نہیں۔ ۱۰ اپریل کو وزیر بحریہ نے مشرقی بیڑہ کو قرہ بورنو (سالونیکا کے پاس) پر گولہ باری کا حکم دیا۔

۱۵۔ احمد حفظی پاشا نے اس کے متعلق ۱۹۔ اپریل کو حسب ذیل تار سلطان المعظم کی خدمت میں ارسال کیا تہا۔ "ان بیڑوں جنگی کشتیوں پر جنہیں ہم نے ... الحمد للہ اور باقی نے تار و ... بقیہ صفحہ ۴۸

ا۱۔ کو پھر خود ہی اسے منسوخ کردیا اور پھر ۱۴ کو یہی عہدہ دار بیڑہ کے اعلیٰ افسر سانختو ریس کو قرہ بورنو پر گولہ باری کرنے ۔ اکیوچالیس میل تک سمندر میں گشت کرکے تمام ترکی جہازات بار برداری اور ایسے اجنبی جہازوں کو جنپر نوعہ اسباب حرب بار ہو گرفتار کرنے ۔ اور ترکی بیڑہ کو ڈارڈنلیز سے نکلنے نہ دینے کا حکم صادر کرتا ہے ۔ وزیر نے ترکوں پر بڑا رحم کیا کہ اپنے امیر البحر کو انکے ہاتھ قسطنطنیہ بھی فتح کرنے کا حکم نہ دیا ۔ ۲۵ اپریل کو ہی فرزانہ وزیر نے اس امیر البحر کو ایک عجیب و غریب تار ارسال کیا جسکا کچھ حصہ یہ ہے " اسے اچھی طرح گوش دل سنو ۔ میں یہ بھی کبھی گوارا نہیں کرسکتا کہ تم سے کوئی شخص میری احکام کی تعمیل سے سرِ مو پیش کرے یا کسی دوسرے شخص سے خواہ وہ کوئی ہو اوسکی منظوری منگوائے ۔ جیسا کہ تمنے اوسوقت کیا تھا جبکہ مینے تمہیں قرہ بورنو پر گولہ باری کرنیکا حکم دیا تھا ۔ مساحب کیا تمہیں بمقام بولاس اپنے میونسپل انتخاب کے متعلقہ حالات یاد نہیں ہیں جبکہ تم سخت خطرہ میں تھے اور مینے ہی تمہیں بچایا تھا (یعنے ممبر منتخب کرادیا تھا) بس تم پر واجب ہے کہ آنکھیں بند کئے بلاچون وچرا میری متابعت کرتے رہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

یونانی بیحد شیخی باز ہی نہیں حاسد بھی اول درجہ کے ہیں ۔ جزیرہ نما بلقان میں سلیو النسل آبادی کی طاقت میں کچھ بھی اضافہ ہونے پر آتش حسد رشک اور نایرہ غیظ و غضب انکے سینوں میں فی الفور بھڑک اٹھتا ہے ۔ یونانیوں کو یہ اب تک فراموش نہیں ہوا کہ وہ گیارہ صدیوں تک مشرقی رومن سلطنت کے مالک تھے بعض رہے تھے اور بازنطیم اور قسطنطنیہ کی سابقہ شان و شوکت اور حکومت کی باتیں اونہیں رہ رہ کر یاد آتی ہیں ۔ ۱۸۷۸ء میں بلگیریا کے خود مختار ریاست بنائی جانے ۱۸۸۵ء میں مشرقی رومیلیا کے اوسکے ساتھ ملحق ہوجانے اور نیز سرویا اور مانٹی نیگرو کو مزید علاقہ مل جانے سے ہر موقعہ پر یونانیوں کی آتش حسد و رقابت پر تیل پڑجاتا رہا اور اونکی امنگیں از سر نو متحرک ہوجاتی ہیں ۔ ایسا ہونا خلاف فطرت اور غیر طبعی بھی نہیں ۔

بقیہ حصہ ۔ ہمیں کیطرف سے آکر پروزہ شہر پر حملہ کیا تھا جسکا حال اول عرض کیا گیا ہے ۔ اجبکہ پروزہ کے قلعہ سے گولہ باری کیگئی تو حمیدیہ اور جدید دمدموں کی توپوں میں سے پندرہ سنٹی میٹر والی توپوں کی تین دہانوں سے سخت گولوں نے یونان کے دو آگبوٹوں کو ضرر پہونچایا ۔ مگر یہ تحقیق نہیں ہوسکا کہ نقصان کی مقدار کسقدر ہے اسکی وجہ سے یونانیوں کا بیڑہ ہٹ کر چلا گیا ۔

اس خبر کے متعلق صباح اخبار نے یوں لکھا ہے ۔ پروزہ اور اوسکے قلعہ اور مورچوں کو جلا دینے کے واسطے یونان کے بیڑہ نے (جسمیں چار آہن پوش اور تین لکڑی کے آگبوٹ تھے) دو سو گز کا فاصلہ آپسمیں دیکر دو اسکوئیڈرن بنالیے اور قلعہ اور چند نامی مورچوں پر گولہ اندازی شروع کی جن میں سے حمیدیہ مورچہ کے خارج پر (۱) اور اوسکے اندر (۲) اور مینی قلعہ کے خارج پر (۳) اور اوسکے اندر (۵) گولے لگے ۔ مگر کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکے ۔ یونانی آہن پوش ایک آگبوٹ جبکہ حمیدیہ قلعہ کے آگے سے گذر رہا تھا ۔ تو اوسکے اگلے حصہ میں پندرہ سنٹی میٹر والی توپ کا ایک گولہ مذکورہ مورچہ سے اور اوسکے پچھلے حصہ میں مینی قلعہ کی توپ کا ایک گولہ لگا ۔ جس کے سبب سے آگبوٹ ایکطرف کو جھک گیا ۔ اور ایک دوسرے آہن پوش آگبوٹ کے اندر جاکر ایک گولہ پھٹا جسکے سبب سے یہ بیڑہ ہٹ گیا ۔ علاوہ اوسکے واصلی مورچہ اور خضر قلعہ پر سے پندرہ اور گیارہ سنٹی میٹر والی توپوں کے گولوں نے ایک چوبی آگبوٹ کو رخنہ دار کردیا جسکو دو آہن پوش آگبوٹ گھسیٹ لے گئے ۔ غرض یہ کہ یونانی بیڑہ نقصان اٹھاکر ناکامیاب رہا ۔

سلہ ۲۲ اپریل کو اس شرقی بیڑہ کے ایک چوبی جنگی جہاز نے اور یونانی تارپیڈو کشتیوں نے لفطاریہ کے بندرگاہ میں آکر جمع شدہ سامان بکسرٹ کو جلانے کے لئیے گولہ باری شروع کی اور دوسری طرف بحری سپاہی کشتیوں پر سوار کرکے خشکی کیطرف روانہ کردیئے ۔ مگر ترکی دستہ نے ایسی باڑھیں ماریں کہ وہ بے نیل مرام واپس لوٹ گئے اور شام کو جہاز مذکور بھی اپنا سا منہ لیکر رخصت ہوگیا ۔

کیونکہ ترکوں کے سوا جنوب مشرقی یورپ میں دوسری غیر سلم قوم صرف یونانیوں کی ہے۔ دریکیوسلاکی فرونیے نا یونانیوں کے حق میں بھی ایسی ہی خطرناک ہے جیسی عثمانیوں کے حق میں نیرنگئی قسمت کی یہ ایک عجیب مثال ہے کہ اسلامک میں موجودہ یونان کا سب سے بڑا حامی اور معاون ہے۔ ایسی جنوب مشرقی یورپ میں یونانیوں کے اقتدار کے پھر قایم ہونیکی امید ہمیشہ کیلیے ملیامیٹ کردینے میں نمایاں حصہ لیا۔ جزیرہ نما بلقان کے تقریباً ایک سرے سے دوسرے سرے تک مستعدو کارکن گروہ شہ وبدخصال بلغاریوں کی ایک عظیم خودمختار ریاست کے قایم ہوجانیسے ان ممالک میں یونانی اقتدار وتسلط کے قایم ہونیکیلیے ہمیشہ کیلیے راستہ بالکل مسدود ہوگیا۔ اتحاد بلغاریان بازنطینی (یونانی) سلطنت کے قیام جدید کے راستہ میں موثر زبردست اور مہلک رکاوٹ ہے۔ جس اتحاد بلگیریا کی نا مسٹر گلیڈسٹون[1] کی تحریک وکوشش سے ہی قایم ہوئی۔ بلغاریوں اور یونانی قوم میں ایسا دلی عناد ہے کہ اگر کبھی مقدونیہ ترکوں کی حکومت سے نکلا تو باغلب وجوہ وہ یونان کے ماتحت ہونیکی بجاے بلغاری ریاست کے ماتحت ہوگا۔ پس یونان کو واجب تھا کہ میدان جنگ میں اترنے سے پہلے وہ اس عناد کے مٹانیکا بندوبست کرلیتا۔ اوسنے ایسا نکیا۔ اور بنا بریں اوسکا مشغول پیکار ہونا قبل از وقت تھا۔

یونان کی دلی گھاتیں

یونانی گورنمنٹ نے جولائی ۱۸۹۶ء میں بمقام تھیبس بارہ ہزار سپاہ کی قواعد ومشق اور تربیت کیلیے کیمپ قایم کیا۔ علاوہ بریں کریٹ میں فساد برپا کرانیکیلیے سرکاری اور غیر سرکاری طور پر ہر طرح کی کوشش اٹھنز میں کیگئی۔ اوہاتھینکی ہتھیار یا کو جزیرہ میں پے در پے رائیفلیں اور مفسد بھیجنے کی اجازت بلکہ ترغیب دیگئی۔ اور جب یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ کل دول عظام بظاہر اور اونکا حصہ کثیر صدق نیت سے قیام امن کا خواہاں اور کریٹ کو فساد کو دور کرنیکا متمنی ہے۔ تو اس سے ہوش پکڑنے کی بجاے یونانی اپنی مفسدانہ کارروائیوں میں اور زیادہ مستعدی اور تیزی سے مصروف ہوگئی۔ کریٹی عیسائیوں کو اپنے مسلمان ہمسایوں پر حملہ کرنے اونہیں بیحرمت کرنے اور گھروں سے نکالدینے کی ہر ممکن طریق سے تحریص وترغیب دلائی گئی کل یورپ کی مرضی کو بالاے طاق رکھدیا گیا۔ اور یونان نے دول عظام کے ساتھ دہوکہ دہی ودغابازی اور لمبی چوڑی باتیں بناتے رہکر ہمعصراشی کرتے رہنے کی باقاعدہ پالیسی اختیار کرلی۔ اوسے پورا پورا یقین تھا کہ وہ عالمگیر جنگ کے اندیشہ سے بچتے رہنے اور دنیا کے امن کے قایم رکھنے کی خواہش میں جسے دول عظام علانیہ ظاہر کررہی ہیں خلل انداز ہونیکی دہمکیاں دیتے رہنے سے اونہیں اپنے نامعقول اور ناواجب مطالبات کے تسلیم کرنے پر مجبور کرنے میں کامیاب ہوجائیگا۔ دول یورپ کے کریٹ کو خودمختاری دلادینے کی تجویز پیش کرنے اور سلطان المعظم کے اسے منظور کرلینے سے معاملہ اور بھی نازک ہوگیا۔ یونانیوں کو کبھی گوارا نہیں کہ کریٹ خودمختار بنادیا جاے۔ وہ کریٹ کو یونانی جزیرہ بنانا چاہتے ہیں نہ کہ خودمختار۔ اونکو اندیشہ ہے کہ اگر ایکدفعہ کریٹیوں نے خودمختاری اور سلف گورنمنٹ کی لذتوں کو چکھہ لیا۔ تو پھر اتحاد یونانیاں کی تمام خواہشیں اونکے دلوں سے کافور ہوجاینگی۔

چنانچہ اوسنے کریٹ پر حملہ کردیا اور دل میں سوچ لیا کہ دول یورپ عالمگیر جنگ کے خطرہ میں پڑنے کی بجاے یونان کے ساتھ جزیرہ مذکور کا الحاق ہوجانا منظور کرلینگی۔ اس قزاقانہ کوشش میں اوسے دول عظام کے اتحاد واستقلال اور ٹرکی کی بے نظیر تیاری کیوجہ سے کامیابی نہوئی جبپر اوسنے سرحد تھسلی پر لڑائی برپا کردینے کا عزم کرلیا۔

یونان کی حالت کچھ عرصہ سے نہایت ابتر ہورہی تھی۔ ملک کے حصہ کثیر کی زمین زرخیز نہیں اور انتظام حکومت بہت ناقص ہے۔ اصل بات یہہ ہے کہ یونانیوں میں وہ اوصاف کبھی نہیں پائی گئی جو وسیع علاقوں پر حکمرانی کرنے والی اقوام کیلیے ضروری ہیں۔ معقول وبرجستہ حکمرانی کی قابلیت

[1] یعنے متوفی گلیڈسٹون جو ۱۹ مئی ۱۸۹۸ء کو صبح کے ۵ بجے اس جہان سے رخصت ہوگیا

یا مہارت اُنہیں کبھی موجود نہیں ہوئی۔ شاعری فصاحت۔ فنون لطیفہ اور ہر قسم کی دماغی لیاقت اور چالاکی میں بیشک وہ نہیں ید طولیٰ حاصل ہی مگر حکمرانی اور فرمانروائی کی اوصاف حقیقی سے وہ ہمیشہ معرا رہی ہیں۔ اتھنز کی ریاست اپنے عین عروج کے زمانہ میں صرف تیس ہزار آزاد باشندوں کا ملک تھی۔ جو تیس ہزار آزاد ایک لاکھ غلاموں کی جبریہ محنت و مشقت کی کمائی پر بسر اوقات کرتے تھے۔ مزید براں یہ ریاست ہی کل ملک میں حکمران نہ تھی بلکہ اوس جیسی گیارہ بارہ اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں موجود تھیں۔ جو ہر وقت ایک دوسرے کے خون کی پیاسی رہتی تھیں۔ اور اتھنز کی سیاست لنا بھلا ایک تھی۔ زمانہ حال کے یونانیوں میں اتھنز کے قدیم مدبر پیریکلیس[علیہ] کے زمانہ کے یونانیوں کے عیوب تو کل موجود ہیں مگر اونکی دماغی اور فنونی شاندار قابلیتوں اور مہارتوں کا جنہوں نے اُس بہترین زمانہ کی برائیوں کی تقریباً پوری پوری تلافی کردی تھی۔ نام ونشان نہیں پایا جاتا۔

یونان کئی برسوں سے دیوالیہ ہو رہا ہے۔ اور اوسکے قرضخواہ اپنے مطالبہ کی تین چوتھائی حصہ سے محروم چلے آتے ہیں۔ ممالک غیر سے برداشت کیئے گیئے قرضے یونان کو مسلح کرنے اور قلاش اخبار نویسوں اور قانونی پیشہ وروں کو جو اُسکی پارلیمنٹ میں بھرے پڑے ہیں۔ رشوتیں دینے میں صرف ہوتے رہے ہیں۔ تمام ملک قانون پیشہ اشخاص سے لبریز ہے۔ کیونکہ باشندے حلال اور محنت کی کمائی کی بجائے تحریک و سازش کی طفیل الوسیدا کرتے رہنے کو بدرجہا ترجیح دیتے ہیں۔ برعکس اسکے کریٹ متمول جزیرہ ہے کیونکہ عام ملعون ترکوں کی زیر حکومت اوسے بہت ہلکے ٹیکس ادا کرنے پڑتے ہیں۔ یونانی اوس سے شیر دار گائے کا کام لینے کی لیئے بھی۔ اُسکے الحاق کے خواہشمند ہیں تاکہ اوسکے دودھ اور مکھن اور خون پر یونان فربہ ہوتا جائے۔ بغاوت اور فتنہ و شورش دماغوں کو ایسا گند کردیتی ہیں اور اونکے دوران میں سروں پر غیظ و غضب اور خونریزی کا جن ایسا سوار ہو جاتا ہے کہ وہ انسان کو کسی معاملہ کے نیک و بد پر غور کرنے کے قابل نہیں چھوڑتا۔ یہی حالت اسوقت کریٹیوں کی ہے۔ اور اونسے سردست اپنے نمایشی دوستوں کی اصل غرض اور مقصد نہاں کو سمجھہ سکنے اور اوسکی تہ کو پہونچ جانے کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ لیکن اسمیں کوئی کلام اور شبہ نہیں کہ اگر کریٹ کو خودمختاری مل گئی۔ اور جزیرہ میں امن و امان قایم ہوگیا تو کریٹی اس معاملہ کو بخوبی سمجھہ جاینگے۔ یہی وجہہ تھی کہ جبکہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں عداوت کا جوش خوب موجزن اور خونریزی و ہنگامہ آرائی کا شوق سب پر مستولی ہو رہا تھا یونانی کریٹ پر فی الفور قابض ہو جانے کے لیئے سخت بے چین ہو رہے تھے۔

یونان کی شرارتیں کریٹ میں

جسوقت یونان نے اگست ۱۸۹۶ء میں سنا کہ بضمانت دول عظام سلطان المعظم نے کریٹ کو اندرونی خودمختاری عطا کردی ہے اوسیوقت سے مادہ فساد کو پھر اکسانے کے لئے پے در پے اسلحہ اور مفسد کریٹ میں بھیجنے شروع کردیئے گیئے۔ اہالئی کریٹ ترکی گورنمنٹ کی عطا کردہ مراعات پر بالکل خوش اور مطمئن ہوگئے تھے۔ مگر فوراً ہی قلاش قانون پیشہ اور اخبار نویس اور پیشہ ور ڈکیت یونان سے پہونچ گئے اور انہوں نے کریٹی عیسائیوں کو ورغلایا کہ بغاوت جاری رکھنے سے وہ ایکدن اپنے مسلمان ہمسایوں کے املاک و مکانات کے مالک ہو جاینگے۔ فساد چھوڑنا مناسب نہیں۔ اونکا جادو اثر کر گیا۔ اور ترکوں کو اشتعال دلانے اور خانہ جنگی کی آگ بھڑکانے کے لیئے پھر مسلمانوں کے کشت و خون اونکی ننگ و ناموس کی بیحرمتی اور ان کے املاک و خانمان کے تاخت و تاراج کا بازار گرم ہوگیا تا سٹریا کی گورنمنٹ کا رویہ یونان کی چال کو سمجھہ گئی ہوئی تھی۔ اُسنے بہتیرا سر پٹکا کہ اسلحہ اور مفسدین کی درآمد کو روکنے کے لیئے دول عظام کریٹ کے گرد بحری حلقہ ڈالدیں۔ مگر کچھہ اثر

[علیہ] ۴۹۵ قبل مسیح میں پیدا اور ۴۲۹ قبل مسیح میں فوت ہوا۔

نہوا۔ انگلستان نے ایک نہ سنی اور اس نہایت ہی دوراندیشانہ انسدادی تدبیر میں سخت ناسمجھی کا مرتکب ہوکر شمولیت کرنے سے انکار کر دیا۔

کریٹی مظالم گو تاہم ممکن تھا کہ دول عظام کا استقلال اور ٹرکی کی بردباری اور اعتدال پسندی بالآخر مفسدوں کی شرارت انگیز کوششوں پر غالب آجاتی۔ مگر یونانی گورنمنٹ نے ایسا نہ ہونے دیا اور اوسنے قماربازوں کیطرح سر باختہ ہوکر اپنی مفسدانہ شیطنت کا آخری پانسہ پھینک دیا یا بالفاظ دیگر اوسنے کرنیل واسوس اور چار ہزار سپاہی جنہوں نے کل جزیرہ میں جابجا خرمن امن کو ابلیس صفت آگ لگانیوالوں کا کام دیا کریٹ بھیجدیئے کرنیل واسوس ۱۵ فروری ۱۸۹۷ء کو جزیرہ میں داخل ہوا۔ اور اوسکے پہونچتے ہی کشت وخون اور تاخت وتاراج کا طوفان بے تمیزی برپا ہوگیا ہر جگہہ عیسائی باغی بھیڑیوں کی طرح بیچارے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور اونکو بیحرمت وذلیل کرنے کے علاوہ خانماں برباد بلکہ اکثر جگہہ تہ تیغ کر دیا۔ ان یونانی نیکبختوں کے حملہ سے جزیرہ میں جو عالم آشوب طوفان برپا ہوگیا۔ اُسکا اندازہ قصبہ سیتیا کی وحشیانہ اور سفاکانہ کارروائی سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ جہاں ایک ہزار سے زیادہ مسلمان کمال بیدردی سے تلوار کی گھاٹ اُتار دیئے گئے یہاں سینکڑوں مسلمان بکروں کیطرح ذبح کرڈالے گئے۔ بیشمار مساجد میں زندہ بھون دیئے گئے۔ عورتوں اور بچوں کو قبیح ترین طریقوں سے بیحرمت کرکے انکے جسموں کے مختلف اعضا کاٹ ڈالے گئے۔ الغرض مظالم آرمینیا کی بھیانک ترین روایتوں کو ان عیسائی جوانمردوں نے ہیچ کر دکھایا کریٹ کی کل مسلم آبادی اسوقت چند ساحلی قصبوں میں جمع ہے۔ وہ فاقہ کشی اور انتہا فلاکت ونکبت سے سخت صدمے اُٹھاتی رہی ہے اور اب بھی اُٹھا رہی ہے۔ مسٹر جارج کرزن نائب وزیر خارجیہ (حالا لارڈ کرزن وایسرائے وگورنر جنرل کشور ہند) نے بتاریخ ۲ مارچ ۱۸۹۷ء دار العوام میں کرنیل واسوس کے حملہ کے نتیجہ اور مسلمان باشندوں کی مصائب کے متعلق حسب ذیل بیان کیا تھا۔

تقریر مسٹر کرزن کہ "جزیرہ کریٹ کا تمام اندرونی حصہ اسوقت کثیر التعداد کریٹیوں کے تصرف میں ہے۔ جو دیہات پر قابض ہیں اور بدبخت مسلمانوں کی املاک وفصلوں سے جو گھروں سے نکالدیئے گئے ہیں متمتع ہو رہے ہیں۔ یہہ عیسائی ہتھیار لگائے اپنا سارا وقت بیکاری میں بسر کر رہے ہیں۔ اونکو پہاڑوں پر اور پہلو میں گشت کرنے۔ جو نظر پڑے اوسے بندوق کا نشانہ بنانے اور مجھے بافسوس یہہ کہنا پڑتا ہے کہ ہر مسلمان مرد وزن کو جو اون کی زد میں ہو قتل کرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ قصبات کے قرب وجوار میں متواتر نہاشیوں کی باوجود فوجی پوزیشنوں اور

۱؎ اسموقعہ پر کریٹی عیسائیوں کے متعلق ایک اور عیسائی شاہد کی رائے درج کر دینا محل نہ ہوگا۔ کریٹ کے عیسائیوں کی نسبت لنڈن کے عیسائی کنسروٹیو اخبار سٹینڈرڈ کے عیسائی نامہ نگار کی مندرجہ ذیل رائے نے انگلستان کے عیسائیوں کو غالباً انکی غلطی سے آگاہ کر دیا ہوگا۔ وہ شاید اسموقعہ پر بار بار بتانے کی غرض ایک ہی دفعہ غلطی میں پڑے کر ہوئے ہمدردان بنی نوع انسان کو یہہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ کریٹ کے بدنام کنندہ عیسویت عیسائیوں کو مسیحی المذہب جانکر انہیں اس مغالطہ میں پڑنا چاہیئے کہ وہ لوگ (یعنی کریٹی) جو عیسویت کے مدعی ہیں وہ مسیحی احکام میں سے کسی ایک کی بھی تعمیل کرتے یا اُسکے پابند ہیں۔ اس جزیرہ کے مسلمان اور عیسائی ایک ہی قوم اور ایک ہی خون سے ہیں مگر چونکہ مسلمان حاکم اور عیسائی محکوم ہیں۔ اُنہیں جانگداز نفرت اور عناد پیدا ہوگیا اور بڑھ گیا ہے لیکن یہاں کے عیسائیوں کے ساتھ اُن کو ہم مذہب جانکر ہمدردی کرنا سخت غلطی ہے۔ وہ کوئی مذہب نہیں رکھتے جسے مذہب کے نام سے پکارا جاسکے وہ پورے وحشی اور سفاک ہیں اور اُن کو عیسائی بھائی سمجھکر اُن کی امداد کرنیکا خیال دل سے فی الفور محو کر دینا چاہیئے۔"

۲؎ کریٹ سے ترکی افواج کے چلے جانے سے پیشتر ہی گو غریب الوطن اور مفلوک الحال مسلمان قلمرو عثمانیہ کو ہجرت کرنے لگے تھے مگر دسمبر ۱۸۹۸ء کے بعد تو وہ اس کثرت سے بار بار گئے ہیں کہ اب تک صرف سمرنا اور اسکے مضافات میں پندرہ ہزار کے قریب مسلمان مہاجرین وارد ہوگئے ہیں جنکی عارضی رہائش کو لیئے وہاں بسرعت تمام جھونپڑیاں بنایا گیا ہے

(بقیہ در صفحہ ۵۲)

کمپوں کی بعیدی چوکیوں اور گڑھیوں پر حملے کرتے رہتے ہیں۔ ہر وقت مشغول کارزار رہنے۔ پانی لانیوالی جماعتوں کو ستاتے رہنے یا اور طرحسے شہروں
کی چار دیواری کے اندر موجودہ باشندوں کو بھوکا مارنے کی کوشش کرتے رہنے کے سوا عیسائی مفسدوں کا اور کچھہ شغل نہیں۔ ان باغیوں کے اکثر افسر
یونانی ہیں۔ معمولی جنگ کنندگان میں بھی یونانی مجاہدین تعداد کثیر شامل ہیں۔ اور جسقدر توپخانہ انکے پاس موجود ہے وہ کلہم یونانی ہے۔ حال میں
ہی امریکہ نے انکے سرغنہ باغیوں سے ملاقات کی۔ انمیں سے پانچ یونانی قانون پیشہ اور چھٹا ایک یونانی ڈاکٹر تھا۔ فریق مخالف لبرل و ڈیمکل فریق
کے سرغنہ نے پچھلے مباحثہ میں جو دار العوام میں معاملات کریٹ پر ہوا تھا بیان کیا کہ ہم (یعنی انگریزی گورنمنٹ) کریٹیوں کو فاقہ مارنے اور انپر گولہ باری
کر کے انکے اندرونی خود مختاری قبول کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہہ فقرہ گو میرے معزز کرم فرما کے ہونٹوں سے خوب روانی اور چرب زبانی کے ساتھ نکلا تھا
مگر افسوس وہ صداقت سے بالکل معرا اور محض بے بنیاد تھا۔ بحری محاصرہ سے حسب صاحب موصوف کے زعم میں غلہ بالکل کمیاب ہو گیا ہے اور لوگ فاقوں مر رہے
ہیں جسکا انہیں بہت رنج ہے مگر اسکے برعکس حق الامر یہہ ہے کہ اندرون جزیرہ میں باغیوں کے ذخیرے غلہ سے خوب معمور ہیں۔ باورچیخانوں اور ہوٹلوں میں دن رات
دیگیں گرم رہتی ہیں۔ سامان غذا ہر جگہہ بافراط موجود ہے۔ اور عنقریب فصل کے درو ہونے پر غلہ کی پہلے سے زیادہ ریل پیل ہو جائیگی۔ ساتھ ہی یاد رہے
کہ اندرون جزیرہ میں عیسائی اپنی فصلیں ہی نہیں بلکہ از وطن خارج شدہ مسلمانوں کی فصلوں کو بھی وہی جمع کرینگے۔ ان بیانات کے راوی وہ لوگ ہیں جو
اندرون جزیرہ میں باغیوں سے ہر وقت ملتے جلتے رہتے ہیں۔ اور انکی صداقت میں سر مو فرق نہیں۔ یہہ جزیرہ کی موجودہ حالت کا سچا فوٹو ہے۔ اب میں
اسطرف متوجہ ہوتا ہوں کہ قصبات میں کیا کیفیت گذر رہی ہے۔ اور اسی ضمن میں ان دو تین اصحاب کے اعتراضات کا جواب دونگا جو انہوں نے
جزیرہ میں ترکی افواج کے ابتک موجود ہونیکے متعلق کیے تھے۔ سب سے اول میں ساحلی قصبات اور وہاں کی ترکی افواج کے متعلق چند واقعات حق الامر
عرض کرتا ہوں۔ ان بندرگاہوں میں عیسائی نہ ہونیکے برابر ہیں۔ وہ یا تو اندرون جزیرہ کو بھاگ گئے ہیں۔ یا انگریزی اور دیگر اجنبی جہازوں پر دیگر ممالک
کو چلے گئے ہیں۔ البتہ یہہ قصبے بے پناہ و مفلوک الحال مسلمان پناہ گزینوں کے جوق در جوق سے جو بسر اوقات اور گذارہ کی کوئی سبیل نہیں رکھتے۔
از اول تا آخر لبریز اور معمور ہیں۔ واقعات کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لیے میں عمومیات کو چھوڑ کر خاص ایک مقام کینڈیا کو بطور نظیر پیش کرتا ہوں
اور شہروں کی نسبت ہمیں اس شہر سے خاص تعلق بھی ہے کیونکہ اسپر جو فوج قابض ہے وہ زیادہ تر انگریزی ہے۔ اس شہر میں اسوقت کم از کم پچاس ہزار
مسلمان پناہ گزین موجود ہیں جنمیں سے ۲۳ ہزار شہر مذکور یا اسکے قرب و جوار سے کسیطرح کا تعلق نہیں رکھتے اور جزیرہ کے مختلف حصوں سے وہاں
جمع ہوئے ہیں۔ اس جم غفیر کے مقابلہ میں شہر میں صرف پانسو عیسائی ہیں۔ "یہہ پچاس ہزار مسلمان زراعت پیشہ دہقان ہیں یہہ کاشتکاری کے سوا
وہ کوئی صنعت و حرفت نہیں جانتے کہ اوس سے روپیہ کما سکیں۔ اور صرف اوس امداد پر جو سلطان المعظم بھیجتے رہتے ہیں بسر اوقات کر
رہے ہیں۔ قسطنطنیہ سے آٹا آ رہا ہے اور ہر روز ہر پناہ گزین کو ایک ایک دو دو مٹھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ چیچک کی بیماری سیکڑوں کو لقمہ
اجل بنا رہی ہے۔ اور پانی کیطرف سے بھی جسکو لانیمیں باغی ہر وقت مزاحم ہوتے رہتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ناگفتہ مصیبت جھیلتے رہتے ہیں۔ اس لیے

بقیہ صفحہ ۵۱۔ ہر چہار دول کے نایب اور پرنس جارج نے حالانکہ اکثر مسلمانوں نے کینڈیا کے قرب و جوار میں فصل کاشت کی ہوئی ہے۔ فصل پختہ ہونے
سے پہلے ہی ان مسلمانوں کو شہر چھوڑ کر اپنے اپنے دیہات یعنے عیسائیوں کے پھندے میں جا پھنسنے کا حکم دیدیا ہے مسلمان واپس جانے سے انکاری ہیں یا دربدری
کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر انکی التجا ہے کہ انکو مہاجرت سے پہلے فصل کاٹ لینے کی مہلت دیجائے۔ یہہ مہاجر شام۔ طرابلس الغرب اور ایشیاء کوچک
میں آباد کیے جا رہے ہیں۔ سلطان المعظم حسب عادت اپنی جیب خاص سے پچیس لاکھ روپیہ انکی مدد کیلیے عطا کر چکے ہیں۔ جلالتماب کا منشا ہے کہ کل مسلمان کریٹ سے آجائیں اور انکی
جگہہ وہ چالیس پچاس ہزار ارمن جو روس چلے گئے تھے اور اب واپس آ رہے ہیں۔ کریٹ بھیجدیے جائیں۔

آبادی رکھنے والے شہر کینڈیا کے گرد جو فوجی حلقہ بغرض حفاظت موجود ہے اُسکے گرد ساٹھ ہزار مسلح کریٹی باغی ہر وقت اس انتظار میں منڈلاتے رہتے ہیں کہ فوجی حفاظت کے اُٹھتے ہی ان بیکسوں پر شکاری جانوروں کی طرح کود پڑیں اور زن و مرد و بچہ کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔ اب میں یہہ بتاتا ہوں کہ ان عاجز مسلمانوں کی حفاظت کا کیا انتظام ہے۔ اسغرض کیلئے شہر میں تقریباً پندرہ سو یورپین فوج مقیم ہے۔ اور اسکے علاوہ ساڑھے تین ہزار ترکی سپاہ ہے یورپین فوج شہر کے اندر رہتی ہے اور ترکی فوج شہر کے گرداگرد حلقہ ڈالی ہوئی ہے۔ ہماری جو افسر برسر موقعہ موجود ہیں اُن کا بیان ہے کہ یورپین سپاہ تن تنہا شہر اور اُسکے فوجی حلقہ کی ہرگز حفاظت نہیں کر سکتی۔ ایسی صورت میں بتاؤ ہم ترکی فوج کو وہاں سے کسطرح ہٹا سکتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو یہہ ایسے قتل عام کا پیش خیمہ ہوگا جسکے سامنے آرمینیا کی خونریزی کی بھی کچھہ حقیقت نہیں رہجائیگی۔ مزید برآں یہہ ایسا قتل عام ہوگا جو دول عظام کی آنکھوں کے سامنے اور ہماری براہ راست ذمہ داری پر وقوع میں آئیگا۔ جو کچھہ میں نے کینڈیا کی نسبت بیان کیا ہے قصبہ ریتمو پر بھی وہ صادق آتا ہے۔ اس قصبہ کی آبادی پہلے دس ہزار تھی۔ مگر پناہ گزینوں کی وجہ سے اب تیس ہزار ہوگئی ہے۔ انجمن معین المسلمین نے جولائی میں مردم شماری کرائی تھی اوس سے واضح ہو رہا ہے کہ جو مسلمان بلوہ و بغاوت میں مرگئے یا ہجرت کر گئے اُنسے قطع نظر اسوقت بھی جزیرہ میں ایک لاکھ سات ہزار (یعنی کریٹ کی کل آبادی کا تیسرا حصہ) مسلمان موجود ہیں۔ ان ایک لاکھہ سات ہزار مسلمانوں میں سے ۶۰ ہزار کا گذارہ انجمن کی امداد سے ہو رہا ہے۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ جزیرہ کریٹ یونان سے ملحق کیے جانیکے لیے دہائی تہائی مچا رہا ہے۔ مگر آبادی کا متذکرہ صدر قلیل التعداد عنصر بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ وہ کسی صورت میں یونان کے ساتھ ملحق کیے جانیکو منظور نہیں کریگا اور اس صورت میں آخری وقت تک لڑتا رہیگا یا ہجرت کر جائیگا۔ یہہ عنصر آبادی کا تیسرا حصہ ہے یعنی اُسکو کل آبادی سے وہی نسبت ہے جو آیرلینڈ کے اُن لوگوں کو تھی جو "ہوم رول" (خود مختار حکومت اندرونی) کے مخالف تھے۔ اور اُنکی رائے کو دار العوام پارلیمنٹ اور اوس حصہ نے جو حکمران فریق کا طرفدار ہے بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ اور انصاف مقتضی ہے کہ اوسی وقعت کی نظر سے کریٹ کی قلیل التعداد عنصر کی رائے بلکہ قطعی فیصلہ کو دیکھا جائے۔ بہرحال ہم کریٹ کو کشت و خون یا آبادی کے ترک وطن کر جانے سے ویران کرنا نہیں چاہتے۔ کریٹی مسلمان جزیرہ کی آبادی میں نہایت ہی ضروری اور مستحکم عنصر ہیں۔ مجھہ سے پہلے تقریر کرنیوالے ایک معزز ممبر نے سال گذشتہ میں ترکی افواج کیطرف سے چند نامناسب افعال سرزد ہونیکی بعض نظیریں پیش کی تھیں۔ اسکے جواب میں موجودہ حالت کے متعلق خود انگریزی امیر البحر کی شہادت کو پیش کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ "ترکی سپاہ کا طریق عمل نہایت قابل تعریف رہا ہے لیکن ساتھہ ہی یہہ امر بعید از قیاس نہیں کہ گو اب تک کوئی اشتعال اُنپر غالب نہیں آسکا مگر ممکن ہے کہ شاید کسیوقت مذہبی پرجوشی اُنکی بردباری اور تحمل میں خلل ڈالدے۔ بہرنوع عساکر عثمانیہ نے اپنے طریق عمل سے اسمیں کوئی حجت باقی نہیں رہنے دی کہ وہ شائستہ افواج ایسا سلوک کیے جانے اور مہذب سپاہ سمجھے جانیکی کامل طور پر مستحق ہے اور کہ اس بارہ میں وہ کسی یورپین قوم سے کم نہیں"۔

یہہ تھے وہ نتائج جو یونانیوں کے قزاقانہ حملے سے سرزد ہوئے۔ یہہ نیکبخت کریٹ کو آزادی دلانے کے لیے نہیں گئے تھے۔ کیونکہ یہہ تو اوسے پہلے سے حاصل تھی۔ بلکہ کریٹی حکومت خود اختیاری کی مزاحمت کرنے کے لیے جس سے یونانی سب چیزوں سے بڑھکر متنفر اور خائف ہیں۔ کرنیل واسوس اور اُسکے سپاہی کریٹ کو آزاد کرانے کیلیے نہیں بلکہ کریٹ کو بالجبر یونان سے ملحق کرانے کے لیے گئے تھے۔ یونانی گورنمنٹ کی یہہ کل کارروائی ایسی تھی۔ جیسی ڈاکوؤں کی ہوتی ہے۔ اونہوں نے عام طوفان بدتمیزی کو شور و ہنگامہ سے ذاتی نفع اٹھا سکنے کی امید میں عالمگیر جنگ برپا کرا دینے کی کوشش کی تھی اونہوں نے ترکی پر حملہ کیا

۱۳۳۶ھ

بلگیریا اور سرویا کو طمع دلا لچ دلائی اور اسطرحسے کل مقدونیہ میں آگ بھڑکا دینے کے لیئے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نکیا چنانچہ دو اعظام کو سرویا۔ مانٹی نیگرو اور بلگیریا کو خاموش اور ساکن رکھنے کے لیئے اپنے رعب داب اور اقتدار سے انتہائی درجہ تک کام لینا پڑا۔ یونانیوں نے فقط کریٹ پر ہی حملہ نکیا۔ بلکہ وہاں تک جہازوں پر بھی گولہ باری کی۔ جب عام نائرہ فساد اور عالمگیر جنگ برپا کرانے میں یہہ تمام کوششیں بیکار رہیں تو یونانی آخری داؤ چلا اور تھسلی میں ٹرکی کو لڑائی پر مجبور کر دیا۔ اونکی یہہ چال بعینہ ایک ہوشیار مگر سب کچھ ہارے بیٹھے ہوئے اور بیطرح قابو آئے ہوئے قمار باز کی چال کے مشابہ تھی جو یہہ علم رکھنے کیوجہہ سے کہ ہار جانے کی صورت میں بھی اُسکی حالت پہلے سے کچھہ زیادہ بدتر نہیں ہو جائیگی۔ ایک ہی داؤں پر بڑی بھاری شرط لگا دیتا ہے۔

یونانی آئین و کنسٹیٹیوشن کی بے ثباتی۔ یونانی قوم کی یہہ سب سے بڑی بدقسمتی ہے کہ اوسمیں در اصل کوئی طبقہ امرا موجود نہیں۔ امرا چھوڑ۔ خاندانی متمولین کی جماعت بھی موجود نہیں۔ کہ یہہ جماعتیں عوام کے جوش کو تھامے رکھنے کا کام دیسکیں اور اندرونی یا بیرونی خطرہ کیوقت بادشاہ اور گورنمنٹ کو مدد دیں۔ بالفاظ دیگر عام رعایا اور بادشاہ کے درمیان کوئی واسطہ یا درمیانی طبقہ نہیں ہے۔ یونان میں صرف ایک دار الشوری ہے۔ جسمیں عوام کے وکلا اور نایب ہوتے ہیں۔ دوسرا چیمبر (یعنے دار الامرا) یا دار الشیوخ نہیں ہے۔ اور بدقسمتی سے یہہ ایک دار الشوری بھی عوام کا قایمقام نہیں۔ بلکہ جہانتک پولیٹیکل اقتدار کا تعلق ہے۔ عام رعایا کی طرف سے درحقیقت اتھنز کے شوریدہ سر پرجوش اور متلون مزاج باشندوں کا ہجوم بے تمیزی نایب اور قایمقام ہے۔ یہہ باشندے اسوقت بھی ویسے ہی عقل کے اندھے اور خود دماغ ہیں جیسے کہ ایسے دو ہزار برس پہلے تھے۔ حال کے اتھنزی اوسوقت کے اتھنزیوں سے کچھہ زیادہ سمجھدار نہیں ہوگئے۔ جنھوں نے مشہور آفاق مدبر اور فصیح و بلیغ خطیب ڈیماس تھینیس[1] کی پدرانہ نصیحت کی کھلی اڑائی تھی۔ اور اوس فرزانہ بےعدیل کو اپنا سرغنہ اور رہنما بنانے سے انکار کر دیا تھا۔

یونانی سیاسیون اور مقننین کا حصہ کثیر تہی دست قانون پیشہ لوگوں اور اخبار نویسوں سے مرکب ہے۔ جو پالیٹیکس کو گذارہ کا ذریعہ سمجھتے اور اوس سے یہی کام لیتے ہیں۔ انکی تمام پولیٹیکل کارروائیاں بالعموم خود غرضی یا کسی فوری حرص و طمع پر مبنی ہوتی ہیں چنانچہ یہہ عام مقولہ ہے کہ یونان میں جو فریق برسر حکومت ہوتا ہے وہ سلطنت کے تمام اخراجات کا بوجھ فریق مخالف کے سر پر ڈالدیتا ہے اور کل محاصل اور ٹیکس اوسی کی جیبوں سے

[1] یونان کے خطبائے سلف میں یہہ شخص سب سے مشہور فصیح اور خطیب گذرا ہے۔ وہ ایک متمول زرہ ساز کا بیٹا تھا۔ اور چھوٹی عمر میں ہی یتیم ہوگیا تھا۔ اُسنے فصاحت میں اعلے کمال حاصل کرنے اور فن خطابت میں کمال دستگاہ پیدا کرنے کے لیئے جو محنت ہائے شاقہ کیں۔ وہ اب تک بطور ضرب المثل مشہور ہیں۔ اُسنے تلاطم کے وقت جبکہ سمندر کی موجیں رعد وار گرج رہی ہوتیں کنارہ ساحل پر جا کر اپنی آواز کو بڑھایا۔ اور آئینہ سامنے رکھکر اپنے انداز اور وضع اقامت کو درست کیا۔ اوسے ایک کندھے کو جنبش دیتے رہنے کی عادت بچپن سے پڑگئی تھی جسکو دور کرنے کیلیئے یہہ تدبیر کی کہ ایک تیز دھار کی تلوار کندھے کے بالکل متصل جہاں کھڑا ہوتا رکھدیتا کہ کندھا اٹھتے وقت اُس سے مضروب ہو جائے۔ وہ فیلقوس اور اسکندر کا ہمعصر تھا اسکندر نے اُسے کئی مرتبہ اہالی اتھنز سے طلب کیا۔ مگر انہوں نے اسے منظور نکیا۔ اسکندر کے جانشین انٹی پاٹر نے بھی اہالی اتھنز کو شکست دینے کے بعد یہی مطالبہ کیا جسپر وہ مع رفقا قصبہ کالوریا کے مندر کو بھاگ گیا اور وہاں زہر سے خودکشی کرلی۔ ۳۸۵ قبل مسیح میں پیدا ہوا اور ۳۲۲ قبل مسیح میں فوت ہوا۔

نکالتا ہے۔ ایسی صورت میں موجودہ بادشاہ یونان[1] کے عہد حکومت میں ہی وزارتوں کا پچاس ہونا یا دو مرتبہ بدلنا کوئی حیرت انگیز امر نہیں ہوسکتا

ڈینوبی ریاستیں کہ جزیرہ نما بلقان کی اکثر ریاستوں کیطرح یونان کی بھی یہ سخت بدنصیبی ہے۔ کہ ملک میں کوئی مستقل جماعت متمول یا امیر و شریف اعلے طبقہ کے لوگوں کی نہیں ہے۔ کہ ملک کو اون میں سے بیغرض اور محب وطن لیڈر بہم پہونچ سکیں۔ بنا برین ان کل چھوٹی چھوٹی بلقانی ریاستوں اور بادشاہتوں کی اندرونی پالیٹکس اور انتظام کی حالت نہایت ابتر متذبذب اور پست ہے۔ سرویا کی حالت ویسی ہی ابتر ہے جیسی کہ یونان کی۔ بلگیریا کی حالت یونہی کچھہ تھوڑی سی نسبتاً بہتر ہے۔ کیونکہ بلغاری یونانیوں اور سرویوں کی نسبت زیادہ مستقل مزاج اور متین ہیں رومانیا کی حالت سب سے اچھی ہے کیونکہ ایک تو وہاں زبردست جماعت امرا موجود ہے اور دوسرے وہاں جرمن خانوادہ کا ایک شاہزادہ حکمران ہے۔ جسنے وہاں بھی جرمن انتظام و سلیقہ اور استقامت کا اثر ڈالدیا ہے یہ مسئلہ ابھی زیر بحث ہے اور اسپر قطعی فیصلہ نہیں ہوا کہ آیا ڈینوب کی جنوب میں ان چھوٹی چھوٹی آزاد یا نیم آزاد ریاستوں کا قایم کیا جانا خود ان ریاستوں اور عالم بنی نوع انسان کے حق میں مفید ہونے کی بجائے الٹا نقصان بخش تو ثابت نہیں ہوا۔ تاہم یہ متفق علیہ امر ہے کہ اس ملک کی اس جماعت کو جو ہمدردی اخوت مذہبی اور رقت قلبی کی بڑی شیدا و مفتون یا مدعی ہے۔ اور جسنے ان ریاستوں کے قایم ہونے پر محض اسلیئے کہ وہ مسیحی کہلانے کی دعویدار تھیں۔ بڑا زور دیا تھا شروع شروع میں ان ریاستوں کے متعلق جو لمبی چوڑی اور شاندار امیدیں تھیں وہ باطل اور موہوم ثابت ہوئی ہیں۔ سوا چند مستثنیات کے عام یونانی سرویا یا بلغاری نام کے سوا اور کسی بات میں عیسائی نہیں اندرونی شورشوں اور انقلابات کے علاوہ ان ریاستوں کے وزرا اور سیاسیون ایسے بد اصول خاین و مرتشی ہیں۔ اور دیگر اقوام پر جو انکی حدود کے اندر آباد ہیں۔ یہ ریاستیں ایسا صریح اور ایسا ظلم و ستم کرتی ہیں کہ دنیا کے امن کے حق میں وہ شیطان صفت پولٹیکل خرمن سوز دن سے کم نہیں وہ ہمیشہ مزید علاقہ اور ایسی اقوام اور ایسے اغراض و مقاصد کو غصب کرنے کے مزید موقعوں کی تلاش و تمنا میں رہتی ہیں۔ جنسے انہیں کسیطرح کا تعلق و واسطہ نہیں۔ یونان کے ٹرکی پر حملہ آور ہونے کی بڑی وجہات بھی یہی طمع ملک و تمنائے تاخت و تاراج تھیں۔ اگر یہ سوال اسموقعہ پر کیا جائے کہ کیا ٹرکی حکومت یونانی حکومت سے بہتر نہیں تو نامناسب نہوگا۔ میری رائے میں اگر تھسلی کے عیسائی مسلمان دونو مذاہب کے باشندوں سے رائے لیجائے اور انکو اسطرف سے اطمینان ہو کہ آزادی اور سچائی سے اپنا دلی منشا ظاہر کردینے کا نتیجہ انکے حق میں مضر نہ ہوگا۔ اور نہ انپر کسیطرح کا دباؤ یا رعب ڈالا جائے تو باغلب وجوہ بیجا یہی (حصہ کثیر) یونانی گورنمنٹ پر سلطانی حکومت کو ترجیح دیکر اوسکے حق میں رائے دی۔ اور یہ تو یقینی امر ہے کہ غیر یونانی (عیسائی ہوں یا مسلم) بلا اختلاف صد سے ترتا سر ٹرکی حکومت کو ترجیح دیتے اور پسند کرتے ہیں۔

عیسائیوں اور مسلمانوں میں مقابلہ کہ جو ناواقف و بیخبر لوگ ٹرکی سلطنت کی قطع و برید اور نام نہاد عیسائی ریاستوں کے قیام پر بیحد مسرور و مبتہج ہو کر بغلیں بجا رہے ہیں۔ وہ اس امر کو قطعاً نظر انداز کر رہے ہیں کہ اس قیام کا بطور قاعدہ کلیہ پہلا نتیجہ ہمیشہ یہ ہوتا رہا ہے کہ دیگر مذاہب و اقوام نہایت ہی ظالمانہ جبر و تعدی اور تیغ ستم کے آماجگاہ اور تختہ مشق بنجاتے رہے ہیں۔ بلکہ اکثر صورتوں میں تو یہ قیام قلع قمع و بیخکنی کا باعث ہوا ہے۔ کیا اونکو بلگیریا کے مسلمانوں کی رقت انگیز حالات فراموش ہوگئی ہیں۔ اور کیا اونکو یاد نہیں رہ گیا کہ روسی حملہ کے بعد بلغاری عیسائیوں کے کس بیدردی سے بلگیریا اور مشرقی رومیلیا کے کمال امن پسند اور بے پناہ مسلمانوں کی تین چوتھائی حصہ کو گھروں سے بیدخل اور

[1] شاہ جارج جو شاہ ڈنمارک کا دوسرا لڑکا ہے سنہ ۱۸۶۳ء میں اوتھو اول کی معزولی پر یونان کا بادشاہ ہوا۔

اور تقریباً ایک نصف کو ہلاک و شہید کر دیا۔ اس پُر آشوب زمانہ میں دس لاکھ سی زیادہ بیگناہ مسلمان جنمیں زیادہ تر عورتیں اور بچے تھے ہلاک ہوئے۔

بُلغاریوں نے اسی پر اکتفا نکیا۔ وہ یونانیوں کو ساتھ ترکوں سی بھی زیادہ بغض و عناد رکھتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے یونانی آبادی کے حصہ کثیر کو دن رات ستاتے رہ کر اپنے ملک سے خارج کر دیا۔ یہہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں کہ مقدونیہ کے بلغاری اور یونانی ترکوں کے لئے مخالف نہیں جتنے کہ وہ آپسمیں ایکدوسرے کے دشمن ہیں۔ یہہ دشمنی اس درجہ تک بڑھی ہوئی ہے کہ اگر کبھی ترک مقدونیہ سے بیدخل ہو جائیں تو بلغاریوں یونانیوں۔ اور ولیشیوں میں ایسی سخت خانہ جنگی شروع ہو جائے کہ جبتک کل اوسمیں تباہ و معدوم نہو جائیں وہ کبھی ختم نہو۔ سربوں نے اپنے آزاد ہونے کی یہہ خوشی منائی تھی کہ بلگریڈ کے تمام مسلمان باشندوں اور کل ترکی فوج مقیم قلعہ کو کمال وحشیانہ طریق سے ذبح کر دیا تھا۔

کیا اس سے کوئی فرد بشر انکار کرسکتا ہے کہ مسلمانوں کو بھی اپنے گھروں میں رہنے پھلنے پھولنے۔ اپنی اراضیات پر قابض رہنے اور اپنی فصلیں کاشت کرنیکا ویسا ہی حق حاصل ہے جیسا کہ اونکے "عیسائی" ہمسایوں کو۔ وہ ان نام نہاد اور بدنام کنندگان مسیحیت عیسائیوں کے حصہ کثیر سے جو مسلمانوں سے فائق ہونے کے لئے لمبی چوڑی شیخیاں بگھارتے رہتے ہیں۔ اور جنکی ہمارے ملک کے بیخبر و ناداں مداح اندھا دھند تعریفیں کرتے رہتے ہیں اور اونکو فرشتوں کے ہم پلہ بتاتے ہیں بدرجہا زیادہ صبور، سلامت رو، متدین، بہادر، جفاکش، متحمل اور محنتی ہیں۔ میں نہیں سمجھہ سکتا کہ بے عیسائی کو اچھے مسلمان سے کیوں انگریزی حمایت کا زیادہ مستحق اور سزاوار سمجھا جاتا ہے۔ یہہ درست ہے کہ ہم سب کا یہہ دلی اعتقاد ہے کہ صرف مسیحی مذہب ہی ایسا ہے جو کل عالمی ہونے کی قابلیت رکھتا ہے اور کل دوسرے مذاہب سے بڑھ کر بنی نوع انسان کو اخلاق و فلاح کی اعلے و ارفع سطح پر پہونچانے کے قابل ہے مگر ایسا نتیجہ مترتب ہونے کے لیئے سچی اور زندگی بخش مسیحیت درکار ہے۔ نہ کہ مذہب مذکور کا محض نمائشی اور رواجی اعتقاد و اظہار جسکے ساتھ اعتقاد کی صداقت و حقیقت کے ثبوت و اظہار کیلئے کوئی افعال و اعمال موجود نہوں۔ درانحالیکہ ترک ایشیاء کوچک کے دیہات و قصبات میں جابجا بچشم خود ۱۸۹۵ء کی خوفناک روسی جہاد کے خانمان برباد شدگان اور ستم رسیدوں کو دیکھہ رہے ہوں تو کیا اونکی انگریزی عیسائیوں کی منافقت اور متباین عمل کو جنہوں نے ۱۸۹۵ء کے مظالم آرمینا کے برخلاف* جو ابھی صرف بیس برس ہوئے عیسائی رومیوں نے بیزبان اور بے بناہ بیگناہ و معصوم مسلمانوں پر توڑے تھے خفیف سی آواز بلند نہ کی تھی سخت حقارت کے ساتھ دیکھنے پر کیسطرح کا تعجب ہو سکتا ہے؟

بنی نوع انسان کو ان چھوٹی چھوٹی "عیسائی" ریاستوں کے قائم کرنے سے جو فائدہ پہونچا ہے اوسکا اندازہ کرتے وقت منصف مزاج شخص کا یہ ان مظالم و تباہی و بربادی کو بھی مدنظر رکھہ لینا واجب ہے۔ جو امن دوست اور بیگناہ مسلمان آبادی پر وارد ہوئی تھیں۔ کریٹ کے واقعات نے بائبلہ ظاہر کر دیا ہے کہ دست بالا حاصل ہونے پر کریٹی عیسائی اپنے مسلمان ہمسایوں سے کیسا سلوک کرتے ہیں۔ آرمینیوں کو اگر دست بالا حاصل ہو جائے تو جو کچھہ گزرے گی اوسکا اندازہ اور کیفیت بمقام زیتون[1] ترکی اسیروں کے ارمنی عیسائیوں کے ہاتھ سے بیدریغ ظالمانہ قتل عام۔ اور انہی سازشیوں کو قسطنطنیہ میں اندھا دھند بم کے گولے پھینکنے سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ مسیحی دول عظام میں سب سے زیادہ مسیحیت کا دعویٰ رکھنے والی سلطنت عیسائیت کو جیسا

[1] ایشیاء کوچک کا ایک مقام۔ جہاں ارمنی باغی کئی ہزار کی تعداد میں قلعہ بند ہو کر افواج قاہرہ کا مقابلہ کرتے رہتے تھے۔ مگر آخر مارشل ادہم پاشا نے درشتی و نرمی دونوں سے کام لیکر اس فساد کو فرو کر دیا۔ اسکے مفصل حالات بست سالہ عہد حکومت کے ایک ضمیمہ میں درج ہیں اسی ضمیمہ میں قسطنطنیہ کے فسادوں کے بھی حالات مندرج ہیں۔

* تو اوسے ہم برپا کر رہا ہے۔ مگر اوسنے بدرجہا زیادہ سخت مظالم پر۔

بدنام کرسکتی ہے۔ وہ گودکو۔ سکوبیلاف۔ کافمین[۵] اور دیگر روسی سپہ سالاروں کی سیہ کاریوں اور مسلمانوں کو بلاتمیز عمر و جنس یکقلم تہ تیغ کر دینے سے واضح ہو رہا ہے۔ میں نے یہ واقعات اسلیئے بیان کیئے ہیں کہ مشرق میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی موجودگی کی مثال کو واضح کروں اور نیز اسلیئے کہ ترک اپنی جمیع عیوب کی باوصف اپنے عیسائی معترضین اور نکتہ چینیوں کی ناانصافی اور دورخی و منافقیت پر حیران و ششدر ہونے کیلئے کافی وجوہات رکھتے ہیں۔

مرد بیمار کا ورثہ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ستمبر ۱۸۹۵ع سے لیکر اپریل ۱۸۹۷ع کی ترکی فتوحات کے وقت تک یہ خیال عالمگیر ہو رہا تھا کہ سلطنت کے شیرازہ کے اکھڑنیکا وقت قریب پہونچ گیا ہے۔ مرد بیمار اب آخری دم توڑ رہا ہے۔ اور عنقریب عثمانیوں کا ترکہ اونکے طامع رقیبوں اور رعایا کے مابین تقسیم ہونیوالا ہے۔ انگلستان میں ترکوں کے برخلاف عام جوش اور تحریک[۲] پھیل جاتی۔ انگریزی گورنمنٹ کی مخالفانہ پالیسی اور اون تہدید و انذارات سے جو لارڈ سالسبری نے پولیٹیکل پیغمبر اور نذیر بنکر عام مجالس میں سلطان المعظم اور اوسکی گورنمنٹ کو کی تھیں اس خیال کو بہت تقویت پہونچ گئی تھی۔ اور یونانیوں نے جنہیں ۱۸۷۷ع کی محاربہ میں ہاتھ پاؤں نہ ہلانے اور ایک گونہ خاموش بیٹھنے کا ابتک تاسف تھا اس مرتبہ توقف و درنگ سے اپنا موقع ضایع نہ جانے دینے کا عزم بالجزم کرلیا اکثر اہل الرائے کا خیال ہے کہ روس نے در پردہ یونان کو ترغیب دی تھی۔ دونو ممالک کے شاہی خاندانوں کی قرابت باہمی اور گہری تعلقات سے اس خیال کی کسیقدر تائید بھی ہو رہی تھی۔ انکے برعکس بعض ایسے لوگ بھی ہیں جنکی رائے میں یہ نہایت گہری بلکہ ابلیسانہ چال چلا اوسنے ترکوں اور یونانیوں کو اسلیئے آپسمیں ٹکرا دیا کہ جزیرہ نمائے بلقان کے مخالف روس دونو عناصر ایکدوسرے کے ساتھ لڑ بھڑکر کمزور و ضعیف ہو جائیں۔ میں نے یونانیوں میں روس اور روس کے اقتدار کیطرف سے شک و اشتباہ اور نفرت کو عالمگیر پایا۔ انکا یہ عام قول تھا کہ اگر روسی ترغیب نہ ہوتی تو ہم کبھی جنگ کرتے۔ لیکن جنگ کے وقت سے روسی گورنمنٹ نے جو وضع اور پالیسی اختیار کر رکھی ہے اس سے اس خیال کی مشکل ہی سے[۳] تصدیق یا تائید ہوسکتی ہے۔ مگر ساتھ ہی مجھے یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کہ روسی پالیسی ایسی گہری اور پیچیدار ہے کہ ظاہری علامتوں سے نتایج نکالنا یا اسکی تہ کو

---

[۱] تباہ و برباد کئے۔ ترکستان سے مسئلہ آرمینیا کی شروع اور وسط میں انگلستان کی گورنمنٹ اور عام اہل الرائے نے جو کارروائی کی تھی اوسکا مفصل ذکر معروضہ مظالم آرمینیا واقعات روم اور بست سالہ عہد حکومت میں کرکے اس غلط پالیسی کی نامناسبت اور مضرت بالوضاحت بیان ہو چکی ہے میری آراء کی تائید اب مسٹر ایشمیڈ بارٹلٹ کی اس تازہ تصنیف سے ہو رہی ہے۔ بلکہ ایک اور منصف مزاج بلند مقدرت انگریز نے بھی ارمنیوں کی نمکحرامی و ابلیسانہ غداری اور انکے حامیوں کی نامناسب کارروائیوں کی کئی مہینے آرمینیا میں سیاحت کرکے چشم دید واقعات اور حالات کی بنا پر اچھی طرح سے قلعی کھولی ہے۔ اس شریف النفس انگریز کے رسالہ کا ترجمہ بھی عنقریب شایع کیا جائیگا۔ ستمبر ۱۸۹۶ع کے بعد کے وہ واقعات جو اس کتاب میں درج نہیں ہیں یا جنکی طرف مختصر سا اشارہ کر دیا گیا ہے مع ایسے واقعات کے جو بالواسطہ طور پر سلطنت عثمانیہ اور خلافت عظمے سے تعلق رکھتے ہیں بطور ضمیمہ آخری حصہ کے ساتھ شامل کر دیئے گئے ہیں (مترجم و مولف) [۲] محاربہ کے ختم ہونے سے تقریباً ایک سال بعد زار کا پرنس جارج کو کریٹ کی گورنری کیلیئے پیش کرنا اور پھر آخر ۱۸۹۸ع کی آخری سہ ماہی میں اس کو اس عہدہ پر مقرر کرا دینا ایسے امر ہیں کہ انسے ضرور روس کی نیک نیتی پر شبہ پیدا ہو سکتا ہے اور خواہ مخواہ یہ خیال گذر جاتا ہے کہ شروع میں بھی اسکی نیت بخیر نہ تھی مگر یونانیوں کی لڑائی کا حوصلہ دلانے میں انگلستان کی پبلک نے بھی کچھ کم حصہ نہ لیا تھا جیسا کہ لارڈ سالسبری نے ایک موقعہ پر صاف کہدیا تھا کہ محاربہ روم و یونان کی خونریزی کی مسئولیت اون انگریز ممبران پارلیمنٹ کے سر ہے جنہوں نے شاہ یونان کو اپنی رفاقت اور ہمدردی کا بذریعہ تار یقین دلایا تھا۔ [۳] ۱۸۹۷ع کے اخیر میں مسٹر ہوشیر مالک و ایڈیٹر اخبار سٹی پریس نے ایک عجیب حیرت انگیز وجہ اس محاربہ کی ظاہر کی تھی۔ اوسکی روایت کے مطابق شاہ یونان کو ایک لڑکے کی ایک روسی شہزادی کے ساتھ شادی ہونیکے متعلق دو ملکوں کا قرار

---

[۵] انکا نام حکمتہ الحق ہے۔

پہونچ سکنا محال ہے۔

روسی پالیسی اور کارروائی کی نسبت میری رائے حسب ذیل ہے اسکی تائید اکثر واقعات سے جو صفحات آیندہ میں درج ہیں ہو رہی ہے۔

ارمنی سازش ۱۸۹۲ء میں جب مسٹر گلیڈسٹون پھر وزیر اعظم ہوا تو روس نے سلطنت عثمانیہ پر آخری حملہ کرنے کے لیے معاملات موجود الوقت اور صورت حال کو نہایت مناسب تصور کیا۔ ایسے حملہ کی کامیابی کیلئے خواہ وہ کسی زمانہ میں کیا جائے انگلستان اور ٹرکی میں کامل بگاڑ ہونا مقدم اور لازمی شرط ہے۔ روس کو ۱۸۵۴ء کی مہیب اور گراں خرچ غلطی اور ۱۸۷۸ء میں بمقام برلن لارڈ بیکنسفیلڈ کو جو کامیابی ہوئی تھی۔ وہ اچھی طرح سے یاد ہے اور اُسکے لیے ایسی عبرت ہوگئی ہے کہ وہ ٹرکی پر کسی ایسے وقت کبھی حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جبکہ انگلستان کا ٹرکی کی حمایت میں کھڑا ہوجانا امکان میں داخل ہو۔

بنابریں پہلے انگلستان اور ٹرکی میں بگاڑ پیدا کرنے کی تدبیر اختیار کیگئی۔ اور اس مدعا کے حصول کیلیے ارمنوں سے عالمگیر بغاوت کرانے کی غرض سے روس میں روسی روپیہ کی امداد سے انقلابی سازشی کمیٹی کی بنا قایم کیگئی۔ روس نے یہ کارروائی ایسی بیباکی سے شروع کی کہ روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ تک بھی اس سازش کی سرپرستی کرتا رہا۔ اس وحشیانہ اور ابلیسانہ سازش کے مقاصد و مدعا سازش مذکور کے عملی اظہار سے کچھہ عرصہ پہلے دنیا پر ظاہر ہوگئے تھے۔ مشہور امریکن مشنری ڈاکٹر ہیملن نے ۱۸۹۳ء میں اُسکے متعلق حسب ذیل تحریر کیا۔ "ایک ارمنی انقلاب پسند جماعت مشنری کام اور سلطنت عثمانیہ کے بعض حصوں کی کل مسیحی آبادی کو سخت نقصان اور تکلیف پہونچانیکا باعث ہو رہی ہے۔ یہ ایک خفیہ انجمن ہے۔ اور انتظام اور کارروائی ایسی کامل عیاری باقاعدہ و باضابطہ سے انجام دیا جاتا ہے کہ ویسی عیاری صرف بلاد مشرق ہی کا حصہ ہے۔ اہالی مغرب میں اسکا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔ ایک نہایت سمجھدار اور ذہین ارمنی جنٹلمین نے مجھے یقین دلایا کہ یہ ہنچاکسٹ (انقلاب پسند سازشی) گروہ جو کل سلطنت میں باقاعدہ پھیلے ہوئے ہیں ترکوں اور کردوں کو قتل کرنے اور انکے دیہات کو پھونکدینے کے لیے مناسب موقعوں کی تاک میں رہینگے اور موقعہ ملنے پر ان کاموں سے فارغ ہوتے ہی پہاڑوں کو بھاگ جائینگے۔ اس کارروائی سے غضب آلود ہوکر مسلمان بھی بدلہ لینے پر اٹھہ کھڑے ہونگے اور بے پناہ ارمنی باشندوں پر حملہ آور ہوکر انکو ایسی بیرحمی سے قتل و تہ تیغ کردینگے کہ روس انسانی ہمدردی اور مسیحی تہذیب کی آڑ میں ملک میں داخل ہوکر اوسپر قابض ہو جائیگا۔"

"میں نے اس ہنچاکسٹ انقلابی جماعت کے شیطانی ارادوں اور حرکات میں سے صرف چند ایک کا نہایت ہی نرم پیرایہ میں اظہار کیا ہے۔ اسکی بنا روسی ہے۔ اور روسی زر اور روسی عیاری ہی اوسکی روح و روان ہے۔ یہ انجمن ایسی ابلیسانہ ہے کہ تمام مشنریوں کو امریکن ہوں یا دیگر ممالک کے اسکی نہایت زور سے مخالفت کرنی واجب ہے۔ یہ سازش ہر ایک اتواری مدرسہ میں داخل ہونے اور معصوموں اور جاہلوں کو دام فریب میں لا کر اس شیطانی انجمن کے معاون و مددگار بنانیکی کوشش کر رہی ہے۔ پس ہمکو اس امر کی احتیاط رکھنا سخت لازمی ہے کہ ارمنوں کی دوستی اور اعانت کرتے وقت ہم سے کوئی امر ایسا نہ سرزد ہونے پائے۔ جس سے کسی طرح بھی یہ نتیجہ نکل سکتا یا یہ قیاس ہو سکتا ہو

خاندانوں میں کشمکش پیدا ہوگئی تھی۔ اس کشمکش کو ٹالنے کی غرض سے ایک طرف تو شاہ یونان نے روسی گورنمنٹ کی نصیحت نا کر ترکوں سے لڑائی شروع کردی اور دوسری طرف اسکی کی وجہ سے ہزاروں یونانیوں کی جانیں گئیں۔ مگر اس روایت کی کسی اور ذریعہ سے تصدیق نہیں ہوئی۔ ۱؎ ڈاکٹر مذکور کے بیانات واقعات روم میں مفصل درج ہیں۔

کہ ہم اس تحریک کو جیسے بنظر کراہیت دیکھنا ہم سب پر فرض ہو پسند کرتے ہیں"۔ اسی کے متعلق ہشر ایجنسی کے ایک نہایت ذکی الفہم اور قابل نامہ نگار نے ایشیائے کوچک کے ارمنی اضلاع کی سیاحت کے بعد مارچ ۱۸۹۴ء میں حسب ذیل تحریر کیا "ارمنی فتنہ انگیزوں نے یہ تجویز کر رکھی ہے کہ خود ابتدا کر کے مسلمانوں پر ایسے مظالم توڑے جائیں کہ وہ انسے سخت برافروختہ اور مشتعل ہو کر عیسائیوں پر بجواب ترکی بہ ترکی ایسا ظلم و ستم اور ایسی خونریزی اور بیحرمتی کریں کہ کل عیسائی دنیا غضب آلودہ ہو کر اپنے ہم مذہبوں کی حمایت میں کھڑی ہو جائے۔ ارمنی مرد چونکہ عموماً بھاگ گئے ہونگے مسلمانوں کا غصہ زیادہ تر بے پناہ عورتوں اور بچوں پر ہی نکلیگا۔ فتنہ انگیزوں کو سمجھنے جانتے ہیں کہ ایسا ہی ظہور میں آئیگا۔ اور یہ مسلم امر ہے کہ وہ اسی بات کو اپنی کامیابی کا زبردست عنصر اور موجب خیال کرتے ہیں۔" اس نامہ نگار نے یہ حیرت انگیز پیشینگوئی کی تھی کہ "فتنہ انگیزوں کیطرف سے بڑا حملہ خود قسطنطنیہ کے شہر میں کیا جائیگا۔ اور کہ لڑائی کا اصل صدمہ شہر مذکور کے ادنی باشندے اٹھائینگے" یہ پیشینگوئیاں جو مارچ ۱۸۹۴ء میں لکھی گئی تھیں۔ جولائی و اگست ۱۸۹۴ء میں بمقام ساسون اور ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو بمقام قسطنطنیہ بحرف پوری اتریں۔ ترکی ارمنیوں کی بغاوت کرنے یا خونریزی ہونے سے بہت عرصہ پہلے یہ دونو پیشگوئیاں کیگئی تھیں۔ بغاوت ساسون جولائی ۱۸۹۴ء میں جاکر شروع ہوئی تھی۔

تشہیر مظالم کی صنعت

بغاوت ساسون کو فرو ہوئے تھوڑا ہی عرصہ بعد جسمیں بہت تھوڑے یعنے صرف ۲۶۲ ارمنی ضایع ہوئے۔ تمام مغربی یورپ اور امریکہ مگر زیادہ تر انگریزی اخبارات میں نہایت ہی خوفناک اور ناقابل فہم مبالغہ سے مظالم کمال مکروہ پیرایہ میں برپا ہو گیا۔ اخباروں کو مظالم کی بڑی مانگ اور فوقیت ہے عام مذاق زیادہ تر اسیکا متلاشی رہتا ہے جس امر سے موجودہ تہذیب کی ایک سخت کمزوری ہویدا ہو رہی ہے۔ اکثر اچھے یا بظاہر اچھے آدمیوں کو مظالم کے تفصیلی حالات کی ویسی ہی طلب رہتی ہے جیسی کہ برے آدمیوں کو برے کاموں کی عملاً گزرنیکی۔ اور یہ دونو خواہشیں انسانی دل و دماغ کی کجی یا بیماری کو ظاہر کرتی ہیں۔ مگر دسمبر ۱۸۹۴ء اور اکتوبر ۱۸۹۵ء کے درمیانی عرصہ میں کسی نمایاں حد تک کوئی حقیقی مظالم وقوع میں آئے تھے۔ مبالغہ مظالم کی حیرت انگیز وسعت اور نشوونما کا باعث کبھی صرف وہ تردد اور کوشش نہیں ہو سکتی جو اخبار نویس عام ناظرین کی غیر صحیح اور نامناسب مذاق و طلب کو پورا کرنے کیلئے کرتے ہیں۔ یہ وسعت اور نشوونما نہایت احتیاط سے تیار اور کمال غور و پرداخت سے مرتب کئے گئے انتظام تشہیر اور سازش کا نتیجہ تھی۔ جسکے بعض کارکن تو نیکنیت تھے اور اکثر ارمنی سازشیوں کے مکر و فریب کے معصوم مگر خواہان اور مددگار تھے۔ مظالم کے متعلق تمام داستانیں اور اکثر ٹیلیگرام درحقیقت ایک ہی انتظام اور ایک ہی مقام اور ایک ہی انجمن بعنوان ہنچیار ارمنی سازشیوں کی جماعت کیطرف سے جنکا حصہ کثیر روسی سرحد کے اندر کارونکان اور ٹفلس کے درمیان مقیم تھا صادر ہوئے تھے۔ ان سازشیوں میں سے چند ترکی قلمرو میں خود ارض روم کے اندر یا قرب و جوار میں تھے۔ انگلستان میں یہ مظالمی تحریک ایسا زور پکڑ گئی کہ اسنے تقریباً اسلام کے برخلاف عام جہاد کی صورت اختیار کر لی۔

اسوقت بھی تشہیر وغیرہ کیلئے تقریباً وہی انتظام کیا گیا جو ۱۸۷۶ء کے مظالم بلغاریہ کے متعلق روس نے کیا تھا۔ اور اس تشہیر کا مدعا بھی یہی تھا۔ یعنے انگلستان کی پبلک کو ترکی سے برگشتہ خاطر کر دیا جائے۔ تاکہ سلطنت عثمانیہ کی حیات و موت بالکل روس کے رحم پر منحصر رہجائے۔ ۱۸۹۵ء میں روسی پالیسی کا ناخدا ایک نہایت ہی قابل اور مستقل مزاج مدبر پرنس لوبانوف تھا۔ جسکی شب و روز یہی خواہش اور کوشش تھی کہ روس کی قدیمی اور کبھی نہ ٹلنے والی مقصود و مدعا کو حاصل کیا جائے۔ یہ وہ مدعا سب جانتے ہیں یہ ہے کہ قسطنطنیہ اور سلطنت عثمانیہ پر تصرف و قبضہ کیا جائے۔ پرنس لوبانوف

اپنے مدعا کے حصول کیلئے جائز یا ناجائز وسائل اور ذرایع کی کچھہ پروا نہ کرتا تھا۔ وہ خالص روسی تھا۔ اور قومی خواص اُسمیں بدرجہ کمال موجود تھے وہ محب وطن بلند عزم۔ بلند پرواز اور جایز ناجائز کی پروا نکرکے جسطرح بن پڑے اپنے مدعا کی تکمیل کا عزم بالجزم رکھنے والا آدمی تھا۔ دو باتوں میں سے ایک نہ ایک ہمیشہ روس کے مدنظر رہتی ہے۔ انمیں سے ایک یہہ ہے کہ سلطنت عثمانیہ کو ایسے طریق سے کامل برباد و معدوم کیا جائے کہ قسطنطنیہ کا شکار عظیم اُسے مل سکے۔ دوسری یہہ ہے کہ ٹرکی کو ایسی حالت میں کردیا جائے کہ وہ روس کی پوری پوری دست نگر ہو جائے۔ اور خواہ تخت عثمانیہ قایم رہے۔ سلطان درصل زار کے محکوم و باجگذار سے بڑھکر نہ ہو۔ کبھی روس پہلے مدعا کے درپے رہتا ہے۔ اور کبھی دوسرے کے۔ دونوں سے اوسکی غرض یکساں حاصل ہوسکتی ہے۔ روسی چانسلر (وزیر خارجیہ) نے اپنی عمر کے آخری بارہ مہینوں میں چند وجوہات و اسباب اور بالخصوص جرمن قیصر کے فعل کی وجہ سے دوسری روش کو ترجیح دینا مناسب تصور کیا۔ یہہ مدبر ایسی بے نظیر قابلیت سے اپنی چال چلا۔ کہ روسی روپیہ اور تحریک سے برپا شدہ متذکرہ صدر محاربہ مظالم کیوجہ سے جو سنہ ۱۸۹۵ و ۹۶ء میں خوب زوروں پر رہا۔ انگلستان کی عام رائے ٹرکی سے بالکل برگشتہ اور منحرف ہو گئی۔

ٹرکی کی برگشتگی کے اب صرف اس بات کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ کہ سلطان المعظم اور ترکی قوم کو یہہ ذہن نشین کرادیا جائے کہ انگریزی گورنمنٹ بھی ٹرکی کی مخالف ہے۔ اور وہ بھی فی الحقیقت ویسی ہی منحرف اور برگشتہ خاطر ہے۔ جیسی کہ انگلستان کی عام رائے۔ یہہ کام ایم نیلیدوف روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ کے سپرد کیا گیا۔ اور اس تیز فہم اور تجربہ کار سفیر نے اس کام کو کامل کامیابی اور قابل تعریف ہوشیاری کے ساتھ بسر انجام پہونچا دیا۔ انگلستان کی بدقسمتی سے ایم نیلیدوف کو انگریزی سفیر متعینہ بابعالی اپنے مدعا کی تکمیل کیلئے نہایت ہی مفید۔ مگر جو نادانستہ اپنے رقیب کے کام آرہا تھا۔ آلہ ہاتھہ آگیا۔ ڈپلومیسی و سفارتانہ معاملات کی کل تاریخ میں اون کاغذات سے بڑھکر کوئی چیز زیادہ عبرت بخش اور نصیحت دہ نہیں جنمیں یہہ درج ہے کہ ایم نیلیدوف اپنے ہمجلیس اور رفیق ایم کیمبنس فرانسیسی سفیر کی ذہانت اور فرزانگی سے پوری پوری مدد پاتے رہکر کسطرح سرفلپ کری کو ٹرکی کے برخلاف دھمکی اور دباؤ کی خاردار اور خطرناک راستہ پر آگے بڑھائے چلا گیا۔ نومبر سنہ ۹۴ء سے لیکر جبکہ ہمارے سفیر نے بغاوت ساسون کے طریق انطفا کے متعلق تحقیقات کیئے جانیکا مطالبہ کیا۔ جولائی سنہ ۹۵ء تک جبکہ پرنس لوبانف نے انگریزی مداخلت کے رستہ میں علانیہ حایل ہوکر لارڈ سالسبری کو صاف صاف کہدیا کہ ایسی مداخلت روس کے ساتھ اعلان جنگ کرنے کے مرادف ہوگی۔ سرفلپ کری پورا پورا روسی سفیر کے دہوکہ میں رہا۔ اور اس اثنا میں اوسے کبھی ایک لحظہ کیلئے بھی نیلیدوف کی نیک نیتی اور صادقانہ رفاقت پر شبہہ نہوا۔ بلکہ ٹرکی پر دباؤ ڈالنے کیلئے روس فرانس اور انگلستان کے اتحاد کا علانیہ و درپردہ دونو طرح لمبا چوڑا اظہار کیا جاتا رہا۔ اور سرفلپ کری نے کل ذمہ داری اپنے سر لیکر ایشیائے کوچک کیلئے اصلاحات کا ایک ناممکن العمل۔ گران خرچ اور سخت اشتعال دہ مسودہ پیش کردیا۔ دونو انگریزی* گورنمنٹوں کو یہہ یقین کرلینے دیا گیا تھا۔ کہ وہ سلطان پر دباؤ ڈالنے کیلیے روسی شراکت پر بھروسہ کرسکتے ہیں۔

سلطنت عثمانیہ کے موروثی دشمن روس اور اوسکے غلام حلقہ بگوش فرانس کے ساتھ ملکر انگلستان کے اسطرح کروفر کے ساتھ ٹرکی پر دباؤ ڈالنے سے طبعی طور پر سلطان المعظم کی مسلمان رعایا پر نہایت ہی بُرا اثر پڑا۔ سرفلپ کری کے مسودہ اصلاحات سے جسکی منظوری پر کثیر التعداد اور غالب اکثر مسلمان قلیل التعداد عیسائی آبادی کے ماتحت اور دست نگر ہوجاتے۔ مسلمانوں میں عام ناراضگی پھیلگئی تھی۔ اور اس نارضگی اور

* یعنی لبرل گورنمنٹ اور اسکی جانشین یونینسٹ گورنمنٹ جو سنہ ۱۸۹۵ء کے وسط میں عنان حکومت پر متصرف ہوئی۔ مترجم

غیظ و غضب نے اکتوبر، نومبر اور دسمبر ۱۸۹۵ء کی افعال قبیحہ کیلیے راستہ صاف کر دیا۔ عین اوسوقت جبکہ اتحاد خوب زوروں پر تھا۔ اور یورپین بیڑے ترکی کی خاتمہ کی قریب ڈارڈنیلز میں عنقریب داخل ہونیکا تہیہ کر رہے تھے۔ روسی چانسلر نے اپنا مشہور اعلان صادر کر دیا۔ کہ دول متحدہ کی بیڑے بحیرہ مارمورا میں داخل نہیں ہو سکتی۔ جس اعلان سے انگریزی گورنمنٹ حیران و ششدر رہ گئی۔ بلکہ اپنے دل میں غیظ و رنجیدہ بھی از حد ہوئی۔

روسی پالیسی} کئی ناظرین سوال کرینگے کہ روسی چانسلر اوسوقت کیوں یکبارگی ٹرکی کو اپنے پروں کے نیچے لیکر سلطنت عثمانیہ کی قطع برید میں بظاہر حائل ہوگیا۔ اسکے دو جواب ہیں۔ ایک یہہ کہ روس کی ہمیشہ سے یہہ کوشش اور پالیسی رہی ہے۔ کہ ٹرکی میں حقیقی اصلاح و ترقی نہو نے دے اور خرابی و انحطاط کو بڑھاتا رہے تاکہ ایکدن ٹرکی اندرونی کمزوری ہی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اور سلطنت عثمانیہ خوب پختہ ناسپاتی کیطرح خود بخود روس کی ہاتھوں میں گر پڑے۔ دوم یہہ کہ روس کبھی نہیں چاہتا کہ دیگر یورپین طاقتیں اور خاصکر انگلستان قریب المرگ ٹرکی کے منقطع اجزاء و اعضا کی قسمت کی عملی و قطعی تصفیہ میں کوئی عملی حصہ لے۔ اگر انگریزی بیڑہ قسطنطنیہ میں موجود ہو تو اس سے انگلستان آیندہ کے فیصلہ میں غالبانہ نہی خاصی مقتدر رائے رکھنے کے قابل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ روس انگریزی بیڑہ کو قسطنطنیہ سے دور رکھنے کی تابمقدور کوشش کرتا رہا ہے اور کرتا رہیگا۔ روس تب تک ٹرکی کو معدوم نہیں ہونے دیگا یا کریگا۔ جبتک کہ عنان تصفیہ صرف اوس اکیلے کی ہاتھ میں نہ آ جائے۔ لارڈ سالسبری نے ایم نیلیڈوف کی روباہ بازی اور مکر و فریب کے متعلق اپنی ناراضگی اور آزردگی کو کوئی خفیہ نہیں رکھا۔ بلکہ اسکا صاف صاف اظہار کر دیا تھا۔ مئی گذشتہ میں اس ایلچی نے بمقام قسطنطنیہ باثنائے گفتگو مجھسے بیان کیا کہ وہ لارڈ سالسبری کی شبہات و بدظنی کو ہٹانے اور پھر اسکا حسن ظن حاصل کرنیکی لیے سچے دل سے خواہشمند اور ساعی ہے۔

جرمن پالیسی} ٹرکی کی معاملات میں جرمنی نے گذشتہ تین برسوں میں بہت بڑا اور اہم حصہ لیا ہے۔ انگلستان میں جرمن پالیسی کو بھلا بُرا کہنا اور جرمن قیصر کی ہنسی اڑانا عام فیشن ہو رہا ہے۔ یہہ فیشن احمقانہ بلکہ میری رائے میں صریح نامناسب اور ناجائز ہے۔ کیونکہ ٹرانسوال کے پریسیڈنٹ کروگر کو مہم جیمسن کی ناکامی پر مبارکباد کی ٹیلیگرام کی نامبارک واقعہ کے سوا جسکا خود قیصر سے بڑھکر اب کسیکو تاسف نہیں۔ قیصر کی خارجیہ پالیسی نہایت محتاط، باحزم، وطن پرورانہ اور دنیا کی امن کی قیام کی موید رہی ہے۔ جرمن پالیسی مزید برآں مشرق میں بالواسطہ طور پر انگریزی اغراض کی بھی بہت ممد رہی ہے۔ اگر اس جرمن پالیسی کا اعتدال قایم کرنیوالا اثر موجود نہ ہوتا تو باغلب وجوہ یورپ عرصہ کا جنگ عالمگیر میں مبتلا ہو گیا ہوتا۔ سلطنت عثمانیہ کی تقسیم ہوگئی ہوتی اور ایسی طرح ہوگئی ہوتی جو بحیرہ بین الارض (روم) اور مشرق میں انگلستان کے بحری اور پولیٹیکل اقتدار کے حق میں مہلک نہ سہی۔ سخت خطرناک ضرور ہوتی۔

مشرق میں جرمنی نے جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے اُسکو بخوبی سمجھنے کیلیے متوفی زار کے زمانہ موت کے وقت تک زمانہ گذشتہ کیطرف نظر دوڑانا واجب ہے۔ اوسوقت انگریزی اخبارات کے ایک حصہ نے یکبارگی اور حیرت انگیز پرجوشی کے ساتھ روس کی دوستی اور اتحاد کے فوائد الاپنے شروع کر دئے تھے۔ انہی دنوں پرنس آف ویلز سینٹ پیٹرزبرگ گئے تھے۔ جہاں اُن کی بڑی تپاک سے مہمانداری کی گئی۔ متذکرہ صدر اخبارات نے اِس ملاقات کی معمولی ملاقات کو بڑھا چڑھا کر ایک اہم پولیٹیکل واقعہ قرار دیا۔ اور اوسپر پولیٹیکل ارتباط کا رنگ چڑھا دیا۔ اور یہہ لکھنا شروع کر دیا کہ انگریزی اتحادات کا اب نیا دور شروع ہو گیا ہے۔ روس جرمنی کی جگہہ لیگا۔ اور انگلستان اور روس آپس میں

صلاح و مشورہ کرکے یورپ اور ایشیا کے معاملات کا خود ہی تصفیہ کر دیا کرینگے۔ ان تحریروں اور اس جوش و خروش سے فطری طور پر جرمن والوں کے دلمیں شبہات اور بدظنی پیدا ہوگئی۔ کیونکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ جبتک یورپ دو ایسے مساوی کیمپوں میں منقسم ہے جیسے کہ اسوقت ایکطرف روسی فرانسیسی اتحاد ہے۔ اور دوسریطرف جرمن سلطنتوں کا اتحاد ہے۔ تب تک انگلستان کا اتحاد لازمی طور پر نہایت قیمتی عنصر ہے۔ اور جس فریق کے ساتھ وہ متحد ہو جائیگا اوسی فریق ثانی پر انتہا غلبہ اور فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب اس امر کی کچھہ بھی علامت دکھائی دیتی ہے کہ انگلستان دوسرے فریق کیطرف جھکتا ہے تو جرمنی میں فوراً سخت تشویش اور بےچینی ناشی ہو جاتی ہے۔ سنہ ۱۸۹۴ء میں زار الکسندر ثالث کی مرنے پر انگریزی اخبارات کی طرز تحریر اور وضع سے جرمنی میں محولہ بالا تشویش شروع ہوئی۔ اور جبکہ جرمنی نے دیکھا کہ انگریزی پالیسی علانیہ روس اور فرانس کے ساتھ ملکر قسطنطنیہ میں کام کر رہی ہے۔ تو اوسکی تشویش میں اور اضافہ ہوگیا۔ پریسیڈنٹ کروگر کو جرمن قیصر نے جو تار بھیجا تھا۔ اس نامبارک واقعہ کا کیفیت موجب یہی رنجیدگی تھی۔

مزید براں جرمن گورنمنٹ نے بخوبی محسوس کرلیا کہ ٹرکی کی معدومیت سے یورپ میں موازنہ طاقت بالکل درہم برہم ہو جائیگا۔ براعظم کے امن میں خلل پڑ جائیگا۔ اور جرمن سلطنتوں کی سلامتی معرض خطر میں پڑجائے گی۔ آسٹریا کے فرزانہ اور عقلمند مدبروں کی بھی برسوں سے یہی رائے ہے۔ اسی احساس پر جرمنی گورنمنٹ نے اون سازشوں کو بے اثر کرنے کے لیے جو ٹرکی کی معدومیت یا اوسکی آزادی کو برباد کرکے سلطنت عثمانیہ کو روسی علاقہ تابع بنانے کیواسطے کیجارہی تھیں مستعدی کے ساتھ بالمقابل کارروائی شروع کر دی۔ اس امر کے باور کرنے کے لیے وجہ موجود ہے کہ پرنس لوبانوف[1] کی بیوقت موت پر (جس واقعہ پر مسٹر گلیڈسٹون نے ارمنوں کا بڑا طرفدار ہونے کی وجہ سے بے انتہا مسرت ظاہر کی تھی) خواہان جنگ فریق کو روسی دربار میں غلبہ حاصل ہوگیا۔ اور باسفرس پر روس کا عنقریب حملہ آور ہو جانا یقینی سا ہوگیا۔ روسی صیغہ جنگ کا چند گذشتہ برسوں سے یہ خیال ہو رہا ہے کہ علاقہ تھریس کے شمال مشرقی گوشہ میں یکبارگی فوج کثیر جہازوں سے اوتار کر ڈرکوس پر جہاں سے قسطنطنیہ کو پانی بہم پہونچایا جاتا ہے قبضہ کر لیا جائے۔ اور اون قلعوں پر جو باسفرس کی حفاظت کیلیے موجود ہیں عقب سے دھاوا کیا جائے

اس ارادہ کی اطلاع ملنے پر جرمنی اور آسٹریا نے روس کو متنبہ کر دیا کہ وہ ٹرکی کی معدومیت کی بزور شمشیر مزاحمت کرینگے۔ اس تنبیہ سے خواہان جنگ فریق کی جو نوجوان اور شریف النفس زار کی شریفانہ مخالفت پر غالب آچکا تھا۔ آنکھیں کھل گئیں۔ اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنیکا ارادہ ترک یا ملتوی کر دیا گیا۔ اور اوسوقت سے جرمنی اور روس میں یہ دوڑ شروع ہوگئی۔ کہ عثمانیوں کی فوجی طاقت سے فایدہ اوٹھانے کے لیے ٹرکی گورنمنٹ کو متحد بنانے کی بازی کون سلطنت جیتتی ہے۔

روسی سفیر کی ناکامی

یہ بازی جرمنی نے جیت لی ہے۔ روسی سفیر کی کسی کوتاہی یا ناقابلیت کیوجہ سے نہیں۔ بلکہ محض اسلیے کہ روسی سفیر کے برخلاف بہت سے اسباب جو نہایت زبردست تھے حایل ہوگئے۔ ٹرکی

[1] یہ وزیر ۱۳ اگست ۱۸۹۶ء کو زار اور زارینہ کے ہمراہ روس سے آسٹریا کو جاتا ہوا راستہ میں ٹرین پر دفعتاً فوت ہوگیا۔ زار اور زارینہ اس موقعہ پر کل یورپ کی سیاحت اور فرانس کے ساتھ اپنے تعلقات کی پختگی کو ظاہر کرانے کیلیے اپنے ملک سے روانہ ہوئے تھے۔ اور کئی ماہ کے بعد آسٹریا۔ جرمنی۔ ڈنمارک۔ انگلستان اور فرانس کی سیاحت کرکے واپس گئے تھے۔ کچھہ عرصہ بعد اسی ملاقات کے جواب میں فرانس کا پریسیڈنٹ فاؤر جو فروری ۱۸۹۹ء میں یکبارگی اور ناگہان فوت ہوگیا۔ روس گیا تھا

میں روسیوں کیطرف سے جو بدظنی اور نفرت مستولی ہے وہ عرصہ دراز سے نہیں چلی آتی بلکہ معقول وجوہات پر مبنی ہے۔ روس قدیم الایام سے ترکی کا دشمن ہے اور ایذا دہندہ چلا آتا ہے اور ہمیشہ ترک
ترک کو اسکا علم ہے۔ بچہ بچہ روسی جگر دوز وہ واقعات جنمیں روسی افواج نے ترکی مسلمانوں کی خونریزی اور بیحرمتی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی اور کسی قسم کا وحشیانہ ظلم
وستم ایسا نہ تھا جو اون بیچاروں پر نہ کیا گیا تھا ابتک ترکوں کو بخوبی یاد ہیں۔ ان زبردست اور بالکل معقول و بیجا تعصبات پر ایم نیلیڈوف
کی ایلچیانہ قابلیت اور مدبرانہ فراست گو وہ بہت ہی اعلے درجہ کی ہیں کبھی غالب نہیں آسکتی تھیں مزید برآں یہہ بخوبی معلوم ہے کہ جرمنی
روس کی برعکس ترکی کو نقصان پہونچا کر کوئی اراضی حاصل کرنا اور نہ اسپر پولیٹیکل اقتدار کی بلا واسطہ توفیق کی بھی مطلقاً خواہش نہیں
رکھتی۔ جرمنی کو قسطنطنیہ کے قبضہ کی آرزو ونہ تو بجانب ایشیا کوچک کا کچھ حصہ دبوچ لینے یا آبنائے ڈارڈنیلز و باسفورس پر قبضہ کرلینے کی کوئی
تمنا نہیں ہے۔ جرمنی کی بڑی ہی بڑی خواہش ترکی کا فوجی اتحاد اور چند تجارتی مراعات ہیں اور چونکہ یہہ مراعات ترکی کیلئے بھی ویسی ہی
مفید ہیں جیسی کہ جرمنی کے لئے۔ ترکی اونکو عطا کرنیکے لئے دل و جان سے تیار ہے۔ الغرض ایم نیلیڈوف کو جلد منکشف ہوگیا کہ جرمن اقتدار کو دربار
ہمایون اور باب العالی (سلطان المعظم اور ترکی گورنمنٹ) دونوں جگہہ پر اندازہ غلبہ حاصل ہے۔ اس سے تھوڑا ہی عرصہ بعد وہ ملازمت سے پنشن
پر علیحدہ ہوگیا۔ یہہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بمنشاء خود کنارہ کش ہوا یا حکماً۔ لیکن باغلب وجہہ اسکا باعث اس ناکامی کی خفت تھی۔ مشکلات
کریٹ اور اوس نازک موقعہ کے دوران میں جو محاربہ روم و یونان سے پیشتر حادثہ ہورہا تھا۔ جرمنی نے اپنے کل اقتدار سے ترکی کی حمایت میں جو بالکل
حق بجانب اور برسر انصاف تھی کام لیا۔ روس نے بھی یونانیوں کی عملی مداخلت کے وقت سے معقول حد تک ترکی کی تائید کی۔ زار نے محاربہ
کو بند کرانیکی درخواست جن الفاظ میں بذریعہ تار سلطان المعظم سے کی تھی اونسے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ روسی گورنمنٹ کو اس امر کا بڑا
خیال تھا کہ سلطان المعظم کو کسیطرح آشفتہ خاطر ہونیکا موقعہ نہ ملے۔ زار نے از مقام سار کو سیلو بتاریخ ۱۷ مئی ۱۸۹۷ء جو تار سلطان المعظم کی
خدمت میں ارسال کیا۔ اوسکی عبارت جو سرکاری طور پر شایع کیگئی تھی حسب ذیل ہے۔

"اگر سچی دوستی کے تعلقات اور اونس ہمسالگت جو ہم دونوں میں موجود ہیں مجھے ذات شوکت مآب شہنشاہی کی نہایت ہی شریفانہ
خیالات کے پاس یہہ التجا کرنے کی تحریک کریں اور میرے دل میں اس امر کی پختہ امید پیدا کریں کہ مردانہ جنگ و جدال میں جناب کی شجاع افواج
کو جو فتوحات حاصل ہوئی ہیں۔ آپ اون فتوحات کی شان و شوکت کو اون امن پسند اور معتدل ارادوں پر صادقانہ قایم رہنے سے جو جلالتمآب نے آغاز
محاربہ میں ظاہر کئے تھے اور پر شان بنا دینے سے دریغ نہیں فرمائینگے تو ذات شوکت سمات میری اس التجا اور امید کو بنظر استعجاب نہ دیکھینگے۔ یونان میں اپنی افواج
کی حرکت اور پیشقدمی کو فی الفور روک دینا اور قیام امن و انعقاد صلح کے لیے دول عظام کے بیچ بچاؤ اور ثالثی کو منظور فرما لینے سے جناب کی اعلے
عزت و وقعت میں جو اسوقت آپکو حاصل ہے اور بھی اضافہ ہوجائیگا۔ اور ایسا کرنے سے آپ ایسی کامل عقلمندی کا کام کرینگے جسکو میں
ذاتی طور پر ہمیشہ یاد رکھونگا۔ آخر میں ذات شوکت سمات شہنشاہی سے التجا کرتا ہوں کہ میری کبھی نہ بدلنے والی اور دائمی دوستی پر یقین
رکھیں ——— نکولس"

اس تار سے ہماری وہ ہموطن جو ترکوں کی دشمنی اور عداوت میں از سرتا پا غرق ہیں مبہوت ہوگئے۔ اور انکی متعصب طبیعتوں کو ایک عیسائی
بادشاہ کا ایک مسلمان فرمانروا کو بایں الفاظ مخاطب کرنا سخت ناگوار گذرا اگر وہ یہہ نہ سمجھے کہ بین الاقوامی نامہ و پیام اور بالخصوص مشرقی

فرمانرواؤں سے جو خط و کتابت کیجاتی ہے اسمیں مناسب ادب و تعظیم اور خوش اخلاقی و مدارات شاذ و نادر نظر انداز کیجاتی ہے۔ اس اصول کو سر فلپ کری باصرار نظر انداز کرتا رہا ہے۔ اور اس اصرار کی نسبت سے انگریزی اقتدار قسطنطنیہ میں کم ہوتا گیا۔ جرمنی نے سلطنت عثمانیہ کو بچا لیا ہر طبقہ و جماعت کے ترک اس صداقت کے قایل اور اسکے لیے جرمنی کے مشکور ہیں۔ اسوقت کیوجہ ترکی میں جرمنی کا دوست ہے۔ کسی شخص کا جرمن یا آلمانی ہونا اُسکی کمال خاطر تواضع ہونیکے لیے کفایت کرتا ہے۔ جنگ کریمیا کے بعد ایشیا کوچک میں عام مقبول و مرغوب قسم یہہ تھی "مجھے انگریز کے قول کی قسم" افسوس اب اس حسن ظن اعتبار و یگانگت کا نام و نشان باقی نہیں رہ گیا۔ گذشتہ تین برسوں کی غلطیوں کی بدولت انگریزی اقتدار و رسوخ صفر تک پہونچگیا ہے۔ اور ہر جگہہ جرمن اقتدار غالب و فایق ہو رہا ہے۔

جرمن اقتدار کا غلبہ

اسکے متعلق مسٹر لگہم ایک نہایت موزون داستان سناتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

ایکدفعہ میں رات کے وقت بہت دیر کرکے لاریسا کو واپس لوٹا۔ ایک چرکس سوار بطور اردلی میرے ساتھ تھا جب ہم تاریکی میں پھاٹک کے قریب پہونچے تو حسب قاعدہ سنتری نے دریافت کیا "کمید را" "کون جاتا ہے"۔ اردلی نے فی الفور جواب دیا۔ "آلمانی پاشا" میں نے آواز دی "بن انکلیزم" (میں انگریز ہوں) دروازہ کھولا گیا۔ اور جب ہم اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ گارڈ سلامی کیلیئے صف بستہ کھڑا ہے میں نے لفٹنٹ سے اسکی وجہ دریافت کی مجھے امید تھی وہ یہہ جواب دیگا کہ پاشا ہونے کی وجہ سے جو خطاب مجھے میرے اردلی نے عطا کیا تھا۔ گارڈ صف بستہ ہوا ہے مگر نہیں یہہ خیال بالکل غلط تھا۔ اوسنے جواب دیا آفندم میں نے گارڈ کو اسلیے صف آرا کیا کہ مجھے خیال تھا کہ تم جرمن ہو۔

جرمنی نے اپنی اس فرزانہ اور دور اندیش پالیسی سے بہت فایدہ اٹھایا ہے۔ یہ پالیسی جیسی کہ نہایت عاقلانہ اور مدبرانہ تھی ویسی ہی اندھا دھند مظالم فروشی اور سلطان المعظم اور کل ترکوں کو بلا استثنا سب و شتم کرنیکی ہماری پالیسی نہایت ہی کورانہ اور احمقانہ رہی ہے۔ جرمنی کو جو فواید حاصل ہوئے ہیں اونکی قدر و منزلت کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یورپین معرکہ کے برپا ہونے پر ترکی کی شاندار فوجی طاقت کا جرمنی کی طرف ہونا ٹھیک آدھی روس فوج کی بیکاری کے مرادف ہوگا۔ یعنی بالفاظ دیگر جرمنی فتحمند و منصور ہوگی۔ دوسرے بلاد مشرق میں دست بالا اور غلبہ حاصل کرنے کیلیے روس و انگلستان میں جنگ برپا ہو جانیکی صورت میں اگر روس کو ترکی فوج کی اعانت ملگئی تو اسکا صریح نتیجہ یہہ ہوگا کہ ہندوستان انگلستان کے ہاتھ سے نکل جائیگا۔

الغرض ترکی پر یونانی حملہ اوس عام حملہ کا ایک جزو تھا۔ جو جولائی ۱۸۹۶ء میں نہایت احتیاط سے تجویز اور مرتب کیا گیا تھا۔ مختلف اسباب نے جنکو بالاجمال میں اوپر بتا چکا ہوں۔ روس کو حملہ میں شامل ہونے سے روکدیا۔ اور بلگیریا و سرویا کو حرکت نکرنے دی۔ یونانیوں کی بے انتہا نخوت و سرمستی اور یونانی مدبرین کی سفیہانہ بلند پروازی نے اونکو اُس تغیر کے سمجھنے اور محسوس کرنے کی فرصت نہ دی۔ جو جولائی و اگست ۱۸۹۶ء میں یورپین پالیٹکس میں واقع ہو گیا تھا۔ وہ نام نہاد اتحاد یورپ کی کمزوری سے دلیر ہو کر اور رسکو واقعی یا مفروضہ وعدہ امداد پر بھروسہ کرکے اندھا دھند عجیب سرہنگی سے غلطی پر غلطی کرتے چلے گئے۔ اور بالآخر یونانی دریا سے گذر آئے اور اپنی کشتیوں کو جلا دیا۔ سب سے بڑھکر جرمن اقتدار نے یورپ کو عالمگیر محاربہ سے سلطنت عثمانیہ کو بربادی سے بچا لیا۔

آسٹریا کے تعلقات و پوزیشن

نہابرین ہماری احساس کہ ترکی کے ساتھ سخت ناانصافی کیگئی ہے اور نیز چونکہ مجھے بچشم خود

ترکی فوج کی حالت اور طرز عمل کو دیکھنے کی بڑی تمنا تھی۔ میں مقدونیہ کو روانہ ہوگیا۔ میں اپنے سب سے بڑے بیٹے کو جو سولہ برس کا ہے ساتھ لیکر تاریخ ۱۴ اپریل انگلستان سے روانہ ہوا اور براہ جرمنی و آسٹریا سالونیکا کو جو عثمانیہ افواج کا مرکز حرکات تھا گیا۔ راستہ میں ایکدن وی آنا ٹھیرا اور وہاں کونٹ گولوچوسکی وزیر خارجیہ آسٹریا و ہنگری کے ساتھ نہایت دلچسپ گفتگو ہوئی۔ مشرقی مسئلہ کے ساتھ آسٹریا کو جیسا گہرا تعلق ہے۔ ویسا کسی اور یورپین طاقت کو نہیں۔ قسطنطنیہ کا روس کے قبضہ میں چلا جانا آسٹریا ہنگری کی تباہی و بربادی کے مرادف ہوگا۔ یہ درست ہے کہ آسٹریا میں ایک ایسا فریق بھی موجود ہے۔ جو سالونیکا اور بوسینا و سالونیکا کے درمیانی ممالک کو قسطنطنیہ پر روسی قبضہ ہوجانے کے مقابلہ میں آسٹریا کے لیے کافی معاوضہ تصور کرتا ہے۔ مگر اُسنے شاید یہہ سوچنے کی کبھی تکلیف گوارا نہیں کی کہ سالونیکا تک بڑھنے کے لیے آسٹریا کو صرف مقدونیہ ہی نہیں بلکہ البانیا کو بھی فتح کرنا پڑیگا۔ اور یہہ مسلمہ امر ہے کہ جو کوئی طاقت ارنوطوں کو جو دنیا کی نہایت ہی جنگجو اور تندخو اقوام میں سے ہیں محکوم و مغلوب کرنے کی کوشش کریگی۔ وہ اس کام کو نہایت کٹھن بلکہ مایوسی بخش پائیگی۔

آسٹریا کے خطرات

روس اگر قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے تو آسٹریا کی سلطنت اوسوقت تقریباً سب طرف سے ترقی کنندہ سلیو قوم سے گہر جائیگی۔ اور روس کیلئے پہلے آسٹریا ہنگری کو ایذا پہونچانے ہنے اور پھر اُسپر حملہ کرنے کے لیے بلغاریوں اور سرویوں سے کام لینا مشکل امر نہیں ہوگا۔ قبضۂ قسطنطنیہ سے بحر و بر دونو جگہہ روس کی طاقت اسقدر بڑھ جائیگی کہ بحیرہ روم اور نیز جزیرہ نما بلقان میں آسٹریا کے ہاتھ پاؤں بالکل بندہ جائینگے

مزید برآں آسٹریا کا متذکرہ صدر فریق جو قسطنطنیہ کے بدل میں سالونیکا کا حصول کافی تصور کرتا ہے۔ اور نیز انگلستان کے محبان روس اس پولیٹیکل بازی کی ایک اور بڑی عنصر کو نظرانداز کرتے ہیں۔ وہ یہہ ہے کہ قسطنطنیہ کے قبضہ سے کل عثمانیہ فوج پر بھی روس کا تصرف ہوجائیگا۔ اور اس سے کسیکو انکار نہیں کہ نبرد آزمائی اور اوصاف جنگی میں ترکی سپاہی کل دنیا میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اور کوئی قوم اس بارہ میں اونکی برابری نہیں کرسکتی۔ اگر یہہ سپاہی اول درجہ کے یورپین افسروں کے زیر کمان ہوں تو انکو مغلوب کرسکنا ایکطرح سے قطعاً ناممکن ہے۔ پس اوس پولیٹیکل اور بحری اقتدار مزید اور طاقت و استحکام کے علاوہ جو روس کو قسطنطنیہ کے قبضہ سے حاصل ہوجائیگا۔ اُسکی فوجی طاقت میں اسقدر بھی اضافہ ہوجائیگا کہ آسٹرین سلطنت کی زندگی بالکل اُسکے رحم و کرم پر منحصر ہوجائیگی۔ اور اسیوجہ سے ہندوستان کو متفقہ روسی و ترکی حملہ سے بچانا تقریباً محض ناممکن ہوجائیگا۔

گوچند نوعمر اور کم واقف اشخاص کی ایک جماعت استبادلہ کی پالیسی کی طرفدار ہے۔ مگر آسٹریا کے حقیقی اور دوراندیش مدبروں کو متذکرہ صدر اندیشے اور خطرات کبھی ایک لحظہ کیلیے فراموش نہیں ہوتے۔ یہہ درست ہے کہ ۱۸۷۷ء میں روس نے بوسینیا اور ہرزیگووینا کا معاوضہ دیکر آسٹریا سے ترکی پر حملہ کرنیکی اجازت حاصل کرلی تھی۔ مگر جب قسطنطنیہ کے حصول کا مسئلہ پیش ہوا۔ تو آسٹریا نے اس بے نظیر دارالخلافہ کو اوس روسی فوج کے چنگل سے محفوظ رکھنے کے لیے جو ۱۸۷۸ء میں بمقام سان سٹی فانو خیمہ زن تھی۔ لارڈ بیکنسفیلڈ کی جسکی یہی خواہش و تمنا تھی بڑے زور سے تائید کی۔

۱۸۷۸ء اور ۱۸۹۷ء کے درمیان روس اور آسٹریا کے جو تعلقات آپسمیں تھے۔ اُنکی داستان ڈپلومیسی کی تاریخ میں نہایت ہی عجیب و غریب

اور عبرت بخش ہے۔ پرنس بسمارک[1] نے حال میں جو راز اور سازشیں منکشف کی تھیں اون میں ایک ایسی پولیٹیکل سازش کا بھی پردہ فاش کیا[2]۔
جو نہایت ہی ابلیسانہ اور اس قابل ہے کہ ہمیشہ یاد رکھی جائے۔ سنہ ۱۸۷۶ء میں جرمن چانسلر کو زار اسکندر ثانی کی طرف سے ایک خفیہ اور دست
خاص سے لکھا ہوا خط موصول ہوا۔ جسمیں زار مذکور نے آسٹریا پر متفقہ حملہ کرکے اوسکی تقسیم باہمی کی یہہ تجویز پیش کی کہ روس کو صوبجات گلیسیا
آسٹرین پولنڈ اور کچھہ مزید علاقہ ملے۔ اسکے بدل میں جرمنی جو علاقے چاہتی ہے۔ اونسے اطلاع دے۔ اس قزاقانہ غصب کے لیئے حجت یہہ پیش کیگئی
کہ جنگ کریمیا کو بیس برس ہوگئے ہیں۔ اس عرصہ میں روسی فوج کو کوئی جنگ نہیں کرنا پڑا۔ وہ بیکاری سے سخت اکتا گئی ہے۔ اور کام ملنے
کی لیئے کمال بیتابی ظاہر کررہی ہے۔ ٹھیک یہی حجت اور دلیل (جنوبی افریقہ کے وحشی علاقہ) و قوم متابلی کے بادشاہ کسی بیگناہ اور امن پسند قبیلہ پر
فوجکشی کرنے کے لیئے پیش کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ ہمارے نوجوان بہادر اپنے نیزوں کو خون سے رنگنے کے لیئے بیچین ہو رہے ہیں۔

جرمن چانسلر کو خط بھیجنے کے علاوہ جرمن سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ پرنس ریوس کی معرفت باضابطہ طور پر بھی یہہ تجویز جرمن
گورنمنٹ کے سامنے پیش کیگئی۔ پرنس بسمارک نے اس شیطانی تجویز میں شامل ہونیسے انکار کرکے پرنس ریوس کو جنسے اسکی تائید کی تھی۔ واپس
بلا لیا۔ سنہ ۱۸۷۶ء کے آخیر تک برلن میں پھر اس دھندبانہ سکیم کے متعلق کچھہ نہ سنا گیا۔ اوسوقت پرنس بسمارک کو معلوم ہوا کہ روس نے آسٹریا کے
سلسلہ جنبانی کرکے اوس سے سمجھوتہ کرلیا ہے۔ اور کہ اب روس آسٹریا کی بجائے ترکی پر حملہ کریگا۔ اس سازش کا کچھہ علم غالباً لارڈ ڈربی وزیر
خارجہ انگلستان کو بھی ہوگیا تھا۔ اور اسی علم کی وجہہ سے اونسے عام مشہور مراسلہ برلن سے جو ترکی کے نام لکھا گیا تھا۔ کچھہ بھی تعلق رکھنے
اور اسمیں دخل دینے سے صاف انکار کردیا تھا۔ ترکوں کو بھی غالباً علم ہوچکا تھا کہ روس بہرحال لڑائی کرنیکا عزم بالجزم قسم کرچکا ہے۔ اور
وہ ضرور لڑائی کریگا۔ اور باغلب وجوہ اسی علم کیوجہہ سے ترکوں نے یورپین کانفرنس کی تجاویز کو مسترد کردیا تھا اور لارڈ سالسبری سنہ ۱۸۷۷ء
کے شروع میں اپنے مشن سے جسپر وہ قسطنطنیہ بھیجے گئے تھے۔ ناکام واپس لوٹے تھے۔

مظالم بلگیریا

متذکرہ صدر سازش اور قرارداد کے مطابق روسی ایجنٹوں نے بلگیریا میں فساد کرانیکا انتظام کیا۔ مگر چونکہ بلگیریا
والوں کو حکومت سے کوئی شکایت نہ تھی۔ نظم و نسق عادلانہ اور ملک خوشحال تھا۔ یہہ ایجنٹ بڑی مشکلوں
سے فلپ پولی کے قریب ایک جگہہ بلغاریوں سے بغاوت برپا کراسکے۔ اسکے دوران میں عیسائیوں نے اپنے مسلمان ہمسایوں بالخصوص مسلمان
عورتوں پر خوفناک اور مہیب مظالم توڑے جنکا لازمی طور پر کچھہ عرصہ بعد ترکوں کی طرف سے ترکی بہ ترکی جواب ملا۔ اور یہی روسیوں
کی تمنا تھی۔ چالاک روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ جنرل اگناٹیف نے سلطان عبد العزیز شہید کو مشورہ دیا کہ بلغاری بغاوت کے فرو کرنیکے لیئے
مقامی ملیشیا فوج طلب کیجائے (فوج نظام کو بھیجنا فضول ہے) سلطان نے اس زہریلے مشورہ کو قبول کرلیا۔ اس سے زیادہ ناموزون اور بری
کوئی کارروائی نہیں ہوسکتی تھی۔ کیونکہ مقامی ملیشیا میں زیادہ تر مسلمان بلغاری شامل تھے۔ اور عیسائی اور مسلمان بلغاریوں میں

[1] یہہ مشہور آفاق جرمن مدبر ۸۳ برس کی عمر میں ۳۰ جولائی ۱۸۹۸ء کو فوت ہوگیا۔ اوسکے مفصل حالات تاریخ خاندان عثمانیہ کی دوسری جلد کے آخری حصہ میں
درج ہیں۔ اور اوسی موقعہ پر آسٹریا و روس کی متذکرہ متن سازش کی کیفیت بالوضاحت درج کردیگئی ہے۔ مترجم مولف۔ [2] دیکھو لندن کا
اخبار سٹینڈرڈ مورخہ ۶ نومبر ۱۸۹۶ء جسمیں اخبار نوفرائی پریس کا اقتباس دیا گیا ہے۔ مصنف

ویسی ہی سخت دشمنی تھی جیسی کہ گورنمنٹ کو عیسائی و مسلمان ہمقوم باشندوں میں موجود ہے اور اس قدیمی عناد کی حرارت اون مظالم سے جو
باغیوں نے ۱۸۷۶ء کے شروع میں مسلمان باشندوں پر توڑے اور زیادہ تیز ہوگئی تھی۔

مسلمانوں نے شیطان سیرت و جفاکار باغیوں سے بدلہ لینا شروع کردیا۔ جو بعض صورتوں میں بیشک ظالمانہ اور حد مناسب سے
متجاوز تھا۔ لیکن یہہ یقینی امر ہے کہ وہ اون مبالغہ آمیز بیانات سے جو انگریزی اخبارات نے مشتہر کیے بدرجہا کم تھا۔ ان اخبارات کے اکثر
نامہ نگار بطمع زر روس کے ساتھ ملے ہوئے تھے ان شخصوں نے بیان کیا کہ تیس ہزار بلغاری ہلاک ہوئے ہیں۔ حالانکہ کل تعداد صرف بارہ ہزار
کے قریب تھی۔ ان مبالغہ آمیز روایات سے ایک عظیم انگریزی فریق اپنے ناعاقبت اندیش اور کوتاہ بین فصیح و بلیغ سرغنہ اور گمراہ کنندہ
رہنما (یعنے مسٹر گلیڈسٹون) کی بدولت انگلستان کے دشمنوں کے فریب میں آگیا۔ یہہ محقق امر ہے کہ اس کل معاملہ کا بانی مبانی منصرم تھا او
اوسکے اخراجات کا متحمل روس ہی تھا۔

روسی مظالم وحشیانہ کے

مسٹر گلیڈسٹون اور اوسکے رفقا روس پر ایسے فریفتہ ہورہے تھے۔ کہ اونہیں اسکے "جوانمردانہ جہاد"
اور اوسکی "مہذبانہ مشن" کی تعریف و توصیف کے لیے کافی الفاظ نہ مل سکتے تھے۔ اور "شمال
کی مقدس مہاتما صورت" کی مدح و ثنا کیلیے اونکو تعریفی جملے بکفایت دستیاب نہیں ہوسکتے تھے۔ وہ ذات اوسیکا گیت گارہی تھی۔ اور اوسے
کو خاص اوتار سمجھ رہی تھی۔ حالانکہ یہی زار اسکندر ثانی اپنے وزرا اور گماشتوں کے اون مقاتل عامہ۔ مظالم ناگفتہ اور عام خونریزی و سفاکی اور
کشت و خون اور نہب و احراق اور انسانی مصیبت و تباہی کے عالمگیر جہنم کا جسمیں روسی حملہ نے جزیرہ نما بلقان کو مبتلا کیا۔ باعث بانی
مبانی تھا۔ یہہ تمام مصائب و مظالم اسلیے برپا کیے گئے کہ روس کے تشنہ خون انسان اور حریص شہرت و نمود سپاہیوں کو مطلوبہ فوجی
مشق و ناموری حاصل کرنیکا موقعہ ملے۔ یہی رنجیدہ جماعت اب رحمدل و نوعمر زار نکلس ثانی کو اسلیے مطعون کررہی ہے کہ وہ اونکو خوش کرنیکے
لیے یورپ کو درہم برہم کرنے پر رضامند نہیں ہوتا۔

اس روسی جہاد سے امن دوست و معصوم بندگان خدا پر جو تباہی۔ فلاکت خونریزی اور مظالم قبیحہ وارد ہوئے۔ زمانہ حال کے کسی اور
محاربہ میں اوسکا عشر عشیر وقوع میں نہیں آیا۔ جنگ سے پہلے بلگیریا اور مشرقی رومیلیا میں بیس لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد تھے۔ اب وہاں صرف
ساڑھے پانچ لاکھ ہیں۔ باقیماندہ تلوار کی گھاٹ اوتار دیے گئے۔ یا بدوران مہاجرت سفر سردی اور فاقہ کا شکار ہوگئے۔ کیونکہ محاربہ کے بقیۃ السیف
کامل بیکسی کے عالم میں بالجبر ایشیا کوچک کیطرف دھکیل دیے گئے تھے۔ سلطنت روما کی تباہی یا ہون قوم کے ہاتھوں یورپ کی پامالی کے بعد
اس بر اعظم کے ساکنین پر اتنک جسقدر مصیبتیں وارد ہوئی ہیں انمیں سے کوئی بھی کیا بلحاظ کمیت اور کیا بلحاظ کیفیت ان وحشیانہ مظالم
کے مقابلہ پر کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ جو روسیوں اور بلغاریوں نے اون مسلمانوں پر جو اونکے قابو آگئے توڑے۔ سالم کے سالم دیہات مع باشندوں
کے جلا کر خاکستر کردیے گئے اور اکثر صورت میں دہشت زدہ اور سراسیمہ وار بھاگتے ہوئے مسلمان مردوں۔ عورتوں۔ اور بچوں کو نوک
سنگین آگ کے شعلوں میں دھکیل دیا گیا۔ صرف ایک جگہہ کی یہہ کیفیت ہے کہ ایک لاکھ مسلمان پناہ گزین قصبہ ہرمانلی کے قریب جو دریائے مرتزا
پر واقع ہے۔ جنوری ۱۸۷۸ء میں مقیم تھے۔ سکوبیلاف کی فوج سواران اور توپخانہ نے ان بیکسوں کے سلسلہ کوہ رہوڈوپ کے یخ بستہ وادیو

کیطرف دھکیل دیا۔ انمیں سے پانچہزار بھی جانبر نہ ہوئے۔ تاکہ ان بیانات کو مبالغہ آمیز نہ سمجھا جائے۔ بعض چند شہادتیں اور ثبوت ذیل میں درج کردیتا ہوں اگر جگہہ کی قلت نہ ہوتی تو میں اِن سے کئی گنے زیادہ ثبوت درج کرسکتا تھا۔ مسلمان عورتوں کے ساتھ بالخصوص کمال وحشیانہ اور پُرشیطنت سلوک کیا گیا ہزاروں عورتیں دیہات سے جبراً لیجائی جاکر اون سفری چکلوں میں جو روسی فوج کے ساتھ تھے داخل کردیگئیں۔

دوسرے مظالم۔ جنرل سکوبیلاف نے جنوری ۱۸۷۸ء میں شیپکا کو عبور کرنے کے بعد ہرمانلی کے قریب تقریباً ایک لاکھ بے پناہ و حرمان نصیب ترکی عورتیں اور دیگر ایک وسیع کیمپ میں مقیم پائے۔ اوسکے سوار اور توپخانہ کے گھوڑ چڑھے بعینہٖ اوسیطرح جسطرح کہ چار برس بعد بمقام گوک ٹپہ[1] روسیوں نے بارہ ہزار ترکمانی عورتوں اور بچوں کو کمال سنگدلی سے پختہ کھیت کیطرح کاٹ کر ڈھیر کردیا تھا۔ ان بیکس و بے یار بندگان خدا پر ٹوٹ پڑے۔ اور انکو تہ تیغ کی

[1] گوک ٹپہ کی فتح اور تقی ترکمانوں کے کچھہ حالات یہاں درج کردینا نامناسب ہوگا۔ انکے متعلق ایک انگریز سیاح جسنے ۱۸۹۷ء کے اخیر میں ترکستان کا سفر کیا حسب ذیل لکھتا ہے۔ ہم ۲۲ ر نومبر کو باکو سے روانہ ہوکر چند گھنٹوں وہاں آرام کرکے اسی دن ۳ بجے شام کو سپیشل ٹرین پر سوار ہوگئے جو دن کے ۹ بجے گیک ٹپہ پہنچی یہاں کے سٹیشن پر ٹرین نے ایک گھنٹہ قیام کیا اور اس اثنا میں ہم نے شہر کی گشت کی۔ یہ روسیوں کی فتح سے پہلے تقی ترکمانوں کے علاقہ کا صدر مقام تھا جسے روسیوں نے سخت معرکہ آرائی اور محاصرہ کے بعد جو موجودہ زمانہ کی مشہور فتوحات میں شمار ہوتا ہے ۲۴ جولائی ۱۸۸۱ء کو فتح کیا۔ ترکمان یہاں سے ملحقہ ایرانی علاقہ پر یورشیں کرتے رہتے تھے اور وہاں سے مرد و زن پکڑ لایا کرتے تھے۔ مرد ریوڑوں کے چرانے پر لگادئے جاتے اور عورتیں حرم سرا میں داخل کرلیجاتی تھیں۔ جنرل سکوبیلاف نے اسے ایک مہینہ کے صعب محاصرہ کے بعد فتح کیا تھا۔ ترکمانوں کا قلعہ ابتک موجود ہے۔ وہ ریلوے لائن سے سو گز کے فاصلہ پر شمال کیطرف واقع ہے اور باقاعدہ مستطیل شکل کا بنا ہوا ہے۔ بیرونی دیواریں جو ۶ گز چوڑی ہیں مٹی کی ہیں اندر کیطرف سے انکی بلندی ۱۲ فیٹ اور باہر کیطرف حسب موقع ۱۸ سے لیکر ۲۰ فیٹ بلند ہیں۔ بیرونی دیوار کی بلندی میں دو ثلث قد آدم فصیل کی اونچائی بھی شامل ہے۔ خندق کے نشان ابتک کہیں کہیں موجود ہیں جنسے پایا جاتا ہے کہ وہ چار فیٹ سے زیادہ گہری نہ تھی۔ بدوران محاصرہ ان دیواروں کے اندر ترکمان کبکتاؤں یعنی خیموں میں رہتے تھے۔ انکا شمار معہ زن و بچہ ۳۰ ہزار تھا اور جنمیں نو ہزار کے قریب تھے۔ محصورین کو پانی ایک آبپاشی کی نہر کے ذریعہ قلعہ کے اندر پہونچتا تھا یہ شمالی مشرقی گوشہ سے قلعہ میں داخل ہوتی تھی۔ روسیوں نے اسکو کاٹ کر محصورین کو پیاسا مارنیکی بھی کوشش نہ کی۔ کیونکہ اس صورت میں وہ قلعہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے اور اسطرح سے روسی انکو پوری سزا دینے سے معذور رہ جاتے۔ ایام غدر کے محاصرہ دہلی کیطرح یہاں بھی حملہ آوروں کی تعداد محافظین سے کم تھی۔ روسی افسر کے ماتحت صرف تین ہزار فوج تھی۔ اور محصورین کے پاس کم از کم اس سے چھہ گنا زیادہ نبرد آزما تھے۔ اسلیئے قلعہ کا کامل محاصرہ کرنا اگر محصورین بھاگنے کی کوشش کرتے تو اس سے ان کو باز رکھنا بالکل محال تھا۔ مگر اس کمی کے مقابلہ میں روسیوں کے پاس توپخانہ بہت تھا۔ روسیوں کے مورچل سے ۵۶ توپیں اور تیرہ عباری قلعہ پر گولہ باری کرتے تھے اور محصورین کے پاس صرف ایک پرانی ایرانی توپ تھی جو شمالغربی زاویہ پر نصب کیگئی تھی۔ بنابریں روسیوں نے گولہ باری کرتے رہنے اور جنوب مشرقی زاویہ اور شرقی دیوار کو سرنگوں سے اڑانے پر اکتفا کیا۔ پھٹنے والے گولوں کے کئی ٹکڑے ابھی تک قلعہ میں موجود ہیں۔ جنسے پایا جاتا ہے کہ عباری بہت بڑے حجم کے تھے۔ گولہ باری سے ترکمانوں کو سخت نقصان پہونچا۔ مگر انہوں نے حوصلہ بالکل نہ ہارا محصورین نے تین دفعہ سخت اندھیری راتوں کو روسیوں پر شب خون مارے۔ ۹ جنوری کی شبخون میں ترکمانوں نے روسیوں کی خندقوں ہی کو نہیں بلکہ ایک مورچہ کو بھی جسپر ہلکی توپیں تھیں رجمنٹ کے جھنڈے سمیت لے لیا

(بقیہ بر صفحہ ۶۹)

یخ بستہ سطح پر سے سلسلہ کوہستان دہوڈوپ میں دہکیل دیا جہاں تقریباً سب کے سب ناگہانی سردی اور فاقہ سے مر گئے اسکے ثبوت میں اخبار ڈیلی نیوز مورخہ ۸ فروری ۱۸۷۸ء کی عبارت جو اوسوقت روسیوں کا بڑا ہی طرفدار تھا بجنسہ یہاں درج کردیتا ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۶۸) انیس سے تیرہ توپیں تو روسیوں نے پھر فوراً ہی چھین لیں۔ مگر چودہویں آخری حملہ تک ترکمانوں کے قبضہ میں رہی۔ جب یہ توپ روسیوں کے ہاتھ آئی تو انہوں نے کمال خوشی کا اظہار کرکے اسے پھولوں سے سجا کر بڑا بہاری جلوس تیار کیا۔ جنرل کروپاٹکن موجودہ وزیر جنگ اسوقت جنرل سکوبلاف کے ماتحت شاف افسر تھا۔ مذکرہ بالا شبخون میں جو شخص ترکمانوں کا کمانڈر تھا وہ اب روسی بیقاعدہ فوج یعنی ترکمان ملیشیا میں لفٹنٹ ہے۔ اور نہ فقط روسیوں کا بڑا ہوا خواہ بلکہ جنرل مذکور کا بڑا گہرا ذاتی دوست بھی ہے (اس سے روسیوں کی تالیف قلوب کا بخوبی پتہ ملسکتا ہے) برخلاف اسکے یہ کیسا قابل افسوس امر ہے کہ شاید اُن دیسی بہادروں میں سے ایک شخص بھی جنہوں نے غدر میں انگریزی اقتدار کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو پھر صحیح و سلم کنارہ پر پہونچا دیا تھا کسی انگریز وزیر وایسرائے گورنر جنرل کے ذاتی دوست ہونیکا فخر نہیں کر سکتا ہوگا۔ مزید براں گو دیسی فوج اور افسروں کی بہادری کو برابر تسلیم کیا جاتا ہے لیکن درآنحالیکہ روسیوں کی فوج باقاعدہ و بیقاعدہ میں کئی دیسی کرنیل اور جرنیل ہیں اور فوجوں کی کمانوں پر مامور ہیں ہندوستان میں ایک دیسی بھی لفٹنٹی تک کے ادنے عہدہ پر نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ کرنیل محمد اسلم خاں البتہ ایک خوش نصیب صاحب ہیں۔ جو خیبر رائفل میں ممتاز عہدہ رکھتے ہیں۔ مگر وہ بھی ایک طرح سے جنگی منصب کی نسبت زیادہ تر پولیٹیکل کام پر مامور ہیں یہ مقابلہ صاف بتا رہا ہے کہ اس بارہ میں ہماری عادل و فرزانہ گورنمنٹ کیلئے روسیوں ایسی نیم مہذب قوم سے بھی بہت کچھ استفادہ کرنے کی ابھی گنجایش باقی ہے۔ (وکیل)

”قصہ مختصر جب گولہ باری سے جنوب شرقی برج منہدم ہوگئی۔ اور سرنگ کے اُڑنے سے مشرقی دیوار میں ایک سو گز کا رخنہ پڑ گیا۔ تو روسیوں نے دہوکہ دینے کے لئے کچھ تہوڑی سی فوج کرنیل حیدر کے ماتحت جنوب مغربی گوشہ کیطرف روانہ کرکے دو زبردست کالموں میں شگاف پر حملہ کردیا۔ اور سخت معرکہ کے بعد گیک تپہ[1] فتح ہوگیا۔ بعض شخصوں کا بیان ہے کہ روسیوں نے زن و بچہ پیر و جوان جو سامنے آیا سب کو تہ تیغ کردیا۔ مگر جنرل کروپاٹکن بیان کرتے ہیں کہ گولہ باری میں جو عورتیں و بچے ہلاک ہوئے سو ہوئے۔ تلوار سے کسیکو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ روسی آخری حملہ میں اپنے مقتولین کی تعداد دو افسر اور ۵۵ سپاہی اور کل محاصرہ کے دوران میں جسقدر قتل و زخمی ہوئے انکی تعداد ۱۰۲۳ بتاتے ہیں۔ مگر قبرستان زبان حال سے انکی تکذیب کر رہے ہیں۔ جنرل کروپاٹکن کہتے ہیں کہ اس محاصرہ میں ہمارے چار سو آدمی اور محصورین کے ۱۹ ہزار قتل ہوئے تھے۔ تعی ترکمانوں کے برخلاف کل السانیوں میں وہ روسی مقتولین کا شمارہ بارہ سو بیان کرتے ہیں۔ انہی کا بیان ہے کہ روسیوں نے عورتوں کو قتل کرنا تو علیحدہ رہا۔ آخری حملہ سے ایکدن پہلے ترکمانوں کو کہلا بھیجا تھا کہ اپنے قبایل کو قلعہ سے باہر بھیجدو۔ جسکا جواب ترکمانوں نے یہ دیا کہ اگر تم ہماری عورتوں اور بچوں کو لینا چاہتے ہو۔ تو ہماری لاشیں پھاندنیکے بعد تمہاری خواہشیں پوری ہو سکتی ہیں۔

”ترکمانوں کو ۱۸۸۱ء میں ایسا سبق ملا کہ پھر انہوں نے ایرانی علاقہ میں یورش کرنیکا کبھی نام نہیں لیا۔ اور امن پسندانہ روش زندگی اختیار کرلی۔ آجکل وہ امریکن روئی کی جس کے تخم روس سے بہم پہونچائے جاتے ہیں بہت کاشت کرتے ہیں۔ پچھلے برس اونکے علاقہ سے ۶۲ ہزار ٹن روئی ریل پر روس کو بھیجی گئی تھی۔ متروکہ قلعہ کی مغربی دیوار کے پاس روئی کو صاف کرنے اور باندھنے کا کارخانہ ہے۔ جسکا مالک ایک یہودی ہے۔ میں نے اسمیں اکثر ترکمانوں کو کام کرتے ہوئے دیکھا۔ سٹیشن پر ساٹھ یا ستر معزز دہقانی ہماری دیکھنے کیلئے آئے تھے۔ یہ لوگ یعنی ترکمان قد و قامت جسامت

[1] اسکوبلاف کے محاصرہ سے چند ماہ پہلے ترکمان ایک روسی حملہ آور فوج کو گیک تپہ سے بہگا چکے تھے۔ اس شکست کی بدنامی دور کرنے کے لیے سکوبلاف خاص طور پر یورپ سے بھیجا گیا تھا۔

''ڈیلی نیوز کے نامہ نگار جنگ کیطرف سے۔ از ایڈریانوپل مورخہ ۲۷ جنوری ۱۸۷۸ء

فلپ پولی سے حرمنلی ستر میل ہے۔ ان ستر میلوں پر کامل تباہی پائی جاتی ہے۔ یہہ ستر میل ہزاروں خانوادوں کے اسباب خانہ داری سے پٹی ہوئی ہیں۔ یہہ دہشت انگیز ستر میل ہر ایک قسم کی موت کے شکار اور کمال رقت انگیز وضع و ہیئت میں پڑے ہوئے مردوں کا مسلسل اور سخت ڈراؤنا مرگھٹ ہیں۔ ان میلوں پر ایسے المیانہ اور ناقابل بیان ظلم و ستم کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ کہ اوسکی ماہیت کے عشر و عشیر کو بھی وہ لوگ جنھوں نے اُسے نہیں دیکھا۔ قیاس نہیں کر سکتے

ترکی آبادی کی بھاگڑ

''روسیوں کے قریب پہونچنے پر بلغاری دیہات سے جو مسلمان خاندان بتعداد کثیر جان بچا کر بھاگے تھے وہ اس جگہہ جمع تھے۔ پلیونا سے لیکر فلپ پولی تک کے کل علاقہ کے مسلمان ہفتوں بلکہ مہینوں سے روسیوں کے جبر و ظلم سے بچنے کے لیئے قسطنطنیہ کے محفوظ امن میں پہونچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اب اس نظارہ کو دیکھکر ہم پہلی مرتبہ ان عاجز و درماندہ مسلمانوں کے مصائب کا کچھہ قصہ معلوم کرنے اور ان پناہگزینوں کی کثیر التعدادی کا جو سراسیمہ و ہراسان روسیوں کے آگے آگے بھاگے چلے جا رہے تھے۔ درست اندازہ کرنے کے قابل ہوئے۔

کامل تباہی کا منظر

فلپ پولی سے روانہ ہوتے ہی ہمیں برف سے دبے ہوئے دہقانوں کی لاشیں دکھائی دینی شروع ہو گئیں جنمیں سے کئی دو دو تین تین ہفتوں کی معلوم ہوتی تھیں۔ اور بعض کے کپڑوں پر خون کے دھبے بالکل تازہ تھے سینکڑوں ارابے سڑک پر اور دو طرفہ خندقوں میں گرے ہوئے تھے جنکا کوئی والی وارث نہ تھا۔ برف پر جا بجا اسباب کے نشان موجود تھے کہ وہاں قیام کیا گیا ہے۔ یہہ نشان جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے زیادہ ہوتے گئے۔ حتی کہ تھوڑی دیر کے بعد سڑک اور اسکے متصلہ راستے اور پگڈنڈیاں اسباب و سامان سے بالکل مستور پائی گئیں۔ اور ہمکو پہلے دن کی تمام مسافت میں پورے ۳۵ میل انسانی لاشوں چھکڑوں اور پورانے کپڑوں کی بقچیوں شکستہ ارابوں۔ اور مردہ حیوانوں کی قطار در قطار میں سے گذرنا پڑا۔ عورتیں اور شیر خوار معصوم۔ بوڑھے اور بچے سڑک کے کنارہ کنارہ برف میں نیم مدفون یا پانی کی ڈابروں میں نیم غرق کھیتوں میں پڑے ہوئے تھے۔ تقریباً تمام کے جسموں پر مہیب گھاؤ اور تظلم و سیہ کاری کے نشان موجود تھے۔ اکثر عورتوں اور بچوں کے چہروں پر زندگی کی سرخی اور اونکے ہاتھ پاؤں کے چمڑے پر گلابی رنگت ابھی تک موجود تھی۔ موت کی سفیدی ابھی چھائی تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ سردی سے ٹھٹھر کر مری ہیں۔ وہ برف پہ اسطرح لیٹی ہوئے تھے کہ گویا خواب راحت میں ہیں۔ ان عورتوں اور بچوں کے دوش بدوش بیشمار پیر مردوں کی لاشیں تھیں جنکو

بقیہ صفحہ ۶۹) رنگ میں بالکل ہندوستان کی سرحد کے پٹھانوں کے مشابہ ہیں ان کا سردار پہلے خان کہلاتا تھا۔ جب سے روسیوں کا قبضہ ہوا ہے سٹارشینا کہلاتا ہے۔ ترکمانوں اور اون کے علاقہ نے اسے تو سب باتوں میں ترقی کی ہے۔ مگر ایک امر میں وہ بہت تنزل ہو گیا ہے۔ زمانہ قدیم میں یہاں کے گھوڑے بہت مشہور تھے۔ اور جنوبی ہند میں اونکی بڑی قدر ہوتی تھی اور ہر سال وہاں یہہ بتعداد کثیر بھیجے جاتے تھے مگر اب ان گھوڑوں کی نسل تقریباً معدوم ہو گئی ہے کیونکہ تاخت و تاراج کے لیئے اونکی ضرورت ہوتی تھی۔ جب ترکمانوں نے یہہ پیشہ چھوڑ دیا تو اون کو گھوڑوں کی بھی احتیاج نہ رہ گئی چنانچہ روسی فوج کے لیئے بھی اب کوہقاف اور دریائے ڈان کے علاقوں سے گھوڑے لائے جاتے ہیں۔''

چہرہ پر موت کی حالت میں بھی وقار اور جلال ٹپک رہا تھا۔ وہ بالکل برہنہ لب سڑک پڑی تھی۔ اونکی سفید داڑھیوں پر خون کی لوتھڑی جمی ہوئی اور بیجان ہاتھ چھاتیوں پر پڑے ہوئے تھے۔ خندقوں کی گل آلود پانی سے چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں باہر نکلے ہوئے تھے۔ اور معصوموں کی پیاری پیاری چہرے برف سے کچھ کچھ چھپے کچھ ننگے راہگذروں کیطرف معصومانہ ادا اور محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ انپر کسیطرح کا ملال یا افسردگی کے آثار نہ دکھائی دیتے تھے۔ اونکی شکلوں سے معلوم ہوتا تھا کہ ماؤں کی چھاتیوں پر ہی سردی سے اونکی روح عالم بالا کو چلدی۔ جنپر ستم رسیدہ ماؤں نے جو بعالم یاس و ہراس پاؤں گھسیٹے چلی جارہی تھیں بوجھہ ہلکا کرنے کے لیے اپنے پیاری بچوں کی بیجان لاشوں کو برف میں پھینکدیا۔

جلاوطنی۔ فاقہ مستی۔ نہب و غارت اور قتل و خون

"یہ بدبخت دہقان اپنے ٹوٹے پھوٹے لباسوں میں جنکے پاؤں میں بھی چلنے کی سکت نہ رہی تھی بھوکے پیاسے اور نیم برہنہ سفر کر رہے تھے۔ میلوں تک عین سڑک پر ان ارابوں کی ہی قطاریں جنپر انسان اور اسباب کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ دکھائی دیتی رہیں۔ گاڑیوں پر بستر اور برتن چنے ہوئے تھے۔ عورتیں اور بچے گدھوں اور دوسرے جانوروں پر سوار ساتھ ساتھ جارہے تھے۔ اور گاڑیوں کے پیچھے میلوں تک سیہ بخت بے اوسان۔ اور نیم فاقہ مست ہزاروں خانماں برباد لڑکھڑاتے جارہے تھے۔ خمیدہ پشت پیر مرد اور بوڑھیا عورتیں لاٹھیوں اور بیساکھیوں کے سہارے قدم ٹیک ٹیک کر چل رہی تھیں۔ مائیں شیرخوار بچوں کو چھاتی سے لگائے جسطرح بن پڑتا قدم اٹھائے جارہی تھیں مگر مہینوں کی جلاوطنی۔ دزات کی سفر۔ سردی کی غلبہ اور شیطانی سیرت بلغاری اور روسیوں کی تاخت کے مدامی خوف نے اونمیں ایک قدم چلنے کی سکت باقی نہ رہنے دی ہوئی تھی۔ میں اس اتم فلاکت کا سماں دیکھکر ششدر رہ گیا مدد کروں تو کسکی؟ ایک سے ایک کی حالت واجب الرحم ہو رہی تھی۔ اور اونکا شمار حد و حساب سے باہر تھا۔ ویسا عاجز اور شکستہ دل میں پہلے کبھی نہوا تھا۔ میں ایک قطار کے پیچھے میل سوا میل تک ایک عورت کو دیکھتا رہا جو اپنی دس سالہ مریض و نزار لڑکی کو سہارا دیکر لیے جارہی تھی۔ لڑکی جو بالکل برہنہ پا تھی اور اوسکے پاؤں برف سے متورم ہوگئے تھے اپنے آپ کو سنبھالنے کے بھی قابل نہ رہی تھی۔ رات قریب پہونچگئی تھی اور خنک ہوا جو ہمارے گرم کپڑوں میں سے بھی گذر کر ہمارے جسموں کو یخ بنا رہی تھی۔ اوس مظلوم و ستم رسیدہ لڑکی کے چیتھڑوں کو اڑاتی رہ کر اسکے اعضا و جسم کو جو صرف مشت استخوان رہ گیا تھا برہنہ کر رہی تھی۔ اوسوقت ماں کے دلپر جو صدمہ گذر رہا تھا اوسکا اندازہ کچھہ وہی ٹھیک کر سکتی تھی نہ خوراک نہ سایہ نہ کپڑے۔ ایسی حالتمیں سڑک پر رات بسر کرنا کیا ان نصیبوں جلی ماں بیٹی کے لیے یقینی موت نہ تھا۔ یہ ایک نظیر ہے اسیطرح کے بیشمار واقعات اور مناظر کی جو ہماری آنکھوں کے سامنے گذرے۔

ترکوں کے ساتھ ناقابل ضبط ہمدردی

"کیا ایسی صورت میں درانحالیکہ میں کسیطرح کی مدد کر سکنے سے اتم بیوس اور قطعاً عاجز تھا۔ میرے دل میں ترک سپاہیوں اور دہقانوں دونوں کی نہایت ہی سخت ہمدردی کا موجزن ہوجانا کوئی اچنبھے کی بات تھی۔ دوسری صبح ہم موضع قرہ چشمہ میں داخل ہوتے ہی لگو تھو کہ نیا گزین ترکی خاندانوں کی ایک طویل قطار کا سرا گاؤں کی بڑے بازار میں داخل ہوگیا۔

بلغاری خرابی

"اور تھوڑی دیر بعد ہمنے وہاں ایسا نظارا دیکھا جسے بیان کرتے ہوئے بھی دلکو سخت صدمہ پہونچتا ہے۔ بلغاری بازار کی ایکطرف تین تین چار چار کی ٹولیوں میں جمع ہوگئے۔ اور جبتک کل قطار گاؤں میں داخل نہ ہوگئی۔ چپکے کھڑے رہے جب شکار اونکے پھندے میں اچھیطرح پھنس گیا تو کل باشندے بے سکت و بے ہتھیار ترکوں پر شکاری کتوں کیطرح جھپٹ پڑے۔ اور اونکا اسباب بلکہ گاڑیوں سے بیل بھی کھولکر لیجانے شروع کر دیئے۔ ایک بڑھیا گدھا پکڑے جارہی تھی اوسپر بستر لدے ہوئے تھے۔ اور اوپر ایک خورد سال لڑکا بیٹھا تھا۔ پانچ چھ شقیوں نے لڑکے کو کیچڑ پر گرا کر بستر اٹھا لیئے اور چشم زدن میں اونکو آپسمیں تقسیم کر لیا۔ بوڑھے مرد اور عورتیں اپنے مال اسباب کو کہ اونکی ساری کائنات وہی تھی چمٹ گئے۔ لیکن بیرحم بلغاری اونکو ادھر اودھر دھکیلکر سب کچھہ اوڑا لیگئے۔ بچوں نے خوف و دہشت سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ اور عجب ہڑبونگ مچگئی۔ قافلہ والوں نے جو پہلے آہستہ آہستہ چل رہے تھے قدم تیز کر دیئے۔ اور بصد مشکل ان حرامیوں سے خلاصی کر سکے۔ جب یہہ کارروائی ہوئی اوسوقت جنرل گور کو ابھی قصبہ کے پاس ہی موجود تھا

بیحرمت شدہ لاشیں

"لاشوں کی گو پہلے بھی کوئی کمی نہ تھی۔ مگر اس گاؤں سے خاصکوئی تک تو اونکا کوئی حساب و شمار ہی نہ رہ گیا۔ جس گاؤں سے ہم گذرے وہ مردہ ترک دہقانوں سے بھرا ہوا تھا۔ جب ہمنے بلغاریوں سے دریافت کیا کہ اونکو کسنے قتل کیا ہے تو بڑی گرمجوشی اور ایسیانہ فخر و مباہات سے جواب دیا۔ ہمنے۔ ہم اور ہمارے دوستوں نے" خاصکوی کے بازاروں میں ہمنے ترکی سپاہ کی بھی کئی لاشیں پتھروں اور اینٹوں کے ڈھیروں کے نیچے دبی ہوئی دیکھیں۔ زخمی کرنے اور چلنے کے ناقابل بنا دینے کے بعد بلغاریوں نے انکو سنگسار کیا تھا۔

"ہمنے ایک ترکی خاندان سے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں طہونا چھوڑے پانچ مہینے ہوگئے ہیں۔ تب سے ہم برابر سفر کر رہے ہیں۔ اور چند گذشتہ ہفتے حرمنلی کے قریب ایک بڑے کیمپ میں مقیم رہے تھے۔ کئی ہفتوں سے ہمیں روٹی بلکہ کچھ بھی نہیں ملی۔ اور صرف جانوروں کے گوشت پر جو بے سکت ہو کر سڑک پر گر پڑتے ہیں گذارہ کر رہے ہیں۔" مجھے گاؤں سے جسقدر روٹی مل سکی میں نے خرید کر اونکو دی جسے دیکھکر اونکی باچھیں کھل گئیں آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہوگئے اور اسطرح کھانے لگ گئے کہ گویا برسوں سے بھوکے ہیں۔ اس خاندان میں پانچ متنفس تھے۔ ایک معمر دادی۔ باپ ماں۔ ایک دس سالہ لڑکا۔ اور ایک شیرخوار۔ جو ماں کسی کے پاس بھیگی تھی۔ اور اونکے اسباب کی کل کائنات چند دریدہ لحاف اور ایک دیگچی گوشت اوبالنے کی تھی۔

"خاصکوی سے پرے قدم قدم پر ہمیں پہلے سے زیادہ مہیب اور رقت انگیز نظارے دکھائی دئے۔ کہیں میاں بیوی ایک ہی کمبل میں دوش بدوش لیٹے ہوئے ہیں۔ اور قریب نوبچے برف پر کفنے ہوئے ہیں۔ اور رکھے سب بیجان ہیں۔ کہیں معمر اور خضر صورت بوڑھے پڑے ہیں اور اونکے سر دھڑ سے کٹے ہوئے ہیں۔ سڑک کی دونو طرف جابجا قافلوں کے مقام کرنے کے نشان دکھائی دے رہے تھے جنسے ساتھ ہی یہہ بھی ثابت ہوتا تھا کہ مقام کرنیوالے بڑی جلدی اور افراتفری کے ساتھ روانہ ہوئے ہیں۔ ہر ایسے پڑاؤ پر اسباب خانہ داری بکھرا ہوا تھا۔

میلوں تک ہم قالینوں ۔ بستروں ۔ اور کپڑوں پر سے جو کیچڑ میں پڑے ہوئے تھے گذرے حتیٰ کہ ہم سڑک کے ایسے حصہ پر پہونچ گئے جس پر تکیوں ۔ کمبلوں ۔ اور ہر قسم کے سامان خانہ داری کا سچ مچ فرش ہو رہا تھا ۔ رفتہ رفتہ شکستہ ارابوں کی بھی کثرت شروع ہو گئی ۔ اور جب ہم ترالی کے چھوٹے سے موضع میں پہونچے تو ہمیں اپنے سامنے سڑک کے دونوں طرف پہیوں کا واقعی ایک جنگل دکھائی دیا جو دائیں ہاتھ دریا تک اور بائیں جانب دامن کوہ تک پھیلا ہوا تھا ۔ ہم اس وسیع پڑاؤ کے وسط میں سے گذرے ۔ بڑی بڑی بیش قیمت قالین اور نفیس پارچات کیچڑ میں مسلے ہوئے اور روندے ہوئے پڑے تھے ۔

تباہی جسکی نظیر نہیں

اُس پڑاؤ کا نظارہ ایسا رقت انگیز اور مؤثر اور زبان حال سے بیگناہ و معصوم بیا گزینوں کے مصائب و تباہی کے حالات ایسے موبمو بتا رہا تھا کہ میں اوسے بیان کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا سینکڑوں ایکڑ رقبہ پر اسباب خانہ داری بکھرا ہوا تھا ۔ یہ پڑاؤ دریا کے کنارے تین میل کی لنبائی میں پھیلا ہوا تھا ۔ عرض میں کم کہیں زیادہ تھا ۔ اس وسیع رقبہ پر بالکل پاس پاس کہ اوس سے زیادہ قرب ہو ہی نہیں سکتا تھا ۔ ہزاروں گاڑیاں کھڑی تھیں ۔ اور انکے بیل پاس بندھے ہوئے تھے ۔ بیمار مویشی گاڑیوں میں ادہر اُدہر سرگشت کر رہے تھے ۔ ہر گاڑی کے قریب مردوں عورتوں اور بچوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں ۔ اور کل سطح پارچات ۔ برتنوں ۔ کتابوں ۔ اور بستروں سے مستور تھی ۔ ایک سفید ریش معمر ترک بیجان لیٹا ہوا تھا ۔ قرآن شریف اُسکے قریب کھلا پڑا تھا ۔ اور اُسکا کل جسم خون سے جو گردن و حلق کے ذرا اوپر زخموں سے بہا تھا لتھڑا ہوا تھا ۔ یہ نظارہ دیکھکر ہمارے جگر میں سوراخ سا ہو گیا ۔ تقریباً چھکڑوں اور کپڑوں کے تمام بقچوں میں شیر خوار معصوموں کی لاشیں لپٹی ہوئی تھیں یہ وسیع مرگھٹ اور میدان ہلاکت بلغاریوں کے ٹڈی دل سے بھرا ہوا تھا ۔ جو عمدہ عمدہ گاڑیوں کو منتخب کر رہے ۔ اور رسی برتنوں اور [illegible] بستروں کو اٹھا لیجا رہے تھے برتن بافراط پڑے ہوئے تھے اور بستروں میں سے مردوں کو ٹھوکریں لگا کر پرے پھینکدیا جاتا تھا ۔ یہ حرامی بدذات ایسے سنگدل تھے کہ گاڑیوں کو مردہ عورتوں اور بوڑھوں کے سروں پر سے کھینچتے ہوئے لیجا رہے تھے ۔ اور ان لاشوں پر بھولے سے بھی توجہ نہیں کرتے تھے ۔ تقریباً پانچسو لاشیں عاجز و بیکس پناہ گزینوں کی اس پڑاؤ میں پڑی تھیں ۔ گاڑیاں ۵ ہزار سے کم نہ تھیں ۔ اور کم از کم ۷۵ ہزار مظلوم سوار اون چیزوں کو جنکو وہ سروں پر اٹھا لیجا سکے کل مال و اسباب وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ۔ گھنٹوں تک اسی مہیب و بھیانک نظارہ کے دیکھنے سے ہماری طبیعتیں پریشان ہو گئیں ۔ اور ہم نے گھوڑوں کو تیز کر دیا ۔ کہ کسیطرح خرسنلی جلد جا پہونچیں ۔ مگر گاؤں کی دیواروں تک ہمیں برابر بیحرمت شدہ لاشیں ملتی رہیں ۔

مسلمانوں کی معدومیت

یہ لوگ اپنی قیام گاہ سے سکوبیلاف کے سواروں کو سامنے کی وادی مترزا میں داخل ہوتے دیکھکر فرار ہوئے تھے ۔ اس فرار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہزار دو ہزار مسلمان دہقان ہلاک ہو گئے ۔ اور جو تھوڑے قلیل باقی ہیں ۔ وہ پہاڑوں میں برہنہ تن و خالی شکم فاقہ و سردی کے مصائب برداشت کر رہے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ قرب و جوار کے بلغاری خوب متمول ہو گئے ۔ کیونکہ روسی سواروں کی پہلی باڑہ کا بھی ہوا ابھی صاف نہ ہوا تھا کہ وہ صفت انسان اون جانوروں پر جنکو روسی لیجا سکے تھے ٹوٹ پڑے ۔ اور مال و اسباب سے سیکڑوں گاڑیاں بھر کر لیگئے ۔

"مسلمانوں کی اس کامل تباہی کو دیکھکر انسان کا دماغ چکرا جاتا ہے۔ ۵۰ ہزار میں سے صرف چند ہزار بانچزار بی لیکر اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔ معلوم نہیں اونکے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ مگر ان واقعات سے اوسے بآسانی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ فلپ بولی اور خرمنلی کی سڑک بلاشبہ ہمیشہ جادۂ مردگاں کہلاتی رہے گی۔

"مجھے یہ خیال کرتے ہوئے سخت صدمہ پہونچتا ہے کہ خدا نکرے کہیں قسطنطنیہ کو جاتے ہوئے بھی مجھے رستہ میں ایسے ہی منظر دیکھنے پڑیں۔ کیونکہ کچھ عرصہ ہوا ہفتوں تک مسلمان پناہگزینوں کی گاڑیوں کی لمبی لمبی قطاریں ایڈریانوپل کے رستہ دربارات قسطنطنیہ کو جاتی رہی تھیں۔ ان لوگوں کو خوف وہراس اور فلاکت نے ایسا بیحواس کر دیا ہوا تھا۔ کہ جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم کہاں جا رہے ہو تو بہت ہی تھوڑے تھے جو کچھ جواب دے سکتے۔ وہ صرف یہی جانتے تھے کہ جہانتک جلد ممکن ہو سکے آگے بڑھے جائیں۔ وحشت نے اُن کو ایسا بوکھلا رکھا تھا کہ اگر ایڈریانوپل کے بازاروں میں بھی کسی کی گاڑی ٹوٹ جاتی تو وہ اوسے مع سامان وہیں چھوڑ کر خود آگے چلا جاتا۔ اسوقت بھی جبکہ میں یہ لکھ رہا ہوں بازار ان لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ جو سردی بارش اور تاریکی میں بھی برابر لگاتار حرکت کیے چلے جا رہے ہیں۔ اکثر عورتیں برہنہ پا پیدل ہیں۔ اور ہر ایک متنفس سر سے پاؤں تک بھیگا ہوا نیم گرسنہ اور بالکل بے سکت ہو رہا ہے آندہی کا شور بچوں کے چلانے اور پہیوں کی جھنکھاڑ کے ساتھ ملکر عجب وحشت خیز سماں بنا رہا ہے۔ افسوس ان بدنصیبوں کے لیے کسیطرح کی دستگیری اور امداد کی توقع نہیں"۔

ترکی آبادی کی بیچکنی

اس امر کی وجہ کہ ترکی آبادی ۱۸۷۷ء میں روسیوں کے قریب پہونچ جانے پر کیوں گھروں سے بھاگ جاتی تھی۔ اور روسیوں اور بلغاریوں کے قابو آنے پر سردی اور بھوک کی سخت سے سخت تکلیف کو ترجیح دیتی تھی ناظرین کو مندرجہ ذیل جگر دوز واقعات کے پڑھنے سے معلوم ہو جائے گی۔

ترکی دہقانوں کا قتل عام

مسٹر اڈمنڈ کالورٹ (انگریزی قونصل متعینہ فلپ بولی) نے اپنے اعلے افسروں کے حکم کی تعمیل میں مواضع بلوآن اور ملکوک کے متعلق خود ترکی پناہ گزینوں کی زبانی کل حالات قلمبند کیئے تھے ترکی کے متعلق محکمہ خارجیہ انگلستان نے جو سرکاری خط و کتابت شایع کی تھی اُسمیں قونصل بلنٹ کا بھی ایک خط مورخہ ۱۴۔ جولائی ۱۸۷۷ء مندرج ہے جسمیں وہ ترکی دہقانیوں کے ناقابل اعتبار بیرحمی وسفاکی سے قتل کیئے جانے کی شہادت دیتا ہے یہ خط کازان لک سے لکھا گیا تھا۔ موضع بلوآن[1] کے تین پناہ گزین باشندوں خلیل اوغلو حسین مصطفےٰ اوغلو عبد اللہ اور سلیمان اوغلو رشید کے بیانات مسٹر کالورٹ نے حسب ذیل تحریر کیئے۔

"شنبہ گذشتہ ۷ جولائی کی صبح کو کاسکون کے دو رسالے بلوآن میں پہونچے۔ گاؤں کے اکابر روسیوں کی آمد کی خبر سنکر استقبال کو گئے۔ اور باضابطہ طور پر اطاعت گزینی کا اظہار کیا۔ کاسکون نے گاؤں کا احاطہ کر کے باشندوں کو ہتھیار حوالہ کر دینے کا حکم دیا۔ دوسرے دن دو اور رسالے کاسکونکے پہونچے اور اونہوں نے پھر گاؤں کا احاطہ کر لیا۔ اس مرتبہ دیہات ملحقہ کے دو تین ہزار

[1] یہ موضع جسمیں دو سو گھروں کی آبادی ہے۔ بلگیریا میں سلونی کی سڑک پر ٹرنودا سے تین گھنٹوں کی مسافت پر واقع ہے۔

بلغاری بھی روسی فوج کے ہمراہ تھے۔ یہ لوگ کلہاڑیوں۔ سونٹوں۔ خنجروں۔ اور غیر فوجی طرز کی بندوقوں اور تلواروں سے مسلح تھے۔ ان اشقیا نے گاؤں کے مویشی ہانکنے اور بے پناہ دیہاتیوں کے خیموں اور مکانوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے گاؤں کو کئی جگہہ سے یکبارگی آگ لگادی۔ اور جب باشندے جان بچا کر بھاگنے لگے تو انپر درندوں کیطرح ٹوٹ پڑے۔ اور بیشمار عورتوں۔ بچوں مردوں کو بے تحاشا تہ تیغ کر کے باقیماندہ کو آگ کے شعلوں کیطرف دھکیل دیا۔ کاسک جو گاؤں کے باہر کیطرف سے احاطہ کئے ہوئے تھے چپکے کھڑے یہ سب تماشا دیکھتے رہے۔ یہ بیان کرنیوالے تینوں آدمی ایک گلی کے راستہ جسکے مقابل کاسکوں کے حلقہ میں رخنہ پڑا ہوا تھا۔ بصد مشکل جان بچا کر بھاگ آئے۔"

اس بیان کے ساتھ ہی مسٹر کالورٹ اپنی طرف سے یہ نوٹ ایزاد کرتے ہیں۔

"خلیل اوغلو حسین جسنے سب سے اول بیان لکھایا پہلے تو متذکرہ صدر داستان کسیقدر حوصلہ کے ساتھ بیان کرتا رہا۔ مگر جب وہ آخری مصیبت کے حالات بیان کرنے لگا تو اوس سے ضبط نہ ہوسکا وہ بچوں کیطرح رونے لگ گیا۔ اور اوسکے ساتھیوں کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے۔ وہ کچھ دیر تک ایک لفظ زبان سے نہ نکال سکا۔

"پھر جب کسیقدر اوسکی حالت درست ہوئی تو بیان کیا کہ میرے ساتھ دو بہنیں بھی رہتی تھیں۔ انکے خاوند فوج میں سپاہی تھے۔ اور میں اونکی پرورش کرتا تھا۔ وہ دونو اونکی اولاد اور خود میرا کنبہ جسکے سب ہلاک ہوگئے ہیں میں نے بچشم خود موزیوں کو بچوں کو ماؤں سمیت شعلوں میں پھینکتے دیکھا۔"

ترکی مستورات پر ظلم وستم

۱۸۷۷ء میں جب روسیوں نے دریائے ڈینوب سے عبور کیا تو اوس سے کچھ عرصہ بعد مجروح ترکی عورتوں اور بچوں کا ہجوم غفیر جنکے خاندان حملہ آوروں سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر ظالموں نے راستہ میں ہی انپر حملہ کر دیا تھا۔ شوملا لایا گیا۔ جہاں تمام انگریزی اور دیگر ممالک کے نامہ نگاروں نے بچشم خود اونکا ملاحظہ کر کے ایک محضر نامہ مرتب کیا۔ یہ محضر نامہ ترکی وزیر خارجیہ نے بتاریخ ۱۱ھر جولائی ۱۸۷۷ء قسطنطنیہ سے اپنے مراسلہ کے ساتھ ترکی سفیر متعینہ پیرس کو روانہ کیا۔ مراسلہ و محضر نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"میں تمہیں ایک محضر نامہ کی بجنسہ نقل ارسال کرتا ہوں جسپر مندرجہ ذیل ممالک غیر کے اخبارات کے نامہ نگاروں نے بمقام شوملا دستخط کئے ہیں کولون گزٹ۔ جرنل ڈیس ڈیبا۔ نیو فرائی پریس۔ سٹینڈرڈ۔ ڈیلی ٹیلیگراف۔ السٹریٹیڈ لندن نیوز۔ مانچسٹر گارڈین۔ ٹائمز۔ فرینک فورٹر زے ٹنگ۔ مارننگ پوسٹ۔ ریپبلک فرانکیس۔ پسٹھر لائیڈ۔ ونیز تاگبیلاٹ۔ مارننگ ایڈورٹائزر۔ سکاٹلینڈ۔ نیویارک ہیرلڈ۔ مانچسٹر اگزامنر۔ اُسکا مضمون یہ ہے "ہم ممالک غیر کے اخبارات کے نامہ نگار جو شوملا میں جمع ہیں۔ اون حالات کا خلاصہ ایک جگہہ مرتب کر کے اوسپر اپنے دستخط کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جو اون مظالم کے متعلق جو بلغاریاں میں بے ہنر مسلمان آبادی پر توڑے گئے ہیں۔ ہمنے اپنے اپنے اخبارات کو جدا جدا تحریر کئے ہیں۔ ہم حلفاً بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بچشم خود شوملا اور اسکے نواح میں عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو دیکھا ہے جنکے زخموں کی علاوہ جنکی نسبت کہا جاتا تھا کہ وہ لڑائی کے دوران میں پہونچے ہونگے۔ نیزوں اور تلواروں کی ضربیں بھی لگی ہوئی تھیں۔ اور خود انکے زخموں کے متعلق

روسی سپاہ نے ناگفتہ بہ مظالم توڑے ہیں۔ اور بعض اوقات بلغاری بھی مسلمانوں مفروروں اور پناہ گزینوں کو کمال سفاکی سے پیش آتے ہیں۔ ان لوگوں کے بیان کے مطابق کئی دیہات کے تمام مسلمان تہ تیغ کر دئے گئے ہیں۔ ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں کہ مجروحین میں عورتوں اور بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور ان کو زخم لگے ہوئے ہیں" وادی طنجہ میں جو ظلم و ستم کیئے گئے وہ ناظرین کو کتاب "میدان جنگ کے مظالم" کے مندرجہ ذیل اقتباس سے جو ۱۸۷۸ء میں شایع ہوئی تھی معلوم ہو جائینگے۔

" وادی طنجہ جو بلقان سے متصل بجانب جنوب واقع ہے۔ گورکو کے رسالے پہونچنے سے پہلے کمال دلفریب اور خوشحال ضلع تھی۔ گانوں آباد۔ قصبے بارونق۔ کھیت سرسبز۔ اور تمام زرخیز علاقہ گلاب کے باغوں اور تاکستانوں سے معمور فردوس کا ٹکڑا دکھائی دیتا تھا۔ اور کل باشندے اپنے اپنے شغل میں مصروف نہائت خوشحال اور فارغ البال تھے۔ اس وادی کا عطر گلاب تمام دنیا میں مشہور تھا۔ ترک اور بلغاری آپس میں صلح و اتفاق اور امن چین سے آباد تھے۔ فسادوں کے برپا اور لڑائی کے شروع ہونیکی افواہیں وہاں بھی پہونچ گئی تھیں۔ مگر دونوں جماعتوں کے اکابر نے باہم صلاح و مشورہ کر کے مذہبی رفاقت اور امن کو قائم رکھنے اور کسیطرح کی شکر رنجی پیدا نہ ہونے دینے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔

"افسوس یہ حالت زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ جولائی ۱۸۷۷ء کے اخیر میں روسی اور بلغاری فوجیں اس نمونہ فردوس وادی میں داخل ہوئیں۔ اور انکی ورود کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ آباد و دلفریب ضلع چشم زدن میں ایک وسیع قبرستان بنگیا۔ گانوں جلائے گئے۔ مکان منہدم ہو گئے۔ باشندے طرح طرح کے عذاب و عقوبت کے ساتھ تہ تیغ کر دئے گئے۔ اور کل علاقہ جو اس منحوس ملعون محاربہ سے پہلے کمال بارونق شگفتہ اور تر و تازہ تھا جہنم کا ٹکڑا بنگیا۔ جن گھروں میں پہلے کسی نے اونچی آواز سے کسیکو بولتے نہ سنا تھا۔ اب انمیں تاخت و تاراج۔ قتل و نہب۔ حرامکاری و روسیاہی۔ جبر و ظلم اور زنا بالجبر کا بازار گرم ہو گیا۔ اور بیشمار خوشحال آبادیوں میں سے صرف چند ہزار خانماں برباد شکستہ حال۔ تباہ و پریشان فاقہ مست و مایوس عورتیں اور بچے باقی رہ گئے۔ قونصل جنرل فاسٹ نے رو ڈ وسٹو سے انکی تباہی و بربادی کے یہ جگر شگاف حالات تحریر کیئے۔

سکاٹسمین کا نامہ نگار

"مسٹر مرے سکاٹسمین کے نامہ نگار نے اس ضلع کی بربادی کے حالات جو اسکی صغرا کالوفر۔ کارسودا۔ اور سوپاٹ کے شمال مغرب میں اسودرو کے قریب واقع ہیں جس کے راستہ اول اول جنوبی بلگیریا میں روسی داخل ہوئے۔ بیان کرتے ہوئے مجھ سے ذکر کیا کہ یہ تمام قصبے بالکل ویران ہو گئے ہیں۔ اور ان کے کوچہ و بازار۔ تاکستان اور کھیت مردوں۔ عورتوں اور بچوں کی متعفن اور بوسیدہ لاشوں سے پٹے ہوئے ہیں۔ ان قصبوں پر قابض ہوتے وقت روسی کمانڈروں نے حفاظت کا وعدہ کر کے ترکی دہقانوں سے ہتیار رکھوالئے۔ مگر سلیمان پاشا کی پیشقدمی پر پیچھے ہٹتے وقت وہ یہ ہتیار اور نیز اور بہت سے اسلحہ اپنے پاس سے بلغاری دہقانوں کو دے گئے۔ جنہوں نے فی الفور اپنے ترکی ہمسایوں پر حملہ آور ہو کر ان کو بلا تمیز زن و مرد یا صغیر و کبیر بیدریغ تہ تیغ کر دیا۔ اور عورتوں کو قتل کرنے سے پہلے نہائت وحشیانہ طریق سے سخت بیحرمت و بے آبرو کیا۔"

"سٹینڈرڈ کا نامہ نگار - جو گرینڈ ڈیوک نکلس کی فوج کے ہمراہ تہا اور بلقان سے شمال کیطرف کے کل علاقہ میں اسنے گشت کی تہی - ترکوں کی خوش اطواری اور عیسائیوں کی بد ذاتی کے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے :-

" میں دیگر حالات پر اسقدر لکھتا چلا گیا ہوں کہ "مظالم" کے متعلق لکھنے کیلئے بہت تہوڑی جگہ رہگئی ہے - ناظرین "مظالم" کا لفظ سنکر چونک نہ پڑیں - میںنے بطریق مبالغہ یہ لفظ نہیں لکہا - دنیا میں آجتک کسی قوم حتے کہ امریکہ کے سرخ اندام وحشیوں نے بہی بے پناہ اور بہاگی جاتی آبادی سے کبھی ایسا قبیح ظالمانہ برتاؤ نہیں کیا - جیسا کہ بلغاروں نے ترکوں سے کیا ہے - یہ متفق القلب علانیہ تسلیم کرتے ہیں کہ بلغاری و ترکی دیہاتیوں میں پہلے کوئی عناد موجود نہ تہا - عیسائی صرف خونریزی کے شوق اور لوٹ گہسوٹ کی طمع سے بے بس ہوکر اپنے ہمسایوں پر ٹوٹ پڑے تہے - جن کو انہوں نے دیکھہ لیا تہا کہ اب بالکل بے پناہ ہیں اور اپنا کچھہ بچاؤ نہیں کرسکتے سیسٹو کے ایک شرابخانہ میں جب میرا قاصد گیا تو وہاں ایک بلغاری اپنا خنجر دوسروں کو دکہا رہا اور یہ کہہ رہا تہا " پہلے میں بندوق لیکر باہر پہرا کرتا تہا - مگر یہ اس سے بہتر ثابت ہوا ہے - میں دس مسلمان قتل کرچکا ہوں - میںنے انہیں بکروں کی طرح ذبح کرڈالا " کیا اس سے بڑھکر بہی کوئی سفاکی اور درندگی ہوسکتی ہے شمالی بلگیریا کے مسلمان بیشک بکروں کیطرح ذبح کئے گئے تہے - مگر انہوں نے عیسائیوں پر کسی طرح کا ظلم نہ کیا - بلکہ بہاگنے اور فراری کے وقت بہی جیسا کہ خود بلغاری تسلیم کرتے ہیں ہر ایک چیز کی قیمت ادا کردیتے رہے - روسیوں کو بلغاریا میں داخل ہوئے دو مہینے ہوچکے ہیں - اور ابتک کسی ترک کیطرف سے کوئی زیادتی ہونیکی ایک بہی شکائت نہیں سنی گئی - ایک روسی افسر نے ایک انگلدہ بلغاری دہقان سے دو مرغ چار آنوں کو خرید کئے - پہر اُس سے دریافت کیا " کیا تم اپنے ہم مذہب بہائیوں کے آنے سے خوش نہیں " بلغاری نے بلا رو رعائت صاف صاف جواب دیا " ہم ابہی یہ دیکھہ رہے ہیں کہ آیا تمہارا برتاؤ بہی ہم سے ویسا ہی اچہا ثابت ہوتا ہے - جیسا کہ ترکوں کا تہا "

" ٹائمز کے نامہ نگار نے جو اس یورش میں گورکو کے ساتھہ رہا تہا بتاریخ ۱۲ - جولائی ۱۸۷۷ء گورکو کے کیمپ سے جو بلقان کے جنوبی علاقہ میں نصب تہا حسب ذیل تحریر کیا :-

" اس محاربہ سے تہذیب کو کچھہ تعلق نہیں - یہ از سرتا پا مظالم در مظالم کا مجموعہ ہے - روسی سپاہی ترکوں کو ناپاک ترین حیوان تصور کرتے اور انہیں قتل و ہلاک کرنا ثواب میں داخل سمجہتے ہیں - بلغاری بہی جہانتک انکا بس چلتا ہے فرق نہیں کرتے - پرنس ولکنسٹن جب میدان جنگ کی گشت کرتا ہے تو یہی پکارتا واپس آتا ہے " بلغاری مجروح ترکوں کو قتل کررہے ہیں " بعد ازاں جب میں میدان مصاف کو گیا تو بلغاریوں کو مقتول ترکوں کی لاشوں سے کپڑے وغیرہ اتارتے دیکہا - نیکبخت و رحیم مزاج عیسائی خاتونیں جب سنتی ہیں کہ کچھہ ترک اسیر کئے گئے ہیں تو وہ کمال متانت کے ساتھہ اپنی گردنوں پر ہاتھہ پہیرتی ہیں - اس اشارہ کا یہ مطلب ہوتا ہے - کہ اسیروں کو ذبح کردو - بہلا بتاؤ ایسی شریف عورتوں کو دیکھکر ایسے انسان کیسے بدن پر جسمیں کچھہ بہی خوف خدا اور انسانیت کا ایک ذرہ بہی ہو کیوں نہ لرزہ پڑجائے - اور ایسے مردوں کو بہادر ...

منچلے سپاہی کیوں نہ نفرت کی نگاہوں سے دیکھیں۔ جن کا سفاکی اور سیہ کاری کے سوا اور کوئی کام ہی نہ ہوگا ناظرین اس امر کو ہمیشہ مرکوز خاطر رکھیں کہ ان کراہیت انگیز افعال میں سے اکثر اعلےٰ ترین روسی افسروں کی آنکھوں کے سامنے اور ان کے علم سے کئے جاتے رہے تھے۔ اس بارہ میں سب سے بڑا خاطی جنرل گورکو تھا۔ ۱۸۷۷ء کے موسم گرما میں اسنے بلقان کو عبور کر کے ترکی قلمرو پر یورش کی تھی۔ اسمیں کوئی جنگی مدعا مد نظر نہ رکھا گیا تھا وہ صرف مسلمانوں کو تاخت و تاراج اور قتل و غارت اور بیحرمت کرنیکے لئے کیگئی تھی۔ اس نے اپنے سپاہیوں بالخصوص بلغاری مجاہدین کو پوری پوری اجازت دیدی تھی کہ مسلمان باشندوں سے جو سلوک چاہیں کریں۔ خوبصورت وادی طبجہ میں جو زرخیزی اور عطر گلاب کے لئے چار دانگ عالم میں مشہور ہے اسکا راستہ دود آلود دیہات۔ مقتول مردوں اور بیحرمت کیگئی عورتوں سے نمایاں ہو رہا تھا۔ کازان لک اور اوخان لک کے بدنصیب مسلمانوں کا ماجرا بیان کرنیکا قلم یارا نہیں رکھتا۔ گورکو کی ظالمانہ یورش کا نقطۂ مدعا تھا کہ ان مظالم سے مشتعل ہو کر مسلمان بھی عیسائیوں

* اوخان لک کے بارونق قصبہ پر کاسکوں اور بلغاریوں نے جو مظالم توڑے۔ ان کی اتنی چشم دید شاہد شہادت دے رہے ہیں۔ کہ ان اشقیا سے اگر کوئی اور حرکت بد کل محاربہ میں نہ بھی سرزد ہوتی تو بھی صرف یہی ایک واقعہ قیامت تک انکی روسیاہی کیلئے کافی تھا۔ ٹائمز کے نامہ نگار نے جو سلیمان پاشا کے ساتھ تھا۔ بتاریخ ۱۷۔ اگست ۱۸۷۷ء مقام خان بوغاز سے اسکے متعلق یہ تحریر کیا:۔

ہم نے دیروز سلیمان پاشا سے اس گانوں کو جا کر دیکھنے کی درخواست کی۔ جہاں پہلے ہفتہ بلغاریوں اور کاسکوں نے ناگفتنی مظالم اور خوفناک خونریزی کا ارتکاب کیا تھا۔ اس گانوں کا نام اوخان لک یا اوفلانا ہے۔ جو خان بوغاز اور کازان لک کے درمیان یعنی کازان لک کے روسی کیمپ سے بہت قریب واقعہ ہے۔ یہ نہایت ہی بارونق موضع بلکہ قصبہ تھا۔ اور وہاں ڈھائی تین ہزار کے قریب باشندے آباد تھے۔ جو بعد کے چند مکان کھڑے گئے ہیں انکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر باشندے بہت آسودہ حال تھے۔ وہاں ہمنے جو لاشیں دیکھیں انمیں ایک نوعمر عورت کی بھی لاش تھی۔ جسے فوت ہوئے زیادہ سے زیادہ دو تین ہی روز ہوئے ہونگے۔ میں کس طرح اسکی وفات کی تاریخ معین کرسکا۔ اسکے بتانے سے دلکو سخت صدمہ اور رنج پہونچتا ہے۔ تاہم بالاختصار یہ بتاتا ہوں کہ جسقدر گوشت باہی ڈھانچ کے ساتھ باقی تھا۔ اور کتوں سے بچ رہا ہوا تھا وہ بالکل تازہ تھا۔ اور جسم کے بالائی حصہ کی رنگت ابھی بہت ہی خفیف متغیر ہوئی تھی۔ میں اس عورت کے چہرہ کو مدت العمر فراموش نہیں کرسکونگا۔ میرے ساتھ ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار۔ ہم دونوں کے نوکر۔ ایک ترکی میجر اور دو یا تین سپاہی بطور اسکورٹ کے تھے۔ ہم سب اس لاش کے گرد عرصہ تک بے حس و حرکت بت بنکر کھڑے رہے۔ کسی کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔ اسکا چہرہ جسے کتوں نے سلامت چھوڑ دیا ہوا تھا۔ نہایت ہی خوبصورت تھا۔ خط و خال کمال دلفریب۔ رخساروں اور ٹھوڑی کی گولائی قابل دید تھی۔ موت کی زردی نے اسکی خوبصورتی کو دوبالا کر دیا ہوا تھا۔ مونہہ جو عجیب خوبصورت تھا کسیقدر کھلا ہوا تھا اور دانت نظر آ رہے تھے۔ آنکھیں بند۔ اور انکی لمبی لمبی پلکیں رخساروں تک پہونچی ہوئی تھیں۔ پیشانی پر تکلیف و آزردگی کی خفیف سی علامت پائی جاتی تھی۔ بال غزالی ہالہ کیطرح سر پر حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ وہ بالکل برہنہ پڑی تھی۔ اور گردن ایک ہی ضرب سے جسنے ضرور حلق اور شاہرگ کو فے الفور کاٹ دیا ہوگا نصف سے زیادہ کٹی ہوئی تھی۔ اسکے علاوہ ہمنے اور بھی کئی عورتوں

ایسا ہی سلوک کریں۔ تاکہ انگلستان میں مظالم فروشی کا جو خبط ستولی ہو رہا تھا اور جس نے روسی طمع وحرص کو خوب کام دیا تھا برابر تازہ رہے۔ اکتوبر۔ نومبر۔ اور دسمبر ۱۸۹۵ء کے مظالم آرمینیا دہشت انگیزی اور تعداد دونوں لحاظ سے ان مظالم کے سامنے جو عیسائی سپاہیوں نے ۱۸۷۶ء میں جزیرہ نما بلقان کے مسلمانوں پر کئے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ تازہ ترین سرکاری مراسلات اور کاغذات مظہر ہیں کہ بعض بعض مقامات میں یہی مظالم "بلغاری مسلمانوں" ہو ؛ چرکسوں نے شروع کئے تھے۔ اگر ایسا ہو تو کوئی تعجب نہیں۔ کیونکہ یہی جور وستم اور ظلم وجفا کے یہی دونوں قوموں کے مسلمان آماجگاہ رہے تھے بیرنگی قسمت سے دونوں واقعات میں بیگناہ اور معصوم مظالم جفا کارانہ کا ہدف ونشانہ بنتے ہیں۔ بلقان میں پہلے مسلمان۔ پھر عیسائی اور بالآخر مسلمان۔ ایلیشیا جور وجفا اور کشت وخون کا آماجگاہ بنے۔ کو مہار آرمینیا میں پہلے مسلمان اور پھر عیسائی۔ بہت بڑے پیمانہ پر قومی و مذہبی تعصب کا شکار ہوتے ہیں۔ مگر دونوں صورتوں میں اصلی تحریک یا در باعث یکساں تھے۔ یعنے اسی مقدس ملکی وجنگی حکومت روسیہ" کی ظالمانہ۔ اٹل بے اصول اور مستقل عزم طمع وحرص جو ایکطرف قسطنطنیہ کیطرف اور دوسری طرف ہندوستان کیطرف جائز یا ناجائز جن حائل ہو ن پڑے لگاتار پیشقدمی کرتے رہنے کی پالیسی کو کبھی ایک لحظ کیلئے نظر انداز نہیں کرتی دونوں صورتوں میں اپنا کام کر رہی تھی۔

روسی ڈھنگ } بلگیریا اور آرمینیا میں روس نے جو ڈھنگ اختیار کئے انہیں اور نیز ان تدبیروں میں جن سے دونوں صورتوں میں انگلستان کی عام رائے کو دھوکہ دیا گیا ہے عجب مشابہت تامہ پائی جاتی ہے۔ مگر خوش قسمتی سے آخر الذکر صورت میں دیگر زبردست اقتدار و نے حائل ہو کر ٹرکی کو بلا واسطہ اور براہ راست روسی فوج کشی سے بچا لیا۔ اور اسطرح سے انگریزی قوم کے تعصبات اور انگریزی پالیسی کی بیوقوفیوں کے اثر بد کی پوری

بقیہ حاشیہ اور بچوں کی لاشیں ایک کنوئیں میں دیکھیں۔ ان کی تعداد ہم درست نہیں بتا سکتے۔ کیونکہ ہمنے انہیں نکلوا کر نہ گنا۔ تاہم وہ تعداد کچھ بہت ہی نہیں۔ اور میری رائے میں اس لرزاں وترساں بڑھیا عورت کا بیان بالکل درست تھا۔ جو کنوئیں تک ہمارے ساتھ آئی تھی۔ اسنے بتایا کہ یہاں بارہ یا پندرہ عورتوں کی لاشیں پھینکی گئی تھیں۔ واپسی کے وقت ہمنے سوا سو سے زیادہ ترکوں کی لاشیں دیکھیں۔ یہ سب کے سب سنگین وتلوار یا یکبارگی گولی مار دینے سے ہلاک کئے گئے تھے۔ انکے متعدد ڈھیر لگے ہوئے تھے ایک ڈھیر میں چالیس اور ایک میں پچاس لاشیں تھیں۔ دو تین چھوٹے چھوٹے ڈھیر ان سے علاوہ تھے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ کمال بیرحمی اور فریب کے ساتھ قتل کئے گئے تھے۔ ان میں کئی نہایت ہی بوڑھے بھی تھے۔ شب گذشتہ ترکی سواروں کی ایک جماعت کل علاقہ میں بکامیابی کامل گشت کر کے واپس آئی۔ وادئے طنجہ کے موضع موفلس میں انہیں اڑھائی سو عورتیں اور بچے ملے جنکو بلغاری جو ترکی سواروں کے آنے پر دم دبا کر بھاگ گئے تھے زندہ تو چھوڑ گئے۔ مگر بے حرمتی سب کی کر گئے۔ شام کے وقت یہ جماعت کازان تک پہونچی۔ وہاں اسنے دو ہزار سے زیادہ ترکی عورتیں اور بچے پائے۔ ان سب نے یکزبان ہو کر بیان کیا کہ گذشتہ دس پندرہ دنوں میں یعنے جبسے کہ شہر بلغاریوں کے تصرف میں آیا۔ ان ظالموں نے ایک جوان عورت یا لڑکی کا ناموس سلامت نہ چھوڑا۔ اور جاتی دفعہ کئی لڑکیوں کو پہاڑوں میں ساتھ لے گئے۔ کل شہر میں ایکسو ترک موجود تھا۔ وہ سب قتل کر دئے گئے تھے

پوری تلافی ہوگئی۔ اور یہی نہیں کہ ترکی کی سلامتی ہی محدوش نہ ہونے پائی بلکہ انگلستان اور سلطنت برطانیہ کے مفاد عظیمہ بھی معرض خطر میں پڑنے سے سلامت ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں میں نے اصل مطلب سے بہت گریز کیا ہے۔ مگر ناظرین کو واقعات کی حقیقی رفتار اور ان کے اثر کا درست اندازہ کرسکنے کے قابل بنانے کیلئے یہ گریز ناگزیر تھا۔ اب میں پھر آسٹریا کیطرف رجوع کرتا ہوں۔ ۱۸۷۶ء میں روس نے بوسینیا اور ہرزی گوینا کے وعدہ سے آسٹریا کو متفق کرلیا تھا۔ اور اس سے ترکی پر حملہ کرنیکی اجازت حاصل کرلی تھی۔ رومانیا نے اس حملہ کے برخلاف مدد ملنے کے لئے آسٹریا سے فضول التجائیں کیں۔ آسٹریا کی حس انصاف پر طمع غالب آچکا تھا۔ اس نے شنوائی نہ کی اور غریب رومانیا کو صبر وشکر کرکے روس کو اپنے علاقہ سے گذرنے ہی کی اجازت نہ دینی پڑی بلکہ جب بمقام پلیونا پہلی مرتبہ ہی اسلامی پہلوان عثمان* سے منہ کی کھانے پر روسیوں کے تکنیے ڈھیلے اور انکی حالت نہایت نازک ہوگئی تو اسے اپنی کل فوج بھی اسی ظالم کے حوالہ کردینی پڑی۔ روسی سلسلہ ہائے آمدورفت اور اسکی فوج کا جناح یمین بحیرہ سے لیکر رومانیا۔ بلگیریا اور شرقی رومیلیا کے بیچوں بیچ سان سٹیفانو تک پھیلا ہوا تھا۔ اور آسٹریا یا بآسانی تمام حسب موقعہ پرجا پاتی وہیں اسپر مہلک حملہ کرسکتی تھی۔ مگر قرار داد باہمی کے مطابق وہ خاموش رہی۔ اور اس نے کوئی مخالفانہ حرکت نکی۔ لیکن جب قسطنطنیہ کے دروازہ پر پہونچ گئے اسوقت آسٹریا سے ضبط نہو سکا۔ اور اسنے روس کو مزید پیشقدمی سے باز آجانیکی اطلاع کردی۔

روسیوں کی دوسروں کو اندھا اور احمق بنانیکی کوششیں

جون ۱۸۷۸ء میں مقام برلن تمام پردہ فاش اور کل راز منکشف ہوگئے۔ کل مشرقی رومیلیا کی سیاحت کرنے۔ اور ایڈریانوپل۔ فلپ پلس۔ صوفیا۔ اور سلسلہ ہائے بلقان کے برابر برابر جسقدر روسی افواج مقیم تھیں انکی بیحد کمزوری کو بچشم خود مشاہدہ کرنیکے بعد میں فلپ پولس۔ صوفیا کو روسی تصرف میں نجانے دینے کی حتے الامکان کوشش کرنیکے لئے برلن گیا۔ روسی کل دنیا کو احمق اور اندھا بنانیکی چال کمال بیباکی اور عیاریکے ساتھ چلے۔ انہوں نے فوج امپیریل گارڈ اور تقریباً ہر ایک سپاہی اور توپ جو بل کے ذریعہ نقل سکتی تھی سان سٹی فانو کو جو قسطنطنیہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے بہیجدی۔ اور پھر تمام یورپین سفارتوں کے جنگی اتاشیوں کو روسی "فوج ہراول" !!! کے پریڈ اور جائزہ دیکھنے کیلئے مدعو کیا۔ یہ ہراولی فوج بیشک بڑی شاندار تھی جسمیں نفیس وعمدہ توپخانہ کے علاوہ پچاس ہزار چیدہ روسی فوج موجود تھی۔ مگر درحقیقت ہراولی فوج یہاں کی فوج تھی

* روسیوں نے پہلے بحقارت تمام پرنس چارلس والی رومانیا کے پیشکش کو مسترد کردیا تھا۔ مگر جب عثمان نے چھکے چھوڑا دئے تو خود پرنس مذکور سے بالحاح تمام امداد کی تاکیدی التجا کی۔ مفصل حالات کے لئے دیکھو محاربات پلیونا۔

اور یہی کل عساکر روسیہ کی کائنات تھی۔ اڈریانوپل میں کلھم چار ہزار اور فلپ پولیس میں تین ہزار سے بھی کم روسی سپاہی موجود تھے۔

اجنبیوں سے روسی افواج کی قلت تعداد کو مخفی رکھنے کی بڑے اہتمام سے کوشش کیجاتی تھی۔ پرنس گورچکاف (متوفی وزیر خارجیہ روس) کے داماد کونٹ سٹولوپن نے جو رومیلیا کا گورنر جنرل بنایا گیا ہوا تھا خواہی زبانی مجھے بتایا کہ پیشتر اکی اہم چوکی پر جو سلسلہ رہوڈوپ کے کنارہ پر واقعہ تھی۔ تین پلٹنیں مقیم ہیں۔ مگر درحقیقت وہاں صرف دو کمپنیاں موجود تھیں۔ فساد رہوڈوپ کی تحقیقات کے لئے ایک مشترکہ روسی ترکی کمیشن مقرر ہو گئی تھی میں نے اس کمیشن کے ساتھ ملکر کھانا کھایا۔ میز پر صرف تین روسی افسر موجود تھے۔ میں نے پریسیڈنٹ سے کہا "میرے خیال میں تمہارے اکثر ساتھی بعیدی چوکی کے فرائض کی تعیل پر گئے ہوئے ہیں" اسکی زبان سے بیساختہ نکل گیا "نہیں صرف ایک غیر حاضر ہے" اس کے معنے یہ تھے کہ وہاں صرف دو کمپنیاں موجود ہیں۔ کمیشن ایک روسی میجر کے زیر اہتمام تھی۔ اس نے میز کے نیچے سے اپنے ساتھی کو ٹھوکر لگائی۔ مگر مسکوٹ کے پریسیڈنٹ کی بجائے وہ ٹھوکر مجھے لگی۔ میں باواز بلند ہنس پڑا۔ اور جہانتک میری ذات کا تعلق تھا۔ تمام رازداری کا خاتمہ ہوگیا۔ اور پھر مجھ سے کسی بات کے چھپانیکی کوشش نہ کیگئی۔

لارڈ بکنسفیلڈ کو روسیوں کی کمزوری بخوبی معلوم تھی اور وہ جانتا تھا کہ روسی فوج مقیم یورپین ٹرکی پر نہایت آسانی سے مہلک حملہ ہو سکتا ہے۔ بنابریں اسکی بڑی خواہش تھی کہ اس موقعہ پر فائدہ اٹھاکر روس پر کاری ضرب لگادے۔ اس ضرب سے روس کم از کم پچاس برس کیلئے بیدست و پا ہو جاتا۔ اور خوبی یہ تھی کہ ہمیں آدمیوں اور روپیہ کا چند اں نقصان نہ اٹھانا پڑتا۔ مگر بدقسمتی سے اسی کے ساتھی وزرا کے معدد کثیر نے جنکو کوتاہ اندیشی اور مذہبی تعصب نے اُن اغراض و مفاد کی اہمیت جو معرض خطر میں تھے۔ اس نادر و بیمثال موقعہ کی لاانتہا قدر و منزلت اور توقف و درنگ کے خطرات کو سمجھنے کے قابل نہیں رہنے دیا ہوا تھا۔ اس سے اتفاق رائے نہ کیا۔ اور اُسے اپنے عزم سے دست بردار ہونا پڑا۔

محمد علی برلن کانگرس میں اعلے ترکی نائب اور سفیر محمد علیؒ تھا۔ وہ ایک قابل انسان۔ عمدہ جرنیل اور عام واقفیت اور وسعت معلومات میں اس زمانہ کے اکثر ترکی پاشاؤں سے بہت افضل تھا۔ وہ وادی لوم کی فوج کا کمانڈر رہا تھا۔ اور وہاں اُسنے روسی فوج کو جو زار وچ[1] (ولی عہد) کی زیر کمان تھی۔ تین پے در پے شکستیں دیں۔ قراحسن کوئی اور پوپ کوئی کی لڑائیوں میں محمد علیؒ نے روسیوں کا خرگوش کی طرح تعاقب کیا۔ وہ زاروچ کی فوج کی ترکی تمام کرنے ہی والا تھا کہ محمود داماد پاشا سلطان کے بہنوئی کی صلاح بد سے جو اس محاربہ کے دوران میں ترکی کے حق میں فرشتۂ زحمت کا کام دیتا رہا تھا۔ واپس بلا لیا گیا۔ میں محمد علیؒ سے اچھی طرح واقف تھا۔ اسنے کئی مرتبہ مجھ سے بتاسف ذکر کیا کہ اس پر ماجرا محاربہ میں ٹرکی کو ہاتھ سے کئی نادر موقعے یوں ہی گئے۔ ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا گیا

[1] یہ بعد میں زار اسکندر ثالث ہوا۔

کانگریس کے انعقاد کے پہلے ہی دن میںنے برلن میں اس کے ساتھ کہانا کہایا۔ اور اس سے دریافت کیا ٹرکی کے حق میں صورت حال اور معاملات کی نوعیت کیسی دکہائی دیتی ہے۔ محمد علیؒ نے آگے جہک کر چہرہ کو ہاتہوں سے چہپا لیا۔ پہر چند لمحوں کے بعد سر اٹھا کر کمال مایوسی اور اندوہ کے ساتھ کہا۔ اے میرے دوست۔ مجھے کامل تباہی دکہائی دیتی ہے۔ آسٹریا نے ہمیں بیچ دیا ہے۔ اُسنے میرے سوال سے تہوڑا سا عرصہ ہی پہلے یہ معلوم ہوا تہا کہ روس نے بوسنیا اور ہرزی گوونیا کا لقمہ دیکر آسٹریا کو خاموش رہنے پر رضامند کر لیا تہا۔ اور کہ بڑی بڑی بھینٹیں چڑہائے بغیر ٹرکی کو صلح حاصل نہیں ہو سکیگی خداوند کریم اس پر رحم کرے۔ اس نے برلن میں ٹرکی کے لئے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ کانگریس کے اختتام سے کچھ عرصہ بعد وہ ایک خاص سفارت پر قصبہ پرزرنڈ کو جہاں البانیوں نے تحصنا بغاوت برپا کر رکہی تہی بہیجا گیا۔ اور وہاں شورہ پشت اور کٹر البانیوں نے بقول بعض دغا و فریب سے اسے اور اسکے تمام اسکورٹ (دستہ اردل) کو تہ تیغ کر دیا۔ محمد علیؒ کا انجام اس انجام سے جو سر لوئیس کوگناری اور اسکے اسکورٹ کا بمقام کابل ہوا۔ بہت کچھ مشابہت رکہتا ہے۔

کونٹ گولوچوسکی کی دور اندیشی

چونکہ میں جانتا تہا کہ ٹرکی کی قسمت بہت کچھ آسٹریا کی پالیسی منحصر ہے۔ میںنے راستہ میں بشرط امکان آسٹرین وزیر خارجہ سے ملتے جانیکا عزم کیا۔ کونٹ گولوچوسکی نے جو سے جنوری گذشتہ میں قسطنطنیہ سے وطن کو واپس آتے وقت ملاقات کرنا منظور فرما لیا تہا۔ اور از راہ نوازش اسکے لئے وقت اور تاریخ معین کر دی تہی۔ مگر قسطنطنیہ میں غیر مترقبہ توقف ہو جانے سے میں پورے آٹھ گہنٹے دیر کر کے پہونچا۔ تاریخ ۱۵ جنوری بروز جمعہ اور وقت بارہ بجے دوپہر کا مقرر کیا گیا تہا۔ کونٹ نے اسی تاریخ شام کو برلن جانا تہا وہ چلا گیا۔ اور میں شام کے آٹھ بجے وائنا پہونچا۔ میںنے یہ تفصیل اسلئے بتائی ہے کہ اس سے ایک عجیب و غریب داستان متعلق ہے۔ لنڈن واپس پہونچنے پر ایک باخبر شخص نے جو بیشمار خفیہ جاسوسوں اور خبر رسانوں کا افسر و حاکم ہے مجھے بتایا کہ قسطنطنیہ میں مجھے ایم ہیلیڈوف کی کارستانی سے توقف ہوا تہا تاکہ میں کونٹ گولوچوسکی سے نہ مل سکوں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ روایت درست ہے یا غلط۔ مگر اسمیں کوئی شک نہیں کہ مجھے بالکل خلاف توقع اور ناقابل بیان طریق سے ایک ایسے شخص کے کہنے سننے پر جو دربار سلطانی میں بڑا منظور نظر ہے اور اسکی نسبت عام خیال ہے کہ اسکا میلان اور رجحان بہت کچھ روسیوں کیطرف ہے دو دن قسطنطنیہ میں میعاد مقررہ سے زیادہ ٹھیر رہنا پڑا۔ اور بعد میں ثابت ہو گیا کہ اسکی یہ درخواستیں اور پیغام بالکل لغو اور نہایت ہی ناکافی وجوہات کی بنا پر مبنی تہے۔

مسائل کریٹ و یونان کے دوران میں آسٹریا نے جو مسلک اختیار کر رکہا میں اسے نہایت غور سے دیکھتا رہا تہا۔ اور مسائل مذکورہ کے اختیار کرنے میں کونٹ گولوچوسکی نے جو عاقلانہ دور اندیشی اور مستقل مزاجی ظاہر کی تہی اسے دیکھ دیکھکر متعجب و حیران ہوا جاتا تہا

* اموئی فہد سکے حالات اسی کتاب میں پہلے کسی حاشیہ میں بتائے جا چکے ہیں۔

یہ امر خود ہماری (انگریزی) بلیو بکوں (کتب زرق) سے بھی صاف ہویدا ہو رہا ہے - آسٹریا محل وقوع اتصال سیاست کو بالکل قریب ہونے اور یورپ کے امن کو قائم رکھنے کے معاملہ میں سب سے زیادہ دلچسپی رکھنے کی وجہ سے ان تمام سازشوں اور بلند پروازیوں سے جو امن عامہ میں مخل ہونیکی دھمکی دے رہی تھیں بخوبی واقف اور باخبر تھی - آسٹریا کو اسیوقت یونان کی خفیہ سوسائٹی انجمن ہیٹایا کی کارروائیاں جو اب کل دنیا میں مشہور ہوگئی ہے معلوم تھیں - اور اُسے اُس خفیہ امداد کا بھی علم تھا جو یونانی گورنمنٹ اس انجمن کی خوفناک سازشوں کو دے رہی تھی - اور یہ اسی علم کی وجہ سے تھا کہ جولائی ۱۸۹۶ء میں ہی کونٹ گولوچوسکی نے مفسدین اور اسلحہ کے سیلاب عظیم کی درآمد کو روکنے کیلئے جسے انجمن ہیٹایا نے تیار کیا تھا کریٹ کے گرد بحری حلقہ ڈالنے کی تجویز دول یورپ کے سامنے پیش کر دی تھی - تمام دول عظام نے اس امر پر بنا احتیاط اور پیش بندی کو جو کریٹی فساد کو شگوفہ میں ہی دبا دیتی اور خود کریٹ کو جانگداز خانہ جنگی اور خونریزی سے محفوظ کر دیتی بخوشی منظور کر لیا - باغلب وجوہ اس آسٹرین تجویز کی بدولت محاربہ تہسلی بھی کبھی وقوع میں نہ آتا - مگر بدقسمتی سے برطانوی گورنمنٹ نے اس سے اتفاق نہ کیا اور محبان یونان و ریڈیکل فریق کی خفیف سی پرجوشی اور تحریک سے ڈر کر آسٹریا کی تجویز کے مطابق اگست گذشتہ میں کریٹ کے بحری محاصرہ کے لئے دیگر دول کے ساتھ شریک ہونے سے انکار کر دیا - عام تحریک کے اسقدر دباؤ میں آجانا بڑی سخت غلطی تھی - یہ تحریک ایسی وسیع اور اہم نہ تھی جیساکہ گورنمنٹ نے اسے تصور کیا - تحریک مذکور کا ایسا پاس کرنے سے کوئی فائدہ مترتب نہ ہوا حتے کہ انگریزی وزارت کو ذاتی طور پر بھی اس سے کچھ فائدہ نہ پہونچا - اس نے اس خفیہ سازش اور یونان کی جنگی حرکات کو روکنے کا نہایت مفید و مناسب موقعہ کھو دیا - اور آخر ایسے وقت بحری محاصرہ کی تجویز سے اتفاق کیا اور اسمیں شامل ہوئی - جبکہ محاصرہ مطلقاً کارآمد نہ رہگیا تھا - اس توقف سے خود جزیرہ کریٹ کو بھی یقیناً کوئی فائدہ نہ پہونچا - کیونکہ اسکی بدولت جزیرہ مذکور قتل و نہب کا کامل جہنم بنگیا - تین سو مفسدوں اور ۱۵ ہزار رائفلوں کا پہونچ جانا جنکو ۱۸۹۶ء کے موسم خزاں میں انجمن ہیٹایا نے علانیہ اور کامل بیباکی کے ساتھ روانہ کیا - اور کرنیل واسوس کی فوج کشی مابعد کریٹ کے حق میں زہر ہلاہل سے کم ثابت نہ ہوئی - کونٹ گولوچوسکی نے بذات خود اس کے متعلق اگست ۱۸۹۶ء میں سر ازمنڈ مانسون انگریزی سفیر متعینہ وائنا کو جو کچھ کہا وہ بلیو بک میں بعبارت ذیل درج ہے :-

اقتباس از مراسلہ سر اڈمنڈ مانسون بنام مارکوئس آف سالسبری -

وائنا یکم اگست ۱۸۹۶ء - (نمبر ۴۳۸)

کونٹ گولوچوسکی نے مجھ سے ذکر کیا ہے کہ یہ صاف ظاہر ہے کہ جب تک کریٹ میں یونان سے مجاہدین اسلحہ اور سامان حرب کی درآمد کو روکنے کا موثر انتظام نہ کیا جائیگا بغاوت پوری شدت سے جاری رہیگی - اسکا ان دونوں میں سے بہرحال ایک نتیجہ ہوگا - یا تو باغی آخر غالب آجائینگے اور جزیرہ یونان کے ساتھ ملحق ہو جائیگا یا آزاد ہو جائیگا - یا ترک جنہیں اس معاملہ میں مزید مزاحمت کرنا صریح ناانصافی ہوگی جس طرح مناسب سمجھینگے اس سے بغاوت و تحریک کا خاتمہ کر دینگے -

وہ کونٹ مذکور کو پورا پورا یقین ہی کہ اس اہم خطرہ کے انسداد کے لئے جو کریٹ کی موجودہ صورت کے قایم رہنے سے یورپ کے اس کی سلامتی اور قیام کے لئے پیدا ہو رہا ہے ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ بھی سچے دل سے ویسی ہی متردد اور خواہاں ہوگی۔ جیسی کہ دیگر دول ہیں۔ اور بنابریں کونٹ موصوف متعجب ہیں کہ کیوں گورنمنٹ انگلشیہ محض پارلیمنٹری معاملات اور فریقانہ چالوں کو جو صرف ملک کے اندرونی معاملات سے متعلق ہونی چاہئیں۔ دول میں اتحاد قایم رکھنے کے نہایت اشد ضروری اور لازمی مقدم مدعا کی تکمیل اور اتحاد مذکور کو اس آگ کے ابتدائی شعلوں کے بجھانیکے لئے استعمال میں لائی جانیکے راستہ میں حائل اور مخل ہونے دیتی ہے اس آگ کو اگر فی الفور استقلال اور مضبوطی کے ساتھ نہ بجھایا گیا تو اسکے شعلے تمام جنوب مشرقی یورپ میں بھڑک اٹھینگے۔ گربہ کشتن روز اول عام مشہور ضرب المثل ہی۔ کونٹ موصوف کی رائے میں ملکی و اندرونی پالٹیکس اور معاملات کے کسی لحاظ کو عالمگیر جنگ کے از حد مضر نتائج کے مقابلہ میں ہرگز کوئی وقعت نہیں دیجانی چاہیئے (بلیو بک متعلقہ ٹرکی نمبر ۲ ۱۸۹۷ء نامی - ۱۹۳)

مسٹر ڈبلیو بی ہیرس اگست ۱۸۹۷ء کے رسالہ بلیک وڈ میگزین میں نہایت عجیب بیان تحریر کرتے ہیں۔ جس کا درست و صحیح ہونا بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔ وہ لکھتے ہیں کہ شاہ یونان اور ایم ڈیلیانس دونوں محض اس توقع سے یونانی فوج کے اجتماع کی جو کہ گوارا کی تھی کہ آخر دول یورپ (۱۸۸۵ء کیطرح) یونان کا بحری محاصرہ کر کے اسے (نمائشی) فوجی کارروائی سے روک دینگی اور لڑائی تک نوبت نہ پہونچنے دینگی۔ مسٹر موصوف کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

”یونان کا بحری محاصرہ کئے جانیکی افواہیں دن بدن زیادہ تقویت پکڑ رہی تھیں۔ حتٰے کہ ایکدن شاہ کو یہ اطلاع جو اسکی رائے میں نہایت معتبر اور بالکل درست تھی پہونچی کہ دول نے محاصرہ کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس نے دیکھہ لیا کہ زبانی شیخی بگھارنے اور تعلی کے لینے کا اب خوب موقعہ ہے۔ اور اس موقعہ کو اسنے یونہی جانے دینا مناسب نہ سمجھا۔ محل کے سامنے بڑے چوک میں اتنا مجمع اور ہجوم جمع تھا کہ دنیا پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ یکبارگی بادشاہ سلامت اراکین خاندان کے حلقہ میں جھروکہ میں نمودار ہو گئے اور جنگ کی تائید میں ایسی پر جوش اور اشتعال انگیز تقریر کی کہ گو ایم ڈیلیانیس بھی نہایت پر جوش تقریروں سے قوم کے دلوں کو مسخر کرتا رہا تھا۔ مگر اسکی کوئی تقریر پر جوشی میں محب ملک بادشاہ کی تقریر کی برابری نہ کر سکتی تھی۔ بادشاہ سلامت نے ارشاد فرمایا ”ہم سب لڑائی کیلئے کمربستہ ہیں۔ ہر چیز تیار ہے۔ میں بذات خود تین لاکھہ یونانیوں کی کمان پر میدان جنگ کو جاؤنگا“ یہ الفاظ سنکر سامعین کے جوش و خروش اور پر جوش اظہار عقیدت و خلوص کا کیا ٹھکانا ہو سکتا تھا۔ سب کے سب ایسے جوانمرد شجاع اور محب ملک بادشاہ پر دل و جان سے والہ و شیدا ہو گئے۔ اور کم از کم کچھہ عرصہ کیلئے شاہی خاندان کی استقامت و استقلال کیطرف سے بیفکری ہو گئی (کیونکہ اس سے پہلے اہالی اپنی بادشاہ کی حزم و احتیاط یا انکے قول کے مطابق اسکی بزدلی سے سخت ناراض ہو رہے تھے۔ مترجم)۔ لیکن جسوقت بادشاہ یہ الفاظ زبان سے نکال رہا تھا۔ اسے دلمیں پختہ یقین تھا کہ کوئی محاربہ نہیں ہوگا۔ حتٰے کہ اس تقریر کا مسودہ تک بھی جو اس نے اس جھروکہ سے دوسری مرتبہ کرنی تھی اسوقت ہی تیار ہو چکا تھا۔ یہ تقریر اسوقت کیجاتی جبکہ دول کے جنگی جہاز یونان کو دبا

نالیرم اور پائرس کے سامنے لنگر زن ہو جاتے - اور اسوقت جبکہ یونانی بچشم خود ان جہازوں کو اتھنز کی بلندیوں سے مشاہدہ
کر رہے ہوتے - بادشاہ سلامت یوں نغمہ سنج ہوتے " میں نے اپنی طرف سے تو محاربہ کیلئے پوری کوشش کی - میں بذات خود
حدود کو جانیکو تیار تہا - اور اگر ہمارا دشمن یورپ حائل نہ ہو جاتا - جو وحشی و ظالم ترکوں کی حفاظت کر رہا ہے تو آج ہم
قسطنطنیہ کی سڑک پر سوار ہوتے "

انگریزی جہالت کا سبب

انگریزی وزرا نے مناسب اور بروقت کارروائی کرنیکے دو اور عمدہ موقع
بھی ہاتھ سے کھو دیئے - پہلا موقعہ یہ تہا کہ کرنیل واسوس کی فوج کو جزیرہ میں
اترنے سے پہلے راستہ میں روکدیا جاتا - دوسرا یہ تہا کہ یونان کا کلی یا جزی محاصرہ کر لیا جاتا جس وقت یونانی گورنمنٹ
نے اپنی فوجیں جمع کرنی شروع کیں - تو آسٹریا نے یہ تجویز بھی پیش کی تہی - اتھنز کے بندرگاہ پائرس اور تھیسلی کے بندرگاہ وولو
کا محاصرہ یونانیوں کو تھسلی میں فراہمی و اجتماع افواج سے روکنے کیلئے کافی تہا - کیونکہ اتھنز سے تھسلی کو جو خشکی کے راستے
جاتے ہیں وہ طویل اور دشوارگذار ہیں - مگر ان موقعوں کے وقت بھی وہی تذبذب اور بیحسی و حرکتی انگریزی مجلس وزرا پر مستولی تہی
جنہوں نے اسے پہلے ہی بر محل کوئی کارروائی نہ کرنے دی تہی -

ہماری اس بدیہی کمزوری اور بلا اشتباہ درنگ سے یورپین گورنمنٹوں کو سخت آزردگی ہوئی جس آزردگی کا اس طرح سے
اظہار کیا گیا کہ براعظمی* اخبارات کے حصہ کثیر نے انگریزی وزارت کی پالیسی پر بڑی سختی سے نکتہ چینی کی اور وزارت انگلیشیہ
کے اس تش و پنج اور الہڑ چال کو جس سے ممالک غیر سخت متعجب ہو رہے تہے - خود لارڈ سالسبری کی بجائے اسکے رفیق
وزرا کیطرف منسوب کیا - ہم انگریز ممالک غیر کی ایسی نکتہ چینیوں کو عموماً غیر منصفانہ بلکہ بے بنیاد قرار دیکر ان پر بہت
خفگی ظاہر کرتے ہیں - یہ ہماری غلطی ہے - ہمیں یہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ انگریزی قوم کی نسبت براعظمی اقوام
جنگ وجدال کے خطرات اور مصائب سے بدرجہا زیادہ واقف ہیں - اور بنابریں وہ کسی ایسی کمزوری یا تذبذب اور لیت ولعل سے
جو آتش حرب مشتعل کرا دینے کا باعث ہو سکتا ہو بہت قدرتی اور اسپر خفگی ظاہر کرتی ہیں - تعلقات بین الاقوام کی حقیقی وقعت اور
معاملات خارجیہ سے انگریزی اخبارات اور انگریزی مدبرین پالیسیوں کے حصہ کثیر کی حیرت انگیز ناواقفیت کا باعث بھی یہی
لاعلمی اور ناتجربہ کاری ہے - براعظمی اقوام کو تلخ تجربہ سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے - کہ خارجیہ معاملات انکے لئے کیسی اہمیت
اور ضروری منزلت رکھتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ زمانہ رفتہ اور سنوانی ہمدردئی انسانی براعظمی اخبارات اور براعظمی رائے پر ویسا
اثر نہیں ڈال سکتیں جیسا کہ انگریزی اخبارات اور رائے عامہ پر - اہالی فرانس و جرمنی و آسٹریا کے احساسات کی رہنمائی ان
ملکوں کے مادی اغراض ومفاد اس سے بدرجہا زیادہ کرتے ہیں - جتنی کہ انگلستان کے علمی اغراض وہاں کے باشندوں

* ہم نے براعظم یورپ کے ان ممالک کے اخبارات جو چاروں طرف سے پانی سے نہیں گھرے ہوئے اور انکی کوئی نہ کوئی جانب دوسرے
ملک سے ملحق ہے - بالفاظ دیگر برطانیہ کلاں و آئرلینڈ کے سوا جو دونوں جزیرے ہیں باقی تمام ممالک یورپ کو براعظمی ملک کہا جاتا ہے - مترجم

احساسات کی کرتے ہیں۔ اور سچ بات بھی یہی ہے کہ برِاعظمی اقوام کی ذاتی مصالح و اغراض ان کو اجازت نہیں دیتے
کہ اپنے خارجیہ تعلقات سے ایسے جاہل اور بےغرض رہیں۔ یا انکا انصرام ایسی لاپرواہی سے کریں جس طرح کہ انگلستان اس کے
اوپر کیا کرتا ہے کہ سمندر سے محیط ہونے کی وجہ سے وہ بہت کچھ محفوظ ہے۔ اپنی محفوظیت کے متعلق اسکا یہ خیال ایک حد
تک درست بھی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ لاپرواہی اُسے سخت نقصان و دقتیں پہونچانے سے خالی نہیں رہی۔

کونٹ گولوچوسکی کی آراء

اس مرتبہ میں نے آسٹرین وزیر خارجیہ کی ملاقات سے محروم نہ رہنے کا پختہ انتظام کرلیا۔ اسکا بندوبست خفیہ طور پر کونٹ [illegible] کی
کے چیف سکرٹری ایم لوئی میری سے جو نہایت قابل اور زیرک شخص ہے کیا گیا۔ آسٹرین وزارت خارجیہ کا دفتر بال پلاز
محل رقص میں ہے۔ جب ہم وہاں پہونچے تو دفتر کے اردلی جو نہایت ہی خوش اخلاق اور متواضع تھے ہمیں کئی
خوبصورت کمروں میں سے ایک شاندار ایوان میں لیگئے۔ یہ ایوان آسٹرین قیاصرہ کی تصویروں اور بدنصیب ولی عہد پرنس
روڈولف مرحوم کی رقت انگیز شبیہ سے آراستہ تھا۔ الیس را اپنے لڑکے کو میں نے اس ایوان میں چھوڑا۔ میں اسے بالالتزام ہمیشہ
اپنے ساتھ لیجاتا رہا تھا کہ اُسے تمام قابل دید مقامات اور رسوم و مراسم اور ان لوگوں کو جو دنیا کی تاریخ میں بڑا حصہ لیے رہے
ہیں۔ دیکھنے کے موقعے ملیں۔ وہاں سے مجھے ایم ڈی میری وزیر کے کمرہ میں لیگیا۔ جہاں میں نے اس سے طویل ملاقات
کی۔ اور ۴۵ منٹ تک گفتگو ہوتی رہی۔ کونٹ کی شکل و شباہت دلپسند۔ آنکھیں نیلگوں اور روشن و چمکدار۔ بال سیاہ۔ پیشانی
فراخ و بلند اور عمر پچاس کے قریب ہے۔ اس کا تبسم نہایت خوشگوار۔ انداز دلیرانہ اور گفتگو نہایت شریفانہ ہے۔ وہ صوبہ
گلیسیا کا متمول زمیندار اور پکا رومن کیتھولک ہے۔ قوم سے پولش ہے۔ مذہب کی وجہ سے اسکی نسبت عام خیال مشہور ہے
کہ وہ انگریزی اغراض کے مخالف ہے۔ مگر میں نے ایسی مخالفت کا کوئی نام و نشان نہ پایا۔ بلکہ اسے اسکے عین برعکس دیکھا
وہ کمال خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آیا۔ اور میری ملاقات پر بڑی مسرت ظاہر کی۔ وہ انگریزی نہیں بول سکتا
مگر فرانسیسی میں اہل زبان معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے ہمنے اسی زبان میں گفتگو کی۔ اسنے یونان کے طریق عمل پر جو اسنے کریٹ
اور برِاعظم میں اختیار کر رکھا تھا سخت نفرت ظاہر کر کے اس معاملہ میں مجھ سے اتفاق کیا کہ یونانی گورنمنٹ اس کارروائی سے
ایکطرح گویا یورپ سے تاوان لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے یہ رائے بلا تامل اور صاف صاف ظاہر کر دی

ملہ یہ قیصر جوسف کا اکلوتا بیٹا تھا اور بلجیم کی بیٹی سے بیاہا تھا۔ مگر اس کا تعلق ایک آسٹرین امیرزادی سے ہو گیا۔ اور اسنے اپنی
بیوی کو بالکل بھلا دیا۔ جب معاملہ حد اعتدال سے بڑھ گیا تو ایکدن قیصر نے بیٹے کو خلوت میں بلا کر سمجھایا اور اس سے آئندہ اس ناجائز تعلق
باز آجانے اور اپنی بیوی کو آباد کرنے کا عہد لیا۔ شہزادہ نے چند گھنٹے تو عہد کی تعمیل کی مگر آخر ضبط نہو سکا۔ وہ وانا کے ایک مضافاتی موضع
میرلنگ میں اپنی معشوقہ کو جا ملا۔ اور وہاں ۲۹-۳۰ جولائی ۱۸۸۹ء کی رات کو عاشق معشوق دونوں نے خودکشی کرلی اور دونوں کی لاش صبح ایک
پلنگ پر ملی۔ ولی عہد ۲۱ اگست ۱۸۵۸ء کو پیدا ہوا تھا۔ اسکی والدہ قیصرہ الزبتھ ۱۰ ستمبر ۱۸۹۸ء کو سوٹزرلینڈ میں ایک انارکسٹ نوجوان کے ہاتھ سے قتل ہوئی

کہ انگریزی گورنمنٹ ہی کریٹ کی موجودہ اشد نازک حالت کی ذمہ دار ہے - اس نے اس معاملہ میں حیرت انگیز تذبذب سے کام لیا - اور نہ صرف کریٹ کے بحری محاصرہ میں جسے آسٹریا نے اگست ۱۸۹۶ء میں تجویز کیا تھا بلکہ وولو اور پائرس کے بحری محاصرہ میں بھی شامل ہونے سے جو اسوقت تجویز کیا گیا تھا جبکہ یونانیوں نے تہسلی میں فوجیں جمع کرنی شروع کی تھیں انکار کر دیا - بایں ہمہ کونٹ گولوچوسکی کو یقین تھا کہ اس برس یورپ کے امن میں خلل نہیں پڑیگا - کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کل دول عظام امن کی خواہشمند ہیں -

روس کے متعلق جب مینے سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ روس اب امن کا صدق دل سے خواہاں ہے - یہ درست ہے کہ ایام گذشتہ میں ٹرکی کے متعلق اسکی یہ پالیسی رہی ہے کہ وہاں خفیہ سازشیں کرتا اور فساد برپا کراتا رہے - لیکن اب اسکی پالیسی بالکل بدل گئی ہے - اسے اچھی طرح غور و فکر کرنے سے تحقق ہو گیا ہے کہ پچھلی فوج کشی سے جسمیں اسکے لاکھوں آدمی اور کروڑ ہا روپیہ ضائع ہوئے حسب توقع منفعت نہیں ہوئی - بلغاریوں کو آزادی دلا دینے سے بھی روس کے حق میں کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا - بلغاری ایسے آزاد طبیعت ہیں کہ وہ کسی کی غلامی یا دست نگری گوارا نہیں کر سکتے - مگر میری رائے میں کونٹ نے ان فوائد و منافع کا اندازہ جو روس کو گذشتہ محاربہ میں حاصل ہوئے بہت گھٹا کر کیا - کیونکہ دیگر بلا واسطہ منافع کے علاوہ یہ مسلم امر ہے کہ اس لڑائی سے ٹرکی پہلے کی نسبت بہت کمزور ہو گئی - اور یہ صاف ظاہر ہے کہ اسکی کمزوری روس کے لئے صریح مفید ہے - مزید برآں روس کو باطوم وغیرہ جیسے مضبوط و کارآمد مقام مل گئے - تمام بحیرۂ اسود پر اسکا اقتدار قائم ہو گیا - اور ترک جزیرہ نمائے بلقان کے بہترین حصہ سے خارج کر دئے گئے - کونٹ نے یونانی فوج کا بڑی حقارت سے ذکر کیا - اور کہا کہ ترک خشکی پر یونانیوں کو باسانی تمام سیدھا کر دینگے - بلکہ میرے خیال میں ایک ہی لڑائی یونانیوں کو ہوش میں لانے کے لئے کفایت کر جائیگی - اور یہ واحد لڑائی ہی یونانیوں کی حرص الفقر اور ہوس ملک گیری کو ہمیشہ کیلئے پامال کرنے کیلئے بہترین تدبیر اور مؤثر ترین دوا ہو گی - مجھے خطرہ صرف اسبات کا ہے - کہ کہیں حصول فتح پر ترکی باشی بزوق اور بالخصوص ارنوط یونانی آبادی پر جبر و ستم نہ کریں - کونٹ نے ٹرکی کے موجودہ طریق انصرام مہام سلطنت کے برخلاف بھی صاف صاف اپنی رائے ظاہر کر دی - اور کوئی لگی لپٹی نہ رکھی - اس نے کہا کہ ہر معاملہ کا تصفیہ مجلس اسلطانی سے ہونا ملک کے لئے ہی نہیں بلکہ خود سلطان المعظم کے حق میں بھی اچھا نہیں کیونکہ ہر امر کے وہیں طے ہونے سے طبعی طور پر ہر ایسی تدبیر کا جو درست نہ پڑے حتی کہ مظالم آرمینیا تک کے ذمہ وار سلطان المعظم سمجھے جاتے ہیں - مزید برآں اس طریقہ نے ٹرکی کی قابل و لائق حکمران جماعت کو بہت کچھ معدوم کر دیا ہے - کیونکہ جب کل امور ایک شخص واحد کی ذات سے وابستہ ہوں - تو دوسروں کو کس طرح معاملات سلطنت کے انصرام کے متعلق قابلیت پیدا کرنیکا موقع مل سکتا ہے - کونٹ گولوچوسکی نے انگریزی پالیسی اور تدابیر و طریقوں پر بھی سخت نکتہ چینی کی - اور کہا کہ انگریزی مدبر اعام تحریکات کا حد مناسب سے زیادہ پاس کرتے ہیں - اور اس اواجب پاس کیوجہ سے وہ معاملات خارجیہ میں کوئی مستقل اور یکساں پالیسی نہیں رکھ سکتے - مسئلہ کریٹ کی نسبت اسنے رائے ظاہر کی کہ وہ کچھ زیادہ تردد کے بغیر حل ہو سکتا ہے -

اہالی جزیرہ نے جس وقت یہ سمجھ لیا کہ یوروپ سچے دل سے انکی بہتری کا خواہاں ہے تو وہ سلف گورنمنٹ سے بالکل مطمئن ہو جائینگے
کونٹ نے مجھے یوروپین پالٹیکس اور اسکی موجودہ سیاسی حالت کا نہائت دلچسپ خاکہ کھینچکر بتایا۔ سیاسی معاملات میں
اس کے خیالات وسیع ہیں اسمیں وہ پوری دستگاہ رکھتا ہے۔ اسکی باتوں سے پایا جاتا تھا کہ وہ حالت موجودہ کو تشویشناک تصور
نہیں کرتا۔ اور تنگدلی یا تنگ خیالی سے محفوظ ہے۔ آسٹریا کی نسبت کہا کہ یہاں کی عام رائے انگلستان کے حق میں نہائت
ہی دوستانہ ہے اور اگر انگلستان کی پالیسی صاف اور غیر متذبذب ہو تو آسٹریا بخوشی تمام ہر معاملہ میں انگلستان کے ساتھ
شریک ہے۔ ان دونوں ملکوں کے اغراض جیسے کچھ آپسمیں متشابہ ہیں۔ اہل خرد سے پوشیدہ نہیں۔ جرمنی کے متعلق کونٹ
جیسا کہ طبعی طور پر اسے ہونا ہی چاہیئے تھا ساکت رہا۔ مگر مجھے اسکے کسی صاف صاف مقولہ سے نہیں بلکہ اسکے انداز گفتگو سے
یہ متحقق ہو گیا کہ روس جرمنی اور آسٹریا کے قیاصرہ میں اتحاد موجود ہے۔ اور کہ فرانس درحقیقت بالکل منفرد ہے۔ شروع
سے لیکر آخر تک تمام ملاقات میں کونٹ نہائت خوش اخلاقی اور نوازش و مروت سے پیش آیا۔ اثنا میں اسنے اس قسم کے کئی
سوال کئے کہ تمہیں استعمال اسلحہ اور فن حرب کا کہاں تک علم ہے اور بالآخر رخصت ہوتے وقت اسنے انگریزی میں "گڈ بائی"
(الوداع) کہا۔ اور دعا کی کہ سفر میں خوش قسمتی ہماری رفیق رہے اور ہم خوب سیر ہو کر سیر و تماشا کریں۔

پروفیسر آرمی نی ایس ویمبری

سر ہوریس رمبولڈ انگریزی سفیر متعینہ وائنا سے ملاقات کرنے کے بعد ہم ڈینوب کے راستہ سٹیمر وائنا سے بوداپسٹ کو روانہ
ہو گئے۔ یہ راستہ نہائت ہی خوشگوار اور دلفریب ہے۔ جابجا گوناگون مناظر اور مختلف الالوان نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ جہاز بھی
بہت ہی آرام دہ تھا۔ یہ دریائی راستہ وقت کے سوا اور ہر معاملہ میں ریلوے سفر پر فوقیت رکھتا ہے۔ جہاز صبح کے سات بجے
وائنا سے چلکر شام کے سات بجے بوداپسٹ پہونچتا ہے۔ پس جو شخص ایک سالم دن کی گنجائش نکال سکتے ہوں۔ انہیں بہر نوع
دریائی راستہ کو ترجیح دینا واجب ہے۔ ہنگری کے لاٹ پادری کے مسکن کا نظارہ جسکا درخشان قلعہ میں برلب ڈینوب
ایک بلند چٹان پر واقع ہے نہائت ہی دلکش اور حیرت انگیز ہے۔ اسکے سوا اور ہزاروں خوشگوار اور شاندار نظارے
آنکھوں کو تراوت اور روح کو تازگی و فرحت بخشتے ہیں۔ رات ہمنے بوداپسٹ میں بسر کی۔ اور اپنے قدیمی دوست بوداپسٹ
کے مشہور آفاق پروفیسر آرمی نی ایس ویمبری سے طویل اور کمال دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔ کل یورپ میں کسی شخص کو

* اس خالص محب اسلام و مسلمین کی اکثر تقریریں بست سالہ عہد حکومت میں درج ہیں۔ اہالی ہنگری کو ترکوں سے باوجود مغائرت
مذہب ہم قوم و ہم نسل ہونے کی وجہ سے جو خالص الفت اور دلی تعلق ہے۔ اس کی مفصل کیفیت تاریخ خاندان عثمانیہ میں تحریر
کر چکا ہوں۔ مگر پھر بھی اس موقعہ پر اس قوم اور اسکے سر آوردہ افراد کو کافہ مسلمین اور بالخصوص ترکوں سے جو بے ریا اور سچی
محبت بحد کمال و دلسوزی ہے اسکی ایک تازہ ترین شہادت ذیل میں درج کر دینا بیمحل نہ ہوگا۔

ایک اجنبی ہمدرد کی بے نظیر دلسوزی اور بے مثال مروت۔ کچھ عرصہ ہوا قسطنطنیہ کی مجلس عکاظ ادب

شرکی اور کل مشرقی مسئلہ کا ایسا کامل و مکمل اور منصفانہ علم نہیں جیسا کہ اس بےنظیر ہفت زبان محقق علوم السنہ اور مورخ کو ہے کسی شخص نے انگلستان اور انگریزوں کو روس کی سازشوں اور روسی تعصب اور حرص ملک گیری سے متنبہ کرنے کی اسقدر کوشش نہیں کی جتنی

مقیم ہنڈ. ایک ممبر سید یوسف ضیاء الدین پاشا خالدی نے ایک کتاب جسمیں محاربہ یونان کے متعلق تمام شعرا کے اقوال جمع کیے گئے تھے۔ اپنے دوست پروفیسر اڈلف وارمنڈ کو جو وائنا کے امپیریل کالج میں عربی زبان کے پروفیسر ہیں ارسال کی۔ اسکے شکریہ میں پروفیسر مذکور نے نہایت شستہ او فصیح و بلیغ عربی زبان میں پاشائے موصوف کو طویل خط لکھکر کمال دلسوزی سے اسمیں یہ ادا کیا کہ میں مانتا ہوں کہ شعر کو نفوس و قلوب پر خاص تاثیر حاصل ہے۔ اور حواس روحیہ و بدنیہ پر اس سے خاص اثر پیدا ہوتا ہے۔ اور میں خوش ہوں کہ تم میں اب بھی عربی زبان کے جید شاعر موجود ہیں جیسا کہ اس کتاب سے واضح ہو رہا ہے مگر عزیز من میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ تم مقولہ استغفر اللہ من قول بلا عمل کی قدر و منزلت سے بخوبی واقف و باخبر ہو اور تم سب کو خداوند جلشانہ قول شافی اور عمل کافی دونوں کو ہر وقت مد نظر رکھنے کی توفیق و سعادت عطا فرماوے۔ کیونکہ شعرا کے محض اقوال اور تمنائیں بلا عمل نافع نہیں۔ مجرد قول شاعر اور عمل نافع کی تعریف کسی نے کیا خوب کی ہے۔ ایک ایسا عمل ہے جسکی لذت تو جاتی ہے۔ تعب و مشقت باقی رہتی ہے اور دوسرے کی مشقت تو چلی جاتی ہے مگر ہر روز فائدہ و لذت قائم رہتا ہے شعر کی خیالی تمنائیں اور خواہشیں گو قائل اور سامع کیلیے لذت سے خالی نہیں لیکن اگر انکے ساتھ عمل نافع شامل نہو تو لذت تو جلد کافور ہو جاتی ہے۔ اور خمار شاعری کے سوا اور کچھ نہیں باقی رہجاتا۔ پس اے میرے بزرگ دوست اعمال نافع کی آمیزش کے بغیر اپنے نفوس کو محض خیالی تمناؤں اور وہمی و عبث باتوں کی غذا نہ پہونچاتے رہو۔ بلکہ عمل نیک و مفید میں ساعی رہو۔ عمل نافع کی تعریف میں بارہا تمہیں سنا چکا ہوں وہ صرف ایک ہی چیز ہے وہ کیا ہے۔ اپنے اموال و املاک کی حفاظت اور یورپینوں کے اعمال و مساعی و مجاہدہ کے مقابلہ کیلیے جو ہمیشہ تمہارے ملکوں میں ہر معاملہ اور ہر میدان میں ہو ۔ اس اموال کے مالک صاحب بنے ہوئے ہیں مشترکہ سرمایہ سے کمپنیاں قایم کرنیکی کوشش کرو تا کہ انکی کل حصص صرف تم مسلمانوں کے ہی تصرف میں ہوں اور انکے منافع فقط تم مسلمانوں کا ہی ملک و مال ہوں اور اغیار تمہاری ملکی و قومی و شخصی دولت کو اور زیادہ لوٹنے نہ پائیں یہ درست ہے کہ خیالی باتوں اور بیکار تمنوں میں ایک قسم کی خاص لذت اور راحت ہے اور ایسے اعمال مشقت اور تعب چاہتے ہیں مگر یاد رکھو کہ انہیں اعمال کے ذریعہ سے لوگوں کو محنت و اعمال کے دوسرے پر لگایا جا سکتا ہے۔ اور انہیں کے وسیلہ سے لوگوں کے دل و دماغ اور قوائے فکریہ ثمر بخش امور کیطرف متوجہ اور انمیں مشغول کیے جا سکتے ہیں جن ثمر بخش کاموں کا نفع تمکو اور تمہارے بعد تمہاری اولاد کو ملیگا۔ نہ کہ اجنبیوں اور غیروں کو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ اسوقت مصر اور مراکو وغیرہ میں یہودی وغیرہ اجنبی مالداروں کی بدولت اہالی ملک کی کیسی گت بن رہی ہے اور انکے قبضہ سے ملک و املاک اور اراضیات کیسی سرعت کے ساتھ نکلے چلے جاتے ہیں۔ جسوقت یہ اجنبی ان بلاد میں داخل ہوئے تھے انکی جیب خالی تھی۔ اب وہ زر و سیم سے مالا مال ہیں۔ افسوس تم یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ اور ان باتوں کو نظر انداز کرکے ایسے مشاغل میں مصروف لہو و لعب ہو جنسے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہونچیگا۔ پس اے میرے مخدوم احباب وہ کام کرو جو تم پر واجب ہے۔ اور یہی میری تمکو دائمی نصیحت ہے۔"

کیا مسلمان عالم اور انکے سمجھدار و صاحب علم حصہ کو اس غیر مذہب غیر قوم کے مسلمانوں کے سچے محب اور دلسوز و مخلص بہی خواہ جرمن کی [illegible] بھی کچھ شرم و غیرت نہ آئیگی کیا انکی آنکھیں کبھی نہ کھلینگی۔ اور کیا قوم کبھی ایسی بیدار نہو گی کہ اسکی لمبی چوڑی باتیں بنانے والے افراد کا کچھ حصہ ہی جو کچھ کہتا اور سناتا ہے خود بھی اسکے عشر عشیر پر ہی عامل ہونے کی کوشش کرنے پر کمربستہ ہو جائے۔ اور کیا مسلمانوں کو یہ ہوش کبھی نہیں آئیگا کہ جبتک اپنے اقوال پر عمل نکیا جاوے قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی بلکہ کبھی زیادہ عرصہ زندہ بھی نہیں رہ سکتی ۔

کہ پروفیسر ہیبری ٹی ایم ویمبری ہی ایک ایسا یوروپین ہے جسنے آجتک علی التواتر سلطان المعظم سے اونہی کی زبان (یعنی ترکی) میں اور نیز کمال خاطر میں گفتگو کی ہے۔ پروفیسر موصوف ترکی میں نہایت روانی سے تکلم کرتے ہیں اور نہایت خالص اور کمال عثمانیہ ترکی بولتے ہیں۔ وہ کئی مرتبہ محل یلدز میں سلطان المعظم کے مہمان رہچکے ہیں اور بارہا جلالت مآب نے اونسے مشورہ لیا ہے۔ انکے کارناموں میں ایک ایسی جوانمردی کا کام بھی داخل ہے جسکو آجتک بہت تھوڑے غیرمسلم کرسکے ہیں یعنی عربی شیخ کے بھیس میں مکہ معظمہ کا حج کیا۔ اور کوئی اس بھیس کو نہ پہچان سکا انکے سوا صرف ایک مشہور سیاح مسٹر رچرڈ برٹن ہی ایک ایسا غیرمسلم ہے جسنے ایسا نہایت ہی خطرناک اور مشکل کام کو سرانجام کیا۔ پروفیسر ہیبری نے انگریزی گورنمنٹ کی بھی محض منصفانہ طور پر بڑی بڑی خدمتیں کی ہیں۔ گذشتہ ایام میں اہالی انگلستان کے دماغوں پر جو خبط و وحشت اور حماقت مستولی ہوگئی تھی اسکو دیکھ دیکھ کر پروفیسر کو اوسان گم ہورہے تھے اور وہ انگشت بدنداں تھا کہ قوم کی عقل کدہر غائب ہوگئی ہے۔ پروفیسر نے جو اپنی رائے بتائی کہ انکے خیال میں سلطان المعظم اور ترکی گورنمنٹ انگلستان سے اب بدرجہ غایت متنفر[۱] اور برگشتہ خاطر ہوگئی ہیں۔ اور عملی طور پر روس سے بازی بالکل جیت لی ہے۔ مسٹر ہیچ ایم سٹانلی[۲] بھی مع خاتون وہیں تھے۔ اونکی باتوں سے طبیعت کو جو خاص سرور اور حظ حاصل ہوا ہے اسکے بتانے کی احتیاج نہیں مسٹر سٹانلی نے ہنسی کے طور رخصت ہوتے وقت مجھے آخری الفاظ یہ کہے "یاد رکھو کہ یونانی تمہیں یقیناً پکڑ لینگے" جس پر ہم سب نے خوب زور سے قہقہہ لگایا۔ مگر نیرنگی قدرت سے وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔

سلطان المعظم و تخت بلگیریا ہم اتوار کی صبح کو بوداپسٹ سے سیدھے سالونیکا کیطرف روانہ ہوگئے۔ رستہ میں بلگیریا اور سرویا میں سے گذرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہوسکتا تھا تحقیق و تفتیش کی مگر اس امر کی کوئی شہادت نہ ملی کہ سرویا بھی افواج فراہم کررہی ہے۔ البتہ ایک سربی افسر نے ذکر کیا کہ سربی فوج ایسی تیار ہے کہ وہ ۴۸ گھنٹوں میں فراہم کیجا سکتی ہے۔

---

[۱] بارگاہ سلطانی میں کسی کے حاضر ہونے کے وقت جو آداب ملحوظ رکھے جاتے ہیں وہ اور نیز مراسم ملاقات اور آداب و قواعد باریابی بالتفصیل کتاب حالات قسطنطنیہ میں مندرج ہیں ۔ سلطان المعظم اور انکی حکومت کے ساتھ انگلستان کیطرف سے بالخصوص گذشتہ چند برسوں میں جو سلوک ہورہا ہے اوسکا نتیجہ بیشک یہی ہونا چاہیے تھا۔ مگر آفرین ہے سرور کائنات کو اس قابل جانشین اور عالی ظرف مرد خدا پر کہ اسنے باینہمہ اپنے دل پر کوئی میل نہیں آنے دیا اور انگلستان کو پھر بھی کہہ دیا کہ ہمارا سینہ بدستور صاف ہے جسکا ثبوت مارچ سنہ ۱۸۹۹ء کو ایک تار سے جو ذیل میں درج ہے بخوبی مل سکتا ہے۔

لندن ۱۸ مارچ سلطان المعظم اور مسلمانان ہند سر نکولس اوکانر انگریزی سفیر کو حضرت سلطان المعظم کی درگاہ میں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ انکی ہمیشہ سے یہی خواہش ہے کہ اسلامی سلطنتوں (برٹش و ٹرکش) میں پرانی دوستی اور اتحاد کا رشتہ قائم رہے اور نیز اپنی زبان مبارک سے یہ بھی ارشاد کیا کہ آپ مسلمانان ہند کو ہمیشہ یہی نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنی ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی وفاداری اور تابعداری سے کبھی سرتابی نہ کریں۔

[۲] افریقہ کے مشہور آفاق زندہ سیاح۔ اور ممبر پارلیمنٹ انگلستان۔ انکا پورا نام ہنری ایم سٹانلی ہے۔ یہ سنہ ۱۸۴۱ء میں پیدا ہوئے اور بچپن ایک محتاج خانہ میں بسر کیا۔ جہاں سے نکلکر ایک جہاز میں خلاصی ہوکر امریکہ گئے۔ اور رفتہ رفتہ وہ عروج و شہرت حاصل کی جو تاریخ [illegible]

الیکسیناٹز کو میدان جنگ سے ہم صبح کو وقت گذرے۔ یہ الکسینٹز[1] جسمیں میں روسی کرنیل پوپوف کے ساتھ اسکشاف کرتا ہوا ترکی بعیدی چوکیوں کے اسقدر قریب پہونچگیا تھا کہ اونکی گولیوں سے ہلاک ہوجانے میں کوئی شک نہ رہ گیا تھا۔ جونیس کی پہاڑی ریلوے لائین کے انعطاف سے ایک کھڑی تھی۔ اس پہاڑی پر میں جنرل چرنائف کے ساتھ کھڑا ہوا ترکوں کے حملہ اور کل مزاحمتوں کو آہستہ سے ہٹاتے ہوئے شیران ببر کیطرح پہاڑی کے عمودی ڈھلاؤ پر اونکو چڑھتے آتے دیکھتا رہا تھا۔ اللہ اکبر اوسوقت سے کیسے کیسے واقعات ظہور پذیر ہوچکے ہیں اور کتنی ایک بہادر روحیں قبل از وقت دوسرے جہان کو رخصت ہوچکی ہیں اور کیسے کیسے خوفناک جرائم اور سیہ کاریاں بلقان وادیوں میں لرزہ ڈال چکے ہیں۔ اور اب دیکھیے اس پیش نظر مخاصمت و محاربت کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ کیا وحشی خصائل اور خودسر حریص بلغاری خاموش رہینگے۔ اور کیا سربی حکومت اپنی زود اشتعال اور تہی مغز آبادی کو قابو میں رکھ سکیگی؟ یہ تھے وہ خیالات اور سوالات جو سرویا اور بلگیریا میں سے گذرتے وقت میرے دل و دماغ میں پیدا ہوتے تھے اوسی حالت میں مجھے یاد آگیا کہ ایم۔ سٹامبلاف سابق وزیر اعظم نے جنوری گذشتہ ۱۹۰۶ع میں مجھے یقین دلایا تھا کہ اوسکی اور اوسکی قوم کی دلی خواہش ہے کہ ترکوں سے دوستی رکھی جائے۔ اور کہ اونکو ترکوں کی نسبت روسیوں سے زیادہ خوف و خدشہ ہے۔ ایم سٹامبلاف نے یونان اور یونانی عام ہی کی نسبت بھی اوسوقت کوئی دوستانہ خیالات ظاہر نہ کئے تھے۔ اوسی موقعہ پر اوسنے مجھے یہ عجیب کہانی جو میں نے پہلے کبھی نہ سنی تھی سنائی کہ پرنس اسکندر بٹن برگ کی کنارہ کشی پر ایم سٹامبلوف[2] اور اوسنے بلگیریا کا تخت سلطان المعظم کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر روس نے بادشاہ[3] کو پیش کردہ تخت قبول کرنے سے روکدیا۔ بعد ازاں یہی درخواست شاہ رومانیا سے کی گئی جسے آسٹریا نے اس تکلیف دہ عزت کو منظور کرنے سے منع کردیا۔ بلغاری مدبرین کا مدعا یہ تھا کہ ٹرکی اور بلگیریا کو ہمیشہ کیلئے باہم متحد و متفق اور وابستہ کردیں۔ سلطان المعظم کو بحیثیت شاہ بلگیریا بلگیریا پر وہی اقتدار حاصل ہو جو آسٹرین قیصر کو بحیثیت شاہ ہنگری ہنگری پر حاصل ہے۔ یہ تجویز واقعی نہایت ہی دلیرانہ اور مردانہ تھی۔ افسوس ہے کہ اسے آزمایا نہ گیا۔

قصبہ نش سے ہم طلوع آفتاب کے وقت گذرے۔ یہ قصبہ اوسوقت جب میں پچھلی مرتبہ یہاں[4] آیا تھا ترکی تھا۔ اب سربیا ہے۔ کوہستانی سرحدی علاقہ کے مناظر نہایت ہی شاندار اور خوبصورت تھے۔ ترکی علاقہ میں سرحدی اسٹیشن زیبانچہ ہے۔ وہاں کا اسٹیشن ماسٹر ایک پیرانہ سال مضبوط جسم نہایت خوش اخلاق۔ صاحب مروت اور متواضع عثمانلی تھا۔ اسنے میرا نام سنتے ہی۔ جو ترکوں میں عام مشہور ہے۔ اور وہ مجھے اپنا خالص دوست سمجھتے ہیں۔ میرے اسباب کو فی الفور پرمٹ خانہ سے گذار دیا۔ اور مجھے کوئی معمولی سی دقت بھی اٹھانی پڑی۔ پھر اسنے ہمیں اور سربی سرحدی سٹیشن کے سٹیشن ماسٹر کو جو ہمارے ساتھ ٹرین پر آیا تھا قہوہ کے لیے مدعو کیا۔ ہم اوسکے کمرہ میں کچھ دیر بیٹھکر گذشتہ یعنی ۱۸۷۶ع کی محاربہ سرویا و ٹرکی کے متعلق جسکا آخری حصہ کو میں نے بچشم خود ملاحظہ کیا تھا بات چیت کرتے رہے۔ حسن اتفاق سے ترکی

---

[1] یعنی ۱۸۷۶ع کی محاربہ سرویا و روم کے وقت اس محاربہ میں ہزاروں روسی سپاہی اور سینکڑوں افسر جنرل چرنائف کے زیر کمان سربین کی مدد کیلئے آئے تھے

[2] بلگیریا کی آزادی کے بعد وہاں کا مقتدرترین مدبر اور پہلا وزیر اعظم ایسا تھا جسے تین برس ہوئے فریق مخالف کے ایک ستمگر نے ہلاک کردیا تھا اسکی موجودہ حکمران شاہ فرڈیننڈ سے بہت ناچاقی ہوگئی تھی۔ مترجم

[3] ترک اور تمام ترکی رعایا سلطان آپ کو بادشاہ جسکے معنے شہنشاہ کے لیے جاتے ہیں پکارتے ہیں

[4] یعنی ۱۸۷۶ع کی محاربہ روم و روس کے دوران میں۔

سٹیشن ماسٹر بھی بمقام الکسیانڑ عبدالکریم کی فوج میں شامل تھا۔ اور دوسرا سٹیشن ماسٹر جو نائیف کے زیر نگران تھا۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی یونانیوں کو پسند کرنیوالا نہ تھا۔

ترکی مجاہدین

زنی بیچ سے روانہ ہونے کے بعد ہمیں ہر سٹیشن پر ترکی مجاہدین کے گروہ در گروہ ملتے رہے جو سالونیکا اور پھر وہاں سے حدود کو جانے کے لئے ٹرین پر سوار ہوتے تھے انکی پرجوشی اور شگفتگی طبیعت کی کوئی حد و پایاں نہ تھی ہر اسلامی قصبہ کے سٹیشن پر مسلمانوں کا ہجوم غفیر انکو الوداع اور مبارکباد کہنے کے لیے موجود ہوتا تھا۔ اوسکب کے سٹیشن پر جو شمالی مقدونیہ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اور مختلف لائنوں کا محل اتصال ہے۔ اسقدر البانوی اور ترک مجاہدین کھڑے تھے کہ تل رکھنے کی جگہ باقی نہ رہی تھی۔ ٹرین کی سواریوں میں سے ہر ایک کو تازہ خبر معلوم کرنے کی سخت کرید ہو رہی تھی۔ اور سٹیشن کی یہ کیفیت تھی کہ عجیب و غریب اور طرح طرح کی افواہیں مشہور ہو رہی تھیں۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ ترکوں نے درہ ملونا فتح کر لیا ہے۔ دوسرے کی روایت تھی کہ ٹرناوور بھی لے لیا گیا ہے۔ تیسرا کہتا تھا عساکر قاہرہ لاریسہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ اوسکب ہم ۱۹ اپریل کو بروز دوشنبہ پہونچے تھے۔ اور اس تاریخ فی الحقیقت ادہم پاشا ابھی اون کوہی سرحدیوں سے دوسری طرف نیچے نہ اترے تھے جنپر پہلے دو دنوں کی معرکہ آرائی ہوئی تھی۔ ایک فیل جسم چرب زبان ساحلی عیسائی نے چپکے سے میرے کان میں سرگوشی کی کہ لڑائی میں ترکوں کو سخت نقصان پہونچا ہے وہ غالباً یونانی جاسوس تھا۔ اس ٹرین پر ایک تجربہ کار کہن سال متدین شکل ترک کپتان بھی سوار تھا اسکو یہ خوشخبریاں سنکر بے اندازہ خوشی ہوئی۔ اور جب ہمنے اوسے بتایا کہ قصبہ ٹرناووس کی فتح ہو جانے کی خبر مشہور ہے تو اوسنے خوشی سے تالی بجا کر کہا ان شاء اللہ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

مسٹر اشمیڈ کا سفر بجانب حدود یونان

رضا پاشا والی سالونیکا

ہم سالونیکا بتاریخ ۱۹ اپریل دوشنبہ کو بہت رات گذری پہونچے۔ رضا پاشا گورنر جنرل سالونیکا کا سکرٹری اور نیز انگریزی قونصل کا قواس سٹیشن پر ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے ہم ٹرین سے اترتے ہی گورنر کے مکان کو چلدیئے جہاں رضا پاشا نے بڑی تپاک سے ہماری آؤبھگت کی وہ نہایت خوش اخلاق زندہ دل رحیم مزاج مضبوط جسم شائستہ اطوار پرانی طرز کا والی ہے۔ اسے قسطنطنیہ سے ہمیں سفر کے متعلق ہر قسم کی مدد دینے اور آسانیاں بہم پہونچانے کے احکام صادر ہو چکے تھے۔ چنانچہ ہمنے اوسے امداد کیلئے ہر طرح سے تیار پایا اور اوسنے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا۔ اسنے ہمیں کہدیا کہ جسوقت ہم آگے جانا چاہیں ایک افسر اور چند اردلی سوار ہمارے ساتھ جانے کیلئے قرار دیئے ہیں جو حدود یونان کو جانیوالی افواج کیلئے انتہائی ریلوے سٹیشن تھا تیار موجود ہونگے مزید برآں ترجمان کا کام دینے کیلئے پاشا موصوف نے ایک پولیس افسر بھی جو کئی زبانیں جانتا تھا۔ ہمارے ساتھ کر دیا وہ مذہباً یہودی اور اسکا نام ایلیا آلانڈ تھا اور عرصہ دراز سے سالونیکا کی پولیس میں ملازم تھا۔ وہ خوبصورت تن آور شجاع اور نہایت ہوشیار شخص تھا۔ اور سفر میں ہمارے لیے نہایت کارآمد اور قابل بھروسہ ثابت ہوا۔ وہ کئی زبانیں خاصی جانتا تھا گو انگریزی میں بہت

---

[1] یہ پاشا فروری ۱۸۹۵ء میں سالونیکا کے گورنر بنائے گئے تھے۔ پھر تبدیل ہوکر قسطنطنیہ میں اوس کمیشن کے پریسیڈنٹ مقرر کئے گئے ہیں جو حال میں ممالک [illegible] مسلمان مہاجرین کو ممالک عثمانیہ میں آباد کرانے کے انتظام کے لئے قایم کی گئی ہے

کم لیاقت رکھتا تھا۔ ترکی، یونانی، اطالین اور عبرانی میں پورا اوستاد تھا۔ فرانسیسی خفیف۔ اور انگریزی یونہی شُدبُد سی جانتا تھا تاہم اوسکی مدد سے ہمارا اور اوسکا خوب نباہ ہوتا رہا۔

رضا پاشا سے میری طویل گفتگو ہوئی وہ پولیٹیکل حالت موجود الوقت سے بخوبی واقف اور وسیع النظر ثابت ہوا۔ اُسنے مجھے ترکی افواج کی فراہمی کے دلچسپ حالات بالتفصیل سنائے۔ ترکی گورنمنٹ کی یہہ کارروائی بیشک نہایت حیرت انگیز تھی کہ اوسنے تین ہفتوں ایسی قلیل مدت میں بغیر اسکے کہ کسیطرح کی کوئی دقت یا کاوش پیدا ہوئی ہو۔ ایک لاکھ تیس ہزار فوج جمع کرلی اور تھسلی اور اپایرس کی حدود پر بھیجدی۔ اسکا باعث زیادہ تر اوس نہایت ہی قیمتی اور کارآمد ریلوے لاین کی موجودگی تھی۔ جو بحیرۂ مجمع الجزایر دیکھیو اوسکے ساحل کے کنارہ کنارہ چلی گئی ہے۔ اس لاین نے جو قسطنطنیہ کو سالونیکا سے ملاتی ہے اور ابھی حال میں مکمل ہوئی تھی۔ ترکوں کو سمندری راستہ سے مستغنی کردیا تھا۔ اگر یہہ لاین موجود نہ ہوتی تو وہ غالباً کئی مہینوں کے توقف کے بغیر سرحد یونان پر فوج جمع نکرسکتے[1]۔

رضا پاشا نے سالونیکا اور مقدونیہ کی تمام مسلمان آبادی کی حب الوطنی کی بڑی تعریف کی۔ ہزار در ہزار مسلمان مجاہد اور دیگر بیشمار یہودی والنیٹر میدان جنگ کو جانے کی اجازت ملنے کے لیے اسکے پاس حاضر ہوئے مگر باوجود اس کثرت کے اونمیں سے کسی سے کوئی ناشائستہ حرکت سرزد نہ ہوئی نہ کسی شور و ہنگامہ کا ارتکاب ہوا۔ سرحد سرحد کو عبور کرآنے کے بعد جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے ہمنے بچشم خود ریل کے سفر میں ان مجاہدین کی جمعیت کثیر دیکھے تھے۔ اور اونکو ویسا ہی خوش اطوار پایا تھا۔ جیسا کہ رضا پاشا نے اونکو بتایا۔

علے الصباح ہمنے انگریزی قونصل جنرل متعینہ سالونیکا مسٹر جے ای بلنٹ سی بی سے ملاقات کی۔ ٹرکی میں ملکہ معظمہ کے جسقدر عہدہ دار موجود ہیں۔ وہ اون سب سے زیادہ دیرینہ خدمت تجربہ کار اور قابل عزت اہلکار ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آیا۔ اور پیش نظام میں ہماری حفاظت اور آسایش کیلیے حتے الامکان مدد دی۔ یہہ معلوم ہونے پر کہ دوپہر کے تین بجے ایک خاص ٹرین فوج لیکر قرہ فیریا کو روانہ ہوگی۔ ہمنے فوراً روانہ ہوجانے کا عزم کرلیا۔ اور ٹرین مذکور پر روانہ ہوگئے۔ ہم شام کے قریب قرہ فیریا پہونچے۔ سرحد تھسلی پر جمع شدہ فوج کو جانے کے لیے یہہ قریب ترین سٹیشن تھا۔ قائم مقام (ڈپٹی کمشنر یا حاکم ضلع) اور دیگر مقامی حکام استقبال کیلیے سٹیشن پر موجود تھے۔ وہ ہمیں گاڑی پر سوار کرکے شہر لیگئے۔ اور ایک خوبصورت سے کہنہ عمارت ترکی مکان میں جو ہماری رہایش کیواسطے درست کردیا گیا ہوا تھا جا اتارا۔ اوسوقت ہمنے یہہ سوال پیش کیا کہ کیا ہم اسیوقت ٹرین سوار رات کو ہی آگے روانہ ہوجائیں یا رات قرہ فیریا میں بسر کریں۔ قائم مقام جو ایک خوش اخلاق توانا جسم جنٹلمین تھا۔ دونو صورتوں میں سے جسے ہم پسند کریں اوسکا انتظام کرنے کو تیار تھا۔ رات نہایت تاریک تھی۔ اور

---

[1] مجھے مسٹر شیسلڈ کی اس رائے کی مخالفت ہے ۱۸۹۷ء میں اس لاین کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا۔ مگر ترکوں نے ۱۹۱۲ء کے محاربہ میں شامل ہونیوالی فوج سے تقریباً دگنی فوج اتنے عرصہ میں سرحد یونان پر جمع کردی تھی۔ جو یقیناً کئی مہینوں سے بہت ہی کم تھا۔ اس سے کام نہ کرنے کی عدم موجودگی میں فوج تین ہفتوں میں جمع نہ ہوسکتی چنانچہ ریلوے کی دیگر بالواسطہ تجارتی اور مالی و جنگی و پولیٹیکل فواید کے علاوہ خود ترک بھی خاص بیش بہا خدمت کہ جو ریلوے اجتماع فوج میں دیتی ہے۔ پوری پوری قایل ہوگئے ہیں۔ مگر افسوس اس اعتراف و احساس نے ابھی عام قوم میں ایسی مستعدی اور تحریک پیدا نہیں کی کہ وہ ذاتی ثروت و سرمایہ سے دیگر ریلوے بر پا کرلیتے ہوگئی اور مزید افسوس ہے کہ کل مسلمین بھی دیگر معاملات کیطرح اس معاملہ میں بھی بدستور خواب غفلت میں بیہوش ہیں۔

گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ بنا برین ہمنے رات قیام کیا کے بیلے الصبح بدہ کو دن بہت ہی سویرے روانہ ہونیکا فیصلا کیا۔ میزبانوں نے دم پخت گوشت۔ ترکی قہوہ اور قسم قسم کی مٹھائیوں سے ہماری مہمانداری کی۔ ہم دونو باپ بیٹے کے لیئے نہایت گدگدے اور نرم بستر فرش پر بچھا دیئے گئے جنکی چادریں کمال پاکیزہ اور خوشنما تھیں۔

الاسوناکو روانگی — قایمقام اور اوسکے رفیق شریف آدمی ہمکو جدا ہونیکو دل نہیں چاہتا تھا۔ وہ ہمیں اپنے سامنے بخیریت سوار ہوتے جاتے کو بھی غالباً اپنے فرض میزبانی میں داخل سمجھتے تھے۔ ہمنے بڑے اصرار کے ساتھ اونکو رخصت کیا۔ اور اونکو یقین دلایا کہ ہمارے سونے سے پہلے اونکے چلے جانے کو ہم کسیطرح خلاف مروت نہیں سمجھینگے۔ ہمیں صبح کے تین بجے جگا یا گیا۔ ایک کیولری افسر اور بارہ سوار اردلی کے لیئے دروازہ پر ہمارے انتظار میں تیار کھڑے تھے۔ دو گھوڑے اور ایک گاڑی ہمارے لیئے موجود تھی۔ پس الیا میت ہم کل سولہ آدمی ہوگئے جو سب زین سوار تھے۔ اور ایک عربہ[1] یا گاڑی، ضرورت کے وقت کام دینے کے لیئے ساتھ تھی۔

قایمقام ہم سے پہلے بیدار ہوکر الوداع کہنے کے لیئے آگیا ہوا تھا۔ ہم اوس سے نہایت افسوس کے ساتھ جدا ہوئے۔ سفر کو شروع ہوئے ایک ایسا واقعہ حادث ہوا جس سے ہم سب کو بڑی تشویش پیدا ہوگئی۔ الیس کے نیچے شہ زور نوعمر عرب گھوڑا تھا۔ ہمنے چلنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ سرپٹ اٹھ دوڑا۔ اور چونکہ ابھی بہت تاریکی تھی بچشم زدن سڑک سڑک انظروں سے غایب ہوگیا۔ ہمنے بھی جہانتک ہم سے ہوسکا اپنے گھوڑوں کو تیز کردیا اور تقریباً بیس منٹ کے بعد الیس کو جا ملے۔ لڑکا گھوڑے کو قابو کرنے کے لیئے کافی مضبوط نہ تھا۔ وہ اوس سے منہ زور ہوکر تین میل تک دوڑتا چلا آیا۔ اور صرف اوسوقت اوسے الیس روکنے میں کامیاب ہوا جبکہ ایک عمودی پہاڑی سامنے نمودار ہوگئی شفق کی روشنی آہستہ آہستہ پھیل جانے پر قرب وجوار کا شاندار نظارہ دکھائی دینے لگ گیا۔ قرہ فیریا۔ الاصونا سڑک کا بڑا حصہ جو تقریباً اسی میل طویل ہے خوبصورت گھاٹیوں اور عمودی کوہی کراڑوں پرسے گذرتا ہے۔ منظر نہایت پرشان اور گوناگون ہے۔ سڑک بتدریج ایک خوبصورت گھاٹی میں سے اوپر کو چڑہتی گئی پیچھے کی طرف وسیع اور پرفضا میدانوں کی بساط بچھی ہوئی تھی اور اردگرد ہر قدم پر پہاڑیوں کے نئے سلسلے اور درختوں کے جھنڈ دکھائی دے رہے تھے۔

ترکی ٹرانسپورٹ — ہمیں بیشمار سپاہی حدود کو بڑھے جاتے اور صبور بارکش جانوروں کی لمبی لمبی قطاریں تھریلی غبار آلود اور صعب المرور پگڈنڈیوں پر حیوانی صبر و تحمل کے ساتھ بڑھی چلی جاتی ملیں۔ ترکی فوج کے لیئے کل سامان حرب و رسد انہی حیوانوں پر بھیجا جا رہا تھا۔

ہر قسم کے چھوٹے چھوٹے گھوڑے۔ یابو۔ خچر اور گدھے بسکٹوں۔ چارہ۔ اور سامان حرب کو لادے ہوئے حدود کیطرف چلے جارہے تھے اون میں سے بعض پر معمولی بوجھ کے علاوہ کوئی نہ کوئی کوفت زدہ سپاہی یا خچربان بھی سوار ہوگیا ہوا تھا اور بعض پر دس دس بارہ بارہ بندوقیں لدی ہوئی رکھی ہوئی تھیں۔ تمام جانور تکان زدہ اور ایسے معلوم ہوتے تھے کہ اونپر اونکی طاقت سے زیادہ بوجھ لدا ہوا ہے۔ ترکی فوج کا انتظام بار برداری واقعی ایک حیرت انگیز معما نظر آتا تھا۔ اول اوسکی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کٹھن اور دشوار گذار سڑک کے

---

[1] گاڑی کو عربی میں عربہ کہتے ہیں اور ترکی میں ارابہ کہتے ہیں۔

راستے جنپر توپیں اور گاڑیاں بمشکل گذر سکتی تھیں. کسطرح ایک لاکھ سے زیادہ فوج تھسلی پہونچائی گئی یہ امر مزید حیرت اس سے ہوتی تھی کہ اس بیکران فوج کے لیئے سامان رسد اور اوسکی بیشمار توپوں کے لیئے پھٹنے والے اور دوسرے گولے اور کارتوس کسطرح پہونچائے جاتے رہے یہ معاملہ عجب عقدہ لاینحل اور باعث استعجاب و حیرت تھا۔

تاہم یہہ کام سر انجام پاتا رہا اور جہاں تک میدان کارزار میں ہم لوگوں کے مشاہدہ میں آیا قابل اطمینان طور پر پاتا رہا. پھر بھی جیسا کہ ہونا لابدی تھا جبتک کہ فوج لاریسا پر اچھی طرح سے قابض نہ ہو گئی ہر جدید پیشقدمی کے ساتھ ٹرانسپورٹ (انتظام باربرداری) کی مشکلات اور درنگ و توقف میں اضافہ ہوتا رہا. لاریسا میں ترکوں کو ہر قسم کے سامان کی وافر مقداریں جنہیں یونانی اپنی سراسیمہ و متوحشانہ بھاگڑ میں چھوڑ گئے تھے ملگئیں. جس سے فوج پیچھے سے سامان پہونچتے رہنے کی ضرورت سے بہت کچھ مستغنی ہو گئے. مزید براں تھسلی کا کل زرخیز میدان مویشی اور پالتو پرندوں (مرغیوں وغیرہ) سے بھرا پڑا تھا۔

ادہم پاشا کی جلد پیشقدمی نہ کر سکنے کا باعث ایک حد تک یہ ٹرانسپورٹ کی دقت بھی تھی جسکی وجہ سے کچھ عرصہ تک اونکے پاس بوقت ضرورت کام دینے یا بالفاظ دیگر ریزرو میں رکھنے کے لیئے سامان حرب اور گولہ بارود جمع نہ ہو سکا تھا. اس دقت کا کچھ اندازہ اس توضیح سے ہو سکیگا. قرہ فیریا سے جو فوجی و جنگی نقل و حرکت اور باربرداری کے لیئے انتہائی ریلوی سٹیشن تھا سرفجی (جسے یونانی سرویا پکارتے ہیں) تک ۵۰ میل کا فاصلہ ہے. سرویا سے الاصونا تک ۳۰ میل کا اور الاصونا سے کول ڈی ملونا (درہ ملونا) تک چھہ میل کا. محاربہ سے پہلے درہ ملونا یونان و ترکی کی قلمرو میں حد فاصل تھا. ملونا سے سڑک یکبارگی اور بالکل عمودی شکل میں تھسلی کے میدان میں داخل ہو گئی یا اتر گئی ہے. ملونا سے لاریسا ۱۵ میل کے فاصلہ پر ہے. قصبہ ٹرناوس نصف راستہ سے چند میل آگے یعنے ملونا سے تقریباً ۱۰ میل کی مسافت پر برلب شاہراہ واقع ہے. ان اعداد سے واضح ہو گیا ہوگا کہ اوسوقت بھی جبکہ عساکر عثمانیہ لاریسا میں پہونچ چکے تھے. ادہم پاشا کی فوج کے لیئے کل سامان حرب ریلوی سٹیشن سے مسافت صف یعنے جنگ کنندہ فوج تک دشوار گذار علاقہ اور کٹھن دروں میں سے اکسو میل سے زیادہ مسافت طے کرنے کے بعد پہونچایا جاتا تھا۔

حدود کے قریب پہونچنے پر ہمنے جو پہلا مشاہدہ کیا وہ نہایت ہی دلچسپ اور فرحت انگیز تھا. سڑکیں ارنوطوں یعنے البانوی مجاہدین کی جماعتوں سے جو بیقاعدہ اور کمال بیقاعدہ سپاہی تھے بھری ہوئی تھیں. اونکی کوئی باقاعدہ وردی نہ تھی. ہر ایک کے پاس ایک ایک رائفل اور کارتوس پیٹی تھی. انکے سروں پر ترکی ٹوپی (فس) نہ تھی. بلکہ ایک قسم کی سفید رنگ کی چندیا ٹوپی تھی[۱] جو سر پر خوب بیٹھی ہوئی اور چسپاں ہوتی تھی. البانویوں میں اس ٹوپی کا تھوڑے عرصہ ہی سے رواج ہوا ہے. اکثر کے سر اگلی طرف سے کنپٹیوں سے اوپر منڈے ہوئے تھے. اور بعض کے سروں پر پچھلی طرف لمبی لمبی چوٹیاں نکلی ہوئی تھیں. یہ ارنوط ٹرک پر خطرناک ہمسایہ تھے انکی شکلوں سے ہی فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ یہہ بڑے نڈر اور بیباک لوگ ہیں. کابل اور اوستادکیتوں میں بھی ایسی بیخوفی اور بیباکی نہیں دیکھی جاتی

[۱] اکثر سرحدی پٹھان اور آفریدی اس وضع کی ٹوپی پہنتے ہیں. سرمنڈانیکا فیشن بھی البانویوں اور سرحدی پٹھانوں میں بالکل یکساں ہے. ناظرین کی دلچسپی اور آگاہی کے لیئے بطور نمونہ البانویوں کی چند تصاویر اس موقعہ پر درج کر دی گئی ہیں۔

وہ اپنی رائفلوں کی ایسی نگہداشت اور غور و پرداخت کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ اونکو اسطرح تھپکتے اور اچھالتے کودا تے رہتے ہیں جیسے
مائیں اپنے شیر خوار بچوں سے کیا کرتی ہیں۔ بڑی خرابی یہ تھی کہ وہ ہر طرف بلاتحاشا بندوقیں سر کرتے جاتے تھے۔ کبھی کسی بہت دور کی چیز
کو نشانہ بناکر مشق کرتے۔ اور اکثر محض طفلانہ ترنگ میں آکر بطور تفریح اونہیں ہوا میں سر کرتے رہتے۔ گولیاں سڑک پر ادہر اودہر گرتی
پھرتیں انکی وجہہ سے رستہ چلنا کسیقدر خطرناک ہو رہا تھا۔ ہر دفعہ جب کسی گوشہ کا چکر کاٹکر ہم بلند تر سطح کے قریب پہونچتے
تو بندوقوں کی آوازیں سنائی دیتیں۔ ہم سڑک کے کسی موڑ سے جسوقت گذرتے تو یہی توقع رہتی کہ اب کوئی گولی لگی کہ لگی۔ ایک موقعہ
پر ان گولیوں کی اسقدر کثرت ہوگئی کہ ہمارا ترجمان گھبرا گیا۔ وہ گھوڑے کو ایڑی لگاکر مجھ آملا۔ اور کہا یہ ارنوط تو شیطان
مجسم ہیں۔ میں اونکا ایک لفظ نہیں سمجھ سکتا۔ وہ بڑے خطرناک شخص ہیں۔ رؤوف بک (افسر اسکورٹ) بھی گھبرا گیا اور اوسنے ہمسے
گاڑی میں بیٹھ جانے کی التجا کی۔ تاکہ البانوی ہماری مغربی (یعنے فرنگیانہ) پوشاک کو نہ دیکھ سکیں۔ ہمنے بادلِ ناخواستہ اسیطرح کیا۔ مگر پھر دس
منٹوں کے بعد گاڑی سے نکل آئے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہوگئے۔ میرے خیال میں ہمارے اسکورٹ نے خطرہ کو جیسا اہم سمجھا تھا درحقیقت
وہ ویسا نہ تھا۔ جہانتک ہم دیکھ سکے البانویوں سے ہمارے برخلاف کوئی علانیہ دھمکی آمیز حرکت سرزد نہوئی۔ پھر بھی محافظ سواروں
نے ہمکو اپنے حلقہ میں کرکے اپنی رائفلوں کو زینوں کے بل بالکل تیار رکھا۔ اور دو سوار رستہ صاف کرنیکے لیے آگے ہوگئے۔

البانویوں کی بے نظامی اور محبت تاخت و تاراج خواہ کیسی ہی زیادہ کیوں نہو۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ وہ نہایت ہی
شاندار قوم ہیں۔ ہمنے کسی ایک ارنوط کو بھی پست قامت یا کمزور نہ دیکھا۔ اونکے قد بالعموم و بالا وسط چھ فیٹ بلند ہیں۔ اور اکثر اکثر
سے بھی طویل القامت ہیں۔ اونکے سینے فراخ۔ جسم مضبوط۔ ہاتھ پاؤں خوب کھلے اور طاقتور۔ رنگ صاف اور نکھرا ہوا گندمی ہے۔ اور
گو وہ ایسے طویل القامت اور قوی بنیان ہیں۔ مگر بلیوں سے زیادہ چست و چالاک اور پھرتیلے ہیں۔ پہاڑوں ہی میں پیدا اور پرورش
پائی ہوئی ہونے کی وجہہ سے وہ ایک چٹان سے دوسرے چٹان پر اسطرح پھدکتے پھرتے تھے کہ گویا ایسا کرنے سے اونہیں خاص لذت اور
فرحت حاصل ہوتی ہے۔ خطرناک سے خطرناک چوٹیوں پر چڑہنا۔ اونکے سامنے بچوں کا کھیل تھا۔

ارنوطوں کی قوم ترکوں سے بالکل مختلف ہے۔ اونمیں عثمانیوں ایسی متحملانہ اطاعت پذیری و باانتظامی اور ثابت قدم و کوہ وقار
شجاعت نہیں پائی جاتی۔ مگر مشہور رانہ دلیری اور جوانمردی میں نظیر نہیں رکھتے۔ اور جسطرح سکاٹ لینڈ کے ہائی لینڈروں (شمالی علاقہ کے
کوہستانیوں) کے حملہ کی تاب لانا محال ہے۔ ویسے ہی کوئی غنیم اونکے دھاوے کے سامنے نہیں ٹھیر سکتا۔ ان البانوی مجاہدین میں ہمنے نظام
فوج کا کوئی افسر نہ دیکھا۔ ہر ایک جماعت اپنے اپنے مقامی سردار (یا بے) کے ماتحت تھی جنکی یہ البانوی ایک حد تک عزت و اطاعت
بھی کرتے ہیں۔ ارنوطوں کو اب تک کوئی فاتح کی حصہ مغلوب و محکوم نہیں کر سکا۔ چنانچہ ترکوں کو بھی انہیں قابو رکھنے کیلیے بڑی
دقتیں درپیش رہتی ہیں۔ اور اونہیں باقاعدہ نظام بنانا تو بڑی ہی ٹیڑھی کھیر ہے۔ تاوقتیکہ ترتیب تنظیم ہونے کی وجہہ سے بھی اونکو کسی نہ کسی
طرح تابع فرمان بنالیا ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کبھی عیسائی سلطنت نے ان جفاکش شجیع اور جوانمرد کوہستانیوں کو مطیع و منقاد کرنے کی کوشش
کی تو وہ اس کام کو کوہ قاف کو اوسکی جگہہ سے حرکت دینے کی کوشش سے کم مشکل نپائے گی۔ میدان جنگ میں ہمیں کچھ عرصہ پہتر

البانوی پلٹن کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ اسکے سپاہی کمال شاندار اور بخوبی با نظام تھے۔ ہمارا اونسے خوب یارانہ ہوگیا۔ وہ
جسوقت ہم اونکے پاس جاتے سپاہی بڑی گرمجوشی کے ساتھ ہمسے پیش آتے۔ اونکی ہروقت یہی فریاد اور استدعا تھی کہ انہیں
لڑنے کا موقعہ دیا جائے۔ قبضہ جبال کے لیے جو معرکہ آرائی ہوئی۔ اوسمیں پلٹن مذکور نے درخواست کی تھی کہ وہ کریتیری کی ناقابل
تسخیر پہاڑی کو باین شرط کہ اوسے اپنے طریقہ سے حملہ کرنے کی اجازت دیجائے تن تنہا فتح کرنے کا ذمہ لیتے ہیں۔ یہ پلٹن وسٹینو
کی لڑائی میں کمال شجاعت سے لڑی۔ اور میرے خیال میں نقصان بھی بہت اٹھایا۔ کیونکہ اسکے سپاہیوں کی پرجوشی کا کوئی حد
وحساب نہ تھا۔ اور وہ کسی طرح کی روک یا آڑ سے پناہ لینے کو سخت کسرشان اور جوانمردی اور شجاعت کے منافی سمجھتے تھے۔ مزید
برآں اون سے اسقدر صبر بھی نہ ہوسکتا تھا کہ سوچ سوچ کر آگے بڑھیں۔ اس موقعہ پر انہوں نے اپنی شجاعت ولیاقت کا قطعی ثبوت دیا۔

ایلس کا گرنا

جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے سڑک زیادہ خراب ہوتی گئی۔ حتی کہ گھوڑے بمشکل قدم جما سکتے تھے۔ اور گاڑی
کا چلنا تو تقریباً ناممکن ہوگیا۔ بالآخر ہم بلندترین کرارہ کو عبور کرکے طویل وپیچدار پگڈنڈی کے رستہ ایک
خوبصورت وزرخیز وادی میں داخل ہوگئے جسمیں دو ویرانی طرز کے گاؤں سورج کی روشنی میں خوب چمک رہے تھے۔ انمیں جو بہت
زیادہ اچھا آباد اور بارونق معلوم ہوتا تھا سڑک سے اوسکی طرف جو رستہ جاتا تھا اوسپر ترکی سپاہیوں کا پہرہ کھڑا تھا تاکہ بچے ہوؤں کی اور جماعت جلد ہوگئی ہوئی البانیوں کے گاؤں میں داخل ہو
ہو یکہ دونوں سڑک کے بائیں طرف ہی۔ وہاں ہمنے ایک سرائے میں جو برلب سڑک تھی دوپہر کا کھانا کھایا اور پھر سرفجی کیطرف روانہ ہوگئے۔ سڑک میں کبھی [illegible] کوئی نہ تھی۔
البتہ گرد وغبار کی کچھ کمی نہ تھی۔ سرائے سے روانہ ہوتے ہی ایک ایسا واقعہ گذرا جسنے ہماری مہم کا تقریباً خاتمہ ہی کردیا تھا۔ ایلس کا
گھوڑا سارا رستہ کلیلیں کرتا آیا تھا۔ کبھی دولتیاں جھاڑنا شروع کردیتا۔ اور کبھی سیخ پا ہوجاتا۔ الغرض وہ ایک قدم بھی درست ہوکر
نہ چلا تھا۔ موضع مذکور سے گذرنے کے بعد ہموار زمین کا ایک قطعہ آگیا۔ اور ہمنے گھوڑوں کو کسیقدر تیز کردیا۔ جس سے عرب راہوار کو پھر
شرارت کا موقعہ ملگیا۔ وہ دہانہ کو پھر دانتوں میں دبا۔ اور کاواکاٹ ایک سنگلاخ میدان کی طرف ہوگیا۔ اور سرپٹ اٹھ دوڑا۔ ایک
سوار نے اوسیوقت اسکے پیچھے گھوڑا ڈالدیا۔ جس سے وہ اور بھڑک گیا۔ اور لڑکا بری طرح سر کے بل زمین پر آرہا۔ جب اوسے قریب ترین
سوار نے اٹھایا تو سر کی چوٹی پر بڑا زخم آیا ہوا تھا۔ اور خون بافراط بہ رہا تھا۔ بدقسمتی سے کسیطرح کا سایہ یا پانی بھی جہاں تک
نظر کام کرتی تھی موجود نہ تھا۔ خوش قسمتی سے ایک سپاہی زخموں کی مرہم پٹی کا کچھ ڈھب جانتا تھا۔ اوسنے تھوڑا سا تنباکو کا برادہ گھاؤ
میں ڈال کر سر کو رومالوں سے باندھ دیا۔ مینے اوسے برانڈی بھی پلائی۔ اور گو وہ بہت کمزور اور نحیف ہوگیا تاہم سرفجی پہنچنے تک جو
تین گھنٹوں کی مسافت پر تھا۔ حوصلہ کرکے گھوڑے پر بیٹھا رہا۔ مگر یہ وہی گھوڑا نہ تھا جسنے اوسے گرایا تھا۔ اسپر مینے ایک جسیم سوار کو سوار
کرادیا لیکن ہولڈر اور اوسکے سارے سامان و اسلحے بارگراں سے بھی گھوڑے کی سرکشی میں فرق نہ پڑا اور وہ اس سوار کو بھی لیکر کچھ فاصلہ
بے تحاشا دوڑا چلا گیا۔ اور ہر روز اوسکا یہی وطیرہ رہا۔ ایکدفعہ خوب لحیم وشحیم سوار اور گراں وزن جنگی زین کی علاوہ مینے اپنی بھری ہوئی
خرجی بھی اوسپر رکھوا دی۔ لیکن اسنے اوسکی بھی کچھ پروا نکی۔ یہ دیکھکر سوار بے اختیار پکار اٹھا کہ اس ننھے سے گھوڑے میں ضرور
شیطان داخل ہوگیا ہے۔

عثمانیہ ردیف

سرفجی میں ایک ہزار باشندوں کا خوبصورت شہر ہے اور اس سلسلہ کوہسار کے دامن میں واقع ہے۔ جو الاصونا کو وادی سترنکیا سے جدا کرتا ہے۔ اسکے قریب ہی پانچ ہزار پیدل فوج میدان کارزار کو جاتی ملی۔ ان سپاہیوں کا انداز ان نوطوں سے جنہیں ہم ابھی پیچھے چھوڑ آئے تھے بالکل متضاد تھا۔ اس فوج کے سپاہی نہایت تناور جوان اور بالعموم ردیفی فوج کے سپاہی تھے۔ جو اناطولی (ایشیا کوچک) سے آئے تھے۔ وہ تھکان زدہ اور بھوکے معلوم دیتے تھے۔ اور اکثر کے پاؤں زخمی ہو رہے تھے۔ انکی وردیاں غبار آلودہ اور بہت بوسیدہ تھیں۔ تاہم وہ نہایت متحمل خوش اطوار۔ خاموشی پسند۔ فراخ سینہ قوی ہیکل اور خوش اندام جوانمرد تھے۔ اور اکثر کی عمر تیس و پچاس کے درمیان تھی۔ وہ سچے عثمانلی تھے۔ کئی سپاہیوں نے پانی سے ہماری تواضع کرنی چاہی جو ٹینی تولوں میں انکے ساتھ تھا۔ لاریب اس بارہ میں کل محاربہ کے دوران میں ترکی سپاہیوں کی خوش اخلاقی۔ مروت اور نفس کشی کمال حیرت انگیز تھی۔ پانی تھسلی میں کمیاب ہوتا ہے۔ اور لڑائی کے دنوں میں گرمی بڑی شدت سے پڑ رہی تھی۔ مگر پھر بھی عثمانیہ سپاہی نے کبھی خست نہ کی جب کبھی ہم نے پانی مانگا۔ انہوں نے بلا تردد ہمیں دیدیا۔ بلکہ بلا سوال پیش کرتے رہے۔ ترکی سپاہی اور دہقان کا برتاؤ ہمیشہ سچے شریف آدمی اور جنٹلمین ایسا ہوتا ہے۔

حفظی پاشا متصرف سرفجی

سرفجی کے متصرف (کمشنر یا حاکم اعلیٰ) حفظی پاشا نے ہماری نہایت تپاک سے آؤبھگت اور مہماننوازی کی۔ سے الیس کے حادثہ سے سخت متاسف ہوا۔ وہ فی الفور اسکے مداوا و معالجہ کی تدارک میں مشغول ہوگیا۔ اور اعلیٰ جنگی ڈاکٹر کو بلا بھیجا جسنے زخم کو دیکھکر کہا کہ وہ بہت سخت ہے مگر خطرناک نہیں پھر اسنے سرخ[1] رنگ ادویات بھر کر زخم کی نہایت احتیاط سے مرہم پٹی کی۔ اور سارے سر پر ایک بڑی سفید پٹی باندہ دی۔ یہہ پٹی جبتک ہم میدان کارزار میں رہے الیس کے سر پر بندہی رہی۔ جو اسکے اوپر سرخ فس پہنتا رہا۔ اوسکی یہہ ہیئت دیکھکر خواہ مخواہ سب کو اوسکی طرف توجہ ہو جاتی تھی۔ اور سپاہیوں میں تو وہ نہایت ہردلعزیز اور محبوب ہوگیا تھا۔ اونکو یہہ خیال ہوگیا تھا کہ الیس کو یہہ زخم اسلام کی مقدس خدمت وحمایت کرتے ہوئے پہونچا ہے۔ اور اس لئے انہیں اوسکے ساتھ دلی ہمدردی ہوگئی تھی۔ ادہم پاشا کی فوج کے ساتھ جسقدر غیر ترک تھے۔ وہ سب انگریز جرمن اور فرنچ نامہ نگاروں سمیت بنظر احتیاط فس پہنے رہے۔ کیونکہ البانویوں کی تفریح اور کھیلوں میں اجنبی قوموں کو نشانہ بنلاتے رہنا بھی داخل ہے۔ جو کھیل فرنگی ٹوپیوں کے پہننے والوں کیلیئے کبھی خوشگوار نہیں ہو سکتی تھی۔ بنا برین ادہم پاشا نے فس کا استعمال لازمی کر دیا تھا۔ فس میں دو اہم نقص ہیں۔ اس سے سارا چہرہ اور پشت گردن ننگی رہتی ہے۔ اور دہوپ اور شعاعوں کی چمکار سے وہ کوئی بچاؤ نہیں کرتی۔ اور چونکہ تھسلی میں گرمی بشدت تھی۔ ہم کو بہت تکلیف ہوئی۔ کم از کم چار دفعہ ہمارے چہروں کا چمڑہ جھلس گیا ہوگا۔ بعض ترک ایک قسم کا سرٹوپ دار جبہ پہنتے ہیں۔ جسکا سرٹوپ چہرہ اور گردن کو تمازت آفتاب سے بچائے رہتا ہے۔ اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کے نامہ نگار مسٹر ولیم ہیل نے مشرقی طرز کی ایک پوشاک خود ایجاد کر لی تھی جسکے ساتھ وہ ایک نہایت کارآمد قسم کی جبہ کسی پوشش سر استعمال کرتا رہا۔ جو آدہی دستار اور آدہا سرٹوپ تھی۔ آگے

[1] ایسی ادویات جو زخم میں سوزش اور غلاظت نہ پیدا ہونے دیں۔ اسغرض کیلیئے عموماً نمک۔ کاربنک ایسڈ۔ روح الشراب یا الکحل اور سکو نا استعمال کیجاتی ہے۔

وہ نہایت آرام ہی میں رہا۔ بلکہ قطع وضع میں بھی بہت کچھ مشرقی ہوگیا۔ مگر اور بہت کم یورپینوں کے دماغوں نے ایسی زیرکی اور رسائی دکھائی۔ اور بنا بریں اونکو مسٹر پیل ایسا آرام و راحت نصیب نہ ہوا۔

حفظی پاشا جو پیدائشاً البانوی اور طویل القامت مضبوط جسم و مستعد نوجوان ہے ترکی جماعت عہدہ داران کا ایک دلفریب نمونہ ہے۔ جنے اوسے ترکی کے تعلقات خارجیہ اور اون خطرات کی ماہیت سے جو ٹرکی کو اس محاربہ کے دوران میں حادث ہوئے تھے خوب واقف اور باخبر پایا۔ سلسلۂ آمد و رفت اور رسل و رسائل یعنے افواج و سامان رسد کی نگرانی عام بشمول حصہ کثیر کی حفاظت و نگہداشت کا ذمہ دار ہونے کی وجہہ سے اوسکا منصب خاصی اہمیت رکھتا تھا۔ اور اوسکی آراء وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں × × × × × × × × × × × × × × × × اوسے اسباب کا خاص تردد تھا کہ دیکھیے سر رپا اور بلکیریا کا انداز کیا رہتا ہے۔ اکثر ان سربرآوردہ ترکوں کیطرح جنسے میری ملاقات ہوئی حفظی پاشا بھی انگلستان کو دوست اور نیک ظن بنائے رکھنے کا بڑا خواہشمند تھا۔ مگر ساتھ ہی یہ سخت شکایت تھی کہ انگلستان نے اوسکے ملک کے ساتھ نہایت ناانصفانہ برتاؤ کیا ہے۔ خاصکر ان فسادوں کے متعلق جو قسطنطنیہ میں ہوئے تھے اکثر ترکوں کو ہی مطعون کرنے میں انگلستان نے بہت زیادتی اور ناانصافی کی ہے۔ ۲۶۔ و ۲۷۔ اگست ۱۸۹۶ء کو دارالخلافہ میں جو بدامنی مستولی رہی اور خونریزی ہوئی۔ اوسکا بانی مبانی کل ترک باتفاق رائے از سرتاپا ارمنیوں کو ہی تصور کرتے ہیں جو بامن و امان شہر کے عین قلب میں برابر چاند دن بم کے گولوں کی بوچھاڑ کرتے رہے میں پاشائے موصوف کی اس شکایت اور دلیل کی درستی و معقولیت کے اعتراف سے کسیطرح انکار نہیں کرسکتا تھا۔ یہ سنکر مجھے فوراً یہ خیال آگیا۔ کہ جیسی بدذاتیاں ارمنوں نے قسطنطنیہ میں کی تھیں۔ اگر ویسی ہی بدذاتیاں ۱۸۸۳ء میں فینئن لوگ (آئرش مفسد) گلاسگو۔ لندن یا لورپول میں کرتے اور اونکی بدمعاشیوں کا نتیجہ بھی وہی ہوتا جو قسطنطنیہ میں ہوا تھا تو کیا کوئی انکار کرسکتا ہے کہ ان شہروں کے باشندوں کا طریق عمل قسطنطنیہ کے مسلمانوں سے بدرجہا زیادہ سخت نہ ہوتا۔ ارمنوں کے گولوں سے قسطنطنیہ میں تین سو سے زیادہ ترک شہید و مجروح ہوئے تھے۔ علاوہ بریں جو ارمنی قسطنطنیہ میں ہلاک ہوئے تھے۔ دیگر مقامات کے مقتولوں کیطرح انکی تعداد میں بھی بہت مبالغہ سے کام لیا گیا تھا۔ کامل تنقیح و تحقیقات سے ثابت ہوچکا ہے کہ اونکی تعداد دو ہزار سے تجاوز نہ تھی۔ موقعہ مل جانے پر مسلمان آبادی نے اسلیے بھی زیادہ سختی اور زیادتی سے کام لیا کہ ارمنی حمالوں اور مزدوروں اور مسلمان حمالوں میں عرصہ دراز سے سخت رقابت اور بغض چلا آتا تھا۔ حفظی پاشا کی رائے میں ٹرکی اور انگلستان کی باہمی کشیدگی اور رنجش کا بہت کچھ ذمہ دار انگریزی سفیر متعینہ قسطنطنیہ (سر فلپ کری) تھا۔[1] اوسنے نہایت فراخدلی سے ہماری مہمانداری کی۔ اور بذات خود الوداع کہنے

[1] قسطنطنیہ میں سفارت کے عہدہ پر مامور ہونے والے شخص میں جن اوصاف کی موجودگی لازمی ہے۔ اونکو لندن ٹائمز نے سر کلیر فورڈ مرحوم کی وفات کے ذیل میں مختصر و جامع پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ اسکی عبارت بجنسہ ذیل میں درج کیجاتی ہے۔ "انگریزی محکمۂ خارجیہ کی تمام اسامیوں میں سے مشکل ترین اسامی قسطنطنیہ کے انگریزی سفیر کی ہے۔ جسکے لیے ایسا آدمی درکار ہے جو خاص قابلیتیں رکھنے کے علاوہ عین عالم شباب میں ہو۔ اس عہدہ کیلیے مسلسل ہوشیاری کبھی لغزش نہ کھانیوالا عزم بالجزم اور ناقابل المغلوب مستعدی و ہمت لازمی اوصاف ہیں جو پیرانہ سالی اور صحت کی کمزوری کیوجہ سے سر کلیر فورڈ میں نہیں رہے تھے۔ چنانچہ اوسنے دہلی سے تبدیل کردیئے جانیکی درخواست کردی اور دسمبر ۱۸۹۸ء میں روم کو انگریزی سفیر کی نسبتاً بہت ہی زیادہ آرام و آسایش وہ عہدہ پر تبدیل کردیا گیا۔ سر فلپ کری کو بھی چار سال کے بعد قسطنطنیہ میں متواتر ناکام رہنے کے بعد آخرالامر عہدہ پر بدل دیا گیا۔"

اور ہمیں رخصت کرنے کے لیئے پانچ بجے صبح کے وقت بیدار ہو کر آ گیا۔ الاصونہ کا سفر گو طویل اور تکان بخش تھا۔ مگر ایمبس کی چوٹ کی وجہ سے میں جلد چلنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔ تاہم ہم وہاں دوپہر کے ایک بجے پہونچ گئے۔

توپوں کی گرج

الاصونا کا قصبہ گو ایک خوبصورت میدان کے وسط میں جو یونان اور ٹرکی میں حد فاصل کا کام دینے والی شاندار پہاڑیوں سے محیط ہے واقع ہے لیکن چنداں خوشنما نہیں۔ اوسکی آبادی بہت بکھری ہوئی ہے۔ جوں جوں ہم ترکی فوج کے ہیڈکوارٹر کے قریب پہونچتے گئے۔ یہہ پہاڑیاں زیادہ بلند اور نمایاں ہوتی گئیں۔ سڑک کے برابر الاصونا کے شمال میں دریا سے ایک حیرت انگیز نہر کاٹی گئی ہے۔ یہہ نہر بہت پرانی ہے۔ اور اسکے ذریعہ شہر میں عمدہ پانی بافراط پہونچتا رہتا ہے۔ الاصونا میں داخل ہوتے ہی دور فاصلہ پر چلتی ہوئی توپوں کی گرج سنکر ہماری کل تکان و کوفت دور ہو گئی۔ مارشل کو ملنے اور اوسکی خدمت میں سفارشی خطوط پیش کرنے کے لئے ہم سیدھے کوناک کو گئے۔ مگر مارشل کے ایک خادم کے سوا اور کوئی متنفس وہاں موجود نہ تھا۔ خادم نے ہمیں قہوہ پلایا اور بتایا کہ ادہم پاشا اسوقت کم از کم چھ میل کے فاصلہ پر درہ ملونا کی چوٹی پر موجود ہیں۔ بھوک اور تکان نے ہم میں کوئی سکت نہ رہنے دی ہوئی تھی۔ مگر توپوں کی آواز سنکر ہم سے صبر نہ ہو سکا۔ رستہ میں ہم طرح طرح کی افواہیں سنتے آئے تھے۔ کسی نے بتایا کہ ٹرناوس بلکہ لاریسا بھی فتح ہو گیا ہے۔ اور بعضوں نے تو یہانتک کہدیا کہ ترک کل تھسلی پر قابض ہو گئے ہیں۔ مگر جب ہم الاصونا کے قریب پہونچے تو ظاہر ہو گیا کہ ادہم پاشا ابھی تک سرحدی پہاڑیوں کو بھی دشمنوں سے صاف نہیں کر سکے۔ اور کہ یونانی ہنوز الاصونا سے چنداں بعید نہیں پس ہم نے اوسیوقت آگے جانیکا فیصلہ کر لیا اور ردیف بک اور چھہ سواروں کو ساتھ لیکر جدہر سے توپوں کی آواز آ رہی تھی اوسطرف روانہ ہو گئے۔ اور غذا و آرام کو توکل و اتفاق پر چھوڑ دیا کہ انھیں پھر بعد میں سنبھال لیا جائیگا۔

فصل سوم یونان کی حالتِ جنگ سے پہلے

جرمن سٹاف افسر لکھتا ہے۔ کہ

جن حالات کی موجودگی میں یونان ۱۸۹۷ء میں مصروف کارزار ہوا۔ غالباً پہلے کبھی کوئی ملک اون سے زیادہ مشکل و صعب حالات کی موجودگی میں مشغول پیکار نہیں ہوا۔ مالی حالت یہہ تھی کہ ملک کے اندر اگر صیغہ مال تباہ و برباد تھا تو ممالک غیر میں اعتبار کا نام و نشان مفقود۔ ملکی انتظام فریقانہ طرز حکومت اور ہر ایک فریق کے بجائے خود مختلف مخالف و متضاد گروہوں میں منقسم ہونے کی وجہ سے پریشان۔ فوج بالکل ناتیار۔ لیڈر فن حرب اور انصرام جنگ دونو باتوں میں محض نابلد۔ یونان کے اتحادی معرض خطر میں کود پڑنے کے وقت یہہ تھی ملک کی کیفیت جو بتائی گئی ہے لیکن اس بے بضاعتی کیطرف بھولے سے بھی توجہ نہ کیگئی۔ اور کسی نے یہہ قیاس نہ کیا کہ ٹرکی کے مقابلہ کیلیئے اون کے پاس سامان و وسائل کیا کیا موجود ہیں۔ اسمیں کلام نہیں کہ یونانی فوج سے کم تعداد فوج بھی بشرطیکہ شجاعت و استقلال نے اوسکے حوصلے بڑھا دیئے ہوں۔ مدافعت کے پہلو پر ہونے کی صورت میں بڑے بڑے کارنمایاں دکھا سکتی۔

اور زبردست افواج کی پیشقدمی کو روک سکتی ہے۔ اس بیان کی تصدیق ان لڑائیوں سے بخوبی ہورہی ہے جو موجودہ صدی کے شروع میں ہسپانویوں اور اہالیان ٹایرول کی فرانسیسوں اور انکے تجربہ کار مارشلوں کے ساتھ ہوئی تھیں۔ لیکن موجودہ زمانہ کے محاربات میں حملہ آوری کی صورت میں کامیابی وناکامی زیادہ تر تعداد پر منحصر ہے:

یونانی صرف ذاتی شجاعت کے بل پر ہی ترکوں کو منہہ نہیں چڑا رہے تھے۔ بلکہ انکو کامل توقع تھی کہ ابتدائی چند معرکوں میں فتح پاتے ہی سرب بلغاری اور اہالی جبل اسود انکے معاون ومددگار ہوجاینگے۔ شاہ یونان سرغنہ وزرا۔ یونانی اور انگلستان کے محب یونان اخبارات سب کی یہی رائے تھی۔ انہوں نے یہہ بالکل کھلم کھلا کہدیا تھا کہ اگر کریٹ یونان کے حوالہ نکیا گیا تو وہ ہاتھ کی ایک ضرب سے کل جزیرہ نما بلقان کو لڑائی پر کھڑا کردیگا۔ اس عام رائے کا بالفاظ دیگر یہ لب لباب تھا کہ جمع شدہ یونانی فوج ترکی حکومت کے برخلاف عام بغاوت کے مرکز وقلب کا کام دیگی۔ اور یہ بغاوت مقدونیہ اور البانیا کے کلیسائی یونانی کے معتقد عیسائیوں میں برپا ہوگی۔ ہم مذہب عیسائیوں کے علاوہ یونان کو مانٹی نیگرو پر بھی کچھہ کم بھروسہ نتھا اور اوس ریاست نے بھی چپکے چپکے اپنی فوج کو جنگ کے لیئے تیار ومستعد کرلیا تھا اور ساتھ ہی البانویوں کو ٹرکی کے برخلاف بغاوت کرنے کے لیئے اسلحہ وسامان حرب بہم پہونچادیئے تھے۔

البانویوں پر اور طرفوں سے بھی اس کام کے لیئے بہت دباؤ اور زور ڈالا گیا تھا۔ چنانچہ ٹرکی کو مقدونیہ کی نسبت بحیرہ ایڈریاٹک کے ساحلی صوبوں میں زیادہ خطر درپیش تھا۔ تمام بلقان میں یہہ امر عام معلوم تھا کہ اپنے مونہہ سے میاں مٹھو کہلانیوالی "البانوی انجمن اتحاد" کے عمائد رومانیا۔ آسٹریا[1] اور اٹلی سے خط وکتابت کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ بخارسٹ سے خبر ملی کہ کٹ زولاکو اور البانویوں میں یہہ سمجھوتہ ہوگیا ہے کہ البانیا کے لیئے بھی خودمختاری حاصل کیجائے تاکہ یہہ دونوں قومیں متمتع ہوں۔ مقام تی سونا کے سیراٹ مشن کی جمعیت آسٹریا سے مزید پادری بھیجکر بڑہادیگئی۔ اور ان نیکبخت پادریوں نے البانویوں کو یہہ ترغیب دینی شروع کردی کہ وہ مسیحی دول عظام میں سے کسی ایک کی حمایت وسرپرستی میں ہوجائیں۔ × اٹلی کیطرف سے بھی البانویوں کو اطالین اقتدار کی حمایت میں لانے کی پرانی تحریک نمایاں طور پر زور پکڑ رہی تھی۔ الغرض یہ قطعاً یقینی امر تھا کہ ترکی افواج کو پہلی زک پہونچتے ہی البانویوں کی عام قومی بغاوت برپا ہوجانیکی متذکرہ صدر کل اطراف میں سب کو توقع تھی۔

مزید براں شاہ جارج نے کچھہ عرصہ مانٹی نیگرو۔ سرویا اور بلگیریا سے خط وکتابت کرکے انکو یقین دلا دیا تھا کہ یونان ٹرکی سے معاہدہ برلن کی ایفا یعنی اپائرس اور اہپلیا کے سلسلہ کوہسار کی حوالگی کے سوا اور کوئی مطالبہ نہیں کریگا جس سے بلقان کی باقیماندہ ریاستیں سمجھہ سکتی ہیں کہ یونان کوئی ایسا ارادہ نہیں رکھتا جو انکی اغراض کے منافی ہو۔ ان یقین اطمینان دلائے جانے پر متذکرہ صدر ریاستوں کے تینوں فرمانرواؤں نے خفیہ طور پر یونان کو آگاہ کردیا کہ وہ ٹرکی کی برخلاف ملکر کارروائی کرنیکو ہمہ تن تیار اور آمادہ ہیں۔ یونانی قونصل متعینہ صوفیا (پایہ تخت بلگیریا) کے سامنے بالخصوص شاہ الکزنڈر والی سرویا اور فرڈینڈ والی بلگیریا نے باہمی ملاقات کے وقت شاہ جارج

[1] چند برسوں سے اٹلی کو بھی ٹرکی کے مال لینا ہے حصہ لینے کا شوق چرایا ہے اور البانیا پر نظر رکھو بیٹھی ہے مگر امید ہے کہ حبش سے شکست کھانے کے بعد اس سودائے خام میں بہت سی تخفیف ہوگئی ہوگی کیونکہ مسئلہ کریٹ میں اوسکی شرکت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ دا ابھی بالکل زائل نہیں ہوا ہے۔ اسلئے اوسکا [illegible] کی ملاقات کے لیئے صوفیا گیا تھا۔

کے خط کے جواب میں جو خیالات ظاہر کیے تھے۔ وہ صلح جوئی و امن پسندی کے اون اطمینانوں سے جو بعد میں دونو فرمانروایوں نے بذریعہ تحریر سلطان المعظم اور دول عظام کو دلائے عجب متضاد و متغایر تھے۔

الغرض یونان کو پختہ یقین ہوگیا کہ وہ کچھ نہ کچھ رفقا و معاونین کی شمولیت پر جو ٹرکی کی مشکلات سے فایدہ اوٹھانے پر آمادہ ہیں بھروسہ کرسکتا ہے یہی وجہ تھی کہ جب اوسکی نیک نیت اور بے ریا دوستوں نے یونان کو سمجھایا کہ یہ سب امیدیں باطل ہیں تو اوسنے اونکی نصیحت کی کچھ پروا نکی۔ اور بایں زعم کہ جزیرہ نما بلقان کی قسمت صرف اوس ایکٹو کے فیصلہ پر منحصر ہے بدستور اکڑا رہا۔

اس یقین کے ساتھ ہی محاربۂ آزادی کی کامیابی کی داستان کہن کی یاد دیرینہ کے تازہ کردئے جانے سے یونانیوں کی سرمستی میں بے اندازہ اضافہ ہوگیا تھا۔ مقرر اخبار نویس اور شاعر اس لڑائی کے واقعات کو حوصلہ افزا پیرایہ میں بیان کرکے یہ لکھنا شروع کردیا کہ یونانیوں نے اسمیں جو شاندار کارنامے دکھائے تھے اونہیں مدامی شہرت اور کل دنیا کی تعریف کا استحقاق حاصل ہوگیا ہوا ہے یونان کا یہ محاربہ ہلال کی پامالی کے لیے آخری ہوگا۔ اسکے بعد کم از کم یورپ سے ہلال ہمیشہ کے لیے نابود ہوجائیگا۔ اور اس محاربہ کا اعلان ہوتے ہی اب نویں عشرہ میں بھی پھر کل یورپ میں یونانی ہمدردی کا دریا ویسا ہی موجزن ہوجائیگا جیسا کہ موجودہ صدی کے تیسرے عشرہ میں ہوگیا تھا۔" یونان کی بدقسمتی سے انگلستان اٹلی اور فرانس میں اب بھی کم و بیش ناعاقبت اندیش متعصب موجود تھے۔ انہوں نے یونانیوں کی ہمدردی کی آوازیں کسنی شروع کردیں۔ اور یونانیوں نے جنکے ہوش و حواس حرص و تعصب کے وحشت انگیز جنون نے معطل کر رکھے تھے۔ ان معدودے چند کی کمزور آوازوں کو عام رائے کا خلاصہ تصور کرلیا۔ حالانکہ ان تینوں ملکوں میں بھی جمہور کے حصہ کثیر نے یونان کے معاملہ میں کوئی خاص دلچسپی ظاہر نہ کی تھی۔ نیم مخبوط یونانی اخبارات بڑھا نکنے لگ گئے کہ اٹلی۔ انگلستان اور فرانس کی گورنمنٹیں عام رائے کے مقابلہ پر زیادہ عرصہ اپنے عزم پر قایم نہیں رہ سکینگے۔ اور اونکو آخر مجبور ہوکر یونان کی طرفداری کرنی پڑیگی۔ دماغی کمزوری کے ان دلفریب دہوکوں کے علاوہ یونانیوں کو اپنی جنگی طاقت کا بھی بے اندازہ زعم تھا۔ اور جسقدر کہ اپنی طاقت پر حد سے زیادہ گمان رکھتے تھے اوسی نسبت سے ٹرکی کے وسایل کو بالکل بے حقیقت تصور کرتے تھے۔ اس غرور باطل کا یونانی اخبار نویسوں اور فصحا کی تقریروں اور تحریروں سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ اونکا بیان تھا۔ "یہ ممکن ہے کہ شاید ترکی فوج میدان میں چھوٹے اسلحہ (بندوق و سنگین) کا استعمال ہم سے بہتر جانتی ہو۔ مگر ترکوں کی یہہ فوقیت یونانی توپخانہ کی برجستگی اور آراستگی کے سامنے بالکل ہیچ ہوجائیگی۔ ناقابل تسخیر اور اجیت یونانی بیڑہ کے سالونیکا اور سمرنا کے سامنے نمودار ہونیکی دیر ہے کہ غنیم کے کل ملک میں دور و نزدیک خوف سے رعشہ پڑجائیگا۔ (جزیرہ) کیوس و (جزیرہ) ساموس بیڑہ کے پہونچتے ہی بغاوت کردینگے۔ اور ہمارے جہازوں کی کوہ شکن توپوں کے سامنے ڈارڈنیلز تک کی قلعہ بندیاں نہیں ٹھہر سکینگی۔"

یونانیوں کی بحری لڑائی سے بعد یونان گویا یورپ کا ناز پروردہ اور لاڈلا بچہ رہا ہے۔ جسکو آخر الذکر کی ناز برداریوں نے کسی

اگنا ٹیف (؟) فرڈیننڈ کا قسطنطنیہ میں وارد ہونا۔ لیکن اگر وہ تاریخ پڑھنے کی تکلیف گوارا کرتے تو اسقدر تعلی کی نہ لیتے مصریوں اور ترکوں نے یونانی بغاوت کی آگ کامل بجھنی کردی تھی کہ اگر دول یورپ حمایت نکرتیں تو یونانی صدیوں تک آزادی یا بغاوت کا نام نہ لیتے مفصل حالات کے لیے دیکھو تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم

کسی کام کا نہیں رہنے دیا۔ گذشتہ ستر برس سے یورپین طبیب اوسکے قیام استحکام اور شفا کیلیے کوششیں کرتے رہے ہیں۔ مگر بیسود۔ یورپ نے اپنی مائی روحانی کسیطرح کی امداد سے دریغ نہیں کیا۔ جمہوری مطلق العنان شاہی اور آئینی بادشاہی سب طرح کی حکومتوں کی آزمایش کیجا چکی ہے مگر اوسکی سنگلاخ زمین میں کسی قسم کی حکومت نے جڑ نہ پکڑی۔ زمانہ گذشتہ کی عظمت کی داستانوں نے یونانیوں کی دل و دماغ میں بتدریج اسقدر غرور و نخوت بھر دیا ہے کہ اب وہ اپنے تمرد و تکبر کیوجہ سے بھلے آدمیوں کی مجلس میں بیٹھنے کی قابل نہیں رہ گئے۔ اور کوئی شریف اونکی ہمجلیسی کو گوارا نہیں کرسکتا۔ موجودہ یونان کی حالت و وضع کا جو بہت سا حصہ بالکل ناقابل سمجھ اور معمہ بنا ہے۔ اوسکی بیشتر عقدہ کشائی ایک بالصراحت معین و مشخص مقاصد رکھنے والی زبردست قومی جماعت کی موجودگی سے ہو رہی ہے۔ کئی برسوں سے ملک میں جسقدر عام تحریکیں ہوئی ہیں۔ اونمیں سے ہر ایک کی تجویز اور تیار کرنیوالی یہی انجمن ہے۔ اوسنے بڑی بڑی رقمیں جمع کی ہیں اور صرف ملک کی گورنمنٹ میں ہی اوسے اقتدار حاصل نہیں۔ بلکہ دربار بھی اوسکے قابو میں ہے۔ بیشمار متمول یونانی اسکے ممبر ہیں۔ وہی یونانی نہیں جو اپنے ملک میں رہتے ہیں۔ بلکہ وہ بھی جو کل دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یونانی افسروں کی بھی بہت بڑی تعداد اس انجمن کی ممبر ہو اور جیسا کہ ابھی بتایا گیا ہے۔ دربار میں بھی اس انجمن کو زبردست اقتدار حاصل ہے۔ اور اسی اقتدار کی دباؤ میں آکر شاہ جارج نے قرابت دار اور دیگر درباروں کی نصیحت کی کچھ پروا نکرکے قومی تحریک کی سرغنائی قبول کی تھی۔ اور مسئلہ کریٹ کے متعلق اپنی ضد پر قایم رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن اگر اس عجیب و غریب قومی انجمن پر اگر ذرا زیادہ نظر امعان سے غور کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ اوسکی ترکیب کسی لحاظ سے بھی شاہی اصولوں پر مبنی نہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ شاہ جارج کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ وہ اس انجمن کے پنجہ[1] میں ایسا بیطرح پھنس گیا ہے۔ یہ مسلم امر ہے کہ اس قومی یونانی انجمن کا سب سے بڑا اور آخری مدعا جو ہر طبقہ کے یونانیوں کے دلوں پر نقش کالحجر ہو رہا ہے۔ کل یونانیوں کو ایک رشتہ سے وابستہ کرنا۔ اور تمام ایسی یونانی اقوام میں جو ابھی تک یونانی حکومت کے تابع نہیں۔ پولیٹیکل اتحاد پیدا کرنا ہے۔ اس ضیاریا اتھینکی یا خفیہ قومی سوسایٹی نے گذشتہ برسوں میں بڑی بڑی رقمیں فراہم کرکے گورنمنٹ کو فوجی اغراض کے لیئے حوالہ کی ہیں۔ بالخصوص وہ متمول یونانی جو ممالک غیر میں رہتے ہیں بیش بہا چندے۔ نقدی۔ اسلحہ۔ ساز و سامان اور پارچات کی صورت میں بھیجتے رہتے ہیں۔ آخری کامیاب بغاوت کو گو ستر برس کے قریب ہو گئے ہیں۔ مگر یونانی اتبک نہ تو قانون کی متابعت کرنا سیکھے ہیں اور نہ اوس نسبتی قدر و منزلت کو جو اونہیں یورپین اقوام اور ممالک کے زمرہ میں حاصل ہے قبول کرنے اور اوسکے مطابق عمل پیرا ہونیکا سلیقہ حاصل کیا ہے۔ پولیٹیکل اور پبلک لایف دونو صورتوں میں حقیقی امور کالعدم اغراض و مفاد کو بالتزام محض خیالی تمناؤں پر قربان کرتے رہنا اونکا شعار ہو رہا ہے۔ معاہدہ برلن کی روسے تھسلی کا زرخیز صوبہ مل جانے کے باوجود اونکی جوع البقر اور حرص ملک گیری میں کوئی افاقہ نہیں ہوا اور نہ اونکا پیٹ بھرا ہے۔ بلکہ ہر وقت ھل من مزید کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ انکو یورپین مذہب اور یورپین تہذیب پر بھی اس بات پر بھروسہ کرکے کہ یورپ کے ہم مذہب اور ہم مشرب ہیں وہ کئی مرتبہ ایسے مچلے ہیں کہ یورپ کو بے اندازہ درگذر کے باوجود زیادہ تحمل کرنا ناممکن ہوا اور اوسکی مہربانی اور بردباری کا پیمانہ لبریز ہو جاتا رہا ہے۔ اور اوسے اونکو مجبوراً آنکھیں دکھانی پڑجاتی ہیں۔

[1] اس انجمن کا یونانی نام اتھینکی ہٹاریا ہے جسکے معنے انجمن دوستاں کے ہیں۔

رہی ہیں۔ مگر یہہ سچیا نادم یا خفیف ہونیکی بجائے ہر غلط و سفیہانہ حرکت کے بعد ایسی چشم نمائی پر اوترنے پھر اپنی سابقہ عظمت و شوکت کی ڈہال کو پناہ بنا لیتے رہے ہیں۔ وہ گویا یہہ سمجھتے ہیں کہ اس باستانی شان و شوکت نے اونکو متمدنہ انصاف و شائستگی کی عدالت میں اپنی کسی حرکت کی بدولت دوسروں کے روبرو جوابدہ ہونیکی تمام ذمہ داریوں سے بری الذمہ اور مستثنے کر دیا ہے۔

فصل چہارم یونان کی بری فوج

اونکو بتانا ہے کہ یونانی فوج اون متواتر تغیرات کا ماحصل ہے جو گذشتہ برسوں میں فرنچ اور یورپی اتالیقوں کی نگرانی میں [illegible] ہوتے رہے۔ اوسکی موجودہ ترتیب و نظام کا انتظام عام جبریہ فوجی خدمت کے قاعدہ کی بنا پر جو ۱۸۷۸ء میں رائج کیا گیا تھا ۱۸۹۲ء میں کیا گیا۔ اس جدید ترتیب کے روسے ہر یونانی پر اکیس برس کی عمر سے فوجی خدمت لازمی ہوتی ہے۔ اور تیس برس کی عمر تک اوسکو یہہ خدمت اس حساب سے دینی پڑتی ہے۔ دو برس فوج نظام یا کارکن فوج میں دس برس ریزرو (ردیف) میں۔ ۸ برس ٹیری ٹوریل یا لینڈ وہر (محافظ ملک یا مستحفظ) فوج میں اور مزید دس برس لینڈ وہر ریزرو۔ (فوج مستحفظ کے ردیف) میں۔ ردیف فوج کی سپاہ ریزرو خدمت کے زمانہ میں دو مرتبہ[1] پندرہ پندرہ دن قواعد و مشق کے لیئے گھروں سے طلب کیئے جانیکی مستوجب ہے اور خاص خاص حالات میں اوسے مکمل شدہ خدمت کے آخری سال کے اختتام پر تین ماہ یا چار مہینوں کی مزید میعاد کیلیئے کارکن فوج میں رکھا جاسکتا ہے۔ برعکس اس لینڈ وہر فوج قواعد و مشق کے لیئے طلب نہیں کیجاتی۔ اور اگرچہ بزمانہ جنگ وہ میدان کارزار کو بروئے قانون بھیجی جاسکتی ہے۔ مگر ایسا کرنیکی بجائے غالباً حکام اونکو چھاونیوں اور قلعوں کی حفاظت اور فرائض قلعداری کی انجام پر لگانا مناسب تصور کریں۔ لینڈ وہر ریزرو صرف اوس صورت میں گھروں سے طلب کیے جاسکتے ہیں جبکہ لینڈ وہر فوج کی تعداد غیر مکتفی ہو۔ لینڈ وہر کیلیئے کوئی فوجی انتظام و ترتیب قطعاً موجود نہیں۔ لینڈ وہر بارہ بارہ ہزار آدمیوں کی ۸ جماعتوں میں منقسم ہے۔ اس حساب سے اوسمیں ۹۶ ہزار آدمی ہیں۔ جنمیں سے اگر حسب معمول ۲۰ فیصدی ناقابل یا مریض وغیرہ تصور کیے جائیں تو ۷۶۸۰۰ آدمی اس فوج سے جنگ کے لیئے بہم پہونچتے ہیں۔ لینڈ وہر ریزرو کی تعداد اندازاً ۷۵ ہزار تخمینہ کیجا سکتی ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہہ بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ اجتماع فوج کے ناقص انتظام مسلسل مالی مشکلات اور دیگر رکاوٹوں کیوجہہ سے ان اعداد کے لگ بھگ بھی کبھی فی الحقیقت آدمی جمع نہیں ہوئے۔ بنا بریں یونان کی فوجی طاقت کا اندازہ کرتے وقت لینڈ وہر اور اوسکے ریزرو کو افواج کیلیئے محض ایک طرح کا ڈپو (یعنی سپاہیوں کا گودام) تصور کرنا چاہیئے۔ کہ حسب ضرورت اونسے آدمی بہم پہونچالیئے۔ اور بس۔ پچھلے چند برسوں میں بالاوسط ۱۱ ہزار نوجوانوں پر ہر سال فوجی خدمت عاید ہوتی رہی ہے اور اونمیں سے ۸ ہزار حاضر ہوتے رہے ہیں۔ ہر سال تقریباً ایک ہزار آدمی بطور قاعدہ کلیہ فوجی خدمت سے پہلو بچا جاتے ہیں۔

[1] مصنف نے اوسکی توضیح نہیں کی کہ یہ غالباً جو پہلی سال میں دو دفعہ ہوتی ہے۔ نہ جیسا کہ سرسری طور پر خیال کرنے سے گمان ہوسکتا ہے کل زمانہ ریزرو میں دو دفعہ کیلیئے (مترجم)

کارکن فوج بزمانہ امن تین تین بٹیلنون کی دس انفنٹری (پیدل) رجمنٹون تین کیولری (سوار) رجمنٹون تین آرٹلری (توپخانہ) رجمنٹون اور ایک رجمنٹ انجنیئرون پر مشتمل ہوتی ہے یعنی کل ۳۰ بٹیلنین بارہ سکویڈرن (رسالے) ۱۱ میدانی اور نو کوہی باتریان اور دس کمپنیان انجنیئرون کی جملہ کلہم ۲۰ ہزار آدمی اوسطاً ہوتے ہین - اس تعداد مین ۱۹۰۰ افسر بھی شامل ہین گھوڑون اور خچرون کی تعداد ۲۴۰۰ کے قریب ہوتی ہے جنگی مقاصد کیلئے یہ فوج تین آرمی کورون (ڈیویژن) مین منقسم کیگئی ہے ہر ڈیویژن مین اسکی محل وقوع کے لحاظ سے بارہ سے لیکر چودہ تک بٹیلنین چار رسالے اور چھ یا سات باتریان ہین بروئے ضوابط میدان جنگ کی فوج کی کمک اور پشت پناہی کیلئے بوقت جنگ ریزرو فوج مین ۳۰ انفنٹری بٹیلنین چار سے سات تک رائفل بردارون کی بٹیلنین ۳ سے چھ تک رسالے ۲ سے ۳ تک میدانی باتریان اور تین سے ۹ تک انجنیئرون کی کمپنیان تیار ہونی چاہئین کل ریزرون کی تعداد جو کارکن فوجکی ساتھ خدمت دینے کے پابند ہین تقریباً سوا لاکھ ہے - مگر چونکہ نہ تو انکیلئے شائستہ افسرون کا انتظام ہے اور نہ اسلحہ و سازوسامان ہی موجود ہونے کی نسبت یہ یقین نہین کیا جاسکتا کہ ملک کی حفاظت کیواسطے ان سے کچھ معتدبہ مدد مل سکتی ہے۔

۱۹۱۳ سے یونانی فوج پیدل گراس قسم کی رائفلون سے مسلح ہے - مگر مناسب احتیاط نہ ہونے اور غفلت و لاپروائی کیوجہ سے ان رائفلون مین سے اکثر کو بمشکل کارآمد اسلحہ کہا جاسکتا ہے - عام خیال ہے کہ یونان کے ذخیرہ حربی مین کلہم ایک لاکھ بیس ہزار شاسپو[1] اور ۳۰ ہزار دیگر مختلف ساخت کی رائفلین ہین۔

یونانی فوجی سسٹم کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ فوج سواران کیلئے گھوڑے کافی اور عمدہ بہم نہین پہونچائے جاتے زمانہ امن مین اس فوج کیلئے جس قدر گھوڑے درکار ہوتے ہین - ان مین ہمیشہ ایک ثلث کی کمی رہتی ہے اور باقیماندہ دو ثلث مین بھی تقریباً ۵۰ فیصدی فوجی خدمت کیلئے قطعاً ناکارہ ہوتے ہین - ملکی گھوڑے جنگی مقاصد کیلئے بہت ہی کم مناسب ہین - بنابرین فوج سوار کیلئے گھوڑون کیلئے یونان تقریباً بالکل دوسرے ملکون کا محتاج ہے۔

فوج توپخانہ تین رجمنٹون پر منقسم ہے - دو مین سات سات اور ایک مین چھ باتریان ہین ان باتریون مین سے چند مین ۷۵ ملی میٹر (۲۹/۱۰ انچ) قطر کی نال رکھنے والی توپین ہین اور چند ۷۰ ملی میٹر (تقریباً تین انچ) قطر کی توپون سے مسلح ہین - کوہی باتریون مین سے ایک سے زیادہ کی توپین آخر الذکر جسامت کی ہین - ان باتریون کے علاوہ ایک کمپنی صناعان توپخانہ کی اور ایک کمپنی قلعہ توپخانہ کی کل توپخانہ مین کلہم ۶۴ میدانی اور ۳۴ کوہی توپین ہین - یعنے اول الذکر ضروری تعداد سے سولہ اور آخر الذکر ۱۶ کم ہین - بروئے ضابطہ ریزرو فوج کے آدمیون کو دو سال مین چالیس دن اور لینڈ ویہر کو ۱۵ دن مشق و قواعد کیلئے جمع ہونا چاہئیے - مگر اس ضابطہ پر کبھی پورا پورا عملدرآمد نہین ہوا۔

چند برسون سے فوج کی معمولی تربیت و قواعد مین بہت زیادہ غفلت کیجاتی ہے - اس کیوجہ کچھ تو قلت تعداد ہے اور کچھ

---

[1] اے اے شاس پو ایک فرنچ موجد کا نام ہے جس نے اس رائفل کو ایجاد کیا تھا یہ ایک قسم کی بریچ لوڈنگ (کارتوسی) سنٹر فایر رائفل ہے - مترجم A. A. Chassepot

یہ کہ فوج سے سرحد پر خدمات پولیس قزاقوں کی چھکنی اور ہمچل قسم مختلف الانواع کام لئے جاتے ہیں جنکی وجہ سے اوسی قواعد وغیرہ کیلئے فرصت نہیں ملتی۔ افسروں کو پہلے ہی پارٹی کی تربیت کا کام و زیندار دلچسپی نہیں تھی اور جو قصور کی بہت تھی اوسمیں بھی ملک کی پولیٹیکل واقعات بالخصوص ممبروں کو آفتاب کی کارروائیوں وغیرہ توں کو تغیرات اور ہنر مالی و پولیٹیکل مشکلات کیوجہ سے جو ہمیشہ ملک کو گھیرے رہتی ہیں اکی گم گشتگی نو عمر اور ناتجربہ کار سپاہ انسروں میں قابلی مہارت اور ضروری جوش امنگ مفقود ہے۔ اور نہ اوپر اعلے افسروں کی طرف سے وجہ نگرانی ہوتی ہے قلت زر کیوجہ سے وسیع جنگ کو فوج پیدل کی رائفلی مشق بالکل بند کرادینی پڑی اور توپخانہ کی مشق میں انتہائی درجہ تک تخفیف کرونگی الغرض جہاں تک سپاہ کو جنگی نشو ونما کا تعلق ہے گذشتہ چند برس تقریباً بالکل ضایع جانے دیے گئے۔

یونانی فوج میں منجملہ دیگر باتوں کے امر بھی نہایت افسوسناک ہے کہ اوسکے افسر پولیٹیکل معاملات[الف] میں حصہ لیتے رہتے ہیں بطور مثال یہی بتا دینا کفایت کریگا کہ ۱۸۹۵ء میں ۴۲ فوجی افسر پارلیمنٹ کی ممبری کی امیدوار ہوئے۔ اور اونمیں سے تین منتخب ہوئے اگرچہ پولیٹیکل معاملات میں یونانی افسروں کے بطور خود دخیل ہونے کو اوسی مقیاس و معیار کے مطابق نہیں دیکھا جا سکتا جو مغربی یورپ میں برتا جاتا ہے۔ کیونکہ بلقانی ریاستوں ایسی نو قائم شدہ حکومتوں اور قانیوں میں فوج کا پولیٹیکل معاملات سے دلچسپی اور ہمدردی رکھنا ناگزیر ہے تاہم اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ جہاں کہیں ایسی حالت ہو وہاں کی افواج کے نظام و ترقی کے لیے وہ نہایت مضر و مہلک ہوگی۔

ٹرکی میں دو برس مسلسل فساد ہوتے رہنے سے منسٹر ترکی طرز حکومت کی کئی اہم نقص ہویدا ہوگئے تھے۔ یونان میں یہ توقع پیدا ہوگئی تھی کہ ٹرکی کی بربادی اور اوسکے عناصر کی پراگندگی کا وقت قریب پہونچگیا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ یقین بھی زیادہ مضبوطی پکڑ گیا تھا کہ یونان کی فوجی سسٹم کی موجودہ حالت ایسی نہیں کہ اوسکی بل پہ یونان ٹرکی کی وراثت میں حصہ لینے کی اپنے دعاوی کو تقویت پہونچا سکے اور بشرط ضرورت اونکی بزور شمشیر حفاظت و تائید کر سکے۔

کریٹ کی بغاوت سے یونانیوں کو طبعاً ہمدردی تھی۔ انہی کی تحریک و اغوا سے مغربی مقدونیہ میں بھی عام سازشیں[۵۸] برپا ہوگئیں اوران سازشوں اور بغاوت کی بدولت کل یونان میں ہر جگہ عام پرجوشی پھیلگئی۔ اور لوگوں کے خون مشتعل ہوگئے۔ اس پرجوشی

---

[۵۸] یہ سازشیں اور تحریکیں یونانیوں کی تربیت یافتہ ہو کر کچھ عرصہ کیلیے دبگئی تھیں۔ مگر کریٹ کو ایکطرح کی کامل خودمختاری اور یونانی شہزادہ جارج کو وہاں کی گورنری ملجانے سے وسن ان کی شرارتیں وہ پھر تازہ ہو گئیں اور موسم بہار اپریل و مئی ۱۸۹۹ء میں عام فساد ہو جانیکا عام یقین ہو گیا ان اسباب کے علاوہ ترکی اخبارات اور برلین کی رائے میں انگلستان کی بھی اس تجدید شورش میں بہت کچھ دخل ہے دیکھو ٹائمز آف لندن مورخہ ۳ فروری ۱۸۹۹ء مگر خداوند کریم کا شکر ہے کہ سلطان المعظم کی بروقت مستعدی اور مشہور آفاق تدبر سے اب اسکا بہت کم اندیشہ رہ گیا ہے۔ اور مقدونوی عیسائیوں کو بھی خوش قسمتی سے یہ ہوش آگیا ہے کہ اگر وہ کسی غدارانہ فعل کی مرتکب ہوئی تو وہی خمیازہ اٹھائینگے جو آرمنوں کو اٹھانا پڑا تھا۔ ناظرین کو اس سازش کی کیفیت مفصل حالات ترکی کے مندرجہ ذیل دو تازہ مضامین سے معلوم ہو جاینگے۔

[۵۹] سوڈان میں انگلستان کی قابل تعریف اور بینظیر کامیابی پر انگریزی قوم جیسا کچھ لکھا جاچکا ہے جسقدر فخر و مباہات کرے کم ہے۔ مگر انگریزی پالیسی کے علانیہ اظہار کے باوجود باقی کل غیر منصف اور تعلقدار طاقتوں کا بالکل خاموش رہنا اور انگلستان کی اس چیرہ دستی کی مزاحمت یا مخالفت

بقیہ برصفحہ

[الف] اسکے انسداد کیلئے ۱۸۹۹ء کے اخیر میں مسودہ قانون تیار کیا گیا ہے جسے غالباً یونانی پارلیمنٹ منظور کریگا۔

کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اخبارات نے بالخصوص فوجی افسروں کی تحریک و ترغیب سے کامل فوجی اصلاح کی اشد ضرورت پر بحث مباحثہ شروع کر دیا
یہہ بحث آخر کار سرکاری حلقوں میں پہونچ گئی۔ اور یہہ عام طور پر بیان کیا گیا کہ شاہ یونان کو اوسکی ۱۸۹۹ء کی سیاحت اداون کانفرنس

باضابطہ اور سرکاری طور پر کرنا تو درکنار انگلستان کے سخت رقیب بلکہ معاند ملکوں کے اخبارات کا اسمیں بڑی بھلی کوئی رائے ظاہر کرنا اور
خدیو مصر کا جیسے سوڈانی ریلوی کی فروخت کیوقت متواتر تقاضوں کے باوجود لارڈ کرومر اور انگریزی گورنمنٹ کے مطالبہ کو منظور نہیں کیا
تھا صرف ایکبار کہنے پر کل سوڈان کی حکومت عملی طور پر انگلستان کے حوالے کر دینا۔ یہہ سب باتیں دیکھکر خواہ مخواہ یہہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ
کہیں انگلستان کے مخالفین آپسمیں متحد و متفق ہو کر اسطرح سے اسکی عنان ڈہیلی چھوڑ دینے سے اسکے پاؤں تردید میں پھنسانے کی کوشش[لہ] تو نہیں
کرتے۔ انگلستان کے کئی مدبر بھی یورپ کی اس عام خاموشی سے متعجب ہیں۔ لیکن ان کو بھی شاید اس کمال شاندار فوجی فتح و نصرت اور حیرت
انگیز ڈپلومیٹک کامیابی کی بے اندازہ خوشی نے ابھی تک یہہ سوچنے کا موقع نہیں دیا کہ دیگر اقوام کی خاموشی یہہ معنے تو نہیں رکھتی کہ اس [illegible] قبال
قوم سے اب لفاظی بحث فضول ہے۔ عملی طور پر اسے نیچا دکھانیکی کوشش کیجاوے۔ فرانس والوں کی یہہ خاصیت سب کو معلوم ہے کہ ان کی پرجوشی
ہمیشہ دودھ کے جوش کے مشابہ ہوتی ہے اور فوراً ایک قیقہ میں سرد پڑ جاتی ہے۔ مگر جب وہ کسی معاملہ پر بظاہر کوئی گرمجوشی نہ دکھائیں
بلکہ سوچ و فکر میں پڑ جائیں تو اوسوقت ان سے باحذر رہنا واجب ہے۔ ان کی یہہ خاموشی عملی کارروائی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ انکو انگلستان کی
اس کامیابی سے جیسا کچھ روحانی و اخلاقی و جسمانی صدمہ پہنچا ہے وہ اسی سے ظاہر ہے۔ کہ صدیوں کی عداوت اور عوض کشی کا خیال چھوڑکر
وہ انگلستان کے برخلاف جرمنی تک سے اتحاد کر لینے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ جرمنی کے ساتھ انگلستان کا بیشک سمجھوتہ ہو گیا ہے مگر جیسا کہ اوپر کسی جگہ
لکھا جا چکا ہے جرمنی سے کبھی امداد کی توقع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اسکے برعکس اسکی رقابت اور روز افزوں امنگیں ہمارے لیئے فرانس کی مخالفت
سے کچھ کم خطرناک ثابت نہیں ہونگی۔ روس کی پالیسی کی تہ کو پہنچنا بہت مشکل ہے۔ گو اعلان امن کے باوجود اسکا سر توڑ جنگی بحری تیاریوں میں منہمک
ہونا بتلا رہا ہے کہ اسے امن کو زیادہ عرصہ تک قائم رہنے کا یقین نہیں۔ بلکہ بعض مغربی اخبارات کے خیال میں کریٹ۔ سرحد ہندوستان اور
مشرق الاقصے میں انگلستان اور روس کی رقابت یہانتک بڑہ گئی ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی بدولت اگر عنقریب ہی علانیہ بگاڑ
ہو جائے تو کسیکو تعجب نہیں ہو گا۔ فلپاین کے باشندوں اور امریکن افواج میں باقاعدہ لڑائی چھڑ جانے کی کیفیت ناظرین کو تار کے کالموں سے معلوم
ہو جائیگی۔ مشرق الاقصے میں اس ایک نئی طاقت کے دخل کے علاوہ اب ایک اور طاقت بھی جسنے امریکہ کیطرح پہلے کبھی اپنے [illegible] سے
باہر کے معاملات میں دخل نہ دیا تھا اس دنگل میں اتر آئی ہے یہہ طاقت آسٹریا ہے جسنے اب پہلی مرتبہ ایک جنگی جہاز بحیرہ چین میں بھیجدیا ہے۔
مشرق الاقصے کے اس پیچ در پیچ الجہاؤ کے ساتھ ہی اس ہفتہ کی تازہ ترین ولایتی ڈاک یورپ کے سرچشمہ فسادات کے پھر جوش زن ہونے کی
وحشتناک خبریں سنا رہی ہے۔ یہہ سرچشمہ وہی جزیرہ نمائے بلقان ہے۔ جسے یورپ کی منصف مزاج مسیحی طاقتوں نے ذاتی اغراض کی تکمیل اور
ایک اسلامی طاقت کی تخریب کے لیئے صدیوں سے اپنی شاطرانہ چالوں کا جولانگاہ بنا رکھا ہے۔ اس جدید تحریک کا باعث بھی بدستور سابق دول
یورپ کی وہ متعصبانہ اور ناجائز کارروائیاں ہیں جو ٹرکی کی اسلامی طاقت کے ساتھ کیجا رہی ہیں۔ یونان کے عیسائیوں کی طرفداری اور حمایت
سے سرویہ وغیرہ کو اوس سے بوسینا و بلگیریا کے عیسائیوں کو انکے دیکھا دیکھی کریٹ اور آرمینیا کے عیسائیوں کو آزادی کی خواہش پیدا ہوئی اور

لہ کیا تازہ ترین تار مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۹ء سے معاملہ کی صورت میں بدلگیا ہے کسی ایسی ہی زبردست یوروپین ٹرکی سازش کا نتیجہ تو نہیں ہے کیونکہ کیا ٹرانسوال ایسا
بڑی سلطنت کے لئے اور کبھی سلطنت برطانیہ اور ہالینڈ کی بیباکی و جسارت بہرحال زمانہ جلد پردہ اٹھادیگا کہ آیا اس قیاس کی کچھ اصلیت ہے

سے جو اوس نے مختلف فرمانرواؤں اور دول عظام کے سربرآوردہ مدبروں سے کین۔ یہ نتیجہ یقین ہوگیا ہے کہ ترکی سلطنت کا انجام فی الحقیقت قریب پہونچ رہا ہے اور اوسی یقین کیوجہ سے اوس نے فوج کی اصلاح کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۰۱ - اور آزادی ملجانے پر اس جزیرہ نما کی ہر ایک بچی قوم کو غضب و بے ایمانی۔ گلادسٹن جو لبرل یوروپین پالیسی جمیلہ دیانت کی آڑ میں جس موازنہ طاقت کہا جاتا ہے کسی ایک قوم کو ٹرکی سے کچھ مزید خطہ ملنے کیصورت میں اپنے لیئے بھی مزید علاقہ کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگیا جن مثالوں میں انصاف پسند یوروپین طاقتوں کی طفیل بسا اوقات کامیاب ہوجاتے رہے اس سبب وہ ہمیشہ ایسا ہی مطالبہ کرتے رہنے کی اپنے تئیں مستحق سمجھنے لگ گئی ہیں سنہ ۱۸۸۱ع میں سرویا وغیرہ کو مزید علاقہ اور بلگیریا کو آزادی ملنے کے معاوضہ میں یونان کو بے زبان ٹرکی سے دو تین برس بعد یونان کو جبراً تھیسلی دلوائی گئی سنہ ۱۸۸۵ع میں جب بلگیریا نے مشرقی رومیلیا پر قبضہ کر لیا تو سرویا اور یونان کو پھر معاوضہ طلبی کا خبط پیدا ہوگیا جس نے سرویا کو تو ایسا مغلوب کر دیا کہ اسنے بلا دستک بلگیریا پر حملہ ہی کر دیا۔ اور منہ کی کھا کر پیچھے ہٹا دیا گیا۔ مگر یونان دو چار دھمکیاں کہانے کے بعد ہی دیگر دول کے دباؤ سے جو مشرقی مسئلہ کو چھیڑنے کے لیئے ابھی تیار نہ تھیں ہوش میں آگیا اور معاملہ رفت گذشت ہوگیا لیکن یونان کے شکست کہانیکے باوجود سال گذشتہ میں کریٹ کو آزادی ملجانے سے جو اکثر یوروپین مدبرین کی رائے میں اوس کے یونان کے ساتھ ملحق ہوجانیکا پیش خیمہ ہے جزیرہ نمائے بلقان کی دیگر اقوام بالخصوص بلگیریا کو پھر گدگدی شروع ہوگئی ہے۔ اور وہ مقدونیہ کے بلغاریوں کو اکساکر فساد برپا کردینے کا تہیہ کر رہی ہے تاکہ اس بہانے سے مقدونیہ بلگیریا کے ساتھ شامل ہوجائے۔ اور ٹرکی کی مزید قطع و برید سے یونان اور بلگیریا کا موازنہ طاقت جس میں بلغاریوں کے بیان کے مطابق کریٹ کی آزادی سے خلل پڑ گیا ہے پھر یکساں ہوجائے لیکن جیسا کہ کسی پچھلی ہفتہ لکھا جا چکا ہے ریشون کے سودائے یا طلائی طرح بلغاریوں کی یہ ہوس خام کبھی پوری نہیں ہوگی تاہم میں کوئی کلام نہیں کہ جیسا کہ عام خیال ہے یہ فساد برپا ہوگیا تو نہ صرف ٹرکی کے لیئے مزید مشکلات پیدا ہوجائیں گی اور ٹرکی حکومت یوروپین طاقتوں کی باہم جنگ و جدال سے فائدہ اوٹھانے کی جو توقع کئے بیٹھی ہے وہ بہت کچھ مشکوک ہوجائے گی۔ بلکہ اغلب قیاس ہے کہ یہ دفعہ یوروپین میگزین کو چنگاری کا بھی خطرہ کام دیجائیگا۔ اس معاملہ پر خود کچھ لکھنے کی بجائے ایک انگریزی اخبار کی تحریر کا خلاصہ درج کر دینا زیادہ مناسب ہے اور اس سے پہلے یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ٹرکی فقط یوروپین سرحدوں پر ہی فوجی جمعیت کو مضبوط اور ملک یمن میں کو مستحکم نہیں کر رہی بلکہ ایک اور انگریزی اخبار کا بیان ہے کہ یمن کے کمانڈر نے انسداد فساد کے لیئے مزید ۹ ہزار فوج تاکید اور ضروری تار بہیجکر طلب کی ہے۔ فوج کی طلبی کی صداقت میں ہمیں کوئی شبہ نہیں۔ مگر جو غرض ظاہر کی جاتی ہے وہ کبھی باور نہیں کی جا سکتی یمن میں کامل امن قائم اور تمام فتنہ و فساد فرو ہوچکے ہیں۔ اس لیئے صاف ظاہر ہے کہ یہ فوج کسی اور ہی غرض کے لیئے سنگرانی یا بہیجی جاتی ہے۔

پایونیر کا ولایتی نامہ نگار ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۱۰ع کو لکھتا ہے کہ گو سردست دنیا کا پولیٹکل مطلع پہلے کی نسبت کسیقدر صاف ہے۔ مگر بدشگونی کا خیال بدستور غالب ہے۔ اور تقریباً ہر کس و ناکس کو یہ یقین ہو رہا ہے کہ عالمگیر جنگ بالکل قریب پہونچ گئی ہے۔ دنیا کا مرکز قسطنطنیہ ہے مغربی یوروپ کے دار الخلافوں کی نسبت عموماً ذہین ہو توقعات آئندہ کا رخ معلوم ہوتا ہے اسیطرح یہ مسلمہ امر ہے کہ خارجیہ معاملات پر کسی شخص کی رائے اخبار پیکر کے نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ کی رائے کے برابر جید و برجستہ نہیں ہوتی یہی قابل شخص واقعات آئندہ کی متوقعہ رفتار و گردش کی نسبت نہایت مایوسی ہے

اگر فوجی افسرون کی میلان اور پرجوشی نے کسی اطمینان بخش انتظام کو عمل مین لانا ممکن کر دیا ہوتا۔ تو ظن غالب ہے کہ ادن سخت بد انتظامیون
کی موجودگی مین جو اوس وقت حادث ہو رہی تھین۔ بہ مشکل ایسا عزم کیا جاتا۔ اسی مجبوری کی وجہ سے وزیر اعظم ڈیلیانیس

(بقیہ صفحہ ١٠٨) انداز سے تحریر کر رہا ہے۔ وہ صاف کہتا ہے کہ مین پیغمبر یا پیشنگوئی کرنے والا نہین۔ لیکن حالات موجودالوقت کو دیکھکر
مجھے مجبورًا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جن لوگون کا یہ اعتقاد ہے کہ دنیا کے انجام سے پہلے ایک عالمگیر جنگ ہوگی۔ وہ یہ باور کرنے کیلئے کافی وجوہات
رکھتے ہین کہ وہ انجام قریب پہونچ گیا ہے۔ اور کہ وہ عالمگیر جنگ جو دنیا پر ایسی تباہیان برپا کرے گی کہ کبھی پہلے دیکھی یا سنی نہین گئین۔ اب
زیادہ دور نہین ہر ایک اوس کیلئے تیار ہے اور تمام دنیا یکسان اوسکی مصائب مین مبتلا ہوگی۔ یورپ مین عالمگیر جنگ ہونا اوس کے مرادف ہوگا
کہ ہر ایک بر اعظم اور ہر ایک سمندر مین لڑائی برپا ہو جائیگی۔ اس عالمگیر جنگ سے ایشیا اور افریقیا و جزایر کے مسلمان ویت پرست اپنی فاتحون کی بر خلاف
کھڑے ہو جانے اور پھر سابقہ وتیرے اختیار کرنیکا فایدہ اوٹھائینگے۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ یورپ نے کل دنیا کو صرف اپنی ہی تباہی کیلئے اور نیز کل روے
زمین پر بربادی اور مصیبت پھیلانے کیلئے فتح کیا ہوگا۔ ابھی تک ٹرکی اور ایران اور کئی دیگر موقعون پر اسلامی طاقت موجود ہے اور محض اس لئے موجود
ہے کہ یوروپین طاقتون نے اپنے ذاتی اغراض کیلئے اوس کو موجود رہنے دینا پسند کیا ہوا ہے لیکن پھر بھی یہ طاقت ابھی زبردست قوت ہے۔ اور جب
یوروپین عالمگیر جنگ کی طفیل وہ ایکدفعہ دول یورپ کے دباؤ سے آزاد ہو گئی تو کل ایشیا اور افریقہ پر خون کے دریا بہا دیگی۔ آخر مین یہ نامہ نگار لکھتا ہے کہ
انجیل و توریت کی پیشنگوئیون کی درست تاویل خواہ کچھ ہو۔ یوروپین جنگ عالمگیر سے دنیا پر جو تباہیان وارد ہونگی۔ اونکی درست و مناسب
توضیح آسمانی کتاب سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اور کسی کتاب مین اونکا پورا پورا نقشہ نہین دکھایا گیا۔
اور کہ کسی ایسی نتیجہ کا متوقع رہنا جو عین فطرت اللہ کے مطابق ہو غلطی پر مبنی نہین ہوگا۔

ٹائمز کے نامہ نگار کی رائے کا خلاصہ دیکھیا ڈیلی کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ عام یقین ہے کہ اس عالمگیر جنگ کا شعلہ پہلے جزیرہ نما بلقان سے
اوٹھیگا۔ تقریبًا ایک نسل سے ہم ہر سال متعدد نئے آتش فساد مشتعل ہو جانیکی توقع کیے چلے آرہے ہین۔ جو پہلے متصلہ ممالک پر اور پھر کل یورپ مین
پھیل جائیگی۔ اس فساد کے برپا ہونیکا وقت بظاہر حال اب بالکل قریب پہونچ گیا ہے۔ دنیا مین انگریزی اخبارات کے جس قدر نامہ نگار ہین وہ
تقریبًا سب کے سب ہمین آنیوالی خطرہ کیلئے تیار رہنے کے واسطے متنبہ کر رہے ہین۔ ٹائمز کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ ہمین کوئی شک نہین رہ گیا کہ اس موسم
بہار مین جزیرہ نما بلقان مین ضرور فساد ہو جائیگا جس کی برسون سے خبرین گرم ہی تھین۔ روس اور آسٹریا کی متواتر اور بے در بے دھمکیون و
تنبیہون کے باوجود مقدونیہ کے شورہ پشت مفسد دیگر مربیون کی امداد و تحریک سے اپنی تیاریون مین سرگرمی کے ساتھ مصروف ہین۔ آسٹریا
چاہتی ہے کہ حالت موجودہ قایم ہے۔ اور روس امن کا خواہان ہے یعنی دونون کا مدعا ایک ہی ہے۔ اسلئے وہ دونون اپنی طرف سے پوری کوشش
کرینگے کہ امن یا حالت موجودہ مین خلل نہ پڑے۔ اگر ان دونون سلطنتون مین ابھی وہی دلی ارتباط ہوتا جو ایک دو برس پہلے تھا۔ تو یہ
ارتباط ضرور امن قایم رکھ سکتا مگر افسوس ان دونون مین اب وہ یکجہتی نہین رہ گئی۔ اور ایک دوسرے کو آپس مین کئی شکایتین ہین
اور مسئلہ کریٹ کے تصفیہ سے بلقانی ریاستون کی حرص و طمع بہت تیز ہو گئی ہے۔ اون کو خیال ہے کہ پرنس جارج کی گورنری جزیرہ کے یونان سے ملحق
ہونے کا پیش خیمہ ہے یعنی باوجودیکہ دول یورپ نے لڑائی سے پہلے فریقین کو بڑے زور سے مطلع کر دیا تھا۔ کہ کسی فریق کو فتح سے فایدہ

نے بھی یہی رائے ظاہر کی کہ وہ فوجی اصلاح کا حامی ہے اور اوسنے بادشاہ کو یاد دلایا کہ وہ اپنے ایڈریس میں جو پارلیمنٹ کے افتتاح کے موقعہ پر دیا
گیا تھا غیر معمولی اخراجات امداد اس امکان کیطرف اشارہ کر چکا ہے کہ شاید بجٹ میں خرچ آمدنی سے زیادہ ہو جائیگا اور نیز لانہایت ادب ضرور
تمہ ہوا انہیں اشاعت دیا جائیگا۔ یونان کو جو کچھ وہ چاہتا تھا مل گیا اور اوسے ہر جگہ شکست فاحش ہوئی وہ بڑا نقصان یہ ہے کہ تمام البانیہ بلگیریا کیطرف سے
اندیشہ پیدا ہو رہا ہے۔ اگرچہ بلغاری گورنمنٹ بڑے زور سے بیان کرتی ہے کہ وہ مفسدان مقدونیہ کی کمیٹی کو کوئی ترغیب نہیں دے رہی لیکن مشرقی
پالیٹکس کے جاننے والے جانتے ہیں کہ اس مقدونوی تحریک کا صدر مقام ریاست مذکور میں ہی ہے اور گو شہزادہ فرڈیننڈ اور اسکی گورنمنٹ
اس تحریک کو روکنے سے عاجز ہیں۔ بلگیریا کی سازش کا اسی سے یہ بھی ثبوت ملا ہے کہ روسی گورنمنٹ نے شہزادہ کو سخت تہدید کی ہے کہ اگر ایسے مقدونیہ
کی کسی بغاوت میں ہمدردی تو روس اسکی کبھی دستگیری نہیں کریگا۔ مگر کریٹ کے معاملہ نے اپنے ہمسایوں کی کچھ وقعت نہیں رہنے دی۔ مزید برآں بلگیریا ہی میں
بلکہ اوس سے باہر بھی عام خیال ہے کہ بلغاری فوج مقابلہ میں ترکی افواج سے بہتر ثابت ہوگی۔ اور غالباً اسی شورش بغاوت اور بلگیریا کی سازش کی وجہ سے
ترکی گورنمنٹ بمقدار کثیر جنگی سامان خرید رہی ہے لیکن اگر یہ بغاوت برپا ہوگئی اور یونان کیطرح اسمیں بھی وہ کامیاب رہی تو یہ یقینی امر ہے کہ یورپ کا
اتحاد مغلوب فریق کی طرفداری نہیں کریگا بلکہ ہمسایہ سلطنتیں بھی دخل نہیں دینگی۔ کیونکہ ایک تو یورپ اپنے اصولوں اور جلد ملنے والی قوتوں
کو زمانہ میں محض ہمدردی کے اقتضاء سے کوئی سلطنت بھی مشغول کارزار نہیں ہونا چاہتی۔ دوسرے آسٹریا اور ٹرکی کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ اور اوسکے
برعکس بلقانی ریاستیں آسٹریا کی بدخواہ رہی ہیں۔ اگر دول یورپ میں اتحاد قائم ہوتا تو شاید اس بغاوت کا اسقدر اندیشہ نہ ہوتا۔ مگر اب سبکو
اس اتحاد کی حقیقت معلوم ہوگئی ہے۔ بلکہ یہ عام خیال پھیل رہا ہے کہ کریٹ کا انتظام کرنے والی چار طاقتوں میں بھی یکجہتی موجود نہیں۔ بلکہ اسکے
برعکس ان چاروں اور بالخصوص انمیں سے دو میں سخت بے اعتباری اور بدظنی ایکدوسرے کی نسبت پھیلی ہوئی ہے اسکے ساتھ ہی یہ معلوم کرنا
دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ بقول سول ملٹری گزٹ تھوڑے دن ہوئے پنجاب کے ان اضلاع سے جہاں اونٹ پیدا ہوتے ہیں ہزاروں اونٹ بسرعت
تمام خرید کیے جاچکے ہیں اور افسران ٹرانسپورٹ ابھی تک اس کام میں سرگرمی سے مصروف ہیں۔ اس وسیع خریداری پر طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہوتی ہیں

مقدونیہ کی مفسد پارٹی کی نسبت ٹائمز رقمطراز ہے کہ اسنے موسم بہار میں سوئٹزرلینڈ کے مقام جینوا میں کانگرس منعقد کرنے کی دعوت اپنے کل ممبروں
کو بھیجی ہے مگر اس کا یہ کوئی اثر جیسا کہ کسی دوسری جگہ لکھا گیا ہے صوفیا میں ہے۔ تازہ ترین ولایتی اخبارات کی تحریر سے مترشح ہو رہا ہے کہ دول یورپ
میں سے کسی نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ مقدونیہ میں اصلاحات کی نفاذ و رواج کے لیے ٹرکی پر زور ڈالا جاوے جسکے جواب میں ٹائمز کے نامہ نگار متعینہ ویانا
کی روایت کے مطابق روس نے اس تجویز کو پسند کیا ہے اور لکھا ہے کہ مقدونیہ کے مسئلہ کے تصفیہ کیلئے سب سے مناسب یہی تدبیر ہے کہ بالفعل کوئی ایک یورپین
کمیشن کی نگرانی میں وہاں اصلاحات ضروریہ کو رواج کرنے کے لئے کہا جاوے۔ اس نامہ نگار کا بیان ہے کہ بلگیریا اور دیگر بلقانی ریاستیں اس تجویز سے سخت
ناراض ہو رہی ہیں اور ان سب کا دول یورپ کو مؤثر طریق سے مداخلت کرنے پر مجبور کرنے کے لئے پہلے خود فوجی مداخلت کرنے کا مصمم ارادہ ہے
اسکے برعکس اسی اخبار کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے۔ کہ روس نے دول کو اطلاع دی ہے کہ وہ مقدونیہ میں اصلاحات کے نفاذ کیلئے بالفعل ہی
درخواست کیے جانے کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ ایسا کرنے سے مقدونوی مفسدوں کا حوصلہ بہت بڑھ جائیگا۔ اور خواہ مخواہ فساد برپا ہو جاوینگے۔
یہی اخبار مقدونوی سازش کے متعلق متذکرہ صدر حالات لکھنے کے بعد تحریر کرتا ہے۔ کہ شمالی البانیہ کے صوبہ کوسووا کے والی نے بذریعہ

کیلئے روپیہ بہم پہونچالیا گیا تھا۔ لیکن بادشاہ نے صرف اسی اظہار پر کفایت نکی۔ بلکہ اونہوں نے خواہش ظاہر کی کہ کل قوم کو ان نئے ارادوں اور تجویزوں سے مطلع کیا جائے۔ ڈیلیانیس نے تھوڑی سی رد و کد کے بعد اس سے بھی اتفاق رائے کرلیا۔ اور ۱۴ دسمبر ۱۸۹۶ء کو بادشاہ کے احکام سے مندرجہ ذیل الفاظ میں وزیر اعظم کو مطلع کیا گیا۔

بنام وزیر اعظم

"جناب من

گذشتہ موسم بہار میں جو عام تمرینات اور قواعد کی گئی تھیں۔ اون سے اونکو پہلے سے بڑے پیمانہ پر دہرانے کی ضرورت واضح ہوگئی ہے میں چاہتا ہوں کہ یونانی فوج کی ترتیب و انتظام کا واحد دیکھ مقصد و مدعا صرف یہ ہو کہ اوسکی تکمیل کیجائے اور اوسے اپنے منصب کے قابل و شایان بنایا جائے لہذا میں ایک مستقل کیمپ کا قایم کیا جانا نہایت ضروری تصور کرتا ہوں۔ تاکہ فوج اوس کیمپ میں اون تمام خدمات سے سبکدوش و یکسو ہوکر جو اوسے شہروں میں دینی پڑتی ہیں۔ اپنا کل وقت اپنی فوجی مدعا کے حصول بڑی بڑی تمرینوں اور قواعدوں کے کرنے اور ضروری عملی تربیت اور نشو و نما کی تکمیل پر صرف کرسکے۔ اور ان مقاصد کے حصول کے سوا اوسے کوئی اور شغل نہ ہو۔ اس حصول کے لیے میں دس سے لیکر بارہ ہزار تک آدمیوں کی برقرار جمعیت فراہم اور فوج سوار ان کمیوں کو پورا کرنے کے لیے ردیف فوج کا کارکن فوج کے ساتھ کام دینے کے واسطے طلب کیا جانا اشد ضروری سمجھتا ہوں۔ ان مقاصد کو مدنظر رکھکر میں اعلے افسروں کی ایک کمیشن کا مقرر کیا جانا مناسب تصور کرتا ہوں۔ یہ کمیشن فیصلہ کریگی کہ ہماری فوج کے لیے کونسی رائفل سب سے بہتر اور مفید ہوگی۔ پھر اس فیصلہ کے مطابق گورنمنٹ پسند شدہ رائفل کی خریداری شروع کریگی۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ یہ مقاصد ان تدابیر اور ان تدابیر کے منتج شدہ فیصلوں سے بخوبی حاصل ہوجائینگے۔ کئی برسوں سے یونانی فوج کئی ایک ایسے کاموں میں مشغول رہی ہے جو فی الحقیقت اوسکے منصبی کام کے دائرہ سے خارج ہیں۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہماری فوج ان خارجی کاموں سے کنارہ کش ہوکر جو ملک کی مالی وسائل۔ دستگیری کرسکیں اپنے اصل فرض اور حقیقی کام یعنی اپنی طاقت و قوت کی افزونی اور غیر منقطع عملی تربیت و مشق کیطرف متوجہ ہوجائے۔ مستقل کیمپ کا قیام جو کام میں اپنی گورنمنٹ کو سپرد کرتا ہوں۔ میری اوس دلی خواہش و تمنا کے پورا ہونیکا جو میں اپنے ملک کی فوجی طاقت کے استحکام و بہتری کے متعلق رکھتا ہوں، مبارک بنیادی ستون ہوگا۔"

تتمہ صفحہ ۱۱۰) سربرآوردہ البانوی رؤسا کو بلا کر ان سے درخواست کی تھی کہ وہ البانوی آبادی سے ہتھیار رکھوانے میں مدد دیں۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ وہ ایسا کئے جانے کے مخالف ہیں اور اس امر کی کوئی وجہ اور ضرورت نہیں دیکھتے کہ کیوں البانویوں سے ہتھیار لے لئے جائیں۔ ان کا جواب قسطنطنیہ بھیجدیا گیا ہے۔" البانویوں کے مفصل حالات تاریخ خاندان عثمانیہ ہر دو جلد میں درج ہیں۔ یہ دونو کتابیں دفتر اخبار وکیل سے مل سکتی ہیں۔

صوفیہ کی مقدونوی مفسدوں کی کمیٹی نے موسم بہار میں مقدونیہ میں فساد کرانے کے لئے جو خطوط جابجا بھیجے تھے۔ انکا کچھ اثر نہیں ہوا۔ تازہ ترین ولایتی اخبارات مظہر ہیں کہ کریٹ پر پرنس جارج کی تقرری سے سلطان المعظم روس سے بہت بگڑ گئے تھے۔ یہ حالت دیکھکر روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ نے اپنی گورنمنٹ کو متواتر اوسکی تلافی کیلئے لکھنا شروع کیا۔ چنانچہ روس نے سلطان کو پھر اپنے موافق بنانے کے لیے مقدونوی مفسدوں کی تحریک سے

شاہ جارج کے انتخاب سے تمام ملک مین بڑی گرمجوشی اور طرب پیدا ہوگئی جس دن وہ شائع ہوا۔ اوس دن دارالخلافہ کے سب
معتقد اخبار ایکروپولیس نے جسنے بل پیش کیا ہے یونانی سمجھ بیٹھے تھے کہ اونکا کوئی بادشاہ نہین رہ گیا۔ مگر اونہین اونکا بادشاہ

فایدہ اوٹھایا۔ اوسنے نہایت خوبی سے بلگیریا کی گورنمنٹ اور نیز شہزادہ فرڈی نینڈ کو اچھی طرح سے سمجھا دیا کہ اگر مقدونیہ مین فساد برپا کرنیکی کوشش کیگئی
یا گورنمنٹ مذکور نے عملی امداد سے یا خود خاموش رہکر در پردہ ایما سے ایسا فساد ہو جانے دیا تو اوس کے حق مین اچھا نہ ہوگا۔ یہی مضمون
کی تنبیہ بعد مین آسٹریا اور جرمنی نے کردی۔ گران دہمکیون کے باوجود بھی بلگیریا کی گورنمنٹ کو راہ راست سے ہٹ جانیکا اندیشہ تھا لیکن ترکی
گورنمنٹ کی مستعدی دیکھکر جسنے ۶۰ ہزار سے زیادہ چیدہ سپاہ خاص مقدونیہ مین بھیجنے کے علاوہ بلگیریا اور سرویا کی سرحدون پر زبردست فوج جمع
کردی ہے نہ صرف بلگیریا بلکہ سرویا کو بھی ہوش آگیا ہے۔ بلکہ دوسری طرف مقدونیہ کے عیسائیون نے بھی آرمینیون کے فساد سے عبرت پکڑکر اجنبی مفسدون
اور شرارت انگیزون کو جو وہین آگ لگانے کے لیئے کل صوبہ مین بکھرے ہوئے تھے۔ اپنے اپنے دیہات سے نکالدیا ہے اور انکو متنبہ
کردیا ہے کہ اگر وہ پھر واپس آئے تو اونکو حکام کے سپرد کر دیا جائیگا۔ اسیطرح شمالی اضلاع کے عیسائیون نے اجنبی مفسدون کے مطبوعہ اشتہارات
مقامی حکام کے سپرد کر دیئے ہین یہی کارروائی دیگر اضلاع کے باشندون نے کی ہے اور اس سے بخوبی ثابت ہوگیا ہے کہ موسم بہار مین مقدونیہ
مین شورش ہونیکا اب بہت کم اندیشہ رہ گیا ہے۔ اور گو صوفیہ کی مقدونیہ کمیٹی بہت کچھ کوشش کر رہی ہے مگر اوس کو اس مدعا مین
کوئی کامیابی نہ ہوگی۔ بلگیریا، رومانیا اور سرویا مین مقدونوی جس سرگرمی سے اپنے غدارانہ مشاغل مین مصروف ہین۔ وہ اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے
کہ بلگیریا کے مقدونوی ۸۰ ہزار پونڈ۔ رومانیا کے مقدونوی ۴۰ ہزار پونڈ اور سرویا کے مقدونوی ۸۰ ہزار پونڈ اپنے ابنائے وطن کو اکسانے کے لیئے
ہر سال خرچ کرتے رہتے ہین۔ مگر باب عالی کی مستعدی اور متذکرہ صدر ہر سہ دول یوروپ کی یہ دہمکی کام کر گئی ہے کہ اگر بلگیریا و سرویا کو شکست
ملی تو اس دفعہ ترکون کو مفتوحہ علاقہ پر قبضہ کرلینے کی اجازت دیجائے گی۔ وہ یونان اور کریٹ کے معاملہ سے نہ بھولے رہین بلگیریا
مین مقدونوی قوم کے باشندون کو اگرچہ اونکی تعداد صرف ایک لاکھ ہے۔ اس قدر غلبہ حاصل ہے۔ کہ بلگیرین فوج مین ۵۷
فیصدی مقدونوی افسر ہین۔ اور وہ بھی ان بلقانی ریاستون کی ذاتی طمع و حرص کے علاوہ اپنی قوم کو ترکون سے آزاد کرانے کیلئے
ان ریاستون کو ورغلاتے رہتے ہین۔ مگر خاص مقدونیہ کے باشندون کی دوراندیشی اور عقلمندی اون کی مفسدانہ کوششون کو
بمشکل بار آور ہونے دیگی۔ (وکیل مورخہ ۲ فروری ۱۹۰۳ء)

مقدونیہ کے متعلق اس ہفتہ مین موصول شدہ ولایتی ڈاک سے جو خبرین موصول ہوئی ہین۔ وہ اکثر مین متضاد ہین۔ ایک دوسرے
سے مختلف بہت کچھ ہین ٹائمز کا نامہ نگار مقیم تاسل کی خبر کی تائید کرکے لکھتا ہے کہ صوبہ مذکور مین بغاوت پہونچنے کا اب بہت کم اندیشہ معلوم ہوتا ہے
ٹرکی گورنمنٹ نے وہان کافی سے زیادہ فوج بھیجدی ہوئی ہے اور روس و آسٹریا نے ہمسایہ بلقانی ریاستون کی اچھی طرح سے گوشمالی کردی ہے۔ اس کے برعکس
پائونیر کا لندنی نامہ نگار بہ ہفتہ مختتمہ ۱۵ فروری کے اکثر برآوردہ یوروپین اخبارات کی آراء کا خلاصہ دیکر لکھتا ہے کہ اس ہفتے پھر تشویش بہت
بڑھ گئی ہے کہ دیکھئے موسم بہار مین بلقانیہ کی زمین کیا گل کھلاتی ہے۔ اوسکے بیان کے مطابق صرف مقدونیہ مین ہی فساد و ہنگامہ ہونیکا اندیشہ
نہین بلکہ کل جزیرہ نمائے بلقان مین ابتری کا مادہ کھول رہا ہے گو زیادہ تر تشویش مقدونیہ ہی کی نسبت ہے۔

پھر دستیاب ہوگیا ہے۔ اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ تمام محبان قوم اور شیدایان ملک اس شاہی اپیل کی سچے دل سے تصدیق و تائید کرینگے۔ اور اگر وہرہ بندی اور فریقانہ رقابت نے ہنوز نامبارک قدم رکھنے سے تمام کھیل نہ بگاڑ دیا تو کامل امید ہے کہ آجکے دن سے فوج کی خدمات پھر اگلی

(تتمہ صفحہ سابقہ) اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ خبر کی تصدیق کرتا ہے کہ مقدونیہ آتشگیر مواد سے لبریز ہو رہا ہے۔ جسکو بھڑک اٹھنے کے لئے فقط ایک چنگاری لگنے کی دیر ہے۔ یہ درست ہے کہ مقدونیوں کو اور ایک سال کیلئے خاموش رکھنے کے واسطے غیر معمولی کوششیں کیجا رہی ہیں۔ روس اور آسٹریا اپنے اقتدار کو امن قایم رکھنے کیلئے انتہائی درجہ تک استعمال میں لانے پر عازم ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ لارڈ سالسبری نے بھی ان سلطنتوں کو قیام امن کیلئے بلگیریا اور سرویا پر دباؤ ڈالنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ روس نے باب عالی کو اطمینان دلا دیا ہے کہ جزیرہ نمائے بلقان میں کوئی شورش نہیں ہوگی۔ اور وہ حتی الامکان بلغاریہ گورنمنٹ کو ہر قسم کی تحریک کے روکنے کی سخت تاکید کر رہا ہے۔ اور اسی غرض کیلئے آسٹریا سرویا کو فہمایش کر رہی ہے۔ یونان بھی سچے دل سے چاہتا ہے کہ کسیطرح یہ برس بخیریت گذر جائے۔ لیکن دوسریطرف جو قوتیں اس مدعا کے برخلاف کام کر رہی ہیں وہ بھی کچھ کم طاقت نہیں رکھتیں۔ بقول نامہ نگار مذکور مقدونیوں کی حالت ناقابل برداشت ہو رہی ہے اور ان میں ایسے سرباختہ آدمیوں کی کمی نہیں جو دول اجنبیہ کو مداخلت پر مجبور کرنے کیلئے خود چھیڑ خانی پہلے سے شروع کر کے اپنی جانیں قربان کرنے سے دریغ کریں۔ اسی نامہ نگار کا بیان ہے کہ بلغاریہ اور سرویہ گورنمنٹ صورت حال کی اہمیت سے ناواقف نہیں مگر بہت کچھ باب عالی کے طریق عمل پر منحصر ہے۔ اگر مقدونیوں نے بغاوت کا اقدام کیا۔ اور ترکی افواج نے اسے اسی سختی سے فرو کیا جو ارمنوں کی بغاوت کے انطفا میں برتی گئی تھی۔ تو پھر آگ پر تیل پڑ جانے میں کوئی شک نہیں رہجائیگا۔ اور اسوقت بلگیریا اور نیز سرویہ میں کوئی ایسی گورنمنٹ جو مقدونیوں کی حمایت سے خواہ اس حمایت کیلئے ٹرکی سے علانیہ اعلان جنگ ہی کیوں نہ کرنا پڑے کچھ بھی احتراز کرنا چاہتی ہو۔ آٹھ دن بھی قایم نہیں رہ سکیگی۔ شہزادہ فرڈی نینڈ و قعات آیندہ کی طرف سے سخت فکر میں مبتلا ہے۔ اور خدا سے دعا مانگ رہا ہے کہ اہل زوال کی کسی تشدد کاری یا ترکی افواج کی سختی سے کسیطرح نوبت جنگ و جدال تک نہ پہنچے۔ اگر ایسی لڑائی ہوگئی تو اس سے اسکو فایدہ تو کچھ نہیں پہنچ سکتا مگر سخت نقصان یقینی ہے۔ اگر وہ اپنی ملک رعایا کی پر جوشی کے دوران میں خاموش اور ان کی سرغنائی کرنے سے کنارہ کش رہے تو باغلب وجہ بلگیریا میں انقلابی تحریک شروع ہو جائیگی جسکا پہلا مدعا یہ ہوگا کہ اسکو تاج و تخت سے برطرف کیا جائے۔ اور اگر وہ رعایا کے ساتھ شامل ہوگیا تو روس اسکی امداد سے ہاتھ کھینچ لیگا۔ مزید براں شہزادہ مذکور اور اوسکے وزرا کو ایک یہ بھی تردد ہے کہ اگر ایکطرف ٹرکی اور دوسریطرف سرویا و بلگیریا میں لڑائی ہو جائے تو ممکن ہے روس بلگیریا کو مدد دینے سے پیشتر ایسی شرایط پیش کرے جو اسکے لئے ہی گوارا نہ ہو سکتی ہوں۔ نامہ نگار مذکور کی رائے میں روس نے اس خیال سے کہ ایسا کرنے سے مقدونیوں کو مزید ترغیب ملجائیگی مقدونیہ میں عملی اصلاحات کی ترویج کیلئے باب عالی پر زور ڈالنے کے معاملہ میں دوسری طاقتوں کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دینے میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ جب مقدونیوں کو یہ معلوم ہوتا کہ دول یورپ انکی بہتری کیلئے کوشش کر رہی ہیں۔ تو ان کو ڈھارس بندھی رہتی۔ اور وہ فساد پر آمادہ نہ ہو سکتے۔ برعکس اسکے اصلاح حال سے مایوس ہو جانے سے ممکن ہے کہ وہ سرباختہ ہو جائیں۔

اسی اخبار کا نامہ نگار متعینہ اوڈیسہ (واقعہ جنوبی روس) ایک عجیب داستان سناتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ پچھلے دنوں ایک پنشن یاب اہلکار دفتر سیغہ خارجیہ سے جو مختلف عہدوں پر دس برس جزیرہ نمائے بلقان میں رہ چکا ہے۔ میری گفتگو ہوئی جسمیں اسنے بڑے وثوق سے بیان کیا کہ روس اور ریاستوں کے تعلقات میں بہت تغیر واقع ہوگیا ہے۔ جنوب مشرقی یوروپ کے "سلیو" اب روس سے بالکل منحرف ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ

حقیقی فرائض منصبی کو سمجھینگی۔ اور اسطرح فوج میں از سر نو امیدوں بھری امنگ موجزن ہوجائیگی۔ اور پھر آخر کل قومی وجود میں سما جائیگی"
مگر قومی مسرت کی جوش و خروش پر سر آوردہ یورپین اخبارات کی آراء سے جنہوں نے اس شاہی پیغام کو نہایت استعجاب کی نظر سے

کا اگر پچھلے جنگ روم و یونان میں روس ہم کو جنگجوشی کی علانیہ دہمکی دیکر یہ روک دیتا تو سلیو النسل آبادی متفق و متحد ہو کر ترکوں کو معہ گٹھری بقچہ
یورپ سے باہر نکال دیتی۔ ایسی بےنظیر موقعہ سے ہمیں صرف روس نے فائدہ نہ اُٹھانے دیا۔ یہہ ایک کھلا ہوا راز ہے کہ اسوقت بلگیریا، سرویا، مانٹی نیگرو، اور
رومانیا نے جو باتفاق رائے کاربند ہو رہی تھیں۔ برطانوی گورنمنٹ سے اُسکا عندیہ دریافت کیا تھا اور اوسنے اون کو یقین دلایا تھا کہ اگر یہہ کل
ریاستیں ٹرکی کے برخلاف یک قلم کھڑی ہوجائیں تو انگلستان بالکل مخالفت نہیں کریگا۔ اور حیادت کے پہلو پر رہیگا۔ مگر ایسی حیادت جوان
ریاستوں کے حق میں دوستانہ ہوگی۔ الغرض اس مجوزہ عام محاربہ کے راستہ میں صرف اگیارہ روس حائل ہے جسکی بدولت اُسکا اقتدار جزیرہ نما سے
بالکل مفقود ہوگیا ہے۔ اور اوسکی جگہہ آسٹریا اور انگلستان نے لیلی ہے۔ شہزادہ مانٹی نیگرو جو بلقانی ریاستوں کا میر مقدم بنا ہوا ہے اور
زار اسکندر ثالث روس کا واحد اور اکلوتا دوست کہا کرتا تھا۔ اس جنگ کے وقت سے روس کا سخت مخالف ہوگیا ہوا ہے۔ پھر اس روسی
مدبر نے رائے ظاہر کی کہ اگر بین مناسب موقعہ پہنچ جانے پر جزیرہ نما بلقان کی ریاستیں روسی نصیحت یا روسی امداد کی کچھ پروا نکرکے اپنی متفقہ ہمت و کوشش
سے مقدونیہ کی مسئلہ کو بالآخر حل کرینگی۔

ٹائمز کی نامہ نگار متعینہ وائنا کے بیان کے مطابق بلقان میں ٹرکی کے ہی برخلاف نہیں بلکہ آسٹریا کے برخلاف بھی کھچڑی پک رہی ہے۔ وہ لکھتا ہے
کہ مقدونوی تحریک کے علاوہ جزیرہ نمائے بلقان میں کہیں اور بھی بانی مر رہی ہے تمام علاقہ میں ایک عام جوش پھیلا ہوا ہے جسمیں روس اور آسٹریا کی دہمکی
سے کچھ کمی ہونیکی بجائے پہلے سے زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔ اخبارات کے نامہ نگاروں کی مرسلہ خبروں کی تصدیق پرائیوٹ خط و کتابت سے بھی ہو رہی ہے۔
سرکاری طور پر جو حالات بتائے جاتے ہیں۔ وہ ایک حد تک بیشک اطمینان بخش ہیں۔ مگر یہہ ظاہر ہے کہ مدار حکام کا فرض ہے کہ جہانتک ممکن ہو
تشویشناک خبروں کو مشتہر نہ ہونے دیں۔ اور طمانیت و سکون بخش روائتیں مشتہر کرتے رہیں۔ یہہ بھی درست ہے کہ حالت بالکل ہی نازک نہیں ہوگئی
لیکن پھر بھی ایک حد تک اسکی نازک اور تشویشناک ہونے میں کلام نہیں۔ مفسدہ پردازی کی مستقل اور دائمی عناصر معاملہ کو انتہائی درجہ تک پہنچانے
پر تلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اگر ایکدفعہ شعلہ بھڑک اُٹھا تو اوسکا وہیں تک محدود رہنا یا کل دنیا میں پھیلجانا دول عظام کے فعل پر موقوف ہوگا۔ اس
مسئلہ سے تین سلطنتیں یعنی روس۔ آسٹریا اور اٹلی قریب ترین تعلق رکھتی ہیں۔ اس تحریک کو جواب البانویوں تک بھی پہنچ گئی ہے۔ اٹلی کبھی لاپروائی
کی نظروں سے نہیں دیکھہ سکتی۔ اسوقت البانوی مسلمانوں اور البانوی عیسائیوں میں جسکا باعث زیادہ تر ٹرکی کارستانی ہے کامل مغائرت
موجود ہے۔ الغرض بلقان کی قضیہ نامرضیہ میں البانوی عنصر نے بھی بہت بڑا حصہ لینا شروع کردیا ہے۔ مزید براں سرویا اور مانٹی نیگرو میں کلی
اجنبیت پیدا ہوگئی ہے۔ سروی سفیر متعینہ مانٹی نیگرو کی نسبت جو رخصت پر آگیا ہے یا آنے والا ہے کہا جاتا ہے کہ وہ پھر واپس نہیں جائیگا۔ مانٹی نیگرو
آسٹریا سے بھی سخت برافروختہ ہو رہا ہے (مانٹی نیگرو کے قصبہ) نکشیٹی میں خاص دربار کی حمایت میں ایک نیا اخبار بنام نوی سیسی جاری ہوا ہے۔
یہہ اخبار بڑے اعتماد کے ساتھ تحریر کرتا ہے کہ اسی سال کے دوران میں آسٹروی صوبجات بوسینا اور ہرزی گوینا سے (جو ۱۸۷۸ء میں دول یورپ نے آسٹریا
کو ٹھیکہ پر دلوا دئے تھے) نکالدئے جائینگے اخبار مذکور اسبات پر بھی زور دے رہا ہے کہ کل سروی قوم شہزادہ نکلس (والی مانٹی نیگرو) کی زیر حکومت

دیکھا کسیقدر پانی پڑگیا۔ ان اخبارات نے یونان کو متنبہ کیا کہ اوسے پہلے اپنی مالی ذمہ واریوں کو یاد کرلینا چاہیئے۔ اسکے ساتھ ہی اوسے بالصراحت آگاہ کیاگیا کہ ہر ایک ایسی پولیٹیکل عمل پیرا جس سے دنیا کا امن میں جو تقریبًا بالاخیل اور صعب ترین مشکلات پر غالب آنے کے بعد مشکل حاصل

(بقیہ صفحہ سابقہ) باقی کل حکومتوں سے آزاد ہوکر متفق و متحد ہوجائے۔ اور اسے یقین ہے کہ ایسی ریاست اسی سال میں روس کی امداد سے قایم ہوجائیگی۔ وہ حالات موجودہ کے قیام کی خواہش کو بالکل لغو بتاکر لکھتا ہے "اگر یورپین مدبر یہ چاہتے ہیں کہ علاقہ کی تقسیم امن و صلح سے ہوجائے تو پہلا درجہ یا ہم اپنے دعاوی کو ترمیم کرکے نئی صورتیں پیش کرنے پر رضامند ہیں۔ لیکن جبتک ہمارے سربی علاقوں میں آسٹریہ کی حکومت کی بیرحمانہ تباہی اور خانمان بربادی مستولی ہے جبتک یہ حکومت ہمارے خدا۔ ہمارے مذہب ہمارے مزارعوں۔ اور ہمارے آبا و اجداد کی ہجو میتی کے لئے مسلط رہیگی۔ اور جبتک اسکی خونریزی سفاکی اور قزاقی موجود ہے۔ صلح و امن کی بحث ہی درمیان نہیں آسکتی"۔ اخبار مذکور آسٹریہ کی حکومت کو بیہودہ ثانی اور اسکے اراکین کو ضحاک و نیرو کے بھائی بناتا ہے۔ وہ صوبجات بوسینیا اور ہرزیگووینا سے ہی آسٹریوں کو نکالنے کی دہرا نہیں ہورہا۔ بلکہ صوبہ ڈلمیشیا کا ایک مشہور بندر ان سے لینا چاہتا ہے وہ لکھتا ہے کہ جو ۔۳ ہزار رائفلیں پچھلا دنوں روس نے شہزادہ مانٹی نیگرو کو بطور تحفہ بھیجی تھیں۔ وہ عنقریب کارآمد ثابت ہونیوالی ہیں۔ شہزادہ مذکور سرویا سے بہتر فوج میدان جنگ میں لاسکتا ہے۔ اسکی فوجیں صرف مانٹی نیگرو ہی سپاہی ہی نہیں ہونگے۔ بلکہ ترکی اضلاع کے سرب باشندے بھی شامل ہونگے۔ یہ حالات تحریر کرنے کے بعد ٹائمز کا نامہ نگار اپنی رائے ظاہر کرتا ہے کہ یہ تحریک مقدونوی تحریک سے بالکل مختلف ہے تاہم خاص غور کے قابل ہے۔ لیکن بظاہر حال امید نہیں پڑتی کہ شہزادہ[1] مذکور جسے اس تحریک کا بانی مبانی بتایا جاتا ہے۔ کوئی خاص وجوہات رکھتا ہو۔ وہ روس اور آسٹریا کی تازہ ترین دہمکی اور تنبیہہ کے علی الرغم متذکرہ صدر ارادوں کی تعمیل پر اصرار کریگا۔ اخبار سٹینڈرڈ کے نامہ نگار متعینہ وائنا کی تحریروں سے بھی مندرجہ صدر بیانات کی بہت کچھ تصدیق ہورہی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ان روایات کی باوجود کہ مقدونوی بالکل خاموش رہنا چاہتے ہیں اور کہ ترک ہر قسم کی شورش کو فرو کرنے کے لئے کافی مضبوط ہیں۔ اس خبر کا تکرار مشہور ہوتے رہنا کہ مقدونیہ میں موسم بہار میں ضرور بغاوت ہوگی طبعی طور پر امن پسندی کے محرک عناصر کے دریافت حال کے متعلق دلوں میں زبردست کرید پیدا کررہا ہے۔ اور ساتھ ہی اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا روس کا یہ بیان بالکل ٹھیک نتیجہ پر مبنی ہے کہ اگر بلگیریا اور سرویا نے سر اٹھایا تو ترکوں کو ان کے سر توڑنے کی پوری آزادی ہوگی۔ ان سوالات کا جواب بہت کچھ اس تحریک سے ملسکتا ہے جو بوسینیا اور ہرزیگووینا بلکہ نیز ڈلمیشیا کے متعلق مانٹی نیگرو میں برپا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ایک بوسنوی پناہ گزین مسمی محمد سپاہی نے بیان کیا تھا کہ وہ اوس دعوت میں جو مانٹی نیگرو کے ولیعہد نے دی تھی شریک تھا۔ اس دعوت میں بلغاری سفیر نے ولیعہد مذکور کا بوسینیا کے مستقبل گورنر کی حیثیت میں جام صحت کیا۔ اور حاضر الوقت مانٹی نیگرو کے عہدہ داروں نے ۱۹۰۹ء میں ایلا نیا کے صدر مقام سکوداری میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہونیکی حلف اٹھائی۔ نامہ نگار مذکور کی رائے ہے کہ زار اور غالبًا اوسکے وزیر خارجیہ کونٹ موراویف کی نیت بھی بالکل خالص ہے۔ لیکن روسی ایجنٹ متعینہ جزیرہ نمائے بلقان کی عادات ہنوز وہی ہیں جو پہلے تھیں۔ وہ اپنے ملک کی سرکاری اور غیر سرکاری پالیسی کو یکساں نہیں سمجھتے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ یہ دونو پالیسیاں باہم متضاد ہونی چاہئیں۔ مانٹی نیگرو کو اس سال بلقان میں فساد ہونیکی توقع ہے اور وہ بمنشائے خود یا کسی اور کی تحریک پر اس فساد کو برپا کردینے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کریگی۔ ان کل باتوں کا مختصر الفاظ میں اسکے سوا کوئی مطلب نہیں ہوسکتا کہ روس دورخی چال چل رہا ہے وہ خرگوش کے ساتھ بھاگ رہا ہے اور کتوں کے ساتھ ملکر شکار کھیل رہا ہے۔

---

[1] شہزادہ مذکور نے مع بیوی و فرزند ماہ ۱۳ راگست ۱۸۹۹ء کو قسطنطنیہ آکر جلالتمآب امیر المومنین کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا اور ایک ہفتہ آستانہ میں با انعامات والطاف سلطانی سے متمتع ہوکر واپس اپنے ملک گئے۔ وہاں روسی ایک نامہ نگار سے ذکر کیا کہ متذکرہ...

[illegible]

ہو لسے خلل پڑنیکا احتمال ہو۔ نہایت سختی سے اظہار نفرین کیا جائیگا۔ اور انکی یقیناً مخالفت و مزاحمت کیجائیگی۔ لیکن ان تنبیہوں کے
باوجود فوجی صلاح کو عمل میں لانیکا کام قابل تعریف سرعت کے ساتھ فی الفور شروع کردیا گیا۔ اس سرعت کا اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے
کہ فرمان شاہی سے دس دن کے اندر ہی ڈیلیا مینس نے اوسکی تعمیل میں کیمپ کے قیام سنہ ۱۸۹۷ء کی موسم بہار میں تمرینات کرانے فوج ریزرو کی دو
جماعتوں کو چالیس دنوں کے لیئے ان تمرینات میں شامل ہونے کے واسطے گھروں سے بلانے اور گھوڑوں کی خریداری کے اخراجات کے لیئے مطلوبہ قرضوں
کی تجاویز کا مسودہ تیار کرلیا۔ مطلوبہ قرضوں کی کل میزان صرف ۲۶ لاکھ فرنیک (ایک لاکھ بارہ ہزار پونڈ) تھی اور بیان کیا گیا کہ وہ
سنہ ۱۸۹۷ء کی فاضلہ آمدنی سے ادا کردی جائینگی۔ کیمپ کے قیام کے لیئے جسمیں ۱۲ سے لیکر ۱۴ ہزار تک فوج کی سمائی ہوجائے قصبہ تھیبز
کا مضافاتی موضع آغا تھیوڈوری پسند کیا گیا۔ ریزرووں کی نسبت فیصلہ کیا گیا کہ ......
پہلے وہ ریزرو طلب کیئے جائیں جو سنہ ۱۸۸۸ء اور سنہ ۱۸۹۱ء میں کارکن فوج میں جبریہ خدمت کے قاعدہ سے داخل ہوئے تھے۔ ان دونوں جماعتوں
کے بعد سنہ ۱۸۹۳ء کے ریزرووں کو بھی بلانے کی مزید تجویز کیگئی۔ ان احکام کی تعمیل فروری کے اخیر میں ہونی تھی۔ اسکے ساتھ ہی تمام
ریزرو افسروں کو بھی نوبت بہ نوبت بلایا جاتا تھا۔ مستقل کیمپ میں اسقدر فوج کی گنجایش کا اندازہ کیا گیا۔ دو انفنٹری رجمنٹیں ایک رجمنٹ
کیولری و توپخانہ کی۔ دو کمپنیاں انجینیروں کی۔ اور دو دستے ٹیلیگراف کا سلسلہ قایم کرنیوالی پلٹن کے مع ضروری سٹاف۔ یونان
ان تدبیروں میں لگا ہوا تھا کہ دوسریطرف واقعات نے بالکل ہی مختلف صورت اختیار کرلی

سال ماقبل میں فوج توپخانہ نے معمولی جنگی تمرینات (مشق قواعد) مئی سنہ ۱۸۹۶ء کے شروع میں اتھنز کے قریب بمقام کنزا کی تھیں
اور دارالخلافہ کی فوج پیدل نے جون کے وسط اور ۷ اگست سنہ ۱۸۹۶ء کو اتھنز کے قرب وجوار میں اور انجینیروں نے جون کے اخیر میں
کی تھیں اور کل اقسام نے بالاشتراک ستمبر کے پہلے ہفتہ میں لاریسا کے قرب و نواح میں کی تھیں۔

سنہ ۱۸۹۶ء کے ختم ہونے کے قریب جب ترقیوں کی فہرست شایع کیگئی تو اوس سے واضح ہو گیا کہ یونانی افسروں میں نظام نہایت
بالکل ناپید ہے۔ اکثر افسروں کو ترقی کے ناقابل محض ہونے کے باوجود ترقی کی توقع تھی جو فہرست مذکور سے باطل ہوگئی۔ اور بنابریں کئی افسروں
نے استعفے داخل کردیئے۔ یکم دسمبر کو اس بیدلی اور ناراضگی کا عام مجمع کے اجتماع کی شکل میں اظہار کیا گیا۔ جو اظہار اسیطرح سے کل افسران
کی علانیہ خفگی کے اعلان کے مساوی تھا۔ انفنٹری کیولری) اور فوج کے انتظامی محکموں کے تقریباً پودہ سو افسروں نے فوجی کلب کی ممبری
سے ولیعہد کے پاس استعفے بھیجدیئے۔ ولیعہد اس کلب کا پریسیڈنٹ تھا اور اوسنے اسکو افسروں میں برادرانہ ارتباط اور اخوت و مواسات

بقیہ صفحہ سابقہ) وہ ایک طرف تو بلقان کی تحریک کو علانیہ طور پر روکنے سے سلطان کے ساتھ بنائے رکھنے کی کوشش کررہا ہے اور دوسریطرف درپردہ ترغیب
وحوصلہ دلاتے رہنے سے محرکین کو خوش کررہا ہے اور ایسے حالات کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ دنیا کے امن کے قیام کے لیے عمدہ آثار ہیں۔ وکیل ۱۶ مارچ سنہ ۹۹ء

البانیا کے مسلمان رؤسا نے جلالتماب امیر المومنین کی خدمت میں عرضداشت ارسال کی ہے کہ وہ مقدونیہ میں بغاوت ہونے پر اہل
مجاہدین سے اور لڑائی برپا ہوجانے کی صورت میں ایک لاکھ فوج سے اپنے خلیفۃ المسلمین کی خدمت کرینگے۔ ان کے ساتھ صرف یہہ رعایت کیجائے کہ
یہہ فوج اپنے ہی سرداروں کے ماتحت رہنے دیجائے۔ (وکیل ۱۳ مارچ سنہ ۹۹ء)

بڑہانیکے لیئے قایم کیا تھا۔ استعفے داخل کرنے کی بہیہ جوہات بتائی گئیں تھیں اول وہ دوم درجہ کی لفٹنٹوں کو ترقی دینیو میں انصاف و باقاعدگی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ آرٹلری اور انجینروں کے صیغہ کے افسروں کی مقابلہ پر انفنٹری۔ کیولری اور انتظامی محکمہ کے افسروں کو کم تنخواہ ملتی ہے۔ اول الذکر دونوں صیغوں کو فوجی پولیس کیخدمت سے معاف کر دیا گیا ہے۔ پچھلی ترقیوں کی دیگر نا انصافیوں کے علاوہ ایک یہ عجیب کارروائی کیگئی ہے کہ کئی افسروں کو جو دربار کی خدمتیں مامور ہیں معمولی ترقیاں دیگئی ہیں۔ اور بالآخر یہہ شکایت کیگئی کہ تمام فوجی نظام عالمگیر اختلاط کا مورد ہو رہا ہے۔ اس کارروائی کے ہونے پر اعلے افسروں نے مخالفت کنندگان کے سرغناؤں سے ربط ضبط پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر ابھی باقاعدہ نامہ و پیام اور گفتگو شروع نہ ہونے پائی تھی کہ بادشاہ نے فوج کے سردار اعلے کی حیثیت میں متذکرہ صدر فرمان دینے کی غرض کیطرف صادر کرنیکا فیصلہ کر لیا۔ اور اسطرح سے نہ فقط مطلوبہ فوجی اصلاح و ترقی کیلیے راستہ صاف کر دیا بلکہ افسروں کی علانیہ بغاوت کا بھی انسداد کر دیا۔ اس فرمان شاہی سے افسروں کی شکایات میں بیشک کیقدر تخفیف ہوگئی تھی مگر کافی تلافی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ افسروں کو کامل طور پر خوشنود کرنے کیلیے گورنمنٹ کو اونکی مرضی کے مطابق مجبوراً کئی مزید احکام صادر کرنے پڑے۔ بادشاہ اور اوسکے لڑکوں نے افسروں میں برادرانہ یگانگت اور واجب فرض شناسی کی صفت پیدا کرنے کیلیئے کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا۔ مگر وہ اس مدعا میں چنداں کامیاب نہ ہوسکے۔ کیونکہ یونانی افسروں کی بے ادبی۔ بیجا سرکشی۔ مونہہ زوری اور ناشائستگی کی اصل جڑ قومی کیرکٹر۔ دہرہ بندیوں کی ناواجب گرم بازاری اور اخبارات کی غیر محدود آزادی ہیں۔ اور جبتک ان خرابیوں کی درستی و اصلاح نہو۔ آشتی آمیز سے آشتی آمیز تدابیر بھی کوئی مفید ثمرہ نہیں بخشینگی۔

اب ہم یونانی فوج کے اون چند اعلے افسروں کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جنکو تعداد نظام اور آراستگی سب باتوں میں بدرجہا زیادہ فوقیت رکھنیوالے دشمن کے ساتھ معرکہ آرائی کرنیکا مشکل کام تفویض کیا گیا تھا۔ کسیقدر خاندانی اور کسیقدر ذاتی وجوہات کے لحاظ سے ولیعہد شہزادہ قسطنطین ڈیوک آف سپارٹا جسکی عمر اوسوقت ۲۶ برس کی تھی سرکردہ فوج کا سپہ سالار بنایا گیا تھا۔ اس تقرری کی نامعقولیت صاف ظاہر ہے۔ اوسکی عمر ایسی گراں وزن اور اہم ذمہ واری کے اوٹھانے کی قابل نہ تھی۔ (یونان کا شاہی خاندان گو ڈینش قوم کا ہے۔ لیکن یونان میں پیدا ہونے اور وہیں پرورش پانے کے علاوہ) یہہ شہزادہ اسوجہہ سے بھی یونانیوں کی نظروں میں بڑا عزیز ہے اور وہ اوسکو بالکل یونانی ہی سمجھتے ہیں کہ اوسکا نام قسطنطین ہے۔ جو نام یونانی قیاصرہ کے طویل العہد خاندانوں کی فہرست میں عجیب جادو بھری تاثیر رکھتا ہے۔ اس نام کا پہلا قیصر وہ تھا۔ جسنے سال باسفرس پر شاندار دارالخلافہ آباد کیا اور آخری وہ ہیرو تھا۔ جو شہر کی حفاظت کیلیئے مردانہ وار لڑتا ہوا ہلاک ہوا تھا۔ ولیعہد قسطنطین (قدیم طرز سنین شماری کے مطابق[1]) ۲۱ جولائی مطابق ۲ اگست ۱۸۶۸ء کو بمقام ایتھنز پیدا ہوا۔ اور قابل جرمن عالم فوڈرز سے بنظیر علمی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ۳ دسمبر ۱۸۸۶ء کو بالغ ہونے پر اوسے فوج پیدل کی پہلی رجمنٹ میں کپتانی کا عہدہ دیا گیا۔ جسکے بعد اوسنے جرمنی کی شہر ہیڈلبرگ میں اصول قانون اور علم سیاست مدن (پولیٹیکل سائنس) کی تکمیل کی۔ بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۸۸۹ء وہ بمقام ایتھنز پرشیا کی شہزادی صوفیہ سے

---

[1] یہہ طرز روس اور یونان میں یعنی جن ممالک میں یونانی مذہب کی حکومت ہے مروج ہے اسمیں اور طرز جدید میں ۱۲ دنوں کا فرق ہے۔ مترجم)

جو قیصر فریڈرک ثالث کی تیسری بیٹی اور موجودہ جرمنی قیصر کی ہمشیرہ ہی بیاہا گیا۔ یہہ شہزادی ۱۴ جون ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوئی اور مئی ۱۸۶۹ء میں باضابطہ کلیسائی یونانی (یعنی اپنی خاوند کی مذہب) میں داخل ہوئی۔ وہ دو لڑکوں اور ایک لڑکی کی ماں ہے۔ ولیعہد جو عموماً اتھنز کی قریب قلعہ ڈکلیہ میں رہتا ہی کئی مرتبہ اپنی باپ کی لنبی سیاحتوں پر ملک سی باہر جانی کی موقع پر نائب السلطنت رہ چکا ہی۔ وہ اسوقت لفٹنٹ جرنیل کا عہدہ رکھتا ہے۔ اور اتھنز کا کمانڈنٹ ہی

بادشاہ کا دوسرا بیٹا پرنس جارج جو شہ زوری میں عام مشہور ہی بحری فوج میں۔ اور اوسکا تیسرا بیٹا پرنس نکلس جو ۱۸۷۲ء میں بمقام اتھنز پیدا ہوا فوج توپخانہ میں داخل ہوا جسمیں اب وہ کپتانی کا عہدہ رکھتا ہی۔ فروری ۱۸۹۷ء کی وسط میں وہ آرٹا کو روانہ ہوا جہاں چار ہزار فوج پیدل ۸ رسالی اور ۶ باتریاں فی الفور اوسکے زیر کمان جمع کیگئیں۔ یہہ شہر صوبہ اپائیرس کی سرحد پر واقع ہے۔

ولیعہد کو سٹاف کا اعلے افسر اوسکا میر حاجب (ہیڈ چیمبرلین) ساپونٹ ساکیس تھا۔ مگر یہہ ابتک کوئی نہیں سمجھ سکا کہ اوسمیں اس عہدہ کی کونسی قابلیت دیکھی گئی تھی۔ ہاں موجودتھی۔ زمانہ امن میں ساپونٹ ساکیس محض ہیڈ چیمبرلین یا بالفاظ دیگر شاہزادہ ولیعہد بہادر کی ذاتی جنرل سٹاف یعنی ذاتی خدام اور غلاموں کا افسر اعلے اور شاہی باورچی خانہ کا اعلے منتظم تھا۔ چنانچہ جب وہ میدان جنگ میں اپنی آقا کی ارکان حرب (جنرل سٹاف) کا افسر اعلے ہوا تو اوسوقت بھی وہ شاہی باورچی خانہ اور شاہی سامان اسباب کی نگرانی اور نگہداشت میں بدستور سابق بڑی سرگرمی سی مصروف رہا۔ اور اس موقعہ پر یہہ بیان نکرنا صریح ناانصافی ہوگی۔ کہ مخالف و موافق سب کو اس امر کا اعتراف ہی کہ کل یونانی محاربہ میں جس صیغہ کا انتظام نہایت مکمل اور آراستہ رہا وہ بھی شاہی باورچی خانہ تھا۔ اور کم از کم اس بات کا کریڈٹ ساپونٹ ساکیس صاحب بہادر کو ضرور ملنا چاہیئے۔ اوسکو اس نئی منصب میں شاہزادہ کی پرانی رفیق اور نایب حاجی پطروس سی بہت مدد ملتی رہی۔ اس شخص کی نسبت کہا جاتا ہی کہ اوسی اعلے درجہ کی مہتمم طعام (یا بالفاظ دیگر جنرل سٹاف آفیسر متعلق صیغہ باورچی خانہ) کی حیثیت میں نہ صرف جنرل اسٹاف پر جسکا صدر ساپونٹ ساکیس تھا۔ بلکہ خود شاہزادہ بہادر پر بھی اپنی منصبی منزلت سی بدرجہا زیادہ فایق اقتدار و قابو حاصل تھا۔ ساپونٹ ساکیس کی ساتھ ہی حاجی پطروس کو بھی ہر ایک نامہ نگار رلا رلیہ اور فرسالہ کی مصائب کا بانی مبانی بیان کرتا ہے۔ چنانچہ پے درپے شکستوں کی خبریں پہنچکر پھر یونانی پبلک جو وحشی فن خانساماں گری کی قدر نجانتی تھی ساپونٹ ساکیس اور حاجی پطروس سی بالخصوص سخت ناراض ہوگئی اور وہ دو نو محاربہ کی دوران میں کیپ سی واپس بلائی گئے۔ ساپونٹ ساکیس کی عمر پچاس سی متجاوز ہے۔ اور اوسکی ظاہری شکل و شباہت اور وجاہت میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو لارڈ چیمبرلین میں ہونی چاہئیں۔ مشین و مشبہ صورت۔ اخلاق پورے دنیادار وں۔ ایسے چہرہ پر ضد یا خود رائی کا نام و نشان تک ناپید۔ چھوٹی چھوٹی خوب بلدار موچھیں۔ رخسارے اور ٹھوڑی خوب گھٹے ہوئی۔ اور بالوں کی سیاہی نہایت احتیاط کی ساتھ قایم رکھی گئی ہوئی ہے۔ جب وہ خود متکلم کرتا ہے۔ اور یہہ بتا دینا نامناسب نہ ہوگا کہ وہ خاصی غناقی ہوئی آواز سی بولتا ہی تو اوسکے بشرہ پر مخیرانہ لاپرواہی برستی ہے۔ اور جب اوسی مخاطب کیا جای تو اوسکی چہرہ پر امیرانہ استغنا پایا جاتا ہے۔ اوسکی پیشانی اوپر کیطرف بتدریج تنگ ہوتی گئی ہے۔ جس سی اوسکا سر بھدا سا ہوگیا ہی

ف[1] اسکے تبدیل مذہب یعنے پروٹسٹنٹ سے کلیسا یونانی کے معتقد ہو جانے سے قیصر اوس سی حالانکہ پہلے اوسکو نہایت عزیز رکھتا تھا خفا ہوگیا۔ لیکن ستمبر ۱۸۹۵ء میں قیصرہ ہند۔ قیصرہ کی نانی اور والدہ کی کوشش سے باہم صفائی ہوگئی۔

سا پونٹ سا کپس کو لینی اور گاودم افسرانہ ٹوپی خوب سجتی ہی۔ کیونکہ اس سے اوسکی چہرہ کا زاویہ دلفریب پیرایہ میں بڑھ جاتا ہی اوسکی رفیق حاجی پطرس میں وہ تمام لوازمات مردانہ حسن کی موجود ہیں جو یونانی لیڈیوں کی مذاق کی مطابق ایک بحری افسر میں ہونی چاہئیں اوسی کو یا ان لیڈیوں کی خیال کی مطابق کنہیا سمجھنا چاہیے۔ اوسکا قد لمبا۔ جسم بھرا ہوا۔ اور چہرہ کا فوجیانہ بشرہ یعنی خوب مضبوط اور بھری ہوئی خمدار ناک اور بڑی بڑی مونچھوں سے اور زیادہ نمایاں ہوتا ہی۔ الغرض اس شایستہ دلفریب اور تقریباً کامل حسین شخص کو صرف ایک نظر دیکھ لینے سے انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ میدان جنگ میں زبردست غنیم پر نہیں۔ کم از کم زنانہ نشست گاہوں اور گول کمروں کے بال اس میدان میں کمزور جنس (فرقہ اناث) پر فتوحات حاصل کرنیکا خوب عادی ہی۔ اگرچہ بظاہر حال کل ذمہ واری بادشاہ نی اپنی سر پر لی تھی مگر درحقیقت یونان کی جنگ جویانہ اور رزمیہ پالیسی کا ذمہ وار وزیر اعظم ڈلیایانیس ہی تھا۔ وہ یونان کی شمالی حصہ کی قصبہ کالاوایٹا میں ۱۸۲۶ء میں پیدا ہوا۔ وہ پہلی وزیر صیغہ خارجیہ۔ وزیر سررشتہ تعلیم اور وزیر مال رہ چکا ہی۔ برلن کانگرس میں یونان نی جو سفارت بھیجی تھی اوسکا سرغنہ تھا۔ جس سفارت میں وہ فرانس کی پرجوش تائید سے فایز بمرام ہوا اور کانگرس نی یونان کو مزید علاقہ دیا جانا منظور کر لیا جب بتاریخ ۶ مئی ۱۸۸۶ء دول عظام نی یونان کو الٹی میٹم دیکر یونان کی بنادر کی بحری محاصرہ کا اعلان کیا تھا تو وہ اوسوقت بھی وزیر اعظم تھا۔ مگر جب یہہ واضح ہوگیا کہ ہتھیار ڈالدینے اور جنگی کارروائیوں سے باز آ جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔ تو ۱۹ مئی کو مستعفی ہوگیا تھا ڈلیایانیس ادنی طبقوں میں نہایت ہر دلعزیز ہے۔ ایسی لوگوں کی ساتھ وہ عام میل جول رکھتا ہی۔ اور اونسے بے تکلفانہ گفتگو کرنیسے احتراز نہیں کرتا۔ اور حالانکہ اوسی اپنی ناعاقبت اندیش تدبیروں کی بدولت ۲۹، فروری ۱۸۹۲ء کو پھر وزارت عظمی کے عہدہ سے مستعفی ہونا پڑا بادشاہ اوسکی خدمات کی دل سے قدر کرتا ہے۔ لیکن ہمیں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے دل میں اچھی طرح سے جانتا ہے کہ دربار کی پالیسی اور عوام کی خواہش اور امیدوں کی پورا ہونیکی اب بھی ۱۸۷۷ء اور ۱۸۸۶ء کی نسبت جن دونو موقعوں پر فرانس علانیہ دربار اتھنز کا موید و معاون رہا تھا کوئی زیادہ توقع نہیں ہے۔

یونان کا دوسرا مشہور قومی مدبر رالیس ہی وہ ۲۵، اپریل ۱۸۹۷ء کو تھسلی سے اتھنز واپس آیا۔ صوبہ مذکور میں اوسی یونانی افواج کی کامل بدنظمی اور ناقابلیت کا ذاتی مشاہدہ سے بخوبی تجربہ ہوگیا تھا۔ یہی وجہہ تھی کہ فریق مخالف کا رکن ہونے کے باوجود اوسنی اتھنز کی عوام کو مجمع خاطر اور خاموش رہنے کی بڑے زور سے نصیحت کی۔ اور ان کوششوں میں یہانتک کامیاب ہوا کہ اوسنی سرکش اور بدلگام شہریوں کی مجمع بدتمیزی سے سوداگروں کو وہ اسلحہ واپس دلا دیے جو وہ دوکانوں سے لوٹ لیگئے تھے۔

پے درپے ہزیمتیں ملنے پر ڈلیایانیس کی وزارت مستعفی ہوگئی تھی۔ رالیس نی نئی وزارت قایم کی۔ ۲۴ اپریل ۱۸۹۷ء کو نئی وزراء نی باضابطہ حلفیں اٹھائیں۔ اور یکم مئی کو نئی وزیر اعظم (رالیس) نی پارلیمنٹ کی سامنے اپنا پروگرام پیش کیا۔ جسکا خلاصہ یہہ تہا کہ فوج کی ازسر نو ترتیب واصلاح کیجائیگی۔ اور جبتک باعزت صلح پر خاتمہ نہ ہوسکی لڑائی کو جاری رکھا جاویگا۔ مستعفی وزیر اعظم نے نئی گورنمنٹ کو اس مدعا کی حصول میں غیر محدود اور بلاشرط پوری پوری امداد دینی کا یقین دلایا اور بعد ازاں پارلیمنٹ کا اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔

ڈیمیتری اس رالیس کا باپ ایک مشہور وکیل تھا۔ اور وہ شاہ اوتھو[1] کے عہد میں کئی مرتبہ وزیر بھی ہوا تھا۔ ڈیمیتری رالیس نی

[1] یہ جرمن کی ریاست بویریا کی شاہی خاندان میں سے تھا۔ اسکا پورا نام آٹو فریڈرک لڈوگ تھا ۱۸۱۵ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۶۷ء میں فوت ہوا۔

پیرس میں قانون کی تعلیم حاصل کی جس سے فارغ ہوکر وہ اتھنز کی یونیورسٹی میں پروفیسر ہوگیا اور ساتھ ہی وکالت کا کام بھی کرتا رہا پہلے وہ مشہور یونانی سیاسی تری کوپیس کا سرگرم حامی تھا۔ مگر ۱۸۹۰ء میں اس سے جدا ہوکر اوسنے اپنی علیحدہ ایک تیسری پارٹی قائم کرلی۔ وہ کئی دفعہ سررشتہ تعلیم اور سررشتہ معدلت عامہ کا وزیر رہ چکا ہے۔ اوسکی عمر ۵۲ برس کی ہے۔ اور ضلع اٹیکا میں بہت ہی ہردلعزیز ہے۔ اور اس ضلع کیطرف سے بارہا پارلیمنٹ کا ممبر منتخب ہوچکا ہے۔

یونانی فوج کے سربرآوردہ افسروں میں سے کرنیل واسوس اپنی مستعدی اور دوراندیشی کیوجہ سے خاص ذکر کے قابل ہے۔ مختلف نازک موقعوں اور مشکل حالات میں حوصلہ و استقلال قایم رکھنے کی بدولت اوسکی بہت ناموری ہوگئی ہے۔

کرنیل مذکور یونانی فوج کے قابلترین افسروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اوسنے فوجی تعلیم کی تکمیل ممالک غیر میں کی تھی۔ عمر میں پچاس برس سے زیادہ ہونیکے باوجود اوسکی سپاہیانہ استقلال اور پامردی میں کبھی لغزش نہ ہوئی شجاعت میں بھی کوئی فرق نہیں پڑا بلکہ بسا اوقات یہہ شجاعت احمقانہ تہور تک پہونچ جاتی رہی۔ وہ اعلے درجہ کا فصیح ہونیکے علاوہ کئی زبانوں اور بولیوں میں پورا ماہر ہے۔ اس مہارت سے اوسکو جزیرہ کریٹ میں اسطرف باغیوں کے سرغناؤں اور دوسرطرف دول عظام کے امراء بحر کے ساتھ اپنے کار مفوضہ کو سرانجام پہونچانے میں بہت مدد ملی یہہ مشہور افسر جو کہ کریٹ میں یونانی قوم کی امیدوں اور آرزو کا مجسم پتلا تھا درحقیقت یونانی نہیں ہے بلکہ ماٹی نیگروی ہے اسکا باپ ماٹی نیگرو کے قبیلہ بیلو پادلو وک سے تھا جو چودہ برس کی عمر میں اپنے وطن بالوفہ زرنا گورا (جبل اسود) کو چھوڑکر تلاش معاش کیلئے یونان پہنچا تھوڑا عرصہ بعد ۱۸۲۱ء کی مشہور بغاوت یونان پھوٹ پڑی۔ نوجوان ماٹی نگروی اپنے نئے ہموطنوں کے ساتھ جنہوں نے آزادی کیلئے جان توڑکر کوشش شروع کردی تھی شریک ہوگیا۔ اور فلاسفہ وحکماء کی سرزمین پر جسکو اب اوسنے اپنا وطن بنالیا تھا شجاعت و مردانگی کے ایسے کارنامے دکھائے کہ یونان کی شہریت و مدنیت کے حقوق حاصل کرلیئے۔ اور کچھ زمین پر بھی اوسکا قبضہ ہوگیا۔ وہ وہیں آباد ہوگیا اور ایک یونانی عورت سے شادی کرلی۔ یہہ دونوں اوس کرنیل ٹیمولیون کے والدین تھے جسے شاہ اوتھو کے تخت سے مستعفی ہونیکے بعد عام شہرت اور ہردلعزیزی حاصل ہوئی تھی۔ کرنیل مذکور کی کاسٹرین سفیر متعینہ اتھنز بیرن لستالی ہیم کی بیٹی سے بتقاضائے الفت و محبت فریقین شادی ہوگئی۔ اس شادی سے جو بیٹا متولد ہوا۔ وہ وہی تھا جو پچھلے برس ۱۸۹۷ء میں بطور مجاہد کریٹ گیا تھا۔ کرنیل مذکور کی ایک بیٹی شاہ کے سابق پرائیویٹ سکرٹری کے بیٹے کے ساتھ بیاہی جانے تک شاہزادی سوفیہ کی خواصوں میں رہی تھی۔

اس محاربہ کے دوران میں جن افسروں نے اپنے ملک کی دلاوری و عقلمندی سے قابل تعریف خدمت کی اونمیں کرنیل سموئینسکی سپاہ مدبر جنگ کرنیل مانوس۔ اور لفٹنٹ کرنیل لبیری تیس (جو بعد میں ولیعہد کے سٹاف کا اعلے افسر ہوا) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

---

[1] یعنے کرنیل واسوس۔ [2] اس افسر کی نسبت یونانیوں کی بھی یہی رائے تھی۔ مگر ولیعہد بہادر اپنی باضابطہ رپورٹ میں جو ۱۸۹۹ء کی شروع میں چارسو صفحوں پر شایع ہوئی ہے کرنیل مذکور پر بھی نافرمانی اور ناقابلیت کا الزام لگاتا ہے۔ مترجم۔

فصل پنجم یونان کا بیڑہ جہازات

بقول جرمن سٹاف افسر لڑائی کے چھڑ جانے پر یہہ عام خیال تھا کہ یونان کو اپنے بیڑہ سے بہت مدد ملیگی۔ اور ہر ایک کو توقع تھی کہ وہ نہ فقط بری فوج کو لیئے آمد و رفت کے بڑے بڑے رستوں اور خطوط کے قایم کرنیکا ہی کام دیگا یعنے اوسکی پناہ میں فوج براہ سمندر ایک جگہہ سے دوسری جگہہ بحفاظت وسرعت پہونچ جایا کریگی۔ اور اوسے کمک وسامان پہونچتا رہیگا) بلکہ اپنی بحری فوج کو غنیم کے علاقہ پر جا بجا بحری فوج اتار کر یورشیں کرتے رہنے ترکی سواحل کے قلعوں پر گولہ باری کرنے اور سب سے بڑہ کر مجمع الجزایر کے ترکی جزیروں کی یونانی آبادی کو ترکوں کے برخلاف اکساتے رہنے سے بہت مدد پہونچانیکا باعث ہوگا۔ اور اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اگر یونانی بیڑہ کے کمانڈر مستعد اور قابل ہوتے تو وہ یہہ کام بآسانی کرسکتا تھا۔ اوسکے جہازات اور ساز وسامان[1] دونوں ان کاموں کے لیے نہایت مناسب تھے۔ چنانچہ اگر بیڑہ سے بری فوج کے ساتھ ملکر کام لینے کی تجویز قابلیت کے ساتھ کیجاتی اور پھر تجویز پر ہنر ولیاقت سے عملدرآمد کیا جاتا تو ممکن تھا کہ یہ شرکت اوس فوقیت کی تلافی کردیتی جو ترکی فوج کو بلحاظ تعداد یونانی فوج پر حاصل تھی۔ مزید برآں اگر یہہ بیڑہ غنیم کے برخلاف جارحانہ کارروائیاں اور بہادرانہ یورشیں کرنے میں کامیاب ہوجاتا تو اس سے یونانیوں میں زبردست اخلاقی طاقت کا موجود ہونا ثابت ہوجاتا۔

یونانی بیڑہ سرکاری طور پر مقابلہ بیڑہ اور بیڑہ برائے حفاظت ساحل میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اول الذکر میں تین زرہ پوش برجدار جہاز کروزر میالیس۔ دو ٹرانسپورٹ (باربرداری) کے جہاز۔ چار گن بوٹ۔ تارپیڈو وں کا گودامی جہاز موسومہ کناریس۔ اور بارہ تارپیڈو کشتیاں تھیں۔ تینوں زرہ پوش جہاز　　سب باتوں میں مشابہ ہیں ہر ایک کا وزن[2] ۴۸۸۵ ٹن طول ۱۰۵ میٹر ۱۱۷ گز درمیانی عرض ۶ میٹر (بیس فٹ) اور ہر ایک کے انجنوں کی طاقت ۶۷۰۰ گھوڑوں کی ہے۔ جو توام چرخوں کے ذریعہ سے جہاز کو ۱۷ ناٹ فی گھنٹہ کی رفتار سے چلا سکتے ہیں۔ ان پر سطح آب تک ۱۲ ½ انچ دبیز مرکب فولاد کی زرہ چڑھی ہوئی ہے۔ توپدار برج بھی اتنی ہی دبیز زرہ رکھتے ہیں اور تختہ جہاز یعنے چھت پر دو انچ دبیز فولاد کی چادر چڑھی ہوئی ہے۔ ہر ایک پر سلہٹ دس دس انچ قطر کی تین تین وزنی توپیں۔ دو دو سامنے (دماغہ) کیطرف اور ایک ایک دنبالہ کیطرف۔ علاوہ بریں ہر ایک پر پانچ پانچ چھ چھ انچ قطر کی دس

[1] کل دنیا کو شروع محاربہ میں فاضل مورخ کیطرح یہی خیال تھا کہ یونانی بیڑہ خوب آراستہ ہے۔ چنانچہ جب اوسنے محاربہ میں کوئی کارنمایاں نہ کیا۔ تو اکثر لوگ اسپر سخت متعجب ہوئے تھے۔ گر چند مہینے ہوئے بیڑہ جہازات کے اعلے کمانڈر کی سرکاری رپورٹ اور تحقیقات کنندہ کمیشن کے فیصلہ سے جسے پردہ داری کیلئے مفصل شایع نہیں کیا گیا واضح ہوگیا کہ بیڑہ کی آراستگی کے متعلق انکا خیال غلط تھا۔ کئی جہازوں پر سامان کی معمولی مقدار بھی موجود نہ تھی۔ اور متواتر تقاضوں کے باوجود گودام کہہ دلاسے موصول نہ ہوسکی۔ مترجم

[2] جہاز کے وزن سے یہہ مراد ہے کہ وہ کل مقدار وزن اٹھانیکی جسمیں اوسکا ذاتی وزن بھی شامل ہوتا ہے قابلیت رکھتا ہے۔

۴ ۱/۵ انچ قطر کی جلد چلنے والی توپیں۔ اور سولہ سولہ مشین (کلدار) توپیں ہیں مزیدبراں ہر ایک کے ساتھ تارپیڈو چلانے کی تین تین نالیاں ہیں۔ یہ تینوں فولادی بنے ہوئے ہیں۔ دو ۱۸۸۹ء میں اور تیسرا ۱۸۹۰ء میں سمندر میں اتار اگیا تھا

بیڑہ کے اس حصہ کے باقی جہاز بلا زرہ ہیں اور اونکے تختے بھی بلا چادر ہیں۔ کروزر میالیس پر چار ۶ ۱/۲ انچ قطر کی لمبی کرپ توپیں۔ چار ہلکی۔ اور دو کلدار توپیں نصب ہیں۔ مزیدبراں دو چھوٹی چھوٹی تارپیڈو کشتیاں بھی اوسپر موجود رہتی ہیں یہ جہاز ۱۸۷۹ء میں اتار اگیا تھا۔ وزن ۲۰۰۰ ٹن رفتار ۱۵ ناٹ (میل) اور انجنوں کی طاقت ۲۲ سو گھوڑوں کی ہے۔ چاروں گن بوٹوں میں سے ہر ایک پر ۴ ۱/۲ انچ کی ایک کرپ توپ اور تارپیڈو گودامی جہاز پر دو کرپ توپیں ہیں تارپیڈو کشتیوں پر صرف کلدار توپیں ہیں انکی رفتار فی گھنٹہ ۲۰ میل ہے مگر چونکہ وہ ۱۸۸۱ء اور ۱۸۸۵ء میں بنی تھیں اب وہ جدید ترین ساخت کی نہیں گنی جاتیں

محافظ ساحل بیڑہ میں سب سے زبردست جہاز آہن پوش گن بوٹ باسلیس جار جیس ہے۔ اسکا طول ۲۴۵ فٹ عرض ۳۶ فٹ وزن ۱۲۰۰ ٹن رفتار ۱۲ میل فی گھنٹہ ہے۔ وہ کم از کم ۱۴ ۱/۲ فٹ گہرے پانی میں چل سکتا ہے۔ اور گو حفاظت ساحل کیلئے خاص کیا گیا ہے مگر کھلے سمندر میں دور دراز مسافت طے کر سکتا ہے۔ اوسپر دو کرپ توپیں ۱۲ سنٹی میٹر (۴۰۸ انچ قطر کی)۔ اور چار مشینی توپیں نصب ہیں۔ اوسکی عمر ۲۵ برس کی ہے لیکن پھر بھی کار آمد متصور ہو سکتا ہے۔ اوس سے کمتر درجہ کی جہاز "بلا زرہ گن بوٹ" موسومہ آموسا کیا اور اکساتیون ہیں۔ انمیں سے ہر ایک پر ایک ایک ۱۰ انچ قطر کی کرپ توپ اور دو دو مشینی توپیں ہیں۔ اول الذکر ۱۸۸۱ء میں اور دوسرا ۱۸۸۵ء میں اتار اگیا تھا۔ اور وہی رفتار رکھتی ہیں جو انسے پرانے زرہ پوش گن بوٹوں کی ہے۔ انکے علاوہ اس بیڑہ میں تین چھوٹے چھوٹے سرنگ لگانیوالی جہاز موسومہ آگیا لیدمونم واسیا۔ اور ناپاک تیا ہیں جو اوس کام کیلئے جو انکے نام سے ظاہر ہو رہا ہے ۱۸۸۱ء میں اتاری گئی تھے۔ مزیدبراں چھ اول درجہ کی۔ دو دوم درجہ کی تارپیڈو کشتیاں اور دو نارڈن فلٹ قسم کی زیر آب چلنے والی کشتیاں ہیں۔

کاروٹ قسم کا جہاز موسومہ ہیلاس کہنہ آہن پوش کاروٹ اورلگا۔ ایک چوبی جہاز ۱۸۶۹ء کی ساخت اور ایک چھوٹا سا دو مستولی بادبانی جہاز تعلیمی جہاز ہیں۔ ہیلاس پر افسروں کی جماعت کے طلبا کو عملی تعلیم دیجاتی ہے۔ اسپر دو چھ انچ کی کرپ توپیں ایک جلد چلنے والی اور دو مشینی توپیں ہیں متذکرہ صدر جہازوں کے علاوہ بارہ اگنبوٹ اور شاہی کشتی موسومہ آمفی ٹرایٹ تعزیری کاموں کیلئے استعمال کیے جاتے ہیں۔ انمیں سے سات اگنبوٹ ۱۸۸۴ء کی ساخت ہیں۔ اور بنا بریں انکو ایک حد تک تازہ اور نئی ساخت کی کہا جا سکتا ہے۔ انکے نام اشیلوس۔ الفیوس۔ یورٹوس۔ پی نیوس۔ کرتنا۔ گکلی۔ اور ایدون ہیں۔ یہ سب فولادی ہیں اور ہر ایک پر دو دو ساڑھے تین انچ کی کرپ اور دو دو مشینی توپیں ہیں۔ رفتار نو سے دس میل تک ہے باقیماندہ پانچوں کی کیفیت کہنہ ٹھہرے ہیں۔ وہ ۱۸۵۶ء سے پیشتر کی ساخت ہیں۔ کرتنا۔ گکلی۔ اور ایدون صرف ۸۶۔۸۶ ٹن کی ڈونگیاں ہیں۔

فصل ششم ٹرکی کا نظام فوجی

سنہ ۱۸۷۷ء کی محاربہ روس و روم کے بعد (بقول افسر مذکور) ٹرکی کی مدافعانہ طاقت کو عموماً اوسکی واقعی مقدور و منزلت سے بہت گھٹا کر بیان اور قیاس کیا گیا ہے۔ یہہ درست ہے کہ جنگ مذکور سے کچہہ عرصہ بعد سلطنت کے اندرونی حصص میں مختلف اضلاع میں بغاوت برپا ہوجانے پر جب زبردست فوجی جمعیت کو فراہم کرنا ضروری ہوگیا تو ٹرکی فوج کی کمزوری از حد ہویدا و مبرہن ہوگئی مزید براں طریقہ اجتماع سپاہ بھی کئی اہم معاملات میں نہایت ناقص ثابت ہوا۔ اور جب سریع اجتماع کی ضرورت پڑی تو یہہ طریقہ بالکل ہی رہ گیا۔ اور کچہہ کام نہ دیسکا۔ تاہم اسمیں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ ٹرکی میں قوت مدافعت اور طاقت قیام کی ہمیشہ اسقدر مقدار موجود رہی ہے کہ اوسکی ذریعہ سے وہ نہ صرف اندرونی بلکہ بیرونی اصادم وصدمات کی مقاومت کرسکتی ہے۔ علاوہ بریں اس قوت و طاقت نے ثابت کردیا ہے کہ جب کبھی قوم وملت کی وجود کیلئے خطر حادث ہوجائے تو وہ بلا استثناء ہر ایسے موقعہ پر غیر مترقبہ جوہر فرزانگی دکھانے اور خلاف توقع کوشش کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔

موجودہ ترکی نظام فوجی کی بنیاد عام جبریہ خدمت کی بنیاد پر قایم ہے۔ مگر عملی طور پر نفس الامر میں اس قاعدہ کو ایسے ادہورے طریق سے عمل میں لایا جاتا ہے کہ اوس سے نہایت اہم بے ترتیبیاں اور بدانتظامیاں منتج ہوتی ہیں۔ قانوناً صرف مسلمان ہتھیار باندہ سکتے ہیں۔ اور بنابریں سلطنت کی غیر مسلم کثیر التعداد آبادی فوجی خدمت سے مستثنے ہوگئی ہوئی ہے۔ مگر اس بارہ میں قانون بھی مجبور ہے مذہب اسلام دیگر مذاہب کے معتقدوں کو ہتھیار باندہنے کا استحقاق نہیں دیتا[۱]۔ علاوہ بریں کنسکرپٹوں (یعنے جبریہ خدمت عاید شدگان) کو بھرتی کرتے وقت اونمیں سے اسقدر کو خدمت سے معاف کردیا جاتا ہے کہ اس سے یہی نہیں کہ عام آزردگی، ناراضی اور بیدلی پیدا ہوجاتی ہے۔ بلکہ بھرتی شدگان کو قبایل کیلئے معاش کی دقت اور بسر اوقات مشکل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ بحالات موجودہ جبریہ خدمت کا بوجہہ تقریباً کلہم میدانی دیہات کے رہنے والوں پر پڑتا ہے۔ جسکا دوسرے لفظوں میں یہہ مطلب ہے کہ مضبوط اور قابلترین نوجوان زراعت و کاشتکاری سے ہٹائے جاکر فوج میں لے لیے جاتے ہیں[۲]۔

---

[۱] میں اسموقعہ پر مذہباً جایز یا ناجایز کی مسئلہ پر تو بحث نہیں کرسکتا۔ مگر اس بیان سے اختلاف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قانوناً عیسائی یا غیر مسلم بالجبر مستثنے نہیں رکھے گئے ہاں فوجی خدمت اونپر لازمی نہیں کیگئی۔ لیکن فرمان گلخانہ اور خط ہمایوں کی روسے عیسائی اگر چاہیں تو فوج میں داخل ہوسکتے ہیں مگر ان نیک بختوں پر شاید حب وطن اسقدر غالب نہیں کہ وہ اپنے ذاتی آرام اور دولت کمانے کی پیشوں کو چہوڑکر سپاہ گری اختیار کریں۔ فوجی خدمت کا بوجہہ صرف اکیلے مسلمانوں پر پڑنے سے بیشک اونکے ذاتی آرام وآسایش ثروت۔ ترکی نسل کو بہت نقصان پہونچ رہا ہے۔ اور وہ اسکی وجہہ سے صنعت وحرفت اور زراعت وغیرہ میں جو ملکی اور ذاتی خوشحالی اور تمول کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں جیسا کہ چاہیئے مصروف نہیں ہوسکتے لیکن اسکے ساتھہ ہی یہہ طریقہ کئی نہایت اہم فواید سے بھی خالی نہیں۔ ایک بڑا فایدہ یہی ہے کہ قوم سے سپہگری کا مادہ مفقود نہیں ہوسکا۔ اور اونکی جفاکشی صبر وتحمل اور حب الوطنی میں کوئی فرق نہیں آسکا۔ اور یہہ انہی اوصاف کی بدولت ہے کہ چند در چند زبردست اور مہیب اعدا کی صدیوں کی سر توڑ کوششوں کے باوجود ٹرکی کا وجود دنیا سے ناپید نہیں ہوا میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں اور نیز حالت موجودہ پر تاریخ خاندان عثمانیہ کی دوسری جلد میں مفصل بحث کرچکا ہوں۔ شایقین اوسے ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ مترجم [۲] سلطان عبدالحمید سے پہلے مسلمانوں کیلئے بھی فوجی خدمت اختیاری تھی (اصلاح سے) (جلد دوم صفحہ ۱۴۳)

۴ ½۔ انچ قطر کی جلد چلنے والی توپیں۔ اور سولہ سولہ مشین (کلدار) توپیں) مزیدبراں ہر ایک کے ساتھ تارپیڈو چلانے کی تین تین نالیاں ہیں۔ یہ تینوں فولاد سے بنے ہوئے ہیں۔ دو ۱۸۸۹ء میں اور تیسرا ۱۸۹۰ء میں سمندر میں اتارا گیا تھا

بیڑہ کے اس حصہ کی باقی جہاز بلازرہ ہیں اور اونکے تختے بھی بلا چادر ہیں۔ کروزر میالیس پر چار ۶ ½۔ انچ قطر کی لمبی کرپ توپیں۔ چار ہلکی۔ اور دو کلدار توپیں نصب ہیں۔ مزیدبراں دو چھوٹی چھوٹی تارپیڈو کشتیاں بھی اوسپر موجود رہتی ہیں یہ جہاز ۱۸۷۹ء میں اتارا گیا تھا۔ وزن ۷۷۰ ٹن رفتار ۱۵ ناٹ (میل) اور انجنوں کی طاقت ۲۲ سو گھوڑوں کی ہے۔ چاروں گن بوٹوں میں سے ہر ایک پر ۳ ½ ۴۔ انچ کی ایک ایک کرپ توپ اور تارپیڈو گودامی جہاز پر دو کرپ توپیں ہیں تارپیڈو کشتیوں پر صرف کلدار توپیں ہیں انکی رفتار فی گھنٹہ ۲۰ میل ہے مگر چونکہ وہ ۱۸۸۱ء اور ۱۸۸۵ء میں بنی تھیں اب وہ جدید ترین ساخت کی نہیں گنی جاتیں

محافظ ساحل بیڑہ میں سب سے زبردست جہاز آہن پوش گن بوٹ باسلیس جارجیس ہے۔ اسکا طول ۲۴۵ فیٹ عرض ۴۶ فیٹ وزن ۱۲ سو ٹن۔ رفتار ۱۲ میل فی گھنٹہ ہے۔ وہ کم از کم ۱۴ ½ فیٹ گہرے پانی میں چل سکتا ہے۔ اور گو حفاظت ساحل کیلئے خاص کیا گیا ہے مگر کھلے سمندر میں دور دراز مسافت طے کر سکتا ہے۔ اوسپر دو کرپ توپیں ۲۱ سنٹی میٹر (۸۔ انچ قطر کی۔ اور چار مشینی توپیں نصب ہیں۔ اوسکی عمر ۳۵ برس کی ہے۔ لیکن پھر بھی کارآمد متصور ہو سکتا ہے۔ اوس سے کمتر درجہ کی جہاز "بلازرہ گن بوٹ" موسومہ آموراکیا اور اکساتیون ہیں۔ انمیں سے ہر ایک پر ایک ایک ۱۰۔ انچ قطر کی کرپ توپ اور دو دو مشینی توپیں ہیں۔ اول الذکر ۱۸۸۱ء میں اور دوسرا ۱۸۸۵ء میں اتارا گیا تھا۔ اور وہی رفتار رکھتی ہیں جو انسے پرانے زرہ پوش گن بوٹوں کی ہے۔ انکے علاوہ اس بیڑہ میں تین چھوٹے چھوٹے سرنگ لگانے والے جہاز موسومہ آگیا لیدمونم واسیا۔ اور ناپاک تیا ہیں جو اوس کام کے لیے جو انکے نام سے ظاہر ہوتا ہے ۱۸۸۱ء میں اتارے گئے تھے۔ مزیدبراں چھ اول درجہ کی۔ دو دوم درجہ کی تارپیڈو کشتیاں اور دو نارڈن فلٹ قسم کی زیر آب چلنے والی کشتیاں ہیں۔

کارویٹ قسم کا جہاز موسومہ ہیلاس کہنہ آہن پوش کارویٹ اور لگا۔ ایک چوبی جہاز ۱۸۶۹ء کی ساخت اور ایک چھوٹا سا دو مستولی بادبانی جہاز تعلیمی جہاز ہیں۔ ہیلاس پر افسروں کی جماعت کے طلبا کو عملی تعلیم دیجاتی ہے۔ اسپر دو چھ انچ کی کرپ توپیں ایک جلد چلنے والی اور دو مشینی توپیں ہیں متذکرہ صدر جہازوں کے علاوہ بارہ گن بوٹ اور شاہی کشتی موسومہ آسفی ٹریاٹ تعزیری کاموں کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں۔ انمیں سے سات گن بوٹ ۱۸۸۴ء کی ساخت ہیں۔ اور بنا برین انکو ایک حد تک تازہ اور نئی ساخت کی کہا جا سکتا ہے۔ انکے نام اشیلوس۔ الفیوس۔ یورٹوس۔ پی نیوس۔ کیتا۔ گکلی۔ اور لیدون ہیں۔ یہ سب فولادی ہیں اور ہر ایک پر دو دو ساڑھے تین انچ کی کرپ اور دو دو مشینی توپیں ہیں۔ رفتار نو سے دس میل تک ہے۔ باقیماندہ پانچوں کی کیفیت کہنہ کٹھرے ہیں۔ وہ ۱۸۶۵ء سے پیشتر کی ساخت ہیں۔ کیتا، گکلی اور لیدون صرف ۸۶-۸۶ ٹن کی ڈونگھیاں ہیں۔

فصل ششم ٹرکی کا نظام فوجی

۱۸۷۷ء کی محاربہ روس و روم کی بعد (بقول افسر مذکور) ٹرکی کی مدافعانہ طاقت کو عموماً اوسکی واقعی مقدار و منزلت سے بہت گھٹا کر بیان اور قیاس کیا گیا ہے۔ یہہ درست ہی کہ جنگ مذکور سے کچھہ عرصہ بعد سلطنت کی اندرونی حصص میں مختلف اضلاع میں بغاوت برپا ہو جانے پر جب زیر دست فوجی جمعیت کو فراہم کرنا ضروری ہو گیا تو ٹرکی فوج کی کمزوری از حد ہویدا و مبرہن ہو گئی مزید بران طریقہ اجتماع سپاہ بھی کئی اہم معاملات میں نہایت ناقص ثابت ہوا۔ اور جب سریع اجتماع کی ضرورت پڑی تو یہہ طریقہ بالکل ہی رہ گیا۔ اور کچھہ کام نہ دیسکا۔ تاہم اسمیں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ ٹرکی میں قوت مدافعت اور طاقت قیام کی ہمیشہ اسقدر مقدار موجود رہی ہے کہ اوسکی ذریعہ سے وہ نہ صرف اندرونی بلکہ بیرونی تصادم و صدمات کی مقاومت کرسکتی ہے۔ علاوہ بریں اس قوت و طاقت نے ثابت کر دیا ہے کہ جب کبھی قوم و ملت کی وجود کیلئے خطرہ حادث ہو جائے تو وہ بلا استثنا ہر ایسے موقعہ پر غیر مترقبہ جوہر مردانگی دکھائی اور خلاف توقع کوشش کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔

موجودہ ترکی نظام فوجی کی بنیاد عام جبریہ خدمت کی بنیاد پر قایم ہے۔ مگر عملی طور پر نفس الامر میں اس قاعدہ کو ایسے ادہورے طریق سے عمل میں لایا جاتا ہے کہ اوس سے نہایت اہم بے ترتیبیاں اور بدانتظامیاں منتج ہوتی ہیں۔ قانوناً صرف مسلمان ہتھیار باندہ سکتے ہیں۔ اور بنابریں سلطنت کی غیر مسلم کثیر التعداد آبادی فوجی خدمت سے مستثنے ہو گئی ہوئی ہے۔ مگر اس بارہ میں قانون بھی مجبور ہے مذہب اسلام دیگر مذاہب کے معتقدوں کو ہتھیار باندہنے کا استحقاق نہیں دیتا[1]۔ علاوہ بریں کنسکرپٹوں" (یعنے جبریہ خدمت عاید شدگان) کو بھرتی کرتے وقت اونمیں سے اسقدر کو خدمت سے معاف کر دیا جاتا ہے کہ اس سے یہی نہیں کہ عام آزردگی۔ ناراضی اور بیدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ بھرتی شدگان کی قبائل کیلئے معاش کی دقت اور بسر اوقات مشکل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بحالات موجودہ جبریہ خدمت کا بوجھہ تقریباً کلہم میدانی دیہات کی رہنے والوں پر پڑتا ہے۔ جسکا دوسرے لفظوں میں یہہ مطلب ہے کہ مضبوط اور قابلترین نوجوان زراعت و کاشتکاری سے ہٹائے جاکر فوج میں لے لیے جاتے ہیں[2]۔

---

[1] میں اسموقعہ پر مذہباً جواز یا ناجواز کی مسئلہ پر تو بحث نہیں کرسکتا۔ مگر اس بیان سے اختلاف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قانوناً عیسائی یا غیر مسلم بالجبر مستثنے نہیں رکھے گئے۔ ہاں فوجی خدمت اونپر لازمی نہیں کی گئی۔ لیکن فرمان گلخانہ اور خط ہمایوں کی روسے عیسائی اگر چاہیں تو فوج میں داخل ہوسکتے ہیں۔ مگر ان نیک بختوں پر شاید حب وطن اسقدر غالب نہیں کہ وہ اپنے ذاتی آرام اور دولت کمانے کی پیشوں کو چھوڑ کر سپاہ گری اختیار کریں فوجی خدمت کا بوجھہ صرف اکیلے مسلمانوں پر پڑنے سے بیشک اونکی ذاتی آرام و آسایش ثروت۔ ترقی نسل کو بہت نقصان پہونچ رہا ہے۔ اور وہ اسکی وجہہ سے صنعت و حرفت اور زراعت وغیرہ میں جو ملکی اور ذاتی خوشحالی اور تمول کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں جیسا کہ چاہیے مصروف نہیں ہوسکتے لیکن اسکی ساتھہ ہی یہہ طریقہ کئی نہایت اہم فواید سے بھی خالی نہیں۔ ایک بڑا فایدہ یہی ہے کہ قوم سے سپہگری کا مادہ مفقود نہیں ہوسکا۔ اور اونکی جفاکشی صبر و تحمل اور حب الوطنی میں کوئی فرق نہیں آسکا۔ اور یہہ انہی اوصاف کی بدولت ہے کہ چند در چند زبردست اور مہیب اعدا کی صدیوں کی سر توڑ کوششوں کی باوجود ٹرکی کا وجود دنیا سے ناپید نہیں ہوا۔ میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں اور نیز حالت موجودہ پر تاریخ خاندان عثمانیہ کی دوسری جلد میں مفصل بحث کر چکا ہوں۔ شایقین اوسے ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ مترجم

[2] سلطان عبدالمجید سے پہلے مسلمانوں کے لیے بہی اسطرح جیسے فوجی خدمت اختیاری تھی

(بقیہ بر صفحہ ۱۲۴)

ترکی فوج جن لوگوں سے تیار کیجاتی ہے اونکی جسمانی بناوٹ اور ساخت نہایت عمدہ ہے۔وہ تنومند توانا۔سادگی پسند اور عملی خانگی تربیت و معاشرت اور مذہب نے اونکو تابعداری کرنے۔پرہیزگاری۔نفس کشی اور سخت اکام کا معتاد بنا دیا ہوا ہوتا ہے چنانچہ وہ ماہر ہاتھوں (یعنے قابل افسروں کی نگرانی و ماتحتی میں) نہایت خوفناک ہتھیار بننے کی قابلیت رکھتے ہیں۔مذہب جو ترکی سپاہی کی معاشرت اور یومیہ زندگی میں اہم جزو ہے۔وصف تابعداری اور نظام و ترتیب کو پیدا اور مضبوط کرنے کیلئے نہایت زبردست ذریعہ ہے۔سپاہ دن میں پانچ مرتبہ مسجد میں جمع ہوتی ہے۔ڈیوٹی سے غیر حاضر ہونے یا ایام رخصت کی میعاد سے زیادہ عرصہ گھر ٹھیرے رہنے کی خطا سے درگذر ہوجائے تو ہوجائے۔لیکن نماز سے غیر حاضر ہونے کی خطا کبھی معاف نہیں ہوتی۔اور بڑی سختی سے سزا دیجاتی ہے۔مذہبی احکام کی ہر جگہہ بڑے تقید سے تعمیل کرائی بلکہ کی جاتی ہے۔مگر ناظرین اس سخت مذہبی پابندی سے ترکوں کا مذہبی لحاظ سے متعصب ہونا قیاس نکرلیں۔اس پابندی اور تعصب میں ہزاروں کوس کا فرق ہے۔

لفٹننٹ جنرل وان ڈرگولز پاشا جو ترکی نظام فوجی کے جز و کل سے بخوبی واقف ہیں۔اور جو جنگ کے ہر دونوں زمانوں میں ترک افسروں اور سپاہیوں کے اوضاع و اطوار اور عادات و کیرکٹر کو بڑے غور سے دیکھتا رہا ہے۔اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے کہ زمانہ حال کی شکستوں کے باوجود ترکی فوج پر مایوسی اور مردہ دلی مستولی نہیں ہوسکی۔وہ اپنی سابقہ فتوحات کو نہیں بھولی۔اونکی یادداشتوں میں اتنا بہت تازہ ہے جو اوسکے حوصلوں اور امنگوں کو بڑھائے رکھتی ہے۔غریب سے غریب اور محتاج سے محتاج ترک بھی یہہ محسوس کرتا ہے کہ وہ مختلف الانواع قوموں کے مجمع بے تمیزی پر حکومت کرنیوالی قوم کا فرد ہے۔اور ان محکوم قوموں پر ذاتی تہیا فوقیت رکھتا ہے۔فیلڈ مارشل مولٹکی نے بالکل درست کہا ہے "کسی ترک سے دریافت کرو اوسے اس امر کے اعتراف سے ذرہ بھر تامل نہ ہوگا کہ علم و ہنر۔دولت و ثروت۔طاقت و قوت اور ہمت و اولوالعزمی میں یورپین اوسکے ابنائے وطن سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔مگر اس اعتراف کے باوجود اوسکے دل میں کبھی اس بات کا وہم و گمان تک نگذریگا کہ اسقدر خوبیاں رکھنے کے باوصف بھی کوئی فرنگی کسی مسلمان کے برابر ہوسکتا ہے"!

یہہ درست ہے کہ ایسا گمان بسا اوقات خودرائی کا نامناسب اور مضر وصف پیدا کرنیکا موجب ہوجاتا ہے۔لیکن پیدا امر ہے کہ اگر سپاہی کو اپنی ذات پر ایسا گمان ہو تو اوس سے نہایت مفید کام نکل سکتے ہیں۔اگر سپاہی کے دل میں پختہ یقین جما ہوا ہو کہ وہ ایک برگزیدہ و مقبول قوم کا فرد اور نائب ہے۔تو اس سے اوسمیں خود بخود یہہ احساس پیدا ہوجاتا ہے کہ میرا سب سے اول یہہ فرض ہے کہ اپنے آپ کو بلند قومی منصب و افتخار کے قابل ثابت کروں

ترکی سپاہی کو اپنی ابتدائی خانگی تربیت اور طرز معاشرت سے فوجی تعلیم و تربیت اور پابندی کے قابل بننے میں بہت مدد ملتی ہے۔اس تربیت و معاشرت کی یکرنگی ہی بجائے خود نہایت مفید چیز ہے۔غریب سے غریب دہقان یا گڈریے کے بچہ کو بھی ویسی ہی احتیاط

(بقیہ صفحہ سابقہ) اس سلطان نے اسے اونکے بیٹے [illegible] کی معافی کا معاوضہ نقد [illegible] روپیہ مقرر کردیا۔سلطان [illegible] معاوضہ کے قاعدہ کو بالکل منسوخ کردیا ہے قسطنطنیہ کو سلطان السلطان محمد فاتح کی [illegible] خدمت کو [illegible] کی تجویز ہورہی ہے۔جو اغلب وجود بارگاہ خلافت سے منظور ہوجاے گی۔مترجم

اور التزام کے ساتھ آداب مجلس اور اخلاق معاشرت سکھائے جاتے ہیں جیسے کہ امرا اور متمولین کی اولاد کو۔ اس غریب کو بھی کو بھی بعینہ وہی آداب بجا لانے کے فقرات۔ دوسرے کو مخاطب کرنے کے وہی طریقے۔ خیریت و مزاج پرسی وغیرہ کے متعلق رسمی و رواجی سوالات کے وہی جواب۔ والدین کے آنے پر مؤدبانہ کھڑے ہو جانے یا جبتک بڑا مخاطب نکرے مجلس میں خاموش بیٹھے رہنے وغیرہ وغیرہ قسم کی وہی عادات اور چہرہ پر وجاہت و خودداری اور وقار کے بشرہ کو قایم رکھنے اور اوسیطرح کی کوئی علامت حزن و مسرت وغیرہ کی ظاہر نہ ہونے دینے کی وہی عادت سکھائی جاتی ہے۔ جو کہ ایک امیر کے فرزند کو۔

اسطرح سے بڑوں اور حاکموں کا ادب اور بزرگوں اور حکام کی تابعداری کرنا کہ ادب کرنے والا اپنی خودداری ذاتی وجاہت اور مساوات کے احساس کو بھی ہاتھ سے نہ دے رہا ہو۔ اور یہہ بات جو ترکوں میں پائی جاتی ہے ایسی خوبیاں ہیں کہ اونسے بھی جمہور اور امام کو آپسمیں متحد و متفق کرنے کے کام میں بہت مدد ملتی ہے۔ اور یہہ اتحاد مختلف المذہب والقوم اقوام کی مجمع میں جنسے ترک گھری ہوئی ہیں۔ بالکل الگ تھلگ اور منفرد ہونے کے احساس سے خوب مضبوط و مستحکم ہو گیا ہے۔

ترکوں میں یہہ قابلیت ہی نہیں کہ وہ دیگر ممالک میں اجنبی حکومت کے ماتحت ہمیشہ کیلئے زندگی بسر کر سکیں۔ اگر کسی ترک کو یہہ صورت پیش آ ہی گئی تو وہ خود بخود اپنی طبیعت و تربیت سے مجبور ہو کر اپنے ابنائے وطن اور رفقا کیطرف کھنچا چلا آتا ہے۔ یہی وجہہ ہے کہ ٹرکی سے جو صوبہ آزاد یا الگ ہوئے ہیں گو اکثر صورتوں میں اس تغیر حکومت سے ذاتی خوشحالی اور تمول کو بڑھنے میں بہت آسانیاں ہو جاتی ہیں مسلمان وہاں سے بتدریج مہاجرت کر جاتے ہیں۔ ابتک صرف ایک روسی حکومت اپنی نئی مسلمان رعایا کو حالات متغیرہ پر رضامند بنانے اور اپنے وطن مالوف سے وابستہ رکھنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ یا اب کچھ عرصہ سے آسٹریا کی نسبت بھی یہی کہا جا سکتا ہے جسکو بوسینا میں ایسی ہی کامیابی ہوئی ہے[۱]۔

بالآخر ٹرکی کے متعلق بحث کرتے وقت اوس بے انتہا اقتدار کو بھی بالالتزام مد نظر رکھ لینا واجب ہے جو اوراسباب یا بادشاہ کی ذات کو الگ رہی محض اوسکے نام کو ہی اپنی رعایا پر حاصل ہے۔ حکمران بادشاہ بحیثیت فرمانروا خواہ ہر دلعزیز ہو یا نہ ہو۔ ہر حالت میں اوسکے احکام مسلمانوں کی نظروں میں قانون بلکہ احکام قضا و قدر کے برابر ہوتے ہیں۔ وہ احکام ناقابل تنسیخ و ترمیم ہیں۔ وہ ایک ایسی طاقت ہیں جسکی کوئی مزاحمت اور جسکے برخلاف کوئی اپیل نہیں ہو سکتی۔ جب سلطان کسی معاملہ میں اپنی رائے ظاہر کر دے تو پھر تمام بحث مباحثہ ختم ہو جاتا ہے۔ اوسکی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کو خانگی معاشرت تک میں دخل حاصل ہے اور ذرہ ذرہ سے معاملوں میں کامل اثر رکھتی[۲] ہے یعنی عام معاشرت کے متعلق جس امر کو سلطان ناپسند کرے اوس سے گھروں کی محفوظ چار دیواری اور حرم کے اندر بھی بالعموم اجتناب

---

[۱] اسکی تصدیق ایک حال کے ہی واقعہ سے بخوبی ہو رہی ہے۔ دسمبر گذشتہ میں سلطان المعظم جب قیصر و تیصرہ جرمنی کو وداع کرکے محل سلطان کو واپس جا رہے تھے تو رعایا نے جو سڑکوں کے دونو طرف اور مکانوں کی چھتوں پر پرے باندھے کھڑے تھے خوشی کے نعرے مارنے اور تالیاں بجانی شروع کیں۔ آخر الذکر حرکت کو سلطان نے اسلامی آداب کی شان سے بعید تصور کیا۔ اور غازی عثمان پاشا سے جو بالمقابل بیٹھے تھے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ غازی موصوف نے ایک بہادر کو بلا کر یہہ امر بتا دیا اور چند لمحوں میں منشاء سلطانی سے کل حاضرین کو اطلاع ہو گئی۔ اور پھر کسی نے تالی نہ بجائی۔ - مترجم

[۲] چند سال گذشتہ نے اس قول و قیاس کی تردید کر دی ہے۔ روسی صوبجات کازان کریمیا و قاف وغیرہ ...

کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں بنظیر وصف ضبط نفس کو ساتھ راضی برضا رہنے کی صفت بھی بالاستحکام راسخ ہے۔ عموماً ہر مسلمان فرد منشاء ایزدی یا بالفاظ دیگر نوشتہ قسمت پر فی الفور راضی و شاکر ہو جاتا ہے۔ ان اوصاف کے علاوہ بقول گولز پاشا ترکی سپاہی کے سب سے بڑی اور نہایت کارآمد اوصاف یہ ہیں کہ وہ سادگی و اعتدال پسند اور سلامت روہے۔ قوم کے نوجوانوں میں مے نوشی کی برائی بالکل عنقا ہے۔ اور عشرت پسندی کے لوازمات بھی جو یورپ کے نوجوانوں کے حصہ کثیر کی عمریں برباد کرنے کا باعث ہو رہے ہیں تقریباً مفقود ہیں۔ فوج میں داخل ہونے کے وقت تک ترکی سپاہیوں کی طرز معاشرت سادہ اور صحت بخش ہوتی ہے۔ اور گو اونکی بسر اوقات عموماً مفلسانہ ہوتی ہے۔ مگر یہ افلاس ویسا نہیں ہوتا جیسا کہ نہایت گنجان آبادی رکھنے والی مغربی یورپ کی اقوام میں پایا جاتا ہے۔ اور جسکی بدولت وہاں کے اکثر رہنے والے چھوٹی عمر میں ہی فکر معیشت اور دقت معاش کی وجہ سے علیل اور مایوس ہو جاتے ہیں۔ ترک کی کمر محنت و مشقت سے جیسا کہ ہمارے صنعتی شہروں کے باشندوں کا حال ہے قبل از وقت خم نہیں ہو جاتی اور وہ نسبتاً بہت ہی زیادہ عمر تک ہتھیار باندھنے اور میدان کارزار میں شریک ہونے کے قابل[1] رہتا ہے۔ فوج میں زیادہ تر وہ لوگ داخل کیئے جاتے ہیں جنکا آبائی پیشہ دہقانی شبانی اور صید و شکار چلا آتا ہے۔ طبقہ صناعان و کاریگران میں سے شاذ ہی کوئی شخص عساکر عثمانیہ میں دکھائی دیتا ہے۔ اکثر سپاہی اوائل عمر سے اسلحہ کے استعمال سے مانوس ہوتے ہیں۔ اور فوجی خدمت کے زمانہ میں اونکو عموماً اوسی طرز معاشرت اور طریق بسر اوقات کا اعادہ و تکرار کرنا پڑتا ہے۔ جس سے وہ اپنی خانہ بدوش طرز زندگی یا سفر و سیاحت کی بدولت پہلے ہی سے مانوس ہوتے ہیں نئے رنگروٹ کو باقاعدہ سپاہ میں داخل ہونیکے قابل بنانے کے لیئے بہت کم مشق و قواعد اور تربیت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ترکی صیغہ جنگ بالکل خام رنگروٹوں کو شروع ہی سے تربیت یافتہ اور قواعد داں سپاہیوں کی پلٹنوں میں داخل کر دینے سے کبھی نہیں جھجکتا۔ فن حرب کے اسرار و نکات کے متعلق جن تھوڑی بہت باتوں کے سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اونہیں نئے رنگروٹ چند دنوں میں کہن خدمت رفقا سے خود بخود سیکھ لیتے ہیں۔

جو رنگروٹ فوج نظام (یا کارکن فوج) کے ساتھ کام دینے کے لیئے طلب کیئے جاتے ہیں اونکو دو صنفوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک صنف کے لوگ تین برس فوج نظام میں۔ تین برس ریزرو (احتیاط) میں آٹھ برس لینڈ وہر (ردیف) میں اور چھ برس لینڈ سٹرم (مستحفظ) میں کام دیتے ہیں ایسے رنگروٹوں کی سالانہ تعداد ۹۰ ہزار بتائی جاتی ہے۔ دوسری صنف کے رنگروٹ پانچ سے لیکر نو مہینوں تک نظام میں رکھے جاتے ہیں۔ بعد ازاں اونہیں اس شرط پر گھروں کو واپس کر دیا جاتا ہے کہ جب ضرورت ہو وہ کارکن فوج میں شامل ہونے کے لیئے بلا لیئے جائینگے۔ ایسے رنگروٹوں کی سالانہ تعداد بیس ہزار مقرر ہے۔ ان اعداد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہر سال تقریباً ۱۱۰ ہزار نئے آدمیوں کو فوجی قواعد سکھائی جاتی ہے۔ مگر چونکہ سب کو یکساں میعاد کیلیئے خدمت نہیں دینی پڑتی۔ اسلیئے فوجی خدمت

---

[1] چند مہینے ہوئے دمشق میں ایک ترک سوا سو برس سے زیادہ عمر کا ہو کر فوت ہوا اوسنے نوے برس ملک کی فوجی خدمت کی تھی۔ ایسی مثالیں ترکی میں شاذ نہیں ہیں بلکہ بکثرت پائی جاتی ہیں۔ مترجم و مؤلف [2] سلطنت عثمانیہ میں ہر سال ایک لاکھ بیس ہزار نوجوانوں پر (باستثناء خانہ بدوش قبائل کے) فوجی خدمت لازمی ہوتی ہے۔ انمیں سے تقریباً ۲۰ ہزار جسمانی کمزوری یا ناقابلیت کی وجہ سے معاف کر دیئے جاتے ہیں تیس ہزار ایسے

بقیہ بر صفحہ ۱۲۷

کی قابلیت بھی سب میں یکساں مقدار و انداز کی پیدا نہیں ہوتی۔ انکے علاوہ مستوجبان خدمت اشخاص کی ایک اور بھی جماعت ہے۔ اسمیں تیس ہزار آدمی ہیں جو صرف ۱۵۰ اتواروں کو مشق و قواعد سیکھتے ہیں۔ جرمنی میں بھی پہلے ایک اسیطرح کی جماعت تھی۔ اس صنف کے اشخاص صرف بھرتی کے کام میں مدد دینے کیلئے گھروں سے بلائے جاتے ہیں۔

زمانہ امن میں ترکی فوج کی جمعیت ناٹیاں اور سیکرٹے چھوڑکر سوا دو لاکھ اندازہ کیجا سکتی ہے۔ ریزرو سپاہ کی طلبی اور اجتماع افواج سے یہ تعداد تین لاکھ اسّی ہزار ہو جاتی ہے۔ وہ ایک لاکھ پچاس ہزار آدمی جو گودام ہوں۔ فوجی چھاونیوں اور چوکیوں میں پیچھے رہینگے۔ انسے ماسوا ہونگے۔

لینڈ وہر (ردیف) کی چھ لاکھ اشخاص میں سے ابھی تک صرف دو لاکھ اسی ہزار کو اور لینڈ سٹرم (مستحفظ) کی تین لاکھ میں سے ...... صرف ایک لاکھ اسّی ہزار کو قواعد وغیرہ سکھائی گئی ہے۔ اس حساب سے بزمانہ جنگ فوج کی انتہائی جمعیت کا اندازہ ۹ لاکھ کیا جاسکتا ہے۔ مگر مجاہدین یا باشی بزوقوں کی تعداد جو شماروں میں ہزاروں سے کم نہیں ہوتی ان اعداد میں شامل نہیں۔

سلطنت عثمانیہ چھ جنگی اضلاع میں منقسم ہے۔ بزمانہ امن ہر ایک میں کارکن فوج کا ایک ایک آرمی کور رہتا ہے۔ بزمانہ جنگ اسکے علاوہ ہر ایک ضلع لینڈ وہر افواج کی دو دو اور لینڈ سٹرم سپاہ کا ایک ایک آرمی کور بہم پہونچاتا ہے۔

کارکن فوج میں سردست رائفل برداروں کی ۱۵ پلٹنیں۔ دو دو پلٹنوں کی دو دو رجمنٹیں ذوالعوفی طرز کی۔ چار چار پلٹنوں کی ۳۲ اور تین تین پلٹنوں کی تین انفنٹری رجمنٹیں اور علاوہ بریں ستر پلٹنیں (جو کسی آرمی کور میں شامل نہیں) یعنی جملہ ۲۹۷ پلٹنیں ہیں۔ دوسرے اور تیسرے آرمی کوروں کی پلٹنوں کی نام نہاد جمعیت آٹھ آٹھ سو آدمیوں کی ہے اور باقیماندہ آرمی کوروں اور ڈویزنوں کی پلٹنوں کی بارہ بارہ سو آدمیوں کی ہے۔ مگر فی الحقیقت اسقدر آدمی کبھی نہیں ہوئی۔ تعداد مقررہ سے

(بقیہ صفحہ سابقہ) بری ہو جاتے ہیں کہ کل خاندان کی گذارہ کا دارومدار انہیں پر ہوتا ہے۔ چالیس پچاس ہزار اول کنٹنجنٹ یعنی فوج نظام میں پوری مدت کیلئے لئے جاتے ہیں۔ اور بیس پچیس ہزار دوم کنٹنجنٹ میں۔ یعنی انکو ایک دو ماہ قواعد سکھاکر شروع ہی سے فوج ریزرو میں داخل کردیا جاتا ہے۔ محاربہ یونان کی شروع ہونے پر ایک معتبر فریق اخبار نے ترکی فوج کی جمعیت حسب ذیل لکھی تھی۔

فوج نظام پانچ لاکھ تیس ہزار ہے جنمیں سے اڑہائی لاکھ پوری قواعد دان اور تربیت یافتہ ایک لاکھ ۳ ہزار نیم تربیت یافتہ اور ڈیڑھ لاکھ کم یا مطلقاً غیر تربیت یافتہ ہیں۔ فوج ردیف چھ لاکھ ہے جنمیں سے دو لاکھ اسّی ہزار پوری قواعد دان اور باقیماندہ نیم یا مطلقاً غیر قواعد دان فوج مستحفظ جسمیں آدھے پوری قواعد دان ہیں تین لاکھ ۲ ہزار۔ میزان کل ۱۴ لاکھ نوے ہزار جنمیں سے سات لاکھ ہزار پوری قواعد دان ایک لاکھ تیس ہزار کسیقدر کم قواعد دان اور چھ لاکھ پچاس ہزار نیم یا غیر قواعد دان ترکی سپاہی کے اوصاف ایسے مشہور نہیں کہ انکی زیادہ تشریح کی ضرورت ہو۔ یہ درست ہے کہ ترکی طاقت اس وقت ایسی نہیں جیسی کہ بیس برس گذشتہ کو تھی۔ اور "جنگ کے رگ و ریشہ" یعنی روپیہ کی بھی کمی ہے۔ لیکن اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ یورپ میں کسی جنگ عظیم کے برپا ہونے پر ترکی تلوار اب بھی دول یورپ کی مساوات کو قائم رکھنے میں وقت بہت بڑا اثر رکھیگی۔" ۱۵ پیدل فوج پلٹنوں کی ہے۔ اب یمن و حجاز کے باشندوں و خانہ بدوش قبائل پر بھی فوجی خدمت لازمی ہوگئی ہے یا ہونیوالی ہے۔ مزید توضیح کیلئے دیکھو کتاب کلمۃ الحق و مرقع الاسلام و حالات آبادکارکن و مناتیا (احسانات عثمانیہ) فوج پیدل میں چند ماہ ہوئے جب

جمعیت کچھ کم ہی رہتی ہے۔ کیولری ساڑھے چھ سو گھوڑوں کی ۳۹ رجمنٹوں پر مشتمل ہے آرٹلری فوج (توپخانہ) میں پانچ ڈویزن اسپی توپخانہ کے اور تین ڈویزن (جو ۲۴ رجمنٹوں پر منقسم ہیں) میدانی اور کوہی توپخانہ کے ہیں۔ ان کل ڈویزنوں میں چھ چھ توپوں کی ۱۵ اسپی۔ ۱۶۹ میدانی اور ۴۴ کوہی باتریاں ہیں۔ قلاعی توپخانہ میں چار چار اور تین تین پلٹنوں کی ۱۵ رجمنٹیں ہیں۔ دستہ انجنیران میں چار میدانی پلٹنیں تین کمپنیاں سفرمینا کی اور چار کمپنیاں قلاعی پانونیروں (بیلدار سپاہیوں) کی ہیں۔ متذکرہ صدر افواج کے علاوہ ایک ڈویزن قطار باربرداری کا اور چار پلٹنیں میگزینی یعنی توپ خانہ متعلق بہ سلح خانہ کی ہیں۔ یہہ کل افواج سات آرمی کوروں میں مرتب ہیں۔ جنکے صدر مقام بنمبر وار قسطنطنیہ۔ ایڈریانوپل۔ مناسطر۔ ارض روم[۱] دمشق بغداد اور یمن میں ہیں۔ الاحسا۔ طرابلس الغرب۔ اور کریٹ[۲] میں ایک ایک ڈویزن الگ رہتا ہے جو کسی آرمی کور کے تابع نہیں۔ پہلی چھ آرمی کوروں میں سے ہر ایک میں دو انفنٹری ڈویزن۔ تین برگیڈوں کا ایک ایک کیولری ڈویزن اور دو دو رجمنٹوں کی تین آرٹلری برگیڈ جو تین تین باتریوں کی دو ڈویزنوں اور ایک اسپی ڈویزن پر مشتمل ہیں۔ ایک ایک پلٹن انجنیروں کی۔ اور تین تین رسالی قطاری ڈویزن کے ہیں۔ ایک انفنٹری ڈویزن میں ایک پلٹن رائفل برداروں کے علاوہ دو برگیڈ اور ہر برگیڈ میں دو سے لیکر تین تک رجمنٹیں ہوتی ہیں۔ ساتویں آرمی کور میں فوج سواران اور توپخانہ نسبتاً بہت کم ہے۔ چونکہ چوتھے آرمی کور کی نظام سپاہ کی فوج سواران ایک کامل کیولری ڈویزن بنانے کے لیئے کافی نہ تھی، کور مذکور کے ضلع میں ایک قسم کی ملیشیا کیولری وہاں کے کرد قبائل کی امداد سے عساکر حمیدیہ کے نام سے تیار کیگئی ہے جسمیں چھ چھ سو سواروں کی چھ[۳] رجمنٹیں بنائی جاتی ہیں۔

جب کل اقسام کی فراہمی کا حکم صادر ہو تو پہلے چھٹوں آرمی کوروں میں سے ہر ایک فوج ردیف کے چار ڈویزن بہم پہونچاتا ہے جنکے لیئے ضروری سٹاف زمانہ امن میں بھی قایم رکھا جاتا ہے۔ اور کارکن فوج سے ان ردیفی ڈویزنوں کے لیئے مطلوبہ کیولری اور آرٹلری بہم پہونچا دیجاتی ہے۔ ہر ڈویزن کو کیولری کے علاوہ ایک ایک آرٹلری رجمنٹ ملجاتی ہے۔ ردیفی پلٹنوں کی جمعیت چھ سو سے لیکر ایک ہزار آدمیوں تک کی ہوتی ہے۔ فوج مستحفظ چھ سو سے لیکر ایک ہزار تک آدمیوں کی جمعیت رکھنے والی پلٹنوں میں منقسم ہے۔ اس فوج کے آدمیوں سے (زمانہ جنگ) قلعداری اور چھاونیوں وغیرہ کی حفاظت کا کام لیا جاتا ہے۔ ترکی فوج پیدل ہارٹینی ہنری

---

[۱] گو یہہ مقام چوتھی آرمی کور میں ہی نہیں بلکہ کل سلطنت میں سب سے زیادہ فوجی اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن وہ صدر مقام نہیں چوتھی کور کا صدر مقام قصبہ ارزن کیہان میں ہے۔ مترجم

[۲] افسوس اس کتاب کے لکھے جانے کے چند ماہ بعد یہ جزیرہ ترکی کے قومی قبضہ سے بالکل آزاد ہو گیا ہے اور ڈویزن چھوڑ اب سمیر ایک کمپنی بھی ترکی فوج کی مقیم نہیں۔ ۱۸۹۸ء کی آخری سہ ماہی میں ترکی افواج نے جزیرہ مذکور کو قطعاً بالکل خالی کر دیا۔ جو زیادہ تر مقدونیا و البانیا کو بھیجی گئی۔ مترجم

[۳] ایک واقفکار اور باخبر مصری اخبار کا بیان ہے کہ چوتھی پانچویں اور چھٹی جنگی اضلاع میں دو لاکھ سے زیادہ سوار عساکر حمیدیہ میں داخل ہو چکے ہیں طرابلس الغرب میں بھی جہاں دو برسوں سے تقریباً کل آبادی حفاظت ملک و ملت کے لیئے مسلح کیجا رہی ہے اور قواعد دانی جاری ہے چند مہینوں سے عساکر حمیدیہ کی بنا قایم کر دیگئی ہے اور اب تک (مارچ ۱۸۹۹ء) تقریباً چار ہزار سوار تیار ہو چکے ہیں

رائفلوں سے مسلح ہو۔ جنگ روم و روس میں اوسکے پاس یہی رائفل تھی نشانہ کی درستی اور آتشباری کی سرعت دونو باتوں کے لحاظ سے یہہ ہتھیار نہایت ہی کارآمد اور قابل تعریف ہے۔ موجودہ صدی کے آٹھویں عشرہ کے ختم ہونیکے قریب ترکی گورنمنٹ نے آٹھ کارتوس کا میگزین رکھنے والی مارٹینی ہنری رائفل سے اپنی فوج کو مسلح کرنیکا فیصلہ کیا۔ اور پانچ لاکھ رائفلوں کی خریداری کا حکم نافذ ہوگیا۔ مگر ۱۸۹۰ء میں جب دیگر تمام یورپین سلطنتوں نے چھوٹی نالی کی رائفلوں کا استعمال شروع کیا۔ تو ترکوں نے بھی اوسی قسم کی رائفلوں کو پسند کرکے دو لاکھ کی خریداری کا حکم دیدیا۔ یہہ رائفل جسے ترکوں نے اختیار کیا ہے۔ بلجیم کی فوج کی رائفلوں سے بہت ہی مشابہ ہے اور اکثر باتوں میں آسٹریا کی فوج کی مان لیشر رائفل سے ملتی جلتی ہے۔ آخرالذکر رائفل ترکی سپاہیوں کے لیے نہایت مناسب ہے کیونکہ اوسکے استعمال میں کسی زیادہ احتیاط کی ضرورت نہیں اور دیرپا بھی اچھی ہے۔

چھوٹی نالی کی رائفل کی خریداری سے پہلے پانچ لاکھ رائفلیں اور اونکے کارتوس قسطنطنیہ میں موصول ہوچکے تھے۔ اور عنقریب اونکی تقسیم شروع ہونیوالی تھی۔ مگر جدید رائفل کیوجہ سے اونکی تقسیم ملتوی کردیگئی۔ یہہ رائفلیں ابتک میگزینوں میں بند ہیں اور تاحال صرف ایک ایک دو دو کرکے تقسیم کیگئی ہیں۔

توپخانہ کے اسلحہ کے متعلق مختلف رپورٹیں مشہور ہیں۔ ترکی میدانی توپخانہ میں ۷ سنٹی میٹر (۲.۷۵ انچ) قطر کی، ایسی باتریوں میں ۷.۵ سنٹی میٹر (تین انچ) کی اور کہیں باتریوں میں ۸.۷ سنٹی میٹر (۳.۴۵ انچ) کی توپیں ہیں۔ چار آرمی کوروں میں چھ چھ توپوں کی چھ چھ باتریوں کی چھ چھ رجمنٹیں ہیں۔ بغداد کے آرمی کور میں ۷ اباتریاں اور یمن کے آرمی کور میں تین باتریاں ہیں۔

توپخانہ کی تین اقسام میں سے میدانی توپخانہ برجستگی، خوش اسلوبی اور تیاری میں بلا شک و شبہ سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اسے یہہ فوقیت پہلے اجنبی اتالیقوں (اگزکوسکی، ویٹ وغیرہ) بالخصوص مسٹر کرسٹو پاشا کی طفیل جو حال میں فوت ہوا ہے حاصل ہوئی ہے۔ یہہ نیک مرد سالہا سال دراز کے مسلسل اور انتھک جد و جہد سے آخر ترکی توپچیوں میں پرشوکت امنگ و جودت کی روح پھونکنے میں بالآخر کامیاب ہوگیا۔ دیگر فوجی صیغوں کے ترکی افسروں کے برعکس جو اپنے صیغوں میں اجنبی اتالیقوں کی اتالیقی کا کوئی مفید اور نمایاں اثر نہیں پاتے۔ اس صیغہ کے ترکی افسر جرمن اتالیقوں کے احسانات کے صدق دل سے معترف ہیں۔ اور حق الامر یہی ہے کہ کسی اجنبی کو متذکرہ صدر اتالیقان توپخانہ کے برابر اقتدار و رسوخ حاصل نہیں رہا۔

کرپ نے ۱۸۶۶ء کے محاربہ (پرشیا و آسٹریا) کے ختم ہوتے ہی اپنی ساختہ اتواپ کو ترکی میں رواج دلانے کی کوشش شروع کردی تھی۔ شروع شروع میں صیغہ توپخانہ کے انسپکٹر جنرل اضیل پاشا نے جسنے انگلستان میں تعلیم و تربیت پائی تھی اور بنابریں انگریزی کل خانہ آرمسٹرانگ کی اتواپ اور ہر ایک انگریزی چیز کا بڑا مداح اور طرفدار تھا۔ اوسکی بڑی ہی مخالفت کی۔ مگر آخر کرپ اس مخالفت پر غالب آگیا۔ اور ساتویں عشرہ میں کرپ اتواپ کے استعمال کا قطعی فیصلہ ہوگیا۔ چنانچہ اسوقت میدانی توپخانہ کے لیے کلہم [illegible]

سلہ محاربہ روم و یونان کے دوران میں ایڈریانوپل کی افواج کے لیے ان رائفلوں کی معتدبہ کثیر قسطنطنیہ سے بھیجی گئی تھی۔ اور شمالی کارزار عثمانیہ فوج میں سے بھی چند ایک پلٹنیں ان سے مسلح تھیں۔ مترجم
سلہ یہہ جرمن کارخانہ دار اب فوت ہوگیا ہے اور کارخانہ توپسازی اوسکے بیٹے کے [illegible] عقل [illegible] چلتی ہے۔

قلعوں کے لیئے اکثر توپیں کرپ کے کارخانہ سے ہی منگوائی جاتی ہیں۔

یونان سے لڑائی چھڑ جانے کے تقریباً یقینی احتمال کے علاوہ جزیرہ نما بلقان میں اور دشمنوں کے بھی پیدا ہو جانے کے گمان غالب کیوجہ سے تمام دنیا کی نظریں یورپین ٹرکی کے اول و دوم و سوم تینوں آرمی کوروں کیطرف جنکے ہیڈ کوارٹر علے الترتیب قسطنطنیہ، ایڈریانوپل اور مناسطر ہیں میں منعطف ہوگئی۔ آخر الذکر آرمی کور باقی دونوں کی نسبت یونان سے چونکہ قریب ترین موقع پر مامور تھا وہ لڑائی سے بہت عرصہ پہلے کا جنگی پیمانہ پر مضبوط و مستحکم کر دیا گیا تھا۔ دس پلٹنیں قسطنطنیہ کے یعنے اول آرمی کور کے اور ۱۳ پلٹنیں پانچویں (دمشق) آرمی کور سے جملہ ۲۳ پلٹنیں بطور کمک بھیجدی گئی تھیں۔ خود اس تیسری آرمی کور میں اپنی حسب ذیل فوج تھی۔ دو انفنٹری ڈویژن (یعنے چار انفنٹری بریگیڈ یعنے آٹھ انفنٹری رجمنٹیں۔ یا ۲۴ پلٹنیں)۔ دو پلٹنیں بانی نیگرو کی سرحد کے محافظ دستے کی۔ دو رائفل بردار پلٹنیں۔ پانچ پانچ رسالوں کی چھ رجمنٹوں یا تین بریگیڈوں کا ایک کیولری ڈویژن۔ دو دو رجمنٹوں کے تین بریگیڈ میدانی توپخانہ کے جو ۳۶-۳۶ بیٹریوں کے دو ڈویژنوں میں منقسم تھی۔ ایک ڈویژن پہاڑی توپخانہ کا ایک پلٹن ہاوٹزروں کی۔ ایک پلٹن قلعہ بار بردار کی اور ایک ٹیلیگرافی کمپنی۔ تیسری آرمی کور کی اس سپاہ کی فراہمی و اجتماع کے ساتھ ہی یورپین علاقہ کے مشرقی اضلاع اور ایشیا کوچک سے نظام فوج اور ردیف سپاہ کو بھیجے جانے کا حکم صادر کیا گیا تاکہ یونان کے خلاف میدان جنگ میں لانے کے لیئے اسی ہزار فوج جمع ہو جائے۔

ترکی سپاہ کی فوجی تربیت یورپین معیار کے مطابق بلحاظ حیثیت المجموع اور کم من حیث الانفراد بیشک ناقص اور ناکمل ہے۔ مگر اس سے محاربہ کے کار زار کے لیئے ترکی فوج کی تیاری اور قابلیت کے متعلق غیر مفید نتیجہ نکالنا کبھی درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسے [illegible] بچپن سے ہی [illegible] اور اونکے استعمال کے عادی ہوتے ہیں بعض قبیلوں کے آدمی تو گویا پیدائشی سپاہی ہوتے ہیں جنہیں [illegible] ہمسایوں کے ساتھ ہمیشہ مصروف پیکار رہتے [illegible] بلکہ گاہ گاہ حکام سے بھی بھڑ [illegible] اور عنقراتی کی [illegible] بالعموم صاف طور پر وقت [illegible] رہتے ہیں۔ بقاعدہ معرکہ آرائی تو ان لوگوں بیکار کر دیں۔ اور [illegible] دو گونہ سے ہی سیکھ لیتے ہیں۔

[illegible] جو [illegible] ہو سکتی۔ اگر انکو موجودہ فوجی تربیت کے [illegible] بھی ویسے ہی کارآمد ہو سکتے ہیں۔ [illegible] بقاعدہ رجمنٹوں میں۔ ٹرکی میں توپخانہ کی سالم [illegible] انفنٹری کے سالم رسالہ پلٹنوں سے جو [illegible] قواعد کرائی جاتی ہے وہ بچاؤ کے پہلو پر زور کر زیادہ جمعیت کثیر التعداد کو نوشت اہلحی ہو سکے [illegible] دو بصورتوں کو باہم آمیزش کے لیئے مشکل کار آمد ہو سکتی ہے۔ فوج کیولری کی تربیت میدان جنگ [illegible] کیلیئے [illegible] اغراض کیلیے موجودہ زمانہ کے جدال کی ضرورتوں کے حسب حال ہے۔ برعکس ازیں یومیہ حولی [illegible] نہایت عمدگی اور کفایت کے ساتھ سرانجام کیا جاتا ہے جتنے کہ چھوٹے چھوٹے غیر اہم کاموں کی تعمیل کی نگرانی بھی نہایت [illegible] کسی [illegible] کر دیجاتی ہے۔ بوسیدہ فرضیں میں اردلیانہ سترپانہ اور بعید سے جنگی کی خدمت بہت اہم ہے

جاتی ہی۔ اور بہت سا وقت آدمیوں کو ان خدمات پر لگانے پر صرف ہوتا ہے۔ باقیماندہ وقت رشیوں کی تقسیم۔ پانی کی لانی اور بچھونا بچھانے اور اسی قسم دیگر متفرق کاموں پر خرچ ہوتا ہے۔ ترکی سپاہ عموماً دن میں دو دفعہ صبح و شام قواعد کرتی ہی جسمیں وقت مقررہ اور نقشہ مجوزہ سے ایک قدم تجاوز نہیں کیا جاتا۔ وقت کی ٹھیک پابندی کا جسکے ہم یورپین لوگ عام معتاد ہو رہے ہیں اور نیز ہم لوگوں کی طرح اپنی کام کو مسلسل توجہ سے کرنے کا بالکل نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ لیکن صفت فرمانبرداری اور یکدلی کی کوئی کمی نہیں۔ اور کسی طرح کی بد عنوانی یا زیادتی بالکل ہی شاذ و نادر دیکھنے میں آتی ہی۔ مگر ساتھ ہی یہہ یقینی امر ہے کہ تابعداری میں پرجوشی اور شوق یا امنگ جیسی کہ چاہئے۔ نہیں ہوتی۔

ترکی سپاہیوں کی فوجی تربیت ابھی اس حد تک نہیں پہونچی کہ صادر شدہ حکم کی تعمیل میں سخت سے سخت اور عظیم ترین مشکلات کے حائل ہونے کی بھی پروا نکر کے اپنی طرف سے ہر ایک طرح کی جان توڑ کوشش کریں ترکی سپاہی غیر متر قبہ اور مزاحمت کنندہ رکاوٹ کو بلا تکلف خدا کی مرضی پر مبذول کر کے اوسپر غالب آنیکی کوشش کرنے سے کچھ جھجک سا جاتا ہے ایسی صورت میں اوسپر لاپرواہی جو شتر قبول کا خاصہ ہی مستولی ہو جاتی ہے۔ ناکامی کا رنج اوسے زیادہ دیر تک نہیں ستاتا۔ بلکہ جلد تسکین ہو جاتی ہے۔ مگر بایں ہمہ اگر افسر قابل اور لایق ہو۔ تو وہ فی الفور اپنی سپاہ میں انتھک پر شوق اور بے نظیر جانبازی کی روح پھونک سکتا ہے۔ ترکوں میں جیسا کہ ان اقوام کا جو تہذیب کے کمتر درجہ پر ہوں خاصہ ہی شجاعت اور موت سے بیباکی ان دونوں اوصاف کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہی گو بظاہر انکا چنداں بانی تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ ہر ایک فرد کی نسبت یہہ فرض کر لیا گیا ہوا ہوتا ہی کہ اوسمیں یہہ خوبیاں موجود ہیں جنکے نشو و نما میں مذہب سے بہت مدد ملتی ہی۔ مسلمان موت پر تاسف تو کرتا ہی مگر اسکا کوئی بیہودہ اظہار نہیں کیا جاتا۔ نہ لنبا چوڑا ماتم منایا جاتا ہے۔ کیونکہ موت سے اوسکو کوئی خوف نہیں ہوتا مسلمان کو ہر وقت یہہ امر مد نظر رہتا ہے کہ موت ایک طبعی اور اٹل امر ہی مصیبت کے نزول پر اسکے حوصلہ اور وجاہت و وقار میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور اوسکا دل ایسا مضبوط رہتا ہی کہ باقی اقوام کو بھی اس خوبی کی تقلید زیبا و واجب ہی۔ اگر اوسکے کسی دوست پر کوئی مصیبت وارد ہو تو مسلمان اوسے ان الفاظ سے تسلی دلاتا ہے۔ "خدا تجھے اس سے بدتر بلا سے محفوظ رکھے"۔ جو سپاہی لڑائی میں دشمن کا مقابلہ کرتا ہوا فوت ہوا اوسے کل قوم مبارک شہید گنتی ہے۔ کیونکہ ایسا شخص انکے اعتقاد میں فی الفور بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہی کہ ترکی سپاہی خواہ سخت خطرہ میں مبتلا ہو جائیں یا کثیر التعداد دشمنوں میں گھر جائیں نہیں بلکہ یقینی تباہی اور ہلاکت کی موجودگی میں بھی کبھی اوسان نہیں ہارتا۔ اوسکا یہہ وصف معتبر شہادتوں سے پایہ ثبوت کو پہونچ چکا ہے۔ یہہ وصف جبکہ وہ بچاؤ کے پہلو پر لڑ رہا ہو حیرت انگیز اور تحیر افزا کارنامے دکھانے کی قابلیت پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ بچاؤ کے پہلو پر ہونیکی صورت میں پر جوش مستعدی کی نسبت تحمل اور ثبات کی زیادہ ضرورت ہوتی ہی۔ لیکن اس سے یہہ نتیجہ نکالنا ترکی سپاہی کے حق میں صریح ناانصافی ہوگا کہ وہ حملہ ابتدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور صرف بچاؤ کے پہلو پر کارآمد ہو سکتا ہے۔ جس شخص نے پلیونا کی محاربات[1] کے تفصیلی حالات پر غور کیا ہوگا وہ کبھی ایسی غلط فہمی میں نہیں پڑیگا۔ اور بآسانی اسکی تردید کر سکیگا۔ ۱۱ ستمبر سنہ ۷۷ء کو ترکوں نے جس جانبازی و شجاعت سے مقام مذکور کی جنوب مغربی

[1] یہہ تفصیلی حالات کتاب محاربات پلیونا میں جو دفتر وکیل سے ملسکتی ہی مندرج ہیں۔ ترکوں کی جانبازانہ قابلیت بہ تائید انکے حملہ سنہ بعد میں عمل میں آ کر ... مترجم

مورچوں کو رومیوں سے پھر فتح کر لیا تھا۔ اوس سے اس غلط خیال کی پوری پوری تردید و تکذیب ہو رہی ہے

نوشتہ تقدیر یا منشاء الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور راضی برضا رہنے کا اسلامی وصف تاریک اور روشن دو نوع رکھتا ہے۔ ایکطرف یہ صفت اونمیں اعلیٰ ترین فوجی خوبیاں صبر و تحمل۔ عزم بالجزم جنگی پر جوشی اور موت کی بیباکی پیدا کرتا ہے اور بڑھاتا ہے۔ اور دوسریطرف کاہلی اور لاپروائی اور لاابالی ہونیکی عادات بدبھی جو ترقی کی جانی دشمن ہیں پیدا کر سکتا ہے۔ ایک اور خرابی بھی اسی قسم کی ہے جو ایک حکم الٰہی پر نامناسب و بیجا تک عمل کرنے سے پیدا ہو رہی ہے قرآن شریف میں ایک جگہہ آیا ہے کہ "بہتوں کی رائے میں ایک کی رائے سے زیادہ عقلمندی ہوتی ہے" بھر کیا تھا۔ ادنے سے ادنے معاملہ میں بھی کمیشن و مجلس مشاورت کا ہونا لازمی بنا دیا گیا ہے۔ اور خفیف سے خفیف معاملہ کا بھی کونسل مجیدیہ کمیشنوں کمیٹیوں معاین مجلسوں العرض ہمہ اقسام مخازن عقلمندی و دانائی کی طومار در طومار میں جنکو خدا معلوم کیا کیا نام وضع کر رکھے ہیں پیش ہونا لابدی ہے۔ اور اس طریق سے انصرام مہام سلطنت میں جسقدر توقف حادث ہوتا ہوگا۔ وہ صاف ظاہر ہے۔

ترکی فوج کے متعلق ایک اور عجیب امر یہ ہے کہ اوسکی طاقت کی حقیقی بنیاد اور اصلی مغز فوج لینڈ و سر (ردیف) ہے۔ جنرل وان گولٹز پاشا اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے کہ وہ تمام جنرل جو پچھلے محاربے میں شریک ہوئے صاف یا کان سپاہ پر ردیف فوج کو ترجیح دینے میں متفق الرائے ہیں۔ اس فوج کے سپاہیوں کی عمر بالعموم ۲۶ و ۳۴ کے درمیان ہوتی ہے۔ جس عمر میں ہی جا کر اونکی نہایت ہی سادہ اور صحت بخش طرز زندگی اور طریق بسر اوقات کی وجہہ سے ترکی دہقان کی طاقت پوری شباب کو پہونچتی ہے۔ چنانچہ ردیف کے سپاہی عموماً قد آور جسیم و مضبوط ہوتے ہیں اور بےنظیر ذاتی شجاعت اور حیرت انگیز طاقت تحمل و برداشت رکھتے ہیں۔ کارکن فوج کیطرح وہ بھی ناکافی قواعد و مشق کرائے جانے کی وجہہ سے البتہ طور پر میدان جنگ میں کسیقدر خسارہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن یہ معلوم رہے کہ مغربی و مشرقی لوگوں کی حالت داسرالف تحاکیونجہ سے مشق و قواعد اونکے لیئے ایسی لازمی نہیں جیسی کہ ہم اہالی یورپ کے لیئے۔

چونکہ اس کام کے لیئے مکمل اسٹاف موجود ہے۔ ردیف پلٹنوں کے جمع کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ سلطنت کو فوجی اضلاع میں تقسیم کرنے کے جدید انتظام کی بدولت جسپر چند گذشتہ برسوں سے عملدرآمد ہو رہا ہے۔ حکم طلبی کے ساتویں دن ردیف کے سپاہی کوچ کے لیئے بہتر تیار اپنے اپنے ہیڈکوارٹرمیں جمع ہو سکتے ہیں۔ اکثر اضلاع اب دار الخلافہ سے تار برقی سلسلہ سے منسلک ہیں۔ اور تار برقی لائنوں کی تکمیل کا کام ہر طرف بسرعت جاری ہے۔

سلہ غالباً [illegible] کی طرف اشارہ ہے۔ سلہ اس محاربہ میں ترکی لڑائی بری و بحری افواج کو جس صفائی و سرعت اور باقاعدگی سے جمع و فراہم کیا۔ اوسکی کچھ حقیقت ناظرین کو مارچ ۱۸۹۷ء کے اخیری ہفتہ کی اجتماعی کارروائی سے معلوم ہو جائیگی جسے لیوانٹ ہیرلڈ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۸۹۷ء نے ذیل کے الفاظ میں تحریر کیا۔

منگل (۲۳ مارچ) سرحد یونان پر سلطنت عثمانیہ کے تمام حصوں سے متواتر فوجیں چلی جا رہی ہیں۔ الاسونا کی باتریاں ہر روز توپ چلانیکی مشق کر رہی ہیں۔ جنرل حمدی پاشا تیسری ڈویژن لیکر ایلیونا بہ ہیڈکوارٹر ڈویژن کو روانہ ہو گئی۔ جہاں حفظ الصحت کی مرمت شروع ہو گئی ہے

فوج میں اعلے افسروں کی تقرری کا قاعدہ سلطان عبد المجید کیوقت سے جنہیں فی الواقع جوانمرد اور مستعد باپ محمود کی اصلاحی کام کا سلسلہ برابر جاری رکھا تھا۔ رائج ہے۔ یہہ اعلے افسر تعداد میں تھوڑے ہیں۔ مگر اونکی ناموری بڑی ہے۔ اونکی فہرست میں عثمان پاشا

بقیہ صفحہ سابقہ (جو ۲ مارچ کو مکمل ہوگئی ہے) آہن پوش جلالیہ پر انجنوں کو پرانی بائیلر تبدیل کرکے نئے چڑہائی جارہی ہیں۔ اعلا لیقبال تقریبا ہر ایک امر میں حفظ رحمن کے مشابہ ہے۔ صرف یہہ فرق ہے کہ اسکی آہنی چادر سات انچ موٹی ہے۔ آندہی کی وجہ سے اتوار کے دن کوئی جہاز رسد سے فوج لیکر روانہ نہو سکا۔

بدھ (۲۴ مارچ) سٹیشن مرادلی میں فوج کے لیے چار بارکیں نئی تعمیر کیگئی ہیں۔ امپیریل سلحہ خانہ بحری میں چند تارپیڈو کشتیاں دوسرے درجہ کی سمندر جانے کے لیے تیار کیجارہی ہیں۔ دوسو سالم گھوڑے عنقریب یلیمیہ (واقع قسطنطنیہ) بارکوں سے تیسرے اردو کے لیے روانہ کیے جاوینگے مقام قسطمونی (واقع اناطولیا) کو ۵۵۷ ریزرو سپاہیوں کی پلٹنیں لیکر ایک ٹرین مرادلی سے سالونیکا کو روانہ ہوئی۔ ضلع روڈستو کے ریزرو سپاہی جنکی تعداد بارہ پلٹن ہے اور دوسری آرمی کو سے متعلق ہیں مشین گن رائفل کا استعمال سیکھنے کے لیے گھروں سے طلب کیے گئے ہیں۔ صوبہ البانیا کے شمالی سرحدی مقام سقوطری کی مستقل آٹھ پلٹنوں پر بہت الکثر فوج کا اضافہ کیا جائیگا (یہ مقام سرحد مانٹی نیگرو کے قریب ہے)

فرمان شاہی صادر ہوا ہے کہ اس سال کے رنگروٹ بلا کسی توقف کے ٹھیک تاریخ معینہ پر بھرتی کیے جاویں۔ اور اس کے بعد فوراً اپنے اپنے اردو کو روانہ کردیے جائیں۔

میجر ابراہیم بوری آفندی دوسری آرمی کور کے کمانڈر کے اڈیکانگ یانیا کے لیے دس ہزار مارٹینی ہنری رائفلیں اور تیس لاکھ کارتوس لیکر کل شام ایڈریانوپل سے بذریعہ ٹرین سالونیکا کو روانہ ہوئے۔ رڈوسٹو کے بندر میں کل بارکش مویشی کی تعداد عظیم جو بندر عینی بولی (بحیرہ اسود کے جنوبی ساحل پر واقع ہے) لائے گئے تھے اتاری گئی۔ بعض مویشی بحری سفر کی وجہ سے شکستہ حال تھے۔ جو جہاز فوج لیکر روڈوسٹو پہونچے ہیں۔ اونکو بندرگاہ تک داخل کرنے کے لیے دو دخانی کشتیاں مامور ہیں شروع ہفتہ سے ۲۱ مارچ تک اس بندرگاہ میں ۷۰، ۱۵ سپاہی یعنی ۲۸ پلٹنیں جہازوں سے اتاری گئیں۔ یہاں ہر ایک سپاہی کو چار دن کا راشن ملتا ہے۔ بروسا اور سلطانی اناطولیہ کے ریڈیف سپاہیوں کی بھی ۴۴ پلٹنیں مشین گن رائفلوں کا استعمال سیکھنے کے لیے طلب کی گئی ہیں۔ سب سے اول ڈارڈنیلز کی رجمٹ قونیہ کا بریگیڈ اور بالوق اثر و قرا حصار کی پلٹنیں بلائی جائینگی۔ ترکی اخبار اقدام لکھتا ہے کہ جہاز حمیدیہ کے کپتان نے جو ترکی سلحہ خانہ میں تیار رہا تھا تار دیا ہے کہ میرے آہن پوش نے فی میل ۱/۲ ۱۴ میل سفر طے کیا۔ یہہ رفتار جنگی جہازوں کی اوسط رفتار سے نصف میل زیادہ ہے

جمعرات (۲۵ مارچ) دخانی جہاز قبالی ایکہزار ردیف چالیس بحری سپاہی سامان جنگ کے کئی صندوق اور بارکش مویشی کی مقدار عظیم لیکر بندرگاہ قراق پر پہونچا۔ جہاز بحری سپاہیوں کو اتار کر فوج کو اتارنے کے لیے روڈوسٹو کو روانہ ہوگیا منگل کو طرابزون توزحصار اور عونیہ (واقع ایشیائے کوچک) کے ردیف تعدادی ۲۹۵۰ بذریعہ ریل مرادلی سے سالونیکا کو روانہ کیے گئے سالونیکا کے ردیف سپاہی جو دوسری آرمی کور سے متعلق ہیں سب کے سب سالونیکا پہونچ چکے ہیں اور باقی اضلاع کی ردیف پلٹنوں میں سے ساٹھ وہاں پہونچ چکی ہیں باقی جارہی ہیں۔ انکے پہونچنے پر لڑائی کی جنگی تیاریاں مکمل ہو جائینگی۔

محمود حمدی پاشا مدحت و رضا پاشا ایسے جوانمردوں کے نام شامل ہیں جنکی ہمت و کوشش اور قابلیت و لیاقت سے عثمانیوں میں ترقی کا جدید دور شروع ہوا۔ کل سلاطین کی نسبت سلطان عبد العزیز کا عہد واقعی بڑے اور قابل آدمی پیدا کرنے میں خاص

جمعہ (۲۶ مارچ ۱۸۹۷ء) سرحد پر فوج سواران کی سات رجمنٹیں جمع ہیں۔ ماسر رائفلوں کے آٹھ صندوق اور ۶۱۴ صندوق کارتوسوں کے ڈارڈنیلز کو روانہ کیے گئے ہیں۔

امیر المومنین نے تمام ردیف سپاہیوں کو جو طلب کیے گئے ہیں الکم ٹیکس سے بری کر دیا ہے۔ توپخانہ کی نو باتریاں ایک لحظہ کی اطلاع پر مرتجی سے سرحد جانے کو تیار ہیں۔ دوسرے آرمی کور (ایڈریانوپل) کی افواج میں اب تک ۷۰ ہزار ماسر رائفلیں تقسیم ہو چکی ہیں۔

سرحد پر جمع شدہ فوج کے ڈویژنوں کے ہیڈ کوارٹروں کے درمیان سلسلہ تار برقی قایم کر دیا گیا ہے۔ دخانی جہاز قاسم پاشا کو جو ڈارڈنیلز میں مقیم ہے فی الفور جنگی بیڑہ جہازات کو جا ملنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بیڑہ ابھی تک لمپساکوس میں لنگر زن ہے۔ کل جمعرات کو ۳۶۲۸ سپاہی اور کئی صندوق سامان جنگ کے سپیشل ٹرینوں پر مرادلی سے سالونیکا کو روانہ کیے گئے۔

مسلح جہاز سٹانکو نی کو جو جزیرہ لمنوس کی حفاظت پر مامور ہے۔ سالونیکا کے ساحل پر گشت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سقوطری واقع البانیا کی پلٹنوں کو جنگی جمعیت میں کر دیے جانے کا حکم ہوا ہے۔ مطلوبہ آدمی اس سال کے رنگروٹوں سے لیے جائینگے۔ الاسونا اور یونانی پل وسڑک بنانیکی فوجی کمپنیاں اس طرح کی تمام فوجی سڑکوں اور ضروری پلوں کی مرمت کر رہی ہیں۔ حکام الاسونا کے قریب فوجکو نوشیدنی پانی کے لیے کئی مصنوعی چاہات کل کے ذریعہ تیار کرنیوالے ہیں۔ الاسونا میں اسوقت سات لفٹنٹ جنرل اور چار بریگیڈ جنرل موجود ہیں۔ یہاں نان پزوں کی تعداد کافی نہ ہونے کی وجہ سے فوجی حکام نے ہر ایک پلٹن کیلیے علیحدہ علیحدہ تنور خانہ بنائے جانے کا حکم دیا ہے اور اس کام کا ٹھیکہ قصبہ ویریا کے سوداگر ابراہیم آفندی کو دیا گیا ہے۔ بقول اقدام اب جنگی تیاری مکمل ہو گئی ہے اور افواج قاہرہ اسلام و خلافت کی خدمت میں اپنی جانیں نثار کرنے کو لیے اب صرف حکم سلطانی کے منتظر ہیں۔ محکمہ توپخانہ عامرہ کے دو افسر ۲۵ مارچ کو سامان جنگ و اسلحہ خریدنے کے لیے جرمنی کو روانہ ہوئے۔ پچھلے دنوں ترکی سلحہ خانہ میں ۲۶ توپیں تیار ہوئی ہیں۔ اخیر مارچ کو اونکی آزمایش کیگئی جسمیں وہ ہر طرح سے مکمل پائی گئیں۔

جرنیل وان ڈر گلز مشیر فوجی سلطنت علیہ عثمانیہ نے فوج کے اجتماع میں کار نمایاں کیا ہے۔ اعلیحضرت امیر المومنین نے جنگ روس و روم ۱۸۷۸ء کے بعد قیصر ولیم اول شہنشاہ جرمنی (قیصر حال کے دادا) کو عثمانیہ فوج کی ترتیب و درستی کے لیے ایک لایق افسر کی خدمات مستعار دینے کے لیے لکھا۔ قیصر موصوف نے جرنیل صاحب کو منتخب کر کے ارسال کیا۔ یہ جرنیل وان مولکی (نامور جرمن سپہ سالار فاتح فرانس بہ جنگ ۱۸۷۰ء) کے لایق ترین شاگرد ہیں وہ اپنے ساتھ اور بھی چند جرمنی افسر لیتے آئے۔ صاحب موصوف کی ترکی سپاہیوں کی جبلی شجاعت اور جنگی اوصاف اور سلطنت عثمانیہ کی فوجی استعداد کی نسبت جو رائے ہے وہ بست سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید میں درج ہے۔ فوجی اجتماع کے شروع ہوتے ہی جرنیل موصوف مع بیس دیگر جرمن افسران کے سرحد یونان کو روانہ ہو گئے ۲۵ نئے جرمن افسر حال میں جرمنی سے آکر ترکی فوج میں شامل ہوئے ہیں جنکے ورود کی خبر اوپر درج کیگئی ہے۔

فوقیت رکھتا ہے۔ حال کی محاربہ کی تقریباً تمام کمانڈروں۔ ادہم سپہ سالار۔ عمر نشاط۔ حمدی۔ حاجی خیری۔ حقی۔ اور حفظی پاشا نے پہلی پہل اسی عہد میں امتیاز و ناموری حاصل کی تھی۔ ترکی افسروں کو نہایت معقول اور عمدہ تعلیم ملتی ہے۔ اور اپنے پیشہ کے متعلق بالخصوص بہت عمدہ تربیت پائی ہوئی ہوتی ہیں۔ قسطنطنیہ کی حربی سکول کے طلبا کو جرمنی اور روسی اور فرانسیسی اور بحری کالج کے طلبا کو انگریزی لازمی طور پر سیکھنی پڑتی ہے۔ ان طلباء کو تین دوروں یا مدارس[1] میں جو ۱۴ جماعتوں میں منقسم ہیں تعلیم پانی پڑتی ہے۔ ۶ جماعتیں رشدیہ ۲ اعدادیہ اور ۶ حربیہ میں جنمیں سے آخری چھ فوجی کالج میں ہیں۔ اس سے افسروں کی تعلیم و تربیت کی عمدگی اور برجستگی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ عام سپاہی یا ادنیٰ افسر بھی بالکل ہی ناتعلیم یافتہ نہیں ہوتے۔ قیام مدارس کا سسٹم گو جدید ترین یورپین نظام مدارس کے ساتھ بخوبی لگا نہیں کھاتا مگر پھر بھی بہت معقول کام دیتا ہے۔ اگر ترکی سپاہیوں کو ایکطرف مدارس میں ایسی اچھی تعلیم و تربیت نہ ملی ہوا اور دوسری طرف قواعد و مشق انکو خاصہ تیار نہ کر دیا ہو تو وہ نہایت احتیاط اور غور و فکر سے تیار کی گئی ہدایات کی بھی تعمیل نہ کر سکیں۔ ترکی فوجی تعلیم نے جو ترقی کی ہے اسکا درست اندازہ معلوم کرسکنے کیلیے کرنیل سیف اللہ بک بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسکی نسبت وان ڈر گولز پاشا نے یہ ظاہر کی تھی کہ اگر یونان کے ساتھ جنگ وجدال کی نوبت پہنچیگی تو ادہم سپہ سالار ہونگا اور سیف اللہ میرا نائب۔ یا سیف اللہ سپہ سالار ہونگا اور میں اسکا نائب۔ سیف اللہ پاشا ٹرکی کی جدید ترین فوجی تعلیم کا تربیت یافتہ نونہال ہے۔ اور یہ عام مسئلہ ہے کہ ...

[illegible] وزارت بحریہ عثمانیہ نے درہ دانیال اور باسفورس کے قلعوں کے درمیان پانی کے نیچے تارپیڈو بچھا دئے ہیں اور دشمن کے جہازوں کی آمد و رفت کو روکنے کیلیے تارپیڈو کشتیاں اور جہاز مناسب موقعوں پر مامور کر دئے گئے ہیں۔

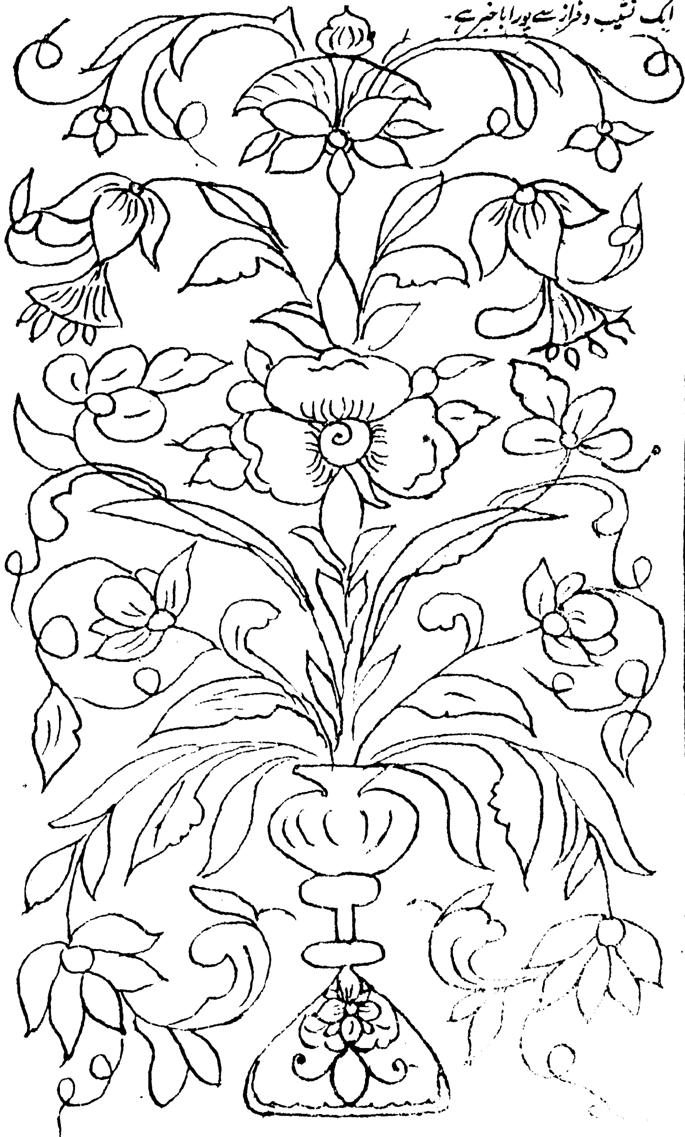
[1] فوجی مدارس کی تین اقسام ہیں۔ رشدیہ اعدادیہ اور حربیہ زیادہ تفصیل کیلیے دیکھو وقعات رزم [2] اسموقعہ پر پاشائے موصوف کی [illegible] کا اقتباس درج کر دینا بیجا نہ ہوگا۔ جو کرنل سورنی ۵ جولائی ۱۸۹۷ء کے ایک نیو یورپین و ترکی اخبارات کی معتبر سند پر اسطرح تحریر کی ہے

جنگ روم و یونان

میں ادہم پاشا کے بعد سب سے زیادہ ناموری نوجوان سیف اللہ بے کو نصیب ہوئی ہے جو جنگی [illegible] کا جنرل وان مولکی پکارا جاتا ہے۔ جنرل وان مولکی پروشیا کا وہ مدبر سپہ سالار تھا جسنے ۱۸۷۰ء کی لڑائی میں فرانس کی عظیم الشان فوج کے پرخچے اڑا دئیے تھے۔ جسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ جنگ شروع ہونے سے بہت عرصہ پہلے ہی اسنے دشمن کے ملک کا چپہ چپہ اور اسکے تمام مورچے اور قلعہ بندیاں اچھیطرح سے دیکھ لی تھیں۔ یہی کام اس لڑائی میں سیف اللہ بے نے کیا ہے جب وہ ترکی سفیر متعینہ ایتھنز کے جنگی اتاچی تھے۔ مگر انہوں نے اپنا وقت سفارت خانہ میں بیکار بیٹھکر ضایع کرنے کی بجائے یونانی سرحد کا ایک ایک مقام تمام ناکے اور درے اور کل کارآمد مقامات کو مہینوں دورہ کر کے اچھیطرح سے دیکھ بھال لیا۔ اور ان کی عکسی تصویریں اتار لیں۔ سیف اللہ بے کی اسی واقفیت تامہ کی طفیل تھا کہ ترکی فوج ناقابل گذر دروں اور وادیوں میں سے آسانی گذر گئی۔ سلطنت عظمےٰ عثمانیہ کا ہی ایک افسر ایسا نہیں جس نے اپنے وقت کو ایسے مفید کام پر صرف کیا ہے۔ بلکہ اگر سلطنت علیہ کو کسی اور ہمسایہ یا بعید سلطنت سے جنگ کرنیکی ضرورت پڑ گئی تو اسوقت کئی ...

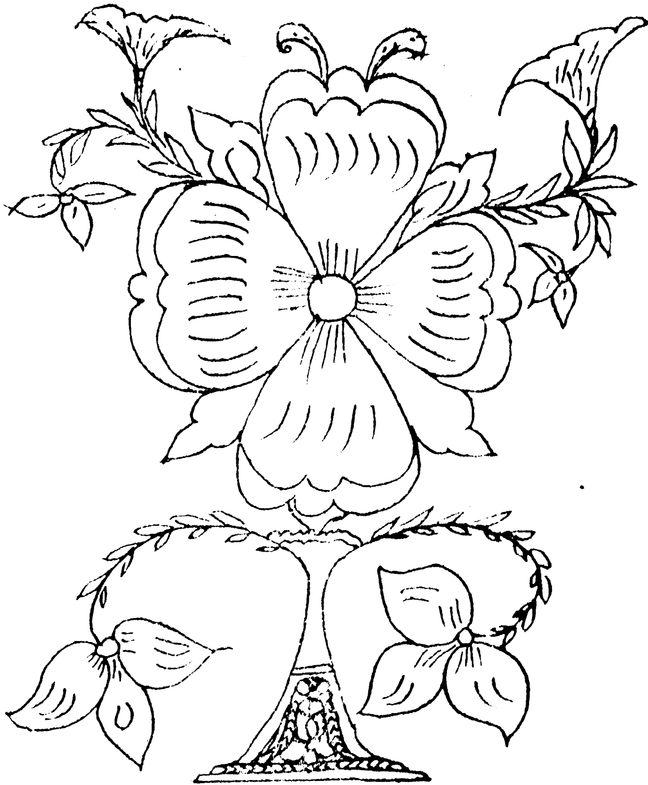
کے پاس سیف اللہ نہوتا تو وہ تھسلی کے سنگلاخی اضلاع میں بمشکل ایسی حیرت افزا کامیابی حاصل کر سکتے۔ اگر ادہم پاشا کی کامیابیوں کی نظر غور پرتال کیجائے تو ثابت ہو جائیگا کہ جبل استاد کی طفیل وہ حاصل ہوئی ہیں۔ وہ سلطنت ٹرکی سے باہر کا ہے۔ یہ ریمارک جو ابتداءً جرمنی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کو واضح ہو جائیگا کہ ٹرکی کا صیغہ جنگ اُس غنیم کے ملک کی بھی ہر ایک نشیب و فراز سے پورا باخبر ہے۔



پر حاوی ہوتاہے۔ بالکل واجب طور سے ٹرکی پر بھی صادق آسکتا ہے۔ کیونکہ یہ بخوبی مسلّم و مانا ہوا امر ہے کہ ترکی فتوحات ہر جگہ اور ہر محل پر جرمن فوجی اتالیقی کا ہی جو سلطنت عثمانیہ میں کی گئی شاندار نو کام ہیں۔ اور ہر موقع پر اسی اتالیقی کا بانشان پرتو جلوہ فگن تھا

محاربہ یونان میں جو ممتاز جرنیل شامل ہوئے انمیں سے ایک جرنیل جو اس محاربہ میں عملی طور پر کمانڈر نہیں بنا تھا۔ بلا ریب مشہور آفاق اور عالمگیر شہرت و نیکنامی کا مالک و قابض **غازی عثمان پاشا شیر پلیونا** ہے۔ ساٹھ برس ہوئے وہ بمقام اماسیہ پیدا ہوئے تھے۔ اور انکی نسبت یہ کہنا فی الحقیقت غلط نہیں ہوگا۔ کہ انہوں نے اپنے ملک سے کبھی باہر قدم نہیں رکھا وہ صرف دو دفعہ روس کی قلمرو میں داخل ہوئے ہیں۔ پہلی مرتبہ اوسوقت جبکہ سب لفٹنٹ کی حیثیت سے وہ عمر پاشا کے زیر کمان سنہ ۱۸۵۵ء میں جزیرہ نما کریمیا کے مقام یوپاٹوریا کی لڑائی میں شریک ہوئے اور پھر اس لڑائی کے بعد انا طوریہ سالار کے ساتھ صوبہ ابہاسیا[۵] کے سواحل



[۵] یہ صوبہ بحیرہ اسود کے شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ اور کریمیا کی طرح گذشتہ صدی میں ترکوں کو ماتحت تھا۔

گوگئی اور دوسری مرتبہ اوسوقت جبکہ پلیونا کی فتح ہوجانے پر اسیر جنگی کی حیثیت میں گئے تھے سنہ ۱۸۶۱ کی بغاوت دروسان کی انطفا کے
بعد عثمان پاشا کپتانی کے درجہ پر فایز ہوئے سنہ ۱۸۶۶ء میں کریٹ کی بغاوت فروکرنے والی فوج میں شامل رہے۔ اور لفٹنٹ کرنیل کے عہدہ
پر ترقی پاکر سٹاف میں داخل کیے گئے۔ بحیثیت کرنیل ردیف پاشا کے زیرکمان سنہ ۱۸۶۷ میں یمن میں معرکہ آرا رہے سنہ ۱۸۷۵ء کے موسم
خزاں میں جرنیل ڈویزن اور پاشا بنائے گئے سنہ ۱۸۷۶ء کی محاربہ روم وسرویا میں اونکے زیرکمان فوج جو ویدن میں مقیم تھی۔ ترکی پیا
کی فوج ہراول تھی۔ اس محاربہ میں بمقام ولیکی اگور اور سیت شار موصوف نے قابلیت اور فنون سپاہ گری کے ایسے جوہر دکھائے
کہ سن مذکور کے نومبر میں سلطان المعظم نے اونہیں مارشل (مشیر) کا رتبہ عطا فرمادیا سنہ ۱۸۷۷ء کے موسم بہار میں جب روس و روم میں لڑائی شروع
ہوئی تو وہ اوسوقت ۳۵ ہزار فوج سمیت ویڈن میں مامور تھے۔ اس مقام سے اونہوں نے روسی فوج حملہ آور کے پہلو سے جا دبوچنے کیلیے
رومانیا پر حملہ کرنے کی تجویز کی۔ مگر اعلے حکام سے منظوری نہ ملنے کیوجہ سے اونہیں جارحانہ پہلو اختیار کرنے کے جوانمردانہ عزم سے مجبور ہوکر دست
بردار ہونا پڑا اگر جب روسی فوج حملہ آور کا قلب وادی انتر سے گذرتا ہوا ٹرنووا تک پہونچگیا۔ اور ۱۳ جولائی سنہ ۱۸۷۷ء کو درہ شپکا
کے رستہ کوہ بلقان کو بھی عبور کرگیا تو عثمان پاشا نے ناگہان بمقام پلیونا نمودار ہوکر روس کی فوج حملہ آور کے میمنہ اور عقب کی سلامتی کو
معرض خطر میں ڈالدیا۔ اور بتاریخ ۲۰ جولائی روسی جنرل شیلڈر شولڈنر کو اور بتاریخ ۳۰ و ۳۱ جولائی روسی جرنیلان کروڈنر اور
شاخسکوی کو شکست دی۔ اور گو بعد میں رومانوی فوج نے پاشا موصوف کے وہ مورچے جو گریونسا میں تھے چھین لیے۔ مگر خاص پلیونا
پر جیسے مورچوں کے سلسلہ در سلسلہ سے خوب مستحکم بنالیا گیا تھا۔ روسی اور رومانوی دونو فوجوں کے حملوں کی کچھہ پیش نہ جانے دی۔

جولائی کی جان گداز لڑائیوں میں فتحیاب رہنے کے صلہ میں پادشاہ نے اونہیں غازی کا جلیل القدر خطاب عطا فرمادیا۔

مارچ سنہ ۱۸۷۸ء میں روسی نظربندی سے رہائی ملنے پر اپنے ملک میں واپس آتے ہی غازی موصوف نے عثمانیہ فوج کی اصلاح و ترتیب جدید کا
کام شروع کیدیا۔ اور سنہ ۱۸۸۰ء سے سنہ ۱۸۸۵ء تک وزارت حرب کے عہدہ پر مامور رہے سنہ ۱۸۸۵ء و سنہ ۱۸۸۶ء کے بلغاری ہنگاموں کے
دوران میں ۲۲ عساکر ڈویزن یعنی تین لاکھ فوج حیرت انگیز قلیل عرصہ میں جزیرہ نما بلقان میں جمع کردیگئی تھی۔ اگر مارشل موصوف
کی اعلے انتظامی قابلیت۔ فوجی مقدمی عداوا داستعداد تجربہ بنتی اور بینظیر جنگی مہارت جو جرمن اتالیقوں کی تجاویز کو نصف راہ پر
ہی استقبال کرکے جاملتی تھی مدد و معاون نہ ہوتی تو یہہ شاندار نتیجہ کبھی مرتب نہو سکتا۔

با دہم پاشا عساکر عثمانیہ مقیمہ تھسلی کا مسلمہ مظفر و منصور سپہ سالار عمر میں ۵۴ برس سے متجاوز نہیں۔ مارشل موصوف کی شکل
ہی سے ادنکی انتھک مستعدی اور بینظیر قوت برداشت و جفاکشی کا پتہ ملتا ہے۔ جسم دبلا پتلا اور چست و چالاک۔ قد درمیانہ سر
کسیقدر نکلتا ہوا۔ آنکھیں فولاد شگاف رفتار و حرکات سبک و لچکدار۔ اونکی نسبت ایک مبصر کا یہہ قول بالکل صداقت پر
مبنی ہے کہ "وہ ایسا آدمی ہے جو اپنی فتوحات پر شیخی بگھارنیکی بغیر اپنے کام میں مصروف ہوسکتا ہے" سنہ ۱۸۷۷ء میں محاربہ روم و روس

سلہ غازی عثمان کے فوجی کارناموں اور اونکے صبر و استقلال اور عزم مردانہ اور شجاعت و مبلالت شیرانہ کے کرشموں کے حالات بالتفصیل
معلوم کرنے کے لیے مطالعہ کرو کتب محاربات پلیونا و محاربات ویڈن۔

کو شروع ہوئی پر وہ کرنیلی کا عہدہ رکھتے تھے. بلیونا کی محاربات کی دوران میں وہ کچہہ عرصہ عثمان پاشا کی زیر کمان ایک بریگیڈ کی کمان افسر رہی تھی اور اس زمانہ میں بھی سلطان المعظم اور وزارت جنگ کو اونکی طرف خاص توجہہ ہوگئی تھی. (البانیا کی صوبہ) قوصوہ کا گورنر جنرل ہوئی. پیارشل ممدوح اپنے زیر حکومت صوبہ میں ویسا ہی عمدہ انتظام قایم کرنے میں ساعی ہے. جیسا کہ بوسینا میں آسٹر و ہنگری کی حکومت نے کیا ہوا تھا. مگر وہ اس عہدہ پر اتنا عرصہ نہ رہی کہ اونکی مساعی جمیلہ سی کوئی دیرپا نتیجہ مترتب ہو سکتا.[5]

مقدونیہ اور تھسلی کی سرحد پر جمع شدہ ترکی افواج کی کمان ملنے پر مشیر ممدوح یکم مارچ ۱۸۹۷ء کو قسطنطنیہ سی روانہ ہوئی اور دوسرے دن کی شام کو آلاسونیا میں اپنا ہیڈ کوارٹر قایم جا کیا. جنگ کا اعلان ہوتے ہی سپہ سالار موصوف نی تاریخ ۱۷ و ۱۸ اپریل ملونا کی مشہور درہ اور اوسکی قرب وجوار کی بلندیوں کو چوٹی کری تری کی گڑہی کو فتح کر کے ۱۹ اپریل کو اپنے کالم کا سر اول تھسلی کی ہموار میدان میں بڑہا دیا اور ۲۳ کو بمقام قرادہ توپخانہ کی باہمی مبارزت اور جنگ ماٹی کی بعد یونانی قلب کو درہم برہم کر دیا. ایکطرف یونانی فوج کو میمنہ کیطرف سی گھیر لینی کی خطرہ میں مبتلا کر کے دوسری طرف اس قابل فوجی شاطر نے بتاریخ ۲۴ اپریل ٹرناوہ میں اور ۲۵ اپریل کو لاریسا پر قبضہ کر لیا. اور ۲۷ کو وہاں اپنا ہیڈ کوارٹر منتقل کر دیا. ۵ مئی کی صعب معرکہ آرائی کی بعد ویلسٹینو فرسالوس کو محصور کر لیا جس سے یونانی فوج تقریباً کل تھسلی کو خالی کر گئی.

۷ مئی کو حقی پاشا کا زیر کمان ڈویزن ولسٹینو میں داخل ہوا. اور ۹ مئی کو ترک وولو پر قابض ہوگئے. ان متواتر کامیابیوں کی صلہ میں ادہم پاشا کل عثمانیہ افواج کی جو یونانیوں کی مقابلہ کیلئے جمع کیگئی تھی. کمانڈر انچیف (سردار اکرم) بنا دئے گئے.

ادہم پاشا کی اسٹاف کا اعلے افسر عمر رشدی پاشا تھا. یہ افسر دہیمی اور متفکر طبیعت کا آدمی ہے. پرانی ترکی اسٹاف افسروں کیطرح خود مستقلانہ سبقت کرنیکا شایق نہیں. اوسی سروقت یہہ فکر دامنگیر رہتا ہے کہ اوسکی معاملات اور کاروبار مفوضہ کی انصرام میں کسیطرح کی رکاوٹ یا بے ترتیبی پیدا نہ ہوسکے. عمر رشدی محاربہ کی انصرام میں اعتدال اور حزم واحتیاط کو مدنظر رکھنے کی تاکید کرتے رہنے والا عنصر تھا. وہ اس بات کا بڑا حامی تھا کہ جارحانہ پہلو پر خوب سوچ سمجھکر کارروائی کیجائے. مگر دلیرانہ عزایم اور بیباکانہ فوجی چالوں کا بہت مخالف تھا.

۱۸۷۷-۷۸ء کی محاربہ میں اوسنے مشرقی علاقہ ڈنیوب کی عثمانیہ فوج میں محمد علی کی زیر کمان نہایت مستعدی سی کام دیا تھا. اور اسٹاف کا افسر اعلے مقرر ہوگیا تھا. متحمل مزاج اور شریفانہ طبیعت اور مختلف الانواع وگوناگون قابلیت ولیاقت کی ساتھ واہب العطیات نے اونکو محنت ومشقت کا جوہر بھی عطا کر رکھا ہے. انہی خوبیوں کی بدولت سلطان المعظم اور عساکر عثمانیہ میں یکی بعد دیگری ممتاز عہدوں پر مامور رہتے رہی ہیں. صدی کی آٹھویں عشرہ میں وہ بحیثیت کرنیل رومیلیا کی قلعبندی وحفاظت کی کمیشن کا ممبر رہا اور اسٹاف کا اعلے افسر اور بعد ازاں پانچویں اردو (مقیمہ دمشق) کا کمانڈر ہوا. عمر نے اس محاربہ میں اپنی منصبی فرایض کو کمال عمدہ احتیاط اور عزم واستقلال سی سرانجام دیا اور اوسکا خاص کام اور فرض یہہ تھا کہ فوج کی عقب میں آمدورفت کی سلسلہ کو قایم رکھے اور کسیطرح کی رکاوٹ نہ پیدا ہونے دے. اوسکا سب سے بڑا مدد ومعاون سیف اللہ پاشا تھا. جو اکثر باتوں میں

---

[5] [illegible] کی مئی کی اعیان مقیم برستین کی سرکوبی کا کام بھی انہی کو سپرد کیا گیا تھا.

اپنے افسر اعلے (عمر رشدی) سے بالکل مستغنا اوصاف رکھتا ہے۔ اور بلا ریب ٹرکی کے نہایت قابل ماہر ترین اور از حد سرگرم اور مستعد سٹاف افسروں کے زمرہ میں داخل ہے۔ حیرت انگیز جنگی قابلیت کے ساتھ ہی اوسمیں خداداد ڈپلومیٹک (مدبرانہ و معاملہ فہمی کی) لیاقت بھی موجود ہے۔ اور مزید براں پکا دنیا دار ہے۔ اور جب مقتضائے وقت جس رنگ کی ضرورت ہو اوسے فی الفور بلا تکلف اختیار کر لیتا ہے بااغلب وجوہ یہ قابل نوجوان کسی عجب بنیلیر سفیر بنیگا۔ اور تدبر و سیاست کے میدان میں حیرت انگیز ترقی اور ناموری حاصل کریگا وہ فرانسیسی روسی یونانی۔ فارسی اور عربی زبانوں کا کامل اُستاد ہے۔ اور خاص مدبرانہ استعداد رکھتا ہے۔ گو اوسکی پرجوش اور زندہ دل طبیعت بعض اوقات اوسے اپنی آرا کی تائید میں کسیقدر افراط تک پہونچادیتی ہے۔ سیف اللہ نے روسی محاربہ میں بحیثیت کپتان ہیڈکوارٹری سٹاف میں کام دیا تھا محاربہ مذکور کے بعد وہ اوس مشترکہ کمیشن کا جو دول یورپ نے بلگیریا کی حدبندی کے لیے مقرر کی تھی ممبر رہا اور پھر عرصہ دراز تک ہیڈکوارٹر سٹاف میں مامور رہا کچھہ عرصہ پنکالڈی کی حربیہ کالج میں گولز پاشا کے ماتحت پروفیسری بھی کی۔ اور گیارہ برس سے زیادہ لنڈن کی عثمانیہ سفارت میں جنگی اٹاشی (نائب) رہا قدرت نے اوسے جفاکشی کی بے نظیر قوتیں عطا کر رکھی ہیں اور وہ غضب کا انتھک پیدل چلنے والا ہے جنگی اٹاشی ہونیکے زمانہ میں وہ تقریباً تمام یونان میں پیدل پھر نکلا۔ اور ملک اور باشندوں کے حالات سے ٹھیک ٹھیک اور کامل واقفیت حاصل کر لی۔ اس واقفیت نے اوسے پچھلے محاربہ میں بڑا کام دیا۔ اور اوسکی بدولت اوسکے اعلے افسر کو اوس سے نہایت بیش قیمت مدد ملی۔ لاریسا کے قبضہ کے بعد سلطان المعظم نے پاشا کا رتبہ عطا کرکے اوسے شہر مذکور کا گورنر بنادیا۔ محاربہ کے دوران میں اوسے ہیڈکوارٹر میں روزافزوں رسوخ و اقتدار اور ناموری حاصل ہوتی گئی۔ جسقدر اجنبی نامہ نگار اور افسر میدان جنگ میں موجود تھے وہ سب سیف اللہ پاشا کے نہایت ہی خوش اخلاق اور متواضع ہونیکا اعتراف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ جس کسی نے جب کبھی اوس سے کوئی امر دریافت کیا۔ یا کسی معاملہ میں اوس سے مشورہ لیا۔ اوسنے حتے الامکان دریغ نکیا۔ اور اپنے محاسن جمیلہ و اخلاق حمیدہ سے سب کو گرویدہ بنالیا۔ فوجی کارروائیوں کو سرانجام ہونیکا کام سیف اللہ پاشا اور انور پاشا دونوں کے سپرد تھا۔ انور پاشا بھی چیدہ اور قابلترین ترکی سٹاف افسروں میں سے ہے۔ اوسنے طرابلس میں نہایت دلیرانہ کارروائیوں سے خاص امتیاز حاصل کیا اور بلاشک اوسکے لیے بھی شاندار زمانہ استقبال موجود ہے۔ یہ نوجوان ہیڈکوارٹر کا لائق ترین منتظم ترین رکن تھا۔ وہ کئی برس حربیہ کالج میں کارآمد پروفیسر اور پھر تیسرے جیش (مقدونیہ مناسطر) کے جنرل سٹاف میں مامور رہا مگر سیاسی ذرائع سیکھنے میں مشغول رہنے کے باوجود برابر مستعد سپاہی رہا ہے۔ اس کئی برسوں کی عدم مشق نے اوسکی سپاہیانہ مہارت اور چستی میں کوئی فرق نہ پڑ سکا۔ اور بالخصوص محاربہ مذکورہ کے دوران میں اوسے اس معاملہ میں بڑی کامیابی ہوئی کہ اوسنے اپنی ایسی اُمنگ تمام افسروں میں بھی پیدا کردی اور تمام فوجی دستوں کے کمانڈر

سنہ ۱۸۹۸ء

(۱) یاد رہے کہ [illegible] کے محاربہ امریکہ و ہسپانیہ کی کارروائیوں کے مشاہدہ کے لیے سلطنت عثمانیہ نے اسی نوجوان کو امریکہ روانہ کیا تھا جہاں سے وہ ستمبر میں کئی ہفتوں تک قسطنطنیہ واپس آیا۔ اور مفصل رپورٹ دربار میں پیش کرکے دولت علیہ کو بحری طاقت کے ازدیاد پر خاص توجہ دلائی گذشتہ اکتوبر میں قیصر ولیم ثانی نے بھی سیاحت قسطنطنیہ کے دوران میں خلیفۃ المسلمین کو بری فوج کیطرح بحری طاقت کو بھی مضبوط و مستحکم کرنے کی دوستانہ تاکید اور سفارش کی جنگ یونان کے وقت سے ظل اللہ کو خود بھی اسطرف خیال ہو گیا تھا۔ ان دونوں سفارشوں نے مزید توجہ دلادی اور انہی دنوں کریٹ میں
[illegible] صفحہ ۱۳۱

میں اتحاد کی روح پھونکدی۔ جس سے وہ اپنے اعلا افسروں کی تجاویز کو قابلیت اور ذہانت کے ساتھ عمل میں لانے اور تجاویز مذکورہ کو تقویت پہونچانے پر قادر ہوگئی۔ شروع محاربہ میں انور پاشا لفٹنٹ کرنیل تھے اوسکے خاتمہ پر بجلد وی خدمات حسنہ جرنیل کے رتبہ پر فائز ہوگئے کچھ عرصہ وہ والنا کی عثمانیہ سفارت میں جنگی اتاشی بھی رہے تھے۔

اب میں عساکر عثمانیہ مقیمہ تھسلی کے اعلے افسران کے مجمل حالات درج کرتا ہوں۔ اول ڈویزن خیری پاشا کی زیر کمان تھا پاشا موصوف کی عمر ۵۰ برس کی ہے۔ وہ جنرل سٹاف کالج کا پرانا طالبعلم ہے۔ طبیعت کے کھرے اور صفائی ہونیکی وجہ سے اوسکی کبھی دفعہ افسروں اور ماتحتوں سے بگڑ چکی ہے اوسی محاربہ میں وہ لفٹنٹ کرنیل تھا اور یلدیز کمانڈر کی حیثیت میں بمقام پلیونا مامور رہا تھا۔ بعدازاں حجاز کی پیمایش کنندہ کمیشن کا اعلے افسر ہوا اور کچھ عرصہ سٹاف میں رہکر لفٹنٹ جنرل کے عہدہ پر ترقی یاب ہوکر وہ پہلے اوس ردیفی ڈویزن کا جو بروصہ سے آیا اور پھر ... ردیفی ڈویزن کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ آخرالذکر ڈویزن اوسی کی زیر کمان محاربہ روم و یونان میں شریک ہوا۔ جبکہ پاشا موصوف زیر اہتمام ڈومی ... نامی درہ ملونا پر قابض ہونیکے لیے بہادرانہ معرکہ آرائی کی۔ البتہ اوس پر یہ الزام لگایا گیا کہ فرسالوس اور ڈوموکوس کے معرکہ میں وہ اپنے ڈویزن کو بسرعت یونانی فوج کے میسرہ پر نہ لایا۔ جس کی وجہ سے یونانیوں کو اور زیادہ اچھی طرح سے پامال کرنیکا موقع ہاتھ سے جاتا رہا۔

دوم ڈویزن کی کمان شاکر پاشا[1] کے زیر اہتمام تھی۔ اوسکی عمر ۵۰ برس کی ہے۔ وہ اس محاربہ سے پیشتر بھی اپنی فوجی کارگذاری دکھا چکا تھا۔ وہ نہایت ہی ذہین۔ باخبر۔ تیز فہم اور ... اعلا افسروں میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اور یہ عام قیاس بالکل درست ہے اوسے دیگر اعلے افسروں پر بلحاظ صلاحیت فوقیت دینا بالکل ممکن ہے کہ اوسکے زیر کمان ایک برگیڈ ... جس سے ۱۸۷۷ء میں ... روس کے جنوب کو مغربی علاقہ کی عثمانیہ فوج میں ... شاہزادہ حسن کے زیر کمان جنرل سٹاف کا اعلے افسر تھا۔ بعدازاں جب روسی فوج نے قسطنطنیہ پر پیشقدمی شروع کی تو اوسے میدان چاٹلجہ کے مورچوں کا استحکام کا کام سپرد کیا گیا۔ اور من بعد ... کی حفاظت کے لیے دیگر مورچوں اور گڑھیوں کی تعمیر کی نگرانی بھی ... جب ۱۸۹۷ء میں یونان کے برخلاف فوج فراہم کرنیکا فیصلہ کیا گیا تو وہ بروصہ کے ردیفی ڈویزن کو لیکر لاسونا پہونچگیا تھا۔ گذشتہ محاربہ میں ... ردیفی ڈویزن اوسکی زیر کمان تھا۔

(بقیہ صفحہ سابقہ) یورپین طاقتوں کی صریح نامنصفانہ کارروائی ... کسی سفارش و تاکید کی بھی ضرورت نہ رہیگی سلطان المعظم پر بنظر لحق الیقین واضح ہوگیا کہ اونکی بحری اور ساحلی مقبوضات کی سلامتی صرف بحری طاقت کے استحکام پر منحصر ہے اور وہ پوری سرگرمی سے جیسا کہ ایک آیندہ نوٹ سے ظاہر ہوجائیگا اسطرف مصروف ہوگئے۔ لیکن اس سے یہ قیاس نکیا جائے کہ بلا التفات پہلے بالکل ہی غافل تھے۔ برعکس ازیں وہ مالی گنجایش کے مطابق پہلے بھی کچھ نہ کچھ اسطرف لگاتے رہتے تھے۔ فرق یہ ہے کہ پہلے یہ کام گنجایش پر منحصر تھا اور ماسبق میں ضرورتوں میں شمار نہیں ہوتا تھا اب ... گنجایش نکالی جاتی ہے اور اس کام کو کئی دوسری ضرورتوں پر مقدم کر دیا گیا ہے۔ سلطان المعظم کی سابقہ بحری پالیسی پر میں اوقات روم کے ایک طویل حاشیہ میں بحث کرچکا ہوں۔ مترجم

[1] اشیا کوچک کا ایک ضلع اور شہر جو بروصہ کی جانب جنوب واقع ہے۔

[1] جولائی ۱۹۰۸ء میں پاشا موصوف جو یونان کی سرحد کے فوجی افسر ہیں کسی شخص کی گولی چلانے سے سخت مجروح ہوئے۔ کہ جلد صحت یاب ہو گئے

تیسرے ڈویزن کا کمانڈر ممدوح پاشا بھی ابتدا میں جنرل اسٹاف سے تعلق رکھتا اور اوسکے مستعد اور قابل ترین ارکان میں سے تھا۔ روسی محاربہ میں بھی اوسے جبکہ وہ لفٹننٹ کرنیل تھا۔ خاصی ناموری حاصل ہوئی تھی۔ محاربہ مذکور کے بعد وہ چوتھی آرمی کو ر کے اسٹاف کا چیف ہوا۔ اور بعد ازاں ارض روم میں ایک برگیڈ کا کمانڈر بنایا گیا۔ اس کمان کے زمانہ میں اوسے روسی و ترکی ایشیائی سرحد پر قلعبندا ور خوب مستحکم فوجی گڑھیوں کی تیاری و تعمیر کی نگرانی کا کام بھی سپرد کیا گیا تھا۔ اس عہدہ سے وہ فوج کی ترتیب جدید کے کام میں مدد دینے کے لیے وزارت حرب کے دفتر میں بلالیا گیا تھا۔ محاربہ یونان میں اوسکے ماتحت بروصہ کا ردیفی ڈویزن تھا جسکو لیکر اوسنے بمقام ملیروس اور ولیسٹینوس یونانی مورچوں پر کمال دلاوری سے حملہ کیا۔

چھٹے ڈویزن کا کمانڈر حمدی پاشا تھا۔ جو فوج حملہ آور کے انتہائی میسرہ پر رہ کر تہرس میں بڑھتے وقت کام آیا اور دلیلر وغیرہ مقامات پر خوب بہادری سے لڑا۔ حمدی مستعد سپاہی اور کارآزمودہ ہونیکی شہرت رکھتا ہے۔ سنہ ۱۸۷۷ء کے اون جانگداز معرکوں میں جو درہ شپکا پر ہوئے اوسے اپنی بےنظیر استقامت و استقلال اور باحوصلگی کی وجہہ سے خاص ناموری حاصل ہوئی۔ ٹرکی کے ایشیائی اور افریقی مقبوضات یعنی وان ارزروم اور طرابلس الغرب میں مختلف عہدوں پر مامور رہنے سے اوسے اپنے ملک کے حالات سے وسیع واقفیت اور مختلف الانواع و گوناگوں قسم کا معقول فوجی تجربہ حاصل کرنیکا موقع ملگیا۔ جب یونان سے لڑائی شروع ہوئی وہ طرابزون کے ردیفی ڈویزن کا کمانڈر تھا۔ جہاں سے حکم ملنے پر فی الفور جمع شدہ فوج میں پہونچگیا۔

چوتھے ڈویزن کا کمانڈر میجر جنرل حیدر پاشا مارشل اسمعیل پاشا کا بیٹا تھا۔ اوسنے اپنے باپ کی سعی سفارش سے بہت جلد ترقی کی ہے۔ نسبتاً چھوٹی سی عمر میں ہی اسٹاف میں کام کرنے کے بغیر وہ کرنیل اور سلطان المعظم کا اجوٹنٹ ہوگیا۔ اس سے بعد اسکی ترقی کی رفتار نسبتاً سست رہی۔ اور بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعلےٰ حکام کو فراموش ہوگیا ہے۔ اس لڑائی سے پہلے وہ کسی محاربہ میں شریک نہوا۔ سنہ ۱۸۹۶ء میں زمانہ مناسب اپنے وقت پر جنرل کے رتبہ پر فائز ہوا اور سالونیکا کے ردیفی برگیڈ کا کمانڈر بنایا گیا۔ اس برگیڈ کے ساتھ وہ میدان کارزار کو گیا۔ اور عمر رشدی کے ترقی پاکر چیف اسٹاف افسر مقرر ہونے پر عمر رشدی کی جگہہ پانچویں ڈویزن کا کمانڈر بنادیا گیا۔ سطور مندرجہ صدر سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا۔ کہ تقریباً تمام سرآوردہ افسر جنرل اسٹاف میں رہ چکے تھے اور عساکر عثمانیہ میں محض اپنی برجستہ علمی تعلیم حربی اور فوجی خدمت کے ذاتی تجربہ اور وسعت معلومات کے طفیل بتدریج اعلےٰ مراتب پر فائز ہوئے تھے صرف تیسرے ڈویزن کا کمانڈر ممدوح پاشا ایسا افسر ہے جسنے معمولی سپاہی کے درجہ سے ترقی کی۔ اوسنے سنہ ۱۸۷۷ء میں بمقام پلیونا بےنظیر شجاعت و بسالت دکھائی۔ مگر حوران کے دروزیوں کی بغاوت[1] کے وقت تک اسکی حیرت انگیز فوجی قابلیت پورا نشو و نما پاسکی اور نہ دنیا پر بخوبی مبرہن ہوسکی۔ اس بغاوت پر اوسنے سنہ ۱۸۹۵ء میں بشرکت ابراہیم پاشا غالب آکر ملک کے اس حصہ کی خوفناک اور دور تک پھیل گئی ہوئی بدامنیوں کو یکبارگی دبادیا۔ باغیوں کے دل بادل پر اپنی مستعدی اور مہارت سے اسطرح فی الفور غالب آجانے کے صلہ میں

[1] اس آخری بغاوت کے حالات جو پہلی مرتبہ سنہ ۱۸۹۵ء میں اور دوبارہ جولائی و اگست سنہ ۱۸۹۶ء میں ہوئی بابت سالہ عہد حکومت کے ایک ضمیمہ میں مفصل درج ہیں آخری کے لفظ سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ دروزیوں کی یہہ پہلی بغاوت نہ تھی سابقہ شورشوں کے حالات تاریخ خاندان عثمانیہ میں مندرج ہیں۔ مترجم

اوسے جنرل کے رتبہ پر فایز کیا گیا اور حوران کا گورنر بنایا گیا۔ ۱۸۹۶ء میں وہ وہاں سے البانیا کو تبدیل ہو کر دیا کا گورنر بنایا گیا کیونکہ اوس علاقہ کے شورہ پشت اور جنگجو باشندوں کو قابو میں رکھنے کے لیئے زبردست دل و دماغ اور فولادی پنجہ رکھنے والے حاکم کی ضرورت تھی محاربہ روم و یونان میں اول سے آخر تک متر دو تنسرا کا ردیفی ڈویزن اوسکے ماتحت رہا۔

توپخانہ کا کمانڈر رضا پاشا تھا۔ یہہ نوجوان اور بخوبی تعلیم و تربیت یافتہ جرنیل اپنے منصب کے متعلق درست و بحیطا علمی واقفیت رکھنے کے علاوہ اعلےٰ افسر کے فرایض سے بھی پورا پورا واقف ہے وہ گولڈن ہارن (شاخ زرین یعنی خلیج قسطنطنیہ) کے مدرسہ توپخانہ کا پرانا طالبعلم ہے۔ کمان ملنے پر اوسکی عمر چالیس برس سے متجاوز نہ تھی۔ وہ ابھی بہت ہی کم عمر تھا کہ اوسے مزید تعلیم و مطالعہ کے لیئے چار برس جرمنی میں بسر کرنیکا حکم ملا۔ اور اسکے ساتھ ہی ۲۷ ویں فیلڈ آرٹلری (میدانی توپخانہ کی) رجمنٹ میں ایک افسری کے عہدہ پر مقرر کر دیا گیا۔

توپخانہ کے معاملات کے متعلق اوسکی واقفیت۔ لیاقت اور مہارت کسی قابلترین یورپین افسر توپخانہ سے کم نہیں۔ اوسکی تعلیم و تربیت کامل ہے۔ اور جدید ترین اصولوں اور قواعد سے بخوبی ماہر ہونے کے علاوہ بہادر اور مستعد آدمی ہے۔ لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ اوسنے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں فوج توپخانہ کو ایسی عمدگی اور کمالیت سے از سر نو مرتب اور درست کر لیا کہ فوج مذکور نے زیادہ تر ماتحت افسروں کی عمدہ تربیت اور اونکی اس وصف کی بدولت کہ وہ صادر شدہ احکام کی فی الفورتہ کو پہونچ جاتی تھی محاربہ میں شاندار کارنمایاں دکھائے

صوبہ اپایرس میں تجربہ کار نبرد آزما احمد حفظی پاشا اعلےٰ کمان افسر تھا۔ اوسکی فوجی ناموری کا سکہ روسی محاربہ کے وقت سے بیٹھا ہوا ہے۔ اوسوقت وہ عثمان پاشا کی زیر کمان فوج کے ایک ڈویزن کا کمانڈر تھا۔ اور اپنی فوج سے پلیونا اور اورخانیہ کے درمیانی مقام دوبنیک کی عجب شاندار طریق سے محافظت[1] کی تھی۔ اس بہادری کی طفیل اوسکا نام شیر دوبنیک پڑ گیا تھا۔

اس محاربہ کے بعد وہ لفٹنٹ جنرل کے رتبہ پر فایز ہوا۔ ۱۸۸۵ء میں یانینا (جنوبی البانیا یا اپایرس کے صدر مقام) کا گورنر اور ۱۸۸۶ء میں اس عہدہ کے ساتھ ہی ترکی افواج مقیمہ سرحد یونان کا کمانڈر بھی بنا دیا گیا۔ محاربہ روم و یونان کے شروع ہونے پر اوسکی عمر ستر برس کی تھی جنمیں سے پچاس برس افسر اور تقریباً بیس برس لفٹنٹ جنرل رہا۔

بالآخر ان تین کمانڈروں کا ذکر کیا جاتا ہے جو محاربہ کے دوران میں سرحد اپایرس پر کمانڈر تھے۔ یہ کمانڈر لفٹنٹ جنرلان مصطفےٰ پاشا۔ عثمان پاشا۔ اور محمد سعد الدین پاشا تھے۔

مصطفےٰ پاشا کی ملازمت کا حصہ کثیر وزارت جنگ کے فوجی اور انتظامی سررشتوں میں بسر ہوا تھا۔ جہاں وہ کسیقدر انفنٹری و شاف اور کسیقدر کمسریٹ کی ترتیب جدید اور درستی کے کاروبار میں مصروف رہا۔ ۱۸۸۶ء میں یوزگاد کی ردیفی بریگیڈ کا کمانڈر مقرر ہوا۔ اپنی عملی خدمت کے متذکرہ صدر شعبوں میں جنہیں کام کرنیوالے کی نسبت طبعی طور پر یہہ قیاس کر لیا جاتا ہے کہ وہ فوج کے حالات و معاملات سے صحیح صحیح علم و واقفیت رکھتا ہے۔ اوسنے کامل اصلاحات کی بنیاد قایم کر دی۔ ۱۸۹۳ء میں ارمنی بغاوت کی پھوٹ پڑنے پر مصطفےٰ پاشا اوسکے انطفا پر مامور کیا گیا۔ اور اس کام کو تھوڑے سے عرصہ میں کامیابی کے ساتھ برسر انجام پہونچا دینے کے صلہ میں

---

[1] اسکی مفصل کیفیت کے لیئے دیکھو محاربات پلیونا حصہ سوم۔

لفٹنٹ جنرل کی رتبہ پر فایز کیا گیا۔ گذشتہ محاربہ یونان شروع ہونے پر وہ اپنا ڈویزن لیکر ایلاسن گیا۔ لیکن ابھی پہونچا ہی تھا کہ اوسکی البانوی پلٹنوں کا ایک حصہ باغی ہوگیا جسپر وہ نظربند ہوکر قسطنطنیہ بھیجدیا گیا۔

لفٹنٹ جنرل عثمان پاشا جبکہ وہ بحیثیت کپتان ہیڈ کوارٹر سٹاف میں تھا۔ دو برس روسی رجمنٹوں میں کام سیکھنے کے لیے روس بھیجدیا گیا تھا۔ اور ان دو برسوں کے بعد سینٹ پیٹرزبرگ کی عثمانیہ سفارت میں اتاشی مقرر کردیا گیا تھا۔ اوسنے ڈارڈنیلز کی قلعبندی اور استحکام میں قابل تعریف خدمت دی۔ اور اوسکے صلہ میں اوس اعلیٰ کمیشن کا ممبر بنادیا گیا۔ جسکے قلعبندیوں کے نقشے اور تجاویز سپرد تھیں۔ محاربہ یونان کے آغاز پر وہ لفٹنٹ جنرل اور ڈویزن کا کمانڈر بنادیا گیا۔ اوسنے اپنی افواج سے کامیابی کے ساتھ کام لیا اور بالخصوص معرکہ لورد میں نہایت قابلیت اور شجاعت دکھائی۔

لفٹنٹ جنرل محمد سعد الدین پاشا ہیڈ کوارٹر سٹاف کا رکن اور سرزنگوہ بنامیں مجیب پاشا کا ایڈیکانگ تھا۔ پھر محاربہ روس کے آخری حصہ میں سلسٹریا کے قریب شریک کارزار رہا۔ محاربہ کے بعد جسکے دوران میں وہ ۲۶ برس کی چھوٹی ہی عمر میں کرنیل کے رتبہ پر فایز ہوگیا تھا۔ وہ کچھ عرصہ وزارت حرب کے سررشتہ میں مامور رہکر اوسکے مالی صیغہ میں کام کرتا رہا۔

ارمنی بغاوت کے دوران میں وہ امپیریل کمشنر کی حیثیت میں وان کو بھیجا گیا۔ جہاں وہ جلد رعایا کی پرجوشی و تشویش کو فرو کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ ان خدمات کے صلہ میں سلطان المعظم نے اوسے طبقہ عثمانیہ کی مرصع بالماس اعلے حمائل عطا فرمائی۔ محاربہ یونان میں اوسکو ایک ردیفی ڈویزن کی کمان تفویض کیگئی جو لورد کی لڑائی میں عثمان کے ڈویزن کے ساتھ شریک تھا۔ فریقین میں جنگ ملتوی ہوجانے پر وہ پھر سررشتہ حرب میں اپنے پرانے کام پر چلا گیا[1]۔

فصل ہفتم ترکی بیڑہ جہازات

جرمن افسر کا بیان ہے کہ بری افواج کے علاوہ ٹرکی کی بحری طاقت کو بھی گو وہ گذشتہ محاربہ میں بہت ہی خفیف قسم کا کام دیا اوسکی فوجی قوت کا اندازہ کرتے وقت مد نظر رکھ لینا واجب ہے۔ ترکی نیوی (وہ مہمہ بحری طاقت یا بیڑہ جہازات) میں تین

[1] اس باب کو خاتمہ پانے سے پہلے ترکی فوج کی نسبت ایک واقفکار اور منصف مزاج انگریز کی رائے جو سالہا سال کے تجربہ اور مشاہدہ کے بعد قایم کیگئی تھی درج کردینا بیمحل نہوگا۔ انکا نام کپتان نارمن ہے اور ولایت کے ایک بڑے رسالہ میں ترکی فوج کی موجودہ حالت کا سنہ ۱۸[illegible]ع کی حالت سے بالوضاحت مقابلہ کیا ہے۔ انکی تحریر بمصداق الفضل ما شہدت بہ الاغیار نہایت قابل وثوق ہوسکتی ہے۔ صاحب موصوف نے دو برس ہوئے اوسوقت کی ترکی فوج کی حالت پر ایک رسالہ شایع کیا تھا جس میں انہوں نے یقین کے ساتھ تحریر کیا تھا کہ ترکی فوج ان اصلاحات کے طفیل جو اعلے جنگی کمیشن کی نگرانی میں جسکے میر مجلس خود اعلیحضرت امیر المومنین ہیں اور جو برابر بلاناغہ ہر ہفتہ میں اجلاس کرتی رہتی ہے رایج کیگئی ہیں کسی آیندہ لڑائی میں خواہ اوسکا مدمقابل کوئی ہو اپنی شجاعت و کارآزمودگی کا پورا ثبوت دیگی۔ وہ اب محاربہ روم و یونان کے نتیجہ سے خوش ہوئے کہ انکا بیان بالکل درست ثابت ہوا کپتان ممدوح اس جنگ میں ترکی فوج مقیمہ دوسہ ایلاسن کے ہیڈ کوارٹر کے ساتھ تھے اور [illegible]

آہن پوش جہازوں میں توپوں کی حفاظت کے لیئے بم پروف خانے ہیں انکے نام مسعودیہ۔ حمیدیہ و آثار توفیق ہیں۔ اول الذکر

(بقیہ صفحہ سابقہ) کی لڑائیوں اور محاربوں کے حالات نہایت شرح وبسط کے ساتھ تحریر فرمائے ہیں۔ جس میں انہوں نے ترکی فوج کی اہم ترقی کا ذکر کیا ہے جو اسکو پچھلے بیس برس میں حاصل ہوئی ہے سنہ ۱۸۷۷ء کی ترکی فوج کی نسبت وہ تحریر فرماتے ہیں کہ محاربہ روم وروس میں ترکی فوج کو اہم نقص یہ تھے کہ اسٹاف کا اسمِ نام ونشان تک نہ تھا۔ اور افسر بالکل ناقابل اور جاہل تھے۔ مختار پاشا (سپہ سالار افواج آرمینیا) کے ساتھ کوئی اسٹاف نہ تھا اور نہ کوئی ایسا افسر اُن کے ساتھ تھا جو دشمن کی جمعیت اور ملک کی قدرتی کیفیت کو معاینہ کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ بہت تھوڑے ہی افسر نقشہ کو پڑھ سکتے تھے۔ اور نقشے بھی بہت تھوڑے تھے۔ اور جو تھے بھی وہ آسٹریا کے چھپے ہوئے۔ میدان جنگ میں تاربرقی سے کوئی کام نہ لیا گیا تھا۔ کیمپ سے فاصلہ پر پکٹ اور پہرے بٹھائے وہ جانتے ہی نہ تھے۔ ڈویژنوں بریگیڈوں اور رجمنٹوں کے کمانڈر اپنی اپنی فوجوں سے کام لینے اور اُن سے فوجی نقل وحرکت کرانے کے فن سے ناآشنا تھے۔ اور کمپوں کے صاف رکھنے کے لیئے کوئی کوشش نہ کیجاتی تھی۔ میدان جنگ کے لیئے تقریباً کوئی ہسپتال موجود نہ تھا اور مجروح سپاہیوں کے اعضا قسطنطنیہ سے منظوری ملنے سے پہلے قطع نہیں کیئے جاسکتے تھے۔ میدان جنگ میں فوجی خزانہ بالکل خالی تھا اور کمسریٹ کا انتظام کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ سنہ ۱۸۹۷ء میں کل نقشہ بدلا ہوا ہے۔ ڈویژنوں کے کمانڈر عثمان پاشا و ابراہیم پاشا یہ دونوں افسر صوبہ ایپائرس کی فوج پر مامور تھے جنکا مارشل ادہم پاشا سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو اعلے تعلیم یافتہ اور علمی و عملی دونو طرح کے فن جنگ میں پوری ماہر تھے۔ اور ذکی اسٹاف افسر ایسے چالاک اور ذہین تھے کہ کسی فوج میں ان سے بہتر نہیں دکھائی دیتے فوج ایپائرس کے دونوں ڈویژنوں کے اعلے اسٹاف افسر میجران اسد و صالح بیکسکئی برس جرمن فوج میں رہ چکے تھے۔ اور ٹوپی کی چوٹی سے لیکر بوٹ کی ایڑی تک ہر جوڑ بند اُن کی سپاہی گیری کا شاہد تھا۔ تمام رجمنٹوں کے افسروں اور اسٹاف افسروں کو ملک کے نہایت درست نقشے تقسیم کیئے گئے تھے جو $\frac{1}{500000}$ کے پیمانہ پر تھے۔ ڈویژن کے کمانڈروں کے پاس اس نقشہ کے علاوہ ایک ایک نہایت ہی عمدہ نقشہ رنگین $\frac{1}{100000}$ کے پیمانہ پر تھا اُن سے عمدہ نقشے میں نے کبھی نہیں دیکھے محکمۂ تار فوجوں کے ہمراہ تھا۔ اور گو عیسائی باغی اکثر تاروں کو کاٹ جاتے تھے تاہم محکمہ مذکور نہایت قابل تعریف درستی اور سرعت سے کام دیتا رہا۔ پکٹ اور دور کے پہرہ کے فرائض کو نظام فوجیں بخوبی سمجھتی تھیں۔ اور صوبہ مذکور کے تینوں بریگیڈوں کے کمپ صفائی و پاکیزگی میں اپنی آپ ہی نظیر تھے۔ آدمیوں اور گھوڑوں کے لیئے پانی پینے کا الگ الگ انتظام تھا۔ پاخانے نہایت احتیاط سے بنائے گئے تھے اور ہر روز صاف کیئے جاتے تھے۔ میدانی فوجی ہسپتال ہر ایک ڈویژن کے ہیڈ کوارٹر میں موجود تھا ایک بمقام پریویزا میں بمقام فلیپاڈیس ایک بمقام پاپکا اور پانچ جانینا میں تھے۔ ان سب میں بالمجموع دو ہزار بیمار اور مجروح سما سکتے تھے مگر خوشی کا مقام ہے کہ طبی ڈاکٹروں پر بیماروں کی چنداں بھر مار نہ پڑی۔ قطع اعضا کے لیئے قسطنطنیہ سے اجازت منگوانے کی کوئی ضرورت نہ تھی یہ امر ہسپتال کے اعلے طبی افسر کی رائے پر منحصر تھا جانینا کے ہیڈ کوارٹر کا فوجی خزانہ بھرپور تھا۔ اور عثمان پاشا ہر وقت نہ فقط اُن دہقانوں کو جنکے جانور باربرداری کیواسطے لیئے جاتے تھے کرایہ دے سکتے تھے بلکہ فوج کے لیئے جو بھیڑ بکریاں خریدی جاتی تھیں اُن کی قیمت بھی فی الفور ادا کردیتے تھے۔ سپاہی بھی روپیہ سے خالی نہ رہتے تھے۔ اُن کو بھی تنخواہ برابر ملتی رہتی تھی اور گو البانوی طبعاً لوٹ مار کے عادی ہوتے ہیں مگر دوم آرمی کور (اردو) کے سپاہی نہایت احتیاط والتزام کے ساتھ ہر ایک چیز کی جسکی انہیں ضرورت ہوتی تھی۔ قیمت ادا کردیتے تھے۔ مئی کے اخیر میں جانینا (بقیہ بر صفحہ ۱۴۶)

۵۷ دیکھو صفحہ ۱۴۶

جہاز ۱۳۰ ٹن اٹھانیکی قابلیت رکھتا ہی ۱۸۶۹ء میں مینیبن اتارا گیا تھا اسپر چھ توپیں تھیں ایک طرف سوبہ نیلی آرمسٹرانگ قسم کی تین انچ قطر کی کرپ - وجلد چلنے والی اور گیٹلنگ توپیں نصب ہیں - اوسکی زرہ کی آہنی چادریں ایک فٹ دبیز ہیں مگر آثار توفیق کیطرح اسکی چادریں بھی اپنی میں بنیوق زنگی تصانیف گھنٹہ ۱۴ ناٹ ہی حمیدیہ اور آثار توفیق اس سے چھوٹے ... پس اول اللذکر کا وزن (یعنے وزن اٹھانیکی قابلیت) ۷۰۰۰ ٹن اور آثار توفیق کا ۵۶۰۰ ٹن ہے - لیکن حمیدیہ ۹ انچ دبیز مرکب دھات کی چادروں سے محفوظ ہے - اور اوسکی تمام بھاری توپیں کرپ قسم کی ہیں - اوسپر دس ۱۰½ انچ قطر کی - دو چھ انچ کی چھ ۳½ انچ کی اور دو مشینی توپیں ہیں - آثار توفیق پر آٹھ ۹½ انچ کی - دو آٹھ انچ کی چار جلد چلنے والی اور سات گلدار توپیں ہیں آثار توفیق اور مسعودیہ کو معمولی جہاز سمجھا جا سکتا ہے - مگر چار دن آہن پوش برج دار جہاز عزیزیہ محمودیہ عثمانیہ اور اورخانیہ لڑائی کی مشاہدہ کرنے لیے محض ناکارآمد ہیں - کیونکہ اونکی زرہ بہت ہی پتلی ہے - البتہ باربرداری کے کام کے لیئے بہت کار آمد ہیں - ہر ایک

(بقیہ صفحہ سابقہ) سے آگے بڑہنے کے وقت فوج میں باربرداری کا انتظام نہایت مکمل تھا - ہر ایک پلٹن کے ساتھ دو سو بار بردار یابو یا خچر تھے اور مقامات سٹرونیا فلیپا ڈیزبر قہرصوں کاررواں سرائے اور جانینا میں ڈپو قائم کر دئیے گئے تھے -

اس کے بعد کپتان نارمن تحریر فرماتے ہیں کہ گورنمنٹ عثمانیہ نے اس محاربہ میں عثمانیہ فوج کا بہترین اور قابلترین حصہ نہیں بھیجا تھا - چار رجمنٹوں کے سوا اور کوئی رجمنٹ باقاعدہ فوج نظام کی سلطان المعظم نے میدان جنگ کو روانہ نکی - یہہ میدان اکیلی ردیف فوج نے جیتا ہے - نظام فوج اپنی چہاونیوں کی بارکوں ہی میں مقیم رہی تھی - اگر سرویا بلگیریا بھی یونان کے ساتھ شامل ہو جاتے (گو جبتک یونان صوبہ مقدونیا کا دعویدار ہے - یہہ دونو قومیں اسکی بجائے زیادہ تر سلطان کی طرفدار رہینگی) تو ٹرکی کو اسکی کچھہ پرواہ نہ ہوتی - اس زمان دونو ملکوں کی سرحد پر منزل بمنزل ایکسو تیئیس پلٹن نظام فوج بٹھا رکھی تھی جو سب کی سب ماسر میگزین رائفلوں سے مسلح تھیں - اور گو باب عالی کو ان دونو ملکوں کے ساکت رہنے کا یقین تھا - مگر ایسے یونان ایسے حقیر دشمن کے ساتھہ مقابلہ پر نظام فوج روانہ کرنیکی کوئی احتیاج نہ تھی -

پس ٹرکی نے ثابت کر دیا کہ وہ یونان ایسے ملکوں کو صرف بائیں ہاتھہ کی ضرب سے تباہ کر سکتی ہے - کیونکہ ردیف اور نظام کی وہی نسبت ہے جو ہندوستان کی گورہ فوج کو پولیس کی رنگروٹوں سے ہے -

[۱] ترکی بیڑہ جہازات کی کمزوری کے متعلق محاربہ کے دوران میں یورپین اور بالخصوص انگریزی اخبارات بہت کچھہ لاطائل ہزیان بکتے رہے جنکی اکثر غلط روایات کی اوسی زمانہ میں مینے اخبار وکیل میں متعدد واقعات کو پیش کر کے کافی تردید کر دی تھی - لیکن اسمیں کوئی کلام نہ تھا کہ یورپین اخبارات کی کل روائتیں ہی بالکل غلط نہ تھیں - ترکی بیڑہ کی جہازات قابل اصلاح و مرمت تھے جنکی درستی کا کام امیر المومنین کے حکم و منشا سے جنگ کے دوران میں ہی شروع کر دیا گیا - اور ابتک اس معاملہ میں بڑی سرگرمی سے کام کیا جاتا ہے - چنانچہ متعدد جہازات کی درستی خاص سلطانی کارخانہ میں ہو چکی ہے - اور کئی نئے جہاز اور تارپیڈو کشتیاں بھی اسوقت تک تیار ہو چکی ہیں - مزید برآں ترکی بیڑہ کے دو بڑے جہاز مسعودیہ و آثار توفیق از سرتاپا جدید طرز پر مسلح اور درست کیے جانیکے لیئے جنوری ۱۸۹۹ء میں شمال مغربی اٹلی کی بندرگاہ جنوا کے کارخانہ انسالڈو میں بھیجے گئے ہیں - اور خدا نے چاہا تو تھوڑے ہی عرصہ میں ترکی بیڑہ کو پھر سابقہ عظمت و شوکت اور طاقت حاصل ہو جائیگی - مترجم

[۲] انگریزی بیڑہ کی وہ جہازات اول درجہ کے کہلاتے ہیں جو ۹۵۰۰ ٹن یا اس سے زیادہ وزن اٹھانیکی قابلیت رکھتی ہوں اور ۱۳ ناٹ فی گھنٹہ سے کم رفتار نہ ہوں

دو ہزار آدمی سوار ہو سکتے ہیں فراگیٹ حمیدیہ ترکوں کی بحری صناعی و کاریگری کا نمونہ ہے اسکی تعمیر ۱۸۸۰ء میں عبدالعزیز کے عہد میں شروع ہوئی۔ اور بمشکل تمام کہیں ۱۸۸۵ء میں جاکر ختم ہوئی لیکن جب اوسے موجودہ سلطان کے سعید و مقتدر نام سے موسوم کرکے سمندر میں اتار گیا۔ تو انجینیری اور عماراتی نقصوں کی وجہ سے بیقابو ثابت ہوا۔ بنابرین اوسے پھر دوسرے جہازوں نے کھینچکر کارخانہ مین پہونچادیا۔ جہاں وہ تب سے اپنی زندگی فلسفیانہ غور و فکر اور سوچ بچار مین بسر کررہا ہے۔

ـــــ

سلہ فراگیٹ اوس جہاز کو کہتے ہیں جو کاروٹ اور مصافی جہاز کے بین بین ہو۔ بالفاظ دیگر اوسے چھوٹا مصافی جہاز سمجھنا چاہیے۔

سلہ برعکس اسکے جیسا کہ میں ٹرکی کی موجودہ حالت میں لکھہ چکا ہوں مسٹر ویلی نے سٹیٹ مینز ائیر بک بابت سال ۱۸۹۶ء میں حمیدیہ کے کارخانہ یا آرسینل سے باہر نکلنے کی وجہ یہ بتائی تھی کہ اوسکی تسلیح و توپین وغیرہ نصب کرنے کا کام ابھی تک مکمل نہیں ہوسکا یہ جہاز اوس بیڑہ میں جو ۲۰ مارچ ۱۸۹۷ء کو گولڈن ہارن سے دردانیال کو گیا شامل تھا۔ اس بیڑہ کی روانگی اور اوسکے جہازات کے مجمل حالات وکیل مورخہ ۱۹ اپریل ۱۸۹۷ء کے مندرجہ ذیل نوٹ سے ظاہر ہے۔

قسطنطنیہ کے بندرگاہ گولڈن ہارن (شاخ زرین) سے ۲۰ مارچ کی سہ پہر کو چند عثمانیہ آہنی جہاز اور تین تارپیڈو کشتیاں نائب امیرالبحر حسن رامی پاشا کی زیر کمان روانہ ہوئی۔ لاکھوں تماشائی ان کی روانگی کو دیکھنے کے لیے بندرگاہ کے سواحل اور مکانوں کی چھتوں اور دریچوں پر جمع تھے اور اونکے جوش کا کوئی حد و حساب نہ تھا روسی سفیر اور کئی اور سفرا بھی موجود تھے۔ جہازوں کے گذرنے کے لیے پونٹ جار یعنی گولڈن ہارن کے دونوں پلوں کو درمیان سے اٹھا دیا گیا۔ اور پلوں کے دونو جانب فوجی پہرہ کھڑا ہوگیا ۱۸۷۷ء کی لڑائی کے بعد اب پہلی دفعہ ترکی بیڑہ نے اپنے مستقر سے حرکت کی ہے۔

سب سے پہلے مسعودیہ آہن پوش نے حرکت کی اور اوسکے کپتان نے اسکو نہایت سلیقہ اور چابکدستی سے پل کے درمیانی رستہ سے جو بہت تنگ تھا۔ گذارا۔ یہ جہاز ترکی بیڑہ میں سب سے بڑا ہے اسکا وزن ۹۱۲۰ ٹن ہے اور اوسپر بھاری توپیں نصب ہیں اسے تیار ہوئے اگرچہ ۲۵ برس گذرے ہیں لیکن پھر بھی اول درجہ کا جنگی جہاز شمار ہوتا ہے نئے روغن سے اس کی ٹیپ ٹاپ اور بھڑک اور بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ اس کے بعد ایک چھوٹی سی مگر پھرتیلی تارپیڈو کشتی گذری۔ اور پھر حمیدیہ آہن پوش جو ترکی سلحخانہ میں تیار کیا گیا تھا یہ سب سے بہت چھوٹا ہے اسکا وزن ۲۴۰۰ ٹن ہے اور صرف ایک چمنی دھواں نکلنے کی رکھتا ہے پل کے قریب پہونچکر اسکے پل سے ٹکرانے کا خدشہ ہو گیا لیکن کپتان نے پھرتی کرکے جہاز کو پچھلی طرف لوٹا لیا۔ اور پھر سیدھا کرکے پل میں سے نکالا۔ حمیدیہ کے بعد آہن پوش عثمانیہ تیز رفتاری کے ساتھ بندرگاہ سے نکلا۔ اُس کے پیچھے ایک تارپیڈو کشتی۔ اور ایک تارپیڈو کروزر روانہ ہوا۔ اور پھر آہن پوش عزیزیہ عثمانیہ اور عزیزیہ دونوں ایک جیسے جہاز ہیں ہر ایک کا وزن ۶۴۰۰ ٹن رفتار فی گھنٹہ ۱۲ میل اور ہر ایک پر ۲۷ کرپ اور نارڈن فلٹ توپیں ہیں۔ یہ دونو جہاز کل بیڑہ میں سب سے نئے اور بہتر معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے بعد جہاز نجم شوکت گذرا۔ یہ ۲۰۰۰ ٹن وزنی ہے۔ ۱۸۶۸ء میں تیار ہوا تھا۔ اور سابق الذکر جہازوں سے مختلف طرز کا ہے۔ اس جہاز کے گذرنے کے وقت بارش ہو جانے سے اکثر لوگ منتشر ہوگئے۔ مگر تماشائیوں کی تعداد میں کوئی فرق نہیں نظر آتا تھا۔ سب سے آخر دریائی اگن بوٹ ہزبر گذرا۔ جسکا وزن ۲۴۰۰ ٹن ہے۔ بیڑہ گولڈن ہارن سے نکل کر مسلسل

برج دار جہازات۔ عزیزیہ۔ محمودیہ۔ عثمانیہ۔ اور ارخانیہ میں سے ہر ایک پر ذمنی توپیں دو دو آہن پوش یعنے زرہ دار برجوں پر جنکی زرہ کی چادریں دس دس انچ دبیز ہیں نصب ہیں، ہر ایک پر دو ۱۰ ۱/۵ انچ کی۔ آٹھ ۶ انچ کی۔ چھ چار انچ کی۔ چار جلد چلنے والی اور سات مشینی توپیں ہیں، جو سب کی سب کرپ قسم کی ہیں۔ علاوہ بریں ہر جہاز پر ایک چھوٹی تارپیڈو کشتی بھی رہتی ہے۔ اور ہر ایک میں دو تارپیڈو نالیاں لگی ہیں۔

انکے بعد برج دار جہاز عبد القادر قابل ذکر ہے۔ جو آہن پوش کروزر (گشت کنندہ جہاز) کا کام دیگا۔ اوسکا وزن ۳۸۰۷ ٹن ہے۔ انجن ۱۱۵۰۰ گھوڑوں کی طاقت کے ہیں، جو جہاز کو توام چرخوں سے چلائینگے۔ اسپر جدید ترین قسم کی بہت سی توپیں نصب ہیں ایم سی پسکہ کے بیان کے مطابق یہہ جہاز ابھی تک زیر تعمیر ہے۔ مگر مکمل ہونے پر جدید ترین قسم کا اور ہر طرح سے ترکی بیڑہ کا نہایت مضبوط اور کار آمد جہاز ہوگا۔ اور اوسکے اضافہ سے بیڑہ کو بہت تقویت مل جائیگی۔ ان بڑے جہازوں کے علاوہ سات چھوٹے آہن پوش کاروٹ[1] فتح بلند۔ مقدم خیر۔ عون اللہ۔ معین ظفر۔ ابلالیہ۔ آثار شوکت اور نجم شوکت ہیں۔ انکے وزن دو ہزار سے لیکر ۲۸۰۰ ٹن تک ہیں، اور رفتار ۱۱ سے لیکر ۱۳ ناٹ فی گھنٹہ۔ یہہ گراں وزن موہنہ کیطرف سے بھری جانیوالی آرمسٹرانگ درمیانی جسامت کی کرپ ہلکی جلد چلنے والی۔ اور مشینی توپوں اور نیز لوازمات تارپیڈو سے مسلح ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان سے صرف حفاظت ساحل کا کام لیا جا سکتا ہے، مگر چونکہ اونکی زرہوں کی چادریں ۱۵ انچ سے بھی کم دبیز ہیں وہ جدید ترین قسم کی توپوں کے سامنے زیادہ عرصہ نہیں ٹھیر سکتے

ترکی کے پاس دوہری برجوں کا ایک مانی ٹر[2] (مدور جہاز) موسومہ حفظ رحمن بھی ہے۔ اوسکا وزن ۲۵۰۰ ٹن ہے۔ زرہ چنداں دبیز نہیں، رفتار صرف بارہ ناٹ فی گھنٹہ ہے۔ سنہ ۱۸۶۸ء کی ساخت ہے اور موہنہ کیطرف سے بھرنیوالی آرمسٹرانگ توپوں سے مسلح ہے۔ آہن پوش جہازات کے بیڑہ کے ساتھ دو دریائی اگن بوٹوں۔ فتح اسلام۔ و محمدیہ۔ اور آہن پوش اگنبوٹ ہنر بر کا بھی ذکر کرنا لازم ہے۔ اول الذکر دو جہاز صاف نال کی توپوں سے مسلح ہیں۔ اور ہر ایک کا وزن ۳۳۰ ٹن ہے۔ ہنر بر کی جسامت چار سو ٹن کی ہے۔ اور دو ۴/۳ انچ کرپ۔ دو جلد چلنے والی اور دو کلدار توپوں سے مسلح ہے۔

متذکرہ صدر آہن پوشوں کے علاوہ ترکی کے پاس تارپیڈو جہازات کا بھی معقول بیڑہ ہے۔ اسمیں تین تارپیڈو اگن بوٹ (موسومہ نعمت پلنگ دریا و شاہین دریا) جدید ساخت کے ہیں۔ دو جرمنی کے کارخانہ گارڈن کی ساخت ہیں اور ایک جسکی رفتار ۱۹ اور ۲۲ ناٹ کے درمیان ہے قسطنطنیہ کے سلطانی کارخانہ بحری کی ساخت ہے۔ انکے علاوہ دو تارپیڈو غرق کنندہ جہاز (موسومہ برق افشان وطیار) ۱۵ اول درجہ کی، ۷ دوم درجہ کی اور ایک سوم درجہ کی تارپیڈو کشتیاں اور دو زیر آب چلنے والی کشتیاں ہیں برق افشان اور طیار جرمنی کی بندر کیل کے کارخانہ جرمانیا کی ساخت ہیں اونکی رفتار ۲۵ ناٹ ہے۔ تارپیڈو کشتیوں میں سے بھی اکثر جرمنی کے

---

[1] فرائیگیٹ سے چھوٹا جنگی جہاز۔ جسپر عموماً توپوں کی صرف ایک قطار ہوتی ہے۔

[2] ترکی بیڑہ کے کئی مانی ٹر جہاز سنہ ۱۸۷۷ء کی محاربہ دوم روس میں دریائے ڈنیوب اور بحیرہ اسود کے ساحل میں روسی تارپیڈو ون نے غرق کر دئے تھے۔ مترجم

مختلف کارخانوں کی بنی ہوئی ہیں۔ اور جدید ترین طرز کی ہیں۔ بالفاظ دیگر ترکی بیڑہ کا جدید اور تازہ ترین ساخت رکھنے والا حصہ یہی بیڑہ تارپیڈوان ہے۔

بلا زرہ جہازات میں سے جو موجودہ زمانہ کی بحری لڑائی میں شامل نہیں ہوسکتے۔ ٹرکی کے پاس آٹھ اول دوم و سوم درجہ کے کروزر ہیں۔ انمیں سے چار جہاز نکاّ مے ہیں۔ کیونکہ گو باہر کیطرف اونپر کوئی زرہ نہیں لیکن اندرونی طور پر وہ ڈیکوں (چھتوں) کے فولادی اور گاؤدم ہونے کی وجہہ سے بہت کچھہ محفوظ ہیں۔ ان آٹھ جہازوں کے علاوہ ۲۸ اول و دوم اور سوم قسم یا درجہ کے گنبوٹ کئی پیچدار اور چپودار چرخوں سے چلنے والی دخانی جہاز (سٹیمر) جو دیدبانی اور دیکھہ بھال کا کام دیتے ہیں۔ متعدد تعلیمی اور کئی باربرداری کی جہاز بلا زرہ جہازوں کی ترکی بیڑہ میں موجود ہیں۔ سوخوم قلعہ[1] کی مہم کے بعد جو ہوبرٹ پاشا۔ ان

[1] سوخوم قلعہ بحیرہ اسود کی شمالی مشرقی ساحل پر بندر پوٹی سے چالیس بیالیس میل بجانب شمال واقع ہے۔ مسٹر اولیو تاریخ محاربہ روم و روس میں اس مہم کی حالات بالاجمال یوں لکھتے ہیں۔ "روسیوں نے ۷ امئی ۱۸۷۷ء کو پچاس ہزار فوج لیکر دس ہزار ترکی فوج سے جسکا کمانڈر معہ سناف حملہ آور دیکھکر بہاگ گیا تہا۔ اردہان کو فتح کرلیا۔ مگر ۱۴ مئی کو ترکوں کو بھی سوخوم قلعہ میں نمایاں فتح حاصل ہوچکی تہی۔ ۱۲ مئی کو چار آہن پوش فریگیٹ۔ چار بڑے بار برداری کی جہاز۔ ایک خبر رساں کشتی معہ دس ہزار فوج۔ پانچ باتری توپخانہ اور پچاس ہزار رائفلوں کے جو دیسی باشندوں میں تقسیم کرنے کے لیئے ساتھ لیجائی گئی تھیں۔ پوٹی سے چالیس میل اوپر ابہاسیہ کی ساحل پر نمودار ہوئے۔ یہہ سب جہاز اور فوج حسن پاشا کی زیر کمان تھی۔ ساحل کی قریب پہونچکر ترکی فوج خشکی پر اترنی شروع ہوگئی۔ سوخوم قلعہ کمانڈر نے یہہ دیکھکر کچھہ فوج حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کی لیئے اوسطرف بھیجدی۔ مگر اوسی دن رات کی وقت جسقدر ترکی فوج خشکی پر اُتری تھی وہ پھر جہازوں پر سوار ہوگئی۔ اور دوسری دن علی الصباح یہہ بیڑہ قصبہ سوخوم قلعہ کی سامنے نمودار ہوگیا۔ یوم ماقبل کی کارروائی سے اوس فوج کا حصہ کثیر شہر سے باہر جاچکا تھا۔ ترکی امیر البحر حسن پاشا نے شہر پر گولہ باری کی۔ جسکا غنیم چنداں استقامت سے جواب نہ دیسکا۔ بعدازاں امیر البحر نے اکیذار چرکس خشکی پر اُتاردیئے اور اونہوں نے آبادی کی مسلمان حصہ کی مدد سے شہر پر قبضہ کرلیا۔ اور پھر کچھہ باقاعدہ سپاہی چند علما سمیت چرکس قبایل میں جو پہلے سے باغی ہورہے تھے۔ روسیوں کی برخلاف جہاد کا وعظ کرنے کی لیئے جہازوں سے بھیجدیئے گئے۔ ترکوں کی اس فتح سے ابہاسیہ کی بغاوت کو مزید تحریک ملگئی۔ اور اونہوں نے کئی جگہہ روسی افواج کی منفرد دستوں کو شکستیں دیکر بھگادیا۔ اس ملک کے باشندے یعنے ابہاسی چرکسوں سے بہت کچھہ ملتے جلتے ہیں۔ اور اوس جانگداز و بہادرانہ جد و جہد میں جو شیر کوہ قاف شامل روسیوں کی حکومت کے برخلاف کرتا رہا تھا اونہوں نے بہت مدد دی تھی۔ یہہ لوگ گو باقاعدہ لڑائی میں چنداں کارآمد نہیں مگر متفرق و بے قاعدہ طرز و طریق سے اپنی پہاڑیوں وغیرہ کی پناہ میں رہ کر لڑائی کرنے میں عجیب مہارت رکھتے ہیں"۔ ناظرین کو اس عبارت سے مہم کی مجمل حالات کی ساتھہ ہی یہہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ محاربہ روم و روس کے مورخ نے اس مہم میں ہوبرٹ پاشا یا کسی اور انگریز افسر ملازم باب عالی کی شراکت و شمولیت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر تعجب ہے کہ ہر دو مورخ نے کسطرح مہم کی نسبت یہہ لکھدیا ہے کہ وہ اونکی زیر کمان گئی تھی۔ اس تصحیح کی ساتھہ ہی ابہاسیوں کی بغاوت کی متعلق یہہ بتادینا بیمحل نہ ہوگا۔ کہ گو شروع میں اوس سے بہت سی امیدیں تازہ ہوگئی تھیں۔ مگر بالآخر محاربہ کی اختتام سے پہلے ہی روسی اُسکو فرو کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے

مان تھوڑپ ٹیک اور اُنکی ساؤن کی زیر کمان (جس اسٹاف میں بھی انگریزی قوم کا افسر تھے) ۱۸۸۷ء میں بھیجی گئی تھی۔ ترکی آہن پوش کبھی بیڑوں میں مجتمع نہیں رہے یعنے بعد ازاں کوئی ضرورت پیش آنے پر ایک ایک جہاز اکیلا سفر کرتا رہا ہے کبھی دو چار اکٹھے لیکن نہیں چلے۔ نہ کبھی دو چار کو ایک بیڑہ میں جمع کر کے مشق وقواعد کرائی گئی ہے۔ چنانچہ اگر اب صف آرائی کر کے دو چار کو اکٹھے مشق اور فوجی نقل و حرکت کرائی جائے تو بحری خدمت کی طبعی قابلیت اور استعداد کے باوجود جو ترکی بیڑہ کے ملاحوں۔ سپاہیوں اور افسروں میں پائی جاتی ہے کسیطرح کی مشق وقواعد کا عادی نہ ہونے کی وجہ سے بلاشک وشبہ تصادم وغیرہ کا ضرور احتمال ہے۔ حامیوں سلطنت بیڑہ کی مجبوبانہ گوشہ نشینی میں سنین گذشتہ میں شاذ و نادر ہی خلل پڑتا رہا ہے۔ اور وہ خلل بھی اسی پر محدود رہا ہے کہ کبھی کبھی کوئی تارپیڈو کشتی تن تنہا سمندر کو روانہ ہوگئی۔ اس بیکاری اور عزلت گزینی کا نتیجہ ہوا ہے کہ جب کبھی متعدد جہازوں کو یکجا باہر بھیجنے کی ضرورت پڑتی رہی ہے جیسی کہ اسوقت پیش آئی تھی جبکہ جرمن قیصر جہاز ہوہن زو لرن پر (سنہ ۱۸۹۲ء میں) قسطنطنیہ گیا تھا۔ اور چند ترکی جہازوں کا اوسکی پیشوائی اور استقبال کے لیے آگے جانا لازمی امر تھا۔ تو غیر معمولی جدوجہد کرنا پڑتا رہا ہے

(بقیہ صفحہ سابقہ) جب ترک موخوم قلعہ اور دیگر متصل مقامات کو خود بخود خالی کر کے واپس چلے گئے۔ ترکوں کی اس کوشش کے مقابلہ پر روسیوں نے بھی ارمنی عیسائیوں کو بغاوت پر کھڑا کر دیا تھا لیکن اس بغاوت کا انجام بھی ابھاسیوں کی بغاوت ایسا ہی ہوا۔ مترجم

سلہ جرمنی نویسندہ کا یہ بیان ہرگز مبالغہ آمیز نہیں۔ چنانچہ جنگ یونان کے دوران میں جب متعدد آہن پوشوں کو بندر سے نکالنے کا حکم صادر ہوا تھا۔ تو کئی ہفتے تیاریوں میں صرف ہوئے۔ اور گولڈن ہارن کے پلوں میں سے جنمیں جہازوں کے گذرنے کے لیے راستہ کر دیا جاتا ہے۔ اونکو نہایت احتیاط سے نکالا گیا تھا۔ اور چونکہ کئی برسوں کے بعد اب پہلی مرتبہ ان آہنی قلعوں نے حرکت کی تھی۔ تقریباً ادھا شہر اس نظارہ کو دیکھنے کے لیے گولڈن ہارن کے دونو کناروں پر جمع ہو گیا تھا۔ مگر اب جیسا کہ میں کسی حاشیہ میں لکھ چکا ہوں یہ کیفیت نہیں رہیگی۔ آہن پوش بیڑہ کا حصہ کثیر اب سمندر میں مامور ہے۔ اور صرف تھوڑے سے جہاز لنگر گاہ میں باقی ہیں۔ جو مرمت ہو جانے کے بعد عنقریب باہر نکل آئینگے۔ یہ اسی بیداری کا اثر تھا کہ اکتوبر ۱۸۹۸ء میں جب قیصر جرمنی دوبارہ قسطنطنیہ گیا تو اوسکے استقبال کے لیے ترکی جہاز بھیجنے میں باب عالی کو کوئی خاص تردد نہ کرنا پڑا۔ اس قابل جرمن فوجی افسر نے ایک جگہ ترکوں کی جہازی صناعی پر طنز کی ہے۔ جسے بالکل بے بنیاد تو نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ ترکوں نے بیشک موجودہ انجینیری اور صناعی وغیرہ میں یورپین اقوام کے برابر ابھی تک ترقی نہیں کی لیکن اب وہ غافل نہیں رہ گئے۔ اور پیہم پیچ کی لگاتار کوشش کر رہے ہیں۔ حمیدیہ جہاز میں تھوڑا سا نقص رہ جانے پر اوسکا سمندر پر ٹھیک قابو میں نہ رہ سکنا گو ایکطرف ترکی صنعت کے ابھی تک کچھ ناقص و ناکمل ہونیکا پتہ دے رہا ہے لیکن ساتھ ہی اس سے اونکی اسقدر مہارت بھی واضح ہو رہی ہے کہ ترکوں میں عظیم الجسامت جہاز کے بنانے کی قابلیت پیدا ہو گئی ہے۔ مزید براں جرمنی افسر کی تحریر سے یہ کسیطرح منکشف نہیں ہوتا کہ ترک جہاز مذکور کے نقص کو درست نہیں کر سکے۔ سلطانی کارخانہ کے چشم دید حالات اور ترکوں کی جہازی صنعت کی موجودہ کیفیت ایک نامور ہموطن مسلمان یعنے شمس العلما مولوی شبلی نعمانی نے اپنے سفرنامہ روم و شام میں جو تحریر کی ہے۔ اوس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ترکوں نے اس صنعت میں بھی قابل تعریف مہارت پیدا کر لی ہے۔ یہ ایک مزید خوشخبری ہے

فصل ہشتم میدان کارزار

اپنے تنازعات و اختلافات کو فیصل کرنے کے لئے دونوں مخالف عساکر جس ضلع میں ایکدوسرے کے بالمقابل ہوئے وہ ترکی صوبجات جنوبی مقدونیہ و اپائرس اور یونانی صوبجات تھسلی و ٹوسیس پر مشتمل تھا۔ کوہستان پنڈس کا سلسلہ اس علاقہ کو دو مختلف میدانہائے کارزار میں منقسم کرتا ہے۔ ان میں سے زیادہ اہم تھسلی کا میدان جنگ ہے جو تقریباً سارے کا سارا ہموار اور مسطح ہے۔ برعکس اس کے دوسرا میدان جنگ یعنی علاقہ اپائرس نہایت کوہستانی اور بنا برین جنگی کارروائیوں کے لئے کم مناسب ہے۔ جرمن افسر لکھتا ہے:۔

تھسلی اور اپائرس کے درمیان جسقدر سڑکیں ہیں وہ محض پگڈنڈیاں ہیں۔ اور پنڈس کے دروں میں سے گذرتی ہیں۔ اپائرس کے ساتھ خشکی کے رستوں کی اس عدم موجودگی کیوجہ سے ترکی یونان کے مقابلہ پر جو سمندر کے رستوں پر پورا پورا اقتدار رکھتا تھا صریح خسارہ میں تھی۔ اور اوسے مجبوراً تمام کمکیں مناسطر کے رستہ اپائرس کو بھیجنی پڑی تھیں۔

پنڈس کے مشہور درے یہ ہیں درہ زنگاس جو یانینا اور گریونیا سے براہ متسوو ترکالہ کو جاتا ہے۔ درہ جوملتا جو گریونیا سے کالاباکا کو جاتا ہے۔ کالاباکا یونان کی شمالی ریلوے کا جو وولو سے ترکالا اور کالاباکا کو جاتی ہے انتہائی سٹیشن ہے۔ درہ زورگیا جو کوزیانی سے الاسونا کو جاتا ہے اور درہ آوزیرا اس سلسلہ پنڈس کے ادن حصوں میں جو درہ زنگاس سے بجانب شمال میں ساٹھ میل سے زیادہ کی مسافت میں آمد و رفت کے راستے ابھی تک بری حالت میں ہیں۔ ترکالا اور گریونیا کے درمیان محض پگڈنڈیاں ہیں جنپر صرف زین سواری سے گذرا جاسکتا ہے۔ اور مناسطر کورسیا و یانینا کی سڑک کا ابھی تک صرف کچھ حصہ تیار ہوا ہے۔ بنا برین صرف دو ضلعے فوجی کارروائیوں کے لئے مناسب ہیں۔ ایک تو ضلع اپائرس۔ جہاں پھر بھی ان کارروائیوں

سلطنانہ آیندہ میں ان مشکلات سے پھر دوبارہ تکلیف اٹھانے سے محفوظ رہنے کے لئے باب عالی نے ایکطرف سالونیکا سے الاصونا تک اور دوسری طرف مناسطر سے یانینا اور پیریولیا تک ریلوے لائن بنانیکا فیصلہ کرلیا ہے۔ اور عنقریب ان پر کام شروع ہوا چاہتا ہے۔ مگر افسوس یہ لائنیں بھی یورپین سرمایہ سے یورپین اجارہ داروں کی معرفت تیار ہونگی۔ جس سے نفس سہولت کے فواید میں تو کمی نہیں ہوسکتی۔ مگر پولیٹیکل و ملکی و قومی لحاظ سے ایسے سرمایہ کا استعمال سینکڑوں نہایت اہم اور خوفناک قباحتوں سے خالی نہیں اجنبی سرمایہ کو اپنے ملک کے فایدہ بخش کاموں سے متمتع ہونے دینا اور خود نامردوں اور بزدلوں کیطرح ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے کی قبیح ترین ذلت و بدنامی جو کل قوم پر [illegible] وارد ہوتی ہے علیحدہ رہی بعض ماسلے کو خیرباد کہکر اور اسی ذلت عامہ سے آیندہ حتی الامکان ملک و قوم کو محفوظ رکھنے کے لئے پندرہ سولہ مہینے ہوئے وکیل امرتسر نے مشترکہ قومی سرمایہ سے ریلویز تیار کرنے کی تجویز مسلمانان عام۔ باشندگان سلطنت عثمانیہ اور امیر المومنین کی خدمت میں پیش کی تھی۔ اور یہاں تک ہو سکا

کیلئے کٹھن اور صعب ترین مشکلات اور رکاوٹیں موجود ہیں۔ اور دوسرے تھسلی جو ایک چھوٹا سا اور گچھ نما میدان ہے یہ میدان مغرب کی طرف پلنڈس سے مشرق کی جانب کوہ اولمپس اور کوہ اوسا کے سلسلہ سے شمال میں سلسلہ مذکور کی بڑھی ہوئی شاخوں سے اور بجانب جنوب کوہسار اوتھریس اور سربفلک دشوار گذار جبال اوائیا سے گھرا ہوا ہے۔

تھسلی پر اب تک جسقدر حملے ہوئے ہیں وہ تقریباً سب کے سب سمندر کی بجائے شمال کیطرف سے پہاڑوں کو عبور کرکے کیے گئے ہیں اسکی وجہ شمالی سرحد کی طبعی بناوٹ ہے۔ مشرق میں کوہ اولمپس بڑی عمارتوں کی بیرونی کونہ پر کی پشتہ دار مینار نما دیوار کی شکل میں سمندر کیطرف اٹھتا چلا گیا ہے۔ اور جا بجا عمیق وادیوں اور گھاٹیوں سے ڈھپا ہوا ہے۔ بنابریں کنارہ سمندر کی برابر کی سڑک جو اس سلسلۂ کوہ کی عمودی ڈھلانوں پر سے گذرتی ہے۔ پہاڑی نالوں اور آبشاروں کی متلاطم اور پرآشوب سیلابوں کیوجہ سے نہایت خطرناک ہو رہی ہے۔ اور اسکے راستہ آنیوالوں کی مزاحمت اوس موقعہ پر جہانکہ یہ سڑک وادی ٹمپہ میں داخل ہوتی ہے۔ نہایت آسانی اور کامیابی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

مغربی کونہ پر پشتہ دار مینار نما دیوار کا کام سمت زدوا کا کوہی سلسلہ دے رہا ہے۔ وسٹرینا کی دریائی وادی سے اوپر کیطرف جنوبی مقدونیہ کو ایک خاصی قابل گذر سڑک جاتی ہے۔ یہ سڑک گریونیا سے ایک درہ کو جاتی ہے جو سطح سمندر سے ۴۰۰۰ فیٹ بلند ہے۔ اس سڑک کے راستہ سمت زدوا سے ایلاسونا کی صدر مقام مانیٹا پر پیشقدمی کرنا یا تھسلی کے مغربی میدان میں سے ہو کر ترکالہ پر بڑھنا ممکن ہو گیا ہوا ہے۔ یہ سڑک وہی درہ زیگاس ہے جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

ان دونوں کوہی پشتوں کے دونوں (شمالی) سرے اون پہاڑوں کی دیوار سے آپسمیں ملے ہوئے ہیں جو مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے ہیں یہ خاصیا اور بوناسیا کے دشوار گذار اور مہیب پہاڑ ہیں جنمیں سے ڈسکاٹا اور سٹریکالا کے درمیان صرف پگڈنڈیاں سے گذرتی ہیں۔ صرف اوس موقعہ پر جہانکہ اولمپس کا مغربی دامن ان پہاڑوں سے ملتا ہے معقول نشیب پایا جاتا ہے۔ یہ نشیب اوسجگہہ واقع ہے جہاں وادی زرغنیر وسٹرینا سے بارہ یا تیرہ میل کے فاصلہ پر رہ جاتی ہے اور بمقام سرویا (قرانیریا) اوس سڑک سے ملحق ہوتا ہے جو سطح سمندر سے ۱۰۰ ۳ فیٹ کی بلندی پر واقع درہ پورتاس سے گذرتی ہے۔ جب ترکوں نے ۱۸۹۷ء

(بقیہ صفحہ سابقہ) اوسکی اشاعت و کامیابی کیلئے کوشش کی۔ مگر مسلمان ایسے نہیں سوئے کہ کسی کے جگائے جاگ سکیں اور نہیں تو صور اسرافیل ہی جگائے تو جگائے۔ ہاں دریائے رحمت الٰہی موجزن ہو جائے اور مردے از غیب بروں آید و کارے بکند اور نہیں کبھی ہوش میں لائے تو دوسری بات ہے لیکن اس اتم مایوسی کے باوجود وکیل امرتسر اور دیگر محبان قوم و ملت اخبارات کے مضامین جو اس تجویز کے متعلق لکھے گئے تھے۔ اس کتاب کے آخری حصہ میں گذشتہ دو ڈھائی برس کے مشہور واقعات کے ساتھ × جو سلطنت عثمانیہ اور اوسکے ملحقات توابعات میں گذرے با ایں امید درج کردیئے گئے ہیں کہ شاید اس کتاب کے ناظرین کو ہی کچھ حصہ پر اونکا کوئی اثر ہو جائے۔ اور وہ بقدر استطاعت خود اپنی گرہ سے ہی اس مبارک کام پر روپیہ لگانے پر ہی آمادہ نہ ہو جائیں بلکہ اسکی کامیابی اور اشاعت عامہ کیلئے کیطرح کی کوشش سے بھی دریغ کرنیکو قومی ننگ و عار اور نیز شخصی جوانمردی اور اولوالعزمی کی نقیض و منافی تصور کریں۔ واللہ الموفق و علیہ التکلان ۔

میں تھسلی یونان کے حوالہ کی تھی۔ تو اُنہوں نے دریائے رغینا کا کل طاس اور اوسکا مقدار جنوبی خم منتقل نہیں ہونے دیا تھا۔ جنسے ترکوں کو یہہ آسانی اور موقع حاصل تھا کہ وہ سرحد پا کر قاعدۃ الجیش بناکر خواہ دریائے مذکور کے جنوبی پہاڑ کے کنارہ کنارہ ڈوم نیکو اور ڈماسی جاکر مغرب کیطرف سے ٹرنا وا اور لاریسا پر پیشقدمی کردیں۔ یا الاصونا اور درہ ملونا[1] اور نالی کے راستہ مشرق کیطرف سے ان دونو شہروں پر حملہ کردیں۔

سرحد سے بجانب جنوب تین سے لیکر نو میلوں تک کے بُعد پر دریائے سالموریا (پینی اس) وادی ٹمپے میں بہ رہا ہے۔ اوسکا دھار یونان تھسلی کی شمالی سرحد کے تقریباً بالکل متوازی ہے۔ یہاں سرحد سے مراد پولیٹیکل و ملکی سرحد ہے۔ یونانی زبان بولنے والی آبادی کی سرحد اس سے چالیس میل اور اوپر ہے۔ دریائے سالموریا پر بڑے قصبے تریکالا اور لاریسا واقع ہیں۔ ان کی آبادی دس سے لیکر سولہ ہزار تک ہے۔ دریائے سالموریا کے پائینی حصہ کے شمال میں بالکل قریب کوہ اولمپس ترکی علاقہ میں ۹۷۵۰ فیٹ بلند کھڑا ہے۔ یہہ مشرق کیطرف خلیج سالونیکا سے اور بجانب غرب سالم دریا کی شاخ سنٹاپورو یا زرغینا سے گھرا ہوا ہے

سنٹاپورو اس کی ایک چھوٹی سی شاخ پر جو سیدھی اولمپس سے نکلتی ہے۔ الاصونا کا چھوٹا سا قصبہ جسکی اس محاربہ کی طفیل عالمگیر شہرت ہوگئی ہے واقع ہے۔ اوسکی مسلمان باشندے دو سو گھروں میں دریا کے بائیں کنارہ پر اور یونانی الاصل باشندے پچاس گھروں میں دریا کے دائیں کنارہ پر آباد ہیں۔ یونان اور ٹرکی کی پولیٹیکل سرحد کے دونو طرف الاصونا کیطرح اکثر دیہات اور قصبوں میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی مخلوط آبادی ہے۔ لیکن محلے جدا جدا ہیں۔

وادی ٹمپے عجب دلفریب مقام ہے۔ جسکے دلکش منظر کو کناروں تک لبریز بہتے ہوئے بھاری نالوں سے ہر وقت تازگی اور شگفتگی پہونچتی رہتی ہے۔ دونو طرف کے پہاڑ درختوں اور مختلف قسم کی گھاسوں سے ڈھنپے رہتے ہیں۔ چٹانوں سے عشق پیچان اور دوسری قسم کی بلیں چمٹی ہوئی ہیں۔ اور ڈھلانوں پر جا بجا احتیاط و شوق سے نصب و کاشت کردہ بادام و انار کے درختوں کے تازگی بخش باغ کھڑے ہیں۔ اور اونکے بیچوں بیچ صاف و پاکیزہ پانی کے چشمے جاری ہیں جنسے ہر جگہہ ہوا کمال مفرح و خوشگوار اور صحت بخش ہو رہی ہے۔

وادی ٹمپے کے دہانہ سے چند میل آگے جانے پر حسن بابا کا گاؤں خود بخود نظروں کو اپنی طرف پھیر لیتا ہے۔ یہہ گاؤں کوہ کساووس (اوسہ) کے دامن میں ایک مدور میدان پر آباد ہے۔ اسمیں ایک نہایت خوبصورت مسجد ہے۔ جسے گاؤں کے بانی حسن نام ایک شخص نے تعمیر کرایا تھا۔ یہہ مسجد نہایت دلفریب موقعہ پر سرو اور صنوبر کے مینار نما درختوں کی جھنڈ میں واقع ہے اور چار و نطرف کیلے کے درختوں اور پاکیزہ و مصفا روشوں سے گھری ہوئی ہے۔ شاہراہ دریائے پینی اس کے دائیں کنارہ کے برابر حسن بابا کے بیچ سے گذرتی ہے۔ اور بنا برین لاریسا سے سالونیکا کو جانے والے مسافر عموماً اسکی سیر کئے بغیر آگے نہیں بڑھتے

---

[1] یہہ درہ سطح سمندر سے ۲۴۸۰ فیٹ بلند ہے۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ حسن بابا زمانہ قدیم کے مشہور قصبہ الاٹیا کے موقعہ پر آباد ہے۔ حسن بابا سے آگے سڑک کیلو کے درختوں کے ایک خوبصورت جنگل میں سے گذرتی ہے۔ ان کے پتوں سے جنگلی بیلیں ہار کیطرح لپٹی ہوئی ہیں۔ اور درختوں کے گھنے سایہ کی تاریکی میں دریا اس فرحت بخش اور روح افزا وادی میں سے ایسی خاموشی اور متانت کے ساتھ گذرتا ہے کہ گویا وہ اپنی منزل مقصود اور آرامگاہ میں پہونچ گیا ہے۔ پانی بظاہر بالکل ساکن اور بے حس و حرکت نظر آتا ہے۔ کہ دیکھنے والے کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بر کنار جو ایستادہ درختوں کی جڑوں سے نکل رہا ہے۔ اکثر جگہ دریا کے کنارے خوبصورت گھاس اور اوس درخت سے جسے یورپ میں پاک شجر کہتے ہیں ڈھنپے ہوئے ہیں۔

قدیم اہالی تھسلی یہاں ہر سال اوس مہیب زلزلہ کی یادگار میں جس نے تمام علاقہ کو ویران کر کے کمب کی گھاٹی بنا دی تھی۔ جشن منایا کرتے تھے۔ کیونکہ گھاٹی مذکورہ کے پر زور سیلابوں اور چشموں نے لاریسا کے خوبصورت میدانوں کو پہلے جیسا زرخیز بنا دیا تھا۔ جشن کے موقعہ پر قرب و جوار کے قصبات کے تمام باشندے وادی ٹمپ میں جمع ہوتے۔ اور ہر جگہ دیوتاؤں کے سامنے خوشبودار اشیا جلائی جاتیں۔ دریا میں اس کشتیوں سے جو لگاتار ادہر اُدہر ہر جگہ لگاتی رہتیں ڈھنپ جاتا اور متصلہ جنگلوں۔ مرغزاروں اور دریا کے کناروں پر میز بچھ جاتیں۔ اس جشن میں ایک عجیب خصوصیت یہ تھی کہ اوسمیں غلاموں کو مالکوں کے ساتھ پوری آزادی اور مساوات کے ساتھ ملنے جلنے کی ہی اجازت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ مالک خادم ہو جاتے تھے اور غلام مخدوم۔

ترکوں کو تھسلی پر حملہ کرتے وقت اون دو اضلاع میں جنمیں سے لاریسا و دلو ریلوے لاین اور وولو کالمبکا۔ لاین براہ فیرو۔ ولسٹینو اور تریکالا گذرتی ہے۔ کسیطرح کی طبعی رکاوٹ یا تکلیف و دقت حائل نہیں ہوتی۔ ان اضلاع میں زمین کی طبعی بناوٹ دشوار گذار اور بکھری ہوئی تقسیم جیسی جزیرہ نما کے دیگر اضلاع کی کیفیت ہے۔ مزید براں ان لائنوں کی دو طرفہ اراضی زیر کاشت اور مزروعہ ہے۔ جس سے حملہ آوروں کو بشرطیکہ فصلوں کو عمداً برباد نہکر دیا گیا ہو۔ کافی رسد اور چارہ بہم پہونچ سکتا ہے۔ ضلع سالونیکا بالخصوص نہایت زرخیز ہے۔

لاریسا اور الاصونا کے درمیان جو مخالف افواج کے ہیڈ کوارٹر تھے۔ مندرجہ ذیل راستے جو مقدونوی و تھسلوی سرحد سے گذرتے ہیں۔ موجود ہیں۔

اول۔ ایک پگڈنڈی۔ وادی ہیری آس سے ڈومینیک ڈماسی ہوتی ہوئی درہ راوینی میں سے جہاں سے یونانی علاقہ شروع ہوتا ہے۔ بوغا سی ٹرناووس اور لاریسا کو جاتی ہے۔ یہ رستہ بہت لمبا ہے۔ پگڈنڈی کہیں دریا ہیری آس کے دائیں کنارے پر گذرتی ہے۔ اور کہیں بائیں کنارہ پر ہے۔ اسکے مشرق میں کوہ کتری کا سلسلہ جو کوہ اولمپس کی شاخ ہے موجود ہے۔

دوم۔ وہ رستہ جو الاصونا اور ٹرناووس کے درمیان سب سے چھوٹا ہے۔ وہ اول الذکر پگڈنڈی سے جدا ہوتا ہے۔

اور سکوپیا سے سات میل بجانب شرق کوہ پارنا و کوہ پاپالیوا ڈیا کے درمیان درہ ملونا سے گذرتا ہے۔ ترکی جانب درہ کی بلندی سطح سمندر سے ۱۸۸۵ فیٹ ہے۔ اور چڑھائی بہت سخت او عمودی ہے۔ مگر ٹرناووس کیطرف اترائی نسبتاً آسان و سہل ہے۔ یہ درہ عین سرحد پر واقع ہے۔ سوم اور چہارم وہ خراب اور دشوار گذار راستے ہیں جو الاصوناسے کریا اور خاصکوی سے جھیل نیزرو کو جاتے ہیں۔

پانچویں سڑک سمندر کے عمودی ساحل کے کنارہ کنارہ اولمپس کے مشرق میں بندر کاٹیرنیا سے پلاٹا مونٹانا (واقع مقدونیہ) کو اور وہاں سے سالموریا کے دہانہ کو جاتی ہے۔

سطح زمین کی بناوٹ ہر جگہ ایک جیسی ہے یعنی دار چٹیان و سنگلاخ جنپر صرف کہیں کہیں درخت ہیں۔ جابجا پہاڑی نالے اور کھڈ ہیں۔ درمیان بالکل خشک۔ اور کبھی ہیبت ناک تیزی سے بہتے ہوئے سیلابوں کیوجہ ناقابل گذر۔ راستے خستہ حال اور دونو طرف کی چوٹیاں گنجی اور بے شجر یہی کیفیت درہ ملونا کی ہے۔

۱۸۸۱ء میں اس علاقہ کی سرحد کی تعیین فی الجملہ ٹرکی کے حق میں کیگئی تھی۔ میناکسا اور وجیلیا کی ترکی باتریاں درہ ملونا کے دونو اہم ترین دہانوں کی بخوبی حفاظت کر رہی تھیں۔ میناکسا کی باتریاں درہ ملونا کی بلند ترین چوٹی پر جہاں سے کل وادی زیر نگین رہتی ہے نصب تھیں اور مٹی کے دمدموں اور مورچوں سے خوب محفوظ کر دیگئی ہوئی تھیں۔ وجیلیا ڈماسی کے قریب ہے۔ دونو مقامات کی باتریوں میں ۳½ انچ اور چھ انچ قطر کی کرپ توپیں تھیں۔ ان دونو کے علاوہ درہ ملونا کے شمالی سرے پر بمقام سیلورا کی بھی ایک ترکی باتری موجود تھی اور سرحد کے کنارہ کنارہ تمام اہم اور کارآمد بلندیوں پر فوجی چوکیاں اور گڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ مگر یونانی جانب پر فقط معدودے چند گڑھیاں تھیں۔ ایک تو کرینیشو کی گڑھی جسے مٹی کے دمدموں سے مستحکم کیا گیا تھا درہ ملونا کی حفاظت کے لیئے موجود تھی۔ باقی کل سرحد پر درہ ریوینی کی حفاظت کے لیئے بمقام سدر و پولوس زرکوس کے متصلہ بلندیوں پر مختصر سی مورچہ بندی کر دیگئی ہوئی تھی۔

شمالی یونان کے دریا جنگی لحاظ سے چنداں وقعت نہیں رکھتے۔ موسم گرما میں وہ عموماً کم و بیش خشک ہو جاتے ہیں اور بنا بریں اس موسم میں وہ دشمن کی پیشقدمی میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتے۔ موسم سرما میں پانی کناروں تک بھر جاتا ہے اور بہت تیزی سے بہتا ہے۔ لیکن چونکہ ان دریاؤں کا پاٹ کچھ زیادہ نہیں ان پر آسانی پل بنائے جا سکتے ہیں مشہور دریا یہ ہیں۔ سالم دریا جو شمال میں مغرب سے مشرق کیطرف بہتا ہے۔ چھوٹا سا سرحدی دریا آرٹا جو مغرب میں ہے۔ اور آس پر و پوٹاموس جو جنوب میں بہتا ہے۔

وولوسے لاریسا اور وولوسے براہ ترکالا کالمبا کا تک کی دونوں ریلوے لائنوں نے یونانی فوج کو بڑا کام دیا۔ براہ تھیبز و لامیہ اتھنز سے لاریسا کو جو نہایت ہی اہم اور کارآمد ریلوے لاین تیار کیجا رہی تھی۔ اوسپر روپیہ کی گنجایش نہ رہنے سے ۱۸۹۲ء میں کام بند ہو گیا تھا۔ جو اب تک شروع نہیں ہوا اور لاین بدستور نامکمل پڑی ہے چنتازہ نقشوں میں

اس لاین کو مکمل دکھایا گیا ہے۔ مگر یہہ غلط ہے۔ تھسلی غیر مساوی وسعت کے دو بڑے میدانوں میں منقسم ہے۔ چھوٹا شمال میں ہے اور بڑا جنوب مغرب میں۔ ان میدانوں کو جبال ودوانجی و دوبروشی طاغ جو ایک ہزار سے بارہ سو فٹ تک بلند ہیں) اور جنوب میں جبال خاصیا دیاری و کوہ قراطاغ (جو ۲۰۰۰ فیٹ بلند ہیں) ایکدوسرے سے جدا کرتے ہیں۔ شمالی میدان بجانب شمال تھسلوی سرحد کے پہاڑوں سے گہرا ہوا ہے اور سمندر سے اوسے اوسا اور پیلی اون کے پہاڑ جدا کر رہے ہیں۔ یہ تیز طرفوں سے بلند کوہستانی سلسلوں سے محیط ہے۔ اور وولو کا روتساو تریکا لا کیطرف فراخ گہاٹیاں اوسے جنوب مغربی میدان سے ملا رہی ہیں۔

تھسلوی میدان کے جنوبی حصہ میں فرسالہ یا فرسالوس کا مشہور قصبہ دریا راتی ہیوس کے کنارہ ایک پہاڑی کے شمالی ڈہال پر ایک زرخیز میدان میں واقع ہے۔ قدیم اکروپولیس کے کھنڈرات اس پہاڑی کے طویل ودہا... پر کھڑے ہو اوسکی سابقہ عظمت وشوکت کا پتہ دے رہے ہیں۔ جنوب کیطرف اوس پہاڑی کا تقریباً سیدہا ڈہال و... میدان سے جاملتا ہے۔ وولو تریکا لا ریلوے فرسالوس میں بھی لاریسا لامیہ کی سڑک سے تقاطع کرتی ہے اس اتصال سے... کی قدر و منزلت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

شمالی سرحد کی سر بفلک کوہی دیوار کیطرح جنوب میں سلسلہ کوہستان اوتھریس فراخ و عریض فصیل کی مانند مغرب کیطرف سے شاندار و بہری اہرام کی شکل کے مخروطی کوہ ٹمفرسٹوس (ویلوشی) سے شروع ہو کر مشرق میں خلیج... تک چلا گیا ہے۔ اس سلسلہ کی سطح مرتفع جسپر جابجا پہاڑیوں کے سلسلے کہڑے ہیں سیر حاصل اور سرسبز ہے اور اوسکی... طرفیں جو چٹانداریں۔ تقریباً عمودی ڈہال کھاتی ہوئی نشیبی میدانوں سے جاملی ہیں۔ مشرقی جانب سطح... کی زرخیز ساحلی وادی کی وطرفہ سالوس میں جاکر ختم ہوتی ہے۔ شمال کیطرف اس سلسلہ کو کئی ندیاں منقطع... دریاے انی پیوس (شنا ربی) اور اوسکی دو نو مغربی معاون۔ ڈوموکوٹی کوس اور پنٹیمیلیا اسی سلسلہ سے نکلتی... وادی انی پیوس کے پہلو بہ پہلو جو سڑک المیرو کے ساحلی میدان کو جاتی ہے وہ بہت کٹھن ہے۔ لاریسا سے براہ لامیہ... کو جو سڑک جاتی ہے وہ ڈوموکوٹی کوس کی وادی سے گذرتی ہے۔ اس وادی اور سڑک کی ایک عمودی... پر ڈوموکوس کا شہر واقع ہے۔ جو اوس دلفریب نظارہ کیوجہہ سے جو شہر مذکور سے نظر آتا ہے اور اوسکو وسیع میدانوں... جو بجانب مشرق پیلی اون اور اوسا (کساووس) سے بجانب شمال اولمپس کی برف سے ڈہنپی ہوئی چوٹیوں... اور بجانب غرب ویلوشی اور اگرافیا کے سر بفلک جبال نیج برادران سے گھری ہوئی ہیں ہو سکتا ہے۔ عام شہرت رکھتا ہے۔ یہ شہر ایک بلند کوہی کہسار کی پشت پر زین کیطرح بیٹھا ہوا ہے۔ اسمیں سولہ سو مسلمان اور یونانی آباد ہیں۔ اور لامیہ فرسالہ... کا ایک مشہور پڑاؤ ہے۔ ڈوموکوس کے ۱ میل سے کچھ اوپر طویل خاصی سیدہی سڑک دو فورکا کو جو جبال اوتھریس... کا پست ترین درہ ہے جاتی ہے۔ لامیہ اس درہ سے آٹھ گھنٹوں کی مسافت پر ہے۔ یہہ سڑک سہل العبور نہیں۔ مگر...

وو وسایل کی لحاظ سی خاصی عمدہ حالتمیں ہی۔ سلسلہ اوتھریس میں جسکی بلندی ۵ ہزار سی لیکر چھہ ہزار فیٹ تک ہی یہی ایک درہ چنداں وسیع و فراخ ہی۔ باقی سب درے محض پتھریلی کوہی پگڈنڈیاں ہیں۔ یہ کل پگڈنڈیاں بلا استثنا ایکدوسری سے ملنے کی بغیر سطح مرتفع سے شمالاً وجنوباً گذرتے ہیں۔ برسات کی موسم میں ان پگڈنڈیوں سی گذرنا تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے اور اتھنز اور بندرگاہ سٹائی لیس سی تھسلی کو سامان حرب ورسد اور کمک بھیجنے کا یہی ایک راستہ بھی صرف یہی ہے۔

سلسلہ اوتھریس اور اوئی ٹا کی درمیان وادی سپرکی اس میں مغرب سی مشرق کیطرف ایک خاصی معقول سڑک گذرتی ہی۔ یہہ وری بولی سے لامیہ کو اور وہاں سی سٹائیلیس کو جاتی ہے۔ اکثر پہاڑی پگڈنڈیاں اس سڑک سی تقاطع کرتی ہیں۔

اس لحاظ سے سٹائیلیس کا بندر بہت وقعت رکھتا ہے کہ وہاں ہر قسم کی کمک سمندر کی راستہ پہونچ سکتی ہے۔ ہر قسم کا سامان حرب ورسد سمندر کی رستہ یہاں پہونچایا جاتا ہی اور پھر بار کش جانوروں پر درہ فرقا یا سلسلہ اوتھریس کی دیگر دروں میں سی آگی بھیجدیا جاتا ہے۔ فورکا کی علاوہ سلسلہ مذکورہ سے شمال سی جنوب کو تین ایسی پگڈنڈیاں گذرتی ہیں جنپر گھوڑا چل سکتا ہے۔ اور دور مغرب میں ایک اور راستہ پہاڑ دمینی کو جاتا ہے

ترکوں کو کمک وغیرہ بڑے فاصلہ سی پہونچانی پڑتی ہیں۔ مگر ایک تو خود صوبہ تھسلی ہی سی فوج حملہ آور کی ضروریات کا کچھہ حصہ پورا ہوسکتا تھا۔ اور دوسری انہوں نی یونانیوں کیطرح اس معاملہ میں غفلت نہیں کی تھی بلکہ شروع سی ہی وسائل باربرداری کا خوب احتیاط سی انتظام کرلیا تھا۔ مزید برآں اس ملک میں جو فریقین کی افواج کا نقطہ مشق اور جولانگاہ بنا جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے۔ آمد ورفت کی کافی راستی موجود تھی۔ اور گو ریلوی لائن یونانیوں نے بیکار کردی تھیں۔ اور اسلیئے اون سی کوئی فریق فایدہ نہ اٹھا سکا تھا۔ مگر اس سی بظاہر کوئی برا نتیجہ نہ پیدا ہوا شمال کیطرف سی حملہ کرنیوالی فوج کی رستہ میں اتھنز پر پیشقدمی کرتے وقت آخری قدرتی رکاوٹ جبال اوئی ٹا کا کٹھن سلسلہ ہے جو وادی سپرائی اسکے جنوب میں واقع ہے۔ اور جبال اوتھریس کی جنوبی جانب سی بدرجہا زیادہ بھیانک۔ بکھرا ہوا اور دشوار گذار ہی۔ جبال اوئی ٹا کی پہاڑیوں کی مجموعہ موسومہ کالی ڈرومو اور خلیج لامیہ کی درمیان۔ تھرموپایلی کا مشہور درہ کوہستانی سلسلہ میں سی گذرتا ہے۔ زمانہ قدیم میں تھسلی سی وسطی یونان کو صرف اس راستہ سی فوج گذرسکتی تھی اور اسلیئے جنگی لحاظ سے وہ بی انتہا وقعت رکھتا تھا۔ مگر موجودہ زمانہ میں اوسکی یہہ وقعت بہت کچھہ کم ہوگئی ہے۔ کیونکہ سیلابوں اور طوفانوں سی ساحل کی بناوٹ بہت متغیر ہوگئی ہے۔ موسم سرما میں تو اب بھی زمین دلدلی ہوجاتی ہے لیکن گرما میں بالکل خشک ہوجاتی ہی۔ اور بنابریں گو برسات میں کثیر التعداد فوج کیلیئے اوسپر سی گذرنا مشکل اور وقت طلب ہے لیکن اب یہہ کہنا کسیطرح درست نہیں ہوسکتا کہ درہ تھرموپایلی غنیم کی پیشقدمی کو روکنے کیلیئے بدستور سد سکندر کا کام دے سکتا ہے۔

فصل پنجم مخالف افواج کی صفِ اوّلین

یونانی فوج

یونانی فوج فروری اور مارچ ۱۸۹۷ء میں ہی محاربہ کے لیئے تیار اور اوسکی جمعیت جنگی معیار و پیمانہ تک بڑہا دیگئی تھی اور اوسکا کچھہ حصہ تھسلی میں پہونچگیا تھا۔ اور بقول جرمن سٹاف افسر ساتھہ ہی کئی نئے انتظام بھی کرلیئے گئے تھے۔ کل رجمنٹیں جو پہلے تین تین کی تھیں چار چار پلٹنوں کی کردی گئی تھیں۔ مگر اجتماعی کارروائیوں کے دوران میں باربرداری کی قطار کے ناقص انتظام اور گھوڑوں کی قلت سے بہت تکلیف اور دقت کا سامنا رہا۔ ریزرووں کی پہلی طلبی کے وقت سے ہی اس معاملہ میں بہت کچھہ کوشش کیگئی تھی۔ مگر پھر بھی اس خرابی کا کامل دفیعہ نہ ہو سکا تھا۔

جنگ کا اعلان ہونے پر سپاہ کو مصافی فوج کی صفوف میں مرتب کیا گیا۔ تمام اعلے کمانوں پر افسر مامور کیئے گئے۔ اور تمام اعلے افسر ہیڈ کوارٹر میں جمع ہوگئے۔

یونانی افواج مقیمہ تھسلی کی جنگی ترتیب حسب ذیل تھی

سپہ سالار۔ شہزادہ قسطنطین ولیعہد یونان۔ ہیڈ کوارٹر لاریسا

عملہ سپہ سالاری:

حاضر باش ایجوٹنٹ۔	کپتان حاجی پطروس
اعلے سٹاف افسر۔	کرنیل ساپونٹ ساکیس
میجر جنرل۔	ڈریسی نوس۔
ایضاً	پاپا ڈیامانٹو پولوس
میجر	گلیمس۔
"	زوگرافوس
چھہ لفٹنٹ۔	جو افسران توپخانہ تھے
اعلے کمسریٹ افسر	لفٹنٹ کرنیل گالامینی
اعلے طبی افسر۔	ڈاکٹر ڈاپامانٹو پولوس

یونانی افواج:

اول ڈویژن[1] فوج پیدل کا۔ کمان افسر جنرل ماکریس
اول انفنٹری بریگیڈ۔ کمان افسر کرنیل ڈیمو پولوس
اول انفنٹری رجمنٹ۔ دو پلٹنوں کی۔
تیسری " " " "
دوم انفنٹری بریگیڈ۔ کمان افسر کرنیل اینٹا ناڈیسر
ہفتم انفنٹری رجمنٹ
ہشتم " " "

افواج ذیل بھی اول ڈویژن میں شامل تھیں

چار پلٹنیں رائفل برداروں (اویزونی سپاہیوں کی)۔

[1] یعنے اس ڈویژن میں دو بریگیڈ اور ہر بریگیڈ میں متذکرہ صدر رجمنٹیں تھیں۔

ایک رجمنٹ سواروں کی۔

چار میدانی اور تین کوہی باتریاں۔

اول ڈویزن لاریسا اور اوسکے قرب و جوار میں مقیم تھا۔ اور اوسکی بعید چوکیاں سرحد کی پہاڑی دروں پر قابض تھیں۔ یہہ ڈویزن یونانی فوج کا دستہ یمین تھا۔

دوم ڈویزن کمان افسر۔ جنرل مارومیکالیس۔

سوم انفنٹری بریگیڈ۔ کمان افسر۔ کرنیل ماسٹراپاس۔ | پنجم انفنٹری رجمنٹ | یازدہم انفنٹری رجمنٹ

دوم انفنٹری رجمنٹ

چہارم " "

| چار پلٹنیں (نمبری ۵۔۸۔۹۔۱۰) رائفل برداروں کی | دو رجمنٹیں سواروں کی

چہارم انفنٹری بریگیڈ۔ کمان افسر کرنیل کالامانوس | تین میدانی اور دو کوہی باتریاں۔

یہہ ڈویزن تریکالا اور کالاباکا میں مقیم تھا اور تھسلوی فوج کا دستہ یسار تھا۔ اپریل کے مہینہ میں ان دو نو ڈویزنوں کو ریزرو اور مستحفظ فوج کی ۸ پلٹنیں ۸ ہزار ملکی مجاہدین اور نیز اجنبی والنٹیر بطور کمک آملے۔ اجنبیوں نے اپنی علیحدہ علیحدہ پلٹنیں بنائی ہوئی تھیں۔ کامل طور پر یونانی سپہ سالار کے ماتحت نہ بنائے گئے تھے۔ اپریل میں جسقدر یونانی فوج تھسلی میں جمع ہوئی اوسکی تفصیل و جمعیت حسب ذیل تھی۔ فوج پیدل ۳۴۵۰۰ فوج مستحفظ ۱۵ ہزار۔ ملکی مجاہد ۸ ہزار۔ فوج سواران و توپخانہ وغیرہ ۴ ہزار مجاہدین شاسی پو قسم کی رائفلوں سے مسلح تھی۔

ترکی فوج یونان کے ساتھ مشکلات اور چھیڑ چھاڑ شروع ہونے پر ترکی نے تیسری جیش مقیمہ مقدونیہ کی جمعیت جسکا ہیڈ کوارٹر مناسطر میں ہے جنگی پیمانہ تک بڑھا دی تھی۔ اور اوسے اور بھی کمک بھیجدی تھی۔ دس پلٹنیں پہلے جیش (قسطنطنیہ) اور ۱۳ پلٹنیں پانچویں جیش (دمشق) سے جملہ ۲۳ پلٹنیں بطور کمک اوسمیں بھیجدی گئی تھیں۔ تیسری جیش مقیمہ مقدونیہ کی افواج کی فراہمی کے ساتھ ہی یورپ کے مشرقی اضلاع اور انشیا کوچک سے فوج ردیف کو بلائے جانے اور یونان کے مقابلہ پر میدان جنگ میں اسی ہزار فوج بھیجنے کے احکام صادر کیے گئے تھے۔

یہہ فوج اپریل کے شروع میں اپنے اپنے موقعہ پر جمع ہوگئی۔ اور اوسکی کمانیں حسب تفصیل ذیل تقسیم کیگئیں۔

سپہ سالار۔ فیلڈ مارشل ادہم پاشا۔

اعلے افسران سٹاف:۔ جرنیل ڈویزن عمر رشدی پاشا۔ سیف اللہ پاشا و کنعان بک

اعلے افسر توپخانہ۔ جرنیل بریگیڈ رضا پاشا

اعلے کمسریٹ افسر۔ جرنیل بریگیڈ حمدی پاشا۔

اول ڈویزن۔ کمانڈر خیری پاشا۔ یہہ ڈویزن اول اول سلسلہ جبال میں بمقام ڈومی نیک۔ بعد بمقام مولوگستا

اور بعد ازاں ڈماسی سی بجانب جنوب بمقام شیشی سار میدانوں میں صف آرا ہوا

دوم ڈویزن۔ کمانڈر نشاط پاشا۔ یہہ ڈویزن پہلی سلسلہ جبال میں بمقام سکومبا (جہاں اوسکا سارا وقت جبل کی سڑکی کی لینے میں صرف ہوا) پھر بمقام ٹرناوس اور بعد ازاں جوں جوں فوج بڑہتی گئی آگی آگی صف آرا ہوتا رہا۔ یہہ دونوں ڈویزن عساکر عثمانیہ کا یمینی بازو تھی۔

تیسرا ڈویزن۔ کمانڈر ممدوح پاشا۔ اولاً سلسلہ جبال میں بمقام الاصونا جمع ہوا۔

چہارم ڈویزن۔ کمانڈر حیدر پاشا۔ اولاً بمقام الاصونا جمع ہوا محمد پاشا کا زیر کمان برگیڈ جو کسی ڈویزن میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔ اس ڈویزن کی ساتھ رہا تھا۔ اور پہلے بمقام الاصونا جمع ہوا تھا۔

یہہ دونو ڈویزن فوج حملہ آور کا قلب تھی۔ الاصونا سی یہ دونو اعلان جنگ ہونی پر قرادرہ (درہ ملونا) سی گذر کر میدانوں میں داخل ہوئے

پنجم ڈویزن۔ کمانڈر حقی پاشا۔ پہلے ڈسکاٹا کی پہاڑوں میں جمع ہوا۔ پھر قرادرہ یا درہ ملونا سے گذر کر تھسلی کی میدانوں میں داخل ہوا۔ پہلے یانینا اور الاصونا کی مجتمعہ افواج میں رشتہ مواصلت قایم رکھنی کا کام دیتا رہا۔ پھر فوج حملہ آور کی قلب میں شامل کر دیا گیا۔

ششم ڈویزن۔ کمانڈر حمدی پاشا۔ پہلے لفٹوکاریہ (کاریا یا خاصکوئی) کی پہاڑوں میں جمع ہوا۔ پھر یونانیوں کی کوہستانی چوکیوں کی ساتھ لگاتار مشغول پیکار رہا۔ اور آخرکار میدان میں داخل ہوکر مقام دلیلر کو فتح کیا۔ یہہ ڈویزن یساری بازو کا ایک جزو تھا۔

ہفتم ڈویزن۔ کمانڈر حسنی پاشا۔ یہہ ڈویزن پہلے کاٹرینا میں جمع ہوا۔ پھر وہاں کی حفاظت کی لیئے کافی فوج چھوڑ کر وادی ٹمپ کی رستہ میدان میں داخل ہوا۔ یہہ ڈویزن جو یساری بازو کا دوسرا جزو تھا مجدداً مرتب کیا گیا تھا۔ اور اسکا کچھہ حصہ چھوٹی نالی کی میگزین رایفلوں سی مسلح تھا۔

کیولری ڈویزن۔ کمانڈر سلیمان پاشا۔ یہہ ڈویزن ہراول میں رہتا تھا

کل فوج مقیمہ وادی سالوریا (علاقہ تھسلی) { ساڑھی سات ڈویزن فوج پیدل / ایک ڈویزن فوج سواران } یعنے تقریباً چار آرمی کور

ریزرو آرٹلری۔ نو باتریاں۔ جو رضا پاشا کی زیر کمان الاصونا میں تھیں۔ ساتواں ڈویزن میسرہ کی حفاظت کی لیئے کاٹرینا میں مقیم تھا۔ یہہ مقدونوی فوج کوہ اولمپس کی ڈہلانوں پر نہایت محفوظ و مضبوط اور بکمال احتیاط سے تیار کیئی گئی مقام میں فوج کی بازو پر اس غرض سی مقیم تھی کہ اگر یونانی سمندر کیطرف سی آکر ترکی علاقہ میں اترنیکی کوشش کریں تو اونکو اس کوشش میں کامیاب نہونی دے۔ ہر ایک ڈویزن کی نام نہاد جمعیت یہہ مقرر کیگئی تھی کہ اوسمیں چار باتریاں اور فی پلٹن ۵۰۷ آدمیوں کی جمعیت رکھنی والی سولہ پلٹنیں ہوں۔ مگر کل ڈویزنوں میں یہہ اصول قایم نہ رکھا گیا چنانچہ

انتہائی میسنر ڈویژن مقیمہ کاٹرینا کی جمعیت اون متعدد دستوں کی وجہہ سے جو اوسے اپنی پیشقدمی مین پیچھے چھوڑنے پڑتے رہے تھے کبھی بارہ ہزار سے متجاوز نہوئی تھی۔

کیولری ڈویژن میں ۲۵ رسالے اور چار اسپی باتریاں تھیں

ان بڑی جماعتوں (یعنے ڈویژنوں) سے علاوہ فوج پیدل کی کئی چھوٹی چھوٹی جماعتیں سرحد کی حفاظت پر مامور تھیں۔ اس کام کے لیئے جسقدر دستے بھیجے جاتے تھے وہ سب کے سب سرحدی گڑہیوں اور چوکیوں میں جو زمانہ امن میں بھی کل سرحد کو برابر قایم رکھی جاتی ہیں قیام کرتے تھے۔

محاربہ کی ابتدا اپریل کی پہلی دو تین تاریخوں میں[1] تسلی اور مقدونوی سرحدوں پر بہت پرجوشی اور تحریک پھیل رہی تھی۔ یونانی

---

[1] ان لوگوں کی تحریک یا ہم مذہبی اور ہمقومی کی جوش ہی نہ تھی بلکہ دیگر ممالک کے علاوہ خاص ٹرکی کی صوبجات مصر و شام و ایشیاء کوچک سے بھی کئی ہزار یونانی مجاہدین یونان پہونچ گئے تھے۔ گویا یہی باقاعدہ سرپرستی سے کوئی مال اندیش یونانی پیچھے نہ رہے۔ اور وہ مدد کرنے سے ہی محترز نہ ہوئے بلکہ اپنا قوم کو بھی نیک صلاح و مشورہ دینے سے دریغ نکرتے تھے۔ چنانچہ بندر روڈوسٹو کے ایک یونانی تاجر نے اپنے ایک عزیز کو جو لاریسا میں رہتا تھا حسب ذیل خط محاربہ سے پہلے ارسال کیا۔

"برادر عزیز! تیرا خط ملا۔ اور اس امر سے واقف ہوا کہ تو نے اہالی کریٹ کی امداد کے لیئے ... ۵۰ درہم مالیت کا غلہ دیا ہے۔ خدا تمہیں اس ہمدردی اور حسن نیت کا بدلہ دے۔ میں تجھے اطلاع دیتا ہوں کہ تمہاری ملک میں مفلوک الحال کریٹیوں کی امداد کے لیئے روپیہ جمع کرنے کی غرض سے جو انجمن قایم ہے وہ اپنے دعوے میں بالکل جھوٹی ہے۔ اور اسمیں ایسے لوگ ہیں جو صرف اپنے ذاتی منافعہ کے لیئے کام کرتے ہیں۔ بڑی دلیل اس امر کی یہہ ہے کہ انہوں نے روپیہ تو غلہ پارچہ سے کریٹیوں کی مدد کے لیئے جمع کیا۔ اور اوسکے عوض دس ہزار بندوقیں اور کئی لاکھ کارتوس خرید کر اشقیاء کریٹ کو دیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ انہوں نے ایسے ایسے جور و ستم کیے کہ تمام شریف یونانیوں کو شرمسار ہونا پڑا۔ اور انہوں نے اسپر کفایت نہ کی بلکہ صوبہ تھسلی کے غریب مسلمانوں کی بھی جو تعداد میں پندرہ سو سے متجاوز نہیں۔ طرح طرح سے بے حرمتی کی اون کی ٹوپیاں سر سے اتار کر قدموں کے نیچے کچلیں۔ اور بالکل بے تصور محض اس وجہہ سے کہ وہ غیر مذہب کے ہیں۔ انکو تکلیفیں پہونچائیں جن سے ناچار ہو کر اکثر شریف مسلمانوں کو وہاں سے ہجرت کرنی پڑی۔ کیا یہہ طفلانہ حرکات اور سفیہانہ کرتوتیں ہمارے لیئے باعث شرم نہیں۔ کیا ہم ترکوں کے ملک میں رہنے سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ دیکھو میں مع قبیلہ اون کے ملک میں ہوں۔ تیرا عمزاد بھائی نقولا اور اوسکی اولاد ازمیر میں اور تیرا دوسرا بھائی یورغو اور اوسکا بیٹا مصر میں ہے۔ اور تمام بلاد عثمانیہ ہماری قوم سے بھرے پڑے ہیں۔ اگر ہم تمہاری طرح پاگل ہو جائیں۔ تو ہماری کیا حالت ہو۔ میں اپنی قوم کی یہی شرارتیں دیکھکر وہاں سے نکل آیا۔ اور عثمانی رعیت بنگیا تھا۔ تم لوگ عنقریب سخت مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہو۔ کیونکہ ہر روز ہمارے پاس سے عساکر عثمانیہ گذر رہے ہیں۔ اور مجھکو کبھی خیال نہیں تھا کہ بلاد عثمانیہ میں ایسے لشکر موجود ہیں۔ میں ادہر خط لکھ رہا ہوں اور دوسری طرف میری آنکھیں اون نوجوان ترکی سپاہیوں کے رعب و جلال اور ہمت و طاقت کا نظارہ کرنے میں جو ابھی ابھی بندرگاہ وسا سون سے آئے ہیں مصروف ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ اسد تعالیٰ اون اشقیاء یونانیوں اور خطیبوں کو جنہوں نے یہ جنگ برپا کر دی ان کو تباہ [illegible]

[illegible]

سلسلہ مفسدوں اور قزاقوں کے گروہ در گروہ مقدونوی آبادی کو ترکی فوج کے عقب میں علم بغاوت بلند کر دینے کی ترغیب دینے اور ترکوں کو ایذا پہونچانے اور مشتعل کرنے کے لیئے متواتر یورشیں اور کشت و خون کرتے رہے۔ مگر ترکی کمانڈران نامردانہ کوششوں

ے ان یونانی یورشوں کی مفصل کیفیت ناظرین کو ترکی اخبارات کے مندرجہ ذیل اقتباس سے معلوم ہو جائیگی۔ مگر اوسکے اندراج سے پیشتر ترکی افواج کی عالی ظرفی رحمدلی۔ اور سخاوت کریمانہ کی ایک حیرت انگیز واقعہ کو انگلستان کے اخبارات مورخہ ۱۶۔ اپریل کی سند پر یہاں درج کر دینا نامناسب نہوگا ۱۰۔ اپریل ۱۸۹۷ع کو یونانی لشکر میں سے ایک جماعت کثیر نے حد سے گذر کر عساکر عثمانیہ کی ایک ردیفی دستہ سے جو خیلاک سے آیا تھا روٹی مانگی۔ یہہ یونانی شدت جوع سے بیتاب ہو رہی تھی۔ دشمن نواز ترکوں نے بلاتردد اونکو بخوبی شکم سیر واپس کر دیا یورشوں کی کیفیت حسب ذیل ہے۔

ترکی اخبار اقدام کو مقام الاصونا سے مندرجہ ذیل تار مورخہ ۹۔ اپریل موصول ہوئی "جو یونانی فوجیں کرینیا میں جمع تھیں وہ اچانک سرحد سے عبور کر آئیں۔ ترکی افسر نے پہلے اون کو واپس چلے جانے کے لیئے زبانی فہمایش کی۔ مگر اون کے انکار کرنے پر افواج قاہرہ نے جنکی شجاعت کل دنیا میں مشہور ہے۔ سلطنت کے حقوق کی حفاظت کے لیئے حملہ کو روکا۔ اور یونانیوں کی گولیوں کے جواب میں عثمانیہ توپوں سے بم کے گولے چلائے اور رائفلیں بھی سر کیں۔ یونانیوں کا بہت ہی سخت نقصان ہوا۔

الاصونا۔ ۱۰۔ اپریل۔ جو لڑائی کل شروع ہوئی تھی وہ ابھی تک جاری ہے یونانیوں کا بے اندازہ نقصان ہوا ہے ٹھیک تعداد ابھی معلوم نہیں ہوئی سارشل ادہم پاشا نے کورٹ مارشل مقرر کیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یونانی جنکے سب حملے پسپا کر دئے گئے تھے۔ پھر لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ترکی افسروں نے تمام انتظام کما حقہ کر لیا ہے۔ ابھی خبر موصول ہوئی ہے کہ یونانی افواج ڈسکٹ متسو اور سپیلیو کی طرف ترکی علاقہ پر حملہ آور ہوئی ہیں غنیم نے ترکی چوکی ملے نگرانی بمقام کرینیا پر بھاری جمعیت کے ساتھ حملہ کیا ہے۔ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ڈاکو نہیں بلکہ باقاعدہ فوج نے حملہ کیا ہے۔ ڈسکٹ وغیرہ پر حملہ کرنے والوں نے نقصان عظیم اوٹھایا۔ کرینیا میں گو ترکی فوج کم تھی اُسنے حملہ آوروں کو جنکا بہت نقصان ہوا پیچھے ہٹا دیا۔ ترکی دستہ کا صرف ایک سپاہی شہید ہوا شب گذشتہ (۹ اپریل) یونانیوں نے پھر حملہ کی تیاری کی۔ مگر اونکی نقل و حرکت برقی روشنی کے ذریعہ معلوم کر لیگئی۔ اور اون کو پیچھے ہٹنا پڑا۔

(۹) اپریل کی لڑائی میں یونانیوں کو فاش شکست ہوئی۔ ترکوں نے ۱۱ سپاہی اور ایک افسر کو گرفتار کر لیا جس وقت یونانی سرحد عبور کر کے اسطرف داخل ہوئے ترکی افسروں نے نگرانی کنندہ دستوں کو پیچھے ہٹا لیا۔ تاکہ یونانی اچھی طرح سے آگے بڑھ آئیں پھر دو گھنٹوں کے بعد نیم دائرہ کی شکل میں بڑھ کر غنیم کے بھاگنے کا راستہ بند کر دیا۔ یونانی جان توڑ کر لڑے۔ مگر کچھہ پیش نہ گئی شب گذشتہ سات سو یونانی دو جہازوں سے پریویسا کے مقابل خشکی پر اُترے اور آج صبح کو نگرانی کی چوکیوں پر حملہ کیا۔ ایک جہاز غرق کر دیا گیا چند اہل جہاز قتل اور باقی گرفتار کر لیئے گئے۔

الاصونا (۱۰ اپریل شام) چودہ سو آدمیوں کے ایک یونانی دستہ نے آج آرمتا کے قلعہ پر حملہ کیا۔ مگر پسپا کیئے گئے۔ سپیلو پر پانچسو یونانی

اورابلیسانہ کارروائیوں کونہایت تحمل وبردباری سے دیکھتے اور صرف ان بزدلانہ اور متمردانہ حملوں کو روکنے پر اکتفا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ یونانیوں کی یورشوں اور تاخت وتاراج کی اصل مقصد ومدعا میں کوئی شک وشبہ نہ رہ گیا۔ اور کل دنیا پر واضح ہوگیا کہ وہ محض اسلیے کیجارہی ہیں کہ پہلے مقدونیہ میں علانیہ بغاوت کی آگ مشتعل کرکے پھر جزیرہ نما بلقان کی کل اقوام میں جنگی

حملہ آور ہوئی تھے۔ اون کو بھی شکست ملی۔ لیکن مکرر حملہ کی ہر وقت انتظار ہے۔ یونانیوں نے مقام گرانا کی جنگی چوکیوں کو آگ لگانے کی کوشش کی جسپر سخت لڑائی شروع ہوئی اور آخرکار وہ سرحد سے پار چلے گئے۔

بمقام ڈسکٹ کئی یونانی مقتول ومجروح ہوئے۔ نشاط پاشا اور حقی پاشا ایسے موقعوں پر ہیں جہاں غنیم بآسانی حملہ کرسکتا ہے۔

محکمہ جنگ نے تیسری اور دو مقیمہ مناسطر کی ریزرو فوج کو تین حصوں میں تقسیم کرکے بمقام اسکب۔ کسووہ اور پریزرند مقیم کرنیکا فیصلہ کیا ہے۔

بریگیڈیر جنرل عثمان پاشا (غازی عثمان سے مراد نہیں) یاور اعلیحضرت مقام جنینا کے ڈویزن کے اسٹاف کے اعلے افسر مقرر ہوکر مقام مذکور کو روانہ ہوگئے ہیں۔

معرکہ آرا فوج کی پہلے تین ڈویزنوں تین بارہ ہزار فوج پیدل۔ چند دستے فوج سواران میں میدانی اور کوہی باتری ہے۔ چوتھی ڈویژن میں ۱۱۶۰۰ فوج پیدل۔ چند دستے سوار چار میدانی اور ایک کوہی باتری ہے۔ چھٹی ڈویژن میں بارہ ہزار پیدل اور توپ خانہ سوار پانچویں کے برابر ہیں۔ اسکے علاوہ دو اور ڈویژن ہیں جن میں سے پہلی میں چار رجمنٹ سواران اور دوسری میں آٹھ رجمنٹ توپ خانہ ہے۔ کل معرکہ آرا فوج کی تعداد علاوہ امدادی فوج کے ۲۷ ہزار پیدل ۶ دستے سواران اور ۱۵۶ توپیں ہیں۔

الاصونا۔ ۱۱ اپریل۔ جمعہ ۹ اپریل سے لیکر یونانیوں نے رات اور دن دونوں وقت ترکی فوج پر مختلف موقعوں پر متواتر حملے کئے ہیں۔ مگر ایک انچ زمین پر قابض نہ ہوسکے۔ شنبہ کی رات کو ترکی پہرہ داروں نے مقام کو یری پور کے نواح میں برقی روشنی کی۔ مدد سے چار ہزار یونانیوں کو بڑھتے آتے دیکھا جسپر وہ فوراً مقابلہ کے لیے تیار ہوگئے۔ لڑائی برابر ڈھائی گھنٹہ ہوتی رہی جسکے بعد اکثر یونانی بھاگ گئے اور باقی ماندہ زیادہ عرصہ تک لڑتے رہے۔ غنیم کے بہت سپاہی قتل ہوئے۔ جنمیں ایک اعلیٰ افسر بھی شامل تھا۔ اس رات چار ہزار یونانیوں نے ڈسکٹ کے قریب سرحد عبور کی مگر بیس منٹ کی لڑائی کے بعد بھگادیے گئے۔ پانچ یونانی زندہ گرفتار ہوئے جو ڈویزن کے سپہ سالار کے پاس بھیجدیے گئے۔ صبح کے وقت تین دستہ بمقام میلی ہوا ترکی علاقہ میں داخل ہوئے۔ ترکی افواج نے مار کر بھگادیا۔

۱۰ کو تقریباً ایکہزار یونانیوں نے پھر سیلیو پر حملہ کیا۔ مگر نقصان عظیم کے ساتھ پسپا کردیے گئے۔ ۱۱ کو یونانیوں نے کرنیا پر پھر حملہ کیا۔ اڑھائی گھنٹے لڑائی ہوتی رہی اور آخرکار سرحد سے پیچھے ہٹادیے گئے۔ اقدام راوی ہے کہ ڈسکٹ پر پانچہزار یونانیوں نے حملہ کیا۔ سرحد پر ترکی فوج تھوڑی تھی وہ پیچھے ہٹ آئی۔ ترکی جرنیل نے یونانیوں کے بڑھتے چلے آنے پر انکی واپسی کو روکنے کے لیے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ غنیم اس چال کو سمجھکر اپنی مخدوش حالت سے واقف ہوگیا۔ اور ادسنے ترکی مورچہ بندی پر بڑی تندی سے حملہ کردیا۔ لڑائی تین گھنٹے ہوتی رہی۔ آخرکار یونانی دو ہزار مقتول ومجروح چھوڑکر واپس ہٹ گئے اور ترکی فوج نے محض رحم کھاکر بھگوڑوں کو گرفتار نہ کیا۔

تحریک پیدا۔ اور اونکو عالمگیر جنگ پر آمادہ کر دیا جائے۔

جب ترکوں نے اس دلیرانہ دعوت کا عملی صورت میں جواب دینا پسند کیا اور اونکو وہ وقار تحمل و شکیبائی میں کوئی فرق نہ پڑا۔ تو اونکو اکسانے کے مدعا کے حصول کے لئے باقاعدہ یونانی فوج کے افسروں کی نگرانی اور ماتحتی میں ٹھیک جنگی اصول کے مطابق باقاعدہ فوجی حملے شروع کردئے گئے۔ اس قسم کے پہلے حملے ۹ اور ۱۰ اپریل کو کئے گئے۔ یونانی بیقاعدہ سپاہیوں اور مجاہدین کے دل بادل دو حصوں میں منقسم ہو کر ترکی علاقہ میں گھس گئے۔ ایک حصہ ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف داخل ہوا۔ ایک کا مدعا یہہ تھا کہ ترکی بیدی چوکیوں کے دستوں کو لڑائی پر اکسائے۔ اور دوسرے کا مدعا یہہ تھا کہ مشرقی میدان کے ترکی ہیڈ کوارٹر (الاصونا) اور مغربی ہیڈ کوارٹر واقع ایپائرس کے رشتہ مواصلت کو دو موقعوں پر حملہ کرکے منقطع کردے اور اسمیں کامیاب ہوجانے پر ترکی علاقہ میں آگے بڑھتا جائے۔ پہلے مدعا میں قطعًا ناکامی اور دوسری میں جزوی کامیابی ہوئی۔

اس بیقاعدہ دستہ مجاہدین کا اعلےٰ منتظم اور سربراہ ایک بہادر اور بلند حوصلہ یونانی افسر مسمّٰی اسکندر میلوناس تھا۔ اوسنے اپنے ماتحت سپاہ کو سولہ حصوں میں تقسیم کیا۔ اور اونکا فرض یہہ مقرر کیا کہ وہ ترکی عساکر کے پہلوؤں پر اور عقب میں جسقدر دور پہونچا جاسکے پہونچکر عیسائیوں کی حوصلہ افزائی کرنے سے عام قومی بغاوت برپا کرائیں۔ اور ساتھ ہی غنیم کی فوج مقیمہ سرحد سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہکر اوسے ستاتے اور دق کرتے رہیں۔ انہیں سے جو جماعتیں مشرقی و مغربی ہیڈ کوارٹروں کے رشتہ مواصلت کو منقطع کرنے اور غنیم کی ولیں صفوف و ہراولی مورچوں سے گذر جانے کے لیے بھیجی گئی تھیں۔ اونکا حقی پاشا کے ڈویزن مقیمہ ڈسکاٹہ سے مقابلہ ہوا۔ اور وہ حصہ کثیر کو سر چھوڑ واکر واپس آگئیں۔

اس واقعہ سے چند دن بعد یونانی مورچوں سے پھر دوسری دفعہ اور پہلے سے زیادہ جمعیت کے ساتھ پیشقدمی کیگئی۔ جسکا بالصراحت یہہ مدعا ظاہر ہو رہا تھا کہ ترکی افواج کے باہمی رشتہ کو معرض خطر میں ڈالا جائے۔ یہہ کوشش ۱۵ اپریل کو کیگئی۔ اس تاریخ کئی زبردست گروہ اضلاع بیرقلی اور سیلوس کو جو الاصونا سے بجانب شمال دس میل کے فاصلہ پر ہیں روانہ ہوئے۔ اونکو امید تھی کہ اول تو ان اضلاع میں فوج مطلقًا ہی نہیں ہوگی۔ اور اگر ہوئی بھی تو تھوڑی سی ہوگی۔ مگر اونکی توقع باطل ثابت ہوئی ترکوں نے اونکے حرکات کو دیکھ لیا تھا۔ اونہوں نے متمردوں کی خوب خاطر تواضع کی۔ جسپر یونانی بہادر نگیٹ رفتار سے اناالپسین اور پونیکا کی پہاڑیوں کو جو عین سرحد کے قریب واقع ہیں پیچھے ہٹ گئے۔ سرحدی لاین سلسلہ اناالپسین کے برابر جاتی ہے۔ سلسلہ مذکور کے اس موقعہ پر جہاں وہ درہ جو مقدونیہ کو جاتا ہے زد میں ہے ترکوں نے بھگوڑے غاصبوں کا تعاقب کرکے بایں توقع کوہ مذکور کا محاصرہ کرلیا کہ شاید اسیران جنگ سے وہ اس امر کو ثابت کرسکیں کہ یونان کے باقاعدہ سپاہیوں نے حملہ کیا تھا۔ یہہ لڑائی رفتہ رفتہ سرحد کے برابر دونو طرف پھیل گئی۔ اور خوب شور و شغب اور آتشباری ہوئی۔ مگر فریقین میں سے کسیکو کچھہ نقصان نہ پہونچا۔ نہ کوئی نتیجہ مترتب ہوا۔ ۱۶ اپریل کو لڑائی زیادہ تیز ہوگئی۔ اور گذشتہ دن کی نسبت فریقین کے زیادہ آدمی شریک کارزار ہوئے۔ یہہ لڑائی سارا دن اور ساری رات جو چاندنی تھی ۱۷ اپریل پنجشنبہ کی صبح تک ہوتی رہی۔ دوسرے دن

ایسٹر سنڈے (ایسٹر یعنی اتوار - جو عیسائیوں میں بمنزلہ عید کے ہوتا ہے) تھا صبح کے وقت فریقین کے بوجہ کوفتہ و ماندہ ہو جانے سے لڑائی ملتوی ہو گئی - مگر بایں عزم کہ ۱۹ اپریل کو بروز دوشنبہ پھر شروع کیجائیگی۔

ان لڑائیوں سے البتہ ایک نتیجہ ضرور مرتب ہو گیا ترکوں نے یہہ امر بخوبی ثابت کر دیا کہ یونانی باقاعدہ فوج کے آدمی انمیں شامل رہے ہیں - اور کہ ترکی افواج صرف مجاہدین اور مفسدوں سے معرکہ آرا نہیں رہی - اس امر کے پایہ تصدیق کو پہونچ جانیکا فوری نتیجہ یہہ ہوا کہ ترکی گورنمنٹ نے یونان کے برخلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔

ولیعہد قسطنطین اور اوسکے جنرل اسٹاف نے جارحانہ پہلو اختیار کرنیکے بجائے پہاڑی دروں کی محافظت کے پہلو پر رہنے کا عزم کیا تاکہ غنیم کو اپنی پوری طاقت سے کام لینے کا موقعہ نہ مل سکے اور اسطرح ترکی فوج کی عقب میں بغاوت برپا کر دینے کیلیے مہلت مطلوبہ مل جائے۔

فصل دھم قبضہ جبال کیلئے معرکہ آرائی

ادہم پاشا نے یونانی فوج کے برخلاف کارروائی شروع کرنے کے احکام موصول ہو جانے پر بتاریخ ۱۸ اپریل پیشقدمی کا حکم دیدیا بقول اسٹاف افسر مذکورہ بالا پیشقدمی ایسے طریق سے اور یہہ خاص مدعا مد نظر رکھکر کیگئی کہ درانحالیکہ کچھہ فوج غنیم کو سامنے کیطرف سے اپنے ساتھ مشغول رکھے باقی یعنے لڑائی میں نہ شریک ہونے والی فوج یونانیوں کے میسرہ کے اوپر سے بازو پر سے گذر کر اونکو عقب سے جا لے اور پھر چند ڈویژن ٹرناووس کی سڑک پر قابض ہوکر آگے بڑھنا شروع کر دیں۔ اس تجویز کو عمل میں لانا اور اشیب کیوجہہ سے جو سرحدی لاین کے جنوب میں ہے۔ اور نیز بوغاسی۔ ریوینی اور کالاماکی دروں کی وجہہ سے جو ٹرناووس لاریسا سڑک پر ختم ہوتے ہیں۔ ممکن ہی نہیں بلکہ اغلب ہو رہا تھا اور ترک بالعزم پیشقدمی سے غنیم کے عقب میں پہونچ سکتے تھے۔

اون مقامات کو پھر فتح کرنے کے لیئے جنپر یونانیوں نے جارحانہ پہلو پر کارروائی کرنے اور غاصبانہ حملوں اور یورشوں کے دوران میں قبضہ کر لیا تھا۔ اور نیز یونانیوں کو سرحد سے پیچھے ہٹانے کے لیئے ادہم پاشا نے دو کالموں سے غنیم پر سامنے کیطرف سے حملہ کیا۔ بڑی کالم نے جسمیں دوم و چہارم ڈویژن تھے درہ ملونا پر اور دوسرے نے جسمیں پانچواں ڈویژن تھا ڈسکووالی پر حملہ کیا۔ بازو پر سے گذر کر غنیم کے عقب میں جانے کے لیئے الیمی دستہ کو دریائے زنتیس کی وادی کے راستہ ڈومی نیک سے ڈماسی کیطرف جانے کا حکم بلا۔ اور ہدایت کیگئی کہ اس دستہ کے تینوں ڈویژنوں کا رخ ٹرناووس کیطرف رہے میسرہ میں چھٹا ڈویژن۔ انالیپسس اور درہ نیزرو کے مقابل مدافعت کے پہلو پر رہا۔ انتہائے میمنہ پر تیسری ڈویژن مقیمہ ڈسکاٹا کے ذمہ ترکی پیشقدمی کی جانب ٹرناووس کو دشمن کی نظر سے اوجھل رکھنے کا کام سپرد کیا گیا۔

اس جارحانہ کارروائی کی بدولت گزرگاہ کوہ پر کئی منفرد لڑائیاں ہوئیں۔ یہہ لڑائیاں اور اونکے ضمنی معرکہ آرائیاں

۱۸ سے ۲۲ اپریل تک نہایت استقلال، ثابت قدمی اور مستعدی سے جو باتیں مذہبی اور قومی تعصب اور عناد نے فریقین میں پیدا کر دی تھیں ہوتی رہیں تاکہ ناظرین کو ان معرکوں کی کیفیت بالوضاحت معلوم ہو سکے۔ میں انکو تین حصوں میں منقسم کیے دیتا ہوں خط محاربت کے مشرقی حصہ میں کوہ اناالپس اور درہ نیزرو کی قبضہ کے لیئے لڑائی ہو رہی تھی۔ قلب میں تمام کوشش کا ماحصل درہ ملونا تھا۔ اور مغرب میں یعنی ترکی میمنہ پر درہ سلوپنی اور اوسکی متصلہ گھاٹیاں اور وادیاں۔ یہ المقصود نہیں اسمیں کوئی کلام نہیں کہ ان معرکوں میں فریقین نے شجاعت و مردانگی کی پوری پوری داد دی جسے دیکھکر بے تعلق ناظرین عش عش کیے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ یونانیوں نے ان دروں کی جو انکے وطن و ملک کے پھاٹک تھے۔ قابل تعریف پامردی اور ہوشیاری سے محافظت کی اور اس محافظت میں کئی دن تک کامیاب رہنے سے اونکو فتحیابی کی پوری توقع اور اسکے ساتھ ہی یہ قوی امید ہوگئی کہ فتوحات ہمارے ہمسایوں سے بغاوت کرا دینے کے لیئے زبردست تحریک اور مثال کا کام دینگی۔ اور گروہ عنقریب فاتحانہ حیثیت سے مقدونیہ میں داخل ہو کر اپنے آزاد شدہ بھائیوں سے مصافحہ جا کرینگے۔ مگر خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم یہ ہوس ہوس خام اور توقع توقع باطل ثابت ہوئی۔

ترکی پلٹنیں بے نظیر استقلال و متانت اور ثابت قدمی سے جو اوصاف فطرت اور رسم و رواج نے ہر فرد ترک سپاہی میں پیدا کر رکھی ہیں۔ اُن کو ہی مورچوں پر جنکی یونانی سرباختہ ہو کر حفاظت کر رہے تھے حملہ کرنے کے لیئے آگے بڑہیں۔

معرکہ کا حملہ یونانی پوزیشن کے مرکز پر کیا گیا۔ دوم و چہارم ڈویزن ایک رسالہ سواران اور چھ باتریاں لیکر (حملہ ۱۵ ہزار آدمی) دو گھنٹوں کی کوچ پر الاصونا سے درہ کیطرف جسکی چڑہائی کا زاویہ تقریباً تیس درجوں کا ہے روانہ ہوئے۔ زمین کی طبعی بناوٹ یونانیوں کے حق میں بہت مفید تھی کیونکہ شمالی طرف کی چڑہائی اور اُترائی نہایت سیدھی اور کھڑی ہے۔ درہ کے سرے پر دو گڑھیاں جو چھوٹے دستوں کے قیام کے لیئے تھیں بالمقابل کھڑی تھیں۔ یونانی اپنی گڑھی میں چند میدانی توپیں لے آئے ہوئے تھے اور اونکے چلانے کے لیئے چند توپچی نقل[1] برداروں کی وردی پہنا کر بسرعت تمام وہاں بھیجدیئے گئے تھے۔ لڑائی کے شروع ہونے سے تھوڑی ہی دیر بعد ان توپچیوں نے سامنے کی ترکی گڑھی پر پھٹنے والے گولے پھینک کر اوسے آگ لگا دی۔ جسپر ترک اوسے خالی کر کے پیچھے ہٹ گئے۔ اور یونانیوں نے فی الفور قابض ہو کر اوسے خاکستر بنا کر زمین کے ساتھ ہموار کر دیا۔ اسی موقعہ سے دوسرے دن از سر نو حملہ کیا گیا۔ اور یونانی توپیں ایک چھوٹی سی عمارت پر جو سوختہ گڑہی سے کسیقدر عقب میں ترکی علاقہ کیطرف ایک بلندی پر کھڑی تھی سیدھی کر دیگئیں۔

اس بلندی پر ترکوں نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے کئی باتریاں جمع کر لی ہوئی تھیں۔ ان باتریوں نے ایک اور ہمسایہ باتری کی مدد سے جسنے قابل قدر کام دیا۔ یونانی توپوں کا موںھ بند کر کے اونکی جارحانہ کارروائی کا بہیں خاتمہ کر دیا۔ اس ترکی کامیابی کے مقابلہ پر یونانیوں نے گریزووالی کے سرحدی قلعہ کے قریب ترین گڑہی دہاوا کر کے فتح کر لی۔ اور بعد ازاں یہ غیر منفصل لڑائی کچھ عرصہ تک فریقین میں ادہر ادہر ہوتی رہی تھی کہ معرکہ آرائی کو جو ۲۲ گھنٹوں سے لگاتار جاری تھی اور زیادہ عرصہ تک قایم رکھنے کی بالآخر جنگ کنندگان میں سکت نہ رہ گئی۔ دونو طرف سے ہر دو اسلحہ (رائفلوں کی آتشباری)

[1] توپچیوں کی وردی اسلیئے بدل دیگئی کہ فریق ثانی کو اونکی پوشاک سے یونانی گڑہی میں توپوں کی موجودگی کا علم نہ ہو سکے۔ مترجم۔

بند ہوگئی۔ اور صرف توپوں کی گرج لڑائی کے جاری ہونیکا پتہ دیتی رہی۔ جنگی آتشباری میں کوئی فرق نہ پڑا۔ بلکہ یونانی مورچہ
پر گولہ باری کرنیوالی ترکی توپوں میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ اور اپنی توپوں کی گولہ باری کی اثر کو بذات خود مشاہدہ کرنیکے لئے
ادہم پاشا ریزرو توپخانہ کی کمانڈر رضا پاشا سمیت اون بلندیوں پر جو سڑک کے اوپر تھیں تشریف لیگئے۔ ترکی توپیں بھی
قابل تعریف استقلال و تحمل اور قادر اندازی سے گولہ باری کر رہے تھے۔ نہ دیعنی درمیانی فاصلہ کسی جگہہ سات ہزار قدم کہیں
۸ ہزار او بعض جگہہ اس سے بھی زیادہ تھا لیکن اس بعد مسافت کی باوجود گولے ایسے درستی سے نشانہ پر بیٹھتے تھے کہ ترکی گولندازوں
کی تیز نظری۔ درست مشاہدہ اور مہارت کی پوری تصدیق ہورہی تھی۔

ترکی توپوں کی نسبتاً زیادہ شدید گولہ باری نے تھوڑی ہی دیر میں یونانی گڑھیوں اور اونکے ملحقہ مورچوں و دمدموں کو
جنمیں یونانی فوج پیدل موجود تھی۔ تودۂ خاک بنا دیا۔ اور اونکی باتریوں کو چپ کرادیا۔ اور اسطرح سے درہ کی شجاع محافظ
اون موقعوں کو جنپر وہ پہلے قابض تھے۔ بتدریج چھوڑتے جانے پر مجبور کر دیے گئے۔ الغرض ۱۹ اپریل کی سہ پہر تک گڑھی کری
شووا کو بھی جو معرکہ آرائی کی آخری جدوجہد کا مرکز رہی تھی یونانیوں نے خالی کر دیا۔ اور گھاٹی کی جنوبی ڈھلاؤ کی چند یونانی
مورچوں کی سوا کل درہ ملونا پر ترکوں کا قبضہ ہوگیا۔ وہ تمام انگریز نامہ نگار جو ان دنوں کی لڑائی کی جزو و کل کیفیت کو مشاہدہ
کرتے رہے تھے۔ متفرق ہوکر لڑائی کرتے اور صف آرا ہوکر مشغول پیکار ہوتے وقت دونوں صورتوں میں ترکی سپاہ کی نظام و
باترتیبی اور غنیم کی آتشباری کے سامنے ثابت قدم اور مطمئن خاطر رہنے کی تعریف کرتے ہیں جب میدان کارزار کا دایرہ تنگ ہوگیا
اور جنگ کنندہ سپاہیوں کی متفرق جماعتوں اور دستوں کی تمام کوششیں ایک ہی مدعا پر مجتمع ہوگئیں۔ تو ترکی سپاہیوں
میں از سر نو جوش تیزی و مستعدی پیدا ہوگئی۔ بطرز دن سالونیکا اور انیا کی دینی سپاہیوں میں عجب جوش تعاقب پیدا ہوگیا ہر ایک فریق کی یہی کوشش تھی کہ مردانگی و جانبازی میں دوسروں سے سبقت لیجائے
یہہ جوش آخر اوسوقت تھا جب درہ کو فتح کر لینے کے بعد سپاہیوں میں مسلسل معرکہ آرائی کیوجہہ سے ہاتھ پاؤں ہلانے کی اور سکت
نہ رہی تھی۔ افسروں نے بھی کچھہ کم جانبازی نہ دکھائی۔ بلکہ سپاہیوں کو خود شاندار نمونہ بنکر دکھایا۔ اور اپنی مثال اور نظیر سے اونمیں
جان نثاری اور شجاعت کی روح پھونکدی۔ اور اونسے وہ وہ کام کرائے جنہیں دیکھکر حیرت ہوتی تھی۔ فوج کی پرانے افسروں
میں سے ایک کی شاندار شہادت نے کل سپاہیوں میں جو قومی و مذہبی تربیت کی وجہہ سے اپنے دلی ولولوں کی علانیہ اظہار کے چنداں
عادی نہیں۔ عالمگیر جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔ یہہ شہید محترم جرنیل بریگیڈ حافظ پاشا تھا۔[1] جو ہنزار دلی افسر کی منت سماجت
کی باوجود فوج کی سیلاب تند کیطرح درہ میں داخل ہونے وقت گھوڑے سے نہ اترا اور بندوق کی دو گولیاں کھانیکے باوجود اپنے سپاہیوں سے جدا ہونا منظور نہ کیا۔ اور آخر ایک پھٹنے والے گولی کی ٹکڑے لگنے سے جام شہادت
نوش کرگیا۔ (نشاط پاشا کی دوسری بریگیڈ کے کمانڈنگ افسر میجر جنرل جلال پاشا بھی اسی معرکہ میں شہید ہوے۔ مترجم)

---

[1] اس جانباز خادم قوم و ملت کی تصویر دوسرے صفحہ پر دیکھی ہے۔ اوسکا اصلی نام عبدالازل پاشا تھا۔ مگر حافظ قرآن کریم ہونیکے باعث عموماً حافظ پاشا
پکارے جاتے تھے بوقت شہادت اونکی عمر اسی برس کی تھی۔ شہادت سے پہلے یہہ کلمہ ورد زبان تھا۔ میں اسی برس دین کی خدمت میں بسر کرچکا ہوں۔
اتک ۴۳ محاربوں میں شریک رہ چکا ہوں۔ ہر موقعہ پر شہادت کی تمنا تھی۔ شاید اسے خدا وند کریم اب پورا کر دے۔ جلالۃ الملک نے جلال پاشا اور عبدالازل
پاشا کی ابنا او بیوگان کو معمولی پنشنوں کے علاوہ خزانہ خاص سے بھی معین مقدار کی پنشنیں عطا فرمائی ہیں۔

درہ میں سے گذرنے والی سڑک پر ترکوں کا قبضہ ہو جانے سے یونانیوں کے لئے گریزو والی کی برابر محافظت کرتے رہنا ناممکن ہو گیا۔ وہاں دو ہزار یونانی متعین تھے۔ جنکو پانچویں ترکی ڈویزن کی سپاہ نے بتدریج اس اہم موقعہ کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۹ اپریل کی صبح کو یونانیوں نے ٹرناوس کیطرف ہٹنا شروع کر دیا۔ اور اودہر ترکوں نے درہ ملونا کی متصلہ بلندیوں یعنے کوہ پاپالوکیا و پارتا اور اونکی گڑھیوں پر حملہ کر دیا۔ اور راٹی کیطرف بڑہے۔ مگر اس پیشقدمی سے اونکو یونانی بریگیڈ نے زیر کمان ڈیموپولو نے پیچھے ہٹا دیا۔ ۱۸ و ۱۹ اپریل کو درہ ملونا اور گریزو والی کے ارد گرد جو لڑائیاں ہوئیں اونمیں ترکوں کی تیس پلٹنیں (تقریباً ۲۴ ہزار آدمی) اور چودہ باتریاں شامل ہوئیں۔ انکے مقابلہ پر یونانی صرف ۱۶ ہزار کے قریب تھے[1]۔ ایک اجنبی نامہ نگار کا بیان ہے کہ ان معرکوں میں ترکوں کے ۵۶ شہید اور ۲۶۰ مجروح ہوئے۔ مگر یونانیان کا اس سے بدرجہا زیادہ نقصان ہوا۔ مبصروں کا قول ہے کہ ترکی گولوں نے غنیم پر سخت بربادی وارد کی اونکے گولے گویا جاندار تھے۔ اور بولی پر کام دیتے تھے۔ اوسی موقعہ پر جا کر پھٹتے جہاں اونکی کسیطرحکی پناہ یا روک موجود ہوتی تھی۔

اس قلب میدان کی لڑائی کے ساتھ ہی جسمیں جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ادہم پاشا یونانیوں کو اونکے ہر خط مراجعت کیطرف پیچھے دھکیلنے میں کامیاب ہوا۔ دونو بازوؤں پر بھی ویسی ہی ثابت قدمی اور عزم بالجزم کے ساتھ لڑائی ہو رہی تھی۔

نسبتاً سب سے زیادہ مشکلات لیساری بازو پر حمدی پاشا کی زیر کمان چھٹی ڈویزن کو پیش آئیں۔ اس بازو کا میدان جنگ محافظین کے حق میں از حد مفید تھا۔ وہ نہایت عمدہ پناہ اور روک کے پیچھے بلند اور دور تک مار کرنیوالی موقعہ پر کھڑے تھے جہاں سے اوزیرولی یعنے یونانی کوہستانی شکاری غنیم پر پے در پے بحفت ہو کر آتشباری کر رہی تھی یہاں (یعنے بمقام نیزروس) ایک ہزار مجاہدین کے علاوہ ۸ ہزار یونانی سپاہ کرنیل کالا مانوس کی زیر کمان درہ کے دونو طرف ناقابل گذر اور عسیر الحصول بلندیوں پر قائم تھی۔ اور تکلکوہ اناپسس کے دامن میں رکے پڑے تھے۔ اور موقعہ کی تنگی اور بلندیوں کی صعوبت کی وجہ سے غنیم کے مضبوط موقعہ پر زبردست حملہ کرنے کے لئے اپنی صفوں کو پھیلانے اور مرتب کرنے سے معذور تھے۔ چنانچہ دونو فریق ۲۰ اپریل تک پہاڑ کی گھاٹیوں میں اسیطرح بالمقابل قایم رہے۔ کوئی فریق دوسرے پر کسیطرحکا غلبہ حاصل نکر سکا۔

یمینی بازو میں اوسطرف کے دروں کی دو طرفہ بلندیوں پر جو لڑائیاں ہوئیں وہ بھی اسیطرح بے نتیجہ رہیں۔ اور چونکہ حقی پاشا کا ڈویزن متردد رہا اور اوسنے پیشقدمی میں جلدی و سرعت سے کام نہ لیا۔ یونانی ڈویزن زیر کمان جنرل ماروئیکالیس مقیمہ اسپر آتلعسا کا حصہ کثیر قلب کو یعنے یونامسی اور ریوینی کیطرف چلا آیا۔ اور ان نئے موقعوں پر ایسے وقت پہونچ گیا کہ ان جانگداز معرکوں میں جو ۱۹ اپریل کو شروع ہوئے شریک ہو گیا۔ اس کمک کے پہونچ جانے پر یونانیوں نے

[1] مگر وہ ایسے موقعہ پر تھے کہ وہاں سے ایک آدمی مدافعت کے پہلو پر چار حملہ آوروں پر بھاری ہو سکتا تھا۔ کوہستانی ممالک اور بکھری ہوئی دبروں اور دشوار گذار گھاٹیوں اور بلندیوں پر محافظین کی تھوڑی سی تعداد بھی کثیر التعداد اور زبردست حملہ آوروں کو جیسا کچھ نقصان اور تکلیف پہونچا سکتی ہے۔ اسکی کیفیت ناظرین کو ۱۸۹۷ء کی آخری سہ ماہی اور سن گذشتہ کے پہلے دو ماہ کی مہم تیراہ سے بخوبی معلوم ہو گئی ہوگی۔ مترجم

غنیم کو سامنے کیطرف ہی مشغول رکھنے کیلیئے فی الفور بوجاسی کی ترکی گڑہی پر حملہ کردیا۔ اور ساتھ ہی اوسیوقت درہ ریوینی کیطرف بڑہ کر اوس سے عبور کر گئے۔ اور دماسی کو میدان میں اپنی صفیں مرتب کرکے اون بلندیوں پر اپنا توپخانہ نصب کردیا جہاں سے مقام ویغیا کی ترکی باتری پر جو وادی شمالی سرے پر واقع تھی گولہ باری ہوسکتی تھی۔ جب یونانی ویغیا کے مشرق میں کوہ کیسترکی ڈہال کے مختلف موقعوں یا کرسیوں پر دو کوہی باتریاں نصب کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ تو پھر ترکوں کیطرف سے درہ کو فتح کرنے یا اسمیں سے گذرنیکی تمام کوششیں بیکار تھیں۔ ایک انگریز نامہ نگار کا جو یونانیوں کیطرف موجود تھا بیان ہے کہ گو ترکی باتریوں کی چھہ انچ اور ۱/۲-۳ انچ قطر کی کرپ توپیں کیسطرح کی پناہ یا آڑ کے بغیر یونانی گولیوں کی اٹر توڑ باڑہ کی زد میں ہونیکے باوصف مشین ایسی باقاعدگی سے کام کر رہی تھیں۔ مگر اونکی آتشباری سے کچھہ فایدہ نہوا کیونکہ اونکی شست درست نہ تھی اور گولے گر کر پھٹتے نہ تھے۔ چنانچہ ترکی توپیں بتدریج خاموش کرادیگئیں اور لڑائی بلا نتیجہ ختم ہوگئی۔ ۱۹۔ اور ۲۰ اپریل کو کوہستان کے اس حصہ میں جو لڑائی ہوئی اوسے توپخانوں کی مبارزت کہنا چاہیئے۔ جسمیں یونانی فایق ثابت ہوئے۔ اور دونو فریق اپنے اپنے موقعہ پر قایم رہے۔ کسیکو دوسرے پر کچھہ غلبہ حاصل نہ ہوا۔ اسطرف اٹھارہ ہزار ترک ساڑہے بارہ ہزار یونانیوں کے بالمقابل تھے۔ آخر الذکر کا خوب محفوظ موقعہ پر ہونیکی بدولت نسبتاً بہت خفیف نقصان ہوا اونکے صرف ایکسو قتل و مجروح ہوئے۔ مگر ترکوں کا اس سے بہت زیادہ نقصان ہوا۔

فوج حملہ آور کے سپہ سالار ادہم پاشا نے جب دیکھا کہ جناحی ڈویژن ۲۰ اپریل تک کوئی غلبہ حاصل نہیں کرسکے اور نہ آگے بڑہ سکے ہیں تو اونسے آیندہ کیلیے یہہ نقشہ تجویز کیا کہ درہ ملونا پر قابض ہوتے ہی علے الفور غنیم کے قلب کو کوہستان سے پیچھے ہٹا دیا جائے۔ تاکہ بازوں کی افواج کو آگے حرکت کرنیکا موقعہ مل جائے۔ یہہ تجویز پہلی تجویز سے بالکل متضاد تھی۔ اول الذکر کا تو یہہ منشا تھا کہ جبتک یمینی بازو بیدرمن اور کالاماکی کے دروں کو فتح کرکے یونانیوں کے بازو کے اوپر سے گذر کر اونکے عقب میں لاریسا نہ پہونچ جائے قلب مدافعت کے پہلو پر رہ کر غنیم کو مصروف رکھا جائے۔ جس تجویز پر جناحی فوج کے ناکام رہنے سے عمل نہ ہوسکا۔ اگر ترکی جناحی فوج ایسی پیشقدمی بسرعت اور بالعزم کرتی تو وہ باغلب وجوہ غنیم کے جسم کے نازک ترین حصہ پر کاری زخم لگانے میں کامیاب ہوجاتی۔ ترکی فوج کے حصہ اعظم نے تمام فوجی کارروائیاں نئی تجویز کے مطابق ہی کیں۔

۲۱ اپریل کو دونو فریق درہ ملونا کے جنوب میں ایکدوسرے کے بالمقابل ایستادہ تھے۔ یونانی ماتی میں اور ترک وہانہ جبال کے قریب قرہ درہ میں۔ بایں ہیئت کذائی و وضع اقامت دونوں میں ۲۱ اور ۲۲ اپریل کو جانگداز معرکے ہوئے۔ جنمیں یونانیوں نے غنیم کو پھر پہاڑوں میں نیچے دہکیل دینے کیلیے اوسکی دستہ امین پر ٹوٹ پڑنے کی کوشش کی۔ ان معرکوں کا ایک حیرت انگیز اور موثر واقعہ تین سو چرکس سواروں کی استکشافی دوڑ تھی۔ یہہ سوار مشہور انہ جانبازی اور عجب پر جوش متوکلانہ باعتمادی سے غنیم کے قلب پر گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے جھپٹے۔ اور راویزونی قادر اندازوں کی گولیوں کا نشانہ ہوگئے۔ انمیں سے صرف ایک غریب واپس پہونچا۔

یونانیوں نے ماتی میں اپنی پوزیشن دمدموں، مورچوں، خندقوں اور گڑھوں سے خوب مضبوط کرلی ہوئی تھی۔ اونکا اپنی بازو مارومیکالیس کے زیر کمان تھا۔ جسکا ڈویژن جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے۔ اسپر اقلسا سے قلب میں بلالیا گیا تھا۔ یساری بازو کا کمانڈر کرنیل مسٹر اپاس تھا۔ ان دونو ڈویژنوں کے چودہ ہزار آدمیوں کے علاوہ ٣٦ توپیں اور ۲ رسالے قلب میں ایک مناسب موقعہ پر قایم تھے۔ اسطرف ترکوں کے صرف نو ہزار آدمی، تین رسالے اور ۲۲ توپیں حقی پاشا کے زیر کمان تھیں۔ درہ ریوینی کے ناکوں کی محافظت پر کرنیل سمولنسکی مامور تھا۔

۲۲ اور ٢٣ اپریل کے معرکوں کا خلاصہ چند لفظوں میں یہہ ہے کہ یونانیوں نے جنکو بمقام کریتری زبردست کمک پہونچگئی تھی۔ یہہ کوشش کی کہ درہ ملونا کے رستہ ترکوں کے لئے پیچھے ہٹنے کا راستہ نہ چھوڑیں یعنی اس درہ کے راستہ اونکے خط مراجعت کو منقطع کردیں۔ مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے کیونکہ ترکی سپاہ کو کافی کمک پیچھے سے پہونچگئی تھی۔ اور وہ ہر طرح کی جارحانہ کوشش و حرکت کو روکنے کے قابل ہوگئی تھی۔

دوسرے دن ٢٣ اپریل کو نشاط پاشا کے ڈویژن نے جسکی ٣٦ توپیں مدد کررہی تھیں بعزم دلیرانہ یونانیوں کے اپنی بازو پر حملہ کیا۔ اس سپاہ بالخصوص البانیوں نے جو سب سے پہلے تھے اور کل زور اونہیں پر پڑا تھا جس تندی و تیزی سے حملہ کیا اوس سے اونکی سپاہیانہ پرجوشی۔ اور شجاعت کی پوری پوری تصدیق ہورہی ہے۔ ترکوں کی بڑی بڑی دستوں کی حرکات سے جو پہاڑوں پر سے یونانیوں کے مورچوں کیطرف اُتر رہے تھے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ یہ فیصلہ کن لڑائی اب ہوا چاہتی ہے۔ یونانی پوزیشن ٹرناو دس کی سڑک کے آرپار مثلث کے قاعدہ کیطرح قایم تھی۔ اس مثلث کی چوٹی اوسی درہ ملونا کا دہانہ تھا۔ جہاں پچھلے چند دنوں میں گھمسان کا رن ہوا تھا۔ ترکوں کا "پان ڈ اپائی" (موقع اقامت) جہاں سے اونہوں نے حملہ کیا اور بلند زمین پر تھا۔ جسپر موضع قرہ دیالو واقع ہے۔ اس موضع کے توپخانوں کی آتشباری نے اس حملہ سے پہلے ہی بہت نقصان پہونچ چکا تھا۔

یونانی فوج پیدل پہاڑی کریتری کی پیچھے جو میدان کھڑی ہے اور پچاس فٹ سے زیادہ بلند اور نوے فیٹ سے اوپر طول ہے محفوظ لیٹی ہوئی تھی۔ پہاڑی کے سامنے ساڑھے چار سو گز کے فاصلہ تک قادر انداز رائفلچیوں کے گڑھے کھدے ہوئے تھے اور دائیں بائیں باتریاں نصب تھیں۔ پہلے ترکی فوج پیدل اور سواران نے ملکر حملہ کیا جسے یونانیوں نے بآسانی پسپا کردیا۔ بعدازاں اتوالی مبارزت شروع ہوگئی۔ جو صبح کے آٹھ بجے سے لیکر سہ پہر کے پانچ بجے تک جاری رہی۔ ترکی گولے رعد کیطرح گرجتے ہوئے میدان کارزار پر سے گذر رہے تھے مگر شست نادرست ہونیکی وجہ سے یونانیوں پر گرنیکی بجائے ایک کھیت میں جسپر تازہ تازہ قلبہ رانی کی ہوئی تھی۔ باشتیاق تمام اور اس کثرت سے گرتے رہے کہ گولوں کی خوب معقول فصل جمع کرنے کے لئے اوپر کھیت پر مزید قلبہ رانی کرنے کی بالیقین احتیاج نہیں ہوگی۔ یونانی توپخانہ نے جسمیں تین میدانی اور ایک کوہی باتری تھی۔

[illegible] … وہ جگہ جہاں افواج مرتب جمعیت آرا کیجاتی یا جہاں سے وہ کالموں یا صفوں میں آگے بڑہتی ہیں۔ مترجم

پہلے تو کسیقدر سستی سے آتشباری کی۔ مگر جب اونکے گولندازوں نے شست درست کرلی اور اونکو غنیم کی مسافت کا درست اندازہ ہوگیا تو وہ بسرگرمی تمام اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد یونانی امدادی فوج جسمیں اڑھائی ہزار آدمی تھے اور دو کوہی باتریاں تو سفاکی کی بلندیوں سے گریزہ والی پر جہاں ترکوں کا بیرونی دستہ قایم تھا آتشباری کرنے لگ گئیں۔ گھنٹوں تک بڑی شدومد سے گولہ باری ہوتی رہی جسمیں زیادہ تر پھٹنے والے گولوں سے کام لیا گیا۔ حالانکہ ترکوں نے ایک ہزار سے زیادہ گولے چلائے۔ مگر یونانیوں کا بہت ہی تھوڑا نقصان ہوا۔ اونکے صرف بیس آدمی قتل و مجروح ہوئے۔ ایک مقتول اور تین مجروح افسر بھی اسی تعداد میں شامل ہیں۔ سہ پہر کے تین بجے کے قریب یہہ صاف ظاہر ہوگیا کہ ترک اپنے توپ خانہ کا حصہ کثیر وادی لگکار اکو جو ملونا اور منکسا کے پائین میں ہے ہٹا لیگئے ہیں۔ ترکوں نے بالخصوص تین انچ قطر کی کریب توپوں کی یونانی کوہی باتری پر بڑی زور کے گولہ باری کی یہہ ترہی تہائی میسر میدان میں نصب تھی وہ ترکی گولہ باری کی کچھہ پرواہ نکرکے لگاتار اور بدستی تمام گریزہ والی پر گولے برسا رہی تھی اس توپی مبارزہ میں یونانی آتشباری کی استقامت و مستعدی بالخصوص حیرت انگیز اور تحسین خیز تھی۔ تین بجے کے قریب یونانیوں نے یہہ دیکھکر کہ ترکی گولے زیادہ تر لگکارا کیطرف سے آرہے ہیں۔ اپنی توپوں کا رخ بھی اوسطرف کردیا اور ترکوں کو اوسطرف کوئی معقول جمعیت فراہم نکرنے دینے کے لئے اندھا دھند توپوں کی شلکیں اور باڑہیں شروع کردیں لیکن چالاک و ہوشیار ترکوں نے اونکے علے الرغم بحالات موجودہ جو کچھہ کارروائی ہوسکتی تھی کرلی یا وںکی فوج پیدل اسطرح سے آگے بڑہی کہ گو یا وہ اپنے توپ خانہ کو پیچھے لانے کے لیئے بڑہی ہے۔ مگر یہہ صرف بہانہ تھا۔ اسکی آڑ میں وہ درہ ٹیہ کے دہانہ کی متصلہ بلندیوں کے دامن دامن بسرعت آگے بڑہکر موضع دلیلر پر عین وقت پر قابض ہوگئی۔ کیونکہ دوسریطرف اسیغرض کے لئے کرنیل مارو میکالیس دو بٹالین فوج پیدل اور تین رسالے لیکر موضع مذکور کیطرف بڑہا چلا آرہا تھا۔ ترکوں کی کامیاب سبقت و پیشدستی پر کرنیل مذکور ایک گولی سر کئے بغیر بتعجیل تمام کریسیری کو پیچھے ہٹ گیا۔ تقریبا ٹھیک اسوقت تو سفاکی کے یونانی کمانڈر نے ہیلیوگراف کے ذریعہ اپنے سپہ سالار کو جو لاریسا میں تھا خبر دی کہ ترک اونکی پوزیشن کو عقب سے آلینے کی کارروائی کررہے ہیں۔ اور اوسے فی الفور کمک نہ پہونچائی گئی تو پھر اوسپر مراجعت کا راستہ بند ہوجائیگا

ترکوں کی ان دونوں کارروائیوں کیوجہہ سے جنمیں تھی یونانی پوزیشن دونوں طرف سے معرض خطر میں پڑگئی تھی سپہ سالار نے جو بمقام لاریسا ہیڈکوارٹر میں تھا۔ کل فوج کی عام مراجعت کی تیاری کا عزم کرلیا۔ اور شاہ یونان سے بذریعہ تار ہدایات کے لئے استصواب کیا۔ شاہ نے ایتھنز سے حسب ذیل جواب دیا۔ "اگر ممکن ہو تو لاریسا پر قابض رہو ورنہ حسب اقتضائے حالات عمل کرو"۔ اسپر شہر کو چھوڑنے کا ہی فیصلہ کرلیا گیا اور حالانکہ اسسے تھوڑا ہی عرصہ پہلے کئی رجمنٹوں اور تین باتریوں کی کمک جنمیں شنائیڈر کلس کی باتریاں بھی تھیں لڑنا سے میدان جنگ کو بھیجی گئی تھیں شام کے قریب مراجعت شروع ہوگئی۔ مشغول کارزار افواج میں اسیوقت جبکہ بظاہر فتح کا پانسہ اونکے حق میں پلٹنے والا تھا مراجعت کا حکم ملنے سے عام ناراضگی اور سراسیمگی پھیلگئی۔ اس حکم سے تھوڑی ہی دیر بعد اس تباہی برپا کرنیوالی خبر کے مشتہر ہوجانے پر کہ ترک مراجعت کا راستہ بند کرنے کے لیئے درہ بوغاسی میں سے بڑہے چلے آرہے ہیں کامل پریشانی اور افراتفری پڑگئی۔ مراجعت کا

سلہ ایک آلہ جسکے ذریعہ سے سورج کی روشنی میں عکس ڈالکر دور تک پیام کیا جاسکتا ہے۔ سلہ مقبوضہ تھسالی یا وضع اقامت۔

حکم ملنے پر رجمنٹیں[1] کمپنیوں میں منتشر ہوگئی تھیں۔ اور چونکہ حکم نہایت تاکیدی تھا مراجعت کیوقت گڑبڑ پڑگئی اور جبکہ فوج پیدل بارودی گاڑیوں اور بارکش جانوروں کی قطاروں کی لنبی صفیں بہ تعجیل و سرعت لاریسا کیطرف سڑک سڑک چلی جارہی تھیں۔ یہہ شور بلند ہوگیا کہ ترک سوار تعاقب میں چلے آرہے ہیں۔ یہہ سنتے ہی کئی منفرد کمپنیاں دائیں ہاتھ پیچھے کیطرف مڑکر رات کی گھٹاٹوپ تاریکی میں باڑھیں سر کرنے لگ گئیں جنسے کسی ترک کو تو کوئی نقصان نہ پہونچا۔ اگر کوئی ہوتا تو نقصان پہونچتا۔ البتہ قبل اسکے کہ اونکے افسر اس غلط اور بے بنیاد تشویش اور غلط فہمی کو دور کرسکیں ان باڑھوں سے اونکے اپنے ہی کئی ساتھی جو عقب میں چلے آرہے تھے قتل و مجروح ہوگئے۔

ٹائمز کے نامہ نگار نے رات ٹرناووس میں جسکے باشندے اوسے چھوڑکر بھاگ گئے ہوئے تھے بسر کی۔ صبح کو اوسنے وہاں ایک متنفس نہ پایا۔ نہ لاریسا کی سڑک پر اوسے کوئی آدمی دکھائی دیا۔ لاریسا پہونچنے پر اوسنے شہر میں عجب ہڑلونگ اور مایوسی کا عالم دیکھا۔ ہر دم نئی فوجیں پہونچ رہی تھیں۔ کوچہ و بازار میں سامان جنگ کی گاڑیوں کی قطار در قطار سے جو فرسالہ کیطرف جارہی تھیں۔ راہگذروں کے لیئے کوئی راستہ نہیں رہ گیا ہوا تھا۔ باشندے جوق در جوق گاڑیوں اور خچروں پر اپنے مال و اسباب کو بارکیئے ہوئے شہر سے نکلے جارہے تھے۔ اور معمر مردوں۔ عورتوں۔ اور بچوں کی ایک لنبی قطار فرسالہ اور وولو کی سڑک پر چلی جارہی تھی۔ یہہ نظارہ واقعی نہایت رقت انگیز تھا۔ باشندوں کے دلوں میں جو اٹھارہ برس پہلے ترکوں کے ماتحت تھے طرح طرح کے وہم اور وسوسے دوڑ رہے تھے۔ اور عالم تصور میں اونکے دماغ اون مظالم و جبر و ستم کے نقشے بنارہے تھے۔ ترکوں کے ہاتھ میں پڑنے سے جنکا وارد ہونا وہ یقینی سمجھے ہوئے تھے۔ یونانیوں کی تشویش اور بھاگڑ کے قصہ کو یہیں چھوڑکر پھر میدان کارزار کیطرف متوجہ ہوتا ہوں کہ دربنولا ترکوں نے کیا کارروائی کی۔ اور اونکی کس کارروائی کی بدولت یونانیوں میں یہہ بھاگڑ پڑی تھی۔

صف حملہ یا ترکی افواج کی صف معرکہ آرائی کے میسرہ یعنے نیزروا و رآالپس کی گھاٹی میں حمدی پاشا شروع شروع میں مدافعین کی دلیری۔ معقول انتظام مدافعت اور موقعہ کی دشوار گذاری کیوجہ سے درہ کو فتح نہ کرسکا۔ مگر جب ادہم پاشا نے اوسے کمک بھیجدی اور اوسکی سپاہ کی جمعیت یونانی مدافعین کی مقدار سے بہت بڑھ گئی تو اوسنے پھر پیشقدمی کی اور اوسدفعہ یونانی بریگیڈ زیر کمان کاکلامانوس اور یونانی مجاہدین کو جو اوسکے بالمقابل تھے۔ پہاڑوں کی قرب و جوار سے بہت دور پیچھے دھکیل دینے میں کامیاب ہوگیا۔ اور یونانیوں کو ایسی سخت شکست دی کہ اونکی صفیں بالکل پراگندہ ہوگئیں۔ اور وہ سراسیمہ وار میدان جنگ سے فرار ہوگئے۔ کچھہ تو کوہ آوسا سے مشرق کیطرف کے ساحل کو گئے اور کچھہ بحال تباہ لاریسا کو ہٹ گئے۔ ۲۲ اپریل کو چھٹے ڈویزن نے اور آگے بڑھکر اون اضلاع پر جو جبال پیسانی و درہ لی کے متصل تھے قبضہ کرلیا۔ اور ۲۳ اپریل کو ڈویزن مذکور کا ہراول مسک لورا و دلیلر میں پہونچگیا۔ جہاں سے یونانیوں کا اصل خط مدافعت کا میمنہ بالکل قریب تھا۔ ماتی کی خونریز مگر غیر منفصل لڑائی جسمیں ترک یونانیوں کو اونکی مضبوط پوزیشن سے جو پہاڑوں کے دامنہ کے متصل قایم کیگئی تھی نہیں نکال سکے تھے جیسا کہ لکھا جاچکا ہے

---

[1] یعنے ہر ایک رجمنٹ بنی بنائی یکجا پیچھے نہ ہٹی۔ بلکہ ہر ایک کمپنی جنسے وہ مشتمل تھی جدا جدا ہوگئی۔

اسجگہہ ہوئی تھی۔ ساتویں ڈویزن سے جو کٹرینیا اور پلاٹاموناکے درمیانی ساحل کی حفاظت پر مامور تھا کئی دستے حمدی پاشاکے زیرکمان چھٹی ڈویزن کے آملے تھے۔ چنانچہ ۲۳ر اپریل کو کوہ اوساسے لیکر دریاے پنیاس تک ۱۲ میلوں کی لنبائی میں ادہم پاشاکی فوج کا حصہ اعظم یعنے چھ ڈویزن انفنٹری کے ایک آزاد بریگیڈ۔ اور ایک ڈویزن فوج کیولری جمع تھا ترکی جرنیل نے تاریخ مذکور دوسرے دن حملہ کرنے کے لیئے کل تیاریاں اور انتظام کرلیئے۔ حملہ کا نقشہ یہہ تجویز کیا گیا کہ کالم مجتمع ہوکر پہاڑوں سے میدان کیطرف اتریں۔ اور بصورت کامیابی ٹرناوس پر قابض ہوکر ہیڈکوارٹر وہاں قایم کیا جاے۔ مگر چونکہ مجوزہ کارروائی کا پہلا حصہ (یعنے میدانوں میں داخل ہونا) تجویز کار بند ہونے سے پہلے ہی سرانجام پا گیا۔ ادہم پاشانے اب یہہ مناسب سمجھا کہ فوج کو ایکدن (۲۴ر اپریل) آرام دیکر اسدن اپنی فوج کی تمام ایسے دستوں کو جو دور دور بکھرے ہوئے ہیں۔ اور نیز کمسریٹ سامان جنگ اور بارکش جانوروں اور گاڑیوں کی کالموں کو یکجا مجتمع کرلیا جائے۔ اور پھر دوسرے دن ۲۵ر اپریل کو سب سے اول لاریسا کیطرف پیشقدمی شروع کردیجائے۔

محاربہ کے پہلے حصہ پر جو نودن ہوتا رہا۔ نظر ثانی کرنے سے یہہ رائے قایم ہوتی ہے کہ یونانی اپنی کوہستانی پوزیشنوں کی پناہ میں بالکل مدافعت کے پہلو پر رہے۔ اور غنیم کے برخلاف جو متعدد کالموں میں مرتب ہوکر نقل و حرکت کررہا تھا۔ کیطرح کی جارحانہ کارروائی نکی۔ اس احترازکی وجہ شاید یہہ خیال ہو کہ اگر دشمن کے مقابلہ پر جو تعداد میں بہت فوقیت رکھتا ہے کسی جگہہ خفیف سی ہزیمت بھی پہونچگئی تو مقدونیاکے باشندوں کو پھر بغاوت کرنے کی جرأت نرہیجائیگی۔ اور سرویا۔ بلگیریا و مانٹی نیگرو کے میدان میں اترآنے کی توقع بھی موہوم ہوجائیگی۔ اور چونکہ معاونوں اور رفقا کی مدد کو حاصل کرنا نہایت ہی لازمی اور ضروری ہے، بنابریں خفیف سی شکست کیے احتمال سے بھی محترز رہنا واجب ہے۔

اگر ہمارا یہہ قیاس درست ہے تو غرض متذکرہ بالا کو مدنظر رکھکر دیکھنے سے یہہ تسلیم کرنے سے کسیکو عذر نہیں ہوگا کہ یونانی افسران مارکومیکالیس مسٹراپاس سیمولنک۔ مکریس اور کاٹھی نولیس نے جو مختلف پوزیشنوں کی محافظت کے لیئے منتخب کیئے گئے تھے احکام مصدرہ کی حزم و احتیاط اور پامردی سے تعمیل کی۔ لیکن دوسری طرف سپہ سالار اس اہم الزام سے کبھی بری الذمہ نہیں ہوسکتا کہ اوسنے اپنی فوج کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے بہت وسیع علاقہ میں منتشر کردیا۔ جس سے فوج مذکورہ کے مختلف دستوں میں وہ اتصال اور ربط نرہ گیا۔ جو نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے اور بدیں وجہ کسی ایک مقررہ موقعہ پر نمایاں فتح کا امکان بھی ہاتھ سے کھودیا۔ حالانکہ کسی ایسی ہی فتح سے اون لوگوں پر جنسے امداد و اعانت کی توقع تھی۔ حوصلہ افزا اور جوش بڑہانیوالا اثر پڑسکتا تھا۔ اس غلط چال کے علاوہ یونانیوں کو اس سے بہت نقصان پہونچا کہ اہنوں نے ترکی فوج کی اخلاقی طاقت اور شگفتگی اور اوسکے کل فوجی انتظام اور جنگی نشو و نما اور ارتقا کا درست اندازہ نکیا تھا۔ یونانی اعلے افسروں کی نگاہ سے یہہ امر نظرانداز ہوگیا تھا کہ ترکی نظام جنگی اب وہ نہیں جو ۱۸۷۷ء کی روسی ترکی محاربہ کے وقت تھا اور کہ اوسوقت سے وہ نہ صرف فوجی تعلیم و

۱؎ یعنے جو کسی ڈویزن میں شامل نہ تھا۔

وترتیب اور معاملات ترتیبی میں ہی بلکہ منصرفانہ عالمانہ پہلو سے بھی بہت ہی مختلف ہوگیا ہے۔ اتھنز والے اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ ترکی سپاہی صرف مدافعت کے پہلو پر ہی کام دیسکتا ہے۔ اور صرف خوب محفوظ یا قلعبند مقام میں ہی اپنے فرض کو جانبازی اور سرفروشی سے ادا کرسکتا ہے۔ اوس سے مضبوط پوزیشنوں اور کوہی بلندیوں پر دلیری اور ثابت قدمی کے ساتھ حملہ کرنے کی کبھی توقع نہیں ہوسکتی۔ نہ ایسے کام کے اوس سے سرانجام آئے کی توقع ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اول کوہی دروں پر بالعزم حملہ کرنا اور پھر زنیاس وسالموریا وغیرہ دریاؤں کی پناہ میں بنے ہوئے یونانیوں مورچوں پر حملہ آور ہونا۔ یہ ایسے کام ہیں جو کبھی ترک سپاہی کے حسب مذاق اور اوسکو پسند خاطر نہیں ہوسکتے۔ یہہ درست ہے کہ اوسکے مذہب نے اوسمیں قانون اور حکم کی بلا عذر اور کامل متابعت کی صفت راسخ کردی ہوتی ہے۔ مگر ویسے ہی اوسکی طبعی سرشت اور فطرت میدان جنگ میں سبقت کرنے یا پرجوش اور مستعدانہ پیشدستی کی قابلیت نہیں رکھتی۔

یونانیوں کی غلط چالوں اور کارروائیوں کے حصہ کثیر اور اونکی تباہیوں اور ذلت کا موجب اونکی یہی متذکرہ صدر غلط فہمی تھی۔ جو ترکی سپاہی اور ترکی نظام حربی کے متعلق اونہیں ہورہی تھی۔

محاربہ کے پہلے نو دنوں میں ترکی فوج کے کل آدمیوں نے بلا استثنا ایسی جانفشانی اور جدوجہد سے کام کیا کہ یہہ امر پوری طرح سے پایہ ثبوت کو پہونچگیا کہ اگر ترک نظام وترتیب استقلال بہادری ضبط علے النفس جنگی سپرٹ وامنگ اور مطمئن خاطری میں یونانیوں سے افضل نہیں تو کم از کم اونکے بالکل ہم پلہ ہیں۔ یہہ نو دن ہر طرح کی سخت بے آرامی تشنگی وفاقہ اور محنت شاقہ کے دن تھے۔ ترکوں کا حوصلہ وعزم ذرہ بھر پست نہ ہوا تھا۔ اور وہ بخوشی ان تمام تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے تھے۔

ناظرین فصل دوم میں پڑھ چکے ہیں کہ سرایتمیلڈ بارٹلٹ الاصونا پہونچتے ہی سرحد کیطرف سے توپوں کی رعد وار گرج سنکر اوسیوقت اوسطرف روانہ ہوگئے تھے۔ وہ درہ ملونا کے معرکوں اور ادہم پاشا کی کارروائیوں اور پیشقدمی کے حالات اپنی کتاب کی فصل ہم و ششم میں حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

ادہم پاشا[۱] و درہ ملونا الاصونا سے درہ ملونا تک کی ہموار وچٹیل سڑک پر ایسی گرمی میں سفر کرنا نہایت تعب بخش کام تھا۔ سوار ومرکب دونو یکساں حرارت۔ ماندگی سفر اور بھوک سے بیچین ہورہے تھے گرد وغبار بےحساب اور تمازت آفتاب ناقابل برداشت تھی۔ اور کل سرک سپاہیوں۔ بارکش گھوڑوں اور گاریوں سے جنکا دو طرفہ تانتا لگا ہوا تھا بھری ہوئی تھی۔ توپوں کی آواز بند ہوچکی تھی۔ اور جوں جوں ہم پہاڑیوں کے قریب پہونچتے جاتے یہہ خیال پختہ ہوتا جاتا تھا کہ اوسدن کی لڑائی ختم ہوچکی ہے۔

[۱] انکے اوصاف کا نام گوجرمن مصنف نے بالوضاحت بیان کئے ہیں۔ مگر اونکے حسب نسب کا کوئی ذکر نہیں کیا زمانہ جنگ کے وقت یورپین اخبارات نے انکی قومیت کے متعلق عجیب غریب افواہیں مشہور کی تھیں۔ کسی نے جرمن الاصل بتایا۔ اور کسی نے یونانی الجنس مگر یہہ سب من گھڑت حدیث طرازیاں تہیں۔ غازی عثمان اور اکثر قابلترین فوجی افسروں کی طرح ادہم پاشا بھی خالص النسل ترک ہیں۔ بقیہ صفحہ ۱۷۵

ادہم پاشا سے پہلی ملاقات

درہ کی دامن کی بالکل قریب ہمیں ٹائمز کا نامہ نگار مسٹر کلاؤ گھم کول سے آتا ہوا ملا۔ اوسنے اوسیوقت اپنا نام ظاہر کرکے اوس سفارش کی لیے بڑا شکریہ ادا کیا۔

جو مینے اوسوقت کی تھی جبکہ محاربہ سے عین کچھہ دن پہلے ترکوں نے اوسے بمقام سالونیکا روک لیا تھا اور آگے جانے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اوسنے ہمیں جنگی کارروائیوں کے مجمل حالات بتاکر کہا کہ مشیر تھوڑی ہی دور پیچھے چلے آتے ہیں۔ مسٹر گھم کی رفاقت ہمیشہ نہایت خوشگوار معلوم ہوتی رہی۔ اوسنے اپنے نامہ نگارانہ فرائض کو بھی نہایت احتیاط اور عمدگی سے سرانجام دیا۔ وہ رسالہ گارڈ زمین رہ چکا ہے۔ اور ترکی نہایت عمدہ بولتا ہے۔ یہہ دو نوامور اوسکی حق میں بہت کارآمد ثابت ہوئی محاربہ پر اوسنے جو کتاب لکھی ہے۔ وہ پڑہنے کی قابل ہے۔ اوسی ہمراہ لیکر ہم آگے بڑہے۔ اور چند منٹوں میں ادہم پاشا سے جنکے پیچھے بہت سے ارکانی

(بقیہ صفحہ سابقہ)۔ انکی یونانی الاصل ہونیکی دلیل میں ایک ظریف نے نہایت ہی مزیدار دی تھی وہ لکھتا ہی کہ اگر مشیر موصوف یونانی ہوتے تو یونان کا قدم ہر روز اتیھنز کیطرف بڑہنے کی بجائے اپنی بہا یونکیطرح قسطنطنیہ کیطرف پیچھے کو ہٹتا۔ خیر اس بحث کو چھوڑکر ہم انکے اصلی حالات ایک ترکی اخبار سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

مشیر موصوف فرہاد آفندی چرکس کی فرزند ہیں ۱۲۳۸ھ میں پیدا ہوئی۔ انکی والد حسین بیگ رئیس اعظم یئی کوئی کی غلام تھے اور آخر کار دربار سلطانی میں خاتم دار سلطانی کی عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہوئی۔ مشیر ممدوح کی والدہ بھی خالص چرکسی قبیلہ شیجی سے تھیں اور اون کے ماموں ولایت دوزجہ میں اب بھی موجود ہیں۔ اُنہوں نے قسطنطنیہ کی جنگی مدرسہ میں تعلیم پائی۔ فارغ التحصیل ہونے پر مشیر صفوت پاشا والی حجاز وپریسیڈنٹ کونسل حربیہ کی ایڈیکانگ مقرر ہوئی۔ اس حیثیت میں یوزباشی کی درجہ پر ترقی کی۔ بعد ازاں بیکباشی کی رتبہ پر خاص سلطانی گارڈ میں منتقل ہوئی۔ اور قایمقامی کا درجہ پانے تک وہیں رہے۔

جنگ روم وروس کیوقت وہ امیرالاکا درجہ رکھتے تھے پلیونا کی معرکوں میں غازی عثمان پاشا کو انکی شجاعت وبسالت اور ثابت قدمی سے بہت مدد ملی۔ آخر کار اپنے سردار کی ساتھ روسی لشکر کی ہاتھ اسیر ہوئی۔ صلح ہوجانے پر جب دارالخلافہ واپس آئے تو محکمہ سرعسکر میں آستانہ علیہ کی کمانڈر ہوئی۔ اور کچھہ مدت کی بعد رتبہ فریق پر ترقیاب ہوکر محل ہمایوں کی شاہی گارڈ کی دوسرے دستہ کی کمانڈر رہوئی۔ بعد ازاں کریٹ کی فوجی گورنر بنائے گئے۔ جہاں لاریسہ کی راستے تشریف لے گئے اور جبتک جزیرہ میں رہے وہاں کامل امن رہا۔ اسکی بعد صوبہ البانیا کی ولایت قوصوہ کی گورنر اور بعد ازاں ولایت حلب کی ردیف فوج کی قومندانی پر مامور ہوئی۔ آرمینیوں کی پچھلی بغاوت میں باغیان زیتون کی سرکوبی انکے سپرد کیگئی۔ اسخدمت کی صلہ میں مارشل یا مشیر کا رتبہ جلیلہ حاصل کیا۔ اسکی بعد جو خدمت اُنہوں نے کی ہی وہ کل دنیا کو معلوم ہی سلطان المعظم کو ان سے نہایت محبت ہی اور اونکو بھی حضرت جلالتمآب سے اسقدر اخلاص ہی کہ بہت تہوڑوں کو انکی برابر ہوگا۔ شتابکاری اور تعجیل سے اونکو کمال نفرت ہی۔ ہر ایک کام کو بہت غور وفکر کے بعد کرتے ہیں۔ اہم معاملات میں مشورہ لے لینا انکا شعار ہے اور احکام مذہبی کے سخت پابند ہیں۔

افسر چلے آرہے تھے۔ ملاقات ہوگئی۔ مسٹر بگھم نے پاشاء موصوف کو ہمارے نام بتائے۔ جسپر اُنہوں نے فی الفور نہایت تپاک سے صاحب سلامت کرکے ہمیں اپنے ہمرکاب افسروں سے معرف کرایا۔ مارشل نے ارشاد فرمایا کہ آجکے دن کی لڑائی میں کامیابی حاصل ہوئی۔ دشمن کو بازو پر سے ہوکر گھیر لینے کے لیئے کئی جناحی عمودیا دستے لگاتار آگے بڑہے جارہے ہیں اور امید ہے کہ ہماری کُل فوج عنقریب پیشقدمی کرکے تھسلی کے میدان میں داخل ہوجائیگی۔ مشیر ممدوح نے یہہ بھی کہا کہ عام ٹرانسپورٹ بالخصوص سامان حرب اور گولہ بارود کی باربرداری کے متعلق بہت مشکلات لاحق رہی ہیں۔ چونکہ سڑک کو مینے بچشم خود معاینہ کرچکا تھا۔ اس بیان کی صداقت میں مجھے کسیطرح کا شبہہ نہیں ہوسکتا تھا۔ ہمنے اپنے گھوڑوں کو لوٹالیا۔ اور ادہم پاشا کے ہمراہ الاصونا آگئے۔ اونکے سٹاف کے افسروں سے دیری طویل گفتگو ہوئی۔ جس سے مجھے جلد معلوم ہوگیا کہ پیشقدمی کی سست رفتاری سے عام آزردگی پھیل رہی ہے۔ اور نسبتاً کم عمر اور نوجوان افسر شنبہ او یکشنبہ کی لڑائیوں میں درہ ملونا اور کل سرحد پر فتح حاصل ہوجانے کے باوجود پیشقدمی میں توقف ہونیکا مطلب سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں اور بہت چیں بجبین ہورہے ہیں۔

اوس زمانہ میں اکثر اخبارات نے بیان کیا تھا کہ اس توقف کا باعث وہ ہدایات تھیں جو محلسراء سلطانی یعنے سلطان المعظم کے منشا سے قسطنطنیہ سے موصول ہوئی تہیں۔ مگر یہہ توجیہہ مجھے بالکل ہی غیر اغلب اور بے بنیاد معلوم ہوتی ہے۔ میرے اختلاف کے لیئے کئی معقول وجوہات موجود ہیں۔ جنمیں سے ایک یہہ ہے کہ توقف و تساہل پر نہایت سختی سے اعتراض کرنیوالوں میں ایک خود سلطان المعظم کا وہ یاور تھا جسے جلالتماب نے فوج میں روانہ کیا ہوا تھا۔ اوسنے مجھے نہایت تلخی اور آزردگی کے ساتھ کہا میں نہیں سمجھہ سکتا کہ اس شاندار فوج کو جسکے سپاہی دنیا بھر میں شجاع ترین ہیں کیوں پانچ دن یہاں بیکار بٹھا رکھا گیا ہے۔ حالانکہ اسوقت تک اوسے لاریسا میں ہونا چاہیئے تھا۔ دوسری وجہہ یہہ ہے۔ کہ اس توقف کو خود سلطان المعظم نے بھی بلاشک و شبہہ ناپسند کیا تھا۔ اور اسی ناپسندیدگی کے باعث جلالتماب نے غازی عثمان پاشا کو ادہم کی جگہہ لینے کیلیے سالونیکا روانہ کیا تھا۔ اور یہہ مسلمہ و یقینی امر ہے کہ ۲۴ اپریل کی پیشقدمی اور عین بروقت قبضۂ تھسلی نے بھی ادہم پاشا کو بدنامی اور ذلت سے بچالیا تھا۔ اگر ایسا وقوع میں نہ آتا تو وہ ضرور کمان سے معزول کردیے جاتے۔ ٹرانسپورٹ کی مسلمہ و بدیہی دقتوں اور مشکلات کے علاوہ اس توقف کی اگر کوئی اور چیز بھی باعث تھی تو وہ ادہم پاشا کی بدرجۂ غایت احتیاط ہے وہ پرانی طرز کا فوجی افسر یا بالفاظ دیگر نہایت محتاط اور سوچ سمجھکر چلنے والا جنگی شاطر و مدبر ہے۔ اور کوئی کارروائی کرنے سے پہلے اس امر کیطرف سے پورا پورا اطمینان کرلینا چاہتا ہے کہ ہر ایک چیز اپنے موقعہ پر بالکل ٹھیک اور درست ہے۔ اس سریع اجتماع افواج اور اچانک و خطرناک دہاووں اور عصر حاضر کے زمانہ میں ایسی کارروائی کے مشتبہ ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں۔ اور کسی مستعد اور دلیر جنرل کے مقابلہ میں جسکے پاس سپاہ بھی عمدہ ہو اوسکا تباہی بخش ثابت ہونا بھی امکان میں داخل ہے۔ ادہم پاشا کی تدبیر اوسکی عملی کارروائی سے بہتر تھی۔

مسٹر سٹیون کی نکتہ چینی ممکن ہے کہ متفقہ کارروائی کے فقدان اور توقفوں کا باعث جو امر متعدد لڑائیوں میں صاف ظاہر ہوگئے تھے۔ خود مشیر کی کسی ذاتی کوتاہی کی بجائے زیادہ تر اوسکے

ماتحت افسروں یعنی جرنیلان ڈویزن کے عیوب ہوں۔ تمام غیر ترک مشاہدہ کنندگان کی عام رائی تھی کہ ادہم پاشا کی فوج کے ماتحت جرنیل کم لیاقت تھے اور اپنے فرایض کے حسب حال قابلیت نہ رکھتے تھے۔ مسٹر جی اے سٹیونس[1] اخبار ڈیلی میل کے قابل نامہ نگار نے ایک مراسلت میں جو ۱۱ جون کے اخبار میں شایع ہوئی۔ اپنی رائے حسب ذیل ظاہر کی۔ "ترک دنیا بھر میں بہترین سپاہی اور بدترین افسر رکھتے ہیں۔ ترکی سپاہی ہمہ تن صفت متحمل و صبور۔ ناموری سے ناموراور شیر دل سے شیر دل شجاع ایسے بیخوف اور فرشتوں ایسے مطیع و منقاد اور با انتظام و تربیت یافتہ ہیں۔ وہ اپنے افسر کی ایسی اطاعت کرتے ہیں جیسے کہ نیک لڑکے استاد یا والدین کی۔ اگر افسر نے اونہیں صرف یہ کلمہ "طوقومہ" (ہاتھ نہ لگانا) کہدیا ہو تو سپاہی خواہ بھوک سے بیتاب ہو رہے ہوں نانبایوں کی بازاریں سے کسی دکان کیطرف نظر اوٹھا کر دیکھنے کے بغیر چپ چاپ گذر جائینگے۔ البانوی ترکی سپاہیوں سے بہت مختلف ہیں۔ وہ اونسے نسبتاً پست قامت اور زیادہ پاکیزہ و ستھرے ہوتے ہیں۔ اونکی تیزی طبع اور مزاج کی سرکشی کی کوئی حد و غایت نہیں۔ مگر ترکوں (یعنے ترکی سپاہیوں) کی تو یہ کیفیت ہے کہ اوسی حال میں جسمیں کہ وہ اب ہیں بغیر کسی مزید تعلیم و تربیت کے اچھے افسر اون سے دنیا میں جو کام چاہیں سرانجام کر سکتے ہیں مگر افسوس اچھے افسروں کی ہی اونمیں کمی ہے۔ ترکی افسر جاہل سست مرتشی اور عموماً بزدل ہیں۔ ساری ہی ایسے نہیں اس قاعدہ کلیہ سے کئی مستثنے بھی ہیں۔ اور جو مستثنے ہیں وہ افسری قابلیتوں میں دنیا بھر میں نظیر نہیں رکھتے۔ اکثر افسر لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ ان محض میں اتفاقیہ تو مشکل کوئی ہوگا جو اپنی آدمیوں کو خود لگا ہو کر یہ دشمن کے مقابلہ پر پڑا سکے البتہ اشد جاہل معمر افسر کمال شجاع ہیں نوعمر نسبتاً عمدہ و بہتر تعلیم یافتہ ہیں مگر اونکی جوانمردی کا یہ عالم ہے کہ بیشتر خود تقریباً دس بارہ افسروں کو آتشباری کی زد سے پہلو بچاتے دیکھا ہے۔ جرنیلوں بالخصوص جرنیلان ڈویزن کی حالت تو بالکل ہی ناامید بخش ہے۔ وہ سرکش سست الوجود باہم ملکر کام کرنے کے بالکل ناقابل ہیں اور خود اپنی توپوں کی نداوٹہ سے جاہل ہیں۔ جن حالت میں کہ نہیں یونانیوں پر راہ مراجعت مسدود کر دینا واجب تھا۔ مگر برعکس ازیں یونانی نلوہ بچ جاتے رہے۔ یہ افسر ایسے خوش ہوتے جیسے کہ خورد سال بچے کسی بڑی بھاری کامیابی پر ہوتے ہیں۔ وہ بلا تصنع بالکل بیچے دل سے دشمن کو پامال کر دینے اور اوسے مراجعت پر مجبور کر دینے میں کوئی فرق تمیز نہیں کر سکتے تھے۔"

مجھے مسٹر سٹیونس کی رائے سے جو ترکی افسروں کے حق میں ہے بہت ہی سخت ہے اتفاق نہیں۔ البتہ یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ۲۳ اپریل کی دلیلر کی لڑائی اور ۲۵ اپریل کی فتح لاریسہ کے بعد ۳۰ اپریل کے معرکہ ولسٹینو سے پہلے اور ۱۷ مئی کے معرکہ ڈوموکوس میں جو جنگی کارروائیاں کیگئی تھیں اونمیں اصلاح و ترقی کی بہت گنجایش تھی۔ ان موقعوں پر جو غلطیاں اور توقف سرزد ہوئے وہ ڈویزنل اور برگیڈی کمانڈروں کی کوتاہیوں اور فروگذاشتوں کا نتیجہ تھے۔ ڈوموکوس اور ولسٹینو میں قبل از وقت معرکہ آرائی ہو جانیکی غلطیوں کے متعلق یہ عذر کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ زمانہ کی ریپیٹنگ رایفلوں اور دور تک زد کرنے والی اسلحہ کی موجودگی میں سپاہیوں کو قابو میں رکھنا مشکل امر ہے۔ لیکن اگر برگیڈی اور رجمنٹی افسر قابل ہوتے تو ایسا ظہور

[1] یہ قابل ادیب اور غضب کا جادو نگار لارڈ کرزن کے ہمراہ ہندوستان کے حالات و عجائبات اور رسم و رواج سے اپنے اخبار کے ناظرین کو مطلع کرنے کے لیے انگلستان سے آیا اور کئی مہینے رہ کر واپس گیا۔ [2] اسکے برعکس جہن سٹاف افسر نے جو رائے فرداً فرداً ہر ایک جرنیل ڈویزن کی نسبت ظاہر کی ہے وہ ناظرین پہلے مطالعہ کر چکے ہیں۔

میں نہ آتا۔ ان دونو مقاموں پر ترکی فوج لڑائی کی نیت سے نہیں بڑھی تھی۔ صرف جمعیت عظیم استکشاف اور دیکھہ بھال کی غرض سے پیشقدمی کیگئی تھی۔ جو پیش قدمی دونو موقعوں پر افسروں کی غلطی یا نادانی یا پرجوشی سے واقعی جانگداز حملوں کی صورت میں متبدل ہوگئی۔

ادہم پاشا سے مکالمہ کہ ترکی شاف اور نیز انگریزی نامہ نگاروں میں جنمیں سے چار سے میری پہلے ہی دن ملاقات ہوئی یہہ خیال عام طور پر پھیلا ہوا دیکھکر کہ توقف بالکل بیجا اور نامناسب ہے مینے اوس رات کھانے کے بعد مشیر سے ملاقات کی اور اُسکے سٹاف کے کئی افسروں کے سامنے جو میری معروضات سنکر بہت ہی خوش ہوئے ادہم پاشا سے کمال دوستانہ پیرایہ میں طویل گفتگو کی۔ مینے مشیر موصوف کی تدبیر حربی پر کسیطرح کی نکتہ چینی کرنیکی جرأت کرنے کے بغیر محض پولیٹیکل پہلو سے اپنے خیالات ظاہر کئے۔ اور عرض کیا کہ توقف سے نہایت سخت خطرات کے حدوث کا اندیشہ ہے۔ یہہ درست ہے کہ بلگیریا و سرویا تا حال خاموش ہیں مگر خفیف سی ترغیب سے وہ جتماع افواج پر مائل ہوسکتے ہیں۔ اور اوسوقت دونے دشمن ٹرکی کے برخلاف میدان میں اُتر آئینگے۔ یہہ خطرہ یہیں تک محدود نہیں ایک اور دشمن بھی جو بلقانی ریاستوں سے بدرجہا زیادہ طاقتور ہے تاک میں بیٹھا ہے اوسکی طرف سے کبھی اطمینان اور بیفکری نہیں ہوسکتی۔ اور وہ اگر کسی وقت بالکل اچانک سلطنت عثمانیہ کے عین مرکز او قلب یعنے خود قسطنطنیہ پر حملہ کردے تو کسیکو تعجب نہیں ہوسکتا۔ مزید براں ہمدردی انسانی کا بھی یہی اقتضا ہے کہ اس محاربہ کو جو مجبوراً ٹرکی کے گلے پڑا ہے جلد ختم کیا جائے۔ سریع و کامل فتحیابی سے دونوں فریقوں کے بہت کم آدمی ضایع ہونگے اور سپاہیوں اور باشندوں کے مصائب میں معتد بہ تخفیف ہوجائے گی۔ میری ان دلائل کی معقولیت اور برجستگی کو ادہم پاشا نے بالکلیہ تسلیم کیا۔ اور کہا کہ میری بھی یہی خواہش ہے کہ جہانتک جلد ممکن ہوسکے محاربہ کو بسرعت فتح و نصرت ختم کروں۔ اسی غرض سے میں آج بہت رات گئے اپنے سٹاف سمیت ایک نازک و بعیدی موقعہ کے معاینہ کے لیئے جاؤنگا۔ تاکہ یہہ اطمینان کرلوں کہ آیا تمام سامان فیصلہ کن پیشقدمی کے لیئے تیار اور درست ہے اور مجھے امید ہے کہ چند دنوں میں ہم لاریسا پر قابض ہوجائینگے۔ مشیر ممدوح کے ان ارشادات سے اون کے کل سٹاف اور نیز مجھکو بے انتہا خوشی ہوئی۔ اور جب میں پاشا موصوف کی خدمت سے رخصت ہوا تو بعد ازاں پرائیویٹ طور پر اون سب افسروں نے متذکرہ صدر معروضات کے متعلق بار بار شکریہ ادا کیا اور مجھے بڑی گرمجوشی سے مبارکباد دی۔

ترکوں میں تکمیل ثمرات فتحیابی کی ناقابلیت ادہم پاشا پرانی طرز کے قابل جرنیل ہیں۔ اسوقت اونکی عمر ۵۵ برس کے قریب ہے وہ اعلے درجہ کے جنگی شاطر و ماہر اصول حرب محتاط و باحزم۔ لطف پرور اور کمال رحیم مزاج و انسانیت گار ہیں۔ آنکھیں روشن و دلآویز۔ چہرہ ہر وقت متین و سنجیدہ البتہ تبسم کے وقت اوسپر شگفتگی اور درخشانی پیدا ہوجاتی ہے۔ بوقت تبسم انکی آنکھوں کی چمک اور انداز دہن میں ایک عجیب قسم کی سحر تاثیر دلفریبی پائی جاتی ہے پاشا موصوف نے اپنی رحمدلی اور اعلے منتظمانہ قابلیتوں کا ثبوت

صرف تھسلی میں ہی نہیں دیا بلکہ زیتون کے واقعہ کے دوران میں بھی بخوبی دے چکے تھے۔ تھسلی میں اونکی افواج کا چلن اور برتاؤ واقعی قابل تعریف تھا اور زیتون میں تو انہوں نے بیطیر عفو و درگذر سے کام لیا تھا۔ وہاں کے ارمنی باغیوں نے پانچسو ترکی گھوڑوں کو کمال سفاکی اور بیرحمی سے تہ تیغ کیا۔ مگر اس عالی حوصلہ رحمدل سپہ سالار نے پھر بھی اونکی جان بخشی کر دی۔ اگر ادہم پاشا میں کوئی نقص ہے تو وہی جو فطرتی طور پر کل ترکوں میں راسخ معلوم ہوتا ہے یعنے وہ فتح پانے پر اوس سے پورا پورا فایدہ اٹھانے اور اوسکی ثمرات و نتایج کو مکمل کرنیکی قابلیت نہیں رکھتے۔ بالعموم ترکی جرنیل اپنی فتحیابی کو ایسی سرعت اور پے در پے ضربات سے جو دشمن کو پراگندہ ہونیکے بعد پھر سنبھلنے اور منتشر فوج کو پھر مرتب و فراہم کرنے اور اوسے حوصلہ دلانیکا موقع نہ ملنے دیتیں مکمل کرنے کی قابلیت رکھتے معلوم نہیں ہوتے۔ مشہور آفاق غازی عثمان پاشا میں بھی بمقام پلیونا یہی نقص موجود تھا۔ وہ اگر ہمت کرتے تو ۱۳ ستمبر ۱۸۷۷ء کی مہیب اور نہایت سخت ہزیمت روسیان کے بعد اونکی پراگندہ لشکروں کو دریائے ڈینیوب میں دھکیل سکتے تھے۔ یہی غلطی ۱۸۷۷ء میں دریائے لوم کے علاقہ میں سرزد ہوئی یعنی محمد علی پاشا کو جسنے روسیوں کو کئی موقعوں پر سخت شکستیں

۵ سر ایشمیڈ بارٹلٹ نے ذاتفات و حالات متعلقہ پر باطمینان خاطر اور دلجمعی سے غور کرنے کے بعد یہہ رائے قایم نہیں کی۔ اور غالباً مسٹر سنیڈ کی رائے سے متاثر ہو کر یہہ الفاظ لکھدیے ہیں۔ غازی عثمان روسیوں کی ہزیمت سے فایدہ اوٹھا کر اونہیں دریا پار اسلیے نہیں بھگا سکے تھے کہ انہوں نے تکمیل فتح کی کوشش نہ کی تھی۔ یا کرنا نہ جانتے تھے یا قابلیت نہ رکھتے تھے۔ بلکہ محض اسلیے کہ اس کام کیلیے اونکے پاس کافی فوج نہ تھی اونکی فوج صرف بچاؤ پر رہ کر دشمن کے حملوں کے روکنے کیلیے کفایت کر سکتی تھی۔ مگر پھر بھی غازی ممدوح نے کوشش کرنے سے دریغ نکیا تھا لیکن جیساکہ پہلے سے ہی ظاہر تھا اونکو جارحانہ کارروائی میں کامیابی نہ ہوئی۔ اس مسئلہ پر مسٹر ہربرٹ نے محاربات پلیونا میں مفصل بحث کی ہے۔ غالباً اس جوانمرد عیسائی مجاہد اسلام و معاون عثمانیان کی کتاب سر موصوف کی نظر سے نہیں گذری ورنہ وہ غازی عثمان پر یہہ الزام نہ لگاتے۔ محاربہ یونان میں بھی دشمن کی ہزیمت سے بالعموم پورا فایدہ نہ اوٹھانیکی وجہ ناقابلیت نہ تھی بلکہ ترکوں کی عالی ظرفی درگذر اور چند پولیٹکل اسباب جو یونانیوں کو بالکل پامال کر دینے سے مانع تھے۔ اور نیز غنیم کی کمال بے بضاعتی۔ ایسا کئی دفعہ ہوا کہ البانویوں نے یونانیوں کا صرف پتھروں سے مقابلہ کیا۔ اور ایسا کرتے وقت یہہ کہا کہ ایسے نامردوں پر بندوقیں چلانا مردانگی کے خلاف اور کارتوسوں کو مفت برباد کرنا ہے۔ یہ زندہ و مردہ یکساں ہیں۔ پھر انکو ہلاک کرنے سے کیا فایدہ۔ پتھروں سے اونکو پسپا کر دینا ہی کافی ہے۔ بعض ترکی افسروں سے بیشک چند غلطیاں سرزد ہوئیں۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر تدبیر کا تیر بہدف ہونا کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ اور انسانی طاقت کے دایرہ سے خارج ہے۔

۲ تاریخ سر ایشمیڈ بارٹلٹ کے اس بیان کی بھی تایید نہیں کرتی۔ یہہ درست ہے کہ محمد علی کو چند فتوحات حاصل ہوئی تھیں۔ مگر جب وہ علاقہ لوم سے بلایا گیا تھا۔ اوسوقت سے چند یوم پہلے وہ ولیعہد روسیہ کی فوج کے مقابلے پر ستمبر ۱۸۷۷ء کے تیسرے ہفتہ میں صریحاً ناکام رہا تھا۔ بلکہ شکست یاب ہوا تھا چنانچہ جنگ روم و روس کے مورخ نے اوسکی نسبت اس موقعہ پر یہہ الفاظ تحریر کیے ہیں کہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ جن امیدوں اور توقعوں کے ساتھ اوسے موسم گرما میں سپہ سالاری کا عہدہ عطا کیا گیا تھا۔ وہ بالکل پوری نہ ہوئیں (بقیہ صفحہ)

دی تھیں عین اوسوقت جبکہ وہ ولیعہد روسیہ (جو بعد میں زار اسکندر ثالث ہوا) کی فوج پر آخری وقطعی فیصلہ کن حملہ کرکے اوسے باعلیٔ وجوہ نیست و نابود کرنے والا تھا۔ واپس بلا لیا گیا۔ اور اوسکی جگہہ ایک احمق و ہنبق سالخوردہ پاشا کو بھیجا گیا جسنے محمد علی کے بعد پھر ایکدفعہ بھی جارحانہ حرکت نہ کی۔ غالباً فواد پاشا ہی جس شاندار ترکی جرنیل نے دسمبر ۱۸۷۷ء میں بمقام یلینا ایک سالم روسی بریگیڈ کو اسیر جنگ بنا لیا تھا ایک ایسا ترکی افسر ہے جسنے اپنے آپ کو جارحانہ کارروائی کے لئے نہایت مستعد اور زور آور ثابت کیا ہے۔ اگر یونانی فوج کا جبکہ وہ ۲۵ اپریل کو لاریسہ سے سراسیمہ وار بھاگی تھی لگاتار مستعدی کے ساتھ تعاقب کیا جاتا۔ تو وہ پھر با نظام اور مرتب جماعت نرہ جاتی۔ اور تاریخ مذکور سے بعد چار ہزار یا اس سے زیادہ جوبہا و شجاع عثمانیہ سپاہی شہید و مجروح ہوئے۔ وہ نہوتے۔

ترکی لارڈ جنرل (ارکان حرب) میں چند اعلےٰ درجہ کے ایسے افسر موجود ہیں کہ یورپ کی کوئی فوج نہیں جو اونکی موجودگی پر فخر نکرے انمیں اکثر نے جرمنی میں جنگی تعلیم پائی ہے اور جرمن بولتے ہیں اسیوجہہ سے یہہ عام خیال جو غلط محض تھا عام طور پر پھیل گیا تھا۔ کہ بہت سے جرمن افسر ترکی فوج کے ساتھ تھے۔ حالانکہ صرف ایک جرمن افسر گریکوف پاشا جو نہایت ہی بہادر سپاہی ہے۔ فوج مذکور کے ساتھ تھا۔ اور وہ بھی صرف سات دن رہ کر مجھسے پہلے واپس چلا گیا تھا۔ اور یہہ عرصہ بھی اوسنے ہیڈ کوارٹر میں بسر کیا تھا۔ سیف اللہ پاشا۔ مصطفےٰ ناطق بک۔ ثابت بک۔ حسن بک۔ نجیب بک۔ انور بک۔ اور رضا پاشا جو آرٹلری کا کمانڈر ہے نہایت لایق اور اعلےٰ تربیت یافتہ افسر ہیں۔ بالخصوص سیف اللہ پاشا نے میدان جنگ میں فوجی کاروائیوں کی ہدایت و راہنمائی کرنے اور کوچ کے وقت نظام و باترتیبی قایم رکھنے میں نہایت مستعدی اور قابل تعریف طریق سے کام دیا ترکی سپاہیوں کی نیک چلنی خوش اطواری اور صفت فرمانبرداری کی میں بڑے زور سے شہادت دیتا ہوں۔ مینے اور ہر ایک انگریز نامہ نگار نے جو ادہم پاشا کی فوج کے ساتھ تھا۔ اپنے دستخط کرکے ایک طویل ٹیلیگرام مسٹر فلپ کرے۔ انگریزی سفیر متعینہ

(بقیہ صفحہ سابقہ) ولیعہد روسیہ کی فوج کے برخلاف گو اوسے شروع شروع میں کامیابی ہوئی۔ مگر آخر میں اوسے کامل ناکامی ہوئی۔ اور نہ اوسنے عثمان پاشا کو بمقام پلیونا اور سلیمان پاشا کو بمقام درہ شپکا کیطرح کی مدد پہونچائی۔" اس معزولی سے کچھہ عرصہ بعد وہ صوفیا کی ترکی فوج کا کمانڈر بنایا گیا۔ اوس موقعہ پر سلیمان پاشا نے اوسے بحیثیت سپہ سالار حکم بھیجا تھا کہ الینا کے حملہ میں فواد پاشا کی اسطرح سے مدد کرے کہ اپنی جگہہ سے وہ بھی روسیوں پر حملہ کردے۔ مگر اوسنے اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور اس عدم تعمیل کیوجہ سے سلیمان پاشا اور اوسکے نائب فواد پاشا کو نہایت جوانمردی او قابل تعریف تدبیر سے آلینا کو روسیوں سے فتح کرلینے سے پہر۔ نو دن بعد۔ بتاریخ ۱۴- دسمبر ۱۸۷۷ء چھوڑ دینا پڑا۔ اور روسی اوس اہم مقام پر جو بلقان کے وسط میں واقع ہے دوبارا قابض ہو گئے۔ مصطفےٰ کامل آفندی مورخ جنگ روم و یونان محمد علی کو جو جنگ روم و روس کی اکثر تباہیوں کا موجب بتاتے ہیں اور مسٹر ہربرٹ نے بھی اوسکی نسبت اچھی رائے ظاہر نہیں کی۔ پھر سمجھہ میں نہیں آتا۔ سر ایشمیلڈ ایسے واقفکار اور باخبر سے ایسی اہم غلطبیانی کسطرح سرزد ہوگئی ہے۔ محمد علی جرمن الاصل تھا وہ اپنے چھوٹی عمر میں بھاگ آیا اور کئی دریائی سفر کرنے کے بعد قسطنطنیہ میں آکر مسلمان ہوگیا۔ اوسکے حالات محاربات پلیونا کی کسی حاشیہ میں درج ہیں

لہ یہہ بھی درست نہیں۔ فواد پاشا نے سالم روسی بریگیڈ کو اسیر نہیں کرلیا تھا۔ بلکہ نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کردیا تھا۔ ہاں یہہ درست ہے کہ اگر ایک اور ترکی جرنیل سے مناسب تعمیل ہو جاتی تو بریگیڈ ضرور گرفتار ہو جاتا۔ مترجم

قسطنطنیہ کو بھیجا جسمیں ہمنے عساکر عثمانیہ کی قابل تعریف نیک کرداری اور خوش چلنی کی کامل تصدیق کرکے خونریزی و سفاکی اور تاخت و تاراج کے اُن الزامات کی جو یونانی اس فوج اندھا دھند لگا رہے تھے پوری تردید و تکذیب کی۔ لاریسا کی فتح ہونے پر تین سرکردہ ترکی افسر سیف اللہ پاشا مصطفےٰ ناطق بک۔ ادہیب بک ساری رات خاص پٹرول (پہرے) لیکر شہر میں صرف اسلیئے گشت کرتے رہے کہ کہیں کوئی واردات تاخت و تاراج کی نہ ہو۔ ادہم پاشا نے شہر میں داخل ہوتے ہی تمام عیسوی معابد پر پہرے بٹھادیئے کہ کوئی اونہیں خفیف سا نقصان بھی نہ پہونچا سکے۔ اور نہ اونکی کوئی بیحرمتی ہوسکے۔

مشیر کے پاس سے واپس آکر جب ہمنے اپنے دوست نامہ نگاروں کو علے الصباح تیار ہوجانیکی تاکید کی تو وہ سب کے سب کھل کھلا کر ہنس پڑے انکو سابقہ تجربہ سے ترکی حرکات عسکریہ میں کمال احتیاط اور سوچ بچار مدنظر رکھے جانیکا کامل یقین ہوچکا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ بہت سویرے کبھی کوچ نہیں ہوگا تاہم ہمنے خدام کو پانچ بجے صبح کے وقت بیدار کردینے کا حکم دیدیا۔ اور پھر اپنی دن بھر کی کارروائی پر خوش و خرم خوابگاہ کو چلا گیا۔

تھسلی میں داخل ہونا ہم دوسرے دن صبح کے چھ بجے تیار ہوگئے۔ مگر ترکی ہیڈ کوارٹر ۹ بجے کے قریب ملونا کیطرف روانہ ہوا۔ جس سے نامہ نگاروں کے قیاس اور رائے کی معقول تصدیق ہوگئی۔ ادہم پاشا بہت رات گئی دیکھ بھال کو گئے تھے اور یہ امر اونکے دیر کرکے چلنے کی معقول وجہ ہوسکتا تھا۔ ہم آہستہ آہستہ فراخ و ہموار سڑک پر کوہ (درہ) کیطرف روانہ ہوئے۔ رستہ میں ہوا کے پروں پر سوار گاہ بگاہ گولہ باری کی آواز سنائی دیتی رہی۔ مگر آتشباری باقاعدہ نہ تھی کبھی کبھی کوئی گولہ چل رہا تھا۔ سڑک صرف پہاڑیوں کے قریب جاکر بلند ہونی شروع ہوتی ہے۔ جہاں وہ یکبارگی بالکل عمودی شکل میں تقریباً نو سو فیٹ کے طول میں کوہ ڈی ملونا کے مشہور درہ کی چوٹی تک بلند ہوگئی ہے۔ سڑک کا جو حصہ درہ کو جاتا ہے وہ بہت ہی خراب حالت میں تھا۔ اور کئی جگہہ گھوڑوں تک کے لیئے اوسپر سے گذرنا تقریباً محال تھا۔ رستہ میں ہمیں ایک باربرداری ملی جسمیں ہر ایک توپ کو گھوڑوں کے علاوہ پچاس پچاس آدمی اوپر کھینچ رہے تھے۔ کچھ سپاہی آگے سے کھینچکر اور کچھ پیچھے سے دھکیل کر ایک ایک منٹ میں توپ کو تیس تیس گز اوپر بڑہا رہے تھے۔ اور جسطرح ملاح لنگر اٹھانے کے وقت کرتے ہیں۔ ہر دفعہ زور لگاتے وقت باہم ملکر نعرے لگاتے جاتے تھے۔

چوٹی پر پہونچتے ہی ہمیں پہلی مرتبہ جدال و قتال کے ہولناک نتایج و ثمرات کی علامتیں تین سخت مجروح سپاہیوں کی شکل میں دکھائی دیں۔ ان کو ہسپتالی خیموں میں جو درہ کے ایکطرف نصب تھے پہونچایا جارہا تھا۔ انمیں سے ایک کی طرف تو دیکھا نہیں جاسکتا۔ شل کے ٹکڑے سے اوسکا نچلا جبڑا ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہوا تھا۔ جس سے چہرہ بالکل اینٹھ گیا تھا۔ اور بشرہ سخت جسمانی تکلیف کا پتہ دے رہا تھا۔ دوسرے کی پھیپھڑوں میں گولی لگی تھی۔ وہ ہشاش بشاش نظر آتا تھا۔ مگر چہرہ پر مُردنی چھا رہی تھی۔ تیسرے کی دونو رانوں میں سے گولی نکل گئی تھی۔ وہ اس معرکہ میں جو دامن کوہ میں ہورہا تھا مجروح ہوئے تھے۔ چونکہ وہ چلنے سے عاجز ہوگیا تھا۔ اوسکو ٹٹو پر ڈال کر اوپر لائے تھے۔ جب اوسے نیچے اتارنے کے لیئے پاؤں سے اٹھایا تو اوسے سخت درد ہوا۔ ہسپتال میں مجروحین کے لیئے عمدہ بستر اور کافی ڈاکٹر و خادم موجود تھے۔ اس موقعہ پر اونیر بدوران بچارہ

دیگر معرکوں میں سخت مجروح ترکوں نے جس صبر و تحمل اور بظاہر کسیطرح کی تکلیف یا اذیت کے بغیر اپنے لمبے سفر زین سوار بلکہ پا پیادہ طے کرتے رہے وہ واقعی نہایت ہی حیرت انگیز تھا۔

مشیر ایک بڑے خیمہ کے سامنے جو سڑک کے دائیں ہاتھ ایک بلند چوٹی پر نصب کیا گیا تھا۔ کھڑے ہو گئے۔ اس خیمہ سے دائیں طرف ایک اور بڑا خیمہ نامہ نگاروں اور دیگر غیر مصاف کنندگان کے لیئے نصب تھا۔ ادہم پاشا نے از راہ مروت و عالی ظرفی اپنے لیئے وہ خیمہ پسند کیا۔ جو دونوں میں چھوٹا تھا۔

چشمہ قرہ درہ اس موقعہ پر کھڑے ہوتے ہی ایک عجیب کیفیت بخش منظر ہماری نظروں کے سامنے نمودار ہو گیا۔ سامنے تا حد نظر تھسلی کا زرخیز میدان پھیلا ہوا تھا۔ دور فاصلہ میں قصبہ ٹرناووس کی جھلملی سی جھلک دکھائی دیرہے تھے۔ اور دریاے زیریاس (جسکا پرانا نام یوروپاس تھا) کا خشک گذرگاہ فراخ و عریض یراق سڑک کیطرح میدان میں مغرب سے مشرق کو چلا جا رہا تھا۔ اس سامنے کے رخ پہاڑیوں کی ایک شاخ سے مرغزار اور درختوں کا ایک خوبصورت سبز قطع موضع دلیلر کیطرف پھیلتا چلا گیا تھا۔ اور جانب کوہ سے شفاف پانی کا ایک چشمہ نکلتا ہوا دکھائی دیرہا تھا۔ جو مشرق کیطرف بہتا ہوا تشنہ کام میدان میں فرحت بخش سبزی اور روئیدگی کا خط کھینچ رہا تھا۔ اس چشمہ کے قریب ترکی باتریاں کھلی جگہہ میں نصب تھیں اور گو وہ اسوقت خاموش تھیں۔ مگر تھوڑی ہی دیر میں اونمیں عجب ہلاکت بخش زندگی نمودار ہو جانے والی تھی۔ سامنے کے رخ دائیں ہاتھ پہاڑیوں کی ایک لمبی شاخ تقریباً عین جنوب رویہ میدان کو بڑہتی چلی گئی تھی۔ اس شاخ کی وجہہ سے ہم ترکی میمنہ کی حرکات کو نہ دیکھ سکتے تھے۔

معرکہ ماتی و دلیلر عین بائیں ہاتھ کیطرف بھی پہاڑیاں میدان کو آگے بڑہی ہوئی تھیں۔ جنکی وجہہ سے ہم ترکی میسرہ کی کارروائی کو بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ البتہ زبانی بتانے سے معلوم ہوا کہ ان میدان کیطرف کو جاتی ہوئے ڈھالوں سے پرے حمدی پاشا یونانی میمنہ کو پیچھے ہٹا دینے کے لیئے آگے بڑہا جا رہا ہے۔ یونانی توپخانہ قرہ درہ سے دو میل بجانب جنوب ایک مستطیل پہاڑی کے گرد جو بلا تعلق تنہا میدان میں کھڑی تھی نصب تھا۔ مگر جبتک اوسنے گولہ باری شروع نہ کی۔ توپوں کی تمیز کرسکنا مشکل کام تھا۔

ترکی فوج کی پیشقدمی کے متعلق جمعہ نہایت مبارک دن ثابت ہوا۔ اسدن دو خوب تیز لڑائیاں ہوئیں۔ ایک میں فریقین کے توپخانوں نے دور سے باہم مبارزت کی۔ یونانی اسے معرکہ ماتی پکارتے ہیں۔ دوسری ایک چھوٹے پیمانہ پر باضابطہ لڑائی تھی جسکو ترکوں نے موضع دلیلر جو عین میمنہ پر واقع تھا یونانیوں سے نوک سنگین وا کرکے چھین لینے پر ختم کیا۔ حمدی پاشا جو ترکوں کے انتہائی میسرہ پر تھا۔ مقام قرہ سے لگاتار بڑہا چلا آرہا تھا۔ اوسنے اون یونانیوں کو جنہوں نے کوہ اولمپس کے قریب ترکی علاقہ پر یورش کی تھی کامل شکست دیکر پسپا کر دیا تھا۔ اور اب تھسلوی میدان میں بڑہ آیا ہوا تھا۔ اوسکا میسرہ دریا مینی اس پر تھا۔ اور میمنہ حیدر پاشا کی فوج سے متصل تھا۔ جمعہ کے دن لڑائی کا زیادہ حصہ اسی افسر کو لڑنا پڑا۔ اوسکی کمان درہ ملونا کے

دامن سے موضع دلیلر تک پھیلی ہوئی تھی۔

محاربہ کے پہلے دور کی یہ اول فیصلہ کن لڑائی تھی۔ لاریسا اور تھسلی کے حصہ کثیر پر اسکی بدولت فی الفور قبضہ ہوگیا جن لوگوں نے ۲۳ اپریل کے معرکہ ماتی و دلیلر کو دیکھا وہ اونکی قدر و منزلت اور اہمیت کو محسوس نکر سکے اور اگر انمیں سے کسی نے کیا تو اونکی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی۔ بہر نوع یہ یقینی امر ہے کہ ترکی ہیڈکوارٹر کو یہ علم نہوا تھا۔ کہ یونانیوں کو ان معرکوں میں کامل و اکمل ہزیمت و شکست ملی ہے۔ ورنہ ادہم پاشا اوسرات الاصونا واپس چلا کر نہ سوتے۔ اور دہشت زدہ یونانی فوج کو نہایت سخت اور پامال کن تعاقب کے بغیر دریا پینیا اس سے پار جانے اور نلوہ بچ جانے نہ دیا جاتا۔

یونانی گڑھیوں کی تسخیر

ترکی قلب ممدوح پاشا کی زیر کمان تھا۔ جسکا علاقہ درہ ملونا سے مغرب رویہ اون پہاڑی چوٹیوں کے برابر پھیلا ہوا تھا۔ جو ترکی و یونانی قلمرو میں حد فاصل تھیں یہاں ۱۸ اپریل کو سخت لڑائی ہوئی تھی ترک چوبیس گھنٹوں سے زیادہ عرصہ تک لگاتار لڑتے رہنے کے بعد ان مہیب بلندیوں کو فتح کر سکے تھے۔ پہاڑیوں کی بلند ترین کرارہ کے برابر فریقین کی گڑھیاں دوش بدوش موجود تھیں۔ اور بعض گڑھیوں پر نہایت سخت معرکہ آرائی ہوئی تھی۔ ایک یونانی گڑہی کا قبضہ چار دفعہ باہم منتقل ہوا۔ تین یونانی گڑھیاں جو پہاڑیوں کی چوٹی پر ملونا سے عین بجانب غرب تھیں۔ ترکوں نے نوک سنگین فتح کیں۔ بہادر حافظ پاشا یہیں اپنے سپاہیوں کے آگے آگے جاتا ہوا شہید ہوا تھا۔ ترکوں کے فقط اون لوگوں کی تعداد جو شہید ہوئے ڈیڑہ سو تھی۔ یونانیوں کا اس سے بھی زیادہ نقصان ہوا مقتولین بالعموم دفن کر دیے گئے۔ مگر بعض لاشیں سرسری طور پر پتھروں سے ڈہانپی گئیں۔ کیونکہ زمین نہایت سخت تھی اور گڑہے کھودنا بہت مشکل اور وقت طلب کام تھا۔ چنانچہ کئی لاشیں پتھروں کے نیچے سے برابر نظر آرہی۔ اور زبان حال سے جدال و محاربہ کی ہیبتناک نتایج کی تشریح و توضیح کر رہی تھیں۔

معرکہ دلیلر

توپی مبارزت میں پہلا گولہ پونے دس بجے چلا۔ اور دوپہر کے پون بجے تک بلا توقف پیہم گولہ باری ہوتی رہی ترکوں کی طرف چھ باتریاں جو اڑہائی میل کے صف میں پھیلی ہوئی تھیں۔ مصروف کارزار تھیں یونانیوں کیطرف چار یا پانچ باتریاں تھیں جو ڈیڑہ میل کی لنبائی میں بتدریج اٹھتی ہوئی بلندیوں پر مناسب موقعوں پر نصب تھیں ترکی گولہ اندازی خاصے ماہر معلوم ہوتے تھے ہمنے بچشم خود کئی گولے عین یونانی باتریوں پر جا گرتے دیکھے۔ یونانی گولہ باری کی قدر و منزلت کا اس سے اندازہ ہو جائیگا کہ تین گھنٹوں کی مسلسل آتشباری سے صرف تین ترک زخمی ہوئے۔ یونانیوں کے نقصان کا اندازہ معلوم نہیں ہوا تاہم وہ ضرور بہت زیادہ ہوگا۔ یونانی افسروں کی باہمی محبت اور اخوت کے جس واقعہ کا اخبارات میں بڑا چرچا ہوا تھا وہ اسی موقعہ پر گذرا تھا۔ واقعہ یہہ تھا کہ ایک یونانی افسر کو ترکی گولے سے مہلک زخم پہونچا۔ اور جبکہ وہ دم توڑ رہا تھا۔ اسکے رفیق افسر نے ترکی گولوں کی بوچھار کی کچھہ پروا نکر کے اوسکا آخری بوسہ لیا۔ میدان کارزار کے اس حصہ میں کسی فریق نے پیدل فوج سے حملہ کرنے کی کوئی کوشش نہ کی۔

معرکۂ دلیلر

حیدر پاشا کی ڈویزن کے میسرہ پر بھی صبح سے ترکی توپوں اور دو یونانی باتریوں میں جو یونانیوں کی صف جنگ کے میمنہ پر تھیں مختصر سی توپی مبارزت ہوتی رہی۔ اور اوسکے ساتھ کبھی کبھی رایفلی باڑھوں کی آوازیں بھی سنائی دیجاتی رہیں مگر دوپہر تک کوئی اہم واقعہ نگذرا۔ ڈیرہ بجے کے قریب دلیلر کیطرف سے جدہر حیدر پاشا جناحی پیشقدمی کرکے یونانی میمنہ کو الٹ دینے کی کوشش کر رہا تھا سخت رایفلی آتشباری کی آواز سنائی دی۔ اور تقریبًا دو گھنٹوں تک فریقین میں سخت لڑائی ہوتی رہی۔ باڑھ پہ باڑھ چلتی رہی۔ اور ہوا اونکی آواز ذرہ ملونا تک جہاں ہم نہایت شاندار موقعہ پر بیٹھے لڑائی کا دنگل دیکھ رہے تھے پہونچاتی رہی۔ آتشباری تین بجے کے قریب بند ہوگئی جس سے ہمنے قیاس کرلیا کہ ترکوں نے دلیلر فتح کرلیا ہے۔ مگر واقعات مابعد سے واضح ہوگیا کہ یونانی اوسوقت تک صرف ناف دیہہ سے نکالے گئے تھے اور وہ ابھی گاؤں کے مغرب اور جنوب کیطرف چند مکانات پر برابر قابض تھے۔ ترکی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ جسقدر نامہ نگار تھے وہ یہہ کہکر پانچ بجے سے الاصونا کو روانہ ہوگئے کہ ہم آجکے دن کی لڑائی کے حالات اپنے اخباروں کو لکھنے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ مشیر نگئے ہمنے ٹھیرے رہنے کا فیصلہ کیا۔ ہمارے ٹھیرے رہنے کی ایک یہہ بھی وجہ تھی کہ ہم نامہ نگاروں کی طرح لڑائی کے مشاہدہ سے شکم سیر نہیں ہوگئے تھے۔ اس جلدی نکرنیکا ہمیں صلہ بھی ملگیا۔ وہ یہہ تھا کہ ہمنے فیصلہ کن آخری ترکی حملہ کو جسنے محاربہ کے پہلے دور کو ختم کیا۔ اور تھسلی کی یونانی فوج میں قابل افسوس اور مضحکہ خیز بھاگڑ اور سراسیمگی ڈالدی۔ اپنی آنکھوں سے معاینہ کیا۔ چھہ بجے کے قریب پھر کی رایفلی آتشباری تابڑ توڑ شروع ہوکر تقریبًا آدہا گھنٹہ ہوتی رہی بعد ازاں چند سواروں کی آڑمیں جو خط مراجعت کی حفاظت کر رہے تھے یونانی میدان میں پیچھے ہٹتے دکھائی دئے۔ اور اوسدن کی لڑائی ختم ہوگئی۔ شام کو الاصونا واپس جاکر مینے نامہ نگاروں سے ذکر کیا کہ ترکوں کی اس فتح سے یونانیوں کے لئے اپنی موجودہ پوزیشن (وضع اقامت) کو قایم رکھنا میری رائے میں ناممکن ہوگیا ہے۔ مگر اسبات کا کسیکو شان گمان بھی نتھا کہ جبکہ ہم یہہ باتیں کر رہے تھے یونانی غزالان رمشدہ کیطرح اندھا دھند سراسیمہ وار بھاگے چلے جا رہے تھے۔

دلیلر ٹرناووس کے شمال مشرق میں دو یا ڈیڑھ میل اس کے قریب واقع ہے۔ یہہ صاف ظاہر ہے کہ اسقدر کثیر التعداد فوج جیسی کہ ادہم پاشا کے پاس تھی۔ بآسانی ٹرناووس اور نیز لاریسا کی یونانی پوزیشن کو گھیرے میں لیکر یونانی فوج کے لئے مراجعت کا رستہ بند کرسکتی تھی۔ مزید براں خیری پاشا کی ڈویزن کی پیشقدمی سے جو مقام ڈماسی سے بڑھا تھا جنوب مغرب کیطرف یونانی میسرہ کے بھی احاطہ میں آجانیکا اندیشہ تھا پس ایسی صورت میں یونانی جنرل دلیلر کے فتح ہوجانے پر پسپا ہوجانے میں بالکل درست چال چلے تھے اسیوجہ سے لاریسا کو چھوڑ دینا بھی بالکل درست تھا کیونکہ اب اوسکی حفاظت بکامیابی نہیں کیجا سکتی تھی۔ اگر حفاظت کی کوشش کیجاتی تو اسکا لازمی نتیجہ یہہ ہوتا کہ شہر کی کل محافظ فوج ترکوں کے ہاتھ اسیر ہو جاتی اور غالبًا شہر بھی گولہ باری سے منہدم ہوجاتا۔ لیکن ٹرناووس کی سڑک پر ۲۳ اپریل کی رات کو جو بیشرمانہ اور ذلت بخش بھاگڑ ہوئی اور نیز اس پاگلانہ سراسیمگی کیلئے جو ۲۴ اپریل کو بروز شنبہ لاریسا میں پھیلی اور کل فوج مع اکثر باشندوں کے نوکدم بھاگ گئی۔ کوئی وجہ پیش نہیں کیجا سکتی مگر جیسی یونانیوں کی یہہ مجنونانہ وحشت اور سراسیمگی حیرت انگیز تھی۔ ویسے ہی ترکی ہیڈ کوارٹر کا یونانی بھاگنے کے بعد محض ہونا

اور تعاقب مردانہ کی مطلقاً کوئی کوشش نکیا جانا بھی کچھہ کم حیرت انگیز نہ تھا جبکہ اگر وان کر میکوف عزم مردانہ اور باختیار خود قابل تعریف مستعدی سے کام نہ لیتا تو تھسلی کے دار الخلافہ کیطرف عساکر عثمانیہ کی بڑہنے سے پیشتر باغلب وجوہ اور پانچ دن درہ ملونا کے قرب وجوار میں ضایع کیئے جاتے۔

ارنوط و قرتیری اسدن پہاڑی موسومہ کرتیری کیطرف سے بھی جو ہمارے دائیں ہاتھ تھی سخت آتشباری کی آواز سنائی دیتی رہی یہہ بلند اور دشوار گذار پہاڑی ملونا سے پانچ میل کے فاصلہ پر بجانب مغرب واقع ہے یونانی اُسکی چوٹی پر قابض تھے۔ اور اونکو وہاں سے ہٹانیکی کئی کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔ پہاڑی مذکورہ بظاہر ناقابل تسخیر نظر آتی تھی۔ ۲۳۔ اپریل کو ترکی فوج پیدل اور یونانیوں میں سارا دن سخت آتشباری ہوتی رہی ترک پہاڑی کی مشرقی جانب کی چٹانوں سے چیونٹیوں کیطرح چمٹی ہوئے تھے۔ اور یونانی چوٹی پر تھے۔ ترک اونہیں نکال سکتے تھے۔ اور نہ پیچھے ہٹنا چاہتے تھے یہ معمہ اسیطرح درپیش تھا۔ کارنودوں کی پرزر ندپلٹن نے ادہم پاشا سے خاص قاصد بھیجکر پہاڑی کو تن تنہا فتح کرنے اور اوسپر بطور خود حملہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ اور چونکہ یہہ لوگ پہاڑی نبرد آزمائی میں بڑی مشاق ہیں وہ باغلب وجوہ اس مہم میں ضرور کامیاب ہو جاتی مگر دلیر کی فتح ہو جانے سے اونہیں اس جوکھم میں پڑنے کی ضرورت نرہ گئی۔ اپنی باقی فوج کے میدان کو ہٹ جانے کی وجہہ سے یونانیوں نے رات کے وقت خود بخود پہاڑی کرتیری کو چھوڑ دیا۔ نشاط پاشا کی بھی جو قلبی ڈویزن کا کمانڈر تھا۔ بمقام شاہ حصار ملونا کے سامنے علاقہ میں دائیں رخ غنیم سے سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ ہم اوسکی توپوں کی گرج سنتے تھے مگر بعد طویلہ کیوجہہ سے رائفلی آتشباری کی آواز نہ سُن سکے۔

مسٹر ڈبلیو ایچ رسل[۱] کے اوس معاینہ کے بعد جو اُسنے قصبہ کونگ گراز[۲] کے کنیسہ کے مینار پر بیٹھکر جنگ سادووا کا کیا تھا۔ غالباً پھر کسی شخص کو لڑائی کے ہر ایک پہلو اور جملہ حالات کے دیکھنے کا ویسا عمدہ موقعہ نہیں ملا۔ جیسا کہ اون لوگوں کو حاصل تھا۔ جو مشیر ادہم پاشا کے ساتھ درہ ملونا کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے لڑائی کا کل منظر نقشہ کیطرح ہماری آنکھوں کے سامنے بچھا ہوا تھا۔ اور اگرچہ ترکی توپیں ہمسے دو میل کے فاصلہ پر تھیں۔ مگر ہم کل آتشباری کو اچھیطرح سے دیکھہ سکتے رہے تھے۔ ہوا ایسی شفاف اور صاف تھی کہ یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ توپیں صرف ایک میل کے فاصلہ پر ہیں توپوں کے چلنے کے بعد جو دہواں اونکے موکھ سے نکلتا تھا۔ اونکی گرج۔ اور یونانی و ترکی گولوں کے پھٹنے سے جو گرد و غبار اور دہواں اُٹھتا تھا۔ اُنہیں ہم بخوبی دیکھہ اور سن سکتے تھے۔

ترکی سپاہیوں کی بے نظیر جنگی و اخلاقی اوصاف ہماری دیکھتے دیکھتے کئی مجروح عجیب و غریب شرقی گدہوں پر لاد کر لائے گئے۔ ان جانوروں کی زینیں عجیب قسم کی تھیں اور اونکے بوجھہ بھی عجیب گوناگون قسم و ہیئت کے تھے۔ ان مردہ اور قریب المرگ انسانوں کے مشاہدہ سے محاربہ کا

---

[۱] ولیم ہاورڈ رسل پہلا اخبار نامہ نگار ہے جو میدان جنگ کو گیا۔ یہہ ٹائمز کا نامہ نگار ہوکر محاربہ کریمیا میں شامل ہوا تھا۔ اور انگریزی کمسریٹ کی بدانتظامی اور فوج کی حالت زار اور مصائب کے پوست کندہ حالات تحریر کرکے تمام پبلک کو اسطرف متوجہ کر دیا تھا۔ [۲] یہہ لڑائی ۱۸۶۶ء کے محاربہ جرمن و فرانس کے دوران میں ہوئی تھی۔

تاریک رُخ بیساختہ بڑی شد و مد کے ساتھ حوض خمسہ کے سامنے نمودار ہوجاتا تھا۔ ہم صبور و متحمل سپاہیوں کی میل در میل لمبی قطاریں کے پاس سے جو کوفتہ و ماندہ آبلہ پا بھاری بھاری بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوتے تھے بارہا گذرے۔ مگر کبھی کسیکو اُف کرتے یا بیٹھ پھیر کر واپس جاتے نہ دیکھا۔ بیشک دنیا بھر میں کوئی سپاہی ترکی سپاہیوں ایسے صابر جفاکش اور بہادر نہیں ہیں۔ ترکی سپاہی کی خوراک دیکھو تو وہ محض لاشی پر گذارہ کر رہا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان سے کہا جائے کہ منزل کیسی ہی لمبی کیوں نہ ہو وہ برابر بڑھتا چلا جائیگا۔ کیسی ہی جان جوکھوں کا مقام ہو یہ نہیں اور خطرناک سے خطرناک موقع پر اوسے کھڑا کردو اُسکے قدم کبھی نہ ڈگمگائینگے۔ ترکی سپاہی بکمال باصبر سلامت رو۔ سادہ مزاج۔ ایماندار اور ایسے بہادر ہیں کہ اونکی بہادری حد مناسب سے بھی تجاوز کر گئی ہوئی ہے۔ قراقیر یا الاصونا کی سڑک پر جو اُنتی میل سے زیادہ طویل ہے ایک لاکھ سے زیادہ سپاہی گزرے۔ مگر ایک فرد سے بھی کوئی نامناسب حرکت سرزد نہ ہوئی۔ سب کا رویہ ایسا شائستہ رہا کہ یورپین فوج کا بھی غالباً ویسا اچھا نہ پایا جاتا۔ یونانی خاندان بدستور بہ امن و امان الاصونا میں مقیم رہے۔ کسی نے اونکی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا۔ اونکے بچے بلا خوف و خطر سپاہیوں میں کھیلتے کودتے رہتے۔ تمام نامہ نگار بڑے زور اور گرم جوشی کے ساتھ ترکی سپاہیوں کی شجاعانہ بہادری اور ناقابل تعریف جفاکشی اور تحمل کے معترف تھے۔ ان نامہ نگاروں سے پانچ انگریزی اخبارات کے نامہ نگار تھے۔ ان نامہ نگاروں نے ہی نہیں بلکہ ہر یورپین نے جسنے ترکوں کو کسی محاربہ میں دیکھا یہی رائے ظاہر کی ہے۔ اونکے اعلیٰ جنگی اوصاف اور بے نظیر خوش اطواری کی جیسی زبردست اور قابل شہادت مسٹر آرچیبلڈ فوربس نے دی ہے۔ ویسی اور کوئی نہیں دیسکا۔ یہ فاضل ادیب اور قابل وقایع نگار ۱۸۷۷ء کے محاربہ روم و روس میں صوبجات بلگیریا و رومیلیا میں روسیوں کے ساتھ رہا تھا۔ یہ امر واقعی نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ ترکی سپاہیوں کے بدنام کرنیوالوں نے کبھی اونہیں دیکھا نہیں۔ جسطرح ہم اونہیں مقدونیا اور تھسلی میں دیکھ چکے ہیں اگر ان الزام دہندگان نے بھی کبھی اونکو اسیطرح دیکھا ہوتا۔ تو ترکوں کے پاؤں دہو دہو کر پیتے۔

مسٹر آرچی بلڈ فوربس[1] مشہور فوجی نامہ نگار نے نومبر ۱۸۷۸ء کے رسالہ نائینٹینتھ سنچری (انیسویں صدی) کے صفحات ۷۵۶، ۷۵۷ پر ترکی سپاہ کی نیک چلنی اور اوصاف مردانہ کی نسبت حسب ذیل شہادت تحریر کی تھی "دریائے لوم سے لیکر دریائے وتک اور ڈینیوب سے لیکر بلقان تک میں نے اپنے تمام سفر میں کسی شخص کو یہ شکایت کرتے نہ سنا کہ اوسے سال گذشتہ کے واقعات کی بدولت ترکوں کے ہاتھ سے نقصان پہونچایا گیا تھا۔ حالانکہ اسبارہ میں میں نے نہایت جد و جہد اور تگ و دو سے تفتیش و تحقیقات کی۔ میں نے کسی مرد کو تلواروں سے زخم خوردہ نپایا۔ نہ کسی عورت کے بے حرمت ہونے کی داستان سنی۔ میں اپنے سابقہ تجربات کی بنا پر یہ وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کسی عورت کے ساتھ ناجائز سلوک کیا گیا ہوتا تو وہ بلا تکلف اپنا ماجرا بیان کر دیتی۔ ہر بلغاری کسان کی کھیت

[1] مجھے یہاں بھی مسٹر شیلڈ سے اتفاق نہیں۔ ترکی سپاہی کی خوراک پر وقت میں خواہ کیسا تغافل برتا جائے مگر اوسکی غذا کا خاص خیال رکھا جاتا ہے اور حتی الامکان اوسے کبھی فاقہ نہیں آنے دیا جاتا۔ ہاں اونکی طبعی سادگی اور سادہ طریق پرورش کی وجہ سے اوسکے لئے باورچیوں اور کھانیکا کوئی لمبا چوڑا اہتمام اور سامان نہیں کرنا پڑتا۔ اور نہ اوسکے حوصلہ کو بڑہانے کے لیئے شراب کے خم در خم اور کانٹیں ساتھ رکھنے کی احتیاج نہیں ہوتی۔ [2] اس جادو نگار و منصف مزاج واقعہ نگار رسالہ روم نے ترکی اور روس کے موجودہ تعلقات اور محاربہ ۱۸۷۷ء و سلطنت عثمانیہ کے خارجیہ تعلقات اور جلالتماب امیر المومنین کے تدبر خداداد کے متعلق حال میں ایک ضخیم کتاب شایع کی ہے جسکا ترجمہ دفتر وکیل امرتسر سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

میں اوسکا پچھلی برس کا بھوسہ برابر موجود ہی۔ اور اونکے مکانات کی چھتوں کا بھوس بتا رہا ہی کہ وہ تازہ نہیں بلکہ برسوں کا پرانا ہے دوسالہ بچھیرے بچھیری ماں اور اوسکے شیرخوار بچہ کے ساتھ مرغزاروں میں چرتی دکھائی دی رہی ہیں۔ اور بلغاریوں کے بیلوں اور جانوروں کی شکل و شباہت بتا رہی ہی کہ وہ پختہ عمر کے ہیں۔ اور اونکی بیویوں کے پانی بھرنیکے مٹی کے برتنوں کی شکل صورت بتا رہی ہی کہ وہ کئی برسوں سے استعمال میں آ رہے ہیں۔ صرف دیہات کے رہنے والے بلغاریوں کے متعلقات اور ملک اور املاک ہی اسبات کا ثبوت نہیں دے رہے کہ اونکی معاشرت میں کسیطرح کا دخل نہیں دیا گیا۔ اور اونکے مال و اسباب کو کسی نے تاخت و تاراج نہیں کیا۔ بلکہ شہری آبادی کے متعلقات سے بھی صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اونکو کسیطرح کی اذیت نہیں پہونچائی گئی۔"

بالفاظ دیگر ترکی کو سخت سے سخت اشتعال ملنے کے باوجود۔ اور باوجود اس امر کے کہ روس نے بظاہر محض بلغاریوں کی خاطر اعلان جنگ کیا تھا۔ اور انہی کی حمایت کا بہانہ کرکے ترکی پر حملہ کیا تھا۔ اور ترکی سلطنت کو معدوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ نیز اس عام معلوم امر واقع کے باوجود کہ روسی گماشتوں کو دل بادل عیسائی رعایا سے بغاوت کرانے کے لیئے اپنی طرف سے کوئی کوشش باقی نرکھ رہے تھے۔ باوصف ان سب باتوں کے ۱۸۷۶ء میں ترکی آبادی۔ یا ترک یا بیقاعدہ سپاہیوں کی طرف سے بلقان کے شمالی علاقہ میں ہیجر مٹی یا قتل۔ حتی کہ تاخت و تاراج تک کے ایک واحد واقعہ کا بھی ارتکاب نہ ہوا۔ اور وہ برابر کمال ضبط و تحمل سے کام لیتے رہے مگر جب پانی سر سے گذر گیا۔ اور بیکس مسلمان آبادی پر بلغاری عیسائیوں اور کاسکوں کی سفاکی اور سیاہکاری حد برداشت سے تجاوز کر گئی۔ اور ترکوں کو کافی سے کافی اشتعال مل چکا۔ تو پھر آخر اوسوقت انہوں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کر دیا۔

جنگ کا اعلان اپریل ۱۸۷۷ء میں ہوا۔ کل بلگیریا ترکی سپاہ سے بھرا پڑا تھا اور بظاہر کل معاملہ کے بھی بلغاری باعث و موجب تھے۔ تاہم "ناگفتنی ترکوں نے" اونکو کسیطرح کی اذیت نہ پہونچائی۔ کچھ عرصہ بعد روسی ڈینوب سے عبور کر آئے۔ لڑائی شروع ہو گئی ترک پیچھے دھکیل دیئے گئے۔ اور ظاہر حال ترک بازی بالکل ہار بیٹھے۔ مگر پھر بھی مسلمانوں نے کوئی زیادتی نہ کی۔ بلغاری عورتوں اور بچوں سے کوئی بدسلوکی نہ کیگئی۔ اور بلغاری مردوں سے کسیطرح کا تعرض نکیا گیا۔ الغرض پے درپے کئی مہینے گذر گئے اور ایک واحد عیسائی پر بھی جبر نکیا گیا۔ اسبارہ میں مسٹر آرچی بلڈ فوربس کی شہادت سے بڑھکر کسکی شہادت مستند ہو سکتی ہے وہ متذکرہ صدر رسالہ کے صفحات ۵۷۷ و ۵۷۸ پر حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

"جب روسیوں نے ڈینوب کے جنوبی کنارہ پر اپنے قدم جما لیئے تو ترکی سپاہی بالکل چپ چاپ کسی بلغاری مکان کے سامنے کسی درخت کی ٹہنی توڑنیکی خفیف ترین حرکت تک ارتکاب کرنے کے بغیر سسٹووا کو خالی کر گئے۔ انکے ملکی بھائی (یعنے صیغہ سول کے اہلکار) اسیطرح کسی ذرہ سی ناشایستہ یا جابرانہ فعل کے مرتکب ہونے کے بغیر اونسے پہلے چلے گئے ہوئے تھے۔ فوج سے جدا شدہ سپاہیوں کے دستے کسانوں کی بستیوں میں سے ہوتے ہوئے پیچھے ہٹے۔ مگر کسی سپاہی نے کسی بلغاری کی ایک مرغی تک چرانی یا اوس سے بالجبر ایک بیضہ تک لینے کا ارتکاب نکیا۔ ایک ترکی فوج کئی دن قصبہ جیلا کے گرد خیمہ زن رہکر دار سے

روانہ ہوئی اور حالانکہ اوسکے عقبی رستہ میں کلہم بقاعدہ سپاہی تھے۔ مگر اہالی شہر کو ذرہ بہر جسمانی یا مالی تکلیف نہ پہونچی۔ خنثرا سے جب ترکی فوج لوم کو پسپا ہوئی تو خط مراجعت کی تمام رستہ میں بہی بلغاریوں کو بال برابر ضرر نہ پہونچا۔ روسیوں کی پیشقدمی پر جب ترک باشندے ٹرنوداکو چہوڑ گئے اور اونسے بعد ترکی سپاہ وہاں سے بہاگ گئی تو ایسا کرتے وقت مسلمان باشندوں یا فوج نے عیسائیوں پر کسیطرح کی سختی نہ کی نہ کسی کا مال و اسباب کو لوٹ لیگئے۔ الغرض ڈینوب اور بلقان کی درمیانی علاقہ کو خالی کرتے وقت ترکوں کیطرف سے کوئی ناشایستہ حرکت سرزد نہ ہوئی۔ بلغاریوں نے اس شریفانہ برتاؤ کا کیا معاوضہ دیا۔ اسکے حالات پہر بعد میں لکہونگا۔"

میں رات درہ ملونا پر ہی اپنی خیمہ میں بسر کرنا چاہتا تھا۔ مجہے امید تھی کہ دوسرے دن بہت سویرے پیشقدمی شروع ہوکر کل سرحد کی برابر سلسلہ قطعی و فیصلہ کن جنگ برپا ہوگی۔ اور میں اوسکی مشاہدہ سے محروم رہنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر مشیر نے مجہے اونکے ساتھ الاصونا واپس چلنے کا مشورہ دیا۔ اور کہا کہ دوسرے بے آرامیوں کی علاوہ یہاں تمہیں غذا بہی کافی نہیں ملسکیگی۔ ہم سب شام کی جہٹ پٹی تاریکی میں ہیڈ کوارٹر کو جو الاصونا میں تھا چلدئے۔ ادہم پاشا اوس دن کی فتوحات اور کارروائی پر بہت خوش نظر آتے تھے۔ انہوں نے دوسرے دن بہت سویرے پیشقدمی کرنے کا وعدہ کیا۔ ترکی کیمپ میں کسی متنفس کو اسکا خواب و خیال بہی نہ تھا۔ کہ یونانی فوج رات کو کلہم غایب ہوجاٹیگی۔ چہ جائیکہ اوس بہاگڑ اور افراتفری کا جو ہماری واپسی کے وقت سے ہی یونان فوج میں پڑگئی ہوئی تھی کوئی وہم و گمان ہوتا۔

از ملونا تا لاریسا جمعہ کی لڑائی کی نتایج ترکی ہیڈ کوارٹر کی سٹاف کی توقع سے بدرجہا زیادہ بار ور اور اہم ثابت ہوئی۔ یونانی نہ صرف ان بلند کراروں اور دشوار گذار دروں پر ہی قبضہ قایم نہ رکھ سکے تہے جو دونوں ملکوں میں حد فاصل کا کام دیتے تھے بلکہ ترکی کالموں کو بہی مختلف دروں کی رستہ تھسیلی کی ہموار میدان میں داخل ہونے سے نہ روک سکے تھے۔ الغرض ۲۳ ر اپریل یا جمعہ کی لڑائی سے لاریسا کی قسمت کا ہی فیصلہ نہ ہوگیا تھا بلکہ اگر ترک ذرا بہی مستعدی اور جفاکشی سے کام لیتے تو محاربہ بہی عملی طور پر ختم ہوگیا تہا ہر جگہہ سے یونانی انہا دہند پیچہے ہٹے چلے جارہے تھے اتوار کو بلا جدال الاسونا پر ترکوں کا قبضہ ہوگیا اور غنیم کا حال خستہ و تباہ سخت پامال بدحواسی کے عالم میں تین گروہوں میں منقسم ہوکر وولو (غلوص) فرسالوس (چتالجہ) اور تریکالہ کو ہٹ گیا۔ اگر فی الفور تعاقب کیا جاتا تو تھسلی کی یونانی فوج بالغلب وجوہ سرپٹ دوڑے جاکر تہرموپایلی کی تاریخی دروں پر ہی دم جالیتی کیونکہ ملک کی طبعی بناوٹ ایسی ہے کہ وہ اور کہیں دشمن کو مقابلہ کے لیئے نہیں ٹہیر سکتی تھی۔ اور صرف انہی دروں پر بشرطیکہ اوسمیں کوئی سکت اور نظام باقی رہ گیا ہوتا۔ ملک کے بچاؤ کے لیئے اوسے مفید موقعہ مل سکتا تھا۔ یونانیوں کی اچانک پسپائی کا باعث وہ جناحی پیشقدمیاں ہوئی تہیں جو ایکطرف بجانب میسرہ حمدی پاشا نے نیز پروس سے اور دوسری طرف بجانب میمنہ خیری پاشا نے داماسی سے کی تھی۔ جمعہ کی لڑائی میں دیلی کی شاندار تسخیر کے موقعہ پر جو حیدر پاشا نے کی تھی۔ یونانیوں کو ترکی فوج پیدل کی شہ زوری اور اوصاف جنگی کا ذاتی تجربہ ہوگیا تھا۔ اور اس تجربہ کی تکرار کی اونکے دلوں میں کوئی تمنا نہیں رہ گئی تھی۔

ہم شنبہ کو صبح کے آٹھ بجے پیراوسی پُر آب وشجر گرد آلود بھیانک سڑک پر الاصونا سے درہ ملونا کو روانہ ہوئے۔ اور مارشل سے تہوڑی ہی دیر بعد چوٹی پر پہونچگئے۔ کل جنرل سٹاف گہری صلاح ومشورہ میں منہمک تھا۔ سڑک کے کنارہ ایک میز پر نقشے بچھے ہوئے تھے اور سب اوسپر غور وفکر سے آپسمیں صلاح ومشورہ کر رہے تھے۔ وہاں پہونچتے ہی ہمیں معلوم ہو گیا۔ کہ یونانی ہر موقعہ سے بگٹٹ پیچھے ہٹتے چلے جا رہے ہیں۔ اور کہ کل ترکی فوج عام پیشقدمی کیا ہی چاہتی ہے۔ لیکن مارشل حسب معمول سرعت وتعجیل سے محترز رہے۔ چنانچہ جب وہ گہوڑے پر سوار ہو کر پیچ در پیچ پتھریلی اور تقریباً عمودی پہاڑی پگڈنڈی کے رستہ جو تھسلی کو جاتی تھی۔ آگے بڑہے اوسوقت ٹھیک ساڑہے گیارہ کا عمل تھا۔ ہر ایک چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا اور سب کی زبان سے یہہ فقرہ نکل رہا تھا۔ "لاریسہ کو چلو۔ لاریسہ کو چلو"۔ تقریباً دو گھنٹوں کی سواری کے بعد ہم میدان کے اوس دلفریب نالہ کے کنارہ پر پہونچے جسکی خوبصورتی کا ہم کل پہاڑی کی چوٹی سے اعتراف کرتے رہے تہے۔ اوسکا شفاف وفرحت بخش آب زلال چٹانوں سے جوش مار کر نکلنے کے بعد دو طرفہ مرغزاروں کو دور تک سیراب کرتا چلا گیا تہا۔ برلب آب سرسبز اور تازگی بخش درختوں کا ایک چھوٹا سا نخلستان کھڑا تھا۔ جمعہ کے دن ترکی توپیں اس کے قریب نصب کیگئی تھیں۔ گرمی کمال شدت سے پڑ رہی تھی۔ اور تپتی ہوئی زمین پر سورج کی جلتی ہوئی کرنوں کا انعکاس آنکھوں کو چوندہیا رہا تھا۔ ندی کے کنارہ پہونچتے ہی سوار ورا ہوار سب نے سیر ہو کر پیاس کی آگ کو فرو کیا۔ اور درختوں کے سایہ کے نیچے ذرا سستانے کے لیے ٹھیر گئے۔

مشیر وٹرناووس } مشیر نے یہیں سے درہ کو واپس چلے جانیکا قصد ظاہر کیا۔ مگر ہمنے بلا توقف ٹرناووس تک بڑہے چلے جانے کی بڑے زور سے التجا کی۔ اور عرض کیا کہ قصبہ مذکور پر ترکی کیولری قابض ہو چکی ہے اور کہ جو دن ضایع جانے دیا جائیگا۔ وہ ٹرکی کے حق میں سخت مضر ہوگا۔ مشیر کے سٹاف کے قابلترین ارکان بالخصوص ثابت بک اور نجیب بک یاور سلطانی نے بھی اس رائے کی بڑے زور سے تائید کی۔ جسپر ایک سایہ دار درخت لیموں کے نیچے دیر تک صلاح ومشورہ ہوتا رہا۔ اور بالآخر جب مارشل اُٹھکر گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اوسکا موںہ ٹرناووس کیطرف پھیر دیا۔ تو ہم سب کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہ گئی۔ قصبہ مذکور وہاں سے دس میل تھا۔ سڑک اچھی تھی۔ مگر نہایت گرد آلود اور گرمی غضب کی پڑ رہی تھی۔ دہوپ میری مغز میں گھس گئی۔ اور میں بصد مشکل زین پر بیٹھا رہ سکا۔ تاہم اوسیطرح کا خطرہ یا دقت حادث نہ ہوئی۔ دشمن کا کہیں نام ونشان نہ پایا گیا۔ اور ہمارے داہنے ہاتھ کی پہاڑیوں کی چوٹیاں ترکی فوج پیدل کے کالموں سے جو آگے بڑہے جا رہے تھے ڈہنپی ہوئی تھیں۔ رستہ میں ہمنے یونانی بھاگڑ کی کوئی زیادہ علامتیں نہ دیکھیں۔ حالانکہ جو کیفیت یونانی فوج کے ہمرکاب انگریز نامہ نگاروں نے لکھی تھی۔ اوسکے لحاظ سے یہ علامتیں بکثرت تمام پائی جانی چاہیئے تھیں۔ ٹرناووس کے مکانات اور میناروں کے نمودار ہوتے پر ہمنے گہوڑوں کو تیز کر دیا۔ اور تین بجے شہر کے مضافات میں داخل ہو گئے۔ اُسمیں داخل ہوتے وقت مشیر نے مجھے ایک نہایت خوبصورت گلاب کا پہول عطا کیا۔ ہم نے شہر کے اندر جو برلب دریا زیر پاس ایک مختصر سا خوبصورت مقام ہے کئی چکر لگائے۔ دریا بالکل خشک پڑا تھا۔ مارشل نے چاروں طرف کل علاقہ کی بڑی احتیاط سے دیکھبھال کی کہ کہیں دشمن کا کوئی نشان تو نظر

نہیں آتا۔ مگر کوئی نشان دکھائی نہ دیا آخر کار گرمی مجھ سے اور زیادہ برداشت نہ ہوسکی ہمارا گذر ایک خوشنما بصورت مکان کے سامنے سے ہوا اسکی نچلی منزل کا دروازہ جو نہایت سردیتی کھلا ہوا تھا میں گھوڑے سے اترکر اندر داخل ہوگیا۔ اور ایک کہنہ چارپائی پر جو وہاں پڑی ہوئی تھی لیٹ گیا۔ اور دوسرے دن آٹھ بجے صبح تک لیٹا رہا۔ تھوڑی دیر بعد مشیر نے اپنے ایک یاور کی معرفت کہلا بھیجا کہ اونکا کیمپ چشمہ قرہ درہ کے کنارے نصب کیا گیا ہے۔ وہ رات وہیں جا کر بسر کرینگے۔ تمہارے لیئے بھی وہاں ایک خیمہ الگ کر دیا جائیگا مارشل نے ٹرناووس میں شب باش ہونا مناسب نسمجھا تھا۔ کیونکہ دشمن کا ٹھکانہ ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا۔ مگر میں اپنے میں واپس جانیکی سکت نہ دیکھی۔ علاوہ بریں میں جانتا تھا کہ دوسرے دن مجھسے یہ نہیں ہوسکیگا۔ کہ یہی مسافت کو پھر طے کرکے ٹرناووس اور لاریسہ تک کی دس میل کی مسافت مزید طے کر سکوں۔

ایک جرمن افسر کی مہربانی جرمن جنرل سٹاف کے ایک پنشن یافتہ افسر بیرن وان سوئن برگ نے جسکی نسبت عام خیال تھا کہ اوسے قیصر جرمنی نے خاص اپنی طرف سے لڑائی کے مشاہدہ اور اوسکے حالات کی رپورٹ کرتے رہنے کے لیئے بھیجا ہوا ہے کمال شفقت و نوازش سے ہمارے ساتھ ٹھیرنے اور حفاظت کے انتظام کرنیکا ذمہ لیا اور پھر نہایت قابلیت اور حسن لیاقت سے جو جرمنوں کا قومی خاصہ ہو رہی ہے چھ سوار ان کو جو ہماری خدمت و حفاظت کے لیئے پیچھے چھوڑے گئے تھے دو دستوں میں تقسیم کر دیا کہ ہر ایک دستہ چار چار گھنٹے گشت کرے۔ اور روگوف بک اور نیز اپنے اسکوٹ کے افسر سرور بک کو ہر دو گھنٹوں کے بعد پہرہ ٹولوں کا معاینہ کرتے رہنے کا حکم دیا بیرن نے بذات خود بھی رات میں تین دفعہ گشت کی مگر کیسطرحکا کوئی حادثہ نگذرا۔ اوس رات ٹرناووس میں جو خون گرا وہ صرف مرغیوں اور بطوں کا تھا چھ خاندانوں کے سوا باقی کل یونانی آبادی شہر چھوڑکر بھاگ گئی ہوئی تھی۔ ان خاندانوں سے کسیطرحکا تعرض نکیا گیا تھا۔ شہر میں مرغیاں اور کبوتر بکثرت اور چند مویشی بھی موجود تھے۔ یہ جانور کوفت زدہ اور گرسنہ سپاہیوں اور نیز ہمارے لیئے ایسے موقعہ پر خاص نعمت الٰہی تھی۔ ایلیا نے نہایت خوشگوار چوزوں کا شوربا پکایا۔ جسے ہمنے خشکہ کے ساتھ کھایا اور سیر ہوکر خوب میٹھی نیند سویا جس سے میری ہمت و سکت پھر عود کر آئی۔

دوسرے دن ہم دس بجے لاریسا کیطرف جسپر گرمیکوف پاشا کے قابض ہوجانے کی خبر ہمیں تھوڑی دیر پہلے ملگئی تھی روانہ ہوئے ہماری جماعت میں میرے اور ایلیس کے علاوہ بیرن سوئن برگ۔ روگوف بک۔ ایلیا اور چھ سوار تھے مارشل ابھی تک قرہ درہ ہی پر تھے۔

ترکی رحمدلی بیزبان جانوروں سے ترک جیسی مہربانی اور رحمدلی سے پیش آتے ہیں۔ اوسکا ہمیں راستہ میں عینی ثبوت ملگیا ایک چھوٹا سا بزغالہ جو ماں سے جدا ہوگیا تھا۔ سڑک پر متحیر چلاتا پھرتا تھا۔ ایک سپاہی کو رحم آگیا اُسنے اوسے خرجی میں ڈالکر زین پر رکھ لیا۔ دریائی پینیاس کے پل کے سرے پر ہمیں چند لحظوں کے لیئے سنتریوں نے روک لیا۔ وہاں ہماری ایک طویل القامت۔ قوی بنیان خضر صورت شاندار معمر ترکی کرنیل سے ملاقات ہوئی۔ وہ سچی گرمجوشی اور خوش اخلاقی سے جو تمام پرانی طرز کے تربیت یافتہ ترکوں کا خاصہ ہے ہمسے ملا۔ اور جب اوسنے میننے کو ددد کے لیئے چلاتا سنا۔ تو اوسیوقت

ایک بکری منگواکر بچہ کو دودہ پلوایا۔ یہہ بانکوہ معہ افسر پلیونا کے محاربوں میں سخت زخمی ہوا تھا۔ اور یوم قبل دلیلر کی لڑائی میں بہی خفیف سا زخم پہونچا تھا۔ اُسنے تہوڑی ہماری تواضع کی۔ ہم اوسکی پینے میں مشغول تھے کہ ایک فقیر صورت یونانی عورت وہاں آگئی اور بدرشتی شکایت کی کہ میری بچی اوس گاؤں میں ہی جو پل سے دو میل بجانب جنوب ہے۔ مگر سنتری کسیکو پل پر سے گذرنے نہیں دیتے۔ کرنیل نے عورت کو بدست خود کچھہ کہانا دیکر ایک کارپول کو حکم دیا کہ اوسے بچوں کے پاس پہونچا آئے۔ بیکارہ وہ کارپول کہ لیے جو سایہ میں بیٹھکر دوپہر کا کھانا کھارہا تھا اس حکم سے سخت مصیبت نازل ہوگئی۔ مگر اوسکی پیشانی پر کوئی بل نہ پڑا۔ اور فی الفور عورت کو ساتھہ لیکر قانع ورضامند روانہ ہوگیا۔ ہم اونہیں دو میل کے فاصلہ پر جاملے تھے۔

کارپول اور عورت کی روانگی سے چند منٹ بعد ایک اردلی سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا کرنیل کو لیئے تحریری احکام لایا جسکا مضمون یہہ تھا کہ ترکی فوج کی کل صف پیشقدمی کرکے لاریسا کو بڑہے۔ یہہ حکم ملتے ہی بسرعت تمام بگل بجایا گیا۔ اور کرنیل کی رجمنٹ پانچ منٹوں میں صف بستہ ومرتب ہوگئی۔ رستہ میں ایک عجیب واقعہ گذرا۔ لاریسہ جب چار میل کے فاصلہ پر رہگیا تو بیرن نے گھوڑے کو تیز کرنا شروع کردیا۔ مینے اسکا سبب پوچھا۔ اور کہا کیا یہ زیادہ مناسب نہ ہوگا کہ سب اکٹھے چلیں۔ اوسنے جواب دیا کہ مجھے حتی الامکان جلد پہونچنا ضروری ہے۔ مینے کہا جلدی کی کوئی خاص وجہہ تو نہیں نظر آتی۔ پھر دریافت کیا کہ تمہیں کیوں لاریسا ایسی جلدی پہونچنا ضروری ہے۔ اس سوال پر اوسنے اپنا راز ظاہر کردیا۔ اور جواب دیا۔ "کیونکہ میں جرمن ہوں مجھے سب سے پہلے لاریسا پہونچنا چاہیئے"۔ یہہ سُنکر میری رگ حمیت بھی مشتعل ہوگئی۔ میری قومی غیرت کبھی گوارا نہیں کرسکتی تھی کہ دوسری قوم کا کوئی شخص ایسی تعلی کی لے اور میں اوسے بازی جیت لیجانے دوں۔ مینے اوسے کہا اگر یہہ بات ہے تو چلو۔ دیکھیں کون بڑہتا ہے۔ یہہ کہکر مینے بھی گھوڑے کو ایڑ لگادی اور اوسے سرپٹ چھوڑدیا۔ دوڑ میں میرا گھوڑا افضل ثابت ہوا میں تہوڑی دیر میں بیرن سے آگے نکلگیا اور تخمیناً تین منٹ اوس سے پہلے مینے اس کے پل پر جو لاریسا کے متصل ہی پہونچگیا۔ مگر مینے اوس سے عبور نکیا۔ بلکہ بیرن کے آملنے کا انتظار کیا اوسنے شب گذشتہ مجھسے نہایت شفقت آمیز سلوک کیا تھا اور میں اوسے خفیف نہیں کرنا چاہتا تھا۔ حتی کہ اگر اوسنے لاریسا پہلے پہونچنے کے لئے اپنے جرمن ہونیکی دلیل پیش نہ کی ہوتی تو میں کبھی یہہ دوڑ نکرتا۔ جب وہ آپہونچا تو ہم دونو دوش بدوش پل پر سے گذرے۔ ہمارے پہونچنے سے کچھہ ہی دیر پہلے گرمبکوف پاشا نے پل کے نیچے سے ڈاینامیٹ نکلوا کر پھنکوا یا تھا۔ گرمبکوف کے سوا ہم پہلے غیر ترک تھے۔ جو لاریسا میں داخل ہوئے۔ بلکہ ترکی فوج پیدل ابھی پیچھے پہونچی۔ میری اردلی کے سوار اور ایلس دس منٹ بعد پہونچے۔ دیگر یورپین نامہ نگار غیر مختلف جماعتوں میں تقسیم ہوگئے تھے اور ایک گھنٹہ بعد آئے انمیں سب سے پہلے مسٹر بیکلہم نامہ نگار ٹائمز اور مسٹر ویلڈن نامہ نگار مارننگ پوسٹ پہونچے البتہ ارطغرل کی ایک شاندار رجمنٹ یعنے متذکرہ صدر پریزیڈنٹ پلٹن بالکل قریب پہونچگئی تھی اور آواز بلند خوشی کے نعرے لگاتی ہوئی پل کے نیچے مرغزاروں پر سے آگے بڑہی چلی آرہی تھی

ترکوں کی خوش اطواری کہ ہر جگہہ ترکوں نے نہایت ہی قابل تعریف اور شایان حیرت انتظام قایم رکھا اور رعایا کے جان ومال کی سلامتی میں کسیطرحکا خلل نہ پڑنے دیا۔ لاریسا میں ہر گلی کوچہ کے سرے پر سنتری کھڑے کردئے گئے۔ اور کسیکو بڑے بازاروں کے سوا اور کسی کوچہ وشارع پر گذرنے کی اجازت نہ تھی۔ مختلف مقامات پر جو پہرے

منعین تہی۔ انکو تاکید ہی حکم تہا کہ جس سپاہی کی پاس ذرا سا بہی لوٹ کا مال دیکہیں اوسی فی الفور روک لیں۔ دلیر و گرسنہ سپاہیوں کی حق میں واقعی یہہ بڑی سختی تہی کہ اونمیں سی بعض نی جو بہولی بہٹکی چوزے۔ گوشت کی ٹکڑے یا سبزیات کی تہیلے اوٹہا لئے تہے وہ انسی چہین لی گئی۔ دیگر چیزوں کا تو ذکر ہی کیا۔ ان چیزوں سی جنکو وہ انکی مالک سی مفت یعنی سپاہی اپنی ستر ہی بہنگا ہونسی بہیک رہی تہی تہوڑی سی دیر میں خاصا انبار لگ گیا۔ یونانیوں نے محاربہ سی پہلی ترکوں کو جو نہایت سخت اشتعال دلائی تہی۔ اونپر خیال کرنے سی ترکوں کا یہ شریفانہ برتاؤ اور حسن انتظام واقعی حیرت انگیز معلوم ہوتا تہا۔ کسی یورپین فوج کا برتاؤ اس سی بہتر نہیں ہو سکتا تہا۔ بلکہ بہت کم کا ویسا بہی پایا جاتا۔ اس نظیر کا حسب دلخواہ اثر ہوا۔ اور پہر بہت کم سپاہیوں نے کسی چیز کو ہاتھ لگایا۔ اکثر یونانی باشندے بہاگ گئے تہی تہوڑے باقی تہی۔ جو یونانی حکومت کی آخری دو دنوں کی نسبت ترکی تولیت و محافظت میں بدرجہا اچہی رہی کیونکہ یونانی احکام شہر سے بہاگتے وقت تمام قیدیوں کو رہا کرکے اونہیں رائفلیں دی گئے تہے۔ ان بزندگان جیلخانہ نے یونانی بیقاعدہ سپاہیوں کی تلچہٹ اور اخور کی ساتھ ملکر امن پسند باشندگان شہر کا ناک میں دم کر دیا تہا۔ اور لوٹ مار کا بازار خوب گرم رکہا تہا۔ ان نالائقوں نی اپنی بعض ہموطن و ہمجنس عورتوں کو بیحرمت کرنے سی بہی دریغ نہیں کیا تہا۔ یہہ سب باتیں ہمیں باقیماندہ عیسائی باشندوں میں سی سربرآوردہ اشخاص نی جنمیں ایک پادری اور ایک اطالین تہا بتائیں۔ ترکی ہیڈکوارٹر کی سٹاف نی تاخت و تاراج کی انسداد کی لیے ہر ایک کوشش جو ممکن تہی کی۔ چند سپاہیوں کو چوزے اور بزغالے اوٹہا لیجانے کی پاداش میں بید لگوائے گئے۔ لاریسا میں آتشزدگی کی صرف دو حادثے ہوئی۔ جو باغلب وجوہ محض اتفاقیہ تہی۔ پل سی لیکر شہر کی پہاٹک تک کل راستہ میں ہمیں صرف تین لاشیں دکہائی دیں۔ دو یونانی سپاہیوں کی تہیں۔ اور تیسری غیر فوجی شخص کی معلوم ہوتی تہی ہمنی چہہ یونانی اسیران جنگ لائی جاتی دیکہے۔ تین سپاہی۔ ایک کپتان اور دو غیر منتظم یا بیقاعدہ فوج کی سپاہی تہی۔ یہہ سب کی سب پست قامت۔ بدرو۔ کمزور جسم۔ اور کمینہ شکل تہی۔ اگر یونانی فوج کی باقی لوگ بہی ایسے ہی تہی۔ اور یہہ اسیر اپنی سپاہ کا سچا نمونہ تہی تو پہر فراخ سینہ مضبوط جسم خوش شکل۔ قوی الاعضا اور ناقابل المغلوب عثمانی شیروں کی سامنے اونکا ایک لحظہ بہی ٹہیر سکنا ذرہ بہر تعجب انگیز نہیں ہو سکتا۔ اور اسی سی یہہ بہی صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یونانی گورنمنٹ اور اونکی ہتہیار پر جنہوں نی بلاوجہ ایک ایسی غنیم سی جو ہر لحاظ سے غالب و فایق تہا متعمداً خود ابتدا کرکے لڑائی چہیڑی۔ کیسی اہم مسئولیت اور ذمہ داری عاید ہو رہی ہے۔ ترکوں کو لاریسا میں دس بڑی توپیں۔ پانچ ہزار گراس رائفلیں ہر قسم کی سامان جنگ کی وافر مقدار اور خوب معمور گودام و ذخایر ہاتہ لگے۔

لاریسا میں ورود

کہنی اس کی طویل پل سی گذرنے کی بعد ہم بڑی بازار کی سری پر عین مسجد کی نیچے جو پل اور دریا کی قریب نہایت پرفضا موقع پر ہے ایستادہ ہی۔ تہوڑی دیر کہڑے رہکر ترکی فوج پیدل کو شہر میں داخل ہوتی دیکہتے رہی پیدل پلٹن پلٹن شہر میں داخل ہو رہی تہے۔ سپاہیوں کی چہرہ غبار آلود اور گرمی کی شدت سی عرق عرق ہو رہی تہی۔ مگر انداز سب کا متکبرانہ اور شجاعانہ تہا۔ بینڈ فاتحانہ سُر بجا رہی تہی۔ مگر افسوس ترکی رجمنٹوں کی بینڈ* صرف برائے نام ہیں اور یورپین افواج کی بینڈوں کی سامنے کچھ بہی حقیقت نہیں رکہتی۔ بہرحال ترکوں کی یہہ خوشی بیجا نہ تہی۔ انہوں نے

* چونکہ سنہ ۹۷ء میں حالات اب نے اس نقص کی بہی اصلاح کر دی ہے

ایک اہم مقام تھسلی کا دار الخلافت فتح کیا تھا اور ترکی علم پھر دوسری دفعہ لاریسا پر لہرا رہا تھا۔ ہمارے قریب مسلمان باشندوں کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا تھا۔ ترکی فوج کی آمد پر اونکی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہ گئی تھی۔ پچھلے چند دن (بالخصوص جب سے یونانی حاکم شہر نے قیدیوں کو رہا کر کے مسلح کر دیا تھا۔ اور یونانی باقاعدہ فوج شہر کو اونکی رحم پر چھوڑ کر چلی گئی تھی) غریب مسلمانوں پر بڑی سختی کے گذرے تھے۔ وہ کسی نہ کسیطرح ہماری خدمت کرنے کے بڑے مشتاق اور آرزومند پائے گئے۔ کسی نے ہمارے گھوڑے تھامے رکھنے کے لیے درخواست کی۔ اور کوئی شراب اور روٹی لانے دوڑا گیا۔ مسٹر ویلڈن نے جو چابک دست فوٹو گرافر ہے۔ اس موقع پر بھی ہم جماعت کی جبکہ ہم سلطان کی یاد میں گھوڑوں پر بیٹھے ترکی فوج پیدل کی با مسرت داخلہ کو دیکھ رہے تھے تصویر اتار لی

یونانی مال و اسباب کی حفاظت

مصطفےٰ ناطق بے لاریسا پہنچا ترکی گورنر مقرر ہوا اوسنے از الفور ہماری رہائش کے لیے انتظام کر کے ہمیں بیرن ہوزن بک ہمرنگ کمرہ اور مسٹر ویلڈن کو بنک میں اتارا۔ لاریسہ میں یہ سب سے بہتر مکان تھا۔ اور پرنس قسطنطین بھی وہیں فروکش ہوا تھا۔ بنک کے رہائشی کمرے کاروباری کمروں سے متصل تھے اس سے عاقبت اندیش بیرن کو خیر تردد تو نہ ہوا تاہم اوسنے احتیاط کر لینا مناسب سمجھا اور اوسنے سارے بنک کے تمام دروازوں کو سربمہر مقفل کرا کر کمال احتیاط سے کنجیاں اپنے پاس رکھ لیں۔ بہترین کمرہ خوابگاہ جو تکلف سے سجا ہوا تھا ہمیں دیا گیا۔ اوسمیں دو پلنگ بچھے ہوئے تھے۔ اور ہر قسم کے کپڑے جابجا بکھرے ہوئے تھے۔ جس سے واضح ہوتا تھا کہ اوسکے مکین طلوع فجر کے قریب نہایت افراتفری کے ساتھ رخصت ہوئے تھے۔ انکو دیکھکر صاف معلوم ہو رہا تھا کہ یہ کسی یونانی افسر کا سامان نہیں ہے۔ بیرن کی خوابگاہ میں جو ہمارے کمرہ سے متصل تھی تین کتابیں پڑی تھیں۔ یہ سب فرانسیسی زبان میں تھیں ایک ناول نویس یوجین سو کی کتاب "اسرار پیرس" تھی۔ اور باقی ناول "نانا" اور "نپولین سوم کی خفیہ تاریخ" فرانس کے زندہ فسانہ نگار زولا کی تصنیفات تھیں جس سے بقول بیرن موصوف موجودہ یونانیوں کی تہذیب و علمی مذاق کا پورا پورا اندازہ ہو رہا تھا*

ہمیں پیاس سے بہت تکلیف ہوئی۔ قریبی کنوئیں کے پانی کا ذائقہ اور بو مشتبہ تھی۔ اوسے ہمنے پینا منظور نکیا۔ اور شراب بہت دیر کے بعد ملی۔ ترکی حکام نے علی الفور لاریسا کی بڑی ہوٹل "اولمپی" کے تہ خانوں کو جنمیں بے انداز شراب بند تھی۔ سربمہر مقفل کر دیا تھا ہمنے حکام کو کہا کہ ہم ہوٹل کے نرخ سے قیمت ادا کر دیتے ہیں اوسے ہوٹل کے حساب میں بطور امانت جمع کر لیا جائے اور ہمیں شراب دیدیجائے۔ انہوں نے مہروں کا توڑنا منظور نکیا۔ ہوٹل کا مالک اکثر دکانداروں کیطرح یوم ماقبل کو فوج کے ساتھ بھاگ گیا تھا۔ لیکن جب ترکوں کی خوش اطواری کا عام علم ہو گیا۔ تو یہ لوگ بتدریج واپس آگئے۔ اور اوسوقت اونمیں سے اکثر کو معلوم ہوا کہ اونکی دکانوں اور مکانوں کو ترکوں کے آنے سے پیشتر رہا شدہ قیدیوں اور بیقاعدہ فوجیوں نے لوٹ کھسوٹ لیا تھا۔ ہر شہر میں جو یونانی باشندے اپنے مساکن میں موجود رہے انہیں ترکوں نے کوئی اذیت نہ پہونچائی۔ اور اونکی مال و متاع کو کسی نے ہاتھ نہ لگایا۔

---

* بھو میرے یہ مذاق بالکل گندہ ہے۔

فصل یازدہم تھسلی میں پیشقدمی اور اسپر تصرف

جرمن افسر اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے۔ ادہم پاشانے ۲۴ اپریل کو غنیم کی پوزیشن پر مجتمع طاقت سے حملہ کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ مگر جب تاریخ مذکور کو اوسکی فوجیں آگے بڑہیں تو ہراولی دستے دشمن کو اپنے سامنے مضبوط پوزیشنوں میں قائم پانے کی بجائے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لاریسا کیطرف ہٹ گیا ہے اور اپنی تمام کوہستانی پوزیشنوں کو چھوڑ گیا ہے۔ یونانی ولیعہد کے حکم سے راتوں رات ایسی تیزی اور عجلت کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے تھے۔ کہ صبح تک میدان کارزار میں اونکا نام و نشان باقی نہ رہ گیا تھا۔ حیدری پاشا کی ڈویزن نے جو ڈماسی سے بڑہا تھا۔ الفور ٹرناوس پر قبضہ کرلیا اور ترکی ہیڈ کوارٹر قرقار کو منتقل کردیا گیا۔ ادہر حقی پاشا کی ڈویزن کو جو ڈسکاٹا سے بڑہا تھا۔ تریکالا اور سالموریا کی ریلوے پل پر قبضہ کرنے کیلئے آگے بڑہنے کا حکم بھیجدیا گیا۔

ٹرناوس کو ترکی سپاہ نے تقریباً بالکل اُجڑا ہوا پایا۔ مگر حالانکہ یونانی سپاہ کئی ہفتے مقیم رہی تھی۔ سامان رسد اور حرب کی بڑی بڑی گودام ابھی تک وہاں موجود تھے۔ سامان رسد میں زیادہ تر بسکٹیں۔ اچار۔ انگوری شراب۔ برانڈی۔ اور آردو غیرہ اجناس کی وافر مقدار پائی گئی۔ ادہم پاشانے فوراً شہر کے لیئے ایک مقامی حاکم مقرر کرکے اوسکی دکانوں کی حفاظت اور کسی طرح کی لوٹ مار اور تاخت تاراج نہ ہونے دینے کے لیئے پہرہ لگا دینے کا حکم دیدیا۔ ترکی سپاہیوں نے بتعمیل حکم شراب کی وافر ذخیرہ بڑی محنت کے ساتھ گوداموں اور تہ خانوں سے نکالکر باہر پھینکدیئے۔ اور یہ کہ کسی مسلمان کو . . . . اوسے موتھہ لگانیکا خیال تک نہ آیا

رفتہ رفتہ وہ یونانی سپاہی جو ادہراُدہر چھپے ہوئے تھے لرزاں و ترساں جان بخشی اور امان کی التجائیں کرتے ہوئے حوصلہ کرکے باہر نکلنے لگ گئے۔ اور کہا کہ یونانیوں میں یہہ مشہور کیا گیا تھا کہ جو آدمی فاتحین کے ہاتھ لگا وہ زندہ نہیں رہیگا۔ ترکوں نے اون کو تشفی و دلاسا دیکر مطمئن خاطر کیا۔ اور پھر کھلا پلا تازہ دم کرکے اونہیں رہا کردیا۔ پھر واد گشت کا کام باقاعدگی کے ساتھ اور باترتیب انصرام پاتا رہا۔ اور گرجوں اور کنیسوں کا پورا پورا احترام اور ادب کیا گیا۔ ترکوں کے سامنے اب دوسرا مرحلہ لاریسہ کی فتح کا تھا۔ جسکی نسبت عام مشہور اور معلوم تھا کہ وہ مورچوں اور دمدموں سے خوب محفوظ و مستحکم کردیا گیا ہوا ہے۔ اور تمام اہم ناکوں اور موقعوں پر کریپ توپیں نصب ہیں۔

لاریسا کا نظارہ نہایت ہی دلکش اور خوبصورت ہے۔ چاروطرف شگفتہ و سرسبز باغ ہیں اور مسجدوں کے مینار گرجے۔ اور خوشنمائی اوسکے نظارہ کی دلفریبی کو اور بھی بڑہا رہے ہیں۔ مسجدیں تعداد میں ۲۶۔ اور گرجے آٹھ ہیں۔ مگر اکثر مسجدیں اب بند پڑی ہیں۔ وہاں کے بازاروں میں تھسلوی دہقانوں کے تمام نمونے دکھائی دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی قطع وضع نہایت دلچسپ ہے۔ اور اونکی گاڑیاں ابتک زمانہ قدیم کی گاڑیوں سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ منڈی میں غلہ۔ تمباکو۔ چمڑا

اور دیگر وطنی پیداواروں کی خرید فروخت سے ہر وقت چہل پہل رہتی ہے۔ لاریسا کی شراب بالخصوص بہت مشہور ہے۔ اور انگریزی کی عرفت کا عام رواج ہے۔ بیس برس ہوئے لاریسا کی آبادی تیس ہزار تھی۔ اب صرف بیس[1] ہزار باشندے آباد ہیں۔ پانچ ہزار مسلمان تین ہزار یہودی اور باقی کلیسا یونانی (آرتھوڈاکس چرچ) کے معتقد عیسائی۔

کوہستان سے پیچھے ہٹ جانے کے بعد لاریسا میں ۲۵ ہزار یونانی فوج جمع ہوگئی تھی۔ اور مدافعت کے لیے شہر کا محل وقوع نہایت مناسب اور مفید تھا۔ دونوں بازو دریا سلموریا کی پناہ میں تھے۔ اور زمین کی طبعی بناوٹ اور سطح بالخصوص بچاؤ کی کارروائی کے لیے خوب موافق تھی۔ اور انہی فواید کے لحاظ سے ترکی سپہ سالار کو یقین تھا کہ گومانی کی لڑائی کے بعد جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ فریقین میں بہت مسافت حایل ہوگئی ہے پھر بھی لاریسا پر یونانی جان توڑ کر مقابلہ کرینگے۔ ترکوں کی پیشقدمی پر مزاحمت کو جاری نہیں رکھ سکینگے۔ اس موقعہ پر کرمسکو پاشا اتالیق توپخانہ عساکر عثمانیہ کے تحریر کردہ بیان کو درج کرنا بیمحل نہ ہوگا۔

پاشائے موصوف توپخانہ کے ساز و سامان کی نگرانی اور فوج کی عام حالت پر رپورٹ کرنے کے لیے قسطنطنیہ سے میدان کارزار کو بھیجا گیا تھا۔ سپہ سالار کی اجازت سے وہ غنیم کی پوزیشن کی دیکھ بھال اور استکشاف کے لیے ۲۵ اپریل کو دس کمزور سے رسالے جنمیں کلہم چودہ سو سوار تھے اور ایک اسپی توپخانہ کی باتری لیکر لاریسا کیطرف روانہ ہوا۔ اور سات بجے صبح کے قریب اوس سنگی کلاں پل پر پہونچگیا جو لاریسا کے سامنے سالموریا پر بنا ہوا ہے۔ مگر جس دلیرانہ استادی سے اوسنے لاریسا کو فتح کیا اوسکی کیفیت خود فاتح کے الفاظ میں بتانا زیادہ مناسب ہوگا جو حسب ذیل ہیں۔

"یونانی میدان جنگ سے ایسی افراتفری اور گھبراہٹ کے ساتھ فرار ہوئے کہ گویا اونہیں کسی فیصلہ کن لڑائی میں کامل زک ملی ہے۔ حالانکہ جو لڑائی ہوئی تھی وہ ایک معمولی ہی لڑائی تھی درہ ملونا کے فتح ہوجانے کے بعد میں ایک رجمنٹ سوار کے ساتھ ٹرناووس تک بلا مزاحمت استکشاف کرتا چلا گیا۔ اور چونکہ وہ مقام خالی پڑا تھا میں نے اوس پر قبضہ کر لیا۔ رات کو جو ایسٹر سنڈے (ایسٹر کے تیوہار کی اتوار) کی رات تھی وہیں شب باش ہوا۔ اور پچھلی رات اڑھائی بجے صبح کے قریب لاریسا کیطرف روانہ ہوگیا۔ پیچھے سے کمک پہونچ جانے پر میرے پاس ساڑھے چودہ سو سوار یعنی کیولری کی تین رجمنٹیں اور ایک اسپی باتری ہوگئی تھی۔ روانگی سے تھوڑی دیر بعد ہمیں رسالہ کا ایک کپتان ملا جو لاریسا کی فصیل تک پہونچکر واپس آرہا تھا۔ اوسنے ہمیں خوشخبری سنائی کہ وہاں عجب خوفناک گھبراہٹ اور ہیبت چھائی ہوئی ہے۔ اور سب لوگ بے تحاشا بھاگے چلے جارہے ہیں یہ سنکر میں نے حالات موجود الوقت سے پورا پورا فایدہ اٹھائی ×××

× × × × × × × × × × × × × × ×

اور شہر مذکور تک بڑھے چلے جانیکا عزم کر لیا۔ اور دل میں سوچ لیا کہ اگر وہاں غنیم کی زبردست جمعیت موجود ہوئی جسے مغلوب کرنا ہماری طاقت سے باہر ہو تو پھر لڑائی نہ کرینگے۔ اور محض استکشافی کارروائی پر اکتفا کر کے واپس آجائینگے۔ جب ہم شہر کے قریب

[1] کمی کی یہ وجہ ہے کہ یونان کے ساتھ الحاق ہوجانے کے بعد اکثر مسلمان اپنے دیسی وطن کو جہاں وہ صدیوں سے آباد تھے بلاد عثمانیہ کو ہجرت کر گئے تھے

پہونچے تو بغیر کسی آتشباری کے ہمارا استقبال کیا گیا۔ یہ آتشباری کیونکر ہوئی۔ وہ چار سو قیدی تہے جنکو یونانی جیل توڑ کر کے مسلح کر گئے تہے۔ ہمنے اسیوقت ایک
چھٹنے والا گولہ سر کیے گویا بزبان حال اونکو بتا دیا "او نادانو۔ کوئی چھچھورا پن ندکھاؤ یہہ دیکھو۔ ہماری پاس توپخانہ موجود
ہے" گولہ چھٹتے ہی آتشباری بند کر کے اودہر اودہر روپوش ہو گئے۔ میں تنگی پل پر چڑہنے لگا ہی تہا کہ ایک معمر آدمی
میری طرف دوڑتا ہوا آیا اور بہت آواز بلند پکار کر کہا: پاشا! خبردار پل کے نیچے سرنگ لگی ہوئی ہے۔ ابہی میں نے ذلیل سپاہیوں کو تو میں نے کشتیوں کے پل کے رستہ جسے یونانیوں نے
عارضی طور پر بنایا تہا گذرنے کا حکم دیا۔ اور خود پیر مرد کی نصیحت کے باوجود تنگی پل کے رستہ ہی گیا۔ اور بخیریت دوسرے ساحل پر پہونچکر پانچویں بٹلین کو سرنگ سبیل
... کی بکسوں کی تلاش کرنے کا حکم دیا۔ اوسی تین بکس دستیاب ہوئے جو پانی میں پھینکوا دیئے گئے۔ میں ابہی
دریا کی کنارہ پر ہی تہا کہ جس پیر مرد نے مجہے خبردار کیا تہا[۵] ایک یونانی بدمعاش کی گولی سے شہید ہو کر فرش خاک پر گر
پڑا۔ میں نے قاتل کو گرفتار کرا لیا اور حکم دیا کہ اوسی دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے گولی مار دیجائے۔ مگر میرے آدمیوں نے مجہے بتایا کہ
اسیر جنگ کو موت کی سزا دینے کے لیے سلطانی اجازت کا پہلے حاصل کر لینا ضروری ہے۔ اور اس رحیمانہ ترکی قانون کی طفیل
یہہ سفاک جانبر ہو گیا۔ لاریسا میں داخل ہوتے ہی بیشمار مسلمان خوشی کے نعرے مارتے ہوتے ہماری استقبال کو آئے۔ ان بیچاروں کو
مسلح یونانی بدمعاشوں کی ہاتہوں طرح طرح کے جور و ظلم برداشت کرنے پڑے تھے۔ میں نے اوسیوقت اپنے نائب کرنیل مصطفے بک
کو لاریسا کا عارضی فوجی کمانڈر اور گورنر مقرر کر دیا۔ اور یہہ اوسکی مستعدی۔ خوش خلاقی اور احسان و مروت کی طفیل تہا
کہ لاریسا میں علی الفور امن قایم ہو گیا۔ شہر لٹنے اور تاخت و تاراج سے محفوظ رہا۔ اور جسقدر خاندان بہاگ گئے تھے۔ وہ سب
واپس آگئے۔ لاریسا خوبصورت شہر ہے۔ میں والیعہد کے محل میں گیا۔ اوسے دیکھکر صاف ظاہر ہو رہا تہا کہ مکین بڑی جلدی
اور گھبراہٹ میں مکان سے نکلا ہیں۔ خطوط اور کاغذات ادہر اودہر بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے ایک خط اوٹھا کر پڑہا۔ وہ اس
شکایت کے جواب میں کہ فوج کے لیے سامان رسد کافی نہیں۔ وزیر جنگ نے لکہا تہا۔ لاریسہ کی فتح میں ہماری ایک آدمی
کا نقصان نہوا۔ ادہم پاشا دو دن بعد ۲۷ اپریل کو بروز شنبہ پہونچے۔ اور انکی پہونچنے پر میں قسطنطنیہ کو واپس چلا گیا۔ راستہ
میں بمقام سالونیکا میری غازی عثمان پاشا سے ملاقات ہوئی۔ جو سردست مقام مذکور میں قیام فرما ہیں۔ "میں پھر
میدان جنگ کو واپس نہیں جاؤنگا"۔ ایک نامہ نگار نے پاشا موصوف سے سوال کیا۔ کیا لاریسا خوب محفوظ اور قلعہبند
تہا۔ گرمسکو پاشا نے جواب دیا۔ "یونانی لاریسا میں سب کچھ چھوڑ گئے تھے جسکی وجہہ کچھہ سمجھہ میں نہیں آتی۔ دونوں دریاؤں کی
درمیان جو تینوں بڑی سڑکیں لاریسا کو جاتی ہیں۔ انپر نہایت پائدار مورچے بنے ہوئے تھے۔ مگر یونانی انکو سراسیمہ وار
خالی کر گئے۔ اور ہر ایک چیز پیچھے چھوڑ گئے۔ صرف توپیں وہاں موجود نہ تھیں۔ یہاں میں ضمناً یہہ بتا دینا ضروری تصور کرتا
ہوں کہ یونانیوں کا دستہ انجینیران پوری پوری تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ لاریسا کی قلعہبندیوں میں سنگی نہیوں
کی رستہ عمودی فصیلوں پر چڑہتے وقت میں نے چھہ ۱۲ سنٹی میٹر قطر کی کرپ توپیں پائیں۔ جنکو وہ پرزے جنمیں کارتوس کو آگ

[۵] جلالتمآب خلیفۃ المسلمین نے اس واقعہ کی اطلاع پہونچتے ہی پیر مرد کی پسماندگان کو معقول دوامی وظیفہ مقرر فرما دیا۔ مترجم

پہونچانے کے لیئے سوراخ ہوتا ہے اُتار لیئے گئے ہوئے تھے۔ یہ پُرزے بعد میں ملوی لاین کے پاس سے دستیاب ہوگئے۔ ان توپوں کے علاوہ سامانِ حرب اور کارتوسوں کی وافر مقدار اور سامانِ رسد۔ اجناس۔ چارہ۔ ہسپتالی سامان اور ادویات کے وسیع ذخیرے ہمیں غنیمت میں ملے۔ اگر ان چھ توپوں سے کام لینے کے لیئے صرف ساٹھ گولندازہی موجود ہوجاتے۔ کوئی اور فوج نہوتی تو پھر بھی ہم بالکل پامال ہو جاتے"

اسی نامہ نگار سے کریکو پاشانے ترکی فوج کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر کی "جو فوج اسوقت میدان جنگ میں موجود ہے وہ اون تمام فوجوں سے جنہیں پہلے ترکی میدانِ کارزار میں بھیجتی رہی ہے افضل و اعلیٰ ہے اسکے افراد صفت وثنا سے بالکل مستغنی ہیں۔ اونکی تعریف ہوہی نہیں سکتی" افسروں کی نسبت پاشائے موصوف نے کہا کہ وہ سب عمدہ ہیں۔ وہ تمام افسر جو گولز پاشا کی تعلیم و تربیت کے فیضان یافتہ ہیں۔ اسوقت میدان جنگ میں موجود ہیں۔ سیف اللہ پاشا جنرل سٹاف کا قابل تعریف اعلیٰ افسر ہے۔ اور تقریباً تمام کمانڈر بالخصوص حقی پاشا۔ کرنیل انور بک اور سابق کمانڈر توپخانہ جواب جرمنی کو گیا ہوا شاندار افسر ہیں۔ موجودہ کمانڈر توپخانہ علی رضا پاشا جسنے ترکی توپخانہ کو اعلیٰ ترین توصیف حاصل کرنے کے قابل بنانے کے لیئے آٹھ ہفتے دن رات کوشش کی ایسا دلاور افسر ہے کہ جہاں کہیں گولہ باری کی سب سے زیادہ بارش ہوا کرتی وہ اوسجگہہ موجود پایا جاتا تھا۔ سپاہیوں کی اخلاقی حالت نہایت عمدہ ہے۔ ایکدفعہ ہمارا گذر ردیفی سپاہیوں کی ایک نئی پلٹن پر ہوا۔ میرے اٹیچی (نائب) مصطفےٰ بک نے ان سپاہیوں سے پوچھا "کہ تم اپنے خاندانوں سے جدا ہونیسے اوداس تو نہیں ہو" جواب ملا "تمہاری اوداس ہونے سے کیا مراد ہے" پھر اکثر نے یکزبان ہوکر کہا "ہمارے زہے نصیب کہ ہمیں اپنی ناچیز جانیں اپنے پادشاہ کی خدمت میں نثار کرنیکا موقعہ ملا ہے۔ اس سے بڑھ کر ہماری کیا خوش نصیبی ہوسکتی ہے" اوسیوقت دوسروں نے پکار کر کہا "کیا ہم اس مقدس خدمت اور اسی سعید دن کے لیئے پیدا نہیں ہوئے تھے" سلطنت عثمانیہ کے مسلمانوں کی حب الوطنی[1]۔ اور جان نثاری کا اسی سے اندازہ ہوجائیگا

---

[1] حب الوطنی اور جان نثاری اور مذہبی خدمت کا شوق اور جوش مردوں تک ہی منحصر نہیں۔ ۱۸۷۷ء کی محاربہ روم و روس میں ایک عرب خاتون اپنے قبیلہ کے کئی سو سوار لیکر شریک کارزار ہوئی تھی۔ اور ایک لڑائی میں اسی شیر دل خاتون کی شجاعت و بسالت اور قابلانہ مشورہ کی بدولت ترکوں کو روسیوں پر نمایاں فتح حاصل ہوئی تھی۔ اس نوعمر دوشیزہ کا نام فاطمہ تھا۔ اور متذکرہ صدر لڑائی ۲۵ اگست ۱۸۷۷ء کو آرمینیا کے کوہساروں میں بمقام قزل تپہ (سرخ پہاڑی) پر ہوئی تھی۔ محاربہ یونان میں بھی کئی غیور و جانباز مستورات نے میدانِ جنگ میں جانا چاہا تھا مگر امیر المومنین نے اس محاربہ کو ایسا نہ سمجھا کہ عورتوں کو بھی جان نثاری دکھانیکا موقعہ دیا جائے۔ البانیا کے مسلمانوں کی حب الوطنی کے مزید حالات سر ایشمیلڈ بارٹلٹ کی تحریر سے جو دوسرے حصہ میں مندرج ہیں معلوم ہونگے ہمدردی اور اخوت اسلامی کا دریا تمام مہذب اسلامی ممالک میں حیرت انگیز تیزی کے ساتھ موجزن ہورہا تھا۔ نجد کے امیر محمد ابن الرشید نے ۲۰ لاکھ سواروں سے اور شاہ ایران نے معقول فوج سے مدد کرنیکی درخواست کی۔ اور شمالی افریقہ و مصر کے اکثر ممالک سے ہزاروں نوجوانوں نے غزا میں شامل ہونیکی اجازت چاہی۔ مزید بران سلطنت عثمانیہ اور مصر میں اعانت حربیہ کے لیے تھوڑے ہی دنوں میں کئی لاکھ پونڈ

کہ پریزرنڈ (البانیا کے مشہور شہر) کا ایک ستر سالہ رئیس پانچ بیٹوں سمیت بطور مجاہد محاربہ میں شریک ہوا۔ وہ بارہ گھوڑے ساتھ لایا تھا جنکو اوسنے فوج سواران کے لئے سرکار کو نذر کر دیا۔ اور اپنی نسبت کہا کہ ہم پیدل بھی بخوبی لڑ سکتے ہیں۔ قصبہ سرحاجی

بقیہ صفحہ سابقہ: جمع ہوگیا۔ مگر افسوس کہ ہندوستان کے مسلمان زبانی ہمدردی سے بڑھ کر کچھہ نہ دکھاسکے۔ جنکو یونان و مصر کے باشندوں کی حب الوطنی کے حالات بتا کر وکیل نے بایں الفاظ غیرت دلائی تھی۔ (از وکیل مورخہ ۱۲- اپریل ۱۸۹۷ء)

یونان اور مصر والوں کی حب وطنی یہ قاعدہ کی بات ہے کہ غیر مذہب کی رعایا کم از کم سمجھدار افراد خواہ وہ حکمران فریق سے خوش ہوں یا ناخوش حکومت کو خوش رکھنے اور اوسپر اپنی وفاداری کا اظہار کرنے کے لیے ہر ایک مناسب موقعہ سے فایدہ اوٹھاتے رہتے ہیں۔ مگر اسکے ساتھہ ہی وہ محکوم قومیں جو مردہ اقوام کی ذیل میں داخل نہ ہوگئی ہوں۔ دنیا پر اپنی زندگی اور حب قومی اور غیرت وطنیہ کی موجودگی کو واضح کرنے سے کبھی نہیں چوکتیں۔ بلکہ بعض وقت قومیت اور وطنیت کے خیالات و جذبات یہانتک بڑھجاتے ہیں کہ گو وہ محکوم قوم حکمران فریق سے عملی مخالفت شروع نہ کردے۔ لیکن پھر بھی اپنے ہم مذہب ہم ملت بھائیوں کی دستگیری کرنا جنسے اونکی حکومت کے تعلقات معاندانہ ہوگئے ہوں۔ اپنا اہم فرض سمجھتی ہے۔ چنانچہ یہ تینوں کیفیتیں اسوقت سلطنت عظمٰی عثمانیہ کی یونانی رعایا میں جو زندہ قوموں میں داخل ہے پائی جاتی ہیں۔ یہہ سب کو معلوم ہے کہ ترکی سلطنت کو اگر کوئی اندیشہ ہے تو یورپ کی عیسائی سلطنتوں سے اور اونہی کی دستبرد سے بچنے کے لیئے اوسے اپنی فوجی استعداد کو ہر وقت بڑہاتے رہنے کی ضرورت ہے۔ مگر با ینہمہ جب سلطنت عظمٰی نے ردیف فوج کے سامان حرب کے لیئے چندہ کی فہرست کھولی تو اکثر یونانیوں نے (جو مسیحی المذہب ہیں) اس چندہ میں شریک ہونے پر آمادگی ظاہر کی اور روپیہ دیا۔ حتی کہ اسوقت بھی جبکہ خود یونان کے ساتھہ لڑائی ہو جانیکا قوی احتمال ہے اور ٹرکی اوسکے مقابلہ کے لیئے سر توڑ تیاریاں کر رہی ہے۔ ترکی اخبار صباح لکھتا ہے کہ طرابزون کے یونانی باشندوں نے خرید اسلحہ کے فنڈ میں چندہ دینے کی اجازت مانگی ہے۔ اور اوسکی فراہمی کے لیئے اپنے شہر کے نائب صدر پادری کے زیر صدارت انجمن قایم کر دی ہے۔ دوسری طرف اپنی قومی ہمدردی کا ثبوت اسطرح دے رہے ہیں کہ جرمنی سے محض اسوجہہ سے ناراض ہو کر کہ اوسنے ٹرکی کی تائید کرکے یونان کی مخالفت کی اور کریٹ کے متعلق یونان کو دوسری طاقتوں سے بڑہ کر دھمکی دی ہے۔ قسطنطنیہ اور سمرنا کے یونانی تاجروں نے اس سے تمام تجارتی تعلقات منقطع کر دئے ہیں۔ سمرنا ایشیائی روم کا تجارتی صدر مقام ہے اور قسطنطنیہ نہ صرف یورپین ٹرکی بلکہ کل جنوب مشرقی یورپ میں تجارت کی سب سے بڑی منڈی ہے۔ اور دونو جگہہ یعنے کل سلطنت عظمٰی عثمانیہ کی تجارت کا زیادہ تر حصہ یونانی تاجروں کے ہاتھ میں ہے۔ گویا اونہے اس طریق عمل سے ٹرکی کی محکوم یونانی رعایا نے جرمنی کو جتا دیا ہے کہ وہ یونانی رعایا کو مردہ نہ سمجھہ لے۔ وہ اس گستاخی کو جو یونان سے کیگئی ہے محسوس کر رہی ہیں اور اوسکا ترکی بترکی جواب دوسرے پیرایہ میں دینے پر قادر ہیں۔ قومی ہمدردی کا تیسرا درجہ (جو انتہائی نہیں ہے) وہ ہے۔ جو ٹرکی کے براہ راست ماتحت صوبہ شام کے عیسائی یونان کے لیئے چندہ جمع کرنے سے اور ٹرکی کے بالواسطہ ماتحت ملک مصر کے یونانی یونان کے مجاہدین اور روپیہ سے مدد کرنے سے کل دنیا پر ظاہر کر رہے ہیں مگر وائے برحال مسلمانان

(واقعہ مقدونیہ) کو ایک متمول ذی مجروحین کی باربرداری اور خبرگیری کا انتظام اپنے خرچ سے کیا۔ ہر جگہہ مجروحین کی فراغ حوصلگی کے ساتھ روٹی۔ پارچات۔ تنباکو۔ لیمونیڈ۔ اور نقدی وغیرہ سے تواضع کیجاتی تھی۔ لاریسا سے زین سوار واپس آتے وقت

(بقیہ صفحہ سابقہ) وہ ایسی میٹھی نیند سو رہی ہیں جو خواب عدم سے کسیطرح کم نہیں۔

افریقہ کی اسلامی ریاستوں کے مسلمان جہالت۔ ناواقفیت۔ اور عدم استطاعت کا بہانہ کر سکتے ہیں۔ روس کی مسلمان رعایا اور اسیطرح چین و جاوا کے مسلمان اپنے حکمرانوں کی جابرانہ پالیسی کا یا اگر کوئی اور عذر پیش کردیں تو ایک خفیف حد تک معذور بھی سمجھے جا سکتے ہیں۔ لیکن مسلمانان ہند کے پاس کیا حجت ہے۔ انگریزی گورنمنٹ نے اونکو تعلیم سے مستفید کردیا ہے جس سے وہ نہ فقط اپنی بلکہ کل مسلمانوں کی پستی سے واقف ہوگئے ہیں۔ گورنمنٹ موصوف نے اونکو اوس حد تک کامل آزادی دے رکھی ہے جسکی کہ کوئی رعایا مستحق ہو سکتی ہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہماری حکمران جماعت اپنے طرز عمل اور اپنی تعلیم و تلقین سے بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں طرح سے اپنی محکوم رعایا کو قومی ہمدردی اور اخوت کا برسوں سے سبق سکھلا رہی ہے۔ یہہ اسی خوش نصیب اور با اقبال قوم کے فیضان حکومت و صحبت کا اثر ہے کہ ہماری ہمسایہ قومیں ان تمام اوصاف سے جنسے ہر ایک قوم کا اپنی زندگی کو قایم رکھنے کے لیئے متصف ہونا ضروری ہے بہرہ ور ہوگئی ہیں۔ ہمارے ہی مصری مسلمان بھائی ۱۵ برسوں کی انگریزی حکومت کی طفیل مردوں کی صف سے نکلکر زندوں کی قطار میں شمار کیئے جانے کے قابل ہوگئے ہیں۔ جس قوم میں ایسی بابرکت حکومت سینکڑوں برسوں میں بھی قومی سپرٹ۔ قومی ہمدردی۔ اور قومی اتحاد و ائتلاف اور قوم کا درد پیدا نہ کر سکے کیا اوسکو من حیث القوم زندہ قوم کہا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ تاہم بخلاف امید اوسکے افراد سے ہم اب بھی یہہ امید رکھنے کی جرات کرتے ہیں کہ شاید اپنے مصری بھائیوں کی انتباہ و بیداری کے حالات پڑھنے سے اون میں سے بھی کسی کی عرق حمیت متحرک ہو جائے۔ اور وہ مسلمانان ہند کو من حیث الافراد بھی مردہ ہو جانے کی سند ملنے سے بچالیں۔

ہمارے ناظرین کو غالباً یہہ معلوم ہوگا کہ سن گذشتہ میں صرف چند محب ملک و ملت مصری اخبارات نے کئی لاکھ روپیہ اپنے مسلمان خریداروں سے مفلوک الحال مسلمانان کریٹ کے لیئے جمع کرکے × × × × × جزیرہ کو روانہ کیا تھا۔ چنانچہ اکیلے اخبار المؤید کو تقریباً دو لاکھ روپیہ دو تین مہینوں کے اندر وصول ہوا۔ اعلیحضرت امیر المومنین نے نومبر گذشتہ میں فوج ردیف کی اسلحہ کی تجدید کیلیئے مسلمانوں کو چندہ ادا کرنے کا حکم دیکر اسکو ایکطرح سے مسلمان رعایا پر لازمی کردیا تھا۔ چنانچہ اس حکم کے مشتہر ہونے پر مصر کے ایک عرب قبیلہ آل عبد اللطیف نے پانچسو پونڈ دار الخلافہ کو روانہ کیئے۔ اسکے بعد مصر میں بھی ہندوستان کی طرح چند ماہ تک مسلمانوں نے بالکل کروٹ نہ بدلی۔ اونکی یہہ غفلت اور لاپروائی دیکھکر سخت افسوس ہو رہا تھا۔ مگر انگریزی حکومت کی تاثیر سے قومی سپرٹ مصریوں میں سرایت کر چکی تھی۔ البتہ اوسکو نمایاں کرنے کے لیئے کسی تحریک کی ضرورت تھی۔ یہہ تحریک اونکو بمصداق۔ عدو شرے برانگیزد کہ خیرے ما در و باشد۔ کریٹ کے فتنہ برپا ہونے پر یونانی ساکنین مصر کے اپنی ریاست اور باغیوں کے لیئے چندہ جمع کرنے سے پوری طرح ہوگئی۔ ملکی اخبارات نے اپنے ابنائے ملک کو یہ آیت کریمہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا

مجھ رستے میں چند نو وارد پلٹنیں ملیں میں نے اونکو اپنی بلا مزاحمت فتحیابی کا قصہ سنایا۔ جسپر خوشی ظاہر کرنیکی بجائے انہوں نے
الٹی شکایتیں شروع کر دیں۔ اور کہا ”پاشا! آپنے تو ناموری حاصل کر لی۔ مگر بتاؤ اگر یہی حال رہا تو ہماری باری کب آئیگی“

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ما تحبون سنا کر اپنی خلافت عظمیٰ کی امداد و اعانت پر ابھارنا شروع کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی جتا دیا کہ اس سے ٹرکی کی
مالی امداد ہی مقصود نہیں۔ بلکہ بڑا مدعا اپنی ہمدردی اور جذبات اخوت کا اظہار ہے۔ آفرین ہے مصریوں کی حمیت اور غیرت پر کہ اخبارات
کی یہ اپیل سنتے ہی مصر کے تمام اکناف و اطراف میں ہمدردی کا دریا موجزن ہوگیا۔ قاہرہ میں جہاں دس پانچ دوست ملکر بیٹھے تھے انہوں
نے وہیں اپنی جیبیں خالی کر کے سینکڑوں روپیہ جمع کر لیے۔ اور انجمن اعانت کی بنا رکھکر چندہ کی فراہمی شروع کر دی۔ اور تھوڑے
عرصہ میں نوجوانان قاہرہ نے کئی کمیٹیاں قایم کر لیں جن میں سے ایک نے جیسا کہ پچھلے ہفتے کے اخبار میں لکھا جا چکا ہے خدیو المکرم
کی خدمت میں حاضر ہو کر اونسے سرپرست بننے کی درخواست کی۔ جو بڑی خوشی سے منظور کیگئی۔ ۱۲ مارچ سے لیکر ۱۶ مارچ تک قاہرہ اور
دیگر امصار مصر میں جو کارروائی فراہمی چندہ کے متعلق ہوئی ہے وہ پچھلی ڈاک میں موصول شدہ اخبار المؤید کے حوالہ سے ذیل میں درج
کیجاتی ہے۔ جس سے ہمارے ناظرین مصریوں کی عالی ہمتی اور فیاضی کا خود اندازہ کرلینگے۔

صاحب الدولت سابق وزیر اعظم ریاض پاشا کے مکان پر ایک جماعت کثیر نے جمع ہو کر زیر صدارت وزیر موصوف اعانت
عساکر عثمانیہ کے جمع کرنے کے لیے بڑی کمیٹی قایم کی۔ جس نے شوال ۱۴ ۱۳۲۹ھ بروز جمعہ ۱۲ مارچ چندہ جمع کرنا شروع کیا اور اسی دن
چودہ سو چالیس پونڈ مصری (ایک پونڈ مصری ۲۰½ شلنگ یعنی تقریباً ۱۵ روپیہ کے برابر ہوتا ہے) جمع ہوگئے۔

۱۳ مارچ کو صاحب السعادت عمر لطفی پاشا پریسیڈنٹ لیجسلیٹو کونسل مصر کے مکان پر نماز ظہر کے بعد علماء کرام۔ اعیان دولت
اور تجار والا منزلت کے جم غفیر نے مجلس منعقد کی جسمیں شیخ جمال الدین آفندی قاضی قضاۃ مصر۔ شیخ حسونت النواوی شیخ الجامع
الازہر و مفتی دیار مصر۔ سید عبد الخالق سجادہ وفائیہ کے صدر۔ سید علی البلادی نقیب اشراف دیار مصر۔ شیخ سلیم البشری امام
علماء مالکی وغیرہ وغیرہ علماء کبار۔ رشید پاشا و ثابت پاشا وغیرہ سابق وزرا۔ اسمعیل پاشا محمد وکیل مجلس شوریٰ قوانین و احمد مبیح پاشا
چیف جج عدالت عالیہ اپیل و دیگر عہدہ داران اعلیٰ شامل تھے۔ سب سے اول لطفی پاشا نے چندہ کی ضرورت پر مختصر تقریر کی۔ انکے بعد
قاضی اکبر نے ارشاد فرمایا کہ مساعدت دولت علیہ اور نصرت مولانا خلیفہ ذات و مال سے اب مسلمانوں پر فرض محتم ہوگئی ہے۔ جامع ازہر
کے شیخ اعظم نے ارشاد کیا کہ عوام الناس کو دولت علیہ کی مساعدت پر آمادہ کرنا جو آجکل مسلمانوں پر فرض عین ہے۔ حضرات علماء پر
واجب ہے۔ سب سے آخر دولتلو ریاض پاشا نے تقریر کر کے بیان کیا کہ قبل ازیں ۱۴۴۰ پونڈ جمع ہو چکے ہیں۔ اب چندہ کی کارروائی
شروع کیجائے۔ اسپر سب سے پہلے جناب قاضی مصر نے پچاس پونڈ مصری عطا فرمائے۔ بعد ازاں دیگر حاضرین نے حسب توفیق زر چندہ
لکھایا جس کی کل تعداد ۲۱۸۰ پونڈ مصری ہوگئی۔ اس کارروائی کے بعد مختلف محلوں میں شاخیں قایم کرنے کی تجویز پیش ہوئی۔
اور شیخ الازہر کی تحریک پر منظور ہوا کہ ہر ایک شاخ میں جامع ازہر کیطرف سے ایک ایک شیخ شامل ہوا کرے۔ چنانچہ اوسدن ۴۲
سب کمیٹیاں قایم کی گئیں۔

٭ نیز افسوس ہے یہ عالی ہمت ۱۹۱۵ء کو شہر ویمبن فوت ہوگئی۔ [۱] حکومت مصر نے مشہور ۱۹۱۳ء کو انکو معزول کر دیا ہے۔ توضیح کیلئے دیکھو کتاب کلمۃ الحق و مرقع اسلام۔

اس سے بڑھکر استقلال و عزم مردانہ کیا ہوگا کہ سخت سے سخت مجروح بھی ہسپتال پہونچائے جانے سے انکار کرکے پھر میدان کارزار کو پلٹ جاتے۔ جرنیل سے لیکر ادنےٰ ترین سپاہی تک سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے اور بینظیر شجاع ہیں۔ الغرض

بقیہ صفحہ سابقہ) حضرت عزت لو علی بیگ ضیا فرزند شاکر پاشا مرحوم جیش المظفر العثمانی کی خدمت کے لیے عنقریب سرحد یونان کو روانہ ہونیوالے ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ دیگر نوجوان بھی اس جوانمردی کی تقلید کرینگے (المؤید ۱۴ مارچ) مندرجہ بالا رقم کے علاوہ احمد رشید پاشا نے ۲۵۰ پونڈ محمود بک سبحان ممبر مجلس شوریٰ القوانین اور اعیان ضلع السیوط نے پچاس پونڈ چندہ بھیجا ہے

دولتلو غازی مختار پاشا عثمانیہ ہائی کمشنر متعینہ مصر نے ۱۵ مارچ کو زیر صدارت ریاض پاشا فراہمی چندہ کے لیے مجلس کبریٰ منعقد ہونے کی خبر اعلیحضرت کو بذریعہ تار دی۔ جسکے جواب میں بارگاہ ہمایوں سے ریاض پاشا ممدوح ممبران انجمن کبریٰ و ممبران کمیٹیہا اور چندہ دہندگان بلکہ کل امت مصریہ کا بذریعہ تار شکریہ ادا کرکے کمال خوشنودی کا اظہار کیا گیا۔ اور ساتھ ہی بنک عثمانیہ کی مصری شاخ کو حکم دیا گیا کہ کل زرجمع شدہ بغیر کمیشن لینے کے وصول کرلیا کرے۔ دولتلو غازی عثمان مختار پاشا نے چندہ دہندگان کی آسانی کے لیے ایک ریال سے لیکر سو ریال تک کے عثمانیہ نوٹ منگوا لیے ہیں۔ ایک ریال کی قیمت بیس قرش ہے۔ اور بغرض تسہیل انگریزی پونڈ کی قیمت ایکسو بیس قرش . اور مصری پونڈ کی ۱۲۳ قرش قرار دی ہے۔ (المؤید ۱۶ مارچ)

۵ مارچ کی سہ پہر کو سعادت لو ریاض پاشا۔ شیخ کبیر جامع ازہر۔ عمر لطفی پاشا و دیگر اعیان دولت خدیو المکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ بھی اس کار خیر میں شریک ہوکر ممبران انجمن کی حوصلہ افزائی کریں۔ خدیو المعظم ڈیپوٹیشن سے بکمال تواضع پیش آئے اور عنقریب چندہ دینے کا وعدہ کیا۔ اسکے بعد ڈیپوٹیشن پرنس حسین کامل پاشا (خدیو المکرم کے چچا) کے مکان پر گئے۔ اور وہاں بھی فائز المرام ہوئے۔ بعد ازاں پرنس ابراہیم حلمی پاشا (خدیو کے دوسرے چچا) کے در دولت پر حاضر ہوکر معقول امداد کی درخواست کی جو بڑی خوشی سے منظور کیگئی۔ الغرض ڈیپوٹیشن خاندان خدیویہ کے تمام اراکین کے پاس فرداً فرداً گیا اور سب نے اس کار خیر میں بڑی خوشی سے شریک ہونا منظور کیا۔ البتہ خدیو المکرم کے بہنوئی پرنس جمیل پاشا طوسن اور خدیو کے برادر خورد پرنس محمد علی اپنے مکانوں پر نہ ملے وہ اپنی اپنے علاقوں کو گئے ہوئے تھے۔ انکی طرف دولتلو ریاض پاشا نے خط لکھدئے۔ جو یقین کامل ہے کہ مقرون باجابت ہونگے۔

غازی احمد مختار پاشا کی حرم محترم نے فنڈ زر اعانت میں پانچسو پونڈ انگریزی چندہ دیا ہے۔ دولتلو غازی موصوف بذات خود پہلے ایکہزار پونڈ عطا کرچکے ہیں۔ احمد فواد پاشا عزت نے ۲ سو پونڈ اور امارت مآبہ فاطم خانم آفندی فاضل حرم پاشا موصوف نے تین سو پونڈ اور خانم کی والدہ مکرمہ نے ایک سو پونڈ۔ اور پاشا ممدوح الشان کے برادر خورد عزیز بک عزت نے ۵۰۰ پونڈ اور حرم محترم نے ۲۰۰ پونڈ یعنی اس خاندان نے سترہ سو پونڈ (۲۸ ہزار روپیہ) چندہ دیا۔ اور عبد الحمید پاشا صادق اور محمود بک محرم رستم زادہ نے ایک ایک سو پونڈ اور احمد کامی بک نے بندرگاہ قمح سے بیس پونڈ (۵ مارچ کو) المؤید کے دفتر میں روانہ کئے۔ قینا کے محکمہ اوقاف کے حاکم اعلےٰ احمد آفندی فواد نے انجمن فراہمی چندہ کو تار دیا ہے کہ میں چھ ماہ تک اپنی تنخواہ کا تیسرا حصہ فنڈ اعانت میں دیا کرونگا (۱۶ مارچ) فواد پاشا کی تحریک پر دیگر ملازمان نے بھی تنخواہ کا پانچواں حصہ دینا شروع کردیا ہے۔ دولتلو ریاض پاشا

اِن بہادروں کی نبرد آزمائی۔ جانبازی۔ سرفروشی۔ سپاہگری۔ اور شجاعت و مردانگی کا منظر واقعی نہایت ہی شاندار اور حیرت افزا تھا۔ جیسے ایسے پہاڑوں پر جہاں گھوڑے اور خچر بھی بمشکل چل سکتے تھے۔ میرے آدمی اپنی جان پر کھیلکر توپوں کو تقریباً برف

بقیہ صفحہ سابقہ) نے تمام سب کمیٹیوں کو فراہمی چندہ میں سعی موفور کی تاکید کرنے کے لیئے حوصلہ بڑھانے اور غیرت دلانے والے الفاظ میں خطوط تحریر کیئے ہیں۔ اور سب کمیٹیوں کی تعداد بڑھانے کی بھی تاکید مزید کی ہے۔ چنانچہ ۱۶ مارچ کو پہلی ۴۴ کے علاوہ ۶ اور سب کمیٹیاں قایم ہوگئی ہیں۔ ان میں سے ایک کمیٹی کے صدر مراکو کے سفیر متعینہ مصر ہیں ۱۵ مارچ کو قصبہ اسیوط میں عالی ہمت مسلمانوں نے جلسہ کرکے چندہ کی کارروائی شروع کی۔ نصرت و امداد سلطنت علیہ کو مسلمانوں پر فرض عین ہونیکے متعلق اکثر علما کرام نے تقریریں کیں۔ پہلے دن ۲۳۵ پونڈ مصری چندہ جمع ہوا۔ قصبہ منصورہ میں اسی تاریخ ۱۲ پونڈ چندہ جمع ہوا۔ ۱۶ مارچ کو عالیجناب خدیو المکرم نے ڈہائی ہزار پونڈ مجلس کبرٰے کے سکرٹری کو ارسال فرمائے۔ مصر کی مخدرات کو بھی یہ دیکھکر کہ یونانیوں کی عورتیں اپنے ہموطنوں کے لیے چندہ جمع کر رہی ہیں اور ملکہ یونان نے بذریعہ تار اونکا شکریہ ادا کیا ہے سخت غیرت آگئی ہے۔ اور اکثر خاتونان عفت مآب نے چند دنوں سے بطور خود اپنی ملاقاتنوں سے روپیہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہ سب عالی خاندان بیگمات ۱۵ مارچ کو دولتلو ریاض پاشا کی حرم کے پاس جمع ہوئیں اور اونکو صدرۃ الانجمن النساء بناکر ہر ایک نے اپنی اپنی واقف عورتوں سے روپیہ جمع کرنے کا عہد کیا۔ چنانچہ ۱۷ مارچ کو اس انجمن نے تیس پونڈ المؤید کو روانہ کیئے۔ مندرجہ بالا سب کمیٹیوں کے علاوہ مدرسین طلبا۔ کلاہ بافوں اور گاڑی بانوں نے بھی علیحدہ علیحدہ کمیٹیاں قایم کی ہیں جنسے کمیٹیوں کی تعداد ۲۸ مارچ کو ۶۳ ہوگئی۔ نوجوانان مصر نے پرنس ابراہیم پاشا مرحوم کے فرزند امیر جمیل محمد بک وحید الدین کی زیر صدارت اپنی علیحدہ کمیٹی بنائی ہے۔ ۱۶ مارچ تک جنرل کمیٹی قاہرہ کو ۳۵۰۸ پونڈ مصری وصول ہوئے (المؤید ۱۷ مارچ) مصر کے قصبہ شرقیہ اور روضہ میں وہاں کے علما اور تاجروں نے اعانت عسکریہ شاہانیہ کے لیئے انجمنیں قایم کی ہیں۔ رقم جمع شدہ کی میزان اگلے ہفتہ بتائی جائے گی

ریاض پاشا عمر لطفی پاشا۔ بلیغ پاشا و دیگر معزز اراکین انجمن معونہ نے ۱۸ مارچ کو خدیو کی خدمت میں حاضر ہوکر معقول رقم چندہ عطا کرنے کا شکریہ ادا کیا۔

امیر سہیم و جلیل پرنس عزیز بیگ برادر چچازاد خدیو عساکر عثمانیہ میں داخل ہونے کے لیئے مصر سے جانیوالے ہیں۔ پرنس ممدوح نے جرمنی میں فوجی تعلیم پائی ہے۔ اور جرمن و انگریزی فوج میں داخل رہ چکے ہیں۔ دولتلو پرنس جمیل پاشا طوسن خدیو کے بہنوئی نے ۳۰۰ اور اونکی حرم نعمت اللہ خانم آفندی نے دوسو پونڈ دیئے ہیں۔ ۱۸ مارچ کی صبح تک صدر انجمن کو ۹۵۷۵ پونڈ مصری وصول ہوئے مصر کے قصبات بار ود۔ بنہا۔ عطف اور ابوقرقاس میں اعانت العسکریہ کے لیئے ۱۸ مارچ کو انجمنیں قایم ہوئیں ابوقرقاس کی انجمن نے پہلے دن پچاس پونڈ جمع کیئے۔

دولتلو ریاض پاشا میر مجلس انجمن کبرٰے نے مصر کے ہر شہر اور قریہ کے مسلمانوں کے نام اعلان جاری کرکے بمضمون آیہ کریمہ [وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ] تمام مسلمانوں کو حضرت سرور کائنات کا یہ حکم سنا کر

کی سطح تک کھینچ لیجاتے۔ اور ایک ثانیہ کیلیئے ستانا یا کسیطرحکا حرف شکایت زبان پرلانا تو کجا لطایف وظرایف اور ہنسی مذاق سے ایکدوسریکا حوصلہ بڑہاتے ہنستے کھیلتے اور گاتے ہوئے بلا تردد و تکلف اوپر چڑہے جاتے۔ جانبازی۔ بیباکی۔ اور زندہ دلی میں ہمارے البانوی بالخصوص سب سے بڑہے ہوئے تھے۔ اور اونکا دشمن پرکچہہ ایسا رعب چھا گیا تھا کہ البانوی سفید ٹوپی کو دیکھتے ہی یونانیوں کے ہاتہہ پاؤں پھول جاتے تھے۔ اور اونکے جسموں پر لرزہ پڑجاتا تھا۔ وہ قومی گیت اور رجزیں گاتے اور اچھلتے کودتے خوشی کے ترانے لگاتے ہوئے کارزار میں شریک ہوتے تھے۔ یونانیوں پر ثابت ہوگیا تہا کہ یہ شیر موت کی کچہہ حقیقت ہی نہیں سمجھتے چنانچہ اونکی سفید ٹوپی کی نظر آتی ہی یونانیوں میں عجب تحکم فیز اور خوفناک بہاگڑ اور افراتفری پڑجاتی اور وہ تمام سٹی پٹی بھول جاتے۔" لاریسا میں جہاں بعد میں ترکی سپہ سالار نے اپنا ہیڈ کوارٹر قایم کیا۔ فاتحین کو چھہ چار انچ کی کرپ توپیں اور ایک میدانی باتری دیگر اسباب جنگ کے علاوہ غنیمت میں ملی۔

ترک جیساکہ حالات متذکرہ صدر سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کوہی دروں سے تھسلوی میدان میں کوئی ایسا بڑا نقصان اوٹھانیکے بغیر داخل ہونیمیں کامیاب ہوگئے تھے۔ وہ ان دروں سے گذرنے کے بعد اپنی افواج کو مجتمع کرکے لاریسا میر

بقیہ صفحہ سابقہ۔ المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا) دولت علیہ عثمانیہ کی امداد و معاونت کی تحریک و تحریص کی ہے (المؤید ۱۸ مارچ سنہ ۱۸۹۷ء)۔

•

ان چند سطور کو پڑہکر مسلمانان ہند جب اپنی غفلت اور بے پروائی کیطرف خیال کرینگے تو اسمیں کوئی کلام نہیں کہ وہ اپنے دلمیں خجل اور نادم تو ضرور ہونگے۔ یہ درست ہے کہ مسلمانان ہند اسوقت قحط و افلاس اور وبا کے علاوہ ہندوستان کی اندرونی پالٹیکس اور اپنی ہمسایہ قوموں کی نوازشوں کیوجہ سے بہت کچہہ بے بس اور لاچار ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر وہ سچے مسلمان بننے اور کہلانے کے مدعی ہیں تو انکو آیہ کریمہ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ (سورہ عنکبوت رکوع ۱) پر توجہ کرنی چاہیئے اور اوس سے حوصلہ پکڑکر ان آزمایشوں اور ابتلاؤں میں ثابت قدم رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور انسانی فتنوں اور مصیبتوں سے گھبراکر آیت کریمہ" وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰهِ (سورہ عنکبوت پارہ ۲۰ رکوع ۱) کا مصداق بننے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں۔ اور ہر ایک مصیبت اور مشکل کا مردانہ مقابلہ کرکے زندہ قوم کے افراد ہونے کا ثبوت دینے سے پہلوتہی نہ کریں۔ وما علینا الا البلاغ

المؤید مورخہ ۱۸ مارچ ہمیں یہ عجیب خبر بعبارت ذیل سناتا ہے۔ "ہمکو معتبر شخص سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانان ہند کے اغنیا و کبار میں سے ایک نے دولت علیہ کی اعانت کیلیے پانچ لاکھ پونڈ (اسی لاکھ روپیہ) چندہ دیا ہے۔ اور امیر المومنین کی خدمت مبارک میں تار دیا ہے کہ میں دولت و ملت کی خدمت کیلیئے اپنی کل جائداد اور املاک نثار کرنے کو مستعد ہوں۔ پس مبارک ہو یہ مروت اور مبارک ہو یہ حمیت ملیہ" ہمکو المؤید کی ثقاہت و متانت پر کامل بھروسہ ہے اور مانتے ہیں کہ اونسے یہ خبر صرف دل لگی کرنے کے لئے نہیں لکھی۔ مگر ہمکو نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ کل ہندوستان بھر میں اول تو ہمیں کوئی ایسا مسلمان نظر ہی نہیں آتا جو اسی لاکھ روپیہ نقد جمع رکھتا

داخل ہوئے۔ اور اس فتحیابی کے بعد محاربہ کا دوسرا دور شروع ہوگیا۔ جسکے حالات شروع کرنے سے پہلے یونانی افواج کی تازہ ترین کاروائیوں کی اجمالی کیفیت بتا دینا ضروری ہے۔

یونانی فوج نے باستثنائے مجاہدین اور بقایائے سپاہیوں کے دستہ کے جنہوں نے ہر دو معرکہ آرائی میں قابل تعریف استقامت اور جوانمردی دکھائی۔ مگر میدان تھسلی کیطرف ہٹ آنیکا حکم ملنے کے وقت سے سپاہ کے حوصلے بیطرح پست ہوگئے اور انکے نظام و ربط باہمی کو بڑا صدمہ پہونچگیا۔

ولیعہد ۲۳ اپریل کا ہی ٹرناوس سے لاریسا چلا گیا تھا۔ جہاں اوسیدن سہ پہر کو دو بجے کے قریب سخت گولہ باری کی آواز سنائی دی۔ مگر اس سے لاریسا میں کسیطرح کا اضطراب یا تشویش پیدا نہوئی۔ کسیکو خطرہ کا وہم و گمان بھی نہ تہا۔ اور ایک عظیم مذہبی رسم کی بجا آوری کیلیئے زور شور سے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ چھ بجے ولیعہد نے ہر دکنندہ افواج کو ٹرناوس سے ہٹ آنیکا حکم بھیجدیا جسسے لشکر سپاہ حیران رہ گئی۔ حکم مذکور کی کوئی وجہہ اوسکی سمجھہ میں نہیں آتی تھی۔ نہ اوسے کوئی وجہہ بتائی گئی۔ اوسوقت بمقام ماتی بارہ ہزار یونانی بارہ ہزار ترکونکے بالمقابل موجود تھے۔ تاریکی بڑہنے کے وقت تک مراجعت باقاعدہ رہی۔ فوج سواران پیچھے چلی تھی۔ جب وہ فوج پیدل کے عقب میں پہونچی تو یونانیوں نے تاریکی میں اونہیں ترک سوار سمجھہ لیا۔ اور اونپر آتشباری شروع کردی۔ جس سے ناقابل بیان گھبراہٹ اور سراسیمگی پھیلگئی۔ اور تاریکی نے اوسمیں اور اضافہ کردیا۔ سپاہی ہتھیار پھینک کر بے تحاشا ٹرناوس کیطرف اٹھہ دوڑے۔ اور چاروں طرف یہی آواز سنائی دیتی تھی "ترک آپہنچے۔ ترک آپڑے"۔ ٹرناوس پہونچکر بھی اس طوفان بے تمیزی میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ خوف نے سپاہیوں کو جامہ انسانیت سے معرا کر دیا۔ وہ عورتوں اور بچوں کو کمال بیدردی اور لاپروائی سے ادہر اودہر دھکیلتے ہوئے بازاروں میں سے بگٹٹ دوڑے جا رہے تھے۔ افسروں کی تمام کوششیں بیسود تھیں۔ کوئی اونکی نہیں سنتا تھا۔ گرد و غبار نے تاریکی کو اور زیادہ کر دیا ہوا تھا۔ اور سب چیزیں اوسکی پردہ میں نہاں ہو رہی تھیں۔ بھگوڑوں کا پہلا حصہ جنکا رنگ رو باختہ اور مُردوں کی سی شکلیں تہی۔ آدہی رات کے قریب لاریسا میں پہونچا۔ جنکے بعد پھر تو ایک تانتا بندہ گیا۔ سوار بلا اسپ پیدل بلا اسلحہ اندہا دہند شہر میں گھسے چلے آ رہے تھے جنکو دیکھکر شہر والوں کے بھی رہے سہے حواس گم ہوگئے۔ یہ طوفان ابھی زوروں پر تھا کہ ایکہزار مجروحین ریلوے اسٹیشن پر لائے گئے۔ درنیولا ولیعہد نے جنگی کونسل منعقد کی اور شہر کی حفاظت کرنیکا فیصلہ کیا گیا۔ اس فیصلہ کے مطابق فوج کو پھر مجتمع کرنے کے لیئے منڈی میں بگل بجائے گئے۔ مگر بیس سپاہی بھی حاضر نہ ہوئے۔ اس خبر سے کہ ترک شہر کے سامنے پہونچگئے ہیں۔ تشویش و پریشانی اور بڑہ گئی۔ اس افواہ سے شہریوں اور فوجیوں پر جو ناگہانی وحشت اور ہیبت طاری ہوگئی قلم اوسے بیان کرنیکا یارا نہیں رکھتا۔

تہوڑی ہی دیر بعد ایک اور غلط افواہ مشہور ہوگئی کہ ولیعہد شہر سے چلا گیا ہے۔ جس سے تشویش و سراسیمگی کے ساتھ عام

بقیہ صفحہ سابقہ کے۔ اور بفرض محال اگر کوئی ہو بھی تو ایسی فیاضی اور عالی ہمتی کا وجود مسلمانان ہند کی جماعت میں ملنا مشکل نا ممکن ہے۔ اور بنابرین الموتید کی روایت پر ہمیں شک ہی نہیں۔ بلکہ اوسکو محض بے بنیاد کہنا پڑتا ہے۔

ناراضگی اور غیظ و غضب کی بھی کوئی انتہا نہ رہ گئی۔ ہر ایک شخص ریلوی سٹیشن کیطرف اُٹھ دوڑا۔ اس دوڑ میں سب سے زیادہ تیز قدمی اطالین مجاہدین نے دکھائی۔ اِن جوانمردوں نے عورتوں تک کو ادہر اودہر ٹیک دیا۔ اور دیوانہ وار ٹرین میں جو چلنے کو تیار تھی گھُس گئے۔ یہ وحشیانہ حرکت وہانکے باشندوں سے ضبط نہ ہوسکا انہوں نے مجاہدین پر بندوقیں سر کیں۔ جسکا اونکی طرف سے بھی ترکی بترکی جواب دیا گیا بالآخر ولیعہد چار ہزار سپاہی جمع کرنیمیں کامیاب ہوگیا۔ جنکو ساتھ لیکر وہ فرسالہ کیطرف سڑک سڑک روانہ ہوگیا۔ اور کرنیل سموئینسکی کو جو ریونینی میں مامور تھا۔ حکم بھیجا کہ وہ سپہ سالار کو فرسالہ آملے۔ بھاگڑ میں بہت سے یونانی سپاہی ایسے بیحواس ہوگئے کہ اُنہوں نے لاریسا میں بھی دم نہ لیا۔ بلکہ سیدھے وولو تک بھاگ چلے گئے۔

ایک انگریز نامہ نگار ٹرناووس سے لاریسہ کیطرف یونانی پسپائی کی کیفیت حسب ذیل دلچسپ پیرائے میں بیان کرتا ہے۔ اوسنے یونانی فوج کی اس بھاگڑ کو بچشم خود معائنہ کیا تھا۔

"جب میں لاریسہ کو جانے والی شاہراہ کے رستہ مردہ اور قریب المرگ آدمیوں، اور گھوڑوں سے متواتر ٹھوکریں کھاتا ہوا آگے گیا تو مینے رستہ میں نہایت ہولناک منظر مشاہدہ کیئے۔ یعنی سامان جنگ کے صندوقوں شکستہ گاڑیوں۔ ساز و سامان کے بکسوں۔ بستروں۔ بسلیپوں کے کمبلوں اور کہانا پکانے کے برتنوں سے جو خود پھینکدیئے گئے تھے۔ یا چھوڑ دیئے گئے تھے۔ اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو اوپر سے گذری تھیں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے تھے پٹی پڑی تھی۔ توپوں اور سامان حرب کی گاڑیاں دوسری گاڑیوں کے ساتھ کھڑی چھوڑ دیگئی ہوئی تھیں اور اونسے بے ترتیبی میں اور بھی اضافہ ہوگیا ہوا تھا۔ کئی گھوڑے بے سوار آوارہ پھر رہے تھے۔ کہیں کوئی بے اسپ سپاہی کسی گھوڑے کو کسی نہ کسی طرح پکڑنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ اور کہیں کوئی سپاہی راہ چلتے سوار کے پیچھے چھلانگ مار کر بیٹھ جاتا تھا۔

مجھے کئی میل اس طوفان بے تمیزی اور بے سر و سامان جم غفیر کے ساتھ جو یکبارگی دیوانہ ہوگیا ہوا تھا راستہ طے کرنا پڑا۔ اکثر افسروں نے امن و ترتیب قایم کرنے کے لیئے اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کی۔ انہوں نے آتشباری کے بند کیئے جانے کے لیئے بگل بجوائے اور بھاگڑ تھامنے کے لیئے بڑا جد و جہد کیا۔ اونکے برعکس کئی افسر ایسے بھی تھے۔ جنکے ہوش و حواس بالکل جاتے رہے تھے۔ اور ٹھیک اپنے سپاہیوں کیطرح خوفزدہ ہوکر بھاگے جا رہے تھے۔ ایک مستقل مزاج افسر کو مینے بچشم خود اپنے آدمیوں کو سمجھانے کے لیئے بڑی کوشش کرتے دیکھا۔ وہ پستول کا گھوڑا اُٹھا کر اپنے آدمیوں کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اور بآواز بلند اونکو "ہالٹ۔ ہالٹ۔ ٹھیر جاؤ۔ ٹھیر جاؤ" کا حکم دیا۔ مگر دہشت زدہ سپاہیوں کا روکنا آندہی یا سیلاب کو روکنے کے برابر تھا۔ جنرل مارو میکالیس نے جو ولیعہد کے پاس لاریسا گیا ہوا تھا۔ شہر سے کچھ دور واپس آکر بھگوڑوں کے سیلاب کو روکنے کے لیئے کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا۔ لاریسا سے دو میل ورے سڑک ایک نالے پر سے گذرتی ہے وہاں ایک افسر فوج پیدل کی نصف کمپنی کو مرتب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر پیچھے سے بھگوڑوں کا سیلاب اور طوفان بے تمیزی جسکی تندی میں بہاری سیلاب کیطرح لحظہ بلحظہ اضافہ ہوتا رہا۔ ایسی تیزی سے پیہم بڑہا چلا آ رہا تھا کہ اوسکے لگاتار تصادم کیوجہ سے افسر مذکور کی تمام کوششیں بیکار تھیں۔

"لاریسا کے قریب سڑک دریاد سالمو ریا (پینی اس) کے ایک پل پر سے گذرتی ہے۔ یہاں گاڑیوں۔ توپوں۔ گھوڑوں۔ اور آدمیوں

کا ایسا الجھاؤ پڑا ہوا تھا کہ گھنٹوں تک ودسپر سے گذرنا ناممکن رہا جب میں لاریسا میں داخل ہوا تو بازاروں اور چوکوں میں عجیب بے ڈھنگ دیکھی۔ توپخانہ پیدل فوج۔ فوج سواران۔ الغرض ہر قسم کے سپاہیوں کی ٹولیاں بلا اوسان و بے سکت زمین پر لیٹی ہوئی تھیں اور بگلوں کی آوازوں یا زبانی احکام کو جو صفوں میں مرتب ہو جانے کے لیئے دیئے جا رہے تھے گوز شتر کے برابر سمجھہ رہی تھیں نظام وآئین کا خاتمہ بالخیر ہو چکا تھا۔ شہریوں نے رات کے ۲ بجے مراجعت کی خبر سنی۔ اور اونہوں نے بھی اوسیوقت اٹھکر گٹھر لیکر راہ فرار اختیار کی۔ جس سے بھیڑ کی مجنونانہ وحشت اور طوفان بے تمیزی کے عناصر میں اور اضافہ ہو گیا۔ اور اس سیلاب عظیم نے متلاطم سمندر کی پرآشوب امواج بلاخیز کیطرح اندرون ملک کیطرف رخ کر لیا۔ لاریسا سے بجانب جنوب کئی رقت انگیز واقعات مشاہدہ کیئے جا سکتے تھے۔ خوفزدہ باشندے اندھا دھند دوڑ کے جاتی فوج کے منتشر دستوں سے مل رہی تھی۔ مائیں سونے چاندی کے برتنوں اور زیورات کو جنہیں وہ گھروں سے اوٹھا کر ساتھ لائی تھیں ناکارآمد اور ناچیز سمجھکر راستہ میں پھینک اپنے خوردسال بچوں کو اوٹھائے چلی جا رہی تھیں۔ باشندوں کا بلامبالغہ سب مال و متاع ضایع ہو گیا۔ قصبہ مسمائی کے غضب آلود اور بھڑکے ہوئے باشندوں نے چند بھگوڑے یونانی افسروں کو گرفتار کر کے اونہیں گولیوں سے اڑا دینے کا عزم کیا۔ اجنبی نامہ نگاروں نے مداخلت کر کے اونکی جانیں تو بچا دیں۔ مگر رہائی نہ دلا سکے۔ باشندوں نے اونہیں ایک باغ کی جھونپڑی میں بند کر کے مقفل کر دیا کئی میلوں کی مسافت طے کر لینے کے بعد بھی "ترک سر پر آپہونچے" کی آواز ہیبت و خوف اور دہشت پھیلا دینے کو کفایت کر جاتی تھی۔ یہہ احمقانہ بھاگڑ جو ایک ہی تعاقب کنندہ کے خوف سے پڑی ہوئی تھی ترکوں کے حق میں بلاشبہ نہایت مفید تھی۔ انکے سامنے ایک ایسی فوج تھی جو زیادہ تر ملیشیا کے آدمیوں سے مرکب تھی۔ اور ابھی حال میں اوسکی تعداد جمعیت مطلوبہ تک بڑھائی گئی تھی۔ اور جسکے افسر اپنے آدمیوں پر ناکافی اقتدار رکھتے تھے اور جسکے سپاہی غیر مکتفی تعلیم و تربیت یافتہ تھے۔ ایسی بے ربط اور بے نظام فوج میں نامسعود حوادثات کے ظہور پر افسروں اور سپاہیوں دونو کا حواس باختہ ہو جانا لازمی امر تھا۔ یونانی فوج کی قوت مدافعانہ پہلے ہی کچھہ ایسی زبردست نہ تھی۔ متذکرہ صدر متوحشانہ مراجعت بجانب لاریسا۔ سپاہیوں کا اپنے افسروں پر اعتماد نہ رہجانے۔ اور خود افسروں میں پولیٹیکل اغراض متضاد کی بدولت رنجش پیدا ہو جانے سے یہ طاقت اور بھی کمزور ہو گئی اور یونانی فوج آئندہ کارآمد ہو سکنے کے قابل نہ رہ گئی۔ صرف فوج ہی نہیں بلکہ مجاہدین کے حوصلے اور امنگیں بھی طبعی طور پر اپنی پہلی مساعی اور ناکامیوں کے بعد بالکل پست ہو گئیں"

سر ایشمیڈ بارٹلٹ اپنی کتاب کی فصل ہفتم و ہشتم میں محاربہ پر ایک سرسری نظر اور محاربہ کے دوسرے دور کے عنوان سے فتح و قبضہ لاریسا تک کے مفصل حالات حسب ذیل تحریر کرتے ہیں

محاربہ پر ایک سرسری نظر

میری رائے میں محاربہ روم و یونان کی عام نظر ثانی کے لیئے یہ موقعہ مناسب ہوگا جزئیات اور تفصیلی حالات عام معلوم ہیں محاربہ کے جن معرکوں کو مینے بچشم خود نہیں دیکھا اونکے حالات یونانی و ترکی دونو افواج کے ہمرکاب چشمدید شاہدوں کے تحریر کردہ بیانات سے نہایت احتیاط اور غور و فکر کے ساتھ اخذ کئے ہیں۔ اس کام کے لیئے وافر مصالح و مواد موجود ہے۔ یہ صحت

لاکثر صوبوں میں فریقین کو طبعی تعصب یا تضاد المسالک والاسلوب ہونیکی وجہہ سے بہت ہی اختلاف بیانی پائی جاتی ہے تاہم اونسے صداقت کو اخذ کرلینا مشکل امر نہیں ہے۔

۔۔۔۔ مارچ کی شروع میں ہی یہہ واضح ہوگیا تہا کہ یونانی گورنمنٹ ترکی کو لڑائی پر اکسانیکا عزم بالجزم کرچکی ہے اُسنے کریٹ میں کرنل وسو

۔۔۔ نہیں بلکہ فروری کے پہلے ہفتہ میں ہی یہہ امر واضح ہوگیا تہا۔ مگر تاحال ابہی التوائ الزام کو باہمی تصفیہ ہوجائیگا۔ کامل یقین تہا جو افسوس پورا ہوا اور یونان کو ترکوں کے ہاتھہ سے ایسا سبق ملا جو اوسے کریٹ کے لئے عملی آزادی کے باوجود سالہا سال تک فراموش نہوگا۔ اوسوقت کی پولیٹیکل حالتکی نسبت جو عام رائے تہی اسکا اندازہ ناظرین کو مندرجہ ذیل مضمون سے جو ہمنے ۱۵ فروری ۱۸۹۷ء کے وکیل میں لکہا تہا معلوم ہوجائیگا "جنوب مشرقی یورپ میں پولیٹیکل مطلع پہر تاریک ہورہا ہے۔ اور یہ تاریکی ایسی اچانک نمودار ہوئی ہے کہ یورپ سے مفصل حالات معلوم ہونے بغیر تاروں سے اسکے دقیقی اسباب و بواعث کا دریافت کرنا مشکل امر ہے تاہم جہانتک قیاس کام کرسکتا ہے۔ اس نئے طوفان کی تہ میں بہی قبضہ مصر کا مسئلہ پنہاں نظر آتا ہے جنوری کے اخیر میں فرانس خدیو مصر کو لکہتا ہے کہ تم براہ راست مصارف جنگ سوڈان کیلئے انگلستان سے قرض نہیں لے سکتے۔ دو تین روز بعد روس فرانس سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اور چند دن بعد تاریں آنی شروع ہوجاتی ہیں کہ کریٹ میں بدامنی شروع ہوگئی ہے۔ ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۶ء کے اخبار میں ہمنے اُن رعایات سلطانی کا ذکر کرکے جو باشندگان کریٹ کو عطا کیگئی تہیں۔ ناظرین کو یہہ خوشخبری سنائی تہی کہ جزیرہ مذکور میں اب پورا امن و امان ہوگیا ہے۔ اور ساتھہ ہی عیسائی سلطنتوں کی سابقہ چالوں کو مدنظر رکہکر دعا مانگی تہی کہ خدا کرے عیسائی دول اس امن کو برقرار رہنے دیں" افسوس جو اندیشہ اس دعائیہ جملہ میں ظاہر کیا گیا تہا وہ درست ثابت ہوا کہ لام باغیان کریٹ جنہوں نے فرمان شاہی کے وصول ہونے پر اطاعت و وفاداری کی قسمیں اٹہائی تہیں یا چاہیئے تہی کہ نچنت نہ بیٹہ سکے۔ اور کل عہود و پیمان کو چٹ کرکے منتشر خود یا (جیسا کہ اغلب قیاس ہوسکتا ہے) کسی اجنبی طاقت یا طاقتوں کی اغوا سے پہر مسیحانہ مسکنت و مظلومیت کے دکہانے پر کمربستہ ہوگئے۔ شروع فروری سے اس نائرہ فساد کے مشتعل ہونیکے متعلق انکی ذکی خبریں پہنچنے لگیں۔ پہلے بتایا گیا کہ مسلمان زیادہ قتل کیئے گئے۔ اور عیسائیوں نے اکثر دروں ناکوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ اسکے بعد مسلمانوں کا ترکی بترکی جواب دینا۔ اور عیسائیوں کا دول اجنبیہ کے جہازوں کو بہاگنا شروع ہوتا ہے۔ اور ۶ فروری کو یونان کے بیچمیں آپہنے سے یہ معاملہ ایک مہیب شکل اختیار کرلیتا ہے۔

کریٹ کے پچھلے فساد میں زار روس کا سلطان المعظم کو باغیوں کی سرکوبی نہ کرنے دینا۔ بلکہ اُن سے اہالی کریٹ کو منہ مانگی رعائتیں دلا دینا۔ مسٹر کرزن نائب وزیر صیغہ انگلستان کا پارلیمنٹ میں موجود مفسدوں کا مبتدی عیسائیوں کو تسلیم کرنا اور سب سے بڑہ کر شاہ یونان کا جو انگلستان کے شاہی خاندان کی نسبت جرمنی۔ روس اور ڈنمارک کے شاہی خاندانوں کا اپنی ذات یا بیوی وبہو کے تعلق سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے۔ کریٹ پر جنگی جہازات اور سرحد ترکی پر فوجکا بہیجدینا۔ یہ کل ایسے امور ہیں۔ جو بظاہر اس قیاس کے منافی ہیں۔ کہ موجودہ فساد کا باعث ہی مسئلہ مصر کا کمبخت قضیہ ہے۔ اسکا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ انگلستان کو اس فساد میں کوئی دخل نہیں۔

مگر جن لوگوں نے کم از کم مسئلہ آرمینیا کے شروع ہونے کے وقت ہی سے انگریزی پالیسی پر بنظر تعمق غور کیا ہوگا۔ وہ مصارف جنگ سوڈان کے پردہ میں مسئلہ مصر کی چہڑتے ہی کریٹ میں فساد ہوجانیکو اسیطرح انگریزی پولیٹیکل شاطروں کا ہتھکنڈا سمجھہ لینگے جسطرح دوا ور دو کو چار سمجہا جاتا ہے۔ یہہ ہم کئی دفعہ ظاہر کرچکے ہیں۔ اور اب تک کسی واقعہ سے ہماری رائے میں تغیر پیدا نہیں ہوسکا۔ کہ روس نے پطر اعظم کی وصیت کے اُس حصہ کی تعمیل کو جو فتح قسطنطنیہ کے متعلق ہے۔ وصیت کے دوسرے حصہ کی تکمیل تک ملتوی کردینا مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری سمجہا ہے اور اسکے ساتہہ ہی اسکو یقین واثق ہوگیا ہے کہ آخر الذکر مدعا کے حصول کیلیئے سلطنت عثمانیہ کا قیام اور موافقت لوازمات سے ہے۔ اسلیئے بخلاف سابق جبکہ وہ خود سلطنت عثمانیہ میں بغاوتیں کرایا کرتا تہا۔ اب اُسکی پالیسی یہ ہوگئی ہے کہ ترکی کی طاقت کو ایسے خرخشوں میں صرف ہونیسے محفوظ رکہنے کی کوشش کرے۔ اور اسی پالیسی کو مدنظر رکہکر اُسنے سلطان المعظم سے رفع فساد کیلیئے عیسائی باغیوں کو چند ایسی رعائتیں دلوادی تہیں۔ جنسے سلطانی حقوق میں بہی کوئی فرق نہ آسکے اور باغی بہی خوش ہوجائیں۔ اسکا اس مشورہ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اُسے باغیان کریٹ سے کوئی خاص ہمدردی تہی بالکل غلط ہے۔ اسجگہہ اگر کوئی چاہے تو یہہ اعتراض کرسکتا ہے کہ آرمینیا کا فساد برابر دو برس جاری رہا اور گورنمنٹ ترکی کو اُسکے فرو کرنے میں بہت کچھہ فوجی طاقت اور زر صرف کرنا پڑا۔ کریٹ کیطرح وہاں بہی روس نے کیوں صفائی نہ کرادی اسکا جواب بہت سہل ہے۔ روس جانتا تہا کہ آرمینیا ایک ایسا مقام ہے جو سمندر سے بہت دور اور سلطانی ممالک محروسہ کے اندرونی حصہ میں واقع ہے جہاں سوائے میری ملک کے ممالک غیر سے باغیوں کو مجاہدین۔ اسلحہ حرب یا روپیہ پیسہ سے چنداں معتدبہ امداد نہیں پہونچ سکتی۔ اسصورت میں

کو فوج بھیجکر اپنی سمندری بیڑے کی جہازنا بابرداری گولہ باری کرنا اور سرحد تھسلی پر افواج جمع کرلینی پس عزم تشدید بجا تر کی گورنمنٹ ترکی کی مقدونیہ کی آرمی کی کمک افواج جمع کر دیا اور تمام فوج کی جمعیت پورے دو ویزن تک بڑہا دی۔ اور بالاخر مارچ کی اخیر تک یونانی سرحد کی قریب مقام الاصونا اور اوسکے اردگرد ادہم پاشا کی زیر کمان

بقیہ صفحہ گذشتہ بغاوت کوئی زیادہ عرصہ تک قایم نہیں رہ سکتی اور اسکو بزور شمشیر ہمیشہ کیلئے فرو کردینا ہی بڑی کفایت شعاری۔ دانشمندی اور مصلحت ہے برخلاف اسکے کریٹ میں ممالک اجنبیہ سے باغیوں کی مدد کیلئے آدمی اور سامان حرب بکثرت داخل ہو سکتا ہے۔ اور وہاں باب عالی کو بزور شمشیر بغاوت فرو کرنے میں وہی مشکلات اور دقتیں پیش آتیں جو کریٹ جیسے جزیرہ کیوبا کی باغیوں کی سرکوبی میں ہسپانیہ کو پیش آرہی ہیں۔ اسصورت میں اگر وہ اعلیحضرت کو کریٹ کی مفسدہ کو فوجی طاقت سے فرو کرنیکا مشورہ دیتا تو اس سے بڑھکر مخالفین سلطنت عثمانیہ کیلئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہو سکتی تھی۔

دوسری وجہ بھی ہمارے قیاس کو مطمئن نہیں کر سکتی۔ مسٹر کرزن کی عیسائیان کریٹ کو مبتدی تسلیم کرنیسے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ اس ابتدا کی تحریک خود انگلستان نے نہیں کی۔ بلکہ ممکن تو یہ ہو سکتا ہے کہ اپنی سازش کو چھپانیکے لئے وزراء انگلشیہ نے باغیوں کی نسبت یہ فقرہ اختیار کرنا مناسب سمجہا ہو۔ تاکہ دنیا کو یقین ہو جائے کہ جب انگلستان اہالی کریٹ کو ملزم ٹہرا رہا ہے تو ظاہر ہے کہ اسکو اس مفسدہ کے برپا ہونیمیں کوئی دخل نہیں

تیسری وجہ کی تردید سے پہلے شاہ یونان کی قرابت اور یونان کی فوجی طاقت و مختصر تاریخ بتا دینا ضروری ہے۔ وہ پرنس آف ویلز کا سالا شاہ ڈنمارک کا بیٹا اور زار روس کا ماموں ہے اُسکی بیوی زار روس کی رشتہ میں پھوپھی ہے۔ اور اُسکے ولیعہد کی بیوی قیصر جرمن کی ہمشیرہ ہے یونان تین صدیوں تک وینس کی جمہوری ریاست کی ماتحت رہنے کے بعد پندرہویں صدی کے وسط میں مقبوضات عثمانیہ میں داخل ہوا۔ اول ۱۷۷۰ء میں اور دوبارہ ۱۷۶۹ء میں عیسایان یونان نے آزاد ہونے کے لیئے بغاوت کی اور آخر تیسری بغاوت میں جو ۱۸۲۱ء سے شروع ہو کر ۱۸۲۹ء میں ختم ہوئی۔ روس فرانس اور انگلستان کی مدد سے یونان آزاد ہو گیا۔ اور ۱۸۳۰ء میں وہ ایک علیحدہ ریاست بنا دیا گیا ۱۸۶۲ء میں جنہے بادشاہ کو جسنے ۲۹ برس حکومت کی تھی خارج کرکے دول ثلاثہ نے ۱۸۶۳ء میں شاہ حال کے والد کو جو اب شاہ ڈنمارک ہے یونان کا بادشاہ بنایا۔ جسنے اپنی جگہہ اپنے دوسرے بیٹے جارج (شاہ حال) کو یونان کا تخت سونپ دیا۔ اسکو خزانہ یونان سے ۱۱ لاکھ ۲۵ ہزار فرنک صرف خاص کیلئے ملتے ہیں۔ اور فرانس اور روس اور انگلستان کیطرف سے بھی چار چار ہزار پونڈ سالانہ ملتا ہے۔ یونانیوں کو حسب تقاضائے فطرت انسانی آزاد ہونے کیوقت سے ہی اپنی ریاست کی توسیع کی خواہش ہے۔ چنانچہ جنگ روم و روس کے بعد ۱۸۸۱ء میں (جبکہ روس نے ابھی یہ جدید پالیسی اختیار نہیں کی تھی۔ ورنہ انگلستان اور فرانس کیساتھ کبھی شامل نہ ہوتا) دول عظام نے جنکا سرغنہ اسمعاملہ میں انگلستان بنا تھا۔ یونان کو تھسلی کا تقریباً کل صوبہ اور ایپرس کا کچھہ حصہ ٹرکی سے جبراً دلوا دیا۔ اسسے یونان کی حرص و طمع میں اور زیادتی ہو گئی اور ۱۸۸۵ء میں جب صوبہ مشرقی رومیلیا بغاوت کرکے بلگیریا سے ملحق ہو گیا تو یونان کو توسیع حدود کا پہر خبط سوجہا اور ٹرکی کو بلگیریا کے معاملات میں مصروف اور پہلے جیسا ہی کمزور تصور کرکے حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کردیں اور یورپ بھی چپکا بیٹھا تماشا دیکھتا رہا۔ مگر جب باب عالی نے پندرہ دن کے اندر تقریباً ۲ لاکھ فوج سرحد یونان پر جمع کر دی۔ اور اُسنے تھوڑے ہی دنوں میں یونانی فوج کے اُس حصہ کا جو سرحد سے عبور کر آیا تہا قلع قمع کر دیا۔ تو یورپ اور یونان کی آنکھیں کھل گئیں اور دول عظام نے بیچ بچاؤ کرکے باہم مصالحت کرا دی اس سے بعد سے اب تک یونان کو پہر برسر فسا

تخمیناً پچاس ہزار ترکی فوج جمع ہوگئی۔ مارشل نے اس موقعہ کو ہیڈ کوارٹر کیلئے پسند کرنیمیں بڑی عقلمندی ظاہر کی۔ کیونکہ وہ اوس زاویہ کے اندر جو سلسلہ کوہ پنڈس کی کیبارگی جنوب کو خم کہا جانیسے بن رہا ہے واقع ہے اور خواہ یونانی سڑک شرقی حصہ سے مقدونیہ پر حملہ کرتے یا مغربی حصہ سے دونو صورتوں میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے ہونیکی جرأت نہ پڑی۔ چنانچہ جب ان لوگوں نے جنہوں نے اپنی ذاتی اغراض کو پورا کرنیکے لئے ارمینیا کے بیوقوف ارمینیوں سے محسن کشی اور نمکحرامی شروع کرائی تھی۔ یہ دیکھکر کہ اس شورش سے مطلب برآری نہیں ہوئی ۱۸۹۶ء کے اوائل میں کریٹ کے عیسائیوں سے بھی بغاوت کرادی کہ جو کئی مہینہ رہی۔ تو یونان کی گورنمنٹ (کو رعایا اور فوج میں سے بمنشاء خود کسی شخص باغیوں کے ساتھ جو یونانی الاصل والمذہب ہیں ملکر) خود بالکل خاموش بلکہ اپنے ملک سے مجاہدین کی روانگی کو روکنے میں ساعی
مگر اب فساد کے شروع ہوتے ہی گورنمنٹ یونان کا بایں پالیسی جسکی تفصیل ہم آگے کرینگے۔ جزیرہ کریٹ کو ہتھیار اور تارپیڈو بھیجدینا۔ جنہوں نے وہاں پہنچکر بلطائف الحیل ترکی علم کی سلامی اتارنے سے ہتھیار اچھینا چاہا۔ مگر نہ بچ سکے اور علانیہ کہدیا کہ ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ اگر تعجب خیز ہے تو ساتھ ہی یہ بھی ثابت کر رہا ہے کہ یونان اپنی تنگ ظرفی کیوجہ سے آخر اس شخص کے دام تزویر میں گرفتار ہوگیا ہے۔ جو عرصہ سے دوسری سلطنتوں کو کئی دفعہ منہ کی کھانی کے باوجود سلطنت عثمانیہ کے برخلاف اکسانے کی کوشش کر رہا ہے اور جو اب تک باوجودیکہ ممالک عثمانیہ کے تمام اندرونی صوبوں میں کامل امن ہوگیا ہے۔ اور سلطان نے خود بخود ضروری اصلاحات نافذ کردی ہیں۔ نئی نئی مسودہ کے اشتعال دہی سے بس نہیں کرتا۔ انگریزی پالیسی اور ڈپلومیسی کا جادو ایسا زبردست ہے اور اسمیں اتنی ہی آنکھوں کیطرح ایسا جذب مقناطیسی ہے کہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور سلطنتیں بلکہ قومیں بعینہ اوسیطرح جسطرح کہ چھوٹا چھوٹا لوہا خودبخود اسکی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ انگریزی ڈپلومیٹک اسکا شکار بنجاتی ہیں اور اسکی گزند سے صرف وہی بچ سکتے ہیں جو اس سے زبردست ہو یا اس سے اپنا پہلو بچائے رہے۔ اسلئے اگر یونان پر جسکا بادشاہ پہلے ہی سے انگلستان کے شاہی خاندان کا قرابت دار اور خزانہ انگلشیہ کا وظیفہ خوار ہے اسکا جادو چلگیا ہو اور وہ طمع اور لالچ میں آکر انگریزی پالیسی کا آلہ بنگیا ہو تو کوئی عجیب بات نہیں۔ مگر یہ کمزور آلہ اس پالیسی کو اس سے زیادہ کام نہیں دیسکتا۔ کہ یورپ کی توجہ کو کچھ عرصہ کیلئے مصر کیطرف سے منعطف کردے۔

یونان کے پاس کل پانچ چھوٹے چھوٹے آہن پوش جہاز ہیں جنمیں دو حفاظت ساحل کا کام دینے والے ہیں اور تین کروزر قسم کے ہیں بیٹل شپ (بحری جنگ کرنیوالے جہاز) کوئی نہیں۔ تین وزن میں تقریباً پانچ پانچ ہزار ٹن ہیں اور دو جو بہت ہی پرانے ہیں پونے دو ہزار اور دو ہزار ٹن ہیں۔ تارپیڈو کشتیوں کی تعداد سترہ ہے جنمیں ۶ درجہ اول کی اور گیارہ درجہ سوم کی ہیں۔ برّی فوج کی تعداد بحالت امن ۲۷۳۸۷ آدمی ۲۳۹۴ گھوڑے اور ۱۲۰ توپیں ہیں جو بحالت جنگ ایک لاکھ ہوسکتی ہے۔ بحری فوج ملاحوں اور بحری سپاہیوں کی تعداد ۳۱۶۵ ہے۔ ان اعداد سے صاف ظاہر ہے کہ یونان ٹرکی کے مقابلہ میں جسکی بحری طاقت میں دوسرے جہازوں کے علاوہ ۱۹ بڑے آہن پوش جہاز (جنمیں سے ایک نو ہزار ٹن کا۔ ایک ۹ ہزار ٹن کا اور ۴ چھ ہزار چار چار سو ٹن کے ہیں) اور ۴۷ تارپیڈو کشتیاں ہیں اور جو میدان جنگ میں ایک ہفتہ کے اندر دس لاکھ فوج لاسکتی ہے سمندر یا خشکی میں ایک گھنٹہ بھی نہیں ٹھیر سکتا۔ اسلئے باب عالی نے یونان کی شوراشوری سے متردد ہونے کی بجائے دول یورپ کو یہ کہدینا مناسب سمجھا ہے کہ تم اس بیوقوف کو جسے ایک خاص مطلب کیطرف سے تمہاری توجہ ہٹانے کیلئے کھڑا کیا گیا ہے۔ راہ راست پر لانیکی کوشش کرو۔ گورنمنٹ عثمانیہ کے اس اطمینان سے اُسکے ہواخواہوں کو بھی مطمئن رہنا چاہیئے کہ کریٹ اور یونان کا فساد باغلب وجوہ زیادہ طول پکڑنے نہیں پائیگا۔ اور جسطرح یونانی بیڑہ کو آخر اپنی بے بضاعتی محسوس ہونے پر غالباً ترکی حکام سے یہ دھمکی ملنے پر کہ اگر اسنے عثمانیہ علم کی سلامی نہ اتاری تو کیتیا کے ناقابل فتح قلعہ کی کوہ شکن توپوں کے خارا شگاف گولوں سے اس کو تحت الثریٰ کو پہنچا دیا جائیگا۔ ترکی نشان کی سلامی اُتارنی پڑی۔ اسیطرح چند دن کے بعد وہ یونان کو واپس آجائیگا۔ اور جرمنی فرانس اور روس جو یونان کے دلی خیرخواہ ہیں اُسکو وطہ

اونکی پیشقدمی کو وہاں سے بآسانی روکا جا سکتا تھا۔ مزیدبراں تھسلی و مقدونیہ کی شاہ راہ پر درہ ملونا کے قریب واقع ہونے کی وجہ سے وہاں سے جارحانہ پیشقدمی بھی بلاتردد ہو سکتی تھی۔ یونانی لاریسا اور تریکالا میں اور نیز سرحد اپائرس پر بمقام آرٹا اپنی فوجیں جمع کرتے رہے۔ محاربہ کے لیئے سب سے زیادہ تحریک ایک زبردست اور وسیع الاثر خفیہ انجمن موسومہ اتھینکی ہٹیاریا (قومی انجمن) سے ملی تھی۔ یہ انجمن گویا حکومت کے اندر ایک اور حکومت تھی۔ اور ایک وقت یونانی پالٹکس اور سیاست کی عنان تقریباً محض اوسی کے ہاتھ میں تھی۔ اُسکے ارکان میں یونانی پارلیمنٹ کے بے شمار ممبر اور یونانی فوج کے کثیر التعداد افسر شامل تھے۔ محاربہ سے ماقبل کی سہ ماہی میں وہ باضابطہ گورنمنٹ سے زیادہ طاقتور تھی۔ اُسکے خفیہ احکام کی تعمیل سے انحراف کرنیکا کسیکو یارا نہ تھا۔ اُس یورش کنندہ جماعت کو جسکے کریٹ پر حملہ کرنے سے ہی آتش حرب مشتعل ہوئی تھی۔ اسی خوفناک انجمن نے مسلح۔ تیار اور ترکی علاقہ میں بھیجا تھا۔

اتھینکی ہٹیاریا یہ اتھینکی ہٹیاریا بلاشبہ نہایت ہی خوفناک اور اشد شرارت انگیز جماعت تھی۔ اس خفیہ انجمن میں یونان کے تقریباً نصف نوجوان شامل تھے۔ اور اسکے سرغنے اور محرک نہایت ہی حریص شہرت وطامع اور ساتھ ہی تقریباً بالکل غیر ذمہ وار تھے۔ یعنے بظاہر انصرام مہام سلطنت سے کسیطرح کا باضابطہ تعلق نہ ہونے کی وجہ سے ہر طرح کی مسئولیت اور نیک و بد کی جوابدہی سے آزاد تھے۔ اس انجمن کے دباؤ کی وجہ سے شاہ اور شاہی خاندان کو کرٹی سازش میں مجبوراً شریک ہونا پڑا اور اُس خوفناک تحریک کا مقدم بننا پڑا جسکو وہ قابو میں رکھ سکتی تھی۔ انجمن نے کام ... دیا ...

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ہلاکت میں غرقاب ہونے سے بچا لینگے۔ اور انہی کوششوں سے باغیان کریٹ بھی تھوڑے عرصہ کے بعد فتنہ و فساد سے باز آجائینگے۔ ظن غالب ہے کہ اس تصفیہ سے فارغ ہوتے ہی دول یورپ اصل مادہ فساد یعنے قبضہ مصر کا جو یورپ کے امن و امان کو ہر وقت خطرہ میں ڈالنے کا موجب بن رہا ہے ضرور قطعی تصفیہ کرکے یا تو انگریزوں کے مستقل قبضہ کی ضرورت کو تسلیم کر لینگی۔ اور یا اُن کو صلح و نرمی یا سختی وہ باؤ سے مصر کو چھوڑنے پر مجبور کرینگی۔

بہرحال اس معاملہ کا دوسرا رُخ بھی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے (گو اس امکان کے ظہور پذیر ہونے کی بظاہر کوئی توقع نہیں) یونان کو ایسی زبردست تحریک و ترغیب دی گئی ہو کہ وہ اپنے سودائے خام سے باز نہ آئے۔ اسصورت میں ٹرکی کو جنگ کیواسطے بھی ویسی طیار رہے۔ جیسی کہ نرمی اور آشتی سے معاملہ کو سلجھانے کے لیئے یونان کی سرکوبی کرنے پڑے گی۔ اور جب ایک دفعہ نائرہ حرب مشتعل ہوگیا۔ تو تمام یورپ میں جو اسوقت خشک بارود کا میگزین بنا ہوا ہے۔ چاروں طرف سے آگ لگ جائیگی۔ جو بتدریج کل دنیا میں پھیلکر کئی تختوں کو نیست و نابود۔ اکثر تاجداروں کو بے تاج۔ اور خدا کی ہری کھیتی کو خاک سیاہ کردیگی۔ واللہ عاصمنا من کل البلیات

فے الفور کریٹ میں اسلحہ و مفسدین بھیجے گئے۔ اوسکا دوسرا فرمان صادر ہوا۔ اور شاہ کو اوسیوقت سزیل وا سوس اولد سکی فوج کریٹ میں بھیجدینی پڑی۔ تیسرا حکم جاری ہوا۔ اور گورنمنٹ نے باوجود اسکے سرحد تھسلی پر فوج کی جمعیت کثیر جمع کرنی شروع کردی۔ بیرونی دنیا کو اوسوقت اس بات کا بہت کم علم تھا کہ یہ اتھینکی ہٹیاریا برائی اور بدی کیلئے کیسی زبردست طاقت رکھتی ہے۔ ایشیا کوچک اور مصر کی یونانی آبادی کو بھی جہاد پر آمادہ کرنیکے لیئے اتھینکی ہٹیاریا نے بڑی سرگرمی و مستعدی سے کوشش کی۔ اونسی سلطان المعظم کی نوعمر یونانی رعایا میں سے ہزاروں کو اپنا مرید بنالیا اور قسطنطنیہ سمرنا اور اسکندریہ سے سیکڑوں بلکہ ہزاروں یونانی لونڈے اور نوجوان جہاد میں شریک ہونے کیلئے یونان کو چلے گئے۔ ترکی حکام نے ان مشتاق جہاد ہستی معزوں کو روکنے کی چنداں کوشش نہ کی۔ کیونکہ بنا ترکی قلمرو میں پھر واپس آنے پر ان یونانی مجاہدین کو قدر عافیت معلوم ہو جائیگی۔ البتہ مقدونیہ کی یونانی آبادی میں جو اپنے ہمسایوں کیطرح ناخوش یا سودائی غزو جہاد میں مبتلا نہ تھی۔ اس انجمن اور نیز یونانی گورنمنٹ کی کوششیں بار ور نہ ہوئیں۔ اپائرس کی یونانی آبادی میں ہلچل تو بہت پڑی۔ لیکن عملی نتیجہ بہت تہوڑا نکلا۔

جوں جوں محاربہ میں یونانی شکست یاب ہوگئے اتھینکی ہٹیاریا کی طاقت گھٹتی گئی۔ اور یہہ ثابت ہوگیا کہ اوسکی پالیسی ملک کے حق میں نہایت ہی تباہی بخش تھی۔ بالآخر اتھینکی ہٹیاریا ایسی ذلیل و بے حقیقت ہوگئی۔ اور اپنے معراج شوکت سے ایسی گری کہ مئی کے اخیر میں ایم الیس دیلیدوز وزیر اعظم نے اوسکے تمام کاغذات ضبط کرلیئے۔ اور اوسکے کارکنوں پر فوجداری مقدمات دایر کردینے کی دہمکی دی۔ اس برمحل اور مناسب دلیرانہ کارروائی کے بعد اتھینکی ہٹیاریا کا پھر بہت ہی کم ذکر سنا گیا ہے۔

نازک وقت یہہ صاف ظاہر تھا کہ جب مارچ کے اخیر میں برف پگھل جائیگا اور دریا اور سڑکیں صاف ہو جائینگی۔ تو وہ وقت دونوں ملکوں کے تعلقات کے حق میں نہایت نازک ہوگا۔ چنانچہ دونوطرف فوجوں کی جمعیت بہت بڑھا دیگئی تھی۔ اور کشیدگی خوب تیز ہو گئی ہوتی تھی۔

سرحد کا طول جسکے برابر برابر دونوں فوجیں بالمقابل پڑی تھیں دو سو میل سے اوپر تھا۔ یہہ مشرق کیطرف سرحدی قصبہ پلاٹا مونا کے قریب سے جیسے مجمع الجزائر سے شروع ہو کر بجانب غرب بحیرہ اڈریاٹک یعنے آرٹا اور پرویسا تک پھیلی ہوئی تھی۔ تمام سرحدی علاقہ کا حصہ کثیر نہایت کوہستانی اور بکھرا ہوا تھا۔ صوبہ تھسلی کی تقریباً کل سرحد پہاڑوں کے کراڑوں کے برابر برابر چلی گئی تھی۔ اور پہاڑیوں کی چوٹیوں پر ترکی و یونانی گڑھیاں ایکدوسرے کے بالمقابل موجود تھیں۔ سرحد اپائرس کے جنوبی حصہ کے محاذ آرٹا کے قریب یونانی علاقہ نسبتاً ہموار اور کھلا تھا۔ ترکوں کی طرف دو بڑی مرکز مقدونیا اور تھسلی کیلئے الاصونا اور اپائرس کیلئے یانینا تھے۔ یونانیوں کیطرف محاربہ کے شروع میں علی الترتیب تھسلی کے لیے) لاریسا اور (اپائرس کیلیئے آرٹا) ہیڈکوارٹر تھے۔

کاظم پاشا مگر ترکی فوج کا حقیقی قاعدۃ الجیش اور اساس حرکات عسکریہ سالونیکا تھا جہانتک فروری ۹۷ء کے اخیر میں قسطنطنیہ سے ریلوے موصلت کا سلسلہ مکمل ہوا تھا۔ یہاں کل فوجی نظم و نسق۔ اور فوجوں۔ اور مہمات و ذخایر وغیرہ کو آگے بھیجنے کا کام ایک نہایت ہی قابل اور ہوشیار افسر کاظم پاشا کے ہاتھ میں تھا۔ اوسی ملکی گورنر رضا پاشا

والی سالونیکا سے بھی قابل تعریف امداد ملتی رہی۔ اس قابل افسر کی کارگذاری کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً دو لاکھ فوج مع تمام ضروری سامان حرب و رسد کسی طرح کی توقف یا رکاوٹ کے بغیر اور حیرت انگیز صفائی اور درستی و باترتیبی کے ساتھ عین اوقات مقررہ پر حدود کو پہونچ گئی۔ کاظم پاشا اس حسن انتظام اور کامیابی کیلئے اعلے ترین تعریف و ثنا کا مستحق ہے۔ سالونیکا متاسطہ ریلوے لائن کا سٹیشن قرہ فیریا جو سالونیکا سے پچاس میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ فوجی نقل و حرکت کیلئے انتہائی سٹیشن تھا۔ وہاں سے بذریعہ سڑک باربرداری شروع ہوتی تھی۔ ادھر ایک چیز بارکش جانوروں یا بیڈوال سے گاڑیوں اور چھکڑوں پر لادے ہونا جو اسی میل کے فاصلہ پر تھا پہونچائی جاتی تھی۔ مگر چونکہ اصل قاعدۃ الجیش سالونیکا ہی تھا۔ اگر ترکوں کی بحری طاقت کو کمزور نہ ہوجانے دیا ہوتا اور سمندر کے رستے فوج و سامان بھیجتے تو ریل اور خشکی کے رستے کی نسبت اونکا نصف سے بھی کم وقت اور روپیہ صرف ہوتا۔

یونانیوں کی طرف واقعی قاعدۃ الجیش وولو تھا۔ یہ بارونق بندرگاہ تھسلی سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ۸۰ میل لمبی لاین کے ذریعہ لاریسا سے اور اسی میل لمبی لاین کے ذریعہ فرسالوس ترکیالا اور کالاباکا سے ملا ہوا ہے۔ دونو لائنیں ولستینو پر ملتی ہیں۔ وہ وولو سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور اس اتصال کیوجہ سے جیسا کہ محاربہ میں ثابت ہوگیا۔ جنگی لحاظ سے نہایت اہم مقام ہے۔ بحری غلبہ کیوجہ سے یونانی بآسانی و سرعت اپنی فوجیں جمع کر سکے۔ اونکی تمام افواج سمندر کے رستہ پائرس سے وولو بھیجی گئیں۔ اور وہاں سے ریل پر تھسلی کے اندرونی مقامات کو گئیں۔ ایتھنز سے سرحد کو جو خشکی کا راستہ جاتا ہے۔ وہ طویل ہونے کے علاوہ ناقص بھی بہت ہے۔ اگر سمندری رستہ کھلا نہ ہوتا تو یونانی بمشکل فوجیں فراہم کر سکتے۔ اس سے آسٹریا کی تجویز کی جو اوسنے مارچ ۱۸۹۷ء میں وولو اور پائرس کی بحری محاصرہ کیلئے پیش کی تھی۔ کمال معقولیت بالبداہت واضح ہو رہی ہے اس محاصرہ سے یونانی اجتماع افواج سے بالکل معذور ہو جاتی اور بالفاظ دیگر کوئی محاربہ ظہور میں نہ آتا۔ اور اس سے بڑھکر یونان کے حق میں کوئی بھی ہمدردی اور مہربانی نہیں ہوسکتی تھی۔ بنابریں ریڈیکل فریق اور حامیان یونان کی اوس خفیف سی تحریک کے خوف سے جو انگلستان میں برپا ہوگئی تھی۔ انگریزی گورنمنٹ کا محاصرہ کی شرکت کو منظور نکرنا نہایت ہی قابل افسوس امر ہے۔

دونو افواج کی جمعیت

افتتاح محاربہ پر تھسلی اور اپائرس کی سرحد پر تقریباً ایک لاکھ تیس ہزار عثمانیہ اور نوے ہزار یونانی فوج جمع تھی۔ تمام عثمانیہ فوج کا سپہ سالار ادہم پاشا تھا جسکا ہیڈ کوارٹر ۲۵ اپریل تک الاصونا میں رہا۔ فوج مقیمہ اپائرس رشتہ مواصلت میں طبعی رکاوٹوں کے حایل ہونیکی وجہ سے اسیطرح سے ادہم پاشا کی کمان سے باہر تھی اوسکے اعلے کمانڈر احمد حفظی پاشا اور مصطفے تھے۔ اول الذکر کا ہیڈ کوارٹر یانینا کے مشہور قدیمی قلعہ میں اور آخر الذکر کا بمقام لوروس تھا۔

لڑائی شروع ہونیکے وقت براہ راست ادہم پاشا کے زیر کمان جملہ اقسام کی نوے ہزار فوج تھی۔ جو حمدی حقی۔ نشاط۔ خیری ممدوح۔ اور حیدر پاشا کے ماتحت چھ ڈویژنوں میں منقسم تھی۔ یونانی افواج مقیمہ تھسلی کا نام نہاد سپہ سالار ولیعہد تھا۔ اسکے

زیر کمان معہ الدولہ پاشا کے دریانی ملا ئیں تخمیناً ستر ہزار فوج تھی جسکا حصہ کثیر لاریسا کے شمال میں ٹرناووس اور درہ ملوناکی درمیان مقیم تھا۔ اور کوہی سرحد کی برابر بھی دائیں بائیں دونوطرف زبردست دستے متعین تھے مغربی علاقہ کے ہیڈکوارٹر آرتا میں کرنیل مانوس کی زیر کمان ۱۵ ہزار فوج تھی۔

باقاعدہ محاربہ ۱۷ اپریل کو شروع ہوا جس تاریخ سلطان المعظم اور انکی گورنمنٹ نے بالآخر اعلان جنگ کا فیصلہ کر لیا لیکن اس سے پیشتر کئی ہفتہ پہلے بیقاعدہ اور متفرق لڑائی ہو رہی تھی۔ یونانی بیقاعدہ فوج نے ترکی علاقہ پر بالخصوص گریوینا او نیز پریوس کیطرف کئی مستعدانہ یورشیں کی تھیں اول الذکر مقام کیطرف جو دھاوا کیا گیا اسمیں یونانی باقاعدہ فوج کی پشتیبان افسر کمانڈر تھے اور آخر الذکر مقام کی یورش میں بیشمار باقاعدہ فوج کے سپاہی بھی شامل تھے ان یورشوں سے ترکی کو جو اشتعال دلایا گیا وہ حد برداشت سے متجاوز تھا۔ اور اسمیں کسیکو کلام نہیں ہو سکتا کہ سلطان المعظم اعلان جنگ میں بالکل حق بجانب تھے۔

ان یورشوں کے متعلقہ حالات نہایت عجیب اور قابل تحریر ہیں معتبر انگریزی نامہ نگار ان یورشوں کے وقت یونانی فوجوں میں موجود تھے اور انکی تحریر کردہ حالات کی صداقت پر کسیکو شبہ نہیں ہو سکتا۔ ۹ اپریل کو تخمیناً دو ہزار بیقاعدہ سپاہیوں کی جماعت دو لو فرسالہ تریکالہ ریلوے لائن کے انتہائی سٹیشن کالاباکا کے قریب مقام کولس کوس میں جمع ہوئی اس جماعت کو ایم گیمیو کی براہ راست نگرانی میں انھیں کی ہتیاریاں مرتب کیا۔ یہ پہلا مانس سکندریہ کے ایک انگریزی بنک کی یونانی شاخ کا منیجر اور خفیہ انجمن کا سر برآوردہ رکن تھا۔ اتنظام اس یورش کی تیاری کا سب کو علم تھا اور چندہ وہ لیگئی تھیں کہ اُس کی کامیابی یا ناکامی کے متعلق وہاں بحث ہوتی رہی شرکاء مہم بالعموم ریزرو فوج کے آدمی تھے اور ٹھیک اسی قسم کی رائفلوں اور سنگینوں سے مسلح کئے گئے تھے جو یونانی فوج استعمال کرتی تھی ہر ایک فرد کے سینہ پر ایک نشان چسپاں تھا جس پر انھیں کی ہتیار یا کے پہلے دو حروف اے ای منقوش تھے۔ انکی کمانڈر دو پنشن یافتہ فوجی افسر میسمیان میلوناس کیپا یوس تھے جنکی ماتحت مشہور قزاق سرغنہ دیولیس ماس اور مکریس کے علاوہ ور بہی کئی سرغنہ ڈکیت تھے مگر یہ مقام بالٹی میں قتل ہو گیا روانگی سے پہلے ایک یونانی پادری نے انکی فتح و نصرت کیلئے دعا مانگی۔ اور سب نے آمین کہی پہر یہ اشقیا تین دستوں میں منقسم ہو کر گریوینا کو فتح اور تھسلی و اپائرس کی ترکی افواج کا باہمی رشتہ مواصلت کو منقطع کرنیکے عزم سے کرانیہ کے قریب سرحد سے گذرے۔ کرانیہ سرحد سے پانچ میل اور اہم ترکی موقع متزوود (میٹزوو) سے بجانب شمال مشرق تیرہ میل کے فاصلہ پر ہے گریوینا کرانیہ سے بجانب شمال مشرق ۹ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہ ضلع کا صدر شہر اور بشپ کا مسکن ہے۔ وہاں زیادہ تر ولیشی آباد ہیں۔

گریوینا پر یورش یورش کنندگان بانسانچ مقدونیا و اپائرس کو یکسر علم بغاوت بلند کر دینے کیلئے تحریری اعلان اور اشتہار بھیجے ہوئے تھے۔ مگر باشندوں نے اونکی کچھ پرواہ نکی تھی شروع شروع میں اشقیوں کو بیقدر جزوی کامیابی ہوئی۔ انہوں نے تین یا چار چھوٹی چھوٹی ترکی گڑھیاں فتح کر لیں اور آٹھ ترکی سپاہیوں کو شہید کرکے اسیقدر گرفتار کر لیئے اسکے بعد موضع بالٹی میں جہاں عثمانیہ نظام کی ایک کمپنی مقیم تھی حملہ کیا۔ اور اوسکی کمانڈر لفٹنٹ کو ہتھیار رکھدینے کا پیغام بھیجا! اوسنے صاف انکار کرکے جواب دیا "میں اور میرے سپاہی اطاعت گزینی پر اپنے فرائض کی تعمیل میں ہلاک ہونیکو ہزار گونہ ترجیح دیتے ہیں" ایک شبانہ روز تک شنبہ یعنی ۱۰ اپریل کی رات تک یورشیوں کے تمام حملوں کو کامیابی سے پسپا کرتے رہے بعد ازاں خفیف سے نقصان کے ساتھ پیچھے ہٹ گئی۔ ان بیقاعدہ یونانی سپاہیوں کے کیمپ سے ڈیلی کرانیکل کے ایک نامہ نگار نے بتاریخ ۱۱ اپریل حسب ذیل تار ارسال کیا :-

"شنبہ کو علے الصبح برف پر سے گذر کر میدان کارزار کو گیا فوجی چوکی ایک بے حیثیت سے گاؤں کے وسط میں واقع ہے بیقاعدہ سپاہی اوسکے گرد غیر منتظم دستوں میں منقسم ہو چکر لگا رہے اور گولہ باری آتشباری کر رہے تھے۔ مگر بظاہر اس آتشباری کا کوئی اثر نظر نہیں آتا تھا۔ میں وہ پہر کو ٹھیرنے کیلئے واپس گیا۔ اوس وقت تک ترک اپنے موقعہ پر قائم تھے مگر اونکی گولیاں سروں کے اوپر سے گذر رہی تھیں اسوقت تک ۸ ترک غالباً اسیر کر لیئے گئے ہونگے۔ یونانیوں کا خیال ہے کہ کل علاقہ ترکوں کے برخلاف عام تحریک پھیل رہی ہے۔ میرے خیال میں سرغنہ مقررین سمیت اس لڑائی میں کل چھ یونانی قتل ہوئے البتہ زخمی بہت ہوئے"۔

ترکی کمپنی کی پسپائی پر حملہ آوروں کا بڑا دستہ چند میل اور آگے بڑھا۔ مگر حقی پاشا کی افواج اونکے گرد حلقہ ڈالے چلی آتی تھیں جس سے اونکی مراجعت کیلئے راستہ

ق بجانب ہی نہیں۔ بلکہ ایسا کرنا اشد ضروری ہو گیا تھا۔ ایک انگریزی نامہ نگار بیان ہے کہ اگر ترکی گورنمنٹ صرف چند دنوں کا اور توقف کرتی تو صورت حال سخت نازک ہو جاتی اور بلغانی عیسائی منصوبہ علانیہ بغاوت کر دیتے۔ جنکی امنگوں کو اعلان جنگ نے زیادہ ابھرنے کا موقعہ نہ دیا اور جسقدر ابھر چکی تھیں وہ ترکی فتوحات

بند ہو جانیکا خطرہ حادث ہو اتہا۔ سیف الدین پاشا عثمانیہ فوج کا مستعد ترین سٹاف افسر خوب ہوشیاری سے کام کر رہا تہا۔ بوغازی بین کی فوج اور یورشیوں میں خفیف سی لڑائی ہوئی جسمیں ملٹری نامہ نگار ٹائمز نے شامل ہوا۔ سرن کی چہیتی پلٹن نے جو اسلام پاشا کی زیر کمان تہی حملہ آوروں کو شکست دیکر پسپا کر دیا۔ اور انکا حصہ کثیر ڈیرہ سو سے زیادہ آدمی کہو کر جہانتک اونکی ٹانگوں میں ہمت تہی سر پٹ دوڑتا ہوا یونانی علاقہ کو بہاگ آیا۔ حملہ کنندگان میں ۶ شخص اطالین تہے جو اٹلی کی پارلیمنٹ کے مشہور سوشلسٹ ممبر المکاسپری آرکی زیر کمان تہے۔ جنوبی اٹلی کے گرم علاقہ کے رہنے والے ان فوجیوں کے کمزور جسم سردی اور جاڑے کی زیادہ برداشت نکر سکے۔ ابہی تک زمین برف سے ڈہنپی ہوئی تہی۔ انمیں سے اہم افسر اپنے لشکر سے پہلے اپنی جماعت سے جدا ہو کر بحال خستہ و تباہ کالا باکا کو ہٹ گئے۔

یونانیوں کی تعلی بازی کہ ایتہنیکی ہیٹیاریا کی پہلی مہم کا یہ ذلت بخش حشر ہوا جو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ مگر شروع شروع میں حملہ کنندگان نے جو تار ایتہنز روانہ کئے انمیں حسب معمول خوب تعلی اور شیخی کی گئی۔ انمیں بتایا گیا کہ ایک سالم ترکی پلٹن ٹکڑے ٹکڑے کر دیگئی ہے۔ گریونا فتح کر لیا گیا ہے۔ اور ترکی افواج کے درمیان یونانیوں نے ایکطرح گہسکر انہیں دو جدا جدا حصوں میں کر دیا ہے۔ ایک یونانی اخبار نے اڑانے کو یہ مضحکہ خیز شیخی بگہاری۔ "پانسہ پہینکا جاچکا ہے۔ ابتدا شروع ہو گئی ہے۔ اور کامیابی کے ساتھ شروع ہوئی ہے۔ سفارت نامہ پیام رسل و رسایل مصالحت آمیز خط و کتابت مشترکہ مراسلات اور حمایت سب کا خاتمہ ہو گیا۔ ایفل کی فصیح آواز نے بولنا شروع کر دیا جس آواز کو لازمی طور پر سب خوبکاں دیکر سنینگے"

مگر یہ سب رپورٹیں از سر تا پا جہوٹی اور فریب دہ تہیں۔ چنانچہ جب ایتہنز میں اصل حقیقت و صداقت معلوم ہوئی تو جیسی اونکے موصول ہونے پر بیاندازہ خوشیاں منائی گئی تہیں اوسی نسبت سے لوگوں کی طبیعتیں بجہ گئیں۔ ٹائمز کے نامہ نگار نے بتاریخ ۱۵ اپریل اسکی متعلق حسب ذیل تحریر کیا۔ مقدونیہ کی ہلی یورش کی ناکامی سے عام برہمی اور برافروختگی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اور ریز اپسمین تو تو میں میں اور شکایات بالمقابل کے دفتر کہل گئے ہیں۔ اتہنکی ہیٹیاریا گورنمنٹ کو مطعون کر رہی ہے اور گورنمنٹ اوسکو سر الزام تہوپ رہی ہے۔ انجمن مذکور کو مطلق یہ امید تہی کہ اسکی تیار کردہ جماعت کو باقاعدہ فوج سے مدد ملیگی اور اسطرح باضابطہ محاربہ جلد وقوع میں آجائیگا۔ بعض اخبارات کل حکام کے برخلاف بڑی سختی کے ساتھ زہر اگل رہے ہیں۔ اونکا بیان ہے کہ شاہی دربار اور گورنمنٹ میں ایک دوسرے کیطرف سے بے اعتباری پہیل رہی ہے اور کہ قوم اپنی ضرورتیں بہی خود جانتی ہے۔ مگر اوسکے حکمران متذبذب اور نامستقل مزاج ہیں۔ وہ کوئی امر قائم نہیں کر سکتے۔ یہ اخبارات حیران ہو کر دریافت کر رہے ہیں کہ کیسطرح ممکن ہے کہ ان یونانی گہر چلنے پر واپس پہنچنے پر مجبور ہو جائیں اور یونانی فوج اونکی کوئی مدد نکرے۔ اخبارات کے لب و لہجہ میں ایک مایوسانہ انداز پایا جاتا ہے۔ مگر محاربہ کیلئے بدستور شور و غل برپا ہے۔ اسمیں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

ایم ڈیلیانیس یونانی وزیر اعظم نے یورش میں باقاعدہ فوج کے افسروں یا سپاہیوں کی موجودگی سے انکار کیا۔ اور ایمسکو آر نے تو الٹا یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ابتدا کرنے والے ترک تہے۔ برعکس ازیں عام روایت ہے کہ خود یونانی کمانڈر نے ادہم پاشا کو یورش کی اطلاع دیکر کہلا بہیجا تہا کہ آپ اوسکا انسداد کر لیں۔ ہم اوسے روکنے سے عاجز ہیں۔

یورش گریونا کے ساتہہ ہی اور بہی کئی یورشیں یونانیوں نے ترکی قلمرو میں کیں۔ ۱۴ اپریل کے ڈیلی کرانیکل کے بیانات کے مطابق یونانیوں نے حسب ذیل حملے کئے (اول) دریائے آرٹا سے گذر کر اپارس پر۔ اسمیں کئی ہزار یونانیوں نے یانینا کیطرف پیشقدمی کی (۲) بالٹی موں پر حملہ جسکے حالات اوپر درج ہو چکے ہیں۔ (۳) ڈسکاٹا پر جو ٹرناوس سے بجانب شمال مغرب ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ چوتہی یورش جہیل نیزروس سے جو وادی ٹمپہ کے شمال میں واقع ہے۔ مشرقی علاقہ پر کیگئی۔ بالٹی موں والی یورش کے سوائے اور کسی یورش سے قابل ذکر نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ نہ اونکے قابل اعتبار تفصیلی حالات معلوم ہو سکے ہیں۔

ان بیقاعدہ حملوں سے ٹرکی میں سخت ناراضگی پہیلگئی۔ اور بابعالی نے انکے متعلق ایک باضابطہ شکایتی مراسلہ

دول عظام کو روانہ کیا۔ مگر سلطان المعظم لڑائی کرنیکو سخت ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۲ اپریل کو معاملہ رفت گذشت ہوگیا۔ اکثر یورپین اخبارات کی بدستور یہی رائے رہی کہ معاملہ بصلح طے ہوجائیگا۔ بہت تھوڑوں کا یہ خیال تھا کہ یہ تنازعہ باضابطہ محاربہ پر ختم ہوگا۔ کونٹ گولوچوسکی اون لوگوں میں شامل تھا جو آخر الذکر رائے رکھتے تھے۔ لیکن انگلستان والوں کو لڑائی کی ایسی کم توقع تھی کہ [illegible] کی دوسری خبر [illegible] نامہ نگار بھیجا گیا تھا [illegible] کیمپ میں موجود تھے [illegible] قابل نامہ نگار مسٹر [illegible]۔ اسی کیوین اپریل کے شروع میں ادہم پاشا کے ہیڈکوارٹر میں پہونچا۔ کرینہ کی یورش کی خبر سنکر منیو بلا توقف مزید میدان کارزار کو جانیکا عزم کرلیا۔ اور ۱۴ اپریل کو اپنے ملک سے روانہ ہوگیا۔

محاربہ کے تین دور ترکی محاربہ تھسلی کیا بلحاظ زمانہ اور کیا بلحاظ میدان کارزار کی طبعی بناوٹ اور جغرافی حیثیت کے تین دوروں میں منقسم ہے۔ پہلا دور اعلان جنگ اور اون معرکوں پر مشتمل ہے جو سرحدی کراول پر حد فاصل پہاڑوں کے قبضہ کے لیے ہوئے۔ یہ دور ۱۶ اپریل روز جمعہ سے شروع ہوکر جمعرات ۲۲ اپریل کو ختم ہوا۔ جبکہ تمام ترکی کالموں نے یونانیوں کو کوہستانی دروں سے نکال کر تھسلوی میدان کے دامن پر اپنے قدم جمالیئے۔

دوسرا دور یا زمانہ ماتی۔ ولیلر کی لڑائیوں اور درہ ریوینی کی تسخیر پر جو قبضہ ٹرناووس ولاریسا کا باعث ہوئیں مشتمل ہے اور ولسٹینو کی پہلی لڑائی بھی اسی میں شامل ہے۔ یہ ۲۳ اپریل جمعہ سے شروع ہوکر ۴ مئی سہ شنبہ کو ختم ہوتا ہے۔ اس عرصہ میں ادہم پاشا کو پہلو میدان میں یونانی فوج کی قوت مدافعت کو قطعی طور پر پامال کرکے دار الخلافہ اور تھسلی کے کل شمالی نصف پر قبضہ و تصرف کرلیا۔ اور یونانی افواج بزودی تمام ولسٹینو۔ فرسالہ۔ ڈومکالہ کی لاین کو ہٹ گئیں جہاں انہیں مورچہ بند ہوجانے دیا گیا۔ ادہم پاشا تسخیر لاریسہ یعنی ۲۵ اپریل روز یکشنبہ سے لیکر بدھ ۵ مئی تک جبکہ انہوں نے یونانیوں کی تمام جدید لاین پر حملہ کیا عملی طور پر بیکار رہے۔ ۳۰ اپریل کو بروز جمعہ حقی پاشا نے ولسٹینو پر جو ناکام حملہ کیا۔ وہ مشیر کی خلاف مرضی وقوع میں آیا تھا۔ مشیر کا مدعا صرف یہ تھا کہ یونانی پوزیشن کی دیکھ بھال اور استکشاف کیجائے۔ مگر یہ دیکھ بھال خونریز و جانگداز معرکہ آرائی تک طول پکڑ گئی۔ یہ درست ہے کہ ترکوں کا گولہ بارود بہت کچھ خرچ ہوگیا تھا۔ اور دیگر ذخایر کے جمع کرنے میں بھی بہت دقتیں درپیش رہی تہیں۔ لیکن ان سب باتوں کے لحاظ کے بعد بھی میری رائے میں دس دن کا توقف بہت ہی زیادہ تھا۔

تیسرا دور محاربہ کے باقیماندہ حصہ پر مشتمل ہے جو ۵ مئی سے شروع ہوکر ۱۷ مئی کو ختم ہوا۔ جس عرصہ میں ولسٹینو۔ فرسالوس اور ڈوموکوس کے معرکوں سے یونانی کل جنوبی تھسلی سے نکال دیئے گئے۔ سب سے زیادہ اور جانگداز لڑائیاں اسی دور میں ہوئیں۔ اور اسی میں ترکوں کو سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ ولسٹینو اور فرسالوس کی لڑائیوں میں اونکے اتنے شہید اور مجروح ہوئے کہ اسقدر باقی کل محاربہ میں نہوئے۔ ان معرکوں میں یونانیوں کا بھی بہت نقصان ہوا۔

ترکوں کی پوزیشن لڑائی شروع ہونیکے وقت چھ ترکی ڈویزن جنمیں تخمیناً نوے ہزار آدمی تھے۔ سرحد پر یا سرحد کے قریب موجود تھے۔ پہلا ڈویزن خیری پاشا کے زیر کمان ڈومینک میں۔ دوسرا

نشاط پاشا کے زیر کمان سکوپیا میں سوئم چہارم ممدوح وحید پاشا کے زیر کمان الاصونا میں۔ پانچواں حقی پاشا کے ماتحت سکوپیہ کے مغرب میں بمقام ڈسکاٹا اور چھٹا حمدی پاشا کے زیر کمان لیٹوقر میں تھا۔ علاوہ بریں فوج سواران کا ایک کمزور ڈویزن سلیمان پاشا کے زیر کمان بمقام ہرمانلی اور بارہ باتریوں کا ڈویزن توپخانہ رضا پاشا کے زیر کمان الاصونا پہونچا۔ ایک آٹھواں ڈویزن بھی محاربہ کے ختم ہونے سے چند دن پہلے وہاں جمع کر دیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ اور دس ہزار آدمیوں کا ایک اور دستہ ہلام پاشا کے ماتحت ڈسکاٹا میں متعین کیا گیا تھا۔ دو ڈویزن حفظی پاشا اور مصطفے پاشا کے زیر کمان اپائرس میں تھے انمیں تیس ہزار کے قریب فوج تھی۔

تمام ترکی فوج پیدل مارٹنی ہنری رایفل اور لمبی سنگین سے جو نہایت ہی کار آمد ہتھیار ہے مسلح تھی۔ صرف نشاط پاشا کے (دوم) ڈویزن کا ایک بریگیڈ نئی ماسر رایفل سے مسلح تھا۔ اس بریگیڈ کو ڈوموکوس کی لڑائی میں بہت نقصان پہونچا۔ ساتویں اور آٹھویں ڈویزن بھی جو بعد میں فراہم ہونیکی وجہہ سے شریک کارزار نہ ہوئے ماسر رایفل رکھتی تھی۔ یونیفارم (وردی) نیلگون چھوٹا کوٹ و پتلون و سرخ فیس تھی۔ پاؤں میں چمڑی کی بنی ہوئی جوتیاں تھیں۔ جو وردیاں میں نے دیکھیں اونمیں سے اکثر بوسیدہ اور کہن سال تھیں۔ چنانچہ محاربہ کے آخری دنوں میں سپاہی بالعموم یونانی وردیوں کے مختلف حصے جو انہیں غنیمت میں ملی تھیں استعمال کرتے رہے۔ البانویوں کے سر پر سفید رنگ کی فیس تھی۔ جو سر پر خوب جمکر بیٹھتی ہے۔ گران کوٹ عام تھے۔ مگر ہر ایک سپاہی کے پاس نہ تھے۔ ہر ایک سپاہی کے پاس کندھے پر ڈالنے والی کارتوسوں کی پیٹی اور ٹین کی بوتل پانی رکھنے کے لیئے تھی۔ اپنا دیگر سامان سپاہی حسب پسند وضع میں پیٹھ پر رکھتے تھے۔

اس ترکی فوج کا بہت ہی تہوڑا حصہ نظام یعنی کارکن فوج باقاعدہ سے تعلق رکھتا تھا۔ تین چوتھائی ردیف یعنی ریزرو فوج کے سپاہی تھے جنکی عمریں ۲۵ اور پچاس کے درمیان تھیں۔ زیادہ تر تیس اور چالیس برس کے درمیان عمر رکھتے تھے۔ یہہ ردیفی سپاہی نہایت مضبوط۔ خوب تنا ور اور کمال جفاکش دیہقانی لوگ تھے۔ جو تھکنے کا نام نجانتے تھے۔ اور بیماری بھی شاذو نادر اونپر غالب آسکتی تھی۔ البانوی آٹھ دس ہزار کے درمیان تھے مجھے جسقدر ترکی پلٹنوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ وہ علاقہ وار تقسیم کے اصول پر بھرتی کیگئی ہوئی تھیں۔ اور جس جس قصبہ یا ضلع سے آئی تھیں اوسی کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ عساکر عثمانیہ میں ہمنے بیشمار پلٹنیں نہایت شاندار دیکھیں۔ مگر طرابزونی پلٹن خاص طور پر قابل تذکرہ ہے اوسکے سپاہیوں کو دیکھکر طبیعت کو خالص فرحت ہوتی تھی۔ وہ ہماری گرینیڈیر گارڈ پلٹن کے سپاہیوں ایسے طویل القامت اور مضبوط جسم تھے۔ البتہ جفاکشی میں تو اونسے بدرجہا زیادہ فایق تھے۔

عثمانیہ کیولری کی فوج کیولری تعداد میں بہت تہوڑی مگر اوصاف اور خوبیوں میں بینظیر تھی۔ اسکے تمام آدمی طویل القامت۔ شہ زور اور عمدہ شہسوار تھے گھوڑے دیکھنے میں پست قامت اور لاغر اندام مگر بلا کے جفاکش۔ ثابت قدم۔ اور مضبوط۔ اونکے قد چودہ پندرہ مٹھیوں کے درمیان تھے۔ انمیں عربی خون کی بکثرت آمیزش

تھی مجنت شاقہ کو انہوں نے ہفتوں بلکہ مہینوں تک بلا تکلف برداشت کیا۔ اوس سے انگریزی گھوڑے چند دنوں میں ہی راہی ملک عدم ہو جاتے۔ یونانیوں کو خیال تھا کہ ترکی کیولری چرکسوں سے مرکب ہے۔ کیونکہ سواروں کے سر پر سیاہ رنگ بری کی کھال کی ٹوپیاں یا قلپیا قین تھیں۔ اور اس خیال کیوجہ سے اُنکے دلوں میں ترکی سواروں کی سخت دہشت بیٹھ گئی ہوئی تھی۔ لیکن درحقیقت چوتھائی سواروں سے زیادہ چرکس نہ تھے۔ سواروں کے پاس لمبی تلوار۔ رائفل اور کندھے پر ڈالنے والی کارتوس پیٹی تھی۔ اور وردی یہ تھی۔ چھوٹا کوٹ پتلون۔ اور لمبے بوٹ۔ اونکی زینیں پُرانی طرز کی اور چوبین تھیں اور رکابیں عموماً عجیب و غریب طرز و وضع کی مشرقی فیشن کی بڑی بڑی۔

ترکی توپخانہ نہایت عمدہ تھا۔ توپیں ۳۔ انچ قطر کی کرپ اور بارہ پونڈ وزنی گولہ چلانے والی تھیں۔ خود توپیں۔ اور اونکی متعلقہ گاڑیاں بہت اچھی حالت میں تھیں۔ گھوڑے خوب مضبوط اور دیوقامت تھے۔ فی باتری چھ توپیں ساٹھ گھوڑے اور اسی آدمی تھے۔ مگر ترکی توپخانہ نے محاربہ میں قابل تعریف قادر اندازی نہ دکھائی۔ بقول مسٹر بگھم افسر کافی تربیت یافتہ اور گولہ اندازی بخوبی ماہر نہ تھے۔ مسٹر موصوف یونانی توپ خانہ کی نسبت عمدہ رائے رکھتے ہیں۔ مگر جب تک میں میدان کارزار میں رہا۔ بلکہ اوسکے بعد بھی یونانی توپخانہ کی کارگذاری بہت ردی رہی تھی۔ اپنی توپخانہ کی تین باتریاں (نو پونڈر توپوں کی) کیولری ڈویزن کے ساتھ تھیں۔ اور تین باتریاں کوہی توپوں کی خچروں پر تھیں۔ توپخانہ کا افسر اعلےٰ رضا پاشا کو اعلےٰ تربیت یافتہ۔ نہایت ذہین و مستعد اور اول درجہ کا لایق افسر تھا۔ مگر توپخانہ نے بہت کم عملی و مفید کام کیا۔ فوج کا دستہ انجنیران چنداں مضبوط اور قابل نہ تھا طبی سٹاف اور انتظام شفاخانہ۔ جہانتک مجھے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اچھا تھا۔ جسقدر سرجن اور ڈاکٹر میں نے دیکھے وہ قابل اور دلی شوق سے کام کرنیوالے آدمی تھے۔ اور آلات جراحی خیمون۔ اور ادویات مسکنہ کا ذخیرہ کافی تھا۔ لیکن ویلسٹینو کی دوسری لڑائی اور معرکہ ڈوموکوس میں سامان ناکافی پایا گیا تھا۔

ترکی فوج کا جنرل اسٹاف (ارکان حرب) عمدہ تھا۔ اکثر قابلترین افسر جرمنی میں تعلیم و تربیت پائے ہوئے تھے۔ اور جرمن یو فرانسیسی بلا تکلف بول سکتے تھے۔ وہ تیز فہم۔ مستعد۔ باہنر۔ اور محب وطن جنٹلمین تھے۔ دنیا میں کوئی ایسی فوج نہین جو اونکی موجودگی کو باعث فخر نہ سمجھے۔ جرنیلان ڈویزن عموماً کم لیاقت تھے۔ اور اونکی سٹاف بھی ویسے اچھے نہ تھے جیسے کہ ہونے چاہئیں تھے۔

یونانی فوج یونانی فوج تعداد میں ترکی فوج کی دو ثلث تھی۔ تھسلی و اپائرس میں کسیوقت نوے ہزار سے زیادہ یونانی فوج جمع نہوئی۔ یونانی فوج پیدل فرانسیسی ساخت کی گراس رائفل سے مسلح تھی۔ اونکی وردی یہ تھی۔ نیلگون چھوٹا کوٹ۔ کشادہ پتلون۔ اور فرانسیسی طرز کی ٹوپی۔ فوج نظام کا حصہ کثیر پست قامت۔ نحیف الجثہ اور شجاعت و استقلال سے بالکل معرا تھا۔ اوزوتی (کوہستانی) گھاگرہ پلٹن کیطرح ایک قسم کا گندہ دار گھاگھرہ پہنتے ہیں اور انکی ٹوپی ترکی فس سے بہت ملتی جلتی ہے۔ انمیں سے بعض خوبصورت جوان اور بلا کی قادر اندازی تھی کئی موقعوں پر

بالخصوص ملونا۔ ولسٹینو اور فرسالہ میں یہہ لوگ خوب لڑے۔ باقی تو بزدل محض تھی۔ ترک ابھی چہہ سو گز کے فاصلہ پر ہوتے کہ یونانیوں کا حصہ کثیر یکبارگی پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا۔

یونانی توپخانہ تعداد میں کم مگر یوں اچھا تبایا جاتا تھا۔ توپیں کرپ اور افسر خاصے تربیت یافتہ تھے۔ فوج کیولری نہ ہونیکے برابر تھی۔ ٹرانسپورٹ اور رسد رسانی کا انتظام بالکل ناقص۔ اور سامان حرب بھیجنے ذخیروں میں بالکل ناکافی تھا۔ ملکی فوج کے علاوہ تقریباً پانچ سو ضمنی مجاہدین کا ایک دستہ تھا۔ جسمیں زیادہ تر اطالین اور انگریز تھے۔ اکثر اطالینز کا رویہ شروع شروع میں تو نہایت بزدلانہ رہا۔ مگر مشق و مہارت سے اونکی حالت بعد میں بہت سنور گئی۔ انگریز مجاہدین نے معقول شجاعت و متانت دکھائی۔ بیقاعدہ افواج جنکو اتھینکی ہٹیاریا نے مرتب کیا تھا۔ محض درد سر اور الٹی کمزوری کا موجب تھیں۔ وہ جسطرح شیخیاں بگھارنے اور تعلی کر لینے میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ اوسیطرح میدان مصاف سے پیٹھ موڑنے میں سب سے پہلے رہتے تھے۔ اونکی یہہ خاصیت ایسی عام مشہور ہوگئی تھی کہ جو جنگی نامہ نگار یونانی فوج کے ساتھ تھے۔ وہ جسوقت ان بیقاعدہ سپاہیوں کو مصافی صف سے پیچھے ہٹتے دیکھتے تو اوسیوقت سمجھہ جاتے کہ لڑائی کا اختتام اب قریب ہے۔ اعلےٰ یونانی افسروں میں سے صرف جنرل سمولنسکی نے نمایاں کارگذاری دکھائی۔ عام مطعون کرنیل مانوس کو اگر اتھنز سے کافی کمک پہونچتی رہتی تو غالباً وہ بھی اچھی کارگذاری دکھا سکتا۔

ترکی فوج کے متعلق مندرجہ ذیل اعداد و شمار مینے مسٹر کلارک بوکہم کی قابل تعریف مختصر سی کتاب سے اخذ کیے ہیں۔ مسٹر موصوف کے بیان کے مطابق ایک ترکی ڈویژن میں تخمیناً ساڑھے بارہ ہزار آدمی یا چھہ چھہ ہزار آدمیوں کے دو دو برگیڈ ہوتے ہیں۔ ہر برگیڈ میں تین تین ہزار آدمیوں کی دو دو رجمنٹیں اور ہر رجمنٹ میں ساڑھے سات سات سو آدمیوں کی چار پلٹنیں اور ہر پلٹن میں چار چار کمپنیاں ہوتی ہیں۔ مزید براں ہر ڈویژن میں ۱۲۰ سواروں کا ایک رسالہ۔ تین باتریاں (فی باتری چہہ توپیں واسی آدمی) اور تخمیناً اکیسو چالیس غیر مصاف کنندگان ہوتے ہیں۔ کیولری رجمنٹ میں ایکہزار سوار یا دو دو سو سواروں کے پانچ رسالہ ہوتے ہیں اور ایک آرٹلری پلٹن میں تین باتریاں یا اٹھارہ توپیں۔

ترکوں کی صحت ترکی فوج کا عجیب ترین خاصہ یہہ ہے کہ ترکی سپاہیوں کی صحت بالعموم نہایت اچھی رہتی ہے وہ ایسی آبادی سے لیئے جاتے ہیں جو جنگی کاموں کیلیئے دنیا بھر میں بہترین ہے۔ وہ یورپ اور ایشیاء کے عثمانی دہقانوں سے جو سادگی و رسلامت روی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ بھرتی کئے جاتے ہیں۔ وہ محض سادہ روٹی اور صاف پانی پر پرورش پاتے ہیں۔ مخمرات و منشیات کو کبھی چھوتے تک نہیں۔ اور گوشت بھی کم کھاتے ہیں۔ اس سادگی غذا کے علاوہ وہ کھلے علاقوں اور عمدہ آب و ہوا میں رہتے ہیں۔ شہروں کی غلیظ اور مضر آب و ہوا سے اونہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ ان بواعث سے ترکی دہقان کی جسمانی ترکیب و بناوٹ ایسی مضبوط ہو جاتی ہے کہ تکان یا بیماری اوسپر کوئی اثر نہیں کرسکتی۔ اور وہ قلیل ترین خوراک پر رستمانہ کارنامے دکھا سکتا ہے۔ امراض متعدی و

تناسلی اور ایسے خطرناک نتایج مابعد کا ترکوں میں نام و نشان نہیں پایا جاتا۔

ترکوں کی شجاعت و ثابت قدمی

شجاعت ترکوں کا قومی و موروثی خاصہ ہی نہیں، مذہبی شعار بھی ہے۔ وہ نسلاً بعد نسلٍ اُن جوانمردوں کی پشت سے چلے آتے ہیں جو خوف یا دشمن کے مقابلہ سے موںھ پھیرنے کا نام تک بھی نہ جانتے تھے۔ عثمانی ماں کے شکم سے ہی جدی حمیت و بسالت ساتھ لیکر پیدا ہوتا ہے۔ جس مادرزاد شجاعت کو اوسکے مذہب سے اور تقویت پہونچ جاتی ہے۔ اوسکا مذہب اوسے تعلیم دیتا ہے کہ جو عثمانی اپنے مذہب اور اپنے ملک کی حمایت میں لڑتا ہوا میدان جنگ میں شہید ہو۔ دامی آسایش و آرام اور خلد بریں اوسے اسکے معاوضہ میں ملتا ہے۔

محاربہ تھسلی کے دوران میں عساکر عثمانیہ کو معقول غذا ملتی رہی۔ بقول مسٹر بگھم اونہیں بریونجاول۔ شوربا۔ گوشت۔ اور سبز تنبا کو ملتا تھا۔ حدود کو جاتے ہوئے جو سپاہی بیماری سے ناقابل ہوئے۔ اونکی تعداد نصف فیصدی سے زیادہ نہ تھی یعنے دو سو میں سے صرف ایک بیمار ہوا۔ کل شفاخانے بالخصوص سالونیکا اور سرفجی کے ہسپتال نہایت پاکیزہ اور خوب آراستہ تھے۔ ڈاکٹر اور خدام بھی اعلے تربیت یافتہ اور بڑے محنتی آدمی تھے۔ سرالڈ گارونٹسٹ اور عثمانیہ بنک نے بنام شفاخانہ ہلال احمر جو شفاخانہ بھیجا۔ اوسنے نہایت عمدہ کام دیا۔ اور ترکی سپاہی بڑے شوق سے خود وہاں معالجہ کراتے رہے مختلف یورپین ممالک کی انجمنہائے صلیب احمر کیطرف سے بھی دونو فوجوں کے ساتھ شفاخانہ کہولدیئے گئے ہوئے تھے۔ جس صبر و تحمل سے ترکی مجروحین زخم و جراحت کی سخت سے سخت تکلیف اور درد کو برداشت کرتے تھے اوسے دیکھکر بلا مبالغہ حیرت ہوتی تھی۔ اجنبی شفاخانوں کے ڈاکٹروں نے اس مضمون کی سینکڑوں روئتیں اور واقعات شایع کیے ہیں کہ ترکی مجروح تکلیف دہ سے تکلیف دہ جراحی عمل کے وقت بھی اف نکرتے تھے۔ مسٹر بگھم عثمانیہ سپاہیوں کی شجاعت و بسالت پر حسب ذیل لکھتا ہے۔ مگر میری رائے میں اوسنے اس شجاعت کا باعث و موجب بتانے میں ٹھیک انصاف سے کام نہیں لیا۔

"رجمنٹی افسروں کے حصہ کثیر ہیں یا تو کم ثروت ترکی جنٹلمین ہیں۔ جو اگرچہ اپنے فن میں کوئی زیادہ قابل نہیں۔ مگر نہایت خوش اخلاق اور خاصے شجاع ہیں۔ اور زیادہ کہن سال۔ پختہ کار۔ اور قوی البنیان لوگ ہیں۔ جو تیس چالیس برس کی فوجی خدمت کے بعد سپاہی یا سارجنٹی کے درجہ سے بتدریج کپتانی اور میجری کے رتبہ پر فایز ہوئے ہیں۔ آخرالذکر کے خیالات اور اطوار اور طریقے ابتک سارجنٹوں ایسے ہیں۔ مگر اونکو اپنے سپاہیوں پر بڑا اقتدار حاصل ہے۔ اور شجاع و جفاکش تو ایسے ہیں کہ انکا کبھی درست اندازہ کرہی نہیں سکتے۔ بلکہ حق الامر یہ ہے کہ لفظ شجاعت کو ترکوں کیطرف منسوب ہی نہیں کیا جاسکتا جہانتک میں غور و فکر کرنے کے بعد سمجھہ سکا ہوں میری رائے میں ذہنی طور پر ترکوں میں خوف کو محسوس کرنے کی حس ہی موجود نہیں۔ اور وہ خطرہ کی کچھہ پرواہ ہی نہ سمجھتے اور نہ سمجھہ سکتے ہیں۔ برعکس اسکے البانوی اسبارہ میں بہت محتاط ہے۔ وہ حتی الامکان گولی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور پناہ و آڑ کے فوایدہ کو خوب سمجھتا ہے"

اعلان جنگ بتاریخ ۱۷ اپریل بروز شنبہ سلطان المعظم نے بمشورہ مجلس شوری یونانی یورشوں کیوجہ سے یونان کے برخلاف جنگ کا اعلان کردیا۔ پرنس ماورو کورڈاٹو یونانی سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو راہداری کے پروانے دیدیئے گئے۔ اور ترکی سفیر کو اتھنز سے بلایا گیا۔ یونانی رعایا مقیمہ ٹرکی کو عثمانیہ سرزمین سے چلے جانے کے لیئے چودہ دنوں کی مہلت دیدیگئی۔ اعلان جنگ کا فوری اور قریب ترین باعث وہ یورش ہوئی تھی جو ۱۶ اپریل کو یونانی باقاعدہ فوج نے ترکی قلمرو میں مقام قریہ پرکی۔ یہ موضع وادی ٹمپہ کے شمال میں جھیل نزیروس کے قریب سرحد سے تین یا چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ۱۷ اپریل کو فریقین میں یہاں باقاعدہ لڑائی ہوئی جسمیں حمدی پاشا کے ڈویزن کی بارہ پلٹنیں شریک ہوئیں۔ اور بالآخر یونانی پسپا کر دیئے گئے۔ درحقیقت ۹ اپریل کی یونانی یورش کے وقت سے ہی کل سرحد پر لڑائی جاری تھی۔

معرکہ ملونا اس لڑائی کے ختم ہوتے ہی تمام سرحد پر نائرہ حرب بیچارگی مشتعل ہوگیا۔ اور مشرق کیطرف ریوینہ سے لیکر جنوب مغرب میں ڈماسی سے پرے تک پچاس میل کی مسافت میں دونو فوجوں کے درمیان جا بجا معرکہ آرائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تقریباً ہر جگہہ یونانیوں نے پیشدستی کی۔ اور شروع شروع میں اونکو جزوی کامیابی بھی ہوئی۔ درہ ملونا میں جہاں لڑائی کا سب سے زیادہ زور رہا انہوں نے ترکی گڑہی کا احاطہ کرکے کل درہ پر قبضہ کرلیا۔ حتے کہ رات کے وقت اونکی دو پلٹنیں میدان میں بھی اتر آئیں۔ اور خود الاصونا کیطرف بڑہنے لگ گئیں۔ مگر اونکی پیشقدمی زیادہ دیر قایم نہ رہ سکی۔ چوتھی ڈویزن کے کمانڈر حیدر ادہم پاشا کے حسب ہدایت اونپر بجمعیت کثیر حملہ کرکے اونہیں پھر پہاڑی چوٹیوں کیطرف بہگا دیا۔ یہاں درہ کی چوٹی پر نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ ترکی فوج نے ترکی گڑہی سے جسکے پچاس آدمی شروع سے اب تک دشمن کا کمال مردانگی سے مقابلہ کرتے رہتے تھے۔ دشمن کا حلقہ اٹھا دیا۔ اوسکے بالمقابل جو یونانی گڑہی تھی اوسکا قبضہ چار دفعہ فریقین میں منتقل ہونیکے بعد قطعی طور پر ترکوں کے تصرف میں آیا۔ ملونا میں یونانی اچھی لڑے۔ وہاں عموماً اوزونی (کوہستانی) ترکوں کے مقابل تھے۔ جو باقی یونانی سپاہ سے قد و قامت اور شجاعت میں بہت فائق ہیں۔ ملونا میں یونانیوں پر فیصلہ کن حملہ ممدوح پاشا کے (سوم) ڈویزن نے درہ کی بائیں جانب کے کرارہ کی راہ برابر آگے بڑھ کر کیا۔ حافظ پاشا کے زیر کمان برگیڈ نے تین گڑہیاں جو خاص ملونا کی گڑہی سے بجانب جنوب مغرب تھیں بزور شمشیر فتح کیں۔

درہ ملونا کے معرکوں میں فریقین کا نقصان کثیر ہوا۔ ترک دو سو سے زیادہ شہید و مجروح اور یونانی کم از کم پانسو قتل و زخمی ہوئے۔ اتھنز میں ملونا کے مقتول و مجروح یونانیوں کی تعداد کا اندازہ ایک ہزار کا کیا گیا تھا۔ مگر اسکے ساتھ ہی ترکوں کا نقصان اس سے بھی زیادہ بتاتے تھے۔ شجاع و دلاور و بنبرد آزما۔ حافظ پاشا اسموقعہ پر اپنے برگیڈ کے آگے آگے جاتا ہوا شہید ہوا۔ ٹائمس کے نامہ نگار نے اس جوانمرد کی مردانہ موت کے حالات حسب ذیل تحریر کیئے۔ اس لڑائی کے مقتولین میں جنگ روم و روس کا ایک بہادر حافظ پاشا بھی شامل ہے۔ اسی برس کا پیر مرد ہونے کے باوجود اوسکا جوش

جوانوں سے بڑا ہوا تھا۔ وہ برہنہ سر اپنے سپاہیوں کو آگے آگے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا جب گولیاں سپاہیوں کے سروں سے گذرنے لگیں تو ارد لی نے عرض کیا "آپ گھوڑے سے نیچے اتر آئیں"۔ شیر دل حافظ نے جواب دیا "میں روسی محاربہ میں گھوڑے سے نہ اترا۔ اب کیوں اتروں؟ میری بچو پڑے ہی چلو" ایک منٹ بعد گولی اُسکے بائیں بازو پر لگی۔ جسپر چند لمحوں کے لیے اُسکا آسن اکھڑ گیا۔ اُسکے سٹاف نے پھر گھوڑے سے اُتر کر واپس چلے جانے کے لیے عرض کیا۔ مگر بے سود۔ چند منٹوں کے بعد ایک دوسری گولی نے دائیں بازو کو پارہ پارہ کر دیا۔ تیسری گولی پیام اجل تھی۔ وہ سپاہیوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے حوصلہ افزا فقرے کہہ رہا تھا کہ گولی عین حلق پر آلگی۔ اور رگ کی نس کو توڑ دیا۔ جس سے طائر روح فی الفور قفس عنصری سے پرواز کر گیا"۔

ڈیلی نیوز ایسا متعصب اخبار بھی اس بیاسی سالہ شجاع و جوانمرد کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اُسکے الفاظ حسب ذیل تھے "کیا شجاعت و بسالت کی کوئی کہانی اوس داستان سے بھی زیادہ موثر اور رقت انگیز ہو سکتی ہے جو آج صبح موصول ہوئی ہے۔ اور جسمیں بتایا گیا ہے کہ حافظ پاشا کسطرح شہید ہوا۔ یہ شیر دل اسی سالہ پیر مرد تھا۔ اکثر جوانمردوں اور بہادروں کی حالات مظہر ہیں کہ میدان جنگ میں اونکی پُر جوشی اور دلاوری اور جہاں معرکہ کارن ہو وہیں پہونچ جانے کے باوجود عموماً اونہیں کوئی صدمہ و آسیب نہیں پہونچتا رہا۔ اس بہادر کے ساتھ اسکے برعکس معاملہ گذرا۔ جو بدرجہ غایت مؤثر اور تاسف خیز ہے۔ آخری گولی اس مجروح و خستہ جانباز کیلئے پیام رحمت تھی اُسنے اُسکی تکالیف کا فی الفور خاتمہ کر دیا۔ اور اوسے اوسی شاندار شہادت کا مرتبہ بخشدیا۔ جسکا وہ متلاشی تھا۔ اور جسکی ہی خاطر اسنے کمان کو چھوڑا۔ منظور کیا تھا"

حمدی پاشا و معرکہ قریہ

انتہائی میسرہ پر حمدی پاشا نے بتدریج اون یونانیوں کو جنہوں نے ترکی قلمرو میں داخل ہو کر قریہ پر حملہ کیا تھا۔ پسپا کر دیا۔ الاصونا سے اوسے دو ڈویلین فوج پیادہ اور توپخانہ کی کمک بھیجی گئی۔ ۲۲ر اپریل تک یونانی نیزروس اور ضلع ریسانی سے یکسر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ ان مراجعت کنندہ یونانی فوج کا ایک حصہ دریائے پینی اس کے اوس پل سے جو وادی ٹمپے کے پائیں تھا عبور کر کے جنوب مشرق کے رخ ساحل کے برابر برابر ہو لوکہ سہا۔ اور گذرنیکے بعد پل کو توڑتا گیا۔ میری گرفتاری اور مشکلات مابعد کا باعث یہی شکستگی ہوئی تھی۔ یونانی میمنہ کا حصہ کثیر درہ ریسانی کے رستہ قلب لشکر کو جو ٹرناووس کے سامنے دلیلہ ماتی کی درمیان صف آرا تھا ہٹ گیا۔

اون بلندیوں پر جو جنوب مغرب میں ملونا سے دماسی تک پھیلی ہوئی تہیں۔ تین دن تک متفرق لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں نشاط پاشا کا ڈویژن مقیمہ سکومپا اور خیری پاشا کا ڈویژن مقیمہ دماسی پہلے تو یونانی حملوں کو روکنے میں مصروف رہا۔ پھر انہوں نے یونانی حملہ آوروں کو سکومپا آوسد یونی دروں کے رستہ تھسلی کے میدان کو پیچھے ہٹا دیا۔

کوہی سلسلہ جو حد فاصل کا کام دیتا ہے۔ ملونا سے تخمیناً پندرہ میل تک یکبارگی جنوب کیطرف کو جھک گیا ہے

اور قصبہ ٹرناوس اوس ہموار میدان میں واقع ہے جو اس عظیم کوہی جھکاؤ کے جنوب مغربی امن سے شروع ہوا ہے۔ لیکن جسوقت سے خیری پاشا درہ ریونی سے میدان میں داخل ہونیکو قابل ہوگیا۔ یونانی قلب لشکر کی حالت جو ٹرناووس سے دس میل بجانب شمال ملوتی سے ولیڈ تک پھیلا ہوا تھا نازک اور مراجعت اشد ضروری ہوگئی تھی۔ پہلے شروع شروع میں تو خیری پاشا کو سمولنسکی کے پرزور حملہ کے مقابلہ پر اپنی جگہہ کو ہی سنبھالے رہنا کیقدر مشکل ہوگیا تھا۔ مگر دوسرے کمانڈروں کی ناکامی سے سمولنسکی کی کامیابی بھی خاک میں ملگئی۔ اور ۲۲ اپریل کو اوسے مجبوراً بنا ستہ درہ ریونی کے رستہ لاریسا ہٹالیجانا پڑا۔ نشاط پاشا کا ڈویژن مقیمہ سکوپیا۔ دماسی اور ملونا کے درمیان کی گڑہیوں اور گرد و نواح سے یونانیوں کو نکالنے میں مشغول رہا۔ جس سے وہ ۱۲ کو فارغ ہوا۔ اس تاریخ صرف ایک مقام یعنے کریتیری کی سرنفلک اور تقریباً صعب الحصول چوٹی جسکے پایین میں ٹرناووس واقع ہے۔ یونانیوں کے قبضہ میں رہ گئی۔ ۱۷۔ اور ۲۳ کے درمیان ترکوں نے اسپر کئی دہاوے کیئے۔ مگر بے سود۔ ۲۰۔ اور ۲۱ کو اسپر لگاتار آتشباری کیجاتی رہے۔ اسکا بھی کچھہ اثر نہ ہوا۔ پہاڑی کی طرفیں عمودی سی نہ تھیں۔ یونانیوں نے اوپر خوب مستحکم مورچے بھی تیار کر لیئے ہوئے تھے۔ چنانچہ ترکوں کے ان فضول حملوں میں دوسو سے زیادہ شہید و مجروح ہوئے۔ کریتیری کو فتح کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ ترک اسے محصور کرکے بلا اندیشہ آگے بڑہ سکتے تھے۔ کیونکہ گو وہ درہ سکوپیہ کے ناکہ پر واقع تھی۔ مگر ٹرناووس کے شاہراہ کی اوس مقام سے کوئی حفاظت نہ ہوسکتی تھی۔ نہ وہ وہاں سے کسیطرح زد میں تھی۔ بالآخر یونانی اسموقعہ کو ۲۳ اپریل کی رات کو جس رات کہ وہ بے تحاشا و سراسیمہ وار لاریسا کو بھاگے تھے خالی کر گئے۔

یونانی فوج مقیمہ تھسلی محاربہ کے شروع میں یونانی فوج مقیمہ تھسلی جو تعداد میں ساٹھہ ہزار سے متجاوز تھی دو حصوں میں منقسم تھی۔ جنگی ہیڈ کوارٹر لاریسا اور تریکالا میں تھے۔ جنرل مقریس اور ماوروميکالیس انکے کمانڈر تھے۔ یونانی گو تعداد میں ترکوں سے کم تھے۔ مگر ایک تو وہ پہاڑی سرحد کی اندرونی جانب پر تھے۔ دوم اونکو پار ترکوں کی نسبت عمدہ وسایل نقل و حرکت و آمد و رفت موجود تھے۔ اونکے سمندری قاعدۃ الجیش وولو سے دو نوبری قواعد الجیش تک ریلوے جاتی تھی۔ چنانچہ اگر یونانیوں میں اسقدر لیاقت یا شجاعت ہوتی کہ وہ ترکوں کے طویل اور متفرق خطوط مدافعت کے کسی ایک موقعہ پر کل طاقت مجتمع کرکے پرزور حملہ کر دیتے تو باغلب وجوہ ترکوں کے حق میں اسکا نتیجہ اچھا نہ ہوتا۔ مگر یونانی افسر نالایق محض تھے۔ اور یونانی جنرل اسٹاف کی یہہ حالت تھی کہ اوسنے سبقدستی چہ جائیکہ محافظت کی پہلو کیلیئے بھی کوئی نقشہ یا پلین تجویز نکی ہوئی تھی۔ بقول مسٹر بنٹ برلی جنرل مقریس کے زیرکمان بمقام لاریسا اور اوس سے شمالی علاقہ میں ۳۵ ہزار فوج تھی۔ نامہ نگار مذکور اس جنرل کی بہت تعریف کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ وہ خوش طبع۔ ہوشیار اور مستقل مزاج افسر تھا۔ اوسکی عمر ساٹھہ سال سے متجاوز۔ اور قد لنبا تھا۔ شاہزادہ ولیعہد کے سپہ سالار اعلے ہونے پر وہ وسٹاف کا افسر اعلے بنا دیا گیا۔ جنرل ماوروميکالیس بھی طویل القامت اور ساٹھہ سال سے زیادہ عمر رکھتا ہے۔ بقول مسٹر برلے وہ انتظامی

معاملات میں بڑا تجربہ کار ہے۔ مگر عملی لیاقت حربیہ میں بہت کم رکھتا ہے۔

ولیعہد و جنرل سمولنسکی مسٹر مذکور شاہزادہ قسطنطین کی کم لیاقتی کا ذکر کر کے یونانی کمانڈروں اور جنرل اسٹاف کو سخت مطعون کرتا ہے کہ لاریسا کو محفوظ و مورچہ بند یا اوسکی سڑکوں کی ناکہ بندی کرنے سے سخت مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہوئے۔ ولیعہد پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اوسنے کسی لڑائی میں عملی حصہ نہ لیا۔ مگر میرے خیال میں ایسا کرنا سپہ سالاری کے فرایض میں داخل نہیں۔ مسٹر برلے جنرل سمولنسکی کی جو بوہیرین الاصل اور ۵۴ سالہ ہے بہت تعریف کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ اسنے صرف سات کمزور پلٹنوں سے ایک ہفتہ تک ایک سالم ترکی ڈویژن کو درہ ریوینی میں داخل نہونے دیا۔ اور صرف اوسوقت اپنی جگہہ سے ہٹا۔ جبکہ دوسری یونانی فوج ۲۳ اپریل کو دہشت زدہ و سراسیمہ ٹرنادوس سے فرار ہوئی۔ جنرل مذکور کی قابلیت اور کامیابی کی نسبت میری ذاتی رائے بھی اچھی ہے۔

مسٹر برلے کی رائے مسٹر برلے مراجعت کے ایک غلط حکم کے متعلق جو ولیعہد نے ۱۹ اپریل کی دوپہر کو صادر کیا تھا عجیب داستان سناتے ہیں۔ بظاہر اوسپر بمشکل اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ مگر یونانی افسروں بالخصوص ہیڈکوارٹر کے اسٹاف سے ایسی عجیب و غریب حرکتیں سرزد ہوتی رہی تھیں۔ کہ اگر یہ داستان بھی درست ہو تو کچھ عجب نہیں۔ مسٹر موصوف کا بیان ہے کہ تین گھنٹوں کے بعد اوس حکم کو منسوخ کر کے پھر آگے بڑھنے کا حکم نافذ کیا گیا۔ مگر درمینولا فوج گرتسو والی کی پہاڑی کو چھوڑ چکی تھی۔ اور دوسرے دن ترکوں سے اوسے پھر فتح کرنے کی کوشش میں جنرل ماورومیکالیس کے دو ہزار آدمی ضایع ہوئے۔ مسٹر برلے نے اپنی تحریروں میں ایلر کے عوض موضع درہ لی لکھا ہے۔ جو صریح غلط ہے۔ درہ لی موضع بابا کے قریب وادی ٹمپہ کے دہانہ پر واقع ہے۔ اور دلیلر بابا سے تخمیناً تین میل بجانب شرق اور ٹرنادوس سے نو میل بجانب شمال مشرق واقع ہے۔

۲۳ مئی کی شام کو حمدی پاشا کی فوج کے دلیلر پر قابض ہونے سے ہی یونانی میمنہ شکست یاب ہوا تھا۔ اور لاریسا کیطرف مراجعت کرنا لازمی ہو گیا تھا۔ مراجعت یونانی فوج کو کمال تباہی سے بچانے کے لیئے بیشک ضروری تھی۔ مگر اسکے اندھا دھند بھاگڑ میں مبتدل ہو جانے کی کوئی وجہ موجود نہ تھی۔

مسٹر موصوف جولائی ۱۸۹۷ء کے رسالہ فورٹ نائٹلی ریویو میں یونانی فوج کے نظام اور اوسکے افسروں کے متعلق حسب ذیل رائے تحریر کرتے ہیں۔ جنرل اکریس نے اپنی ۳۵ ہزار فوج کو لاریسا اور ٹرنادوس کے درمیان مقیم رکھا۔ حالانکہ وہ اس سے غنیم پر جو ایک دوسرے سے میلوں دور دروں کے دہانوں پر مقیم تھا۔ حملہ کرنے کا کام نہایت آسانی سے لے سکتا تھا۔ یہی نہیں۔ وہ اس سے بھی زیادہ کر سکتا تھا۔ وہ ادہم پاشا کے الاصونا سے روانہ ہونے سے بہت پیشتر اپنی فوج کو وادی ٹمپہ میں سے گذار کر کوہ اولمپس کی مشرقی ڈھالوں کے دامن دامن ترکی قلمرو میں داخل ہو سکتا اور یونانی بیڑہ کی مدد سے ترکوں کے میسرہ پر موثر حملہ کر سکتا تھا۔ یونانی دریا پینیاس کے خروشاں دھارے کو جا بجا چٹانوں اور درختوں سے روک کر لاریسا اور

تھیسلی کے حصہ کثیر کی حفاظت کا عارضی انتظام کر سکتے تھے۔ ایسا کرنے سے ملک کے کچھ حصہ پر دریا کا پانی پھیل جاتا۔ جو ترکوں کی پیشقدمی میں بہت کچھ مارج ہوتا۔ اگر پل توڑ دیئے گئے ہوتے تو ترک دریا سے بآسانی عبور نہ کر سکتے۔ اسیطرح کا اور سیکڑوں انتظام کئے جا سکتے اور کئے جانے چاہئیں تھے۔ مگر نہ کئے گئے۔ جنرل مادر و میکالینس بھی اپنی پوزیشن سے ترکوں پر جو بورڈ اسی سے کالا باکا تک وادی نواب اور ترکی کی جانب پر مقیم تھے۔ جناحی حملہ کر سکتا تھا۔ جو اوس نے نہ کیا۔ حالانکہ جتنا ترکوں سے لڑائی کا وہ مشتاق تھا۔ ایسا کوئی اور یونانی نہ تھا۔ یونانیوں میں لڑائی کے لیئے جو جوش پھیلا ہوا تھا۔ اوسکی کیفیت پہلے مذکور ہو چکی ہے۔ مگر باینہمہ شتابی محاربہ کیلئے جسے خود انہوں نے برپا کیا۔ ان جوانمردوں نے کوئی معقول تیاری نکی اور اپنے تئیں ایسا ناتجربہ کار رہنے دیا کہ انکے پاس نہ کوئی خبر رسانی کا صیغہ تھا۔ نہ نقشے اور دوربینیں تھیں۔ اور نہ سگنلنگ (اشاروں پر آفتابی شعاعیں ڈالکر مقررہ علامتوں کے ذریعہ باہم گفتگو کرنا) کیلئے کافی سامان تھا۔ اور افسر ایسے نالائق کہ ادنیٰ سے ادنیٰ بھی کبھی کسی فوج کو نصیب نہیں ہوئے۔ کل کاکیشین (سفید رنگ) اقوام میں سپاہی جہانتک مجھے تجربہ ہوا تقریباً یکساں اوصاف رکھتے ہیں۔ فوجوں کی باہمی قدر و منزلت اور کارزاری قابلیت میں جو کچھ فرق ہے۔ وہ صرف افسروں اور تربیت کیوجہ سے ہے۔ جس ملک کی فوج کے افسر اچھے اور تربیت عمدہ ہوئی۔ وہ قابل ہو گئی ہے اور جسکے ویسے نہ ہوئے وہ بری اور ناپسند نکلی۔ یونانی افسر جبتک ترکی گولوں اور گولیوں کی بوچھاڑ شروع نہ ہوتی بظاہر خوب جوانمردی دکھاتے تھے۔ مگر اوس وقت تمام کی تمام ہوا ہو جاتی۔ اور نے العفو محفوظ جگہ جا چھپتے۔ بیشک بعض اونمیں ایسے بھی تھے جو اسوقت ثابت قدم رہتے۔ اور بہادری سے اپنا فرض ادا کرتے۔ مگر ایسے بہت ہی تھوڑے تھے اور وہ بھی جب کوئی گولہ اونکے قریب جا کر پھٹتا تو نہایت عجز و خلوص سے اپنے جسموں پر صلیب کا نشان بناتے اور اپنے خطرہ سے متردد سے معلوم ہوتے تھے۔"

مسٹر ڈلن کی رائے

مسٹر ای جے ڈلن یونانیوں کا سچا خیر خواہ اور دوست جولائی ۱۸۹۷ء کے رسالہ کنٹمپریری ریویو میں یونانی فوج پر بالفاظ ذیل سخت لعن طعن کرتا ہے۔

"یونانی گورنمنٹ اچھیطرح سے جانتی تھی کہ یونانی فوج کو کارزار کے لیئے مطلقاً کبھی تربیت نہیں ملی۔ اکثر اعلیٰ افسر ایسے اوصاف کیوجہ سے مقرر اور ترقی یاب ہوئے ہیں جو میدان کارزار کی بجائے درباروں اور ایوانوں یا تفریحی مجلسوں کیلئے زیادہ حسب حال ہیں۔ اور کہ چند شاندار مستثنیات کے علاوہ ایسے افسر شاذ ترقی کر سکتے ہیں۔ اور نمایاں کارگذاری کی توقع قطعاً امید نہیں ہو سکتی۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ وقتاً فوقتاً تکمیل تعلیم کیلئے جو نوجوان افسر ممالک غیر کو بھیجے جاتے رہے ہیں۔ وہ بلا استثناء سفارشی ٹٹو تھے۔ سب کے سب قرابت دار یا عزیز دوست اور لواحق آپکے ملک میں موجود ہوتے تھے اور ذاتی لیاقت یا دماغی و ذہنی یا جنگی اوصاف کی بجائے زیادہ تر اونچے لوگوں کی سفارش پر بھیجے جاتے تھے۔ اور بنا بریں وہ ممالک غیر کی تعلیم و اقامت سے کوئی فائدہ اوٹھانے کی قابلیت ہی نہ رکھتے تھے۔ وہ اس امر سے بھی بخوبی واقف تھی کہ یونان میں جنگی تربیت کا کوئی نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ اور کہ فوج کے کسی حصہ کے پاس نہ فرائض کے ایک شمہ کا سرانجام

۱۔ مانورات با تربیت۔ مصنوعی جنگ بمقابل جنگی مشق و توپ و بندوق چاند ماری۔

کر سکتا نہیں سکھایا گیا۔ جو اوسی وقت جنگ یکبارگی بہت بڑے پیمانہ پر سرانجام دینے پڑینگے۔ یونانی فوج کا سب سے نمایاں وصف یہہ تھا کہ اوسمیں نظام و طاعت کا نام و نشان بہی نہ پایا جاتا تھا۔ جو ادنے افسر سیکھنے کے شایق اور امتیاز حاصل کرنیکے موقعہ ملنے کے خواہاں ہوتے۔ اونسے اونکے اعلے افسر بطور قاعدہ کلیہ بزمانہ امن کمال کج خلقی سے پیش آتے۔ اور یہہ اعلے افسر بجائے خود ہر وقت اپنے اعلے افسروں پر نکتہ چینی ہی کرتے رہتے۔ بلکہ یہہ یقین رکھتے کہ جو بدتر سے بدتر الزام انپر لگائے جاتے ہیں۔ وہ بالکل درست ہیں۔ ایسے یقین کا عام چلن پر جیسا برا اثر پڑ سکتا اور پڑتا ہے اوسے بیان کرنے کی احتیاج نہیں۔ اصل بات یہہ ہے کہ بری و بحری فوج کو ہمیشہ انتخابی مشین کا اہم جزو سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور وزرا ئے اسکے افسرون وغیرہ کی رایوں کی مدد سے اپنے اپنے فریق کو برسر حکومت رکھتے رہے ہیں۔ قوم روپیہ ادا کرتی ہے۔ اور وزیر اعظم اوسکو خرچ کرنے کے لیئے آدمی منتخب کرتا ہے اور پھر یہہ کبھی نہیں دیکھتا کہ وہ اوسکو کسطرح خرچ کرتے ہیں۔ بلکہ اس اصول پر چلتا ہے کہ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھانے دے۔ ان لوگوں میں سے بعض شاہی خاندان کی سفارشوں پر مقرر اور ترقی یاب ہوتے ہیں اور بعض بارسوخ اشخاص کی دہمکیوں یا درخواستوں پر۔ قابلیت اور لیاقت کے لحاظ سے کہ انہی اوصاف سے افسر فاتح ہو سکتا ہے بہت کم منتخب کیے جاتے ہیں۔

تمام سرحدی کراروں اور کوہی دروں پر ترکوں کے قابض ہوجانیسے لڑائی کا پہلا دور ختم ہوا۔

محاربہ کا دوسرا دور محاربہ کا دوسرا دور ۲۳ اپریل سے شروع ہوکر ۴ مئی کو ختم ہوا۔ ماتی دلیلر کی لڑائیاں بتاریخ ۲۴ اپریل یونانی فوج کی بہاگڑ و مراجعت۔ ٹرنا دوس۔ لاریسہ۔ ٹریکالا اور تمام شمالی تھسلی پر ترکوں کا قابض ہوجانا اس دور میں شامل ہے۔

معرکہ ماتی و دلیلر ۲۱ اپریل بروز جمعہ ادہم پاشا مع شاف دن کے ساڑہے نو بجے درہ ملونا پہونچے۔ اور دو گھنٹہ نقشے دیکھتے اور کارروائیات مستقبلہ کی تجویز کرتے رہے۔ تمام نامہ نگاروں کو عام حکم مل چکا تھا کہ اوس دن کوئی تار نہیں بھیجا جا سکیگا۔ جس سے اونہوں نے قیاس کرلیا کہ آج کوئی اہم کارروائی ہونیوالی ہے۔ انکا یہہ قیاس درست ثابت ہوا تھوڑی دیر بعد اطلاع پہونچ گئی کہ انتہائی میسرہ پر حمدی پاشا ارسپانی سے میدان تھسلی میں داخل ہونیوالا ہے۔ اور انتہائی میمنہ پر خیری پاشا درہ ریویتی میں زرکو یا ٹرنا دوس کیطرف بڑھ رہے ہیں۔

بدہ یعنے ۲۱ اپریل کو ممدوح پاشا تیسرا ڈویژن ایک مستقل بریگیڈ زیر کمان محمد پاشا اور کیولری ڈویژن لیکر درہ ملونا سے میدان میں اتر گیا تھا۔ وہاں انہوں نے چشمہ قرہ درہ سے چار میل بجانب غرب اپنی افواج کو صف آرا کیا اور ۲۱ و ۲۲ کو فریقین کے توپخانے بے اثر سی گولہ باری کرتے رہے حتی پاشا ۲۱ اپریل کو ایک بریگیڈ لیکر ڈسکاٹا سے اونا پہونچگیا جبکہ پاشا ... ڈویژن سے درہ ملونا کی سڑک کو درست اور توپخانہ کے گذرنیکے قابل بنواتا رہا مستقل بریگیڈ انتہائی میسرہ پر تھا۔ وہ اوسیدن حیثیم ڈویژن زیر کمان حمدی پاشا سے ملحق ہوگیا۔

۱۱ بجے سے شروع ہوکر ایکبجے شب تک ساتھ گولہ باری ہوتی رہی۔ ترکوں کے پاس چھ اور یونانیوں کے پاس پانچ توپخانے تھے

تھسلی کے حصہ کثیر کی حفاظت کا عارضی انتظام کر سکتے تھے۔ ایسا کرنے سے ملک کے کچھ حصہ پر دریا کا پانی پھیل جاتا۔ جو ترکوں کی
پیشقدمی میں بہت کچھ مارج ہوتا۔ اگر پل توڑ دیئے گئے ہوتے تو ترک دریا سے آسانی عبور نہ کر سکتے۔ اسیطرح کا اور سیکڑوں
انتظام کیئے جا سکتے تھے جنکی جانب پایا نہیں تھی۔ مگر نہ کیئے گئے۔ جنرل ماوروسمالیس بھی اپنی پوزیشن سے ترکوں پر جو بوراسی سے
کالاباکا تک وہاں تواتروں کی جانب پر مقیم تھے۔ جناحی حملہ کر سکتا تھا۔ جو اوسنے نہ کیا۔ حالانکہ جتنا ترکوں سے لڑائی
کا وہ مشتاق تھا۔ ایسا کوئی اور یونانی نہ تھا۔ یونانیوں میں لڑائی کے لیئے جو جوش پھیلا ہوا تھا۔ اوسکی کیفیت پہلے
مذکور ہو چکی ہے۔ مگر باینہمہ اشتیاق محاربہ کیلئے جب خود انہوں نے برپا کیا۔ ان جوانمردوں نے کوئی معقول تیاری نکی
اور اپنے فتحیابی کے نتیجہ پانے کیلئے کو دیکھا انکے پاس نہ کوئی خبر رسانی کا صیغہ تھا۔ نہ نقشے اور دوربینیں تھیں۔ اور نہ سگنیلنگ
(آئینوں پر آفتابی شعاعیں ڈالکر مقررہ علامتوں کے ذریعہ باہم گفتگو کرنا) کیلیئے کافی سامان تھا۔ اور افسر ایسے نالائق
اور ادنی بدتر کبھی کسی فوج کو نصیب نہیں ہوئے کل کاکیشی (سفید رنگ) اقوام میں سپاہی جہانتک مجھے تجربہ ہوا
تقریباً یکساں اوصاف رکھتے ہیں۔ فوجوں کی باہمی قدر و منزلت اور کارزاری قابلیت میں جو کچھ فرق ہے۔ وہ صرف
افسروں اور تربیت کیوجہ سے ہے۔ جس ملک کی فوج کے افسر اچھے اور تربیت عمدہ ہوئی۔ وہ قابل ہو گئی اور جیسے ویسے نہ ہوئے
وہ بزدل اور نالایق بنگئی۔ یونانی افسر جبتک ترکی گولوں اور گولیوں کی بوچھار شروع نہ ہوتی بظاہر خوب جوانمردی دکھائی
دیتے مگر اوس وقت ترکی تمام ہو جاتی۔ اور فی الفور محفوظ جگہ جا چھپتے۔ بیشک بعض اونمیں ایسے بھی تھے جو اسوقت ثابت قدم
رہتے اور بہادری سے اپنا فرض ادا کرتے۔ مگر ایسے بہت ہی تھوڑے تھے اور وہ بھی جب کوئی گولہ اونکے قریب جا کر پھٹتا
تو بابت تجربہ جلد اس سے اپنے جسموں پر صلیب کا نشان بناتے اور اپنے خطرہ سے متردد سے معلوم ہوتے تھے۔"

مسٹر ڈلن کی رائے

مسٹر ای جے ڈلن یونانیوں کا مشہور خیرخواہ اور دوست جولائی ۱۸۹۷ء کے رسالہ کنٹمپریری ریویو
میں یونانی فوج پر بالفاظ ذیل نکتہ چینی کرتا ہے۔

"یونانی گورنمنٹ اچھیطرح سے جانتی تھی کہ یونانی فوج کو کارزار کے لیئے مطلقاً کبھی تربیت نہیں ملی۔ اکثر اعلے افسر
ایسے اوصاف کیوجہ سے مقرر اور ترقی یاب ہوئے ہیں جو میدان کارزار و کیمپ کی بجائے درباروں اور دیوانوں یا تفریحی
مجلسوں کے زیادہ حسب حال ہیں۔ اور کہ چند شاندار مستثنیات کے علاوہ ایسے افسر شاذ ترقی کر سکتے ہیں۔ اور کہ یہ امر یادگار
کی توقع قطعاً بعید نہیں ہو سکتی۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ وقتاً فوقتاً تکمیل تعلیم کے لیئے جو نوجوان افسر ممالک غیر کو بھیجے جاتے
رہے ہیں۔ وہ بلا استثنا سفارشی ٹٹو تھے۔ سب کے سب دوست اور بارسوخ دوست اور لواحق جو پیچھے ملک میں موجود ہوتے تھے
اور ذاتی لیاقت یا دماغی و ذہنی یا جنگی اوصاف کی بجائے زیادہ تر ذاتی لوگوں کی سفارش پر بھیجے جاتے تھے۔ اور نیز
وہ ممالک غیر کی تعلیم و اقامت سے کوئی فایدہ اوٹھانے کی قابلیت ہی نہ رکھتے تھے۔ وہ اس امر سے بخوبی واقف تھی کہ یونان
میں جنگی ترتیبات[1] کا کوئی نام و نشان نہیں جانتا۔ اور کہ فوج کے کسی حصہ کے پاس نہ فریق کا ایک نقشہ تک کا سر انجام

[1] مانورات یا ترتیبات۔ مصنوعی جنگ بعمل جنگی مشق وسیع پیمانہ پر۔

کر سکتا نہیں سکھایا گیا۔ جو اوسی وقت جنگ کیجیا نگی بہت بڑے پیمانہ پر سرانجام نہیں پڑینگے۔ یونانی فوج کا سب سے نمایاں وصف یہہ تھا کہ اوسمیں نظام و طاعت کا نام و نشان بھی نہ پایا جاتا تھا۔ جوان نے افسر سیکھنے کے شایق اور امتیاز حاصل کرنیکے موقعہ ملنے کے خواہاں ہوتے۔ اونسے اونکے اعلیٰ افسر بطور قاعدہ کلیہ بزمانہ امن کمال کج خلقی سے پیش آتے۔ اور یہہ اعلیٰ افسر بجائے خود ہر وقت اپنے اعلیٰ افسروں پر نکتہ چینی ہی کرتے رہتے۔ بلکہ یہہ یقین رکھتے کہ جو بدتر سے بدتر الزام اونپر لگائے جاتے ہیں۔ وہ بالکل درست ہیں۔ ایسے یقین کا عام چلن پر جیسا برا اثر پڑ سکتا اور پڑتا ہے اوسے بیان کرنے کی احتیاج نہیں۔ اصل بات یہہ ہے کہ بری و بحری فوج کو ہمیشہ انتخابی مشین کا اہم جزو سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور وزرا ئی اسکے افسروں وغیرہ کی رایوں کی مدد سے انہیں اپنے فریق کو برسر حکومت رکھتے رہے ہیں۔ قوم روپیہ ادا کرتی ہے۔ اور وزیر اعظم اوسکو خرچ کرنے کے لیئے آدمی منتخب کرتا ہے اور پھر یہہ کبھی نہیں دیکھتا کہ وہ اوسکو کسطرح خرچ کرتے ہیں۔ بلکہ اس اصول پر عمل ہے کہ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلا دے ان لوگوں میں سے بعض شاہی خاندان کی سفارشوں پر مقرر اور ترقی یاب ہوتے ہیں اور بعض بارسوخ اشخاص کی دھمکیوں یا درخواستوں پر۔ قابلیت اور لیاقت کے لحاظ سے کہ انہی اوصاف سے افسر فاتح ہو سکتا ہے بہت کم منتخب کیے جاتے ہیں۔

تمام سرحدی کراروں اور کوہی دروں پر ترکوں کے قابض ہو جانیسے لڑائی کا پہلا دور ختم ہوا۔

محاربہ کا دوسرا دور — محاربہ کا دوسرا دور ۲۳ اپریل سے شروع ہو کر ۴ مئی کو ختم ہوا۔ ماتی ولیلر کی لڑائیاں بتاریخ ۲۳ اپریل یونانی فوج کی بھاگڑ و مراجعت۔ ٹرنا دوس۔ لاریسہ۔ ترکالا اور تمام شمالی تھسلی پر ترکوں کا قابض ہو جانا اس دور میں شامل ہے۔

معرکہ ماتی و ولیلر — ۲۳ اپریل بروز جمعہ ادہم پاشا مع شاف دن کے ساڑھے نو بجے درہ ملونا پہونچے۔ اور دو گھنٹے نقشے دیکھتے اور کارروائیات مستقبلہ کی تجویز کرتے رہے۔ تمام نامہ نگاروں کو عام حکم مل چکا تھا کہ اوسدن کوئی تار نہیں بھیجا جا سکیگا۔ جس سے اونہوں نے قیاس کر لیا کہ آج کوئی اہم کارروائی ہونیوالی ہے۔ انکا یہہ قیاس درست ثابت ہوا تھوڑی دیر بعد اطلاع پہونچ گئی کہ انتہائی میسرہ پر حمدی پاشا رپسانی سے میدان تھسلی میں داخل ہونیوالا ہے۔ اور انتہائی میمنہ پر خیری پاشا درہ ریویتی میں ز رکو ہیلی ٹرنا دوس کیطرف بڑھ رہے ہیں۔

بد یعنے ۱۲ اپریل کو ممدوح پاشا تیسرا ڈویژن ایک مستقل بریگیڈ زیر کمان محمد پاشا اور کیولری ڈویژن لیکر درہ ملونا سے میدان میں اوتر گیا تھا۔ وہاں اونہوں نے چشمہ قرہ درہ سے چار میل بجانب غرب اپنی افواج کو صف آرا کیا اور ۲۱ و ۲۲ کو فریقین کے توپخانے بے اثر سی گولہ باری کرتے رہے حتیٰ پاشا ۲۱ اپریل کو ایک بریگیڈ لیکر ٹرسکا نا سے اونا پہونچ گیا۔ حیدر پاشا ۔۔۔ چوتھی ڈویژن سے درہ ملونا کی سڑک کو درست اور توپخانہ کے گذرنیکے قابل بنواتا رہا۔ مستقل بریگیڈ انتہائی میسرہ پر تھا۔ وہ اوسیدن چھٹی ڈویژن زیر کمان حمدی پاشا سے ملحق ہو گیا۔

۱۱ بجے سے شروع ہو کر ایکبجے تک شدت کے ساتھ گولہ باری ہوتی رہی۔ ترکوں کے پاس چھ اور یونانیوں کے پاس پانچ توپخانے تھے

مخالف توپخانوں میں تین ہزار گز کا فاصلہ تھا۔ ترکی توپیں تہر ودرہ کے آب خنک کے عین آگے کھلے میدان میں صف آرا تھیں یونانی باتریاں اُس شاخ کوہ کے کنارہ سے شروع ہو کر جو کر تیری کے جنوبی دامن سے میدان کو چلی گئی ہے۔ دائیں ہاتھ دلیلر کے قریب تک پھیلی ہوئی تھیں وسط میں ایک مستطیل سی بلندی موجود تھی۔ جس سے اون یونانی توپوں کو جو وہاں نصب تھیں عمدہ پناہ ملگئی ہوئی تھی۔ آتشباری پر بارود اور گولوں کا تو بہت خرچ ہوا مگر نتیجہ ہیچ نکلا۔ ترکوں نے چار گھنٹوں کی گولہ باری سے حالانکہ اونکی توپیں بے پناہ تھیں۔ اپنے صرف تین آدمی مجروح ہوئے تسلیم کیے۔ دوپہر کے وقت انتہائی میسرہ پر بھی گولہ باری شروع ہو گئی جسکے ساتھ سخت رایفل آتشباری بھی شامل تھی۔ یہہ آتشباری دیہات قرہ چالی اور دلیلر میں اور انکے ارد گرد ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دلیلر میں آگ کے شعلے بھڑک اوٹھے۔ اور آدہا موضع جل گیا۔ ماتی اور دلیلر دو نو جگہہ آتشباری ۵ بجے کے بعد بند ہو گئی۔ مگر اوسوقت یہہ نہ معلوم ہوسکا کہ آیا کسی فریق کو کچھہ غلبہ حاصل ہوا ہے کہ اتنے میں ساڑھے چھہ بجے کے قریب رایفل باڑہیں پہلے سے زیادہ تیزی اور شدت کے ساتھ شروع ہو گئیں۔ اس آتشباری کا کل زور چند مضافاتی مکانات پر جو دلیلر کے جنوب اور مغرب میں تھے مجتمع تھا۔ چند منٹوں کے بعد ہمنے پیدل آدمیوں کو گھروں اور باغوں سے جلد جلد نکلکر دریا کیطرف جو دلیلر کے جنوب میں بہتا ہے۔ اور کچھہ سواروں کو جنوب مغرب کیطرف ہٹتے جاتے دیکھا۔ یہہ یونانی انفنٹری اور کیولری کی مراجعت تھی۔ ادہم کی افواج کی اس فتح نے یونانی میمنہ کو الٹ دیا اور اونکے لیئے عام مراجعت کو لازمی بنادیا۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں مینے اس کل معرکہ کو درہ ملونا کی چوٹی سے ایسی وضاحت کے ساتھ دیکھا کہ گویا ہمارے سامنے نقشہ بچھا ہوا تھا۔ روسکا نامہ نگار ۲۳ اپریل کی سہ پہر کو یونانیوں کے ساتھ تھا اوسنے معرکہ ہائے ماتی و دلیلر کی جو کیفیت تحریر کی ہے وہ تذکرہ صدر کیفیت کے بالکل مشابہہ ہے جسمیں نامہ نگار مذکور کے مراسلہ کو پڑھنے سے پہلے لکھا تھا۔ تھوالو کے یونانیوں کے میمنہ میں بمقام دلیلر آٹھہ پلٹنیں (۸ ہزار آدمی) جنرل ماوردمیکالیس کے زیر کمان میسرہ میں بمقام ماتی پانچ پلٹنیں (پانچہزار سپاہی) اور توپخانہ میں چھہ باتریاں (۳۶ توپیں) تھیں۔ مزید براں پانچ رسالوں کا ایک کیولری بریگیڈ تھا جسمیں غالبًا پانچسو آدمی تھے۔ اویزونیوں کی ایک پلٹن قلب میں ایک پست سی پہاڑی پر مورچہ بند تھی۔ ترکوں کی جمعیت کا اندازہ نوہزار کیا ہے۔ اور توپوں کی تعداد ۱۲ بتاتا ہے۔ ساری دوپہر ماتی کے سامنے فریقین میں سخت توپ کی مبارزت ہوتی رہی۔ ایک بجے تین ترکی پلٹنوں نے قرہ چالی سے حرکت کر کے دلیلر کے قریب موضع کوتاری پر جو یونانی میمنہ پر تھا حملہ کیا۔

یونانی فوج زیر کمان میکالیس نے دیہہ مذکور کی جوانمردانہ محافظت کی۔ یونانیوں کو کمک پہونچ گئی۔ اور وہ کوترک تقریبًا اڑھائی ہزار گز آگے بڑھ آئے۔ کوتاری پر برابر قابض رہے۔ چار بجے ترکوں نے یونانی میسرہ پر پھر گولہ باری کی۔ مگر یونانیوں کا دعوی ہے کہ انہوں نے ترکی باتری کو خاموش کرا دیا۔ کوتاری کا نام وٹلر بھی ہے۔

فیصلہ کن کارروائی

دوسرے مراسلہ میں بھی نامہ نگار توضیح مزید کر کے لکھتا ہے کہ چار بجے یہہ سمجھہ لیا گیا تھا کہ لڑائی ختم ہو گئی ہے۔ ترکوں نے دو باتریوں سے کوتاری اور دلیلر پر پھٹنے والے گولے چلائے

اور انکی پیدل فوج نے دو پلٹنوں کی کمک پہونچ جانے پر کوتادی اور دلیلر پر پھر حملہ کر دیا۔ یونانی ہیڈکوارٹر کو یہی خیال رہا کہ ترک پسپا کر دئے گئے ہیں کہ اتنے میں ترکی سواروں کی ایک جماعت کوتادی کی پشت پر کے جنگلوں میں سے برآمد ہوکر اون ترکی سواروں سے آملی جو پسپائی اور درہ لی سے آئے تھے بالفاظ دیگر حمدی اور حیدری ڈویژنوں کا باہم مصافحہ ہو گیا۔ اوسیوقت دلیلر اور کوتادی کو گولوں سے آگ لگ گئی۔ اسوقت شام ہو گئی تھی۔ نامہ نگار نے سوچا کہ باقی لڑائی کل صبح ہو گی۔ وہ واپس چلا گیا۔ مگر یونانی رات کو ہی پیچھے ہٹ گئے اور اونمیں وہ بھاگڑ پڑ گئی۔ جسکا حال بچہ بچہ کو معلوم ہے۔

صرف اس لڑائی کی کیفیت درست درست یونانی فوج کے ہمراہی نامہ نگار بھیج سکے۔ اور کسی لڑائی کے ویسے درست حالات اُنہوں نے تحریر کئے۔ یا نکر سکے۔ اس بیان میں صرف ایک غلطی ہے جو آخری ترکی حملہ کے نتیجہ کے متعلق ہے۔ دلیلر کو فی الحقیقت ترکوں نے سات بجے ہی فتح کر لیا تھا۔ اور اسی فتح اور حمدی کے ڈویژن کی آمد نے لڑائی اور نیز شمالی تھسلی کی قسمت کا فیصلہ کیا تھا۔ اور اسکے بعد یونانیوں کے لیئے اپنی فوج کو سلامت رکھنے کے واسطے مراجعت ضروری ہو گئی تھی۔ اسدن کی لڑائی میں ترکوں کیطرف تخمیناً اڑھائی سو شہید و مجروح ہوئے۔ اور یونانیوں کیطرف تین اور چار سو کے درمیان۔

اوسدن ہم بہت رات گئے مشیر کے ساتھ الاصونا واپس گئے۔ جہاں اُس طوفان بے تمیزی سے بالکل بیخبر جو یونانی فوج میں برپا ہو رہا تھا آرام سے سوئے رہے۔ میرے خیال میں یونانیوں کے لیئے مراجعت کے سوا کوئی چارہ نرہ گیا تھا۔ پانچ ترکی ڈویژن معہ کیولری و آرٹلری جنکی جمعیت کسیطرح ستر ہزار سے کم نہ تھی۔ لاریسا پر حملہ کرنے یا کھلے میدان میں جنگ کرنے کے لیئے بآسانی یکجا فراہم ہو سکتے تھے۔ ترکی توپخانہ تعداد اور مہارت میں بہت فائق تھا۔ کیولری گو تھوڑی مگر خوب مضبوط اور یونانیوں کے معدودے چند سواروں سے بدرجہا زیادہ طاقتور تھی۔ مزید براں ایک چھٹا ڈویژن بالکل قریب تھا۔ اور بشرط ضرورت بلاتوقف موقعہ پر پہونچ سکتا تھا۔ انکے مقابلہ پر یونانی لاریسا کی حفاظت کیلئے کسیطرح پچاس ہزار سے زیادہ فوج جمع نکر سکتے تھے۔ اور انکے لیئے شکست یقینی تھی۔ جس شکست کا تمام یونانی فوج کی کامل بربادی یا گرفتاری کے سوا اور کوئی مطلب نہ ہوتا۔ البتہ دو باتیں سمجھہ میں نہیں آئیں۔ ایک یہہ کہ ۲۳ مئی رات کو یونانی فوج میں وہ حیرت انگیز بھاگڑ کیسے پڑی۔ اور دوم یہہ کہ ترک فراری یونانیوں کے پیچھے پیچھے کیوں نہ بڑھے اور انکی بھاگڑ سے کسلیئے انہوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔

لاریسا سے یونانیوں کی بھاگڑ

مسٹر برلے ۲۴ اپریل کے رسالہ فورٹ نائٹلی میں یونانی بھاگڑ کی کیفیت بالفاظ ذیل تحریر کرتے ہیں "کل فوج کوچ پر تھی اور میدان جنگ سے پانچ چھ میل آگے پہنچ گئی تھی یعنے ٹرناوس کے قریب پہونچ گئی تھی۔ کہ یکایک اوسپر بلا وجہ متوحشانہ ہیبت مستولی ہو گئی۔ کوئی تو اسکی وجہ کچھہ بتلاتے ہیں اور کوئی کچھہ

یونانی کیولری اور آرٹلری خیالی خطرہ سے بچنے کے لیئے بے تحاشا اپنی فوج پیدل کی صفوں کو چیرتی ہوئی اندھا دھند لاریسا کو اُٹھ دوڑی۔ تاریکی نے کمال کا زور پکڑا۔ رائفلیں سر کی گئیں۔ الغرض سڑک پے ہجوم لگ گیا آدمی اور جانور [illegible] تھے

رونگئیں اور گاڑیاں اُلٹ دیگئیں جو تھوڑی دیر بعد جلکر تباہ ہوگئیں تمام فوج مختلف دستوں میں منقسم ہوکر بالکل ایک مجمع دتیتری بنگئی۔ اور سب کے سب جہانتک کہ ٹانگوں میں بل تھا سڑکوں اور کھیتوں سے بھاگے۔ پاؤں سر پر رکھکر اٹھ دوڑے ہتھیار کارتوس اور سامان از سرتا پا پھینکدیا گیا۔ افسر بطور قاعدہ کلیہ سپاہیوں سے زیادہ حواس باختہ ہو رہے تھے۔ وہ بھگوڑوں سے آگے آگے جا رہے تھے۔ اور جبتک فرسالہ یا وولو نہ پہونچے دم نہ لیا۔ ہر ایک افسر حیرت انگیز بیشرمی کے ساتھ یہہ کہتا جاتا تھا کہ لاریسا پہونچکر سپاہیوں کو روکا جاسکیگا۔ مگر وہاں پہونچکر بھی کوئی معقول کوشش نکیگئی۔ اور بھگوڑے پچھلی رات شہر میں سے ہوتے ہوئے اندھا دھند فرسالہ کیطرف بھاگے جاتے رہے۔ میں کسی یونانی کو جنگی قانون کے مطابق اس بیشرمانہ بزدلی یا کسی اور نہایت ہی صریح بزدلی اور فراری کی پاداش میں گولی سے ہلاک کیا جاتا نہ دیکھا تاکہ دوسروں کی کسیقدر عبرت ہوتی۔ جو کچھہ عرصہ پہلے یونانی فوج تھی۔ وہ اب نالائق بھگوڑوں کا ایک مجمع رہ گئی تھی۔ جسے ترکی کیولری کے تعاقب کئے چلے آنیکا پختہ یقین ہو رہا تھا۔ حالانکہ میلوں تک کسی ترک کا نام ونشان موجود نہ تھا۔ اس یقین نے اونمیں وہ طاقت پیدا کردی تھی۔ جسے صرف مایوسی اور سراسیمگی ہی پیدا کرسکتی ہے۔ وہ چوبیس گھنٹوں میں پچاس ساٹھہ میل سفر پیدل طے کرگئے۔ لاریسا اور علاقہ متصلہ کے باشندے اس بلائے ناگہانی سے ہی بہوش و ششدر ہوگئے تھے کہ فوجی و ملکی حکام نے اونکی ہی تھی زائل کردی۔ وہ اونکو کسیطرح کی اطلاع یا نصیحت کئے بغیر خود چلتے ہوئے اور اونہیں اونکے حال پر چھوڑ گئے کہ جو مناسب سمجھیں کریں۔

یونانی فوج کسطرح بچگئی

ادہم پاشا نے ۲۳ اپریل (جمعہ) کو یونانی فوج کی مراجعت کو منقطع اور اوسکا تعاقب نکرنیکی توجیہ مسٹر سٹیونس ڈیلی میل کے نامہ نگار کو بتائی۔ "اگرچہ تشفی بخش نہیں ہے مگر دلچسپ ضرور ہے "میں حیران ہوں کہ یونانی کیوں اپنی پوزیشن چھوڑ گئے۔ وہ قدرتاً نہایت مضبوط تھی۔ اور اوسکو اور زیادہ مستحکم کرنے کے لیئے انہوں نے کئی ہفتے اور لاکھوں روپیہ خرچ کیئے تھے۔ اونکا بیان تھا کہ وہ لڑائی کے بڑے خواہاں ہیں اور ہم اونکے ساتھ لڑنے کو تیار تھے۔ پھر سمجھہ میں نہیں آتا وہ کیوں بھاگ گئے مجھے اونکے فراری کا بہت رنج ہے۔ اگر وہ صرف چھہ گھنٹے اور ٹھیر جاتے تو میں اونکو بالکل پامال کردیتا۔"

ادہم ایسے کم سخن کیلیے جو باتیں کرنے والا نہیں بلکہ کام کرنے والا آدمی ہے یہ تقریر بہت ہی طویل تھی۔ اونکا کمال سادگی کے ساتھ یہہ تعجب ظاہر کرنا کہ یونانی اونکے حلقہ میں گرفتار ہونے سے پیشتر بکمال عیاری کیوں نکل بچگئے۔ مجھے بہت ہی دلچسپ معلوم ہوا۔ اگر اونکے چہرہ پر کچھہ بھی مسکراہٹ کے آثار پائے جاتے۔ یا وہ آنکھوں کو ایسا کہتے وقت کچھہ بھی جھپکتے تو میں سمجھتا۔ کہ وہ از راہ ظرافت یہ کلمہ کہہ رہے ہیں۔ برعکس ازیں مشیر موصوف نے نہایت متانت کے ساتھ با آہستگی تمام ارشاد فرمایا۔ "ہمارے البانوی رجمنٹوں کی ایک بہت بُری عادت ہے۔ وہ گانے کے بڑے مشتاق ہیں۔ اور کوچ کے وقت برابر گاتے جاتے ہیں۔ اونکی چھہ پلٹنیں یونانیوں کے خط مراجعت کو منقطع کرنے کے لیئے ایک گاؤں کیطرف بڑھ رہی تھیں اور حسب معمول گاتی جا رہی تہیں کہ ایک پادری نے اونکی آواز سن لی۔ اور یونانی افسر کو عین بروقت متنبہ کردیا۔ ورنہ اسوقت ولیعہد بہادر ہمارے ساتھ کھانا کھا رہے ہوتے۔"

ادہم پاشا اور اونکا لشکر ابھی آہستہ آہستہ ملونا سے تھسلی کیطرف بڑہ رہا تھا کہ ہراولی سواروں نے شنبہ کی صبح کو ٹرناووس پر قبضہ کرلیا۔ انہوں نے شہر کو یونانی فوج اور باشندوں دونو سے خالی پایا۔ صرف چھہ خاندان باقی تھے جنکو کوئی اذیت نہ پہونچائی گئی۔ ادہم پاشا کو ٹرناووس جانے پر رضامند کرلیے گئے۔ اور وہاں وہ ۲۴ کو دوپہر کے ۲ بجے پہونچگئے۔ مگر جیساکہ اوپر لکھا جاچکا ہے۔ رات وہاں بسر کرنا مناسب سمجھکر شام کو قرہ درہ واپس چلے گئے۔ جہاں انکے خیمے نصب کردیئے گئے تھے۔ اور تار کا سلسلہ بھی وہانتک بڑہا دیا گیا تھا۔ وہاں سے لیکر ٹرناووس اور لاریسہ تک یونانی تار کا سلسلہ صحیح سالم موجود تھا۔ یونانیوں نے واپسی کے وقت سڑکوں یا سلسلہ تار کو کوئی نقصان نہ پہونچایا تھا۔

۲۴ کی شام کو گرمکوف پاشا نے جو ایک نہایت قابل جرمن افسر اور ترکی توپخانہ کا انسپکٹر جنرل ہے۔ ایک سو سواران ساتھ لیکر بغرض استکشاف پیشقدمی کی۔ اور اوسی اسکے دوران میں معلوم ہوگیا کہ یونانی لاریسا سے بھاگ گئے ہیں چنانچہ دوسرے دن علی الصباح وہ اور سیف اللہ پاشا ایک باتری ابھی توپخانہ کی اور کئی رسالے لیکر لاریسا کو روانہ ہوگئے۔ شہر کے قریب پہونچکر انہوں نے شہر میں آتشبازی کی آواز سنی جسپر گرمکوف نے چند گولے شہر پر چلائے جانے کا حکم دیا۔ اور پھر دونو افسر دریا مینی اس کو کلان سنگی پل سے گذر گئے۔ پل کے نیچے یونانی ڈائنامیٹ رکھے گئے تھے۔ ایک نیک بخت باشندہ[1] نے اونکو اسکی اطلاع کردی۔ اور گرمکوف کے حکم سے ثابت بک نے اوسے وہاں سے ہٹاکر پانی میں پھینکدا دیا۔

دنیابھرمیں بہترین سپاہی باقی دلیر لڑائی کے موقعہ پر میں اور گرمکوف چند ترکی پلٹنوں کو پاس سے جو میدان تھسلی میں داخل ہورہی تہیں گذری۔ اوسوقت اوسنے مجھے مخاطب کرکے کہا وہ تم انکو فتحیاب آمدہ۔ غبار آلود۔ بوسیدہ پارچہ۔ اور تقریباً لاشئے پر گذارہ کرنے والے اور بیحد قانع وصبور غریب سپاہیوں کو دیکھ رہے ہو۔ صاحب من میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہہ دنیابھر میں بہترین سپاہی ہیں"۔

لاریسا کے مسلمان اور یہودی باشندوں نے نہایت گرمجوشی سے ترکوں کی آؤ بھگت کی۔ اور بتایا کہ جمعہ کے دن سے جبکہ ملکی گورنر نے تمام قیدیوں کو رہا کرکے اونہیں رائفلیں دیدیں۔ شہر میں عجب ہڑبونگ برپا رہی ہے۔

ادہم پاشا کو کامل قبضہ ہوجانے کے بعد اوسکی خبر ہوئی۔ ہم (یعنے میں۔ وان سونن برگ۔ ایلس اور ہمارا اسکوٹ) اتوار کو دوپہر کے ایک بجے گرمکوف سے چار گھنٹے بعد لاریسا پہونچے۔ اور عین اوسیوقت سلطان المعظم کا یاور نجیب بک اوسی شکل ایک یاور سرپٹ گھوڑے دوڑاتے پہونچگئے۔ لاریسا مینی اس (کوستم) کی دہنکی رہ پر آباد ہے۔ دریا نہایت تیزی کے ساتھ شہر کی مغربی اور شمالی جانبوں سے ٹکراتا ہوا بہتا ہے۔ شہر کے متصل اوسکا پانی عمیق اور دہارا بہت تیز ہے۔ اور دونوں طرف خوبصورت درختوں کی قطاریں اور سرسبز مرغزار موجود ہیں۔ سبز جامع مسجد سے جو برلب دریا ایستادہ ہے۔ پل دریا اور اوس سے پرلی طرف کے زرخیز میدانوں کا نظارہ جنکو یہہ قدیم دریا سیراب کرتا ہے۔ کل یونان میں نسبی تھسلی بھر میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ شہر کی عمارت بھی نہایت خوبصورت ہے۔ کچھہ مکان پرانی طرز کے اور کچھہ نئی طرز کے ہیں۔ جو اول الذکر

[1] یہ یہودی تہا۔

ایسے دلچسپ نہیں۔ محلسرا۔ قدیم حرمسرا شاہی (اسکی سرا)۔ قوناق۔ جو بڑے چوک میں واقع ہے۔ بنک اور اولمپی ہوٹل۔ یہہ سب بڑے بڑے عالیشان مکان ہیں۔ ترکی طرز کے مطابق مربع شکل کے بڑے بڑے بنگلے بھی بیشمار ہیں جنمیں سے بعض میں ترکی خاندان رہتے ہیں۔ تھسلی کے زمین کے حصہ کثیر پر ابھی تک مسلمانوں کا ہی قبضہ و تصرف ہے۔ مسجدوں کے بھی ابھی تک کئی مینار ایستادہ ہیں جو تھسلی پر صدیوں تک ترکوں کا قبضہ رہنے کی شہادت دے رہے ہیں۔ ان میناروں سے جہاں کہیں وہ ہوں منظر کی دلفریبی میں جو اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ سیاحان مشرق سے پوشیدہ نہیں۔ اکثر مینار یونانیوں نے گرا دئے ہیں۔ جب سارے مینار کھڑے تھے۔ اوسوقت شہر کی خوبصورتی۔ ایسے بہت ہی بڑہی ہوئی تھی۔

لاریسا کی کیا حالت تھی

ہمنے لاریسا کو شہر خموشاں پایا۔ تمام مکان بلا مکین تھے۔ اکثر مالک اونکو باحتیاط تمام مقفل کر گئے تھے۔ اور دروازوں کے آگے کوئی نہ کوئی چیز رکھ گئے تھے۔ ان مکانوں کے کل دریچے بھی بند تھے۔ بعض کے دروازہ ٹوٹے ہوئے تھے۔ اور اندر تمام اسباب بکھرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ شمال مشرقی جانب کا محلہ بالکل تاراج اور منہدم پایا گیا۔ یہہ کل یونانی قیدیوں اور بیقاعدہ سپاہیوں کی کارروائی تھی۔ جن بدذاتوں نے یوم و شب گذشتہ اپنے ہمقوم مردوں اور عورتوں کو بھی ستانے اور بیحرمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرکے جو کچھہ ہاتھ لگا اوسے لوٹ لیا تھا۔[1]

---

[1] ترکی سپاہ کی خوش اطواری۔ فوجی برجستگی اور بینظیر تیاری اور یونانیوں کی بداطواری کے متعلق ٹائمز ایسے متعصب اخبار کے نامہ نگار کو بھی شروع اپریل میں حسب ذیل اعتراف کرنا پڑا۔

× × × × × × × × × × × × × "ترکی مورچے نہایت مضبوط اور ناقابل فتح ہیں۔ فوج کا سامان پوشاک سب طرح سے مکمل ہے اور سپاہی نہایت تربیت یافتہ اور فرمانبردار ہیں۔ اونکو ہر روز قواعد کرائی جاتی ہے۔ وہ نہایت بشاش و خوش اور لڑائی کے بہت خواہشمند ہیں۔ کئی پلٹنوں نے کہدیا ہے کہ ہم تنخواہ نہیں لینگے اور جبتک ضرورت ہو ملک و مذہب کی خدمت میں جنگ کرینگے۔ یونانی ضلع آرٹا کے مقابل ۲۰ ہزار ترکی فوج جمع ہے۔ تمام سرحد پر ہراولوں کی چوکیاں مقرر اور کارآمد ناکوں کی حفاظت کیلیے پہاڑوں کی چوٹیوں پر زبردست باتریاں نصب کیگئی ہیں۔ یہہ خیال بالکل غلط ہے کہ مقدونیہ کے دہقان بغاوت کرینگے۔ وہ لوگ بالکل خاموش اور بڑی خوشی سے ترکی افواج کی رسد رسانی میں مصروف ہیں۔ ترکی سپاہ سمجھتی ہے کہ اگر اوسے اجازت دیدیجائے تو وہ ۱۵ دن کے اندر یونانیوں کے ایک ایک سپاہی کو تھسلی سے باہر نکال دیگی۔ سرحد مقدونیا و یونان پر کوئی بچے جمع نہیں ہیں۔ بلکہ یہہ ایک لاکھ جرار و نبرد آزما اور تجربہ کار بہادروں کا مجموعہ ہے۔ اکثر افسر نوجوان ترکی جماعت سے ہیں۔ جو جان نثاری میں دوسرے افسروں سے کم نہیں۔ ادہم پاشا سپہ سالار گو فیلڈ مارشل کا اعلے ترین فوجی عہدہ رکھتے ہیں ابھی عمر میں صرف ۵۴ برس کے ہیں۔ گذشتہ جنگ روم و روس میں پلیونا کے محاصرہ کے وقت شیر پلیونا غازی عثمان پاشا کے ماتحت پہلے وہ ایک پلٹن کے کرنیل اور پہر ایک دستہ کے قائمقام بریگیڈیر ہو گئے۔ اور بینظیر شجاعت اور کمال استقلال و تحمل کی وجہ سے بڑے نامور ہو گئے۔ ترکی انتظام

سٹیشن پر ہر قسم کا اسباب بکھرا پڑا تھا۔ دہشت زدہ باشندے شنبہ کو جبکہ ہراسان و خوفزدہ سپاہ کا سیلاب شہر میں امنڈ آیا تھا ہزاروں کی تعداد میں وہاں جمع ہوگئے تھے۔ خود سٹیشن اور اوسکا متصلہ میدان بیشمار صندوقوں۔ تھیلوں۔ ٹوکریوں

تتمہ صفحہ سابقہ

رسد رسانی و فراہمی فوج ایسا معقول ہے کہ باوجودیکہ بذریعہ سمت۔ ریل و سڑک طویل مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ اسوقت (۱۴ اپریل) صرف الاصونا میں ایک لاکھ سپاہیوں کیلیے پندرہ دن کی خوراک و سامان جمع ہوگئے ہیں۔ عبدالکریم پاشا والی مناسطر اپنے صوبہ میں امن قایم رکھنے میں بڑی مستعدی دکھا رہے ہیں۔ بمقام سوروچ اونہوں نے کئی اہلکاروں کو فوجی رسد رسانی کے متعلق نامعقول سخت گیری کرنے پر قید کر دیا۔ اور اکثر قزاقوں کو گرفتار کر لیا ہے۔

"یونان میں یونانی ترکوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے رہے ہیں۔ اور اونکی ہجر متی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے وہ لوگ ترکی ٹوپی کو دیکھکر ایسے جل بھن جاتے ہیں کہ کسی ترک راہ گذر کے سر پر اسے دیکھتے ہی اوسے فوراً اوتار کر پاؤں کے نیچے کچلنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسکے برخلاف ترک اپنے علاقہ میں اپنی جبلی شرافت اور سچی تہذیب کا پورا ثبوت دے رہے ہیں۔ انکی فوجی صدر مقام الاصونا میں یونانی عیسائی بکثرت آباد ہیں جنکے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا جاتا ہے۔ وہ اور اونکی عورتیں بلاخطر گلی کوچوں میں پھرتی ہیں۔ کوئی اونکی طرف آنکھ اوٹھا کر نہیں دیکھتا حتی کہ وہاں خود یونانی قونصل تک ابھی موجود ہے۔ اور یونانی جھنڈا اسکی مکان پر لہرا رہا ہے اور ترک اس سے کبیدہ خاطر نہیں ہوتے"

کیا دنیا میں کوئی دوسری قوم ایسی عالی حوصلگی دکھا سکتی ہے۔ ترکوں کی یہہ عالی ظرفی ملک کی یونانی رعایا تک ہی محدود نہیں رہی۔ بلکہ جیسا کہ ناظرین کو تاروں کے مطالعہ سے معلوم ہوجائیگا۔ اونہوں نے یونانی شہروں میں بحیثیت فاتح داخل ہونے پر بھی حیوانی مادہ کو اپنی طبعی انسانیت پر غالب نہیں ہونے دیا۔ مگر اس امر کا ان کو کافی موقعہ بھی نہیں ملا۔ کیونکہ ہمارے اینگلو انڈین اخبارات کے بہادر۔ رحمدل اور فرشتہ سیرت یونانی بمصداق چور کی داڑھی میں تنکا اپنے مسلمان ہموطنوں پر جور و ستم کرنیکا خمیازہ ملنے کے خوف سے ترکی افواج قاہرہ کی تھسلی میں داخل ہونے سے پہلے ہی اپنے اپنے شہروں اور دیہات کو خالی کرکے جنوب کیطرف بھاگ گئے لیکن یہہ یقینی امر ہے کہ اگر یہہ بزدل بھگوڑے ملک کو چھوڑکر نہ بھی فرار ہوتے تو بھی اونکو کوئی اذیت یا تکلیف نہ پہونچتی۔

ایک دوسرے انگریزی اخبار کا نامہ نگار ایلاسونا سے ترکی فوج کے چشمدید حالات ۲۰ اپریل کو اسطرح لکھتا ہے "میں کارادیریا سے جو ایلاسونا سے قریب ترین ریلوے سٹیشن ہے اترکر ۲۷ میل تک سڑک پر سفر کیا جو نہایت عمدہ حالت میں ہے۔ اراضی اچھی طرح مزروعہ ہے اور موسم کھلا برف بہت کچھہ پگھل گئی ہے۔ صرف پہاڑیوں کی چوٹیوں پر باقی ہے۔ رستہ میں میں نے بیلوں کی لمبی لمبی قطاریں دیکھیں جن سے ترکی فوج کی بار برداری کا کام لیا جاتا ہے۔ یہہ جانور نہایت سخت تعجب خیز طور پر جفاکش۔ بڑے بڑے بوجھہ اوٹھاکر بعض اوقات چالیس چالیس میل ایک دن میں طے کر جاتے ہیں۔ پیدل سپاہ نے بھی اپنے آپ کو اس موقع پر ہر طرح قابل اور جفاکش ثابت کیا ہے۔ کیونکہ ترکی جوان نہایت باقاعدہ کوچ کرتے ہوئے دو دن کا لگاتار سفر کرکے بندوقوں اور کارتوسوں کی گٹھڑیں سے لدے ہوئے مقام مقصود پر تازہ دم پہونچے ہیں۔ جس جس دستہ سے میں گذرا ہر ایک جوان نہایت شجاع اور پورا پورا سپاہی سر سے پیر تک نظر آرہا تھا۔ جو بے بنیاد افواہیں سپاہیان

اور ہر قسم کے پولندوں اور ٹرنکوں کی ملبہ سے پٹا ہوا تھا۔ بدبخت شہری اپنا کل منقولہ اسباب ساتھ لیگئے تھے۔ مگر حکام نے بھری ہوئی ٹرینوں میں اسباب ساتھ نہیں رکھنے دیا تہا۔ اور شہریوں کو سب سامان پیچھے چھوڑ جانا پڑا تھا۔ جسے رہا شدہ قیدیوں اور بھگوڑے سپاہ کے فضلہ نے جو نیز شہر کی لوٹ میں شامل ہوگئے تھے۔ لوٹ لیا۔ ملبہ میں ایک بڑے ٹرنک پر مشہور (انگریز خاتون) مسز اورسٹن[1] چانٹ کا نام موٹے موٹے حرفوں میں نقش تھا۔ ایک انگریز نامہ نگار نے خاتون مذکور کی اس دلچسپ یادگار کا معہ تمام فوٹو اتار لیا۔

لاریسا میں ہر جگہہ یونانیوں کی دہشت زدہ بھاگڑ کے آثار دکھائی دیرہے تھے۔ بدمعاشوں نے صرف متذکرہ صدر محلہ کو ہی لوٹ کر ازسرتا پا خالی نہیں کردیا تھا۔ بلکہ دیگر محلوں کے اکثر مکان بھی لوٹ لیئے تھے۔ بارکوں کا کچھہ حصہ ہی جلا ہوا تھا۔ ڈاکٹر و خدام تک یونانی مجروحین کو ہسپتالوں میں لاوارث چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ترکوں کو دس قلعہ شکن توپیں صحیح سالم قلعہ سے پانچہزار سے زیادہ گراں رائفلیں اور سامان حرب کی کثیر مقدار غنیمت میں ملی۔

جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ ادہم پاشا نے اپنی فوج کو یونانیوں کی تقلید اور پیروی سے روکنے کے لیئے پورا پورا انتظام کیا۔ البتہ البانیوں نے جو ہمیشہ سے شورہ پشت اور سرکش چلے آتے ہیں۔ پہلی رات کسیقدر لوٹ کھسوٹ کرنے کی کوشش کی مگر ہیڈ کوارٹری سٹاف نے اونکو فے الفور روک لیا۔ کئی ارنوطوں کو بید کی سزا دیگئی اور دو کے لیئے گولیوں سے مروا دیئے جانیکا حکم صادر کیا گیا۔ مگر اس نہایت ہی سنگین سزا کو بعد میں معاف کردیا گیا۔ اوسوقت لاریسا میں جسقدر یورپین موجود تھے۔ وہ بلا استثنا اس امر کی شہادت دینگے اور تصدیق کرینگے کہ مشیر اور اونکے سٹاف نے نظام و امن قایم رکھنے کے لیئے نہایت

[1] یہہ خاتون انگلستان سے یونانی مجروحین کی تیمار داری کے لیئے یونان گئی تھی۔

بقیہ صفحہ سابقہ اکی خانہ کش اور بے لباس ہونیکی اڑی تھیں وہ بالکل لغو اور سراسر جھوٹ ثابت ہوئیں۔ کیونکہ ان کی وردیاں اعلے درجہ کی مکمل تھیں اور خوراک کا سامان بے نقص اور مکلف سب سے بڑہ کر تعجب ناک سپاہیوں کا پرلے درجہ کا جوش اور سرگرمی تھی۔ بجائے اسکے کہ یہہ لوگ مضطرب آزردہ یا لاپرواہ ہوتے۔ لڑائی کے واسطے پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ دیہاتیوں اور ملکی خدمات پر مامور لوگوں کی بیشمار عرضیاں دن بدن چلی آرہی ہیں۔ بدیں درخواست کہ ہمکو بطور والنٹیروں کے فوج کے ساتھ شامل ہونے کی اجازت ملے۔ کل ایک چھوٹے سے گانوں کے پاس سے میرا گذر ہوا جہاں پچاس تنومند جوانوں نے مسلمانوں کے ساتھ شامل ہونے کی واسطے درخواست کی۔ کراویرا اور الیاسونا کے درمیان سرفجی سے آدھے راستہ پر میں گورنر کے ساتھ کھانا کھانے کیواسطے ٹھیرا یہاں ایک وسیع ہسپتال تیار ہورہا تھا۔ یہاں کئی ایک کرپ توپیں بھی معہ سامان گولہ بارود کے موجود تھیں۔ یہاں پہنچکر میں جی عند مقام میں لیجایا گیا۔ جہاں ادہم پاشا کمانڈر نخیف غایت درجہ کی خوش خلقی سے میرے ساتھ پیش آئے۔ یہہ اس موضع میں ایک چھوٹے سے مکان میں مقیم ہیں۔ داڑہی رکھتے ہیں میانہ قد۔ اور عمر کوئی ۵۴ سال کی ہوگی۔ چہرہ سے متانت بہرا غار خوض نمایاں ہے اور ہوری آنکھوں سے فہم و فراست ٹپک رہی ہے۔ تہوڑی فرانسیسی بول لیتے ہیں۔ اور اپنا مطلب اچھی طرح ظاہر کرسکتے ہیں۔

قابل تعریف اور بیحد کوشش کی ہیں اس امر کی حلفاً شہادت دیسکتا ہوں کہ جبتک میں تھسیلی میں رہا ترکی فوج ہر قسم کی تاخت و تاراج سے قطعاً محترز رہی۔ اور رعایا پر خفیف سا تشدد بھی نکیا گیا۔ اکثر علاقوں میں مثلاً جھیل قرلہ کے کناروں پر اکثر بارونق دیہات موجود تھے۔ جو ہر قسم کی مویشی بھیڑ بکری۔ اور مرغیوں۔ وغیرہ سے بھرے ہوئے تھے پچھلے دنوں میں ترکی سپاہیوں کو رسد کیطرف سے بہت دقت رہی۔ اور اونہیں بہت کم غذا دستیاب ہوتی رہی۔ مگر حالانکہ اونکی آنکھوں کے سامنے یہہ بہتات اور افراط موجود تھی۔ اونمیں سے ایک متنفس نے بھی کبھی رعایا کی کسی چھوٹی سی چیز تک کو ہاتھ نہ لگایا۔

ولیعہد یونان شاہزادہ ولیعہد بہادر کی نسبت ہمنے لاریسا میں عجیب وغریب داستانیں سنیں۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اوسے بہت برا مشورہ ملا۔ میری خیال میں غالباً خود شہزادہ اس شتابکارانہ اور احمقانہ مراجعت کا اسقدر ذمہ وار نہیں۔ جسقدر کہ اوسکا کوئی منظور نظر تیز وطرار یاور۔ مگر ساتھ ہی اس امر کو بھی فراموش کرنا زیبا نہیں کہ ہزیمت فاش اور سراسیمہ وحشتانہ بھاگڑ کے وقت تمام نظام وانتظام اور ادب واحترام مفقود ہوجاتا ہے۔ اور یہہ یقینی امر ہے کہ یونانی سپاہیوں میں کئی سرباختہ اور ناراض آدمی موجود تھے۔ یونانیوں کا بھی فرانسیسوں کیطرح یہہ قاعدہ اور خاصہ ہے۔ کہ خواہ اونہیں اپنی ذاتی بزدلی اور نالایقی کی بدولت شکست ملی ہو۔ وہ کل الزام افسروں پر تھوپتے ہیں۔ اور یہہ پکار نا شروع کردیتے ہیں "ہمیں ان لوگوں نے برباد کیا" الغرض خودسری اور وحب پانا وجب خفگی یہانتک بڑہ گئی تھی۔ کہ بقول مسٹر برلے کئی سپاہیوں نے ولیعہد اور اوسکے سٹاف کیطرف بندوقیں سیدہی کردیں۔ اور کسیقدر امن وانتظام قایم ہونے تک بھگوڑے سپاہیوں کے کمینہ حصہ کے غیظ وغضب سے تاج وتخت یونان کے ولیعہد اور سپہ سالار کو بچانا ضروری ہوگیا۔ اور اس ضرورت کیوجہہ سے ولیعہد بتاریخ ۲۴ اپریل اپنی فوج کو چھوڑ چھاڑ کر چنپت ہوگیا۔ گو یہہ ضرورت ایسی نہ تھی کہ ان نامردانہ کارروائی کیلیئے وجہ ہوسکے۔

شنبہ کو علے الصبح جو ٹرین سب سے پہلے سٹیشن سے چھوٹی۔ اوسپر شہزادہ اور اوسکا سٹاف سوار ہوگیا۔ اور بدنصیب شہری جنسے تمام گاڑیاں کھچاکھچ بھری ہوئی تھیں باہر نکالدیئے گئے۔ فقط شاہزادہ اور سٹاف ہی اس ٹرین پر سوار نہ ہوئے۔ بلکہ اونکے گھوڑے بھی اس ٹرین پر سوار کرادیئے گئے۔ اور کل جماعت براہ ولسٹینو فرسالہ کو روانہ ہوگئی جو ریل کے رستہ لاریسا سے پچاس میل سے زیادہ ہے۔ مگر خشکی کی سڑک کے رستہ جو بالکل سیدہی جاتی ہے اور نہایت عمدہ حالت میں تھی۔ صرف ۲۲ میل ہے جس مسافت کو گھوڑوں پر بآسانی تمام چار گھنٹوں میں طے کیا جاسکتا ہے۔ فوج کی خوف وہراس کو کم اور بھگوڑوں کو پھر مرتب کرنے کی کچھہ کوشش کرنا۔ شاہزادہ بہادر کے فرض منصبی میں ہی داخل نہ تھا۔ بلکہ اوسکے مرتبہ اور شان کا بھی یہی اقتضا تھا۔ اگر اوس سے یہہ نہ ہوسکا تھا تو کم از کم اتنا تو کرتے کہ وہ اور اوسکا سٹاف سڑک سڑک بھگوڑوں کے ہمراہ فرسالہ کو جاتا۔ جہاں بعد میں ہیڈکوارٹر قایم کیا گیا تھا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شاہزادہ کے مشیروں نے یونانی سپاہیوں کی خفگی[۱] سرتابی اور بیجا ہی دیکھکر اوسی

[۱] دیکھو صفحہ ۲۳۰

ایسا کرنیکا مشورہ دیا اور بحالات موجودہ یہہ مشورہ عین دانائی پر مبنی تہا۔ مگر اوسی بہادرانہ کوئی نہیں کہیگا۔ گو یونانیوں کی نالائقی اور بدذاتی میں مطلقاً کلام نہیں۔ اپائیرس کی ہزیمتوں کے بعد قوم وسپاہ نے کرنل مانوس سے جو وحشیانہ سلوک کیا۔ اوس سے بخوبی ثابت

۱؎ اسی واقعہ اور دیگر معاملات حرب کے متعلق ایک نامہ نگار نے اپنے خیالات حسب ذیل ظاہر کئے تھے۔
ترکی جرنیلوں کی مقابلہ میں یونانی جرنیلوں کی ناقابلیت کے بحث پر خط میں تحریر کر چکا ہوں کہ میدان جنگ سے ضروری خبریں آئیگی بڑی امید سو ایسا ہی ہوا ہے کیونکہ جسوقت میں خط روانہ کر چکا۔ اوسکی تہوڑی ہی دیر بعد میں اخباروں میں بڑے بڑے موٹے حروف میں "ادہم پاشا کی واپسی" چھپا ہوا دیکھا چونکہ تمام نامہ نگار جو کہ ترکی فوج کے ہمراہ ہیں ادہم پاشا کی قابلیت حسن تدبیر کی تعریف میں ایک ساتھہ رطب اللسان ہیں اسلیئے انکے اچانک واپس بلائے جانے سے اسکے سوا اور کچھہ سمجھہ میں نہیں آتا۔ کہ ترک تباہ کرنے کے لیئے بڑہ رہے تھے۔ واپس کرنے کی دیوانگی ایسے وقت میں جبکہ فتح وشکست میں شک تہا اور پھر ایسے جرنیل کو واپس طلب کرنا جسنے اپنی فوج کے ذریعہ سے تمام معترضین سے تعریف لی ہو کسی بڑی مصیبت کے آثار معلوم دیتے ہیں۔ یورپ کا مرد بیمار جو اپنی اس آخری کوشش میں اپنی زائل شدہ طاقت کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پھر ایکدفعہ سلطانی محل کی بدکرداری اور سازش سے اپنے سعی میں ناکام رہیگا۔ ادہم پاشا کیجگہہ پلیونا کے بہادر غازی عثمان پاشا کی تقرری نے عین طوفان میں گہوڑی نہوڑانے کے خوفناک خطرہ کو کم نہیں کیا۔ تاہم مشیران سلطنت نے قسطنطنیہ میں ادہم پاشا کی تنزل کا بیڑا اوٹھالیا ہوا تھا۔ جس توقف کیوجہہ سے ادہم پاشا کے دشمنوں نے اسے ناقابلیت اور بزدلی کا الزام لگایا تھا۔ وہ صرف اس لیئے تھا کہ یہہ زبردست آدمی ترکی فوج کی قوت کو ایک مرکز میں لاکر اپنے دشمن پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ ادہم پاشا کو طلبی کا پیغام پہونچا۔ لیکن وہ پیغام فتح کی خوشخبری سنکر منسوخ کر دیا گیا جسوقت اس کام کا انتظام مکمل ہو گیا تو یونانیوں کو جو چوکیوں کی فتح کو بڑی رنگین عبارتوں میں تحریر کر رہے تھے معلوم ہو گیا کہ جنگ ایک سائنٹیفک اصول پر بنا کیا گیا ہے۔ انکے جرنیل ترکی فوج کے جرنیل کے مقابلہ میں ہیچ۔ اور انکی فوج ترکی کے سامنے ناکارہ جیسا کہ وہ درہ ملونا سے توپوں کے گولوں سے تباہ ہو کے بہاگے ویسا ہی وہ میدان لڑنا اوس سے پیٹھہ دکھا گئے۔ وہ لاریسا کی حفاظت نکر سکے اور اس بے سروسامانی سے بہاگ کھڑے ہوئے کہ انہیں سر اور پاؤں کی خبر نہ رہی اور تھسلی کے زرخیز علاقہ پر ادہم پاشا قابض ہو گیا۔ اس بے سروسامانی اور پراگندگی نے رہا سہا کام بھی بگاڑ دیا۔ درہ روٹی میں جسطرح یونانیوں کی فوج میشر نے ترکوں کی فوج کو روک رکھا۔ اگر انکا قلب بھی اسیطرح ادہم پاشا کے قلب کا مقابلہ کرتا رہتا جو پہاڑ کی سانپ جیسی ٹیڑہی دیواروں میں پیچ کھائے ہوئے تھا تو اوسکا واقعات جنگ پر بڑا ضروری اثر پڑتا۔ اگر یونانی اُس درہ میں ادہم پاشا سے لڑتے اور اس درہ کی سلسلہ رسل و رسایل کو جسکا سیڈ کوارٹر الاسونا ہے توڑ دیتے تو ادہم پاشا کی حالت بہت ہی نازک ہو جاتی نہیں۔ اگر وہ صرف اٹہے ہی رہتے تو اس صورت میں بھی اسکا سلسلہ رسل و رسایل کبھی خطرہ سے خالی نہوتا۔ لیکن جب یونانی فوج کا قلب پیچھے ہٹا دیا گیا تو یونانی فوج میشر کے سلسلہ رسل و رسایل کو توڑ دینے کا خطرہ جاتا رہا۔ کرنیل سمولنکی جو درہ روٹی میں یونانی فوج کا کمانڈر تھا۔ ایک بہادر اور ہنرمند جرنیل ثابت ہوا۔ اسنے بہاگ جانے کے پہلے حکم کی کچھہ پرواہ نہ کی۔ ایک اور حکم ہوا جسکی اسنے تعمیل کی اور اپنی فوج کو باقاعدہ

ہو رہا ہے کہ یونانیوں کی بدمعاش شہیدہ کاری اور خباثت کیا کچھ کر سکتی ہے۔ انگریز و دیگر تمام اقوام کے اجنبی نامہ نگاروں اور نیز اطالین و انگریز مجاہدین کی متفقہ شہادت سے ثابت ہو رہا ہے کہ یونانی ہزیمت یابی پر بالخصوص سخت بزدل مجنون ظالم اور نامعقول ہو جاتے ہیں

بقیہ صفحہ گذشتہ) واپس لاکر یونانی فوج ہیسہ کی مدد کے لیے آن حاضر ہوا۔

"منقول" ولیعہد کونسل۔ گورنمنٹ ایتھنز۔ یونانی افسر۔ باقاعدہ یا بیقاعدہ فوج والنٹیر۔ انمیں سے کوئی ایک یونانی فوج کے لاریسا سے بھاگ جانیکا ذمہ دار ہو۔ تاہم یہ ایک نہایت ہی شرمناک اور افسوسناک واقعہ تھا جس سے تاریخ یونان کے صفحے ہمیشہ کیلیے سیاہ رہینگے۔ اس بھاگ جانیکو یا شکست کو مراجعت کے لفظ سے پکارنا اسے ایک ایسے نام سے نامزد کرنا ہے جس سے اسکا کچھہ تعلق نہیں۔ تمام دنیا کی فوجوں نے کئی موقعوں پر اس اندھی اور دیوانہ گھبراہٹ سے تکلیف اٹھائی ہے۔ جنگ فرانس و پرشیا میں ایک موقعہ پر جرمن فوج اس گھبراہٹ سے بھاگ اٹھی تھی کہ اسنے توپ کے موہنہ اڑائے جانا قبول کیا۔ لیکن مقابلے کے لیئے اپنے قدم نہ جمائے۔ نیز انگریزی افواج میں بھی کئی بار ایسی ہل چل پڑ چکی ہے۔ ایک کارسپانڈنٹ جو ان پناہ گزینوں اور ان کے حیوانوں میں جنکو یونانی عرب لوگ جب چاہتے کوڑے لگاتے اور چابک مارتے ہوئے چوپایوں کیطرح ہانکتے ہوئے انگریزی جنرل میکنیل کی ضربیہ کتے سو اکم کیطرف لے جا رہے تھے شامل تھا۔ بیان کرتا ہے کہ انکی حالت ایسی متوحش اور سہمی ہوئی تھی جیسی کہ ان باقاعدہ اور بیقاعدہ فوج۔ والنٹیر حکام ملکی۔ مرد عورت اور بچوں کی تھی۔ جبکہ وہ ایک دوسرے پر گرتے اور گرے ہوئے کو پاؤں سے کچلتے۔ گروہ در گروہ لاریسا سے فرسالہ کیطرف بے سروسامانی سے بے حواس ہو کر بھاگ رہے تھے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ نہ ہی تو کوئی دشمن انکا تعاقب کر رہا تھا اور نہ ہی کوئی دشمن میلوں تک انکی نظر میں پڑتا تھا۔ ترکوں کے خون کی پیاسی یونانی فوج جنہوں نے سلاطین یورپ کی نصایح کی کچھہ پرواہ نہ کی تھی۔ لاریسا میں سر کے بل گری۔ یہ اپنی سب سے مضبوط مورچوں کی حفاظت نہ کر سکی۔ اور ترکوں کے مقابلہ سے صرف اسیواسطے خوف زدہ ہو گئی کہ چند آدمیوں نے رات کیوقت با آواز بلند یہ کہنا شروع کر دیا تھا "ترکوں نے ہمیں آلیا"۔ یہ امر ہے جسکو مراجعت کے نام سے پکارا جاتا ہے

۲ اس جنگ روم و یونان کی ایک بڑی بھاری خصوصیت یہ ہے کہ لڑائی کے حالات قریباً مفقود الخبر ہیں۔ جس وقت واقعی جنگ ہو رہی تھی۔ اسوقت فوج جانبین میں کوئی نامہ نگار موجود نہیں تھا۔ گو پہاڑی ٹٹوؤں پر سوار ہو کر دروں کے مشکل گذار رستوں پر چڑھنے کے نقشے مع ولن دہقانوں کے جنگی جوش کے بیشمار بیانات اور طرفین سے زخمیوں اور قیدیوں کے ساتھ طرز سلوک کی بیحساب تفصیلیں شایع کیجا چکی ہیں۔ مگر جہانتک جنگ کے حالات جو ہمیں تاروں کے ذریعہ سے معلوم ہوئے ہیں۔ وہ صرف سرکاری رپورٹوں اور خطوں سے اخذ کرکے درج اخبار کیئے جاتے رہے ہیں۔ جنگ اکثر توپ سے شروع اور سنگینوں کے حملے پر ختم ہوتا رہا ہے۔ اور عموماً بندوقوں سے۔ لیکن کسی حالت میں معلوم نہیں ہوتا کہ نامہ نگار بوقت جنگ کسیطرف موجود ہوں۔ اونہوں نے اپنے اخباروں میں کوئی ایسا مضمون نہیں بھیجا۔ جس سے وہ اپنا عندیہ خاطر خواہ ظاہر کر سکتے ہوں۔ ڈیلی نیوز نے جسے آرچی بالڈ فوربس کے زمانہ سے لیکر آجتک اس کام پر ناز رہا ہے۔ شاید اوروں کی نسبت کچھہ زیادہ لکھا ہو۔ گو ریوٹر اور ٹائمز کے نامہ نگاروں نے جو لاریسا میں بال بال بچ گئے تھے۔ اس نظارہ کی بہت خوفناک تصویر دی ہے تاہم اس مختصر سی لڑائی میں یونانیوں کی شکست اسقدر حیران کن نرالی نہیں جسقدر جنگ کے نامہ نگاروں کی فراری۔ اسکا باعث غالباً یہی ہو سکتا ہے کہ چونکہ جنگ سرحد پر بہت سے مقامات پر چھڑی ہوئی تھی۔ اور نامہ نگار اکثر اس مقام پر جاتے تھے جہانکہ لڑائی کا زور ہو (بقیہ صفحہ ۲۳۲

مُحبّانِ یُونان کی حدِّت و پرغُضبی جب لاریسا کی فتح کی خبر انگلستان میں موصول ہوئی تو محبانِ یونان انگریزوں کے گھروں میں ماتم برپا ہوگیا۔ اونکی دماغ مختل ہوگئے اور وہ عجیب و غریب ہزیان[۱] بکنے لگ گئے۔ بطور مثال ۲۶ اپریل ۱۸۹۷ء کی اخبار ڈیلی کرانیکل کے ایک لیڈنگ آرٹیکل کا کچھہ اقتباس ناظرین کی دلچسپی

[۱] ہندوستان کی اکثر اینگلو انڈین اخبارات کی حزن واندوہ کا بہی اوسوقت کوئی حد وحساب نرہ گیا تھا۔ اونکو بہادر یونانیوں سے جنکو مسیحت کے پہلوان تصور کیا گیا تھا بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ مگر جب ایک ہفتہ میں ہی یہہ کل امیدیں خاک میں ملگئیں تو ولایتی اخبارات کیطرح وہ عجب مضحکہ انگیز ہزیان بکنے لگ گئے جسمیں کچھہ تو یونانیوں پر طیش ظاہر کیا جاتا۔ اور کچھہ پیچ وتاب کھا کھا کر کبہی ترکوں کو ستی دی جاتے اور اونہیں بلقانی عیسائی ریاستوں کی اتحاد کی دہمکیاں دیجاتیں بطور نظیر اس موقعہ پر متذکرہ صدر اخبارات کے چند مضامین مع اون اڈیٹوریل ریمارکس کے جو خادم قوم وملت وکیل امرتسر نے اونپر تحریر کیئے بجنسہٖ ذیل میں درج کردئی جاتے ہیں۔

یونان کے شکست اور اوسپر ایک انگریزی اخبار کا نوحہ کہ جنگِ روم و یونان کی چہڑنے سے پہلے ہی جیسا کہ ہم ترکوں کی مفصل اور سچی حالات ہدیہ ناظرین کرچکے تھے اُن سے بخوبی واضح تہا کہ یونان ترکوں کی سامنے مطلق کچہہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور جو پالیسی ہمنے اس شجاع قوم عثمانی کی ظاہر کی تھی اس سے بہی ثابت تہا کہ حضرت امیر المومنین اپنی طاقت بہت کچھہ دبائے رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اسی باعث انہوں نے متواتر یونان کی حماقت پر دول یورپ کو لکہا کہ اسکو سمجہادو۔ مگر حمایتی کی گدہی نے عراقی کو لات مارنے کی جرأت کرہی دی۔ اور باوجود اسکے کہ ترکوں نے دول یورپ کی درخواست پر اس شوریدہ سر قوم کی پہلی خطا معاف کردی تہی اور اوسوقت تک عام حملہ کا حکم نہ دیا جبتک کہ یونان کی با قاعدہ سپاہ باغیوں کے ساتھ ملک ترکی کی سرحد عبور کر آئی تھی۔ اور صرف اسی پر اکتفا کیا تھا کہ عثمانی جوانوں نے انکو ایک جنگل میں گھیر کر انکے ہتہیار چھین لیئے۔ اور انکو مار بہگایا تھا۔ مگر آخر کار ترکوں کو مجبوراً خود ہی اس نکمی سی بے حقیقت قوم کو سزا دینے کیواسطے جنبش کرنی پڑی۔ مگر وہ بھی اسطرح کہ جب یونانی اپنے سفلہ پن کی جوش سے اُبل کر سرحد عبور کر آئے تو ترکی سپاہ پہلے خود بخود پیچہے ہٹ آئی صرف اسغرض سے کہ دول یورپ کو بعد میں کوئی عذر نہ باقی رہے کہ پہل ترکوں کیطرف سے ہوئی تھی۔ لیکن آخر کار وہی مثل ہوئی "کمزور کا غصہ زیادہ مار کہانے کی نشانی"۔ ترکوں کو حرکت کرنی پڑی۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ آج ترک مقام وولو کے قریب موجود ہیں جہاں سے ایتھنز دار السلطنت یونان صرف ستر میل کے قریب رہ گیا ہے۔

یورپین پریس اور نیز ایجنسیوں نے اسموقع پر بہی معمولی اور عادی طرفداری تعصب اور غلط بیانی سے کام لیا۔ مگر صداقت چھپی نہیں رہسکتی۔ لاہور کا روزانہ سول ملٹری گزٹ بہی یونانیوں کی اس زک پر بہت کچھہ جہنجلایا اور کھسیانا ہوکر خود ہی یونانیوں پر لعن طعن کررہا ہے۔ اور انپر ہنسی اُڑا رہا ہے۔ مگر در اصل یہ اس نے ایک مرثیہ لکہا ہے۔ جسمیں برابر سخت دردِ دل اور قلق کے ساتھہ ساتھہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور وہ کسی مقام کیطرف اسوقت تک کوچ نکرتے تھے جبتک انہیں معلوم نہوا کہ جنگ کا دلچسپ مرکز کسجگہہ ہوگا اور جوں ہی کہ ادہم پاشا نے کسیطرف ارادہ کیا وہ چیرتا ہوا یونانیوں کی قلب تک جا پہنچا اور لڑائی ختم ہوگئی۔ جو کچہہ باقی رہجاتا تھا وہ نامہ نگاروں کی حصے آتا تھا۔ یعنی ایک مقام پر تو وہ شکست کی خطرات بیان کرتے ہیں اور [illegible] مقام پر جنگ کے باقیماندہ مہیب آثاروں کا ذکر چہیڑ دیتے ہیں"۔

کیلیئے یہاں درج کردیا جاتا ہے اوس سے اونکو معلوم ہوجائیگا کہ ان نسکیخنیوں کا مذہبی جنون اور سودا کس درجہ تک بڑھ گیا تھا

"وحشیوں کا دل بادل کیولری اور زنانہ حالتی کی مہلک ترین اوزار توپخانہ کو لیئے ہوئی لگاتار مسیحی ملک میں بڑہا چلا جارہا ہے"

بقیہ صفحہ سابقہ کے تعصب اور طرفداری کی سخت بو آرہی ہے۔ اسلیئے جو کچھہ ترکی بیڑہ کی نسبت لکھا ہے اسکی نسبت ہمارا صرف اسقدر لکھہ دینا کافی ہوگا کہ اخبار وکیل کے پچھلے نمبروں میں کل حقیقت کا حصہ ہدیۂ ناظرین ہوچکی ہے۔ ہم اس انگریزی اخبار کو خود کا لفظی ترجمہ بلا تصرف درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین واقعات سے خود اسکے نشیب وفراز کا اندازہ کرکے اپنے واسطے نتائج نکال سکیں اور وہ ترجمہ یہہ ہے۔

یونان کی دھجیاں اڑگئیں۔ چھوٹے سے بہادر یونان نے جس منچلے پن کو نہایت برے مشورہ سے اپنے اس جابر کی مزاحمت کی جسپر یورپ کی تمام بڑی بڑی سلطنتیں بھی حملہ کرنے میں تامل کرتی تھیں۔ ہر ایک شخص کو اس سے بہت ہمدردی ہوگی۔ مگر یہہ مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آغاز جنگ ہی سے میدان کارزار سے مستقل طور پر یونانیوں کا پیچھے ہٹنا اور معاً ایک ہفتہ بعد تمام طاقت کا قلع وقمع ہوجانا اس قوم (یونانی) کا نہایت دردناک نظارہ ہے۔ جو ابھی پچھلے ہفتے انہی دنوں میں اپنے دارالسلطنت کی سڑکوں پر جنگ کیواسطے جوش سے ابل رہی تھی۔ سب سے بڑھ کر بدقسمتی یہہ ہے کہ ناگفتنی ترکوں کی اس فتح ونصرت کے کارنامہ کا اثر آجکل کی زود نتیجہ خیز زمانہ میں یہہ ہوگا کہ انکی وقعت بحیثیت ایک جنگی طاقت کے اور انکی منزلت اور رتبہ مشرقی یورپ میں بہت ہی بڑھ جائیگا۔ چنانچہ یونان کی حماقت کا سریع نتیجہ یہی کہ انکی جنگی شہرت بالکل نیست ونابود ہوگئی اور پولیٹیکل حیثیت سے اسکے سر تباہی اور بربادی وارد ہوگئی۔ لڑائی چھڑنے سے پہلے ہمنے کہدیا تھا کہ اس جھگڑے کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ یونان میدان بحری میں فوقیت لیجائیگا۔ لیکن اگر ترکوں کو دیگر یورپین طاقتوں نے نہ روکا تو خشکی میں وہ یونان کا قلع وقمع کردینگے۔ مگر یہہ پیش بینی تو آجکل ہمارے خواب وخیال میں بھی نہ تھی کہ ہماری پیشینگوئی اسقدر تمامتر اور اسقدر سرعت سے پوری ہوجائیگی۔ خصوصاً رائٹر جو طرفداری یونان کی کرتا ہے۔ اور جو صاف ظاہر ہے اس سے یونانیوں کی قطعی تباہی اور بربادی زیادہ واضح اور صریح ہے۔ لڑائی کے پہلے ایک دو دن تک تو ایسے حالات ہمارے سننے میں آئے جنسے معلوم ہوا کہ یونانیوں نے اپنی استادانہ مراجعت میں اپنی جنگی محل وقوع برقرار رکھنے میں معجزہ دکھلایا ہے۔ مگر اسکے کوائف بالکل صاف نہ تھے۔ لیکن اگر ہم نقشہ پر فوجوں کی حرکات وسکنات کو تلاش کریں جیسی کہ وہ ابتک معرض تحریر میں آئی ہیں تو یہہ امر ہر جگہہ ہمکو واضح ہوگا کہ سمندر میں ہر مقام پر مخالف یونانیوں کا ہاتھ رہی ہے۔ مگر وہ اس مہم کو دراصل ساحل بحر سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکے۔ اور خشکی پر ہر جگہہ ترک ہی حملہ آور ہوئے ہیں۔ اور جو حرکت انہوں نے کی ہے اسمیں آگے ہی بڑھے ہیں۔ اس آخری قاعدہ کی ایک استثناء صرف یہہ ہوئی ہے کہ یونانی ایپیرس میں جنینا کے مقابل بڑھے ہیں۔ مگر جسکی نسبت ہم سنتے ہیں کہ یونانیوں کو یہاں بھی آگے بڑھنے میں منزل مقصود کے آدھے ہی رستہ میں ترکوں نے نہایت سرعت سے روکدیا۔ آغاز جنگ پر ہی جیسا کہ ہم نے کہدیا تھا۔ تمام سرحد اس سرے سے اس سرے تک مغرب پر پرویسا لیکے وسط میں گریونیا اور مشرق میں کرانیا تک میدان کارزار تھی۔ مگر جس روز سے درحقیقت لڑائی شروع ہوئی یونانیوں کے حملہ آور گروہ جنہوں نے دراصل گریونیا پر خود حملہ کرکے ترکی کو مجبور کیا۔ اب تمامتر معدوم ہوگئے اور ترکوں نے اپنی تمام حملہ آور طاقت کرانیا کے پاس درہ ملونا پر جمع کردی۔ اور یونانیوں نے اپنی طاقت پرویسا واقعہ خلیج آرٹا اور ایاٹرس پر۔

یہہ ہے۔ آج کی خبر لیکن خدا کا شکر ہے کہ جنگی پہلو سے جیسا کہ ہم بعد میں بتائینگے۔ یہہ امر ایسا بُرا نہیں جیسا کہ ہمدردی انسانی اور تہذیب کے لحاظ سے ہے۔ البتہ آخر الذکر امور کے لحاظ سے یہہ امر نہایت ہی خطرناک اور سخت رنجدہ ہے حکمران ترک (جلالت مآب سے مراد ہے

بقیہ صفحہ سابقہ) اب سب سے پہلے ترکوں کی سنیئے کہ اول ہی ہم اون کو ایلاسونا پر دیکھتے ہیں۔ جو اونکی اپنی سرحد سے پار ہے۔ اور یہاں سے وہ نزاروس اور کرانیا کے جنوب مشرق سے درہ ملونا کے رستہ آگے بڑہنے کی دہمکی دے رہے ہیں۔ پھر کئی دن کی سینہ توڑ لڑائی کے بعد یکایک سنتے ہیں کہ ترک ایلاسونا کی جانب جنوب مغرب ٹرنادوس پر آپہونچے۔ اور گو رپوٹر نے اس معاملہ کو اچھی طرح واضح نہیں کیا۔ اسی سے اور نیز یونانیوں کے نہایت سرعت سے لاریسا کو ہٹ جانے سے جو ٹرنادوس کی جانب جنوب واقع ہے صاف ظاہر ہے کہ ترکوں نے ایک اور ہی طرف سے سرحد میں گھسکر اور غنیم کے عقب پر جلانے سے یونانیوں کی ایک پہلو کی فوج کو ہی الٹ دیا۔ چنانچہ اسطرح پھر ایک مرتبہ اس زمانہ میں بھی وہی فن جنگ کی استادی کھیلی گئی۔ جسکا اظہار تھرماپولی[1] پر ہوا تھا۔ مگر لیونیڈاس کے برعکس اس زمانہ کے یونانیوں کا وہ دل گردہ ہی نہیں ہے کہ اپنے آپ کو غنیم کے نرغے میں پھنسادیں۔ اور میدان کارزار میں شمشیر بکف سربر ہوں۔ لیکن یونانیوں کی مراجعت صرف لاریسا ہی تک ختم نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہہ مشکل ہی اس شہر تک پہنچے ہونگے کہ ہم سنتے ہیں کہ آگے بڑہتے ہوئے غنیم (ترکوں) کے نعرے ہی سنکر یہہ شہر اور نیز سب ذخیرہ فوجی سامان کا چھوڑکر اسطرح بھاگے کہ زمانہ حال کے یونانی شجاع (ہیرو) ڈیوک آف سپارٹا آگے آگے اور ساری فوج پیچھے پیچھے! پھر یہہ حرکت آگے چلکر ایک اور لفظ زرکوس اور نیز نقشہ سے واضح ہے ترکی فوجیں اب زرکوس ہونچ گئی ہیں جو لاریسا کی جنوب مغرب کی پہلو پر واقع ہے۔ اور اسمیں کچھہ شک نہیں کہ یونانیوں کو ہرگز یہہ پسند اور مطلق گوارا نہیں کہ اپنی مراجعت میں حملہ آوروں کو اپنے آپ سے ایک قدم بھی آگے جانے دیں۔ یہہ معلوم کرنا دلچسپ ہوگا کہ یہہ کامیاب استادی فن جنگ کی کہانتک ترکی کمانیروں کا حصہ ہے جنمیں سے ایک کو اس تھوڑے سے وقفہ میں بھی ماتحت بنادیا گیا ہے۔ (اشارہ ہے ادہم پاشا کے اجوٹنٹ جنرل اور غازی عثمان پاشا کے کمانیرو نے کیطرف) اور کہانتک یہہ جرمن افسروں کی طرف منسوب کیجا سکتی ہے۔ جنہوں نے ترکی فوج کو تعلیم و تربیت دی ہے۔ بہرحال خواہ کچھہ ہو اس فوج نے اپنی شہرت پھر یورپ میں ثابت کردی ہے کہ وہ تمام سرزمین مغرب میں سب سے بڑہکر اعلےٰ درجہ کی لڑنے والی ہے۔ کیونکہ خود جرمن فوج بھی اس تھوڑے سے وقت میں جو اسکو ملا ہے اس سے بڑہکر کچھہ نہ کرسکتی۔ یونانیوں کی مراجعت کا دوسرا پہلو فرسالہ ہے جو صوبہ تھسلی میں نصف علاقہ سے بھی کچھہ آگے ہے۔ چنانچہ اسطرح سے ایک ہفتہ میں ہی آدہا صوبہ یونانیوں کے ہاتھ سے نکلگیا۔ اور یہ خود اپنے ہاتھوں ایسی تباہی اور بربادی کا طوفان اپنے سر پر لائے ہیں جس کو روکنے کے واسطے کوئی معجزہ درکار ہے اور اسکے چھہ دن کی معرکہ میں ان محبان وطن کیواسطے اگر کوئی بات قابل فخر و مایہ ناز ہو تو اتنا تو ہے کہ انہوں نے مراجعت کا کوچ بہت اچھا کیا ہے۔

---

[1] تھرماپولی وہ مشہور درہ یونان کا ہے جسمیں ۴۸۰ قبل مسیح الیگزنڈر یونانیوں زیر کمان یونانی جنرل لیونیڈاس اور تمام فوج سلطنت ایران میں مشہور لڑائی ہوئی تھی۔ تین دن تک معرکہ گرم رہا یونانی مطلق زیر نہ ہوئے۔ مگر آخرکار چوتھے دن ایک شخص دہوکہ دیکر ایرانی فوج کو پوشیدہ رستہ سے پہاڑ کی دوسری طرف نکال لیگیا۔ اور اسطرح ایرانیوں نے جنکی تعداد لاکہوں تک تھی۔ الیگزنڈر یونانیوں کو اس درہ میں دونو طرف سے بند کرلیا۔ تمام یونانی ڈہیر ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ صرف ایک شخص زندہ بچا تھا۔ لیونیڈاس بھی ڈیوک آف سپارٹا کہلاتا تھا۔

ناظرین معاف رکھیں نقل کفر کفر نباشد مترجم) جسے تمام اچھے آدمی کمال نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جو زن و بچہ۔ صغیر و کبیر مرد و عورت سب کو یکسر قتل عام کرانیوالا ثابت ہوچکا ہے۔ جسکی یہہ ناگفتنی بدمنشی وزروشن کیطرح ہویدا ہوچکی ہے۔ جو انسان

(حاشیہ صفحہ سابقہ) اب ہم بحری لڑائی کو لیتے ہیں۔ اور ہمارے خیالات پر یکایک تغیر لاحق ہوجاتا ہے۔ یونانی بیڑہ نے سرحد کے ایک حد پر عین ترکی حد کی پابانی طاقت جمع کردی اور اپنی حیطہ زدمیں یونانی ہر مقام پر کامیاب ہوتے رہے یہہ ہم سنتے ہیں کہ ترکی بیڑہ ابتک ڈارڈینلز (دردانیال) میں کھڑا ہے۔ کیونکہ کپتان اوسکو سمندر میں چلاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اسبارہ میں بھی آغاز جنگ سے پہلے ہی ہم کہہ چکے ہیں کہ ترکی جہازوں کو گولڈن ہارن میں پچھلے ۱۲ برسوں سے کیڑے کہا رہے ہیں۔ مگر ہمکو یہہ امید نہ تھی کہ یہہ جہاز اس قدر ناقابل ثابت ہونگے نتیجہ یہہ ہے کہ یونانی بیڑہ کی مطلق مزاحمت نہ ہوئی۔ اور مشرقی ساحل پر اس بیڑہ نے جو سر بمہر احکام لیکر روانہ ہوا تھا بلاتامل اور لتوخزی کے شہر و نیز حملہ کیا۔ اور ترکوں کے انتظامات کمسریٹ کو برباد کردیا۔ اگر یونانیوں نے اپنی طاقت کا تمامتر حد سے بڑھکر اندازہ نہ کیا ہوتا تو ابتک وہ صرف اسی قابل ہوگئے ہوتے کہ ترکی سلسلہ رسل و رسایل ہی کو منقطع کردیتے بلکہ اسقدر کافی فوج خشکی پر اتار دیتے جو انکے عقب میں بہت ہیبت ناک ثابت ہوتی کسی بیڑہ کا سلسلہ حد و قعہ ساحل بحر پر سے ایک فوج کے ساتھ متحد ہوکر کام کرنا حملہ کرنے کا ایک نہایت ہی خوفناک طریق ہے جسکا تصور میں آنا ممکن ہوسکتا ہے خشکی پر ترکوں کی برتری بدرجہا تم اس سے بڑہ کر کسی اور امر سے ثابت نہیں ہوسکتی کہ وہ نہایت جرات سے اتنی گنجایش دیکھ سکتے تھے کہ انہوں نے اپنا سلسلہ رسل و رسایل تمامتر غنیم کے بیڑہ کی زد میں کھلا چھوڑ دیا۔ اور ادہر خشکی پر یونانی فوج کا یہہ حشر ہوا کہ جدہر ترکوں نے رخ کیا اس کے پیر اکھڑ گئے۔ اور حواس باختہ ہوگئے یہہ بھی غلط ہے کہ ایک ایسی فوج کو جسکے انتظامات کمسریٹ ایسے خفیف ہوں جیسی کہ ترکی فوج کے اور جسکا گذارہ اوس پر لوٹ مار پر ہو جو اسکے سامنے آجائے۔ محکمہ کمسریٹ کے تباہ ہونے سے بھی چنداں دقت نہیں لاحق ہوسکتی۔

اب ہم مغربی ساحل کیطرف پھرتے ہیں اور ادہر بھی یونانیوں کا طریق جنگ اسیطرح دیکھتے ہیں۔ یونانی فوج نے ترکی قلعہ پریویسا کو خاموش کردیا۔ اور سمندر کے کنارے کنارے جزیرہ کارفو کے مقابل بڑہی اور یونانی خشکی کی فوج کی ایک پہلو کی بھی پشت پناہ بنی جو جینینا کیطرف بڑہ رہی تھی۔ مگر یہاں پھر ثابت ہوا کہ ترکی سپاہ کا دل و گردہ تمام مجتمعاً استادی فن جنگ سے برتر و اعلے ہے۔ یونانیوں کا نہایت شجاعت سے مقابلہ کیا گیا۔ اور ابھی آدھا سفر ہی طے کیا تھا کہ انہوں نے شکست فاش کھائی۔ اسطرح صاف ظاہر ہے کہ اپنے بیڑہ کی مدد سے یونانیوں کو سرحد کے ہر ایک کنارہ پر بلحاظ فن جنگ کے فائدہ رہا ہے۔ مگر اس فایدہ سے ترکوں کی جنگی قوت کی برتری کے مقابلہ میں کچھہ نہ ہاتھ آیا۔ پیارے مشفق رپوٹر کئی موقعوں پر ہمکو تبلاچکے ہیں کہ ترک بلحاظ توپخانہ۔ رسالہ۔ اور تعداد کے یونانیوں سے بدرجہا بڑہ کر ہیں مگر یونانیوں کو ہر طرح معذور رکھنے کی تمام خواہش کو مدنظر رکھکر بھی اسمیں کچھہ کلام نہیں کہ ساٹھہ ہزار فوج جو خود اپنے ہی پہاڑ دارا در پہاڑی قلعوں اور کمینگاہوں میں جمع ہو۔ اور جسکے پہلو پر ایک خوفناک بیڑہ ہو جسکے سامنے غنیم کا عقب تمامتر اس سرے سے اس سرے تک زد میں کھلا ہوا ہو یہہ توقع ہونی چاہیئے کہ وہ اچھیطرح لڑتی نہ یہہ کہ سیدہی گھبر کو جاتی۔

اگر یونانیوں نے ذرا خفیف سا بھی کچھہ عرصہ تک مقابلہ کیا ہوتا تو ریاستہائے بلقان میں شورش و فساد کے آثار صاف ظاہر تھے۔ اور ہر طرح

صورت سخت وحشی و درندہ حیوان ہے جسکے نام کو ہی سنکر بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ جبپر ابھی اگلے دن انگلستان کے وزیر اعظم[۱] سخت غضب الٰہی اور وہونکی پیشگوئی کی تھی جسکی ظالمانہ سخت کو لگام دینے کیلیئے عین اسوقت بھی کل یورپ نہایت جا

سلہ لارڈ سالسبری کی اُس تقریر کیطرف اشارہ ہے جو اوسنے نومبر ۱۸۹۵ء کو لارڈ میئر کے سالانہ دعوتی جلسہ مین بمقام گلڈ ہال کی تھی۔ یہ تقریر معہ ریمارکس لبست سالہ عہد حکومت میں درج ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۵) اغلب تھا کہ ترکی فوج کے عقب کی آبادی اسموقعہ پر اپنے ظلم کرنے والوں (ترک) کے برخلاف علم بغاوت بلند کرتی۔ بلگیریا کا اپنی فوجیں جمع کرنے کی دہمکی دینا اور سرم البانین ٹہالین کا بغاوت کرنا۔ ایک ایسے طوفان پر دال ہیں جو ترکوں کے پسپا ہونے کی پہلی ہی آثار پر انکے سر پر پہوٹ پڑتا جسطرح بزدل یونان سرنگون ہوا ہے۔ اس سے کوئی موقعہ اس امر کی پختگی کا نہ ملا اور اب یہہ کہہ سکتے ہیں کہ بلگیریا فوجیں نہیں جمع کریگی۔ طاقتوں نے مدخلت کی ضرورت پر غور کرنا شروع کر دیا ہے پہلے یہہ قرار داد تھی کہ یورپ کی تمام طاقتیں اُسوقت تک بالوث اور علحدہ رہیں۔ جبتک کہ کوئی فریق خود درخواست نہ کرے انگلستان واقعات کا رُخ پلٹنے کا خیال کرکے ڈرنے لگا اور اب اکیلے جرمنی کا خیال ہے کہ یونان کو ابھی اور سبق سیکھنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ آیندہ نصیحت و تربیت کو متابعت سے قبول کرنا سیکھ جاے۔ طاقتوں کی مدخلت ایسی لابُد ہے کہ اب اس دلچسپ سوال کی گنجایش ہی نہیں باقی رہی کہ وہ مدخلت کب ہوگی۔ اب ہم سب جو کچھہ جاننا چاہتے ہیں۔ وہ یہہ ہے کہ اب ترک بھی اپنے مظفر و منصور کوچ پر رُک جاینگے یا نہیں۔ کم از کم ممکن ہے کہ کامیابی سے نہال ہوکر یہ اس سے انکار کر دیں اور اس انکار کا یہہ مطلب ہوگا کہ ٹرکی کے مقابلہ پر ایک متحدہ عام جنگ ہوگی۔ اور سب سے بدتر یہہ ہوگا کہ طاقتوں میں نفاق اور پھوٹ پڑ جائیگی اور تمام یورپ تہ و بالا ہو جائیگا بہرحال ہم اب انجام کے آغاز پر پہنچ گئے ہیں۔ اور ہمید ہے کہ یہہ انجام یوروپین جنگ کی صورت نہیں اختیار کریگا۔ ہر شخص چندروز آیندہ تک واقعات کا انتظار کریگا کہ دیکھیے پانسہ کسی طرف پلٹتا ہے۔ مگر خواہ کسیطرف پڑے یونانی اب اس معاملہ سے مٹ گئے۔ اور انکی جنگی شہرت ایک مرتبہ پھر تمام یورپ کے واسطے باعث ہنسی اور تمسخر بنگئی ہے۔

ہمعصر روزانہ اخبار سول مورخہ ۱۷ مئی میں ایک لیڈنگ آرٹیکل شایع ہوا ہے جسکے دیکھنے اور پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے .... کہ اخبار مذکور یونان کی شکست اور ترکوں کی فتح سے اسقدر کھسیانا ہو رہا ہے کہ اسکے حواس بجا نہیں رہے۔ اپنا زہر اگلتا اور ترکوں کو کوستا ہوا وہ غصے کی اس حد تک پہنچگیا ہے کہ مسمریزم کے معمول کیطرح وہ اپنا اور اپنی ہم مذہب سلطنتوں کا عندیہ اور ارادہ نہ چھپا سکا اور بہادر اور کامل عامل ٹرکی نے اسکے اپنے ہی مُنہہ سے وہ باتیں دریافت کرلیں جنکو پہلے (گو وہ عام طور پر کل مسلمانوں کو معلوم تھیں) وہ ظاہر کرنا پسند نہ کرتا تھا اور انکا عام اور کھلے طور پر ظاہر کر دینا بعید از مصلحت خیال کرتا تھا لیکن جو برتن میں ہوتا ہے وہی اسمیں سے نکلتا ہے۔ ہزاروں اور لاکھوں چھپائے آخر ش یہہ بہید خود انہیں حضرات کے مُنہہ سے افشا ہو تھا اور ہوگیا۔ خدا کا رساز و مسبب الاسباب ہے جس قوم اور ملت پر وہ اپنا قہر نازل کرنا چاہتا ہے وہ خود ہی انھیں سے ایسے اسباب پیدا کرتا ہے کہ بظاہر تو وہ بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن انجام کار اسکا نتیجہ سوائے تباہی اور نیست و نابودگی کے اور کچھہ نہیں ہوتا۔ اتفاقیا

اور قطعی فیصلہ کن تجاویز و تدابیر کے سوچنے میں مصروف بتایا جاتا ہے۔ یہہ شخص فرمان و خندان اپنے ڈکیتوں اور سودی جلادوں کو
ایک چھوٹی سی عیسائی قوم کو پامال و معدوم کرنے کیلئے لگاتا ہے سچ رہا ہے اور ڈو طاقتور عیسائی بادشاہ ایکطرح سے علانیہ

بقیہ صفحہ گذشتہ) گو سول نے دیگر اقوام کو غیرت اور جوش دلانے کے لیئے کی ہیں۔ لیکن اس مذہبی متعصب کو یہہ نہ سوجھا کہ جسوقت امیر
خلیفۃ المسلمین کے حکم پر چلنے والے بندے اس بھید سے (جس سے وہ قریباً تریباً پہلے ہی آگاہ ہیں) واقف ہو جائینگے تو وہ اپنی
تقویت اور دین متین کی حفاظت کے لیئے کیا کیا کچھہ نہ کرینگے۔ لیکن جب اُلٹے دن آتے ہیں ایسی ایسی باتیں افشا ہو ہی جایا کرتی ہیں
بقول حضرت داغ سہ تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی: بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی: دیگر آپنے جہاد کا راگ الاپنا شروع
کر دیا ہے۔ لیکن ہم بڑے دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ریاستیں جنکا نام لے لے کر لفظ جہاد وہ اپنی قلم سے نکال رہا ہے اور بیان کرتا
ہے کہ وہ محض کسی پولیسی کی وجہ سے اس یعنی جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس بے تعلقی کا اندازہ حضور نے غلط قیاس کیا ہے
وہ ریاستیں جانتی ہیں کہ پرانے جہاد کے کیا نتایج ہوئے تھے اور کسطرح انکے رچرڈ شیر دل (شاہ انگلستان جو کل دول یورپ
کی فوجیں جمع کرکے بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے چھوڑانے کے لیے صلاح الدین پر حملہ آور ہوا تھا) صلاح الدین کی فوج
ظفر موج کے سامنے لومڑی کیطرح دُم دبا بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

ہم سول سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ آیندہ جہاد کے مسئلہ کو نہ چھیڑیں۔ غالباً آپ کو یہہ تو معلوم ہوہی گیا ہوگا کہ ۱۳ لاکھ
بدوں نے جہاد کیلیے حضرت سلطان المعظم امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین سے درخواست کی ہے اور نیز ایران کی ۱۹ ہزار فوج خادم الحرمین
الشریفین کیخدمت کیلیے سرحد آرمینیا پر منتظر احکام کھڑی ہے۔ کہیں ایسا نہو کہ دول نصاریٰ کو لینے کے دینے نہ پڑ جائیں اور بیچاری
نازنین لیڈیاں ہارپ (سارنگی) کی تاریں خوشی کی راگ بجانے کی بجائے اپنے سروں کے بالوں کی تاریں بنائیں اور جیسا کہ
فلوڈن کی شکست سے تمام سکاٹ لینڈ ماتم کدہ ہو رہا تھا تمام یورپ ان بیچاری بیکروں کے بینوں اور نوحوں سے مرثیہ خانہ بنجائے۔
ہم اپنے معزز ہمعصر سے التجا کرتے ہیں کہ انکی یہ آہ و زاری اور شیون بکا کسی کام نہ آئیں گے بہتر تو یہی ہے کہ وہ بجائے
ایسے مضامین شایع کرنے کے اس معاملہ کے سُلجھانے کی تدابیر پبلک کے سامنے پیش کریں۔ چونکہ دوسرے شخص کا مافی الضمیر خود اسی
طرز کلام سے ادا ہو سکتا ہے لہذا ہم سول کا ترجمہ بجنسہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔
"غنایم فتح"۔ "ڈوموکوس سے (یونانی افواج کا) مراجعت کرنا اور سلطان کا جنگ کو روک دینا سہ ہفتہ جنگ کا اختتام خیال کیا
جاسکتا ہے اگر تمام طاقتیں بالاتفاق کارروائی کریں تو اب صرف غنیمت کی تقسیم باقی ہے۔ اگر کوئی وقفہ جنگ کو انکی موجودہ
مدد دسی ڈہانیوالا پیش نہ آگیا تو غالباً یہ کارنامہ تاریخ میں یکہفتہ جنگ کے نام سے یاد کیا جاویگا۔ کیونکہ جیسا کہ ہمنے لاریسا سے
اچانک مراجعت کے وقت لکھا تھا۔ یونان کی ہزیمت عملاً یقینی ہو گئی تھی۔ اور ترکوں کی فضیلت تسلیم ہو چکی تھی۔ اور جو کچھہ کہ اسکے
بعد وقوع ہوا محض تباہی کا آشکارا ہونا تھا۔ اس مختصر جنگ کے عرصہ میں کوئی چیز سوائے ترکوں کی اعلے تدبر کے معلوم نہیں ہوئی جو
شاید یونانیوں کی غیر استقلالی کی وجہ سے کہ وہ سلامتی کا کوئی موقعہ قابو میں نہ لاسکے مبنی ہو۔ ترکوں کی طرفداری کا ایک بڑا جزو ترکوں کی توجہ

٭ یعنے زار روس و قیصر جرمنی۔

اوسکی امداد کر رہی ہیں۔ بلکہ اونمیں سے اکثر نے تو اپنے افسر اولین صف جنگ میں لڑنے کے لیئے بھیج رکھے ہیں۔ خدا کی شان اور نیرنگی قسمت سے آج یہہ منظر پیش نظر ہے جسپر کوئی عیسائی مشکل سے اعتبار کرسکتا ہے۔ مسلم دشمنی جو صدیوں کی بہادرانہ مساعی اور جدوجہد سے

بقیہ صفحہ گذشتہ) کا کثیر التعداد ہوتا ہے سلطنت عثمانیہ ایک لاکھ ستر ہزار یونانی فوج کے مقابلے میں جسمیں کل قابل جنگ آدمی شامل ہوں سات لاکھ فوج میدان جنگ میں لاسکتی ہے۔ البتہ ٹرکی بلقان کی دور دراز سرحد پر اپنی تمام فوج اکٹھی نہیں کرسکتی تاہم یہہ ظاہر ہے کہ اسجگہہ یہہ فوج نسبتاً یونانیوں سے بہت زیادہ ہے یعنی اسی ہزار کے مقابلے میں ۔ دولاکھ یعنی ایک کے مقابلے میں دو سے زیادہ۔ ادہم پاشا نے اپنی اس زیادتی کو ہر موقع پر پورے پورے طور سے استعمال کیا ہے۔ بار بار دریہ ملونا ٹرنیو وولاریسا۔ ویلیسٹینو۔ فرسالہ۔ اور اب آخر میں ڈوموکوس پر فوج کو اسطرح پر پھیلا دینے سے کہ یونانی فوج اسمیں گھر جائے اور اونکا عقب خوف زدہ ہوجائے کی حکمت پر عمل درآمد کیا ہے اور ہر ایک موقع پر صرف خوف ہی کافی ہوتا رہا ہے۔

اب ذرا واقعہ کے یونانی پہلو پر چلیئے۔ ظاہر ہے کہ محض ایک مجنون ہونگے جو ایسی ہنوں نے پیشتر اسکے کہ وہ لڑائی کرتے ضرور اس فوج کے اندازہ کا مقابلہ کرنے کے لیئے قطعی خیال کرلیا ہوگا۔ انکا طریقہ دیو نکی احاطہ تجسس سے بہت دور نہیں ہے۔ ترک سرحد بلقان پر اپنے موروثی دشمنوں سے جو کسیوقت یونان کیطرح ترکوں کے غلام اور اونکی رعایا تھے۔ اور اب یونانیوں ہی کیطرح اونکی ہر ایک مشکلات سے فایدہ اُٹھانے اور گذشتہ مظالم کا بدلہ لینے اور اپنے ذہن نشین فواید کے حاصل کرنے کے لیئے مشتاق رہتی ہیں گھرے ہوئے ہیں سرویا۔ بلگیریا اور مانٹی نیگرو بھی ٹرکی پر حملہ کرنے کے وہی بواعث رکھتی ہیں جو یونانی رکھتے تھے ہر ایک جگہہ اپنی حدود کے پرے یونانی اپنے ہزارہا ہم مذہب اور ہم ملک آدمیوں کو دیکھتے تھے کہ ایک اجنبی کافر اور ظالم گورنمنٹ کا جوا پھینکنے کیلیئے بڑی بے صبری سے تلملا رہے ہیں اور ان کا ایک ہی وقت اس نئے جہاد میں شریک نہونا اس امر پر محمول ہے کہ قومی رضا کو اون کے سرداروں اور وزرا کی ڈپلومیٹک دوراندیشی نے روکے رکھا جو کہ اپنے مربیوں کے باقاعدہ احکام کے جو یورپ کے بادشاہوں ہی میں سے ہیں فرماں پذیر ہیں۔ رومانیا جرمنی کے احکام کا پابند ہے۔ بلگیریا اور مانٹی نیگرو روس کے اور سرویا روس اور آسٹریا کی سرپرستی میں ہے۔ لیکن آغاز جنگ کے وقت یونانی یہہ امید کرنے کے ہر طرح سے حقدار تھے کہ لوگوں کے جذبات اور سچے دین کا جوش اور صدیوں کی موروثی نفرت بادشاہوں کی ڈپلومیسی یا دوراندیشی کے مقابلہ میں بہت زبردست ثابت ہوگی ۔ اگر ریاستہائے بلقان ایک ہی وقت اپنی قسمت یونان کے ساتھ وابستہ کر دیتیں تو جنگ کسی اور صورت میں واقع ہوتا۔

رومانیا کی فوج بوقت امن ۵۰۰۰۰ ہزار ہے اور ضرورت کے وقت ۸۰۰۰۰ ٹیریٹوریل فوج میدان میں لاسکتا ہے۔ بلگیریا کی فوج بحالت امن ۴۰۰۰۰ اور جنگ کے وقت ۱۲۰۰۰۰ ہوسکتی ہے۔ سرویا بھی اسیطرح ۲۰۰۰۰۰ اور ۱۰۰۰۰۰ فوج تیار کرسکتا ہے۔ مانٹی نیگرو کے پاس جو ریاستہائے بلقان میں سب سے چھوٹی ریاست ہے، کوئی باقاعدہ فوج نہیں۔ لیکن وہ ضرورت کے وقت ۵ ہزار تک باقاعدہ فوج مہیا کرسکتا ہے۔ اسطرح پر یہہ دیکھا جاسکتا ہے کہ یہہ پانچ ریاستیں ملکر ٹرکی کی فوج سے جو وہ میدان میں لاسکتی ہے کہیں زیادہ ہوسکتی ہیں۔ مزید براں ترکوں کو دشمنوں کے ملک میں جنگ کرنا پڑے گا۔ جبکہ تمام صوبجات انکے پیچھے بغاوت کر رہے ہونگے

بلقان کے تمام حصوں سے پیچھے ہٹا دیئے گئے تھے۔ اب پھر یورپ میں فاتحانہ حیثیت سے پیشقدمی کر رہے ہیں۔ ہلال صلیب کو دھکیلے جا رہا ہے۔ مسیحی دنیا کا مقدس نشان اب نشان فتح و ظفر نہیں رہ گیا۔ قسطنطین (بانی قسطنطنیہ) کو فرشتوں نے آتشیں صلیب

بقیہ صفحہ گذشتہ کے کوئی قیام ممکن ہوگا اور سلسلہ رسل و رسائل مسدود ہوگا۔ اور کوئی بیڑہ جہازات خوراک اور ذخیرہ بہم پہنچانے کیلیئے موجود نہ ہوگا۔ یونانیوں کی پالیسی ظاہر تھی۔ یہ صرف ایک ٹھہراؤ تھا جب تک ریاستہائے بلقان میں قومی جوش پختہ نہ ہو جائے اور وہ کھلے طور سے اونکی طرف ہونیکا اظہار نہ کر دیں۔ یہ بات لاریب ہو جاتی اگر یونانی اپنے خیال کے لحاظ سے استقلال سے مقابلہ کرتے اور لاریسا کو پلیونا کر دکھاتے۔ لیکن جب گلیبلی نے یہاں اون کو تاب کیا۔ یہ اونکی کوشش کے لیئے سخت مہلک تھی۔ اور بعد وہ اپنی حالت سنبھالنے کے ناقابل ہوگئے۔ اسلیئے ہم مکرر کہتے ہیں کہ یونانیوں نے محض محتاج استقلال ہونے کی وجہ سے وہ موقعہ ہاتھ سے کھو دیا ہے جسکی وہ کبھی امید کیئے ہوئے ہوں۔

آب یہ سوال کرنیکا وقت ہے کہ مشرق کا مرد بیمار اس دلیرانہ جانداری کے غیر متوقع اور ناخوشگوار اظہار سے کیا حاصل کر رہا ہے، سلطان واقعی وہ وہ مطالبات کرنے میں جنکی اسے ضرورت ہی بہت مغرور نہیں تاہم اسکے تمام صوبہ تھسلی سولہ کروڑ روپیہ اور رعایات بین الاقوام کی تنسوخی کے مطالبات کسیقدر نہایت ہی قابل گرفت ہیں۔ صرف سوال یہ ہے کہ کونسی سلطنت اسوقت ہم کو کافی سخت قرارہ پکڑ بند کریگی اور وہ پھر خود بخود اس سوال میں الجھ جائینگی کہ کونسی دو سلطنتیں ایسا کرینگی۔ ایک پرجوش اخبار نے پچھلے دنوں بیان کیا ہے کہ انکا دلچسپ کیا ہے۔ تین مطلق العنان۔ دو غلام۔ اور ایک بزدل۔ اور یہ بالکل بجا کہا ہے۔ مطلق العنانوں میں سے ایک آسٹریا اور غلاموں میں سے ایک اٹلی اتحاد ثلاثہ کے رو سے جرمنی سے ملے ہوئے ہیں۔ فرانس روس کا غلام ہے۔ اور انگلستان لارڈ سالسبری کی اس قسمیہ پولیسی کی وجہ سے کہ وہ تن تنہا کچھ نہیں کرینگے جبتک سلطنتیں متفق نہوں رکا ہوا ہے۔ اسلیئے صرف یہی دو نوجوان شہنشاہ ہیں جو اس واقعہ کیلیئے کسی کام آسکتے ہیں۔ اس کا کافی ثبوت اس امر سے مل سکتا ہے کہ سلطان نے سفیروں کے متفقہ نوٹ پر کوئی نوٹس نہیں لیا اور زار روس کے پہلے ہی اشارے سے اسنے قطعاً جنگ بند کر دی ہے۔ جرمنی نے سلطان کو اول درجہ کی مدد بہم دی، اور روس نے مہربانی سے ریاستہائے بلقان کو روک رکھا۔ بات یہ ہے کہ یہ دو نو مطلق العنان اپنی دستکاریوں کے نتائج سے کافی طور پر ڈر گئے ہیں؟

اس جھگڑے کے ایک ہمعصر میں ایک نامہ نگار قسطنطنیہ سے دار الخلافہ کی حالات کی اندرونی جانب کی علانیہ علم اور سلطان سے ذاتی واقفیت کی وجہ سے عبد الحمید کے یورپ کی عام رائے سے بہت ہی علیحدہ نظارہ پیش کرتا ہے لیکن یہ بھی اقرار کر لینا چاہیئے کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنی تازہ کارروائیوں اور جنگ کی سخت آزمائش سے اپنی پالیسی کے فتحمند انجام کے ساتھ نہایت مستقل رہا ہے۔

یہ نامہ نگار خیال کرتا ہے کہ عبد الحمید اول درجہ کا ڈپلومیٹ ہے جسکے پیش نظر ایک بڑا خیال رہتا ہے یعنے ہر ایک امر میں اسلام کا خلیفہ بننے کا خیال اسی مطلب کیلیئے آرمینیا ایشیا کوچک اور خاص قسطنطنیہ کے بازاروں میں عیسائیوں کے قتل کا اندازہ سوچ کر کیا گیا ہے۔ ان ذرایع سے اسنے پھر ایکدفعہ اپنی مسلمان آبادی میں جوش پیدا کر دیا ہے اور انہیں اس بات کا خیال دلا دیا ہے کہ عیسائی مسلمانوں کے

دیکر بشارت دی تھی کہ " اس نشان کی بدولت ہر وقت فتح و نصرت تیری ہمرکاب رہیگی " آج یونانیوں کیلئے جیسا کہ تمام یورپ مشاہدہ کر رہا ہے عیسیٰ مسیح کی صلیب یہہ معنے رکھتے ہیں " اسکی بدولت تو شکست یاب ہوگا قتل کیا جائیگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو ایک جنگی جن ہر قدر نا دشمن ہیں۔ دس ہزار عیسائی خاص قسطنطنیہ میں سفیروں کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دیے گئے اور کوئی شخص سزایاب نہوا۔ پہلی جگہہ پر اس پالیسی کی دلیری اور دوسری جگہہ پر اسکی کامیابی نے صرف اسکے اپنے ہی ملک کے مسلمانوں کی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی تعریف کو اپنی جانب کھینچ لیا ہے۔ نیز ہمنے ہندوستان ہی میں ابھی ابھی قدر سی اس تعریف کی بڑبڑاہٹ کو جس سے اس فتحمند ٹرکی کو مبارکباد دیگئی ہے۔ سنا ہے۔

قصہ کوتاہ سلطان نے ایک دینی جوش کی پالیسی اختیار کی ہے اور عنقریب اسکے مقبوضات کو گا ہے گا ہے علیحدہ کرنے سے بے نقص رکھکر اس بات کے دیکھنے میں مصروف رہے ہیں کہ اس پالیسی نے مشرق کے مردبیمار کی رگوں میں نئی زندگی پہونچدی ہے۔ لڑائی کے چھڑ جانے سے پیشتر ہمعصر کیمانہ نگار نے تحریر کیا تھا کہ فوج کبھی ایسی مسلح نہ تھی اور نہ میدان میں ایسی نہم کے ساتھ ڈالی گئی تھی۔ اور نہ ہی اسطرح پر اسباب بہم پہونچایا گیا تھا۔ جیسا کہ گذشتہ چند ہفتوں کے عرصے میں ڈارڈینیلز کی مورچہ بندیاں گذشتہ دو سال کی نسبت اب دگنی مضبوط ہیں اور دیگر سرحدی قلعہ جات کرپ توپوں سے خوب مسلح کیے گئے ہیں۔ اسیطرح قسطنطنیہ کی چٹلجا لاین کی مورچہ بندیاں جو بحیرہ اسود سے لیکر مارمورا تک پھیلی ہوئی ہے مضبوط اور مسلح ہیں۔ سلطان کا یہہ مدعا ہے کہ جنگ کو روکے رکھے اور اپنی تمام سجادیز ڈپلومیٹک ہنرمندی سے نباہے چلا جائے۔ لیکن وہ جنگ کی ضرورت کیلئے تیار ہو اور اسنے یقین دلا دیا ہے کہ جنگ کی تیاری کرنا امن کی ایک ضمانت تھی "۔ سلطان کبھی ایسا مضبوط نہیں ہوا۔ جیسا کہ وہ اسوقت ہے گذشتہ تین ہفتوں کے واقعات سے اس اندازہ کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے۔ اور اگر سلطان گذشتہ تین ہفتوں سے پیشتر مضبوط تھا تو وہ اب کیا ہے جب کہ یونان تین ہفتوں میں فتح کر لیا گیا ہے۔ اور اسکی فوج کی جنگی شہرت پھر اعلے درجہ پر قایم ہوگئی ہے؟

اب یہہ سوال پوچھنا باقی ہے کہ ان دو شہنشاہوں میں سے ہر ایک کو اس نئی اور مشرق میں خوفناک سلطنت کو دلیری دینے سے اور کیا حاصل کرنا ہے۔ وہ بحساب فوجوں سے کھلائے گئے ہیں جو کہ بالکل انکے دائرہ قدرت سے باہر ثابت ہوگئی ہیں۔ اور اب وہ دونو ایک ہی وقت اس نتیجہ پر پہنچے معلوم ہوتے ہیں کہ اب انہیں زیادہ زبردست ٹرکی سے کچھہ حاصل کرنے کی امید نہیں ہے جونہی کہ وہ اس نتیجہ پر پہونچے۔ یہہ خیال کیا جاتا ہے کہ لارڈ سالسبری بھی انکی تائید کریگا اور جونہی کہ یہہ تینوں سلطنتیں متفق ہوگئیں تو پھر یہہ ناممکن ہے کہ سلطان کسیطرح سے سوائے اس ڈپلومیسی کے جس سے وہ آجتک اپنا کام لیتا رہا ہے انکی مخالفت کرے۔ یہہ صرف اسیوقت تھا کہ وہ کسی ایک یا دوسری سلطنت کو مداخلت کرنے کے مخالف کرا سکتا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ سلامتی میں تھا۔ اسیطرح اسکی کامیابی اتحاد کیواسطے نجات ہے۔ تین مطالبوں میں سے جو اسنے کئے ہیں رعایات بین الاقوام کی منسوخی صرف یونان سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اسلیئے وہ غالباً قبول بھی کر لیجائیگی۔ تاوان جنگ ایک کروڑ پونڈ یا سولہ کروڑ روپیہ کی رقم سے ٹرکش فوج کو زیادہ مضبوط بنانا ہوگا۔ اور اسلیئے غالباً طاقتیں اسکی مخالفت کرینگی ایم ریلی کا یہہ اظہار کہ وہ کوئی تاوان جنگ ادا نہیں کرینگے۔

ایذا پہونچایا جائیگا۔ اور تاخت و تاراج کیا جائیگا۔ انگلستان بھی ان طاقتوں میں جو ہاتھ پر ہاتھ رکھے کھڑے تماشا دیکھ رہی ہیں شامل ہے۔ پس ہم انگریز لوگ بھی اس جرم کبیرہ میں شریک ہیں۔"

بقیہ صفحہ سابقہ محض فضول ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ادا کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتے اور واقعی انہیں ایک کروڑ پونڈ حاصل کرنے میں تاوان جنگ کی ادائگی کیواسطے بہت سی مشکلات پیش آئینگی۔ اسلیے اسکا غالباً نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک قلیل سی رقم کیواسطے طرفین میں مصالحت ہوجائیگی۔ باقی رہا قبضہ تھسلی تو سوال ہی میں نہیں۔ لیکن تا حال پہاڑیوں کے قبضے کے بارے میں سوچ و فکر کیگئی ہے۔ اور کیونکہ الاسونا پہلے ہی ترکی کو دیدیا گیا تھا۔ اور وہ ہی نئے بحیثیت سرحد کی کنجی ہے۔ اسلیے اسطرف تھوڑی سی وسعت پر کوئی خاص اعتراض نہیں۔ اب جبکہ تمام طاقتیں متفق ہیں نہایت ممکن ہے کہ وہ اس سے زیادہ منظور کرینگی جبتک ترکی اپنے غنایم فتح کے حاصل کرنے کیلیے لڑائی کرنے پر تیار ہو لیکن یہ بھی اسیطرح ناممکن ہے۔ تاہم غنیمت کی سطرح تقسیم کے پیچدار موتو جھگڑے کیواسطے بعض حالات میں پھر ابھر آنیوالے ہیں اور جبتک کوئی ایک امر بغیر فیصلہ باقی رہ گیا اسوقت تک یہ یورپ کیلیے ایک مخدوش زمانہ رہیگا۔"

رائٹر ایجنسی حسب معمول جیسا کہ اسلامی ممالک کے متعلق اسکا خاصہ ہے۔ اس لڑائی میں بھی عجب بے تکے پن کے ساتھ خبریں بھیجتی رہی ہے۔ جسپر انگریزی اخباروں کو بھی سخت زجر و توبیخ کرنی پڑی۔ بطور نمونہ ایک انگلو انڈین اخبار کی تحریر درج کردیجاتی ہے

ع بزم اغیار میں ہنستے اسے او چ ؛ درد دل لاکھ چھپایا نہ چھپا۔ ریوٹر جسنے ترکوں کو کوسنے اور برا بھلا کہنے پر ادھار کھایا ہوا ہے جنگ یونان و ترکی کے متعلق ایسی بے سروپا اور لغو خبریں ارسال کرتا رہا ہے اور ابھی تک کر رہا ہے کہ خود انگریزی اخباروں نے بھی اسی لعن طعن کرنا اور ڈانٹ بتانا شروع کردیا ہے۔ چنانچہ ۲۲ر مئی کے روزانہ معصر سول میں ایک نوٹ شایع ہوا ہے۔ جسکا ترجمہ بجنسہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"آتھرس کے پہاڑ جہاں یونانی پسپا ہو کر آخرکار ہٹ آئے۔ ڈوموکوس کے جنوب جھیل نزرو کے ٹھیک دوسری جانب اور تھرموپلی کے کسیقدر شمال مغرب میں واقع ہیں۔ اسطرح تین ہفتوں کے عرصے میں جسمیں کہ لڑائی ختم ہوئی ہے۔ یونانی تمام طول و عرض تھسلی سے یعنی ٹمپے کی گھاٹی سے لیکر تھرموپلی کی گھاٹی تک علاوہ قطعاً نکال دئے گئے ہیں۔ اُف یہ دونوں تاریخی نام ناپاک کیے جا رہے۔

اب چونکہ جنگ اختتام پر ہے اور جنگ ملتوی بھی کردیا گیا ہے۔ اسلیے یہ لکھنا یہاں نامناسب نہ ہوگا کہ کسطرح ریوٹر نے جنگ کے بارے میں ہر ایک تار خبر بھیجنے میں یونانی طرفداری کو مدنظر رکھا ہے۔ ہر ایک موقع پر جنگ کی ٹھیک تہ پر پہونچنے کے لیے ہر ایک تار کی جو اس ملک میں آتی رہی ہیں کم از کم تین دن تک چھان بین کرنی پڑی ہے۔ پہلے روز یونانیوں کا بے انتہا دلیری اور شجاعت سے لڑنا اور ترکوں کا پسپا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے روز ترکوں کے کثیر التعداد ہونے اور یونانیوں کے گھر جانے کے باوجود بھی تحریر کیا جاتا ہے کہ یونانیوں نے دن بھر اپنے قدم مضبوطی سے جمائے رکھے۔ اور آخرش کسی مصلحت فن جنگ کی غرض سے مراجعت کرگئے۔ لیکن تیسرے روز طوعاً و کرہاً یہ لکھنا پڑا ہے کہ یونانی شکست فاش کھا کر بے سروسامانی کی حالت میں بھاگ کھڑے ہوئے اور ترکوں نے بڑی سرگرمی سے انکا تعاقب کیا۔

ہمنے لاریسا اور اوسکے قرب وجوار میں ایک ہفتہ بسر کیا۔ دوراتیں میں موضع غرلی میں جو ولسٹینو سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے سویا میدان متصلہ اور ارد گرد کی کوہستانی گہاٹیوں کی کئی دفعہ سیر کی۔ وادی مذکور کی سیر میں ہمارے ساتھ مسٹر مانگمری اور مسٹر یوجین ڈی نیڈر گرگلسٹن ہی تھے۔ اول الذکر جو اخبار سٹینڈرڈ کا نامہ نگار تہا نہایت ہی قابل اور محنتی محقق ہے۔ وہ ترکی نہایت وضاحت سے اور یونانی ایسی بول سکتا ہے جو سمجھی جا سکے۔ بنا برین وہ عثمانیہ سپاہیوں اور یونانی دہقانوں سے بلاتکلف گفتگو کر سکتا تھا۔ غیر زبانوں کا علم سیاح بالخصوص نامہ نگار کیلئے جیسا کچھہ مفید ہے اسکی بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ مسٹر مذکور نہایت دلیر آدمی ہے۔ وہ ہر طرف بیباکانہ چلا جاتا۔ آخر ایکدفعہ یونانیوں نے اوسے اسیر کر لیا۔ اور اوسکے ساتھہ بہت برا برتاؤ کیا۔ شروع شروع میں ترک اوسے بہت بے اعتباری کی نظروں سے دیکھتے رہے کیونکہ وہ ایشیاء کوچک میں پیدا ہوا تھا۔ اور ترکی ایسے لہجہ سے بولتا تھا جو ارمنی لہجہ کہلاتا ہے۔ مگر دراصل وہ پرانا اناطولی لہجہ تلفظ تھا۔ اسوجہہ سے ترکوں کو اوسکے ارمنی نژاد ہونیکا شک ہو گیا تھا۔ اور قسطنطنیہ سے مشیر کو اس اشتباہ کی اطلاع دیگئی تھی۔ مگر میںنے مشیر اور اوسکے سٹاف کی غلط فہمی اور شبہ کو دور کر دیا۔

آسٹرین نامہ نگار بیرن نیڈر گرگلسٹین جو آسٹرین اخبار فریم ڈن بلاٹ کا نامہ نگار تھا۔ کمال خوش طبع۔ رونق محفل۔ نہایت آزادمنش۔ ظریف مزاج۔ بیحد مستعد اور حد مناسب سے زیادہ نڈر اور بیباک تھا وہ ہمیشہ لڑائی کے موقعہ پر اگلی صف میں اور تابمقدور سخت خطرہ کی موقعہ پر رہتا۔ کریٹ میں اوسے باغی عیسائیوں نے دو مرتبہ گرفتار کر لیا تھا۔ اور ایک دفعہ اُسکے گولی سے ہلاک کر دئے جانے میں کوئی شبہ نہ رہ گیا تھا۔ وہ تھسلی میں نہایت مختصر

بقیہ صفحہ سابقہ کہ ہم یہہ کہہ سکتے ہیں کہ یہہ یونان کے ساتھہ دوستانہ ہمدردی ہو تو ہو لیکن یہہ ہوا کی بات نہیں ہے۔ یہہ اس عجیب معجون مرکب کی ایک جزو ہے جسے برٹش کیریکٹر یا مقتضائے طبیعت انگریزان کہا جاتا ہے جو بعض بعض صورتوں میں تو بہت ہی پریکٹیکل ہے اور بعض بعض امورات میں بودی اور قیاسی باتوں کیطرف اس حدتک مائل ہو جاتا ہے کہ صحیح اور بدیہی باتوں کو تسلیم کرنے سے بھی عار کرتا ہے۔ وہنر کی قدردانی میں مکتب کی چھوکریوں کی بھونڈی بھینڈی گڑیوں کو لعبت چین پر ترجیح دیتا ہے جو اسقدر اصل معلوم ہوتی ہے کہ گویا اب بولی۔ اور گاہ اخلاقی معاملات میں اسقدر نابلد بن جاتا ہے کہ سیدھی سادی قانونی امر کو صاف طور پر سمجھنے سے بھی کنارہ کشی کرجاتا ہے۔ چونکہ ریوٹر کو اس امر سے بخوبی آگاہی ہے۔ کہ انگریزوں میں بہت ایسے لوگ ہیں جو یونان کی فتح کو پسند کرتے ہیں اسلیئے اون کو خوش کرنے کے لیے جہانتک اس سے ہو سکا یہی تحریر کرتا رہا کہ یونانی فتح پا رہے ہیں اور خواہ مخواہ زر اور وقت دونوں کی سر پر چڑہ رہا ہے۔ ریوٹر کی خبروں کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی زہرہ جبین لوگوں کو پھسلانے کیلئے دام فریب بچھاتی ہے اور کوئی شخص اسکے دہوکہ میں نہیں آتا کیوں صاف صاف یکلخت ہی اقرار کر لیا کہ یونانی سرکردہ نالائق بدمعاشوں کا ایک گروہ ہیں اور اونکی سپاہی زیادہ تر نہایت ہی بری آوارہ گرد بزدلوں کی جتہے سے کم نہیں اور نیز یہہ کہ اونکی خاطر خواہ گوشمالی ہو گئی ہے اور وہ بہت بری طرح سے کچلے گئے ہیں۔"

۲۴ مئی کی اخبار سول میں پھر ریوٹر کے جہوٹ کی خود ہی قلعی کہلتی ہے کہ یونانی کبھی مصلحت فن جنگ سے ڈوموکس پر سے نہیں ہٹے تھے۔ بلکہ تمام یونانی فوج کو

سامان کے ساتھ آیا۔ اُسکے پاس گھوڑا زین یا ہتھیار کچھ نہ تھا۔ جرمن نامہ نگار وں کو انگریز نامہ نگاروں کی طرح مشق قزاقانہ نہیں ملتی۔ اور وہ اپنے انگریزی رفقا کی لوازمات عیش و راحت کو سخت تعجب و حیرت اور رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لیکن بیرن رشک و حسد سے اعلےٰ و ارفع تھا۔ اوسکی طبیعت ہر وقت مسرور و مبتہج۔ اور پیشانی خندہ رہتی۔ اُسنے محاربہ کی آخری وقعات کو بھی اچھی طرح سے دیکھا۔ مگر آخر مسٹر مانٹگمری کے ساتھ ملیروس کے قریب یونانیوں کے پنجہ میں پھنس گیا۔

لاریسا سے وادی ٹمپہ بہت مسافت پر ہے۔ جب ہم گئے اوسوقت دہوپ بہی بہت تیز ہوگئی تھی۔ رُودف بک اور چار سوار ہمارے ہمراہ تھے۔ اوسوقت وادی مذکور میں کوئی ترکی دستہ متعین نہ تھا۔ وہ ترکی بعیدی چوکیوں سے بہت بعید تھی اور ربدوران محاربہ ہمسے پہلے صرف ایک مرتبہ ترکی فیس اس دلفریب خوشگوار وادی میں دکھائی دی تھی۔ بنظیر مستعدو چالاک اور ہر جا حاضر وناظر سیف اللہ بک ہمسے پیشتر لاریسا سے ساغیسی (چاکراس) تک جاکر واپس لوٹا تھا۔ جاتی دفعہ ہمیں راستہ میں کئی یونانی دہقان بسرعت تمام لاریسا کو جاتے ملے۔ وہ اون سطوح مرتفع سے جو وادی ٹمپہ سے پرے زیروس کے قریب ہیں آرہے تھے۔ اور یہہ شکایت کرتے جارہے تھے۔ کہ ولاک (والیشی) اور گھیگ (ارنوط) پہاڑوں سے اُترکر اونکی دیہات میں گھس گئے ہیں۔ اور مویشی و پارچات لوٹ رہے ہیں۔ اُنہوں نے کسی کو کوئی جسمانی اذیت نہیں پہونچائی۔ مگر جو کپڑا پسند آتا ہے اوسے نہیں چھوڑتے۔

میری راے میں تاراج کنندگان میں والیشی کوئی نہ ہوگا۔ بلکہ خالص البانویوں کا ہی کوئی دستہ تھا۔ جو بطور خود کچھہ لوٹ کھسوٹ کرنے کیلئے فوج سے جدا ہوگئے۔ یہہ دہقان ادہم پاشا کے پاس یہ درخوست کرنے جارہے تھے کہ دیہات کی حفاظت کے لیئے ترکی سپاہیوں کا پہرہ بیٹھا دیا جائے۔ موضع بابا میں جو وادی کے دہانہ پر ایک کلان بستی ہے ہمنے صرف مرد باشندوں کو پایا۔ پادری کو ساتھ لیکر وہ ہمارے استقبال کو آگیے آے۔ اور بڑے تپاک سے ہماری آؤبہگت کرکے بایں خیال کہ ہم ترک افسر ہیں باضابطہ طور پر اطاعت کا اقرار کیا اور پھر محافظت کی درخوست کی۔ ان دیہاتیوں پر اابتک کسی نے یورش نہ کی تھی۔ مگر وہ دیہات ملحقہ پر ارنوطوں کی تاخت و تاز کی خبروں سے بہت سہم رہے تھے۔ اور اونکے خوف سے اپنی تمام عورتوں اور بچوں کو قصبہ ابی لالکیا میں جو اوسا کی سر بفلک چوٹی پر واقع ہے بھیجدیا تھا۔ ارنوط دریا کے شمالی کنارے پر چند میلوں کے فاصلہ پر سُنے جاتے تھے۔ سیرسے واپس آکر اوسی رات ہمنے ادہم پاشا کو کل ماجرا سنایا۔ مگر مشیر ممدوح نے ہمارے کہنے سے پہلے ہی دیہاتیوں کی درخوست پر نظام سپاہیوں کی ایک کمپنی وہاں متعین کردی ہوئی تھی۔ ایک ہفتہ بعد جب دوسری مرتبہ ہمارا گذر وادی میں سے ہوا تو یہہ سپاہی وہاں متصرف تھے اور باشندے انکے برتاؤ سے سب طرح سے خوش و مطمئن تھے۔ ہم وادی کے بیچوں بیچ وہاں تک جہاں سے کہ وہ یکے بعد دیگرے نہایت خوبصورت مرغزاروں میں پھیلنی شروع ہوجاتی ہے بڑہے گئے۔ مگر چونکہ بہت دیر ہوگئی تھی ہمیں اس کے پل تک نجا سکے اور نہ بایں یہہ تحقیق کرسکے کہ آیا پل کے توڑ دیئے جانے کی خبر درست ہے۔ دہن وادی سے ہم سات گھنٹوں میں لاریسا واپس پہونچے۔ اسوقت آدہی رات ہوچکی تھی۔ اور سوار و مرکب دونو سخت تکان زدہ ہو رہے تھے۔

ترکی و یونانی نقصان مسٹر کلائیو بھم ٹائمز کے نامہ نگار کی روایت کے مطابق جنہے ترکی ہیڈ کوارٹر سٹاف میں بہت ہر دلعزیزی پیدا کرلی تھی۔ اور بسا اوقات اوسے نہایت ہی اہم خبریں اور خفیہ حالات بتادیے جاتے تھے۔ ۱۵ اپریل یعنے لاریسا کے قبضہ تک ترکوں کے صرف چار سو شہید و مجروح ہوئے۔ یونانیوں کے نقصان کا بھی مسٹر مذکور تقریباً اسیقدر اندازہ کرتا ہے۔ لیکن اگر چار سو سے صرف مقتولین ہی مراد ہوں اور مجروحین انمیں شامل نہوں پھر بھی یہہ تعداد قابل اعتبار نہیں عقل کبھی باور نہیں کرسکتی کہ پچاس میل لنبی سرحد پر ملونا کرتیری۔ ریونی اور دلیلر وغیرہ کی جو جانگداز اور خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ اونمیں ترکوں کے صرف چار سو آدمی ضایع ہوئے۔ اگر یہہ تعداد درست ہے تو ان لڑائیوں کے نہایت ہی سخت ہونے کے متعلق جو حالات دونو فوجوں کے ہمرکاب نامہ نگار اخبارات میں شایع کرتے رہے تھے۔ اُنکی صداقت پر سخت حرف آتا ہے۔ میرے خیال میں لڑائی کے پہلے دور میں فریقین کا نقصان دو ہزار سے کم نہوا جنمیں سے تخمیناً پانچ پانچ سو آدمی دونو طرف سے قتل ہوئے۔ اور باقی زخمی۔

ادہم کی بہانہ سازی ادہم پاشا[1] کو جب فتح لاریسا کی خبر پہونچی تو اونہوں نے فوج کی ترتیب جدید کیلیے ۲۵ اپریل کو احکام نافذ کر دیے۔ خیری پاشا اور اول ڈویزن کو زرکوس پر جو لاریسا سے بجانب جنوب غرب اور ترکالہ کی نصف راہ میں واقعہ ہے بڑہنے کا حکم ملا۔ نشاط پاشا اور دوسری ڈویزن کو خیری پاشا کے میسرہ پر پیشقدمی کرنے کا حکم دیا گیا۔ ممدوح پاشا اور تیسری ڈویزن کو لاریسا جانے کی ہدایت کردیگئی۔ اور پانچویں چھٹے ڈویزن کو جو حقی و حمدی کی زیر کمان تھی۔ لاریسا کی بائیں ہاتھ کیطرف سے چکر کاٹ کر شہر سے پانچ میل بجانب جنوب کھلے میدان میں ڈیرہ ڈالنے کا حکم ملا۔ حیدر پاشا اور چوتھے ڈویزن کو جسنے ملونا کی لڑائی میں سب سے زیادہ کام دیا تھا۔ درہ میں اور اسکے ارد گرد رہنے کو کہا گیا۔ کیولری ڈویزن کو بھی بجانب جنوب پانچویں و چھٹی ڈویزن سے آگے کھلے میدان میں قیام کرنیکا حکم دیا گیا۔

مگر افسوس جو کارروائی سب سے مقدم اور ضروری تھی۔ وہ نہ کیگئی یعنے ولسٹینو پر جو یونانیوں کے خط مدافعت پر نہایت اہم مقام تھا فی الفور بہ جمعیت کثیر پیشقدمی کرنی چاہیے تھی جو نہ کیگئی۔ وہاں وولو۔ فرسالو اور لاریسہ کی ریلوائیں ملتیں

[1] پہاڑی دروں اور لاریسا کی تسخیر کی خبر پہونچنے پر جلالت مآب نے بتاریخ ۱۵ اپریل ۱۸۹۷ء الاصونیہ لشکر ہمایوں کے کمانڈر انچیف مارشل ادہم پاشا کو بوجہ اونکی بہادری اور غیرت اور عاقلانہ خدمات اور صداقت کے نشان امتیاز اور بوجہ غیرت و شجاعت اور عاقلانہ خدمات کے الاصونیا لشکر ہمایوں کے پہلے ڈویزن کے کمانڈر جنرل خیری پاشا اور دوسری ڈویژن کے کمانڈر جنرل نشاط پاشا اور تیسری ڈویژن کے کمانڈر جنرل حیدر پاشا اور پانچویں ڈویژن کے کمانڈر جنرل حقی پاشا اور چھٹی ڈویژن کے کمانڈر جنرل حقی پاشا اور چھٹی ڈویژن کے کمانڈر جنرل حمدی پاشا کو مرصع نشان عثمانی عطا فرمائے گئے۔ اسی تاریخ سے ایکدن پہلے عثمانیہ بنک کے جنرل منیجر ایدگار ونسنٹ کی درخواست پر عثمانیہ بنک کو پچاس مجروحین کی تیمارداری کا ایک کمسنو الافوجی ہسپتال میدان جنگ میں کھولنے کی اجازت دیگئی۔ مگر بعد میں بنک کو اپنے شفاخانہ کو بہت بڑہانا پڑا چنانچہ ایک ڈیڑہ سو کوس کے محاربہ میں ہی دسیوں سو مجروحوں کی تیمارداری انکے

ملتی ہیں۔ ولسٹینو کی فتح ہوتے ہی ، ولو تقریبًا اور فرسالوس قطعًا بے پناہ ہو جاتا۔ اور یونانی کبھی اونکو بچا نہ سکتے۔ اور اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اگر ترک فی الفور ہماری جمعیت کے ساتھ ولسٹینو پر حملہ کر دیتے تو باغلب وجوہ بلامزاحمت اس کمال اہم موقعہ پر قابض ہو جاتے۔ دس دن بعد حملہ کرنے کا یہہ نتیجہ ہوا کہ ادہم پاشا کو ولسٹینو سے سمولنسکی کو نکالنے پر کئی سو بہادر آدمی ضایع کرنے پڑے۔ میں مشیر کیخدمت میں یہہ عرض کرنے سے نچوکا کہ وہ اپنی فوج میسرہ کو بلا توقف ولسٹینو اور دولو پر بڑھا دیں۔ مشیر ممدوح نے فرمایا "میں تمہاری صلاح سے اختلاف نہیں کرتا۔ مگر میری تجویز یہہ ہے کہ بظاہر ڈر پوک بنکر اور جلد جلد پیشقدمی نہ کرکے یونانیوں کو کہلے میدان میں جمکر لڑائی کرنے کا حوصلہ دلاؤں"۔ یہہ بتانا فضول ہے کہ یہہ تجویز بالکل لغو و بیہودہ تھی۔ یونانی شجاعت اور اوصاف سپاہیانہ میں ناقص اور اون سے معرا ہیں۔ مگر عیاری اور مکاری میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ وہ ایسی بیوقوفی کب کرسکتے تھے کہ اپنے محفوظ پہاڑی موقعوں اور مورچوں کو چھوڑ کر کفدست ہموار میدان میں ادہم پاشا کے مقابلہ پر آجاتے اور اوسے یہہ موقعہ دیدیتے کہ وہ اونہیں بالکل معدوم کر دے۔ ادہم پاشا کا یہہ خیال عجب مضحکہ خیز تہا کہ وہ مکاری سے یونانیوں کو دام فریب میں پھنسا سکیگا۔ کیا وہ اندہے تھے اور یہہ نہ دیکھ سکتے تھے کہ پاشائے موصوف کے پاس نوے ہزار شاندار عثمانی موجود ہیں۔ اور نیز کیا وہ میدان تھسلی کے دامن پر ترکوں کی جوہر بہت ہی اچھیطرح سے نہ دیکھ چکے تھے کہ پھر کھلے میدان میں اونکے سامنے آنے کی جرأت کرتے۔ ایلس ایسے کم عمر لڑکے کو بھی یہہ خیال نہایت عجیب معلوم ہوا۔ اور ہم سب بھی جبکہ انگریزات از حد متین اور کم گو مشیر نے خلاف معمول بڑے جوش میں آکر اپنی تجویز کی توضیح و تشریح کی بمشکل تبسم کو روک سکے۔ اسوقت میرے اور ایلس کے سوا دو نامہ نگار بھی مشیر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے خیال میں مشیر کے توقف کی در اصل یہہ وجہ نہ تھی۔ اور نہ ہی اسوجہہ کو وہ خود بھی درست وجہ سمجھکر کہہ رہے تھے۔ بلکہ ہمارے تقاضا پر جو دلیل معذوری کی اونہیں سب سے پہلے سوجہہ گئی وہی بتا دی۔ فی الحقیقت اسکا سبب کچھہ اور ہی اور اس عذر سے بدرجہا زیادہ اہم تھا ممکن ہے وہی باعث سامان حرب اور گولہ بارود کی قلت تھی۔ ادہم ایسا خوش اخلاق اور فراخدل آدمی ہے کہ میری رائے میں وہ جواب دینے سے انکار کرکے دوسرے کی دلشکنی کرنا کبھی پسند نکرکے کسی نہ کسی حجت سے اوسے خوش کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔

اس موقعہ پر یہہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ادہم پاشا سے بڑہ کر شریف اور کامل جنٹلمین کبھی عالم خیال میں بھی نہیں دیکھا جاسکتا۔ وہ عثمانی شرفا کا بہترین و کامل نمونہ۔ باوقار۔ رحمدل۔ کم گو۔ راست باز اور ساتھ ہی کمال خوش طبع و ظریف مزاج ہے۔ ہر شخص ادہم کا ثناخوان اور اوسپر فریفتہ تھا۔ وہ ایک ایسا آدمی ہے جسکے وعدہ پر تم کامل بھروسہ کرسکتے ہو۔ اور جو اپنے عزت و ناموس پر ذرا سے الزام یا بہتان کو بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ مینے اوسے نہایت ہی انتھک کام کرنے والا دیکھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ کبھی سوتے ہی نہیں۔ دو دو بجے رات گئے اور پانچ پانچ بجے صبح کو سویرے کے وقت مینے اوسے بیدار اور کام میں منہمک دیکھا۔ صرف ایکدفعہ مینے اونکو آرام کرتے ہوئے پایا

میں انہیں ملنے گیا۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ اور گرمی نہایت تیز پڑ رہی تھی۔ انکے یاور نے بنت کہا کہ ہمنے بڑے اصرار سے انکو چند منٹ آرام کرنے کے لیئے عرض کیا تھا۔ وہ میری درخواست قبول کر کے ذرا لیٹ گئے ہیں۔ اگر آپ اسوقت انکو بیدار نکریں تو کمال مہربانی ہوگی۔ میں ساری دنیا کے معاوضہ پر بھی ایسے جفاکش اور شیریں طبع عسکری کے آرام میں کبھی مخل ہونا منظور نکر سکتا تھا۔ پھر ایسی صورت میں کب گوارا کر سکتا تھا۔ جبکہ یونہی شوقیہ ملاقات کو گیا تھا۔ ادہم کی شب بیداری کا اس سے کچھ اندازہ ہو جائیگا۔ کہ جبرات نعیم پاشا کو ولسٹینو پر حملہ کرنے میں ناکامی ہوئی۔ اور وہ پسپا کر دیا گیا۔ تو مسٹر مانٹگمری اور ایلس قاصد سے پہلے مارشل کے پاس پہونچگئے۔ اوسوقت رات کا ایک بجا تھا۔ مارشل نے فی الفور انکو اندر بلا لیا اور آدہا گھنٹہ ایکطرف بڑی توجہ کے ساتھ انسے لڑائی کے کل حالات جزو و کل سنتے رہے۔ اور دوسریطرف نقشہ کو دیکھتے رہے۔ ابھی سورج طلوع نہ ہوا تھا۔ کہ بارہ ہزار سپاہ کا ایک سالم ڈویزن نعیم کی ہزیمت خوردہ بریگیڈ کی کمک کے لیئے سڑک پر چلا جا رہا تھا۔

ترکوں کی خوش اطواری میںنے اپنی اقامت کے کل دوران میں صرف ایک موقعہ پر ادہم پاشا کو آزردہ پایا۔ اوسوقت انہوں نے مجھے بتایا کہ سفراء دول نے رفلپ کری کو سرغنہ بنا کر بابعالی سے شکایت کی ہے کہ عثمانیہ سپاہی تھسلی میں سخت ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ ایسی صریح بے بنیاد اور جھوٹی شکایت سے ادہم پاشا ایسے محتاط صاف باطن اور منتظم جنرل کو سخت رنج پہونچنا طبعی امر تھا۔ مگر باینہمہ اونکے رنج و خفگی میں غضب و غصہ کی آمیزش پھر بھی بالکل موجود نہ تھی۔ اونکی خفگی ویسی ہی تھی جیسی کہ شریف آدمیوں کی نہایت کمینہ اور از سرتاپا غلط الزام دہی پر ہوتی ہے۔ تھسلی میں ترکی فوج کا برتاؤ ایسا قابل تعریف رہا تھا کہ جسقدر انگریز فوج مذکور کے ساتھ تھے اونہیں بھی جھوٹا الزام سنکر ادہم پاشا سے بھی بڑھ کر طیش و غصہ آگیا۔ ہم سبنے فی الفور یکجا جمع ہو کر ایک طویل ٹیلگرام سر فلپ کری کو بھیجدیا۔ اور اوسمیں بیان کیا کہ ہم حلفاً و ایماناً اسبات کی شہادت دیتے ہیں کہ ترکی فوج ایسی خوش اطوار کوئی فوج ابتک ہمارے مشاہدہ سے نہیں گذری۔ عیسائیوں پر خفیف سا جبر و ستم بھی نہیں کیا گیا۔ بلکہ یونانی حکومت کے وقت سے بدرجہا زیادہ اہتمام و احتیاط سے اونکی حفاظت اور خاطر داری کیجا رہی ہے۔ کسی گاؤں۔ قریہ یا قصبہ میں کوئی لوٹ کھسوٹ نہیں ہوئی۔ نہ کسی عیسائی کو جسمانی تکلیف پہونچائی گئی ہے۔ اس امر کی تصدیق خود یونانی باشندے کر رہے ہیں اور وہ ترکوں کے معاملہ سے ہر طرح خوشنود ہیں۔ لاریسا میں جو تھوڑی بہت تاخت و تاراج ہوئی۔ وہ خود یونانی قیدیوں اور اراذل کی کارروائی تھی۔ جسکا ترکوں نے شہر میں داخل ہوتے ہی کامل انسداد کر دیا۔ ابتک صرف ایک یونانی قریہ دلیلر میں آتشزدگی کا واقع ہوا ہے۔ مگر وہ بھی صرف لڑائی کا نتیجہ تھی۔ بلا مبالغہ ترکی سپاہ کا رویہ کمال حیرت انگیز اور نہایت ہی قابل تعریف رہا ہے۔ ایسی خوش اطواری شاید کسی مہذب سے مہذب یورپین فوج سے بھی ظہور میں نہ آتی۔" یہ تار فرانسیسی زبان میں بھیجی گئی۔ کیونکہ تار بابوؤں کو صرف اونہیں تاروں کے بھیجنے کی اجازت

سلہ دیکھو صفحہ ۲۴۷

ہتی جو فرانسیسی یا ترکی میں ہوں۔ اور وہ انہی زبانوں کو سمجھ سکتے تھے۔ اسپر حسب ذیل اشخاص کے دستخط تھے۔ ای ایشمیلا بارٹلٹ۔ ممبر پارلیمینٹ۔ کلایو بگھم نامہ نگار ٹائمز۔ جارج آرمانگمری۔ نامہ نگار سٹینڈرڈ۔ ڈبلیو پیل نامہ نگار ڈیلی ٹیلیگراف

لہ متعلقہ صفحہ ۲۴۴ کی فتح امدرمان کے موقعہ پر ۲۰ ستمبر ۱۸۹۸ء کو اور اوس سے بعد جو مہذبانہ حرکات مصری و سوڈانی پلٹنوں گورہ افواج اور اُن سب کے انگریز افسروں سے ظہور میں آئیں۔ وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں رہ گئیں۔ اور خود کئی شریف النفس انگریز انپر دلی نفرت کی ساتھ سخت لعن طعن کررہے ہیں۔ ہزاروں مجروح درویشوں کی بیہ تیمارداری اور مرہم پٹی کیگئی کہ کمال بیدردی کی ساتھ میدان جنگ میں سے گذرتے وقت انکو سنگینوں اور گولیوں کا نشانہ بنادیا گیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد کئی دنرات لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ عورتیں علانیہ بیحرمت کیگئیں اور کسی گہر میں کپڑے کا بھی ایک ٹکڑا تک رہنے دیا گیا۔ نقدی اور قیمتی اشیاء کا توکیا ذکر ہے۔ مہدی کی لاش کو ۱۲ برس بعد قبر سے اکہاڑا گیا۔ کسی بہادر (جنرل گارڈن متوفی کے جوانمرد بھتیجے) نے اوسکا سر کاٹ لیا۔ کسی شریف و رحمدل انگریز نے ہاتھوں کی اور کسی نے پاؤں کی انگلیاں اپنے سیمیں بدن معشوقوں کو ولایت لیجاکر اپنی بہادری کی ثبوت میں دکہانے کے لیئے کاٹ لیں۔ اور پہر باقی جسم کو سخت بیحرمتی کے بعد دریائی جانوروں کی خوراک کیلیئے نیل میں پہنکوا دیا گیا۔ مسجد کو حالانکہ کل شہر میں ایک ہی مسجد تھی۔ اور اس عام خونریزی قتل عام اور عالمگیر تباہی کی بعد بھی جو پچاس ہزار مسلمان باقی رہگئی تھے فوج کی قواعد گاہ اور میگزین بنالیا گیا۔ اور پھر لطف یہہ کہ ان حرکات پر نادم ہونے کی بجائے اونکی ضرورت و معقولیت ثابت کرنے کے لیئے عجب سوفسطائیانہ دلائل پیش کیجاتی ہیں۔ لارڈ کچنر پاشا والی سوڈان و خرطوم بڑی فخر سے اقبال کرتے ہیں کہ ہاں مہدی کی لاش ہمارے ہی حکم سے ذلیل کیگئی تھی۔ اور ملکوتی صفات لارڈ کرومر انکے اس فعل کی بڑی گرمجوشی سے تائید کررہے ہیں۔ خدا کی شان ہے کہ اوسی گلیڈسٹون کے بیٹے کو جو محض روایات کی بنا پر ترکوں کو ظالم اور وحشی پکارا کرتا اور یورپ کو انہیں بلغارستان سے نکالدینے کی نصیحت کرتا تھا۔ اب خود اپنے ہمقوم افسروں اور افراد کسان الیسا نہ فعال پر علانیہ تبرے بھیجنے پڑے ہیں۔ اور مسٹر رڈمنڈ و بنٹ وغیرہ حقیقی اور خالص عیسائی ان شیطانی کرتوتوں پر تہ دل سے نفرین بھیج رہے ہیں۔ ترکی سپاہ کی برتاؤ کے متعلق متذکرہ تار کے مقابلہ پر مظالم امدرمان کی نسبت مسٹر جی این بنیٹ کی تحریر بجنسہ یہاں درج کردینا نامناسب ہوگا۔ اس تحریر کی شایع ہونے پر چند دیگر انگریز نامہ نگاروں اور ایک جرمن اتاچی نے جو سر دار کچنر کی ساتھ تھے۔ اوسکی تردید کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر ان تردیدوں کی متذکرہ صدر اقبال سے اب کوئی وقعت نہیں رہ گئی۔ اس موقعہ پر ”وحشی و ظالم و سفاک“ درویشوں کی نسبت یہہ بتادینا بیمحل نہ ہوگا کہ اونکی وحشت و سفاکی کی بدولت تو اونکے یورپین قیدی سولہ برس کی حراست کی بعد بھی زندہ و صحیح سالم پائے گئے۔ اور کئی (جیساکہ ہم سوڈان کے محرک سلاطین پاشا سے سلوک کیا گیا) قیدیوں کو خلیفہ اور مہدی نے اعلے مدارج عطا کیئے۔ غلام۔ کنیزکیں۔ اور انعام و اکرام عطا کیئے۔ اور مہذب و شائستہ فاتحین نے امدرمان میں تقریباً کسی درویش کو اسیر ہونے کیلیئے زندہ ہی نہ چہوڑا اور اس معرکہ سے پیشتر اتبارا وغیرہ کی لڑائیوں میں جو اسیر ہوئے اونکو الیسی سخت حراست میں رکھا ہوا ہے کہ گویا وہ نہایت ہی خوفناک جرایم پیشہ بدمعاش ہیں۔ مسٹر بنٹ

ایچ اے گوین۔ نامہ نگار رائٹر ایجنسی۔ جی ڈبلیو سٹیونس نامہ نگار ڈیلی میل۔ ہملٹن ویلڈن۔ نامہ نگار مارننگ پوسٹ ×

بقیہ صفحہ گذشتہ کی تحریر مع ایک ہمعصر کی رائے کے حسب ذیل ہے۔

درویشوں کو انکے پہلے حملہ میں شکست دیکر جب ہماری فوج امدرمان کیطرف بڑہی تو میں بھی کرنل لیوس کی دیسی بریگیڈ کے ہمراہ تھا۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ بائیں طرف جبل فرغام کی نشیب میں انگریزی کیمپ کے شاگرد پیشہ اور دیسی ملازم سفید پوش مجروحان جنگ میں جنکو ہماری اتواپ یا لی مٹفورڈ بندوقوں کی گولیوں نے زخمی کردیا تھا پھرتے ہوئے نظر پڑے۔ یہہ لٹیرے رائفلوں بھالوں اور سونٹوں سے مسلح تھے۔ جو خدا جانے انکو کسطرح ملگئے تھے۔ بدقسمت زخمی جو نزع کیحالت میں جسطرح ہو سکا رینگ کر اپنے جسم کو موسم گرما کی سخت دہوپ سے بچانے کیلیئے چٹانوں یا جہاڑیوں کی سایہ میں لیگئے تھے۔ ان دیسی ملازموں نے بڑی بیرحمی سے ان کو سونٹوں اور گولیوں سے روانہ عدم کیا۔ یہہ بزدل ملازم درویشوں سے اسقدر ڈرتے تھے کہ زمین پر پڑی ہوئی لاش کے قریب جانے سے پہلے اسپر چند گولیاں سر کرلیتے تھے اور جب اسطرح اطمینان ہوجاتا کہ وہ بالکل بیجان ہے۔ تو اسکے قریب جاکر اسلحہ اور کپڑے اسکے جسم سے اتار لیتے۔ چونکہ یہہ پس و پیش کی احتیاط کے بغیر بے پروائی سے زخمیوں پر گولیاں چلاتے تھے۔ اسلیئے اکثر گولیاں ادہر ادہر نکل کر خود ہمارے سپاہیوں کیلیئے باعث خطر ثابت ہورہی تھیں۔ چنانچہ وارو ک رجمنٹ کی چار آدمی ان بے پناہ گولیوں سے مجروح ہوئے۔ واقعی بے لگام شاگرد پیشہ کا انگریزی سپہ سالار کی آنکھوں کے سامنے اسطرح قتل و غارت کا بازار گرم کرنا نہایت شرمناک تھا۔

یہہ قتل عام صرف عربی زخمیوں تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ مجروحوں کے قتل کرنیکا حکم عام دیدیا گیا تھا۔ خواہ ایسا حکم دیا گیا تہا یا نہیں۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ سوڈانی شاگرد پیشہ نے اپنی راہ میں بیسیوں زخمیوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ درویش چند گزوں کی فاصلہ پر بیت پڑے تھے۔ انپر بیدردی سے گولیاں چلائیں۔ سنگینوں کے وار کیئے گئے۔ انکو انہیں کے بھالوں سے روانہ عدم کر دیا گیا۔ ایک حبشی نے ایک نوکدار بھالا اٹھایا اور یہہ دیکھکر کہ ابھی اسکے مالک میں کوئی دم باقی ہے وہ آلہ زور سے اسکے چہرے میں بھونک دیا اور پھر اپنا بوٹ اسکے سر پر رکھکر زور سے اس خون آلود آلہ کو نکالکر آگے بڑھا۔ وہ عرب جو کسیقدر فاصلہ پر دم توڑ رہے تھے فوراً گولیوں سے چھدکر روانہ عدم ہوئے۔ بعض اوقات اسقدر قریب سے گولیاں چلائی جاتی تہیں کہ زخمیوں کے گوشت کی جلنے کی بو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ سوڈانی ملازم ایسی لاشوں پر سنگین آزماتے تھے۔ جنکا طائر روح بہت عرصہ پہلے پرواز کرچکا تہا۔

اس کشت و خون کی عمل میں آنے سے کسیکو مجال انکار نہیں لیکن اسکے متعلق تین سوال پیدا ہوتے ہیں پہلا سوال یہہ ہے کہ کیا زخمیوں کو ہلاک کرنا ذاتی بچاؤ کے لیئے تھا؟ اسپر مسٹر بینٹ حسب ذیل ریمارک کرتے ہیں۔

محاربات سوڈان کی تجربوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلح زخمی درویش کے قریب پہنچنا خطرے سے خالی نہیں ایسی مثالیں بھی مل سکتی ہیں جنمیں زخمی دشمنوں نے انگریزی سپاہیوں کو نشانہ اجل بنایا۔ مینے خود ایک بکارا کو جو زمین پر زخمی پڑا

درمیونغنہ جرمن مصنف و سٹاف افسر نے لڑائی کا پہلا دور قبضہ اریبا پر ختم کیا ہے۔ سر اشیملڈ بارٹلٹ فتح لاریبا کو دوسرے دور میں شامل کرتے ہیں۔ مگر ہمنے جرمن نویسندہ کی تقسیم کو مرجح سمجھکر سر موصوف کی تقسیم کا خیال نہیں رکھا۔ اور انکی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے انکشتے اور انگریزی دستہ پر گولی چلاتے دیکھا۔ لیکن گولی نقصان پہونچانے کے بغیر ہماری سروں کے اوپر سے گذر گئی۔ ایک اور موقعہ پر ایک درویش نے دفعتہ اٹھکر پے درپے کئی مصری سواروں پر بھالے رسید کیے۔ قبل اسکے کہ اسے روانہ عدم کیا جاتا۔ وہ سات آدمیوں کو مجروح کر چکا تھا۔

بہرکیف ایسی مثالیں جنہیں زخمی درویشوں سے ہماری فوج کو گزند پہونچا۔ نہایت کم ہیں۔ پس ان شاذ و نادر وقوعات پر زخمیوں کے قتل عام کا حکم دیدینا کسیطرح بھی جائز متصور نہیں ہوسکتا۔ ہر ایک شخص جو سوڈان کے محاربات کا کسیقدر بھی تجربہ رکھتا ہوگا۔ وہ تسلیم کریگا کہ اگر کوئی زخمی کسی سپاہی کو نشانہ اجل بنانیکے لیئے بندوق اٹھائے یا بھالا مارنے کا ارادہ کرے تو سپاہی پر اسکا خون مباح ہوجاتا ہے۔ لیکن غیر مسلح تھے اور بے کس و بے بس زخمیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارنے کے جواز میں کوئی دلیل پیش نہیں کیجا سکتی۔ افسوس ہے کہ امدرمان میں بعد جنگ ایسی ہی افسوسناک حالت دیکھنے میں آئی۔ اور مجروح درویشوں کو جو میدان میں غیر مسلح بحالت زار پڑے تھے ان پر نہایت بیدردی سے سنگین آزمائی گئیں اور انہیں نشانہ بندوق بنایا گیا۔

دوسری دلیل یہ پیش کیجاتی ہے کہ درویش ہمیشہ قابو پانے پر ہمارے زخمیوں کو قتل اور مقتولوں کی اعضا جدا کر دیتے تھے۔ بلاشبہ انگریزی فوج کا یہ دعوےٰ صحیح ہے۔ لیکن کیا تل الکبیر کے سامنے ہماری اس قبیح حرکت کی خبر درویشوں کو نہ پہنچی ہوگی کہ گو انہوں نے زخمیوں کے اعضا تو جدا نہیں کیئے مگر انکو قتل ضرور کر ڈالا اور وہ یہی الزام انگریزی فوج پر بھی لگا سکتے ہیں مزید براں ایک مہذب و شائستہ فوج جو ایک یورپین سپہ سالار کی ماتحتی میں ہو اس سے ایسی حرکات کا وقوع میں آنا اسکی شان سے بالا مستبعد ہے۔ نیز اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مہدی اور اسکے خلیفہ نے کسی یورپین یا گورے جھتے کے قیدی کو حالانکہ انہوں نے خود اسکے برخلاف ہتھیار اٹھائے تھے قتل کرنا پسند نہیں کیا۔

ایک زخمی درویش اس وجہ سے کہ دشمن کے ہاتھ سے کتے کی موت مرنے کے سوائے کوئی چارہ نہیں۔ نہایت خوفناک ہوجاتا ہے اور قبل اسکے کہ بیرحم سنگین اسکے جسم میں داخل ہوکر اسکی زندگی کا خاتمہ کرے وہ ایک اور کافر کو قتل کرکے ثواب حاصل کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ لیکن مجھے اس خیال کی صحیح تسلیم کرنے میں کلام ہے۔ اگر جنگ تل الکبیر اور سوڈان کی ابتدائی لڑائیوں میں ہم زخمیوں سے ایسی بدسلوکی نہ کرتے تو زخمی ہم سے مہذبانہ سلوک کی توقع رکھکر کبھی ہمارے سپاہی کی بندوق یا بھالے سے جان لینے کی کوشش نہ کرتے۔ ایک افسر جسے میں جانتا ہوں بظاہر مقتول درویشوں کی قطاروں کے قریب سے گھوڑا دوڑائے ہوئے گذر رہا تھا کہ اتنے میں ایک درویش نے بڑی تکلیف اور مشکل سے اپنے آپ کو اٹھا کر افسر مذکور کیطرف بندوق چھتیائی جب افسر نے چلا کر اسے بندوق کو ہاتھ سے رکھدینے کے لیئے کہا اور زخمی کو بھی یقین آگیا۔ کہ وہ اسکی جان لینے کا ارادہ نہیں رکھتا تو اسنے فوراً بندوق پھینکدی اور عبا کا دامن اٹھا کر اسنے موت کی مسکراہٹ سے اپنے جسم کا نصف نچلا حصہ دکھلایا۔

کتاب کا ترجمہ بھی فتح لاریسا تک حصہ اول میں شامل کر لیا ہے۔ آغاز محاربہ سے لیکر ۲۶ اپریل تک کے واقعات کا جو دلچسپ خلاصہ وکیل نے متعدد آرٹیکلوں میں شایع کر کے ساتھ ہی ساتھ اکثر عام غلط فہمیوں اور نا درست روایتوں کی بھی اصلاح کر دی تھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے جسے توپ کے پھٹنے والے گولے نے تقریباً دو حصوں میں کاٹ دیا تھا۔

مسٹر بنیٹ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ لڑائی میں کچھہ نان و حلوا تھوڑا ہی تقسیم ہوتا ہے۔ اور قتل و خونریزی سے کچھہ چارہ نہیں فی الواقع جبتک انسانی نیچر موجودہ حالت پر رہیگی۔ اسوقت تک فتح کے نشہ یا دشمن کی پرزور مدافعت کیحالت میں قواعد جنگ کو ملحوظ رکھنا نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ انسان کے خون میں گرمی اور حدت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور انسان قتل و خونریزی پر بالطبع راغب ہوتا ہے۔ امدرمان میں زخمی درویشوں کے قتل کے بارہ میں دشمن کے اعلے درجہ کے جنگی جوش و خروش یا سخت مدافعت میں سے کوئی دلیل پیش نہیں کیجاسکتی۔

ایک ایسی لڑائی میں جسمیں انگریزی فوج کا دو فیصدی اور درویشوں کا ساٹھ فیصدی نقصان ہوا ہو۔ انگریزی فوج کو اس قسم کے وحشیانہ جوش کے اظہار کیلئے کوئی وجہ تراشنے کی گنجایش نہیں ملسکتی۔ نہایت سخت اور طول طویل خونریز لڑائی کے بعد کسی مہذب سپاہ کا خوفناک دشمنوں کے خون کا پیاسا ہوجانا ممکن ہے۔ لیکن یہاں تو حالت ہی مختلف ہے نہ تو سخت لڑائی ہی ہوئی اور نہ انگریزی فوج کا کچھہ زیادہ نقصان ہوا۔ اگر کسی شخص کی انگریزی سپاہ کے صرف پانچسو آدمیوں کے نقصان پر درویشوں کے چھبیس ہزار سپاہیوں اور افسروں کے مقتول و مجروح کرنے سے بھی تسلی نہو۔ تو اسے انسان کی بجائے خونخوار شیر کہنا چاہئیے۔ دوم یہ کہ کیا قاتل سوڈانی تھے؟ اسپر مسٹر موصوف لکھتے ہیں کہ اس بزدلانہ کام کا حصہ صرف کالے سپاہیوں پر بس نہ تھا۔ بلکہ خاص ہمارے انگلستان کے سولجروں نے بھی اس غیر سپاہیانہ کام میں حصہ لیا۔ میں نے ایک ضعیف العمر اور سفید ریش بوڑھے ترک کو دیکھا جو دہنی ٹانگ میں زخم کھا کر چت پڑا ہوا تھا۔ اسنے بظاہر خلیفہ کی بقیہ سپاہ کے ساتھ امدرمان کیطرف بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ مگر زخم نے اسے ہلنے نہ دیا۔ اس سے آٹھ گز پیچھے اسکا لڑکا جسکی عمر سترہ سال کی ہوگی اسی قسم کے زخم سے زمین پر پڑا تھا۔ باپ بیٹا دونو نہتے تھے۔ باوجود اسکے ایک ہیلنڈر (گورے سپاہی) نے اپنی صف سے آگے بڑھ کر پیرمرد کی سینہ میں اپنی سنگین بھونک دی۔ مظلوم درویش نے بفایدہ رحم کے لیئے گڑگڑا کر التجا کی اور دوبارہ ضرب سے بچنے کے لئے جوش دیوانگی میں دونو ہاتھوں سے سپاہی کا خنجر پکڑ لیا۔ اسطرح اسکے اپنے جسم کے خون سے اسکے دونو ہاتھ رنگین ہو گئے

تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ قتل عام سپہ سالار کے حکم سے وقوع میں آیا تھا؟ اگر یہ بات نہ تھی تو کیا افسروں نے اس افسوسناک قتل کے انسداد کے بارہ میں کوئی بھی اشارہ نہیں کیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اگر سپہ سالار کے حکم سے اس سفاکی کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ تو پھر اسکے روکنے کے متعلق افسروں کی کوشش فضول اور غیر موثر ہوتی بخلاف اسکے مجھے یقین ہے کہ افسر زخمیوں کے بزدلانہ قتل کو دل سے ناپسند کرتے تھے۔ اگر انہیں اپنے منشا کے مطابق کارروائی کرنیکی آزادی ہوتی تو فوراً اس قتل کو روک دیتے۔

مسٹر بنٹ دو انگلش افسروں کی انسانی ہمدردی کی مثال دیکر قمطراز ہیں۔

اور ہے ہی ناظرین کی مزید دلچسپی اور آگاہی کے لیے اس پہلے حصہ میں جس سے وہ متعلق ہیں ازیاد کر دیا جاتا ہے۔ محمد آبا اٹرس اور بحری مقابلوں کے حالات جو ۲۶ اپریل تک ہوئے دوسرے حصے میں درج کیے جائینگے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے بعض دیگر برٹش افسر اور سپاہیوں نے بھی ان درویشوں پر جو ہماری توپ کے گولوں سے زخمی ہوئے تھے۔ شفقت ظاہر کی۔ چنانچہ جبکہ مندرجہ بالا شقی القلب یورپین سپاہی کی مشؤر بندوق کی سنگین اس معمر زخمی کی چھاتی میں بھونک رہا تھا لڑکے نے سر اٹھا کر تھراتی ہوئی نگاہوں سے اس بزدلانہ قتل کی کاروائی کو دیکھا اسنے اپنے ہاتھ بلنچیانہ وضع سے رکھکر یہ تصور کر لیا کہ عنقریب اسکا بھی کوئی دم میں یہی انجام ہونیوالا ہے میں آگے بڑھا اور اس لڑکے کو چند بسکٹ دیئے ایک اور پلٹن کے دو سپاہیوں نے اسے پانی کا گھونٹ پینے کے لیے دیا لڑکے نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیکر پوچھا کہ میرا باپ کیوں قتل کیا گیا ہے؟ میں سوال کا جواب نہ دیسکا۔ لڑکا تقریباً ایک میل تک میرے ساتھ لنگڑاتا ہوا گیا۔ بعدہ وہ ان قیدیوں کے گروہ میں شامل کر دیا گیا جنکو گرفتار کرکے امدرمان لے جا رہے تھے۔

اگر سردار کچنر کو زخمیوں کی غداری اور دغابازانہ گولیوں کے سر ہونیکا اندیشہ تھا تو وہ اپنی سپاہ کو میدان کے ان قطعات سے جہاں زخمی درویش بکثرت پڑے تھے۔ بچا کر لیجا سکتے تھے۔ ایک رستہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ چونکہ دشمنوں کے فائر کچھ زیادہ فاصلہ پر نہیں پہنچتے تھے اسلیئے ہمارا نقصان اٹھائے بغیر ایک ایسی راہ اختیار کر سکنا جہاں نسبتاً مجروح کم پڑے ہوئے ہوتے۔ ممکن تھا۔

امدرمان پر قبضہ کر لینے کے بعد ہماری توپوں نے مفروروں پر گولے برسانے شروع کر دیئے۔ اسپر مسٹر بینٹ لکھتے ہیں۔

تسخیر امدرمان کے متعلق ایک اور بھی نہایت قابل افسوس واقع ہوا۔ جب ہم درویشوں کے آخری حملہ کو شکست دیکر تیزی سے امدرمان کیطرف بڑھ رہے تھے۔ تو وہ بازار جو امدرمان کے جنوبی دروازوں کو جاتے تھے مفروروں سے بھرے ہوئے تھے بکار اسواروں اور پیادہ درویشوں کے پیادہ دستوں کے پیچھے بہت سے دیسی باشندے جنکا لڑائی سے کچھ تعلق نہ تھا اور کثیر التعداد زن و مرد اور بچے اونٹوں گھوڑوں اور گدھوں پر اپنا اسباب لادے عجب سراسیمگی سے جنوبی رخ کیجانب رواں تھے۔ انسانی ہجوم اور چارپایوں کی کثرت سے طوفان بدتمیزی برپا تھا اور دیوانہ وار بھاگ جانے کی وجہ سے ایکدوسرے پر گرا پڑتا تھا عین اسحالت میں انبر اتواپ سر کرنیکا حکم دیا گیا۔ توپچی بلند مقام سے اچھیطرح مفروروں اور شہر کی دیواروں کو دیکھ سکتے تھے۔ پس انہوں نے بے تامل ان بازاروں پر جو انسانوں اور حیوانوں سے معمور تھے۔ آگ برسانی شروع کر دی۔ ایک بازار جو دریا کو جاتا تھا اسپر میکسیم توپ کی اس کثرت سے گولے پڑے کہ گویا گولوں کا طوفان آگیا اور بدقسمت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہزار سالہ مُردوں میں جا ملے۔

فی الواقعہ فاتح لشکر مجاز ہے کہ وہ دشمن کی مفرور فوج پر آگ برسائے یا سواروں کو تعاقب میں بھیجے۔ لیکن جب کثیر التعداد جنگ سے بے تعلق اشخاص اور زن و مرد بچے مفروروں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ تو اس حالت میں اسپر میکزم توپ سے گولہ باری کرنا ایک نہایت نازک ذمہ واری مول لینے کے برابر ہے۔ دوسرے دن پانچسو لاشیں امدرمان کے بازاروں میں پڑی ہوئی شمار کی گئیں

جنگ روم و یونان

یونان کی خودسری اور دول یورپ کی باہمی نااتفاقی آخر اپنا رنگ دکھائے بغیر نہ رہی اور ۱۶، ۱۷ اپریل ۹۷ء سے روم اور یونان میں باقاعدہ جنگ شروع ہوگئی۔ ٹرکی کو قانون بین الاقوام کی رو سے اوسیوقت یونان پر حملہ کردینے کا حق حاصل ہوگیا تھا۔ جبکہ فروری گذشتہ میں یونان کی جہازات مخالفانہ نیت سے کریٹ کے سمندر میں اور اوسکی کچھ فوج خود جزیرہ میں داخل ہوگئی تھی۔ لیکن سلطان المعظم نے ایک وقت معین و مناسب

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے جنمیں بے بس عورتوں کے سوا معصوم بچوں کی بہی ننہی لاشیں تھیں دو عورتیں اور ایک آدمی دریا کی کنارے کہڑے تھی۔ ایک توپچی انہیں دیکھکر بولا کہ میں ابہی اس مرد کو ان عورتوں سے جدا کرتا ہوں۔ اسکے ساتھ ہی میکسیم توپ سے ٹاٹا کی آواز آئی۔ دہواں صاف ہونے کے بعد ہمنے دیکھا تو وہ تینوں مرے پڑے تھے۔

دو عورتیں ایک درویش کی لاش پر رنج واندوہ کے آنسو بہا رہی تھیں کہ ایک غیر کمیشن یافتہ افسر نے دیدہ و دانستہ انمیں سے ایک عورت کو ریوالور سے ہلاک کردیا۔

ان امور کے تذکرہ کے بعد یہہ کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کہ دریائے نیل کے بائیں طرف لانسر دستوں نے پیشقدمی کے وقت فاقہ کش دہقانوں سے بلاقیمت سامان رسد حاصل کیا۔

یہہ سنکر غالبًا کوئی شخص متحیر ہوگا کہ امدرمان پر قبضہ کرنے کے بعد تمام شب سوڈانی سپاہ آزادی کی شہر میں گشت کرتی رہی رات بہر گولیاں چلنے کی آواز آتی رہی۔ جب کوئی سوڈانی سپاہی بغل ہاتھ میں لیکر لوٹنے کے ارادہ سے نکلتا ہے تو اسے کسی کے ننگ وناموس۔ جان وآبرو کا ذرا بہی پاس نہیں ہوتا۔ تین روز تک **مفتوح شہر لٹتا رہا** شہر میں داخل ہونیوالی دیکھتے تھے کہ سپاہیوں کی چہوٹی چہوٹی ٹولیاں لوٹ کی مال واسباب سے لدی ہوئی جارہی تہیں تین ستمبر کو مجھے دو یورپین سپاہیوں کے قریب سے گذرنیکا اتفاق ہوا جو زبردستی روپیوں کا ایک تھیلا چہینکر کمپ کیطرف جارہے تھے۔ ایک دیسی ملازم اپنے آقا کیواسطے کچھہ قیمتی کپڑوں کی تہان چند مرصع بجواہر بکس اور ایک ہاتھی دانت لایا اسکے آقا نے کہا کہ اگر اسے ہاتھی دانت کی قیمت معلوم ہوتی تو وہ نصف درجن سے کم نہ لاتا معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کے بیت المال (خزانہ) میں اسے داخل ہونیکا موقعہ ملگیا تھا۔ گارڈ کی موجودگی یا اسکے اغماض سے دیسی اور یورپین سپاہیوں نے ایک ایسے شہر کو خوب جی بہر کر لوٹا جسکی حوالگی کو انکے سپہ سالار نے باقاعدہ طور پر تسلیم کرلیا تھا۔ ایک دن دہوپ کی گرمی ایسی سخت تھی کہ میں چند لحظوں کے لیئے سایہ دار جگہہ میں ٹہیرنے پر مجبور ہوا بڑے بازار کے ایک مکان میں داخل ہوکر میںنے ایک بوڑہے آدمی سے نصف گہنٹہ کی آرام کے لیے بچہونے کی درخوہت کی یہہ بستر اور بکرے کی کہال اس گہر کی کل کائنات تہی۔ جسے غارتگر پیچہے چہوڑ گئے تھے۔

امدرمان میں لوٹ کہسوٹ سے زیادہ قبیح حرکات ظہور میں آئیں۔ ۲ ستمبر کو ایک عرب سراسیمہ میری خیمہ میں آیا اور شکایت کی کہ

تک جنگ سے بچتے رہنے کی اپنی قدیمی اور نہایت ہی ضروری پالیسی پر کاربند رہ کر دول یورپ کو اونکی صلاح و مشورہ اور مجوزہ اصلاحات کا ناکارہ پن جتانے کے لئے خاموشی اختیار رکہی لیکن ساتھ ہی یونان کی اس دست اندازی کے جواب میں اونہوں نے اپنی طاقت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے دیسی سپاہی میری بیوی کو معہ چہوٹے بچہ کے زبردستی اپنے کیمپ میں لیگئے ہیں۔ جو تین میل کے فاصلہ پر لب دریا واقع ہے میں انکو اس معاملہ سے آگاہ تھا۔ انہوں نے عرب کے بیان کی تائید کی میں نے عرب کو کچھ چاول اور بسکٹ دئے۔ اور اسی سلطین پاشا کے پاس اسغرض سے بہیجدیا کہ اگر اس سے ہوسکے تو وہ اسکی دادخواہی کرے اور عورت اور اسکا بچہ عرب کو واپس دلادے نیز میرے ملازم نے بتایا کہ گذشتہ شب اسکے ایک دوست کو اسوجہ سے ایک سوڈانی سپاہی نے مار ڈالا کہ اس نے روپیوں کی تھیلی دینے سے انکار کیا تھا۔

جہانتک کہ ایک چشم دید بیان دوسرے بیان کی بالکل تردید کرتا ہے۔ وہاں تو ناظرین مجبور ہیں کہ انمیں سے ایک کو جھوٹا سمجھیں۔ لیکن خیال ہوتا ہے کہ مسٹر بینٹ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ بالکل جھوٹی اور بے بنیاد داستان لکھتا کہ جسمیں اوسکی اپنی قوم کے سپاہیوں اور افسروں پر بیرحمی اور سفاکی کا الزام عاید ہوتا تہا۔ نہ اوسکی طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی داستان کے بیان کرنے میں مبالغہ اور جوش سے کام لے رہا ہے۔ کیونکہ وہ خود لکھتا ہے کہ لڑائی میں حلوا نہیں بٹتا۔ اور علاوہ اسکے ہر سپاہی کا حق ہوتا ہے کہ اگر فریق ثانی کا سپاہی اسپر حملہ کرے۔ تو وہ اسکو مار ڈالے۔ یہ جائیکہ مجروح سپاہی حملہ کرے اور اوسکو دوسرا نہ مار ڈالے لیکن اسکو اعتراض اس بات پر ہے کہ نہ صرف سوڈانی شاگرد پیشہ ہی کو کھلم کھلا بندوقوں اور نیزوں سے مجروح تھے اور بے بس درویشوں کو برملا مارنے دیا گیا بلکہ خود گورے سپاہی مجروحوں کو قتل کرتے رہے جس سے وہ نتیجہ نکالتا ہے کہ فوجی افسروں کی مرضی کے سوائے ایسا نہیں ہوسکتا۔ اتنی بات تو کپتان ڈیڈمین نے بہی مانی ہے کہ میدان جنگ کے مجروحوں کو مارنے کے سوائے چارہ نہ تھا یہ اوسنے جنرل کچنر کی تائید کیسے کی

مسٹر بینٹ کی یہ رائے نہایت معقول ہے کہ جب مفتوح درویشوں کو یقین تہا کہ وہ بہرنوع دشمن کے ہاتھ پڑکر کتے کی موت مارے جاوینگے تو ایسی حالت میں اگر کھسیانے ہوکر انہوں نے مرنے سے پہلے اپنے خیال کے مطابق اور ایک آدہ کافر کو مار کر مرنے . . . . کا ارادہ ٹہان لیا تو بالکل قدرتی بات تہی۔ البتہ اگر انہیں یقین ہوتا کہ دشمن کی قید میں پڑکر وہ مارے نہیں جاوینگے۔ تو اون کے مجروح گولیاں نہ چلاتے۔ اوسنے یہ بہی لکھا ہے کہ فاتح فوج کو کھسیانے ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کیونکہ انمیں سے فیصدی دو سے زیادہ جان کا نقصان نہیں ہوا تھا۔ بمقابلہ مفتوح کے ساٹھ فیصدی نقصان جان کے

. . . .

. . . اسلئے مہذب فاتح فوج کو وحشی سوڈانیوں سے ضرور زیادہ شایستگی رحمدلی اور انسانیت کا برتاؤ کرنا چاہیے تھا۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ اسواقعہ کی تاویل اسطرح کرتا ہے۔ ہر شخص پر جو مؤخرالذکر (مسٹر بینٹ) کا آرٹیکل پڑہے واضح ہوتا ہے کہ اوسنے ایک جوشیلی اور یکطرفہ رائے اون معاملات کی نسبت پیدا کرلی جو جنگ کے بعد پیش آئی۔ اوسنے بہت سی مثالیں تندی کی دیکہی تہیں۔ اور اونکی

و مستعدی ظاہر کرنے کی غرض سے سرحد تھسلی پر فوج فراہم کرنا شروع کر دیا۔ اور اوس پالیسی کو مدنظر رکھکر جسکو ہم کئی دفعہ واضح کر چکے ہیں یونانی مفسدین اور باقاعدہ فوج کے عام آدمیوں کے لباس میں علاقہ عثمانیہ پر متواتر حملے کرتے رہنے کی صورت میں بھی صرف مدافعت پر حصر رکھا۔ اور یورپ کو عالم آشوب جنگ کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیئے بیوقوف یونان کو ہوش میں لانے کا کام دول یورپ کے سپرد کیا۔ جسکو بظاہر انہوں نے اپنے ذمہ لے ہی لیا۔ لیکن جنگ کے چھڑ جانے

بقیہ صفحہ سابقہ کی اور اوسکی رائے میں یہہ اوس تمام دغابازی اور من بھی دیوانگی سے بڑھ گئی ہیں کہ جسکی بدولت یہ بدی عمل میں آئی۔ وہ ایک انگریزی سپاہی کی نسبت وحشیانہ حرکت کی مثال بیان کرتا ہے۔ اور یہہ اوسکو اون بہت سے واقعات ہمدردی اور مہربانی سے جو سپاہیوں نے دشمن سے مرعی رکھے تھے اور جنکو وہ تذکرۃً بیان کرتا ہے زیادہ مخصوص معلوم ہوتی ہے"۔ اسکے بعد یہہ اخبار لکھتا ہے کہ جنگ کے خطرات اور حالات نواحی نے راقم مضمون کے فیصلہ پر اثر کیا ہے کہ جسکی مسٹر بر لی اور جرمن اٹاچی پوری تردید کر دیتے ہیں۔ مگر میرے خیال میں پوری تردید مسٹر بینٹ کے بیان کی ابتک نہیں ہوئی۔ جیسا کہ کنٹمپریری ریویو کے آرٹیکل سے واضح ہے۔ اور یہہ خیال اور بھی مسٹر بینٹ کے مضمون کی تائید کرتا ہے کہ جنرل کچنر شاید اسی لیئے مہم خرطوم کے ہمراہ جنگی نامہ نگاروں کا لیجانا پہلے پہل نا منظور کرتے تھے۔ کیونکہ یہہ تو ظاہر ہے کہ وہ اس جنگ کی تمام تجاویز بہت مدت پہلے سے ذہن نشین کر چکے تھے جبتک مسٹر برلی اور کپتان ٹیڈمین کے مفصل مضامین نہ دیکھے جاویں۔ یہہ رائے بدلنی مشکل معلوم ہوتی ہے کہ میدان امدرمان میں زخمی درویش لڑائی کے بعد قتل کیئے گئے ہیں۔

مگر پائونیر جو زیادہ معقول و متین اخبار ہے وہ اس بات میں سول اینڈ ملٹری گزٹ کی خیالی توضیح کے بالکل خلاف رائے دیتا ہے وہ لکھتا ہے کہ کیوں کپتان وان ٹیڈمین جرمن اٹاچی کی شہادت انگریز نامہ نگاروں سے زیادہ قیمتی اور معتبر ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ صورت موجودہ میں پیش آیا ہے کہ یہہ کپتان ہی ہمیں جنگ امدرمان کے بعد مجروحین کی کیفیت ویسی ہی بتلاتا ہے۔ جیسی کہ ہمارے اپنے نامہ نگار نے بتلائی تھی۔ سوڈانی اور مصری سپاہیوں کو لاریب ایسی حرکات عمل میں لانے کی اجازت دیگئی کہ جو ناقابل بیان خوفناک ہیں۔ لیکن غالباً سوڈانی دشمن کے طریقے جنگ کے بعد ایسے شیطانی اور وحشیانہ ہیں کہ اس بارہ میں صاف انکار کرنا نہ موثر اور نہ عقل کی بات ہے۔ امدرمان میں کیا پیش آیا اسکے متعلق ہمارا اپنا نامہ نگار جو کہ جنگ کے ایک ہفتہ بعد تک کیمپ میں رہا تھا بیان کرتا ہے کہ "جنگ کے بعد پہلے چار روز تک تو کالے سپاہی بالکل ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ اور یہہ تمام عرصہ امدرمان میں رہے وہ یہہ بھی بیان کرتا ہے کہ جب بڑی بڑی سرکاری عمارتوں مثل سلاح خانہ و بیت المال پر پہرے لگائے گئے تھے تو مہدی کی قبر اور خلیفہ اور مہدی کے گھروں کی حفاظت نہیں کیگئی جو جلدی ہی توڑ دیئے گئے اور اونکی ہر چیز لوٹ لیگئی"۔ المختصر یہہ امید رکھنا کہ ایسے حالات میں کوئی ایسی چیزیں واقع نہیں ہو سکتیں جو انگریزی ناظرین کو صدمہ پہنچائیں غیر متوقع امید ہے تو گویا اس ساری رام کہانی کا مطلب یہہ نکلا کہ واقعی درویش مجروحوں کو میدان جنگ میں سخت بیرحمی سے قتل کیا گیا ہے۔ اور سپاہیوں نے افسروں کی اجازت یا کم از کم اغماض سے ایسا کیا گیا ہے جو کسی مہذب فوج کے لیئے یقیناً شرمناک کارروائی ہے۔

نے ثابت کردیا ہے کہ ان سلطنتوں کی اغراض اب ایک دوسرے سے ایسی متضاد اور مغایر ہوگئی ہیں کہ وہ کوئی کام یکدلی اور متفق الرائی سے نہیں کرسکتیں اسی لیے کامل یقین سے یہہ کہا جاسکتا ہے کہ انہی دول عظام میں سے جو بظاہر سب ملکر یونان کو سمجھاتی یا اوسپر دباؤ ڈالتی رہی تھیں۔ چند ایک ضرور پردہ یونان کی پیٹھ ٹھپکتی رہی ہیں۔ اسوقت تک ایسی سلطنت کا نام انگلستان بتایا جاتا ہے۔ اور دوسری سلطنتوں کے افعال بہی اسی خیال کی تائید کرتے ہیں۔ تاہم دول یورپ کی ایمانداری اور دوستی پر کلیتاً بہروسہ کرلینا سخت غلطی ہے لیکن کلام نہیں کہ جرمنی نے اپنے طریق عمل سے اپنے تئیں قابل تعریف مستثنیٰ ثابت کیا ہے اور جہانتک انسانی عقل قیاس کرسکتی ہے یا انسانی فطرت پر بہروسہ ہوسکتا ہے۔ یہہ سلطنت اب کسیوقت سلطنت عظمے عثمانیہ کو چہپا نہیں دیگی۔ خیر یہہ بحث تو پہر کیجاے گی۔ ہمیں اس بات کا سخت افسوس ہے اور کل مسلمانوں کو ہونا چاہیئے کہ یونانی مفسدین کی شورہ پشتی اور کریٹ میں مسلمانوں کے لگاتار کشت و خون نے سلطان المعظم کو آخر اپنی پالیسی چہوڑنے پر مجبور کردیا۔ اور جب انکو یہہ یقین ہوگیا کہ زیادہ دیر تک خاموش رہنا دیگر صوبجات ممالک محروسہ میں بہی جہاں یونانی رعایا کی آبادی کچھہ کم نہیں ہے شورش برپا کردینے کا موجب ہوگا۔ اور یونانی حملہ آوروں کی گوشمالی نہ کرنے سے سخت خطرہ پیدا ہونیکا قوی احتمال ہے تو حضرت امیر المومنین نے افواج قاہرہ کو ترکی ترکی جواب دینے کا حکم دیا۔ میدان جنگ سے جو خبریں اس ہفتہ موصول ہوئی ہیں وہ تاروں کے کالم میں درج ہیں۔

میدان جنگ سے صحیح خبروں کا پہونچنا مشکل امر ہے۔ ہر ایک فریق اپنے حق میں مفید خبریں مشتہر کرتا ہے۔ لیکن اسمیں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ترکی افواج بہت جلد یونان کی فوج کا جو اسوقت سب کی سب سرحد پر جمع ہے قلع قمع کرکے صوبہ تھسلی پر قابض ہوجائیگی اور اسپر قبضہ ہوتے ہی ظن غالب ہے کہ اول تو خود یونان یورپ سے صلح کرادینے کا ملتجی ہوگا۔ ورنہ یورپ کی کوئی نہ کوئی سلطنت ضرور بیچ بچاؤ کرکے ترکوں کو خاص ایتھنز تک پیشقدمی کرنے سے روکدیگی۔ یورپ کیطرف سے ایسا ہونا کوئی نئی بات نہیں ۱۸۷۶ء میں سرویا نے جب بغاوت کرکے ترکی علاقہ پر حملہ کیا تھا۔ اور ترکی افواج نے بہت جلد اوسکو ہزیمت پر ہزیمت دیکر اوسکے دار الخلافہ بلگریڈ پر پیشقدمی شروع کردی تھی تو جہٹ روس نے بیچمیں کودکر عارضی صلح کرادی تھی۔ ہاں اسوقت اتنا فرق ضرور ہے کہ یورپ کی بعض دول عظام ایکدوسرے کے ساتھہ جنگ کرنے پر بظاہر بہی تلی بیٹھی ہیں۔ اور ممکن ہے کہ وہ اس جہیڑ جہاڑ کی آڑ میں آپسمیں گتھہ جانے کیلیے کوئی بہانہ ڈہونڈہ لیں۔ اکثر لوگ تعجب کرتے نظر آتے ہیں کہ ترکی کی سرحد پر کئی لاکھ فوج جمع ہے اور یونان کی کل فوجی کائنات صرف پچاس ساٹھ ہزار ہے۔ پہر کیا وجہ ہے کہ باوجود آٹھ دس دن گذر جانے کے ترکی فوج کل یونانی لشکر کا کام تمام نہیں کرسکی اسکا سہل جواب یہہ ہے کہ یونانی فوج مضبوط پہاڑی مقامات میں قلعبند ہے۔ اور یہہ قاعدہ کی بات ہے کہ ایسے مضبوط مقامات سے حملہ آور فوج اوسکی تعداد خواہ کسیقدر زیادہ ہو گہنٹوں یا دنوں میں بچاؤ کرنے والی فوج کو نہیں نکال سکتی۔ اسکے واسطے کچھہ مہلت درکار ہوتی ہے۔ جواب قریب الاختتام ہے۔ عساکر عثمانیہ کو سرحدی مقامات کی فتح کرنے اور یونانی فوج کا ستیاناس کرنے میں ابہی اور پانچ سات روز صرف کرنے پڑینگے۔ اسکے بعد ایتھنز چہوڑ صوبہ موریا کے جنوبی کونہ تک کل مطلع صاف اور یونان ترکی حملہ کی سیلاب کو روکنے سے بالکل عاجز و بے بس ہوگا۔ تاروں میں ناظرین کئی خبریں اس مضمون کی بہی پائینگے کہ یونانی بیڑے مختلف ترکی بندرگاہوں کو برباد کررہے ہیں۔ ان خبروں کی غلط ہونیکی وجوہات ان خبروں کے ساتھہ ہی تاروں کے کالموں میں

درج کردی گئی ہیں۔ آجکی تاروں میں ریوٹر ایجنسی نے ایک اور شوشہ چھوڑا ہے کہ ترکی بیڑہ جہازات جو ۲ مارچ کو قسطنطنیہ سے روانہ
ہوا تھا ابھی تک ڈارڈنیلز میں پڑا ہوا ہے۔ اور اوسکے کپتانوں نے رپورٹ کی ہے کہ ہمارے جہازات سمندر میں جانے کے قابل
نہیں۔ لیکن ناظرین اسلامی خبروں میں پڑھینگے کہ عرصہ ہوا بیڑہ مذکور کا نصف حصہ سالونیکا اور دوسرا سمرنا میں پہونچ چکا ہے۔ انہیں
خبروں میں ترکی آہن پوش جہازات جو کچھ کریٹ کے سمندروں میں کر رہے ہیں۔ اوسکی کیفیت درج کر دیگئی ہے۔ اگر ترکی جہاز سمندر
میں چلنے کے قابل نہیں تو وہ کئی مہینے ہوئے کریٹ میں کسطرح پہونچ گئے۔ اور کیونکر وہاں یونانی جہازوں کو گرفتار اور کریٹی
باغیوں پر گولہ باری کرتے ہیں۔ برخلاف اون رپورٹوں کی جنکی خبر ریوٹر دیتا ہے۔ آہن پوش حمیدیہ کے کپتان نے باب عالی میں
رپورٹ کی ہے کہ میرا جہاز جنگی جہازوں کی اوسط رفتار سے نصف میل تیز چلا ہے۔ یہ اوسی جہاز کی کیفیت ہے جو ۱۸۸۵ء میں
تیار ہونے کے بعد اب پہلی مرتبہ سمندر کو گیا ہے۔ تو جو جہاز قبل ازیں سمندروں میں سینکڑوں مرتبہ گشت کر چکے ہیں۔ اونکی نسبت
یہ اعتراض جسقدر بے بنیاد ہو سکتا ہے اوسکی تشریح کی ضرورت نہیں۔

آج ہی کی تاروں میں ناظرین شیر پلیونا غازی عثمان پاشا کے سپہ سالار مقرر ہونے کی خبر دیکھینگے۔ اس تار کا یہ مطلب
نہیں کہ ادہم پاشا اس منصب جلیلہ کے قابل نہیں پائے گئے یا یونان کی طاقت ایسی زبردست ہے کہ اوسکے زیر کرنے کے لیئے
غازی عثمان پاشا جیسے کمانڈر کی ضرورت پائی گئی ہے۔ غازی عثمان کا نام ہی دشمنوں کا دل دہلا دینے کے لیئے کافی ہے
اب اونکی بذات خاص موجودگی کا جو اثر پڑے گا وہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن جہانتک قیاس ہو سکتا ہے۔ اس نامور ہیرو کی
تقرری ان وجوہات سے نہیں ہوئی۔ بلکہ غالباً اسلئے کہ سرحد یونان پر اسوقت تقریباً ۲ لاکھ فوج جرار جمع ہو چکی یا ہو جانے والی
ہے۔ اور اسقدر جرار فوج کی اعلے کمان جو ہماری ہندوستان کی تمام فوج سے تعداد میں زیادہ ہو صرف ایک مارشل پر چھوڑ
دینی کبھی مناسب نہیں۔ اسکے واسطے نہایت تجربہ کار معتبر اور بلند مرتبہ افسر چاہیئے جو عثمان پاشا سے بڑھکر اور کون ہوسکتا
تھا۔ باقی رہا یہ امر کہ آیا یہ جنگ صرف ٹرکی اور یونان تک محدود رہتا ہے یا کہ اوس عالمگیر جنگ کا جسکا کل دنیا کو انتظار
ہے پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اسکے متعلق پیش از وقت کوئی رائے زنی کرنے کی نسبت واقعات کا منتظر رہنا انسب معلوم
ہوتا ہے۔ اور بصورت موجودہ اس امر پر کوئی پختہ رائے قایم کرسکنا ہی قریباً محال ہے۔ (از وکیل ۲۶ اپریل ۱۸۹۷ء)

مصر میں سلطان المعظم کی مالی امداد کے لیئے بڑے جوش کے ساتھ چندہ جمع ہو رہا ہے۔ بقول ہمعصر جامع العلوم
ایک ہمارے ملک کے بر دلے اپنا ہی پیٹ پالنے والے مسلمان ہیں کہ کروٹ تک نہیں لیتے۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ بالکل نادار ہیں۔ لیکن
جب کبھی روپیہ صرف کرکے دنیا کے کمانے کی امید ہوتی ہے۔ تو پھر ان ہی مفلسوں کے پاس کہاں سے دولت ابل پڑتی ہے۔ کوئی
انہیں عیاشی کا نیا طریقہ بتا دے تو بیوی کا پاجامہ ہی بیچ ڈالیں۔ لیکن اب دین کی جڑ پر تیشہ رکھا ہوا ہے تو ان کی جوتی سے۔
اس غفلت کے جرم میں دنیاوی نتیجہ تو کچھ عرصہ بعد انکو خود ہی معلوم ہو جائیگا۔ لیکن عاقبت کی بات معلوم کرنا ہی کوئی دشوار بات
نہیں رہی ہے۔ آخر مصری ہی تو مسلمان ہی ہیں یا کوئی فرشتے ہیں۔ اسکندریہ کے ایک دکاندار نے اپنی کل نقدی و اسباب امداد ترکی

میں دیدیا یہاں کوئی جب بھی دینا گوارا نہیں کرتا۔ وہاں ہر مسجد میں صندوق رکھدیئے گئے۔ اگر یہاں بھی رکھدیئے جائیں تو کیا کوئی آفت آئی ہے۔ مگر یہہ کام تو جب ہو کہ خدا نے اتنی توفیق دی ہو۔

ایک انگریزی اخبار کا نامہ نگار ۲۳ اپریل کو لنڈن سے جنگ روم و یونان کے متعلق ایک خط لکھتا ہے جسمیں وہ تصدیق کرتا ہے کہ آخری مرتبہ یونانی سرحد روم و یونان کو جب عبور کر آئے۔ اور انمیں سے جسقدر زخمی اور قیدی ترکوں کے ہاتھ آئے اونہوں نے خود اقرار کیا کہ ہمارے کمانیر یونانی باقاعدہ فوج کے افسر تھے۔ ترکوں کو اس سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونیکی معقول دلیل ملگئی۔ جس قابل تعریف تحمل سے ترک ان شورش انگیز اور سفلہ پن اور چھچھورپن سے اُبلتے ہوئے یونانیوں کے مقابلہ پر خود اپنا بچاؤ کر رہے تھے۔ اس میں کچھہ کلام نہ تھا۔ انہوں نے صرف ایک شرط کی تھی کہ یونان کی باقاعدہ فوج ان حملہ آوروں کے ساتھہ شریک نہو۔ چونکہ یہہ شرط ٹوٹ گئی اسلیئے انجام کار لڑائی کی نوبت آئی۔ یہاں اکثروں کا خیال ہے کہ جرمنی کی تحریک پر ترکوں نے لڑائی شروع کی۔ یونانی باقاعدہ فوج کے افسروں کی موجودگی نے جو حملہ آوروں میں شریک تھے معقول عذر ترکوں کیواسطے پیدا کر دیا اور ترکی فوج آگے بڑہی۔ ابہی چند سال ہی گذرے ہیں کہ یہہ کہنا ایک عام رواج تہا کہ ترکی فوج بالکل ٹوٹی پہوٹی اور نکمی ہے۔ اسمیں تو کبھی کسی کو کلام نہیں ہوا کہ ترکوں میں سپاہ گری کے قابل تعریف اور بے نظیر جوہر موجود ہیں مگر کسی شخص کو بھی یہہ امید نہ تھی۔ اور نہ کوئی اسکے واسطے تیار تھا کہ سب سے پہلے جو نامہ نگاران جنگ ادہم پاشا کے کیمپ میں پہونچینگے انکی تحریروں سے یہہ معلوم ہوگا کہ وہ ترکی فوج در اصل و حقیقت کیسی ہے جسکی نسبت کہا گیا تہا کہ اسکے پاس کپڑے نہیں ہیں۔ اسکے سپاہی بہوکے مر رہے ہیں اور انکو تنخواہ تک نہیں ملتی۔ اب اونہوں نے جو حالات بھیجے ہیں انکو پڑہکر معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے جس شجاعت اور جوانمردی کا میدان کارزار میں اظہار کیا ہے۔ جرمن سپاہ بہی اس سے بڑہ کر ثابت نہو سکی۔ وہ توپخانہ ترکوں کا جسکو سمجھا جاتا تھا کہ اسمیں زنگ آلود توپیں ہیں۔ گہوڑے بالکل ندارد اور گولہ بارود نام کو نہیں۔ اب وہ کیا نکلا؟ کوہی باتریاں میدانی قلعہ شکن توپیں۔ گہوڑے زبردست۔ سپاہی اور جانور سب عمدہ سے عمدہ اعلےٰ درجہ کی حالت میں اور اعلےٰ سے اعلےٰ بارود اور شایستگی اور تربیت بے نظیر اب رہی پیدل فوج۔ اسکی نسبت صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ پہلے ہی دن کی لڑائی میں جس دلاوری سے اسنے یونانیوں کے مورچے یکے بعد دیگرے سنگینوں کی نوک پر رکھکر فتح کر لیئے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ اب تک اس سے وہ جرات۔ حوصلہ۔ دلاوری۔ اور ہمت دور نہیں ہوئی ہے جسکے بل پر عثمان پاشا کو بے نظیر عالیشان مگر بے ثمر فتح روسیوں پر حاصل ہوئی تھی۔ درہ ملونا کی لڑائی میں جو جنگ کی کامیاب ابتدا ترکوں کے واسطے ہوئی۔ اور جس سے انکی نمایاں فتح کا آغاز ہوا۔ یہہ زمین کی حالت کے باعث صرف توپخانہ اور پیدل فوج سے ہی کام لے سکے۔ مگر یونانیوں کی خوب ہی درگت بنی۔ اور بری طرح پٹے۔ جنکے پاس توپخانہ ہی سرے سے نہ تھا۔

درہ ملونا کا ترکوں کے ہاتھ میں آنا تھا کہ یونانیوں کو صدمہ مقام لاریسا اور وولو تک اور اگر ادہم پاشا کو پسند ہو تو خود ایتھنز تک فتحیاب اور ظفر فوج ترکوں کے واسطے سڑک صاف ہوگئی۔ ترک جوں جوں آگے بڑہتے گئے اپنے صدر مقام سے

دو رہو تے گئے برخلاف یونانیوں کے جو اپنے صدر مقام سے قریب ہوتے گئے۔ مگر اس سے بھی یونانی کچھہ فایدہ نہ اُٹھا سکے۔ اور آگے بڑہ کر بھی ترکوں کا ہی پلہ بھاری رہا۔ ادہم پاشا کے ساتھہ جو نامہ نگاران جنگ تھے کل تمام دن انکی طرف سے کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔ گو پرائیویٹ تاریں دیر بہ دیر آتی رہیں۔ مگر اسکے برخلاف یونانیوں کو کبھی ناگوار نہیں کہ اپنی خبریں خوب رنگ آمیز اور چکنی چپڑی عبارت میں سپید و سیاہ ملا کر بھیجیں۔ برخلاف اسکے ترکوں کی طرف سے اس خاموشی کا مطلب یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ انکو زک ملی۔ اور وہ اپنی شکست کی مصیبت بھری خبریں چھپانا چاہتے تھے۔ نہیں۔ بلکہ ادہم پاشا کی یہہ عین دانائی تھی کہ اسنے قبل از اختتام جنگ خبروں کا بھیجا جانا روک دیا تہا۔ اور نیز یہہ خیال بھی تہا کہ ترکی فوج کا نقشہ عمل حرب عام طور پر معلوم نہو جائے سارا دن برابر لڑائی جاری رہنے کی خبر موصول ہوئی ہے اور یورپ نہایت اضطراب سے جنگ ٹرنا دوس کے نتیجہ کا منتظر ہے جس پر اسکی قسمت کا بہت کچھہ دار و مدار ہے۔

ٹرنا دوس کی لڑائی تو ایکطرف ایک یونانی بیڑہ سر مہر احکام لیکر روانہ ہوا ہے۔ ان احکام میں یہہ نہ لکھا ہو کہ ڈارڈنیلز میں گھس جاؤ۔ اور قسطنطنیہ پر گولہ باری کرو۔ خیر یہہ تو باتیں بہت دور کی ہیں۔ مگر اکثروں کا خیال تھا کہ جنگی بیڑہ کا لحاظ رکھکر چین و جاپان والی نظیر پیش آئی۔ مگر افسوس کہ ترکی بیڑہ یونانیوں کے واسطے آسان لقمہ نہ ثابت ہوا۔ ریاستہائے بلقان کیطرف سے بہت کچھہ خوف تہا۔ مگر ابتک ان میں سے کسی نے کوئی خلاف امن حرکت نہیں کی۔ البتہ عام افواہ یہہ ہے کہ بلگیریا نے اس موقع پر ٹرکش گورنمنٹ پر مقدونیہ میں پانچ پادریوں کے تقرر کیواسطے زور دیکر فوجیں جمع کرنے کی دہمکی دی ہے۔ لیکن باب عالی نے اسکا جواب نہایت ہوشیاری اور دانائی بھرا دیا ہے۔ اور ساتھہ ہی یہہ فہمایش کردی ہے کہ بھلا ایسے مطالبہ کیواسطے یہ کوئی وقت ہے۔ یہ باتیں فرصت کی ہیں۔ ذرا یونان کے ساتھہ لڑائی ختم ہونے دو۔ پھر اسکا فیصلہ بھی کرلینگے۔ اب دیگر ریاستہائے بلقان کی طرف سے بھی اسی قسم کا اندیشہ ہے۔ باب عالی کہانتک انکے ساتھہ مراعات مدنظر رکھیگا۔ آخر اسکی کوئی حد ہے۔ اور یہی یورپ کی عالمگیر جنگ کی کلید ہے۔

یہہ ظاہر ہے کہ آرمینیا و کریٹ کے فسادوں اور جنگ یونان میں سینکڑوں مسلمان مظلوم۔ ہزاروں مستورات بیوہ اور ہزاروں بچے یتیم رہ گئے ہیں۔ باغیوں نے قصبے کے قصبے اور قریے کے قریے جنمیں مسلمان رہتے تھے پھونک کر خاک سیاہ کر ڈالے مسلمان خاتونان عفت مآب اور مسلمانوں کے معصوم بچے بے خانمان ادہر ادہر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ جنکی دستگیری اور امداد ہر ایک مسلمان پر واجب ہے۔ عیسائی اپنے عیسائی بھائیوں کیلیئے تمام دنیا میں چندے جمع کر رہے ہیں۔ گرجوں میں فتح یونان کیلیے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ مگر افسوس! ایک ہمارے ملک کے مسلمان ہیں کہ روپیہ سے امداد کرنا تو درکنار۔ درگاہ رب العلمین میں اپنے مظلوم بھائیوں کے لیے ہاتھہ اُٹھا کر دعا کرنے سے بھی دریغ کرتے ہیں۔ مصر کی طرح اگر ہندوستان کی مسجدوں میں مسلمان مصیبت زدگان سلطنت عثمانیہ کیلیئے صندوق رکھدئے جائیں۔ تو ایک معقول رقم فراہم ہوسکتی ہے۔ اور تو اور اگر عید الضحیٰ کے اسموقعہ پر قربانی کی کھالیں ہی مظلوم و بیکس بیوگان و یتیمان سلطنت روم کیلیے دیدیجائیں۔ تو ہزاروں روپیہ کی رقم جمع ہوجاتی ہے۔ علاوہ ازیں شرعاً اس سے بہتر طریقہ کہالوں کے مصرف کا نہیں ہے کہ مجاہدین و مجاہد فی سبیل اللہ مسلمانوں کے معصوم بچوں اور بیکس بیواؤں کے کام آئیں

مسلمانوں کو چاہیئے کہ اگر ان میں کچھہ جوش اخوت ہی اور وہ اصل ثواب کی طالب ہیں تو قربانی کی سب کہالیں اس کار خیر میں دیدیں۔ جو صاحب اس کار خیر میں شریک ہونا چاہتے ہیں وہ قربانی کی کہالیں ہمارے دفتر میں بھیجدیں۔ انکو باضابطہ رسید دفتر ہذا سے دیجائیگی اور مجموعی رقم کی رسید باضابطہ ٹرکش قونصل جنرل متعینہ بمبئی سے منگوا کر مشتہر کیجائیگی۔ جو صاحب کہالیں دفتر ہذا میں ارسال فرمائیں گے ان کی تحریر پر مزدور کو حق الخدمت بہی دیا جاوے گا۔ بیرونجات میں جو صاحب اس نیک کام میں حصہ لینا چاہیں وہ کہالوں کو فروخت کر کے نقد روپیہ دفتر ہذا میں بھیجدیں۔ بارسوخ اصحاب بالخصوص خریداران اخبار وکیل کو چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے شہروں اور قصبوں کی کہالیں جمع کرنے سے اجر عظیم کے مستحق بنیں۔

ہم نے تجویز کی ہے کہ اب کی عید الضحی کی نماز کی موقعہ پر امرت سر کی عیدگاہ میں مسلمانان مصیبت زدگان سلطنت عثمانیہ کے امدادی چندہ کے لیئے صندوق رکھا جاوے۔ امید ہے کہ اور شہروں کے مسلمان بہی اسکی تقلید کر کے سعادت دارین حاصل کرنے کی کوشش کرینگے۔

ہمعصر جسٹس آف دی پیس لکہتا ہے کہ بمبئی کے ہندوؤں میں زیادہ دلچسپی سے اسبات کا مشورہ ہو رہا ہے کہ اعلیحضرت سلطان المعظم کو حال کی فتح کی مبارکباد کا تار ایشیائی ہندو پارٹی کی طرف سے وزیر صیغہ خارجیہ کے نام روانہ کیا جائے

ادہر ہمعصر **جامع العلوم** مراد آباد جسکے ایڈیٹر ماسٹر انبا پرشاد صاحب صوفی ہیں بہت زور سے ترکوں کی امدادی چندہ کی تحریک کر رہا ہے۔ اور نہایت پر جوش الفاظ میں مسلمانوں کو حمیت وغیرت دلا رہا ہے۔ مگر افسوس! مسلمان نام کے مسلمان رہیں کہ چندہ دینا اور مبارکباد کے تار بہیجنا تو درکنار خلیفۃ المسلمین کے لیئے دعا مانگتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ البتہ سندہ اور مدراس سے جو دعائیں اس ہفتہ ہمارے دفتر میں پہونچی ہیں۔ اور جس والہ جوش اور خلوص وصداقت سے اعلیحضرت سلطان المعظم کیلیئے وہاں دعائیں مانگی جاتی ہیں اس سے پایا جاتا ہے کہ وہاں کے مسلمانوں کے دلونمیں ابھی بہت کچھہ نور ایمان باقی ہے۔ ایک منظوم دعا جو سندہ سے موصول ہوئی ہے اسکے چند اشعار ہم ملاحظہ ناظرین کے لیئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم مسلمانوں کو اپنے بہائیوں کی ہمدردی اور استقامت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

مومنو تم اب بدرگاہ خدا
اپنے دلکو جانب حق دو رجوع
کر مدد سلطان عالیشان کی
جو کہ ہے خادم تیری در کا خدا
واسطے صدیق وصادق تو مجیب
واسطے عثمان بن عفان کے
آمین

ہاتھ اٹھا کر سب کرو ملکر دعا۔
التجا کیجو خدا سے باخضوع
حضرت سلطان بن سلطان کی
اور ہے خادم در خیر الوریٰ ہے
روم کے سلطان کو دے فتح وظفر
شادمان خاقان بن خاقان ہے
واسطے خاتون جنت فاطمہ

ساتھ میرے تم بہی اب شامل رہو
یا الہی یا الہ العالمین
یعنی سلطان الزمان عبد الحمید
اسکا ہو حامی و ناصر ای خدا
واسطے عادل عمر کے یا الہ
واسطے حیدر امام المتقین
سلطنت ترکی ہو دایم قایمہ

میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو
بہر ختم انبیا و مرسلین
ابن شاہ نامور عبد الحمید
واسطے شافع امم روز جزا
کر شہنشاہ روم کو دشمن تباہ
باظفر ہووے امیر المومنین
از وکیل مورخہ ۱ مئی سنہ ۹۷ء

جنگ روم و یونان کا پہلا عشرہ

مشہور مثل ہے کہ گیدڑ کی جب شامت آتی ہے تو شہر کی طرف بھاگتا ہے یہی نوبت یونانیوں پر گذری ہے۔ یورپ کی "مرد بیمار" کی تو سانسیں گویا گنی جا چکی تھیں۔ اور یورپین پریس کی راستبازی کا نتیجہ تھا کہ دنیا پر ظاہر کر دیا تھا کہ ترک بھوکے قلاش ہو رہے ہیں۔ سپاہیوں کو تنخواہ نہیں ملتی۔ وردیاں بالکل نہیں۔ توپیں زنگ آلودہ ہیں۔ بس ایک حملہ ہوا نہیں۔ اور یونانی ترکوں کو معہ بوریہ بدھنی کے بغداد تک نکال باہر کرینگے۔ لیکن ع ابھی اس راکھ میں تھوڑے سے شرر باقی تھے :: اب وہی متعصب یورپین پریس کان دبا کر مجبوراً اخلاقی طور پر اپنے جھوٹ اور دھوکا دہی کا اقرار کر رہی ہیں۔ یونانیوں کی جو تہذیب اور شایستگی بھری صفات اس معرکہ کے متعلق ظاہر ہوئی ہیں۔ انکی نسبت سب سے پہلے ہم ایک انگریز نامہ نگار قاہرہ کی چٹھی سے چند فقرے یہاں اخذ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ یہاں یونانیوں میں انتہا درجہ کا جوش ہے۔ دھڑا دھڑ روپیہ جمع ہو رہا ہے۔ میدان جنگ سے یونانیوں کیطرف جو تار آتا ہے سر تا سر جھوٹ سے لبریز ہے اور یونانیوں کا ادسیر ایمان ہوتا ہے۔ یورپین پریس میں ان خبروں کی تردید ہوتی ہے اور جو اصلی حقیقت معاملہ کی یورپین پریس ظاہر کرتا ہے اسپر یونانی لوگ اعتبار نہیں کرتے۔ اور اپنی قوم کیطرف سے موصول شدہ جھوٹی اور از سر تا پا غلط خبروں پر کامل اعتبار رکھتے ہیں۔ دار السلطنت ایتھنز سے جو خبریں آتے ہیں اور جنپر یہاں کے یونانی خوب جی کھولکر اپنی رقمیں صرف کرتے ہیں وہ "بے شرمی اور بیحیائی کی درجہ تک جھوٹ ہوتے ہیں"۔ ان خبروں کا نتیجہ یہہ تھا کہ جس شخص کو اصل معاملہ نہ معلوم ہو۔ وہ ان سے بجز اسکے اور کچھہ یقین نہیں کرسکتا کہ "پروسیا فتح ہوگیا یونانی جھنیا کے دروازہ پر کھڑے ہیں اور سرحد ترک اور جنیا کے مابین جسقدر علاقہ ہے سب یونانیوں کے باپ دادا کی ملک بنگیا ہے"۔ حالانکہ حقیقت یہہ ہے کہ پروسیا کو یونانی جہازوں کے ہاتھوں نہایت خفیف سا نقصان پہونچا تھا۔ کہ ترکی توپوں نے تمام یونانی بیڑہ کا موہنہ پھیر دیا اور زک دی آرٹا کا ترکوں کے قبضہ میں آنا بالکل معمولی بات ہوگئی۔ کرنیل منوس کے ماتحت مقام ننٹی پگاڈیا پر یونانیوں کو ترکوں نے خوب ہی بھگا بھگا کر مارا۔ یہہ مقام جنیا اور آرٹا کی عین وسط میں ہے! اب ہم یہاں (قاہرہ میں) آخری جنگ کی خبر آنے کے منتظر ہیں جسکا مطلب یہہ ہوگا کہ فرسالہ پر یا اسکے جوار میں فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ ترکوں نے وولو پر قبضہ کرلیا۔ آرٹا فتح ہوگیا۔ اور اب ترکی فوج ایتھنز پر حملہ آور ہے۔

اسکے بعد یہی نامہ نگار لکھتا ہے کہ یہاں ایک اخبار فرانسیسی زبان میں شایع ہوتا ہے۔ جسکے معاون اور سرپرست یونانی ہیں۔ اس میں ایک بیرسٹر صاحب نے ایک مضمون لکھا ہے۔ جسمیں وہ فرماتے ہیں کہ "ترکوں کو سرحد یونان اور لریسا پر روکنا اور وہاں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا سراسر غلطی تہی۔ اصلی مقام جہاں انکو روک کر یونانی ان سے لڑتے فرسالہ تھا"۔ لیکن اب اسکے بعد ہم سنینگے کہ "مناسب مقام ترکوں کے روکنے اور اون سے جنگ کرنے کا ایتھنز تھا۔ اور اسکا کچھہ مضایقہ نہیں کہ ترک باقی تمام ملک یونان عبور کرلیتے۔ بہرحال یونانیوں کو پایہ تخت پر تمام جمعیت فراہم کرکے انسے لڑنا چاہیئے تھا! آخر میں نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ دو ہزار اٹالین و النیٹر اور یونانی سپاہ کی جو شامت آئی تو پائیرس میں چلی گئی۔ یہاں البانوی بے قاعدہ فوج سے انکی

مٹھ بھیڑ ہوگئی۔ اطالوی افسر نے اپنے جوانوں کو مخاطب کرکے کہا "ان لوگوں کے لیے کارتوس نہ خراب کرو۔ صرف تلوار سے ان کی خبر لو" چنانچہ انہوں نے ۱۷ سو یونانی معہ اٹالین و رلینٹروں کو کاٹ کر پھینک دیا۔ اور بمشکل ۳ سو جان بچا کر بھاگ سکے ؎

یہہ ذکر بھی کردینا خالی از دلچسپی نہوگا کہ شاہ یونان سے حال ہی میں ایک فرانسیسی اخبار کے نامہ نگار نے ملاقات کی ہے شاہ نے بہت کچھ کھسیانا ہوکر سوالوں کے جواب دئے ہیں۔ اور اپنی فوج کی نامردی پر بہت واویلا کی ہے۔ مگر ایک بات خاص طور پر یہہ بیان کی ہے کہ جو کچھہ بعض یورپین سلطنتوں نے میرے ساتھ کیا اسکی قلعی کھولنی کا ابھی موقع نہیں ہے۔ اور جس وقت وہ راز ظاہر ہونگے تمام دنیا کو وہ چالبازیاں اور فریب معلوم ہوجائینگے جنکا میں شکار بنا ہوں ؎

غرض سرحد پر ترکی فوجیں جمع تھیں اور یونانی بزدلانہ حملوں سے انکو تنگ کر رہے تھے۔ مگر ترکوں کا تحمل تھا کہ سوائے اپنے بچاؤ کے انہوں نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا صرف اسلیئے کہ قسطنطنیہ سے لڑائی کا حکم ابھی تک نہ موصول ہوا تھا۔ ادہم پاشا متواتر باب عالی کو اطلاع دیچکے تھے کہ سپاہ کا روکنا دن بدن مشکل ہوتا جاتا ہے۔ مگر حضرت سلطان المعظم اپنی حسب عادت تحمل اور بردباری کو حتے الامکان ہاتھ سے نہ دینا چاہتے تھے آخرکار [illegible] ترکی سفیر متعینہ ایتھنز نے وزارت صیغہ خارجیہ فرانس کو ذیل کا نوٹ پیش کیا۔ یونان کی زیادتی اور چھیڑ کے باعث دونو سلطنتوں میں سفارتی تعلقات قطع ہوگئے ہیں۔ یونانی سفیر متعینہ قسطنطنیہ و دیگر قونسلوں کو سلطنت عثمانی سے چلے جانے کا حکم ملا ہے۔ اور اسیطرح ترکی سفیر متعینہ یونان کو قسطنطنیہ واپس آنے کا حکم موصول ہوا ہے

اس اعلان کے بعد تمام رعایا یونانی کو لازم ہے کہ ۱۵ دن کے اندر ترکی عملداری سے چلی جائے۔ عثمانی رعایا کو بھی جو سرزمین یونان میں سکونت پذیر ہے حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی پندرہ دن کے اندر عملداری مذکور چھوڑ دے۔

۱۷ اپریل کو سفیران عثمانی کو جو یورپ کی اور سلطنتوں کے دربار میں متعین تھے ایک گشتی مراسلہ بھیجا گیا جسمیں مفصل کیفیت واقعات تازہ کی مندرج تھی۔ اور یونانیوں نے جو گرانیا پر یورش کی تھی اوسکا ذکر تھا اور اس امر کا اعلان تھا کہ یونانی باقاعدہ سپاہ ان حملہ آوروں کے ساتھ شریک تھی ۔

اس گشتی مراسلہ میں اس امید کا اظہار کیا گیا تھا کہ طاقتہائے یورپ عدل و انصاف کو مدنظر رکھکر اس بارہ میں متفق ہونگی کہ جنگ کی تمام ذمہ داری یونان کے سر ہے۔ اور آخر میں یہہ درج تھا کہ ترکی کو فتح کی مطلق خواہش نہیں بلکہ ایک اور تازہ ثبوت اسکی امن پسندی کا یہہ ہے کہ وہ اپنی فوجیں سرحد سے ہٹانے پر رضامند تھی۔ اگر یونان اپنی فوجیں سرحد اور کریٹ سے بلالے ؎

اب ۱۷ اپریل کو سرحد پر جو حالت تھی وہ اس روز شام کی ایک تار سے واضح ہے جو ایلاسونا سے جو درہ ملونا کے دامن میں واقع ہے ایک انگریزی اخبار کے نامہ نگار نے بھیجا تھا اور جو حسب ذیل ہے: میں ابھی کاریا سے آیا ہوں جہاں تمام دن کشت و خون ہوتا رہا ہے صبح کو میں یہاں سے چلا تھا اور تین گھنٹہ سفر کرکے کاریا پہنچ گیا۔ لڑائی جاری تھی۔ اور میں حمدی پاشا کے خیمہ کے پاس سے اچھیطرح دیکھ سکتا تھا۔ پاشا موصوف چھٹے حصہ فوج کے کمانڈر ہیں۔ فریقین دو پہاڑیوں پر جمع ہورہے تھے جو ایکدوسرے کے بالمقابل ہیں۔ اور جنکے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے۔ یونانیوں کی جمعیت جسمیں یونان کی باقاعدہ فوج شامل ہے۔ رات آٹھ بجے سرحد پر اتر آئی۔ اور وادی کوہ تک

بڑہی چلی گئی۔ مگر آج علے الصباح ۲ ترکی بٹالین نے انکی خوب خبر لی اور انکو سرحد پار بہگا دیا۔ مگر یونانی ادہر سے نکلکر ایک دو پہاڑیوں پر پہر جم گئے۔ اور دس بجے پہر لڑائی شروع ہوئی۔ حملہ آوروں میں ایک معقول تعداد سسلی کے والنٹیروں کی بہی ہے۔ دو گہنٹہ بعد یونانیوں نے ترکوں پر حملہ کیا۔ مگر ترک سپاہی نہایت متحمل رہے اور برقرار بلاکسی قسم کے اظہار جوش کے اپنی جگہہ جمے کہڑے رہے۔ اور صرف اپنا بچاؤ کرتے رہے۔ اور اسطرح انکا کثیر نقصان ہوا۔ میرے سامنے تہوڑی ہی دیر میں ۱۸ زخمی افسر اور ۵ افسروں کی لاشیں فوج سے باہر نکالی گئیں ابتک مفصل تعداد مقتولوں کی معلوم نہیں کیونکہ ہسپتال میں صرف زخمی لائے جاتے ہیں۔ ساڑہے چار بجے میں کاریا سے واپس ہوا۔ راستہ میں اور بہی زخمی ملے جو ہسپتال میں لائے جا رہے تھے۔ میں ابہی کاریا ہی میں تہا کہ حمدی پاشا کے پاس ادہم پاشا کا ایک تار پہونچا۔ بدیں مضمون کہ "جنگ کا اعلان ہوگیا ہے اور کل صبح حملہ کیا جائے گا" اس خبر پر ترکوں کا جوش قابل دید تہا۔ اور "جنگ ع صہ تک رہے" کے نعروں سے تمام پہاڑ گونج رہے تھے۔

ریوٹر کا خاص نامہ نگار اپنے ایک تار میں جو اُسنے اسی دن سہ پہر کو درہ ملونا کے دامن سے روانہ کیا تھا ۱۸ تاریخ کی جنگ کی کیفیت اسطرح بیان کرتا ہے۔ اسوقت درہ ملونا پر قبضہ کرنے کے لیئے میدان کارزار گرم ہے۔ اور سخت کشت و خون ہو رہا ہے۔ مگر ترک نہایت استقلال سے قدم جمائے جا رہے ہیں۔ اب تمام لب کوہ پر یونانیوں کے پاس صرف دو مورچے رہ گئے ہیں۔ ساڑہے دس بجے ادہم پاشا نے اپنے ریزرو لائے اور ان کی درہ کے دامن میں چوکیاں لگادیگئیں۔ دو مرتبہ توپخانہ لانے کے واسطے ترکوں نے کوشش کی۔ مگر زمین کی ناموافقت نے کامیابی نہ دی۔ طرابزون۔ البانیا اور سالونیکا کی رجمٹیں اسوقت لڑ رہی ہیں۔ ترک نہایت برقراری اطمینان اور قایم المزاجی سے لڑ رہے ہیں۔ ان میں بیہودہ جوش یا غضب کا بالکل نشان تک نہیں از سر تا پا متانت ٹپک رہی ہے۔ اور قدم قدم پر بے نظیر شجاعت اور مردانگی ظاہر ہو رہی ہے۔ ۴ گہنٹے گذرے ہیں اور لڑائی برابر جاری ہے۔ ترکی توپخانہ سے اعلے درجہ کی مشاقی اور تجربہ کاری ظاہر ہو رہی ہے ترکی توپوں سے ۳ میل اور ۹ سو گز پر نشانہ بیٹہنا تعجب ناک ہے۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ تہوڑی ہی دیر میں ترکوں کے قاتل گولوں نے یونانیوں کے پیر اُکہاڑ دیئے۔ ۴ گہنٹے ہوئے ہیں کہ میدان کارزار گرم ہے۔ شام سر پر آگئی۔ اور ابہی تک کشت و خون جاری ہے۔ ترکوں کا نقصان بہت ہی خفیف ہے۔ ۳۰ جوان مرے ہیں اور کوئی ۵۰ زخمی ہوئے ہیں حالانکہ غنیم کیطرف صرف ایک ہی پہاڑی پر ۱۰۰ لاشیں پڑی ہیں۔ ہسپتال کا انتظام قابل تعریف ہے۔ ترکی سپاہی کہتے ہیں کہ یونانی شراب میں متوالے ہیں۔ تہوڑی تہوڑی دیر بعد انکو شراب پلائی جاتی ہے۔ جو یہاں سے صاف نظر آرہا ہے۔ فریقین جان ہار کر کوشش کر رہے ہیں کہ شب بسری کیواسطے عمدہ جگہ ملجائے۔

یہی نامہ نگار ۹ بجے رات کو لکہتا ہے۔ ۸ بجے ترک علی طور پر تمام درہ پر متصرف ہوگئے۔ ادہر اُدہر کی پہاڑیاں بہی اُنہوں نے تسخیر کرلی ہیں۔ جنگ میں جو بہادری اور استقلال ترکوں نے دکہلایا ہے۔ اوسکی تعریف کا حق نہیں ادا ہوسکتا۔ میں ترکوں کی مستقل مزاجی اور شجاعت کا اظہار دیکہکر حیرت سے تصویر بنا ہوا تہا۔ لڑائی کے عین زور شور کے موقعہ پر بہی انکا استقلال اور متانت اور بیزدلاوری قابل تعریف تہی بطور مثال کے میں اپنا ایک چشمدید واقعہ بیان کرتا ہوں ۲ ترک سپاہی حملہ آوری کا کوچ کرتے ہوئے آگے بڑہ رہے تھے اور اپنی فوج سے جدا ہوگئے تھے۔ سامنے سے یونانی گولوں اور گولیوں کا مینہ برس رہا تھا۔ اولوں کیطرح گولے پڑ رہے تھے۔ مگر باوجود اسکے

اور فوج سے علیحدہ ہو جانے کے یہ نہایت خود اختیاری اور استقلال سے آگے بڑہے گئے۔ ایک کی گولی لگی اور گرا۔

دوسرے اور تیسرے کو بھی گولی لگی اور گر گئے۔ مگر چونہا اسیطرح اپنی طبیعت پر قابو کئے ہوئے اور استقلال سے اپنی جان کی ذرہ بہر بھی پرواہ کئے بغیر آگے ہی بڑہتا گیا۔ یہانتک کہ یونانی پسپا ہو گئے۔ ایک نامہ نگار کمانڈر نجیب کی نسبت لکھتا ہے۔ لڑائی جسوقت عین زور شور پر تہی منظر نہایت دلچسپ اور قابل دید تہا۔ ادہم پاشا معہ اپنے شاندار سٹاف کے نہایت نمایاں اور خوبصورت مجمع نظر آرہا تہا۔ اردلی رپورٹیں لانے اور احکام لیجانے میں محو تھے۔ اور گاڑیاں زخمیوں سے بہری نہایت سرعت سے لیجائی جارہی تھیں۔ سپاہیوں کے ہیبت ناک چہرے بارود سے سیاہ ہو رہے تھے۔ اور اکثروں کے خون سے رنگے ہوئے تھے۔ ادہم پاشا نہایت متانت اور استقلال سے اپنی دوربین کے ذریعہ لڑائی کے ہر ایک پہلو اور ہر طرف برابر نظر دوڑا رہا تھا۔ مینے دیکھا کہ بہت سی رپورٹیں جو میدان جنگ میں مصروف افسروں کے پاس سے موصول ہوتی تہیں۔ کاغذ کے چہوٹے چہوٹے پرچوں پر تہیں۔ جنپر خون کی چھینٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ افسر اور سپاہی یکساں بارود اور گرد میں لٹے ہوئے ہیں۔ دو دن اور دو راتیں گذری ہیں کہ نہ انکو سونا نصیب ہوا ہے نہ خط بنوانا۔ اور نہ نہانا۔ رضا پاشا جو توپخانہ کا کمانیر ہے نہایت بارعب اور شاندار افسر ہے۔ توپوں کے قایم کرنے اور شست باندہنے میں اسنے قابل تعریف جوہر دکھلائے ہیں۔ پیر کی دوپہر تک ترک تمام درہ پر مسلط تھے۔ اور یونانی بے تحاشا بہاگ رہے تھے۔ یہ تمام چوٹیاں ترکوں کے حوالہ کر گئے۔ ترکوں نے مورچوں کے لینے میں جس استقلال کا اظہار کیا وہ بے نظیر ہے۔ ۳۔ ۴ اور پانچ مرتبہ ایک مورچے پر انہوں نے حملے کئے۔ اور آخرکار فتح کر کے چھوڑا۔

ریوٹر کا نامہ نگار اسکے بعد لکھتا ہے۔ صرف ایک یونانی بٹالین جو عقب میں تھی ایک چھوٹی سی پہاڑی پر باقی ہے جسپر حملہ کرنے کی اب ترک تیاری کر رہے ہیں۔ اور یہ تین باتریاں پہاڑی توپوں کی مقابل میں ایک چوٹی پر لیجا رہی ہیں۔ تمام سپاہی نہایت خوش و خورم ہیں اور کہیل رہے ہیں بچوں کیطرح ہنستے اور گاتے توپیں چڑہاتے لئے جارہے ہیں۔ ایک اور باتری پہاڑ پر سے بہاگتے ہوئے یونانیوں پر نیچے میدان میں گولہ باری کر رہی ہے۔ جس سے بکثرت یونانی مر رہے ہیں۔ میں اپنی آنکھوں سے گولوں کو یونانی بٹالین میں گر کر پھٹتے دیکھتا ہوں جو ایک دوسرے پر گرتے پڑتے جارہے ہیں۔ آج صبح تڑکے میں ترکی لین میں گیا۔ پہلے مورچہ پر یونس آفندی جمے ہوئے تھے۔ یہ تمام ترکی فوج میں ہر دلعزیز افسر ہیں پہلے بھی میں ان سے ملا تہا۔ اور ابھی جنگ نہیں چہڑی تھی۔ ایک چوکی کی کمان ان کے پاس تہی۔ اور مجھسے نہایت درجہ کی خوش خلقی اور مروت سے پیش آتے تھے۔ اب یہ مجھسے کہنے لگے کہ ۳۶ گہنٹہ کامل ہوئے ہیں کہ لڑائی میں مصروف ہوں۔ نہ کہانا کہایا ہے۔ نہ پانی پیا ہے۔ شام کو دو بٹالین انکے زیر کمان یونانیوں کے مورچے پر حملہ کی تیاری کر رہی تہیں کہ انہوں نے سپاہیوں کو مخاطب کر کے چند الفاظ کہے اور آخر میں بولے۔ بس اب جنکو خدا تعالے سے محبت ہو وہ حملہ کرنے کو بڑہیں۔ اتنا ہی کہنا کافی ہوگیا۔ اس فقرہ نے جادو کا کام کیا۔ سپاہی نعرے مارتے ہوئے مورچے پر جا پڑے۔ بلکہ خچر بان بھی جو بارود گولی لانے میں مصروف تھے اسوقت خچر چہوڑ چہاڑ کر اور جوش میں محو ہو کر انکے ساتھ شامل ہو گئے۔ چنانچہ اسطرح ان جوانوں نے آکر سنگینوں کی نوک پر مورچہ لے لیا اس سے اور بلندی پر ایک مورچہ تھا۔ اور یونانی نہایت دلیری اور تمام ان ایک غنیم کی دستبرد سے بچاتے رہے۔ ۶ گہنٹہ تک

نہایت خونریز لڑائی جاری رہی۔ مگر آخر کار یہ بھی سنگینوں کی نوک پر فتح ہوگیا۔ ترکوں کی حملہ آوری فن جنگ اور دلاوری کی بے نظیر مثال تھی۔ جس سے غایت درجہ کی شان کا اظہار ہو رہا تھا۔ سپاہی نعرے مار مار کر قدموں پر چڑھتے چلے جاتے تھے۔ اور اسقدر جان توڑ کر بڑھ رہے تھے کہ انکا رکنا معجزہ معلوم ہوتا تھا۔ یونانی اڑے رہے یہانتک کہ جب ترک تیس گز کے فاصلہ پر رہ گئے۔ تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ صرف اس حملہ میں ترکوں کے ۶۲ جوان کام آئے اور ۷۰ زخمی ہوئے۔ اس روز کسی اور مقام پر ایسی سخت لڑائی نہیں ہوئی ترکوں کو شجاع حافظ پاشا کی شہادت پر بہت افسوس ہو رہا ہے۔ ۸۰ برس کے بوڑھے تھے کہ شوق شہادت میدان میں کھینچ لایا۔ اپنے دستہ کے آگے آگے گھوڑے پر سوار درہ ملونا میں بڑھے چلے جاتے تھے۔ اور سامنے یونانیوں کی توپوں کا مینہ برس رہا تھا۔ اردلی نے عرض کیا کہ جناب اگر گھوڑے سے اتر لیں تو نامناسب نہوگا۔ لاپروائی سے بولے۔ ہونہہ۔ ہم روسیوں کے ساتھ جب لڑے تھے اسوقت تو گھوڑے سے اترے نہ تھے اب کیوں اتریں۔ معاً اسکے بعد بائیں بازو پر گولی لگی۔ مگر بہادر آگے ہی بڑھتے گیا اور گھوڑے سے نہ اترا دوسری گولی داہنے بازو میں لگی۔ مگر اسپر بھی اس شجاع کی ہمت اور دلاوری نے گھوڑے سے اترنا گوارا نہ کیا۔ یہانتک کہ تیسری گولی عین حلق میں پڑی۔ اور اس مرد میدان نے جام شہادت نوش کیا۔

ملونا سے آگے بڑھ کر ادہم پاشا نے جو تار حضرت خلیفۃ المومنین کی خدمت میں ارسال کیا اسکا ترجمہ بھی یہاں درج کرنا خالی از دلچسپی نہوگا۔ وہ تار یہ ہے۔ اب لریسا صرف ایک گھنٹہ کی مسافت پر ہے۔ ہم نہایت گھمسان کی لڑائی لڑے ہیں۔ ۳۵ ہزار ترک سینہ سپر ۴۰ ہزار یونانیوں کے سامنے کھڑے تھے۔ ہمارے سپاہیوں نے بہادری کے معجزے دکھلائے ہیں۔ میں عنقریب کسی فتح عظیم کی خوشخبری ارسال خدمت کرونگا۔

ایک نامہ نگار ۲۰ اپریل کو ملونا سے بذریعہ تار خبر دیتا ہے۔ ترک درہ ملونا سے نکلکر تھسلی کے میدان میں پہاڑ کے نیچے بے روک بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ صدر مقام کا سٹاف ملونا کی چوٹی پر سے ترکوں کی یورش دیکھ رہا ہے۔ ادہم پاشا دم بدم اپنی اعلےٰ قابلیت فن جنگ کا ثبوت دے رہا ہے۔ اسکی تجویزوں اور تدبیروں نے اتبک کلوں کیطرح کام کیا ہے۔ اور ان میں غیر معمولی دانائی اور ہوشیاری ثابت ہوئی ہے۔ میں صدر مقام کے سٹاف کے ساتھ ہوں۔ مگر نقشہ تعمیل جنگ کی مفصل کیفیت فوجی اور جنگی ضابطوں کے باعث نہیں بتلا سکتا۔ چند البنی رجمنٹوں نے کئی ایک مورچے نادوس کے اڑا دیئے ہیں۔ یونانیوں کے توپخانہ کو برابر کمک پہونچ رہی ہے۔ تمام میدان تھسلی کا ہمارے سامنے نقشہ کیطرح پھیلا ہوا ہے۔ تمام ترکی سپاہیوں میں جوش سرگرمی اور عام شوق جنگ بھڑکا ہوا ہے۔ اسکی میں ایک مثال بتاتا ہوں۔ اسپ سوار اردلی صدر مقام سٹاف اور مصروف کارزار فوج میں برابر رپورٹوں اور احکام کو لانے اور لیجانے کا کام کر رہے ہیں۔ یہ پیامبر جسوقت کسی افسر کمانیر رجمنٹ کو حکم دیدیتے ہیں۔ اور جواب کیواسطے چند لحظہ ٹھیرتے ہیں۔ تو اس اثنا میں بجائے اسکے کہ گولیوں اور گولوں کی زد سے علیحدہ ہو جائے۔ رائفلیں پکڑ لیتے ہیں۔ اور جو ۵ ۔ امنٹ جواب لیتے لیتے ملتے ہیں۔ ان میں غنیم پر گولیاں مارتے ہیں ترکوں نے ملونا تک تار لگالیا ہے۔ ترکی رسالہ نے یونانی تار توڑ دیا۔

ایک اور امر ترکوں کی شرافت اور تہذیب کا مثال کے طور پر بیان کرنا نامناسب نہوگا۔ یونانی جس میدان سے بھاگتے ہیں اپنے

مقتولین کے کپڑے اتار کر لیجاتے ہیں۔ مگر ترک جب وہاں پہونچتے ہیں نہایت احترام سے انکو اٹھاکر سایہ دار مقامات پر دفن کردیتے ہیں۔
آج رات ترکی فوج تھسلی میں ان خیموں میں آرام کریگی جو یونانی چھوڑکر بھاگ گئے ہیں۔

۵ اے روبہک چرا نشستی بجائے خویش ✦ با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

جب سے عساکر عثمانیہ نے ملوناپاس پر قبضہ کرلیا ہے۔ وہ برابر یونانیوں کی قلمرو میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اور اب تھسلی کا دار السلطنت اونکے قبضے میں ہے۔ اگرچہ پچھلے ہفتہ میں کچھہ جنگ ہوئی مگر لاریسا بلا کسی کشت و خون کے ترکوں کے ہاتھ آگیا۔ اور یونانی مارے ڈر کے بھاگ گئے۔

جمعہ کے دن علی الصباح ترکوں نے مقام ماٹی پر حملہ کیا۔ اس کو قصبہ یا قریہ تو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ ایک مختصر سا پہاڑی مقام ہے جسمیں ایک چھوٹا سا گرجا واقع ہے۔ اور چند سرد اور شیریں پانی کے چشمے بھی موجود ہیں۔ لڑائی صبح سے شام تک متصل جاری رہی۔ اور یونانی نہ ایکدم میدان میں اڑے رہے۔ ولیعہد یونان (کمانڈر انچیف) اور پرنس نکولس بھی میدان جنگ میں موجود تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ پرنس نکولس نے بہت کچھہ جوانمردی دکھائی۔ یونانیوں کے میمنہ کا سردار کرنیل میو ماچلس تھا جسکے تحت میں آٹھہ ہزار پیادہ فوج تھی۔ اور میسرہ کا کمانڈر کرنیل سٹراس تھا جسکے زیر کمان پانچہزار جوان تھے۔

توپخانہ میں ۳۶ توپیں تھیں جو ماٹی کی سڑک سے دلیلر تک فوجی آئین کے مطابق لگی ہوئی تھیں۔ علاوہ اس فوج پیادہ کی پانچ دستہ سواران کی فوج کے تھے جنکی تعداد بھی پانچہزار سے کم نہ تھی۔ اسکے مقابلہ میں ترکوں کی کل پیادہ فوج نو ہزار سے زیادہ نہ تھی اور فقط تین ہزار رسالہ کے سوار تھے اور توپیں ۲۲ تھیں (رائٹر کا کارسپانڈنٹ اب دنیا کو کیا مُنہہ دکھائیگا جو ترکوں کی ہر ایک قسم کو اونکی کثرت تعداد سے منسوب کرتا تھا) طلوع آفتاب سے دوپہر تک آتشباری مسلسل طرفین سے جاری رہی۔ مگر قریب ایک بجے ترکوں نے یونانیوں کے میمنہ پر حملہ کیا۔ اور شام کے چھہ بجے عساکر عثمانیہ نے اونکا میمنہ اور میسرہ بڑی جوانمردی کے ساتھہ توڑ دیا۔ اور قلب لشکر میں بھی سخت تزلزل واقع ہوگیا۔ اسموقع پر ترکوں کے سواروں نے دفعۃً بسالت اور جوانمردی کی داد دی۔ اور ایسے متواتر حملے کیے کہ معاندین کے چھکے چھوٹ گئے۔ اگرچہ لڑائی کم و بیش رات تک جاری رہی۔ مگر شام کو قریب چھہ بجے کرنیل میو ماچلس نے کرنیل سمولینسکی کمانڈر ریونینی کو ایک تار اس مضمون کا دیا "مجھے شکست ہوئی ہے اور کڑا کلر کیجانب جارہا ہوں۔ تم اپنی عقل و قیاس کے مطابق کام کرو۔" لڑائی کی یہہ صورت دیکھکر ایک مجلس کل افسران فوجی کی منعقد کیگئی۔ جسکے صدر انجمن ولیعہد یونان تھے (اینجنیں اصحاب یا بد رسوائی انجنیں) جنھوں نے یہہ قرار دیا کہ ٹرینوا کیطرف بھاگ جانا قرین مصلحت ہے۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا (اور وہ فوجیں جو قسطنطنیہ میں اپنا علم گاڑنے گھر سے نکلی تھیں نہایت ذلت کے ساتھہ کمال سراسیمگی میں اولٹے پاؤں بھاگ گئیں) مقام دلیلر پر جو جنگ ہوئی اوسکی یہہ صورت ہے کہ عساکر ترکی کے کمانڈر نے جب دیکھا کہ مخالف کا میسرہ کسیقدر نسبتاً کمزور ہے تو اُسنے یہہ عقلمندی کی کہ ایک دستہ فوج پیادہ کے ساتھہ فقط اوسی پر حملہ کیا۔ اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ اونپر یکلخت نہ جا پڑے۔ بلکہ برخلاف اسکے دو دو کرکے سپاہی ایک دوسرے کے بعد دیگری حملہ آور ہوں۔ جسکا فایدہ یہہ ہوا کہ یونانیوں کا توپخانہ اور بارود

مفت ضایع ہوتا گیا۔ کیونکہ ترکی سپاہی جو دوڑ کر کے حملہ پر جا رہی تہی اپنی آپ کو فوجی قاعدہ کی مطابق بچاتی جاتے تھے۔ برخلاف اسکے
یونانی جو برابر اندہے ہوئی سامنے کہڑے تھے۔ ترکوں کی توپخانہ کی زد سے بالکل نہ بچ سکے۔ اور ترکوں کی ایک گولی بھی ضایع
نہ گئی۔ ترکی افسر کی اس ہوشیاری اور یونانیوں کی حماقت کا یہہ نتیجہ ہوا کہ اونکی صفیں بالکل ٹوٹ گئیں اور اونکی پاؤں
اُکھڑ گئے اور بہت سراسیمگی اور بدحواسی میں اونہیں میدان جنگ سے بھاگنا پڑا۔ اور ترکوں نے بڑی پہرتی اور سرعت سے یکے بعد دیگرے
اونکے مورچوں پر قبضہ کرلیا۔ اتنی بڑی لڑائی میں ترکوں کی فقط دس جوان کام آئے۔ اور ۸۰ زخمی ہوئے۔ اور یونان کی مقتولین
اور مجروحین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میسرہ کا یہہ انتظام کر کے ترکی کمانڈر نے دو دستے پیادہ فوج کی قلب لشکر پر بہیج دیئے۔ جنہوں نے
جا کر اونکو نہایت کشت و خون کی ساتھ پسپا کیا۔ جب قلب اور میسرہ پر یونانیوں کو ایسی فاش شکستیں ہوئیں تو ترکوں نے
آسانی کی ساتھ پاس کی دو قصبوں پر قبضہ کرلیا۔ یونانیوں کی یہاں تو یہہ گت ہوئی۔ اب اوس فوج کا حال سنیے جو مقام نذیرو سے
سے آئی تھیں۔ اونہوں نے اول مقام ڈاسی میں سخت شکست کھائی۔ جب وہاں سے پسپا ہوئی تو چاہا کہ ویجلا پر قبضہ کریں مگر
وہاں سے بہی ترکوں نے مار کر بھگا دیا۔ حمدی پاشا جس نے یہہ پچھلی دو شکستیں دی تہیں۔ ان بھگوڑوں کا تعاقب کرتا ہوا اپنی
صدر مقام کاریا سے مارشل ادہم پاشا کی فوج میں جا ملا۔ اور دو نو جنرلوں نے باتفاق ہمدگر سنیچر کی روز صبح کی وقت ٹرنیو پر
قبضہ کرلیا۔ جسے یونانیوں نے ایک دن پہلے بوقت شب بلا کسی حملہ کے ڈر کے مارے خالی کیا ہوا تھا۔ اُس روز یعنی سنیچر کو جو
تار ادہم پاشا نے قسطنطنیہ کو بہیجا اوسکے الفاظ یہہ ہیں۔ لیڈاکی کا پہاڑ جو ڈیکارآ مقام شمال میں واقع ہے۔ ہماری سپاہیوں
نے ۲۹ ماہ حال کو لے لیا ہے۔ حمدی پاشا کی فوج کا مقام کاریا سے آکر مقام ملاری میں ہماری فوج سے آملی ہے۔ اور ہماری فوج
قصبہ ٹرنیو پر جو لاریسا سے دو گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے آج کی روز قبضہ کرلیا ہے۔

ادہم پاشا نے جو دوسرے روز یعنی اتوار کو سرکاری طور پر قسطنطنیہ کو مراسلہ بہیجا تھا اوسکے الفاظ یہہ ہیں۔ "لاریسا حضرت
اقدس کی قدموں کی تلے ہے۔ ہمارے دستہ سواران نے اوسپر بلا مزاحمت قبضہ کرلیا ہے۔ یونانی مارے خوف کی چہوڑ بھاگی ہیں۔ اور ہمکو بہت
سا سامان جنگ اور بارود یہاں ہاتہہ لگا ہے۔" ادہم پاشا خود متعجب ظاہر کرتے تھی کہ یونانیوں نے ایسا مضبوط مقام کیونکر اسطرح
چہوڑ دیا۔ مگر حق یہہ ہے کہ یہہ سب کچہہ اُس حکمت عملی کا ثمرہ ہے جو ترکی کمانڈر نے بعد فتح ولیلر کی تہی۔ اور وہ یہہ تہی کہ مارشل ادہم پاشا
نے بعد فتح ولیلر یہہ حکم دیا تہا کہ ترکی میسرہ اپنے آپ کو ایک حلقہ کی صورت میں قایم کر کے یونانیوں کے عقب کو روکے۔ تا کہ اونہیں
واپس جانا نہ ملے۔ مگر البانیا کے سپاہی جوش جنون کرنا اور خاموشی کے ساتھ حملہ آور ہونا خلاف وضع بلکہ موجب عار سمجھتے ہیں انہوں
نے بجائے اسکے کہ اس حکم کی تعمیل اندہیری رات میں چپ چاپ کریں۔ یہہ کیا کہ کوچ کے وقت بآواز بلند گانا شروع کیا جسکی
آواز سے یونانی خبردار ہوگئی۔ اور اپنی آپ کو نرغہ میں پہنستا دیکھکر محض اس آواز سے ایسے نوک دم بھاگی کہ صبح کیوقت اونکی
فوج کا ایک فرد بہی موجود نہ تہا۔ مارشل ادہم پاشا نے بطرز استہزا دوسرے دن اپنی زبان سے یہہ بہی کہا۔ "کہ ان البانیا کی سپاہیوں
کی بیطرح جوانمردی نے لٹیا ڈبو دی۔ اور یونانیوں کو بھاگنے کا موقعہ ملگیا۔" ورنہ میں آج شب کو ضرور کرون پرنس کو اپنی خیمہ میں

مہمان کرتا اور اونہیں ناچار میری ساتھ ڈنر کھانا پڑتا۔ بعد فتح لاریسا اگرچہ یونانیوں کو پاس شاہانیا کی چوٹی تھی۔ لیکن جب انہوں نے لاریسا کا حال سنا تو وہ ایسے بیدل ہوئی کہ بھاگتے ہی بن آئی۔ اس مقام پر بھی ترکوں کو بہت سا مال غنیمت اور اسباب حرب اور خوراک ہاتھ آیا۔

اخبار ٹائمز کا خاص کارسپانڈنٹ جو یونانی فوج کے ساتھ ہے وہ لاریسا کی فتح کی نسبت اسطرح پر رقمطراز ہے جو سراسیمگی اور بے ترتیبی لاریسا سے واپسی کے وقت یونانی فوج میں واقع ہوئی ہے وہ غلط فہمی کے سبب سے وقوع میں آئی کمانڈر انچیف اور اونکی سٹاف نے جب دیکھا کہ ترکی رسالہ ہماری میمنہ کا ستیاناس کر رہا ہے اور وہ متواتر حملوں کی تاب نہیں لا سکے بلکہ اونکے پاؤں اکھڑنے والے ہیں تو انہوں نے حکم دیدیا کہ شام ہوتے ہی فوجیں لاریسا میں واپس آجائیں۔ یہہ حکم بذریعہ برقی روشنی کے اس یونانی فوج کو بھی پہونچایا گیا۔ جو پہاڑوں پر پڑی ہوئی تھی۔ ساڑھے آٹھ بجے شب کے یہہ حکم پہونچا اور فوج نے اوسیوقت حرکت شروع کی۔ سپاہیوں کا یہہ حال تھا کہ سارے دن کی تھکے ماندے بھوک اور تشنگی سے عاجز ہو رہے تھے۔ علاوہ ان سب باتوں کے ترکوں کی توپخانہ نے انکا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ایسی بدحواسی کی حالت میں وہ اس برقی روشنی کے حکم کو یہہ سمجھے کہ ترکوں نے کل پہاڑی مورچوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہہ سمجھنا ہی اونکی بدحواسی کے لیئے کافی تھا کہ یکایک ایک آواز آئی کہ ترکی رسالہ بڑہا چلے آتے ہیں۔ اس آواز سے انکے رہے سہے اوسان خطا ہوگئے۔ اور سراسیمگی اور بے ترتیبی اور بدحواسی کمال کے درجہ کو پہونچگئی۔ زیادہ غضب یہہ تھا کہ اندھیری رات میں جب دوست و دشمن کو تمیز کرنا ناممکن تھا اپنے سایہ سے بھی ڈر لگتا تھا۔

اس پاس کے عالم میں ایک سو سپاہیوں کا لاریسا میں ایک بجرات کے پہونچا۔ انکے پہونچنے کی خبر لاریسا میں دفعتاً پھیلگئی اور شہر کے باشندے اوسیوقت اپنا اپنا بوریا بدھنا باندہ کر بھاگنے کو تیار ہوگئے صبح کیوقت کرون پرنس بھی بسواری ریل لاریسا سے روانہ ہوئے (کیوں نہو۔ ع ازصدف گوہر شہوار نیاید بیروں ؛ بصفائے کہ تو از خانہ بدر مے آئی۔

اوسی روز یعنی اتوار کو صبح کے چھ بجے عساکر عثمانیہ نے لاریسا پر قبضہ کر لیا۔ یہاں ترکوں کو چھ بڑی توپیں اور بہت سا اسباب حرب اور خوراک علاوہ ایک پہاڑی توپخانہ اور بہت سے قیدیوں کے ہاتھ لگا۔ ترکی کمانڈر نے داخل ہوتے ہی مختلف جوانب میں سواروں کے دستے یہہ حکم دیکر روانہ کیئے کہ اگر یونانیوں میں سے کوئی بقیۃ السیف رہا ہو تو اونکا تصفیہ بھی پاک کردو۔ مارشل ادہم پاشا نے شہر میں داخل ہوتے ہی سخت احکام جاری کردیئے کہ کوئی سپاہی کسیکا مال وغیرہ نہ لوٹے اور کسی قسم کی دست اندازی نہ کرے۔ اس حکم کی یہانتک تعمیل ہوئی کہ ایک ترکی سپاہی جسنے ایک قمیص ایک کھلی ہوئی دکان سے ہاتھ لگی تھی فوراً قید کیا گیا اور قمیص مالک کو حوالہ کیگئی۔ یونانی زخمیوں کی نسبت یہہ حکم ہوا کہ وہ ریڈکراس ہاسپٹل کے سپرد کیئے جائیں۔ اور انکی ترکوں نے نہایت انسانیت اور رحمدلی کے ساتھ سلوک کیا۔

یہی کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ قریب چار سو قیدی ترکوں کے پاس ہیں اور چار پانچ سو شہر کے باشندے بھی لاریسا میں ہیں جنکے ساتھ ترکوں کا برتاؤ نہایت قابل تعریف ہے۔

ان لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ تین دن پہلے سے یونانی سپاہیوں نے شہر کو لوٹنا شروع کیا ہوا تھا۔ اور اونکی شورہ پشتی اس درجہ تک پہونچگئی ہے کہ اکثروں نے بیکس عورتوں کی عصمت میں بھی خلل اندازی کی۔ اور اسمعاملہ میں اونہیں ہم مذہبی کا پاس بھی نہ رہا۔ اس سے بڑھکر یہ ہوا کہ جب دو سپاہی آپسمیں کسی امر پر بگڑ جاتے تھے تو علانیہ آپسمیں جنگ ہو جاتی تھی اور کشت و خون کی نوبت پہونچ جاتی تھی۔

اسی کارسپانڈنٹ کی رائے ہے کہ لڑائی کا پہلا مرحلہ تو طے ہو چکا ہے۔ اونتھا صیبن کی حالت اور جوانمردی دیکھکر یہہ رائے قایم کرنا کچھہ مشکل نہیں کہ یونانیوں کیلئے مناسب بلکہ ضروری یہہ ہے کہ وہ اس شوخ چشمی سے باز آئیں اور اپنے آپ کو ترکوں کے رحم پر چھوڑ دیں۔

جسقدر روپیہ سرکاری بنک وغیرہ کا ہاتھ لگا ہے اوسکا یہہ انتظام ہوا ہے کہ صندوقوں میں مقفل کر کے مہریں لگائی گئی ہیں۔ اور اس کام کیواسطے ایک مجلس مسلمانوں کی قایم کیگئی ہے جسکے سپرد یہہ اہتمام ہوا ہے۔ پیرکی صبح کو سب عیسائی دکانداروں نے اپنی اپنی دکانیں کھولیں۔ وہ سب معاملہ کی یہہ صورت دیکھکر رضامند تھے۔

ریوٹر کا کارسپانڈنٹ جو عساکر عثمانیہ کے ساتھ لارسیا میں داخل ہوا تھا لکھتا ہے کہ اگرچہ یونانی باشندے سب کے سب بھاگ گئے ہیں۔ مگر حسن اتفاق سے ایک ایسا شخص مجھے وہاں ملا جس سے کسیقدر حالات معلوم کر سکا۔ اوسنے بیان کیا کہ ہفتہ کی شب کو متواتر لوگ بھاگتے رہے۔ فقط چند والینٹیر رہ گئے تھے جو اس تاک میں رہے کہ اپنی فوج نکلے تو ہم لوٹ مار شروع کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا کہ جہاں اپنی فوج نے قدم باہر نکالا ہے یہاں ان بدبختوں نے جہاڑو پہیرنی شروع کردی جیلخانوں کے دروازے کھولدیے اور وہاں سے جسقدر بدمعاش آزاد ہوئے وہ بھی اونکے ساتھ تاخت و تاراج میں شریک ہو گئے اور خوب جی بھر کر شہر کے باشندوں کو لوٹا جب عیسائیوں کے ساتھ یہہ سلوک کر چکے تو مسلمان باشندگان پر بندوقیں چلانی شروع کیں۔ مختصر یہہ ہے کہ یونانیوں نے بہت برا سلوک مسلمانوں سے کیا یہانتک کہ جب کبھی ان میں سے کوئی بازار میں جاتا تھا تو یہہ اونکی ٹوپیوں کے پھندنے جبرًا اوکھاڑ لیتے تھے۔ اوسی کارسپانڈنٹ کی تحریر کے روسے ظاہر ہے کہ لارسیا سے یونانیوں نے جمعہ کی شب سے بھاگنا شروع کیا تھا کیونکہ بمجرد اسکے کہ اونہیں دلیلر کی شکست کی خبر ملی۔ اونہوں نے بھاگنے کی ٹھان لی تھی مشہور ہے کہ کرون پرنس نے ہرچند چاہا کہ ذرا ٹھہرو مگر کسی نے نہ مانا۔

اسی کارسپانڈنٹ کا بیان ہے کہ مجھے تعجب ہے کہ ایسے مستحکم مقام سے یونانی یوں بھاگ نکلے جسکی وجہہ سوائے اسکے کچھہ اور نہیں ہو سکتی کہ اونکے حواس بالکل پراگندہ ہو گئے تھے۔

آگے چلکر ٹائمز کا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ لارسیا نہ ایسا کوئی مقام نہیں جو ترک جیسے شجاع سپاہیوں کی زد کی ایک عرصہ تک تاب لا سکتا۔ جنکے سواروں کی پہرتی اور جنگی توپخانہ کی اعلے شائستگی ثابت ہو چکی تھی۔ البتہ اب جو ہیڈ کوارٹر یونانی فوج نے قایم کرلیا ہے یعنی فرسالا وہ ایسا مقام ہے جہاں یونانی کچھہ عرصہ تک اڑ سکتے ہیں۔ یہہ مقام ایک بڑا تاریخی مقام ہے یہیں فلپ پنجم شاہ مقدونیا کو روما والوں نے شکست دی تھی۔ اور یہاں ہی جگہہ سیزر نے سینٹ کی فوجوں کو جو پمپی کے تحت کمان تھی زیر و بالا کیا تھا۔ حق یوں ہے کہ اسموقعہ پر بھی سمجھہ نے اپنے پرانے شعار کو نہ چھوڑا اسیطرح سابق میں بیرونی دشمنوں نے یہاں کے

بادشاہوں کو شکستیں دی تھیں ویسا ہی ایک ہی ترکوں نے یونانیوں کو زک دی۔ ان حسابوں یونانی اپنے آباؤاجداد کے خلف الرشید نکلے

اب مقام فرسالا پر چالیس ہزار یونانی فوج جمع ہے اور مورچہ بندی عام رائے کے مطابق سرحد کی مورچہ بندی سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ غازی عثمان پاشا واپس بلائے گئے ہیں۔ بظاہر ابتدا میں صورت کسیقدر متوحش ہو گئی تھی۔ تو اونکا تقرر بکیفیت اضطرار عمل میں آیا تھا۔ مگر جب دوسرے روز فتح پر فتح ہونے لگی تو ادہم پاشا کی خاطر کو پیش نظر رکھکر اونہیں واپسی کا حکم آگیا۔ اور غازی موصوف کو یہ حکم مقام ویریا پر ملا تھا۔ جہاں سے وہ سلونیکا میں تشریف لیگئے۔ اب وہ اوسی مقام پر احکام مزید کی انتظار میں بیٹھے ہیں۔

ترکوں کو شوق شہادت اسقدر ہے کہ سنا ہو رہا ہے کہ ایک لڑائی کے موقعہ پر البانیا کی دو رجمنٹیں دور نکلگئیں تو اونکے افسروں نے ہر چند اونہیں واپسی کا حکم دیا اور یہ سمجھایا کہ ایسے مقام پر جہاں دشمن کثیر تعداد میں قریب ہے اور ہماری کمک بہت دور ہے بہت زیادہ بڑھنا خطرے سے خالی نہیں۔ مگر انہوں نے یہ کہکر کہ کامل شبانہ روز میں مقام کیا ہے ترکوں کے لیئے لڑائی سے واپس آنا اونکی وضع کے خلاف ہے۔

یونانی افواج کا بھاگنا

ریوٹر کا کارسپانڈنٹ مقام اتھنز سے لکھتا ہے۔ میں بسبب چند وجوہ کے یہاں آگیا ہوں اور اب تا ہم یہیں سے اون حالات کو لکھونگا جو میری آنکھوں کے سامنے وقوع میں آئے ہیں۔ جب مینے پہلا خط جمعہ کے روز مقام ٹرنووہ سے لکہا تھا۔ اوس روز دن بہر میں طرفین کی نبرد آزمائی دیکھتا رہا۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ یونانیوں کا میسرہ اور قلب لشکر قائم رہا۔ مگر ترکوں نے میمنہ کا ستیاناس کر دیا تھا۔ اور برابر دو میل تک موضع کوٹاوی میں مارتے مارتے آگئے تھے۔ جب شام کے چھ بج گئے تو عام خیال یہ تھا کہ اب لڑائی میں کچھ وقفہ پڑ گیا ہے۔ مگر تہا ہو دیکھتے دیکھتے ترکوں کی دو رجمنٹوں نے مقام کوٹاوی اور دلیلر پر سخت آتشباری شروع کر دی۔ اور اسی جانب سے اونکی ایک اور رجمنٹ جنرل مادرو میچل کی فوج پر آتشباری کرنے لگی۔ اور ایک پہاڑی توپخانہ دلیلر اور کوٹاوی کے درمیان نصب کر دیا۔ اسی اثنا میں یونانیوں کی آتشباری میں ضعف کے آثار نظر آنے لگے اور ہمارا خیال یہ تہا کہ فریقین کا سارا دن ہی اکارت گیا۔ اور کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ مگر یکایک پہاڑی کے عقب کے جنگلوں میں سے ترکوں کا ایک زبردست رسالہ گھوڑے اوڑاتا ہوا نمودار ہوا۔ اور میدان میں آکر بجز چند سواروں کے جو ظاہرا ادیلی سے آرہے تھے شامل ہوگیا۔ ان سواروں نے جو برق و باد کی طرح آرہے تھے آتے ہی موضع کوٹاوی اور دلیلر میں آگ لگا دی۔ اور ایک آن کی آن میں جہانتک نظر کام کرتی تھی سوائے آگ کے شعلوں کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

اب مجھے یقین ہوگیا کہ کل صبح پھر لڑائی شروع ہوگی۔ چنانچہ اسی غرض سے میں شب کو موضع ٹرنووہ میں چلا گیا۔ اور وہاں جاکر ایک مکان میں جا ٹھہرا جو ایک ویرانہ میں واقع تہا۔ میرے ساتھ لفٹنٹ وسٹرن بھی تھا جو سویڈن سے بغرض شمولیت جنگ آیا ہوا تہا۔ جبکہ رات کے گیارہ بجے تو میرے دلمیں خیال آیا کہ سونے سے پہلے ایک نظر میدان جنگ کو دیکھ لوں۔ چنانچہ میں باہر نکلا اور سیر کرنے لگا اتفاقاً میری نظر ایک بارود کی گاڑی پر پڑی جو میدان جنگ کیطرف سے واپس آرہی تہی مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوا کہ یہ بارود سے لدے چھکڑے کیوں واپس آرہے ہیں۔ جب مینے اسکی وجہہ لوگوں سے پوچھی تو معلوم ہوا کہ یہاں عرصہ ہوا یہ حکم آگیا ہے کہ ترک

کورتسوالی سے درہ الیاس کے رستہ بڑی جمعیت کے ساتھ مارتے ہوئے آرہے ہیں۔ اسلیئے اِس مقام سے فوراً بھاگ جانا چاہیئے چنانچہ تعمیل اس حکم کی کل یونانی فوج بھاگ گئی ہے۔ میسرہ کی چند بقیۃ السیف رجمنٹیں تو پہلے ہی فرار ہوگئی تھیں۔ رہا قلب اور میمنہ سو وہ لاریسا کیطرف ترنکار کی سڑک کے رستہ سے نوک دم بھاگ رہے ہیں۔ اور کرون پرنس اور جنرل میکرس وہاں پہلے ہی سے پہونچکر اپنے ڈیرے ڈال چکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ فیصلہ آٹھ بجے شب کے ہوا ہوگا۔ کیونکہ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے یہہ حکم ہوا تھا کہ ممالک غیر کے ولینٹر لاریسا کیطرف بھاگ جائیں۔ چنانچہ وہ فوجی آئین کے مطابق نصف شب کو وہاں پہونچے۔

اس بھاگڑ کی وجہ سوائے اسکے اور کچھہ نہیں کہ یونانیوں کے میمنہ کو جو تحت کمان کرنیل میوراسمچل تھا۔ ترکوں نے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا تھا۔ اور اونکو ترکوں کے بڑھ جانے سے وقتی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اور میسرہ کو جو کورتسوالی کے پہاڑوں پر تھا ترکوں نے پہلے ہی شکست دی تھی۔ چونکہ میری گاڑی خط وغیرہ لیکر پہلے ہی لاریسا کو روانہ ہوچکی تھی۔ اسلیئے میں نے اور لفٹنٹ ویسٹرن نے عزم کرلیا کہ ہم پیادہ ہی جائینگے۔ ابھی ہم کوئی میل بھر چلے ہونگے کہ اسٹنڈرڈ لنڈن نیوز کے کارسپانڈنٹ گاڑی میں سوار ہمیں ملے اُنسے مجھے اپنی گاڑی میں بیٹھنے کو کہا اور ہمنے اوسکی دعوت کو قبول کیا کوئی میل یا ڈیڑھ میل گئے ہونگے کہ ہمیں اسی راستہ میں یونانی سپاہی بھاگتے ہوئے دکھائی دیئے۔ انکی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ پانوں میں آبلے پڑے ہوئے تھے۔ چار دن کی شبانہ روز محنت شاقہ اور ترکوں کی سخت آتشباری نے اونہیں بالکل بیکار کر رکھا تھا۔ اونکے چہروں پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں اور ہوش و حواس بالکل مفقود تھے وہ ایسے دبک کر چپ چاپ جارہے تھے۔ گویا اونکے منہہ میں زبان نہیں۔ حالانکہ یہ اونکی عادت کے خلاف ہے۔ رات سخت اندھیری تھی اور ہاتھ کو ہاتھ سے جھائی نہیں دیتا تھا۔ فقط جنوب و مشرق کیطرف موضع کوٹاری اور دیلر میں جو آگ لگ رہی تھی وہ ہمارے لیئے روشنی کا سہارا تھا۔ رستہ میں کہیں یونانیوں کے توپخانے اور اوسکے متعلق گاڑیاں۔ اور خچروں کی قطاریں اور ہزاروں اسباب کے صندوق دکھائی دیئے۔ جو ترکوں کی زبردست آتشباری سے جو ایک بہادر سے بہادر فوج کو عاجز کردینے کی قدرت رکھتی ہیں بے ترتیب پڑے تھے۔ ان کے ساتھ ہی بہت سی گاڑیاں دکھائی دیں جنمیں یہاں کے باشندے کچھا کچھ بھرے تھے۔ اونکے شور واویلا سے کلیجہ دہلتا تھا۔ بیکس عورتوں اور معصوم بچوں کی حالت نہایت دردانگیز تھی۔ اور اس طوفان بے تمیزی میں فوجی اور غیر فوجیوں میں کوئی تمیز نہ تھی۔ سب کے سب بکمال بیقاعدگی اور پریشانی کے ساتھ بھاگنے میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔ اس مصیبت میں اونٹوں رنگروٹوں کی مایوسانہ چیخیں زخموں پر نمک کا کام دیتی تھیں جس مقام پر میل کارا اور ٹرنوو کی سڑکیں ملتی ہیں۔ وہاں بہت سے آدمی جمع ہوگئے اور بباعث قلت مکان آس پاس کے مزروعہ کھیتوں کا سخت نقصان ہوا۔

اب یہہ بھگوڑے اپنی جانکاہ مصیبتوں کو بھول گئے اور بجائے اپنے حال پر نوحہ کرنے کے افسروں کو اونکی نالائقی کیواسطے گالیاں دینے اور ملامت کرنے لگے اور وہ وہ لعنتیں اور پھٹکاریں دیں کہ جنکا کوئی ٹھکانا نہیں۔

اسوقت ہماری گاڑی نہایت آہستگی کے ساتھ ہزاروں ناکردہ گناہ اور مسکین عورتوں اور بچوں میں سے گذر رہی تھی جنکے سر پر اسباب کی گٹھڑیاں لدی ہوئی تھیں۔ اور جو کمال بے ترتیبی اور سراسیمگی سے اپنی جانیں بچانے کیلیئے نکلے تھے۔ انمیں سے بعض

تو وحشت زدہ ہوکر بہاگتے جاتے تھے۔ اور بعض مارے خوف اوسپر اس کے قدم تک اوٹھا سکتے تھے۔ یہاں پر ہمیں ٹائمز کا کارسپانڈنٹ
ملا اور ہمنے اُسے اپنی گاڑی میں بٹھالیا۔ کیونکہ اوسکا اپنا گہوڑا اور سارا اسباب کہو گیا تہا۔ اور وہ خود بڑی مشکل سے جان بچا کر یہانتک
پہونچا تہا۔ مینے اوسے اشارہ سے دکہایا کہ یونانی درہ بوغازی پر برقی روشنی کے ذریعہ سے اپنے سپاہیوں کو واپسی کا حکم دے رہے ہیں۔ میں
ابھی یہ دکہا نہ چکا تہا۔ کہ اتنے میں ایک سخت شور ہوا۔ جسنے فوج کے رہے سہے اوسان بگاڑ دیے۔ یہ آواز اُس سڑک کی طرف سے اور آس پاس
کے کہیتوں سے آرہی تہی۔ جہاں قافلوں کے قافلے مفلوک یونانیوں کے جارہے تھے۔ پہلے تو کوئی مفہوم اُس آواز کا معلوم نہ ہوا۔ مگر بعد
میں جب آواز قریب تر ہوگئی تو یہ سنائی دیا "کہ ترک ہمپر آپڑے" ابہی اس وحشت ناک خبر کے حق و باطل قرار دینے کا وقت ہی نہ ملا تہا کہ
اتنے میں کوئی دس بارہ گہوڑے بے سواروں کے بگٹٹ دوڑتے ہوئے دکہائی دیے جو بائیں طرف سے سر توڑ آرہے تھے۔ اور اونکے ساتھ بہت سے
سپاہی بھی تھے جو کمال بدحواسی میں باواز بلند کہتے جاتے تھے کہ "بہاگو بہاگو۔ ترک آپہونچے" ایسے وقت میں جبکہ تاریکی اپنے پورے جوبن
پر تھی۔ اور بہاگنے والوں کے دل پہلے ہی سے اندر ہی اندر بیٹھے جاتے تھے۔ اور ہوش و حواس غایب ہورہے تھے۔ اور عقب میں کوئی
دستہ سواروں کا بھی نظر نہ آتا تھا جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کہہ سکیں۔ اس ہولناک آواز نے صور اسرافیل کا کام کیا۔ جسکا بدیہی نتیجہ یہ
ہوا کہ سب کے سب یکبارگی آگے کو ٹوٹ پڑے اور وہ بے ترتیبی عمل میں آئی جسکا معرض بیان میں آنا ناممکن ہے۔ لوگ کمال بیرحمی سے
جانوروں کو تیز چلنے یا آگے سے ہٹ جانے کے لیے مار رہے تھے۔ عورتیں اور بچے اور جوان و سپاہی ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور ہر ایک
دوسرے پر بہاگنے میں سبقت کرتا جاتا تھا۔ سینکڑوں اس چپقلش میں زمین پر گر پڑے۔ اور گاڑیوں گہوڑوں۔ اور آدمیوں کے تلے آکر
کچلے گئے۔ بیسیوں چھکڑے جنمیں فوجی سامان اور دیگر خانہ داری کا اسباب بہرا تھا اُلٹ گئے۔ اور اونکے ساتھ ہی گہوڑے۔ بیل۔ خچر
گدہے کسی کسائی طعمہ اجل ہوئے۔ ہماری گاڑی پر بھی دو سپاہیوں نے سوار ہونیکا ارادہ کیا۔ جب ہمنے اونہیں منع کیا تو اونہوں نے
چاہا کہ اپنی بندوقوں سے ہمیں مار ڈالیں۔ چنانچہ جب یہ دیکھکر سوار ہوئے تو اونکے بوجہہ سے ہماری گاڑی جسپر آگے ہی فوق العادت بوجہہ
لدا ہوا تہا اولٹ گئی۔ اور ہم سب کے سب گر گئے۔ اور گاڑی بالکل چکنا چور ہوگئی۔ میری ٹانگ میں ضرب آئی۔ مگر اوسی حال سے اُفتاں
و خیزاں چل پڑا۔ یہاں میرے سب ساتھی اندہیرے میں مجھسے جدا ہوگئے۔ فقط ایک ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مجھے ملگیا۔ باقی نہ معلوم کہاں رہے
اسوقت یہ جگہہ میدان محشر کا نمونہ تہا جسے قیامت صغرے کہنا مبالغہ میں داخل نہیں۔ بدحواس سپاہی بلکہ آس پاس کے زمیندار
بے محابا اپنے ہموطنوں پر گولیاں چلانے لگے۔ چاروں طرف سے بندوقیں چل رہی تہیں اور مظلوم عورتوں اور بے زبان حیوانوں کے
سینے اونکے آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ مینے اپنی آنکھوں سے درہ ملونا کے مشہور و معروف کشت و خون دیکھے ہیں۔ ولیکن یہ
محشرستان بے تمیزی جو یہاں آکر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے عمر بہر یاد رہیگا۔ تمام میدان میں ان بزدلوں کی بندوقوں سے چراغاں
ہوگیا تہا۔ میں ٹائمز کے کارسپانڈنٹ کا ایسے وقت میں ساتھ قایم رکہنا ضروری سمجھکر اوسے ایک کہائی کی طرف سڑک کے ایک
کنارے پر لیگیا۔ مگر وہاں بہی دم لینے کی مُہلت نہوئی۔ اور لوگ ہمپر آپڑے۔ اور ایسا ہلہ کیا کہ ہم دونو خندق کے اندر گر پڑے
اور دس بارہ آدمی مجھپر آ پڑے۔ جب مینے مشکل سے اپنے آپ کو سنبہالا اور اٹھہ کہڑا ہوا تو یکایک ایک سپاہی نے بلا وجہہ مجھپر

اپنی بندوق خالی کردی۔ اور اگر میں عمداً اپنے آپ کو گرا نہ دیتا تو یقیناً مر گیا ہوتا۔ یہہ گولی فقط تین انچہ میرے سر کے اوپر گذری۔

خیر جان تو بچگئی۔ مگر رفیق سفر نہ معلوم کدہر کو چلا گیا۔ یہہ ایسا وقت نہ تہا کہ میں اوسکی تلاش یا انتظار کرتا۔ چار تن تنہا میں بہی جدہر کو منہہ اوٹہا چل پڑا۔ کبہی خندق میں گرتا تہا کبہی باہر نکل آتا تہا اور مزروعہ کہیتوں میں جو ان بزدلوں کے ہاتھہ سے ویران ہو چکے تہے۔ جا پہونچتا تہا۔ غرضکہ اسی بیم و رجا کی حالت میں افتاں و خیزاں میں دور تک نکلگیا۔ حالانکہ چاروں طرف سے گولیوں کی بوچہاڑ ہو رہی تہی۔ یہہ حالت کوئی تیس منٹ تک رہی اسکے بعد مغرب کیطرف سے بگل کی آواز آئی۔ جسمیں بندوقوں کے فیر بکمار دکے گئے۔ مگر ایسے طوفان بے تمیزی میں ایسے حکموں کی جو تعمیل ہوا کرتی ہے وہ ظاہر ہے۔ چنانچہ مدت مدید کے بعد خدا خدا کرکے گولیاں بند ہوئیں۔ اور بیچارے حواس باختہ رہگذروں کو فی الجملہ اطمینان کی صورت دکہائی دی۔ یہہ دار و گیر فقط کسی خاص مقام پر محدود نہ تہا۔ بلکہ چند میل تک یہی عالم تہا چنانچہ میں برابر دیکہتا گیا کہ رستے میں انسانوں اور حیوانوں کی لاشوں کے پشتے لگے ہوئے تہے۔ اور ہزاروں صندوق بارود و اسباب حرب کمال پریشانی اور بے ترتیبی سے پڑے ہوئے تہے۔ ساتھہ ہی الٹے ہوئے چہکڑے گاڑیاں لوگوں کے بستر سپاہیوں کے کمل اور ہتیہا ٹین کے استعمالی بکس زمین پر جا بجا نظر آتے تہے۔ خاصکر اوسوقت سخت پریشانی ہوتی تہی جبکہ کوئی گہوڑا دوڑتا ہوا کسی ٹین کے بکس سے ٹکرا جاتا تہا اور اوسکی آواز سے ڈر کر کودنے لگ جاتا تہا تو اوسکے ساتھہ اور جانوروں کا بد لگام ہونا اور بیچارے بچوں یا مفلوک الحال عورتوں کا بدحواسی میں دوڑنا اور بسا اوقات جہپٹ میں آکر دب جانا واقعی آٹھہ آٹھہ آنسو رولاتا تہا۔ جسقدر توپیں اور بارود کے صندوق رستہ میں پڑے ہوئے تہے۔ وہ رہگذروں کی طے مسافت میں اور سدراہ ہوئے۔ سواروں نے گہوڑوں کے تنگ اسغرض سے کاٹ ڈالے تہے کہ وہ پوری زور سے دوڑیں۔ اسپر قیامت یہ ہوئی کہ اکثر پیادے گہوڑے کے تھامے سواروں کو قتل کرکے آپ گہوڑے پر چڑہ جاتے تہے۔ بعض یونانی افسروں نے اگرچہ گلا پہاڑ پہاڑ کر سپاہیوں کو ٹہیرنے کا حکم دیا۔ مگر صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں۔ کرنیل مارمیچل جو پہلے سے لاریسا میں پہونچا ہوا تہا اگرچہ یہہ حال سنکر واپس آیا مگر اوسکی بہی کچہہ پیش نہ گئی .... ایک اور افسر لاریسا سے دو میل اسطرف محض اسغرض سے آیا کہ لوگوں کو اطمینان دلائے چنانچہ ایک کمپنی کے نصف سپاہیوں نے ایک مقام پر ڈیرہ بہی کیا۔ مگر باقی اوسی حالت سے لاریسا تک پہونچے۔

جب میں لاریسا میں پہونچا تو شہر میں سخت شور اور اضطراب تہا ہزاروں سپاہی بلالحاظ کسی فوجی آئین یا اپنے افسروں کے حکم کے جہاں سینگ سمائے اوسیطرف کو بالکل بے مہار چلے جاتے تہے۔ اور جہاں اطمینان کی جگہہ نظر آئی وہیں پڑ رہتے تہے۔ یہاں کے لوگوں کو رات کے دو بجے اس تباہی کا علم ہوا۔ اور اوسیوقت اپنے اپنے مکان سے نکل کہڑے ہوئے۔ ایک اطالیہ کے والنٹیر نے عالم بدحواسی میں اپنے آپ کو بندوق مار کر مار ڈالا۔ فقط ترکوں کا نام اونکی وحشت اور ہراس کا موجب ہو جایا کرتا تہا جہاں کسی نے لفظ ترک منہہ سے نکالا انکے ہوش اُڑ جاتے تہے۔ رات بہر یہی عالم رہا۔ البتہ جب پچہلے پہر چاند نے اپنی صورت دکہائی تو کسیقدر امن کی صورت ہو گئی تہی۔ مگر صبح تک کم و بیش اضطراب رہا۔ لیکن صبح ہوتے ہی وہ وحشت اور دیوانگی تو دور ہوئی۔ البتہ اسکا

مختصراً اتنا باقی رہا کہ اب لوگ ادہراُدہر بازاروں میں پہرنے لگے اورآیندہ تدبیر کرنے پر مایل ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ اس امر کا صحیح اندازہ بہت مشکل ہے کہ کتنے آدمی اس بازدگیر میں کام آئے۔ بعض ۵۰۰ بعض ۶۰۰ تخمینہ لگاتے ہیں لیکن صحیح تعداد قایم کرنا بہت مشکل ہے۔ البتہ اتنا لکہنا خالی از مبالغہ ہے کہ بہت سی گاڑیاں لاشوں سے لدی ہوئی جابجا نظر آتی تہیں

پانچ اخباروں کے کارسپانڈنٹ اس مصیبت میں گرفتار ہوئے تھے اور حسن اتفاق سے پانچوں صحیح و سالم جانبر ہوئے۔ انمیں ایک تو ٹائمز کا اور دوسرا السٹریٹڈ لنڈن نیوز کا۔ اور تیسرا مانچسٹر گارڈین کا اور ایک سویڈن کے ایک اخبار کا اور پانچواں میں تہا۔ ڈیلی کرانکل کے کارسپانڈنٹ نے یہہ ہوشیاری کی کہ رات بہر تو وہیں رہا اور جہاں سویا تہا اوس مکان کی کہڑکی پر یونین جیک (نشان انگریزی) اسغرض سے لٹکا دیا کہ جب ترک آئینگے تو مجہے انگریز سمجہکر چہوڑ دینگے۔ وہم سے کسیقدر بعد لاریسا میں پہونچا السٹریٹڈ لنڈن نیوز کے کارسپانڈنٹ کی سب تصویریں نقد و جنس او اسباب غارت ہوگیا۔ اور وہ فقط بیک بینی و دوگوش ویسا تک پہونچا۔

صبح کیوقت ایک فرنسیسی بہگوڑے نے لاریسا کی چوک میں یہہ شور مچانا شروع کیا کہ یونانیوں کی اس واپسی میں ایک فوجی حکمت مد نظر تھی۔ خیر یہہ اوسکی فضول گوئی ہے بات تو یہہ ہے کہ جہاں جہاں یونانیوں نے ترکوں کا مقابلہ کیا ہے وہاں وہ مستعدی سے لڑے ہیں مگر انکا جنرل ترکی جنرل کی لیاقت اور تدبر کے پایہ کا نہ تہا۔

ع دکہاں اس نوجواں کو ناز کی طاقت نہیں مومن ٭ ابہی سر مشق تو ہو جور چرخ پیر تو کہینچو ٭

اوسکی چال زبردست پڑی اور یہہ میدان ہار گیا۔

اسوقت افسروں نے یہہ کوشش کی کہ اپنی پراگندہ فوجوں کو حتی الامکان ترتیب دیکر جنوب و مغرب کے رستہ فارسلا پر بہیجدیں چنانچہ بہت سے بہوکے سپاہیوں کو بے آب و دانہ روانہ بہی کردیا۔ بعض ان میں ایسے بہی تہے جنہوں نے روٹی کا ٹکڑا جمعہ کے دن سے ابتک چکہا تہا اس امر سے انکار نہیں ہوسکتا کہ سرحد کی ساری لاین جو ملونہ سے مقام ریوینی تک تہی۔ وہ یونانیوں کے ہاتہ سے نکلگئی ہے۔ البتہ ریوینی لیکر ایپیرس تک ابہی یونانیوں کا قبضہ ہے۔ اگر ادہم پاشا کو یہہ خبر ہوتی تو وہ ضرور اپنے سواروں کو آگے بڑہاتا اور ویلی کیطرف سے وولو اور لاریسا کی ریلوے لاین قطع کردیتا۔ گرچونکہ ایسا نہ ہوا اس لیے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو اوسکو خبر نہ تہی۔ یا کوئی اور گہری حکمت ہوگی۔ اتنے میں ایک تار اس مضمون کا آیا کہ زخمی سپاہیوں کو ایک سپیشل ٹرین میں وولو بہیجدو اور ایک اور سپیشل ٹرین میں کروان پرنس مع اپنے سٹاف کے فارسلا کو براہ ولسٹینو روانہ ہوئے۔

جسوقت یہہ خبر عام ہوئی کہ لاریسا سے بہاگنا چاہیئے اوسوقت کیحالت سخت درد انگیز تہی اور رات کا سماں پہر آنکہوں میں آگیا۔ اور وہی نقشہ پہر دکہائی دینے لگا ہزاروں باشندے عالم یاس میں دم بخود کہڑے تہے۔ زبانیں تالو سے لگ گئی تہیں۔ اور ہاتہوں سے اپنے اپنے گلے پکڑ کر لوگوں کو دکہا رہے تہے۔ جس سے اونکی مراد یہہ تہی کہ ترک آکر ہمارے گلے کاٹ ڈالینگے۔ مگر اوسوقت اس حسرتناک نظارہ پر ترس کہانے یا غور کرنے کی فرصت کسی کو حاصل نہ تہی۔ آنا فانا ہزاروں آدمی شہر سے باہر فارسلا کی سڑک پر غول کے غول سخت سراسیمگی کیحالت میں نظر آتے تہے

بعض خوش نصیبوں کو اسباب اور بچوں کے لیئے گاڑیاں اور چھکڑے ملگئے تھے۔ مگر اکثر عورتیں اور ننھے ننھے بچے پاپیادہ اسباب کی گٹھڑیاں سر پر لاد کر روتے پیٹتے اور دھاڑیں مارتے جا رہے تھے۔ اور ہر ایک زبان سے یہ کلمہ نکل رہا تھا کہ ہائے بیچارے یونان بیکس یونان تیرا کیا حال ہوا جس سے یہ مراد تھی کہ وہ فقط اپنی تباہی نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ قوم کی غارت خیال کر رہے تھے۔

اسکے بعد ایک اور سپیشل ٹرین ولو کیطرف روانہ ہوئی جسمیں فقط چھکڑے لگے ہوئے تھے۔ اس گاڑی میں قریب تین ہزار باشندے سوار ہوئے جنمیں اعلادنے کی کچھہ تمیز نہ تھی۔ باہر کے والنٹیروں نے اپنے ذمہ اون لوگوں کی حراست لی جو بباعث ضعف یا ناتوانی اس ٹرین میں سوار نہ ہوسکتے تھے اسوقت ان بیکسوں کی مایوسانہ نگاہیں دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں جو بار بار پھر کر دہشت زدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ کہیں سے کوئی سواری آ پڑے۔ بہت سے لوگ بلا انتظار کسی ریل کے اول وقت پاپیادہ چلے گئے۔ اون میں سے جہانتک ممکن ہوا راستہ میں ایک گاڑی پر سوار کیے گئے جو مقام دولو سے محض اسی غرض سے روانہ کیگئی تھی۔ ڈیڑہ بجے دن کو لاریسا بالکل خالی ہوگیا۔ چونکہ لاریسا میں انتظام رسل و رسائل مفقود تھا اسلیئے میں وہاں سے دولو چلا گیا۔ جو چالیس میل کی مسافت پر واقعہ ہے۔ جہاں میں پہنچ کر دوسرے روز قریب سہ پہر پہونچا۔ وہاں جاکر میں نے ویسی ہی دہشت اور اضطراب کا معاینہ کیا جو لاریسا میں تھا۔ ہزاروں آدمی جانیں بچانے کی خاطر لحظہ بلحظہ جمع ہوتے جاتے تھے اور عام طور پر یہ بات شہرت پذیر تھی کہ ترک تھوڑی دیر میں یہاں پہونچا چاہتے ہیں۔ بندر میں سوائے ایک سرکاری جہاز کے اور کوئی سٹیمر نہ تھا۔ اور یہ جہاز بھی اوسی دن محض زخمیوں کو سوار کرکے ایتھنز لیجانے کے واسطے آیا ہوا تھا البتہ چھوٹی چھوٹی بہت کشتیاں تھیں جنمیں متمول اور آسودہ آدمیوں کو اونکے اسباب سمیت جگہہ ملگئی جو جزیرہ یوبیا اور دیگر جزایر کیطرف بھاگ گئے۔ ان لوگوں کو باوجود جد و جہد کے سرکاری جہاز کی ڈیک پر بھی جگہہ نہ ملسکی۔ میں نے چاہا کہ دولو سے تار بھیجوں۔ مگر یہ نہو سکا اسلیئے میں نے عزم کیا کہ ایک کشتی کرایہ پر لیکر کسی ایسے مقام پر جاؤں۔ جہاں سے خط و کتابت ممکن ہو۔ چنانچہ ایک کشتی بھی ملگئی لیکن جب میں اسکے اندر بیٹھ گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں نے بڑے زور سے شور و غل کیا کہ باہر آجاؤ۔ یہ کہتے ہی بہت سے آدمی حملہ کرکے میری کشتی کے اندر آگئے اور مجھے زور سے باہر نکالا۔ اونکی غرض اس سے یہ تھی کہ جب ہم جان بچا نہیں سکتے تو کسی اور کو کیوں ایسا موقع ملے چنانچہ انہوں نے زور سے آواز دی۔ "ہم سب ایک ساتھ مرینگے"۔

اسوقت مسٹر مرلنی انگریزی وائس کونسل نے مسٹر ایجرٹن سفیر انگریزی متعینہ ایتھنز کو تار دیا کہ یہاں صورت بہت نازک ہوگئی ہے اور اونسے درخواست کی کہ ایک جنگی جہاز ہماری حفاظت کیلیئے بھیجدو۔

اب زخمیونکو دونو ہسپتالوں یعنی فوجی ہسپتال اور مسٹر رالی اور مس رائڈر اور ڈنبر کے ہسپتال سے گھاٹ پر لیگئے۔ اسمیں بھی خوف تھا کہ کہیں اس جہاز پر بھی باشندے اوسیطرح حملہ نہ کریں۔ اسلیئے اوسے دو بندرگاہ میں لیگئے اور زخمیوں کو ڈاکٹروں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں سوار کرکے وہانتک پہونچایا۔ یہ جہاز جسکا نام تھسلیا تھا نو بجے شب کے دولو سے روانہ ہوا۔ جہاں فقط چھہ زخمی سپاہی مس رائڈر اور ڈنبر کے چارج میں رہے۔ مگر بعد میں یہ لوگ بھی انگریزی کونسل کے پاس آگئے۔ اور مسز رالی نے یہ حوصلہ دکھایا کہ میں اپنے ہسپتال میں ہونگی۔ ہفتہ کی رات کو لوگوں کی دہشت اور اضطراب کی وہی حالت رہی۔ اور دوسرے روز اتوار کو حالانکہ

یونانیوں کا ایشتہار تہا۔ لیکن لوگوں نے کوئی خوشی کا اظہار نہ کیا۔ جو ایسے دن کو ہمیشہ رہتا ہوا کرتی تہی۔ ادہر دونہ حالانکہ ایک توپ بہی لاریسا سے پہونچگئی۔ مگر لوگوں کی وحشت میں کچہہ کمی نہ ہوئی۔

اس توپ کو کوئی گہوڑا یا کوئی اور جانور کہینچکر نہ لایا تھا۔ بلکہ چند آدمی اور بہت سے لونڈے لیکر آتے تھے۔ اور ایک سپاہی اُن سب کا نگران تہا۔ بعد میں چند توپیں دوسرے جہاز میں روانہ کیگئیں اس سے لوگوں کو کوئی اطمینان نہوا۔

رات کیوقت بہت سی کشتیاں غایب ہوگئیں۔ چونکہ مجہکو کوئی اطمینان نہ تہا کہ پیریس میں کسوقت پہونچ سکوں اسلیئے مینے مناسب خیال کیا کہ ایک کشتی کرایہ پر لیکر پولس میں جو جزائر اودیس میں واقعہ ہے چلا جاؤں۔ جب میں وہاں پہونچا تو بخط مستقیم ایڈی سوس میں چلا گیا۔ وہاں ایک اور کشتی لی جسپر سوار ہوکر مقام کالکیس میں پہونچا۔ اسجگہہ پہونچکر ایک اور کشتی لی اور اسمیں بیٹھکر اوروپس میں پہنچا۔ یہاں سے براہ خشکی میں اتہنز میں پہونچا اور حالت میری یہہ تہی کہ کامل چار روز اور پانچ شب میں میں نے کپڑے یا بوٹ نہیں اوتارا تہا۔

ایک انگریز والنٹیر کی مشاہدات

اخبار ٹائمز کا کارسپانڈنٹ متعینہ اتہنز حسب ذیل فطراز ہے۔ مجہکو جنگ ماٹی کی دلچسپ حالات ایک ایسے شخص سے بہم پہونچے ہیں۔ جو خود لڑائی میں شریک تھا۔ یہہ شخص ایک انگریز والنٹیر تہا جو اب اتہنز کے ہسپتال میں ایک زخم سے بیکار ہوکر پڑا ہے۔ اور یہہ زخم اوسے جمعہ کی شب کو لگا تھا۔ اوسکا بیان ہے کہ بیرونی والنٹیر لاریسا کی بارکوں میں بدہ کی شام تک ٹہیرے ہوئے تھے۔ وہاں ایک ہفتہ تک اونکا قیام رہا اور وہ سب کے سب اس بیوجہ تعویق سے اکتا گئے۔ آخرالامر نصف شب کے وقت کوچ کا حکم آگیا۔ اور لوگ خوش خوش روانہ ہوئے مگر اونہیں کیا خبر تہی کہ آگے کیا ہوگا رستہ سخت ناہموار تھا اور جا بجا پتہر اور سنگریزے پڑے تھے۔ اور سب کے سپاہی آبلہ پا ہوگئے تھے۔ بعضوں کا تو یہہ حال ہوا کہ اس آبلہ پائی کے سبب سے وہ آگے جا نہ سکے اور مجبور ہوئے کہ وہیں رہ جائیں۔ طلوع آفتاب کے وقت یہ لوگ ایک ایسے مقام پر پہونچگئے جو یونانیوں کے مورچہ منصوبہ مقام ماٹی کے مغرب میں واقعہ تہا۔ ابہی تہوڑی دیر نہ گذری تہی کہ ترکی توپخانہ سے آتشباری کا آغاز ہوا۔ اگرچہ کہ یہہ والنٹیر پہاڑیوں کی آڑ میں تھے۔ اسلیئے وہ گولوں کی زد سے محفوظ رہے۔ دونو طرف سے توپیں چلتی رہیں۔ مگر تعجب ہے کہ یونانی افسر بکثرت مارے گئے۔ یہانتک کہ ہر پانچ یا چہ کشتوں میں ایک افسر ضرور رہوا کرتا تھا۔ جمعرات کو فقط توپ کی لڑائی رہی اور ایک بندوق بہی فریقین میں سے کسی نے نہیں چلائی۔ شب کو یونانیوں نے اپنی پیادہ فوج کو چند مستحکم مقامات پر نصب کردیا۔ کیونکہ احتمال تہا کہ ترک شبخون کرینگے۔ جب آتشباری بند ہوئی ہمنے چاہا کہ ذرا آرام کریں مگر خیموں کے نہونے کے سبب سے اپنے اپنے کمبل لیکر زمین پر پڑرہے جہاں سے بہت بری حالت میں اٹہے۔ بدن پر لرزہ تہا اور سردی کے مارے ہڈیاں ٹہٹہر گئی تہیں۔ دو دفعہ رات میں شور ہوا کہ ترکی فوجیں ہماری پیادہ فوجوں پر حملہ کررہی ہیں پہلی لڑائی تو نہایت مختصر تہی۔ فقط بیس ہزار گولیاں چلیں دونوں میں ترکوں کو ہزیمت ہوئی اور اونہیں واپس جانا پڑا۔ اور صبح کے وقت یعنی جمعہ کی صبح کو معاملات کیصورت میں کوئی تغیر واقع نہوا تہا۔ اور دونو فریق اپنے اپنے مقامات پر قایم تھے۔ طلوع آفتاب کے وقت فریقین کے توپخانہ نے آتشباری شروع کی۔ مگر ترکوں

کے توپخانہ سے چنداں نقصان نہوتا تہا۔ جب وہ ٹل گیا تو ترکوں نے اون پہاڑیوں پر قبضہ کرلیا جو ہمارے مقابل میں واقع نہیں اور جنکی نسبت عین یقین تہا کہ ایتھنس کی بٹیریا کی غیر آئین فوج کے قبضہ میں ہیں۔

ہمیں صاف دکہائی دیتا تھا کہ سواروں کو دستہ برابر آتے جاتے ہیں۔ لیکن بعد مسافت کی وجہ سے اونکی نقل و حرکت کا صحیح اندازہ مشکل تھا۔ مگر ترکوں کا یہاں تک پہونچ جانا ہمارے لیے کوئی آسان امر نہ تھا۔ ہم بخوبی جانتے تھے کہ آج شب میں معاملہ فیصلہ ہو جائیگا تخت یا تختہ۔ شام تک ترکوں نے ہماری پیادہ فوج پر برابر آتشباری جاری رکھی۔ اور ہمیں مجبور پیچھے ہٹنا پڑا۔ میری خیال میں ہماری جمعیت دس ہزار کی تھی۔ اور ترکوں کے پچیس ہزار جوان تھے

قریب شام ہمیں حکم ملا کہ کوچ کے لیئے تیار ہو جاؤ۔ ہمیں یقین تہا کہ حملہ کا حکم ہوا ہے۔ مگر یہہ حکم سب دہوکے کی ٹٹی تھی۔ کیونکہ بجائے ترکوں پر حملہ کرنے کے لاریسا میں مراجعت کا حکم ہوا۔ اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ یونانی کیسے بزدل ہیں اور یہہ حرکت کیسی رذیل اور بزدلانہ تھی کہ بلا مقابلہ اسطرح رات کو اندہیرے میں چوروں کی طرح بہاگ جاوے۔ جب شام پڑی تو ہمنے رجعت قہقری شروع کی اور کوئی دس بارہ میل تک انتظام اور سلیقہ کے ساتھ چلتے رہے۔ لوگ سخت تہکے ماندے اور چور ہو رہے تھے۔ انگریزی پورٹ دیکہکر سخت دل شکست ہوگئی۔ وہ اس بزدلانہ ہزیمت سے سخت نفور تھے اور یہہ پسند کرتے تھے کہ وہیں کہیت رہیں۔ اور یہہ سوائی کا کلنک اپنے ماتھے پر نہ لیں۔ جب لاریسا بہت قریب آگیا تو عقب سے کسی نے شور کیا کہ ترک آپڑے۔ یہہ آواز سننا تھا کہ فوجیوں کے حواس مفقود ہوگئے اور عالم خود رفتگی میں انہوں نے بے محابا اپنے ہی رفقاء پر گولیاں چلانی شروع کردیں۔

ہمارا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ مجھسے ایم رالی نے کہا ہوا تہا کہ اصل میں یہہ شور اسلیئے ہوا تہا کہ ممالک غیر کے والنٹیروں نے یونانی سواروں پر بیجا حملے کیئے تھے۔ میں نے چاہا کہ اس امر کو صاف کروں چنانچہ میں نے اسکی حقیقت پوچہی تو جواب ملا یہہ بالکل غلط ہے کسی غیر ملک کے والنٹیروں نے ایسا نہیں کیا البتہ دو والنٹیروں نے ایک یونانی سوار پر حملہ ضرور کیا تہا۔ مگر وہ بہی دیدہ و دانستہ نہیں۔ صرف وجہ یہہ تہی کہ تاریکی شب میں دوست دشمن کی تمیز مشکل ہو رہی تھی۔ جب یہہ گولیاں چلنے لگیں تو پہر سخت چپقلش ہوئی۔ آدمی گہوڑے چہکڑے بیل گدہے اور خچریں ایک دوسرے پر گری پڑتی تہیں۔ کوئی سلیقہ کوئی ترتیب۔ کوئی قاعدہ۔ کوئی ضابطہ نہ تہا ایک طوفان بلکہ طغیان بے تمیزی تہا جو امڈا چلا آتا تھا۔ اس طوفان کی امواج بلاخیز سے شاہراہ اور قرب وجوار کی مزروعہ زمینیں مطلق محفوظ نہ تہیں ہمارے افسر کپتان برچ نے حکم بہی دیا کہ ایک صف میں قایم ہو کر چلیں اور جن جن نے یہہ حکم سنا انہوں نے تعمیل بہی کی مگر دس بارہ آدمیوں کی صف ایسی محشر خیز طغیان کو آگے کیا حقیقت رکہتی تہی۔ ابہی صف قایم بہی نہوئی تہی کہ پیچہے ایک ایسے زور کا ریلا ہوا کہ سب کے سب تتر بتر ہوگئے ہیں۔ مینے دیکہا کہ یہہ قیامت صغری کا نقشہ ہے۔ اور ہر شخص کو نفسی نفسی کی پڑی ہے اسلیئے مینے اپنا کمبل کارتوس کا بکس ساتی کوٹ زمین پر پہینکدیا۔ اور خود فقط ایک بندوق اور کارتوس والی پیٹی جسمیں ساٹھ کارتوس تھے لیکر جدہر کو منھ اٹھا چل پڑا۔ سیدہا شاہراہ میری نظروں سے غایب تہا اسلیئے مجھے پہاڑی نشیب فراز زمینوں اور مزروعہ کہیتوں اور بسا اوقات چٹانوں پر دوڑنا پڑا۔ مینے رستہ میں بہت سی ٹہوکریں کہائیں اور بارہا گر بہی پڑا۔ مگر پہر بہی بہاگتا رہا۔ یہاں تک کہ لاریسا سے کوئی ایک یا دو میل کی مسافت پر آپہونچا۔ یہاں آیا تو اتفاقاً ایک گہوڑے نے ایسے زور سے دولتی جہاڑی کہ میں دور جا پڑا۔ یہہ جگہہ جہاں میں گرا ایک ایسا مقام تھا

جہاں سے دریا گاگذر ہوتا ہے۔ اگرچہ ان دنوں خشک پڑا تھا۔ میں بخوبی جانتا تھا کہ مجھے ضرب آئی ہے مگر ایسے نازک وقت میں پڑے رہنا حزم اور احتیاط سے بعید تہا۔ یا یوں کہیں کہ خود اپنی مرگ کا بیعانہ لینا تھا۔ اسلیئے بہزار جرثقیل ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتا میں لاریسا میں جا پہونچا۔ یہاں حالت کیا بیان کروں کہ کس درجہ تک بے انتظامی اور بدسلیقگی تہی۔ خیر جسوقت میں ایک بازار میں افتاں و خیزاں جا رہا تھا۔ تو یکلخت یونان کے غول سپاہیوں نے ایک شراب خانہ کا رخ کیا اور مجھے بہی اوسمیں دہکیل دیا۔ وہاں جا کر مینے شراب پی۔ جب وہاں سے نکلا تو رستہ میں ایک مکان مجھے دکہائی دیا۔ میں بے تکلف اوسکے اندر چلا گیا۔ اور ڈیوڑہی کے پاس فرش پر اندازپر لیٹ گیا۔ چونکہ تکان راہ اور ضرب کے درد کے مارے چور ہو رہا تہا۔ مجھے وہیں نیند آگئی جب کچہہ عرصہ کے بعد میں بیدار ہوا تو اب مجھے معلوم ہوا کہ میری زخم خوردہ ٹانگ میں یارائے جنبش نہیں۔ خوبی قسمت سے مجھے وہاں ایک انگریزی اخبار کا کارسپانڈنٹ دکہائی دیا۔ وہ مجھے دیکہتے ہی ڈاکٹر کو بلانے چلا گیا۔ ابہی وسے گئے ہوئے کوئی تہوڑا ہی عرصہ گذرا تہا کہ وہ اپنے گہوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میرے پاس آیا اور یہہ ہولناک خبر سنائی کہ میں کیا کروں ترک آگے بڑہے آتے ہیں۔ میرا اسجگہہ پر مزید قیام خالی از خطرہ نہیں۔ اسلیئے میں جاتا ہوں مینے ہمت کرکے اپنے ہاتھ بڑہائے اور اوسکے گہوڑے کی گردن میں ہاتھ ڈالکر ساتھ چلنے کو تیار ہوا۔ اوسنے بہی ناچار گہوڑے کو مہمیز کیا اور میں اس ہیئت کذائی سے اوسکے ساتھ چل پڑا۔ آگے جاکر حسن اتفاق سے ایک اور انگریزی کارسپانڈنٹ ملا جسکے پاس ایک بائیسیکل تہا۔ اسنے مجھے اوسپر بٹہا دیا اور مینے ایک ٹانگ سے اوسے چلایا اور اسطرح خدا خدا کرکے ریلوے سٹیشن پر آ پہونچے یہاں وہ مجھسے جدا ہو گئے۔ اور میں ایک گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ریلوے سٹیشن پر ایک ہولناک مخمصہ تہا۔ فوجی اور ملکی افسر عورتیں بچے دیہاتی اور شہری سب ملے جلے تھے۔ اوگاڑی میں جگہہ حاصل کرنیکے لئے ایکدوسرے کی جانی دشمن بنے ہوتے تہے۔ سپاہی نہایت بزدلانہ کیفیت سے معصوم بچوں اور بیکس عورتوں کو زور سے نکال نکال کر آپ اونکی جگہہ لے لیتے تھے۔ بیقاعدگی اور سراسیمگی اس زور پر تھی کہ جو سپاہی سٹیشن پر نگرانی اور انتظام کے لیئے متعین ہوئے تہے وہ بجائے ہٹا دینے کے خود ہی گاڑیوں میں کود پڑے اور جنہیں اندر جگہہ نہ ملسکی وہ بے تکلف چہتوں پر جا بیٹھے۔ اور جنہیں شومی اعمال سے چہت بہی میسر نہوئی۔ انہوں نے یہ کمال کیا کہ ان بالانشینوں پر بیدریغ گولیاں چلائیں (واہ رے ہمدردی اور اللہ رے حب قومی) اور ان صدرنشینوں نے بہی اونکا جواب گولیوں سے بخوبی دیا۔ اور اسطرح گاڑی سٹیشن سے چلی گویا بارود خانہ اڑگیا یا ایک میدان کارزار تہا جو حرکت کر رہا تھا۔ جو لوگ اس گاڑی میں نہ جاسکے اونکی مایوسی اور ازخود رفتگی سخت درد انگیز تھی۔ اونکے چہروں پر مردنی چہا گئی۔ اور اس وحشت میں اور تزاید اوس وقت سے ہونے لگا۔ جب گولیوں کی آواز شہر کے نواح کے قریب تر آنے لگی۔ کیونکہ یقین ہوتا جاتا تہا کہ ترک اب بالکل متصل آگئے ہیں۔ بہت سے افسر اور سپاہی فارسلا میں جانے کے لیئے ولسٹینو میں اوتر پڑے۔ جب ہم وولو میں پہونچے تو ریلوے سٹیشن پر قریب ایک ہزار آدمی کے محض اپنے احباب اور عزیزوں کی نیک و بد کے حالات دریافت کرنے کے لیئے آئے ہوئے تھے۔ میں وہاں سے سیدہا کراس ہسپتال کے اہتمام میں چلا گیا۔ جہاں مجھے بہت آرام ملا۔

ہمارا خاص کارسپانڈنٹ مقام نیٹی پگاڈیا سے رقمطراز ہے۔ کہ کل (جمعہ) بوقت ۷ بجے صبح کے کرنل کومونڈراس ساری رات کوچ کرکے چاہتا تہا کہ اس درے کے اگلے سرے پر قبضہ کرے جو ترک خود بخود چہوڑ گئے تھے کہ یکایک ترکوں نے جنکی جمعیت سات ہزار جوانوں کی تہی اوسپر حملہ کیا۔ یونانی فوج باوجود بہوک اور پیاس کو شام کے سات بجے تک مقابلہ میں کہڑی رہی۔ مگر جب شام ہو گئی اور با...

اور سامانِ جنگ بھی پاس نہ رہا تو ناچار پیچھے ہٹنا پڑا۔ یونانیوں کے ڈیڑھ سو سپاہی کام آئے اور زخمی بھی بہت ہوئے۔ آج صبح (ہفتہ) کو یونانی دو رجمنٹیں پیادوں کی اور ایک ایوزنی رجمنٹ اور چھ توپیں پھر میدان میں لائے۔ اور ترکوں نے خود بخود پھر یہ مقام چھوڑ دیا ہے۔ ترکوں نے سب یونانی قیدیوں کو مسخ اور قتل کر دیا ہے۔ مگر قسطنطنیہ میں اس آخری خبر کی تکذیب نہایت حقارت سے کیجاتی ہے (العہدة علی الراوی)

افواج متعینہ جنینا کے کمانڈر نے قسطنطنیہ میں یہ تار دیا ہے کہ ہفتہ کے روز ساڑھے سات گھنٹے کی سخت لڑائی کے بعد ہماری فوج نے قلعہ بیش بونار پر قبضہ کر لیا ہے۔ جہاں یونانیوں نے مورچہ بندی کر رکھی تھی۔ اور جس جگہ پر وہ ہماری سرحد مقام لوروس سے عبور کر کے قلعہ نشین ہو گئے تھے۔ بعد اس فتح کے ہماری فوج نے مقام نیٹی پکوڈیا پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔

یونانیوں کے تین سو آدمی اس لڑائی میں کام آئے اور ۲۱۹ زخمی ہوئے اور ۶۲ زندہ گرفتار ہوئے۔ اور ترکی سپاہیوں میں سے ۱۵ شہید اور تین زخمی ہوئے۔ ہماری فوج کو بہت سی بندوقیں اور سامان حرب ہاتھ لگا ہے۔

اب یونانیوں نے قرب و جوار کے مقامات پر مورچہ بندی کی ہے۔ ہمارا نامہ نگار لکھتا ہے کہ یہاں البانیا کے سپاہی کسی بات پر بگڑ بیٹھے تھے۔ اور شہریوں کو بھی دھمکایا تھا۔ مسلمانوں نے یکلخت شہر چھوڑ دیا۔ ممالک غیر کے قونصلوں نے اطلاع دی کہ عیسائیوں کی حالت نہایت نازک ہے اور ہمیں بھی اپنی جان کا خطرہ ہے۔ کیونکہ والی شہر کے باشندوں کو بندوق اور بارود نہیں دیتا تاکہ ان البانیا کے متمردوں کو نکال باہر کریں۔ اسپر سفیران ممالک غیر نے بابعالی میں درخواست کی کہ بہت جلد شہریوں کی حفاظت کا انتظام کیا جاوے۔ لیکن اب وہ باغی سپاہی رستی پر آگئے ہیں۔ اور بجا آوری احکام پر آمادہ ہیں (واہ رے انصاف یہاں تو بنی نوع انسان کی ہمدردی نے فرشتہ طینت سفیروں کو بابعالی میں درخواست دینے کے لیے مجبور کیا۔ کیونکہ عیسائیوں کو ہتھیار نہ ملے تھے۔ کہ وہ مسلمانوں کو قتل و غارت کریں۔ اُسوقت وہ صفات ملکی کہاں گئے تھے جب عیسائی سربازار مسلمانوں کی ٹوپیوں کو پھینکتے اور کھاڑتے تھے اور اونہیں گالیاں دیتے تھے سچ ہے۔ سہ تم وہ ظالم کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو۔ ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہمکو۔

اتیھنز کی حالت اگرچہ اسپرس کی طرف سے کچھ نئی خبریں وصول نہیں ہوئیں۔ مگر پھر بھی یہاں کی حالت سخت نازک ہے۔ مجلس الوزراء نے شہر کے باشندوں کو یہ درخواست کی کہ سب مسلح ہو کر سرحدی فوج کی امداد کریں۔ اور سنا ہے کہ فقط اتیھنز میں تیس ہزار بندوقیں جمع ہو گئیں۔ وزیر صیغہ جنگ نے حکم دیا ہے کہ تمام ملک میں فوجی جماعتیں قایم کیجاویں سرحد پر نئی فوجیں بھیجنے کا اہتمام بڑی سرگرمی سے ہو رہا ہے۔ اور اتیھنز کی پولیس بھی اس کام کے لیے مسلح ہو رہی ہے۔ شہری پولیس بھی ضرور بھیجی جاتی۔ مگر چونکہ قیدیوں نے جیلخانوں کو قفل توڑنے کا ارادہ کر لیا تھا اسلیے یہ تجویز بالفعل موقوف رہی۔ موضع کالکیس کے قیدخانہ سے ایک سو قیدی زنجیریں توڑ کر بھاگ گیا ہے۔ شاہ یونان نے جمعہ کے روز ایک فرمان جاری کیا ہے کہ نیشنل گارڈ کے دو دستے جو ۱۸۸۳ء اور ۱۸۸۴ء میں قایم ہوئی تھے مسلح ہو جائیں۔

۲۳ اپریل یونانیوں کا گڈ فرائیڈے تھا۔ اوس دن حسب معمول ہزاروں آدمی شب کو کنسٹیٹیوشن چوک میں پادریوں کی سواری

کا تماشہ دیکھنے جمع ہوئے۔ اور شاہ بھی اپنی ملکہ سمیت گرجے میں نماز پڑھنے چلے گئے۔ اوسوقت کا سماں دیکھنے قابل دید تھا۔ جب مسٹر دیپلٹین کی فرقہ کے
پادریوں نے ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ با آواز بلند بازاروں میں کھڑے ہوکر فوجوں کی فتح و ظفر کے لیے دعا مانگی۔ لوگ چپ چاپ اس دعا کو
سنتے رہے۔ مگر کبھی کبھی کوئی نوحہ و بکا کی آواز جو عزیزان رفتہ کی یاد میں بے اختیار نکل جاتی تھی ساری مجلس کو درہم برہم کر دیتی تھی۔ مگر دوسرے
دن یعنی ہفتہ کو جب مقام ماٹی کی تباہی کا حال معلوم ہوا تو ساری خوشی جو یونانی جہازوں کی کارروائیوں کی کہی جاتی تھی ملیامیٹ
ہوگئی۔ اور بجائے خوشی اور فرحت کے بیدلی اور یاس ہر ایک کے چہرے پر نظر آنے لگی۔ اور ہر ایک شخص کے دل میں ایک عجیب وحشت اور ہراس
پیدا ہوگیا۔ یونانی بھی عادات اور خصایل میں فرانسیسیوں سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ وہ اخبارات جو ابھی کل ہی بادشاہ کی تعریف
اور بہادرپن میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے تھے اور کہتے تھے کہ انکی بدولت ہمیں یہ نصیب ہوا ہے کہ ہم میدان میں ایک صلیبی جنگ از سر نو
تازہ کرنے کے قابل ہوگئے ہیں آج برملا وہی بادشاہ اور اوسکے ولیعہد بلکہ کل خاندان شاہی کو برا بھلا کہنے سے عار نہیں کرتے۔ اور بعض تو ولیعہد
پر بیطرح دل کی بخار نکال رہے ہیں۔ ایم ریلی کا قول ہے کہ لاریسا اور ٹرینو کو یونانیوں نے محض ولیعہد کے سٹاف کی ناقابلیت کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔

جنرل گیرالڈی بھی بہت سے اٹالین والنٹیر ساتھ لیکر ہفتہ کے دن پہونچ گیا ہے۔ لوگوں نے بڑی تپاک سے اوسکا استقبال کیا ہے۔

دول عظام عام خیال ہے کہ اگرچہ بعض سلطنتیں بیچ بچاؤ پر آمادہ ہیں اور دل سے چاہتی ہیں کہ یونان کا معاملہ صلح و صفائی
سے انجام پذیر ہو اور انہیں آنچ نہ لگنے۔ مگر اونہیں تامل اسی میں ہے کہ جبتک یونان خود درخواست صلح نہ کرے اور اپنی فوجیں
کریٹ سے واپس نہ بلائے۔ تب تک اس بات کا صورت پذیر ہونا ناممکن ہے جرمنی کا ایک سرکاری اخبار لکھتا ہے "اگر یورپ کی دول عظام پھر صلح کرانے
پر مائل ہوں تو بنظر حالات ماضیہ ضروری ہے کہ یونانیوں سے حتمی اقرار لیا جاوے کہ وہ دول عظام کی تجویز کے لفظ بلفظ کاربند ہونگے۔ روما دارالسلطنت
اٹلی میں معتبر اور مستند آدمیوں کی رائے ہے کہ یونانی عمداً اس لڑائی کو اسغرض سے طول دینگے کہ شاید دول یورپ میں کچھ بدمزگی یا اختلاف پیدا ہوجائے

کونٹ مراویف وزیر خارجیہ روس نے جو مراسلہ دول یورپ کے نام بھیجا ہے اوسمیں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اول
کوئی سلطنت جنگ روم و یونان میں مداخلت کرے۔ دوم جو فیصلہ دول یورپ نے کریٹ کے بارہ میں کیا ہے وہ بدستور بحال و برقرار سمجھا جائے۔

پیرس میں بدھ کے روز ایک نیم سرکاری خبر حسب ذیل شایع ہوئی ہے۔ عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ صلح کی کوشش بڑی سرگرمی سے جاری ہے اور
پیرس۔ لندن۔ سینٹ پیٹرزبرگ۔ اور روم (اٹلی) کے وزرا کسی اچھے موقع کے منتظر ہیں کہ معاملہ صفائی پذیر ہوجائے۔ جرمنی کو ہر ایک معاملہ سے بروقت
اطلاع دی جاتی ہے اور وہ بھی دوستانہ مصالحت سے ناراض نہیں اور یہی حال سلطنت آسٹریا کا ہے۔

سر والٹر فلمور نے اپنی ایک تقریر میں جو اونہوں نے بمقام بولٹن ہفتہ گذشتہ میں کی تھی یہ بیان کیا ہے کہ میں چند دن ہوئے مسٹر گلیڈسٹون کے پاس تھا
اونہوں نے مجھسے یہ کہا ہے کہ تم جہاں جاؤ لوگوں کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ یہ لڑائی فقط ان چھہ سلطنتوں نے کرائی ہے۔ یونانیوں کو تھسلی میں لڑنیکا شوق
نہ تھا۔ ان سلطنتوں نے کریٹ سے وہی سلوک کیا ہے جو ترکی کیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے ہی یونانیوں کو تھسلی سے نکالکر باہر کیا۔ ان چھہ سلطنتوں نے حمیت
شرافت بلکہ انسانیت کا خون محض امن قایم رکھنے کے لیئے کیا۔ مگر پھر بھی لڑائی ہوئی (کوئی اس مخبوط الحواس پیر فرتوت سے پوچھے کہ تیری حمیت شرافت
اور انسانیت ہوارڈین کیسل کے کس کونے میں اوسوقت دفن تھی جب خیرہ چشم اور بیحیا یونانی بلا وجہ ترکوں کی قلمرو میں حملہ آور ہوئے تھے۔ اور جب

یہہ نامرد معصوم بچوں اور عاجز بیکسوں کو محض اس الزام پر کہ وہ کلمہ گو ہیں بیحرمت بلکہ قتل و غارت کرتے رہے اور تیری بہودی منہہ سی ایک کلمہ خیر نکلا یہہ بر تمنا شاید یہہ تہا کہ ترکوں کی ہاتہہ سی سارا ملک یکے بعد دیگرے اور تیری بہائیوں کی گیدڑ بہبکیوں سے نکل جاوے مگر شاید تجہے معلوم نہیں ہے چراغی را کہ ایزد برفروزد ٭ کسی کو تف زند ریشش بسوزد ٭

ہمیں ٹائمز کی انتخاب پر تعجب آتا ہے کہ اوسنے اپنی اخبار میں دول اعظام کا عنوان جا کر اور سلطنتوں کی اتحاد کا اظہار کر کے اوسی ذیل میں اس معزول النصب او مطرود شہبیائی ہوئی بڈہی کی نزبان کو بھی جگہہ دی ہے حالانکہ ایسی اتحاد کی اظہار کا زیادہ تر موزوں موقع وہ تہا جہاں لنڈن کی پاگلخانوں اور وہاں کی ساکنین کی حالات تفنن طبع کیلیئے درج اخبار کئے جاتے ہیں۔

قسطنطنیہ کی ریوٹر کا کارسپانڈنٹ متعینہ قسطنطنیہ حسب ذیل لکھتا ہے۔ اس ہفتہ میں عزت بک کا تنزل ایک ایسا واقعہ ہے جو فی الحقیقت کسیقدر وقعت رکہتا ہے ظاہرا وجہ اس تنزل کی یہہ ہے کہ عزت بک نے ادہم پاشا کی دو تاروں کو سلطان کی حضور میں پیش کرنے میں بروقت کوتاہی کی ان تاروں میں ادہم پاشا نے بارگاہ عالی میں عرض کیا تہا کہ یونانیوں نے ہماری قلمرو میں حملہ کیا ہے اسلیئے میری حالت نازک ہوگئی ہے مجہے اجازت عطا کیجیئے میں اونکا مقابلہ کروں۔ عزت بک نے ان تاروں کو محض اس غرض سے دبا لیا کہ اس اثنا میں شاید مصالحت ہو جاوے۔ بعض کا یہہ بیان ہے کہ عزت بک کی عزل کا باعث وزیر صیغہ جنگ ہے۔ وجہ یہہ ہے کہ عزت بے نے ڈائرکٹر محکمہ تار کو لکہا کہ جسقدر تار ادہم پاشا کی طرف سے آیا کریں وہ بجائے وزیر صیغہ جنگ کے میرے پاس بہیجے جائیں ہمارا یونانی کارسپانڈنٹ خبر دیتا ہے کہ ایڈمرل حومی پاشا نے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا ہے کہ اگر جہازوں کو دارڈنلز سے عبور ہونیکا حکم ہوا تو میں اپنا استعفا داخل کرونگا کیونکہ وہ جنگ کے قابل نہیں (اول تو یہہ خبر یقینا غلط ہے اور راوی بہی معتبر ہے لفظ یونانی اسکی صداقت کی کافی شہادت دے رہا ہے اگر ایسا بفرض محال صحیح ہو تو اس عیسائی امیر البحر کی نامردی اور نمکحرامی قابل صد نفرین ہے۔ نامردی اسلیئے کہ لڑائی کا نام سنتے ہی بہاگ کہڑا ہوتا ہے اور نمکحرامی اسلیئے کہ اگر یہہ جہاز ٹوٹے تہے تو آپکو وہ نسا ایڈمرل کا جہاز ترکوں کی نذر کیا تہا جسکی سعادت میں آجتک بیٹہے ہوئے تنخواہ کہا رہے

با بعالی نے جمعہ کے دن ۱۲ اپریل بر دیف کی طلب کی اوسی دن دول اعظام کے سفیروں نے جمع ہو کر یہہ قرار دیا کہ باب عالی کیخدمت میں لکہا جاوے کہ یونانی رعایا جو یہاں بہ تعداد ستر ہزار آباد ہیں اونکو شمار کر لیا جاوے اون کے پاس لائسنس ہیں۔ اونہیں سلطنت عثمانیہ میں رہنے کی اجازت دیجاوے۔ اور نیز یہہ بہی قرار دیا کہ اگر اونکا اخراج ہی ناضرور ہو تاہم کسیقدر نرمی برتی جاوے۔ فقط قسطنطنیہ میں چالیس ہزار اور کل قلمرو عثمانیہ میں دو لاکہہ یونانی آباد ہیں جمعہ کے دن قسطنطنیہ کی تمام مساجد میں یہ نوٹس چسپاں کر دیا گیا تہا کہ امن پسند یونانیوں سے کوئی مسلمان مزاحم نہو کیونکہ جنگ فقط دو فوجوں میں محدود ہے جو سرحد پر کام کر رہی ہیں (یہہ اوس شخص کا کام ہے جسکو کلیہ شئون نے دولت ورواثان کا خطاب دیا تہا۔ محمد عربی علیہ السلام کی تعلیم ہے اور اونکی خلیفہ برحق کیلیئے یہی عملدرامد موزوں تہا۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین اگرچہ عثمانیہ سرکاری دفتروں میں سفارتوں کی بیجا دست اندازی یا سفارش ناگوار گذری مگر باب عالی نے اتنا منظور فرمالیا ہے۔ کہ جو یونانی قونصلوں کے پاس ملازم ہیں ہسپتالوں میں نوکر ہیں یا دواخانوں میں ہیں وہ بلاد عثمانیہ میں رہ سکتے ہیں (اس سے ظاہر ہے کہ مذہبی مقامات کی مجاور یا صیغہ خارجیہ کی منتسبین موقوف اور جلاوطن ہوگئے ہیں اور واقعی ایسا ہی تہا۔ اقتضائی ملت اور حزم تہا)

ہمارا کارسپانڈنٹ متعینہ سلانیک لکہتا ہے کہ ترکوں کے پاس اسوقت روپیہ کی کمی نہیں اونکا خزانہ معمور ہے۔ پانچ لاکہہ پونڈ قرضہ کا

انتظام انہوں نے لایٹ ہوسن کو محاصل کی کفالت پر کیا ہے۔ اور تین لاکھ پونڈ قومی چندہ میں سے باقی خزانہ میں نقد موجود ہے۔ یہہ چندہ فقط فوج کی امداد کے لیئے ہوا تھا۔

۲۸ اپریل کو تیس یا چالیس انگریز ایتھنز کیطرف والنٹیر بنکر روانہ ہوئے۔ اور اس کمیٹی نے جو لنڈن میں اس کام کے لیئے مقرر ہے یا ونکا سفر خرچ ادا کیا۔ خاص لنڈن کی ایک ہنود والی نے پچاس ادمیوں کو سفر خرچ ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ برمنگھم کے لارڈ میر کو سرکاری طور پر یہہ حکم آیا ہے کہ جسقدر آدمیوں کو تم یونان کے لیئے بھرتی کرتے ہو۔ یہہ قانون انگلستان کی روسے ناجائز ہے۔ یہہ سنکر سب والنٹیروں نے اپنا عزم روانگی فسخ کر دیا ہے۔ (جو چلے گئے بلکہ میدان میں جا کر وہ وہ کارنمایاں کیئے جنکا ادنے نمونہ اسی اخبار میں دیا گیا ہے۔ اوسکی معافی نہ معلوم اس ایکٹ کی کسدفعہ سے اقتباس ہوگی)

بلگیریا اور سرویا بلگیریا والوں نے درخواست کی تہی کہ سلطنت عثمانیہ متدونیہ میں پانچ اور برات عطا کرے۔ اور نیز اونکو اسکے اورینبتر میں تجارتی ایجنٹ مقرر کرنے کی اجازت دیجائے۔ سلطان المعظم نے رضامندی ظاہر فرمائی۔ مگر روسی سفیر نے بلگیریا والونکو ڈانٹ بتائی کہ یہہ وقت ایسی درخواستوں کا نہیں اور علاوہ براں اگر اسکا نتیجہ کچھہ برا ہوا تو اسکا خمیازہ بلگیریا کو اوٹھانا پڑیگا آخر الامر سلطان المعظم نے فرمایا کہ بعد اختتام جنگ یہہ معاملہ پیش ہوگا کہ ان پانچ مقامات میں سے تین میں یہہ حق دیا جائے۔

سرویا کے وکیل متعینہ بابعالی کو جمعہ کے دن حضرت سلطان المعظم [illegible] فرمان اس مضمون کا عطا کیا ہے کہ ولایتہائے مناستیر اور سلانیکا میں ایک سو مدرسہ کھولیں۔

یوم الجمعہ عید المسلمین ایک مشہور مقولہ ہے اور اسکا عملدرامد بالعموم بلاد اسلامیہ میں [illegible] ہوتا رہتا ہے۔ مگر امرتسر کے مسلمانوں کو ۲۸ مئی ۱۸۹۷ء کا جمعہ مدت تک نہ بہولیگا کیونکہ اوسدن جو اونہوں نے سلطانی فتح کی خوشی میں منائی ہے۔ اوسکی کیفیت مدت العمر اونکے دماغ میں تازہ رہیگی۔ ۲۷ مئی ۱۸۹۷ء کو ہمارے مطبع سے شیخ غلام محمد مالک اخبار وکیل کیطرف سے ایک اشتہار اس مضمون کا شایع کیا گیا تھا۔ کہ بمبئی کے مسلمانوں کی تقلید میں یہاں بہی مسلمان اس فتح عظیم کے حصول پر بارگاہ الٰہی میں شکریہ ادا کریں۔ اور حضرت سلطان المعظم کیخدمت اقدس میں مبارکباد کا تار روانہ کریں۔ اس اشتہار کا شایع ہونا تہا کہ لوگوں کی عقیدتمندی اور ارادت نے حقیقی جوش کی صورت اختیار کی اور ہزاروں ارادتمند غول کے غول اوس ثواب آخرت میں شامل ہونے کے لیئے نہ فقط میاں محمد جان صاحب مرحوم کی مسجد میں (جہاں جمع ہونیکی دعوت تھی) جمع ہوئے۔ بلکہ دیگر مساجد میں بہی بکثرت جمع ہوئے۔ مگر میاں صاحب مرحوم کی مسجد کا نظارہ واقعی قابل دید تہا۔ اس دو منزلہ عالیشان مسجد میں مناسب فرش و فروش اور سائبان وغیرہ ضروریات لگائے گئے تھے جسکا اہتمام ہمارے مکرم مسٹر محمد امام الدین منیجر وکٹوریہ میڈیکل ہال کے سپرد تہا۔ اور جنہوں نے اپنے کار مفوضہ کو نہایت سلیقہ اور قابلیت سے انجام دیا اور اس مبارک کام کے انتظام اور انصرام میں اپنے ضروری بخ کے کاموں کو محض حب قومی کے لحاظ سے نظرانداز فرمایا۔ جزاک اللہ

ابہی بارہ بجنے کو تھے کہ لوگوں کی آمد شروع ہوئی لو بڑے زور سے چل رہی تھی۔ اور آفتاب نصف النہار بہی مارشل ادہم پاشا کی افواج قاہرہ کیطرح پوری گرمیوں پر تہا۔ مگر سچے ارادتمندوں کی حقیقی ارادت اور عقیدتمندی کے لیئے یہہ کید اس سے دوگنی حرارت

بہی لیئے نہو سکتی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے مطلق ہی گرمی کا خیال نہ کیا۔ اور شہر کے پرلے سرے اور مقامات بعیدہ سے آکر وقت پر بلکہ وقت سے پہلے شامل ہوئے۔ انکے دلوں میں یہہ خیال بسا ہوا تھا کہ ہمارے بہائی اسی تمازت اور حدت حرارت میں بے آب و دانہ تیس تیس گہنٹہ دشمنوں کو مارتے اور اونسے لڑتے اور توپوں بندوقوں کی زد اوٹہاتے پہاڑوں پر چڑہ رہے ہیں ہمیں مسجد کو بیس بائیس زینے چڑہنے میں کہانکی تکلیف ہوسکتی ہے۔ ابہی ایک ہی کچہہ عرصہ باقی تہا کہ مسجد میں باوجود بقدر وسیع ہونے کے تل رکھنے کو جگہہ نہ تھی۔ چنانچہ اول مولوی غلام حیدر صاحب دہلوی نے وعظ فرمایا جسمیں اخوت اسلامی کی حقوق نہایت قابلیت اور متانت سے توضیح بیان کیئے۔ بعد ازاں فریضہ نماز سے فارغ ہوکر مولوی فول محمد صاحب مشہور واعظ جالندہری نے ممبر پر جلوہ افروز ہوکر سامعین کو اتحاد کی تحریص اور ترغیب نہایت موثر الفاظ میں کی اور آیۂ کریمہ فالف بین قلوبکم کی تفسیر بڑی معقولیت سے فرمائی۔ اسکے بعد حضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کی بقایائے عمر و دولت اور فتح و نصرت کے لیئے نہایت عجز اور جوش سے دعا کی گئی۔ اوسوقت کی رقت اور خضوع اور خشوع و قتی دیکہنے سے تعلق رکہتا تہا۔ بیساختہ لوگوں کی آنکہوں سے آنسوؤں کے دریا بہے جاتے تھے۔ مختصر یہہ کہ اسکے بعد مولوی غلام حیدر صاحب نے پہر اوٹہکر سامعین کو تار کا مضمون جسکا روانہ کرنا تجویز ہوا تھا سنایا۔ سب نے بالاتفاق اوسپر اپنی رضامندی ظاہر کی چنانچہ جمہور نے اوسوقت یہہ قرار دیا کہ حضرت اقدس کی خدمت عالی میں یہہ تار روانہ کیا جاوے

بعد ازاں مولوی عبد السبحان صاحب نے اپنی دلاویز وعظ سے حاضرین کو داخل حسنات کیا۔ اتنے میں نماز عصر کا وقت آگیا اور کل حاضرین نے مولانا بالفضل اولانا مولوی غلام رسول صاحب مفتی اور امام مسجد کے پیچہے فریضہ عصر ادا کیا اور بعد از نماز عصر بہی دعا اوسی خضوع و خشوع کے ساتھہ مانگی گئی۔ نیز گورنمنٹ انگریزی کے بقایائے دولت کے لیئے دعا مانگی گئی۔ جسکے سایۂ عاطفت میں ہمیں یہ آزادی حاصل ہے کہ ہم خلیفۃ المسلمین کے ساتھ اسطرح علے رؤس الاشہاد اظہار عقیدتمندی اور خلوص کرسکتے ہیں۔ اسکے بعد یہہ مبارک مجمع قریب چہہ بجے شام کے رخصت ہوا۔ اگرچہ لوگوں کا جی ابہی سیر نہ ہوا تہا۔ اور بیٹہنے کو اور بہانہ چاہتے تھے۔ شام کے وقت شہر کی بہت سی مسجدوں بلکہ مسلمانوں کے مکانوں پر روشنی کیگئی اکثر مساجد میں وعظ کی مجلسیں بہی زور شور سے ہوئیں۔

محاربات تہسلی حصہ اول

ختم شد

(۲۳)۔ فریق حفظی پاشا۔

(۲۴)۔ فریق عثمان فیضی پاشا۔

(۲۵)۔ فریق سعد الدین پاشا۔

(۲۶)۔ رضا پاشا سر عسکر۔

(۲۷)۔ گرسکوف پاشا اتالیق توپخانہ۔

(۲۸)۔ منیر پاشا ناظر تشریفات

(۲۹)۔ عزت بک سکرٹری دربار ہمایون۔

(۳۰)۔ وزیر اعظم خلیل رفعت پاشا

(۳۱)۔ توفیق پاشا وزیر خارجیہ۔

(۳۲)۔ میرلوا رضا پاشا افسر توپخانہ۔

(۳۳)۔ میرلوا سعادتلو ابراہیم پاشا۔

(۳۴)۔ جنرل ماؤریس یونانی۔

(۳۵)۔ فریق حلمی پاشا۔

(۳۶)۔ عثمانلی سپاہی۔

(۳۷)۔ عثمانلی البانوی۔

(۳۸)۔ ایک نوعمر عثمانلی مجاہد۔

(۳۹)۔ البانوی کوہستانی۔

(۴۰)۔ البانوی دہقان۔

(۴۱)۔ میرلواء محمد پاشا۔

(۴۲)۔ میرلواء محمد طاہر پاشا۔

(۴۳)۔ میرآلای احمد شوکت بک۔

(۴۴)۔ قائمقام حمید غنی بک۔

(۴۵)۔ میرلواء سعادتلو مظہر پاشا۔

(۴۶)۔ میرلواء سعادتلو بولوفکی پاشا۔

(۴۷)۔ مسیو رالی وزیر اعظم یونان۔

(۴۸)۔ قائمقام کاظم بک۔

(۴۹)۔ میرآلائی ولی بک۔

(۵۰)۔ محی الدین بک فوجی ترجمان ودولو۔

(۵۱)۔ میرلواء ٹنکری پاشا افسر توپ خانہ یانیا فوج۔

(۵۲)۔ قائمقام عزتلو رجائی بک افسر ارکان حرب جس نے معرکہ بش پینار میں نمایاں بسالت دکھائی۔

(۵۳)۔ محاربہ یونان کا تمغہ سلطانی۔

(۵۴)۔ ابراہیم بک ناظر تشریفات سلطانی۔

(۵۵)۔ غالب بک ناظر تشریفات وزارت خارجیہ۔

(۵۶)۔ جاوید بک شہید فرزند خلیل رفعت پاشا۔

(۵۷)۔ نقشہ میدان جنگ تھسلی۔

(۵۸)۔ نقشہ محاربات ملونا ۱۸ اور ۲۳ اپریل۔

(۵۹)۔ ایضاً۔

(۶۰)۔ ۲۵ اپریل ۱۸۹۷ء کو فریقین کی پوزیشن کا نقشہ۔

(۶۱)۔ ۴ مئی کو فریقین کی پوزیشن کا نقشہ۔

(۶۲)۔ اوّل معرکہ ویلسٹینو۔

(۶۳)۔ ایضاً۔

(۶۴)۔ معرکہ ڈوموکوس۔

(۶۵)۔ ایضاً۔

(۶۶)۔ ۲۰ مئی کو فریقین کی پوزیشن۔

(۶۷)۔ نقشہ ترمیم سرحد۔

تمام شد

فہرست کتب

مفروضہ مظالم آرمینیا

یہ کتاب مولوی محمد انشاء اللہ صاحب ایڈیٹر وکیل کی تصنیف ہے اس میں عیسائی اخبارات اور عیسائی مؤلفوں کی تصنیفات متعلقہ ٹرکی اور مسئلہ آرمینیا کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے اور ان سے ثابت کیا گیا ہے کہ تمام شکایات جھوٹی ہیں۔ اس کتاب کی [illegible] نہایت ضرورت ہے اس کو جامع اور مدلل ہونے کی تعریف کی ہے اردو زبان میں یہی جامع کتاب ہے جو روم کے متعلق حالات سے کامل آگاہی بخشے [illegible] کی تصنیفات میں [illegible] شہنشاہ [illegible] کی تصویریں [illegible] کے علاوہ آرمینیا کا نقشہ بھی شامل کر دیا ہے۔ [illegible] کو اس کتاب سے [illegible] یہ کتاب ضرور دیکھنی چاہیے۔ ۱ر

واقعات روم

یہ کتاب ایک باخبر امریکن انگریز کی تصنیف ہے جس کو مولوی محمد انشاء اللہ صاحب ایڈیٹر الانعام آباد نے اردو میں ترجمہ کیا ہے اس کتاب میں سلطان کے تمام ترقیاں درج ہیں جو موجودہ سلطان کے عہد میں ہوئی ہیں اس میں [illegible] کسی قسم کا تغیر نہیں کرتے ہیں جس پر داد دیتے ہیں۔ حالات کو اس طرح بیان کیا ہے اور تمام ضروری محکموں کی کیفیت نہایت فصاحت سے بیان کی ہے۔ اس میں فاضل مترجم کے نوٹ اصل کتاب کی لطافت کو دوبالا کیے دیتے ہیں۔ اس کتاب کو دیکھنے کے وقت غور سے پڑھنے والا ایسا محو ہو جاتا ہے کہ گویا وہ خود ٹرکی میں بیٹھا ہوا ہر صیغہ اور محکمہ کی پڑتال کر رہا ہے۔ اس کتاب اور مفروضہ مظالم آرمینیا کے دیکھنے کے بعد روم کے متعلق حالات بہت ہی کم معلوم کرنا باقی رہ جاتا ہے جو وہاں خود جا کر دیکھنے سے تعلق ہے۔ ۱۱ر

محاربات پلیونا

یہ کتاب ایک انگریز نوجوان نے جو سنہ [illegible] میں ستر برس کی عمر میں بطور والنٹیر عساکر عثمانیہ میں داخل ہو کر غازی عثمان پاشا شیر پلیونا کے ماتحت پلیونا کے تاریخی محاصرہ میں خود حصہ لیا [illegible] میں تحریر کیا تھا [illegible] زبان انگریزی تحریر کی تھی اس کا ترجمہ مولوی محمد انشاء اللہ صاحب ایڈیٹر الانعام [illegible] کو اردو میں [illegible] کر کے [illegible] کیا ہے۔ اور سب [illegible] بیان کیا ہے۔ [illegible] میں پلیونا کے [illegible] کی تصویریں [illegible] ہیں [illegible]

قسطنطنیہ

اس کتاب میں اسلامی دارالخلافہ کی گذشتہ تاریخ دینے کے بعد شہر کی موجودہ کیفیت وہاں کی پبلک عمارات اور شاہی عمارات رفاہ عام اور مزارات و مساجد و سرکوں کی موجودہ طرز معاشرت و تعلقات [illegible] دربار کی [illegible] ذکر کیا گیا ہے اور حضرت ایوب انصاری کے مزار کی [illegible] تشریح کر دی گئی ہے اس کتاب میں انگلستان کے مشہور سیاح اور [illegible] مسٹر [illegible] اور لیڈی [illegible] صاحب کی کتابوں کا ترجمہ دینے کے علاوہ گبن [illegible] وغیرہ مسٹر [illegible] اور دیگر مستند یورپین و ٹرکی مؤرخین کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے قیمت ۸ر

مفصل فہرست آدھ آنے کا ٹکٹ آنے پر مفت ارسال کی جاتی ہے۔

منیجر اخبار وکیل امرتسر

محاربات تھسلی

یعنی

کارزار روم و یونان ۱۸۹۷ء

تین حصوں میں

جو ایک جرمن سٹاف افسر کی کتاب جنگ روم و یونان اور انگلستان کی مشہور مدبر و نویسندہ سر ایشمیڈ بارٹلٹ کی کتاب کارزار تھسلی کا پورا ترجمہ دینے کے علاوہ حسب موقع بیشمار فٹ نوٹ اور حواشی اور متعدد دلچسپ اور کارآمد ضمیمے ایزاد کر دئے گئے ہیں۔ اور تمام نامور پاشاؤں اور چند یونانی افسروں کی نہایت درست تصویریں۔ اور میدان کارزار اور مختلف لڑائیوں کے نقشے درج کر دیے گئے ہیں

مترجمہ مرتبہ مولوی محمد انشاء اللہ زمیندار انعام آباد و جہار ضلع گوجرانوالہ

حصہ دوم

سنہ ۱۹۰۰ء

مطبع روز بازار امرتسر میں باہتمام منشی فاضل شیخ غلام محمد صاحب سپرنٹنڈنٹ مطبع شایع ہوئی

طبع اول (حسب ضابطہ رجسٹری کرائی گئی ہے)

قیمت فی حصہ ۸ؔ

فہرست مضامین محاربات تفصیلی حصہ دوم

تینوں حصوں کی فہرست تصاویر پہلے حصہ میں دیدیگئی ہے -

حصّہ دوم

تاریخ جنگ روم و یونان

محاربۂ تھسیلی کا دوسرا دور

فصل (۱۲) دوازدہم - ازلاریسا تا فرسالہ

سب سے پہلا بڑا شہر

لاریسا بقول جرمنی مورخ پہلا بڑا شہر تہا جسپر فاتح و منصور ترکی فوج قابض ہوئی ترکی سپہ سالار اور اوسکے افسرون کو ہبات کا بڑا خیال تہا کہ شہر مین جو ناگہان اور غیر متوقعہ طور پر ہاتہہ آگیا تہا۔ سپاہ کیطرف سے کسیطرح کی زیادتی نہ ہونے پائے۔ اورحتی الامکان باقیماندہ باشندونکی مرضی اور خوشنودی کے برخلاف کوئی امر ظہور مین نہ آنے دیا جائے ✤

ترکون کی خوش اطواری اور البانویون کی معذوری

اجنبی نامہ نگارون کو توقع تہی کہ ترک شہر مین داخل ہو کر جبر و ستم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نکرینگے۔ اونکی یہ توقع بالکل غلط ثابت ہوئی۔ وہ باتفاق رائے فاتحین کے ہر طبقہ و جماعت کی خوش اطواری۔ نیک چلنی اور حسن حرکات کی معترف اور اونکی کامل نظام و باترتیبی کی مدح و ثنا مین رطب اللسان ہین۔ اور تحریر کرتے ہین کہ باشندونکی مال و اسباب اور املاک کی حفاظت کیلیے جو معدودے چند پولیسی انتظام و تدابیر ضروری تہین اونکو بہی نہایت اعتدال و ایسے طریقہ سے کہ کسی کو ناگوار نہ گذرے عمل مین لایا گیا۔ جونہی کسی سپاہی کو کوئی ایسی چیز لیے جاتے دیکھا جاتا جسپر لوٹ کا مال ہونیکا شبہہ ہوتا تو اوسے فی الفور افسر روک لیتا اور اوسکو مال غنیمت جہان سے اوٹہایا تہا وہین واپس جا کر رکھ آنے یا جہان کہین اوسے تصادف[۱] ہوا اوسی جگہ رکھدینے کا حکم دیتے۔ خوبصورت و شہزور البانیونکی رجمنٹین عمدًا شہر سے باہر رکھی گئین

[۱] اچانک مِل پڑنا +

کیونکہ اسی طرح خیر سو تعون پرادن سے اپنی ہمسیئون پر پورا پورا قادر رہ سکنے کی کامل توقع نہین ہوسکتی تہی۔ لیکن ناظرین اس کمزوری سے البانویون کی نسبت کوئی بری رائے نہ قایم کرین۔ وہ اس بارہ مین بہت کچھ معذور ہین۔ اونکی حصہ کثیر کو ابہی تک تہذیب و شائستگی کی ہوا نہین لگی۔ اور وہ ایسے علاقون کے باشندے ہین جو ہنوز اسی حالت مین ہین جس حالت مین قدرت نے اونکو ابتداءً مین پیدا کیا تہا۔ شائستگی و تمدن کا ابتک وہان تقریبًا کوئی دخل نہین ہوا ہے۔

یونانیون کے سراسیمہ بہاگنے کے نشان

جنرل شاف کی فسرون نے بلادرنگ شہر اور اسکے مضافات متصلہ مین گشت کی جس کے دوران مین اونکو محقق ہو گیا کہ دیروز یونانی فوج کی سراسیمگی اور بیحواسی کی نسبت جو قیاس کیا گیا تہا وہ بالکل درست تہا۔ وہ سب حیران تہے کہ یونانیون نے مقابلہ کے بغیر شہر کو کیون چھوڑا۔ وہ نہایت محفوظ موقعہ پر واقع تہا۔ سامنے کیطرف دریا سالمبریا (گوستم) نہایت مستحکم پناہ کا کام دے رہا تہا۔ برجون اور فصیلون پر بارہ قلعہ شکن توپین معمولی باتریون کے علاوہ موجود تہین۔ مناسب موقعون پر سپاہیون کیلیے گڑہے کہدے ہوئے تہے۔ اور کوئی کارآمد موقعہ مورچون سے جو نہایت عمدہ بنے ہوئے تہے خالی نہ تہا۔ مزید برآن سالمبریا کے پل کو منہدم کرنے کیلیے سب سامان تیار تہا۔ مگر یونانیون پر کچھ ایسی دہشت متسلط ہو گئی کہ سب کو چہوڑ چہاڑ کر بہاگ گئے۔ اور کسی چیز سے فایدہ نہ اوٹہایا۔ میدانی (فوجی) ہسپتال مجروحین کی علاج معالجہ کیلیے ابہی پورے طور سے مرتب و آراستہ بہی نہ کیے جاسکے تہے کہ موجودہ زمانہ کی مکمل و وافر جدید ترین لوازمات سمیت اوسی نیم مرتب حالت مین چہوڑ دیے گئے۔ انگریزی اور فرانسیسی ساخت کی صندوقون سے ہسپتالی بسترے ادویات و آلات ابہی کچھہ نکالے گئے تہے۔ اور کچھہ صندوقون مین ہی بند تہے۔ جو سامان نکالا جا چکا تہا۔ اوس کے بہی عجب بے ترتیبی کے ساتہ جابجا انبار لگے ہوئے تہے۔ بیش قیمت سامان مرہم پٹی (نفیس ململون۔ فلالینون وغیرہ سے) نوداردون نے تولیون اور جہاڑنون کا کام لیا۔ یونانی فوجکے اعلی افسر شہر کے بہترین مکانات مین فروکش ہوئے تہے جہان وہ اپنے نقشے اور تمام خط و کتابت تک پیچھے چہوڑ گئے۔ ناظرین خیال رکہین کہ یہ کل بیحواسی ان بہادرون پر اگر مبکوت پاشا کی چہوٹی سی فوج کی نمودار ہونے پر جس مین چارسو سے زیادہ سوار نہ تہے مستولی ہوئی تہی! +

غازی عثمان پاشا کی تقرری کی خبر اور ادہم پاشا کی رائے صورت معاملات پر

اسی دن ترکی ہیڈکوارٹر مین یہ خبر مشہور ہوئی کہ تیسیر ملیوبا غازی عثمان پاشا دونون افواج مقیمہ ایپایرس و تھسلی کے اعلے کمانڈر مقرر ہوئے ہین۔ مگر لاریسا کی فتح اور یونانیون کے ستوختانہ بہاگنے کی وجہسے اِس خبر سے ترکی ہیڈکوارٹر مین کوئی ہلچل نہ پیدا ہوئی۔ اور نہ مارشل ادہم پاشا کو کسیطرح کی کچھہ تشویش لاحق ہوئی۔ پاشا موصوف نے ایک اجنبی نامہ نگار کو شرف ملاقات عطا کر کے معاملات کی صورت حال پر بلا تکلف اور کہلم کہلا اپنی رائے حسب ذیل ظاہر کی۔

"یونانیون کو اگرچہ کامل زک نہین ملی مگر وہ ایسے شکستہ دل اور ہراسان ہو گئے ہین کہ وہ لاریسا کو جیسی حال مین

اونہون نے مستحکم مورچہ بند کیا تھا بچانے کی جرأت نکرسکے اور توپین اور سامان دگودام بھی چھوڑکر فرسالہ کو ہٹ گئے
ایسا کرنیسے اونہون نے تھیسلی کے کل میدان اوس کے قصبات لاریسا ترنیخالہ وکاردیتسا اور نیز ودلو کی سڑک کو جو یونانیون کا
حقیقی قاعدۂ اجتماع ہے ہمارے ہاتھ مین چھوڑ دیا ہے۔ اس سڑک کا یونانیون کے تصرف مین نرہ جانا ہمارے لیے جنگی لحاظ سے
جیسا کچھہ کہ قابل قدر اور مفید ہے سوہ صاف ظاہر ہے۔ اسی بندرگاہ کے رستے کل یونانی فوج ترکی سرحد کو بھیجی گئی تھی اسی کے
رستہ یونانی سپاہ کو کمک اور رسد وغیرہ پہنچتی رہی تھی۔ اور اسی بندر کا رستہ جنوبی یونان سے سلسلہ رسل و رسائل قائم رکھنے
کیلئے سب سے قریب اور آسان ہے۔ یہ درست ہے کہ ودلو پر ابھی ہمارا قبضہ نہین ہوا اور یونانی ابھی طرف اور اسی طریق سے پیچھے
ہٹے ہین کہ اوس سڑک کی جو درہ ٹیگٹوس مین سے گذرتی ہے کچھہ عرصہ حفاظت و مدافعت کرسکتے ہین۔ اور خود شہر کی حفاظت
یونانی جہاز کرسکتے ہین۔ لیکن ودلو۔ لاریسا ریلوے لائن ہمارے تصرف مین ہے اور نیز یونانی اب اوس لائن سے بھی جو منذکرہ
صدر لائن کو ویلیسٹینو مین ملتی ہے۔ اور فرسالہ کے پاس سے گذرتی ہے کوئی فائدہ نہین اوٹھا سکتے۔ پس بالفاظ دیگر ترکی فوج اسوقت
تھیسلی کی جو یونان کا زرخیز ترین اور سب سے بارونق صوبہ ہے پوری پوری مالک ہے۔ اوسکی پوزیشن اور وضع اقامت ایسی ہے
کہ یونانیون کے دوسرے خط مدافعت پر حملہ کرنیسے پیشتر سرحدی دروں کے رستہ جس قدر اور جس طرح چاہے۔ کمک منگوا
سکتی ہے"۔

فرسالوس

ترکی ہیڈکوارٹر مین ۲۲ اپریل کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یونانی فرسالوس کے قریب ایک مستحکم مورچہ بند موقعہ
کو ہٹ گئی ہین۔ اور نیز ودلو کے شمال مغرب مین اوس موقعہ پر بھی جہان ویلیسٹینو کا ریلوے اتصال ہے یہ جمعیت
کثیر قابض ہین۔ فرسالوس اوس معرکہ کا میدان جنگ ہونے کی وجہ سے جس مین قیصر جولیس سیزر نے ۲۲ ہزار فوج سے اپنے رقیب
پامپی کو جس کے پاس دگنی فوج تھی ۴۸ سنہ قبل مسیح مین شکست دی تھی قدیم الایام سے مشہور چلا آتا ہے۔ وہ جیسا کہ پہلے بتایا
جا چکا ہے بے شجر اور بھیانک سلسلہ کوہستان اوتھریس کی ان شاخون پر واقع ہے جن کے قریب سے وہ زرخیز میدان شروع
ہوتا ہے جسے دریائے انی پی اس سیراب کرتا ہے۔ یہ چھوٹا سا قصبہ جس مین چھ ایک ہزار باشندے آباد ہین۔ ایک مخروطی شکل
پہاڑی کے دامن سے لیکر تقریباً چوٹی تک منزل بمنزل چلا گیا ہے۔ یہ پہاڑی تخمیناً تین سو ساٹھ فیٹ بلند ہے شہر سے اوپر وسطی
زمانہ کا ایک مدور شکل برج کھڑا ہے جس سے ترک تھیسلی کو یونان کے حوالہ کرنیکے وقت تک زندان کا کام لیتے رہتے ہے۔ اس برج پر کھڑے
ہونیسے تمام شہر اور میدان کا نظارہ آنکھون کے سامنے پھر جاتا ہے۔ نگاہ میدان سے گذر کر بجانب شمال اولمپس کی چوٹیون پر اور
بجانب شمال مشرق آوسا اور پیلی آن کی چوٹیون پر جا ٹھہرتی ہے۔ زمانہ قدیم کی عمارت تقریباً معدوم ہوگئی ہین۔ صرف قلعہ کوہ
پر ایک پرانی زیر زمین عمارت کے کھنڈرات اور قدیم قلعہ کی دوہ سہ را دیوارون کے نشان باقی ہین۔ کسی زمانہ مین فرسالوس
تھیسلی کے مقتدر ترین اور نہایت ہی آباد شہرون مین داخل تھا۔ اسکی سابقہ عظمت وجلال کا اب ایک شمہ بھی باقی نہین رہا۔
ودلو کے بندر کے ساتھ ودلو ترنیخالہ کالا باکا لائن کے ذریعہ سے رشتہ مواصلت قائم ہوجانیسے اتنے کوئی فائدہ نہین پہونچا اور

اس سے اوسکی رونق و خوشحالی مین کوئی اضافہ نہین ہوا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اسٹیشن قصبہ سے بہت دور ہے۔ غبار آلود شاہ راہ جو لاریسا سے شروع ہو کر میدان مین سے ہوتی ہوئی آتی ہے فی الجملہ بہت اچھی حالت مین ہے۔ فرسالہ سے ترچھی ہو کر چٹانون کے پہاڑون کے گرد چکر لگاتی ہوئی ڈوموکوس کو اور وہان سے وسطی یونان کو ٹیڑھی چلی جاتی ہے۔ فرسالہ اور ڈوموکوس کے درمیان اثنائے راہ کے رستہ مین ڈوموکوس سات گھنٹونکی مسافت پر ہے۔

یونانیون نے اسی کوہستانی علاقہ مین جو میدان فرسالوس کے وسط مین واقع ہے اپنی پوزیشن نہایت عمدہ موقعہ پر قایم کی۔ اونکا میمنہ آیوالی سے ملحق تھا اور میسرہ پہاڑی سلسلہ کے متوازی پیچھے کو خم کھائے ہوئے تھا۔ بمقام ویلسٹنو اُن بلندیون نے جو پیلاڈ تپہ کی پارکون اور شہر کے درمیان تھین اور زیر ینیو سیفالیہ کی پہاڑیون نے یونانیون کو مدافعت کے لیئے بڑا کام دیا۔

بلا تردد نقصان لاریسا پر قابض ہو جانیسے طبعی طور پر ترکی کمانڈرون کو غنیم کا فی الفور تعاقب کرنیکی ترغیب ملگئی تاکہ یونانیون کی گھبراہٹ اور بے ترتیبی سے فایدہ اوٹھا کر بشرط امکان تمام یونانی فوج کو مزید جدال و قتال ہی بیکار کر دیا جائے۔ یہ صاف ظاہر تھا کہ پیشقدمی کسطرف اور کس مدعا کیلیے ہونی چاہیے۔

سب سے اہم مدعا یہ پیش نظر تھا کہ یونانیون کو وولو یعنی سمندر سے پرے ہٹا دیا جائے۔ یونانیون کی صفائی کارروائیون کا بڑا دار و مدار اسی مقام پر تھا۔ یونانی فوج کی ٹھہر گاہ بھی یہی تھی اور اسی مقام سے سمندر و خشکی کے رستہ مزید کمکین پہنچ جانیسے یونانی فوج کا حوصلہ اور طاقت بہم پہنچا سکتی تھی اور اوس کی شکست پر ہو سکتی تھی۔ بالفاظ دیگر دشمن کی مدافعت و مقابلہ کے تمام امکان کو شگوفہ مین ہی برباد دینے کیلیے لاریسا کی قبضہ کے بعد فی الفور جمعیت کثیر کا وہان روانہ کرنا نہایت ضروری تھا۔

ویلسٹنو صفائی و تدبیری لحاظ سے جس مقام کو سب سے اول مسخر کرنے کی کوشش کیجانی لازمی تھی وہ ویلسٹنو تھا۔ یہ مقام تین ریلوے لائنون کا محل اتصال اور وادی وولو عمدہ سڑک کے ناکہ پر واقع ہے جو تھیسلوی میدان سے پہاڑیون مین سے ہوتی ہوئی سمندر کو جاتی ہے۔ اوسکی جنگی اہمیت مین اس سے بھی بہت اضافہ ہو گیا ہے کہ وولو سے پایہ تخت کو مراجعت کرتے وقت اس موقع سے تعاقب کنندہ غنیم کی مراجعت کنندہ فوج کو بچانیکے لیئے مزاحمت کیجا سکتی ہے۔ اگر ترک لاریسا سے نکلتے مستقیم فرسالہ پر پیشقدمی کرتے تو ویلسٹنو یونانیون کے قبضہ مین ہونے کی صورت مین ترکی میسرہ کیلیے نہایت خطرناک مقام ہو سکتا تھا۔ بنابرین ولیعہد قسطنطین نے ان تمام فوائد سے متمتع ہوتے رہنے کیلیے جو وولو کے آمد و رفت سے حاصل ہو سکتی تھے ویلسٹنو پر قابض رہنا ضروری تصور کیا۔ یونانی بیڑہ وولو کے بندر مین لنگر زن تھا اور تمام ریلوے کار کو مع انجن وہان جمع تھے۔ ترک ریلوے لائن سے کوئی رولنگ سٹاک (گاڑیان و انجن) نہ ہونے کیوجہ سے کوئی فایدہ نہ اوٹھا سکتے تھے۔ مقام ویلسٹنو اور اوس کے ارد گرد یونانی افواج اسطرح سے تقسیم کیگئین کہ وہ اون تمام مستحکم بلندیون پر جو باہم ملکر نعل اسپ کی شکل بناتی ہین قابض ہو گئین۔ ایک پہاڑی اس نعل کے وسط مین ہے۔ وولو کی طرف کو جہان سے شروع ہوتی ہے بجانب غرب اس پہاڑی کے دامن مین سیفالو ریا کنالو)

واقع ہے جس پر ترکون کا قبضہ ہے اور دوسری طرف ویلسٹنو ہے جو ترکی پوزیشن سے نظر نہین آتا تھا اس پہاڑی کی متصل جھیل نزلہ کا شفاف پانی ایک زرخیز و سرسبز گھاٹی مین چمکتا ہی جھیل کی چارون طرف گھنے جنگل موجود ہین جن مین کہین کہین خوشنما چھوٹے ہین اور ان جھنڈون مین سے دیہاتی مساجد کے مینار جلوہ دکھاتے ہیکر نظارہ کی دلفریبی کو اور بڑھا رہے ہین پلاڈیتہ کی بارکین ویلسٹنو سے شمال مشرق مین ہین ریلوے سڑک ہی نہین بلکہ وہ شاندار جنگی شاہ راہ بھی جو وولو کو جاتی ہے ان بارکون کے نزدیک ہی ہے اور بدین لحاظ یہ مقام نہر اور اوس کے سٹورون کی حفاظت کیلیے نہایت اہم اور کارآمد تھا پلاڈیتہ بارکون کی قریب ایک سڑک وولو کی سڑک سے جدا ہو کر براہ پیری فلی نالمیروس کو اور وہان سے براہ سوپلی بند نیا منزلہ کو جاتی ہے۔ سینٹ سیفالیہ کی بلندیان سلسلہ کوہ عثمان او فرطلا غت سے متعلق ہین ادہم پاشا نے فوراً ایک البانی جماعت لاریسا سے غنیم کے تعاقب مین بھیجدی ۔

ویلسٹنو پر پہلا مقابلہ

فریقین مین نئی پوزیشنون پر قائم ہونیکے بعد پہلا مقابلہ ۱۸ اپریل کو ہوا سلیمان پاشا کے زیر کمان جو کالم وولو کی طرف بھیجا گیا تھا اوسکا مقابلہ ویلسٹنو پر دشمن سے تصادف ہو گیا اس کالم مین چار پلٹنین آٹھ نہایت کمزور رسالے (تیرھوین و چودھوین کیولری رجمنٹ) ایک کوہی اور دو اسپی باتریان تھین۔ دو رسالی ہراولی دستہ کی کمک کو آگے بھیجے گئے۔ انکو یونانیون نے پسپا کر دیا اور پاؤ گھنٹہ بعد کیولری بریگیڈ پر سلانک کی طرف وولو کی سڑک سے اور بائین ہاتھ کیطرف بلاؤ پتہ سے گولہ باری شروع ہو گئی جسکے جواب مین ترکی توپخانہ نے بھی گولہ باری شروع کر دی۔ یونانی گولہ اندازون نے اس موقعہ پر عمدہ قادر اندازی دکھائی۔ اونکے پہلے گولے بھی عین ترکی توپون پر آکر گرے مگر پہلا ایک بھی نہ اوس وقت نشانہ بازی سے بچ ہو کر ترکی باتریون کو تین حصون مین منقسم ہو جانا پڑا۔ انتشار کی شروع ہو گئی تھی۔ اور یونانیون کا [illegible] ترکی کیولری کی مراجعت کا راستہ مسدود کرنیکے لیے رخصا یوم [illegible] بڑھ رہا تھا پس توپون کو بچانیکے لیے اب سرعت تمام اونہین پیچھے ہٹا لیجانا نہایت ضروری ہو گیا تھا کیونکہ مراجعت کیلیے صرف ایک ہی پل موجود تھا باتریون کو مراجعت کا موقعہ دلانیکے لیے تیرھوین رجمنٹ پھر غنیم کے مقابل و سلیمان پاشا اونکی میسرہ کیطرف بڑھا۔ دونون باتریان سرپٹ رفتار سے پل پر سے گذر گئین۔ جن کے بعد اول تیرھوین اور پھر چودھوین رجمنٹ آہستگی واپس ہٹین۔ ترکی کیولری کسیون کی طریق سے لڑی یعنی پشت توسن پر ہی رہکر آتشباری کرتی رہی جس سے طبعی طور پر دشمن کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ یا پہنچا تو بہت خفیف لیکن اشد خطرہ کے باوجود ترکی سوارون کی حوصلے برابر قایم رہے اور اونہون نے حیرت انگیز بسالت و شجاعت دکھائی دشمن کے سامنے سے وہ نہایت آہستگی اور لاپروائی کے ساتھ پیچھے ہٹے۔ صرف اوس وقت گھوڑون کو کسیقدر تیز کیا جب کہ انکے اور دشمن کے درمیان ایک گاؤن حائل ہو گیا۔ وہ غرلی کی مشرق کیطرف گئی۔ وہان انہین بروصہ کی ردیف پلٹن آملی جسنے فی الفور طابیہ یعنی مورچہ بنانا شروع کر دیا۔ اور اسکی پناہ مین کوفتہ و ماندہ فوج نے جسے ابھی تک کھانا اور پانی نہ ملا تھا۔ آرام کیا ۔ ۱۸ اپریل کو احمد کی ردیف پلٹن ایک میدانی باتری سمیت بطور کمک پہنچگئی۔ ۱۹ کو کرنیل محمود بک رنمازی مختار پاشا

عثمانیہ چیف کمشنر مصر کا بیٹا) پہنچ گیا۔ اور اُسکی زیر ہدایت ۲۹ و ۳۰ کو غنیم کے مورچون پر حملہ کیا گیا۔ کرنیل محمود نے نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے کام کیا۔ مگر وریندولا غنیم کی ہی جو ابھی تک فرسالہ و ولو ریلوے لائین پر متصرف تہا کم از کم آٹھ پلٹنون کی کمک پہنچ گئی تہی۔ اوس نے ۱۳ اپریل کی دوپہر کو ترکی میمنہ کو گو ترک کمال دلاوری سے لڑے پسپا کر دیا جس سے میسرہ کو بھی جو پلاکوتیہ اور رضالوم کیطرف تہا پیچہے ہٹانا پڑ گیا۔ اس پسپائی سے تھوڑا ہی عرصہ بعد ترکون کو دس پلٹنون اور دو باتریون کی کمک پہنچ گئی۔ مگر ترکی کمانڈرون نے فیصلہ کیا کہ جب تک فرسالہ فتح نہ ہو جائے اب ولیسٹینو پر پھر حملہ نہ کیا جائے۔ ۳۰ اپریل کی لڑائی مین کرنیل محمود بک نے شجاعت و استقامت اور جوانمردی و بسالت کا عجب شاندار اور قابل ذکر نمونہ دکھایا۔

محمود کا حملہ فوج پیدل کو ستانیکا کچہہ موقعہ دلانیکے لیئے اوس نے اعلےٰ افسرون سے دشمن کے ایک مورچہ پر جو پہاڑی کی کرارہ پر تہا اپنی رجمنٹ سواران کے ساتھہ حملہ کرنے کی اجازت طلب کی جسکو اجازت ملنے پر اوسنے حملہ کر کے فتح کر لیا۔ رستہ مین اوسکا بیش قیمت گھوڑا دشمن کی گولیون سے ہلاک ہو گیا۔ مگر یہہ جوانمرد پیدل اپنے سوارون کے آگے آگے بڑہا گیا۔ ایک یونانی کپتان نشانہ باندہ کر پیہم اوسپر گولیان چلاتا رہا۔ مگر کرنیل کا بال بیکا نہ ہوا۔ بالآخر ایک اناطولین کارپورل سوار نے اس کپتان کا کام تلوار سے تمام کر دیا لیکن افسوس خود بھی شہید ہو گیا۔ کپتان کی بندوق بھری ہوئی تہی۔ کارپورل نے بحالت غضب ایک ہاتھہ سے اوس بندوق کو پکڑ لیا۔ اور دوسرے ہاتھہ سے بندوق والے پر جو اوس کے پیارے افسر کو نشانہ بنا رہا تہا تلوار کا ہاتھہ صاف کیا۔ رائفل اس جہٹپٹی مین سر ہو گئی۔ اور اسکی گولی نے بہادر و جان نثار کارپورل کو وہین جام شہادت پلا دیا۔ محمود کے اس حملہ مین گھوڑون کے علاوہ ۲۴ سوار شہید و مجروح ہوئے۔ مگر جب وہ مورچہ پر قابض ہو گیا۔ تو تین طرفون سے اوسپر رائفلی بوچہار شروع ہو گئی۔ اور پیٹنی والے گولا بھی پڑنے لگ گئے۔ اس سے مجبور ہو کر اُسے لاچار واپس ہٹ آنا پڑا۔ مگر گولیون کی تابڑ توڑ بارش کے باوجود ترکی سوار قابل تعریف باترتیبی سے پیچہے ہٹے۔ بے ترتیبی اور گہبراہٹ کا نام و نشان نہ پایا جاتا تہا۔

پلاکوتیہ کی سطح مرتفع نے یونانیون کی پوزیشن کو مدافعت کیلئے ایسا مستحکم کر دیا ہوا تہا کہ ترک اسے توڑنے مین کامیاب نہ ہو سکے۔ ریلوے اور میدان دونون اس بلندی کی زد مین تہے۔ پلاکوتیہ کے مسخر ہو جانے پر یونانی ریلوے لائین سے کوئی فایدہ نہ اوٹہا سکتے۔ اور انکی فوجکو رسد وغیرہ پہنچنے کا رستہ بند ہو جاتا جس سے وہ سخت نرغہ مین مبتلا ہو جاتی کیونکہ جس کوہستانی علاقہ مین وہ موجود تہی۔ وہان سے بہت ہی کم رسد و چارہ دستیاب ہو سکتا تہا۔ پلاکوتیہ کی اس اہمیت کی وجہ سے ترکون نے اسے بہر نوع فتح کرنیکا عزم کر لیا ہوا تہا۔ گو وہ یقیناً جانتے تہے کہ اُسے فتح کرنے کی کوشش مین بہت نقصان اوٹہانا پڑیگا۔ مگر ساتھہ ہی وہ یہ بھی جانتے تہے کہ جب ایکدفعہ یہ فتح ہو گیا۔ تو وولو خود بخود اونکے قبضہ مین آ جائیگا۔ جہان نہین صرف تہوڑی سی فوج رکھنی پڑے گی میسرہ کی باقی کل فوج فرسالہ پر باز دکیطرف سے حملہ کرنیکے لیئے فارغ ہو جائے گی۔ ولیسٹینو پر اب تک تین لڑائیان

ہوئی تہین وہ دراصل خفیف سی معرکہ آرائیان تہین چشمدید شاہدون کا بیان ہی کہ یونانی گولہ باری کی نشانہ بازی اچھی نہ تہی۔ اور اون کے گولے بہی نہ پہٹتے تہے مگر ترکون کی آتشباری خوب موثر اور نہایت سریع تہی ترکون کے گولنداز نسبتًا بہت زیادہ باحوصلہ اور قادر علے النفس تہے۔ یونانیون کی طرح وہ بیحوصلہ اور مضطرب نہین ہو جاتے تہے۔

ان معرکون مین کل چار یا پانسو آدمی ضایع ہوئے۔ انمین بہی پہلی لڑائیون کیطرح مصاف کنندگان کے زیادہ تر انتہائی جوارح اور اعضاء کو چٹانون کے ٹکڑون اور پرچون سے جو گولون کے لگنے سے اڑتے تہے زخم پہونچے۔ یونانیون نے ایسی تابڑتوڑ آتشباری کی تہی کہ تعجب ہوتا ہے کہ ترکون کا ایسا خفیف نقصان کیسے ہوا۔ کرنیل محمود بک کیولری کے جوانمرد کمانڈر نے ایک جنگی اتاشی سے ذکر کیا کہ تقریبًا دو میل مربع رقبہ پر گولیون کی پیہم بارش ہوتی رہی تہی۔

اس بہادر افسر کا گھوڑا اوس دلیرانہ حملہ مین جو اُسنے یونانی پوزیشن کے بازو پر کیا تہا۔ ہلاک ہو گیا۔ اور وہ بہی گھوڑے کے ساتھہ زمین پر گر پڑا۔ اور بمشکل جانبر ہوا۔

والسٹینو کی اس باستقلال اور معقول حفاظت و مدافعت کا فخر کرنیل سمولنسکی کو حاصل ہے۔ جو اس کامیابی کی طفیل کرنیل دامسوس اور کرنیل ماؤرس کا ہمسر ہو گیا۔ اور اعلی تعریف و توصیف کا مستحق ہوا۔

جنگ فرسالہ

ادہم پاشا کو لاریسا سے پیشقدمی کرتے وقت بشرط امکان آپایرس کی ترکی فوج سے تعلق و ارتباط قائم رکھنے کیلیے اپنی افواج کو بجانب غرب پہیلا دینا ضروری تہا۔ لیکن علاقہ کے کوہستانی و دشوار گذار اور صعب المرور ہونے اور نیز اس وجہ سے کہ بڑی بڑی مسافتین طے کرنا تہین اوسکے سپاہ فوجین بڑہاتے وقت نہایت احتیاط کو مدنظر رکہنا لازمی ہو رہا تہا۔ سبب حزم و احتیاط کا ترکون کے میمنہ کی کارروائیون پر بہی طبعًا بہت اثر پڑا۔

ترکی سپہ سالار کا منشا یہ تہا کہ غنیم کے میسرہ کو پلٹ دینے سے اوسے فرسالہ کی پوزیشن چہوڑ دینے پر مجبور کرے۔ اس غرض کیلیے حقی پاشا کا ڈویژن جو تہسلی اور اپایرس کے درمیان سلسلہ رسل و رسایل و تعلق باہمی کو قایم اور برقرار رکہنے کیلیے ڈسکاٹا مین تقیم کیا گیا تہا ٹرناووس اور لاریسہ کی فتح کے بعد بسرعت لاریسہ بلوا لیا گیا۔ جہان وہ طویل کوچ کرتا ہوا پہنچا۔ دوسری طرف اول ڈویژن زیر کمان خیری پاشا کو جسنے کو ہستانہین بمقام ٹرناسی لڑائی کی تہی زرکوس تیرنجالہ۔ کاررشا و مسکولا پر قبضہ کرلینے کے بعد فوج کا انتہائی میمنہ بنکر آگے بڑہنے اور پوزارا کی سے یونانیون کی پوزیشن بمقام فرسالہ کے میسرہ کو سخت خطرہ مین ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ اسکے ساتھہ ہی پانچ ڈویژنون نے ادہم پاشا کی زیر کمان سامنے کیطرف سے فرسالہ پر پیشقدمی کی۔ مگر میمنہ حسب دلخواہ رفتار سے پیشقدمی نہ کرسکا۔ علاقہ کٹہن اور کوہستانی تہا اور باشندے ترکون کے دشمن تہے۔ مزید برآن ملکی افواج کی باربرداری کے انتظام کی مشکلات سے اور زیادہ دق و تنگ ہو گیا۔ فوج کو رسد کے معاملہ مین تہسلی کے زرخیز علاقہ بالخصوص ویلفربالدی ٹپہ سے بہت مدد ملی۔ جو رسد و سامان کا نہ ختم ہونیوالا مخزن پائی گئی۔

ٹرناووس اور لاریسہ کے تباہی بخش واقعات کے بعد یونانی فوج مین عظیم تغیر و تبدل کئے گئے تقریبًا تمام جرنیلون کی جگہہ نئے

آدمی بھیجے گئے۔ اور اعلیٰ شاف افسر ساپونٹ سارا کی کی جگہہ ایک جنرل شاف افسر لفٹننٹ کرنیل لامبرٹیس کمانڈر انچیف کے زیر
فرمان عمل پیرا ہونیکے لیئے مقرر کیا گیا۔

یونانی فوج کا حصہ کثیر اون بلندیون پر جو فرسالہ سے بجانب شمال ہین قایم تہا۔ اوہم پاشا کی فوج ایکطرف بہت آہستگی
کے ساتھہ بڑہی۔ چنانچہ فوج ہراول کے سوار کہین ۴ مئی کو جا کر ایکطرف سوباسی اور دوسری طرف مسکو تورولی پہونچے یہ باسی
فرسالہ سے بجانب شمال آٹھہ میل کے فاصلہ پر اور آخر الذکر مقام وہان سے بجانب غرب ۸ میل کے فاصلہ پر فرسالہ تریکالا لاین
پر واقع ہے۔

دوم پنجم و ششم ڈویژن ان سوارون کی اوٹ مین انہی تھوڑی دور پیچھے یونانی پوزیشن کے شمال و شمال مغرب مین آ پہنچے
اور باقی فوج ابھی فرسالہ سے تقریباً ایکدن کی مسافت پر تھی۔ ترکی فوج حملہ آور کا میمنہ مغرب کیطرف بہت دور تک پہیلا ہوا
تہا۔ جس سے انہون کو بھی صاف نظر آرہا تہا۔ کہ ترک میدان کارزار پر یونانیون کو بازو سے پکڑ کر کاٹ کر عقب مین جا پہونچنے
کا ارادہ رکھتے ہین۔ یہ مصافی تدبیر اول ڈویژن کی شاطرانہ چال سے علاوہ تھی۔ ۴ مئی کو یہ ڈویژن پوزارا کی جو فرسالہ سے چودہ
میل بجانب غرب ہے پہنچ گیا ہوا تھا۔ جہان سے اسنے مسلسل پیشقدمی کرکے یونانی پوزیشن کے عقب مین پہنچنا تہا۔ متذکرہ صدر تینون
ڈویژنون کے پیچھے چہارم و ہفتم ڈویژن بغرض ضرورت کام دینے کیلئے ریزرو مین تہے۔

ترکی فوجکی صف آولین نے بتاریخ ۵ مئی علی الصبح چار بجے کے وقت حرکت شروع کی۔ مارشل کا منشاء تہا کہ فیصلہ کن حملہ
۶ مئی کو کیا جاوے تاکہ خیری پاشا کو یونانیون کے میسرہ پر پہنچنے کیلئے کافی وقت ملجائے۔ مگر ۵ مئی کو جب وہ میدان جنگ مین
پہونچے تو پیدل فوج غنیم سے گتھہ چکی تھی۔ فرسالہ لاریسا سے تخمیناً بائیس میل بجانب جنوب ہے۔ یونانی اون پہاڑیونکی ڈہلوانون
پر جو میدان فرسالہ کو احاطہ کئے ہوئے ہین نہایت عمدہ موقعہ پر قایم تہے۔ اور وہان خوب مستحکم مورچے تیار کر لیئے ہوئے تہے انکی
دونون بازوؤن پر جنگل موجود تہا اور توپخانہ کا زیادہ حصہ میمنہ پر نصب تہا۔ شروع شروع مین یونانی گولے خوب نشانہ پر گرے۔
غالباً اونکے گولندازون نے گذشتہ چند دنون مین اپنے نشانون کو خوب پختہ کر لیا اور مختلف مسافتون کو اچھی طرح اندازہ کر
لیا تہا۔ مگر دوپہر کے قریب ترک شجاعانہ دہاوا کرکے غنیم کو اسکی پوزیشن سے ہٹا دینے مین کامیاب ہوگئے۔ اور یونانیون نے ترکی
حملہ کی تاب نہ لا کر اون بلندیون کیطرف جو میدان کے دوسرے کنارہ پر تہین مسلسل ہٹنا شروع کر دیا۔ اس پسپائی کیوقت وہ
ترکی توپون کی صاف زد مین رہے۔ اور بالخصوص اونکے میمنہ کو بہت نقصان پہنچا۔ مگر اونکے ریرگارڈ (دستہ عقب) نے
باقی فوجکو بچانیکے لیئے مردانہ وار اپنے تئین قربان کر دیا۔ پسپائی کے شروع ہونے کی دیر تھی کہ پھر ترکون نے غنیم کو ایک لحظہ
بھر کی فرصت نہ دی۔ نہ اونکی آتشباری ایک لمحہ کیلئے مدہم پڑی یا بند ہوئی جب حملہ آور بلندیون کے بالائی کنارہ پر جہانسے
کل میدان زیر نظر تہا پہونچے تو دشمن کی سراسیمگی و بیچارگی اور اپنے دوسرے دستونکی مسلسل پیشقدمی دیکھکر اونکے حوصلے اور تیز
ہوگئے۔ داہین بائین دونون طرف ترکی فوج پیدل کے کالم سیاہ گھٹا کیطرح آگے بڑہے جا رہے تہے۔ اور زیر پا فرحت بخش میدان

دائین ہاتھ حد نظر تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ دولو کیطرف فرسالہ کو احاطہ کنندہ بلندیون کے دامن مین وادی تنگ ہوگئی ہے۔ اور اوس کے پیچھے اوتھریس کے سیاہ و مہیب پہاڑ سر بفلک کھڑے ہین۔ تمام میدان یونانیون سے جو بسرعت قدم اوٹھاتے جارہے تھے بھرا ہوا تھا۔ سب کا رخ ایک سنگی پل کیطرف تھا۔ جو ایک چھوٹے سے نالہ پر بنا ہوا تھا۔ دریں اثنا ترکی توپخانہ آگے بڑھکر جا پہنچا نہایت عمدہ موقعون پر قایم ہوگیا تھا۔ اور بھگوڑے یونانیون کے کالمون پر گولہ پر گولہ پھینک رہا تھا ہر گولہ کے گرنے پر جب گرد و غبار کا طوفان سطح زمین سے اوٹھتا تو بھگوڑون کی رفتار اور تیز ہو جاتی۔ اونکے عقبی دستہ کی سپاہیون کے کھڑے ہونیکے لیئے گڑھے کھود لیئے تھے۔ جہان سے وہ مسلسل آتشباری کرتا رہا۔ لیکن ترکی فوج پیدل کی کثرت آخر اونکی بہادرانہ مدافعت پر غالب آگئی۔ ترک اونکو یکے بعد دیگرے ایک سے دوسری پوزیشن کو دھکیلتے گئے۔ ترکون کی پیدل نہ شجاعت واقعی قابل دید تھی۔ اونہون نے کسی پناہ یا اوٹ کی حفاظت کو منظور نہ کیا۔ اور بلا توقف و قیام برابر بڑھتے چلے گئے۔ حتی کہ متقلین سر کرنیکے لیئے کسیوقت گھٹنے کو بھی زمین پر نہ لگایا۔ چلتے چلتے آتشباری کرتے رہے جب کہ یونانی پل پر سے گذرنیکے لیئے جمع ہو رہے تھے ایک ٹرین فوج لیکر دولو کیطرف سے آرہی تھی۔ ایک چھٹنے والا گولہ اس ٹرین کو لگا جس سے یونانیون کو بہت نقصان پہونچا جس وقت یونانی بتدریج پل سے گذر گئے اور دریا اونکے اور اونکے تعاقب کنندگان کے درمیان حایل ہوگیا۔ تو اونکے نیم مردہ جسمون مین پھر کسیقدر جان پڑگئی۔ اور لڑائی مین بھی تھوڑا سا وقفہ پڑگیا۔ لیکن ادہم پاشا نے اس فتح کے بعد بلا توقف فرسالہ کیطرف بڑھنے جانیکا عزم کرلیا۔ وہ ایک باتری لیکر میدان مین اوتر آئے۔ رفل بردارون کی ایک صف آگے کردی۔ اور غنیم پر پھر حملہ کردیا جس کے دوران مین ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ اوسدن پہلے ایسی سخت لڑائی نہ ہوئی تھی۔ ایک چھوٹے سے موضع پر جو جانب میمنہ تھا۔ ایسی تابڑ توڑ آتشباری کیگئی کہ ترکی سپاہی دھوئین مین نظر نہ آتے تھے۔ رہی سہی کسر گولون نے پوری کردی۔ اور ترک موضع پر قابض ہوگئے۔ یونانی فرسالہ کو ہٹ گئی۔ اور حملہ کرنیکے لیئے فی الفور پھر ترکی پلٹنین صف آرا کردیگئین۔ سورج غروب ہونا شروع ہوگیا تھا۔ مگر جب تک دنکی روشنی رہی۔ ترک شہر پر برابر گولے پھینکتے رہے۔ باتری پر باتری پیچھے سے چلی آکر شہر کے گرد اگرد قایم ہو رہی تھی۔ حتی کہ چارون طرف سے شہر توپخانہ کے حلقہ مین آگیا۔ بالآخر تاریکی نے گولہ باری کو بند کرادیا۔ اور یونانی تاریکی سے فایدہ اوٹھاکر اپنی کل پوزیشنون کو خالی کرگئے اور پہاڑون مین پناہ جالی۔ کیونکہ مراجعت کا رستہ معرض خطر مین تھا۔ اور ترک فرسالہ ڈوموکوس کی سڑک پر قابض ہوچکے تھے۔ دوسرے دن جب حمدی اور ممدوح کے ڈویژن فرسالہ کی متصل بلندیون پر قابض ہوگئے۔ تو پھر حمدی پاشا کے ڈویژن کی برگیڈ نمبر کمان حسن پاشا نے خود شہر پر بھی قبضہ کرلیا۔ شہزادہ ولیعہد بہادر کا کل سامان۔ چھ توپین اور بہت سا سامان حرب غنیمت مین ملا۔ ایک اجنبی افسر جو موقعہ پر موجود تھا۔ وہ یہین کے محاربات ولسٹینو و فرسالہ کی کیفیت جنگی مبصر کے پہلو سے اسطرح بیان کرتا ہے۔ عمر نشاط۔ حمدی اور ممدوح کے تینون ڈویژن متوازی صفون مین آگے پیچھے اسطرح سے صف آرا ہوکر کہ ایک ڈویژن سب سے آگے دوسرا اوس سے کچھ پیچھے دائین ہاتھ اور تیسرا اور تھوڑے سے فاصلہ پر پہلے کے بائین ہاتھ تھا۔ پہلے

کیطرف سے بڑہے ۔ یہ تینوں اسطرح جدا جدا مرتب ہو کر یونانیونکی پوزیشن کیطرف بڑہے ۔ انکو اونہون نے قرہ دمرسی تکیہ اور فرسالہ کی سڑک کے برابر جو موضع تاتاری سے میدان کیطرف اُترتی ہی ۔ رائفلی گڑہون سے مستحکم کیا ہوا تہا ۔ یونانیونکی جمعیت وہان چار اور آٹھ بٹلینون کے درمیان تھی ۔ اور ہر ایک باتری میسرہ پر نصب تھی ۔ سہ پہر تک مسلسل گولہ باری و آتشباری ہوتے رہنے کے باوجود یونانی اپنی جگہہ پر قابض رہنے کے بعد آخر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے ۔ اور وہ کامل باترتیبی کے ساتھ بلندیون کے کرارہ سے میدان کو ہٹے ۔ اونکے تعاقب مین صرف حسن پاشا کا بریگیڈ تین میدانی باتریان اور ایک کوہی باتری لیکر آگے بڑہا ۔ ترکی گولے خوب نشان پر گرتے رہے ۔ جو عموماً یونانی دستہ عقب کے اسکرمشرون پر کہ پہیل کر اور منتشر ہو کر لڑتے اون کی پتلی سی صف پر پھٹتے دکھائی دیتے رہے ۔ لیکن باین ہمہ دوسرے دن جب ہم اوس موقعہ سے گذرے تو گولہ باری کے موثر ہونے کی کوئی علامتین نہ دیکھین ۔ ہمنے کسی مجروح کو سڑک کے رستہ واپس جاتے نہ دیکھا ۔ اور مقتولین کی بہی بہت کم تعداد دیکھی ۔

پس ان لڑائیون مین زیادہ نقصان ہونے کی روائتون کو کسیقدر مشتبہ سمجہنا مناسب ہی ۔ باضابطہ طور پر ترکون کے نقصان کی تعداد ۳۰۰ ظاہر کیگئی تھی ۔ میدان مین بھی حملہ آورون کا مقابلہ کرنیکے لیے یونانیون نے ایک پوزیشن تیار کی ہوئی تہی ۔ موضع وسیلی کو محفوظ کرکے اوس کے گرد رائفلی گڑہے کہود دیئے گئے تہے ۔ آٹھ تازہ دم بٹلینین اور ایک باتری میمنہ کے عقب مین جمع کیگئین اور اُسوقت چار بٹلینون کا ایک کالم اوس پہاڑی سے جو فرسالہ کے عقب مین ہی میدان مین اُتر آیا ۔ الغرض وہان تقریباً ۲۴ بٹلینین یا دو انفنٹری ڈویژن موجود تھی ۔ لیکن رات نے اس تصادم کا خاتمہ کر دیا ۔ اس معرکہ کو لڑائی نہین کہا جا سکتا ۔ وہ محض تصادم تہا ۔ صبحکو جب ترک آگے بڑہے ۔ تو اونہون نے فرسالہ کو خالی پایا ۔ یونانی ڈوموکوس کو ہٹ گئے تہے ۔

ویلسٹینو کا دوسرا معرکہ

اوسیدن جب کہ قرہ دمرسی پر لڑائی ہوئی ویلسٹینو مین بھی لڑائی ہوتی رہی تھی ۔ اور دولی دستہ کے معرکہ کے بعد جس مین ترکون کو زک پہنچی تہی ۔ اونہون نے حقی پاشا کی کل ڈویژن کو جمع کر لیا تہا ۔ یونانی وادی کے جنوب مغربی گوشہ مین ایک نہایت مستحکم موقعہ پر جہان سے میدان اور دولو کی جنگی سڑک اونکی زد مین تہی قابض تھے ۔ رائفلی گڑہون اور مورچون ہی اس موقعہ کے طبعی استحکام کو ایسا مضبوط کر لیا گیا تہا کہ سامنے کیطرف سے حملہ کرکے اوسے فتح کرنے کی کوشش کا نتیجہ خواہ حملہ کنندہ قوم کی جمعیت کتنی ہی زیادہ کیون نہ ہوتی سخت نقصان اوٹہانیکے سوا اور کچھ نہین ہو سکتا تہا ۔ وہان نو ہزار سے زیادہ یونانی فوج مقیم تھی ۔ کیونکہ ممالک اجنبیہ کے قونصلون نے ولو کو ترکون کے سپرد کرتے وقت بیان کیا تہا کہ نو ہزار سپاہ وہان ہی جہازون پر سوار ہوئی ہے ! ور اس کے علاوہ کچھ فوج خشکی کے رستہ بھی بجانب جنوب المیروس کو ہٹی تہی ۔ خالی کارتوسونکی مقدار سے جن کے انبار پر انبار لگے ہوئے تہے ثابت ہو رہا تہا کہ حقی پاشا کی فوج پیہم و مسلسل آتشباری کرتی رہی تہی ۔ جو عمودی بلندیون پر ساتھ ساتھ حفاظت کی خندقین کھودتی ہوئی آگے بڑہی تہی ۔ چٹانی زمین

پر قدرتے قلیل آلات و اوزار سے یونہی خندقین کھودنا سہل کام نہ تہا۔ چہ جائیکہ دشمن بہی اوپر سے تابڑتوڑ گولون اور گولیون کی بوچھار کر رہا ہو مگر فرسالہ کی فتح نے اونکو طویل معرکہ آرائی سے بچا لیا اس فتح سے ترک فرسالہ کیطرف سے ولسٹینو کی عقب مین پہنچکر وہانکی یونانی فوجکی مراجعت کا رستہ بند کرنیکے قابل ہوگئے تہے۔ پس اگر یونانی ولسٹینو کو خالی نکرتے اور مزاحمت و مدافعت پر قائیم رہتے۔ تو اسکا نتیجہ کامل بربادی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ سات مئی کی رات کو ممدوح پاشا کا کل ڈویژن حقی پاشا کو حملہ مین مدد دینیکیلئے فرسالہ سے بہیجا گیا۔ مگر یونانی اوسکی پہونچنے سی پہلے پسپا ہو چکے تہے۔ چنانچہ اسی تاریخ کی شام کو وہم پاشا جاتے ہوئے ولسٹینو کی ریلوے سٹیشن مین شب باش ہوئے۔

یونانیون نے فرسالہ کی متصلہ پوزیشن کے چہن جانے پر زیادہ تر اون معرکونکی وجہ سے جو ترکونکی میمنہ پر ہوئے فرسالہ کو خالی کیا تہا۔ اور یونانی میسرہ اس لیئے پسپا ہوا کہ خیری پاشا کی پیشقدمی سے عقب کیطرف ہٹنے کا رستہ مخدوش ہونے لگا تہا۔ یونانیونکا بیان ہے کہ مراجعت کمال باترتیبی سے کیگئی۔ ہمین اونکے اس بیان کی صداقت مین کوئی شبہ نہین۔ کیونکہ مراجعت کی شروع ہی سے صلاح و تجویز کرلیگئی ہوئی تہی۔ تاہم ایسی پوزیشن پر قایم ہونا جسپر مستقل طور سے نہین۔ بلکہ صرف عارضی طور پر قابض ہونیکا ارادہ ہو جنگی آداب کے لحاظ سے ہمیشہ سخت غلطی متصور ہوتا ہی۔ اس پوزیشن پر عارضی طور پر قابض ہونا صرف اوس صورت مین مناسب و معقول ہوسکتا تہا۔ کہ اگر ترکون نے لرناووس و رلاریسہ کی بہاگڑ کا مستعدی کے ساتھ سرتوڑ تعاقب کیا ہوتا۔ کیونکہ ایسی صورت مین فوج کی بیجا ہی و انتشار کے دفعیہ اور اوس کی پراگندہ صفون کو مرتب و جمع کرنیکے لیئے سب سی پہلے محفوظ موقعہ سے فایدہ اوٹہانا قرین مصلحت ہی نہین۔ بلکہ ایکطرح سے لازمی ہوتا۔ مگر ترکون نے کوئی تعاقب نکیا تہا اور ایسی صورت مین پہلو ہی سے پسپائی کا ارادہ کرکے اس موقعہ پر قایم ہونا گویا خود فوج کو مزید مراجعت سی اور شکستہ دل بناتا تہا۔ یونانی کمانڈرون کو ایسی موقعہ پر قایم ہونا واجب تہا۔ جہان سے وہ جمکر مقابلہ کرنیکا ارادہ رکہتے تہے۔ اور جس سے وہ اس غرض کے لیئے مناسب تصور کرتے تہے۔

یونانیون کو فرسالہ کے موقعہ پر قایم ہونیسے صرف یہ فایدہ پہنچا کہ کرنیل سموئنسکی کیلئے ولسٹینو پر قابض رہنا آسان ہوگیا اور خوش قسمتی سے اوسی وہان ایک ایسی فوجی کامیابی حاصل ہوگئی۔ جسنے اُسے مانوس اور دیگر معدودی چند واقعی قابل یونانی افسرون کا ہمسر بنادیا۔

کرنیل سموئنسکی کی مراجعت کا حکم ۵ مئی کی شام کو وصول ہوا۔ اور اُسنے المیرو ڈکرت سنی کیطرف ہٹنا مناسب سمجہا۔ یہ مراجعت فرسالہ کی متصلہ پوزیشن سی دست بردار ہوجانیکا لازمی نتیجہ تہی۔ یونانی فوج کا بڑا حصہ ڈوموکوس کیطرف ہٹا جہانکی پہاڑی پر نے لفورکسی توپین نصب کر دیگئین۔ جب ۶ مئی کو ایچہی طرح سے معلوم ہوگیا کہ یونانی تاحال ویلو پتہ پر بالاستحکام قابض ہین۔ تو ترکون نے اونکو وہان سی نکالنے کیلئے نہائیت ہی قابل تعریف مستعدی دکہائی۔ ایکطرف فرسالہ کے قریب کے ڈویژنون مین سے ایک کو ذوبجی سیدہا ولسٹینو کو روانہ ہوجانیکا حکم دیا گیا۔ دوسری طرف جو فوجین ترردن کے رستہ

لاریسہ پہنچ رہی تہین - اونکو وِلسٹینو کے حملہ مین شریک ہونیکے لیے فی الفور تیار کر دیا گیا - اور یہ فیصلہ ہوگیا کہ ۲ مئی کی دوپہر کو تین ڈویژن غنیم کی پوزیشنون پر حملہ کرین - ترکون نے ان دنون مین اتنی لمبی لمبی مسافتین طے کین کہ اونکا خیال کرکے حیرت ہوتی ہے - ۲ مئی کو علی الصبح وِلسٹینو؛ دریضالوم (ریز و مائیلوس) کے درمیان دو ڈویژن حملہ کیلئے بالکل تیار کہڑے تھے - اور میسرے کا عنقریب پہنچ جانا قطعًا یقینی تہا - مگر عین حملہ کے وقت معلوم ہوگیا - کہ یہ سب تیاریان فضول تہین - چالاک و عیار غنیم ہمارے ہاتھ سے نکلگیا ہے -

حقی پاشا[1] کا ڈویژن قلب لشکر کے میسرہ کی حفاظت اور وِلسٹینو کے قریب کے درون پر قابض رہنے کیلئے وِلسٹینو کے قریب مقیم رکھا گیا - اس ڈویژن کی کچھہ فوج نے بطور رکبیر دستہ جبل پیلی اون پر گشت کرکے ہالمیروس کی سڑک پر قبضہ کرلیا - اور مقام ایشی پر اپنے ہراول کو متعین کر دیا - اس قبضہ کی بدولت اون ڈہلوان سطحون پر جو ہالمیروس کی طرف نشیب کہاتی جاتی ہین - دستہ مذکور اور ایک یونانی بریگیڈ مین جسکے ساتھہ دو یا تین باتریان تہین خفیف سی لڑائی ہوئی یونانی ہالمیروس کے میدان کو دہکیل دیئے گئے مگر ترک اونکا تعاقب نکرسکتے تہے کیونکہ یونانی بیڑہ جہازات کا حصہ کثیر ہالمیروس کے سامنے لنگرانداز تہا - ۴ سے ۱۲ مئی تک ترکی میسرہ پر صورت معاملات یہ رہی جو اوپر مذکور ہوچکی ہے -

۱۱ مئی کو ترکی افواج فرسالہ کے گرد جمع ہوگئین - اور اونکو ۳ سطح سے تقسیم کیا گیا - اول - دوم - سوم - چہارم و ششم ڈویژن پہلی صف مین - ممدوح و خیری کے ڈویژن دوسری صف مین اور حیدر پاشا کا ڈویژن قلب کے عقب مین بمقام تکیہ رکھا گیا - ہیڈکوارٹر بہی تکیہ مین تہا - اور بعیدی چوکیون کی صف جنمین صف اولین کے ڈویژنون سے آدمی مامور کیے گئے تھے -

[1] حقی پاشا سپہ سالار اردوئے سوم (فریق سوم) جنگ سے پہلے صدر جندارمہ (یعنے پولیس کمشنر) سلطنت عثمانیہ تہے ۱۸۵۰ء مین فوج مین داخل ہوئے - مدرسہ حربیہ سے نکلتے ہی عہدہ لفٹنٹ سے ممتاز ہوئے - حقی پاشا مانٹی نیگرو کی لڑائی پر روانہ کیے گئے تھوڑیان وہی کینی کے استوار و محکم مقام پر حملہ آور ہوئے جس کارنمایان کے صلہ مین عہدہ کول آغاسی یعنے یوزباشی ٹمنٹ میجر پر ترقی پائی ۱۸۶۲ء مین سلطان عبد العزیز خان مرحوم کے اڈیکانگ مقرر ہوئے - اور عہدہ میر آلائی لفٹنٹ کرنل سے ممتاز ہوئے اس کے بعد اعلیحضرت سلطان المعظم کے دوم چیمبرلین مقرر ہوئے اور ۱۸۶۷ء مین ہمراہ رکاب ہمایون سلطانی بطور اول چیمبرلین سفر یوروپ مین شریک رہے ۱۸۶۷ء سے ۱۸۷۰ء تک ارض روم کی کونسل کے چہارم مدبہ کے رکن ہے ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۸ء کے معرکہ مین بمقام قارص حقی پاشا نے جنگ الاجاداغ مین نمایان بہادری ظاہر کی جس کے صلہ مین لوا یعنے بریگیڈیر جنرل کے عہدہ سے ممتاز ہوئے ۱۸۷۸ء مین قسطنطنیہ کو واپس آئے - اور جندارمہ (پولیس) کے صدارت سے سرفراز اور عہدہ فریق یعنے ڈویژن جنرل سے ممتاز ہوئے - حقی پاشا ایرانی وضع کے آدمی تہے - لیکن اول درجہ کے ریاضی دان ناظم و شہباز کمان شجاع اور ہمدرد ملک و قوم تہے - افسوس کہ جنگ سے چند ماہ بعد بمقام تہیلی اکتوبر ۱۸۹۷ء مین فوت ہوگئے +

+ + +

میل سو اہل فرسالہ کے جنوب مین تہی۔ دس بلٹن تریخالہ پر قابض ہونیکے لیے بھیجدیگئی تہین۔

ساتوان ڈویژن زیر کمان حسنی پاشا جو پہلے کاٹرینا مین رکھا گیا تہا۔ تمام و کمال لاریسہ مین جمع ہوچکا تہا اور درہ ملونا سے ٹرناوس تک کے رستہ کی حفاظت کا کام نودار دکمکی دستون کے سپرد تہا۔ الغرض ساتون ڈویژن اول۔ دوم سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ششم۔ ہفتم لاریسا۔ وولو۔ فرسالہ مین مثلث کی شکل مین مقیم تہے۔ میمنہ تریخالہ مین تہا۔ جہان ایک مضبوط برگیڈ مامور تہا۔

سپاہ کو ملتی سے اتہی تک کی مسلسل جد و جہد و صعب محنت کے بعد کافی آرام ملگیا تہا مزید برآن جارحانہ کارروائی کو جاری رکھنے کیلیے کمان مین ایک ایسا تغیر ہوگیا تہا جسکو سب نے نہایت پسند کیا یعنی مشیر ادہم پاشا کل ترکی افواج مقیمہ تہسلی اپائرس کے اعلے کمانڈر بنا دیے گئے تہے۔ اور اس تغیر سے فوجی کارروائیون کے انصرام کے متعلق وہ ربط و اتحاد حاصل ہوگیا تہا جسکی اشد ضرورت تہی۔ اور اس امر کی پختہ توقع ہوگئی تہی کہ اب پہر جارحانہ کارروائیون کے شروع ہونے پر دونون فوجین ایک ہی مدعا نظر رکھکر ایک دوسرے کے دوش بدوش کارروائی کرینگی۔

ترکی صف اولین فرسالہ سے ددلوتک پہیلی ہوئی تہی۔ اس کے بالمقابل یونانی ڈوموکوس سے ہالمیروس تک قابض تہے ڈومولوس مین اونکا ایک کمزور آرمی کور (دو ڈویژن) اور ہالمیروس مین انفنٹری کا ایک مضبوط بریگیڈ۔ ایک رسالہ۔ یا تین بٹریان اور بیڑہ جہازات کا زبردست حصّہ موجود تہا۔ جو یونانی فوج ملتی کو رسٹینو مین مقیم تہی۔ اور اوسی دن رات کے وقت ددلو سے جہازون پر سوار ہوگئی تہی۔ اوسکا کچہہ حصہ ڈوموکوس کی فوجکی کمک کو بھیجدیا گیا۔

یونانی فوجکی نسبت بالکل بجا طور پر یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اوس وقت اوسکی حالت کچہہ اچھی نہ تہی۔ جس فوجکا ہفتون سے پسپائی کے سوا اور کوئی کام نہ رہا ہو۔ جو اس اثنا مین ایکدفعہ حواس باختہ بہی ہوچکی ہو۔ جسے اپنے افسرون پر کوئی بہروسہ نہ رہگیا ہو اور جسمین تربیت و نظام جنگی کا نام و نشان نہ ہو جسکا حصّہ کثیر تعجیل و جلدی مین جمع اور مسلح کئے گئے افراد پر مشتمل ہو۔ اور جس کے افسر فریقانہ و ہیرہ بندیون کے جذبات کا شکار ہون۔ اور اور توکئی جملون اور الفاظ سے مانوس ہون۔ مگر ترغیب نہ کے نام سے بہی ناواقف ہون۔ ایسی فوجکو بہلا کس طرح جنگی اغراض کے لیے کام آسکتی۔ سامان حرب کے محفوظ ذخیرہ مین نمایان قلت اور توپون کی تعداد مین بہت کمی ہوگئی تہی کیونکہ ہر مراجعت کیوقت گولہ بارود کی وافر مقدار اور ایک یا دو بٹریان بہی چہوڑ دیجاتی رہی تہین۔

تجربہ کار اور تربیت یافتہ افسرون کے فقدان کیوجہ سے یونانی سادہ ترین جنگی اصولون کی خلاف ورزی کے مسلسل مرتکب ہوتے رہتے تہے۔ بطور مثال ایک امر کا بتا دینا کفایت کریگا۔ بیدی چوکیان بالعموم مصافی صف سے اتنے فاصلہ پر بٹہائی جاتی تہین کہ اون کو پسپائی کے وقت اپنی فوج کو جاملنے کیلیے بالکل بلا امداد لمبے لمبے فاصلے طے کرنے پڑتے تہے۔ سپاہیون کے آرام و آسائش کا بہی کوئی کافی انتظام نہ تہا۔

ٹرناوس اور لاریسا کی طرح فرسالہ اور دسٹینو مین بہی یونانی اپنی مراجعت کے رستہ کو کہلا اور سمندر سے تعلق قایم رکہنے مین

کامیاب رہے۔ اس تمام ترکون نے ان دونون باتون کیطرف کچھ توجہ نہ کی۔ وہ صرف اسی پر قانع رہے کہ غنیم کے ایک بازو پر کثیر فوج جمع کر دینے سے اوسی پسپائی پر مجبور کر دیا جائے۔ اونہون نے دشمن کی مراجعت کا رستہ بند کرکے اوسے مکمّا تباہ یا اسیر ہو جانے پر مجبور کرنے کی کوشش نہ کی۔ اگر خیری پاشا کا ڈویژن فرسالہ پر ٹھیک مقررہ وقت پر پہنچ جاتا۔ تو یقیناً ولی عہد بہادر کی فوج کا کام تمام ہو جاتا۔ اسیطرح اگر ویسٹینو و ولو سڑک پر حملہ کیا جاتا تو سمندر سے بے تعلق ہو جانے کیوجہ سے یونانیون کی ہر کی تمام ہو جاتی۔

غنیم پر بلحاظ تعداد فائق ہونیکے باوجود ترکون نے اسکا کوئی نمایان ثمرہ نہ اوٹھایا۔ اونکا بیڑہ جہازات کمزور ہونے کی وجہ سے اونکو محاربہ مین کوئی مدد نہ دیسکا۔ اور بنا برین یونانی اپنی بحری طاقت کی طفیل جو اون کو متحرک قاعدۃ الجیش اور اساس حرکات کا کام دیتی رہی۔ یکے بعد دیگرے نیا مامن ڈہونڈ لینے اور فیصلہ کن نبرد آزمائی سے بچے رہنے مین کامیاب ہوتے رہے۔ اگر یونانیون کے پاس تربیت یافتہ اور خوب منتظم فوج ہوتی جو تعداد مین خواہ زیادہ نہ ہوتی مگر مسلسل حرکت اور معرکہ آرائی کی مشقت و تکلیف کا باستقامت مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتی تو وہ اس فوقیت سے بینظیر اور بیش بہا فائدہ اوٹھا سکتے۔ ممند کو ساحل پر جابجا عمیق خلیجین موجود ہین۔ یونانی جہازات ان خلیجون مین داخل ہوکر باسانی تمام خشکی پر فوج اتار سکتے تھے۔ جو یہ جمعیت کثیر ترکی فوج کے ہراولی دستون پر مسلسل حملہ کرتی رہکر اونکو پسپا کر سکتی تھی اور جب پیچھے سے ان دستون کو کمک پہنچ جاتی تو جہٹ جہازون پر سوار ہوکر غائب ہو سکتی تہی۔

یونانیون نے مراجعت کیلئے دو مختلف رستے اختیار کرنے مین بھی غلطی کی۔ اونہون نے کچھ فوج فرسالہ کیطرف ہٹائی۔ اور کچھ ودلو کیطرف۔ اگر وہ سب کے سب ودلو کو ہٹتے تو محاربہ کا حقیقی قاعدہ و اساس اونکے قبضہ مین رہتا۔ جو ریلوے لائینون کا محل تھا اور ایسا بندرگاہ تہا کہ فوج کو براہ راست وہان سے کمک اور رسد وغیرہ پہنچ سکتی۔ مگر غالباً اونہون نے یہ سمجھا کہ ایسا کرنے سے اتھینز کا رستہ غنیم کیلئے کشادہ ہو جائیگا۔

اگر وہ اتھینز کی ہی حفاظت کرنا چاہتے تھے تو انہین واجب تہا کہ ودلو کی سڑک کو کھلا چھوڑ دیتے۔ اور لامیہ کیطرف ہٹتے کیونکہ اتھینز کو صرف وہین سے ہوکر رستہ جاتا ہے۔ اس صورت مین ودلو کا چند دن پہلے یا پیچھے غنیم کے قبضہ مین چلا جانا کوئی وزن نہین رکھتا تہا۔ مگر اسمعاملہ مین بہی یونانیون سے غلطی ہوئی۔ وہ اتھینز کا راستہ فرسالہ سے بند نہین کر سکتے تہے۔ بلکہ صرف کوہستان اوتہریس سے فلسٹینو اور لامیہ دیتہ کی پوزیشن جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہوگیا نہایت مستحکم تھی اور کل یونانی فوج کی وہان سمائی ہو سکتی تھی۔ اگر اعلیٰ کمان کرنیل مانوس کے سپرد کی جاتی۔ اور کل فوجی طاقت وہان مجتمع ہوتی تو باغلب وجوہ ادہم پاشا کبھی اوسکو بازو پر چھوڑ کر اتھینز کیطرف بڑہنے کی جرأت نکرتے۔ بلکہ پہلے دشمن کو اس پوزیشن سے ہٹا لینا ضروری تصور کرتے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر طبعاً مستحکم و محفوظ پوزیشن مین جسے مورچون وغیرہ سے باسانی اور بھی محفوظ کیا جا سکتا تہا۔ معقول فوج موجود ہوتی تو ترکی فوج برابر کئی دن تک متواتر حملے کرتے رہنے کے بعد بھی بمشکل اس مدعا مین کامیاب ہو سکتی۔

مگر یونانیوں کی غلطی سے وتھات نے بالکل مختلف روش صورت اختیار کی۔ ترکی فوج وولو پر قابض ہوگئی۔ اور ریلوے کے رولنگ سٹاک کو جو تمام وہان جمع تھا تلف کر دینا اونکی مرضی پر منحصر ہوگیا۔ وولو کے قبضہ کے بعد باوجود غیر معمولی حزم و احتیاط اور بہت سوچ بچار کے بعد ڈوموکوس اور دورہ فورکا کو فتح کرنیکی تیاریان کیگئیں۔ وولو کے قبضہ اپنی متعلقہ وتھات کیوجہ سے ایک خاص قسم کا وقعہ تھا۔ وہ اسطرح سے ترکونکے قبضہ مین آیا۔

فوج ابھی وہان سے روانہ ہوئی تھی۔ لیکن جنگی جہاز جو بہمہ وجوہ لڑائی کیلیئے تیار تھے تاحال بندرگاہ مین موجود تھے شہر ایسے باشندون سے بھرا ہوا تھا جو ایکدوسرے کی خون کے پیاسے تھے۔ یونانی جنگی جہازون کے علاوہ یورپین طاقتون کے جنگی جہاز بھی پہنچ گئے ہوئے تھے۔ اونہون نے اپنی اپنی رعایا کی حفاظت کیلیئے بحری سپاہیونکے دستے خشکی پر اتار دیئے۔ یہ کوئی نہین کہہ سکتا تھا کہ فلان شخص شہر کا مالک ہے مختلف پارٹیان اور فریق ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کو تیار تھے۔ ایک نامہ نگار اپنے روزنامچہ مین صورت حال کی یہ دلچسپ کیفیت درج کرتا ہے۔

"شہر مین داخل ہونے پر وہان عجب دلچسپ سمان نظر آیا۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ اطالین بحری سپاہیون کی ٹولیان دس دس پندرہ پندرہ کی جماعت مین اپنے اپنے قومی جھنڈون کو اوٹھائے اپنے ہم وطنون کو حسب ضرورت امداد دینے کیلیئے بالکل تیار بازارون مین کھڑی تھین۔ رائٹیر ایجنسی کے کاندے یونین جیک (انگریزی علم) کے سایہ مین خوش خوش ادھر اودھر پھر رہے تھے۔ انگریزی علم ہمارے سرون پر لہرا رہا تھا۔ اگر یونانی جہاز شہر پر گولہ باری کرتے تو ہم نے بفور انگریزی کشتیون پر سوار ہوکر انگریزی گنبوٹ "ڈرائیڈ" پر چلے جاتے اور پھر اس انگریزی سرزمین سے بالکل محفوظ و مطمئن خاطر اس دلچسپ نظارہ کی سیر کرتے۔

"وریزولا اوہم پاشا نے وولو کے اون چار قونصلون کی معرفت جو اونہین بمقام وسٹینو ملنے گئے تھے یونانی امیر البحر کو کہلا بھیجا کہ وہ وولو مین بامن و امان داخل ہونا چاہتے ہین پھر نجیب بک کو سفید جھنڈا دیکر روانہ کیا گیا مین اوسکے ہمراہ تھا۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو اکے دکے باشندون نے باہر آکر نہایت ادب و احترام سے ہمارا استقبال کیا۔ دروازہ مین داخل ہونے تک لوگون کا ہجوم بڑہ گیا اور بالآخر ہمارے گرد بڑا مجمع جمع ہوگیا سب کے سر ننگے تھے اور اداسی کی بجائے زیادہ تر خوشی اونکے چہرون سے ٹپک رہی تھی۔ دیمتیری بازار تک مجمع کی تعداد ہزارون تک پہنچگئی پہلے پہل تو ہمین "ٹون ہال" کا پتہ نہ مل سکا مگر آخر ایک میر قوم جو یونانی بول سکتا تھا پوچھتا پاچھتا ہمین وہان تک لیگیا ہم نے اُسمین داخل ہوکر کہا کہ ہم "برگو ماسٹر" (شہر کی مجسٹریٹ و میر مجلس میونسپلٹی) کو ملنا چاہتے ہین۔ مگر وہ ملا تھوڑے سے انتظار کے بعد ایک گوئی جو برگو ماسٹر کی عدم موجودگی مین قائمقامی کرتا ہے پہنچگیا۔ نجیب بک نے اُسے مارشل کا اعلان دکھایا۔ اسمین ادہم پاشا نے یہ لکھا تھا کہ شہر کے تمام باشندے ترکی پناہ مین لیئے گئے ہین۔ اور اونکی جان و مال کی حفاظت کیجاوے گی۔ وہ حسب دستور سابق بامن و امان اپنے اپنے روزگار مین مصروف رہین۔

"جب پاسیو گوی اعلان کو پڑھ چکا تو ہم سب نے بآواز بلند لوگون کو سنانیکے لیے جہو کہ پڑ گئے ہینے مدت العمر مین پہلے کبھی ایسا حیرت انگیز نظارہ نہ دیکھا تہا۔ ہم نے زرد رو اور اوپر کو اوٹھائے ہوئے چہرون کا متلاطم سمندر دیکھا۔ جو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنیوالے الفاظ کو سننے کیلیے چون گوش روزہ دار بآواز اللہ اکبر عجب بےصبری کے ساتھہ منتظر کہڑے تہے۔ قائمقام نے اعلان کو بلند پڑہنا شروع کیا۔ مگر اسکی آواز ایسی پست تھی کہ کوئی مطلب نہ سمجھہ سکا۔ لوگون نے پکارنا شروع کیا "بلند آواز سے پڑہو۔ ہم کچھہ نہین سن سکتے تہے" اسپر پاسیو گوی نے ازسرنو پہر شروع سے بآواز بلند پڑہنا شروع کیا۔ اور اسوقعہ مطلب لوگون کے ذہن نشین ہوتا گیا۔ اور جب اونکو اعلان کا مدعا معلوم ہوگیا تو کل انبوہ نے بے اختیار خوشی کی ایک لمبی سانس لی اور پھر یکبارگی سب بیساختہ نہایت جوش و خروش کے ساتھہ پکار اُٹھے "خداوند کریم سلطان کی عمر دراز کرے۔ ترکو۔ دیر تک سلامت رہو" اعلان کی پڑہے جانے کیوقت ہمین تین یونانی جنگی جہازون کی سیاہ شکلین بندرگاہ مین دکھائی دیتی رہی تہین۔ یونانی امیرالبحر کا ابھی تک جواب موصول نہین ہوا تھا۔ پہر نجیب بک نے مجھے اور دو اور نامہ نگارون کو یونانی کمانڈر کا فیصلہ معلوم کرنیکے لیے اوس کے جہاز پر بھیجا۔ لیکن ہمین گھاٹ پر ہی دول اجنبیہ کے جہازون کے کپتان امیرالبحر کا پیغام لیکر آتے ملگئے۔ اوسنے کہلا بھیجا کہ "جب تک مجھے یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ ترکون نے فی الواقع باامن و امان شہر پر قبضہ کیا ہے مین بندرگاہ مین رہونگا" یہ سنکر نجیب بک نے سپہ سالار کیطرف سے جواب دیا کہ "سلطان المعظم کی افواج ایسے شہر کے باشندون کی جنہوں اطاعت قبول کرلی ہو حفاظت کرنا اچھی طرح سے جانتی ہین۔ پولیس کے فرائض ادا کرنیکے لیے صرف ایک پلٹن شہر مین داخل ہوگی۔ باقی فوج باہر خیمہ زن رہیگی۔ امیرالبحر براہ مہربانی تشریف لیجائین۔ ورنہ ہم اوسکی موجودگی سے جو نتائج پیدا ہونگے اونکے ذمہ وار نہین ہونگے" +

فصل دوازدہم (۱۲)

جنگ ڈوموکوس

مارشل ادہم پاشا نے ۱۴ مئی کو فرسالہ مین اور اوسکے اردگرد زبردست جمعیت فراہم کرلی۔ اس کے علاوہ میمنہ و میسرہ مین بمقام تریکالہ[1] و ولسٹینو ایک ایک زبردست ڈویژن موجود تہا۔ پندرہ مئی کو ہیڈکوارٹر کے افسرون نے غنیم کی پوزیشن کی گردآوری کی جس کے دوران مین اونکو معلوم ہوا

---

[1] اس کی فتح پر ادہم پاشا نے جلالت مآب کی خدمت مین ۲۹ اپریل کو یہ تار ارسال کیا تھا "آج ۲۹ اپریل کی شام کے ۹ بجے تریکالہ کو فوج ظفر موج نے فتح کرلیا۔ اور شہر مین داخل ہونیسے پہلے خبر ملی کہ یونانیون نے دوسو وائیم الحبس قیدیون کو رہا کردیا۔ اور ۲ ہزار بندوق معہ دیگر سامان حرب کے اہالیان شہر کو بدین غرض حوالہ کرکے چلتے ہوئے کہ اون سے ترکون کا مقابلہ کرین (باقی دوسرے صفحہ پر)

کہ ہ ڈوموکوس کے شمال مین ایک نہایت مضبوط موقعہ پر قایم ہے۔ اوسکی پوزیشن کا سامنا چھ میل مین پھیلا ہوا ہے اور چارونطرف مورچون اور ریفلی گڑھونکی چھ قطارین اوپر نیچے تیار کر لیگئی ہین۔

۶ امئی کو اس پوزیشن پر حملہ کرنیکا حکم صادر ہوا اور مندرجہ ذیل افواج کو پیشقدمی کی ہدایت کیگئی۔ بجانب میمنہ خیری پاشا کا ڈویژن ایک کالم مین ڈوموکوس کی شاہ راہ کے دائین ہاتھ ہدشی عمرا ور یکر یلر کے رستہ سیرپا اور سکار تھسا کو اور نشاط پاشا کا ڈویژن جس مین تین بریگیڈ کر دیئے گئے تھے۔ ایک کالم مین شاہ راہ کے دونون طرف آگے بڑہے۔

قلب مین حمدی پاشا کا ڈویژن جس مین دو بریگیڈ تھے۔ دو کالمون مین شاہ راہ کے مشرق مین ورسیا۔ ترواقی سکاریا۔ اور کر وسو باکی رستہ پوپرناری پر بڑہے۔

میسرہ پر ممدوح پاشا کا ڈویژن ترہ چالی دکر تسالی اور گرکلی کے رستہ غنیم کے میمنہ اور خط مراجعت کی طرف جائے اور حیدر پاشا کا ڈویژن قلب کے عقب مین رہکر پیشقدمی کرے۔

حملہ کی تاریخ سے ایکدن پہلے یعنے ۵ امئی کو حقی پاشا کو مالیروس پر پیشقدمی کرنیکا حکم ملچکا تہا تاکہ وہ ستر ہ مئی کو ہملیروس کے شمال مغرب مین ترہ ذاتی کے قرب وجوار مین غنیم پر ایک ساتھ حملہ کرنیکے لیئے اپنی کل فوج سمیت ادہم پاشا کا اگر ہاتھ بٹا سکے

میجر فاکنہرون سونن برگ کی یادداشتون کے مطابق جسکو جرمن گورنمنٹ نے باضابطہ طور پر حالات جنگ کی خبر دینے کیلیئے ترکی فوج مین بھیجا ہوا تھا۔ اون تینون ڈویژنون نے جنہون نے ایک ساتھ غنیم پر حملہ کرنا تھا ۱۶ مئی کو علے الصبح چار اور پانچ بجے کے درمیان حرکت کی میجر موصوف کی تحریر کردہ حالات باقی کل نامہ نگارون کی تحریرون پر صفائی بیان۔ عملی تجربہ و مہارت۔ سلاست و فصاحت اور اہم معاملات کونظرانداز نہ ہونے دینے مین بہت ہی فوقیت رکھتی ہین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶) یکیدان اکمانڈر پہلی فریق کا خیری پاشا شہر مین داخل ہوا۔ اور یہ اشتہار شایع کیا کہ ۴۸ گہنٹے کے اندر جو شخص آلات حرب ہماری تحویل مین نہ دیگا وہ سزا پاویگا اور نیز جس کے پاس لوٹ کا ذخیرہ ہو یا جس کو اوسکی اطلاع ہو وہ حاضر کرے۔ ورنہ اخفا کرنے والا بھی مستوجب سزا ٹھیرایا جاویگا"

قصبہ مذکور اور قصبہ تاریچہ کے کل باشندون نے بلا تمیز مذہب و قومیت سفرا دول کیپاس اپنی دنون اپنی حالت اور ظلم کے متعلق حسب ذیل عریضہ ارسال کیا۔ "پندرہ سولہ برس سے ہم لوگ یونانیون کے دست ظلم سے تنگ او اونکے جور و تعدی سے سخت مجبور ہوگئے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ جب یونانی لشکر ترکون کے ہاتھ سے ہزیمت اوٹھا کر فرار ہونے لگا تو بہاگتے بہاگتے ہی ہمارے سرسبز کھیتان اور ہر قسم کے مال و اسباب کو تباہ و برباد کر کے ہمکو بے عزت کیا۔ ہرچند ہم چیختے چلاتے رہے لیکن ہماری زاری و فریاد پر کوئی متوجہ نہین ہوتا تہا یہانتک کہ ترکی لشکر آپہنچا اور تب ہمکو امان ملی۔ یہ قوم ہماری ندامت کی محافظ ہماری ننگ و ناموس اور مال و متاع کی نگہبان اور حفظ صحت کیلئے پوری پوری ساعی ہے پس ہماری درخواست ہے کہ ہماری ردی حالت اور ترکی عساکر کے ترحم اور معدلت کی حکایت اپنے بادشاہون کو سنادین اور عرض کرین کہ آیندہ ہمیشہ کیلیئے ہمکو یونانی گورنمنٹ کے حوالہ کرین۔ اور اوس کے دست تعدی سے نجات دلانے مین ساعی ہون"

دس بجے صبح کے وقت خیری پاشا کی ڈویژن کا ہراول مین انتہائی میمنہ پر بمقام سیبویا غنیم کے سر پر پہنچ گیا۔ اگرچہ یہان یونانیونکی ایک تھوڑی سی کمزور و نحیف اور بوسیدہ کیولری موجود تھی۔ مگر خیری نے انکو مقابلہ کیلئے ایک سالم انفنٹری رجمنٹ کو صف آرا کیا اور اسطرح نہایت قیمتی وقت کا ایک گھنٹہ ضائع کیا گیا۔ کیونکہ اس صف آرائی اور فضول تیاری کیوجہ سے وہ گیارہ بجے سے پہلے سیبویا پر قابض نہ ہوسکا۔ حمدی پاشا کے ڈویژن کا ہراول بھی دس بجے کے قریب دشمن سے گتھ گیا۔ اور اسطرف سے شام تک آتشباری کی آواز برابر سنائی دیتی رہی۔ قلب مین حمدی و نشاط اور میمنہ پر خیری پاشا کو اوسدن حسب ذیل معاون پیش آئی۔ نشاط کے ڈویژن کا ہراول غنیم کی پوزیشن کے سامنے جو ڈومو کوس کے مقابل تھی۔ دوپہر کے قریب پہونچا اور سوا بارہ بجے غنیم کی سب سے بالائی صف نے چار انچ قطر کی چار کرپ توپون سے اوسپر گولہ باری شروع کر دی۔

خیری پاشا کے ڈویژن نے سیبویا کو فتح کرنیکے بعد ۱ بجے کے قریب غنیم کی چار پلٹنون اور کئی میدانی باتریون سے جو سفالاری اور بالاہتی کی درمیانی بلندیون سے اُترکر میدان مین صف آرا ہوئی تھین۔ نبرد آزمائی شروع کی۔ یہ بلندیان ڈومو کوس کے قریب بائین ہاتھ واقع ہین۔ اُسوقت یونانیون کی دوسری صف نے نشاط کی فوج پیدل پر تین باتریون سے گولے برسانے شروع کر دیئے سوا تین بجے نشاط کی ہراولی باتری کمال شجاعت کے ساتھ پیشقدمی کرکے یونانی توپخانہ سے ۲۸ سو گز کے فاصلہ پر پہنچ گئی۔ ساڑھے تین بجے دوسری تکی باتری بھی جا ملی۔ اور چار بجے تک وہان ۱۱ باتریان جمع ہوگئین۔ جو ترکی قلب میں یونانیون پر رات پڑ جانے تک مسلسل گولہ باری کرتی رہین۔

تین بجکر ۴۰ منٹ پر نظام بریگیڈ (یعنے اٹلیریا نوپل کی ۱۴ وین و پندرہوین رجمنٹین) جو ماسر رائفل سے مسلح تھا۔ یونانیون کی چہارم سوم۔ دوم و اول صفوف کی انفنٹری پوزیشنون کے اوس موقعہ پر جہان یہ صفین یا مورچونکی قطارین آپس مین ملکر اندر کیطرف زاویہ بنا رہی تھین حملہ کرنیکے لئے ناقابل اعتبار و حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ اسطرح بڑھا کہ کبھی تھوڑی دیر کیلئے ٹھیر جاتا۔ پھر یکبارگی تیزی کے ساتھ دوڑ کر کچھ فاصلہ طے کرتا۔ حملہ کیلئے صرف ایک رجمنٹ صف آرا ہوئی۔ دوسری ریزرو مین رہی۔ پیشقدمی سڑک کی داہنے ہاتھ کے علاقہ مین سے کیگئی۔ جب حملہ کنندہ بریگیڈ یعنے رجمنٹ نے ۹ سو یا ایک ہزار گز کا فاصلہ طے کرلیا تو اوسپر توپی و رائفلی آتشباری کی اندھا دھند بارش شروع ہوگئی۔ غنیم کی پوزیشن ابھی تیرہ سو گز کے فاصلہ پر تھی جسکو اس رجمنٹ نے بلا کمک و امداد طے کرنا تھا۔ غنیم کے نہایت غلبہ و فوقیت کے باوصف یہ شجاع رجمنٹ مردانہ وار آگے بڑھتی گئی حتی کہ غنیم صرف چار یا پانسو گز کے فاصلہ پر رہ گیا۔ وہان پہنچکر رجمنٹ مذکور نہایت استقلال و ثابت قدمی سے اپنے موقعہ پر قائم ہوگئی۔ ایک متنفس نے پیٹھ نہ موڑی اور سب کے سب تاریکی پڑ جانے تک ایک قدم اپنی جگہ سے نہ ہٹی۔ اس رجمنٹ مین چھ چھ سو آدمیونکی چار پلٹنین تھین جن مین سے چھ سو اور آٹھ سو کے درمیان اس حملہ مین شہید ہوئے۔

شام کے چھ بجے کے قریب پہلی مرتبہ بریگیڈ کی دوسری رجمنٹ اپنی رفیق رجمنٹ کی مدد کیلئے آگے بڑھائی گئی۔ جبتک ایک سپاہی بھی حالانکہ اوس کے ہقدر آدمی ضائع ہوچکے تھے۔ اوسکی مدد کو نہ بھیجا گیا تھا۔ دوپہر کو آخیری نے بھی بالآخر غنیم کو اپنے سامنے سے

پسپا کرکے نشاط کے میمنہ پر اپنی فوجکو از سر نو صف آرا کیا۔ اور ادہر نشاط کے دوسرے ڈویژن نے پورناری کو فتح کر لیا۔ شام کو سات بجے کے قریب نشاط کا تیسرا بریگیڈ صف آرا ہو کر آگے بڑہا۔ ترکون کو یقین تہا کہ یونانی ان کے حملہ کے جواب مین متذکرہ صدر رجمنٹون پر بالمقابل دہاوا کرینگے۔ در اصل بالمقابل حملہ کو روکنے اور اوسکا مقابلہ کرنیکے لیئے تیسرا بریگیڈ آگے بڑہایا گیا تہا۔ مگر یہان یونانیون نے کوئی حملہ نہ کیا۔

توپی مبارزت تاریکی کے بعد تقریباً سوا نو بجے بند ہوئی۔ یونانیونکی پوزیشنون مین ساری رات الاؤ جلتے رہے مگر اوسی کی صبحکو معلوم ہوگیا کہ وہ تمام موقعے چھوڑ کر رفوچکر ہوگئے ہین۔ اور یہان بہی اپنی توپین پیچھے چھوڑ گئے ہین۔ انہین اس لیئے پسپا ہونا پڑا۔ کہ ممدوح پاشا اونکے بازو پر پہونچ گیا تہا۔

حمدی پاشا کی ڈویژن کا مقابلہ دس بجے کے قریب قردالی کے قرب وجوار مین ہوا۔ جہان ہی اوسنے یونانیون کو دستہ مقدم کو انکی بڑی اور اصلی پوزیشن کیطرف ہٹا دیا۔ اس ڈویژن نے کسیقدر تساہل اور سستی کے ساتھ حرکت کی۔ مگر شام کے قریب وہ پورناری تک پہونچ جانے مین جو ڈوموکوس کے شمال مشرق مین ہے کامیاب ہوگیا۔ اور اوسی کی رات کو یونانی میمنہ پر شب باش ہوا حمدی کا ہمسایہ میسرہ پر ممدوح پاشا تہا جو صبح کے وقت غنیم کو سیاٹما سے نکالکر پہر گرگلی پہنچگیا تہا۔ اوسطرح درہ فورکا سے وہ بہی اوسیقدر فاصلہ پر تہا جتنی فاصلہ پر یونانی تہے۔ اور اسی امر نے یونانیون کو، اوسی کی درمیانی رات کو ڈوموکوس سے چلدینے پر مجبور کیا۔ مگر چلتے ہوئے ترکون کو دہوکا دینے کیلیئے الاؤ وغیرہ روشن چھوڑ گئے۔ جن کی روشنی سے اس مرتبہ بہی ترک دہوکہ کہا گئے اور یہی سمجہتے رہے کہ یونانی برابر موجود ہین۔ اونکو کہین صبحکی پانچ بجے یا سات کا بجتہ علم ہوا۔ کہ یونانی پوزیشنین خالی پڑی ہین۔

میجر فاکنر نے اس لڑائی کے حالات متذکرہ صدر نوجیانہ اختصار کے ساتھ تحریر کیئے ہین جنکو مقابلہ پر ڈیلی نیوز کے نامہ نگار کی مطول و مشرح و دلچسپ تحریر کا درج کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ نامہ نگار مذکور یونانی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ تہا۔ اور اوسی کی لڑائیونکی کیفیت قلمبند کرتے ہوئے وہ تحریر کرتا ہو کہ یونانیون کو یقین تھا کہ اب اور لڑائی نہین ہوگی۔ اور در باطن اونکو توقع تھی کہ فریقین مین نامہ و پیام شروع ہوگیا ہے جسکا نتیجہ التوائے جنگ ہوگا۔

نامہ نگار مذکور جب یونانی لشکر مین پہنچا تو اوسنے فوجکے عقب مین صورت حال نہایت ہی ابتر پائی۔ سپاہی بے ترتیب خستہ حال بارش اور کوہی سردی مین بے پناہ فرش خاک پر لیٹے ہوئے تہے۔ خیمون کا سایہ اور بچاؤ بہی اونکے لیئے موجود نہ تہا۔ لاری کین گاڑیون سے جنپر مجروح [illegible] اور سامان و گودام بار تہے اٹی ہوئی تہین اور تمام کمال بجیائی کے ساتھ دشمن کے پہنچ سے حتی الامکان فی الفور دور نکلجانے کیلیئے ادہر اودہر دوڑ رہے تہے۔ در میولا ترک تین سڑکون کے رستہ جو خاسی دیاری کی چوٹیون پر سے ہوتی ہوئین فرسالہ سے جنوب کو آتی ہین۔ آہستہ آہستہ آگے بڑہ رہے تہے انہین سے مغرب کیطرف کی مواضع ریاضی و ذرہ زرالی سے درمیانی موضع تاتاری سے اور مشرقی فرلار سے گذرتی ہے۔ آخرالذکر سڑک کے رستہ جو ترکی کالم چلا آرہا تہا اوسے جنرل سمونسکی کے دستہ کو بعید کی فوج سے منقطع اور یونانیون کے میمنہ کو معرض خطر مین ڈالنیکا حکم تہا۔

ولیعہداون پہاری سلسلون مین سی ایک کی کلائی ہے اور ڈوبلوانون پر جو جبال کاسی دیاری سے بجانب جنوب پہیلتی ہوئی

تھا موضع ڈومو کوس اسی سلسلہ کے وسط مین ہی اور اوس سی چند میل بجانب شرق کت زیری اور کیتی کی ہین یونانی بہتر

درہ الگوریانی کے دہانہ پر قابض تھا۔ لامیہ فرسالہ کی ریلوے لائین اس درہ مین سے ہو رہی تہی۔ یونانیون کے اس بازو

کو درہ مذکور کے چہین جانیکا اندیشہ تہا۔ یونانی پوزیشن نعل کی شکل مین تھی۔ جسکا دایان بازو دوسرے سی چہوٹا تھا جس

کرارہ پر یونانی میسرہ (پانچہزار پیدل) قایم تھا۔ اوسکی بلندی پر تین کوہی بانزیان نصب تہین۔ پوزیشن کے قلب یعنی بمقام

ڈومو کوس اور متصلہ پہاڑیون پر جو بتدریج میدان کیطرف ڈہال کہاتی ہین ۵ میدانی باتریان چند کوہی مع ریزرو ہی کی چندرہ ہزار تک پیدل فوج موجود

تھی میمنہ پر ۶ میدانی باتریان ور چند کوہی بین جابجا نصب تہین کینپتی کی دو گن بری این چہ چہ توپین تہین اسی بازو پر بارہ ہزار فوج پیدل تہی جو ترکی

سپاہ کے علاوہ ہزار انقشری ڈوموکوس کے مغرب مین ایک پہاڑی شاخ کے ڈہلاو پر ریزرو مین تھی۔ اور دو چہہ انچ قطر کی کرپ

توپین بہی مندرجہ بالا توپ خانہ سے علاوہ تہین۔ اونمین سے ایک پرانے قلعہ پر جو شہر سے اوپر ہے نصب تھی۔ اور دوسری ڈوموکوس

کی شرق کیطرف کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر جہان سے کل میدان زد مین تھا۔ الغرض یونانیون کی کل جمعیت ۳۵ و چالیس ہزار

کے درمیان تھی پانسو سوار بھی اسی تعداد مین شامل ہین۔ ترکی فوج حملہ آور مین غالباً پچاس ہزار آدمی تہی۔ جنرل ارومیہ کالیس

یونانیون کے قلب کا اور ماکریسی میمنہ کا کمانڈر تھا۔

نامہ نگار مذکور لکھتا ہی۔ دہوپ کی روشنی مین ڈوموکوس کی بلندیون سی ترکی پیشقدمی کا نظارہ نہی الواقع نہایت ہی شاندار

اور دلفریب تہا۔ پانچ رسالی فوج پیدل کی آگے آگے جو بل کہاتی ہوئی قطارون مین آگے بڑہی آرہی تھی۔ سرپٹ گہوڑے

دوڑاے چلے آرہے تھی تہوڑی ہی دیر بعد دو ہلکی ترکی باتریان اپنی فوج پیدل کی مزید پیشقدمی کو دشمن کی آتشباری سی بچانے

دلوانیکی لیے یونانیونکی پوزیشن کے بالمقابل ایک موقعہ پر کہڑی ہو گئین۔ ادہر دونون کرپ توپون نے اپنی کل توپخانہ کو گولہ باری

شروع کرنیکا اعلان کر دیا۔ اور دونون طرف سی دہوان دار گولہ باری شروع ہو گئی جسکی تیزی مین ہر لحظہ اضافہ ہوتا گیا۔ یونانیون

کو ترکون پر صرف یہی فوقیت حاصل نہ تھی۔ کہ وہ بلند سطح پر تہے۔ بلکہ اونکی گولہ انداز ون نے گزشتہ چند دنون مین کل مسافتون کا

نہایت احتیاط کے ساتھ اندازہ کر لیا ہوا تہا۔ چنانچہ اونکو اپنی توپون کی نشست اور بہیرہ درست کرنے مین کوئی دقت پیش نہ آئی

توپی آتشباری کی علاوہ کوہستانی رئفل بردار اونیز دفی ہی رئفلی گرہون سے پیہم گولیونکی بوچھار برسا رہی تہے۔

جنگ کا شعلہ آناً فاناً ایک سرے سی دوسرے سرے تک کل صف مین پہیل گیا۔ اور دونون طرف کی توپخانہ نی رعد آسا

گرجنا شروع کر دیا۔ یونانیونکی آتشباری زیادہ موثر تھی۔ کیونکہ ایک تو انکے گولہ انداز باطمینان محفوظ جگہ سے توپین چلا رہی تہے

دوسرے انکو اپنی توپین اِدہر اُدہر ہٹانے کی ضرورت نہ تھی بنا برین ترکی لشکر مشہرون اور اونکی مددکنندہ دستون کو بہت

نقصان اوٹھانا پڑا۔ سہ پہر کے چار بجے کے قریب ترکون نے پہلے سے زیادہ ثبات و مردانگی سے یونانی میمنہ پر دہاوا شروع کر دیا ترکی

باتریان ٹہراو کے دونون بازوون پر نمودار ہو کر آہستہ آہستہ آگے بڑہنی لگ گئین۔ اور ساتھ ہی انکی پناہ مین فوج پیدل نے

متوازی صفون مین باتریون سی بجانب غرب قابل تعریف استقامت و عزم دلاورانہ کے ساتھہ اون مورچون پر جہان اویزونی اور اطالین والنٹیر قابض تھی آتشباری کرتے ہوئے آگے بڑہنا شروع کردیا۔

اطالین مجاہدین کا اصل کمانڈر ریکوٹی گاڑی بالڈی اوس وقت غیر ملکی یونانیون کی پلیٹن مین تہا۔ اوسکی جگہہ سیپونی برسر کمان تھا۔ یہ مجاہدین اویزینون کی کمک کیلئے ان مورچون کے پیچھے گئے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر لڑائی نہایت حدت و تیزی کے ساتھ ہوئی۔ ترک بنظیر استقلال و پامردی سے آگے بڑہے آرہی تھے۔ اور ادہر اطالین و ہیں بکمال اطمینان و استقامت کے ساتھ گولیون کی سیح سیح برابر بارش کر رہے تہے۔

نامہ نگار اطالین مجاہدین کی شراب فروش عورت کی جو اس وقت تیمارداری کا کام کر رہی تھی بہت تعریف کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ یہ چھوٹی سی پھرتیلی عورت جو کمال لاپروائی کے ساتھہ گولون اور گولیون کی مسلسل بوچھار مین پھرتی رہی جونہی کوئی زخمی ہوکر گرتا جھٹ اوسکی مدد کیا کرتی جب کے پاس کارتوس ختم ہوجاتے اوسے کارتوس پہنچادیتی۔ اور خود سب طرح سے محفوظ و مصٔون ہو رہی۔ سرخ جاکٹ نے اسکی ملاحت و دلفریبی کو اور دوبالا کردیا ہوا تھا۔

درینو لا ترکی میسرہ بتدریج آگے بڑہا چلا آرہا تھا۔ اور اونکی قلب نے بھی بڑہنا شروع کردیا تھا۔ جنرل مارومیکالیس نے جھٹ پٹ تین ہزار آدمی ریزرو فوج سے ڈوموکوس کی پوزیشن کے استحکام کیلئے بھیجدیئے۔ اوس وقت کل یونانی فوج مصروف کارزار تھی۔ ترکون نے یونانیون کے میسرہ پر بھی دوبارہ کو ریانی کو چھیننے کیلئے نہایت تیزی کے ساتھ دہاوا کردیا ہوا تھا۔ شام کے سات بجے لڑائی دونون طرف سے مدہم پڑگئی اور غروب آفتاب تک بتدریج بالکل بند ہوگئی۔ صرف دونون کی توپین ترکی صفوف پر گولے برساتی رہین۔ کہ اتنے مین یکبارگی یونانی کیولری نے جسنے لڑائی مین بہت کم حصہ لیا تھا۔ میدان سے نکلکر ورہ فورکا کی سڑک سے شکر پیچھے ہٹتی جاتی دکہائی دی۔

اس وقت تک اون تمام لوگون کا جو لڑائی کو یونانیون کی صف کی قلب سے دیکھتے رہے تہے یہی خیال تھا کہ حملہ آور اپنی شجاعت و کثرت کی باوصف یونانی پوزیشنون کی صف کو نہین توڑ سکے۔ اور لڑائی کا قطعی فیصلہ کرنیکے لیئے کل بھی ضرور لڑائی ہوگی۔ بہ شاہد اس امر پر بھی متفق الرائے تہی۔ کہ جس استقامت و پامردی کے ساتھ نو عمر سپاہی اور وہ لوگ جو باقاعدہ تربیت یافتہ سپاہی نہین۔ آج لڑے ہین۔ وہ واقعی بے انتہا تعریف کی مستحق ہے۔ مگر درین اثناء ترکون نے کثرت تعداد کی طفیل سہ پہر کے دو اور تین کے درمیان یونانیونکی انتہائی میمنہ کو جو کیتی کی مین تہا۔ پلٹ دیا تھا۔ اور وہانکی سپاہ تھوڑے سے مقابلہ کے بعد موضع لوزی کیطرف ہٹ آئی تھی۔ وہان پہنچکر جنرل ماکریسی نے کمک کی پہنچ جانے تک جسکیلیئے اوسنے سخت تاکید کر بھیجی تھی دشمن کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر کمک کی نہ پہنچنے کی وجہ سے وہ زیادہ دیر موضع مذکور مین نہ ٹھیر سکا۔ اور بسرعت تمام واپس ہٹ آنے پر مجبور ہوگیا۔ رات کے آٹھ بجے اوسکی فوج مین ایسی بہاگڑ پڑگئی کہ ڈوموکوس کی پوزیشن پر قایم رہنا ناممکن ہوگیا۔ چنانچہ ماکریسی کی پسپائی کی خبر سنتے ہی کل فوجکو مراجعت کا حکم دیدیا گیا۔ قرسالہ اور ٹرناوس کی مراجعت کیطرح اس مراجعت کے وقت بھی رستہ چلنا مشکل ہو رہا تھا

شرک گرد و ام وسامان حرب کو چھکڑون مجروحون کی گاڑیون اور ٹرانسپورٹ و کمسریٹ کی جانورون وغیرہ سے ہی نہین رکی ہوئی تھی۔ بلکہ ہزارون باشندے بھی اس خوف سے کہ ترکون کے قابو مین آجانے پر اونکی بڑی گت بنیگی۔ سراسیمہ وار دوڑے چلے جا رہے اور پریشانی و بے ترتیبی کو اور زیادہ پریشان بنا رہے تہے۔

انگریزی نامہ نگار کی تحریرین جو اسیلئے بیشک بہت دلچسپ ہی کہ اوسنے بچشم خود ڈوموکوس کی لڑائی کا مشاہدہ کیا یہانتک تو یونانیونکی بہت تعریف کیگئی ہے۔ اور ایسا کرنیمین اوسپر طرفداری کا الزام بھی وارد نہین ہو سکتا۔ اُسنے وہی کچھ دیکھا جو قلب مین گذرا۔ اور یہہ مسلمہ امر ہے کہ اوس تعہ پر ترکونکی نسبت یونانی بہت کچھ فائدہ مین تہے۔ اور اونکو اپنی پوزیشن کے طبعی و مصنوعی استحکام کی وجہ سے ترکون پر بہت فوقیت حاصل تھی۔ نامہ نگار مذکور اپنی تحریر کے خاتمہ پر ولیعہد کی متعلق...... تحریر کرتا ہے کہ وہ ایک متصلہ پہاڑی کی چوٹی سے ایک مکان کی چھروکے سے جہان اُسکا ہیڈ کوارٹر تھا لڑائی کو دیکھتا رہا۔ اور پھر صبح آئیندہ کو گاڑی پر سوار ہو کر کچھہ سوارون کو اردل مین لئی ہوئے تارانزا کو روانہ ہو گیا۔ رستہ مین لامیہ ٹھہرا۔ جہان اُسنے بلحاظ حالات موجودہ اپنا ہیڈکوارٹر منتقل کرنا چاہی تہا۔

۱۷ مئی کو ترکون نے سامنے کیطرف سے ڈوموکوس پر قبضہ کر لیا۔ جہان اُنہین اسلحہ و سامان حرب کی مقدار کثیر دستیاب ہوئی [1] میمنہ و قلب یعنی خیری نشاط و حیدر کے ڈویژن ڈوموکوس سے گذر کر جھیل زیناس کی میدان مین داخل ہوئے یہہ میدان ڈوموکوس سے بجانب جنوب ہے۔ اور ڈوموکوس سے اُتر کر اوس مین داخل ہوتے ہین۔ وہ ڈوموکوس کی متصلہ پہاڑیون کو وادی جبال اوتھریس سے جدا کرتا ہے۔ ان پہاڑون پر سے میدان لامیہ کو جو درے جاتے ہین۔ اون مین سب سے اہم درہ فورکا ہے۔

۱۸ کی شام کو ممدوح اور حمدی کے ڈویژن درہ کے سامنے ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے۔ اوسپر یونانی ابھی تک قابض تھے جنکو جزوی لڑائی کے بعد ترکون نے شمالی سرے سے درہ کے اندر دھکیل دیا۔ ۱۸ و ۱۹ مئی کی درمیانی رات کو حمدی کی ڈویژن کی تین بٹالین غنیم سے بالکل متصل بعیدی چوکی کے فرایض پر مامور رہین۔ ترکی فوج کی ہیئت عمومیہ اس وقت حسب ذیل تھی:۔ خیری۔ نشاط اور حیدر کے تینون ڈویژن ڈوموکوس اور دریدی کے درمیان تھے۔ حمدی اور ممدوح کی ڈویژن انسے آگے دیدی پالاماس اور فورکا مین بشکل مثلث قایم تہے۔ یہ دونون ڈویژن بالخصوص ممدوح پاشا کا جو میسرہ پر تھا مغرب کیطرف بہت آگے نکلجانے کیوجہ سے باقی فوج سے اسطرح سے بالکل جدا ہو گیا تہا۔

[1] محاربہ ڈوموکوس مین ترکون کو زینون۔ مردیون اور سامان جنگ رسد کے علاوہ حسب ذیل غنیمت ملی۔ بارہ قلعہ شکن توپین ۷ء۵ سنٹی میٹر (۳ انچہ قطر کی) چھہ کوہی توپین ۸ سنٹی میٹر (۳ انچہ قطر کی) ۹۵ گاڑیان گولہ بارود ڈہونیکی۔ ۸۰ تا ۱۴۴۳ چھوٹے بڑے گولے۔ بارہ ہزار صندوق رایفلی کارتوسون کے ۱۹۷۳ گراس قسم کی رایفلین۔ اور ۹۶ گاڑیان باربرداری کی۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

۱۹ مئی کو علے الصبح حمدی کی ڈویژن کی ہیڈی چوکیون کو معلوم ہوگیا کہ درہ فورکا خالی پڑا ہے جسپر شاہراہ کو رستہ لامیہ کیطرف فی الفور پیشقدمی کیئے جانیکا حکم صادر ہوگیا۔ ۹ مئی کی دوپہر کو بالکل اچانک اور غیر مترقبہ طور پر دشمن سے ایک اور مقابلہ ہوگیا۔ جبال اتھرس کی جنوبی شاخون کے آخری سلسلہ کے مقام تاراتسا مین جو لامیہ سے دو میل شمال مین ہی غنیم کی دس پلٹنین معہ دو یا تین باتریون کے ایک نہایت مستحکم موقعہ پر متصرف پائی گیئن۔ درہ فورکا سے مراجعت کرجانیکے بعد غنیم کی یہ نئی ترتیب جنگی لحاظ سے کسیطرح سمجھہ مین نہین آسکتی تھی۔ کیونکہ اگر یونانیون کا منشاء مزاحمت کرنیکا تہا تو اسغرض کیلیئے لامیہ کے منفصلہ علاقہ کی نسبت درہ فورکا بدرجہا زیادہ مناسب وکارآمد تھا اوس کے قرب و جوار کی طبعی بناوٹ سے اون کو مدافعت مین زبردست مدد ملسکتی تھی۔ مزید برآن اس پسند کردہ پوزیشن سے لڑائی شروع ہوجانیکے بعد مراجعت کرنا ایسا مشکل تہا کہ عقل کبھی باور نہین کرسکتی تہی کہ یونانی وہان جمکر مقابلہ کرنے کی کوشش کرینگے۔ پسپائی کے وقت اون کو لامیہ کے میدان سے گذرنا پڑتا۔ جہان ترکی باتریان جو یقینًا بلندیون کے آخری سلسلہ پر فی الفور نصب کردیجاتین اونکو فی الواقع بہون ڈالتین۔ یہ معاملہ اس لحاظ سے بھی نہایت حیرت انگیز ہورہا تھا کہ یونانیون کو جنہون نے رات کی تاریکی سے فایدہ اوٹھاکر مراجعت کرتے رہنے مین وتھی کمال کر دکھایا تہا۔ ایسی جرأت کہان سے پیدا ہوگئی ہے کہ ایسے موقعہ پر مقابلہ کیلیئے مستعد ہوگئے ہین جہان سے وہ تاریکی سے پہلے باسانی بیدخل کردیئے جاسکتے تہے۔

یہ بلا مبالغہ عقدہ مالاینحل تہا۔ مگر جیسا کہ میجر فاکنر نے لکھا ہے۔ سقراطا و بقراطا کے عیار فرزندون نے تھوڑی ہی دیر مین اسے حل کردیا۔ جیسے ترکی پلٹنین جنمین زیادہ تر البانوی تہے اور وہ سب سے آگے تھین حملہ کیلیئے صف آراء ہونے لگ گیئن ترکی باتریون نے موقعہ بموقعہ قایم ہونا شروع کردیا اور یونانیون پر مسلسل آتشباری کی بوچھار شروع ہوگئی جو برابر دو گھنٹے ہوتی رہی پیچھے سے لگاتار تازہ دم افواج کی کمکین پہنچ رہی تھین۔ اور سپاہی اسپر حملہ کا تہیہ کر رہے تہے کہ یکبارگی سب کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ غنیم کی مراجعت کا رستہ بند ہوگیا ہے اور چار بجے کے قریب کل نقشہ یکلخت بدلگیا۔ ایک گاڑی جسپر سفید جھنڈا نصب تھا۔ اون یونانی صفونکے قریب پہنچی جو باقی فوجکو لامیہ کیطرف بخیریت مراجعت کرجانیکا موقعہ دلانیکے لیئے بطور روستہ عقب کام دے رہی تھین جب اس گاڑی نے درمیانی فاصلہ کو طے کرلیا تو اوس سے لامیہ کا گورنر ہیردان ہسن معہ چند افسرون اور اہلکارونکے نیچے اوتر آیا۔ اونکے انداز سے معلوم ہورہا تھا کہ وہ کسی خاص کام کیلیئے آئے ہین۔ گورنر جسکا باپ شاہ اوتھو کے ساتھ بویریا سے یونان گیا تہا۔ دراصل ایتھنز مین وکالت کا کام کیا کرتا تہا اور محاربہ کے شروع مین لامیہ کا گورنر مقرر کیا گیا تہا۔ وہ یہ خبر لایا کہ ترکی نے اصولًا التوائے جنگ کو منظور کرلیا ہے۔ اونے کہا مجھے ۹ مئی کی صبحکو ایتھنز سے اس امر کی باضابطہ اطلاع موصول ہوئی جس کے ساتھ مجھسے یہ درخواست کیگئی تھی کہ مین یونانی ہیڈکوارٹر کو نے فی الفور اس سے مطلع کردون مینے خبر ملتے ہی جو گاڑی پہلے نظر پڑی اوسے بیگاری پکڑلیا۔ اور اوسکے ایکے گدیلے کا سفید غلاف پھاڑکر سفید جھنڈا بنالیا۔ ترکی سٹاف کا افسر اعلے سیف اللہ پاشا حسن اتفاق سے موقعہ پر موجود تھا۔ اوسنے گورنر کے پیغام کے جواب مین کہا کہ اس صورت مین آتشباری کو بیشک فی الفور بند کردینا ضروری ہوگیا ہے۔ لیکن لڑائی کو باقاعدہ التواء کیلیئے

ولیعہد کیطرف سے باضابطہ درخواست کا موصول ہونا ضروری ہے۔ فریقین مین کل گفتگو جرمن زبان مین ہوئی کیونکہ یونانی گورنر اور سیف اللہ دونون اس زبان کو کامل جانتے تھے اور اس کے ذریعہ ایک دوسرے کا مطلب بہترین طور پر سمجھہ سکتے تھے۔

یہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ شہزادہ بہادر اپنے میمنہ کے شکست یاب ہوکر پسپا ہوجانے پر ڈوموکوس کی مضبوط پوزیشن کے خالی کیئے جانیکا حکم صادر کرنیکے بعد سترہ مئی کی رات کو ہی گاڑی پر تارسیلی کو ہٹ گئے تھے۔ وہان سے اُسنے اور جنوب کیطرف بمقام الاملا اپنا ہیڈ کوارٹر منتقل کردیا تھا چنانچہ اُسے التوائے جنگ کی منظوری کی خبر ۱۹ مئی کی دوپہر سے پہلے نہ ملسکی اِس خبر کے موصول ہوتے ہی فی الفور چند ہیڈکوارٹری افسر میدان کارزار کو بھیجدیئے گئے کہ ترکی کمانڈر سے طبقۂ حیادت کی تعیین کیلیئے گفتگو کرین۔

چشم دید شاہدون کا بیان ہے کہ لڑائی کے التواء پر مصالحت کنندہ صفون کا نظارہ بعینہ ویسا تھا جیسا کہ زمانہ امن کی تمرینات اور مشق و قواعد کے وقت "ہالٹ" (کھڑے ہوجاؤ) کے حکم پر فوج کا ہوتا ہے۔ دونون طرف کے سپاہی جو ابھی ایک دوسرے پر آگ برسا رہے تھے بسکٹون اور سگرٹون وغیرہ کی تحایف ایک دوسرے کو دینے کیلیئے فی الفور ایک دوسرے کیطرف لپک پڑے اور جسطرح بن پڑا اشارون کنایون سے باہم بات چیت کرنے لگ گئے۔ ہر ایک کے چہرہ پر یہ مسرت آمیز طمانیت برس رہی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ ایک دوسرے کو گولیون کا نشانہ بنانے کی مجبوری سے آزاد ہوگئے ہین۔ اور بالعموم سب نے یہ رائے ظاہر کی کہ وہ لڑائی سے سخت آزردہ ہو رہے تھے۔ یہہ طبعی انسانی خوشی کہ اب اونہین ایک دوسرے کو ذاتی دشمن نہین سمجھنا پڑیگا۔ باقی سب جذبات پر غالب آرہی تھی۔ اور التوائے جنگ کے ساتھہ ہی قومی بغض اور مذہبی منافرت بھی یکبارگی سرد و خاموش ہوگئی تھی۔

ترکون نے اس میل جول مین نہایت شرافت دکھائی۔ اونہون نے فاتح ہونیکا کوئی گھمنڈ نہ دکھایا۔ نہ یونانیون پر کسیطرح یہ آشکارا ہونے دیا کہ وہ اونکو حقیر سمجھتے ہین۔ برعکس ازین اون کی معمولی متانت و ثقاہت کے ساتھہ اوس وقت مردانہ شرم وحیا اور خود ضبطی بھی شامل ہوگئی ہوئی تھی۔ اور اون کے بشرون سے ہی صاف واضح ہو رہا تھا کہ خود ستائی و فخر و مباہات کا اونکے دل و دماغ مین نام و نشان تک موجود نہین۔ نہ وہ کسیطرح اوس فوج کو جسے بدوران محاربہ ہر موقعہ پر اونہون نے شکست دی تھی کسیطرح بھی حقیر و ذلیل سمجھتے ہین ٭

فصل سیزدہم (۱۳)

درہ فورکا اور ولسلہ و تھرسیس کے معرکے اور یونانی و ترکی افواج کے فوجی کارنامے

التوائے جنگ سے ماقبل کے دو تین دنون مین یونانی کمانڈر عجب مشکل مین مبتلا رہے۔ جنگ ڈوموکوس کی بعد لیوٹنٹ سمتھ کو علی الصبح کل فوج سے جدا ہوکر تارتسا کو اور وہان سے ۱۹ مئی کو الامانا چلا گیا۔ ان دونون تاریخون کی معرکون مین اوسنے کوئی حصہ نہ لیا۔ جسکا یہی نتیجہ نہ ہوا کہ یونانی کمانڈر تذبذب مین پڑگئے۔ بلکہ لامیہ مین بھی عجب تشویش اور بیچواسی چھا گئی جسوقت وہانکے باشندون نے فوجکو قدرے بے ترتیبی کے عالم مین پیچھے ہٹتے آتے دیکھا۔ تو اونکا حصہ کثیر باین یقین کہ اب ترکون کا مزاحم مقابلہ نہین ہوگا۔ اور کل علاقہ اونکے حوالہ کر دیا جائیگا۔ سراسیمہ وار شہر سے بھاگ گیا۔ اس متوحشانہ بھاگڑ مین باشندے اور اونکی گاڑیان فوجکے ساتھ خلط ملط ہوکر اوسکی صفون مین گھس گئین جس سے فوجکے لیے رستہ چلنا مشکل ہوگیا۔ درہ فورکا کی مراجعت کیوقت یونانی فوجکی جو کچھ حالت تھی اوسکا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوجائیگا۔

بتاریخ ۸ مئی انفنٹری کی چوتھی رجمنٹ کو اوس درہ پر قبضہ کرنیکا حکم دیا گیا جو اندی نترا کے راہب خانہ کی قریب بلسلہ اوتھرسیس کو گذرتا ہے۔ عدم لیاقت یا وقت کافی نہ ہونے کی وجہ سے اس حکم کی بروقت تعمیل نہ ہوسکی جب رجمنٹ وہان پہونچی تو اوسنے ترکون کو درہ پر قابض پایا۔ آداب جنگ کا مقتضا تو یہ تھا کہ یونانی فے الفور غنیم پر حملہ کرکے اونکو وہان سے نکالدینے کی کوشش کرتے مگر یونانی ایسے بیوقوف نہ تھے کہ اپنی جانون کو یون ضایع کرتے۔ برعکس ازین اونہون نے قابل تعریف دانشمندی سے کام لیا۔ وہ غنیم کی شکل دیکھتے ہی پاؤن سر پر رکھکر بے تحاشا اوٹھ دوڑے۔ اور جیسا کہ اس بدبخت محاربہ مین پہلے کئی مرتبہ ہوچکا تھا۔ اس بھاگڑ مین بھی سپاہیون نے بوجھ ہلکا کرنیکے لیے جو تیز رفتاری مین حایل ہوتا تھا اپنے اسلحہ زمین پر پھینکدیے۔ اور کل رجمنٹ عجب متوحشانہ سراسیمگی و بیچواسی کے ساتھ پہاڑیون کی سطحون سے لامیہ کو جو بارہ پندرہ میل کے فاصلہ پر میدان سپرکیوس مین واقع ہے دوڑ گئی۔

ترکون نے ان بھگوڑون کا کوئی تعاقب نہ کیا۔ مگر وہ جن کا دم ہوا ہوا اور حواس غایب تھے ہر جگہ یہہ جھوٹی خبر مشتہر کرتے آئے کہ ترک تعاقب کیے چلے آرہے ہین اس خبر کے سنتے ہی شہر مین عام ہر بونگ برپا ہوگئی۔ اور کئی جگہ شہریون اور فوجیون مین مقابلہ بھی ہوگیا۔ ہیڈ کوارٹر تا آمیہ تھا یہ خبر سنکر اوس کے افسرون کے بھی ہاتھ پاؤن پھولگئے۔ اور وہ درہ تھرموپایلی کو بھاگ گئے۔ مگر چند گھنٹون کے بعد خبر کی بے بنیادی معلوم ہوجانے پر پھر لامیہ واپس آگئے۔ ورنہ لامیہ کرنیل سمولنسکی کی سوائی سے پہونچگیا۔

اور اوس نے لامیہ مین بجد و جہد کرکے کسیقدر امن و نظام قایم کرلیا - تاہم فوج ولیعہد کے حکم کے مطابق سلسلہ اوتہریس کے عقبی علاقہ سے گذرتی ہوئی لگاتار درہ تہرموپائیلی کیطرف بڑہی چلی گئی - یہ درہ گو زمانہ قدیم ایسا محفوظ نہین رہگیا تاہم اب بھی اتھینز کی سٹرک کی حفاظت کیلیئے قابلقدر موقعہ ہے - اوسکی ایک طرف خلیج لامیہ کی اردگرد کی دلدلی نشیب زمینین ہین اور دوسری طرف سربفلک پہاڑ جنپر سے صرف پاک ڈنڈیان گذرتی ہین اس درہ کو فتح کرنیکے لیئے اب بھی حملہ آورون کا کثیر التعداد ہونا ضروری ہے -

اٹھارہ مئی کے معرکہ درہ فورکا اور دوامنی کا معرکہ جو سلسلہ اوتہریس کی شاخون کے قریب ہوا - صرف عقبی دستون کی مصافاتیں تھے زیادہ دیر تک مقابلہ کرنا یونانی کمانڈرون کا شعار نہ تھا - ان معرکون سے اونکا مدعا صرف یہ تہا کہ فوج کے باقیماندہ حصہ کو بخیریت پسپا ہونے اور درہ تہرموپائیلی پہنچکر اوسپر قابض ہوجانیکا موقعہ ملجائے - تاہم ولیعہد کے ہیڈکوارٹر کے اسقدر پیچھے (الامانا تک) ہٹا دیئے جانیکا فوج پر اچھا اثر نہ پڑا - اور شہزادہ اور فوج مین جیساکہ چاہیئے تعلق نہ رہگیا - اس واقعہ کے متعلق ایک انگریز نامہ نگار نے اپنی مراسلت کے خاتمہ پر یہ عبارت تحریر کی "شاہزادہ بہادر نے حتی الامکان بہت جلد الامانا پہونچنے کی کوشش کی - اور وہان سے وہ قصہ دنیا مین شائع کیا جو موجودہ یونان کی تاریخ مین منحوس ترین داستان ہے"

یونانیون کا بیان ہے کہ اونکے چھ سو آدمی ڈوموکوس مین قتل و زخمی ہوئے - ترکون کا اس سے تگنا نقصان ہوا ہوگا انگریزی وقائع نگار کی تحریر مین عثمانی سپاہیون کی شجاعت اور ثابت قدمی کی تعریف ناظرین کی نظر سے گذر چکی ہے - لیکن ترکون کی نسبت بھی کل شاہد باتفاق رائے بیان کرتے ہین کہ حملہ ڈوموکوس مین اونہون نے اون کٹھن مہمون کو جو اونکے ذمے ڈالی گئین - ایسی جان نثاری - سرفروشی اور استقامت سے پورا کیا جو فی الواقع بینظیر تھی - پندرہ سے لیکر بیس میل تک کی مسافت طے کرنیکے بعد کل ڈویژن نے بغیر اس کے کہ اونہون نے کوئی زیادہ عرصہ دم لیا یا باقاعدہ طور پر کھانا کھایا ہو ایسی پوزیشن پر حملہ کردیا - جو نہایت ہی مضبوط اور مستحکم تھی - اور جہان سے کل میدان جسے عبور کرکے وہان تک پہنچنا تھا نظر مین تہا - یہ پوزیشن طبعی طور پر اور مورچون سے ہی مضبوط و مستحکم نہ تھی - بلکہ وہان بیشمار توپخانہ بھی موجود تھا جسے جابجا مناسب موقعون پر خوب محفوظ جگہون مین جہان سے دشمن دور ہی سے دکھائی دیسکتا - اور اسپر تباہی بخش آگ برسائی جاسکتی تھی نصب کیا تھا - تقسیم اور توپونکی سیدہ درست کرنے اور مسافتون کو ناپنے کے لیئے یونانیون کو کافی وقت ملگیا تھا -

ان بواعث کی وجہ سے ترکی توپخانہ کو اپنی انفنٹری کی امداد و دستگیری کرنے اور اوسے ایسے موقعہ پر پہنچنے کے قابل بنانے کے لیئے جہان سے وہ یونانیون پر موثر طریق سے آتشباری کرسکے ۴۰۰۰ گز کے فاصلہ پر سے ہی گولہ باری شروع کردینی پڑی تھی جن حالات کی موجودگی مین ترکون نے اپنے توپخانہ کو پہلی مرتبہ دشمن کے مقابل کیا - اور پھر بتدریج پیشقدمی کرتے ہوئے دشمن پر گولہ باری کی - اونکے لحاظ سے اونکی یہ کارروائی خاص تعریف و توصیف کی مستحق ہے - اور اس سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ ترکی توپخانہ کے افسر و گولنداز موجودہ زمانہ کی جنگ و جدال کی ہر ایک ضرورت و مطالبہ کو پورا کرنے اور جیسا موقعہ پڑے

فی الفور اوس کی حسب حال اپنی وضع بدل لینی اور اسمین بلا تکلف پورا اترنے کی پوری پوری قابلیت رکھتی ہین۔ کیونکہ یہ عام معلوم امر ہے کہ زمانہ امن ترکی توپخانہ کو چاندماری کی بہت کم مشق کرائی جاتی ہے اور عموماً فوج توپخانہ کو قواعد و تمرینات کرانے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

اس مزید ہزیمت یابی سے شکستہ دل ہو کر ولیعہد نے اپنے پھوپھی زاد بھائی (زار) سے بذریعہ ٹیلیگرام التجا کی کہ وہ مداخلت کرکے جنگ ملتوی کرا دے۔ ترکون کی جمعیت ہم سے چوگنی ہے اور اونکا مزید مقابلہ کر سکنا ناممکن ہے۔ زار نکلس نے اس درخواست کو منظور کرکے فی الفور خاص اپنی طرف سے ایک ٹیلیگرام سلطان المعظم کی خدمت مین ارسال کیا۔ اور اسمین جلالت مآب کی رحمدلی اور حب امن کا نہایت خوشامد آمیز الفاظ مین واسطہ ڈالکر التوائے جنگ کی درخواست کی۔ عبد الحمید نے بجواب زار کے تلطف آمیز فقرات کا شکریہ ادا کرکے خواہش ظاہر کی۔ کہ زار جنگ ملتوی ہی نکرائین۔ بلکہ کوشش کرکے فریقین مین صلح بھی کرا دین۔ ادہر اوسیوقت ادہم پاشا کو جنگ ملتوی کر دینے کا حکم بھیجدیا گیا۔

اتھینز سینٹ پیٹرزبرگ قسطنطنیہ اور ترکی ہیڈ کوارٹر مین یہ ٹیلیگرافی نامہ و پیام قابل تعریف سرعت و تعجیل کے ساتھ ۱۹ مئی کی دوپہر تک ہوتا رہا۔ اسی تاریخ سہ پہر کے وقت لامیہ کے گورنر کو التوائے جنگ کی منظوری کی اطلاع اتھینز سے موصول ہو گئی مگر یونانی اس اثنا مین بھی اپنی شرارتون اور تعلی بازی سے باز نہ آئے لیم تھیوٹوکی وزیر داخلیہ و رائم بوٹاکس پاس وزیر محکمہ مذہبی اٹھارہ مئی کو لامیہ پہنچے۔ اور وہان اونہون نے فوجکو گوبنمنٹ کی طرف سے قائمقام ہو کر بنا چوڑا لکچر سنایا جس مین اہل اوس کے بزرگونکی بہادریون کو یاد دلاکر اپنی جگہہ پر قائم رہنے کا حوصلہ دلایا گیا۔ اور جرات دلانے والے الفاظ مین تھرموپائیلی کے تاریخی درہ کی جوانمردانہ حفاظت کرنیکی تاکید کیگئی۔ کرنیل سمولنسکی جو بصلہ خدمات حسنہ جرنیل بنا دیا گیا تھا۔ بہ تعمیل حکم سوپلی اور ہالمیروس سے حرکت کرکے بتاریخ اٹھارہ مئی باقیماندہ فوجکو آملا اور ولیعہد نے اوسی درہ تھرموپائیلی کی محافظ فوجکی کمان سپرد کر دی۔

جس روز سے ہیڈ کوارٹر بہت ہی پیچھے ہٹاکر لاماما مین قائم کیا گیا تھا اوسی دن سے یونانی فوجکی مختلف دستون کی یونانی کماندر عجب مخمصہ اور تردد مین مبتلا ہو گئے تھے۔ کیونکہ بعد مسافت کی وجہسے وہ سپہ سالار کے ساتھ بآسانی نامہ و پیام نہین کر سکتے تھے اس وقت سے پراگندہ پریشانی مین فوجکی عاجلانہ و سراسیمہ وار مراجعت بتاریخ ۱۹ مئی جبال اوتہرس مین عقبی دستہ کی مذبذبانہ مدافعت باشندگان لامیہ کی بھاگڑ اور التوائے جنگ کے متعلق کسی خبر کی عدم موصولی سے جو بے اندازہ اضافہ ہو گیا تھا اوسے ناظرین بآسانی قیاس کر سکتے ہین۔ اکثر کو علم تھا کہ التوائے کیلئے باہم نامہ و پیام ہو رہا ہے اور وہ اوس کے نتیجہ کا کمال بیصبری کے ساتھ انتظار کر رہے تھے۔

بالآخر جب اوسکی خبر جبال اتھرس مین پہونچگئی۔ تو ترکی ہیڈ کوارٹر اوسیوقت ۱۹ مئی کی شام کو ڈومو کوس کو ہٹ گیا۔ اور دوسرے دن وہان فریقین مین التوائے جنگ کا باضابطہ معاہدہ ہو گیا جس کا مضمون حسب ذیل تھا: فریقین مین ۱۷ اون کیلئے جنگ ملتوی کیا گیا ہے اس میعاد کے ختم ہونے پر پہر اسکی تجدید ہو سکتی ہے یہ دونون کے زیر بالمقابل افواج کے مابین

آٹھ سو میٹر (تقریباً ۸۸۰ گز) عریض وہ طبقہ حیادت یا علاقہ حد فاصل کی حد بست قایم کیجایگی۔ اس کام کو دونون فریق کے دو دو سٹاف افسر دول خارجیہ کے جنگی اٹاشیون کی مدد سے سرانجام دین گے۔ بدوران متارکہ کوئی فوج سامنے کیطرف یا بازؤن پر کسیطرح کی حرکت نکرے گی۔"

یونانی ڈیلیگیٹون کی ساتھ فرنچ سفیر کا جنگی اٹاشی میجر ہیرن وان ومپ فن اور ترکون کیطرف سے اتھک جوم میر سیف اللہ پاشا معہ چند افسرون کے کمیشن مین شامل ہوئے جنہون نے ۱۲ مئی کو یہ کام شروع کردیا۔ تعیین حد بست کے بعد پہلا کام یہ کیا گیا کہ طبقہ حیادہ کے قریب نظام اور خوب تربیت یافتہ سپاہ کو مقیم کیا گیا۔ لامیہ چونکہ طبقہ حیادہ مین رکھا گیا۔ اسپر کسی فریق کی فوج قابض نرہی۔ دوسرا یہ کام کیا گیا کہ اطالین مجاہدین کو یونانی فوج سے جدا کردیا گیا۔ یہ لوگ بلاشبہ دوموکوس کے محاربہ مین کمال شجاعت سے لڑے تھے۔ اور انکے تین سو آدمی ضایع ہوچکے تھے۔ لیکن ۸ مئی کو عقبی دستہ کی لڑائی مین یونانی قابل نفرت بزدلی اور کمینگی سے اون کو دشمن کے نرغہ مین مبتلا چھوڑ کر خود رفوچکر ہوگئے تھے۔ ترکون نے انکا کسیقدر احاطہ کرلیا تھا۔ اور وہ بڑی مشکلون کے ساتھ اس مخمصہ سے رہا ہوئے تھے۔ اس کمینہ برتاؤ کی وجہ سے اونکے دلون مین یونانیون کیطرف سے سخت کدورت بیٹھ گئی تھی اور محاربہ کے آخری چند گھنٹون مین اس کدورت کیوجہ سے انکی آپس مین کئی دفعہ کھٹ پٹ ہوگئی تھی۔

یونانیون نے ۹ مئی کی لڑائی جو تھیسلی مین آخری معرکہ آرائی تھی۔ اور جسمین ترکون کے تین سو شہید و مجروح ہوئے تھے باغلب وجوہ سہلی کی تھی کہ التوائے جنگ سے پیشتر جو وہ جانتے تھے کہ عنقریب ہونیوالا ہے حتی الامکان زیادہ سے زیادہ علاقہ اپنے تصرف مین رکھکر لامیہ کے سامنے کسی موقعہ پر انعقاد معاہدہ التوائے جنگ کا انتظار کرین۔ تاکہ لامیہ اونکی قبضہ مین باقی رہے۔ علاوہ برآن اس موقعہ پر ترکون کا مقابلہ کرنیسے باقیماندہ فوج اونکے تعاقب سے محفوظ تہر سوپائیلی پہنچنے کے قابل ہوگئی مگر یہ سب کچھ اسی شیخی پر کیا گیا تھا کہ التوائے جنگ کا حکم بر وقت پہنچ جائیگا۔ اور ترکون کو اس عقبی دستہ کو معدوم کرنیکا موقعہ نہین ملسکیگا۔ اونکی خوش قسمتی سے ویسا ہی ظہور مین آیا جیسا کہ اونہون نے سوچ رکھا تھا۔

ترکی چیف سٹاف افسر نے غنیم کا حد مناسب سے زیادہ پاس و لحاظ کیا کہ ایک یونانی اہلکار کے سفید جھنڈا لیے ہوئے پہنچ جانے پر لڑائی بند کرادی۔ اوسے چاہیئے تھا کہ جب تک سپہ سالار التوائے جنگ کو منظور کرکے ضروری احکام نافذ نہ کرتا لڑائی کو برابر جاری رہنے دیتا۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ پیشتر اسکے مشیر یہ احکام صادر کرسکتے یونانیون کا عقبی دستہ بحال تباہ و پراگندہ لامیہ کو پسپا کردیا جاتا۔ اور فی الفور تعاقب کرنے پر شہر ترکون کے قبضہ مین آجاتا۔

محاربات تھیسلی پر سرسری غور کرنیسے ایک یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ محاربہ تین مختلف دورون مین منقسم ہے جنمین سے ہر ایک مین علاقہ کا ایک حصہ فتح کرنیکے لئے چند معرکے ہوئے۔ پہلا دور پندرہ اپریل کو جب کہ یونانی فوج نظام نے جارحانہ کارروائی شروع کی شروع ہوکر ٹرناووس و لاریسہ کی مراجعت اور یونانیون کے فرسالہ۔ ویلسٹینو اور ٹرولسٹینو کی پوزیشنون مین قایم ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا دور لاریسہ سے ترکون کی پیشقدمی بجانب فرسالہ یعنی ۲۰ اپریل سے شروع ہوکر یونانیون کی مراجعت بجانب

لہ التوائے جنگ۔

ڈوموکوس و ہالمیروس اور ترکون کے بتاریخ ۸ مئی وولو پر قابض ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ تیسرا دور ۱۷ مئی کے معرکہ ڈوموکوس
یونانیون کی مراجعت بجانب دُرّہ فورکا۔ اور وہان سے بجانب جبال اوتھریس پر جہان یونانیون نے آخری مقابلہ کیا ختم ہوا۔

دوسرا نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہی کہ یونانی فوج بالکل ناتیار محاربہ کے دنگل مین اتری۔ اجتماع فوج کا کوئی باضابطہ دستورالعمل
موجود نہ تھا۔ اس امر کا کوئی انتظام نہ کیا گیا کہ مشغول کارزار فوج کو جسقدر نقصان پہنچے۔ اونکی تلافی کیلئے پیچھے سے نئی کمک
پہونچتے رہین۔ مختلف دستون مین بہت ناقص زینتہ مواصلت موجود تھا۔ سپاہیون کا ساز و سامان ناکافی اور افسر بہت
کم تھے۔ مزید برآن یونانی فوج تھسلوی سرحد پر تقریبًا تقریبًا دو مساوی حصّون مین تقسیم کردیگئی تھی۔ جو ایک دوسرے سے
ناقابل گذر کوہستانی علاقہ مین کئی دنون کی مسافت پر تھے۔ پھر ہر ایک حصّہ نے بجائے خود اپنی افواج کو کل سرحد پر پھیلا رکھا
تھا۔ جو طول مین تقریبًا دو سو میل تھی۔ سرحد پر ایسی ترتیب و صف آرائی نہ حملہ کیلئے کارآمد ہوسکتی تھی۔ اور نہ بالعزم مدافعت
کے واسطے۔ اور اسی ایک غلطی کیوجہ سے لازمی طور پر کوہستانی درون کی حفاظت کے متعلق متواتر غلط احکام صادر ہوئے۔ تعداد
مین الگ ترکون سے کم۔ پھر مختلف چھوٹی چھوٹی جماعتون مین منقسم۔ اور ادنے افسر تقریبًا مفقود۔ ایسی صورت مین یونانیون کی
مقبوضہ و متصرفہ پوزیشنون کی طبعی استحکام کے باوصف اونکا متواتر شکستین کہاتے جانا کیا کبھی تعجب خیز ہوسکتا ہے تاہم اسمین کلام
نہین کہ یونانی سپاہی من حیث الافراد قابل تعریف شجاعت اور استقامت سے لڑے۔

محاربہ کے انصرام پر کلی طور سے رائے ظاہر کرنیکا ابھی وقت نہین پہنچا۔ امداد سپہ جن غلطیون کا الزام لگایا جاسکتا ہے
اونپر ابھی بحث کرنا مناسب نہین۔ لیکن اسمین کوئی شک نہین کہ شکستون کا سب سے بڑا باعث یہ تھا کہ کمان کے اعلےٰ ترین مناصب پر
ناقابل اشخاص مامور کئے گئے تھے۔ محاربہ کی تاریخ مین ذمہ داری کے عہدونکی تقرریان ایک دلچسپ واقعہ ہین۔ اور گو اونپر قطعی رائے
ظاہر کرنا ابھی تک ناممکن ہی۔ مگر واقعات معلومہ کے مقابلہ سے یہ امر صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یونانی گورنمنٹ اس سے محض ناواقف تھی
یا اوسنے عمدًا اس سے اغماض کیا کہ انصرام محاربہ کیلئے سب سے مقدم چیز کیا ہے۔ بسا اوقات یونانی کمانڈر ایسی جگہ آجاتے تھے کہ سر قدم مین
تمیز نہین کرسکتے تھے۔ درست اس سقم سے بخوبی آگاہی ہوگئی ہے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ آگاہی دیرپا ہوگی؟ محاربہ کی ابتدا ہی سے گورنمنٹ
پر یہہ زور دیا جارہا تھا کہ سموئنکی کو اعلےٰ کمان تفویض کیجائے۔ صرف وہی ایک ایسا شخص ہی۔ جو میدان کارزار مین یونان کی ناموس کو
بدنامی سے بچا سکتا ہی۔ بالآخر اس مطالبہ کو مان لیا گیا۔ اور رائے عامہ اپنی ضایع شدہ ہردلعزیزی کو پھر کسیقدر بحال کرنیکے لیے یونانی اور
ولسٹینو کے شجاع کو سپہ سالار بنا دیا۔ اس دباؤ کے دونوں بد دلش محاربہ کے بعد یونانی شہزادون پر بڑی سختی سے حملے کئے گئے۔ یونان کے روزانہ
اخبارات نے شاہی خاندان کو ذلیل و بیحرمت کرنیکے لیے محاربہ کیوقت ہی ایسے سخت مضامین اور کارٹون شایع کئے کہ دیگر اقوام بمشکل
باور کرسکتی ہین کہ کبھی ویسے مضمون شایع ہوئے ہونگے۔ ایک کثیرالاشاعت اتھنیزی اخبار نے "محاربہ مین ریل کے فوائد" کی سرخی سے
ایک کارٹون شایع کیا جسمین ایک سالم ٹرین۔ مرغیون ترکاریون اور سامان باورچیخانہ سے بہری ہوئی دکھائی گئی اس سے شہزادہ
ولیعہد کے سامان کیطرف اشارہ تھا جو فرسالہ کی مراجعت کیوقت وہان سے بھیجا گیا تھا۔ ایک پنچ اخبار موسومہ "رومی او س"

نے جو منظوم چھپا ہے۔ یہ کارٹون دیا کہ ایک لونڈا یونانی وردی پہنے اور انگوٹھا ناک پر رکھے ادہم پاشا کے آگے آگے بھاگا جا رہا ہے اور
اوس کے نیچے ایک طویل نظم بطور مسدس درج کی جس کے ہر بند کے آخری شعر کا یہ مطلب تھا۔ تعاقب کئے جاؤ۔ تم مجھے نہیں پکڑ سکو گے میں تم سے
تیز بھاگ سکتا ہوں۔ سال ماقبل بمقام مارتھان (یونان کا ایک شہر) چند مختلف اقوام کے افراد میں پیدل دوڑنے کی بازی لگی تھی
جس میں یونانی فوقیت لے گئے تھے۔ اس نظم کے آخر میں اس معاملہ کیطرف بھی اشارہ کر دیا گیا۔ تھیسلی کی ایک ممبر پارلیمنٹ مسٹر فیلا ئیٹوس
نے بطریق تہدید نہیں بلکہ سخت متانت اور خفگی کے ساتھ اخبار "ایمپروس" میں مضمون شایع کر کے مطالبہ کیا کہ اگر لڑائی کو جاری رکھنے کا
واقعی منشا ہے تو ولیعہد کو سپہ سالاری سے برطرف کر دیا جائے۔ سرکاری طور پر جو یہ مشہور کیا گیا ہے کہ شہزادہ فرسالہ کی لڑائی میں اولین
صف میں شامل ہو کر لڑتا رہا تھا وہ بالکل غلط ہے۔ یہ اولین صف فرسالہ کی ایک مکان کا ایک دریچہ تھی۔ جہاں سے شہزادہ بہادر بعیش تمام
دوربین سے مسلح ہو کر لڑائی کرتے رہے تھے۔ یہ مکان خاندان کستوبی کا تھا۔ شک ہو تو دریافت کر لو۔ اخبارات نے شاہی خاندان پر ہی
اکتفاء نہ کیا بلکہ وزارت کی بھی گرد ہو گئے حتی کہ کئی ایسی اخبارات نے بھی جو اصولاً وزیر اعظم (درالی) کے مخالف نہ تھے۔ اسی سخت سرزنش
اور طعن و تشنیع کی کہ وہ اپنے سابقہ تجربوں اور وعدوں کے باعث شاہی خاندان کا غلام ہو گیا ہے اور آزادانہ محب وطن وزرمیہ
پالیسی کو چھوڑ بیٹھا ہے۔ اخبار "اکروپولیس" نے ایم رلیس کو متنبہ کیا کہ "تم نے وزارت کو شروع تو بہت اچھی طرح سے کیا تھا کہ جب مدستور
سابق جیسی ڈیلیانیس نے رائج کیا تھا۔ بادشاہ کا بجوٹ وزارت کی ایوان مخصوص میں بغرض سیر داخل ہو کر وزراء کی اجلاس میں شامل ہوا تو تم نے
اُسے کمرہ سے نکال دیا۔ مگر افسوس اس پہلے دن کے بعد پھر تمہاری ضمیر پر بھی پردہ پڑ گیا۔" اگر ایسی فوج جس نے کل محاربہ میں ایک فتح بھی حاصل کی ہو اور
صرف ہزیمتیں اور شکستیں ہی کھاتی رہی ہو اور جس نے لاریسا و دستینو وغیرہ ایسی نہایت عمدہ اور خوب مستحکم مواقع دشمن کے حوالہ کر دئیے ہوں۔ اگر وہ بالآخر تمام اخلاقی
ارتباط و نظام اور سکت و حوصلہ سے معرا ہو گئی ہو تو اس پر کیا کسی کو کچھ تعجب ہو سکتا ہے۔ ترکوں نے اپنی کل کارروائیوں کو پہلے اچھی طرح سے سوچا
اور وزن کیا۔ اور پھر دانشمندی و استقلال سے اون کو عمل میں لائے۔ بادی النظر میں یہ ضرور پایا جاویگا کہ کسیقدر تساہل و تامل سے کام
لیا گیا مگر حالات متعلقہ کے لحاظ سے یہ دونوں باتیں بالکل بجا تھیں۔ شروع شروع میں ترکی سپہ سالار کو پوری آزادی حاصل نہ تھی
قسطنطنیہ سے مسلسل ہدایتیں صادر ہوتی رہیں۔ اور پھر عثمان پاشا کو روانہ کیا گیا مگر جب ادہم پاشا کو کامل اختیار ملگئے تو اونہوں نے ثابت کر دیا کہ
وہ قابل تعریف کمانڈر ہیں۔ اونہوں نے ایسے موقعوں پر جہاں سے تھیسلی پر بآسانی حملہ ہو سکتا تھا غنیم کی فوج محافظ سے زیادہ فوج جمع کی
اور پیشقدمی کیوقت تمام دستوں کو خوب قابو اور نظر میں رکھا۔ اور پھر ایک ڈویژن کی کمانڈر کو بالوضاحت جتا دیا کہ تم نے یہ کام کرنا ہے
البتہ یہ درست ہے کہ پاشائے موصوف نے غنیم کو تباہ کرنے کی بجائے اُسے صرف پیچھے دھکیلتے جانے پر ہی اکتفا کیا۔ یہ نقص اس امر سے ہی بالخصوص
صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ ترکوں نے ہر جگہ غنیم پر اپنے میمنہ سے فیصلہ کن حملہ کیا۔ یہ کام اپنے میسرہ سے جس بہت ہی کمک پہنچ گئی ہوئی تھی
یونانیوں کی میمنہ کی برخلاف نہ لیا۔ حالانکہ یونانیوں کا سمندر کیساتھ تعلق اسیطرف تھا۔ اگر پاشا موصوف غنیم کو فرسالہ کے سامنے مصروف رکھکر بڑی دلا
ایک بہت فوج جسکے ساتھ کیولری اور توپخانہ بھی کافی ہوتا ڈوموکوس کیطرف یونانیوں کی مراجعت کے راستہ بند کرنیکے واسطے اونکو بیقاعدہ الجیش بھیجا
اور مرکز سے اس راہ سے تعلق کہنے سے محروم کر دینے کیلئے یونانیوں کی میسرہ پر بھیجتے تو بالغالب جرہ مصافی لحاظ سے ایسا کرنا زیادہ مناسب و مفید ہوتا

ڈوموکوس کی محاربہ کی بعد بھی غنیم کے مزید تعاقب سے یہی نتیجہ حاصل ہوتا یعنی اونکی مراجعت کا رستہ بند ہوجاتا لیکن یونانیون نے جیسا مذکور ہوچکا ہی اس مصیبت کی انسداد کیلیئے کمال عقلمندی سے زبردست انتظام کرلیا ہوا تھا۔ وہ انتظام کیا تھا یہ کہ التوائے جنگ کی لیئے نامہ و پیام شروع کردیا تھا جس کی منظوری مین متوقعہ پیش نہینچ گئی بنابرین میدان جنگ پر جو مصافی فوقیت حاصل ہوئی اوس سے حسب توقع شاطرانہ فوائد نہ اوٹھائے جاسکے۔

جرمن سٹاف افسر لکھتا ہی کہ اس عام بحث کو چھوڑکر جزئیات کی متعلق صرف یہی بتا دینا کافی ہے کہ ترکی فوج جسکی طبیعت خوب شگفتہ اور حوصلے خوب بڑہے ہوئے تہے ہر موقعہ پر کمال شجاعت جانبازی اور طمانیت کی ساتھ لڑی جو امر اس وجہ سے اور بھی زیادہ قابل تعریف ہورہا ہے کہ عساکر عثمانیہ کو عموماً ایسے موقعون پر دھاوا کرنا پڑا جو نہایت مستحکم طور پر مورچہ بند تھے اور اونکی حفاظت جان توڑکر کیگئی تہی۔

ایک بریگیڈ کی بجائے اگر کل انفنٹری ۶۵ء، ملی میٹر (۲۶ء انچہ قطر کی نال رکھنے والی) ماسر رائفل سے مسلح ہوتی تو ترکون کو بہت کم نقصان اوٹھانا پڑتا یونانیون کی گراس رائفل جو ماسر رائفل سے زد بھی کم رکھتی ہے اور نسبتاً بطی الرمی (جلد جلد فایر نکرنیوالی) بھی ہے نیز ہنری مارٹینی رائفل کے ہمپلہ تھی جو ترکی انفنٹری کی پاس تھی۔ اوسکی بڑی سے بڑی زد ایک ہزار میٹر (تخمیناً ۱۱ سو گز) ہے۔ فریقین کی توپخانے قریبا یکسان تھے یعنی دونون مین کروپ کی توپین تھین مگر اسکا گولہ بارود ناکافی تہا پھٹنے والے گولون پر عموماً ٹھیک اور درست مقدار کے نہ لگائے جاتے تھے اور دونون فوجون کی نشانہ بازی بھی اچھی نہ تھی جسکا ثبوت اسی امر سے ملتا ہی کہ مجروحین مین سے صرف ایک فیصدی ایسے ہوتے تہے جو پھٹنے والے گولون سے زخمی ہوئے کیولری دونون فوجون مین ایسی نہ تھی جو اپنے فرائض منصبی کو درست ادا کرسکے۔ اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ گھوڑے ادنیٰ قسم کے تہے تاہم ترکی سوار بالاجتماع کام کرنے اور منفرد رہکر خبر رسانی کا کام دینے کے دونون فرائض موجودہ طریقہ حرب کی اصول کی مطابق ادا کرتے رہے ترکی فوج مین کمسریٹ کا انتظام معقول تھا کیونکہ ترک سادہ مزاج ہوتے ہین اور اونکی ضروریات بہت ہی کم ہین۔ اسکا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہی کہ ایک سپاہی کو یومیہ خورد و نوش کیلیئے صرف پاؤ سیر آٹا درکار رہتا ہی۔ مزید برآن فوجکی ساتھ بارکش مویشی بافراط موجود تہے ہر ترکی پلٹن کے ساتھ دو سو اور ہر بیٹری کی ساتھ ڈیڑہ سو گہوڑے تمام سامان حرب۔ اسباب خیمے اور افسرون کا اسباب اوٹھانی کیلیئے ہوتے ہین ان جانورونکی قطارین ہر وقت متحرک رہتی ہین اور لاریسا سے جہان یونانی گورنمنٹ نے آٹے کی وافر مقدار جمع کر رکھی تھی مسلسل ضروری سامان فوجکو پہنچاتی رہین۔

یونانی کمسریٹ کی حالت ناگفتہ بہ تھی ہر ایک چیز عین اوس وقت جب کہ ضرورت آپڑتی بہم پہنچانے کی کوشش کیجاتی چنانچہ جب فوج کو لگاتار سرعت مراجعتین کرنی پڑین تو عدم تیاری کیوجہ سے کمسریٹ کا شیرازہ بالکل پراگندہ ہوگیا۔

انتظام شفاخانہ کی متعلق یہی بتانا کافی ہوگا کہ عثمانیہ بنک نے ایک فوجی شفاخانہ میدان جنگ کو بھیجا جو لاریسا مین قایم کیا گیا اس مین دو بیس مجروحون و مریضون کی رہایش کی گنجایش تھی۔ یونانیون کو یونان کی انجمن صلیب احمر[1] اور نیز جرمنی کی انجمن صلیب احمر نے قابل قدر مدد دی۔ جرمن انجمن نے ایک سو مریضون کی تیمارداری کا سامان بھیجا اور اوس کو ایک اٹامیس کے قریب مقام حاجیا بانیا [illegible]

[1] روس۔ سوئٹزرلینڈ وغیرہ کئی ممالک کی انجمن ہائے صلیب احمر اور قسطنطنیہ کی انجمن ہلال احمر کیطرف سے بھی سرکاری فوجی شفاخانون کے علاوہ کئی شفاخانے ترکی مجروحین کی معالجہ کیلیئے میدان جنگ میں قایم کیئے گئے تہے اور بالآخر ایک ہسپتال خاص سلطانی محل یلدز [illegible] تیار کیا گیا جسکا ذکر آگے مفصل کیا جائیگا

تین ہفتے کام کرتے رہے اس شفا خانہ مین مع اعلے ڈاکٹر چھ تیمار دار عورتین اور دو اسسٹنٹ تھی جنہون نے کل تین سو زخمیون کا معالجہ کیا۔

فصل چہاردہم (۱۴)

مسٹر ایشمیلڈ بارٹلٹ وقعات متذکرہ صدر کی متعلق اپنی کتاب کی فصل نہم و دہم مین حسب ذیل لکہتے ہین:

ویسٹنو کی پہلی لڑائی ہمنے کئی دفعہ لاریسا سے ٹرسالو جانیکی خواہش ظاہر کی۔ کیونکہ یہ خبر مشہور ہو رہی تھی کہ یونانی اس پوزیشن کو خالی کر گئے ہیں مگر مارشل نے ہمین نہ جانے دیا۔ اور فرماتے رہے کہ علاقہ غنیم سے خالی نہین۔ پہر وعدہ کیا کہ جس وقت لڑائی ہونیوالی ہوگی تمکو پہلے اطلاع کر دیجائے گی حسن اتفاق و خوش قسمتی سے ہمنے بتاریخ ۲۹ اپریل جمعرات کے دن ریلوے سٹرک کی برابر لاریسا سے ویسٹنو جانیکا فیصلہ کیا۔ اور علے الصباح دوسرے دن روانہ ہو گیا جس سے ہمکو ویسٹنو کی پہلی لڑائی دیکھنے کا موقعہ ملگیا۔ یہ گو چھوٹے سے پیمانہ پر ہوئی۔ مگر محاربہ کی نہایت ہی سخت۔ جانگداز و خونریز ترین لڑائیون مین سے ایک تھی سپہ سالار کا منشا نہ تھا کہ لڑائی ہو۔ اونہون نے صرف یہ جمعیت کثیر اسکشاف کیلئے جانیکا حکم دیا تھا۔ مگر کچھ تو محمود بک کی سہوار نہ پرجوشی سے اور کسیقدر خواہ حقی پاشا کمانڈر سوم ڈویژن یا اوسکے نائب نعیم پاشا بریگیڈر کی خود رائی کیوجہ سے جونی الوقت اوس موقعہ پر کمانڈر تھا انکشافی مہم تھوڑی ہی دیر مین زبردست حملہ کی صورت مین بدلگئی جس مین تمام قسم کی سپاہ (پیدل سوار و توپخانہ) نے حصہ لیا۔ ترکون نے بینظیر شجاعت و حیرت انگیز استقامت سے حملہ کیا۔ مگر آخر سخت نقصان اوٹھا کر پسپا ہوئے۔ ترکون کے پاس ایک بریگیڈ فوج پیدل اور ایک کیولری ڈویژن تہا جسمین تخمیناً ایک ہزار سوار تھے۔

مسٹر بنیٹ برلے کی روائت مسٹر بنیٹ برلے نے جو سمونسکی کے ساتھ تھا غلط لکہا ہے کہ اس حملہ مین ترکون کی جمعیت چالیس ہزار تھی اور خود ادہم پاشا و غازی عثمان پاشا کمانڈ کرتے تھے ادہم پاشا تو کسی الگرالی کا بلکہ اوس کے قرب و جوار مین بھی نہ تھے۔ اور عثمان سالونیکا سے ہی آگۓ تہے۔ غالباً مسٹر برلے نے ۱۲ اپریل کے معرکہ ویسٹنو کو دوسری لڑائی سے جس مین ترکون نے ۱۲ ہزار کی جمعیت صف آرا کی تھی خلط ملط کر دیا ہے۔ ہم سارے میدان جنگ مین پہرے تھے۔ اور معروف کارزار ہر ایک بلٹن کو عین لڑائی کے موقعہ پر اور نیز کسی کو مراجعت کر جانیکے بعد دیکہا تھا اس معرکہ مین یقیناً ۶ ہزار سے زیادہ ترک شامل نہ تھے۔ ان سے زیادہ ہم ذکر کیلئے ہم ہی نہین پہنچ سکتے تھے کیونکہ جو سب سے پہلی کمک پچھلی رات لاریسا کی قریب سے روانہ کیگئی تہی وہ شنبہ کو ۸ بجے صبح کے وقت کرلی پہنچی تھی۔ اور جس وقت سالم تازہ دم ڈویژن کا گاؤن اور اوسکے قرب و جوار مین خیمہ زن ہوا۔ اوس وقت دوپہر بہت ڈہل چکی تھی۔

لاریسا سے کرلی ۱۲ میل اور کرلی سے ویسٹنو براہ ویز دمیلو (مضالوم) ۱۲ میل ہے یونانی نہایت مستحکم و محفوظ موقعہ پر تہے۔ اونہون نے پہاڑیون کو اوس پست سلسلہ پر جو تیلی اون (پلارچہ) کی عمودی بلندیون اور سینو سیفالو (کینہ کہ قالوس) کے درمیان ہے نہایت مضبوط

مورچے تیار کر لیئے ہوئے تھے - اونکا میمنہ پلاد تپہ پر اور میسرہ آخر الذکر مقام پر تھا پیلی آون کی شاخ موسومہ پلاد تپہ [illegible] و چٹانی ہے - اور سطح میدان سے دو ہزار فیٹ بلند ہے - پہاڑیان سینو سیفالو سے متعدد سلسلون مین شمالمشرق تک جاتی ہین - اونکے درمیان سے کسیقدر پست ہو گئے ہین - ان کنارون سے نئی شاخین پھوٹکر شمال کیطرف میدانین تک بہی ہوئی ہین - یونانیون نے مرکزی کنارہ کے علاوہ ان شاخون مین سے بھی کئی ایک پر مورچے تیار کیئے ہوئے تھے - رستینو سے دو میل بجانب شمالمغرب موضع کیفالو دو شاخی سلسلون کے مابینی نشیب مین واقع ہے - ترکون نے ۲۹ کو فتح کر کے ۳۰ کی شام تک اوسپر باستقلال مردانہ قبضہ قایم کر رکھا - اپنی پوزیشن کے قلب کے متصل ایک چھوٹی سی مدور پہاڑی پر بھی یونانیون نے مورچے تیار کر کے وہان ایک باتری نصب کر رکھی تھی - لاریسا و ولو ریلوے لاین ورستینو مین سے گذرتی ہے - وہان سے ایک شاخ عین بجانب مشرق ولو کو جو دس میل ہے اور دوسری بجانب جنوب مغرب خم کہاتی ہوئی فرسالوس جنکشن کو جاتی ہے - ورستینو کے عین سامنے بجانب شمال رینہ وسیلوس کا معقول آبادی کا قصبہ واقع ہے - ۳۰ اپریل کی پہلی لڑائی مین ترکی ہیڈ کوارٹر رہین تھا - وہ کرلی سے بجانب جنوب مشرق چھ میل اور ورستینو سے بجانب شمال ساڑھے تین میل ہے - رینہ کے سامنے اور درمیان مین ایک خوب گہنا اور سایہ دار جنگل ہے جو ورستینو کیطرف دو میل تک چلا گیا ہے اسکا عرض دو سو سے لیکر آٹھ سو گز تک جابجا مختلف ہے ترک اگر چاہتے تو پیشقدمی کے وقت اس سے خوب کام لیسکتے تھے - مگر اونہون نے اوس سے کسی لڑائی مین فایدہ نہ اوٹھایا یونانیون نے اسمین بھی دمدمہ بندی کی ہوئی تھی - ۳۰ اپریل کو اسکا جنوبی حصہ یونانیون سے بھرا ہوا تھا - اسکا علم نہین سہ پہر کے قریب ہلوہ اور بری طرح سے ہوا - ہمارے تلف ہونے مین تھوڑی سی ہی کسر باقی رہگئی تھی ۔

محمود کی غلطی

لڑائی ۲۹ اپریل کو اسطرح شروع ہوئی - غازی مختار کے فرزند محمود بک نے ورستینو کیطرف گرد آوری کی اسکے ساتھ حقی پاشا کے ڈویژن کی دو پلٹنین - ایک باتری اور دس رسالون مین سے چھ یعنے تخمیناً چھ سو سوار تھے - اوسکا منشاء تہا کہ سینو سیفالو کی بلندیون کے برابر ورستینو کے جنوب مغرب سے گذر کر یونانیون کے میسرہ کو پلٹ دے - اور پھر بازو سے ہوتا ہوا یونانیون کے عقب مین ریلوے سٹیشن پر پہنچ جائے مگر محمود سے کرنیل سموئنسکی کی جمعیت کا اندازہ کرنے مین سخت غلطی ہوئی کرنیل مذکور کے پاس بقول مشہور لے جو بمقام ورستینو یونانیون کے ہمراہ تہا دس ہزار اور میرے خیال مین کم از کم بارہ ہزار فوج تھی اسمین کوئی شک نہین کہ سموئنسکی کو جمعہ کے دن زبردست کمک پہنچگئی - ہمنے خود کئی ٹرینین فوج سے بہری ہوئی سٹیشن مین داخل ہوتی دیکھین جنکے پہنچ جانے سے تھوڑی ہی دیر بعد یونانیون نے بڑی تیزی کے ساتھ جارحانہ کارروائی شروع کر دی ۔

۲۹ کو خفیف سی لڑائی ہوئی - محمود بک دو پلٹنین لیکر کرلی سے بجانب جنوب مغرب ورستینو کیطرف روانہ ہوا - اور تہے سے بجانب غرب دو میل کے فاصلہ پر پہنچگیا - پیدل فوج سینو سیفالو کی کرارون کے برابر برابر یونانیون کے میسرہ کو ہٹانیکی کوشش کرنیکے لیئے آگے بڑھی فوج سوارون نے پائینی ہموار علاقہ کی گرد آوری کی - اور توپخانہ نے یونانی توپون سے تھوڑی سی مبارزت کی - محمود نے کمک طلب کی اور حقی پاشا نے اوسے ایک اور پلٹن بھیجدی - دوسرے دن لڑائی علی الصبح شروع ہوگئی - ترکون نے موضع کیفالو پر قبضہ کر لیا - اوس وقت محمود بک سے ایسی حیرت انگیز متہورانہ حماقت سرزد ہوئی کہ کبولری کو اوس سے سخت نقصان پہنچا - اور اوس دن ترکون کو ہزیمت بھی زیادہ تر اسکی وجہ سے ہوئی

اور سنے ترکی سواروں کو درمیانی پہاڑی کے یونانی مورچہ پر جہاں فوج پیدل قایم کی تھی حملہ کرنے کا حکم دیا۔ سواروں نے بڑی خوشی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ وہ تابڑتوڑ آتشباری کے باوجود گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ شیروں کی طرح ادہر کو پڑے۔ محمود سب سے آگے تھا۔ اونہوں نے ایک مورچہ پر فی الواقعہ قبضہ کرلیا۔ اور محمود نے اپنے ہاتھ سے ایک یونانی کپتان[1] کو جو اپنی جگہ سے ہلنے کا نام نہ لیتا تھا اور ریوالور سے کئی سواروں کو نشانہ بنا چکا تھا تہ تیغ کیا۔ لیکن ایک اور مورچہ جو پہلے سے بدرجہا مضبوط تھا ابھی سامنے کھڑا تھا۔ اور صرف وہیں سے نہیں بلکہ دونوں بازوؤں سے بھی سواروں پر غضب کی آگ برس رہی تھی جس سے مجبوراً سواروں کو واپس ہٹنا پڑا۔ اس حملہ میں پچاس سوار شہید و مجروح اور تقریباً نصف گھوڑے ناکارہ ہوئے۔

یونانیوں کا بیان

اخبار سٹینڈرڈ کا خاص نامہ نگار جو یونانیوں کے ساتھ تھا اس حملہ کی متعلق حسب ذیل لکھتا ہے:-

"ساڑھے دس بجے کے قریب تقریباً پندرہ سو چرکس سواروں نے دس یونانی باتری کو ٹنے کی کوشش کی۔ جو موضع دستینو پر حملہ کنندہ ترکی انفنٹری میں خوفناک تباہی برپا کررہی تھی۔ سواروں کا حملہ متہورانہ اور احمقانہ تو ضرور تھا مگر ساتھ ہی بکمال شاندار اور ایسا تحیر انگیز کہ اوسکا نظارہ کبھی مدت العمر تک فراموش نہیں ہو سکتا۔ سوار پہاڑ کی ڈھلوان سطح پر سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ہماری توپوں کی طرف چڑھے آرہے تھے اور انکی درخشاں تلواروں کی ننگی قطار دھوپ کی روشنی میں چکاچوند کا عالم پیدا کررہی تھی جب وہ قریب پہنچ گئے تو باتری نے توپیں عین سیدھی کرکے انپر پے در پے شلکیں کرنا اور فوج پیدل نے جو توپوں کے سامنے زمین پر لیٹی ہوئی کمین میں بیٹھی تھی تابڑتوڑ رائفلوں کی باڑھ میں مارنا شروع کردیا۔ سواروں نے اس بلائے ناگہان کے نازل ہونے پر یکبارگی گھوڑوں کی باگیں روک لیں جس سے گھوڑے سیخ پا ہوگئے اور بدکنے لگ گئے۔ اتنے میں ایک اور پیدل دستہ نے جو موضع دستینو کی مضافات سے بسرعت بڑھا آرہا تھا ازجانب میسرہ ان جانباز سواروں پر گولیوں کی بارش شروع کردی جس پر اونہوں نے فی الفور فیصلہ کرلیا کہ اب ہمیں یہ کرنا چاہیے۔ وہ یکایک پلٹ گئے اور دونی پنکھہ کی شکل میں دائیں بائیں پھیلکر پہاڑی سے میدان کو پھر اوسی مقام کو ہٹ گئے جہاں سے اونہوں نے حملہ کیا تھا۔ یونانی توپوں سے پسپائی کے وقت بھی اونہیں سخت نقصان پہنچا۔ جونہی سوار پیچھے پلٹ کر وادی میں منتشر ہوئے یونانی فوج پیدل و ارگولنڈون نے خوشی کا بلند نعرہ مارا۔ جنرل سمولنسکی اور میکلاشاف بھی جو اس متہورانہ حملہ کو منہ رو دیکھتے رہے تھے خوشی کو ضبط نہ کرسکے۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ نعرہ میں شریک ہوگئے اور جنرل بکمال جوش کے ساتھ باواز بلند پکار اٹھا۔ امید ہے میرے سپاہی اب ان خوفناک چرکس سواروں کو ویسا ہولناک نہیں سمجھیں گے جیسا کہ اب تک اونکو سمجھتے رہے تھے۔ یونانی سواروں کی تعاقب کیلئے عجیب بےچینی ظاہر کررہے تھے جن کو بمشکل روک سکے۔ سواروں کے رخ پھیرتے ہی جنرل سمولنسکی نے یونانی باتری کی شجاعانہ مدافعت کی کامیابی کی خبر بذریعہ تار ولیعہد کو دی جسنے فرسالہ سے جواب میں سپاہ کو مبارکباد کہلا بھیجی پیغام مبارکباد دوپہر سے تھوڑی دیر بعد پہنچا۔"

محمود کی اس کرتوت پر ہیڈکوارٹر میں سخت ناراضگی ظاہر کیگئی۔ اسکی بدولت اوسکے پاشا کی کیولری ڈویژن کا جو پہلے ہی بہت کمزور تھا بہترین حصہ لڑائی کے ناقابل ہوگیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نشاط کے بریگیڈ نے بھی محمود کے ہی حکم سے ڈوموکوس پر متہورانہ حملہ کیا تھا۔

---

[1] جرمن مورخ کپتان کو قتل کرنے والا ایک کارپورل کو بتلاتا ہے اور ریوالور کی بجائے رائفل لکھتا ہے۔

جس مین اون کے ۵ نفر بہ مدی شہید و مجروح ہوئے تھے۔ اگر یہ روایت درست ہی تو سلطان المعظم کا یہ نو عمر یادہ نقصان عظیم کا جو تفصیلی مین فصول عساکر عثمانیہ کو اوٹھانا پڑا نو مہ وار ہے یعنی کم انکم پندرہ سو آدمی اوسکی بے جوشی و تہور کی نذر ہوے:

نعیم پاشا

سواروں کو پسپائی کے وقت کیفالو اور اوس کے قرب جوار کی پیدل فوج نے دشمن کی تاخت و آتشباری سے محفوظ رہنے مین مدد[1] دی۔ یونانیون نے اب تعداد کثیر اور خوشی کے نعرے مارتے ہوئے اس پیدل فوج پر حملہ کیا۔ سرست یونانیون نے اسپر تابڑ توڑ باڑھین چلائین۔ مگر خوشی و سرمستی نے اونکے حواس بجا نرہنے دئے تھے۔ ان باڑھون سے ترکون کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ وریند لاحقی پاشا نے بریگیڈیر نعیم پاشا کے زیر کمان چار پلٹنین اور دو باتریان یزدنیلوس پر قابض ہونے اور یونانیون کو انتہائی میسرہ سے پیچھے ہٹا دینے کیلئے اپنے میسرہ کیطرف روانہ کر دی ہوئی تھین۔ یونانی سطرف پلاوتیہ کے دہن اور ان گھاٹیون مین جو وسیٹو کیطرف بلند ہوتے جا رہے تھے اور نیز ان پست کرارون پر جو شہر مذکور کے بائین ہاتھ تھے بہ جمعیت کثیر خوب محفوظ مورچون مین مقیم تھے۔ یہ سوچکر کہ کنیسہ یزدنیلوس کی گھڑیال کے مینار سے کل لڑائی کا مشاہدہ کماحقہ ہو سکیگا ہم اوسپر چڑھ گئے اور لڑائی کے آخری چار گھنٹے وہین ٹھیرے رہے۔ یہ مینار ساٹھ فیٹ بلند تھا۔ نعیم پلاوتیہ اور یزدنیلوس کے درمیان ہموار زمین پر تھا۔ اوس کے پاس دو باتریان اور دو رسالے تھے۔ ان باتریون نے سو اپریل کی لڑائی مین کوئی کام نہ دیا۔ اور رسالے بھی مزروعہ کھیتون مین یزدنیلو اور جنگل کے وسطی حصّہ کے درمیان یونہی بیکار پھرتے رہے۔ دو پیدل پلٹنون کا کچھ حصہ یزدنیلوس مین اور اوس کے سامنے مقیم تھا اور باقی حصہ جنگل مین سے بڑھ رہا تھا۔ دوسری دو نون پلٹنین اون کے دائی مورچون کیطرف پیشقدمی کر رہی تھین۔ کچھ دیر بعد ان پلٹنون نے پلاوتیہ کی ڈھلوان سطحون کے مورچون کو حملہ کر کے فتح کرنے کی کوشش کی مگر یہ حملہ بھی محمود کے حملہ سے کچھ کم مشکل یا احمقانہ نہ تھا۔

دوپہر کے قریب ہم گھوڑون پر سوار بریگیڈیر نعیم پاشا کے پاس گئے۔ وہ کمال بیفکری کے ساتھ لڑائی کی رفتار کو جو دو نون میسرون میں اور انتہائی میمنہ پر بڑی تیزی کے ساتھ ہو رہی تھی دیکھ رہا تھا۔ یہ دو نون معرکے ایکدوسرے سے بالکل جدا الگ الگ نہایت شدت کے ساتھ ہو رہے تھے۔ اونمین کوئی تعلق معلوم نہین ہوتا تھا۔ ایک معرکہ ہم سے جنوب بشرق مین ڈیڑہ میل کے فاصلہ پر یعنی اون کے دہن مین اور دوسرا بجانب جنوب مغرب اڑہائی میل کے فاصلہ پر کیفالو کے اردگرد ہو رہا تھا۔ ترکی قلب مین کوئی لڑائی نہ ہو رہی تھی۔ وہانکی فوج یزدنیلوس سے نصف میل بجانب جنوب صف آرا ہو کر خاموش کھڑی تھی۔ نعیم پاشا پچاس ایک برس کی عمر کا پست قامت اور بے حیثیت سا انسر ہے۔ رنگ خاکستری سانولا ہے اور اوسکی شکل و شباہت سے معلوم ہوتا ہے کہ اونہو سپاہی کے درجہ سے ترقی کی ہے۔ وہ بکشادہ پیشانی اور خوش اخلاقی کیساتھ پیش آیا۔ مگر چونکہ نہ وہ اور نہ اوس کے شاف کا کوئی افسر ترکی کے سوا کوئی اور زبان جانتا تھا گفتگو بے تکلف نہ ہو سکی۔ نعیم کے پاس کوئی دوربین نہ تھی۔ اوسنے میری دوربین لیکر دو نون معرکون کو جو اوسکے میمین و یسار پر ہو رہے تھے تھوڑی دیر نہایت غور سے دیکھا پھر فی الفور ایک اردلی کو پلاوتیہ کیطرف بھیجدیا۔ جسکی روانگی کا نتیجہ جلد منکشف ہو گیا۔ یساری بازو کی دو نون پلٹنین چیونٹیون کیطرح پہاڑیوںکی عمودی سطحون پر یونانیون کی مہیب آتشباری کے باوجود جنہون نے ان ڈھلوانون پر یکے بعد دیگرے

[1] پسپا ہوتی ہوئی فوجکو دوسری فوج اسطرح مدد دیتی ہی کہ غنیم کو اپنی طرف متوجہ کرنیسے اول الذکر کو بخیریت ہٹ جانیکا موقعہ دلا دیتی ہے ؎

مورچونکی کئی قطارین تیار کی ہوئی تہین چڑھنے لگ گئین۔

خطرناک گشت

دہوپ نہایت تیز تھی اور دن ایسی دہوپ مینے مدت العمر مین نہ دیکھی تھی۔ پلاؤ پتہ کے بے شجر و بے سایہ ڈہلوانوں کے تپے ہوئے پتھرون سے مجروح سپاہیون کو جو نہایت اذیت پہنچی ہوگی اوسکا اندازہ کرنا چندان مشکل نہین۔ مین دوپہر کی اس تمازت کو برداشت نہ کرسکا اور ایک توپ کی گاڑی کے نیچے پناہ لینے کی کوشش کی جسمین کامیاب نہ ہوسکا۔ وہان پہلے ہی تین گولنداز موجود تھے۔ مین باہر نکل آیا۔ اور مسٹر مانٹگمری کی معرفت ادہم پاشا سے سرسبز ڈہوکہ کا جنگل مین جو ہمارے دائین ہاتھ موجود تھا۔ جانے کی اجازت چاہی۔ پہلے تو وہ رضامند نہ ہوا۔ مگر آخر اجازت دیدی۔ اور ہم یعنے مین۔ مسٹر مانٹگمری۔ ایمیس اور چار سوار ادہر روانہ ہوگئے۔ ہمارا لفٹننٹ نودوت بک باقی ایسکورٹ کے ساتھ پیچھے رہا۔ ہم راستہ مین دو رسالون کے پاس سے جو کشت زار مین خاموش کہڑے تھے اور نیز کچھ فوج پیدل سے جو ہمارے دائین ہاتھ آہستہ آہستہ آگے جا رہی تھی گذرے۔ جنگل مین داخل ہوتے ہی مین گھوڑے سے زخمیون کیطرح گر پڑا۔ اور ایک درخت صنوبر کے ٹھنڈے سایہ کے نیچے خوب مزے لیکر لوٹنے لگ گیا۔ مسٹر مانٹگمری اور ایمیس نے کہا کہ ہم جنگل مین سے گذر کر دوسری طرف کے علاقہ کی گرداوری کرنا چاہتے ہین۔ مینے بخوشی اونہین اجازت دیدی اور دو سوارون کو ساتھ کردیا۔ وہ خوش خوش اس مہم پر روانہ ہوگئے اور مین سو گیا۔ ایک گھنٹہ بعد تمام گرد و پیش آتشباری ہونے سے میری آنکھ کھل گئی۔ اور اوٹھکر کیا دیکھتا ہون کہ ترکی سکرمشر عین میرے سامنے ایک لمبی صف باندہے ہوئے درختون کی اوٹ سے دشمن جو نظر نہین آتا تھا پر فائر مین چلا رہے ہین۔ اوس وقت مجہے اپنی جماعت کیطرف سے سخت تردد لاحق ہوگیا۔ کیونکہ وہ اسی طرف گئی تھی جدہر اب ترک بندوقین سر کر رہے تہے۔ مین سوار ہوکر اونکے پیچھے جنگل جنگل جانے ہی لگا تھا کہ پرزو میلوس کیطرف سے وہ جنگل کے وسط مین داخل ہوگئے۔ اور مینے صدق دلسے کلمۂ شکر پڑھا۔ وہ تھوڑی دیر مین بخیر میرے پاس پہنچ گئے۔ اونہون نے بیان کیا کہ جنگل سے گذرتے وقت ہمنے کئی مورچے دیکھے مگر یونانی کوئی نہ دیکھا۔

درحقیقت بہت سے یونانی جنگل کے جنوب مغربی دامن مین کمینگاہ مین بیٹھے ہوئے تہے۔ مگر چونکہ وہ اپنے قلب لشکر سے جو کیفالو کے سامنے تہا کسیقدر فاصلہ پر تھے۔ اونہون نے آتشباری کرنے سے اپنی موجودگی کی خبر ہونے دینا مناسب نہ سمجہا۔ اور میری چھوٹی سی جماعت اونکی نظر عنایت اور لطف کریمانہ سے محفوظ رہی۔ وہ کیفالو کیطرف تقریباً ایک میل تک بڑہی گئی اور پھر دانائی سے کام لیکر جنگل کے نسبتاً محفوظ حصہ مین سے ہوتی ہوئی واپس آگئی۔

ہمین جلد معلوم ہوگیا کہ جنگل مین اور زیادہ ٹہیرنا خطرہ سے خالی نہین۔ ہم ترکی سکرمشرونکی پہلی صف مین تھے۔ مزید برآن سبکو بھوک بھی بہت لگی ہوئی تھی۔ ہم ایلیا کو کھانے سمیت منیار کنیسہ مین چھوڑ آئے تہے۔ سب کی یہی صلاح ہوئی کہ وہان چلکر کھانا کھایا جاوے۔ واپسی کیوقت ہمین ترکی پیدل فوج کی چند صفین ملین جو سکرمشرونکی کمک کیلئے جنگل کو جا رہی تہین۔ جنگل مین آتشباری خوب تیزی سے ہو رہی تھی۔ کیولری کے دونون سالے بھی غالباً سامنے کی مدد پہاڑی کی یونانی باتری سے محفوظ ہونیکے لیے جسنے نعیم پاشا اور اوس کے سٹاف کی چند گولیون سے ابھی ابھی توضیح کرنی شروع کی تھی آہستہ آہستہ درختون کیطرف چلے جا رہے تہے۔ ہمنے منیار پر تین نامہ نگار ٹہیرے پائے

مسٹر گوبن اور مسٹر سیٹبونس پاشے۔ وہ وہان سے ساڑھے پانچ بجے تک لڑائی کو دیکھتے رہے چھ بجے تک یکسان شدت کے ساتھ جاری رہی پہلی اونکی طرف سے پے درپے رائفلی باڑہون کی آواز آتی رہی کیفالو کیطرف سے گولون کی آواز بھی بلند نہ آتی۔ مگر مقدار مین وہ بھی کم نہ تھی کیفالو کے سامنے کے مورچون سے یونانیون نے بالضرور ہتھیار کارتوس چلائے ہونگے کیونکہ وہ حالانکہ غنیم اونکی زد سے بہت دور تھا لگاتار باڑہ پر باڑہ دیا کرتے تھے۔ پلاؤتیپہ پہ بھی آتشباری نہایت سخت تھی جو نسبتاً زیادہ نقصان رسان ثابت ہوئی۔ کیونکہ وہان بالمقابل افواج ایک دوسرے کے بہت قریب تھیں۔

پہلی اپر ون دھاوا

اسطرف یعنی وولو کی جانب ترکون نے جس پہاڑی پر حملہ کیا۔ وہ کم از کم دو ہزار فیٹ بلند اور اوسکی سطح نہایت عمودی اور چٹانی تھی۔ ایسی پہاڑی پر یونہی چڑہنا بڑا مشکل کام تھا۔ چہ جائیکہ ایسی صورت مین جب کہ اوسکی چوٹی پر سے غنیم مورچون کے پیچھے سے دہنا دہند آگ برسا رہا ہو۔ ایسی صورت مین اوسپر چڑہنا بیشک ناممکن تہا۔ اور غالباً ترکون کے سوا دنیا بھر مین اور کوئی فوج ایسا کرنے کی کوشش نہ کرتی لیکن نعیم کی دونون پلٹنین حیرت انگیز ثبات سے ایک چٹان سے دوسری چٹان پر کودتی ہوئین عمودی پہاڑی پر چڑہ گئین۔ اور گو اون کو سخت نقصان پہنچا تھا۔ مگر آخر چوٹی پر پہنچ گئین۔ جہان افسوس کوئی پناہ نہ تھی جس کیوجہ سے آگے بڑہنا ناممکن ہوگیا تاہم اپنی جگہ پر قایم رہکر بارہ بجے سے چھ بجے تک دشمن پر آتشباری کرتی رہین ساڑھے چار بجے یونانیون نے جن کو بہت سی کمک پہنچگئی تھی سب موقعون بالخصوص پلاؤتیپہ سے ترکون کو پیچھے دہکیلنے کی بلکہ جہان توڑ کوششین کین۔ رائفلی آتشباری کی باڑہین مسلسل اور ناقابل برداشت حدت و تیزی کے ساتھ پڑ رہی تھین۔ یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یونانی بالمقابل دہاوا کر رہے ہین۔ اور ترک اونکے مقابلہ پر اپنی جگہ پر قایم رہنے سے عاجز ہوگئے ہین ہم بینا رسے یونانی سکرمشرون کو مورچون پر سے کود کر ڈہلوان سطح پر نیچے کیطرف دوڑتے ہوئے اور پھر دوسرے کرارہ پر چڑہتے ہوئے دیکھ رہے تہے۔ اونکا کچھ حصہ شاخی کرارون کے درمیانی نشیبون مین جمع ہوکر جنگل کیطرف بڑہا آرہا تھا۔ باقی فوج سلیمان کی رسالون کیطرف جو کم از کم پانچہزار گز کے فاصلہ پر تھی۔ اور زیر ترکی انفنٹری متعلقہ کیفالو پر پے درپے باڑہین چلا رہی تہی۔

پلاؤتیپہ کیطرف بھی آتشباری اسی حدت کے ساتھ مگر زیادہ موثر طریق سے جاری تھی۔ رائفلی باڑہون کی مسلسل کڑک کانون مین گونج رہی تھی۔ آنکھین یہ مشاہدہ کر رہی تھین کہ یونانی بلند ترین چوٹیون سے سیلاب کیطرح اوس چوٹی کیطرف جہان سے ترک چٹانون اور پتھرون کے پیچھے لیٹے ہوئے یونانیون کی تابڑتوڑ بوچھار کا بالاستقامت جواب دے رہے تھے امڈے چلے آرہے ہین اور یہ صاف نظر آرہا تھا کہ ترکی فوج نے جس کام کا بیڑہ اوٹھایا ہے اوسکے لیئے اوسکی جمعیت بہت ہی تھوڑی ہے سینیر سیفالو کی پہاڑیون اور پیلی اون کی چٹانی بلندیون کو چھ کمزور سی پلٹنون سے فتح کرنا ایسا کام تھا جسے رستم و اسفندیار یا خالد و ضرار بھی انجام نہین دیسکتے۔

پانچ بجے کے قریب یونانیون نے ریزہ دمیلوس کے گاؤن پر گولہ باری کی۔ اونکے دو گولے عین ترکی اسباب کے چھکڑون اور توپ گاڑیون کی بیچ مین گرے۔ یہ سامان مویشی گرہ کے مینار کے قریب جمع تھے نعیم پاشا نے اسکا کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ یونانی توپین ۳۶ سو گز کے فاصلہ پر درختون کی نیم اوٹ مین تھین۔ اور نیز ان گولون سے چندان نقصان نہ ہوا تہا چھ بجے کے قریب ترکون نے

اپنے بعیدی اسکرمشروں کو پیچھے ہٹانا اور موقع کے گرد جمع ہونا شروع کر دیا۔ اور فوج پیدل کو وہ دستے اور چند سوار جو انتہائی میسرہ پر پہاڑوں کی بعیدی شاخوں کی آڑ میں نظر سے پنہان تھے۔ ریزہ و میلاوس کیطرف آتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔

جب ہم ساڑھے چھ بجے روانہ ہوئے اوس وقت ترک ہٹے آرہے تھے۔ مگر کامل وقار اور تمکنت کے ساتھ۔ اوس دن کو گرمی کی شدت سے سخت تکلیف پہنچی تھی۔ اور کارتوس بھی تقریبًا ختم ہو گئے تھے۔ لیکن پھر بھی کہیں سات بجے کے قریب جاکر ترکی انفنٹری پلادیتہ اور کیفالیو سے پیچھے ہٹی۔ اور کامل باقاعدگی اور استقامت کے ساتھ ریزہ و میلاوس میں سے گرلی کو واپس گئی۔ یونانیوں نے مستعدی کے ساتھ کوئی تعاقب نہ کیا۔

ترکی مجروح

میں سخت حیران ہوں کہ وسیٹنو کی اس پہلی لڑائی کے ترکی مجروحین کہاں گئے۔ گو اونکی تعداد یقینًا بہت ہونی چاہئے تھی پر بہت کم دیکھی۔ کیفالو کیطرف تو غالبًا مجروحین کو اون کے ساتھی اوٹھا لائے۔ مگر پلادیتہ کی عمودی ڈھلوانوں پر سے نہیں ساتھ لانا ناممکن تھا۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ وہاں کئی سو ترک مجروح ہوئے تھے۔ لیکن مجھو اس امر کی کوئی شہادت نہیں ملی کہ یونانیوں نے ان مجروحین کو اسیر کر لیا تھا۔ اور اونکی مرہم پٹی کی تھی۔ اور لازمی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان مجروحین کا کیا حشر ہوا۔ دوسرے دن ہمنے ایک نہایت رنجدہ نظارہ دیکھا جس سے طرح طرح کے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اور خیال گذرتا ہے کہ ان بیکس مجروحین کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا ہوگا۔

ہم لڑائی کی خاتمہ تک ٹہرنا چاہتے تھے۔ مگر مسٹر گوبن نے کہا۔ دیکھو ترکی نظام فوج گاؤں کو چھوڑ کر گرلی کو جارہی ہے۔ اور صرف ارنودوں کی ایک پلٹن پیچھے رہ گئی ہے۔ یہ کوہستانی اگرچہ بہت سی خوبیاں رکھتے ہیں مگر بانتظامی اور ضبط النفس اون خوبیوں کی فہرست میں داخل نہیں۔ اگر اون کو ہمارے گھوڑے پسند آجاتی تو یقینًا ہمارا بھی وہی حال ہوتا جو لاریسا کی بھاگڑ کے وقت یونانی فوج کے ہمراہی انگریزی نامہ نگاروں کا ہوا تھا کہ یونانی سپاہیوں نے بلاتامل اونکے گھوڑوں بلکہ گاڑیوں پر بھی تصرف کر لیا تھا۔

تاہم مراجعت کنندہ ترکوں میں بے ترتیبی کا نام ونشان نہ تھا۔ وہ ایسی لاپروائی اور بیفکری سے پیچھے ہٹے جارہے تھے کہ گویا کسی چھوٹی سی تفریحی مہم پر گئے تھے۔ اور سارا دن جو جانگداز لڑائی کرتے رہے تھے۔ وہ ہوئی ہی نہ تھی۔ یونانی اگرچہ اپنے مستحکم مورچوں کی پناہ میں لڑے تھے۔ مگر وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ حملہ کرنیکی صورت میں مورچوں سے نکلکر کھلے میدان میں جانا پڑے گا۔ جہاں ترکوں کا مقابلہ کبھی نہیں ہو سکیگا۔ چونکہ ہمکو ترکی سپاہیوں کی شاندار اوصاف اور یہ امر معلوم ہے کہ بالخصوص جب وہ مدافعت کے پہلو پر ہوں تو انہیں مغلوب کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ اس لئے ہم جنرل سموئنسکی کی قناعت و خاموشی پر کوئی نکتہ چینی نہیں کرتے۔ ورنہ ضرور یہ رائے دیتے کہ اسے اوسی شام اپنے حملہ کو خوب موثر کرنا اور غنیم کے کل بریگیڈ کو اسیر کر لینا یا تباہ کر دینا واجب تھا۔ بیس بیس میل تک کوئی ترکی کمک موجود نہ تھی۔ سموئنسکی کے پاس غنیم کی نسبت دگنی سے زیادہ فوج تھی جسے بہت کم نقصان اوٹھانا پڑا تھا۔ اور فتح سے اوسکے حوصلے خوب بڑھے ہوئے تھے۔ برعکس اسکے ترک کسیطرح شکستہ دل اور پست ہمت نہ ہوئے تھے تاہم اونہیں سخت نقصان پہنچا تھا۔ اور وہ سخت کوفتہ و ماندہ اور گرسنہ تھے۔ لیکن جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ باوجود یہ سموئنسکی تعاقب کرنے میں رہتی پر تھا۔ جیسی فوج اوسکے ماتحت تھی۔ ویسی کے ساتھ کھلے میدان میں ترکوں پر حملہ کرنا نہایت خطرناک اور جوکھم دار کام تھا۔ اور اگر حملہ میں ناکامی ہوتی تو اسکا نتیجہ بہت برا ہوتا۔ ہاں اگر سموئنسکی کی پاس

شجاع اور بخوبی منتظم فوج ہوتی تو غنیم کا بریگیڈ یقیناً تباہ ہو جاتا۔ اخبار ڈیلی نیوز مورخہ ۲۸ مئی مین اوس کے خاص نامہ نگار کیطرف سے اس معرکہ کے متعلق جو مراسلات شایع ہوئی اوسکا آخری حصہ یہ ہے: "کل کے محاربہ مین میرے اندازہ کے مطابق یونانیون کا حسب ذیل نقصان ہوا۔ چودہ قتل ہوئے۔ ایک افسر اور ایک سارجنٹ بھی اس تعداد مین شامل ہی۔ اور ایک سو بیالیس زخمی ہوئے۔ یہ لوگ زیادہ تر ترکی انفنٹری کی آتشباری سے ہلاک و مجروح ہوئے اور بہت ہی کم ترکی گولون سے جنمین سے اکثر تو یونانی صفون سے باہر گرتے رہے۔ اور جو معدودے چند اندر گرے انمین سے بہت ہی تھوڑے پھٹے۔ چونکہ دشمن رات کے وقت لاریسا کیطرف اس قدر پیچھے ہٹ گیا کہ نظرون سے غایب ہو گیا۔ مینے آج باطمینان خاطر کل کے میدان جنگ کی گشت کی۔ ہمارے میمنہ کو الٹنے کی کوشش مین ترکون کو ہماری انفنٹری اور اون بیٹریون کی تباہی بخش آتشباری سے جو پہاڑیون کی ڈھلوان سطحون پر قابض تھی یقیناً سخت نقصان پہنچا ہوگا۔ گندم کے کھیتون کی لمبی قطار مین جابجا لاشین پڑی ہوئی تھین جنمین سے اکثر نے یونانی فوجکی وردی کے کچھ حصے پہنے ہوئے تھے۔ جو غالباً اون کو لاریسا کے گودامون سے ملے ہونگے۔ یونانی میسرہ پر جو ولٹینوس لے پر تھا ترکی کیولری کا حملہ محض پاگلانہ فعل تھا۔ ترکی سوارون نے دو مورچون کے بالمقابل جس پہاڑی کی عمودی ڈھال پر چڑھنے کی کوشش کی اونکے پایمین مین کھڑا ہوا۔ اس حملہ کو دیکھتا رہا تھا۔ ان مورچون مین دو سو سپاہی مقیم تھے جنہون نے اسموقعہ پر جو شہامت و بسالت دکھائی یونانی اوس کے صدق دل سے معترف ہین۔ مگر قریب ترین یونانی مورچہ سے ۲۰ گز کے فاصلہ تک بہت تھوڑے سوار پہنچ سکے تھے۔ پہاڑی کے نیچے نسبتاً زیادہ ہموار زمین پر بھی گندم کے سرسبز کھیتون مین جابجا سوارون اور گھوڑون کی لاشین پڑی ہوئی تھین۔ اگر یونانی سپہ سالار چاہتا تو کل ایک تازہ دم رجمنٹ فرسالیہ سے سیدھے رستہ ترکون کی مراجعت بجانب کرلی کا رستہ بند کرنے کو بھیج سکتا تھا۔ اور اسطرح وہ تمام فوج جو کل کے حملہ مین شریک ہوئی تباہ یا گرفتار کیجا سکتی تھی۔ سپہ سالار نے ایسا نہ کیا اور سمولنسکی کی فوج دو رات مورچون اور خندقون مین رہنے سے ایسی تکان زدہ ہو رہی تھی نیز اوسکی جمعیت اتنی تھوڑی تھی کہ وہ کوئی موثر جناحی حرکت نہ کر سکتی تھی۔"

کرلی پہنچنے تک مین ایسا تھک گیا کہ مین نے ۱۸ میل اور سفر کرکے لاریسا جانے کی بجائے وہین سونیکا عزم کر لیا۔ مگر مسٹر ماٹگمری واپس واپس چلے گئے۔ کیونکہ اوس دن ہم نہایت عمدہ کھانا تیار کیئے جانیکا حکم دے آئے تھے۔ اور اون دونون کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ رات کی تاریکی اور سڑک پر جابجا خیمون اور بارکش جانورون کی قطارین ملنے کی وجہ سے وہ نہین سڑک پر بہت دیر ہو گئی تاہم وہ غنیم کے قاصد سے پہلے پہنچ گئے۔ اور آدھی رات سے کچھ بعد لڑائی کے حالات محل مین ادہم پاشا کو جاسنائے۔ مشیر نہایت شفقت کے ساتھ ملے اور فی الفور زبردست کمک کرلی کو روانہ کر دی۔

مہمان نوازی عثمانیہ

ورہنولا مین بمقام کرلی ایک آسودہ حال ترک کے مکان مین شب باش ہوا۔ اوسکا نام حسن آفندی تھا۔ اور اوسکا مکان ایک خاصہ خوشنما بنگلہ تھا۔ آفندی نہایت ذکی اور باکمال متواضع شخص ثابت ہوا۔ اسنے دو دن بڑے تکلف کے ساتھ میری مہمانداری کی۔ اور خوراک یا مکان کے کرایہ کیلیئے ایک حبہ لینے کا بھی روادار نہ ہوا۔ مینے بہت منت سماجت کی کہ وہ خوراک کا خرچ لیلے۔ اوسنے ایک نہ مانی۔ حتی کہ مین اوس کے نوکرون کو بھی تھوڑا انعام لینے پر بمشکل رضامند کر سکا۔ اور یہی صاحب خانہ کی غیبت مین۔ یہ واقعہ شاذونادر نہ تھا بلکہ مضافات مین عثمانیہ قوم کے کل افراد کا یہی قدیم دستور ہے۔ وہ مہمانون کی حیثیت سے بڑھکر مدارات

کرتے ہین۔ اور معاوضہ مین ایک کوڑی لینا گوارا نہین کرتے۔

سلیمان پاشا کمانڈر کبورلی بھی اسی مکان مین سویا۔ وہ لحیم و شحیم طاقتور اور کسیقدر سادہ مزاج شخص ہے۔ انگریزی یا فرانسیسی نہین بول سکتا۔ اوسکا سر اور باقی جسم گرد و غبار سے تھہ بتھہ ہو رہا تھا۔ کھانے سے پہلے وہ پورے پانچ منٹ ہاتھون کو دہوتا رہا۔ سلیمان افسردہ دل سا ہو رہا تھا۔ اور اوسکی یہ افسردگی بیجا بھی نہ تھی۔ میان محمود کی جولانی طبع نے اوسکی نوجگہ ایک طرح سے سنیاناس کر دیا تھا۔ ہم دونون کے علاوہ سلطان المعظم کا ایک نوعمر اور چست و چالاک یاور بھی وہین فروکش ہوا۔ وہ بھی پہنچا تھا۔ دبلا پتلا نہ پورا پورا جنٹلمین تہا۔ اوس کی ساتھ کئی خورجیان اور یورپین طرز کے مطابق غسل و شستشو کرنیکا مکمل سامان تھا عثمانیہ فوج مین ایسی تکلفات کے سامان بالکل نادر تھی۔ یہہ جوانمرد آسایش و تکلف سے حتی الامکان محترز رہتے ہین۔ ایک مقدس صورت ملّا صاحب بھی موجود تھے۔ جو غالبًا مالک مکان کے مدامی مہمان تھے۔ وہ سبز عمامہ پہنے ہوئے تہے۔ یہ اس امر کی علامت ہے کہ صاحب عمامہ حج کر آیا ہے۔ ملّا کے تیور سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ مجہے کسیقدر بنظر شتباہ دیکھ رہا ہے جب تک ہم اکٹھے رہے اوس وقت کا زیادہ حصہ اوسکی ہونٹھ ہلتے رہے۔ مجہے یقین ہے کہ وہ ضرور میرے حق مین یا میرے برخلاف دعا مانگتا رہا تھا[1] مینے اوس سے فرانسیسی اطالین اور جرمن مین یکے بعد دیگرے گفتگو کرنے کی کوشش کی مگر ہر دفعہ اوسنے سر ہلا دیا جسکا یہ مطلب تھا کہ وہ ان زبانون مین سے کسیکو نہین سمجہتا۔ ترکی افسرون نے اوسکی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ مگر بینبے حسن آفندی کی معرفت اوس سے کھانےمین شریک ہونیکی درخوست کی۔ اور وہ بخوشی شامل ہو گیا۔ مین جملہ مذاہب کی نفس کُش مذہبی مقتدا ون کو ادب و حرمت کی نظر سے دیکھتا ہون چنانچہ اگر مجہے پادری ہیو پرائیس ہیوز[2] صاحب بھی کسی غیر ملک کی محاربہ مین ملجاتے تو مین اونسے بھی اسیطرح پیش آتا۔ گو مین تسلیم کرتا ہون کہ پروٹسٹنٹ اور کلیساء برطانیہ کے پادریکا اعزاز میرے دلمین سب سے زیادہ ہی۔ کھانےمین ایک ایسا نوعمر ترکی افسر بھی شریک تہا جو مشکیک رونق محفل تھا۔ وہ حقی پاشا کا ایک یاور تہا مجہے سخت افسوس ہی کہ مین اوسکا نام بھول گیا ہون۔ وہ اون نہایت ہی ذکی اور کمال خوش طبع افسرون مین سے ایک تھا جن سے تھسیلی مین ہماری ملاقات ہوئی۔

کھانا سادہ مگر با فراط تھا۔ بریان گوشت اور چوزون کی بیشمار رکابیان میز پر چُنی گئین۔ چند مین خوب تیز مصالح ڈالا گیا تھا اور وہ میز کے وسط مین رکھی گئی تھیں ہم کانٹے لیکر اون کا بیون پر ٹوٹ پڑے اور جو بوٹی پسند خاطر ہوتی اوڑے جو خود بخود کانٹے سے لگ جاتی اُسے اوٹھا اوٹھا کر کہانے لگ گئے۔ ابتدا اتلی ہوئے بیفیون سے کیگئی۔ اور شیرینی پر کھانیکو ختم کیا گیا خوش قسمتی سے میرے پاس سرخ شراب کی ایک بوتل موجود تھی جسکو ملّا کے سوا سب نے خوب مزے لیلیکر نوش کیا +

مسٹر مانٹگمری اور آلبس نے پختہ وعدہ کیا تہا کہ وہ اُسی رات گھوڑے بدل کر زین ار . یا گاڑی پر واپس لوٹ آئین گے مگر وہ کوئی نہ آئے جس سے پھر مجہے سخت تردد پیدا ہو گیا۔ کیونکہ اوس رات سڑکون پر بیشمار وارفتہ مزاج لوگ موجود تھے۔ صبح کی چھ بجے مین گہوڑے پر سوار ہو کر لاریسا کیطرف روانہ ہو گیا۔ سپاہیون کی انبوہ در انبوہ سڑک پر کرلی کیطرف چلے آرہے تھی جن کو دیکھکر یہ واضح ہو رہا تھا کہ ادہم پاشا نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یونانی پہر دستینو پر ترکون کو مہلت نہ دی سکین یعنی مختلف پلٹنون کی کمان افسر نیلون سے دریافت کیا کہ آیا اونہون نے میری جماعت کو راستہ مین دیکھا ہی مگر کرلی سے دس میل کے فاصلہ پر جب تک مین حقی پاشا سے نہ ملا۔ اوس کی کوئی خبر نہ ملی

کرلی

[1] یعنی یہہ کہ خدا مجہے ہدایت کرے کہ مین گمراہون سے نکلکر مشرف باسلام ہو جاؤن یا یہ کہ مین غارت ہو جاؤن ۔ [2] یہ ایک مشہور رومن کیتہولک عقیدہ کے پادری ہین۔

حقی پاشا نے کہا کہ اونہون نے ایلیس کو شب گذشتہ لاریسہ کے متصل دیکھا تھا۔ یہ سنکر مین آگے بڑھا گیا۔ اور تقریباً چار میل ورگیا ہونگا کہ سامنے سے مسٹر مانٹگمری اور ایلیس ہیچ ہیچ کمان منیفلڈ کے ساتھ کرلی کیطرف آتے نظر آگئے۔ اونہون نے میرے تردد و پریشانی کا پھر منھ سے بھی شکریہ ادا نہ کیا بلکہ کہا تو یہ کہا کہ ہم جاتے ہی وہم پاشا سے ملے۔ کھانا نہایت لذیذ تھا خوب سیر ہو کر کھایا اسکے بعد بالکل بھر گیا تہا نچنت ہو کر سو گئے "مین نے نصیحت حلفاً اوٹھائی کہ پھر کبھی متردد نہ ہونگا۔"

ہم سب کرلی کیطرف روانہ ہو گئے اور تھوڑی دیر آرام کرنیکے بعد ترکی چوکیون کے گرد چکر لگایا۔ یہ پکٹ کرلی کے گرداگرد مشرق، جنوب مشرق اور جنوب مین نہایت مناسب موقعون پر قایم کئے گئے تھے۔ اور اونکے سنتری خوب ہوشیار تھے جب ہم پرانے دستون یعنے پریزرنڈ بلیٹن کے ارنوطون کے پاس پہنچے تو وہ ہمارے گرد جمع ہو گئے اور طرح طرح کی فوجی لوٹ یونانی خورجیان و قمبور گراس نفلین مستعمل تلوارین اور کارتوسی پیٹیان خریداری کیلیے پیش کین۔ یہ چیزین انہین میدان جنگ سے دستیاب ہوئی تھین اور وہ جانتے تھے کہ ایلیس کو اسلحہ جمع کرنیکا شوق ہے۔ انہی اس قسم کی بہت سی یادگارین خریدکین۔ مگر انگلستان کو واپس جاتی وقت اونکا حصہ کثیر ہماری یونانی گرفتار کنندگان نے ناجایز طور پر ضبط و غصب کرلیا۔

گشت سے فارغ ہو کر ہم نے حقی پاشا سے کرلی سٹیشن مین جہان وہ مقیم تھے ملاقات کی وہ کم گو۔ روشن چشم۔ ملنسار۔ نہایت مہمان نواز اور مسافر پرور شخص ہین۔ پاشا موصوف نے قہوہ سے ہماری تواضع کی۔ اور فی الفور اپنے فوجی ڈاکٹر کو بلوا کر ایلیس کے سر پر نئی پٹی بندہوائی اس سے پہلے ہمین رخصت نہ دی۔ دوسرے دن پاشا موصوف نے لاریسا واپس جانیکے لیے اپنی گاڑی بھی پیش کی کیونکہ میرا گھوڑا تھک گیا ہوا تھا۔ جب وہ گاڑی آئی تو مین نے دیکھا کہ ایک معمولی قسم کی بلا کمانی چوپہیہ گاڑی ہے جسے ذرا عمدہ قسم کا چارہ ڈھونیوالا چھکڑا کہنا زیادہ مناسب ہو سکتا تہا تاہم پاشا کی نوازش مین کوئی کلام نہین۔ مین سوار ہونے ہی لگا تھا کہ ایک نامہ نگار نے مجھے اپنی گاڑی مین بٹھلا لیا اور مجھے حقی پاشا کی گاڑی کی یہ آزمایش نکرنی پڑی کہ سفر مین کیسا کام دیتی ہے۔

استکشاف

علے الصبح ہم ایک ترکی استکشافی جماعت کے ساتھ ریزو میلو اور وسٹینو کیطرف گئے۔ اس کام پر دو پلٹنین بھیجی گئی تھین ایک ارنودون کی پریزرنڈ بلیٹن اور دوسری فوج نظام کی تھی۔ یہ سکرمشنگ کے قاعدہ سے بڑی پھیلاو دار صف باندھ کر آگے بڑھین جنوب کیطرف اوسکا ایک سرا ریلوی لائین کے متصل تہا جو پہاڑیون کے گرد سے گذرتی ہے اور دوسرا بجانب شمال جھیل تولہ کے قریب تھا چھ سوارون کی ایک چھوٹی سی جماعت جو ایک افسر اور ایک کپتان کے ماتحت تھی آگے آگے تھی۔ ہم ان سوارون کے ساتھ تقریباً ریزو میلو تک گئے۔

وہ نہایت احتیاط سے آگے بڑہ رہے تھے۔ ہر پانچوین دسوین منٹ جہان کہین انہین کوئی ایسا موقعہ نظر آتا جس کے پیچھے غنیم کیلیے چھپنا ممکن ہو سکتا تھا وہ فوراً ٹھیر جاتے۔ بجانب میسرہ جھیل کے قریب ایک گانون مین ایسے لوگ دکھائی دیئے۔ جو یونانی بیقاعدہ سپاہیون کے مشابہ تھے۔ دو سوار گانون کی جستجو اور پڑتال کیلیے بھیجے گئے۔ جو طرف ہمارے قریب تھی اودھر گانون کے گرد ایک بیڈول سی دیوار موجود تھی۔ اور مین بائین جانب ایک گورستان تھا جسکی چاردیواری بہت بلند تھی۔ یونان مین ایسے گورستان بافراط ہین اسلیے انفنٹری کو اونکی

پناہ دیواریون سے خوب پناہ ملسکتی ہے جب کہ یہ سوار بالاستقلال گانون کیطرف بڑہے جا رہے تہے۔ ہمین نہایت تردد رہاکہ وہ بغیر نقصان پہنچائے وہان سے نکل سکین۔ ایک سیدہا اونکے دروازہ کیطرف گیا جو دیوار مین تھا۔ اور دوسرا چکر کاٹکر گانون کی دائین طرف۔ ہمین ہر لحظہ یہ توقع ہی کہ ان جانباز سوارون پر اب گولیان برسین کہ برسین۔ مگر کوئی گولی نہ چلی۔ یونانی معمولی گڈرئیے ثابت ہوئے اور ہم سیدہی بریزدیلو کیطرف روانہ ہوگئے۔ ارنود ہمارے آگے آگے ہولئے۔

سوارون کیتونمین سے گذر گئے جو متذکرہ صدر جنگل کے دامن میں تھی ہم سے جدا ہوگئے تھے۔ وہان پہنچتے ہی انہون نے کسی چیز کا بڑی سرگرمی کیساتھ تعاقب کیا۔ مگر پکڑنے پر معلوم ہوا کہ وہ معمولی یونانی دہقان تہا۔ جو کہیت کی بنی بنی فصل مین چھپا ہوا تھا۔ میرے خیال میں وہ جاسوس تھا جس نے عمداً سادہ کپڑے پہنے ہوئے تہے مگر اُسے چھوڑ دیا گیا اور کوئی تکلیف نہ پہنچائی گئی۔

کوزلی کے قریب یونانی بیقاعدہ سپاہیون نے کئی گانون لوٹ لئے تہے۔ مسٹر ماشگمری نے ہمٹی کے سٹینڈرڈ مین اسکے متعلق حسب ذیل تحریر کیا ہے۔ آج صبح کے سات بجے مین ایک اکتشافی جماعت کیساتھ میدان سے گذرا ہمنے یونانی موضع حاجی ہی کو بالکل خالی پایا کیونکہ کل سہ پہر کو پچاس یونانی پہاڑون سے اُترکر یونانی باشندون کے مملوکہ و مقبوضہ پچاس مویشی چھین لیگئے تہے۔ بڑنا دوس کی پہاڑیکے وقت سے یونانیون نے تاخت و تاراج کا بازار گرم کر رکھا ہے جس سے میدان کے دہقان سخت غضب آلود ہو رہے ہین اور علانیہ واویلا کر رہے ہین کہ ہمارے ہم مذہب ہمقوم ہم سے ترکون کی نسبت بدرجہا بدتر اور ظالمانہ سلوک کر رہے ہین یہی کیفیت موضع سرمالی (جو ماتفلی) کی تھی۔ اسمین ایک سو گہر تکی آبادی ہے۔ سڑک کی دونون طرف میدانمین گھاس خشک کہڑی ہی۔ مگر اُسے کاٹنے اور جمع کرنے والا کوئی نہین۔ حالانکہ وہ پندرہ دنون سے قابل درو ہے۔ یہ موضع محمدی پاشا کے ڈویژن سے پانچ کیلومیٹر بجانب جنوب ہے جب مین وہان گیا اوس سے پہلے کوئی ترکی فوج وہان داخل نہین ہوئی تھی۔ مگر ایک بھی باشندہ وہان موجود نہ تہا۔ صرف چند چوہے پانچ کتے اور کسیقدر سور دکھائی دیتے تہے۔ سورون نے خالی مکانون مین بسیرا کر لیا ہوتھا۔ ویرانی کی وجہ یہ تھی کہ جو قیدی لاریسا کے جیلخانہ سے رہا کر دئیے گئے تھے وہ راستہ مین تہرکلی سے گذرے تہے۔ اور وہان کے ہر ایک گہر کو لوٹ لیا تھا۔ سڑک اور مکانون کے گرد خالی کارتوس پڑے ہوئے تہے جس سے ثابت ہو رہا تھا کہ قیدیون کو گانون پر متصرف ہونے کیلئے دیہاتیون سے تھوڑی سی لڑائی کرنی پڑی تھی۔ مگر کہین کوئی لاش یا خون کے دہبے دکھائی نہ دئیے جس سے خیال گذرتا ہے کہ شاید قیدیون نے محض گانون کی لوٹ کی خوشی مین کچھ شلیکین کی ہون۔

وحشت المیہ

ریزدیملو مین ہمنے ایک عجیب ہیبت انگیز اور تنفر خیز نظارہ دیکھا۔ ایک ترکی سپاہی کی لاش بُری طرح جھلسی اور جلی ہوئی ایک چھوٹی سی دیہاتی گاڑی یعنے ارابہ پر جو خود تقریباً جلی ہوئی تھی پڑی تھی آگ گاڑی کے نیچے روشن کیگئی تھی۔ اور اوس کے شعلون سے گاڑی اور اوسکا سوار دونون تقریباً خاکستر ہوگئے تہے۔ سپاہی کی ٹانگین گھٹنون کے نیچے سے سلامت تھین۔ اوراسکی وردی اور جوتی نیز کوٹ کے تھوڑے سے حصہ سے ہمین اوسکا عثمانی سپاہی ہونا متحقق ہوگیا تھا اوس کے گھٹنے پر زخم موجود تہا ممکن ہے کسی اور جگہ پر بھی ہو جسکا نشان جلجانے کیوجہ سے معدوم ہوگیا ہو۔ یہ ثابت کرنا ہمارے

امکان سے باہر تھا کہ اس بدقسمت کے نیچے جب آگ دشمن نے لگائی تھی۔ تو آیا وہ اوس وقت زندہ تھا مگر حملہ قرائن سے پایا ہی جاتا تھا۔
یونانی اخبارات کمال پاجیانہ انداز سے ترکون پر طرح طرح کے الزامات لگاتے تھے کہ وہ ناگفتہ بہ مظالم کے مرتکب ہو رہے ہین۔ اور
بالخصوص یونانی مجروحین سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے ہین۔ ایک مرتبہ انہون نے یہ سرتاپا دروغ روایت مشہور کی کہ ترکون نے
بتاریخ ۱۸ اپریل جمعہ کے دن یونانی مجروحون کو کنیسہ نیزہ وتیلو مین زندہ جلا دیا تھا مینے کہین آگے اوسکی کامل تردید کر دی ہے یہ محض سفید
جھوٹ تھا۔ کنیسہ مین کوئی مجروح نہ تھے۔ اور عمارت کے اندرونی حصہ کو خفیف سے نقصان پہنچنے کے ما سوا مقدس عمارت بالکل صحیح سلامت کھڑی
تھی۔ اندرونی حصہ کو یہ نقصان پہنچا ہوا دیکھا گیا۔ کہ منبر الٹ دیا گیا ہوا تھا۔ اور ادوییا کی بیس ایک تصویرین دیوارون سے اکھاڑ دی گئی
ہوئی تھین۔ مجھے کامل یقین ہے کہ در اصل خود یونانی بیقاعدہ سپاہیون نے ترکون کو بدنام کرنیکے لیئے ایسا کیا ہے کیونکہ اور ہر جگہ ترکی
سپاہیون نے معابد کا بہت ہی احترام کیا۔ مزید برآن یہ نقصان ایسا خفیف اور جزوی تھا کہ کوئی دشمن اتنے پر کبھی کفایت نکرتا۔ اس
نا شائستہ حرکت کو دیکھکر ترک بالخصوص البانوی سخت غضب آلود ہو گئے۔ اور انکے ان بزدل یونانیون سے اسکا پورا پورا انتقام و بدلہ لینے کی
قسم اوٹھائی۔

تماشہ بیت پیرارنود ہم پھر اپنے پرانے ٹکانے یعنی مینار پر چڑھ گئے اور وہان سے بہت اچھی طرح تشکشانی مہم کی لڑائی
کو دیکھتے رہے۔ داہنی جانب ارنود دون کی آدہی بٹالین کمیتیون مین جنگل کیطرف بڑہی چلی جاتی تھی
اور تابڑ توڑ بندوقی آتشباری سے واضح ہوتا تھا کہ جنگل یونانیون سے بھرا ہوا ہے۔ جہان بڑی معرکہ کی لڑائی ہوتی رہی۔ ایک بیقاعدہ ارنود
سپاہی جو بقول خود پیر یزند بٹالین سے تعلق رکھتا تھا۔ اور ہمنے اوسے کئی مختلف موقعون پر دیکھا تھا ہمین مینار پر ملا۔ یہ نہایت خوبصورت
نوجوان شخص تھا۔ اور اوس کے چہرہ سے ثابت ہو رہا تھا کہ وہ بہت بہادر دل ہے لیکن میرے خیال مین اپنے اکثر ہموطنون کی طرح اوس کا دماغ کچھ کم
مشتاق و شیدا نہ تھا۔ لیکن جنگل کی سخت آتشباری سے وہ آج بڑا گھبرایا ہوا سا تھا۔ اوسنے کہا کہ میرے تمام ساتھی جنگل مین ہلاک ہو رہے ہین
اور ترکون نے عمدا اونکو اسیغرض کیلیئے وہان بھیجا ہے۔ ہمیں نے جو یونانیون کی نشانہ اندازی کی نسبت کوئی عمدہ رائے نرکھتا تھا اوسے
بڑی تشفی دلائی اور کہا خاطر جمع رکھو تمہارے ساتھی بالکل بخیریت ہونگے۔ مگر اسے اطمینان نہ ہوا۔ اور مینار سے جلد جلد نیچے اتر گیا اور پھر دو
سو سو اپنے ہمقوم ارنود دون کو جمع کر کے جنگل مین گھس گیا۔ جہان انکے پہنچنے پر آتشباری پہلے سے دگنی ہو گئی۔

بجانب میسرہ دو سوار نود ایک یونانی مورچہ کیطرف جو پلاویتہ کے دامن مین تھا بڑے تیز قدمی کو ساتھ بڑہے۔ اور صفین پھیلا کر یونانی خندقون
سے آٹھ سو گز کے فاصلہ تک برابر دوڑے گئے جب وہ وہان پہنچے تو مورچہ سے یکبارگی پانچسو رائفلون نے آگ برسانی شروع کر دی جسے دیکھکر کچھ دیر تک
کو خیال گذرا کہ بہادر البانوی تباہ ہو گئے نصف البانوی زمین پر گر پڑے۔ اور باقی دائین بائین پھیل گئے۔ اور نسبتاً زیادہ احتیاط سے
آگے بڑہنے لگ گئے۔ جو گرے تھے۔ اونکی نسبت قیاس کر لیا گیا کہ وہ ہلاک یا زخمی ہو گئے ہین مگر آخر مین وہ بعجلت کھڑے ہوکر اپنے ساتھیون کے ساتھ
ساتھ پیشقدمی کرنے لگ گئے۔ اونہین کھڑا ہوتے دیکھکر ہمین تعجب اور کمال خوشی ہوئی۔ وہ اصل بندوقین سر کرنیکے لیئے زمین پر لیٹے تھے یونانی
گولیون سے ایک بھی زخمی یا شہید نہ ہوا تھا۔ اس طریقہ حرکت مین البانیون نے دس مین سو گز اور طے کر لیئے۔ اور یونانی اون سے چار یا پانچسو گز کے

فاصلہ پر رہ گئے۔ وہاں البانوی ایک چھوٹے سے کرارہ پر جو میدان میں تھا پھیل گئے اور فریقین ایک گھنٹہ تک یکدوسرے پر پے درپے
باڑھیں چلاتے رہے۔ پھر ترکی کمانڈر کے حکم سے واپس ہو جانیکا بگل بجا دیا گیا۔ مگر ان دونوں نے ہٹنے کا نام نہ لیا۔ اسپر بگلچی کو ایک افسر کیساتھ
آدھا فاصلہ آگے بھیجا گیا۔ لیکن ان دونوں برابر باڑھیں چلاتے رہے۔ آخر افسر نے ان کے پاس جا کر بگلچی سے واپسی کا بگل بجوا دیا۔ اور پھر کہیں جا کر وہ
چھپتے چھپاتے ہوئے دو دو تین تین کی ٹولیوں میں پیچھے ہٹے۔ جب وہ گاؤں پہنچے تو مسٹر ماٹگمری نے ان کی گنتی کی۔ وہ سب نہایت مضبوط
قوی ہیکل اور رشید مبارک نوعمر اشخاص تھے جن کے خیال میں یہ کل کارروائی گویا کمال تفریح بخش کھیل اور اول درجہ کی ہنسی و تمسخر تھی۔ جنگل والے البانوی
بھی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں واپس آنے لگ گئے۔ انکے چہروں سے ثابت ہو رہا تھا کہ وہ واپس آنے پر رضامند تھے۔ دونوں جماعتوں سے
ایک آدمی ہلاک نہ ہوا۔ صرف دو تین زخمی ہوئے۔ یہ امر واقعی حیرت بخش ہے اور اسی سے یونانیوں کی نشانہ اندازی کا بیہودہ اور بالکل
ناقص و ناصاف ظاہر ہوتا ہے۔ دونوں جماعتوں کی واپسی پر ہم مینار سے نیچے اتر آئے اور درختوں کے ایک جھنڈ کے سایہ میں دوپہر کا کھانا کھایا
اوس وقت تین بجے کا عمل تھا۔ اور ہم باطمینان بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں چاروں طرف غیر معمولی سناٹا دیکھکر میں کچھ متحیر سا ہو گیا۔ میں
قبرستان کی بلند دیوار پر چڑھ گیا۔ اور دیکھا کہ ترکی سپاہیوں کا آخری دستہ گاؤں کی شمالی جانب سے آہستہ آہستہ باہر نکل رہا ہے اور دوسری طرف
یونانی سکرمشر (اکتشاف تولی) بسرعت جنگل سے ریزو میلو کیطرف بڑھے آ رہے ہیں۔ میں نے اپنی پارٹی کو بہ تعجیل واپس ہٹنے کا حکم سنا دیا اور چند
لمحوں میں ترکوں کے عقبی دستہ سے جا ملے۔ پھر ہم آہستہ آہستہ کرلی کیطرف روانہ ہو گئے۔ جہاں میری حقی پاشا سے طویل گفتگو ہوئی۔ وہ نہایت
شفقت سے پیش آئے اور فرمایا کہ کئی دنوں تک ویسٹینو پر واقعی حملہ نہیں کیا جائیگا۔ پھر بکمال نوازش اپنی گاڑی پیش کی۔ انکی پیشگوئی
درست ثابت ہوئی۔ ہیمولینکی پر ۵ مئی سے پہلے فیصلہ کن حملہ نہ ہوا۔ میرا گھوڑا ایسا تھک گیا تھا کہ اوس میں چلنے کی سکت باقی نہ رہ گئی
تھی۔ ایک جرمن نامہ نگار نے مجھے براہ مہربانی اپنی گاڑی میں جگہ دی۔ جس پر مجھے حقی پاشا کی گاڑی پر جانے کی ضرورت
نہ رہ گئی ✣

لاریسا میں آخری دن

ہم لاریسا رات کو آٹھ بجے پہنچے۔ اور کھانے کے بعد مشیر سے بہت عرصہ گفتگو ہوتی رہی
اسی گفتگو کے دوران میں ادہم پاشا نے یونانیوں کو بیکار رہنے سے میدان میں
نکلنے کی ترغیب دلانے کی عجیب و غریب تجویز سنائی تھی۔ پاشا موصوف نے کہا کہ بدھ سے پہلے کوئی معرکہ کی کارروائی نہ ہوگی۔ مجھے پیچھے ٹھہرنا
نہایت بیہودگی کا کام تھا۔ میں نے بتاسف تمام علی الصبح سالونیکا روانہ ہو جانیکا انتظام کر لیا۔ مجھے وادی ٹمپہ کو پھر دیکھنا اور پلاٹامونا سے کاٹرینا اور
کسٹروس کو ساحلی راستہ کو دیکھنے کی بڑی خواہش تھی۔ ہنوز الاصونا اور سرفجے کی سڑک کی بجائے جسپر درجین وغیرہ واقعات گذشتہ ہوتی تھیں متبادلہ
صدر راستہ سے جانیکا فیصلہ کیا ✣

ویسٹینو

مارچ کا تیسرا اور آخری دور سرحد پر پیش قدمی بجانب سالہ و ویسٹینو سے شروع ہو کر اسی کے معرکہ ڈومکو پر اور
۱۹ مئی کے معاہدہ التوائے جنگ پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں پہلے دونوں دور کی نسبت لڑائی بڑے پیمانہ پر ہوئی اور
سخت ہوئی۔ تمام یونانی پوزیشنیں بالخصوص ویسٹینو اور ڈومکوس کی نہایت مستحکم تھیں۔ جوں جوں یونانی خاص اپنے ملک کیطرف

دھکیلی جاتی رہی اور انکی افواج یکجا مجتمع ہو گئیں اور حب الوطنی کا تقاضا بھی زور پکڑتا گیا۔ مزید برآن ۱۸ اپریل کی فتح سے جب کہ سموئنسکی نے نعیم کے بریگیڈ کو نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کیا تھا یونانی میمنہ کی افواج کے حوصلے بھی بہت بڑھ گئے تھے۔ جنرل سموئنسکی قابل سپاہی ہے۔ وہ مستحکم و مناسب مقام کو منتخب کر کے اسے مضبوط و مورچہ بند کر لینا اور اپنے سپاہیوں میں حوصلہ و جرأت پیدا کر دینا اچھی طرح سے جانتا تھا۔ سر ایشمیڈ لکھتے ہیں میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہزیمت کے دوسرے ہی دن علی الصبح یکم مئی کو لاریسہ سے زبردست کمک پہونچ گئی تھی آئندہ چند دنوں میں بھی رضاکاروں کی کئی بٹالینیں بطور کمک بھیجی گئیں اور ۵ مئی تک حقی کے پاس ۱۰ ہزار آدمی ہو گئے۔

یونانی خط مدافعت براہ ویلسٹینو و ولو سے فرسالہ تک تقریباً تیس میل کی لمبائی میں پھیلا ہوا تھا۔ یہ خط در اصل ریلوے لائن تھی جب تک یونانی اس پر متصرف رہے انکو آمد و رفت میں بہت آسانی و سہولت رہی۔ جدھر غنیم کا دباؤ زیادہ ہوتا وہ فوراً ادھر کمک بھیج سکتے تھے۔ ۳۰ اپریل کی لڑائی میں ہم نے کئی ٹرینیں فرسالہ سے ویلسٹینو فوجیں لاتی دیکھی تھیں۔ اس مرتبہ ادہم پاشا نے ویلسٹینو و فرسالہ پر ایک ساتھ حملہ کرنے کا عزم کیا۔ تاکہ اگر یونانی اس لائن کو نہ چھوڑیں تو دونوں میں سے کسی ایک موقعہ پر کامیابی ہو جانے سے دوسرے موقعہ کے بازو کو پلٹ دیا جا دے۔ چنانچہ پاشائے موصوف نے تین ڈویژن دوم سوم و چہارم لاریسہ کے جنوب سے فرسالہ کی طرف روانہ کر دیئے اور ایک ڈویژن تریخالہ سے کاردیسہ کی طرف بڑھا۔ ساتواں ڈویژن جو ابھی جمع ہوا تھا الاصونا سے جنوب میں آ گیا۔ اور ایک کثیر التعداد فوج جو الاصونا سے بجانب غرب بیس میل کے فاصلہ پر ڈسکاٹا میں مقیم تھی تریخالہ اور فرسالہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

بقول مسٹر بگہم مشیر نے حقی پاشا سے وعدہ کیا تھا کہ سوم ڈویژن (زیر کمان ممدوح) اسے مرکزی حملہ میں مدد دیگا۔ اور حمدی پاشا کا چھٹا ڈویژن تنہا ہی میمنہ پر اسکی دستگیری کرے گا۔ ویلسٹینو میں یونانیوں کی پوزیشن گو طبعاً ہی نہایت محفوظ تھی مگر سموئنسکی نے مورچوں وغیرہ سے اسکو اور بھی مستحکم کر لیا ہوا تھا۔ یہ پوزیشن از جانب میسرہ سینو سیفالو کی پہاڑی سے شروع ہو کر بجانب میمنہ پلاوپتہ کی عمودی چٹانوں تک چھ میل کے طول میں پھیلی ہوئی تھی۔ سموئنسکی نے اپنی پندرہ ہزار سپاہ کی حفاظت کیلئے اونچے مورچے بنائے تھے جو آدمیوں کی گردنوں کے برابر تھے۔ اور پلاوپتہ پر چھ پہاڑی توپیں نصب کر دی تھیں۔ پلاوپتہ و سینو سیفالو کی درمیانی پست پہاڑیاں جو قدرتاً ہی چوڑی شکل کی تھیں مصنوعی مورچوں اور دمدموں سے اور محفوظ اور ایسی مستحکم کر لیگئی تھیں کہ سامنے کیطرف سے انپر نقصان کثیر اٹھائے بغیر حملہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مسٹر بگہم نے ویلسٹینو کی دوسری لڑائی کے حالات بہت مجمل لکھے ہیں۔ حالانکہ یہ محاربہ کی سخت ترین لڑائی نہ سہی سخت ترین لڑائیوں میں سے ایک تھی۔

ترکوں نے حملہ کرنے سے پہلے میمنہ پر حمدی کے پہنچ جانے کا انتظار کر لینا مناسب سمجھا۔ تاکہ حمدی کا ڈویژن سینو سیفالہ کے ارد گرد کے برابر پیشقدمی کر کے یونانیوں کے میسرہ کو الٹ دینے سے بجوار سموئنسکی کی فوج کو مشرق کیطرف ہٹا دے۔ اور بشرط امکان عقب میں پہنچکر فوج مذکور کی مراجعت کا رستہ بھی بند کر دے۔ ۴ مئی کو غیر منفصل جزوی سی لڑائی ہوئی۔ یونانیوں نے اسمیں فاتح رہنے کا دعوے کیا شاید اس لیئے کہ ترک پوری استعداد سے حملہ کرنے کے بغیر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

۵ مئی کو حقی پاشا کیفالو سے یونانی قلب کے میسرہ کیطرف بڑھا۔ اور آٹھ ہزار پیدل فوج اور پانچ باتریاں اس موقعہ پر غنیم کے مقابل

صف آرا کہین آتشباری فی الواقع نہایت ہی سخت تھی۔ انگریزی جہاز ڈراٹیڈ کا کمانڈر کپتان ملہم یونانیون کے سب سے اگلی مورچون مین تھا۔ اوس نے مجھ سے ذکر کیا کہ یہ قیاس مین نہین آسکتا کہ کبھی اس سے زیادہ سخت کوئی آتشباری ہوسکتی ہے۔ یا کوئی فوج اوس سے زیادہ شجاعت و بسالت دکھا سکتی ہے جو ترکون نے پیشقدمی کے موقعہ پر دکھائی۔ ہم اوس دن بندر ولو مین ایک یونانی جنگی جہاز مین منتظر بیٹھے تھے اور ۱۱ بجے سے لیکر ساڑھے چار بجے تک لڑائی کا شور و غوغا سنتے رہے تھے۔ اوس سے زیادہ مہیب گرج و کڑک کبھی قیاس مین نہین آسکتی گولہ باری بھی نہایت سخت اور مسلسل تھی بلکہ رائفلی آتشباری بھی غضب ڈھا رہی تھی۔ میدان جنگ سے متواتر فتح و نصرت کی پیہم [illegible] چلی آرہی تھے جن سے یونانی پھولے نہ سماتے تھے۔ سموئنسکی نے خبر دی کہ میسنی ترکون کے سات متواتر حملون کو پسپا کیا [illegible] نقصان پہنچایا۔ میرے سپاہی دشمن کے خون مین تیر رہے ہین۔ مگر اصل کیفیت یہ رہی کہ جب ۵ مئی کی شام کو لڑائی بند ہوئی تو اوس وقت تک ترکون نے یونانیون کے مورچون کی دو قطارین فتح کر لی ہوئی تھین۔ اور تیسری قطار سے صرف چار سو گز کے فاصلہ پر تھے۔ یونانی مورچون کی کل چار قطارین تھین۔ ہان یہ درست ہے کہ ۵ مئی کی لڑائی مین یونانیون کا چندان زیادہ نقصان نہین ہوا جس کے برعکس ترکون بالخصوص البانیون کو جو حملہ کنندہ فریق تھی بہت نقصان پہنچا۔ یونانیون کی پسپائی زیادہ تر قتل و مجروح نہ ہونے [illegible] ہی کو سموئنسکی [illegible] کو چھوڑ کر بجانب جنوب المیروس کیطرف ہٹ گیا۔ اوسے ایسا کرنیکے لیے ولیعہد کا حکم پہنچا تھا۔ لیکن اگر حکم نہ بھی پہنچتا تو بھی فرسالہ کے فتح ہو جانے اور باقی یونانی فوجکے دوموکوس کو ہٹ جانے کیوجہ سے مراجعت اسکے لیے ضروری ہو گئی تھی۔ اگر وہ ولیسٹینو پر قائم رہتا تو ترک اوسکو گھیر کر اپنے احاطہ مین لے لیتے۔ اوس نے مراجعت کا قابل تعریف انتظام کیا کسیطرح کی بے ترتیبی نہ ہونے پائی۔ اوسکا عقبی دستہ [illegible] منتشر کے ساتھ ترکون کے مقابلہ پر قائم رہا۔ اور اسطرح ترکون کو سموئنسکی کی فوجکی روانگی سے ۴۸ گھنٹے بعد تک علم نہ ہوا کہ اونکا دشمن پیچھے سے نکل گیا ہے۔ یہ دستہ ۶ مئی کی رات تک پلا مدیتہ کی سربلند بلندیون پر قابض رہا۔ پھر رات کے وقت ولو جاکر وہان سے جہازون پر [illegible] چلا گیا۔ ادہم پاشا ۶ مئی کو فرسالہ سے ولیسٹینو پہنچے۔ ممدوح پاشا تیسالی ڈویژن لیکر ۸ مئی کو [illegible] اون کی شمال مشرقی جانب پر سے ہوتا ہوا ولو کے قریب پہنچا۔ جہان غنیم کی کوئی معقول جمعیت نہ پانے پر وہ ولیسٹینو کو اور وہان سے فرسالہ کو ہٹ گیا۔ یہ ڈویژن دوموکوس کے معرکہ مین شریک ہوا تھا۔

ولو مین اضطراب و بے چینی

درینولا و ولو (غلوص) مین خوفناک تشویش مستولی ہو رہی تھی۔ یونانی سپاہ اور بھگوڑے [illegible] ۷ مئی کو (جمعہ و شنبہ) ولیسٹینو سے بندرگاہ مین لگاتار داخل ہوتے رہے تھے جہازون مین سوار ہونیکے لیے اسمین کئی دفعہ دہینگا مشتی ہوئی جسمین غیر فوجی آبادی بالخصوص عورتون بچون اور مجروحین کو بہت نقصان پہنچا ۸ مئی کو انگریزی قونصل مسٹر مرلن نے مجھ سے بدوران ملاقات بیان کیا کہ ولو مین سخت بے چینی پھیل رہی ہے۔ اور اجنبی قونصلین کیلیے ترکون کے شہر کیطرف بڑھنے پر سخت مشکلات پیدا ہونیکا اندیشہ ہے۔ انکو ایکطرف آگ اور دوسری طرف پانی ہوگا یعنی ایکطرف یونانی جنگی جہاز بندرگاہ مین موجود ہونگے اور دوسری طرف شہر مین [illegible] بھرے ہونگے۔

مینے مسٹر مرلن کو تشفی دلائی کہ ترکی سپاہ کمال خوش اطوار ہے۔ اوس سے شہر والون کو کوئی تکلیف نہین پہونچیگی پھر اسے

نصیحت کی۔ کہ جونہی لڑائی ختم ہو ادہم پاشا کے پاس قاصد بھیجکر اون سے ترکی ہیڈ کوارٹری سٹاف و نظام سپاہ کی حفاظت و حمایت کی التجا کیجائے۔ تونصلون نے اس مشورہ کو پسند کیا اور ۵ مئی کو علے الصبح ویلسٹنو روانہ ہوگئے۔ جہان مشیر اون سے بشفقت پیش آئے اور حفاظت مطلوبہ کا انتظام کردینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ انور بک کو ودلو پر قبضہ کرنیکے لیے دو پلٹنین اور ایک رسالہ دیکر فی الفور روانہ کردیا۔ اور اسکے ہاتھ اہالی شہر کیطرف یہ اعلان بھیجدیا کہ اگر اونہون نے بلا مقابلہ اطاعت قبول کرلی تو اونکو جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔ انور بک نے اعلان مذکور شہر وارون کے جم غفیر کو بآواز بلند پڑھ کر سنایا۔ جو اُسے سنتے ہی باغ باغ ہوگئے۔ اور سلطان المعظم کی درازی عمر کیلیے زور شور سے نعرے لگائے۔

ودلو مین ترکون کے داخلہ کے حالات مسٹر سٹیونس نے نہایت دلچسپ پیرایہ مین تحریر کیئے ہین جن لوگون نے موجودہ یونانیون کو سمجھا ہے وہ بآسانی سمجھہ سکتے ہین کہ مسٹر موصوف نے اپنی تحریر مین مبالغہ کو بالکل دخل نہین دیا۔ اونکا بیان ہے کہ یونانی باشندے عجب ہراسان تھے جسقدر بھاگ سکے وہ بھاگ گئے ہوئے تھے۔ پھر بھی بازارون مین دورویہ بیشمار لرزان و ترسان باشندون کی صفون پہ صفین کھڑی تھین جن کو یہی توقع تھی کہ بس اب ایک آن کے مہمان ہین ترک داخل ہوتے ہی سب کو تہ تیغ کردین گے۔ بعض نے خاص اسموقعہ کیلیے ترکی ٹوپیان پہن لی ہوئی تھین۔ اور جب انور بک داخل ہوا تو فرنگیانہ ٹوپیون کیطرح سلام بجالانے کیلیے اون کو سر سے اتار دیا۔ انہین سراسیمگی مین یہ یاد نہ رہا کہ ترک کبھی ٹوپی سر سے نہین اوٹھاتے۔ کئی ہمارے گھوڑون کو تھام رکھنے کیلیے دوڑے آئے۔ سلطان کے یاور کے ساتھ تین نامہ نگار۔ دو افسر اور ایک سوار شہر مین داخل ہوئے اسپر منحصر ہوئے تھے۔ باشندے بارنگ رو باختہ اس حملہ کنندہ جماعت بیکران کے پیچھے پیچھے ٹون ہال کیطرف چل پڑے۔ اہالی شہر ایسے خوفزدہ ہو رہے تھے کہ کچھ عرصہ تک باضابطہ قبول اطاعت کی دستاویز پر دستخط کرنیکے لیے شہر کا کوئی رکن دستیاب نہ ہوسکا۔ آخر ایک معزز ملگیا۔ اور اُسنے دستاویز پر دستخط کردیئے۔ جسکے بعد سلطان کے یاور نے جھروکہ مین کھڑے ہو کر اعلان کردیا۔ کہ امن پسند و سلامت رو باشندون کی جان کا تمام عبد الحمید کامل حفاظت کرینگے۔ اس بات کے سنتے ہی پوک اور دہشت زدہ یونانیون مین پھر از سر نو جان پڑگئی۔ اور وہ عثمانیہ رحم و کرم سے ایسے خوش ہوئے کہ بیساختہ سلطان المعظم کی درازی عمر و ازدیاد اقبال کیلیے نعرے مارنے لگ گئے۔ اور وہی یونانی جو ابتک ذات شوکت سمات کو ظالم و سفاک کہہ رہے تھے اب صدق دلسے اوس کیلیے دعائین کر رہے تھے۔

تونصلون کو تھوڑا سا اسبات کا بھی اندیشہ تھا کہ کہین یونانی جہاز ترکون کے داخل ہونے پر شہر پر گولہ باری نہ شروع کردین مگر میرا رفیق قدیم امیر البحر ساٹیلوس ایسا بیوقوف نہ تھا کہ چند ترکون کو نقصان پہنچا سکنے کی توقع پر ایک یونانی شہر کو برباد کردیتا۔ وہ اور تمام ہالمیروس کو روانہ ہوگیا۔ ترکی سپاہ کا چلن دیگر مقامات کیطرح ودلو مین بھی قابل تعریف رہا۔ ودلو اور ویلسٹنو سے ترکون کو سامان حرب و رسد کی وافر مقدارون کے علاوہ کچھ توپین غنیمت مین ملین۔ یہان ودلو مین اب پہلی مرتبہ یونانیون نے ایسی چیزون کو جو غنیم کے کار آمد ہوسکتی تھین کسیقدر تلف کیا۔ اونہون نے بری و بحری کل تار برقی سلسلون کو کاٹ دیا اور لوکوموٹو (ریل) انجنون کو توڑ پھوڑ دیا

---

۱ یہ مسٹر ملکزرن کے ہمراہ دسمبر ۱۸۹۸ء مین تشریف لائے۔ اور یہانکے متعلق کئی عجیب مضمون مسلسلوار ولایت کے اخبارات مین شائع کیئے ہیں۔

ویسٹینو کی عصری لڑائی کے درست حالات معلوم کرنا کسیقدر مشکل کام ہے۔ اوسکی کیفیت سب سی بہترین پیرایہ مین مفصل و مشرح رائٹر ایجنسی کے نامہ نگار نے جو یونانی فوج کے ساتھ تھا تحریر کی ہے۔ جسکو یہان بجنسہ درج کر دیا جاتا ہی:۔

"ترکی حملہ پہاڑی کاراڈاون کے شمالمغربی جانب پر شروع ہوا۔ یہ پہاڑی موضع ویسٹینو کے عین اوپر واقع ہے۔ ترکون نے ایک پہاڑی پر جہان سی کاراڈاون کسیقدر زد مین تھی۔ ایک کوہی باتری نصب کی ہوئی تھی۔ اور ادہر یونانیون نے متذکرہ قلعہ پہاڑی پر ایک کوہی باتری قایم کی ہوئی تھی۔ لڑائی کی ابتداء اِن دونون باتریون نے کی۔ اور تھوڑی ہی دیر مین یہ واضح ہوگیا کہ ترکون نے حاجی تیسبی سے یونانی پوزیشن پر اور رینٹو میلو سے وادی ویسٹینو اور اوس درہ پر جو وولو کیطرف جاتا تھا۔ حملہ کرنیکا ارادہ ترک کرکے اب یونانی میمنہ کو یونانی میسرہ سے جدا کرنے اور یونانیون کو ایک طرف سی دوسری طرف حسب ضرورت فوج بھیجنے کے قابل نہ چھوڑنے اور ریلوی لائن کو بمقام ایوایا منقطع کرنیکا ارادہ کیا ہے۔

اس جدید نقشہ حملہ کیوجہ سے جنرل سموئینسکی کو اپنی صف کا رخ عین شمال سے شمالمغرب رویہ کرنا پڑا۔ یہ کام اونسے سہ پہر سے پہلی بکامیابی طے کرلیا۔ کاراداون پہاڑی اور متصلہ بلندیون کی یونانی باتریون نے حسب معمول قابل تعریف کام دیا۔ اور ترکون کو ویسٹینو کیطرف آگے نہ بڑہنے دیا۔

ایک اور دو بجے کے درمیان ترکی فوج پیدل کاراداون پر حملہ کرنیکے لیئے اپنی طرف کی بلندیون سی آگے بڑہی۔ اور یونانیون پر آتشباری شروع کی۔ جسکا یونانی فوج پیدل نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ گولہ باری خوب ور پر تھی کہ بارش بڑے زور سے شروع ہوگئی۔ اور ترک مطلع کی تاریکی سے فایدہ اٹھاکر آگے بڑہ آئے۔ مگر یونانی پیدل فوج بارش مین بھی برابر لگاتار باڑہین چلاتی رہی۔ بارش کو تھمنے پر یہ غلط خبر اڑگئی کہ ترکی سوار حملہ کیئے چلے آرہے ہین۔ اس سی یونانی پیدل فوج کی صف چند لحظون کے لیئے ڈگمگاگئی چند جگہون سی وہ شکست ہوگئی اور سپاہی پیچھے ہٹ گئے مگر افسرون نے انکو پھر قابو مین کرلیا۔ اور آتشباری بلاتوقف اُسی زور وشور سے ہوتی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترک ایک سرے سی دوسرے سرے تک پسپا کر دیئے گئے۔

۵ بجے کے قریب ترکون کو غالباً اللدیسے سے ویلک پہنچگئی یونانی فوجمین اوس وقت یہ مشہور ہوا تھا کہ غازی عثمان پاشا ترکون کی کمانڈر ہین۔ وہ ایک پہاڑ کی پہلو پر بہ جمعیت کثیر جمع نظر آرہی تھے۔ جہان سی وہ یونانی میسرہ بالخصوص ویسٹینو کی سامنے کی چہوٹی چہوٹی پہاڑیون اور سطح مرتفع پر حملہ کرنیکے لیئے حیرت انگیز باقاعدگی اور خوبصورت صف بندی کے ساتھ آگے بڑہے۔ ترکون کی پاس توپخانہ تھوڑا تھا۔ اور اونکی کوہی باتری نے بھی عمدہ کام نہ دیا۔ تاہم اونکی پیدل فوج قابل تعریف باقاعدگی سے باڑہ پر باڑہ چلاتی۔ باقاعدہ صفون مین آہستہ آہستہ آگے بڑہی آئی۔ لیکن اونکی آتشباری بھی بالکل بے تکی تھی۔ گولیان کرہ ہوائی مین اونچی جاکر یونانی صفون سی بہت پرے میدان مین۔ گرتی رہین۔ انکے مقابل پر یونانیون کی دوسری اور آٹھوین رجمنٹ مقیم تہین وہ نہایت ثابت قدمی کی ساتھ اپنے موقعہ پر قایم رہکر باڑہ پر باڑہ چلاتی رہین جن سی ترکی صف کئی دفعہ ڈگمگاگئی۔ اور یونانی توپخانہ بھی قابل تعریف کام دے رہا تھا۔ اوس کی گولے کے بعد دیگرے ترکی صفون مین گر رہی تھے۔ اِس بوچھار کی تاب نہ لاکر ترک تھوڑی دیر کیلیے پیچھے ہٹ گئے۔ اور تازہ کمک سی آراستہ ہوکر یونانی باڑہون اور گولون کی اندہادہند بارش سی بالکل لاپرواہ نہایت شاندار طریق سی پھر بڑہنے لگے

لیکن اسدفعہ بھی اونکو پہلے رُک جانا اور پھر لغزش کھاکر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ پہاڑیون کی سطحین مردون اور زخمیون سے پٹ گئین ترکون نے دو مزید پلٹنون کی کمک پہنچ جانے پر پھر تیسری مرتبہ کارالداون اور رویسٹنو کی متصلہ پست پہاڑیون کے سلسلہ پر جوانمردانہ حملہ کیا جنرل سمولنسکی دوسرا اسکوبیلاف بنا ہوا اپنی فوجمین برق وش پھرتی سے دہر ادہر چکر لگا رہا تھا۔ اوسنے سپاہیون کو اون کے بزرگون کے کارنامے یاد دلاکر تاکید کی کہ بشرط ضرورت وہ آخری دم تک لڑتے رہین اور جبتک تھیسلی کی مقدس سرزمین اون کے خون سے سیراب نہ ہوجائے لڑائی سے ہاتھ نہ اوٹھائین۔ یہ الفاظ جادو کا کام کرگئے سپاہیون مین نے ایکدفعہ انتہا جوش بھر گیا۔ اور باقاعدہ و بیقاعدہ کل سپاہی حتیٰ کہ غیر مصافی لوگ بھی رئفلیون کو خوب مضبوطی سے پکڑ کر ترکی توپون کی عمودلمبے تکی گولہ باری کی علی الرغم ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ اپنی پوزیشن کیحفاظت کیلئے جمع ہوگئے۔

بالآخر یونانی صفین بہادر ترکون پر چند باڑہین چلانیکے بعد مورچون کی پناہ سے باہر نکل آئین اور وحشیانہ پرجوشی سے غنیم پر حملہ کردیا۔ جس ہی لحظہ بھر کیلئے ترکون کے قدم ڈگمگا گئے اور پھر وہ اپنی طرف کی پہاڑی سلسلون کی پناہ جالینے کیلئے بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے اور یونانیون کو اس معرکہ مین شاندار فتح نصیب ہوئی صفون کا رُخ بدلنے کے باوجود اور حالانکہ دشمن کی تعداد غالباً اون سے زیادہ تھی۔ یونانی شام کے وقت برابر ہر موقعہ پر بدستور قابض و متصرف تھے۔ ترک دن بھر کی لڑائی مین اونکو کسی جگہ سے پیچھے نہ ہٹا سکے تھے۔ دونون فریق لڑائی پر ایسے تلے ہوئے تھے کہ اگر رات نہ پڑجاتی تو وہ ابھی بس نکرتے۔ سمولنسکی نے اس کمال مستحکم موقعہ کو منتخب کرنیسے نہ صرف اپنی قابلیت کا کامل ثبوت دیدیا۔ بلکہ یونانیون کی عزت بھی رکھ لی۔ مزید برآن اس معرکہ مین یونانیون نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ ان مین اعلے درجہ کے سپاہیانہ اوصاف موجود ہین۔ اور کہ اگر افسر قابل ہون تو وہ بعدگی و بہ شجاعت لڑ سکتے ہین۔ جنرل سمولنسکی کو اچھی طرح سے معلوم تھا کہ ترکون نے ابھی اوسکی خلاصی نہین کی چنانچہ اُسنے اپنی پوزیشن کے استحکام کیلئے کمک کی درخواست کر دی۔ فریقین کے نقصانات کا اندازہ کرسکنا سردست ناممکن ہے۔

اسی معرکہ کے متعلق ایک نامہ نگار نے حسب ذیل تحریر کیا ہے۔ دوسرے دن پہر چند بجے سے لڑائی شروع ہوگئی۔ صبح کی نورانی روشنی مین میدان جنگ کا نظارہ کمال دلفریب تھا۔ پائین مین پست پہاڑیون سے محیط مدور میدان موجود تھا جس کی صرف شمالی جانب جہان وہ تھیسلی کے میدان عظیم سے ملحق ہوتا ہے پہاڑیون سے خالی تھی۔ اور افق مین جھیل ترلہ کا درخشان پانی اور کوہ اولمپس کی برف پوش چوٹیان چمک رہی تھین۔

کارالداون کے شمال مغرب مین بارہ چودہ ہزار ترک پہاڑیون کے ایک سلسلہ پر قابض تھے ایک کوہی باتری بلند ترین چوٹی پر اور ایک میدانی باتری ویسٹنو کے مشرق مین ایک اور پہاڑی کی چوٹی پر نصب تھی سلسلہ کارالداون جو ترسالہ کی سڑک جس کی مغربی جانب کی زد مین ہے یونانی انفنٹری صف آرا تھی۔ اور ویلیسٹینو کے اوپر کی سطح مرتفع پر میدانی توپون کی ایک باتری نصب تھی۔ اس پوزیشن اور مشرقی جانب کے میدان کے درمیان کی تین چوٹیون پر کوہی باتریان اور ویلیسٹینو سے شمال مشرق کیطرف کو میدان مین ایک یونانی میدانی باتری نصب تھی جو ترکی میسرہ کو سخت نقصان پہنچاتی رہی۔ کارالداون اور راہ ویلیسٹینو کی درمیانی وادی کے دہانہ پر جو یونانی صفین تھین۔ وہ بلا تامل رہین اور

لہ روسی جنرل جسنے ۱۸۷۷ء کی محاربہ روم و روس بالخصوص پلیونا کے معرکون مین قابل تعریف شجاعت دکھائی تھی۔ بعد ازان ترکستان اور ترکمانی علاقہ مین بہی نمایان خدمات کیئن اور ایام سنہ ۱۸۸۲ء مین خونریزی کا شرکیب ہوا اور وہ جوانا مرگ مرا۔

کی رات کو جنرل سموئنسکی نے اپنے جدید میسرہ کی فوج کو کمک پہنچا دی تھی - اور اسکی انفنٹری نے پیشقدمی کرکے کارادا‌ئون کے کراردن کی چوٹی اور اسکی میدان کیطرف کی یعنی مشرقی جانب پر قبضہ کرلیا تھا۔

۹ بجے ترکون نے سب سے اول سطح مرتفع والی یونانی باتری پر حملہ کیا - یہان چھ سو نو بجے تک تیزی کے ساتھ گولہ باری ہوتی رہی - دریولا ترکی فوج پیدل نے کیولری کی آڑ مین میدان کیجانب یونانی میمنہ پر حملہ شروع کر دیا - اسکو ترکی انفنٹری نے اون یونانی صفون پر جو موضع دریلسٹو سے ورتھین بہ تندی حملہ کیا ترکون کی ایک کوہی باتری فاصلہ پر ایک بلند چوٹی پر تھی - اور ایک میدانی باتری میدان کیطرف کی بیرونی مشرقی ڈھال پر نصب تھی - ان دونون نے انفنٹری کو حملہ مین مدد دی - مگر یونانی انفنٹری نے جو کرارہ کے پشتہ پر تھی اور گاؤن سے مشرق کیطرف کی باتری نے جو ترکون پر خوفناک آگ برسا رہی تھی اس حملہ کو نہایت بہادری کے ساتھ پسپا کر دیا۔

۱۱ گیارہ اور بارہ کے درمیان ترکون نے یونانی میسرہ کو قلب کو منقطع کرنے کے لیئے متہورانہ حملہ کیا - ترک ایک کرارہ پر اور یونانی اونکے بالمقابل ایک پہاڑی پر قابض تھے - اور دونون کے درمیان ایک عمیق گھاٹی حائل تھی - ترکی میمنہ کی باتری نے یونانی انفنٹری کو بیحوس کرنیکے لیئے سختی کے ساتھ گولہ باری کی - مگر اکثر گولے دور گرے اور جو صف مین گرے ان مین سے بہت کم پھٹے - لیکن دریولا یونانی انفنٹری نے خوب نشانہ باندہ باندہ کر باڑ مین چلانے سے ترکی صفون کو چھلنی بنا دیا - اور ادہر سطح مرتفع والی یونانی باتری نے اور بھی تباہی برپا کر دی۔

۱۲ سوا بارہ بجے ترکی انفنٹری مقابل کی پہاڑی پر کی یونانی پوزیشن پر حملہ کرنیکے لیئے اپنے مورچون سے گھاٹی مین داخل ہوئی - مگر یونانیون کی رفلی آتشباری نے اونکی صفون کو پراگندہ کر دیا - ادہر یکے بعد دیگرے چار گولون نے عین انبوہ مین گر کر خوفناک بربادی وار دکی - باقیماندہ پھر اوس نالہ کیطرف جو کرارہ سے پرے تھا اور جہان وہ پہلے قابض تھے پیچھے ہٹ گئے - بارہ اور ایک کے درمیان ایک سرے سے دوسرے سرے تک آتشباری مدہم پڑ گئی - مگر سوا بجے پھر میمنہ و میسرہ پر اوسی زور شور سے شروع ہو گئی - میسرہ کی طرف سطح مرتفع کی والی یونانی باتری نے دو گولے پھینک کر ایک ترکی کوہی باتری کو خاموش کر دیا جس کی دو توپین ان گولون سے ایکساتھ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئین۔

۲ بجے ترکون نے ایوالی سے کمک پہنچ جانے پر کارادا‌ئون کی مغربی جانب کو گھیر کاٹ کر یونانی میسرہ پر سختی کے ساتھ حملہ کیا - یہ رسالہ ریلوے لائین کیطرف بڑہے تاکہ اسکو توڑ دین - ترکی انفنٹری شاندار استقلال و ثبات سے پہاڑیکی ڈھالون پر چیونٹیون کی طرح چڑہ آئی - جہان سے اونسے یونانی لشکر مشرقی کی پہلی صف کو پیچھے ہٹا کر اون سے دو کوہی توپین چھین لین - مگر یونانیون کی دوسری صف نے اپنے موقعہ پر قایم رہکر ترکون کو مزید پیشقدمی سے روک دیا - جو ایک مخفی باتری کی مدد سے جو پہاڑ مین نظرون سے اوجھل تھی یونانی میسرہ کو سینٹ جارج کے راہب خانہ کیطرف ہٹا دینے اور جنرل سموئنسکی کے ڈویژن کو رسالہ کے ڈویژن سے جدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے - دو بجے میسرہ کے مشرقی حصہ کے سوا کل صف پر آتشباری بند ہو گئی - اوس حصہ مین کبھی کبھی باڑ مین چلتی رہین - ترکی کمانڈر نے اب ایک اور کارروائی شروع کی جس کے لیئے غالباً وہ سارا دن تیاری کرتا رہا تھا۔

۳ بجے مین آدریہ و غار کی چوٹی پر جو درہ دلوکے وہانہ کی مشرقی جانب ہے چڑھ گیا - وہان سے مینے ترکی سواروں کی کئی جماعتون کو

جھیل تورلہ کے ساحل کو برابر سرپٹ گھوڑے دوڑائے جاتے دیکھا۔ اونکے داہنے ہاتھ یونانیون کی میدانی پوزیشن کیطرف توپ خانہ کی لمبی قطار بڑھ رہی تھی۔ ادھر موضع حاجی میسی و پہاڑیون کے درمیانی علاقون سے ترکی انفنٹری کے کالم عزم بالجزم کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔

"تین بجے ترکی توپ خانہ نے موضع دیزرمیلو کے درختون سے الگ کھلے میدان مین قائم ہوکر یونانی قلب پر جو ویلسٹینو اور ریڈیو کے درمیانی میدان مین تھا گولہ باری شروع کردی۔ اور جلد معلوم ہوگیا کہ توپخانہ مین گران وزن توپین بھی شامل ہین۔ غالباً یہ وہی تھین جو ترکون کو لاریسا مین ملی تھین۔ ان توپون سے اونہون نے یونانی پوزیشن کے شمالی حصہ مین خوفناک تباہی برپا کردی۔ پانچ بجے یونانی باتریون کا گولہ بارود قریب الاختتام ہوگیا جسپر جنرل سموئنسکی نے حکم دیدیا کہ توپخانہ کا حصہ کثیر بتدریج ولو کیطرف ہٹا دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کے دوران مین ترکون نے بڑی توپون سے پہلے سے زیادہ تیزی و سرعت کے ساتھ گولے برسانے شروع کردئے اور تھوڑی ہی دیر بعد موضع ویلسٹینو اور نیز مغربی جانب کی کرارون پر قابض رہنا ناممکن ہوگیا کچھ عرصہ بعد ترکون نے شمال و مشرق کیطرف سے بہ ثبات مردانہ پیشقدمی کی۔ اور ساڑھے سات بجے ویلسٹینو پر قابض ہوکر اوسمین آگ لگا دی۔ ریلوے پل کو اڑا دیا۔ اور ویلسٹینو و فرسالہ لائین کو کاٹ دیا۔"

"یونانی فوج کامل طور پر ہزیمت یاب ہوئی۔ اور ولو کی طرف جانے والا پہاڑی درہ ترکون کیلئے بالکل کھل گیا۔ میمنہ کیطرف یونانیون نے اپنا توپخانہ سہ پہر سے ہی ہٹانا شروع کردیا تھا۔ آدھ ایک پوری میدانی باتری اور نیز چند کوہی توپین بخیریت ولو پہنچ گئی تھین جہان اونکو جنگی جہازون پر چند بیڑون پر چڑھا دیا گیا۔ رات سخت تاریک تھی مراجعت کنندگان کی سہولت و رہنمائی کیلئے پہاڑون کی اطراف پر الاؤ روشن کردئے گئے تھے جن سے سڑک کا پتہ ملتے رہنے مین بڑی مدد ملی۔ بارہ سے زیادہ توپین پیچھے چھوڑ دیگئین جو ترکون نے چھین لین۔"

"تخمیناً دو سو مجروح ایک ٹرین پر ولو پہنچے۔ گران وزن توپون کی ایک ترکی باتری نے ٹرین پر چھ سات گولے چلائے۔ مگر ایسے کوئی نہ لگا۔ میرے خیال مین اکثر مجروح میدان جنگ مین ہی چھوڑ دیئے گئے۔ مقتولین کی تعداد کا درست اندازہ نہین کیا جاسکتا تاہم یقینی امر ہے کہ یونانیون کی نسبت ترکون کا زیادہ نقصان ہوا۔ کیونکہ جب تک ترکون نے دستی بیشتر توپون سے کام لیا۔ یونانیون کی گولہ باری انکی گولہ باری سے زیادہ موثر تھی۔ دو تین بجے کے قریب جنرل سموئنسکی کی پراگندہ و ہزیمت خوردہ فوج دو حصون مین منقطع ہوگئی۔ ویسا کو جنرل کورپو نے سیفلادا سے آلمیرس ہٹایا۔ جہان سے یونانی جنگی جہازات کی امداد کررہی تھی۔

"دستہ میمنہ اوسکا بقیۃ السیف بحالت خستہ و تباہ ولو کیطرف گیا۔ رات کی تاریکی مین پہاڑون سے گذرتے وقت اس مراجعت و پسپائی کی بھی ویسی ہی ہٹی پلید ہوئی جیسی کہ ٹرناوس سے لاریسہ کیطرف کی مراجعت کی ہوئی تھی۔ اوس مراجعت کیطرح اسمین بھی بے نتیجہ بندوقین سر ہوگئین۔ مگر خوش قسمتی سے یہ بیہودہ آدمیون کیطرف نہ چھوڑی گئی تھین کیونکہ اس وقت کسی وہمی غنیم کے تعاقب کا خوف دامنگیر نہ ہورہا تھا صرف بقاعدہ سپاہی متصلہ پہاڑیون سے کبھی کبھی ہوا مین بندوقین چلا دیتے رہے جمعرات کی رات اور بدھ کے دن ولو مین عجب متوحشانہ سراسیمگی برپا رہی تمام باشندے مال و اسباب لیکر بازارون مین نکل آئے اور کوہ پیلیون کی اطراف و جوانب کے بیسیون دیہات کے

دہقانی شہر مین گھس آئے جس سے اور زیادہ گڑبڑ پڑ گئی۔ لوٹیرے بھی فوراً برسرِ موقع ہوگئے اور لوٹ کھسوٹ کا بازار ہر طرف خوب گرم ہوگیا
بندرگاہ مین پانچ سٹیمر موجود تھے چشمزدن مین اونپر ہزارون باشندے مال و متاع لیکر سوار ہوگئے۔ اور ہزارون چھوٹی چھوٹی کشتیون پر بیٹھکر
جزائر کو چلے گئے۔ گھاٹون پر اور بازارون مین بہت ہی ابتری زور پکڑ گئی۔ کہ انگریزی اور فرنچ قونصلون نے مشترکہ بیڑہ پر جا کر اوسکے کمانڈرون
سے باقیماندہ باشندون کی جان و مال کی حفاظت اور شہر کو لوٹیرون کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کیلئے انگریزی۔ اطالین۔ فرانسیسی اور
آسٹرین بحری سپاہیون کے چند دستے شہر مین بھیجدینے کی درخواست کی تاکہ لوٹیرے شہر کو ترکون کے پہنچنے سے پہلے ہی جن کی آمد کی ہر لحظہ
توقع ہو رہی تھی تاخت و تاراج کرکے بالکل صفایا نہ کردین۔

وہین اوس سٹیمر پر جو بندر سے سب سے آخر روانہ ہوا سوار ہوا۔ ۱۵۰۰ مرد و عورتین اوپر نیچے جہاز اور تہخانہ مین اسطرح بھرے پڑے تھے
جسطرح ٹوکرے مین چھوٹی مچھلیان ہوتی ہین اس مصیبت کو جو کچھ اون بیچارون پر گذری اوسکا بآسانی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

جنگ فرسالہ

جس دن حقی پاشا نے ولسٹینو پر حملہ کیا اوسی دن یعنی ۵ مئی کو ادہم پاشا نے بذات خود ولیعہد کی فوج پر بمقام
فرسالہ حملہ کیا۔ وہان یونانیون کی جمعیت ۲۵-۳۰ ہزار کے درمیان تھی۔ جنکے پاس تین ڈویژن یعنی نشأت
ممدوح اور حمدی کی علی الترتیب دوم سوم و ششم ڈویژن جنمین ۴۵ ہزار آدمی تھے۔ اور چوتھا یعنی خیری پاشا کا ڈویژن بجانب غرب لاریسہ
سے چلا آرہا تھا۔ فرسالہ (چتالجہ) لاریسہ سے ۲۲ میل بجانب جنوب دریائے انی پی اس پر اوس میدان کے شمالی نصف مین واقع ہے جو سینو سیفالی
کی پہاڑیون سے شروع ہوکر بجانب جنوب جبال و تھریس تک چلا گیا ہے۔ فرسالہ کوئی بڑا محفوظ مقام نہین۔ کیونکہ بجانب مشرق ولسٹینو
کیطرف سے اوسکے عقب مین پہنچا جاسکتا ہے۔ کاردیسہ سے خیری پاشا کی پیشقدمی کا ہی علم ہوجانے سے غالباً یونانی ہیڈکوارٹر نے فرسالہ
ڈومکوس کو ہٹ جانیکا جو نسبتاً بہت زیادہ محفوظ مقام ہے فیصلہ کرلیا تھا۔

معرکۂ فرسالہ کو لڑائی نہین کہا جاسکتا۔ وہان درحقیقت صرف یونانیون کے عقبی دستہ (دمدار لری) اور ترکون کے ہراول دستہ
(پیشدار لری) مین لڑائی ہوئی۔ شروع شروع مین جب کہ ترکون نے کھلے میدان سے گذر کر اون پہاڑیون پر جو فرسالہ سے چار میل بجانب
شمال ہین۔ حملہ کیا تو اونہین بہت نقصان اوٹھانا پڑا۔ یونانی توپخانہ نے اس موقعہ پر خوب کام دیا۔ اور اونکی رائفلی آتشباری بھی
معمول سے اچھی رہی۔ مگر جب ترک پہاڑیون کے قریب پہنچگئے تو پھر یونانیون کے پاؤن اکھڑ گئے۔ اون کو یہ خوف لاحق ہوگیا کہ کہین خیری پاشا
کا ڈویژن کاردیسہ سے آکر مراجعت کا راستہ بند نکردے۔ دو گھنٹون کی آتشباری کے بعد وہ ریلوے لائین کو ہٹ گئے۔ جہان اونکی دو
پلٹنون اور دو بیٹریون نے ترکون کو دو گھنٹون کے قریب روکے رکھا۔ اس موقعہ پر ایوزونون کی دو کمپنیون اور غیرملکی مجاہدین نے قابل
تعریف استقامت و شجاعت دکھائی۔ جب ترکون کو اور زیادہ روکنا ناممکن ہوگیا تو وہ بتدریج پیچھے ہٹتے گئے۔ اور پھر انی پی اس کو
پل سے گذرنیکے بعد بسرعت پیچھے ہٹے۔ پل کے قریب دو ہزار سے زیادہ یونانی سپاہی جمع تھے جنپر ترکی توپخانہ نے سبب ہلاکت و بربادی
وارد کی۔ ۷ مئی کے اخبار ڈیلی ٹیلیگراف مین اس نظارہ کے متعلق مسٹر ولیم میل کی حسب ذیل تحریر شائع ہوئی۔

"یونانیون نے ترکی حملہ کے مقابلہ سے اون بلندیون کیطرف جو میدان سے اوٹھ رہی ہین پیچھے ہٹنا شروع کردیا۔ مگر ایسا کرتے وقت

اونکو ترکی انفنٹری کی آتشباری کا بُری طرح سے آماجگاہ بننا پڑا۔ اونکی میمنہ کو بالخصوص بہت نقصان پہنچا اور ہ ودارلری یہ عقبی
دستہ نے باقی فوجکو بچانے کیلیئے بیدریغ اپنی جانین نثار کین۔ جب ہم اون مین پہنچے جسے مراجعت کنندہ غنیم نے خالی کیا تھا تو وہان
بیشمار مُردے پائے انمین کئی نہایت ہی خوبصورت سڈول جسم گھنگریلے بالون والی قوی جوانون نوجوانون کی لاشین تھین۔ ان کی
شکلین پرانے زمانہ کے یونانی سنگتراشون کی بنائے ہوئے دیوتاؤن سے بہت کچھ ملتی جلتی تہین۔ افسوس ایسی قیمتی جانین فضول رائگان
گئین۔ مراجعت شروع ہونے کی دیر تھی کہ پہر ترکون نے غنیم کو ایک لحظہ کیلئے فرصت نہ دی نہ اپنی آتشباری مین کچھ فرق آنے دیا۔ کرارہ
کی چوٹی پر پہنچکر عجب شاندار نظارہ آنکھون کے سامنے نمودار ہوگیا۔ دائین بائین ترکی انفنٹری کے کالم بڑھ رہے تھے۔ زیر پا خوبصورت
میدان سبز مخمل کیطرح بچھا ہوا تھا۔ اوس کا عرض چار میل کے قریب تھا اور دائین ہاتھ دور تک چلا گیا تھا۔ دولوکے کے قریب پہنچکر اور نیز
اون پہاڑیون کے دامن مین جو شہر فرسالہ کو احاطہ کیئے ہوئے ہین یہ تنگ ہوگیا ہے۔ اوس سے پرے اونچے اونچے دیو سا مہیب و سیاہ
اور عمودی پہاڑ کھڑے تھے۔ تمام میدان یونانیون سے بھرا ہوا تھا۔ جو بسرعت اوس سنگی پل کیطرف جو میدان کے وسط مین ایک چھوٹے سے نالے
پر ہے چلی جا رہی تھے۔ اونکی صفونکی ترتیب کہین اچھی اور کہین ناقص تھی۔ ترکی توپخانہ نے آگے بڑھ کر نہایت بلند موقعون سے بھاگتی ہوئی
دستون پر پے درپے گولے برسانا شروع کر دیئے۔ ہر گولے کے گرنے پر بھگوڑون کی تیز رفتاری مین اور اضافہ ہو جاتا۔ مگر اونکے عقبی دستے نے جابجا
ہلکے سے مورچے تیار کر لیئے ہوئے تھے جن کی اوٹ سے وہ پیہم باڑہین چلاتا رہا۔ لیکن ترکون کی انفنٹری کی تعداد بہت زیادہ تھی سو وہ اوس کے
سامنے زیادہ دیر نہ ٹھیر سکا۔ اور ترک بہی ایک موقعہ سے دوسرے موقعہ کو پیچھے دھکیلتے چلے گئے۔ ترکون کی شجاعت پر سارے اوس وقت
عش عش کر رہے تہے۔ اونہون نے کسی پناہ کی آڑ لینا بہادرون کی شان سے بعید سمجھا۔ اور لگاتار سیدھے بڑھتے چلے گئے۔ بندوقین سر کرتے
وقت بھی گھٹنے ٹیکنے کا نام نہ لیا۔"

ترکی توپخانہ کی کارگزاری کے متعلق رائیٹر ایجنسی کے نامہ نگار مسٹر گورین نے حسب ذیل تحریر کیا۔ "آجکی لڑائی بالکل خلاف توقع
ظہور مین آئی۔ ادہم پاشا کا صرف یہ منشا تھا کہ آج اپنی فوج کو غنیم کی پوزیشن کے سامنے جمع کر کے کل اوسپر فیصلہ کن حملہ کیا جائے مگر دونون
فوجون کی مقدمۃ الجیشون مین مٹ بھیڑ ہوگئی۔ اور تھوڑی ہی دیر مین لڑائی عام ہوگئی۔ یونانی نہایت محفوظ موقعہ پر مقیم تہے۔ فرسالہ کے
سامنے کا میدان چار میل عریض ہے اور اوسکے وسط مین ایک دریا بہہ رہا ہے۔ شمال کیطرف پست پہاڑیون کا سلسلہ ہے۔ اور شمال کیطرف سے
آنیوالی راستے اوسکی زد مین ہین۔ یونانی فوج ترکی حملہ کے انتظار مین اس سلسلہ پر خوب مضبوط مورچون مین مقیم تھی۔ لڑائی صبح نو بجے شروع
ہوئی۔ ہراولی دستون مین ایک یا دو معرکے ہونیکے بعد یونانی توپخانہ نے آگ برسانی شروع کی۔ اور اوس کے گولے عین نشانہ پر گرتے رہے
مگر ترک دشمن کی آتشباری کے سامنے سینہ سپر ہو کر حیرت انگیز لاپروائی اور ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ اس وقت یونانیون سے سخت
مہلک غلطی ہوئی۔ وہ پہاڑیون پر رہکر دشمن کا ثابت قدمی سے مقابلہ کرنے کی بجائے فوراً ہی میدان مین آ گئے۔ جو ہر جگہ سے ترکی توپخانہ
کی زد مین تھا۔ البتہ یونانی انفنٹری کی ایک کمپنی نے قابل تعریف جوانمردی دکھائی۔ وہ دیر تک کثیر التعداد دشمن کا نمایان بہادری سے
مقابلہ کرتی رہی لیکن چونکہ کوئی اور دستہ اوسکی کمک یا دستگیری کیلئے موجود نہ تھا۔ اوسکی یہ شاندار استقامت محض فضول تھی۔ ا[illegible]

بالآخر حملہ آورون کو مقابلہ سے پیچھے ہٹ جانا پڑا مراجعت خاصی باترتیبی سے کیگئی۔ اور عقبی دستہ نے اوسکی کافی حفاظت کی۔ جو کئی چھوٹی چھوٹی پوزیشنون پر قابض ہوکر کچھ کچھ دیر ترکون کی پیشقدمی کو روکتا رہا۔ ترکون نے حسب معمول یہان بھی متہورانہ تیزی سے کام لیا مگر یہ مقابلے بہت تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے کیے گئے۔ یونانی عموماً بیسبب ٹہرے رہکر بندوقین سر کرتے رہے۔ بہت تھوڑون نے گھٹنے ٹیک کر یا لیٹ کر آتشباری کی یونانیون نے پہاڑیون کو خالی کیا ہی تھا کہ ترکی توپخانہ نے وہان قایم ہو کر غنیم کی صفون مین قیامت برپا کر دی اوس وقت کا نظارہ سخت درد انگیز اور ساتھ ہی شاندار بھی تھا۔ مراجعت کنندہ یونانی سب طرفون سے سنگی پل کیطرف دوڑے جا رہے تھے دریا کو عبور کرنیکے لیے صرف یہی ایک راستہ تھا۔ یونانی انبوہ در انبوہ ہر دم بڑھتے ہوئے سیلاب کیطرح اس ایک مقام کیطرف جمع ہو رہے تھے اور ترکی باتریان اس جم غفیر پر پے در پے گولے برسا رہی تھین۔ جو عین نشانہ پر گرتے اور خوفناک تباہی برپا کرتے رہے — میدان کے وسط مین دریا کے شمالی کنارہ پر موضع ویلی واقعہ ہے۔ وہان ترکون کا جو اب چارون طرف سے میدان مین داخل ہوگئے تھے یونانیون کی ایک زبردست جمعیت سے مقابلہ ہو گیا۔ یونانی ایک پہاڑی کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ دشمن کے قریب پہنچنے پر اونہون نے لگاتار باڑہین چلانا شروع کر دیا مگر ترکون نے کچھ پروا نکی۔ اونہون نے اپنی صفون کو پھیلانے کیلئے بھی ایک لحظہ کا توقف نکیا۔ اور حسب معمول تیرون کی طرح سیدھے بڑھے چلے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک گولی چلائے بغیر محض اخلاقی اثر سے ہی گانون فتح ہوگیا۔ یونانی یہ تہور و بسالت دیکھکر ایسے خوف زدہ ہوئے کہ وہ ترکون کے قریب پہنچنے کا انتظار نکر سکے اور بسرعت تمام واپس ہٹ گئے۔ گولیون کی تابڑ توڑ بارش مین ترکون کا دلیرانہ وار آگے بڑھے جانا بلاشبہ کمال شاندار نظارہ تھا۔

سنہ ۴۸ قبل مسیح مین جولیس سیزر نے ۲۲ ہزار سپاہ سے اسی میدان جنگ مین پامپی اور اوسکی ۴۵ ہزار فوج کو کامل شکست دی تھی۔ یونانی فوج کا حصہ کثیر لڑائی مین شامل ہوئے بغیر ۵ مئی کی رات کو ڈوموکوس کو ہٹ گیا۔ وہ فرسالہ سے پندرہ میل بجانب جنوب اور تقریباً ناممکن التسخیر پوزیشن ہے۔ فرسالہ مین ترکون کو ۴ توپین اور سامان حرب کی وافر مقدار دستیاب ہوئی۔ ترکون کی تخمیناً تین سو اور یونانیون کے اسی سو لوگ قتل و مجروح ہوئے۔ اس لڑائی کے حالات بہترین پیرایہ مین مسٹر مانٹگمری نے تحریر کیے ہین جو ۱۰ مئی کے اخبار اسٹینڈرڈ مین حسب ذیل شایع ہوئے:-

۶ از تاتاری صبح پنجشنبہ۔ یہ گانون تبغلر اور فرسالہ کے درمیان وسطی سلسلہ پر واقع ہے جو میدان لاریسا کو میدان ترکالہ سے جدا کرتا ہے۔ کل صبح ترکی فوج تین کالمون مین فرسالہ کیطرف بڑھی۔ حمدی پاشا کا کالم جو وسط مین تھا موضع سورکب کا راستہ بڑھا۔ ممدوح پاشا میسرہ پر تھا جسکا ڈویژن بکرانسی مین سے گذرا۔ اور نغاظا کا ڈویژن جو میمنہ پر تھا بنغاری کی طرف سے آیا۔ خیری معہ اول ٹریدن میدان مین بہت آگے تھا۔ ان کالمون کی روانگی کے وقت سوفادس کے قریب پہنچگیا ہوا تھا عزم یہ تھا کہ پہلے دن یونانیون کو پہلی پوزیشن سے دریا کیطرف ہٹا دینے پر قناعت کیجائے۔ اور عام لڑائی مزید فوج کے پہنچ جانے پر آج ہو۔ مگر یونانیون کی کمزور مدافعت پر ترک جو غنیم سے دست و گریبان ہونیکے بڑے شایق تھے آگے بڑھے گئے۔ جس سے ابتدائی حرکت لڑائی سے بدل گئی۔ اور ترکون کو فتح عظیم نصیب ہوئی۔ فرسالہ پر اونکا قبضہ ہوگیا۔ یونانی فوج دو حصون مین شکست ہو گئی۔ اور فاتحین کو انہے سے سامان حرب و رسد کی وافر مقدار جسے یونانی عاجلانہ مراجعت مین

پیچھے چھوڑ گئے دستیاب ہوئی، سب سے اول ممدوح کا دشمن سے تصادم ہوا۔ یونانی اون چند چھوٹی سی پہاڑیون پر جو قرہ دمرسی سے تین اور نصف سے تخمیناً ۸ میل شمال مین میدان تریخالہ کے حاشیہ پر واقع ہین مقیم تھے۔ توپون نے ساڑھے نو بجے گولہ باری آغاز کی۔ مگر یونانی جلد اپنی باتریون کو پیچھے ہٹا لیگئے۔ اور دس بجے کے قریب ممدوح قرہ دمرسی پر قابض ہوگیا۔ اب فریقین کی فوج پیدل مصروف پیکار ہوئی۔ اور دیر تک مسلسل آتشباری کا ایک تانتا لگا رہا۔ یونانی تکیہ در متصلہ پہاڑی کے جنگل مین بالاستقامت قابض تھے۔ تین گھنٹون کی لڑائی کے بعد مینے ترکون کو اس پہاڑی کی چوٹی پر سے گذرتے دیکھا۔ اور یونانی وہان سے قطعاً پیچھے ہٹا دئیے گئے۔ پھر مین آگے بڑھ کر وہان پہنچگیا۔ اور چوٹی سے فرسالہ کے ہموار میدان کا جو پہاڑیون کے دامن مین تھا خوب نظارہ کیا۔ شہر عین میرے سامنے تھا۔ اوس وقت تین بجے کا عمل تھا۔ اور تینون ترکی ڈویژن صف بستہ آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ فرسالہ کے بالمقابل گو دوسرے دونون کی نسبت بہت زیادہ یعنی تقریباً دس ہزار یونانی فوج تھی۔ مگر نسبتاً اوسکی بہت کم مزاحمت کیگئی۔

دو محمدی کا ایک چھوٹی سی یونانی فوج نے جو تاتاری مین اور اوس کے ارد گرد موجود تھی۔ قابل تعریف مقابلہ کیا۔ مین یہ خط اسی مقام سے لکھ رہا ہون۔ اس بہادرانہ مزاحمت کی طفیل یونانیون کا باقی لشکر گاس گوناری کو جو فرسالا کی خط پیشقدمی کے سامنے تھا ہٹ جانیکو قابل ہوگیا۔ تاتاری سے ایک پلٹن پیچھے ہٹ کر ایپی اس کے پل سے عبور کر گئی۔ مگر باقیماندہ سپاہ جو تقریباً دو ہزار تھی اپنی روئی و بیار کے میدانی ٹیکرون پر برابر قابض رہی۔ میدان یہان پہاڑیون سے بالکل صاف تھا۔ اور گو بعض اوقات دھوئین کیوجہ سے نظر اچھی طرح سے کام نہ کر سکتی تاہم لڑائی کے تمام جزئیات صاف صاف نظر آتے تھے۔ میدان مین یونانی جابجا چھوٹے چھوٹے دیہات مین توقف کرتے گئے جنپر جب تک کہ صرف رائیفل و توپ کی آتشباری ہوتی رہی۔ وہ برابر قابض رہتے۔ مگر جب ترک اونکی باڑہون کے علی الرغم بہ ثبات مردانہ اور کمال ترتیب صفون مین بڑھتے ہوئے قریب پہنچ جاتے تو یونانی فے الفور گانون خالی کرکے پسپا ہوجاتے۔ کچھ عرصہ سے ترکی باتریان اون پہاڑیون پر قایم ہوکر جہان سے اونکی انفنٹری نے یونانیون کو نکالا تھا۔ جہان کہین یونانی مجتمع ہوتے وہین گولے برسا رہی تھین اور ایک کوہی باتری بالخصوص اوس گانون کیطرف جسپر یونانی قابض تھے نظر عنایت مبذول کئے ہوئے تھی۔ یونانی باتریان بھی جواب دیتی رہین۔ مگر اونکی گولہ باری محض فضول تھی۔ اونکے اکثر گولے پھٹنے کے بغیر نرم زمین مین دور تک دھنس جاتے رہے۔ لیکن گو یونانی مسلسل پیچھے ہٹ رہے تھے۔ اور ترکی باتریان جن مین سے چند اب شراپ نل[1] گولے چلا رہی تھین اونپر لگاتار سخت آتشباری کر رہی تھین اور اون کو نقصان پہنچا رہی تھین۔ مگر اس مراجعت مین [illegible] اور بھاگڑ کا کہین نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔ وہ خاصی باترتیبی و باقاعدگی سے پیچھے ہٹے۔ ترکی ڈویژن اب دوش بدوش موضع دیلی کیطرف جہان یونانیون کی معقول جمعیت موجود تھی بڑھے جا رہے تھے۔ اور کئی باتریان حملہ مین اونکا ہاتھ بٹا رہی تھین۔ لیکن یونانی اب لڑائی سے کافی سیر ہوچکے تھے۔ ترکی فوجکے اوسطرف بڑھتے ہی وہ جلد جلد چند باڑہین چلانے کے بعد میدان سے ہٹتے ہوئے ایپی اس کے پل کو ہٹ گئے جس کو عبور کرتے وقت ترکی گولون سے اون کو یقیناً بہت سخت نقصان اوٹھانا پڑا۔ اب تاریکی شروع ہوگئی تھی۔ لیکن ترکی انفنٹری فرسالہ کے قریب پہنچگئی

[1] اس گولے کا موجد جنرل شراپ نل تھا یہ اوس پھٹنے والے گولے کو کہتے ہین۔ جس مین گولیان اور تھوڑا سا بارود رہتا ہے مین فاصلہ مقررہ پر ان گولیون کو بکھیرنے کیلئے پھٹا ہوتا ہے۔

ہو گئی تھی جسپر صرف وہی باڑہین نہ چلا رہی تھی۔ بلکہ باتریان بھی اب گولہ پر گولہ برسا رہی تھین بتدریج دونون طرف سے آتشباری بند ہو گئی۔ اور اتنے مین چند ترک جو بلا اجازت آگے چلے گئے تھے خبر لائے کہ یونانی شہر کو خالی کر رہے ہین۔ جسپر ترک فی الفور شہر مین داخل ہو گئے اور یونانیون کی عقبی دستہ کو وہان سے نوک دم بھگا دیا۔ سارا دن ترک ایسی ثابت قدمی و مردانگی سے لڑے کہ انکا مقابلہ فی الحقیقت ناممکن تہا۔ انکی طرف سے کوئی بے سبب تعجیل و شتابکاری یا تیزی ظہور مین نہ آئی۔ بلکہ متانت و استقامت کے ساتھ لگاتار یکسان رفتار سے آگے بڑہے۔ اگرچہ غنیم کے گولے اور شل اون کی صفون مین عموماً رخنہ ڈالتے رہے تھے۔ یہ رخنے فوراً پر کر دیے جاتے اور صف ساکت و خاموش اسطرح سے آگے بڑہتی چلی جاتی کہ یہی نہین کہ گویا سپاہیون کو غنیم کی گولہ باری کی کچھ پروا ہی نہین ہے۔ بلکہ یہ کہ فی الحقیقت ہی انکو خبر نہین کہ کوئی گولے برس رہے ہین۔ ایسے شجاعون کے سامنے بھلا کون غنیم ٹھیر سکتا تھا۔ یونانی شروع شروع مین اچھی نہ لڑے۔ انکی پوزیشن قدرتًا ہی محفوظ و مستحکم نہ تھی بلکہ مصنوعی مورچون سے بھی حسب معمول اُسکو خوب مضبوط کر لیا گیا ہوا تھا۔ مگر اونہون نے بڑی بیدلی سے ترکی پیشقدمی کی مزاحمت کی۔ لیکن میدان مین جاکر جہان وہ ترکی باتریون کی زد مین تھے۔ وہ نسبتًا بہت زیادہ استقامت و پامردی سے اپنے اپنے موقعہ پر قایم رہے۔ اور بعض پلٹنون نے ایسا جوانمردانہ عزم و استقلال دکہلایا کہ محض اونکی طفیل باقی فوج باقاعدگی کے ساتھ مراجعت کر سکی۔

"از فرسالہ پنجشنبہ کی دوپہر۔ حمدی پاشا کا کل ڈویژن آج صبح کے چھ بجے شہر مین داخل ہوا۔ اور ادہم پاشا معہ سٹاف ابھی یہان پہنچے۔ شہر بالکل خالی پڑا تھا۔ باشندون کا حصہ کثیر دو تین دن پہلے کا۔ اور باقی لڑائی شروع ہوتے ہی رفو چکر ہو گئے ہون گے کیونکہ لاریسا کی طرح یہان کوئی ایسی علامتین نہ پائی جاتی تھین جن سے ثابت ہو سکتا کہ باشندے بہ تعجیل و سراسیمگی فرار ہوئے ہین۔ یا ان مجروحین کی زبانی جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے ہمین معلوم ہوا کہ یونانی شہر مین داخل ہوتے ہی ہٹنے شروع ہو گئے...... ترکی شراپنل اور شیل گولون نے انکو ایسا ڈرا دیا تھا کہ انہون نے شہر مین توقف کرنیکا نام نہ لیا۔ اور ڈوموکوس کو ہٹ گئے۔ وہ شہر مین دو ہزار آٹھ سو شیل اور رائفلون کے کارتوسون اور بسکٹون کی مقدار عظیم پیچھے چھوڑ گئے۔ ترک ان شیلون سے کام لے سکین گے۔ کیونکہ انکی توپون کی جسامت بھی وہی ہے جو یونانی توپون کی ہے۔"

"یہ یقینی امر معلوم ہوتا ہے کہ مراجعت پہلے سے سوچی سمجھی ہوئی نہ تھی۔ کیونکہ فرسالہ اور اوس کے مضافات مین نہایت ہی مضبوط و مستحکم مورچے تیار کئے گئے ہوئے تھے۔ اور چونکہ متصلہ پہاڑیون کی چوٹیون پر نصب شدہ باتریان شہر کے تمام رستون اور ناکون پر خطرناک آگ برسا سکتی تھین بلا حملہ آور نقصان عظیم اوٹھائے بغیر اس پوزیشن کو فتح نکر سکتے تھے۔ میری رائے مین اس اچانک مراجعت کا اصل وجہ سے عزم کیا گیا ہوگا۔ کہ یونانی فوج ایسی بے اوسان و شکستہ دل ہو رہی ہوگی کہ اسپر مضبوط سے مضبوط مقام کی پناہ مین بھی زیادہ لڑائی کرنے کا بھروسہ نرہا ہوگا۔ فرسالہ کی تسخیر سے یونانیون کیلئے ویستینو پر قابض رہنا ناممکن ہو گیا ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ اگر اُسے فی الفور خالی کر کے مشرقی ساحل کی سڑک کے راستہ جنوب کو نہ ہٹ گئے تو کوئی چیز اونہین کامل تباہی سے نہ بچا سکے گی۔"

"کل کی لڑائی مین ہیڈکوارٹر کے اعلیٰ سٹاف افسر سیف اللہ پاشا نے بالخصوص ممتاز و نمایان شجاعت دکہائی جب کہ قرہ دمری کے سامنے کی پہاڑی پر لڑائی زور و شور سے ہو رہی تھی تین البانوی پلٹنون نے نامناسب تیزی و تعجیل کے ساتھ حملہ کر دیا جس سے یونانیون کی توپی اور رائفلی آتشباری کا رخ انہی کیطرف ہو گیا۔ اس مہیب بوچھار سے انکے قدم ڈگمگا رہے تھے کہ سیف اللہ زین سوار انکی صفون مین پہنچ گئے اور

فی الفور منسٹر نے صف کی کمان اپنے ہاتھ مین لیکر اُسے درست و ثابت قدم بنایا۔ اور پھر پیشقدمی مین کچھ فاصلہ تک اوس کے آگے آگے رہے اوسیدن بعد ازان موضع برکلی کے حملہ مین بھی پاشا موصوف نے آگے ہوکر یونانیون سے دھاوا کرایا۔

فرسالہ و ولسٹینو کی تسخیر اور وولو کے قبضہ سے یونانیون کا خط آمد و رفت بالکل متغیر ہو گیا۔ اب تک وولو قاعدہ اپیشن یا ہتا اور تمام سامان و کمک براہ سمندر وولو تک اکر ریل پر ولسٹینو کے رستہ لاریسا تک جاتا اور فرسالہ کو بھیجا جاتا رہا تھا اب یہ امر نا ممکن ہو گیا اور لامیا یعنی اوسکا بندر سٹائی لیڈا یونانیون کا جو المیروس کے جنوبی دامن سے ڈومو کوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ جدید بحری قاعدہ اپیشن ہو گیا مگر لامیا سے کوئی ریلوے لائین نجاتی تھی مزید بران یہ علاقہ نہایت دشوار گذار اور کٹھن ہے جس سے یونانیون کو ۵ مئی کے بعد ٹرانسپورٹ مین سخت مشکلات درپیش آئی ہونگی مگر اسکے مقابل جس قدر یونانیون کی مشکلات بڑہین اُسیقدر ریلوے لائین کے تصرف سے ادہم پاشا کو ٹرانسپورٹ مین آسانی و سہولت ہو گئی۔

یونانی فرسالہ اور ولسٹینو مین ہزیمت کہانیکے بعد المیروس و ڈوموکوس لائین کو ہٹ گئی۔ المیروس سے ولسٹینو بیس میل بجانب جنوب اور ڈوموکوس فرسالہ سے بجانب جنوب مغرب پندرہ میل اور لاریسہ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر لاریسہ۔ لامیہ کی شاہ راہ پر واقع ہے۔ المیروس سے ڈوموکوس بخط مستقیم ۱۵ میل ہے۔

ادہم پاشا کی آخری پیشقدمی کا منشا یہ تھا کہ ڈوموکوس اور المیروس کے درمیانی کوہستانی علاقہ سے گذر کر یونانی فوج کو دو حصون مین منقسم کر دیا جائے۔ پاشا موصوف نے ولیعہد کی کل فوج پر مراجعت کا رستہ بند کر دینے کیلئے ڈوموکوس کے میمنہ سے گذر کر اوس کے عقب مین درہ فورنگا کے قریب لامیہ کی سڑک پر قابض ہونے کی بھی کوشش کی۔ جنرل اسمولنسکی المیروس مین اور ولیعہد ۳۵ ہزار فوج سمیت جو سنگ سد چون کی پناہ مین تھی ڈوموکوس مین تہا کل محاربہ مین یونانیون نے عمدہ موقع منتخب کرنے اور اوسکو ہنر و سلیقہ سے مورچہ بند بنانے مین بلا شبہ بڑا کمال دکھایا جیسی اونمین بخیال نہ قابلیت تھی اوس سے اگر چوتھائی شجاعت و شہامت بھی اونمین موجود ہوتی تو باغلب وجہ محاربہ کا وہ نتیجہ نہ ہوتا جو ہوا۔

۶ مئی کو ولسٹینو فرسالہ لائین سے یونانیون کے اخراج کے بعد پھر بدستور سابق بیکاری توقف کا پراسرار و ناقابل فہم دورہ آگیا۔ بعض اس توقفون کا باعث یہ بتاتے ہین کہ قسطنطنیہ سے یکے بعد دیگرے متضاد احکام موصول ہوتے رہتے تہے۔ بعض کی رائے مین گولہ بارود کی قلت انکا باعث تھی۔ اور دوسرے کہتے ہین ترکون کے قومی خاصہ تساہل و سہل انگاری پر محمول کرتے ہین میری رائے مین اس آخری توقف کا باعث جو ۶ مئی سے ۱۵ مئی تک کیا گیا غالباً مذاکرات صلحیہ تہے جن کا سلسلہ جنبانی اوس وقت شروع ہو گئی ہوئی تھی۔ ایم رالیس نے ۱۲ مئی کو مجھسے ذکر کیا کہ دول عظام نے بالا درخواست خود بخود پیغام بھیجا ہے کہ اگر یونان چاہے تو وہ مداخلت کرنے کو تیار رہین۔ اسکا صاف لفظون مین یہ مطلب تھا کہ یونان نے در پردہ دول سے التجا کی ہے۔ پس ممکن ہی تہا کہ گورنمنٹ نے مزید خونریزی نہ ہونے دینے کیلئے اپنے سپہ سالار کو سرِدست خاموش رہنے کا ایما کر دیا ہو۔ فرسالہ سے نئی پیشقدمی ۱۵ مئی کو کیگئی۔

اس مہلت سے یونانیون نے ڈوموکوس کے طبعی استحکام کو انسانی ہنر و لیاقت اور محنت سے اور مضبوط کرنے کا فایدہ اوٹھالیا جس سے

اس حصین کو فتح کرنا اور بھی مشکل ہو گیا۔ ۱۲ مئی کو حقی پاشا ویلسٹینو سے بجانب جنوب المیروس کیطرف بڑہے جس کو جنرل اسمولنسکی نے
تقریبًا بلامزاحمت خالی کر دیا مگر اُنہی ملکی اخبارات کو یہ سمجھایا کہ ہمنے المیروس کو خود نہین چھوڑا بلکہ اعلےٰ حکام کے حکم سے۔ اسی پیشقدمی
بجانب المیروس کیوقت ایک بعیدی چوکی کے یونانی سوارون نے ہمارے دوست مسٹر مانٹگمری اور بیرن کریگلسیلین کو گرفتار کرکے سخت
بے عزت کیا تھا۔ اسمولنسکی لامیہ یا سوریلی کیطرف جو ۵۰ میل بجانب جنوب مغرب تھا ہٹ گیا۔ ۲۰ مئی کو ترکی فوج متعینہ اپارس کا ایک حصہ زیدود
سے مغربی تھسلی مین داخل ہوکر زرنجالہ مین اسلام پاشا سے جو ادہم پاشا کے انتہائی میمنہ کا کمانڈر تہا۔ آملا۔ شیلرن و نون موبو نلکی ترکی افواج کا
کمانڈر انچیف بنا دیا گیا ہوا تھا۔

بیکاری کے ان دس دنون مین جنوبی تھسلی مین سامان رسد کی قلتِ عظیم سے بہت دقت رہی۔ اور چونکہ یونانی دیہاتی پہلے
جنوبی کوہستانی دیہے آباد علاقہ کو ہٹ گئی ہوئے تھے۔ انہین ترکون سے زیادہ قلت رسد سے تکلیف پہنچی۔

ادہم پاشا کی آخری پیشقدمی

ادہم پاشا کی زیر کمان بارہ رہتا اوس وقت پانچ ڈویژن فرسالہ مین موجود تھی
حیدر پاشا چوتھا ڈویژن لیکر درہ ملونا سے آگیا تھا۔ ممدوح و حمدی تیسرا و
پانچوان ڈویژن لیکر ویلسٹینو اور ودولو سے واپس آگئے تہے۔ اور نشاط و خیری دوم و اول ڈویژن سمیت ڈمکس سے وہین مقیم تھے ان
پانچون ڈویژنون مین توپخانہ اور سوارون سمیت ساٹھ ہزار آدمی تھے۔ یونانی فوجکو پامال کرنے کی کارروائی کے متعلق حقی پاشا کی حرکت
بجانب المیروس پہلا مرحلہ تھی۔ مشیر کو امید نہ تھی کہ اسمولنسکی ایسی جلد پسپا ہو جائیگا۔ اونکو خیال تہا کہ المیروس اور ڈوموکوس کے درمیانی علاقہ سے
گذر کر ممدوح پاشا کو دیہہ اور اسمولنسکی کی فوجین حایل ہو جاوینگی تاکہ حقی پاشا اسمولنسکی کی فوجکو مشغول رکھ سکین گے۔ ممدوح ۱۵ مئی کو فرسالہ سے
جنوب مشرق کیطرف روانہ ہوا۔ اور ۱۶ مئی کو عام پیشقدمی کی تیاریان مکمل کرلیگئین۔ پانچون ڈویژنون کا فرسالہ مین جایزہ لیا گیا۔ اور سوار آ
گے روانہ کر دیئے گئے۔ کل فوج شام کے سات بجے جنوب دیہ روانہ ہوئی۔ اور پانچ گہنٹون کے سفر کے بعد ڈوموکوس سے پانچ میل کے فاصلہ پر
شب باش ہوئی۔ مسٹر بگھم کا بیان ہے کہ پہلی رات کیوقت دشمن پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا گیا تھا۔ مگر پھر اسے ترک کر دیا گیا۔

ترکی فوج پو پھٹنے سے پہلے ناشتہ کھاکر صبح کے چھ بجے پھر آگے روانہ ہوگئی۔ فوج حملہ کنندہ اسطرح مرتب کیگئی۔ ممدوح پاشا ڈوموکوس سے
۴ میل کے فاصلہ پر بجانب مشرق یعنی ترکی فوج کے میسرہ پر تھا۔ اوس سے ورے حمدی پاشا کا ڈویژن تھا جسے یونانی میمنہ کو الٹنے کیلیے یہ حکم ملا ہوا
تھا کہ وہ ڈوموکوس سے تین چار میل بجانب مشرق گذر کر یونانیون کے لیے لامیہ کیطرف مراجعت کرنیکا راستہ بند کر دے۔ اوس کے بعد نشاط پاشا
کا ڈویژن ڈوموکوس کے عین بالمقابل تھا۔ نشاط کے ماتحت اسلام پاشا کی زیر کمان ایک بریگیڈ فوج نظام کا تہا۔ یہ نظام فوج اڈریانوپل
سے آئی تھی اور جدید ماسر رائفل سے مسلح تھی۔ نشاط اور حمدی کے ڈویژنون سے دو میل عقب مین حیدر کا ڈویژن ریزرو مین تہا۔ انتہائی
میمنہ پر ڈوموکوس سے بجانب شمال مغرب خیری کا ڈویژن تھا۔

قلعہ ڈوموکوس

مسٹر بگھم قلعہ ڈوموکوس کے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے۔ ایک وسیع و فراخ وادی ہے جو دس ایک میل
لمبی اور پانچ ایک میل چوڑی ہے۔ اور کہین کہین اوس مین کھیت موجود ہین۔ مگر زیادہ حصہ پر

خود رو گھاس ہو۔ ایک سر بفلک پہاڑی اوپر کو اٹھتی چلی گئی ہے اس پہاڑی کا سامنا قدرتی منزلوں سے جو ایکدوسرے کے اوپر بلند ہوتی چلی گئی ہیں بنا ہوا ہے شاہ راہ ان منزلوں کے گرداگرد چکر کاٹتی ہوئی چوٹی تک چلی گئی ہے۔ جہاں عین قلہ کوہ پر ڈومو کوس کا شہر اور قلعہ واقع ہے اور کل میدان اسکی زد میں ہے۔ نظارہ کی دلفریبی میں کوئی کلام نہیں۔ مگر اوس وقت اوس کی طبعی استحکام کا خیال باقی سب باتوں پر غالب آرہا تھا ایسی مضبوط و مستحکم پوزیشن غالباً اب تک بہت ہی کم جرنیلوں کو مدافعت کیلیے نصیب ہوئی ہوگی۔ سب سے نچلی منزل پر پیدل فوج مورچوں کی تین یا چار قطاروں میں موجود تھی۔ فوج کی موجودگی کا علم صرف مورچوں کی سیدہائی سے ہورہا تھا ان ہی کے پیچھے ریزرو فوج کے دستے انبوہ در انبوہ کہڑے تہے۔ ہر منزل کے پیچھے اور اوپر توپیں ہی توپیں نصب تھیں جن کی نالیں مورچوں کے جہروکوں سے دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ سلسلہ اسیطرح منزل بمنزل چوٹی تک چلا گیا تھا۔ جہاں قلعہ کی فصیلوں پر چار گراں وزن قلعہ شکن توپیں چڑہی ہوئی تھیں"۔

ڈومو کوس کی حملہ میں ترکوں سے پے درپے غلطیاں سرزد ہوئیں۔ مگر میرے پاس اس غرض کیلئے کافی شہادت موجود نہیں کہ میں یہ ثابت کرسکوں کہ ان غلطیوں کا جن سے فایدہ بہت کم اور نقصان بہت زیادہ ہوا اصلی شخص ذمہ دار تھا حسب معمول ادہم پاشا کی شاطرانہ تدبیر اس موقعہ پر بھی نہایت اعلی تھی۔ تدبیر مذکور یہ تھی کہ حمدی و ممدوح غنیم کے بازو سے اوس کی عقب میں پہنچکر مراجعت کا راستہ بند کردیں۔ مگر اسکے ساتھ ہی حسب معمول ڈویژنل کمانڈروں کی کارروائی اس موقعہ پر بھی ناقص رہی اور نہیں ہر ایک نے نہایت مہلک و خوفناک بلکہ محض فضول غلطی یہ کی کہ ڈومو کوس کی سر بفلک بلندی کو سامنے کیطرف سے اور ایک واحد بریگیڈ سے حملہ کرکے فتح کرنے کی کوشش کی اس حملہ کے متعلق کم از کم تین امر توضیح طلب ہیں۔ (۱) کیوں اسلام پاشا کے ڈویژن کو تنہا ایسے مقام پر حملہ کرنیکا حکم دیا گیا (۲) کیوں اس بریگیڈ کو مزید پیدل فوج یا توپخانہ سے کمک نہ پہنچائی گئی اور اسے اسکی حال پر چھوڑدیا گیا (۳) کیوں خیری پاشا نشاط کے میمنہ پر خاموش کھڑا رہا اور اوسنے آخرالذکر کو مدد دینی یا یونانیوں کی توجہ کو اسکی طرف سے ہٹانے کی کوشش نہ کی انکے ساتھ یہ چوتھا سوال بھی زیادہ ہوسکتا ہے کہ کیوں حمدی پاشا نے یونانی میمنہ پر مشغول کارزار ہونے میں اسقدر دیر لگائی۔ بلکہ یہہ پانچواں سوال بھی کیا جاسکتا ہے کہ کیوں ممدوح لامیہ کی سڑک پر قابض نہ ہوسکا۔ وہ پندرہ کو روانہ ہوا تھا۔ اور براہ و وزری یقیناً اسی کی صبح تک یونانیوں کی مراجعت کے راستہ پر قابض ہوسکتا تھا۔ حمدی پاشا کی توقف کی نسبت مسٹر بگیم یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اوسے نہایت مشکل کوہستانی علاقہ سے گذرنا پڑا تھا اوس نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کی تھی۔ بالآخر پاشا موصوف کی نسبت مسٹر ممدوح یہ لکہتے ہیں:۔

"یہہ تقریباً محض حمدی پاشا کی ہی متحملانہ و باصبور پیشقدمی کی طفیل تہا کہ ایک دن میں لڑائی ختم ہوگئی ہاں دونوں فریق بلے انتہا خونریزی سے بچگئے۔ جو رہا و اپر ہونیکی صورت میں یقیناً وقوع میں آتی"۔

معرکہ میں اولین حرکت حمدی نے کی۔ جو پہلے وادی ولادی نرکی میسرہ کیطرف اور پھر پہاڑیوں میں سے جنوب ویہ قرہ چالی کیطرف بڑہا۔ اوس کا ڈویژن تہوڑی دیر بعد پہاڑی وروں اور گھاٹیوں میں غایب ہوکر پھر کہیں شام کو چھ بجے نمودار ہوا۔ مگر دریں اثنا گاہ گاہ آتشباری سے اوسکی موجودگی کا پتہ ملتا رہا۔ خیری پاشا میمنہ پر تین میل سیدہا جنوب کو اوس نشیبی علاقہ میں جو ڈومو کوس کے شمال مغرب میں ہے۔ ایک بلندی کے پیچھے

محفوظ و مصئون بہادرون بیکار کہڑا رہا۔

فوج نظام کا شاندار حملہ حمید پاشا مع چہارم ڈویژن اور رضا پاشا معہ فوج توپخانہ ڈومو کوس سے چار میل بجانب شمال نشاط پاشا کے پیچہے ریزرو مین رہے۔ الغرض لڑائی کا کل بوجہ صرف نشاط پاشا کی دوم ڈویژن بلکہ اوس کے بھی صرف ایک ہی بریگیڈ پر پڑا۔ تمام شاہد متفق الرای ہین کہ یہہ نہایت ہی ظالمانہ غلطی تھی جسکا ارتکاب محض بلا ضرورت کیا گیا۔ اور فضول سینکڑون بہادر جانون کو قربان کر دیا گیا۔ چھوٹی سی تمہیدی لڑائی کے بعد اسلام پاشا کا بریگیڈ ذوبجے یونانی پوزیشن کیطرف بڑہا۔ اس بریگیڈ مین چھہ پلٹنین یعنی تقریبًا پانچہزار سپاہی تہے جو سب کے سب نوعمر نظام اور ماسر ایفل سے مسلح تہے۔ یونانی مورچون سے تخمینًا دو ہزار گز کے فاصلہ پر اون کو کہڑا کر دیا گیا۔ جہان وہ کالم کی ہیئت چھوڑ کر اپنی صفون مین مرتب ہوئی ہی تھی کہ یونانی توپخانہ نے اونپر شراپنل گولے برسانے شروع کر دیئے جن سے اون کو بہت نقصان پہنچا۔ اسپر نشاط نے دو باتریون سے یونانیون پر گولے برسائے مگر اونکا کچھہ اثر نہ ہوا۔ خیری نے بھی اوس وقت ایک واحد باتری سے چند گولے سر کیئے۔ اس شاندار انفنٹری کیلیئے جو یقینی موت کے منہہ مین بھیجی گئی تھی میدان کارزار مین سطح کی پناہ یا آڑ موجود نہ تھی۔ نہ زمین کٹی ہوئی تھی۔ جسپر صرف کہین کہین فصل اور کہیت موجود تہے۔ صفآرا ہوکر ان نوعمر عثمانی سپاہیون نے بہ ثبات مردانہ آگے بڑہنا شروع کر دیا۔ توپی گولہ باری کے ساتھہ اب رائفلی آتشباری کی بھی اونپر ہلاکت بخش بوچھاڑ ہونے لگ گئی۔ مگر انمین سے ایک آدمی کا قدم بھی نہ ڈگمگایا۔ مسٹر بگہم کا بیان ہی کہ "کسیوقت بھی اس صف مین کہین بل نہ پڑا۔ سپاہی تمام کارروائی کو گویا تفریحی ہم سمجھہ رہے تہے اور اس امر پر نازان تہے کہ تفریح مذکور مین اونکو سب سے پہلے جانیکا حکم دیا گیا ہے"۔

مسٹر جی۔ اے سٹیونس اس بہادرانہ حملہ کے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے۔

موصف کو بڑہنے کی دیر تھی کہ یونانی صفون سے نمونہ جہنم طوفان اوٹہ آیا۔ دائین بائین اور سامنے کے مورچون سے حیرت انگیز تیزی کے ساتھہ باڑہہ پر باڑہہ شروع ہو گئی۔ یہ ایسی تابڑتوڑ پڑ رہی تہین کہ انسان کو خواہ مخواہ یہ خیال گذر جاتا کہ ہمارا (ترکی) بریگیڈ جو قربانی پر چڑہایا جا رہا تھا ماسر رائفلون سے مسلح نہین بلکہ یونانی اُنسے مسلح ہین۔ کل مورچون سے توپی و رائفلی آتشباری کے شعلے سرخ بجلی کیطرح چمک رہے تہے اور دہوئین کے بادل اوٹھہ اوٹھکر پہاڑیون کے گرد جمع ہو رہے تہے۔ لیکن باین ہمہ نوعمر سپاہی آگے بڑہہ گئے۔ یونانیون کی تباہی برپا کن بوچھاڑ در بوچھاڑ کے سامنے اونکی منفرد آتشباری کچھہ بھی حقیقت نہ رکھتی تھی۔ مگر پھر بھی وہ آگے بڑہہ گئے کہ اتنے مین ہم کیا دیکھتے ہین کہ یونانی میمنہ کے اولین مورچون سے آدمی سراسیمہ وار پیچھے بھاگے جا رہے ہین۔ ہمین بعد مین معلوم ہوا۔ یہ اطالین مجاہدین تھے جو اپنے مقتولین کو بھی وہین چھوڑ گئے لیکن یونانی قلب و میسرہ سے پہلے سے زیادہ تیزی اور کثرت کے ساتھہ آگ و رسیسہ برس رہا تھا۔ تاہم یہہ بہادر مسلسل بڑہے جاتے تہے کہ یونانی مورچہ پانسو گز کے فاصلہ پر رہگئے اور وہان پہنچکر وہ کہڑے ہو گئے۔ یہ نشیب مین اور یونانی اوپر تہے جن کی آتشباری کے سیلاب بلاخیز نے یقینًا کسی آدمی کو سیدہا کہڑے نہ رہنے دیا ہو گا۔ لیکن پھر بھی یہ سپاہیان شجاع ایک قدم پیچہے نہ ہٹے اور برابر اپنی ماسر رائفلون کو سر کرتے رہے"۔

یہ آتشباری کہین چار بجے جا کر مدہم ہوئی۔ اور اوس وقت بھی غالبًا اس لیئے کہ دونون فریق کے پاس کارتوس ختم ہو گئے ہونگے۔ اسلام پاشا کا بریگیڈ یونانی مورچون سے پانچسو گز کے فاصلہ پر تو پہنچگیا۔ مگر اس پیشقدمی مین اوس کی بارہ سو سے زیادہ یعنی کم از کم بیس فیصدی

آدمی ضائع ہوئے۔ ٹایمز کے نامہ نگار کا بیان ہے۔ ہم نے دیکھا کہ اونکے ساتھی یعنے خیری کا اول ڈویژن والے عقب میں ایک بلندی کے پیچھے محفوظ کھڑے تھے۔ ان بہادرون کو دائین بائین اسطرح ہلاک و زخمی ہوتے دیکھتے رہنا بلاشبہ نہایت ہی ظالمانہ اور درد انگیز منظر تھا۔

نشاط نے آخر ساڑھے پانچ بجے اپنے دوسرے بریگیڈ کو ایڈریانوپل کی رجمنٹون کی کمک کیلئے آگے بڑھایا۔ چونکہ یونانیون کے پاس اس وقت تک شراپنل گولون کا ذخیرہ ختم ہوچکا تھا۔ یہ فوج پانچ بجے کے قریب بخیریت و بلا نقصان مصافی صف تک پہونچ گئی جسپر یونانی اپنے مورچون کی پہلی قطار کو چھوڑ کر پہاڑی پر ہٹ گئے۔ اس مراجعت کیوقت یونانیون کو نشاط کے ڈویژن کی رائفلی آتشباری سے سخت نقصان پہنچا۔ ساڑھے پانچ بجے رضا پاشا بھی توپخانہ لیکر پہنچگیا۔ اور انفنٹری کی آتشباری کے ساتھ اوسنے بھی تیل اور شراپنل غنیم پر پھینکنے شروع کردیئے۔ توپین وقت مناسب سے پوری تین گھنٹے بعد شریک کارزار ہوئین مگر اس توقف کا الزام رضا پاشا پر لگانا مناسب نہین وہ نہایت مستعد اور کمال لائق و قابل افسر ہے۔ اور اسکی ہمیشہ پہلی صف مین رہنے کی خواہش ہوتی تھی۔

جو یونانی اس آتشباری سے بچرہے اونہون نے مورچون کی دوسری قطار مین پناہ جالی۔ یہ مورچے ڈوموکوس کی ڈھلوان سطحون پر خوب موقعہ سے بنے ہوئے تھے۔ اور تقریباً ناممکن التسخیر نظر آتے تھے۔ اگر خیری پاشا ہی اپنا ڈویژن لیکر شامل ہوجاتا۔ اور کل ترکی توپخانہ سے مستعدی کام لیا جاتا۔ تو غالباً سامنے سے حملہ کرنے مین کامیابی ہوجاتی۔ لیکن اس صورت مین بھی حملہ کنندہ فوج کو بہت نقصان اوٹھانا پڑتا۔ اور اگر یونانی واقعی جوانمردی و ثابت قدمی سے لڑتے تو شاید بالکل ہی ناکامی ہوتی۔

اس نازک وقت پر حمدی پاشا کے یونانیون کے میمنہ پر پہنچ جانے سے اس سامنے سے حملہ کرنیکے جوکھم کو برداشت کرنے کی احتیاج نرہ گئی پاشا موصوف یونانی میمنہ کو جو کرنیل ماسٹراپاس کے زیر کمان تھا لگاتار پیچھے ہٹاتے ہٹاتے اگرہ موضع کیٹیا اور قرہ زالی پر قابض ہوگیا تھا۔ حمدی کا ہراولی دستہ مشرق کیطرف سے ڈوموکوس کے بالکل قریب ساڑھے چھ بجے پہنچا۔ اور اسکے پہنچتے ہی پامینی یونانی مورچون اور نیز یونانی توپخانہ پر کمال تیزی سے آتشباری کر کے عام تباہی برپا کردی۔ کرنیل ماورپکالیس سخت زخمی ہوا۔ اور یونانی بسرعت تمام ڈوموکوس کی پہاڑی کی بالائی نمرلون اور قلعہ کیطرف ہٹنے لگے۔ قلعہ سطح میدان سے تین سو فیٹ بلند ہے۔ مگر افسوس حمدی اور نشاط دونون کے ڈویژنون کی سپاہ ایسی کوفتہ و تکان دہ ہوچکی تھی کہ وہ اوس شام یونانیون کی پسپائی سے فایدہ نہ اوٹھا سکی۔ اور اونکا تعاقب نہ کرسکی۔ ساڑھے سات بجے آتشباری ختم ہوگئی۔ اور تھکے ماندے ترک اونھی پونہ نشیبون مین شب باش ہوئے جن کو اونہون نے ایسی بہادری سے فتح کیا تھا۔ یونانیون کو تاریکی مین دشمن کے پنجہ سے نکلنے کا پھر موقعہ مل گیا۔ اور حسب معمول اس موقعہ سے فایدہ اوٹھانے مین اونہون نے ذرہ بھر درنگ نہ کیا۔ رات پڑتے ہی ولیعہد اور اوسکے اشاف نے مراجعت کا حکم دیدیا اور یونانی افواج پاؤن سر پر رکھ بسرعت تمام رفوچکر ہوگئین۔

• سٹینڈرڈ کا نامہ نگار جو یونانیون کے ساتھ تھا معرکہ ڈوموکوس کے متعلق حسب ذیل تحریر کرتا ہے:-

"ساڑھے گیارہ بجے ترک آگے بڑھے آتے دکھائی دیئے۔ اور تھوڑی دیر بعد اونہون نے فرسالہ لامیہ سڑک کو دائین ہاتھ چھوڑ ڈوموکوس کی نیچی پہاڑیون مین سے گذرتی ہے۔ اور میدان سے بخط مستقیم فرسالہ کو جاتی دکھائی دیتی ہے۔ ایک باتری قایم کرلی۔ ساڑھے تین بجے تک ترکی توپین یونانیون کی توپون کی طاقت معلوم کرتی رہین جو جابجا مورچون وغیرہ مین نصب تھین متفرق طور پر آتشباری کرتی رہین۔ اوس وقت ترک اونین باتریان

آگے بڑہا لائے اور اون کو پہلی باتری کے دوش بدوش قایم کر دیا۔ ادہر اوسیوقت فوج پیدل نے واقعی پیشقدمی شروع کردی پیدل جمعیت کثیر ذرسا کی سڑک جبال اوتہریس کے دامن پر سے ہوتے ہوئے ایک یکہ و تنہا پہاڑی کیطرف جو کوہان شتر کی شکل مین یونانیون کے مورچون کے سامنے تین میل کے فاصلہ پر میدان مین تنہی بڑہے۔ کل میدان مین صرف یہی پہاڑی ایک عمدہ پناہ تہی۔ ترکون نے اوس کے پیچہے اپنی فوج جمع کی پہر صف آرا ہو کر آگے بڑہے ترکی توپون نے اس پیشقدمی سے پہلے مسلسل گولہ باری شروع کر دی تھی۔ انکے جواب مین یونانیون کی دونون ہ انچی بیٹری کی کرپ توپین جنمین سے ایک قدیم قلعہ پر اور دوسری متصلہ پہاڑی کی چوٹی پر تھی۔ گولے برسانے لگ گئین۔ ترک انکی خوب زد مین تہے۔ اور اون سے ایسا عمدہ کام لیا گیا کہ ترک کچھ عرصہ پیشقدمی کو جاری نہ رکھ سکے۔ ترکی سوارون کے ایک دستہ نے سڑک سڑک آگے بڑہنے کی کوشش کی مگر متذکرہ صدر توپون کے وزنی گولون نے اونکو پراگندہ کر دیا۔ اور وہ بلا تاخیر بہر جہٹ پٹ پہاڑی کے پیچہے چلے گئے۔ اس سے یونانی کمال خوش ہوئے! اور غنیم کی کیولری کی پسپائی پر نہایت زور و شور سے خوشی کے نعرے بلند کئے۔ مگر ترکی انفنٹری آتشباری کے علے الرغم بڑہتی گئے بڑہتی آئی یکے بعد دیگرے پلٹنین ثابت قدمی و پامردی سے یونانیون کی اگلی صفون کیطرف بڑہے اگر یونانیون کی اہ میدانی و کوہی توپون کی لگاتار گولہ باری کے باوجود دومو کوس کی پہاڑیون پر نصب تہین ان صفون کو مورچون کیطرف دہکیلتی گئین۔ ترکون کا مدعا یونانی قلب کو توڑنا اور لاآمیہ کی سڑک پر قابض ہونیکا نظر آرہا تھا۔ اور اونہون نے ایسی استقلال و اصرار سے حملہ کیا کہ مورچون کی خندقون کو تقریباً فتح کر لیا۔ اور یونانیون سے دست و گریبان ہو جانے اور نوک سنگین و زیر دباؤ کرنے کو تیار ہی تہے کہ تین سو طالین مجاہدین نے زیر کمان سیر پانی سو بازو پر سے ایسی تباہی بخش آتشباری صنوبر کے درختون کی اوٹ سے جو برلب سڑک تہی شروع کر دی۔ اور ایسی استقامت سے اپنے موقعہ پر قایم رہے کہ ترکون کو تہم جانا پڑا۔ آخر جب کارتوس نرہجانے پر اس دستہ کو پیچہے ہٹنا پڑا تو اوس وقت تک انکی بارہ قتل اور رہ زخمی ہوئے۔ واپسی کیوقت جب مورچہ اور صف سے گذرے وہین کی یونانی فوجنے خوشی کے نعرے بلند کر کے اونکی حوصلہ افزائی کی۔ اونکو زخمی مُصّدہ کتے ہوئے قریب ترین فوجی ہسپتال کو کسی کی امداد بغیر پہنچگو۔ اور وہان جاتے ہی فرش خاک پر گر پڑنے کی بجائے کمال بشاشت و شگفتگی کے ساتہ سگرٹ طلب کئے۔ یونانی مجروحین کی شکستہ دلی و درونی صورت کے مقابلہ پر اونکی باحوصلگی و بشاشت واقعی حیرت انگیز تھی۔ لڑائی نے اب یونانی سپاہ کے حوصلون کو پامال کرنا شروع کر دیا تھا۔ دو سو مجروح سپاہی صفون سے نکلکر اوس میدانی شفاخانہ کو جو لاآمیہ کی سڑک پر سب سے پہلے تہا چل گئے۔ وہان ڈاکٹرون اور سرجنون پر اوس وقت کام کا بہت زور پڑ رہا تھا۔ سیوقت کرنیل اودر و میکالیس کمانڈر میسرہ کو کولے پر اور اوس کے بھتیجے کو جو اوسکا یاور بھی تھا سر پر گولی لگی۔ آخر الذکر کی جان ہسپتال لیجاتے وقت راستہ مین ہی نکل گئی۔ چہ بجے کے قریب یونانی قلب پر ترکی حملہ بتدریج ختم ہو گیا۔ اور سپاہ آہستہ آہستہ پیچہے ہٹ گئی۔ لیکن اسیوقت یونانی میمنہ پر جس کی حالات کو مین کچہ عرصہ سے بنظر تردد و تشویش دیکھ رہا تھا۔ ترکون نے بسرعت تمام فیصلہ کن حملہ کر دیا۔ کرنیل ماکریس کمانڈر میمنہ مسلو فانی مواد کو جمع ہوتا دیکھ رہا تھا۔ اور بنا برین لگاتار کمک کیلئے درخواست کرتا رہا تھا جو اُسے بہت توقف و تساہل کے ساتہ بہیجی گئی۔ بالآخر ریزرو فوج مین سے تین ہزار سپاہ ۱۵ دن پہاڑیون سے جو لاآمیہ سڑک سے پرے تعین اوسکی مدد کو پہنچگئین۔ مگر اس قدر تہکی کمک بہی ویسی مستعد و زبردست حملہ کے مقابلہ پر جیسا کہ ترکون نے اسطرح کیا تھا کچہ حقیقت نہین رکھ سکتی تھی۔ ترک بہ جمعیت کثیر ہمیر لاآمیہ سڑک کا راستہ بند کرنیکے لئے سیلاب بلاخیز کی طرح بڑہے چلے آرہے تہے ہم پر اب یہہ راز کہلا کہ قلب پر ترکون نے صرف یونانیون

کی توجہ کو منعطف کرنے کیلئے محض بغرض فریب دہی حملہ کیا تھا - اونکا اصل مدعا یونانی میمنہ تھا - یہ کیفیت دیکھکر باقیماندہ ریزرو فوج یعنی تین ہزار انفنٹری اور پانسو سوار ساتھ لیکر درہ فورکا کیطرف تا لامیہ سڑک کی حفاظت کیلئے بھیجدیئے گئے - ادہر اگلی صف کی فوجون کو اپنے موقعہ پر قائم رکھکر باقی فوج کی مراجعت باقاعدگی کے ساتھ شروع ہوگئی - صرف وزنی کرپ توپین قلعہ اور پہاڑی کی چوٹی پر پیچھے چھوڑی گئین صف اولین کی فوجکو حکم دیا گیا کہ وہ آدہی رات کو بخاموشی تمام چپ چاپ پیچھے ہٹ آئے - ولیعہد مع شاف سوارون کا ایکدستہ لیکر اور فوجی ہسپتال سب سے پہلے مراجعت فرما ہوئے اور تھوڑی دیر بعد کل فوج روانہ ہوگئی ۔

درہ فورکا کا ترک

علی الصبح عثمانیہ سپاہیون نے ڈومو کوس کے قابل تسخیر اور عمودی ڈہلوانون اور چوٹی کو بالکل خالی پایا مورچے بھی بالکل خالی پڑے تھے - البتہ گولہ بارود کے صندوق اور اسباب وافر موجود تھا جن کو بھگوڑے یونانی پیچھے چھوڑ گئے تھے - چار عدد گران وزن توپین بھی بدستور قلعہ پر موجود تھین - لیکن یونانیون کا کہین نام و نشان نظر نہ آتا تھا - ممدوح پاشا کو جو حمدی کے بسرہ پر تھا حکم تھا کہ درہ فورکا کے نزدیک کسی جگہ قابض ہو کر وہ یونانیون پر مراجعت کا راستہ بند کردے مگر بدقسمتی سے دشوار گذار پہاڑیون اور گھاٹیون کے رستہ مین حائل ہونے کیوجہ سے وہ بر وقت نہ پہنچ سکا - علاوہ اوس کے ہراول لشکر دن کی یونانی فوج سے مڈ بھیڑ ہوگئی - اتفاق سے اور ہمیشہ آگے رہنے والا سیف اللہ پاشا اس وقت مین موجود تھا - وہ قریب ترین ڈویژن سے جسقدر فوج بہم پہنچا سکا اوسی جھٹ پٹ جمع کرکے غنیم کے تعاقب مین روانہ ہوگیا - ادہم پاشا ابھی بہت دور تھے - مگر حمدی کے ڈویژن سے سیف اللہ نے چار پلٹنین اور تین رسالے حاصل کرلیے - ان چند سوارون اور پیادون کے ساتھ اونہی سڑک سڑک درہ فورکا تک جو ڈومو کوس سے بجانب جنوب با مشرق دس میل کے فاصلہ پر ہے دشمن کا تعاقب کیا - عثمانیون نے غنیم کی زبردست فوج درہ پر قابض دیکھی جسپر اوسے اپنی پیدل فوج (چار پلٹنون) کے آپہونچنے کا انتظار کرنا پڑا - یہ پلٹنین ۲ بجے کو کہین سہ پہر کے تین بجے جاکر پہونچی - اونکے پہنچتے ہی سیف اللہ نے کل فوج سے دشمن پر حملہ کردیا - جو پیشقدمی مین بھی اوپر مسلسل و سریع آتشباری کرتی رہی - یونانی دہاوا شروع ہونے پر فی الفور یہان سے بھی رفوچکر ہوگئے اور تقریباً نا ممکن الفتح درہ اور اوسکی چوٹیون کو غنیم کے حوالہ کرگئے - لامیہ کے رستے یہ آخری حصن حصین اور قابل مدافعت مقام تھا جسکا قبضہ ملجانا ترکون کے حق مین نہایت ہی مفید تھا - دوسرے دن (۷ مئی) حمدی کا کل ڈویژن پہنچگیا اور وہ درہ مین سے گذرکر اوس میدان مین جو درہ سے سمندر تک پھیلا ہوا ہے داخل ہوگیا -

جب حمدی کا ڈویژن درہ فورکا سے نیچے اترا تو اوسنے یونانی فوجکے باقی حصہ کو لامیا سے شمال مین صف آرا دیکھا - ڈومو کوس کی سریع مراجعت کے دوران مین بیشمار سپاہی اپنی اپنی پلٹنون سے ادہر ادہر منتشر اور فرار ہوگئے تھے - چنانچہ ولیعہد کے پاس اب ڈومو کوس کی نسبت نصف آدمی بھی نہین رہگئے تھے - تقریباً پندرہ ہزار سپاہیون کی ایک صف لامیہ سے تین میل بجانب شمال پہاڑیون کی ایک پست سے کرارہ پر پرا باندہے کھڑی تھی - دونون فریقون مین تھوڑی دیر بعد آتشباری شروع ہوگئی -

لڑائی کے دوران مین لامیہ کے سول حکام نے کہلا بھیجا کہ ہم اطاعت ماننے کو تیار ہین ترک با صلح امان ہمارے شہر پر قبضہ کرلین - سیف اللہ نے جواب دیا کہ جب تک شہر اور ترکون کے درمیان یونانی فوج حائل ہے ہم کسطرح شہر مین داخل ہوسکتے ہین - ہان شہر دار یہ اطمینان رکھین کہ

فوج مذکور کی ہزیمت کے بعد اگر اونہون نے مزاحمت کی تو اونہین کوئی گزند نہین پہنچیگا ۔

التوائے جنگ کا معاہدہ زوال کے قریب لڑائی خاصی تیز اور ایک سرے سے دوسرے تک عام ہو گئی لیکن دو بجے کے قریب یونانی آتشباری یکلخت بند ہو گئی - اور یونانی قلب مین سفید جھنڈا بلند کر دیا گیا ۔ اس کو دیکھتے ہی دونون فوجون مین بگلون نے "آتش کس یعنی آتشباری بند کر دو" کا حکم سنا دیا - اور دو یونانی افسر جھنڈا لیئے ترکی صفون کیطرف بڑہے - ادہر سے حیف اللہ پاشا نے انسے ملاقات کی اور ۴۸ گہنٹون کیلئے التوائے جنگ منظور کر لیا - اسیر کل یونانی فوج لامیہ کے پاس ہی گذر کر جہان انہی ایک لحظہ توقف نہ کیا تہا سوپائیلی کیطرف ہٹ گئی - ادہم پاشا ڈوموکوس ہی رہے تھے - عارضی التوائے جنگ کی خبر اونہین وہین پہنچائی گئی - قسطنطنیہ سے بھی اونکو معاہدہ ترک مخاصمت کے احکام موصول ہو چکے تھے - دوسرے دن (۲۰ مئی) کو علے الصبح ولیعہد کا یاور ترکی ہیڈ کوارٹر مین وارد ہوا - اور پندرہ دنون کیلئے التوائے جنگ کا باضابطہ معاہدہ ہو گیا - سرحد اپائرس بھی آرٹا کے سامنے اسیطرح عہدنامہ کیا گیا - ۲ جون کو پچھلی میعاد کے منقضی ہونے پر مذاکرات صلحیہ کے اختتام تک پہر اس معاہدہ کی تجدید کیگئی اور ہر فریق کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہے تو چوبیس گہنٹون کا نوٹس دیکر اس عہدنامہ کو منسوخ کر سکتا ہے - تحریر معاہدہ کے بعد دونون فوجون کے سٹاف افسرون نے ایکہزار گز عریض منطقہ حیادہ (منطقہ بیطرفی - حد فاصل) کی تعیین کی - ترکون نے ۱۲ مئی کو لامیہ پر قبضہ کر لیا مگر جب سے حد فاصل مقرر کنندہ کمیشن نے یونانیون کیطرف رکھا تو فی الفور اوس سے واپس چلے گئے - ایک مہینہ کی لڑائی مین جو بتاریخ ۱۷ اپریل درہ ملونا کی لڑائی سے شروع ہو کے فی الحقیقت بتاریخ ۱۷ مئی معرکہ ڈوموکوس پر ختم ہوئی - ترکون نے یونانیون کو اوس تمام علاقہ سے جو ۱۸۸۱ء مین اونہین ٹرکی سے دلایا گیا تھا نکالکر پھر پرانی سرحد تک قبضہ کر لیا - اپائرس مین فریقین کی صنع وہی رہی - جو محاربہ کی ابتدا مین تھی ۔

فصل (۱۴) چہار دہم

جنگ اپائرس محاربہ کے مغربی تہیٹر یعنے اپائرس مین بقول جرمن مورخ ترکون کو علاقہ کی طبعی بناوٹ کی وجہ سے مجبوراً بچاؤ کے پہلو پر رہنا پڑا - جارحانہ پہلو اختیار کرنے سے فی الحقیقت کچھ فائدہ نہ پہنچتا - اسکا نتیجہ صرف یہ ہوتا کہ ترکی فوج خلیج کارنتھ تک پہنچ جاتی - مگر واقعات کی عام رفتار پر اس سے کچھ اثر نہ پڑتا - جنوبی اپائرس مین سب سے اہم مقام پریویسا[1] ہے - اور علاوہ برین مقامات سٹرونیا - وینٹی - بیگاڈیا بھی خاصے اہم ہین - ترکی قلعہ پریویسا اوس تنگ آبنا کی شمال مین واقع ہے - جو خلیج آرٹا کو جاتی ہے - خلیج مذکور دور تک اندر چلی گئی ہے - اور صوبہ اکارنینا کو کسیقدر اپائرس سے جدا کرتی ہے - پریویسا کے

---

[1] یہ قصبہ موجودہ صدی کے شروع مین ترکون کے قبضہ مین آیا تہا - مفصل تاریخ کیلئے دیکھو تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم ۔

بالمقابل ساحل سمندپر آق نی ام واقع ہے۔ جو جزوی طور پر قلعبند ہے۔ مگر پریویسا اپنے محل وقوع کی وجہ سے نہایت مستحکم و مضبوط قلعہ ہے
یہ ایسی جزیرہ نما پر واقع ہے جسی برّ اعظم سے دلدلی زمینین جدا کرتی ہین ان دلدلون کو صرف یانیا کی سٹرک کی ذریعہ عبور کیا جاسکتا ہے پاس
جزیرہ نما مین جو زیادہ تر کفدست میدان ہے۔ پہاڑیون کا ایک دامد سلسلہ موجود ہے جس سے تمام علاقہ زیرِ نگین ہے۔ اسپر ترکون نے توپخانہ نصب
کر رکھا تھا۔ قصبہ پریویسا اور اوس کی بڑے بڑے قلعی حمیدیہ۔ پانٹوکراٹو۔ سینٹ جارج اور پالو پیسا رو گوغاکاٹے کی قریب ہموار ساحل پر واقع
ہین غلیم خاکناے پر کسی عمدہ موقعہ پر قایم نہین ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ پہاڑیون کے بند کر رہا ہے۔ ترکی توپون کی پوری پوری زدمین تھی
شہر اور قلعی چاروں طرف سے زیتون کے درختون کی پرانے گھنی جھنڈون سے گھرے ہوئے ہین۔

اپایرس کے بڑے بڑے قصبی جن مین یونانیون کی آبادی زیادہ ہے۔ یانیا۔ پرانت اور کورٹیا ہین صوبہ آرکانینا مین یونانیون کا
سب سی بڑا قلعہ آرٹا ہے اس کی شمال اور جنوب مین مورچے بنے ہوئی ہین جن سی وہ خاصہ مضبوط مقام ہو گیا ہے۔ قصبہ آرٹا جو ایک غلیظ و بے حیثیت سا
پرانا شہر ہے۔ مگر ایک عالیشان ترکی قلعہ رکھتا ہے۔ میدان مین دریا آرانٹوس یا آرٹا کے کنارون پر واقع ہے۔ یہ دریا شہر کے گرد نیم دایرہ
کی شکل مین بہتا ہوا بجانب جنوب خلیج آرٹا مین جا گرتا ہے۔ قصبہ آرٹا کی جنوب مین پہاڑیون کا ایک سلسلہ تخمیناً پانسو فیٹ بلند ہے جو دریا پار کی ابر
کو برنیا کی قریب تک چلا گیا ہے اس کرارہ پر وسیع پرانی بارکین موجود ہین جن کے سامنے یونانیون نے کئی باتریان ۳½ انچ قطر کی توپون
کی اور ایک باتری چار چار انچ قطر کی دو توپون کی نصب کر رکھی تھی۔ ایک باتری کا رُخ آرٹا کی پل کیطرف۔ دوکا عمارت کیطرف اور ایک کا
گریمی تنزا کیطرف تھا۔ اس سلسلہ کی بالمقابل ترکی علاقہ مین پہاڑی ڈھلوانون پر جو بتدریج شمال کیطرف اُٹھتی چلے گئے ہین عمارت۔ گریمی تنزا
اور رولاکیہ نا واقع ہین ان سب مقامات مین ترکی سپاہ اور توپخانہ موجود تھا۔ اور ان سی شہر آرٹا اور یونانی باتریان کامل طور پر زدمین تھین
اس نقص کی تلافی کیلئے یونانیون نے اپنی طرف بمقام ٹیپا و آرکی ناڈا مین دو باتریان نصب کر رکھی تھین۔

احمد فیضی پاشا جرنیل ڈویژن وسط مارچ سے ۸ ہزار فوج لیکر یانینا صوبہ کے صدر مقام مین موجود تھے۔ پہلا ڈویژن معہ سٹاف یانیا
مین اور دوسرا ڈویژن جنوبی علاقہ مین بمقام آوروس و نیٹی پیگاڈیا مقیم تھا۔ ترکی کمانڈر کے پاس کل فوج ۲۴ بٹالین انفنٹری (جن مین سے
۹ فوج نظام کی تھین) ۸ کوہی باتریان اور رسالہ کیولری تہی آغاز محاربہ پر ترکون کے پاس آرٹا کی بالمقابل ۹ ہزار آدمی اور بارہ توپین بمقام ملاکہ
ویسراکو چار ہزار آدمی۔ بمقام نیٹی پیگاڈیا ۱۲ ہزار اور بمقام یانیا پانچہزار آدمی تھے۔ یونانیون کی پاس کرنیل مانوس کے زیرکمان انفنٹری کی
چار رجمنٹین (ششم۔ نہم۔ دہم و دوازدہم)۔ رئیفلمینون کی دو بٹالین (دہم و سوم) کیولری کی دوم رجمنٹ۔ دو میدانی اور تین کوہی باتریان آرٹا
مین تھین۔ بعدمین انکو تین ہزار (ریزروا و محفوظ افواج) کے سپاہیون اور دو ہزار مجاہدین کی کمک پہنچ گئی جس سی کرنیل مانوس کی پاس کل
فوج ۱۶ ہزار کے قریب ہو گئی۔

یونانیون کے دو بڑے مرکز آرٹا و پٹیا تھے۔ جو وادی آرٹا سے باہم ملے ہوئی ہین اسباب جنگ و رسد بندرگاہ کاپرنیا کے راستہ آتا تھا۔
زیادہ تر فوج آرٹا مین مقیم تھی۔ جہان پانچہزار آدمی تہی موضع پٹیا مین جو اڑہائی میل کی فاصلہ پر ایک بلندی پر واقع ہے تین ہزار فوج تھی
مدافعت کی دوسری صف مین جو کومیوٹی سے خلیج آرٹا کی قریب باٹی تک تخمیناً ساڑہے سات میلون مین پھیلی ہوئی تہی چھ سے آٹھ ہزار تک آدمی تھے۔

دریا کے رستون اور گھاٹون کی حفاظت اور بصورت محاربہ فوج کی حرکات کو دشمن سے مخفی رکھنے کیلئے دریا کے بائین کنارہ پر تین ہزار آدمی متعین تھے۔ آرٹا سے پیکر پٹیا تک کے قلعون کی قطار پر تیس توپین نصب تھین جو زیادہ تر کوہی تھین۔ یونانیون کے پاس کل ۴۰ توپین تھین۔ یونانیون نے جو موقع پسند کیے تھے وہ فی الجملہ عمدہ اور نہایت مضبوط تھے۔ اور کئی ترکی موقعون سے زیادہ بلند تھے۔ یونانیون نے اون مورچون اور توپون سے بھی خوب آراستہ کر لیا ہوا تھا۔ یونانیون کے اندازہ کے مطابق ترکی فوج مین ۲۲ ہزار سے زیادہ آدمی تھے۔ اور ۳۴ سے زیادہ توپین نہ تھین جنمین سے تین ہزار سپاہ اور ۳۴ توپین قلعہ پر ویسا مین مامور کیگئی تھین۔ یہ قلعہ آبنائے پر ویسا پر جو خلیج آرٹا کو جاتی ہے واقعہ ہے۔ دریا کے داہنے کنارہ پر مقام کیا نا دفلی پیڈیا ترکی عساکر کے اساس حرکات تھی۔ انکے علاوہ ایک ترکی پوزیشن آرٹا دپٹیا کے بالمقابل تھی جسمین آرٹا کے بالمقابل پل کے دہانہ پر انکے زائد البا توپون کی ایک بیٹری متعین تھی۔ ایک اور بیٹری پل سے چار میل کے فاصلہ پر مقیم تھی۔ وہ اس فوج کی جزو تھی جسکا ہیڈ کوارٹر مین تھا۔ اور گریبی نتزا تک یونانی سرحد سے دو ہزار گز کے فاصلہ کے بعد پر پھیلی ہوئی تھی۔ ترکون کی تیسری صف مدافعت جوپانیا کی سڑک کی حفاظت پر مامور تھی پنٹی پیگاڈیا مین تھی۔ یونانی فوج کو باغیون یا مفسدون سے بھی بہت مدد ملی جن کی جمعیت کثیر اتھینکی ہٹیاریا نے اپنے خرچ سے مرتب و تیار کی تھی۔ اور اکثر ممتاز و متمول آدمی اونکے سرگروہ تھے۔ کل دستہ کا سپہ سالار سکالٹ سوڈیوس تہا۔ جو ٹرائیکوپیس کی وزارت کے عہد مین ضلع اگریبی نیا کیطرف سے پارلیمنٹ یونان کا ممبر رہ چکا تھا۔ تمام مفسدون کی وردی اپنی علیحدہ تھی۔ مگر اونکا دستہ فوج باقاعدہ مین شمار نہ کیا گیا۔

تھیسلی کیطرح ایپائرس مین بھی ترکون نے حملہ مین سبقت کی۔ اور آرٹا پر گولہ باری کر کے لڑائی کا آغاز کیا۔ اونہون نے شہر سے شمال مغرب کیطرف کی بلندیون پر ساڑھے تین انچ قطر کی سولہ توپین نصب کر کے تین دن رات گولہ باری کی۔ پہلے دن بھی کئی گھنٹے گولہ باری کیجاتی رہی۔ آتشباری ایسے مؤثر طریق سے کیگئی کہ یونانیون نے مشہور کر دیا ترکی توپخانہ مین جرمن افسر ہین۔ اس گولہ باری کا ایک مدعا یہ بھی تھا کہ آرٹا کا پل اور نیز خود شہر پر حملہ کرنیکے لیئے راستہ صاف کیا جائے۔

بتاریخ ۱۹ اپریل صبح کے چار بجے اون تمام ترکی باتریون نے جو شہر کے مقابل نصب تھین یونانی مورچون پر گولون کی بارش شروع کر دی۔ رائفلی گڑہون سے بھی جو دریا کے کنارہ کے برابر کھود لیئے گئے ہوئے تہے۔ بسرعت رائفلی باڑہین سر ہونے لگین۔ اوس وقت ترکون کے ایک دستہ نے یونانیون کی توجہ دوسری طرف سے ہٹانیکے لیئے ایک موقعہ سے دریا سے گذرنے کی کوشش کی۔ اور دوسری طرف ایک زبردست دستہ نے پل پر حملہ کر دیا۔ مگر چونکہ محافظین کی جمعیت ہر جگہ معقول تھی۔ ترک دونون کوششون مین ناکام رہے۔ اور حملہ کنندہ دستون کی جانبازی و شجاعت جن کے کئی افسر بھی شہید و مجروح ہوئے کوئی فائدہ نہ بخش سکی۔

۲۰ اپریل کی آدہی رات کو ترکون نے تیسری مرتبہ پل پر حملہ کیا۔ ترکون کو امید تھی کہ رات کیوقت دشمن غافل ہوگا۔ مگر اون کی توقع درست ثابت نہ ہوئی۔ اور وہ اس حملہ مین بھی کامیاب نہ ہوئے۔ متعلہ باتریون نے حملہ کنندہ کالمون کو حتی الامکان مدد دی۔ مگر اسکا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ رات کی تاریکی مین اپنے موقعون کو واپس ہٹ آئے۔ دوسرے دن دس بجے کے قریب ایک البانوی سنے یونانیون کو جھنڈی کے اشارہ سے مطلع کیا کہ ترک رات کو پیچھے ہٹ گئے ہین۔ اور تمام متصلہ دیہات اور قلعون کو خالی کر گئے ہین۔ یہ اطلاع غلط نہ تھی۔

حملہ کنندہ دستے فی الحقیقت تمام اگلے علاقہ کو چھوڑ کر درہ فلپ پیڈیا کو واپس چلے گئے تھے جب دیہاتیون کو جو اس نواح مین زیادہ تر یونانی ہی ہین اس مراجعت کی خبر ہوئی تو وہ جوق در جوق آرٹا مین داخل ہو کر ترکون کی روانگی پر پاگلانہ پرجوشی سے خوشی ظاہر کرنے لگے گو باشندون نے ترکی جنگی خانہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یونانی جھنڈا ترکی باتریون اور جنگی خانہ پر بلند کر دیا گیا جب چار ہزار یونانی فوج نے ان مورچون اور باتریون پر جنہین ترکون نے گولہ باری کے لیئے تیار کیا تھا قبضہ کیا تو یونانی باشندون اور فوجون کی پرجوشی و وارفتگی کا کوئی حد و حساب نہ رہ گیا سب اس خیال و توقع مین سرمست ہو گئے کہ بس اپائرس مین ترکی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ دمبدم یانیا کیطرف بڑہو کے آوازے بلند ہو رہے تھے سادہ لوح و سہل الاشتعال دہقانون کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ فتح اپائرس کی آزادی کا پہلا زینہ ہے تین دن کی ترکی گولہ باری سے آرٹا کو کوئی قابل ذکر نقصان نہ پہنچا بہت کم گولے شہر تک پہنچے اور انمین سے اکثر نہ پھٹے۔

کرنیل مانوس نے اسیوقت تعاقب کا حکم دیدیا اپنے ڈویژن کا ایک حصہ لیکر اسنے بمقام بانی آرٹا کو عبور کیا۔ اور فلپ پیڈیا کیطرف روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف ایک بریگیڈ اور پندرہ سو مجاہدین نے سٹیرونیا پر جو درہ پنٹی پیگاڈیا سے بارہ میل بجانب جنوب ہی قبضہ کر لیا اس پیشقدمی پر وہ ترکی بریگیڈ جو اب تک آرٹا کے سامنے مقیم رہا تھا لوروس کیطرف ہٹ گیا۔ اور وہان فلپ پیڈیا کے رخ مقیم ہو کر ۲۸ اپریل تک یونانیون کو حملہ کا انتظار کرتا رہا مختصر سی لڑائی کے بعد جسمین ترکون کی کئی سو آدمی اور چند توپین ضائع ہوئین۔ وہ درہ پنٹی پیگاڈیا کیطرف جو طبعاً نہایت مستحکم موقعہ ہی ہٹ گئی۔ ۳۰ اپریل کو مانوس نے فلپ پیڈیا پر قبضہ کر لیا۔ اور اسیوقت اسے مزید خوشخبری موصول ہوئی کہ ترک عمارت پر جو آرٹا کے بالمقابل مضبوط ترین ترکی قلعہ تھا۔ اب ور زیادہ عرصہ قابض نہین رہ سکتی۔ درہ پنٹی پیگاڈیا کیطرف مراجعت کرجانے اور وہان تک کی تمام علاقہ کو خالی کردینے کی خبر جب قسطنطنیہ مین پہنچی۔ تو سخت حیرت اور ناراضگی پھیلگئی۔ اور اسیوقت یانیا کو تاکیدی احکام بھیجے گئے کہ درہ پنٹی پیگاڈیا کو جو یانیا کی کلید ہے فی الفور کمک پہنچائی جائے اور اپائرس مین لڑائی کیلئے دو نئے ڈویژن اور مرتب کئے جاوین۔ انہی دنون یہ افواہ بھی مشہور ہو گئی کہ احمد فیضی سپہ سالار واپس بلا لیا جائیگا۔ البانوی سپاہ کے باغی ہو جانیسے یانیا مین بھی سخت تشویش اور ہلچل برپا ہو گئی اور اس بغاوت کی وجہ سے تمام فوجی حکام کی جو میدان جنگ سے دور بیٹھے تھے ادہر توجہ منعطف ہو گئی۔ بغاوت مذکور سے حملہ کنندہ افواج نے خوب فایدہ اٹھایا۔ ۲۲ و ۲۳ اپریل کو کرنیل مانوس کی افواج اور ان متعدد ترکی دستون مین جو درہ مین آگے بھیجے گئے تھے نئی معرکہ آرائیان ہوئین مگر صورت معاملات کی عام حالت پر ان سے کوئی اثر نہ پڑا۔ ان دنون کی کارروائیون کا کل لب لباب یہ ہے کہ یونانی باین توقع و اعتماد کامل کہ رعایا باغی ہو کر انکی اعانت کریگی درہ کے دہانہ کی قریب مورچے تیار کرکے ان مین مقیم رہے۔ اور ترکون کی افواج اور توجہ کو پراگندہ کرنے کیلیئے جا بجا ایکساتھ حملے کرتے رہے۔

۲۴ سے لیکر ۳۰ اپریل تک پنٹی پیگاڈیا کے قریب جو معرکہ آرائیان ہوئین انکی ابھی تک مفصل و معتبر حالات مشتہر نہین ہوئے جسقدر حالات ابتک شائع ہوئے ہین وہ ایکدوسرے سے متضاد اور مجمل سے ہین اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار جو یونانیون کے ساتھ تھا۔ اور کئی معرکے اسنے بچشم خود معاینہ کئے تھے انکے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے:-

"خلیج آرٹا کو جو پہاڑ احاطہ کیئے ہین ان سے دو سٹرکین از جانب جنوب یانیا کو جاتی ہین۔ ایک پریویسا سے فلپ پیڈیا تک جاتی اور لوروس سے گذرتی ہی

یہ سڑک قابل گذر ہے اور جنگی اغراض کیلئے کارآمد ہوسکتی ہی۔ دوسری آرٹا سے براہ خانو پولوس۔ تومو زادیس اور تروآسادا اس نیچی پیگاڈیا کو جو درہ میلونی پیگاڈیا مین واقع ہے جاتی ہی۔ خانو پولوس سے پرے سڑک بہت مشکل اور دشوار گذار ہے۔ مگر اُسکے دونون طرف نہایت مضبوط موقعے موجود ہین۔ دونون سڑکین نلعہ نیچی پیگاڈیا مین جو درہ کے سرے پر ہے آملتی ہین۔ قلعہ سے تخمیناً ڈیڑہ دو میل بجانب جنوب ان دونون جنگی سڑکون کو جو بانیا کو جاتی ہین ایک عمیق گھاٹی بغل کیطرف سے آملی ہی۔ اس گھاٹی کے دونون طرف سر بفلک پہاڑ کھڑے ہین۔ پانچ دن کی تُند لڑائی کے بعد یونانی نیچی پیگاڈیا تک بڑھکر اُسپر قابض ہوگئے۔ اُنکی فوجین طویل و تنگ پہاڑی درہ مین کسیقدر بکھری موجود تھین۔ اُنکا منشاء یہ تھا کہ جونہی پیہ بو پیسا فتح ہوجائے یانیا کیطرف بڑھکر اُسپر یونانی علم بلند کردین۔

یونانی افواج کے منتشر ہونے کیوجہ سے ایک بلیٹن جو موضع کوندوزاکی تک بڑہ گئی ہوئی تھی۔ ترکون کے قابو آگئی۔ انہون نے تاریخ ۲۴ اپریل اوسپر اچانک حملہ اور ہوکر اوسکا قلع قمع کردیا۔ بلیٹن مذکور کے تین سو قتل۔ دو سو زخمی اور ساٹھ اسیر ہوئے۔ ۲۶ اپریل کو یونانی خانو پولوس کے قریب درہ مین سے گذرنی والی فوجی سڑک کی شرق مین ایک ایسی پوزیشن مین قائم تھے جو طبعاً نہایت مضبوط تھی مگر اُسمین یہ نقص تہا کہ ایک جنگل دار پہاڑی کرارہ کی جو وادی کے دہانہ پر تھا ان دونون تھی۔ اور ترک اس کرارہ پر قابض تھے۔ یونانی پوزیشن کی کلید ایک مسطح چوٹی کی پہاڑی تھی جسکی بناوٹ ایسی تھی کہ وہ ترکون کی حملہ کے برخلاف قدرتی مورچہ کا کام دیسکتی تھی۔ اور چونکہ یونانی وہان بہ جمعیت کثیر موجود تھے۔ وہ اوس سے معقول فائدہ اوٹھا سکتے تھے۔ یہان کرنیل بوزاریس چھ ہزار فوج کے ساتھ مقیم تھا تین ہزار یونانی ۸ توپون سمیت اس سے جنوب مین دو کیلومیٹر (سوا میل) کے فاصلہ پر تومو زاریس مین تھے۔ اور اس مقام سے بجانب جنوب اور کچھ ہزار آدمی آٹھ توپون سمیت تھے۔ ریزرو فوج جسمین چھ سو آدمی اور چار توپین تھین موضع تروآسارا اس مین تھی۔ ۲۷ اپریل کو فریقین مین جزوی ہنگامہ آرائی ہوئی۔ لیکن ۲۸ و ۲۹ کو ترکون کی جارحانہ پیشقدمی کی وجہ سے سخت معرکے ہوئے۔

یہ لڑائیان ۲۸ اپریل کو علی الصبح شروع ہوئین۔ ابتداءً ایک ترکی بریگیڈ نے خانو پولوس کے قریب کی یونانی پوزیشن پر جہان کرنیل بوزاریس تہا حملہ کرنیسے کی۔ لیکن اس حملہ سے کوئی نتیجہ مترتب نہوا۔ یونانی پوزیشن مین پہاڑیون کے کرارہ پر چھ سو ویز ونی۔ چار ہزار یونانی سپاہ اور دو توپین اور درمیانی بلندیون پر چھ سو اور اویز ونی معہ دو توپون کے تھے۔ ترکی بریگیڈ مین چار ہزار سپاہ اور کچھ توپین تھین۔ بریگیڈ مذکور نے اس موقعہ پر پے درپے حملہ کرکے کرارہ کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ یونانی گو پہلے دن اپنی جگہہ پر قابض رہے لیکن ترکون کے عزم بالجزم اور متواتر حملون سے یہ صاف ظاہر ہورہا تھا کہ محافظین کو کمک کی سخت ضرورت ہی۔ اس ہراول پوزیشن اور خانو پولوس کے درمیان ساڑھے چھ ہزار یونانی فوج اور تیس توپین موجود تھین بنا برین بوزاریس کو باسانی تمام کمک پہنچائی جاسکتی تہی۔ لیکن سخت تعجب ہی کہ کوئی کمک نہ بھیجی گئی۔ ۲۹ کو ترکون نے پھر ثقیلی آتشباری شروع کی۔ جو برابر دو پہر تک ہوتی رہی۔ سہ پہر کے قریب آتشباری کی حدت و تیزی مین بہت اضافہ ہوا اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ ترک پوری مستعدی و طاقت سے حملہ کرنے کی تیاریان کر رہے ہین۔ مگر اسکے مقابلہ پر یونانی عجیب حیرت انگیز کارروائیان کر رہے تھے۔ کمک تو خیر نہ پہنچی دوپہر کے وقت نامعلوم وجوہات سے وہ یونانی توپخانہ بھی جو بلندیون پر نصب تھا خاموش ہوگیا۔ اور ساڑھے تین بجے جب ترکون نے یکبارگی تابڑتوڑ ثقیلی آتشباری پھر شروع کرکے حملہ کرنیکیلئے یونانیون کے میمنہ کے سامنے اپنی کالمون کو مجتمع کیا تو درمیانی بلندیون کی یونانی توپین بھی خاموش ہوگئین۔ اور میں

منٹون کے بعد بعجلت تمام نماتوپولوس کیطرف ہٹ گئین۔ البتہ کرارہ پر کے ادیزنیون نے حملہ کنندگان کی نہایت ہی دلیرانہ آتشباری کا جوانمردی سے جواب دیا۔ اور اپنے سے دس اگنا جمیعت کے مقابل پانچ بجے تک اپنی جگہ پر قایم رہے۔ لیکن آخر اونکو پہاڑی کے نیچے دھکیل دیا گیا۔ مگر وہ پھر بھی تعاقب کنندون پر برابر باڑہین چلاتے رہے۔ کرارہ پر ادیزونیون کے ایک سو آدمی ضایع ہوے۔ ورنیولا اور کرارہ پر قابض ہوکر اوس یونانی پوزیشن پر جو دریانی بلندیون پر تھی آتش سوزندہ برسا رہے تھے۔ یونانی اب اور زیادہ مقابلہ نہ کرسکے۔ اونکی ترکی تمام ہوگئی۔ عام پسپائی کے بگل بجا دیے گئے۔ سوا پانچ بجے کل پوزیشنون کو چھوڑ دیا گیا۔ اور ترک خمانوپولوس تک مراجعت کنندہ ادیزونیون کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ یونانی افسرون نے اپنی سپاہیون کی متوحشانہ بھاگڑ کو روکنے کی فضول کوششین کین۔ کسی نے نہ سنا۔ وہ کیا بکتے ہین۔ کل فوج اندھا دھند آرٹا کے پل کو دوڑی گئی۔ مگر وہان پہنچکر کیا دیکھتی ہے کہ کل سڑک ہزارون ہٹیرون اور دہقانیون سے رکی پڑی ہے۔ کل علاقہ مین جس سرعت سے عام بھاگڑ پھیلگئی تھی اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ دیہاتی اپنا مال و اسباب لیکر بگٹٹ بھاگی جاتی فوج سے پہلے دریا کے قریب پہنچگئے۔ ریوڑون اور گلون کے انسانون مین خلط ملط ہوجانے سے بے ترتیبی پہلے ہی کچھ کم نہ تھی کہ دہقانون کے چھکڑون نے جو گانون چھوڑ چھاڑ کر بھاگے چلے آرہے تھے فوج کے رستہ مین ایک سخت مزاحمت حایل ہوگئی۔ اور بے ترتیبی و پریشانی کا کوئی پایان نہ رہ گیا۔ آرٹا کا پل جہان سے یونانیون نے جارحانہ کارروائی شروع کی تھی۔ مگر اب بحال خستہ و تباہ اوسکی طرف بھاگے جاتے تھے پتھر کا بنا ہوا ہے۔ اوس کا عرض تین گز سے زیادہ نہین اور تین محرابون پر جو ستونون پر قایم ہین کھڑا ہے۔ پل کی دونون طرف کی دیوارین آہنی بلند ہین کہ مسافر کو پل پر سے گذرتے وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ گویا کسی گھاٹی مین سے گذر رہا ہے۔ دریا اس موقعہ پر چندان عریض نہین اور اوسکا دھارا بھی کوئی ایسا تیز نہین۔

۸ اور ۹ اپریل کے معرکون کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۱۰ اپریل کو ترکی قلمرو مین ایک یونانی سپاہی کا وجود باقی نہ رہ گیا۔ اور کرنیل مانوس کی کل فوج جو بعض اوقات سوم ڈویژن کہلاتی تھی۔ اس جارحانہ کارروائی مین ناکام رہنے سے سخت شکستہ دل اور نقصانات کثیر سے بہت کمزور ہوگئی۔ پرآویسا اور نیکوپولس کے چھوڑنے سے قلعہ پر بھی یونانی گولہ باری سے کچھ نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ مگر یونانی کمانڈر کے حوصلے پست نہ ہوے اور وہ نئے منصوبے باندھنے لگ گیا۔ ۲ مئی کو اڑہائی ہزار آپائرسی مجاہد جن کو خاندان بوت زاریس نے مرتب کیا۔ ایتھنز سے آپائرس کو گئے۔ اور وہان سے جہازون پر سوار ہوکر اپائرس کیطرف روانہ ہوگئے۔ ایک یونانی "میڈ آف اریتھنز" (جون آف آرک[1]) بطور علم بردار مجاہدانہ وردی پہنے اونکے ساتھ تھی۔ اوسکی ٹوپی سیاہ۔ اور کارتوسون کی پٹیان کندہون پر وار پار ڈالی ہوئی تھین۔ اوسکا نام ہیلن کانسٹن ٹینی اور عمر ۲۰ برس کی تھی۔ وہ نہایت تادر انداز مشہور تھی۔ اور کہا جاتا تھا کہ اوسکا نشان شاذونادر خطا جاتا ہے۔ اوسے بھی جون کی طرح الہام ہوتے رہنے کا دعوے تھا۔ اور بزعم خود یونانی مجاہدین کی جن کے دل ترکون کی نفرت و عداوت سے معمور تھے۔ محافظ و نگہبان دیبی تھی۔

تھیسلی مین بھی یونانی افواج کو دیمنولا پے در پے شکستین مل چکی تھین۔ ترک وولو پر قابض ہو چکے تھے اور یونانی ڈوموکوس کو بعجلت

[1] اس محب وطن اور جوانمرد عورت نے جو ملہم ہونیکی مدعیہ تھی۔ پندرہوین صدی مین انگریزون کو شکست فاش دیکر فرانس کے اکثر شہرون سے نکالدیا۔ مگر آخر ایک معرکہ مین اون کے ہاتھ اسیر ہوگئی۔ اور انگریزون نے اوسے ۱۴۳۱ء مین بمقام روئین زندہ جلا کر ہمیشہ کیلئے داغ رسوائی خرید لیا۔

ہٹتے جا رہے تھے۔ ان وجوہات سے متاثر ہو کر یونانی گورنمنٹ آخر دیگر دول کی سفارت اور امداد سے التوائے جنگ کی خواہان ہوگئی لیکن معاہدہ التوائے جنگ کی انصرام سے پہلے اوسنے مناسب سمجھا کہ اگر ہو سکے تو تھیسلی کے معاوضہ مین کم از کم اپائیرس کیطرف کچھ فتوحات حاصل کیجائین اور بالخصوص پریویسیا اور نیکوپولس کو جنپر پہلے گولہ باری ہو چکی تھی مسخر کر لیا جائے۔ باین عزم وزیر اعظم رالی نے کرنیل مانوس سے دریافت کیا اگر اپائیرس مین پھر لڑائی شروع کیجائے تو کیا فتح کی کچھ امید ہے۔ اور کیا ایسی صورت مین جب کہ ترک تھیسلی پر قابض ہین اپائیرس مین لڑائی شروع کیجا سکتی ہے۔ کرنیل نے دونون سوالون کا اثبات مین جواب دیا۔

اسپر نئی فوج فراہم کیگئی۔ اور مذاکراتِ صلحیہ کے دوران مین حتی الامکان اپنی پوزیشن کو مضبوط کرنے اور ایک دو مقامات غنیم سے معاوضہ مین حاصل کرنیکے لیئے مزید کمک اور سامانِ جنگ اپائیرس کو بھیجدیا گیا۔ اور کرنیل مانوس نے اس مدعا کو مدنظر رکھکر محاربہ کا نیا نقشہ تجویز کیا۔ جسکا بڑا مقصد یہ تھا کہ یانیا سے پریویسیا اور نیکوپولس کو ترکی کمک نہ پہنچنے دیجائے۔ اور جسقدر جلد ممکن ہو سکے کوئی اہم موقعہ غنیم سے چھین کر اوس سٹرک پر جو یانیا اور پریویسیا و نیکوپولس کے درمیان ہے قبضہ کر لیا جائے۔ یہ دونون چھوٹے سے قصبے صوبہ کے انتہائی جنوبی گوشہ اور خلیج آرٹا کے دہانہ پر واقع ہین۔

یونانیون کی ازسرِنو جارحانہ کارروائی سے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے مختلف نامہ نگارون کے بیانات کے موازنہ و مقابلہ سے اونکی کسیقدر درست کیفیت حسب ذیل استنباط کیجا سکتی ہے۔ یہ معرکے ۱۲ ۱۳ و ۱۴ مئی کو دریا لوروس اور دریا آرٹا کے درمیانی ضلع مین ہوئے۔ یانیا اور آرٹا کی شاہراہ اسی ضلع مین سے گذرتی ہے۔ اور اسمین کئی پہاڑی سلسلے موجود ہین۔ جن کی چوٹیان فراخ اور جنگلون سے ڈھنپی ہوئی ہین۔ ان سلسلون کے سامنے فراخ نشیب اور گھاٹیان ہین۔ اور باین وجہ ضلع مذکور مین جا بجا مدافعت کیلئے نہایت عمدہ موقعے موجود ہین۔

۱۲ مئی کی سہ پہر کو کرنیل بیرکتاریس ایک کالم کے ساتھ جسمین ایک بریگیڈ فوج پیدل تین سالی اور دو باتریان تھین۔ عمارت کی بلندیون کیطرف بڑھا اور وہان غنیم سے اوسکی جزوی لڑائی ہوئی۔ اسیوقت ایک دوسرا کالم آٹھ بٹلینون اور دو باتریون کا کرنیل گوفی نوپولوس کے زیر کمان براہ کاپوس لوروکی پل کیطرف بڑھا تاکہ ترک اوسپر پہلے سے قابض نہ ہو جائین تیسرے کالم کو کرنیل ڈوکساس کے زیر کمان مقام پلاکا سے اوپر دریا آرٹا کو عبور کرکے مقام مذکور کی ترکی فوج کو وہین روکے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور مارکو بوٹزاریس کی مجاہدین کو یہ حکم ملا کہ یانیا کی سٹرک پر کسی مضبوط مقام پر قابض ہو جائین۔ اور اگر ترک پریویسیا سے نکلکر کوئی دھاوا کرین۔ تو اوسے پسپا کرتے رہین۔ بیرکتاریس کو تاکیدی حکم دیا گیا کہ جو مورچہ بند پوزیشن اوس کے حصہ مین دیگئی ہے۔ وہان وہ بالکل مدافعت پر رہے۔ تاکہ اگر ضرورت پڑے تو گوفی نوپولس کی بریگیڈ کو جسنے مجاہدین اپائرس کی دستگیری و اعانت کیلئے لوروس کو عبور کرکے آگے بڑھنا تھا مدد پہنچا سکے۔

مگر بیرکتاریس نے بتاریخ ۱۳ مئی مقامات تیرونیا۔ خانوپولوس اور گریبیستزا کی ترکی پوزیشنون پر حملہ کرکے غنیم کے ساتھ نہایت سخت معرکہ آرائی شروع کردی۔ ان پوزیشنون مین ترکون نے خوب مضبوط مورچے تیار کرکے اونپر توپین چڑھادی ہوئی تھین۔ اور وہان ترکی فوج کی معقول جمعیت جسمین حال مین ہی ۸ ہزار سپاہ زیر کمان سعدالدین کی کمک پہنچی تھی متعین تھی۔ نہایت سخت توپی مبارزت کے بعد جسمین آرٹا کے متصل یونانی قلعون کے توپخانہ نے بھی حصہ لیا اور یونانی جانون پر کھیلکر حیرت انگیز استقامت و پامردی سے غنیم کی صفون مین

کو دبڑے اور اُسے بھی ہٹا دیا۔ مگر ترک درتا نہ وار دلکی فوج آپہنچنے سے بہت بکلخت سنبھل گئی۔ حالانکہ یونانیون کی چار پانچ قطر کی توپون نے بھی اب میدان مین اکر اونپر گولہ باری شروع کر دی تھی تھوڑی دیر بعد رات پڑ گئی۔ اور لڑائی ختم ہوگئی اس معرکہ مین یونانیون نے فاتحانہ پیشقدمی کر کے کثیر التعداد فوج کے مقابلہ پر اپنی جگہ کو قابل تعریف شجاعت و استقلال سے قایم رکھا۔ رات کے ساتھ ہی کوہستانی بارش موسلا دہار شروع ہوگئی۔ مگر توپی مبازرت کو یہ بھی نہ روک سکی۔ ایک پہاڑی پر ترکی۔ اور دوسری پر جو پہلی کے بالمقابل تھی یونانی توپخانہ نصب تھا۔ مگر آخر پہاڑی کو ہرنے اس کو بھی بند کرا دیا۔ بارش۔ سردی اور بھوک سے دونون فوجون کو اس رات سخت تکلیف پہنچی

۴ مئی کو بروز جمعہ صبح کے نو بجے پیر کتاریس نے گولفی نوپولوس کے بریگیڈ سے ایک پلٹن کی کمک پہنچ جانے پر جارحانہ کارروائی پھر شروع کر دی۔ اوسنے فوج کو تین کالمون مین منقسم کیا۔ ایک کالم درہ کیا فاسے ادر دو درہ مذکور سے پرے اور مشرق کی طرف سے یونان لوس پر سامنے و عقب سے حملہ کرنیکے لئے آگے بڑھے۔ حملہ معقول تیزی کے ساتھ شروع ہوا۔ اور شروع شروع مین کامیابی کی بہت کچھ امید ہوگئی یونانیون کی بدقسمتی سے وہ بلندیان جنپر ترک قابض تھے کثیف کوہر مین چھپی ہوئی تھین مگر ترک وہان سے یونانیون کی نقل و حرکت کو جو نشیب کے میدانون مین تھے بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ جب پیرکتارکس کی فوج صف بستہ آگے بڑھی۔ دو ترکی باتریون نے جن مین سے ایک مین چار پانچ قطر کی کرانوزن توپین تھین یونانی کالمون کو دوطرفہ آماجگاہ بنا لیا۔ ترکی پوزیشن مین مزید برآن تین کوہی توپین بھی تھین۔ اونہون نے یونانی توپخانہ پر مسلسل گولے برسانے شروع کر کے اُسے بتدریج خاموش کرا دیا۔ ایسے حالات کی موجودگی مین یونانی فوج پیدل کی بیباکانہ پیشقدمی اور متہورانہ حملہ کا ناکام رہنا صاف ظاہر تھا۔ البانوی رجمنٹین دشمن بندیون کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھین اور پہاڑی کے کنارہ پر کی باتیان حملہ کنندہ آویزیون اور انفنٹری پلٹنون پر لگاتار گولون اور گولیون کی بوچھار کر رہی تھین۔ ایک انگریز نامہ نگار جو لڑائی کا مشاہدہ کرتا رہا تھا یونانیون کی شجاعت و استقامت کی بہت تعریف کرتا ہے۔

سہ پہر کے چار بجے پیرکتاریس کے تینون کالمون نے آخری حملہ کیا۔ بندوقون کی باڑھون کی بہرہ کرنے والی آواز اور اوس کی صدائے بازگشت اور گونج جو پہاڑیون کی اطراف سے ٹکرا کر ایسے پیدا ہو رہی تھی۔ گویا لڑائی کا آخری سین تھی پھر یکلخت ایسی موسلا دہار بارش شروع ہوگئی کہ گویا آسمان پھٹ گیا ہے۔ کوہستانی علاقہ کی زمین اوس سے بالکل پھسلنی اور ناقابل گذر ہوگئی۔ اور آتشباری ہستہ آہستہ مدہم پڑ کر آخر بالکل خاموش ہوگئی۔ اور پانچ بجے تین دن کی لڑائی کا خاتمہ ہوگیا۔ دریغوا بارش بدستور سیلاب وار ہوتی رہی۔ اور یونانی برابر اپنے موقعہ پر قایم رہے۔ یہ رات بھی فریقین کے حق مین نہایت عذاب کی رات تھی جس کی مصایب کا نقشہ ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے نہایت واضح اور موثر کھینچا ہے۔

(۵ مئی شنبہ کو) صبح کی روشنی نمودار ہونے پر گسر دو اور خانوپولس کے میدانِ کارزار کا معاینہ کرنا پھر ممکن ہوگیا۔ نامہ نگار مذکور کا بیان ہے کہ مطلع صاف ہونے پر ہم کیا دیکھتے ہین کہ ترک رائفلی گڑھے کھودنے اور مورچہ بندیان تیار کرنے مین بسرگرمی مصروف ہین۔ اور دوسری طرف اونکے سوارون کی کئی جماعتین جابجا میدان کی گردآوری کر رہی ہین۔ لیکن تین دن کی لڑائی اور بارش نے دونون فریق کی حرارت کو سرد اور اونکی سکت و ہمت کو زایل کر دیا ہوا تھا کسی فریق کو عام معرکہ آرائی کی جرأت نہ پڑی۔ علاقہ مصاف سے جسپر بارش اور دھند ابھی تک سایہ ڈالے

ہوئے تھین صرف کبھی کبھی منفرد گولے کی آواز سنائی دیجاتی تھی بیڈا دازین گولفی نوپولس کے بریگیڈ کیطرف سے آرہی تھین جسکی کوشش نو روس کلپ کی قریب غنیم سے مختصر سی لڑائی کرنے پر محدود رہی۔

ان معرکون مین یونانیون کو کوئی جگہ سے کچھ ایسا بہت نہ ہٹنا پڑا بلکہ عملی طور پر وہ برابر اونہی موقعون پر قابض رہے جنپر شروع مین ہوئے تھے تاہم کرنیل مانوس نے حکم دیدیا کہ کل فوج رات کیوقت آرٹا پل کو واپس ہٹ آئے یہہ مراجعت بے ترتیبی سے عمل مین لائی گئی کوئی توپ یا سامان جنگ پیچھے نہ چھوڑا گیا۔ اور تقریباً کل فوج صبح کے پانچ بجے تک آرٹا کے قریب اپنے مقام تعیناتی کو جہان کر وہ تین دن پہلے حملہ کرنے کیلیے روانہ ہوئی تھی پہونچگئی مگر منفرد دستے ابھی تک دریا کی دا ہنی کنارہ پر قابض رہے۔ دو کسا کی بریگیڈ کو بھی جو پایا کہ ترکی فوج کی مقابلہ پر اس نیو بھیجا گیا تھا کہ اُسے دوسری ترکی فوجسے بے تعلق کر دے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ ان معرکون مین جو ترکی قلمرو پر ہوئے یونانیون کی سات قتل و مجروح ہوئے۔ ۵۴ مقتول اور ایک سو مجروح افسر بھی اسی تعداد مین شامل ہین۔ یہ بتانا ابھی باقی رہتا ہے کہ بوٹزاریس کے دستہ مجاہدین کا کیا حشر ہوا۔ اور جیسے کہ پہلے لکھا گیا ہے۔ پریویسا کی ترکی فوجکو وہان سے نکلکر فلپ ہیڈیا کیطرف بڑہنے دینے کا کام سپرد ہوا تھا۔

یہ دستہ جسمین تقریباً تین ہزار آدمی تھے اپنی محافظ دیبی بیست ۲۱ اپریل کو دریا لوروس کے دہانہ پر جہازون سے خشکی پر اترا۔ اور اُترتے ہی اون موقعون پر قائم ہوگیا۔ جہان سے شمال کو جانے والی سڑکین زد مین تھین۔ مگر ترکون نے حملہ کرکے اون کو ہر ایک موقعہ پر کامل شکست دی اونکی قلت تعداد کی وجہ سے شروع ہی سے یہی نتیجہ مترتب ہونے کی توقع تھی۔ اونکی قسمت کا آخری فیصلہ بھی گیرددو کے معرکون کیطرح ۱۵ اپریل کو ہوا۔ بیچارون کی مسلسل لڑائی سے مصاف کنندگان مین سکت نہ رہگئی ساتھ ہی کارتوسون کا ذخیرہ بھی تقریباً ختم ہوگیا جسپر اونہون نے ۱۵ اپریل کی شام کو مراجعت کر جانیکا فیصلہ کر لیا۔ ان معرکون سے بھی کسی فریق کو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ کرنیل گولفی نوپولس نے دستہ مجاہدین کو موعودہ مدد نہ پہنچائی اور مجاہدین کی مہم کا خاتمہ کامل تباہی پر ہوا۔ اس غفلت کی کوئی وجہ بتائی نہین گئی۔

رات کیوقت خستہ ماندہ و فاقہ زدہ مجاہدین بحال پریشان ٹانگین گھسیٹتے جہازون پر سوار ہونیکے لیے ساحل کیطرف چلے جارہے تھے کہ یکبارگی یہ خبر مشہور ہوگئی کہ ترک تعاقب مین چلے آرہے ہین۔ اسکے ساتھ ہی ساحل کیطرف سے یہ ہیبت ناک خبر پہنچی کہ وہان کوئی کشتی موجود نہین۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہ گیا تھا کہ اوس شاخ سمندر مین سے جو یونانی علاقہ کو ترکی سرزمین سے جدا کرتی ہے پیدل گذرا جائے۔ اوس وقت تمام نظام و باترتیبی کا خاتمہ ہوگیا۔ سب کے سب خوف و ہراس سے بیحواس۔ بھوک سے بیتاب اور بارش سے تر ابور ہو رہے تھے۔ اکثر گرفتاری سے بچنے کیلیے بیتحاشا سمندر مین کود پڑے۔ عام شور و غوغا سے پریویسا کی ترکی فوج کے اون دستون کو جو شہر سے آگے کرکے متعین کئے گئے تھے۔ ادہر توجہ ہوئی اور اصل حقیقت معلوم ہوتے ہی اونہون نے بھگوڑون پر نے لفور گولیون کی تابڑ توڑ بارش شروع کر دی جس سے اکثر یونانی پانی مین ہی طعمہ اجل ہوگئے۔ بقیۃ السیف بحال تباہ و زبون بلا اسلحہ و سامان نیم مردہ حالت مین جہازون پر پہنچ گئے۔ جنہون نے اونکو آپا آیرس پہنچا دیا۔ دستہ مذکور مین سے تین سو سپاہی قتل و مجروح اور سو مفقود الخبر ہوئے۔ یعنی محاربہ آپا آیرس کے آخری تین دنون مین یونانیون کے پانچسو قتل۔ اور ایک ہزار زخمی و مفقود ہوئے۔ بعد ازان پھر کسی یونانی سپاہی نے ترکی سرزمین پر قدم نہ رکھا۔ ۱۹ اپریل کو صرف باضابطہ رہگئی۔ اور ۲۰ کو ترکیبین مین تمام اونکا انہدام ہوگیا۔

ـــــــــــــ

سلہ عید کی رات تھی اور مسلمان جوش سے لا الہ الا اللہ کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ ایک انگریز نامہ نگار کا بیان ہے کہ کئی یونانیون نے بھی جو فاقہ و سردی اور تکان سے نیم دیوانہ ہو رہے تھے ان نعرون سے متاثر ہو کر لا الہ الا اللہ کے نعرے لگانے شروع کر دیئے جنکین کا بھائی اس مہم مین سخت مجروح ہوا مگر وہ بخیریت جہاز پر پہنچ گئی۔

محاربہ ایلاسونا میں شروع ہی سے یونانیوں کی قسمت گردش میں رہی - اور کوئی منحوس ستارہ زیر جلوہ گر رہا جنکی شرارت اونکی شجاعت کو باوصف یونانی کوئی مثبتہ فایدہ نہ اوٹھا سکے - اور صرف یہہ کر سکے کہ غنیم کو اپنے علاقہ میں دخل نہ ہونے دیا غالباً اب تک کسی محاربہ میں جو محاربہ ایلاسونا ایسا بے ثمر اور بلا منفعت رہا ہو کبھی اسقدر نقصان کثیر نہیں ہوا - ایلاسونا میں یونانی کمانڈر کی کوشش اس امر پر منحصر رہیں کہ جہانتک ممکن ہو سکے زیادہ علاقہ پر تصرف کرکے اہم موقعوں پر قبضہ کر لیا جائے - اور اس غرض کے حصول کے لیے اوس نے اپنی افواج کو جدا جدا حصوں میں منقسم اور منتشر کر دینے کی غلطی ہو گئی - حالانکہ ترکوں کو جو تعداد میں پہلے ہی اونکی فوج سے زیادہ تھی سو دو مرے ڈویژنوں کی کمک پہونچگئی ہوئی تھی - کرنیل مانوس کا مدعا و مقصد یہہ تھا کہ ترکوں کی یونانی رعایا کی امداد سے پرویسا - نیکو پولس - فیلی پیکاڈیا - اور یانیا پر قبضہ کر لیا جائے - اونکی بھی یونانی گورنمنٹ کیطرح یہہ رائے تھی کہ تھیسلی کے مقابلہ پر ایلاسونا کو ضرور فتح کر لینا چاہیئے تاکہ انعقاد صلح کے وقت عوض معاوضہ کر لیا جا سکے - اور ترک فوج کا کوئی بھی بلنے کا مطالبہ نہ کر سکیں -

یہ امیدیں متذکرہ صدر غلطیوں اور فروگذاشتوں کیوجہ سے ہی نہیں - بلکہ اس وجہ سے بھی باطل ثابت ہوئیں کہ رعایا نے جو کسی جوکھم میں پڑنا نہیں چاہتی تھی اپنے ہم مذہبوں اور ہمقوموں کا ساتھ دینا پسند نہ کیا - اور اپنے حال میں مگن رہی -

معاہدہ جنگ کی تکمیل پر کرنیل مانوس کمانڈر بھی واپس بلا لیا گیا - اور کورٹ مارشل کے ذریعہ اونکی تحقیقات و تجویز ہو گئی - اونکی جگہ فاتح پریوینرا اور تسیلنو جنرل سموئنسکی کا بھائی کرنیل سموئنسکی ایلاسونا کی فوج کا کمانڈر بنایا گیا - یونانی کمانڈر سے اونکی گورنمنٹ نے جو سلوک کیا اوس کے عین برعکس ترکی سپہ سالار احمد حفظی پاشا کی کمال قدر افزائی کی گئی - جلالتمآب نے اوسے طبقہ عثمانیہ کی مرصع بالماس حمائل عطا کرکے پاشا موصوف اور اونکی زیر کمان فوج کو حسن خدمات کے صلہ میں شاہی سلام کہلا بھیجا -

محاربہ کے دونوں میدانوں کے حالات کے خاتمہ پر ترکی فوج کے کل نقصانات کی تعداد و صحیح کر دینا نامناسب نہ ہوگا - ترکی وزیر حرب نے اونکی تفصیل سرکاری طور پر حسب ذیل ظاہر کی :- تھیسلی میں نو سو شہید اور ۲۴ سو مجروح - اور ایلاسونا کے معرکوں میں ۱۰ شہید اور ۲۶ زخمی جملہ ۹۱۰ شہید اور ۲۴۶۶ زخمی ہوئے - شہداء میں دو پاشا - ۲۸ شاف افسر اور ۴۳ اعلیٰ افسر کل ۷۳ یعنی ۸ فیصدی افسر تھے جس سے بڑھکر ترکی افسروں کی ذاتی شجاعت و بسالت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے -

سر ایشمیڈ بارٹلٹ اپنی کتاب کی فصل پانزدہم میں محاربہ ایلاسونا کے حالات حسب ذیل تحریر کرتے ہیں :-

یہ محاربہ تھیسلی کی نسبت اون معرکوں کے حالات جو مغربی تھیٹر یعنے ایلاسونا میں ہوئے بہت کم وضاحت کے ساتھ معلوم ہوئے ہیں وہاں ترکی فوج کے ساتھ صرف ایک انگریز نامہ نگار تھا - اور یونانیوں کے ساتھ بھی کوئی زیادہ نامہ نگار نہ تھے برعکس ازین تھیسلی میں ترکی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ چھ سات اور یونانی فوج میں بیسیوں نامہ نگار تھے - اور بنا برین تھیسلی میں جسقدر واقعات گذرے - اونمیں سے ہر ایک کے متعلق کسی نہ کسی نامہ نگار کی تحریر ضرور موجود ہے - ایلاسونا میں آغاز محاربہ پر ترکوں کے دو ڈویژن تھے - ایک احمد حفظی پاشا کے زیر کمان یانیا میں اور دوسرا مصطفےٰ پاشا کے ماتحت پرویسا میں - یونانیوں کا ایک ڈویژن کرنیل مانوس کے زیر کمان آرٹا میں مقیم تھا جسکی جمعیت متعدد ملکوں سے اتنی بڑھ گئی کہ کرنیل مذکور ایلاسونا پر حملہ کرنے کیلیے ۱۵ ہزار فوج کی گنجایش نکال سکا -

پہلے حملہ مین یونانیون کو خاصی کامیابی ہوئی۔ کرنیل مانوس اٹھارہ میل تک ترکی علاقہ مین داخل ہوگیا جس سے یانینا مین بہت کچھ شورش پھیلگئی۔ بلکہ مسٹر ڈالن تو یہان تک لکھتا ہے کہ اوس کے پاس اِس امر کا کافی ثبوت موجود ہے کہ جو ترکی ڈویژن فلپ پیڈیا سے پسپا کیا گیا تھا۔ وہ سخت خوفزدہ و سراسیمہ حالت مین یانینا مین داخل ہوا۔ اور کہ اگر کرنیل مانوس بلا تاخیر تعاقب کئے چلا جاتا تو وہ بآسانی تمام یانینا اور کل صوبہ اپائرس پر قابض ہوجاتا۔ مگر میری رائے مین کل معاملہ صرف یہ ہے کہ یونانیون کو پہلے حملہ مین کامیابی ہوئی اور اونہون نے فلپ پیڈیا پر قبضہ کرلیا۔ مگر جب پیچھے سے ترکون کو زبردست کمک پہونچگئی تو پہلے اونہون نے درہ پنٹی پیگاڈیا مین یونانیون کی پیشقدمی کو روکدیا۔ اور پھر جارحانہ پہلو اختیار کرکے یونانیون کو بہ نقصانِ کثیر آرٹا کیطرف دھکیل دیا۔

صوبہ مذکور مین محاربہ کی صورت و رفتار حسب ذیل رہی ۱۹۔ اپریل کو یونانیون نے بہ جمعیت وافر دریا آراکتوس کو عبور کرکے اپائرس پر حملہ کیا۔ اور فریقین مین خونریز لڑائی ہوئی۔ اوسیدن ایک سابق ممبر پارلیمنٹ سکاٹ سٹوڈیوس نے ۱۵ میل بجانب شمال سرحد عبور کرکے مقام سیراکو پر جو یانینا سے ۱۲ میل بجانب جنوب مشرق ہے قبضہ کرلیا۔ ۲۰ کو بھی لڑائی ہوتی رہی جس مین یونانیون نے تین ترکی دیہات فتح کرلیے اور بمقام ملاحتارنا ترکون کی بالمقابل حملہ کو پسپا کرنیکا دعوے کیا۔ دوسرے دن کرنیل مانوس فلپ پیڈیا تک جو آرٹا سے بارہ میل ہے بڑھ گیا اور ترک قصبہ مذکور کو خالی کرگئے۔ پھر یونانی ٹیلیگرامون نے اطلاع دی کہ ۲۳۔ اپریل کو اونکی فوج نے سالاگورا کو بھی فتح کرلیا۔ اور کرنیل مانوس پنٹی پیگاڈیا کو بڑھا جارہا ہے۔ ۲۵ کو یونانیون نے دعویٰ کیا کہ اونکی فوج ۲۲ کو پنٹی پیگاڈیا مین داخل ہوگئی تھی۔ لیکن ساتھ ہی بیان کیا کہ ترک اسی شام قصبہ کو پھر فتح کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ اسی تاریخ کو ترکی ٹیلیگرامون نے خبر دی کہ اونکی فوج نے پنٹی پیگاڈیا کو پھر دشمن سے چھین لیا ہی۔

۲۳۔ اپریل کو بروز جمعہ یونانیون کو بمقام پنٹی پیگاڈیا جو ہزیمت پہونچی۔ اوسنے بعینہ اوسیطرح جسطرح کہ اوسیدن کے معرکہ ماتی ویلو نے شمالی تھسلی کو ترکون کے قابو مین کردیا تھا۔ اپائرس مین یونانیون کی پیشقدمی کے سیلاب کو ہمیشہ کیلیے روکدیا۔ یونانی اخبارات خوب رنگ آمیزیان کرکے لمبی چوڑی مبالغہ آمیز تاربرقیان شایع کر رہے تھے۔ مگر ادن کی باوصف کرنیل مانوس یانینا کیطرف اور آگے نہ بڑھ سکا۔ ۲۶ و ۲۷۔ اپریل کو پنٹی پیگاڈیا کے قریب سخت لڑائی ہوئی۔ جس کی نسبت خود کرنیل مانوس نے اطلاع دی کہ وہ غیر منفصل رہی اوسنے "اپنے عقب کی حفاظت کیلیے" کمک کی درخواست کی۔ اور دو ہزار سپاہ کرنیل بیرک تاریس کے زیر کمان آتھنز سے بھیجدی گئی۔ ۲۷۔ اپریل کی شام کو آرٹا سے یونانی کمانڈر نے حسب ذیل معنے دار ٹیلیگرام ارسال کیا "یکی بعد دیگرے پنٹی پیگاڈیا سکوروں یانینا اور زرومت کی طرف بڑھتے جاکر اپائرس پر حملہ کرنے کی ابتدائی تجویز کی تعمیل یوم گذشتہ کے واقعات کی وجہ سے عارضی طور پر ملتوی کردیگئی ہے"

اس تاریخ سے بعد اپائرس مین یونانیون کو کوئی فتح حاصل ہونے کی پھر کوئی خبر سننے مین نہ آئی ۲۹۔ اپریل کو کرنیل مانوس کا ہٹاف مع توپخانہ آرٹا کو واپس آگیا۔ اور متصلہ ترکی علاقہ کی عیسائی دہقانیون کا جم غفیر بھی شہر مین آمد آیا۔ مسٹر کلیمنٹس[۱] میرسن ٹی مکگرویا

[۱] یہ شخص انگریزی بیڑہ جہازات متعینہ کریٹ کا امیر البحر ہیرس کا برادرزادہ تھا۔ جو والنٹیر ہوکر یونانی فوج مین شریک ہوا [illegible]

دیش پیکار) مین ہی مفقود الخبر ہوا تھا یونانیون نے اپنی ایک پلٹن کی شجاعت و بسالت کی تعریفون کی جسنے ایک زخمی میجر اور ایک کپتان کی لاش کو غنیم کے تصرف مین نجانے دیا تھا طومار باندہ دیئے۔ واپسی مین اور بالخصوص پلاکہ کے پل سے گذرتے وقت یونانیون کی عقبی دستہ کو سخت نقصان پہونچا۔

۵ مئی کو حفظی پاشانے اطلاع دی کہ ترکی افواج آرٹا کے بالمقابل قیل بردنی کی چوٹی پر قابض ہوگئی ہین ایتھنز سے مراجعت کے متعلق سرکاری طور پر جو ٹیلیگرام بھیجے گئے تھے۔ اونمین کرنیل مانوس کو این وجہ معذور بتایا گیا کہ وہ کئی دنون سے کمک کیلئے تار دے رہا تھا مگر ایتھنز مین اوس وقت ایسی پریشانی مستولی اور پولیٹکل فریقون مین اسقدر باہمی چپقلش ہو رہی تھی کہ اس بحران سیاسیہ کی وجہ سے جسمین گورنمنٹ مبتلا ہو رہی تھی ان تارون کیطرف کچھ توجہ نہ کیگئی۔ اور کمانڈر مذکور کو بالآخر مجبورًا واپس ہٹ آنا پڑا۔

۴ مئی کے یونانی اخبارات نے شایع کیا کہ ۵۰ اسو مجاہدین کا دستہ ایک نوجوان و بیحد حسین عورت کے زیر کمان اپائرس کو روانہ ہوا ہے اس دستہ کے متعلق پھر کوئی خبر نہ سنی گئی۔ ۴ مئی کو کرنیل مانوس اپائرس سے واپس بلا لیا گیا۔ اور اوسکی جگہ کرنیل واسوس جس کی تمام عالم مین کریٹ کی بدولت شہرت بدپھیل گئی ہوئی ہے مقرر کیا گیا۔

یونانیون نے ۱۱ مئی کو ۲۰ ہزار فوج کی جمعیت سے جو تین جماعتون مین منقسم کیگئی تھی اپائرس پر حملہ کرنیکی دوسری کوشش کی دو برگیڈ کرنیل ہیرکتاریس کے زیر کمان فلپ پیڈیا اور لوروس کیطرف بڑہے۔ اور تیسرے برگیڈ نے کرنیل بوٹساریس کے زیر کمان خشکی کیطرف نیکو پولس پر جو پریویسا کے عقب مین ہے حملہ کیا۔ اور سمندر سے یونانی اگنبوٹون نے اوسپر گولہ باری کی۔ انمین سے دو برگیڈون نے ترکی فوج پر جو عثمان پاشا کے زیر کمان گربووسے ٹر یونیا تک ایک مضبوط پوزیشن مین مقیم تھی حملہ کیا۔ اور ۱۴ اور ۱۵ مئی کو گربوو مین جو آرٹا سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ ایک برگیڈ نے شمال کیطرف جاکر فلپ پیڈیا کی سڑک پر اور دوسرے نے مغرب رویہ جاکر دریا لوروس کے پل پر قابض ہونیکی کوشش کی ان حملون کا مدعا یہ تہا کہ پریویسا کو کمک اور رسد پہنچنے کا راستہ بند کردین اخبار ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے جو یونانیون کے ساتھ تہا ۱۴ مئی کو اونکی پیشقدمی کے متعلق حسب ذیل تحریر کیا:۔

"یہان کی فوجی حکام نے پھر دوبارہ جارحانہ پہلو اختیار کرنیکا عزم کرکے منگل کی شام کو بتاریخ ۱۱ مئی اوزینون کی ایک پلٹن چھ توپون (طوپ نارو) کی ایک باتری بمعیت آرٹا پل سے پار بھیجدی۔ اور بدہ کی سہ پہر کو کرنیل ہیرکتاریس نے آٹھ ہزار آدمیون کا ایک برگیڈ (نہم و دہم رجمنٹ) جندارمہ کا ایک دستہ تین رسالے اور دو باتریان ساتھ لیجاکر عمارتی کی پہاڑیون کے قلعہ پر تصرف کرلیا اور پھر اوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴) - اور زخمی ہوکر ترکون کے ہاتھ اسیر ہوگیا۔ کچھ عرصہ تک اوسکی کسیکو خبر نہ ملی۔ آخر اوسکا بہائی تلاش کیلئے خود اپائرس گیا۔ اور وہان سے اخبار ٹائمز کو جس کا نامہ نگار ایتھنز سے یونانیون کی ہمدردی مین اکثر ترکی فوج متعینہ اپائرس پر نہ فقط عیسائی بلکہ مسلمان رعایا پر بھی طرح طرح کے ظلم و ستم کرنیکا الزام لگا رہا تہا شروع جولائی ۱۸۹۷ء مین ترکی فوج کی خوش اخلاقی اور رحمدلی کے متعلق حسب ذیل تحریر کیا ہے "مین ۴ ہزار ترکی فوجمین تین چار ہفتہ پہر تا رہا مگر مینے ایک ناشایستہ حرکت نہ دیکھی اور نہ مجھے کبھی ایک لفظ بھی بد اخلاقی کا سننا پڑا" اسلئے ناظرین کو یہ بتلانے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ جو مورخ تاریخ بازطلبی و رجانشین کا نام اور بتاتا ہے یونانی گورنمنٹ نے ۴ مئی کو کرنیل واسوس کو کریٹ سے واپس آجانیکا حکم دیا تہا غالبًا اس حکم کی تاریخ سے سلسلہ ایڈیٹر کو کرنیل مانوس کی واپسی کی تاریخ مین مغالطہ ہوگیا ہے *

جنگلا ر میدان مین جو ترکی چوکیون کے بالمقابل تھا مورچہ بندیان تیار کرین۔ اوسیوقت ایک اور بریگیڈ جس مین نہم رجمنٹ آوزیزیون
کی تیسری بٹلین اور دو باتریان ہین۔ کرنیل گوتیعی نوپولس کے زیر کمان متذکرہ صدر میدان کی دوسری جانب کو بڑھ کر تو روس کر اوس
پل کیطرف بڑھا جسپر سے فلپ پیدیا کو راستہ جاتا ہی۔ یہ مقام پانیا پریویسا کی شاہ راہ پر واقع ہے۔ وہان ترک بجمعیت کثیر موجود تھے۔ ایک اور
بریگیڈ موسوم دوم بریگیڈ کرنیل ڈوکساس کی ماتحت پلاکہ کیطرف بھیجا گیا کہ بمقام پاماتا وارگ نتتا دریائے آرٹا کو عبور کرکے پلاکہ کی ترکی فوج
سے مصروف پیکار ہو۔ دوسری طرف بوٹ ساریس کے دو ہزار آدمی پریویسا کو بے تعلق کرنے اور وہان کی فوج کو باہر نہ نکلنے دینے کے کام پر
مامور کئے گئے۔ ترک میدان مین بمقام فلپ پیڈیا۔ سٹیر تونیا و خانوپوتوس اور درہ بنٹی پیلاکا ڈیا کے دہانہ پر اور ان دیہات کے بالمقابل میدان
کی دو طرفہ بلندیون اور نشیبون و بلند پہاڑیون پر جو میدان کی اسطرف ہین۔ اونہین سے ایک بارہ سو فیٹ بلند ہے اور اس
ایک بغلی پہاڑی پر جو تین سو فیٹ بلند ہے مضبوط مورچہ بند موقعون پر قابض تھے۔ اونکی توپین بھی اون کے پاس بافراط موجود تھین
اونہون نے دو کوہی باتریان بعید ترین پہاڑی سے لیکر سمینہ کیطرف کی بغلی پہاڑی تک جابجا تقسیم کر رکھی تھین۔ اور دس شاطی میلیمیٹر قطر کی
توپون کی ایک باتری سٹیر یونیا مین تھی۔ مین یہ اندازہ نہین کر سکا کہ ان موقعون پر کسقدر ترکی فوج پیدل مقیم تھی۔ مگر اونکی آتشباری کی تعداد
و شدت سے صاف واضح ہو رہا تھا کہ انکی جمعیت ضرور معقول ہے۔"

اخبار سٹینڈرڈ کے نامہ نگار نے یونانیون کی ناکامی کے حالات بتاریخ ۱۴ مئی حسب ذیل تحریر کئے۔ "اپارس کی تازہ ترین مصاف
کی مندرجہ ذیل حالات بھی سرکاری مضمون سے معلوم ہوئے ہین۔ اس سے ناظرین کو یہی بخوبی معلوم نہین ہو جائیگا کہ یونانی محاربہ کا انصرام
کس طرح کرتے رہے ہین۔ بلکہ اونہین وہ گڑبڑ اور پریشانی بھی جو یونانی فوج مین مستولی ہو رہی ہے اپیرس کی کارروائیون کی رپورٹون مین
پائی جاتی ہے معلوم ہو جائیگی۔ بتاریخ ۱۳ مئی کرنیل گوتیعی نوپولوس کو چار ہزار سپاہ دیکر دریا تو روس کے پل کو فتح اور پریویسا کے ساتھ ترکون
کا سلسلہ آمد و رفت منقطع کرنیکا حکم دیا گیا۔ کرنیل بیرکتاریس کو جس کے پاس یونانی فوج جندارمہ و ریولیس کے چیدہ ترین ڈھائی ہزار
آدمی تھے متذکرہ صدر مہم مین مدد دینے اور اوس کے میسرہ کی حفاظت کرنیکا حکم ملا۔ کرنیل بوٹ ساریس کو جو دو ہزار اپائری مجاہدین کے
دستہ کا کمانڈر تھا بیڑہ جہازات کی توپون کی پناہ مین بمقام نیکوپولس خشکی پر اوترنے اور اودہر کے ترکون کی توجہ کو اپنی طرف منعطف رکھنے کا
حکم دیا گیا۔ کرنیل بوٹ ساریس نے اپنے کار مفوضہ کی درست تعمیل کرکے نیکوپولس کی متصلہ پہاڑیون پر قبضہ کر لیا۔ مگر کرنیل بیرکتاریس نے
ہدایات کی پیروی کرنے کی بجائے باین خیال کہ مین بآسانی گربوو کو فتح کر سکون گا۔ اوسپر حملہ کر دیا۔ گربوو نہایت مضبوط مقام ہے۔ وہ ایک
پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے۔ اور صرف ایک نہایت ہی دشوار گذار اور عمودی درہ کے رستہ وہان تک پہنچا جا سکتا ہے۔ وہان دو ہزار ترک موجود
تھے۔ اور اونہون نے درہ کو دمدمہ بندیون سے خوب مضبوط کیا ہوا تھا۔ مگر ان تمام مشکلات کے باوجود کرنیل بیرکتاریس نے ترکی دمدمہ بندیون کی پہلی
قطار کو دست بدست لڑائی کرکے فتح کر لیا۔ اوس وقت رات پڑ گئی۔ اور باقی لڑائی دوسرے دن پر ملتوی ہو گئی۔ دوسرے دن علی الصباح ترکون
نے پھر حملہ کر دیا۔ اور رات کے آٹھ بجے تک لڑائی ہوتی رہی۔ ترک درہ کے دہانہ سے پیچھے ہٹا دئیے گئے۔ مگر یونانیون کو بہت نقصان اوٹھانا پڑا
کیونکہ بارش کی وجہ سے جو سارا دن ہوتی رہی عمودی سطح ایسی پھسلنی ہو گئی تھی کہ پھر چڑھنا قریبًا ناممکن ہو گیا تھا۔ اسمین بیرکتاریس کو

اپنے حملہ مین ناکامی ہوئی۔ کیونکہ گونتی نوپولس توروس کی پلٹنیم کے ساتھ مشغول پیکار رہا۔ اور بیرکتاریس کی مدد کو نہ اسکا۔ کیونکہ اگرچہ گونتی نوپولس پر مدد پہنچانا فرض نہ تھا۔ بلکہ بیرکتاریس کو اسے مدد پہنچانیکا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن اگر وہ خود مصروف نہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے رفیق کی مدد پر پہنچ جاتا پھر بھی اوسنے پل کو فتح کرنیکے بعد کچھ کمک بھیجدی لیکن اوس سے کیا ہو سکتا تھا۔ ان متفقہ حملون کا مدعا یہ تھا کہ پریویسا کو دوسرے علاقہ سے بالکل بے تعلق کر دیا جائے۔ اور نیز جیسے بھی بیان کیا گیا تھا۔ کہ ترک جو ظلم وستم کر رہے ہین اونکو بند کرایا جائے۔ تاریخ مذکور کی لڑائی کے خاتمہ کے وقت تک ان مقاصد مین سے کوئی ایک بھی حاصل نہ ہو سکا تھا۔ اور جب ۵ ارمئی کو بیرکتاریس گبرووہ پر پھر حملہ کا سلسلہ شروع کرنے ہی لگا تھا کہ یونانی گورنمنٹ کی تاکیدی احکام پہونچگئے۔ جن کی تعمیل مین اوسے اور گونتی نوپولس کو پھر اونہی موقعون کو ہٹ آنا پڑا۔ جنپر وہ ۱۳ مئی سے پہلے قابض تھے۔ یونانی گورنمنٹ نے یہ احکام دول یوروپ کی سرزنش پر صادر کیئے تھے۔ طاقتون نے اوسے ڈانٹ بتائی۔ کہ ایکطرف تم التواے جنگ کی التجا کی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف خود پیشدستی کرتی ہو بوٹسارس بھی پنکو پولس کی پہاڑیون کو چھوڑ آیا۔ اور فوجکو جہازون پر سوار کرکے سالاگورا جا اتارا۔ اور درحقیقت اوسیوقت سے جب کہ یونانیون نے جارحانہ افعال سے محترز رہنے کا وعدہ کیا التوائی جنگ شروع ہو گیا۔

ان دونون اور بالخصوص اوس حملہ کو جو گبرووہ پر کیا گیا تھا ترکون نے غنیم کو نقصان عظیم پہنچا کر پسپا کیا۔ یونانیون کی ایک پلٹن تقریبا بالکل تلف ہو گئی ترک اس دفعہ نہایت مضبوط و مستحکم موقعون پر مورچہ بند تھے۔ اور برعکس ازین یونانی نشیب اور کھلے میدان مین یعنی یہان فریقین کیحالت معمول کے برعکس تھی۔ یونانیون کے بیان کے مطابق اون کے سات سو سے کچھ زیادہ آدمی ضایع ہوئے۔ مگر غالبًا درست تعداد اس سے دوگنی ہے۔ عثمان پاشا نے ۱۶ مئی کو اطلاع دی کہ یونانی کامل شکست کھا کر آرٹا کو ہٹ گئے ہین۔ عثمان نے ترکی فوج کے نقصان کا اندازہ نوسو اور یونانیون کے نقصان کا دو ہزار آدمی کیا۔ اس ہزیمت کے بعد یونانی سپاہ[1] آرٹا کو ہٹ گئی۔ اور پھر بعد ازان اوسنے کوئی کارروائی نہ کی۔ کرنیل بوٹسارس کے بریگیڈ کو اوس خلیج کے پایاب پانی سے گذر کر جو پریویسا کے شمال مین ہے پیچھے ہٹنا پڑا۔ ان غریبون کو سخت نقصان اور تکلیف اوٹھانی پڑی۔ ۱۸ مئی کو ڈیلی نیوز کے نامہ نگار نے پتراس سے جو ٹیلیگرام بھیجا۔ مندرجہ ذیل عبارت بوٹسارس کے دستہ کے متعلق اوس سے اقتباس کیجاتی ہے۔

"بوٹسارس کے دستہ کا حصہ کثیر نرغہ اعدا مین ملگیا۔ اور مجھے خبر معلوم کرنیکے لیے اور آگے نہ جانا پڑا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ہماری طرح دیسے بیرکتاریس کے بریگیڈ کیطرح اس دستہ کو بھی تین دن سخت لڑائی کرنی پڑی۔ لڑائی سریع پسپائی پر ختم ہوئی۔ جو پسپائی آخر بھاگڑ کی شکل مین متبدل ہو گئی۔ اور ہمین بیشمار جانین ضایع ہوئین۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ یہ تین ہزار[2] آدمیون کا دستہ تاریخ ۱۰ مئی بدھ کے دن توروس کی دہانہ پر جا اتار گیا تھا۔ شروع ہی سے اس مہم کو بے ترتیبی اور بدانتظامی کا آماجگاہ بننا پڑا۔ جہازون سے خشکی تک پہنچنے کیلیئے نہ ہونیکے برابر کشتیان تھین چنانچہ فوج کا حصہ کثیر مجبورًا تیر کر یا چلکر کنارہ تک پہنچا۔ تاہم رات کے وقت اور بدھ کی علی الصبح کل دستہ بخیریت و بلامزاحمت خشکی پر پہنچگیا۔ اور پھر اوسنے اون تمام سرکون کو مناسب موقعون پر جو پریویسا سے فلیپ پیڈیا کو جاتی ہین قبضہ کر لیا۔ ان موقعون پر جیسی کہ توقع تھی جمعرات کی سہ پہر کو

[1] اس پسپائی کے وقت یونانی اپنی میدانی توپین تین ہزار رائفلین اور توپی سامان جنگ کے تین سو صندوق پیچھے چھوڑ گئے۔ [2] بقول ایک انگریز نامہ نگار ہمین بارہ ہزار مجاہدین تھے ان مین سے بارہ اسی دستہ مین تھے۔ دیکھو سول ملٹری گزٹ مورخہ ۱۶ جون ۱۸۹۷ء

اور جمعہ اور شنبہ کو سارا سارا دن مشغول پیکار رہنا پڑا۔ دو ہزار ترکی فوج نے پریویسا سے نکل کر شدید توپ و رایفلی آتشباری کی بعد یونانی سنگین پوزیشن پے در پے حملے کیے۔ مگر ہر دفعہ نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کر دیجاتی رہی۔ یونانی اپنے موقعون پر تا بعض قایم رہے۔ لیکن چونکہ اونہین دمدمہ بنانے تیار کر لینے کی فرصت نہ ملی تھی۔ اونکا نقصان بھی بہت ہوا۔ گو ترکون کے نقصان کے مقابلہ پر تھوڑا تھا۔ شنبہ کی شام تک دونون فوجین بالکل تھک گئین۔ مزید برآن یونانیون کو بھوک اور پیاس سے بھی سخت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ لیکن غالباً ان دونون باتون کی ترکون کو بھی ساتھ ہی شکایت تھی۔ یونانیون کا بیان ہی کہ البانوی سپاہی ایسی شجاعت و شہامت کے ساتھ لڑے کہ دیکھکر عقل دنگ ہو جاتی تھی۔ جان کی تو ان لوگون کو مطلقاً پروا نہ تھی۔ بہرحال فریقین کی پوزیشن مین اوس وقت تک کوئی فرق نہ پڑا۔ یونانی بدستور ابھی تک اپنی اصلی موقعون پر قایم تھے۔ کہ بہت رات گئی عمارتی کیطرح یہان بھی یونانی علاقہ کو ہٹ جانیکا حکم پہنچگیا۔ اوس وقت ایک کمانڈر سے جس کا نام مجھ معلوم نہین ہوا سخت غلطی ہوگئی۔ اوس نے کوفتہ و ماندہ۔ گرسنہ و تشنہ اور بارش سے تر بتر سپاہ کو فہمایش کی کہ اگر مراجعت بسرعت نہ کیگئی تو ترک راستہ بند کر دین گے۔ یہ سن کر لوگون مین بیجا ہی بھیجا نا لازمی امر تھا۔ تاہم وہ معقول باترتیبی کے ساتھ ساحل کو واپس ہٹے۔ صرف تقریباً دو سو آدمی پیچھے رہے۔ اون کو اوس وقت اطلاع نہین پہنچائی جا سکتی تھی۔ ترکون نے غالباً اون کو قتل کر دیا ہوگا۔ یا اسیر کر لیا ہوگا۔ کنارہ پر پہنچکر تشویش و پریشانی انتہائی درجہ تک پہنچگئی۔ اس کی وجہ ترکون کا تعاقب نہ تھا۔ وہ تو خاموش بیٹھے تھے۔ بلکہ یہ کہ جہازون تک پہنچنے کیلیے کشتیان بالکل ندارد تھین۔ یہہ کیفیت دیکھکر یونانی جانون سے بالکل مایوس ہوگئے۔ اور بالآخر وہ سمندر کی اوس شاخ مین جو یونانی قلمرو اور ان مین حایل تھی۔ کود پڑے۔ اس کو طے کرنے مین اڑہائی گھنٹے صرف ہوئے۔ پانی سینہ تک تھا۔ پو پھٹنے پر جب ترکون نے یہہ رنگ دیکھا تو پانی مین سے گذرنے والون پر پے در پے گولے برسانے شروع کر دیے۔ جن سے اون بیچارون کی حالت اور بھی نازک اور سخت مشکل ہوگئی۔ اور زخمی ہو کر گرنے سے یا پھسلکر عمیق پانی مین جا پڑنے سے اکثر آدمی غرق ہوگئے۔ باقیماندہ جب آخر کار کنارہ سلامتی پر پہنچگئے۔ تو اوس وقت اون کی حالت واقعی قابل رحم اور درد انگیز تھی۔ اون کو اپنے زخمی مجبوراً پیچھے چھوڑنے پڑے تھے۔ کثر کے اسلحہ گم ہوگئے تھے۔ اور سب کے سب لی سکت۔ پژمردہ خاطر اور بکمال افسردہ و مایوس ہو رہے تھے۔ کرنیل بوٹ ناریس کے آدمیون کا بیان ہے کہ تین دن کی لڑائی اور بھاگڑ مین اونکے ایک سو بیس قتل دو سو سے زیادہ زخمی جن مین سے چند مجبوراً پیچھے چھوڑ دیے گئے۔ اور دو سو مفقود الخبر ہوئے۔ یعنی عمارتی کے معرکون کے نقصانات کی بہ نسبت آخری .... تین دنون کی لڑائی مین یونانی فوج متعینہ ایپائرس کے تقریباً پانسو قتل اور ایک ہزار مجروح و مفقود الخبر ہوئے جن مین سے اکثر کو مردہ ہی تصور کرنا چاہیے۔ یہ نقصان فی الواقع بہت بڑا ہے مگر اس سے فایدہ کیا ہوا؟ ہیچ! ہاں یہ ثابت کر دیا گیا کہ دیکھو یونانی سپاہی مرنا کیا عمدہ جانتا ہے۔

اس احمقانہ حملہ سے یونانیون کو اور بھی بہت نقصان پہنچا۔ ترکون نے محض اسی سے مشتعل ہو کر ڈوموکوس پر حملہ کیا تھا۔ اس مین کوئی شک نہین کہ ۵ امئی کی رات تک ترکون نے یونانیون کو جنہین ابتدا مین خفیف سی نصرت و کامیابی ہوئی۔ کامل طور پر زک پہنچادی تھی۔ اور اون مین مقابلہ کی کوئی سکت باقی نہ رہنے دی تھی۔ محاربۂ ایپائرس مین از اول تا آخر یونانیون کے تین چار ہزار آدمی ضایع ہوئے مقتولین ایک تہائی اور مجروحین دو تہائی۔ ترکون کا اس سے آدھا نقصان ہوا۔ اونکے ۱۵ سو شہید و مجروح ہوئے۔ ایپائرس کی ترکی فوج

کی کمان بکطرح سے مطلق العنان رہی! یا پرسی ڈویژن کہین ۱۸ اپریل کو جاکر براہ راست ادہم پاشا کے زیر کمان کیے گئے تھے +

فصل (۱۵) پانزدہم

بحری معرکے

یونانی بیڑہ نے بقول جرمن افسر خشکی کی فوجی کارروائیون مین کوئی مدد نہ دی۔ یا دی تو بہت ہی خفیف۔ اوسکی ہمت و کوشش صرف متفرق و جزوی مہمون تک محدود رہی۔ اور ان مہمون کو بھی ایسی بُری طرح سے انصرام دیا گیا کہ ملاحی و جہازرانی مین یونانیون کو جو شہرت حاصل تھی۔ اوسے بٹہ لگنے کے سوا اور کوئی نتیجہ اون سے برآمد نہ ہوا۔ آغاز مخاصمت کے وقت بیڑہ مذکور کو کامل آزادی حاصل تہی۔ اوس کے لیے سارا میدان کھلا پڑا تھا۔ اور ہر ایک کو بڑی توقع تھی کہ وہ خوب جوہر دکھائیگا۔ مگر بری فوج کی طرح اس کے متعلق بھی وہی نامناسب و بیمحل تقسیم در تقسیم کی غلطی کیگئی۔

مغربی بیڑہ نے جس مین پہلے صرف اگنبوٹ شامل تھے تفصیلی مین مخاصمت شروع ہونیسے تھوڑی ہی دیر بعد پریویسا پر گولہ باری کر کے بحری محاربہ کا افتتاح کیا۔ پہلے کروزر میالیس اور اگن بوٹ بائیلی اس جا جیس اور پھر آہن پوش سٹ سائی مشرقی بیڑہ سے جدا کر کے مغربی بیڑہ مین شامل کر دیے گئے۔ ان جہازون نے کھلے سمندر سے اور اگنبوٹون نے خلیج سے پریویسا پر گولہ باری کی جس سے قصبہ مذکور اور اوس کے قلعون کو خفیف سا نقصان پہنچا۔ ۱۸ اپریل کو سات سو دیہون کی ایک جماعت خشکی کیطرف سے بھی پریویسا کا محاصرہ کر کے اوسے فتح کرنیکے لیے خلیج کے شمالی ساحل پر بمقام وانتزا اُتاری گئی۔ سمندر اور خشکی دونون طرف سے ایک ساتھ حملہ کرنے کی صرف یہی ایک کوشش کل محاربہ مین کیگئی۔ ورنہ بولا چند جہاز ساحل اپائرس کے ساحل کے برابر برابر شمال کو بھیجدیے گئے۔ امرا و نہون نے ۲۱-۲۲! ور ۲۳ اپریل کو حاجی سرندا۔ مرتو۔ اور نرگہ کے بلا فصیل کھلے شہرون پر گولہ باری کی۔ حاجی سرندا جزیرہ کارفو کے شمالی ساحل کے بالمقابل واقع ہے۔ یہان چند سپاہی خشکی پر بھی اُتاری گئے جنہون نے چند عمارتون کو آگ لگادی۔ مگر جلد ہی واپس ہٹ جانے پر مجبور کیے گئے۔

مشرقی بیڑہ جس کے ساتھ چند مسلح تجارتی جہاز بھی تھے۔ اور ان جہازون پر بری فوج سوار تھی کہین ۱۹ اپریل کو جاکر یعنی مخاصمت کے باضابطہ شروع ہو جانیسے چھ دن بعد بندر ودلو سے روانہ ہوا۔ اور پھر پلاٹاموناً لفٹوکاریا اور کاٹرینا کے کھلے شہرون پر جہان ترکی فوج کے میگزین اور گودام جمع تھے گولہ باری کی۔ فوج صرف لفٹوکاریا مین اُتاری گئی جسے ترکون نے دو طرفہ آتشباری کا نشانہ بناکے لوٹ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس سے پہلے ۲۰ اپریل کو ایک جماعت نے خلیج لنغتار کے ساحل پر اُتر کر وادی آغاج سالونیکا ریلوے لائین کو توڑنے کی کوشش کی۔ مگر یہ اب تک ثابت نہین ہو سکا کہ اس ناکام کوشش مین یونانی بیڑہ کا بھی کچھ دخل تھا۔

ترکون کو بڑا اندیشہ تھا کہ یونانی بیڑہ سالونیکا پر ضرور حملہ کریگا۔ اونکو زیادہ تر اس حملہ کا اس لیے خوف تھا کہ وہان اسکی مقابلہ کیلیے

ترکون کے پاس ایک ساحری کے سوا جو ۱۹۰۸ء مین ساحل پر نصب کیگئی تھی۔ اور کوئی سامان موجود نہ تہا۔ مگر یہہ خوف باطل ثابت ہوا یونانی بتاریخ ۲۴ اپریل صرف قلعہ قرابورن پر جو خلیج کے دہانہ پر واقع ہے۔ چند گولے جلد جلد برسانے پر قناعت کرکے پیچھے ہٹ گئے صرف ایک دفعہ ایک یونانی تارپیڈو کشتی نے گردآوری کرتے ہوئے سالونیکا تک بڑہے جانے کی جو ترکی اساس حرکات کا کمزور ترین مقام تھا جرأت کی مگر یونانی بیڑہ کبھی اوس کے سامنے نمودار نہ ہوا۔ وہ صرف ایک دفعہ اس کسندراسے پرے ۲۴ اپریل کو گذرتا ہوا دیکھا گیا۔ یونانیون نے اپنے بیڑہ سے صرف یہ فایدہ اوٹھایا کہ انہی کو انہی تہوسلی کی فوج نیا منرلسے ٹاٹلیس پہنچا دی۔ یا اوس فوج اور مجاہدین کے دستہ کی بقیہ السیف کو جو اپایرس مین اتارے گئے تھے۔ مگر دریا اور روس پر شکست کھاکر ساحل کو ہٹا دئیے گئے تھے۔ جہازون پر سوار کرلینے سے کامل تباہی و ہلاکت سے بچا دیا۔

اس وقت سے بعد پھر مشرقی بیڑہ کی کسی کارروائی کی خبر سننے مین نہ آئی۔ حالانکہ تارپیڈو کشتیون کا بیڑہ جو نمبر ا الکام یکر پرنس جارج کے زیر کمان سکیا تھوس سے روانہ ہوا تہا۔ اسی بیڑہ مین شامل تہا اور حالانکہ یہہ بیڑہ دوسرے سے زبردست تہا۔ اوس نے آخر الذکر کے برابر بھی کام نہ دیا۔ الغرض یونانیون نے اپنی بحری فوقیت سے ذرہ بھر فایدہ نہ اوٹھایا۔ اگر یونانیون مین شجاعت بھی اسیقدر ہوتی جسقدر کہ دیکھی گئی تہی۔ تو غالباً اونکو متعدد فتوحات حاصل ہوجاتین بیڑہ کو فضول دو حصون مین تقسیم کردینے کے بعد بھی مشرقی بیڑہ دو موقعون پر فوجین اتارنے کیلیئے کافی طاقت و استطاعت رکھتا تھا یہہ موقعے دیدی آغاچ اور رجالملی تھے۔ آخر الذکر خلیج بولایر پر واقعہ ہے۔ حالات موجودالوقت درا ونکا محل وقوع دونون باتین یونانیون کو وہان بیڑہ بھیجنے کی زبانِ حال سے دعوت کررہی تھین۔ اول الذکر ساحل پر واقع اور دو ریلوے لائینون کا محل اتصال ہے۔ اگر یونانی وہان اترکر ان لائینون کو اکھاڑ دیتے تو سالونیکا اور قسطنطنیہ کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ جو اس وقت نہایت ضروری اور اہم ہو رہا تھا لوصہ مدید کیلیئے بند ہوجاتا۔ وہان فوجی سٹور اور گودام بھی بافراط جمع تھے۔ اور اون کو بھی برباد کردینا امکان مین داخل تھا۔ جاملی مین بھی اوترنے سے اس لائین کو جو ساحل کے قریب گذرتی ہے بہت نقصان پہنچایا جاسکتا تھا۔ اور دیدی آغاچ کے بعد یہ مناسب ترین موقعہ ایسی کوشش کیلیئے تھا۔ دونون مین سے کہین بھی خشکی یا سمندر پر یونانیون کی خفیف سی مزاحمت بھی نہ ہوتی۔

مغربی بیڑہ کو بھی دو مقصد مدنظر رکھنے واجب تھے۔ ایک یہہ کہ اوس فوج کی مدد سے جو خشکی پر اتاری گئی تھی پریویسا کو فتح کیا جاتا اور دوم یہہ کہ کارفو کے بالمقابل بمقام سانتی کوارنٹا اپایرس کے ساحل پر فوجین اتاری جاتین۔ اگر یونانی آخر الذکر مقام پر بجمعیت کثیر قابض ہوکر یانیا کو معرض خطر مین ڈالدیتے تو ایک تو اس سے کرنیل سپونٹوس کو اپنی پیشقدمی مین بالواسطہ طور پر بہت مدد ملتی اور دوسرے ایپی عیسائی رعایا کو جو بغاوت پر آمادہ تھی کھل کھیلنے کا موقعہ ملجاتا۔

۵ دسمبر کو بحری مخاصمات کے متعلق بھی حسب ذیل شرائط پر التوائے جنگ کا معاہدہ ہوگیا (۱) یونانی جہازات عثمانیہ سمندرون کی حدود سے جو بروئے قانون ملل متعین مین نکلجاتین (۲) جو جہاز ترکی علم یا بیلیرون دول کا علم رکھتے ہون۔ اور ترکی بنادر سے ادہر اودہر جارہے ہون یا بروئے معاہدہ متعین شدہ حد فاصل کے اندر رہون اونکی تلاشی نہ لیجائے (۳) ان بنادر سے ترکی فوج کو کمک یا سامان جنگ بھیجنے کا کام نہ لیا جائے (۴) ترکی بیڑہ ڈارڈنیلز سے باہر نہ نکلے (۵) مجمع الجزایر کے کسی جزیرہ کی فوج کو کمک نہ بھیجی جائے۔

اسی تاریخ یا اس سے پہلے کیونکہ اس معاملہ کے متعلق ابھی تک یقین کے ساتھ کچھ نہین کہا جا سکتا۔ یونانی گورنمنٹ نے دول کے سفرا کو اطلاع دی کہ ٹرکی نے اوس سے بحری محاصرہ اوٹھا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ ایک کے سوا سب سفرا نے اوسے مطالبہ مذکور کو مان لینے کی صلاح دی۔ آسٹرین سفیر کو ابھی تک اسکے متعلق اپنی گورنمنٹ سے ہدایات موصول نہ ہوئی تھین مگر اسمین کوئی شک نہین تہا کہ وہ دیگر دول کی منشا سے متغایر نہ ہوگی۔ بعد مین اتینھز سے خبر آئی کہ یونانی وکلا نے جو صلح کی گفتگو کر رہے تھے۔ محاصرہ کو اوٹھا دینے کی شرائط قبول کر لی ہین۔ اور خلیج آرٹا مین جہاز رانی کی عام اجازت و آزادی ہونے کی شرط اوپر مستزاد کر دی ہے۔

مسٹر ایشمیڈ بارٹلٹ بحری کارروائی کے متعلق حسب ذیل تحریر کرتے ہین: یونانی بیڑہ نے محاربہ مین کوئی بڑا کام نہ کیا۔ ترکی بیڑہ موجودہ سمندر سے بہمہ نہج افضل اور طاقتور تہا۔ اور اوس سے بڑی بڑی باتون کی امید تھی۔ ہر ایک کو پختہ یقین تہا کہ وہ بحیرہ مجمع الجزائر[1] کے ترکی جزائر مین سے چند ایک کو جو واقعی قابل تسخیر تھے ضرور فتح کریگا۔ اور نیز سالونیکا پر گولہ باری کر کے ترکون کے سلسلہ آمد و رفت کو بالکل درہم برہم کر دیگا۔ مگر پریویسا۔ پلاٹامونا اور کاٹرینا پر گولہ باری کرنے اور ہمکو گرفتار کر لینے کے سوا یونانی بیڑہ نے اور کچھہ کام نہ کیا۔ ۱۹ اپریل کو ایک یونانی سکویڈرن نے پریویسا پر گولہ باری شروع کر کے دوسرے دن بھی اوسے جاری رکھا۔ یونانیون کا بیان ہے کہ اونہون نے دو کے سوا باقی کل ترکی قلعون کو خاموش کرا دیا۔ اور شہر کو بھی بہت کچھہ برباد کیا۔ برعکس ازین ترکون کا قول ہے کہ یونانی بیڑہ بے اثر گولہ باری کرنے کے بعد پیچھے ہٹ گیا۔ جس کی ایک جہاز کو ترکی گولون نے ایسا نقصان پہونچایا کہ وہ قریب الغرق حالت مین واپس گیا۔ انمین سے خواہ کونسی روایت درست ہو۔ ہمین کوئی کلام نہین کہ اس معرکہ سے کوئی عملی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ ۲۲ اپریل کو مغربی بیڑہ نے آغیا ستراتی جزیرہ

[1] انہین فتح کرنا آسان کام نہ تھا۔ ہر جزیرہ مین کافی ترکی فوج موجود تھی۔ اور نیز جیسا کہ مین پہلے لکھہ چکا ہون ترکی بیڑہ ایسا ہی گیا گذرا نہ تھا کہ اپنے مقبوضات کی بھی حفاظت نہ کر سکتا۔ ان جزیرون کی حفاظت اور تھیسلی کے انتظام کے متعلق جو سرکاری اعلان باب عالی نے اپریل کے آخری ہفتہ مین شایع کیا تھا اوس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ترکی گورنمنٹ ان جزیرون کیطرف سے بیفکر نہ تھی۔ اعلان کا مضمون حسب ذیل تہا: "ہز امپریل مجسٹی سلطان روم نے یہ معلوم کر کے کہ مرکب بحیرہ مجمع الجزائر کے قرب و جوار مین یونانی بحری ڈاکو فتنہ و فساد کرنے کی نیت سے آئے ہین حکم دیا کہ سلطانی بیڑہ بیرون دہانہ ڈارڈنیلز سے چند جہاز اون کو گرفتار کرنیکے لیے بھیجے جاوین۔ یکم مئی دن کی ایک بجے کمانڈر آبنائے نے بذریعہ تار اطلاع دی کہ سلطانی آہن پوش حفظ الرحمٰن تارپیڈو تباہ کرنے والا جہاز ینگ دریا اور تین تارپیڈو کشتیان ڈاکوون کے تعاقب مین روانہ کی گئین جنہون نے انکی چھوٹی بڑی گیارہ ڈونگیان معہ ڈاکوون کے گرفتار کر لین۔ جو اب تا ڈارڈنیلز کو لائے جا رہے ہین۔ مفتوحہ صوبہ لاریسا کے داخلی انتظام کیواسطے وزرا نے باجلاس کونسل جو تجاویز قرار دی ہین ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہانکی فوجی پولیس کیلئے الاسونا کیر بینریا۔ سالونیکا اور متصلہ اضلاع کی تجربہ کار فوجی پولیس کے آدمی جائینگے۔ بغرض تکمیل اس پلٹن مین لاریسہ کے قرب و جوار سے ایسے اشخاص اضافہ کیے جاوینگے۔ جنہون نے فوج تحفظ مین کام کیا ہو۔ اگر اس قسم کے آدمی دستیاب نہ ہوئے تو بذریعہ رنگروٹ اس کو مکمل کیا جاوے گا۔ سابق سفیر دولو اسی شہر کے نائب گورنر مقرر کیے جاوینگے۔ علی ہذا لاریسہ اور ٹریکالہ کے سفرا بھی اپنے اپنے ضلعون کے نائب گورنر تعینات کیے جاوینگے۔ غیر ممالک سے تجارت کو ترقی دینے کی غرض سے چنگی خانون کا انتظام عنقریب متدین اور لایق ماہرون کی سپرد کیا جائیگا۔ حضرت سلطان روم نے ان تجاویز کو منظور کر لیا ہے۔" دونون مورخین کا یہ بیان درست نہین کہ سالونیکا کی حفاظت کے لیے کافی توپخانہ نہ تہا۔ اور کم تارپیڈو فی الحقیقت نہین بچھے ہوئے تہے۔ اسکی تردید کنندہ زوردار تحریرین ضمیمہ مین درج ہین

کے بے فصیل قصبہ پر جو ساحل ایپائریس پر واقع ہے۔ گولہ باری کر کے اوسے چھین لیا۔ اور وہان چند ترکی گودام تلف کر دیئے۔

انہی دنون یونانیون کے مشرقی بیڑہ نے پلاٹاموناپر جو دریاء پینی اس کے شمال مین پہلا قلعہ بند ترکی مقام تھا۔ گولہ باری کی۔ یونانیون کا دعویٰ ہے کہ اونہون نے ایک ترکی میگزین کو اوڑا دیا اور سامانِ رسد کے گودامون کو بھی برباد کر دیا۔ یہ واقع ۱۸ اپریل کو گذرا۔ دوسرے دن اسی بیڑہ نے کاٹرینا پر جو پلاٹامونا سے دس میل بجانب شمال ہے گولہ باری کر کے چند مکانون کو منہدم کر دیا۔ مگر دونون مقامات کو واقعی نقصان بہت خفیف پہنچا۔

سالونیکا کی سلامتی جو یوروپین ٹرکی مین دوسرا بڑا شہر اور اہم ترین بندر ہے۔ فی الحقیقت محاربہ کے کل دوران مین یونانی بیڑہ کے رحم و کرم پر منحصر تھی صرف دو چھوٹی چھوٹی باتریان اوسکی محافظت کے لیئے موجود تھین۔ اور یہہ روایت در اصل بالکل گپ تھی کہ خلیج کے دہانہ پر بیشمار تارپیڈو بچھے ہوئے ہین۔ اجنبی قونصلین اور اجنبی باشندون کو سالونیکا کی سلامتی کیطرف سے ایسا تردد پیدا ہو رہا تھا۔ کہ اونہون نے اپنی اپنی گورنمنٹون سے یہ درخواست کر دی تھی۔ کہ وہ اونکی حفاظت کے لیئے جنگی جہاز بھیجدین یونانی بیڑہ نے سالونیکا پر کیون حملہ نہ کیا۔ ایسا راز سربستہ[1] ہے۔ جو اب تک معلوم نہین ہو سکا۔

(۱۶)
فصل شانزدہم

محاربہ کے آخری دنون دورون کا اجمالی بیان۔

حصہ اول مین محاربہ کے پہلے عشرہ کے حالات جنہین وکیل آمرت سر نے نہایت دلچسپ پیرایہ مین بالاختصار شایع کیا تھا بطور ضمیمہ درج کیئے جا چکے ہین۔ اس سلسلہ کو مکمل اور ایک ہی موقعہ پر یکے بعد دیگرے تین مختلف تحریرین اور روائتین جمع کر دینے سے ناظرین کی واقفیت و آگاہی کے دائرہ کو وسیع کرنے اور نیز اس لیئے کہ ذاتی رائے قایم کرنے کے واسطے اون کے روبرو وافر ترین ذخیرہ معلومات کا موجود ہو۔ مین سر ایشمیڈ آلڈ بارٹلٹ کی کتاب کی باقی فصلون کا جن مین لاریسا سے روانگی و گرفتاری یونانی امیر البحر کی روبہ بازی و عیاری۔ ایتھنز جا کر شاہ یونان اور قسطنطنیہ پہنچکر امیر المومنین سے ملاقات کرنیکے حالات اور سلطان المعظم کا کیرکٹر۔ اون کے دربار کے کوائف۔ قسطنطنیہ کی اہمیت۔ اور خاتمہ درج ہے اور نیز جرمن مورخ کی کتاب کے باقیماندہ حصہ کا ترجمہ کر دینے سے پہلے جس مین انعقاد صلح اور مذاکرات صلحیہ کی مفصل کیفیت اور رضا پاشا سر عسکر کے حالات کے بعد لڑائی کے نتایج پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ ایک الگ فصل مین وکیل کی باقیماندہ تحریر و تعات جنگ کے متعلق ذیل مین درج کر دینا مناسب سمجھتا ہون۔

[1] اس کی وجہ یہہ تھی کہ یونانی بیڑہ پر فی الحقیقت سامان جنگ بالکل نہ دار دتھا اور پیچھے ملک مین بحری سٹور بالکل خالی پڑے تھے۔ اس امر کا چند مہینے بعد یونانی گورنمنٹ نے خود صاف صاف اعتراف کر دیا۔ مترجم

محاربہ دوسرا و تیسرا عشرہ

مسٹر دلانی کو شاہ یونان نے موقوف کردیا ہے اور مسٹر رالی اونکی جگہہ صدر اعظم مقرر کئے گئے ہین نئی صدر اعظم کرنیل ویسوس کو کریٹ سے واپس بلایا ہے۔ لیکن نئی وزارت نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ لڑائی جاری رہے۔ عساکر عثمانیہ کا مقابلہ بمقام ولسٹینو ہوا ہے جو مقام دولو سے قریب ہے۔ اور وہان بھی یونانی حملہ نہین کرتے۔ بلکہ مدافعہ پر ہی قناعت کرتے ہین۔ یہان تک کہ جن افواج یونانی نے آپاریس پر حملہ کیا تھا۔ وہ بھی اپنی سرحد پر واپس آگئی ہین۔

مقام ولسٹینو پر جو دولو اور اتھینز کے مابین ایک بڑا مشہور مقام ہے۔ لڑائی چند دنون تک جاری رہی اور اس عرصہ مین چند حملے یونانیون کی صفوف توڑنے کیلئے کئے گئے۔ مگر وہ سب مین کامیاب رہے۔

ایک کارسپانڈنٹ رقمطراز ہے کہ ترکون کی ایک رسالہ نے جس مین ایکہزار جوان تھے چھہ پہاڑی توپون کے ساتھہ ۹ تاریخ اپریل کو ولسٹینو کی قرب وجوار کا معائنہ کیا۔ اونہون نے ہرچند چاہا کہ ریلوے لائین کاٹین اور اس غرض کو حاصل کرنے کو ایک یونانی فوج جس مین چارسو پچاس آدمی تھے اور جن کی پاس چھہ توپین تھین لڑائی بھی کی مگر غرض حاصل نہ ہوئی۔ اور بعد مین یونانیون کو رسالہ سے ورکمک بھی پہونچگئی تھی۔ اس لڑائی مین یونانیون کے تین افسر کام آئے۔ اور ترک سپاہی تقریباً ۲۳ مارے گئے۔ ۹ تاریخکو ترکون نے دوبارہ پانچہزار پیادہ فوج اور ایک دستہ سواران اور ۱۲ توپون کے ساتھہ حملہ کیا۔ مگر یونانیون کی جمعیت بمقابلہ ترکون کے اسموقعہ پر بہت زیادہ تھی۔ اور یہی سبب ہوا کہ ترکون کو ریلوے لائین کاٹنے مین کامیابی نہ ہوئی۔ اور دو گھنٹہ کی لڑائی کے بعد انہین واپس ہونا پڑا۔ ۱۰ اپریل کو پہر ترکون نے اپنی پیادہ فوج کو دو حصون مین تقسیم کرکے ولسٹینو کی ریلوے لائین کاٹنے کی نیت سے یورش کی۔ اور دولو اور فرسالہ کا رستہ بند کردیا۔ اسموقعہ پر ترکون کی سپاہ چونسٹھ سو جوان تھی۔ اور مقابلہ مین یونانی بارہ ہزار سے کم نہ تھے۔ ترکون نے باوجود قلت تعداد نہایت قابلیت اور جوانمردی سے مقام کیفیلو کو سنگینون کی نوک پر فتح کرلیا۔ فریقین کا اس جنگ مین سخت نقصان ہوا۔ اس وقت ترکون کا رسالہ میدان مین قیامت ڈہا رہا تھا۔ اور یونانی رسالے کے ساتھ مقابلہ مین مصروف تھا۔ لیکن جسقدر نقصان پیادہ فوج کا ہوا۔ اوتنا سوارون کا نہوا۔ کیونکہ لڑائی کا زور پیادہ فوج پر تھا۔ دونون فوجون مین سخت گولہ اندازی ہوتی رہی جو ایک دوسرے کے مقابلہ مین بعض جگہہ فقط چار سو گز کے فاصلہ پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیون پر صف آراتھین جب سورج غروب ہونے لگا تو دور سے ترکون کا قلب لشکر پیشقدمی کرتا ہوا دکھائی دیا۔ مگر چونکہ اب شام ہوگئی تھی۔ اس سبب سے لڑائی مین عارضی طور پر وقفہ ہوگیا۔ اور ایک ٹرین بھی دولو سے فرسالہ مین جون تون کرکے آگئی اور رات کو یونانی اپنے اپنے مقامات پر جمے رہے۔ اور ترک موضع گرتی مین جو پانچ میل کی مسافت پر ہے بانتظار کمک واپس چلے گئے۔ ۱۲ مئی کو کل یونانی فوج جو فرسالہ مین تھی۔ میدان جنگ مین پہونچگئی۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ مگر نتیجہ کسی کے حق مین ظاہر نہ ہوا۔ رات کو بھی چند مختصر مقابلے ہوئے۔ جن مین یونانی پسپا نہ ہوئے۔

بدھ کے روز ولسٹینو پر لڑائی ہوئی یہان ترکون کی جمعیت دس ہزار سے کم نہ تھی۔ اونہون نے اپنی فوجکو دو حصون مین تقسیم کرکے دو مقامات پر دھاوا کردیا۔ اور چند گھنٹے تک لڑائی جاری رہی مگر یونانی پیچھے نہ ہٹے۔ یونانی کہتے ہین کہ ہمنے ترکون کو پیچھے ہٹا دیا تھا۔ مگر ساتھہ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ ہمارا بہت کچھہ نقصان ہوا۔ کرنیل سمولنسکی کی رائے ہے کہ مین اس مقام کو نہ چھوڑونگا۔ اور اگر میرے پاس اور بیس ہزار آدمی آجاوین تو عجب نہین کہ مین علاوہ اپنا مقام قائم

رکھی گئے ترکون پر حملہ بھی کرسکون۔ ویلسٹینو مین یونانیون کی ۳۰ مارے گئے اور ۸۰ زخمی ہوئے لیکن یونانیون کی سرکاری خبر یہ ہے کہ ۵۰۰ ترک مارے گئے مین۔ اور یونانی ۵۴ مارے گئے اور ۱۴۱ زخمی ہوئے۔ ترکی سپاہیون کی جسمانی قوت اور استقلال واقعی فوق الفطرت ہی۔ جمعہ کو روز وہ قبل از طلوع آفتاب آٹھہ میل تک پیادہ پا چلا اور پہرون لڑائی مین مصروف رہی پھر جب شام پڑی تو اور آٹھہ میل کا سفر کیا۔ مگر باوجود اس قدر زحمت اور تکلیف کے اون کی چہرون سے تکان کی آثار نظر نہ آتے تھے اب ترکون کی ساری ہمت رسد رسانی کے وسایل پر مصروف ہے کیونکہ اونکی فوج مقام کستا فرلیسے جہان اونکا ذخیرہ ہے ۶۰ میل آگے بڑھہ آئی ہی۔ ۲۰ تاریخ کو عساکر عثمانیہ نے مقام زرکاس پر قبضہ کرلیا یہہ مقام لاریسا کی شرک پر ترحالہ کی مغرب مین واقع ہے۔ یہان ترکون کو بہت سا غنیمت کا مال اور سامان حرب اور بارود وغیرہ دستیاب ہوا۔ اگرچہ ایک دن اس سی پہلے ترحالا پر بھی ترکون کا قبضہ ہوگیا تھا۔ مگر اونہون نے خود ہی اوسے چھوڑ دیا تہا اور اس سبب سی فرسالہ اور اوس کے درمیان پھر ریلوے لائین جاری ہوگئی ای میری رائے مین یہ افواہ غلط ہی کہ ترکون نے دولو پر قبضہ کرلیا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یونانیون نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ ہمارا مقابلہ کرین۔ اور انکو یونانی نہ فرانسیسی۔ انگریزی اور اٹلی کے جنگی جہازات کی بروقت پہنچ جانیسے فی الجملہ طمینان بھی ہوگیا ہے۔ اب وہان دوسو فرانسیسی سپاہی شہر مین بھی گشت کرتے ہین۔ ان جہازون کی آنیسے کچھہ رونق سی ہوگئی ہے ورنہ یونانی اسکو کب کا خالی کر چکے تہے۔ اور عورتون اور بچون کو ایک جماعت کثیر مین وہان سی نکال چکی تھے۔

لاریسا مین اب دوکانین کھل گئی ہین۔ یونانیون کی قیدیون کے ساتھہ ترک اچھا سلوک کرتے ہین۔ اور اون کو اچھا کھانا ملتا ہی شہر والون کو ترکون کی سلوک پر اعتبار ہوتا جاتا ہی۔

یونانیون کا بیان ہی کہ باشی بزوقون نے بہت سی دوکانات اور مکانات کو لوٹا ہے۔ اور گورنمنٹ یونان نی اس شکایت کا ایک مراسلہ بھی دول عظام کی نام جاری کیا ہی کہ ترکون نے تھیسلی مین بہت سا تاخت و تاراج کیا ہے۔ ایک اخبار مین یہ شکایت بھی شایع ہوئی ہی کہ عساکر عثمانیہ نے لاریسا کی کل گرجون کو بیحرمت کیا۔ اور لوگون کی سکونتی مکانات اور دوکانون کو زیر و زبر کردیا ہے۔ اور جو لوٹا ہی غنیمت کا مال چھکڑون مین لاد کر روزنا الاسونہ کیطرف بکثرت روانہ ہو رہا ہی۔ اور بھیڑ بکری۔ بیل گلون کی گلے بڑہ گہنگ ترک ہانکی لیئے جاتے ہین جب یہ خبر آئی کہ ترکون نے یونانی قیدیون کے ساتھہ برا سلوک کیا تو بیس ترکی قیدیون کو جو پیر کے روز مقام پائریس مین اترے تھی۔ لوگون نے بہت کچھہ ڈانٹا۔ اور اگر فوجی گارڈ جو اون پر متعین تہا اونکی حفاظت نکرتا تو عجب نہین کہ اون کی ٹکڑے اڑجاتے۔ ہمارا خاص نامہ نگار لکھتا ہے کہ یونانی رسالہ نے اوس بھاگڑ مین جو فوج کو ماتی سے مراجعت کیوقت ہوئی تھی بڑی جوانمردی دکھائی۔ اور اونہون نی مطلق آثار وحشت کی ظاہر نہ کیئے۔

جنگ اپیرس

بقول ٹائمز ہمارا خاص نامہ نگار جو یونانی فوج کے ساتھہ تہا پینٹی پیگادیا کے مفصل حالات جنگ لکھتا ہی کہ ۱۸ اپریل کو ترکون کی چار ہزار پیادہ فوج توپخانہ سمیت اوس مقام پر حملہ آور ہوئی جو وہ ہاتھہ سے دیچکی تہے۔ مگر یونانیون نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس موقعہ پر یونانیون کی جمعیت حسب ذیل تھی۔

۴ توپ زونی۔ ۱۴۰۰ پیادہ فوج ۲۰۰۔ والنٹیر ۱۳۰ ونہون نی کمک کی آنے تک بڑے استقلال سی مقابلہ کیا کمک کی ساتھہ دو توپین جو بعد ازان تین پہاڑ پر نصب کیگئین مین ترک ظاہرا بہت نقصان اوٹھا کر پسپا ہوئے۔ اور یونانیون کا نقصان ۱۹ آدمی کام آیا اور ۵۳ زخمی ہوئے۔ اس متفق حملہ سی معلوم

یہ ہوتا تھا کہ یونانیون کو بالضرور دیگر امدادی افواج کی ضرورت واقع ہوگی۔ لیکن نہ معلوم جنرلون نے کس حکمت کو پیش نظر رکھکر ایسے بڑی
اہم مقام کو جو فی الاصل جنینا کا دروازہ ہے معدودے چند سپاہیون کے بھروسہ پر چھوڑ دیا تھا۔ ہمارا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ ضرور
ابھی کوئی اور حملہ ہونیوالا ہے اسی لئے مین جمعرات کی صبحکو اپنے خیمہ سے جو میجر پنیا تولو کی فوج کے ساتھ تھا ایک سپاہی کے درے پر جو ایک گھنٹے کی
مسافت پر واقع تھا معائنہ کیلئے گیا۔ میجر مذکور کی فوج ایک مستحکم مقام پر قابض تھی۔ اور اوسکی جمعیت ایکہزار جوانون اور آٹھ توپون کی
تھی جب مین اوس درے پر پہنچا تو مجھے دیکھکر سخت حیرت ہوئی۔ کہ وہان فقط چھ سو ایزونی اور دو توپین تھین اور خاص پہاڑ پر مشرق
کیطرف فقط دو پہاڑی توپین دو ایزونی سپاہیون کی کمپنیان اور ایک کمپنی پیادہ سپاہیون کی اور دو سو والنٹیر موجود تھے۔ اور ان لوگون کا بھی
یہ حال کہ پانچ دنکی متواتر اور مسلسل جنگ نے انہین سخت عاجز کر رکھا تھا۔ نیند کی قلت اور کام کی کثرت نے انہین نیم مردہ بنا رکھا تھا۔ اس پہاڑ
مین درہ کوہی پیکہ آخر تک یونانیون کو چھ ہزار پانسو آدمی اور سولہ توپین تھین۔ اور توپون کو مناسب موقعہ پر نصب کیا تھا۔ ٹھیک چار بجے
۵ امنٹ۔ دائین ہاتھ سے ترکون نے آتشباری شروع کر دی۔ یہ گولہ باری ترکون کی ایک بڑی فوج کیطرف سے ہو رہی تھی۔ جو پہاڑ کی آڑ مین ہماری
نظرون سے غائب تھی۔ مجھے کچھ شک نہین کہ یہ حملہ یونانیون کو اون کے مقبوضہ مقامات سے باہر نکالنے کیلئے کافی تھا۔ مگر مجھے یہ امید مطلق نہ تھی کہ اس ایک
صدمہ کے سبب سے اپائرس کی ساری فوج وحشت زدہ ہو جائیگی۔ اور یونانیون کو فقط ایک رات کے اندر اون سارے مقامات سے بیدخل کرا دیگا جو انہنے
بڑی جانفشانی سے حاصل کئے تھے اور یہی اوس کا مایہ ناز تھا جو جنگ کے آغاز سے آجتک خدا خدا کرکے اسکے ہاتھ لگا تھا جب پانچ بجے تو یونانیون کیطرف
سے توپ چلنا بند ہو گیا اور مین دیکھتا تھا کہ یونانی یکے بعد دیگرے پہاڑ سے نیچے بھاگے آتے ہین۔ اور بجائے اون کے ترک جوق در جوق للکارتے ہوئے اوپر
چڑھ رہے تھے۔ اور بگل سے برابر صدا آرہی تھی کہ توپ پست چلاؤ۔ جب ترکون نے پہاڑ پر اسطرح قبضہ کر لیا تو ہماری حالت جو درہ پر تھے سخت نازک ہوگئی
اس لئے ۵ بجکر ۵ امنٹ پر ہمین بھی مراجعت کا حکم ہوا۔ اس حکم پر آیزونیون نے کوئی وحشت یا قلق ظاہر نہ کیا۔ بلکہ چپ چاپ غصہ سے بھرے چل
پڑے۔ البتہ چند کم عمر سپاہی جو پانچ دن کی مسلسل لڑائی اور فاقہ سے بیجان ہو رہے تھے کسیقدر بدحواسی سے بڑبڑائے۔ میری رائے مین یونانی جان توڑ
کر لڑے۔ انکی تعداد و توپین بہت قلیل تھی۔ اگر کوئی اور بہادر سے بہادر فوج بھی ہوتی اور اونکی تعداد بھی خواہ کتنی ہی کثیر ہوتی تاہم ترکون کے اس حملہ
کی تاب لانا بڑے دل وگردہ کا کام تھا۔ اور یقین تھا کہ دنیا بھر کا کوئی سپاہی خواہ وہ کتنا ہی جری کیون نہ ہو اس سخت حملہ کا مقابلہ کر سکتا لیکن کچھ
تعریف فقط انہین معدودے چند سپاہیون کی ہے باقی فوج نے نہ معلوم کیون بلکلخت توپ بند کر دی۔ حالانکہ اونپر کوئی آتشباری بھی نہ ہوئی تھی۔
خدا جانے اونہون نے کس بنا پر توپون کا چلانا یک قلم بند کر دیا جب ہمارا کارسپانڈنٹ نصف شب کو کیو ماروی مین پہنچا تو اسنے دیکھا کہ وہان کی
قلعہ نشین فوج بھی جو تین ہزار سے کم نہ تھی۔ ان بھگوڑون کے ساتھ بھاگنے مین شامل ہو گئی۔ اور اپنی چھ توپین ساتھ لیگئی۔ اونہون نے کہین
بھی مقابلہ نہ کیا بلکہ یک قلم سب کے سب بھاگ گئے اور ایک فائر بھی نہ کیا۔ ساری فوج مین ایک عجیب ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ اور سپاہیون کے چہرون سے یہ
ظاہر ہوتا تھا کہ اونہون نے نیت کر لی تھی کہ ہم مطلق نہ لڑین گے۔ وہ سب کو یہ ترغیب دیرہے تھے کہ آرٹا کیطرف بھاگو۔ افسرون کا یہ عالم تھا کہ
وہ بھی فوج کے ساتھ جا رہے تھے۔ اور اون کے چہرون پر ندامت اور رسوائی برس رہی تھی۔ اور معلوم یہ ہوتا تھا کہ سپاہی اون کے بس مین نہین کل فوج
تھی۔ اب ان کے ساتھ دیہاتی بھی شریک ہو گئے جو ترکون کے انتقام کے ڈر کے مارے اٹھ کر بھاگے۔ کیونکہ اونہین خوف دامنگیر ہوا کہ ترک اس جرم کی

پاداش مین کہ یہ سپاہیون کے ساتھ کیون شریک ہوئے ہم سے عوض ضرور لین گے۔ ہزارون عورتین بچے اِس محشرستانِ بے تبزی مین چلی جاتی تہی۔ بکری بھیڑ بیل گھوڑا اور دیگر جانور گلون کے گلے لوگ ہانکے لئے جاتے تہے۔ عورتون و بچون کے سر پر اسباب کی گٹھریان بہت ہی بے قرینہ دہری ہوئی تھین اور وہ چیختے اور روتے ہوئے افتان و خیزان اِس گرداب بلا مین بلا کسی حوصلہ یا اطمینان کے چلے جا رہے تہے۔ اور جہان کہین رستہ مین گذرگاہ تنگ ہوجاتا تہا اوس وقت سخت چپقلش ہوجاتی تھی اور آدمیون اور حیوانات کا عبور مشکل ہوجاتا تہا۔ وہ بلاتمیز ایک دوسرے پر گرتے تھے اور ایسے موقعہ پر بہت سے خون بھی ہوجاتے تہے اور مال کا نقصان بھی ہوجاتا تھا۔ دیہاتی تو البتہ بباعث واقفیت کسیقدر اور ون سے فایدہ مین تہے مگر اون غریب والدین کا شور و شیون کلیجہ مین سوراخ کرتا تھا جن کی اولاد آناً فاناً اس بے ترتیبی مین آنکھون سے غایب ہوجاتی تہی۔ اسپر غضب یہ تھا کہ روشنی مطلق نہ تھی بجز تھوڑے سے لیمپ جو معدودے چند آدمیون کے پاس تھے وہ اتنی بڑی جمہور کی ضروریات کیلئے کسی صورت مین مکتفی نہین ہوسکتے البتہ دوسرے جو لوگون کو اپنے گہرون مین آگ لگتی ہوئی دکھائی دیتی تہی یہ اوس تا اونکے زخمون پر نمک کا کام دیتی تھی۔ ذوبجے شب کے ہم آٹا کے بن پر پہنچے اور صبح کیوقت تک آیرگوس کے مشرقی ساحل پر ایک یونانی کا نام و نشان تک نہ رہا۔ بعظمتہ اللہ گیارہ ہزار آدمی جن کے ساتھ ہم توپین اور کافی سامان حرب ہو اور جو حسن اتفاق سے ترکون کی عملداری مین جا گہسے ہون اور جنہون نے بالاستقلال اپنے ڈیرے وہان ڈال دیئے ہون اسطرح ایک آن واحد مین وہان ہی بھاگ کر واپس آجاوین۔ کہا جاتا ہے کہ اِس فوج کا کل نقصان ۵۰ آدمی کا ہوا مسٹر کلیمنٹ ہیرس انگلش والنٹیر جس کی نسبت مشہور ہوا تھا کہ مارا گیا ہے ترکون کے ہاتھ مین قید ہے اور زخمی بھی ہے۔ گورنمنٹ یونان نے ریوسا کی گولہ اندازی بند کرادی ہے کیونکہ سوائے نقصان بارود کے اور کوئی فایدہ وہان مترتب نہ ہوا۔

ایتھنز کے حالات

۲۸ اپریل کو ایتھنز مین سخت تہلکہ برپا ہوا۔ اور اوسکی دو وجہین تھین۔ ایک تو یہ کہ بدہ کے دن مجلس وزرا ء منظور اپنا کورم پورا نہ ہوسکا۔ اور دوسرا یہ کہ فریق مخالف کے سرگروہون نے چند تقریرین بھی عوام کے روبرو کین ۲۹ تاریخ کو بادشاہ نے ڈیلیانی کو عہدہ صدارت سے برطرف کردیا کیونکہ اوس نے استعفا دینے سے انکار کیا تہا۔ اوسکی بجائے ایم رالی صدر اعظم مقرر ہوا اور دیگر صیغون کے وزیر بھی مقرر ہوگئے جو سب کے سب ایم ریلے کے فریق اور ایم ٹریکوپی متوفی کے مقلدین مین سے ہین۔ انمین سے ایم سکولوڈے جو وزیر صیغہ خارجیہ مقرر ہوا ہے صلح پسند اور امن جو مشہور رہے۔

اِس عزل و نصب کا سبب اِس کے اور کوئی نہین کہ عوام نے بہت کچھ شور و غوغا کیا۔ اور اونکا اعتقاد یہ ہے کہ فوج کا اسطرح سے ہزیمت اوٹھانا خالی از علت نہین۔ یقیناً کوئی نہ کوئی مخفی کارستانی عمل مین آئی ہے۔ نظر بحالات شاہ یونان کا یہ فیصلہ کہ موجودہ وزارت معزول کیجاوے دوراندیشی پر مبنی تھا۔ نئی وزارت نے دو وزیرون کو مقام فرسالہ پر فوج کی حالت معاینہ کرنیکے لیئے بھیجا۔ اور اونکی مراجعت پر پیر کی شب کو تمام رات مجلس الوزرا کا جلسہ منعقد رہا اور آخرالامر یہ قرار پایا کہ جنگ جاری رکہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہہ کہا گیا ہے کہ امداد بتعداد کثیر پہنچ گئی ہے اور فوجیون کے حوصلے جو پست ہوگئے تہے۔ و تسلیونو مین ترکون کی ہزیمت سے اب پہر برقرار ہوگئے ہین اِس مجلس نے یہ بھی قرار دیا ہے کہ کرنیل دموس اور دیگر بیس افسر کریٹ سے واپس بلالیئے جاوین اور کرنیل وسوس بجائے کرنیل آتوس کے اپیرس کی کمان پر مامور ہوا ہے۔ اور کرنیل ہماتوس اور اوس کا سارا اسٹاف وہان سے تبدیل ہوا ہے۔ گورنمنٹ یونان نے اپنے وکلاء متعینہ ممالک غیر کے نام پر کوم اسلئے اِس مضمون کے بھیجے ہین کہ آیندہ اور سپاہی ممالک غیر کے بہرتی نہ کیئے جاوین رتول فعل مین

اچھی مطابقت ہی فیصلہ تو یہ ظاہر کیا جاتا ہی کہ لڑائی جاری رہیگی۔ اور عمل یہہ۔ یون کہتی ہوئی شرم آئی ہوگی کہ اپنی بے بسی کا اعلان اس قدر جلد کیا جاوے۔ مگر اب یہ کہنا بھی فضول ہی کیونکہ اس وقت ساری شیخی کرکری ہو چکی ہے۔ اور قلعی کھُل گئی ہے اور ہاتھہ جوڑتے بن آئی ہی۔ ابتدا مین خاندان شاہی کے شہزادون کی برخلاف سخت شورش مچی ہوئی تھی اور یہہ شورش ایسے چند اخبارون نے بھی کی جو ابھی کل ہی تعریفین کرتے کرتے آسمان پر چڑھاتے تھے۔ مگر باوجود اس کے اب شاہی خاندان پر چندان لعن طعن نہین ہوتا۔ اور لوگون کی طبیعتون مین کچھہ قرار سا آگیا ہے۔ اور حرارتین سرد ہوگئی ہین۔ معلوم ہوتا ہی کہ کرون پرنس نے اوس وقت لاریسا سے مراجعت کا حکم دیا جب اوس کے اسٹاف نے اسے ایسا حکم دینے پر مجبور کیا۔ اونہون نے اوسے یہہ بھی سوجھایا کہ ہم آپ کی جان کی حفاظت کی بھی ذمہ دار ہین۔ ہمین ایک مراسلت ایتھنز سے آئی ہے جس مین مرقوم ہے کہ اس وقت ایتھنز مین ۸ ہزار ردیف موجود ہے جن مین وہ لوگ ہین جو ۱۸۵۵ء، و ۱۸۶۶ء سے فوجی خدمات سے بباعث کبرسنی مستثنے کیے ہوئے ہین۔ اب ان بیچارون کو بھی صف آرائی کا حکم ہوا ہے۔ مگر انسے مشکل یہہ ہی کہ انکی پہننے کو وردیان اور چلانے کو بندوقین اور کارتوس کہان سے آئین۔ چنانچہ حکام نے دوکاندارون سے وہ بندوقین قیمت پر مانگین جو فرانسیسی افواج نے نکمی قرار دیکر پھینکدی تھین۔ اور جنہین بعض چھٹ بھیئے خوردہ فروش یونان مین بغرض منافع لائے تھے۔ یہ بقدر دو لاکھہ عدد کے یہان آئی ہین۔ اور انکی قیمت ۸ شلنگ ۸ پنس ہے۔ افسوس ہندوستان مین کھلے طور پر اسلحہ جنگ کی بکری ممنوع ہی ورنہ انارکلی کے کواڑی بھی چار پیسے کما لیتی۔ مگر کماتے کہان ہی روپیہ تو یونانیون کے ہان ایسا ہی عنقا کا حکم رکھتا ہی جس طرح غیرت۔ البتہ ادہار پر منہہ مانگے دام کھرے کر لیتی۔ اور ملنا فردائے قیامت پر موقوف۔ افسوس اس برتے پر تتا پانی۔ اگر یہہ انتظام بیع و شرے بھی نہین ہوتا اور دوکاندار دیتی ہوئے ہچکچا رہے تھے کہ مشکل کی روز رنگروٹ خود ہی ٹوٹ پڑے اور جو سامان کسی کے ہاتھہ لگا آپ ہی اُٹھا لیا۔ کیون نہ ہو نزلہ بر عضو ضعیف میریزد۔ مقام پیریس مین ایک فرانسیسی جہاز کو بھی لوگون نے لوٹنا چاہا۔ اس جہاز مین بھی کچھہ مستعملہ بندوقین تہین۔ مالک نے جب یہ حالت دیکھی تو خود ہی لوگون کو مال بانٹ دیا۔ اوس دن شہر مین سخت کہرام مچا ہوا تھا۔ بلکہ یقین تھا کہ انقلاب عظیم ہونیوالا ہے۔ غول کے غول محل شاہی کے قرب و جوار مین بیطرح شور کرتے رہے۔ اور سوداگرون کی دوکانون کو بیجا بالوٹتی رہے۔ بازارون مین علی رؤس الاشہاد شاہ اور اوس کے خاندان کے ارکین کی تصویرون کو لوگ ٹکڑے ٹکڑے کرتے جاتے تھے اور اونکی دہجیان اُڑا اُڑا کر اپنے دلون کے بخار نکالتے تھے۔ بلکہ آخرش لوگون کا غصہ اور غیرت جیتی اس حد تک پہنچگئی کہ شاہی آرمز (وہ نشان جو کسی خاص سلطنت اور خاندان سے مخصوص ہوا کرتا ہے) کو اونہون نے سر بازار ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ لوگون کا غصہ کمال کو پہنچ چکا تھا۔ اور شور و شغب انتہا کے درجہ تک ہو گیا تہا کہ ایم ریلی نے آکر لوگون سے بمنت کہا کہ تم اپنے اپنے گہرون کو چلے جاؤ مین ابھی بادشاہ کے پاس جاکر اس کا انتظام قرار واقعی کرتا ہون۔ چنانچہ وہ اُسیوقت ایوان شاہی مین گیا۔ اور دوسرے دن انکی اوسی کے کہنے پر ایک مجلس الوزراء منعقد ہوئی ؞

کریٹ کی حالت

ٹائمز کا خاص کارسپانڈنٹ مقام کانڈیا سے بذریعہ تار حسب ذیل مطلع کرتا ہے:۔ مین یہان ڈیڑہ ماہ کے بعد واپس آیا ہون۔ اس عرصہ مین یہان بہت سی تغیرات عمل مین آئے ہین۔ ایکطرف سے مین دیکھہ رہا ہون کانڈیا اور ریٹیمو مین زیادہ تر امن ہوگیا ہے۔ دوکانین کھُل گئی ہین۔ اور دوکاندار اپنے اپنے کامون پر آبیٹھے ہین ماورینہ۔ اور بندوقچی آپ سے آپ مفقود ہوگئے ہین اب ہر وقت کی برق اندازی اور آتش زدگیون سے فی الجملہ اطمینان ہی۔ لوگ اپنے اپنے کام دھندون مین پھر لگ گئی ہین۔ اور جو لوگ اِدہر اُدہر

سے اکر پناہ گزین ہوئے ہین۔ اونکی جماعت ایک خاص مقام پر رہتی ہی۔ ترکون نے بھی اپنا اعتبار اور اقتدار از سر نو جما لیا ہے۔ اور جزیرہ کی خود مختاری اور مطلق العنانی کا خیال حرف غلط کیطرح مٹتا نظر آتا ہی جس سے یہ نتیجہ نکالنا آسان ہی کہ پھر ترکی حکومت یہان قایم ہو۔ کیونکہ آجتک کوئی ترکی سپاہی یا عہدہ دار یہان سے خارج نہین کیا گیا۔ باغیون مین عام طور پر یقین ہے کہ دول یوروپ کا بابعالی کے ساتھہ اتفاق ہی۔ اب اس خیال کو یک بیک دور کرنا نہایت مشکل ہی۔ کیونکہ اونکے دلمین یوروپ کی سلطنتون کیطرف سے ذرا بھی اطمینان اور اعتبار نہین۔ اور یونانی طرفدارون کا لوگون پر بالعموم لوگون پر بڑا رسوخ ہی۔

مختلف ممالک کے امیر البحرون نے فیصلہ کر دیا ہے کہ رعایاء یونانی کو جزیرہ مین اوس وقت تک بود و باش کا اختیار حاصل ہی جب تک وہ امن سے رہین اور کوئی شور و فساد نہ کرین۔ اس عرصہ مین اونکی حفاظت ہمارے ذمہ ہوگی۔

ممالک غیر کے امیر بحرون نے باغیون کے سرغنون کو جو مقام اکروٹری مین تہے پچھلے ہفتہ اطلاع دیدی ہے کہ ہم اوس مزاحمت مین بھی کسیقدر نرمی کرنے پر مایل ہین جو کرنیل ویسوس اور اوسکی فوج کے برخلاف جاری تھی۔ باغیون کو اختیار ہے کہ وہ شہرون مین بلا ساز و یراق اکر اپنا مایحتاج خریدین اور اس صورت مین ایک بدرقہ اونکی حفاظت کیلئے ساتھہ دیا جاویگا تاکہ کوئی پرخاش پسند مسلمان اونہین نہ ستائین۔ ادنی درجہ کے باغیون مین سخت مصیبت پھیلی ہوئی ہے۔ اور شہرون اور قصبون مین تو غضب کی تکلیفین ہو رہی ہین۔ اور یوماً فیوماً ترقی پر ہین۔

کینیا مین ۲۷۵۰۰ ریتیمو مین ۲۰۰۰۰ کینڈیا مین ۴۰۰۰۰ اور سیٹیا وغیرہ مین ۱۱۵۰۰ مسلمان ہین۔ ان مین سے ۵۵۰۰ کی سرکاری امداد سے پرورش ہو رہی ہی۔

اتوار کے روز امیر البحرون نے ان باغی سرغنون کو بلا کر کہا تھا۔ کہ تم خود مختار کئے جانے کو پسند کرو۔ مگر اونہون نے پھر وہی ضد کی کہ ہم یونان سے الحاق چاہتے ہین خواہ یونانی فوج ہماری سرحد سے نکل بھی جائے۔

ان باغیون نے کینڈیا مین آبرسانی کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔

مصالحت اخبار ٹایمز کا کارسپانڈنٹ مقام وائینا سے لکھتا ہے۔ پہلے یہ مشہور ہوا تھا کہ غالباً روس انگلستان اور فرانس روم اور یونان مین مصالحت کیلئے پیشقدمی کرین گے۔ مگر روس مین یہ خیال ہی کہ ایسا کرنا کل دول عظام کو مناسب ہی۔ کیونکہ سارے دول ابتداء سے معاملے مین شریک ہی ہین۔ اور نیز اوس وقت مناسب ہی جب یونان درخواست کرے۔ یہی رائے آسٹریا اور جرمنی کی ہی۔ یہ کہنا محض غلط ہے کہ آسٹریا یا جرمنی نے جنگ روم و یونان کے معاملہ مین کوئی علیحدہ کارروائی کی ہے جو دیگر دول سے جداگانہ ہو۔ پیرس مین نیم سرکاری طور پر اعلان ہوا کہ لارڈ سالسبری کی تجویز دربارہ اس امر کے کہ پیرس مین یونان اور روم کے معاملات کے متعلق کانفرنس ہو نامنظور ہو گئی ہے۔ اگرچہ دیگر طور پر اس باب مین گفتگو ہو رہی ہی۔

قسطنطنیہ باب عالی نے فیصلہ کر دیا ہے کہ یوروپین علاقہ جات مملکت مین اور تین لاکھہ فوج بڑھائی جائے۔ گویا مجموعی تعداد فوج کی بشمول اون افواج کے جو اناطولیا مین مقیم ہے سلطنت عثمانیہ اب عنقریب پانچ لاکھہ فوج یوروپ مین مسلح کرین گی۔

اتوار کے روز چار ترکی جہاز جن مین فوج بہری تھی بحیرۂ ایجئین کیطرف ڈارڈینلز سے روانہ ہوئے۔ کریٹ کے باشندون نے زمین مسلمان اور عیسائی

دونون شامل ہین بلکہ پندرہ گھوڑے البانیا کی فوجکو استعمال کیلئے نذر کیئے ۔

استنبول کے یہودیون کی ایک جماعت نے درخواست کی ہے کہ ہم فوجکی وردیان بلا اجرت سینیکو تیار ہین حساب کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۳ مارچ ۱۸۹۷ء سے آجتک باب عالی کا زاید فوجی خرچ ۳۵ لاکھ پونڈ ہوا ہے آجکل کے پونڈ کی قیمت کے لحاظ سے یہ رقم قریب ۴ کروڑ ۳۰ لاکھ کے ہوتی ہے اب ترکون نے کہانکی زیادہ ستانی کی ہو اگر خرچہ جنگ بقدر ۱۰ کروڑ کے مانگا ہو کیونکہ یہ رقم ۲ مئی ۱۸۹۷ء تک کی تھی اوس دن سے آجتک کئی لاکھ اور بھی صرف ہوا ہوگا ۔ یہ مانا کہ یونان دیوالیہ و مفلس و قلاش محض ہی مگر پابندازہ مد و برداد کے مسئلہ کو پیش نظر رکھنا ۔ ورنہ یہ روز بد کیون دیکھنا نصیب ہوتا اب تو بجانمن خود کردہ خود کردہ را تدبیر نیست) ۔

جنرل وان ہنک (جو قیصر ولیم کی وزارت جنگی کے اعلیٰ افسر ہین) نے گریکوف پاشا کو حکم دیا ہے کہ وہ استنبول مین واپس آجائین مگر کیفیت پاشا السونا مین محض توپخانہ اور سامان حرب کی ملاحظہ کرنیکے لیئے گئے تہے ۔ چونکہ اونہون نے میدان جنگ مین خاصکر لاریسہ کی قبضہ مین بہت کچھ حصہ لیا ہے اس لیئے عام طور پر بہت حیرت ہوتی ہے کہ باوجودیکہ ابتک اونکا تعلق افواج جرمنی سے منقطع نہین ہوا وہ معرکہ مین کیون اسطرح شریک ہوئے یہی حال دیگر جرمنی افسرون کا بھی ہی یہہ افسر شہنشاہ جرمن نے عاریتاً سلطان کو دیا تھا ۔

خدیو مصر اور سلطان کے تعلقات

جریدہ سرکاری خبر دیتا ہے کہ سلطان المعظم کے صدر اعظم نے خدیو مصر کو سرکاری طور پر فتح ترنوو اور لاریسا کی اطلاع دی ۔ اونخدیو نے کمال نیازمندی و عقیدت سے مبارکبادی کا اظہار کیا حضرت سلطان المعظم نے بجواب اس کے اظہار خوشنودی مزاج فرماکر ارشاد فرمایا کہ آئندہ سیکرٹری کو حکم ہوا ہے کہ آپکو وقتاً فوقتاً جس قدر فتوحات افواج قاہرہ کو فضل الہی سے ہوتی رہینگی ۔ باضابطہ اطلاع دیجاویگی ۔

اس جنگ مین خاصتاً یہ امر قابل بیان ہی کہ یونانیون نے جو مراسلات میدان جنگ سے اپنے اعلیٰ افسرون کے پاس بھیجے ہین وہ سب کے سب کذب و افترا سے مملو تہی شکستون پہ شکستین ہوتی جاتی تہین مگر وہ یہی لکہتے ہوے کہ ہمین فتح ہوئی ہے ۔ مگر ۱۰ مئی کو تو اونہون نے کمال کیا اور اپنی اس کذب بیانی کو انتہا کے درجہ پر پہنچا دیا چنانچہ ٹائمز کا کارسپانڈنٹ متعینہ ایتھنز حسب ذیل لکھتا ہے ۔

رات کو جب یہہ خبر آئی کہ ویلیستینو اور فارسالا پر ترکون کو ہزیمت ہوئی تو یہان بڑا جوش پھیلا ۔ کرنیل سمولنسکی نے لکھا تھا کہ ویلیستینو مین ترکون کی جمعیت دس ہزار آدمی سے زیادہ تھی جو دو حصون مین منقسم ہوکر ہمپر آپڑی ۔ مگر ہمنے اونہین پسپا کیا ۔ دس بجے سہ پہر کو جو مراسلات کرنیل مذکور کیطرف سے آئی اوس مین مسطور تہا کہ مین نے چھ چھ پہر سخت لڑائی کی اور میری فوجین خون کی دریا مین چلی ہین ۱۲ بجے دن کو لڑائی بند ہوئی اور کرنیل مذکور نے ایک تار اس مضمون کا دیا کہ خدا تعالیٰ کی مہربانی سے ہمین یہ فتح نصیب ہوئی ہی ۔ چار بجے پھر ترکون نے حملہ کیا ۔ مگر کرنیل نے پھر اونہین پسپا کیا جب کرنیل کے پاس امدادی فوج پہونچی تو اب حملہ مین پیشقدمی کی اور بقول اوسکے دشمن کو سخت نقصان پہنچایا ۔ اس لڑائی کو ختم ہونے پر اوسنے کرون پرنس کو تار دیا کہ دشمن اگرچہ پسپا ہوگیا ہے مگر آج ایک اور حملہ کا انتظار ہے ۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ترک فارسالا کے تسخیر کو پلٹے اوس وقت حملہ آور ہوے جس وقت اونہون نے دوسری جانب ویلیستینو پر حملہ کیا تھا صبح ہوتے ہی عساکر عثمانیہ کی توپخانہ سے توپکا رکیطرف [illegible] ہے اور کرون پرنس نے [illegible] چار بجے تار دیا کہ لڑائی ہو رہی ہے تہوڑی دیر کے بعد شہزادہ صاحب نے دوسرا تار اس مضمون کا دیا کہ جنگ ابھی شروع ہو گیا ہے اور یونانی اگرچہ [illegible]

چھوڑ کر کیمپ کیطرف ہٹ آئی ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقع قریب سہ پہر کے ہوا۔ اس جنگ کا انتظار برابر ایک دن سی تہا۔ اور یونانیون کی فوجین صبح ہوتے ہی مقابلہ کیلئے تیار کیگئی تہین جب کروان پرنس میدان مین بذات خاص پہنچا تو سپاہیون کو نی الجملہ کچھ ڈھارس سی ہوگئی۔ اور پرنس نکولس (کہ وہ بہی برادر کرون پرنس) بہی توپ خانہ کے ساتھ میدان مین موجود تھا۔ شام کے ۸ بجے تک لڑائی جاری رہی۔ اوس وقت ترکون نے آتشباری بند کر دی۔ رات کو آٹھ بجے کرنیل پالمے نے جو کرون پرنس کی فوجکا چیف سٹاف افسر ہی۔ یہ رپورٹ جنگ تیار کی جس کا ماحصل یہ ہے آج ۵ بجے ترکون نے ہمارے مورچون پر حملہ کیا کل سے اونکی نیت یہ نظر آ رہی تھی کہ ہمارے میسرہ کو چیر کر نکلجائین۔ مگر آج خلاف توقع اونہون نے اپنا ارادہ فسخ کر کے ہمارے مقدمۃ الجیش پر حملہ کیا۔ چونکہ اونکی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس وجہ سی ہمارے طلیعہ کی فوج لڑتے لڑتے پیچھے کو ہٹ آئی۔ سواپنی فوج کے میمنہ کے مقابل مین ایک مقام پر آکر جم گئی۔ گولہ اندازی بہی ہوئی مگر تھوڑی دیر تک جاری رہی۔ ترکون کی پیادہ فوج اگرچہ تین مقامات پر بڑے زور سے جھپٹی آتی تھی۔ مگر ہماری فوجنے اوسکی پیشقدمی کو روکا۔ معلوم نہین کہ ہمارا یا ترکون کا نقصان کسقدر ہوا۔ کرون پرنس لڑائی مین موجود تھا۔ اور پیادہ فوجکی آتشباری کی زد مین کہڑا رہا۔ اور پرنس نکولس فوجکی میمنہ مین سپاہیون کو حوصلہ دیتا رہا۔ اوس کی توپ خانہ کے مقابلہ پر دشمن کے دو توپخانے ایستادہ تہی ہم اپنے مورچون پر قابض ہین۔ کل غالبًا پھر لڑائی ہوگی۔ ترکون کی جمعیت ہم سے بہت زیادہ ہے۔ ہماری رائے مین جس فوجنے ہمارے میمنہ پر حملہ کیا تہا۔ اونکی تعداد پندرہ ہزار سے کم نہ تھی۔ علاوہ برآن مور و ملخ کیطرح اونکی فوجین روز بروز پہاڑون سے اُترتی دکھائی دیتی ہین۔ ترکون کا توپ خانہ اور سوارون کے دستے ہم سے بدرجہا زیادہ ہین۔ صرف ایک دستہ سواران جو ہمارے ساتھ تھا وہ بھی بیچارہ ٹرپیتی کی رکاب مین فتح ترکہالا کو بہیجے گیا ہے (لعنۃ اللہ علے القوم الکاذبین۔ چھ بجے سے لیکر آٹھ تک یہ مرد آدمی یہ ترطبہ تمہید لکھتا رہا۔ اور نہ معلوم کتنے کاغذ پہاڑ کر آخر کار یہ مسودہ تیار کیا جسمین دبی زبان سی شکست کا اقرار کرنا پڑا۔ اور جس کو نقط لفظ سے تصنع ظاہر ہوتا ہے مگر جسے نافہم بلکہ بیخبر ہو نیر جنگ فتح کی خبر سمجھکر کپڑون سے باہر ہوگیا۔ چنانچہ آگے ظاہر ہوگا۔ فارسی مشہور مثل واقعی یہین صادق آتی ہے خر گفت دخر... باور کرد)۔

اس رپورٹ کے آنے پر گورنمنٹ نے کرون پرنس۔ پرنس نکولس اور کرنیل تہمونیسکی کو جدا گانہ مبارکباد کی تارین دین اور وزیر صیغہ جنگ نے کل فوجکو علم جو فارسالا مین مقیم تھی۔ مبارکباد کا تار علیحدہ روانہ کیا۔ بعد ازان پادشاہ نے اپنی طرف سی کرون پرنس اور فوجکو ایک علیحدہ تار اظہار مسرت اور مبارکباد فتح کا دیا (فتح شاید ان بیچارون کو روزمرہ مین جان بچا کر امان کی گود مین واپس آنے کو کہتے ہین۔ ایسی ہی فتحون نے تو انہین تین ہفتون کے اندر جیسے ایتھنز مین واپس پہنچا دیا ہے۔ اور جو فوج بڑے طمطراق سے قسطنطنیہ کی فتح اور کریٹ کی الحاق کے لئے گھر سے نکلی تھی تھیسلی بھی ہاتھ سے دی بیٹھی   )۔

ہر ایک شخص کو یقین تہا۔ کہ آج ہی فارسالا اور ویلیسٹینو کا قطعی فیصلہ ہو جائیگا۔ لوگ کل کی خبرون سے بڑے خوش نظر آتے ہوئے تھے۔ اور اپنی فوجی قوت پر بہت نازان معلوم ہوتے تھے۔ ہر ایک گرجے مین فتح کی دعا بڑے زور و شور بلکہ ساز و سامان سی مانگی گئی۔ اور دیروزہ فتح کا شادیانہ بڑے ساز اور آہنگ کے ساتھ بجایا گیا۔ مگر لوگ ابہی ان رنگ رلیون مین ہمہ تن مشغول تہے کہ یکایک یہ خبر برق خاطف کیطرح آپہونچی کہ فوجین فارسالا سے بہاگ کر ڈومکاس پر واپس آگئی ہین۔

واقعات اصلی

جب لڑائی عارضی طور پر تھم گئی تو کرون پرنس نے ایک فوجی کونسل منعقد کی جس نے یہ قرار دیا کہ چونکہ ادہم پاشا کی فوج تخمیناً ساٹھ ہزار آدمی ہے۔ اور ترکون کی نقل و حرکت سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فارسلا کو بالکل محصور کرین اس لیئے مناسب وقت یہہ ہے کہ یہان سے جان چھوڑا کر ڈومکاس کو جانا چاہیئے۔ اور یہہ وہی نظر بحالات موجودہ رات کیوقت مناسب ہے اس فیصلہ کی اطلاع کرنیل سمولینسکی کو بھی دیگئی۔ اور اوس کو اختیار دیا گیا کہ وہ خود اپنے لیئے راہ فرار تجویز کرے۔ یہ فیصلہ ہوتے ہی فوجون کا نقل و حرکت شروع ہوگیا۔ اور سپاہی ترتیب کے ساتھہ پیچھے ہٹنے لگ گئے۔ رات کیوقت ترکون نے اپنی مجوزہ حرکت فارسلا کو محصور کرنے کی شروع کی۔ مگر جب صبح ہوئی تو انہین معلوم ہوا کہ دشمن یہان سے چلدیئے ہین۔ ڈومکاس کے باشندے شہر سے بھاگ گئے ہین۔ کرنیل سمولینسکی رات بھر ولسٹینو مین ہا صبح کیوقت ترکون نے اوسکی فوج پر سخت حملہ کیا۔ اور طرفین سے جنگ شروع ہوئی۔ مگر نتیجہ اب تک معلوم نہین کہ کیا ہوا۔

نمرہ ۷۷ کے باشندے بھی شہر سے نکل گئے ہین۔ اور میجر تریٹی اپنے سوارون کا دستہ لیکر کل فوج کے ساتھہ شامل ہونیکے لیئے ڈومکاس کو چلا گیا ہے۔ آج شب کو یقین ہے کہ کرنل وسیوس اور کرنل کانسٹن آرگلس جہازون مین کریٹ سے واپس آجاوینگے۔ کرنیل ام سوس تو مدد و تسلی پر مامور ہوا ہے۔ اور کرنیل کانسٹن ڈومکاس مین چیف سٹاف ہوکر جاتا ہے۔ کرنیل مینا س آرٹلری کمان سے معزول ہو گیا ہے۔ اور اوسکی جگہہ کرنیل سٹیرٹاف مامور ہوگیا ہے۔ بعد مین یہہ افواہ اڑائی گئی۔ کہ فارسلا سے فوجین اس لیئے ڈومکاس کو بھاگی ہین کہ وہان مشہور ہوگیا تھا کہ کرنیل سمولینسکی ایمرو کی جانب بھاگ رہا ہے۔

لڑائی ختم ہوگئی ہے! اور یونان نے اپنی شکست کا اقرار کرلیا ہے! اور دول عظام کی وساطت کو قبول کرلیا ہے کہ بیچ بچاؤ کرکے مصالحت کرادین۔ اور اونکی اس تمہیدی شرط کو بھی منظور کرلیا ہے کہ ہم اپنی فوجین کریٹ سے واپس بلالینگے۔ ۵ مئی بروز چارشنبہ ترکون نے فارسلا پر حملہ کیا معلوم ہوتا ہے کہ دن بھر اونکا مقابلہ بلکہ مدافعہ ہوتا رہا۔ یہانتک کہ ایتھنز مین جو خبرین میدان جنگ سے اوس وقت آئی تھین۔ اون سے یہ ترشح ہوتا تھا۔ کہ عساکر عثمانیہ سخت نقصان کے ساتھہ پسپا ہوتے رہے۔ مگر شام کے وقت ترکون نے کرون پرنس کا قافیہ کچھہ ایسا تنگ کیا کہ اوسے بھاگتے ہی بن آئی چنانچہ وہ رات کو ڈومکوس کیطرف بھاگ گیا۔ جہان جاکر اوسنے دم لیا۔ اور دوسرے دن صبحکو یعنی جمعرات کے روز ترکون نے مقام فارسلا پر قبضہ کرلیا مفصل کیفیت اس لڑائی کی جو میدان جنگ سے ایتھنز مین آئی ہے۔ اس طرح پر ہے کہ کرون پرنس نے اپنی صفون کو آئین جنگ کے مطابق ترتیب دیا۔ اور ٹھیک دو بجے دن کے یونانی فوجین آگے کو بڑہین۔ ترک جن کی جمعیت پچاس ہزار سے کم نہ تھی۔ اوسیوقت کوہ ٹکو سے اترے اور اپنے توپخانہ کو مناسب مقامات پر نصب کرکے آتشباری کرنے لگے۔ اس آتشباری نے یونانیون کا سخت نقصان کیا بالخصوص اوس حصہ لشکر کا جو ریلوے سٹیشن کے قرب و جوار مین خیمہ زن تھا۔ ترک برابر توپون کی آڑ مین ٹپے ہنے گئے۔ اور آخر دور نکل آئے کہ یونانیون کے ساتھہ سینہ بسینہ ہوگئے۔ یہ حال دیکھکر کرون پرنس نے واپسی کا حکم دیدیا۔ بھاگنے والی فوج سامان حرب گولہ بارود وغیرہ اپنے ساتھہ ہی لیتی آئی۔ تمکی افواج نے چلتے چلتے موضع تاتری کو جلاکر خاک سیاہ کرڈالا۔ اور موضع دیوسکی کے ایک یونانی پادری کو اوس کے بال بچے سمیت تہ تیغ کیا۔ اب یونانی فوجین مقام ڈومکاس مین لڑنے پر تلی بیٹھی ہین ــ معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس قدر اخبارون کے کارسپانڈنٹ یونانی فوجون کے ساتھہ تھے۔ اون کے مسودے پہلے یونانی افسرون کو دکھائے جاتے ہونگے اور جب وہ حک و فک کرتے تھے اوس وقت اپنے اپنے اخبارون مین بغرض اشاعت بھیجے جاتے تھے۔ مدنہ انگریز جو بالطبع آزادی پسند و اخبارات مین

راست بیانی کے عادی ہین۔ یہ تو تعجب ہے کیون مرتکب ہونے لگے ہین اور اس طرح چھپا چھپا کر اصلی حالات پر کیون پردہ ڈالتے – ہر ایک فقرہ تلا ہوا
بلکہ ہر ایک لفظ جنتری سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ ناچار نتیجہ لکھنا پڑتا ہی مگر حرف مطلب ہزارون پہلو بچا بچا کر بیان ہوتا ہے چنانچہ
ہماری رائے کی تصدیق آگے چلکر اون کارسپانڈنٹون کی تحریر سے ہوتی ہے جنہون نے اپنی آنکھون سے لڑائی تو دیکھی مگر جو یونانی رسوخ یا
دباغت مین نہ تھے)

جن کارسپانڈنٹون نے یہ لڑائی اپنی آنکھون سے مشاہدہ کی۔ اونکا بیان ہے کہ یونانیون نے یہان جم کر مقابلہ نہین کیا۔ بلکہ ڈر کر ایک
ایسا مقام چھوڑ دیا جسکا فتح کرنا آسان نہ تھا یونانیون کی جمعیت تیس ہزار کی تھی۔ (تیس ہزار بھیڑین بھی ہوتین تو بلا سے پانچ چھ گھنٹے تو نہ ہی
رستہ ہی رک جاتا مگر ان جانباز قومی شہیدون سے یہ بھی نہ ہوسکا مترجم) جب وہ بھاگے تو بہت سا ذخیرہ سامان حرب و خوراک اور چند توپین
بھی پیچھے چھوڑ گئے ترکون نے ۲۰۰ سے زیادہ زندہ گرفتار کرلیئے (اگر ہماری سُنین تو اونہین چڑیا خانے مین بھیجدین تاکہ لوگ اونکی زیارت کیا کرین
وکیل) ڈومکاس کے باشندے معہ لامیا مین پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ (جب ترک لامیا کا رخ کرین گے تو کہان جاوینگے جہنم مین – اب تو گھبرا کے یہ
کہتے ہین کہ مر جائینگے + مر کے بھی چین نہ پایا تو کدہر جائین گے۔ وکیل)۔

ترکون کا نقصان اس معرکہ مین فقط ۳۰ سپاہیون کا ہوا اور ۱۰۰ زخمی ہوئے جب ترکون کا میسرہ آگے کو بڑھا تو یونانیون نے بڑے زور کی توپ
آتشباری کی نشانہ بہت ہی ٹھیک بیٹھتا تھا جس سے صاف ظاہر تہا کہ یونانیون نے خوب غور سے ان مقامات کی جانچ پڑتال کی ہے کیونکہ جو گولہ انکی
توپون سے نکلتا تھا وہ خطا نہ کرتا تھا بلکہ بعض اوقات سخت نقصان کرتا تھا۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ایک گولہ کے صدمہ سے تین سپاہی تو شہید ہوئے
اور بہت سے زخمی ہوئے لیکن باوجود اس قادر اندازی کے ترکون کی پیشقدمی مین ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ وہ برابر اوسی استغنا اور ہمت کے ساتھ گاتے
ہوئے بڑھتے ہی چلے گئے۔ ان نقصانون کی انہون نے ذرہ بھر بھی پروا نہ کی +

پھر کے روز کرون پرنس نے حسب ذیل اعلان شائع کیا۔ یونانی فوج کے سپاہیو۔ فوج ڈومکوس مین واپس آگئی ہے۔ کیونکہ فارسلا مین استحکام نہ
تھا اور غنیم کی تعداد ہم سے بہت زیادہ تھی۔ مگر اب جو مقامات تمہارے قبضہ مین ہین۔ وہ ایسے مستحکم ہین کہ امید نہین کہ دشمن ان پر اپنا قابو پاسکے خواہ
اوسکی فوج ہم سے کتنی ہی زیادہ کیون نہ ہو۔ ہمین یقین ہے کہ تم عنقریب انہین مار کر بھگا دوگے۔ اور خود حملہ کرکے اون کو قلمرو یونان کی سرحد سے پار
کر دوگے۔ یہ خیال رہے کہ تم اپنے وطن کا مقدس اہتمام اپنے ہاتھون مین رکھتے ہو۔ اور تم اپنے شاہ اور قوم کی آبرو کے لیئے میدان کارزار مین آئے ہو۔
تمہین لازم ہے کہ دشمن کو ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہ دو مین بخوبی جانتا ہون کہ تمہین سخت تکلیف ہورہی ہے۔ اور مسلسل چند دنون کی جنگ
سے تم تھک گئے ہو۔ مگر ان مصیبتون کو استقلال کے ساتھ برداشت کرنا چاہیئے کیونکہ تم اپنے ملک کی ناموس کے لیئے لڑ رہے ہو۔

(ہر کسے ناصح برائے دیگران + ناصح خود یافتم کم در جہان۔ بیچارے لیتخواہ سپاہیون سے تو یہ لن ترانیان ہانکی جاتی ہین اور یہ کانسٹنٹائین
خود وقت پر جب کبھی معرکہ پڑا میدان سے یون غائب ہو جاتے ہین جیسے جاڑون کی چھپکلی یا دسہرہ کا نیل کنٹھ مادہ اسپر طرہ یہ کہ چلتے چلاتے فوجیون کو
بھی بھاگنے کا حکم دے جاتے ہین جس کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہین معلوم ہوتی کہ اکیلا مین ہی رسوا نہ ہون۔ بلکہ مرگ انبوہ جشنے دارد کی بہتی صادق
آوے اور پھر جہان دس بیس کوس پر جا کر دم لیا تو شگفتہ ناموس مقدس اہتمام حب قومی حب وطن وغیرہ سب کچھ یاد آجاتے ہین۔ وکیل) +

ہمارا کارسپانڈنٹ مقام ڈومکاس سے لکھتا ہے کہ مین ہفتہ کے روز اوس درے سے گذرنا جو لامیا سے نکلکر راستہ مین آتا ہے۔ اب تک پرانی سرحد بدستور موجود ہے کیونکہ ترکون کے مورچہ برقرار ہین۔ لوگ سب کے سب بھاگنے پر تیار بیٹھے ہین۔ ہزارون بیل۔ گائے بکریان گھوڑے۔ اونٹ۔ اسباب خانہ داری کے چھکڑے قطار در قطار سمندر کیطرف کو جا رہے ہین۔ ڈومکاس مین یونانی فوجکی جمعیت تیس ہزار سپاہی ہے۔ اور تعلب لشکر ایک پہاڑی کے عقب مین واقع ہے جو سمندر سے ۲۰۰۰ فیٹ مرتفع ہے۔ اور وہان سے فارسلا کا میدان نیچے برابر دکھائی دیتی ہے۔ کرنیل سموئلنسکی کی سپاہ سمینہ کیطرف گورا کی سڑک پر خیمہ زن ہے۔ اگرچہ سپاہیون کا حوصلہ اور صحت اچھی حالت مین ہے۔ مگر موسم کی اس ناقص حالت مین سپاہیون کا صحیح و سالم رہنا مشکل دکھائی دیتا ہے۔

ہفتہ کے روز شدت سے گرمی رہی۔ اور اتوار کو پھر سخت بارش ہوگئی جس سے موسم مین بہت بڑا فرق پیدا ہوگیا۔ اور نوجون مین جن کا شب و روز کا بسیرا فقط آسمان کے تلے ہے۔ اس تغیر سے ضرور جسمانی نقصان پہنچا۔ (حضرت ابھی تو بڑا طاعون ادہم پاشا دور بین لیئے دور ہی سے ناک رہا ہے جب قریب پہنچیگا۔ تو اوس وقت اسہال جاری ہونگے۔ مگر یہ کہنا اور اس بیماری کا بہانہ بھی خالی از علت نہین۔ یہ بھاگنے کی پہلی بنیاد رکھی گئی ہے۔ لیکن کن ترکیبون سے بزدلی چھپائی جاتی ہے۔ وکیل)۔

پیر کے روز ٹائمز کا کارسپانڈنٹ بذریعہ تار کے خبر دیتا ہے کہ آج رات سے بارش مسلسل ہو رہی ہے جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ بیماری بُری طرح پھیل گئی۔ اور طرفہ یہ ہے کہ اسباب کا کہ دوا کافی موجود نہین۔ وقت تو یہ ہے کہ ایسے وقت مین کسر جب کا اہتمام کیا جاوے یا دیگر ضروری باربرداری کا یا ڈاکٹرون اور ادویات کا۔ ظاہرا کسر جب نے فوجیون کے آرام کا مطلق خیال نہین رکھا۔ اس سے ضرور ہے کہ ہمارے سپاہیون کا حوصلہ پست ہو۔ مگر انگریز کوشش کر رہے ہین۔ کہ ایتھنز سے ادویات ان بیمارون کے لیئے منگائی جائین۔ اور یہان پر عارضی ہسپتال قایم کیئے جاوین (خواہ مخواہ اتنا دردسر کیا گیا - انکی بیماری تو ادہم پاشا کے آتے ہی زایل ہونے والی تھی۔ اور یہ بات کچھ نئی نہ تھی۔ بار ہا کے تجربون نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ جہان اوسکی فوج نے آگے کو قدم بڑھایا۔ وہین یہ بھاگنے کیلئے تیس ہوگئے۔ بلکہ جس مین توانائی نہ ہو وہ گھٹنون کے بل ہی تیار ہو جاتے ہین۔ خیر کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز۔ وکیل)

یونانیون نے اس مقام کو بہت مستحکم بنایا ہے اور ان پچھلے چند دنون مین بہت سے نئے مورچے بھی قایم کر لیئے ہین۔ مگر سامان سد رسانی کا سخت اندیشہ ہے۔ کیونکہ باربرداری کے جانور کم دستیاب ہوتے ہین۔ ترک اگرچہ دو گھنٹے کی مسافت پر آپہنچے ہین مگر ظاہرا حملہ کا بالفعل ارادہ نہین رکھتے۔ یونانیون کو تشویش ہے اور وہ برابر اپنے مورچے مضبوط کیئے جاتے ہین۔ ڈومکاس کی صورت موجودہ کے لحاظ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقب کی طرف سے حملہ کیا جاوے۔ اور عجب نہین کہ اگر عارضی دفعہ لڑائی مین نہ ہو جاوے تو ترک جن کی جمعیت ساٹھ ہزار بیان کیجاتی ہے۔ ادہیطرف سے حملہ آور ہون۔ اگر یقیناً یونانیون کو یہان شکست ہوگئی تو پھر تو یونانیون کا خاتمہ ہے۔

جنگ ولسٹینو

یہان ترکون کے بارہ سو جوان اس لڑائی مین کام آئے۔ چنانچہ یونانیون نے انہین سے چھ سو کے قریب دفن کیئے۔ علاوہ بران چار سو رسالے کے گھوڑے بھی مارے گئے۔ اور یونانیون کے فقط ۲۰۰ آدمیون کا نقصان ہوا۔ جن مین سے ۵۰ تو مارے گئے۔ اور باقی زخمی ہوئے۔ یہ تو یکم مئی کا واقعہ تھا۔ دوسری مئی کو حقی پاشا نے پھر یورش کی۔ اور ایک سخت مقابلہ کے بعد ترکون نے پہلا مورچہ لیا

اور یونانی اپنی دوسری لائین پر پسپا ہوگئے۔ جہان بھی نہین ٹھیرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور تاب نہ لاکر دولو کیطرف بھاگ گئے۔ لڑائی سخت ہوئی۔ اور یونانیون کے نقصان کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ رجمنٹ نمبر ۷ مین سے فقط ۹۰ آدمی سلامت رہے۔ ترکون کو یہ فتح اس سبب سے حاصل ہوئی ہے کہ اونکے پاس میدانی توپخانہ موجود تھا۔ برخلاف اس کے یونانیون کے پاس فقط پہاڑی توپخانہ تہا علاوہ برآن اونکے جنرلون نے بڑی ہوشیاری اور تدبر سے کام کیا۔ کرنیل سمولینسکی جمعہ کے روز اپنی فوج لیکر آلمیرو کو بھاگ آیا ہے۔ اس بھاگڑ مین کوئی بے ترتیبی واقع نہین ہوئی۔ (اس جنرل کی تعریف مین متعصب اخبار نویسون کے بہت دم چڑھے جاتے تہی۔ اب جو اوس نے بھی اس ذلت کو ساتھ نیچا دیکھا۔ تو کسی کے پھوٹے منھ سے ایک کلمہ بھی جنرل حقی پاشا کی توصیف مین نہ نکلا جس نے اوسے ایسا گید ماکہ بچاکو چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ کوبل)۔

بعدازان منگل کے روز اتھینز مین اس مضمون کا ایک تار آیا کہ ادہم پاشا کا ارادہ ہے کہ وہان بھی کرنیل سمولنسکی پر حملہ کرے۔ جس کی خبر پاتے ہی کرنیل صاحب المیرو سے بھی بھاگے۔ اور مقام سوروپی مین جو المیرو کے شمال مین واقع ہے۔ جا کر پناہ لی۔ (آخر یونانی ہی تو تھے۔ یہ اپنے بھائی بندون ہی کیون ٹہرے رہتے۔ آجکل کے یوروپین آئین جنگ کے رو سے پیچھے ہٹ آنا بھی فنون حرب مین داخل ہی۔ اور ہر ایک ملٹری کالج مین جہان اور اقسام جنگ کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس کے طریق بھی سکھائے جاتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ کراون پرنس نے اسکی مشق بہت ہی توجہ سے کی ہے اور اونکی نحوست سے یا یونانی ملٹری کالج کی تعلیم کے اثر سے سب یونانی جنرل اور کرنیل اس فن مین بڑے ہی مشاق معلوم ہوتے ہین مترجم)۔ کرنیل سمیٹیلونی تار دیتا ہے کہ مین کرنیل سمولینسکی کی امداد کو جا رہا ہون ۔

دولو کا قبضہ

ہفتہ کے روز ترکی فوج کی ایک دستہ نے زیر کمان جنرل حقی پاشا دولو پر بھی قبضہ کر لیا۔ یونانی سپاہ تو پہلے ہی اتھینز کو بھاگ گئی تہی مگر شہر کے باشندے وہین رہے۔ جب انگلش اور فرانسیسی قونصلون نے مارشل ادہم پاشا کے پاس اونکی جان کی امان مانگی تو اونہون نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اور اون کی جان و مال مین کسی قسم کی دست اندازی نہ ہوگی۔

یونانی امیر البحر نے جو خلیج دولو مین تھا۔ ادہم پاشا کی اس شرط کو قبول کر لیا تھا کہ مین یہان سے المیرو کی طرف پیچھے ہٹ جاتا ہون اور عساکر عثمانیہ سے مزاحم نہ ہونگا۔ یہ وہی جہازات کا بیڑا ہے جو یونان تو یونان بلکہ کل عیسائی سلطنتون کا یہ زمانہ ہو رہا تھا۔ اور شاید یہ وہی امیر البحر تھا جو سہرا احکام لیکر قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کو گھر سے چلا تھا۔

خیالِ حوصلہ بحر سے پزدہیہات چہاست در سر این قطرۂ محال اندیش

العظمۃ للہ۔ جو شخص ٹوارڈ نیلز بلکہ گولڈن ہارن پر قبضہ کرنے کا تہیہ کر چکا ہو وہ اپنی ہی سرحد کے اندر خلیج دولو مین غنیم کے رو برو اسطرح ہاتھ جوڑ کر اپنا پیچھا چہڑا لے۔ اوسکی ندامت کا بشرطیکہ اوسمین یہ حس ہو اوس وقت کیا حال ہوگا۔ ہماری رائے مین مادہ غیرت ہی اسمین نہ ہوگا۔ ورنہ خلیج دولو تنگ بھی تو نہ تھی کہ اوس کو ڈوبنے کو کافی نہو۔ مترجم)۔

ریوٹر کا کارسپانڈنٹ راوی ہی کہ موضع زمپلو کے بعض میندارون نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ترکون کی فوج نے سارے گاؤن کو

تاخت و تاراج کیا۔ اور قریب ۵۴ مکانات کے جلا کر خاک سیاہ کر دیئے۔ گرجے کو اگرچہ جلایا نہین۔ مگر جس قدر تصویرین نصب تھین۔ اون سب کو اکھاڑ ڈالا۔ اور محراب وغیرہ سب کچھہ مسمار کر دیا۔ گائے بیل بھیڑ بکری بلکہ مرغیان تک لیگئے ہین یونانی گورنمنٹ کو ایپیرس سے بھی ایسی ہی تاخت و تاراج کی خبرین آئی ہین۔ تھیسلی کے شمال مغرب مین بھی ترکون نے بعض گانون غارت کئے ہین۔ اور روستینو کے قرب و جوار مین بہت لوٹ مچائی ہے (ایسی خبرین فقط ریوٹر کے کارسپانڈنٹون کو ملتی ہین۔ اور کسی کو نہین۔ مترجم)

ٹائمز کا کارسپانڈنٹ مقام لاریسا سے ۱۰ اپریل کو اسطرح خبر دیتا ہے جب کل مین فوج کے اندر ایک سوارون کے دستہ کے ساتھہ گیا تو مجھے یہان کی حالت بہت ہی ناقص نظر آئی۔ ابھی غنیم کا ایک سپاہی بھی یہان نہ آیا تھا کہ اسکے محافظین نے اسے غارت کیا۔ اکثر دوکانین تباہ تھین اور اکثرون کے قفل ٹوٹے ہوئے تھے۔ گھرون کا یہ حال تہا کہ جا بجا لوٹ اور دست درازی کے ثبوت ملتے جاتے تھے۔ اسباب خانہ داری بڑی بےسلیقگی کے ساتھہ ادہر ادہر بکھرا ہوا تھا۔ یہہ کہہ سکتے ہین کہ بھاگڑ کی جلدی ہی اسکا سبب ہوئی ہو۔ مگر زیادہ تر اسکا موجب وہ تاخت و تاراج تھا جو خود وہین کے بدمعاشون نے ان بیکسون پر اپنے ہاتھون سے کیا۔ کل تمام شام بلکہ رات بھر ترکی افسران فسادون کے فرو کرنے مین مصروف رہے۔ اور انہین اسمین پوری کامیابی بھی ہوئی۔ اسمین شک نہین کہ آلبانیا کے سپاہیون مین سے ایک دو نے لوٹ مار پر جرأت کی تہی۔ اسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ فوج سے علیحدہ کئے گئے۔ اور سر بازار دو سپاہیون کو گولی سے مار دیا گیا۔ کیونکہ اونہون نے باوجود اطلاع کے احکام کی تعمیل مین تساہل کیا تہا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سب فوجون کو کان ہو گئے۔ اور ترکی جنرل کے اس فعل نے ساری فوجون اور ملکی ضابطہ کی پابندی کا سکہ بٹھا دیا۔ اور اس سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ ترکی فوج مین کس حد تک انتظام اور قواعد کو دخل ہے۔ کیونکہ یہ ایک معمولی بات نہین کہ ایک نیم وحشی اور جاہل جماعت کو جس نے ابھی ابھی ایک شہر بزور شمشیر فتح کیا ہو اس امر سے روکا جائے کہ وہ کسی ایسی جائیداد پر ہاتھہ نہ ڈالے جسے وہ شہر بادر سمجھہ رہا ہو۔ اور خاصکر ایسی صورت مین جب کہ غنیم بھی اسمین اپنا حصہ لے چکا ہو۔

اکثر یونانی خود تسلیم کرتے ہین کہ ہماری فوجین بےضابطگی اور بے آئینی بطرح پھیلی ہوئی ہے اور ان لڑکون نے بجائے فائدہ کے سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس نئی تکی لڑائی کی جس کے یہ لوگ عادی ہو رہے ہین دیسی غنیم کے مقابلہ مین ذرا بھی پیش رفت نہین جاسکتی جس کی فوجین آئینی ہون اور جس کے جنرل آجکل کے فنون جنگ سے بدرجۂ غایت ماہر اور مشاق ہون۔

ایم بیوٹری سابق وزیر صیغہ بحریہ نے بہت سے مراسلے شائع کئے ہین جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بحری افواج کے افسرون نے وزارت کے احکام کی تعمیل سے انکار کیا تہا۔ اور کوموڈور سٹوری نے یہ دہمکی دی ہے کہ مین بھی اس قسم کی دیگر مراسلتین شائع کر دونگا۔

کپتان برین ایم پی (جو ریڈ کراس سوسائٹی مین انگریزون کی طرف سے وکیل ہے اور جن کا کام یہہ ہے کہ یونانی رجمنٹون کی خبرگیری کرے) ایکہ زخمی تو وولو سے یونان مین لے آیا ہے۔ انمین تین نگہہ بین و نیز ہین۔ انگریزون کے اٹھارہ والنٹیر تھے انمین سے پانچ زخمی ہو گئے ہین۔

جو مصیبت زدے وولو اور دیگر نواح تھیسلی سے آئے ہین وہ موضع سکیتاس اور آربیو اور دیگر مقامات مین پڑے ہوئے ہین۔ اونکی حالت سخت درد انگیز اور موجب ترحم ہے۔ اکثرون کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نہین ملتی۔ اب مقام پیریس سے ایک جہاز سامان رسد لیکران کے لیے روانہ ہوا ہے۔ تھیسلی کے علاقجات سے پائرس مین بہت سے آدمی آئے ہین۔ انمین سے اکثر نہایت تباہ حالت مین ہین۔ گورنمنٹ نے ایک مجلس انکی دستگیری کیلئے

پہنچ جاؤ۔ ہمنے اون سے یہ بھی وعدہ کر لیا کہ جب تک تم تیار نہ ہو جاؤ ہم تمہاری راہ دیکھینگے۔ بلکہ اپنے گھوڑے بھی اونہیں اسباب لادنے کیلئے عاریتاً دیدیئے۔ بیکس عورتین روتی تھین اور اسی حالت مین جو کچھ اون سے ہو سکا اونہون اکٹھا کر کے گٹھریون مین باندہا۔ جب اس سے فارغ ہوئین تو اونہون نے نہایت درد انگیز اور مایوسانہ نگاہون سے اپنے مکانون اور باقیماندہ اسباب معاشرت کیطرف دیکھا جن کی نسبت انہین یقین کامل تھا کہ ابھی طرفۃ العین مین جلکر خاکستر ہو جائیگا۔ اور انہین پھر دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ ایک جوان عورت کی مایوسی خاصکر قابل بیان ہے۔ کیونکہ اوسکی شادی عنقریب ہونے والی تھی۔ اس سبب سے اوس کا جہیز وغیرہ سب کچھ تیار رکھا تھا۔ اب چونکہ یہ بھاگڑ پڑی انہین ناچار انہین اپنے جامہ عروسانہ تک یہین چھوڑنے پڑے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بسترون سے اوٹھا لیگئے۔ اور وہ اوٹھتے ہی اصلیت سمجھ گئے۔ اوسکی وجہ یہ ہے کہ بچپن ہی سے اونہین جب کبھی وہ والدین کو ستاتے تو اس طرح مین یہ کہکر چپ کرایا جاتا ہے کہ وہ ترکی سپاہی آیا ہے۔ غرض جون تون کر کے ہم رفیقون کو لیکر گھر سے باہر نکل آئے۔ اور دروازے مقفل کر کے پہاڑ کے درے مین اوترے ہمارے ساتھ بہت سے آدمی تھے جن مین بعض تو ضعیف العمر تھے اور بعض معصوم بچے انہین سے اکثر نے جن مین تھوڑی قوت بھی تھی اسباب کی گٹھریان سر پر اوٹھائی ہوئی تھین۔ رستہ مین اور بھی آدمی ہمارے ساتھ شریک ہوتے اور رفتہ رفتہ ہماری تعداد ساٹھ آدمیون تک پہنچی۔ مین اور میرا رفیق سفر بہت دور تک پیادہ پا جاتے رہے۔ اور جب آخرکار ہم گھوڑون پر سوار ہوئے تو ہمنے اپنے ساتھ اپنی مالکخانہ کے دو شیرخوار بچے بھی لے لیئے۔ رات بہت اندہیری تھی۔ اور پہاڑی رستے بالکل ناہموار تھے۔ اس لیے ہم جلد جلد سفر نہ کرسکتے تھے۔ بہت سے آدمی شمعین اور لیمپ لیکر ہمارے قافلہ مین دور دور پھیل گئے۔ تاکہ اندہیرے مین کوئی پیچھے نہ رہجاوے۔ اور راستہ بھی دکھائی دے۔ ہمین خوف تھا کہ درے کے سرے پر ہمارے پہونچتے ہی ترک بھی نہ آن پہونچین۔ مگر جب ہم پہونچے تو وہان کوئی متنفس عام اس سے کہ دوست ہو یا دشمن موجود نہ تھا۔ یونانی بھگوڑے ہمارے آگے تھے اور ترک ہمارے پیچھے چلے آتے تھے۔ اس وقت جب مین نے اپنی داہنی طرف نگاہ کی تو آگ مشتعل نظر آئی کیونکہ ترکون کی فوج اب مقام فلیپاڈا پر تعاقب کرتے کرتے قابض ہو گئی تھی (یہ شہر اسی لڑائی مین تیسری بار ترکون کے ہاتھ آیا) اس شہر کا مابقی حصہ جو سابقہ تاخت و تاراج سے باقی رہا تھا اب آگ کی نذر ہو رہا تھا۔ نصف شب ہو گئی تھی کہ ہمین یونانیون کی وہ فوج ملی جو بھاگ رہی تھی۔ اوسکی عجیب صورت ہو رہی تھی۔ اور ہمین اوسکی حماقت پر سخت تعجب آیا کہ یہ کس بنیاد پر وہان سے بھاگ آئے۔ مین نہ تو کوئی بے ضابطگی تھی نہ خوف نہ ہراس اور نہ گھبراہٹ وخوف تھا جو ان کو اس بزدلانہ فرار کا موجب ہوا تھا بلکہ اگر باعث تھا تو یہ تھا کہ اونہون نے آپسمین پختہ عزم کر لیا تھا کہ اپنے افسرون کی متابعت نہ کرینگے۔ اور ترکون کے مقابلہ مین ہاتھ نہ اوٹھائینگے چنانچہ اونہون نے ایک گولی تک نہ چلائی اور بلا جنگ بھاگ گئی۔ البتہ طلبہ کی فوج نے اپنے فرائض کی انجام دہی مین کوتاہی نہ کی (غالباً وہ ان بھگوڑون کے آگے آگے مشعل بردار ہو کر چلتے ہون گے۔)

مین اور میرا رفیق دونون حیرت مین تھے کہ اون کو کیا ہو گیا۔ یہ ٹہیک ہے کہ مین اونہین دیکھنے کو یہ قوت بخوبی موجود ہے کہ دشمن کا مقابلہ کر سکین گے۔ مگر باوجود اس کے صورت یہہ تھی کہ چپ چاپ ہتھیار بغل مین دبائے بلا امتیاز خورد و بزرگ و افسر و سپاہی اندہیری رات مین دبک کر چلے جا رہے تھے۔ اور افسر بھی عالم بے بسی مین یہہ دیکھکر کہ سپاہی قابو مین نہین بکمال ذلت و رسوائی کے ساتھ اونکے ساتھ ساتھ چلے جاتے تھے سمجھ مین نہ آتا تھا کہ باوجود اس تن و توش کے انکے حوصلون کو کیا ہو گیا۔ ہوتی سیرت سے ہیں کی دان و لاور متانہ ۔ دننہ ۔ ۔ ۔ تی لوگ کچھ کم نہین زیب شہ‌سوار جیل)

بقول ٹائمز ہمارا کارسپانڈنٹ آرٹا سے پتراس کو بذریعہ ریل پہنچا۔ اور وہان سے اوس نے ہمین یہ تار دیا ہے :۔

پتراس کے لوگ بھی سخت اضطراب مین ہین۔ غول کے غول ایک وحشت اور اضطراب کی حالت مین شہر کے بازارون مین دیوانون کیطرح پہرتے ہین۔ اور جہان کہین دس پانچ اکٹھی ہوگئے وہین ان متوحش وقعات کے موجبات اپنے اپنے قیاسات کے مطابق بیان کرنے لگجاتے ہین۔ کوئی افسرون پر الزام دہرتا ہے۔ کوئی شاہ کو کوستا ہے اور کوئی اوس کے ارکین خاندان پہ دل کا بخار نکالتا ہی۔ غرضکہ کوئی شخص نہین جو اون کی لعن وطعن سے محفوظ رہ سکے۔ اکثر فہمیدہ آدمیون کو خوف تھا کہ کہین انقلاب سلطنت ہی نہ ہو جاوے۔ چنانچہ پچھلے اتوار کو جب گرجون مین پادریون نے شاہ کی مزید عمر اور بقائے سلطنت کے لیئے دعا مانگی تو لوگ بہت بگڑے اور بادشاہ کے محل کو بھی جو اسی نواح مین واقع تھا بعض دہقانون نے لوٹ لیا۔

کارسپانڈنٹ پھر جمعہ کے روز آرٹا مین واپس آیا۔ اوس کا بیان ہے کہ مین نے رستہ مین ہزارون باضابطہ فوج کے سپاہی اور ردیف اور والنٹیر دیکھے جو سرحد پر جا رہے تھے۔ اونہین حب قومی کا بہت کچھ ولولہ تھا۔ مگر آرٹا والون کے دل سخت افسردہ اور طبیعتین خاصکر اس لیئے بجھی ہوئی تھین کہ اونہین میدان کارزار مین ترکون سے لڑنے کو فسر نہ بھیجتے تھے۔ (ابھی ابھی یہی کارسپانڈنٹ لکھتا آیا ہے کہ فوج بزدل ہی اور افسر اونکی بزدلی اور کم حوصلگی کے ہاتھون لاچار ہین۔ اور اسی صفحہ بلکہ اسی کالم مین یہ دوسرا راگ الاپنے لگا ہی۔ سچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد۔ یکیلی) ترکون کی جمعیت یہان انکے مقابلہ مین بہت قلیل ہی۔ اور اونکی فوج دریا کے کنارے پر پڑی ہے۔ باوجودیکہ بار بار انہین شتعال کبھی دیتے ہین اور گانون پر گانون جلا رہے ہین۔ مگر پھر بھی ہمین اتنی ہمت نہین کہ آگے بڑھ کر اون سے دو ہاتھ کرین۔ دانتھ کون کرے سے وہ چمن ہی اڑ گیا جس مین بہار آنے کو تھی۔ (لو کبھی)۔

چنانچہ جمعہ کے روز ترکون نے موضع گرمینزا کو جلا کر خاکستر کر ڈالا۔ حالانکہ دو میل کی مسافت پر سامنے یونانیون کے تین ہزار سپاہی اپنی آنکھون سے یہ قیامت خیز حادثہ دیکھتے رہے۔ مگر کسی نے چون تک نہ کی۔

اب آرٹا مین آئینی اور غیر آئینی فوج اور دیگر اطراف کے بھگوڑے بکثرت جمع ہوگئے ہین۔ عام طور پر تپ محرقہ اور دستون کا زور ہے۔ دوکانین سب بند تجارت بلکہ کاروبار تک بالکل مسدود ہے۔ اب اونہون نے قلعہ عمارت اور سیلگو سا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اور ترکون نے اپنا تسلط وہان بھی جما لیا ہے۔ ترکون کا جنرل مقام جنینا سے تار دیتا ہی کہ یونانی یہان سے شکست کھا کر بھاگ گئی ہین۔ لڑائی مین اونکے ۹ آدمی کام آئے۔ اور ترکون کے تین ہزار بندوقین اور تین سو صندوق گولہ اور بارود کے اور ایک پہاڑی توپ بطور غنیمت کے ہاتھ آئی۔ یونانیون کے ایک بیڑہ جہازات نے پیر کے دن موضع سکیا پر گولہ اندازی کی۔ یہان ترکون کا ذخیرہ خوراک ہی۔ آلبانیا کے عیسائیون نے ایک اشتہار دیا ہی جس مین عبارت ذیل درج ہے جو قابل توجہ ہی:۔

جن لوگون کا یہ اعتقاد ہے کہ مقدونیا و تھیسلی ہماری نہین۔ وہ غلطی پر ہین۔ بہائیو جو ہمین یونانی سمجھے وہ ہم سے دشمنی کرتا ہی اور ہمین رنج دیتا ہے۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام اور نصرانیت کے پیشواؤن نے ہمین ایک دوسرے سے علیحدہ کیا ہے۔ یونان نے علاقہ آرٹا اور تھیسلی پر قبضہ کیا ہوا ہے اور اب اسی ایپائرس اور مقدونیہ کی ہوس ہی۔ مانٹی نیگرو نے سکوٹری اور اینٹواری دبا رکھی ہین۔ ہمارے باقی علاقو پر آسٹریا اور سرویا کے دانت ہین۔ بیرونی غنیم ہماری قلمرو مین دست اندازی سے باز رہین۔ ورنہ ہم تلوار سے اونکا مقابلہ کرین گے۔

ایک ترکی جہاز کا گرفتار ہونا

کہا جاتا ہے کہ یونانیون نے ترکون کا ایک جہاز مقام ٹنڈوس کے پاس گرفتار کیا ہے۔ جسمین ۱۲۰۰ عربی سپاہی اور چھ افسر سوار تھے۔ جہاز مین تین سو چھری دار ٹپی تفنگین اور چودہ ہزار کارتوس تھے۔ ہرچند سپاہیون اور افسرون سے پوچھا گیا مگر وہ کچھ پتہ نہین بتاتے کہ اونکا ارادہ کہان کا تھا۔

اخبار پائنیر کو ایک کارسپانڈنٹ نے لندن سے ایک طویل خط ۱۴ مئی کو لکھا ہے جس کا ماحصل درج کیا جاتا ہے:-

"یونانی افواج کی بہت بُری گت ہوگئی ہے۔ سپاہی بھوک کے مارے پسے جاتے ہین۔ سردی کے مارے ٹھٹھر رہے ہین۔ کوئی لحظہ نہین کہ بار بار کی کہا شکست سے فرصت ہو۔ حوصلے پست ہو رہے ہین۔ اور دلون کی امنگین بالکل مفقود ہین۔ اس قوت اور حوصلے کے ساتھ ان بھی موئے بھگوڑون کا لشکر ڈوموکوس کے پاس اُترا ہوا ہے۔ جہان ہردم اور ہر لحظہ یہ اندیشہ سوہان روح ہو رہا ہے کہ ابھی فتحمند غنیم کی افواج قاہرہ آکر ہمین پامال کر دین گی اور ہمین ناچار اون کے سامنے اطاعت قبول کرنی پڑے گی۔ کیونکہ سامانِ حرب جسقدر موجود تھا وہ تقریباً سب کچھ وہ پہلے ہی چھین چکے ہین اور تھیسلی مین سے کوئی لاکھ آدمی ہماری قوم کے پہلے ہی سے نذر خان و مان ہو چکے ہین۔ اور برق و باران کے طوفانون مین بے آب و دانہ اور بلا سنہ عورت کسی مقام امن کی تلاش مین دربدر اور سرگردان پھر رہے ہین۔ اور ترکون نے تقریباً وہ سارا علاقہ از سرنو فتح کر لیا ہے جو اون سے ۱۸۸۱ء مین چھین لیا گیا تھا۔ اس دوجھگڑو فوج کے کہنا غلطی مین داخل ہے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہین کہ ایک مٹول بال و پر شکستہ اور شکست خوردہ بھگوڑون کا ہے جن کے پیچھے ترکی افواج بڑھی چلی آ رہی ہین۔ اور جن کے آگے تعمیر دار الخلافہ یونان ہی۔ انکو پیسہ کوڑی نہین۔ اس ملک کا مالی اعتبار جو بیرونی ممالک مین تھا۔ وہ بالکل تباہ ہو گیا ہے اور اندرونی آمدنی کے صیغہ مثلاً حرفت صنعت تجارت اور زراعت کے ان مالا یطاق مصائب اور متواتر صدمات کے سبب سے مرضِ زوال مین آگئی ہین اس حالت مین۔ اور ایسی حالت مین کہ ان کا مصیبتون کے نرغہ مین گرفتار ہو کر ناچار بادلِ ناخواستہ دول عظام کے سامنے صلح کا خواستگار ہونا پڑا۔"

بروقت تحریر اس خط کے یونانی گورنمنٹ نے اپنے افسر کریٹ سے واپس بلا لیے ہین اور کریٹ کی خودمختاری (جو سلطان چاہتے تھے) قبول کر چکے ہین۔ انکی ذلت اور رسوائی اس حد کو پہونچ چکی ہے کہ اونہون نے بلا کسی شرط کے اپنے نیک و بد کو دول عظام کے فیصلہ پر چھوڑ دیا ہے اور انہین کامل اختیار ہے کہ وہ جسطرح پر چاہین ان بدبختون کی قسمت کا فیصلہ فرمائین۔ ان طاقتون مین شہنشاہ جرمن بھی ہین جنہون نے آغاز جنگ کے وقت یہ فرمایا تھا کہ کیون اسے واقعی سزا نہین دیجاتی ۔

(اس حال کو پہنچے نہ تھے قصد سے کہ اب ہم (اب تو) راضی ہین جو عدا بھی کرین فیصلہ اپنا)

وہ اس سے پہلے صلح کے خواستگار نہ ہونے کا یہ بہانہ کرتے ہین کہ اگر تب ہم ایسا کرتے تو عوام الناس کیطرف سے سخت اندیشہ تھا اور جمہور رعایا نہ صرف وزارت کو تہ و بالا کرتی۔ بلکہ عجب نہ تھا کہ خاندانِ شاہی مین انقلاب واقع ہوتا۔ شاید اسی انقلاب کے ڈر کے مارے خاندان شاہی کا رکن رکین یعنی ولیعہد سلطنت کمانڈر انچیف بنا کر میدانِ جنگ مین بھیجا گیا تھا۔ عذر بدتر از گناہ ہے۔ مگر یہ ایڈیٹری یہ مانا کہ ایم پریل حال کا مصدر عظیم انہی ہمدردون کی طبایع اور اون کے خصائل سے بخوبی آگاہ ہے مگر حق یون ہی کہ یہ دلائل اب وضع کیئے گئے ہین جب شکست پر شکست ہوئی ہے ابتدا مین انکا خیال تک کسی کو نہ تھا۔

یہی یونانی جنہین ایسا شورہ پشت اور جنگجو بیان کیا جاتا تھا اب ہمہ تن صلح کے خواہان ہین - ایک ہفتہ گذرا ہی کہ وہ خواہشمند تھے کہ یوروپ صلح کا نام لے اور ہم اپنی رضامندی ظاہر کرین - بلکہ بطریق شکایت برملا کہتے تھے کہ کیون یوروپ کی سلطنتین بیچ بچاؤ نہین کرتین - خاص انتھنز کے آتشی مزاج صاحب اس حیرت مین ہین کہ ٹرکی کس لیے صلح کی بات کو کھٹائی مین ڈالتی ہے - اور کیون بہت جلد دفعۃً جنگ کو منظور نہین کرتی - حالانکہ دو دن ہو چکے ہین کہ دول عظام کے سفیرون نے باب عالی مین ضابطہ کے طور پر اس کی درخواست بھی کی ہے - اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمین بھی انہی کا قصور ہے - اگر آج یہ کریٹ کو خالی کر دین اور اوس سے کلیۃً طور پر اپنا قطع تعلق کرین تو عجب نہین کہ ترک بھی راہ پر آجاوین یہ مانا کہ تھسلی مین اونکا ستیاناس ہو گیا ہے اور اونکی جمعیت بالکل پراگندہ ہو گئی ہے مگر ایجین مین ابتک اونکا بیڑہ جہازات اکڑ دکھاتا ہے بات یہ ہے کہ دونون فریق اس تاک مین ہین کہ مصالحت سے پہلے جسقدر ممکن ہو ایک دوسرے کا خون نچوڑ لین - ترک یہ چاہتے ہین کہ ڈومکاس لے لین تاکہ جسقدر علاقہ اون کے ہاتھ سے سلسلہ مین نکل گیا اون کے قبضہ مین آ جاوے اور تھیسلی مین پہونچنے کیلئے کوئی امر انہین سد راہ نہ ہو - اور ہمین ایک اور فائدہ بھی متصور ہے وہ یہ کہ بصورت فتح ڈومکاس ترکون کو اتنی قدرت ہو جائیگی کہ جو شرائط چاہین خواہ وہ کتنی ہی ناگوار کیون نہ ہون منوا سکین گے - اگرچہ اب بھی وہ فاتح ہین مگر اس وقت اونکی حالت بدرجہا غالب ہوگی - (شاید ناظرین کو یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ عنایت الٰہی سے ترکون نے ڈومکاس پر بعد تحریر اس خط کے قبضہ کر لیا ہے - کیونکہ یہ خط ۱۸ مئی کو لکھا گیا تھا - ایڈیٹر) یونانیون نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ اپنی قوم کو اصلی واقعات اور حالات سے محض بیخبر رکھتے ہین - اور اگر اتفاق سے کسی ایک آدہ موقعہ پر کسی چقلش مین ترکون کو پسپا کیا تو بس بات کا بتنگڑ بنا کر اسے ایک بڑی نمایان فتح مشہور کرکے اپنے ہموطنون کو خوش کرنیکی کوشش کرتے ہین - اگر کسی کشتی کو پکڑ لین یا کسی گاؤن کو تھوڑا سا نقصان پہنچا دین - یا سمندر مین کسی ترکی کشتی پر حملہ کر بیٹھین تو سارے جہان مین اشتہار کر دیتے ہین کہ ہماری بحری افواج نے بڑا کار نمایان کیا ہے جس کا کچھ ٹھکانا نہین -

ایک امر بھی مصالحت کا سد راہ ہے - وہ یہ کہ یونانی چالبازی اور پھرتی کرنا چاہتے ہین اور سلطان ٹال رہا ہے - اگرچہ اخبار ٹائمز نے سلطان کو صلاح دی ہے کہ وہ اس معاملہ مین تساہل نکرین بلکہ حتی المقدور جلد ممکن ہو مصالحت کرین - مگر عبد الحمید اپنے معاملات کو اپنے طور پر آپ ہی سمجھتا ہے ان معاملات مین وہ بڑا ہوشیار ہے اور عہد و پیمان کے بارہ مین اسے خاص لیاقت حاصل ہے اور خاص ایسے وقت مین جب کہ اوسکی فوجین غنیم کے ملک کے اندر قیامت ڈھا رہی ہین - اور یہ یاد رہے کہ اوسکی حالت اوس وقت اس سے بھی زیادہ قوی ہوگی جب اوسکے پاشا ڈومکوس لے چکیگا - کہا جاتا ہے کہ سلطان صلح کو پسند کرتے ہین - ممکن ہے کہ صحیح ہو تاہم وہ بھی تو عبد الحمید ہے جس کی فہم و فراست کو یوروپ نے مانا ہوا ہے - وہ ایسے وقت پر کب چوکنے لگا اور کوئی عقل سلیم نہین مانتی کہ ایسا بیدار مغز اونکے سر اونکے فائدہ بھی جو ممکن الحصول ہو - ہاتھ سے جانے دے اور علاوہ برآن اوسے اپنی جان نثار رعایا کی بگڑی ہوئی طبیعتون کا پاس خاطر بھی منظور ہے - کیونکہ آجکل قسطنطنیہ مین جنگجو فریق کا غلبہ ہے - اور یہ قرین قیاس نہین کہ سلطان انکے مشورونکی کچھہ بھی پروا نکرے -

یونان مین بادشاہ کو یہ بھی خطرہ لاحق حال ہو رہا ہے کہ کہین بیٹھے بٹھائے سلطنت ہی نہ چھین جائے اسکی وجہ یہ ہے کہ اٹلی کے [illegible] نے بد نساد کا تخم یونان مین آ کر بویا ہے - یہ قریباً سب کے سب سوشلسٹ اور ریپبلکن تھے جن کا اصلی مدعا یہان آنیکا یہی تھا کہ لوگون کو سلطنت شخصی سے

بدگمان کرین۔ اور اپنے جمہوری اصولون کو ترویج دین یونانی بالعموم بین بین ہین۔ نہ تو وہ شخصی سلطنت کے بڑے طرفدار ہین نہ جمہوری کے۔ علاوہ برآن وہ یہہ بھی بخوبی جانتے ہین کہ اگر ہمنے ذرا بھی موجودہ خاندانِ شاہی کے برخلاف ایک حرف بھی زبان سے نکالا تو آدھا یوروپ بگڑ بیٹھیگا۔ یہہ آخری وجہ بہت صحیح ہے کیونکہ دول عظام کے سارے تاجدار تقریباً یونان سے قرابت قریبہ رکھتے ہین۔ (ڈیکی ہگر) باوجود اس خوف کے پھر بھی اونہین یہہ امر گوارا نہین کہ کرائون پرنس کی شکل دیکھین مگر اس تقریب سے یہہ لازم نہین کہ وہ خاندان شاہی کے مخالف ہون

ظاہرا شرائط صلح مین چندان دقت نہ ہوگی کیونکہ سلطان کو اس امر کی اطلاع ہے کہ اونکی حدود مملکت مین کوئی بین وسعت نہ دیجائیگی ہان مقدونیہ اور تھسلی مین کسیقدر وسعت ہوگی۔ اور وہ بھی اسقدر جس سے یونان کو آئندہ ایسی حرکات کا حوصلہ نہ ہو۔

خرچہ جنگ کی نسبت مختلف روایتین ہین مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ آجتک اس لڑائی مین سلطان کا چالیس پچاس لاکھ پونڈ خرچ ہوا جس سے یہ قیاس کرنا آسان ہے کہ تقریباً اتنی ہی رقم پر خرچہ کا فیصلہ ہوگا۔ مگر دقت یہہ ہے کہ یونان کے پاس کوڑی نہین۔ غالباً اسکا انتظام یہ ہوگا کہ بعض دول یوروپ اسکی ضمانت دین گی۔ اور آپ یونان کے مالی محاصل مین سے اس رقم کے بارہ مین اطمینان کرین گے۔ یہ امر یونانیون کو چندان ناگوار نہین۔ اور امید ہے کہ یونان جو قدرتی طور پر ایک زرخیز ملک ہے۔ اگر ایک متدین اور قابل آدمی کے قبضہ مین دیا جاوے اور اوس کا مالیہ انتظامِ دیانت اور بیدار مغزی کے ساتھ ہو تو عجب نہین کہ تھوڑے ہی عرصہ مین اوس کے تعلقات ممالکِ غیر کے قرضخواہون کے ساتھ اچھی حالت مین ہو جائین۔ ان قرضخواہون مین جرمن بھی ہین جن کا روپیہ بقدر پندرہ ملین کے یونان کے ذمہ ہے (جو بیس کروڑ روپیہ ہوتا ہے) یہہ تو فقط جرمن کا قرضہ ہے اور ونکا بھی کم از کم اتنا ہی ہوگا۔ عجب نہین کہ یہی قرضے اتارنے کو یہہ تہیہ جنگ کیا تھا۔ مگر تقدیر الٹ گئی جس سے اور لینے کے دینے پڑے۔ (ڈیکیل)

اصل دقت ہے تو اوہی ہے یعنی وہ تیسری شرط جو سلطان لگانا چاہتے تھے۔ وہ یونانیون کو ضرور نا ملائم طبع ہوگی۔ اور وہ ان شرائط اور رعایات کی تنسیخ کے بارہ مین ہے جو یونانی رعایا کو بشمول دیگر رعایائے یوروپ بلاد اسلامیہ مین آجتک حاصل ہین سلطان کو اس شرط کے منوانے مین یہانتک ضد ہے کہ کہا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین اور شرطون کی پرواہ نہین کرتا مگر اس شرط کو ضرور منوا کے چھوڑونگا۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ یونانی سخت ذلیل ہونگے۔ اور ہر ایک مسلمان خواہ وہ کتنا ہی ذلیل الاوقات کیون نہ ہو اونھین نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھیگا سلطان یہہ کہتے ہین اور اونکا کہنا معقولیت سے خالی نہین کہ اگر مین یہہ بھی نہ کر سکون تو اپنی رعایا کو کیا مونہہ دکھاؤنگا۔ وہ مجھ سے ضرور معاوضہ کرین گے۔ کہ اس تگ و دو اور صرف بیجا کا معقول نتیجہ یہی نہین ہو سکتا کہ سرحد مین ایک خفیف سی ترمیم ہو جاوے یا پانچ چھہ کروڑ روپیہ ملجاوے۔ ایسے معاوضے تو کوہ کندن و کاہ برآوردن کے مصداق ہین یہہ تو سلطان کا ظاہر حیلہ ہے لیکن فی الاصل جو فایدہ ہمین اس کے مدنظر ہے وہ یہ ہے کہ بلاد عثمانیہ مین یونانی بکثرت سوداگری کرتے ہین۔ اگر سلطان اونپر ٹیکس لگانے پر قادر ہوگیا تو یقیناً ایک نہایت قلیل عرصہ مین سلطان خرچہ جنگ کیا اوس سے دوگنا روپیہ وصول کریگا۔

اگر یہہ رعایات منسوخ ہوئین تو جسقدر یونانی تاجر ہین وہ سب کے سب سلطان کے قبضۂ قدرت مین بالکل بے بس ہونگے۔ اور سلطان انکا خون بخوبی نچوڑیگا جس کے مقابلہ مین تھسلی کا دوبارا ہاتھ سے جانا بھی ہر کون کو چندان ناگوار نہ ہوگا۔ اب یہہ دیکھنا ہے کہ دول عظام اسکی نسبت

کیا فیصلہ کرتے ہین - روس پر سب کی آنکھین لگی ہوئی ہین مگر وہ بقول اخبار ڈیلی کرانکل یونانیون کی اس تباہی پر ہنس رہا ہی تاہم یہہ بھی سنا جاتا ہے کہ پچھلے دنون سے اوسے یہ فکر پڑ رہا ہے کہ ترکون کی طاقت اتنی زبردست کسطرح ہو گئی - حق یون ہے کہ یونان نے اس جنگ مین سخت غلطی کی ہی وہ ایسے بڑے مقابلہ کے لیئے کسیطرح تیار بھی نہ تھا نہ تو اوس کے پاس فوج تھی - اور نہ سامان حرب اور نہ رسد - اوس کو جو امید تھی کہ میرے میدان مین آتے ہی بلگیریا سرویا اور کوہ بالکن کی تمام ریاستین علم بغاوت بلند کرین گی - اوسمین بھی اوسے کوئی کامیابی نہ ہوئی - اوسکی وجہ ظاہر ہے کہ روم نے ایک لاکھ فوج اونکی سرکوبی کو تیار رکھی تھی - رہا یورپ کا کانسرٹ وہ بھی ترکون کو منع نہ کر سکا - اب اوسکا سارا خمیازہ انگلستان پر ڈالن چاہتے ہین - وہ کہتے ہین کہ ہمین امید تھی کہ انگلستان ہمارا ہاتھ بٹائیگا چنانچہ انگلستان کا سابق ممبر پارلیمنٹ جو ابھی ابھی یونان سے واپس آیا ہے لکھتا ہی کہ یہہ لوگ ایسی بیہودگی آؤ بھگت کرتے ...... کہ مین انکی خام خیالی اور بیجا خوشامد سے بطرح تنگ آ جاتا تہا - اور ہر چند چاہتا تہا کہ اون کے لوگون سے یہہ بیہودہ خیال دور کر دون مگر وہ باز نہ آتے تھے اور انگلستان کو اپنا قومی مددگار خیال کرتے ہین - اور ثبوت ہین وہ سو ممبران پارلیمنٹ کا تار پیش کرتے تھے - اسپر وہ نہین اتنا ناز تھا کہ کسی کے کہنے کو خاطر تلے نہ لاتے تھے - ڈیلی نیوز کی رائے ہی کہ جو مصیبت یونان پر آئی ہے وہ اسی تار کی بدولت آئی ہی - اور یہہ روز بد انھین اسی کی طفیل دیکھنا ہے - اگرچہ بادشاہ اور اوس کے وزیر بخوبی جانتے تھے کہ یہ تار ہمین کسی امداد یا دستگیری کا وعدہ نہین دیتا - مگر لوگ ضرور اس دہوکہ مین رہے -

قصہ مختصر یہہ کہ جنگ کے سارے حالات کو پیش نظر رکھکر اور اوسکی مختلف صورتون کے ہر ایک پہلو کو دیکھکر یہ کہا جا سکتا ہی کہ یونانی بہادر قوم نہین اور فوجی معاملات سے وہ بالکل بے بہرہ ہین یہی رائے پال مال گزٹ کے خاص نامہ نگار کی ہے اور اس لڑائی نے ثابت کر دیا ہی کہ جو روح اونمین آج سے ستر سال پہلے موجود تھی جب انہون نے آزادی حاصل کی ہی اس وقت اوس کا عشر عشیر بھی موجود نہین سپاہی آدھا مزاج بچون کیطرح ہین جنہون نے لڑائی کو ایک کھیل سمجھکے پہلے تو اسکی از حد خواہش ظاہر کی - لیکن جب اوس کا مزا چکھا تو ست پٹا گئے اور ایسے دم بخود ہو گئے کہ اوس کے نام سے اونہین ہول آتا ہے یہہ تو سپاہیون کا حال ہی - اب افسرون کی سنیئے - اونمین مطلق وہ قابلیت اور تدبیر موجود نہین جو ایک لائق جنرل کیلئے ضرور ہی معلوم یہہ ہوتا ہے کہ اونہون نے پہلے سے کوئی نقشہ یا تجویز جنگ کی نہ بنائی تھی - وہ یہہ سمجھے ہوئے تھے کہ جہان ہمنے مقدونیہ اور ایپرس پر حملہ کیا اوسیوقت بلگیریا سرویا اور مانٹی نیگرو عقب سے ترکون کو دبا لین گے - مگر اپنی کوتہ اندیشی سے یہ خیال نہ کیا کہ اگر ان ریاستون کا سر نہ کھجلایا اور یہہ میدان مین نہ آئین تو اسکا نتیجہ کیا ہو گا چنانچہ ایسا ہی تو عمین آیا یعنی جب ترکون نے اونہین مار کر بھگا دیا - اور پھر انکی علاقہ مین در آئے . چلو آئے تو جرنیلون کی لیاقت تمام ہوئی اور چھکے چھوٹ گئے -

سب سے بڑا نتیجہ اس لڑائی کا یہہ ہوا کہ یونان صفحہ ہستی سے معدوم ہو گیا ہے - اور ترکون کو حیات دوبارہ ملگئی ہی - اور مشرقی یورپ مین ایک زبردست سلطنت نظر آنے لگی ہے - سلام کی بوسیدہ ہڈیون مین آب حیات چھڑکا گیا ہے - اور مسلمانون کو جو عرصہ دراز سے اپنے آپ کو مریض سمجھکر خود بھی بیمار سمجھنے لگ گئے تھے یہ معلوم ہو گیا کہ ہم مین اب تک جان اور حوصلہ باقی ہی اور ہم مین وہی سپاہیانہ جلادت اور جوانمردی موجود ہی جو آبا و اجداد سے وراثتاً ملی تھی - اور ہم اب بھی اپنے بزرگون کیطرح اعدون کو فتح کر سکتے ہین - اس خیال کو یہانتک وسعت ہو گئی ہے کہ اکثر ترک کہتے ہین کہ یونان اگر ہمین تاوان جنگ وغیرہ کچھہ بھی نہ دے تاہم ہمین اوسکا ممنون ہونا چاہیئے - کیونکہ اوسنے ہمارا سکہ سارے یورپ مین جما دیا ہی

جو درصورت لڑائی نہ ہونیکے ناممکن تھا۔

سارے نامہ نگار جو مختلف اخبارون کی میدانِ کارزار مین موجود تھے۔ وہ متفق اللفظ بیان کرتے ہین کہ ادہم پاشا کی فوج نے جو نیک سلوک باشندگان تھیسلی سے کیا ہے وہ نہایت ہی قابل تعریف ہے۔ لوگ خواہ مخواہ غلطی سے گھربار چھوڑکر بھاگ گئے ہین اور جن لوگون نے ایسا نہین کیا وہ ان بدبختون کی شومئ اعمال پر ہنستے ہونگے۔ جو آپ نہ دیدہ سوزد از پا کشیدہ پر عمل کرکے نکل کھڑے ہوئے۔ اگر کچھ قتل وغارت ہوا بھی تو وہ بھی یونانیون کا کام تھا جو ہمیشہ عادتًا جہان سے بھاگتے تھے قید خانے کھول جاتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ قیدی زنجیرین توڑکر نکل آتے تھے اور بیگناہ شہرون کو لوٹتے تھے اور جس وقت ترک داخل شہر ہوتے تھے تو ان سے ڈرکر پہاڑون مین جا چھپتے تھے۔ اور وہان کی باشندون کو ستاتے تھے اب بھی جہان جہان ترکون کی جمعیت ہے۔ وہان ایسے بدمعاشون اور رہزنون کا بس نہین چلتا اور لوگ امن اور آسائش مین ہین اب لوگونکا اعتبار اس حسن سلوک پر اتنا جم گیا ہے کہ لوگ بکثرت اپنے گھرون کو واپس آگئے ہین۔ اور اپنے کام دہندون مین لگ گئے ہین۔ ان یونانی سپاہیون نے لوگون کو اسطرح بھی غارت کیا کہ اونہین خواہ مخواہ یہ کہا کہ ترک اگر تمہین لوٹین گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بیچارے بہت تھوڑا اسباب لیکر بھاگے۔ اور باقی چھوڑ گئے۔ ٹایمز کا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ تقریبًا بیس لاکھ پونڈ (۳ کروڑ روپیہ) تھیسلی والونکا نقصان ہوا ہے۔

تو ولو کے لوگون کو اپنے ہمسایون کی حالات سے سبق ملا اور اونہون نے عقلمندی کی کہ وہ نہ بھاگے۔ اور بجائے اس کے ترکون کے آنے پر اظہار خوشنودی کیا۔ اور سلطان اور اوسکی افواج کو خیر مقدم کہا البتہ ڈیلی کرانیکل کا کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ مین ایک دو دن تک اون مظالم کی کیفیت لکھونگا جو ترکون نے اپیرس مین کیے ہین۔ ممکن ہے کہ ایک دو ایسے واقعات ہوئے ہون اور ایسا ہونا بھی ایسے معرکہ مین کچھ غرائبات سے نہین۔ لیکن کوئی ایسی شکایت نہین سنی گئی۔ گو جو فوج اپیرس مین تھی وہ ادہم پاشا کی ماتحت افواج سے ہرطرح پست تھی

ایک نتیجہ خیز امر جو اس لڑائی مین ثابت ہوا ہے وہ جرمنی کی [illegible] ہے جرمن کے ماہرین جنگ اس کارزار مین بہت کچھ دخیل تھے اور یہ فتوحات ظاہرا انہین کی اعلے تربیت کا بدیہی نتیجہ ہے۔ اس سے عجب نہین کہ [illegible] بھی مستفید ہوا اور سول مین بھی یوروپین کو اب زیادہ تر دخیل کرے اور یقین ہے کہ اگر سلطنت عثمانیہ کا انتظام [illegible] اور قابل آدمیون کے ہاتھ مین دیدیا جاوے۔ تو ترکی ہمیشہ [illegible] کو اندر ایک بڑی متمول سلطنت بنجائے گی۔ جرمنی عرصہ سے چپکے چپکے اپنے دوستانہ اور تجارتی [illegible] سلطنت [illegible] بڑھا رہا ہے۔ چنانچہ ٹایمز کا کارسپانڈنٹ متعام قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ ابتدائی چھیڑ چھاڑ سے جرمنی سلطان کے ساتھ رہا ہے اور [illegible] کو یقین دلاتا رہا ہے کہ مین تمہارے ساتھ ہون اس مین جرمنی کی غرض یہ ہے کہ یہانکی تجارت سے فایدہ اوٹھائے اور سلطان بھی [illegible] دل سے رضامند ہے۔ کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ جرمنی کے فایدہ مین انگلستان کی تجارت کو نقصان پہنچے گا۔ اب جس قدر [illegible] اسلحہ گولہ بارود وغیرہ غرضکہ جنگی سامان کی گورنمنٹ ٹرکی کو ضرورت ہے۔ وہ جرمنی کے کارخانون سے تیار ہوتے ہین۔

جرمنی کی ایک متمول کمپنی نے سلطان کی خدمت مین ابھی ابھی دس لاکھ پونڈ قرضہ بھی پیشکش کیا تھا۔ مگر سلطان نے یہ کہکر نامنظور کیا کہ ہمین بالفعل ضرورت نہین۔ ہمین بھی عبدالحمید چال چلگیا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ بالفعل بجائے خود ممنون ہونیکے جرمنی کو تجارتی فوائد کیلئے اپنا دست نگر اور گرویدہ کرے۔ چنانچہ اوسنے ایک جرمن بنک کو یہ حوصلہ بھی دیا ہے کہ وہ قلمرو عثمانیہ مین ایک بنک کھولین اور اس

بنک کو بہت سوا مراعات کا وعدہ بھی دیا گیا ہے۔ اور یقیناً اوسے بہت فایدہ بھی ہوگا۔ اور ہمین ذرا بھی شک نہین کہ یہ امتیازات ضرور عطاء ہونگی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ روس ان تعلقات کو کس نگاہ سے دیکھیگا۔ وہ بخوبی جانتا ہی کہ ترکی سپاہی جنہین جرمنی کے افسرون سد سکندری سے کم نہین۔ فرانسیس تو یہ کہتی ہین کہ قیصر جرمن کا داون شاہ روس پر چلگیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاہ جرمن اوس سے بہت زیادہ عقلمند ہے جو آجتک لوگ سمجھے ہوئے تھے۔ مگر خواہ اصلیت کچھ ہی ہو ہمین ذرا بھی کلام نہین کہ موجودہ شہنشاہ جرمن سلطان کا بڑا دوست ہی اوسنے اس یگانگت اور اخلاص کا اظہار اپنے تاریخ تخت نشینی سے آجتک متواتر مختلف پیرایون مین کیا ہے۔

جامع العلوم مرادآباد لکھتا ہے۔ یونانیون کی ترکون نے ترکی تمام کر ہی دی۔ اور اگر عیسائیون کو زیادہ خواہش ہوگی تو رہی سہی بھی انشاء اللہ تعالی بعد انقضاے میعاد التواے جنگ پوری ہو رہیگی لیکن عیسائی گلہری اور رنگ لانیوالی ہے۔

اب نیا شگوفہ یہ شروع ہونیوالا ہے کہ موجودہ خدیو مصر کو جو سلطان المعظم کے ہر طرح فرمانبردار اور ہمدرد ہین تخت سے اتار دیا جاوے اور کوئی اور کٹ پتلی مصری اسٹیج پر رکھدیا جاوے چنانچہ پیرس کے اخبارات کچھ ایسی راگ الاپنے کے سر پیلے مین شاید خود غرض ہوکر یہ سمجھے ہین کہ سابق عرابی کیطرح موجودہ خدیو کے ساتھ بھی عملدرآمد کرلینا آسان بات ہی لیکن وہ بات اور تھی [illegible] نے خود سلطان ہی سے بغاوت کے آثار نمایان کئے تھے۔ اس لیے جب انگریزون نے اوس کی گوشمالی کی تو سلطان خاموشی سے اس کام کو دیکھتے رہے علاوہ اوس زمانہ مین انگریزون کی جانب سے کوئی بدگمانی بھی نہ تھی۔ بلکہ اون کو فضل اور انصاف [illegible] خیال کیا گیا تھا مگر اب صورت دوسری ہے کہ خدیو سلطان کے خیرخواہ ہین اور سلطان انگریزون کی دغابازی کا پورا تجربہ کرچکے ہین۔ اب اگر [illegible] لائے گی تو سلطان خاموش نرہینگے بلکہ گمان تو زیادہ درست کرنے پر آمادگی ظاہر کرینگے۔

علاوہ ازین روس جو ہمیشہ برٹش اقتدار کو مصر مین کم ہونا چاہتا ہے اس وقت سلطان کا مددگار رہیگا [illegible] شمار کرے گا۔ دوسری قوت جو انگریزون کیطرح مصر سے نفع لینا چاہتی ہے فرانس ہے [illegible] شاید وہ دونون کا نقصان دیکھ کر کچھ ہاتھ پیر ہلائے۔ لیکن ان دونون کا جانی دشمن جرمنی سلطان سے متفق ہے۔ وہ خود فرانس کی سرحد پر مشغولیت بہم پہونچا دیگا۔

پھر ٹرانسوال کا معاملہ جسکا حال مین ہی چھڑ جانیکا پورا احتمال ہے برٹش گورنمنٹ کو مصر مین الجھنے کی مہلت نہ دیگا۔ اور اگر مقدمہ پیچیدگی بہم پہنچ گئی تو ٹرانسوال مین کروگر اور بھی زبردست ہو جائیگا۔

انگریزون کو نہر سویز مین مشغول پاکر ممکن ہو کہ روس ہماری شمالمغربی سرحد سے سر نکالے۔ اور ہمارے دوست امیر کابل جن کو وہ خاص طور پر بدگمانیان پیدا کرکے ناراض کیا جارہا ہے خیال ہو سکتا ہے کہ اسلامی حمیت کو کام فرما کر وہ کام نہ دین جس قربانی کے لیے اونکو سمجھہ رکھا ہے۔

امیر ضرور ہمارے دوست ہین۔ وہ بہت ہی بڑے موجودہ صدی کے مدبر فرمانروا ہین لیکن اوس کے ساتھہ ہی وہ ایک پکے مسلمان بھی ہین جب تک عیسائی عیسائیون کا معاملہ رہیگا۔ وہ ضرور ہماری سرکار کا ساتھہ دینگے لیکن ہمین یقین نہین آتا کہ وہ شخص جو اسلام کا حامی اور ضیاء الملت والدین کہلاتا ہے اسلام کی بنیاد کھودنے یعنی سلطان کو زیر کرنے مین بھی انگریزون کا مددگار رہے۔ سلطان کی حمایت ہر مسلمان کا [illegible]

اس لیئے فرض ہے کہ وہ مسلمانون کے مذہبی خلیفہ ہین۔ اور انکی آبرو کے بقا کے ساتھہ تمام اسلامی سلطنتون ہی کی نہین بلکہ ہر مسلمان کی آبرو اور مذہب کے قیام کا انحصار ہے۔ پس مصر سے بگاڑتے ہی برٹش گورنمنٹ کو وہ تمام مشکلات پیش آجاوینگی جو ابھی ابھی یونان کی مدد کرنے کی حالت مین پیش آنے کیلیئے تیار تھین۔ اور برٹش گورنمنٹ کی دور اندیشانہ پالیسی نے اپنا ظاہر اسکے ثمین نہ دیکر اون کو ایک غیر محدود مستقبل پر ٹالدیا جسطرح یونانیون کو لڑا کر قتل کرانے کے لیئے اب لارڈ سالسبری پارلیمنٹ کے ممبرون کو پشیمان کر رہے ہین۔ اسی طرح مصر سے جھگڑا کرنے کی حالت مین خود انگریزون کا خون کرا کر تمام انگلستان کو شرمندہ ہونا پڑے گا۔

سلطان کے ساتھہ آج تمام روے زمین کے مسلمانون کی ہمدردی ہے اور سب اسی طرح ہوشیار ہین جسطرح کہ سلطانی فوج کی تیاری دیکھکر تمام یورپ حیران رہگیا ہے سلطان کو تو شاید اب کوئی عیسائی مرد علیل کہنے کی جرأت نہ کرے کیونکہ اب اوسکی طاقت سے تو سب اچھی طرح خبردار ہو چکے ہین۔ لیکن اب ایران کی باری ہے ء ء ء ء ء ء ء ء کہ اپنی مشہور ہستی کا بھی ایسا ہی ثبوت دیگا۔ شاہ ایران مرحوم بہت ہی دانا بادشاہ تھے اور انکے بعد موجودہ شاہ نے حیرت انگیز عقلمندی کا اظہار کیا ہے پس ممکن نہین ہے کہ اونہون نے یورپی ترقی حاصل کرنے مین غفلت کی ہو۔ غرض یہ ہے کہ ایشیا کے وسط سے لیکر افریقہ کے شمالی حاشیہ تک جو اسلامی سلطنتین پھیلی ہوئی ہین۔ وہ اب بھی اگر متفق ہو جائین تو روے زمین کے عیسائیون کو کافی ہین۔ اور چونکہ عیسائیون نے دشمنی کو حماقت سے مذہبی رنگ دیدیا ہے اس لیئے ہر مسلمان نے ذاتی جھگڑے طے کر رکھے ہین۔ اور جس طرح اتفاق کیا ہے۔ اوسی بہت جلد یہی ضرورت ثابت ہو جائے گی۔

بس ہم صلاح دیتے ہین کہ اب کوئی عیسائی سلطنت مصر پر ہاتھ نہ ٹیکائے۔ اور اوس کو اپنے جائز مالک کے زیر سایہ رہنے دے۔ ورنہ وہ مشکلین پڑ جائینگی جن کا حل کرنا پھر ناخن تدبیر سے بہت دور ہو جائیگا یا کسیقدر ظریف عبارت مین یون کہہ سکتے ہین کہ ہنقدر بے بہا ٹکی پڑینگی کہ حساب کیلیئے دو متصدی بھی کافی نہ ہونگے ؞

محاربہ روم و یونان کا آخری (پانچوان ہفتہ) اور التواے جنگ

ہفتہ گذشتہ کے اخبار مین جنگ فرسالہ اور دومکوس اور قبضہ دولو (دومولوس) کی مفصل کیفیت درج ہو چکی ہے۔ ان مقامات سے ہزیمت خاص اوٹھا کر ولیعہد یونان نے تو معہ فوج مقام ڈوموکوس مین پناہ لیکر کوارٹر مقرر کیا۔ اور دوسری طرف گورنمنٹ یونان نے بالحاح منت دول یورپ کی خدمت مین مصالحت کرا دینے کی درخواست کی جنہون نے گورنمنٹ مذکور سے بیچ بچاؤ کے متعلق یہہ شرط قبول کرا لینے کے بعد کہ یونان اپنی مصالح و اغراض دول یورپ کو سپرد کر دے۔ اپنی سفرا کی وساطت سے بابعالی سے التواے جنگ کیلیئے گذارش کی۔ بابعالی نے ۵ ا مئی کو جواب دیا کہ التواے جنگ سے پہلے منسلکہ ذیل شرائط کو گفتگوے مصالحت کیلیئے بطور بنیاد تسلیم کر لیا جاوے۔

(۱) یونان ٹرکی کو ایک کروڑ پونڈ ترکی (دس کروڑ ترکی برابر ہے ساڑھے نو کروڑ پونڈ سٹرلنگ کے) تاوان جنگ ادا کرے (۲) تھسلی کا ٹرکی سے الحاق (۳) یونانیون کو جن معاہدات کی رو سے ٹرکی مین رعایتی حقوق حاصل ہین انکی ترمیم کی جاوے (۴) یونان و ٹرکی کے درمیان جو مجرمان کے متعلق معاہدہ کیا جاوے۔ ان شرائط کے منظور ہو جانے پر ترکی اور یونانی وکلا مقام فرسالہ مین جمع ہو کر التواے جنگ کی شرائط مرتب کرین۔ اور اس التوا

کے ساتھ یہ شرط بھی لازمی قرار دیجائے کہ وولو اور پریویسا کے بندرگاہون مین براہ سمندر ترکی فوجون کے لیئے سامانِ رسد و خوراک بھیجا جائیگا۔

ٹایمز کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ سفراے دول باب عالی کیطرف سے ایسا جواب موصول ہونیکے لیئے کسیطرح تیار نہ تھے۔ اون کو کبھی امید نہ تھی کہ سلطان المعظم ایسی جلدی اور ایسے کامل طور پر جنگجو جماعت کے کہنے مین آجائینگے مگر (بقول نامہ نگار مذکور) سلطان المعظم نے یہ خیال کر لیا کہ اپنی مسلمان رعایا کی خواہشات کا مقابلہ کرنے کی بجائے یورپ کی منشا کی بےپروائی کرلینے مین اون کی سلامتی اور آسایش کے لیئے کم خطرہ ہوگا۔

شرائط صلح کے متعلق مزید کارروائی درج کرنیسے پہلے یہ بیان کردینا شاید نامناسب نہ ہوگا کہ شرائط مذکورہ پر سفراے دول اور یورپ کے متعصب عیسائی اخبار نویسون اور مدبرین کا متعجب ہونا بھی کم تعجب خیز نہین کیا وہ جنگ کریمیا کے سوا (جسمین بھی اپنی دوست نما عیسائی سلطنتون کی مہربانی سے سلطان عبد المجید کی ناسمجھی و ناعاقبت اندیشی سے ترکی اپنی فتوحات سے کوئی اخلاقی۔ مادی یا جنگی فایدہ نہ اوٹھا سکی تھی) کم از کم اس موجودہ صدی کی کوئی ایسی جنگ (چھوٹی ہو یا بڑی) بتا سکتے ہین کہ جس مین فاتح نے زیر شدہ مغلوب سے اگر اوس کو بالکل نابود نہ کیا ہو تو کچھ مالی اور اخلاقی فایدے نہ اوٹھائے ہون۔ اگر وہ انصاف و تاریخ کو مدنظر رکھیں تو سلطان المعظم کی پیشکردہ شرائط کو سخت تصور کرنیکی بجائے اونکی بےاندازہ نرمی پر تعجب کرین جرمنی نے ۱۸۷۰ء کی لڑائی مین کیا فرانس سے نقد تاوان جنگ اور ملک نہین لیا تھا؟ ۱۸۷۷ء مین کیا روس نے صرف خود ہی تاوان جنگ اور ملک لینے اور اپنی رعایا کو ہرجانہ دلانے پر اکتفا نہ کر کے کئی صوبون کو زاید قطعات دلا کر کامل یا نیم آزادی اور چند ہمسایہ سلطنتون کو وسیع صوبے مفت نہین دلادیئے تھے۔ یہی صوبہ تھسلی یونان کو کونسی فتح کے معاوضہ مین ملا تھا؟ کیا یہ ملک اس حقیر ریاست کو صرف اس امر کے صلہ مین نہین دیا گیا تھا کہ جنگ کے دوران مین اوسنے ٹرکی پر حملہ نہین کیا تھا تو جب کہ اس ملک کی قیمت ایکدفعہ یہ پڑچکی ہے تو اب اگر ٹرکی ہزارون مردانِ دلاور کا خون بہا کر اوسپر دوامی قبضہ کرنا چاہتی ہے تو وہ کونسی زیادہ طلبی کر رہی ہے۔ ۱۸۷۸ء یا ۱۸۸۱ء تو دور کی بات ہے۔ شاہ برہما۔ ملکہ مڈغاسکر۔ شاہ اشانٹی۔ چترال۔ وزیرستان کے ساتھ رحمدل اور مہذب فرانس و انگلستان اگر یہی سلوک کرتے جو ٹرکی یونان کیساتھ کرنا چاہتی ہے۔ تو وہ مدت العمر تک اونکے ممنون رہتے۔ انگلستان اسی سال ۱۸۹۷ء مین والی نیوپ سے نصف ملک چھین کر باقی ملک ایک باجگذار ریاست کی صورت مین رہنے دے۔ اور اس تاج بخشی پر پھولا نہ سمائے تو کیا اس کے مقابلہ مین سلطان المعظم کی پیشکردہ شرائط زیادہ سخت یا توقع سے بڑھ کر سنگین کہی جاسکتی ہین۔

خیر تعصب تو عیسائیون کی سابقہ کارروائیون کو مدنظر رکھنے سے کسیقدر قابل درگذر بھی سمجھا جاسکتا ہے لیکن سلطان المعظم کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرنیمین ٹایمز کے نامہ نگار اور خود ٹایمز اور اوسکے ہمخیال اپنی سفاہت و نادانی کا ثبوت دے رہے ہین۔ یہ بیشک درست ہے کہ خلیفہ وقت پر جمہور اسلام کی جایز خواہشات کے مطابق عملدرآمد کرنا لازمی امر ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی فراموش نہین کرنا چاہیئے کہ جو سلطان اپنی مسلمان رعایا کے دلون اور جذبات پر پورا پورا اقتدار حاصل نکرلے وہ کبھی واقعی سلطان المعظم نہین ہوسکتا۔ جیسا کہ اس وقت ہر کون کا محبوب عبد الحمید ہے۔ ایک ایسے سلطان کی نسبت جو طرح طرح کی مشکلات مین گرفتار ہونیکے باوجود دنیا کی سات عظیم الشان سلطنتون کو غیظ سے بھرا ایک بجائے خود فرعون بےسامان کی حکومت کو ماند کر رہی ہے سب سون سے دستا بتا رہا ہو اور اپنی حکمت و تدبیر سے اونکی کوئی پیش نجانے دیتا ہو ایسا گمان بھی

کرتا کہ وہ کسی ایک خاص جماعت کے قابو میں آگیا ہے محض اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیتا ہے۔ اور ایسے شخص کو جس نے روسیوں کی پیشقدمی کے طوفان بلاخیز کے وقت جبکہ کل وزراء سلطنت اور باشندگان شہر دارالخلافہ چھوڑ دینے کی بابت صلاح دے رہے تھے مستقل مخالفت کو [illegible] بعد فتح و نصرت کے موجودہ پالیسی صلح جوئی یا آسائش کی نسبت متردد و شمائیت بتلانا سپہ سالار طامع اور ایماندار عیسائی مدبرین ہی کا کام ہے۔ ہمیں کوئی کلام نہیں کہ حضور ممدوح کا ہر ایک فعل اپنی جان نثار رعایا کی معقول تمناؤں اور مصلحت و ضرورت وقت کے مناسب حال ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا کہ رعایا کی خواہش اور فعل سے صورت پذیر ہوتی ہے بلا مبالغہ امر نہیں لیکن سلطان المعظم پر یہ اتہام لگانا کہ وہ کسی خاص جماعت کی صلاح و مشورہ کو فوائد ملک پر مقدم سمجھتے ہیں۔ انکی بست سالہ عہد حکومت کی بے نظیر کامیابیوں کو جن سے کسی فرد بشر کو انکار نہیں جھٹلانا ہے۔

الغرض باب عالی کی ان شرائط پر بعض دول یورپ کے سفیر ایسے جھنجلائے کہ فوراً دوسرے دن ہی (۱۵ مئی) کو جواب الجواب کا ایک مسودہ تیار کیا گیا جس میں صلح کی شرائط پر بحث مباحثہ کرنے سے احتراز کر کے التوائے جنگ کی مکرر درخواست درج کی گئی۔ اور باب عالی کو یہ اطلاع دینے کے بعد کہ آپکا مراسلہ دول یورپ کی گورنمنٹوں کے پاس بھیجا گیا ہے۔ اور سے یہ صورت سخت ترین مشکلات کی حادث ہونے سے متنبہ کیا گیا۔ آخر میں مسودہ مذکور میں یہ بڑھا دیا گیا کہ دول یورپ یونان کو پامال شدہ نہیں دیکھ سکتیں۔ جرمن سفیر نے اس کاغذ پر جسے غالبًا سر فلپ کری سفیر انگلستان نے تیار کیا ہوگا دستخط کرنے سے انکار کیا۔ کہ جب تک مجھے اپنی گورنمنٹ سے ایسا کرنے کی اجازت نہ ہو میں نہیں کر سکتا اور سفارت کے متفق ہوئے بغیر دول کا یہ حکم نامہ باب عالی تک پہنچنے نہ پایا۔ پیر کے دن (۱۷ مئی) کو سفرا نے دوبارہ مجلس منعقد کی مگر کوئی بات قرار نہ پا سکی۔ کیونکہ جرمن سفیر کو حکم موصول ہو گیا تھا کہ وہ مجوزہ یادداشت کے متعلق دوسرے سفراء کے ساتھ شریک ہو کر کوئی کارروائی نہ کرے۔ سفرائے دول (ٹائمز غالبًا انگلستان، اٹلی، فرانس کے سفیر دن کو ہی کل سفرائے دول قرار دے رہا ہی) عجب ابتری کی حالت میں تھی کہ منگل کے دن زار کی طرف سے اعلیحضرت امیر المومنین کی خدمت میں یہ تار موصول ہوا کہ میں آپ کی دوستی و دنیا داری پر بھروسہ کر کے التوائے جنگ کی التجا کرتا ہوں اور آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اگر جنگ ملتوی کیا گیا تو میں ہمیشہ کیلئے آپ کا ممنون احسان رہونگا۔ اعلیحضرت نے زار کی درخواست منظور فرما کر فوراً التوائے جنگ کا حکم صادر کر دیا۔ اور ادہم پاشا کو پیشقدمی سے رک جانے کے احکام روانہ کر دیئے گئے۔ مگر یہ حکم مارشل موصوف کو فوراً نہ مل سکا۔ اس اثنا میں دوموکو پر خونخوار جنگ ہو کر یونانیوں کو آخری ہزیمت فاش دیگئی۔ جس کا مفصل ذکر آگے کیا جائیگا۔ اور آخرکار ۲۰ مئی کو مارشل ادہم پاشا نے التوائے جنگ کا اعلان کر دیا۔

ٹائمز مورخہ ۲۰ مئی رقمطراز ہے کہ ٹرکی کی سرکاری جماعت کا رجحان اس طرف پایا جاتا ہے کہ پیشکردہ شرائط میں کسیقدر نرمی کی بجائے اور زیادہ ٹرکی کو تفصیلی کا کوئی ... حقیقہ اور بے اندازہ تاوان جنگ دیئے جانے اور یونانی رعایا مقیمہ ٹرکی کے رعایتی حقوق کو توڑ دیئے جانے کی مخالفت کرنے میں راسخ العزم ہیں۔ اخبار مذکور مطالبات سلطانی پر یہ اعتراض بھی کرتا ہے کہ جنگ کا اعلان کرتے وقت باب عالی نے وعدہ کیا تھا کہ ہم یونان کی سرزمین کا ایک ٹکڑا بھی نہیں لیں گے اس اعتراض کے الزامی جواب تو بیشمار دیئے جا سکتے ہیں۔ روس نے ۱۸۷۷ء میں اعلان جنگ کرتے ہوئے یورپ کے ساتھ ایسا ہی وعدہ کیا تھا۔ اور مہم چترال میں پہلے نواب وائسرائے نے بھی سرحدی قبائل سے یہی وعدہ کیا تھا۔ انکی تعمیل

جو ہوئی۔ وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ مگر ابھی ترکی سرکاری جماعت نے جس کی نسبت ٹائمز لکھتا ہے کہ وہ نرمی کیطرف مائل ہیں۔ اس مسئلہ پر نہایت متانت سے بحث کرکے کل معترضین کو شافی جواب دیدیا ہے۔ ریوٹر نے اسے مفصل شایع کیا ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہے۔

"باب عالی کے مطالبات کو بنظر انصاف و عدالت دیکھنا چاہئیے۔ اور جب اون کو اسی نگاہ سے دیکھا گیا۔ تو مجبوراً تسلیم کرنا پڑیگا کہ ٹرکی ان سے بڑھ کر کوئی نرم شرائط پیش نہیں کرسکتی۔ یہ مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ یونان آزاد بادشاہت ہونیکے وقت سے لیکر اب تک سرحدی یونانیون کی مسلسل قزاقی اور کل قلمرو عثمانیہ مین یونانی رعایا کی نفرت انگیز مدروشی کی وجہ سے ٹرکی کے لیئے تکالیف عدیدہ کا مستقل منبع بنا رہا ہے جنگ سے پہلے یونان نے جو رویہ اختیار کیا۔ اسپر سخت ملامت ہوسکتی تھی۔ اور یہہ عام طور پر معلوم ہوچکا ہے۔ کہ وہ فقط جدید ملک ملنے کیلیئے لڑائی کا متمنی تھا۔ برخلاف اس کے ٹرکی کی پالیسی آخری وقت تک لڑائی سے بچتے رہنے کی رہی ہے اور جب یونان کی شرارتون سے تنگ آکر اسے اعلان جنگ کرنا پڑا۔ تو یہہ صرف اپنی جایز اغراض و حقوق کی حفاظت کے لیئے کیا گیا تھا۔ جنگ سے پہلے جو ترکی یادداشت مشتہر کیگئی تھی۔ اوس مین بالتصریح یہ بتادیا گیا تھا۔ کہ یونان کی فتح کرنیکا کسیکو خیال نہین بلکہ محض سلطانی حقوق کی نگہداشت کے لیئے باب عالی جنگ کرنے لگا ہے۔ یادداشت مذکور کے اس حصّہ کو یورپین اخبارات نے ان نقصانات و تکالیف کا معاوضہ طلب نہین کرین گے جن کے اوٹھانے پر اون کو مجبور کیا گیا تھا۔ یہہ درست ہے کہ اگر یونان شروع مین اپنی افواج واپس بلالیتا تو گورنمنٹ عثمانیہ بڑی خوشی کے ساتھ لڑائی سے محترز رہتی۔ اور کوئی معاوضہ نہ طلب کرتی مگر یونان نے ایسا نہ کیا۔ تھسالہ کے مفتوح ہونے تک وہ کریٹ سے فوجین واپس منگوانے سے بھی پس و پیش کرتا رہا۔ اور تا وقتیکہ اوسکی افواج کو کامل ہزیمت نہ ملگئی اوس نے التوائے جنگ پر رضامندی ظاہر نہ کی۔ اس ایک مہینہ کی لڑائی مین ٹرکی کو جان و مال کا بہت نقصان اوٹھانا پڑا ہے اگر ٹرکی تھسیلی کے الحاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اسکی وجہ فقط یہی ہے کہ یونان کیطرف سے پھر قزاق حملہ نہ کرسکین۔

"یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ۱۸۸۱ء مین یہ ملک یونان کو اس لیئے دلوایا گیا تھا کہ وہ دول یوروپ کی مقرر کردہ شرائط[1] کو پورا کرے۔ یہ کبھی پوری نہین کیگئین پس تھسیلی کا واپس لیا جانا جدید ملک کا فتح کرنا متصور نہین ہوسکتا لیکن پھر بھی تاوان جنگ و الحاق تھسیلی کے متعلق گو

---

[1] ۱۸۷۷ء کے جنگ روم و روس مین یونان انگلستان کی فہمایش پر ٹرکی پر حملہ آور ہونے سے محترز رہا تھا۔ لڑائی کے خاتمہ پر جب صلح کی شرائط مقرر کرنیکے لیئے برلن مین دول یوروپ کے سفراء کی کانفرنس جمع ہوئی۔ تو انگلستان و فرانس کی سفارش پر ٹرکی کے حقوق بحری کے متعلق اپنے ملک کے دعاوی پیش کرنے کے لیئے یونان کے وکلا کو بھی حاضر ہونیکی اجازت دیگئی۔ آخر کار عہدنامہ برلن کی ۲۴ ویں دفعہ مین قرار دیا گیا کہ قیام امن کیلیئے ٹرکی و یونان کی سرحدون کا تصفیہ کیا جاوے۔ اگر دونون فریق آپس مین نکر سکین تو دول یوروپ فیصلہ کرادین۔ یونان تمام صوبہ تھسیلی ایپائرس اور کسیقدر حصہ صوبہ مقدونیہ کا دعویٰ کرتا تھا۔ سلطان کچھ بھی نہین دیتے تھے۔ جبپر دول یوروپ نے جو اوس وقت ٹرکی کے برخلاف تھی ۱۸۸۱ء مین لندن مین کانفرنس کرکے صوبہ تھسیلی یونان کو ملنے کا فیصلہ کیا۔ اور اوسی سال امیرالمومنین نے منظور دیا گو اگرچہ اوس وقت مقابلہ کرنیسے بالکل عاجز تھے ملک مذکور یونان کو دلا دیا۔ سب سے بڑی شرط اور وجہ ملک دلائے جانے کی آیندہ کیلیئے قیام امن تھا۔ جو یونان نے قایم نرکھا۔ انگلستان نے جنگ روم و روس کے وقت یونان کو ٹرکی سے کیون جنگ نکرنے دیا ایسا سوال ہے جس کا جواب دینے کی یہان گنجایش نہین۔ اس وقت یہی بتادینا کافی ہے کہ روس اوس شرکا عوض ایک یونان اور انگلستان سے لے رہا ہے۔ قیام امن کے علاوہ دو دوسری اہم شرائط مین سے ایک یہہ تھی کہ گورنمنٹ یونان (باقی دوسرے صفحہ پر)

یہ دونون امر بالکل مبنی بر انصاف سمجھے جاتے ہین۔ باب عالی دول یوروپ سے مباحثہ کرنیکے لیئے تیار ہے۔ اور یونان کی دیوالیہ پن کو مد نظر رکھکر اور نیز اپنی صلح آمیز پالیسی کا انتہائی ثبوت دینے کیلئے شاید وہ اون مین کسیقدر ترمیم بھی کردے لیکن مطالبہ منسوخی رعایات کی بارہ مین اپنے ملک کی اغراض کو مد نظر رکھکر گورنمنٹ عثمانیہ کیلئے کسی ترمیم کا کرنا بالکل ناممکن ہی سمجھا اور رومینیا تک کو جو ہر طرحسے یونان سے اعلےٰ ہین یہ رعایتین حاصل نہین۔ پس یونان کیلئے ایسی رعایتین قایم نہین رکھی جا سکتین جن کو اوسنے نہایت قابل شرم طرحسے برتا ہے۔ بنا برین پورے اعتماد کے ساتھ امید کیجاتی ہے کہ یوروپ مین اسقدر حسِ انصاف موجود ہوگی کہ وہ ٹرکی کو اس امر پر جس سے دست بردار نہ ہونیکا اوس نے عزم بالجزم کر لیا ہے مجبور نہ کرے گی۔ اگر یوروپ بزور شمشیر حق تلفی کی کوشش کرے گا تو ایسی حالت درپیش آجائے گی جو امن عامہ کے حق مین نہایت مضر ہوگی۔ ایسی نا انصافی سے ترکی آبادی بالضرور مشتعل ہو جاوے گی۔ اور گورنمنٹ اپنی تئین اون خطرناک نتایج کا جو پیدا ہونگے ذمہ وار نہین سمجھ سکے گی۔ اور انجام کار دول یوروپ اسبارہ مین اپنے فعل کے نتیجہ سے لا کلام نہایت ہی سخت متاسف ہونگی۔"

تاوانِ جنگ کے متعلق ٹایمز کا نامہ نگار ایتھنز سے حسب ذیل لکھتا ہے: "تاوان جنگ کے مطالبہ کی نسبت دول یوروپ تاوقتیکہ وہ یونان کے صیغہ مال کے مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کو بھی سلجھانیکا ارادہ نہ رکھتی ہون کوئی قابل اطمینان کارروائی نہین کر سکتین۔ وہ اس امر کی مشکل اجازت دینگی کہ عمر کو لوٹ کر زید کا گھر بھر دیا جائے۔ یا ٹرکی کو جو خود اپنے قرضخواہون کے مطالبات ہی پوری نہین کر سکی۔ اون صیغہ ہاے آمدنی پر متصرف ہونے دین گی جو استحقاقاً یونانیون کے دائنون کی ملکیت ہین۔ اگر یونان کو ایک حبہ بھی تاوان جنگ نہ دینا پڑا تو بھی اوس کے قرضخواہون کیلیئے اچھے آثار نظر نہین آرہے صوبہ تھسلی کی فصل بالکل برباد ہوگئی ہے تجارت کئی مہینون سے بند ہے اور محصول پرمٹ کی آمدنی بالکل بند ہوگئی ہے۔ تھسلی کے باشندون کو اگلی فصل تک لازمی طور پر خیراتی ٹکڑون پر گذران کرنی پڑے گی۔ اگر دول یوروپ یونان کی مالی حالت کا انتظام کرنیکا فیصلہ کرین تو گو یہ امر یونانیون کو سخت ناگوار ہوگا وہ یونان کیلئے بہت بہتر ہوگا۔"

اس کے متعلق افواہ ہے کہ جرمنی سلطان المعظم کو تحریک کر رہی ہے کہ یونانی صیغہ مال پر یوروپین نگرانی قایم کیجانے کی بابت تاکید کرین کیونکہ صرف اسی طریق سے تاوانِ جنگ کی ادائے گی ممکن الحصول ہو سکے گی۔ وآینا کا ایک اخبار مطلوبہ تاوانِ جنگ کا واقعی خرچ سے مقابلہ کر کے مندرجہ ذیل تفصیل تحریر کرتا ہی۔

"باب عالی کے ذمہ افواج اور سامان حرب کی باربرداری کی بابت مختلف ریلوے کمپنیون کا عہ لاکھ فرینک (فرینک = ۱۰) باربرداری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹) مسلمان باشندگان تھسلی کے جملہ حقوق مذہبی و ملکی کی نگہداشت کرے گی اور اون کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے گی۔ دوسری شرط یہ تھی کہ یونان باب عالی کو قومی قرضہ کا جزو اوس نسبت سے ادا کرے جو نسبت کہ صوبہ تھسلی کی آمدنی کو کل ممالک محروسہ کی آمدنی سے ہے۔ انکی تعمیل یونان کیطرف سے یہ ہوئی کہ تھوڑے سے عرصہ مین پچیس تیس ہزار کی مسلمان آبادی سے فقط چند مسلمان تھسلی مین رہگئے۔ باقی گورنمنٹ اور عیسائی ہمسایون کی دست تظلم سے تنگ آکر ہجرت کر گئے۔ اور قومی قرضہ کی جزو کی بابت باوجود متواتر مطالبات کے اب تک ایک حبہ سلطنت عثمانیہ کے قرضخواہون کو ادا نہین کیا گیا۔ ادا کرنا تو درکنار رقم تک کا تعین نہ کیا گیا کہ کسقدر یونان کو ادا کرنی ہے۔ جبہی فتح تھسلی پر یوروپین اخبارات مخبر ہین کہ مسلمان مہاجرین جوق در جوق اپنے وطن مالوفہ کو واپس چلے جا رہے اور اپنے املاک پر متصرف و قابض ہو رہے ہین۔

بذریعہ جہازات دس لاکھ فرنیک بحری اور بری افواج متعینہ کا زار کا خرچ خوراک وغیرہ دو مہینون کی بابت بانوے لاکھ فرنیک۔ چندہ عساکر ردیف کی فنڈ سے ایک لاکھ ساٹھہ ہزار پونڈ ترکی ہنگری اور روسی گھوڑے اسلحہ اور سامان حرب کی خرید پر خرچ ہوئے متفرق اخراجات کا اندازہ ساڑھے تین لاکھ پونڈ ترکی کیا گیا ہے۔ یہ دونون رقمین پانچ لاکھ دس ہزار پونڈ ترکی ہوئین۔ مگر چونکہ تقریباً نصف سامان و گھوڑے وغیرہ باقی موجود ہین۔ اس لیئے آدہی رقم یعنے ستر لاکھ فرنیک محسوب کی گئی نیز بیاد افسرون اور سپاہیون کو جو جنگی پنشن اور انعام ملین گے۔ اونکا اندازہ بیس لاکھ فرنیک کیا گیا ہے۔ یونانی بیڑے نے ترکی ساحل پر گولہ باری کرکے مختلف مقامات کو جو نقصان پہنچائے معہ قیمت اون ترکی اتواپ کی جو تباہ کیگئین ۲ لاکھ فرنیک جملہ تین کروڑ چالیس لاکھ فرنیک۔ اسپر بیس لاکھ فرنیک مغالطہ حساب کے لیئے ایزاد کرکے کل رقم تین کروڑ ساٹھہ لاکھ فرنیک۔ یعنی ۲۰ لاکھ پونڈ ترکی بتائی گئی ہے۔ انگلستان کا مشہور نیلیسوٹ مسٹر منہڈمین نے جسے لارڈ میئر کے جلسۂ امداد قحطزدگان ہند مین انگریزی ہمدردی کی بخوبی قلعی کہولی تہی۔ بطریق استہزا تجویز پیش کی ہے کہ ترکی مطالبہ کا تیسرا حصہ یعنی ۲۰ لاکھ پونڈ انگریزی اون سو ممبران پارلیمنٹ سے لیئے جاوین جنہون نے تارین بہیجکر یونان کو جنگ پر ابہارا۔ اور تباہ کرایا۔ مسٹر موصوف کی خیال مین فی ممبر تیس تیس ہزار پونڈ کوئی بڑی بات نہین ہے۔

شرائط صلح پر بعض متعصب عیسائی سلطنتون اور اکثر عیسائی اخبارات مین جو کہلبلی برپا ہوگئی تہی۔ اوسکا شمہ ناظرین کو سطور مندرجہ بالا کی معاینہ سے معلوم ہوگیا ہوگا۔ مگر عیسائیون کی یہلی گیدڑ بہبکیون اور شتاب کاریون کیطرح اس دفعہ بہی سلطانی حزم و استقلال کے سامنے مسیحی دنیا کی غیظ و غصہ کی کوئی پیش نہ گئی۔ اور جیسا کہ آجتک کی تارون سے معلوم ہوتا ہی گورنمنٹ عثمانیہ باوجودیکہ چار مہینے گذر گئے اپنے مطالبات پر پورے دم خم سے مصر ہے اور جب ایک مہینہ مین دول یورپ کی مخالف حصہ کو کامیابی نصیب نہین ہوئی تو آئندہ بہی ہونے کی کوئی توقع نہین ✤

جنگ ڈوموکوس اعلیحضرت سلطان المعظم نے جب ادہم پاشا کو بذریعہ تار التوائے جنگ کا حکم ارسال کیا تو اوس وقت تک ڈوموکوس کی لڑائی عملی طور پر ختم ہوچکی تہی۔ اس لڑائی کے متعلق بہی رہوٹر کی ابتدائی تارین کسیقدر مہمل اور مجمل تہین جس کیلیئے وہ ایکطرح سے معذور بہی سمجہا جاسکتا ہی کیونکہ میدان جنگ سے یکبارگی سچی اور مفصل خبر کا ملنا مشکل ہوا کرتا ہے۔ مگر بعد مین جب مفصل حالات معلوم ہوئے تو منکشف ہوگیا کہ یہ بہی بعینہ پہلی لڑائیون کے نمونہ پر ہوئی یعنے یہان بہی ترک افسرون نے جنگی اوصاف اور یونانیون نے طبعی بزدلی کا کامل ثبوت دیا۔ اس مین کلام نہین کہ اس جنگ مین یونانی فوج اور اونکے جانب دارون کی بعض بعض حصون نے آخری وقت تک کمال شجاعت اور جان توڑ مقابلہ کی ایسی داد دی کہ غنیم کے مونہہ سے بہی بے اختیار تعریف کی کلمات نکل گئے۔ مگر جہان تک خاص یونانی سپاہیون کا تعلق تہا۔ یہہ لڑائی بہی بالعموم مضطربانہ فرار اور پریشان کن ہلڑ پر ختم ہوئی۔ ریوٹر کے خاص نامہ نگار نے ۱۹ مئی کو یعنے لڑائی سے ٹہیک دو دن بعد ایتہنز سے مشرح حالات حسب ذیل روانہ کئے:

یونانی فوجین نعل کی شکل مین صف آرا تہین۔ اس نعل کی داہنی جانب دوسری سے کسیقدر چہوٹی تہی۔ بیسا پر کوہی توپون کی تین باتریان پہاڑیون پر نصب تہین۔ اور پانچہزار فوج پیدل اونکو سانہہ تہی۔ ڈوموکوس کے مقابل پہاڑیون کی ڈہلوان سطحون اور ٹیلون پر جو

میدان کیطرف بڑہے چلے جاتے تھے۔ کوہی و میدانی توپون کی پانچ باتریان اور بارہ سے لیکر پندرہ ہزار فوج پیدل اس مقابل کی فوجکی داہنی طرف میدانی و کوہی توپون کی چار باتریان ویمین مین ایک باتری بمقام کیتکی اور ایک باتری بمقام کتر نزی تھی۔ اور کل تیرہ ہزار فوج پیدل اس طرف متعین تھی۔ چھہ ہزار پیدل ڈوموکوس کے بائین طرف پہاڑ کے ایک نمایان بڑھاؤ پر بطور کمک رکھ گئے۔ یونانی افواج کو دو ۵ انشی میٹر (۵ انچ قطر) کی کرپ توپون سے بھی جنمین سے ایک پُرانے قلعہ پر جو شہر سے اوپر ہے نصب تھی۔ اور دوسری ڈوموکوس کی داہنی جانب ایک بلند پہاڑی بڑہاؤ پر تھی تقویت پہنچ رہی تھی۔ توپین کرنل کانسٹوپولس کے زیر کمان تہین کل یونانی فوج ۳۵ اور چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ پانسو سوار بھی اسی مین شامل ہین۔ جو ترکی فوج یونانی فوجکے میسرہ اور مقدمۃ الجیش کے مقابل تھی۔ اسکی تعداد پچاس ہزار سے کم نہ تھی۔ ترکی فوج جو میمنہ کے مقابل تھی وہ شمار مین غالباً ۲۵ ہزار تھی۔ اوسکی کارروائی کی نسبت مین چشمدید کچھہ نہین لکھہ سکتا۔ بلکہ صرف نتائج سے اوسکا قیاس کرونگا۔

نو بجے صبح کے کچھہ عرصہ بعد ترکی سپہ فرسالہ کی شاہ راہ کے برابر سے آگے بڑہتے دکھائی دی۔ اوسیوقت ایک فوج سلسلہ کوہ خاص دیاری کی چوٹی پر نمودار ہوئی۔ اور یونانی چوکیون پر جو سامنے کے ٹیلون پر تھین آتشباری شروع کی۔ ادہر سے بھی جواب ملنا شروع ہو گیا۔ جنرل ماورو میکالس میسرہ کا اور جنرل مکریس میمنہ کی کمان پر تھے۔ کوہ خاص دیاری والی ترکی باتریان جب تک کہ ترکی سپاہ نے شاندار انداز سے فرسالہ کی شاہ راہ پر آگے بڑہ کر اور میدان مین پہنچکر صفوف جنگ آراستہ نہ کرلین۔ برابر گولہ باری کرتی رہین۔ ڈوموکوس کی بلندیون سے دہوپ کی شعاعون مین یہ نظارہ نہایت ہی دلفریب معلوم ہوتا تھا۔ پانچ دستے سوارون کے دو میل تک سڑک پر دوڑتے آئے اور پہر مشرق کیطرف ہو کر کوہ خاص دیاری کے پیچھے ہٹ گئے۔ فوج پیدل پیچ در پیچ قطارون مین نہایت ثابت قدمی سے تین میل آگے بڑہی آئی۔ اور پہر میسرہ کیطرف موضع بگاری کے پیچھے جسمین جلدی ہی دُہوان نکلتا نظر آنے لگا۔ اور میمنہ کیطرف یونانی مقدمۃ الجیش کے مشرق کی جانب پہیل گئی۔ دو ترکی باتریان سڑک کے مشرق مین ایک پست ٹیلے کے قریب جس نے کچھہ عرصہ کے لئے ترکی میمنہ کے حملہ کو جو یونانی میسرہ پر کیا گیا بہت عمدہ پناہ دی آتشباری کیلئے کھڑی کی گئین۔ یونانی بہاری کرپ توپون نے جنکا اوپر ذکر آچکا ہے اب آتشباری شروع کی۔ اور غنیم کا فاصلہ جلدی معلوم کرلینے پر ترکون کی نقل و حرکت مین جو ایسی اطمینان سے کیجا رہی تہی۔ کہ گویا میدان جنگ نہین ہو بلکہ قواعد کا معمولی پریڈ ہے۔ کسیقدر کھلبلی ڈالدی۔ مگر ترکون نے اپنی ترتیب کو ویسی ہی مستقل مزاجی سے پورا کرلیا۔ اس وقت ایک یونانی باتری نے بھی جو میدان کیطرف جانے والی پر پیچ سڑک کے اوپر ایک بیقاعدہ سی پہاڑی پر نصب تھی۔ ترکی فوجکی ٹھیک دوری معلوم کرلی۔ اور ترکی باتریون پر پہٹنیوالے گولے پے در پے برسانے لگی۔ پہاڑیون کی ڈہلوان سطحون اور پست بلندیون پر مورچون مین جو اوزونی سپاہی (یونان کی ایک پہاڑی قبیلہ کا نام۔ یہ لوگ بیقاعدہ سپاہی ہین اور بڑے شجاع ہوتے ہین) مقیم تھے۔ اونہون نے بھی رئفلون سے گولیان چلانی شروع کین۔ اور تین بجے تک مقدمۃ الجیش مین لڑائی ایک سرے سے دوسرے سرے تک عام ہو گئی۔ آدہ گھنٹہ بعد فریقین کی توپون سے ایسے دہڑا دہڑ گولے چلنے لگے کہ متواتر یک دم کئی سلامی کی توپین چلتی معلوم ہوتی تھین۔ یونانی توپون کی زد غنیم کی نسبت بہت عمدہ تھی۔ جس سے ترکی فوج پیدل اور باتریون مین خوفناک تباہی برپا ہو گئی۔ قلعہ والی کرپ توپ سے ایک پھٹنیوالا گولہ ترکی فوج پیدل کے ایک دستہ مین جو سڑک والے ٹیلہ کی آڑ مین پہیلنے کی تیاری کر رہا تھا پڑا۔ اور دوسرا ایک

ترکی باتری مین جو سڑک کے دائین طرف تھی۔ ان دونون گولون نے بہت نقصان پہنچایا کیونکہ دو ترکی توپین کچھ عرصہ کے لیئے خاموش ہوگئی تہین۔

چار بجے کے قریب اور ترکی سوار رسالہ کی سڑک پر نمودار ہوئے۔ اور دلکی کی رفتار سے یونانی فوج کے میمنہ کیطرف جھک گئے۔ اور بیوقت ترکی میسرہ نے حملہ کیلیئے پیشقدمی کی۔ سڑک والے ٹیلہ کے دونون جانبون سے دو ترکی باتریون نے میدان مین بڑھکر یونانی قلب کی مورچون پر آتشباری شروع کی۔ اور اسی لحظہ فوج پیدل کی صفین چلتی ہوئے موضع کے سامنے مغرب کیطرف بڑھکر نہایت خوبصورتی انداز اور نظام سے پھیل گئین اور گول وستی پنکھہ کی شکل مین ہوکر مورچون والی اونرینو سپاہیون اور ڈیڑہ سو اطالین والنٹیرون پر دھاوا کیا۔ صبح کے وقت اطالین والنٹیر گیری بالڈی کے زیر کمان تھے جو دوپہر سے پہلی ممالک اجنبیہ کے امدادی لشکر کے معاینہ کرنے کو جو یونانی میسرہ پر مامور تھا۔ چلا گیا تھا۔ اسکی عدم موجودگی مین مسمی سپرانی کو کمان ملی۔ اور اطالین مجاہدین کو ازرونی سپاہیون کی امداد کیلیئے اون مورچون مین جانیکا جو ایک یونانی باتری کے سامنے ہے حکم ملا۔ اونہون نے غنیم پر نہایت سخت آتشباری کی۔ مگر نہ یہ آتشباری اور نہ یونانیون کی آگے بڑہ آئی ہوئی باتریون کی مسلسل صف شکن گولہ باری ترکون کی ثابت قدم پیشقدمی کو روک سکی۔ اس وقت یہ واقعی مشکل امر تھا کہ آیا ترکون کی جوانمردانہ ثابت قدمی کی تعریف کی جائے جن کی صفون کو توپون کی پھٹنے والی گولے اور رائفلیون کی مسلسل باڑین ہر وقت پریشان کر رہی تھین۔ اتو ونی اور اطالین سپاہیون کی قادر اندازی اور بے نظیر نشانہ بازی کی۔ ترک ایک پہاڑی کیطرف جس کی سطح دیوار کے درختون سے ڈہپی ہوئی تھی بڑہے۔ اونکا ارادہ بنوک سنگین حملہ کرنیکا معلوم ہوتا تھا۔ مگر اطالین سپاہیون کی باڑہون اور گولون نے اونکے قدم ڈگمگا دیئے۔ اور وہ آڑ مین جانیکے لیئے میدان کو ہٹ گئے۔ ۱۵۰ اطالین سپاہیون مین سے دس قتل اور ۳۰ زخمی ہوئے۔ مجروحین مین انکا کمانڈر سپرانی بھی تھا۔ اس لڑائی مین سب سے زیادہ بہادری اطالین سپاہیون کی ایک پرجوش عورت نے دکھلائی جو سرخ جاکٹ پہنی ہوئے اپنے مجروح ہموطنون کی امداد کیلیئے لڑائی کے گہسان مین پھرتی رہی۔ اور لڑائی اور مراجعت دونون موقعون پر سب طرح سے محفوظ و مصئون رہکر برابر اپنے مجروحین کے ہمراہ رہی۔ جب تک اون کو بندر تسر نیو کے جرمنی فوجی شفاخانہ مین نہ پہنچا دیا۔

لڑائی کا نازک موقعہ اب قریب آپہنچا تہا۔ اس وقت یونانی سوارون کا ایک دستہ حمدار سڑک سے میدان کیطرف اسطرح سے آتا تہا کہ وہ ترکی فوج پیدل پر حملہ کرنے لگا ہے۔ مگر فوراً ہی پیچہے ہٹا لیا گیا۔ ساڑہے چار بجے ترکی فوجین دو راگو ربانی کیطرف بجانب میسرہ پہیلتی ہوئی دکہائی دین دو باتریان اون کے ساتھہ تہین۔ اور اس کے بعد جلدی ہی میدان جنگ دو میل تک فرداً فرداً لڑائی کرنے والی سپاہیون اور اون کے کمکیون سے بہر گیا۔ ترکی میمنہ کی اس زبردست حملہ کے ساتھہ ہی خاص ویاری کی دو باتریون نے جنہون نے لڑائی کو شروع کیا تہا یونانی میسرہ پر آگ برسانی شروع کر دی۔ اور آن کی آن مین تمام چوٹی مشتعل ہو گئی۔ یہ شعلے توپون کے گولون سے جنگلی جہاڑیون مین آگ لگنے اور موضع کہیلکی کی آتشزدگی سے جیسے ترکون نے یونانی میمنہ کو واپس ہٹا کر اور پچاس یونانیون کو قتل کرکے فتح کیا تھا پیدا ہوئی تہے۔ جنرل مار میس کمانڈر میمنہ نے بڑی بیقراری کے ساتھہ کمک طلب کی تین ہزار کمکی سپاہی اور دو باتریان کوہی توپون کی اوسکی مدد پر بہیجی گئین۔ دریں اثنا یونانی میسرہ پر ترکون نے بڑی سختی سے عام دہاوا بولا یا تہا اور اس کے ساتھہ ہی ڈومکوس کے پیچھے یونانی مقدمۃ الجیش پر حملہ کر دیا گیا تہا۔ یون

رائفلون اور توپون سے مسلسل آگ برستی رہی جس کا اثر یہ ہوا کہ یونانی مجروحین کا ایک نہایت ہی سلسلہ عقب لشکر کو جو دار راستہ سے ہی پہونچایا
جاتا ہوا نظر آنے لگ گیا۔

لڑائی کی موج اب یونانی میمنہ کی طرف بڑھی۔ اور ازونی سپاہیون کے مورچون اور دسوین رجمنٹ پیدل کی صفون پر نہایت سخت حملہ کیا گیا۔ یونانی ترکی آتشباری کے سامنے بڑے حوصلہ سے کھڑے رہے۔ مگر کرنیل مادر مپکالیس نے جو حسن اتفاق سے اپنی صفون کے اس حصہ کی طرف گشت کر رہا تھا۔ فوراً کمک طلب کی۔ اور باقیماندہ تین ہزار ملکی سپاہ نے ڈومو کوس کے مقابل مقدمۃ الجیش کے داہنے حصے کے پاس پہنچکر جنگ کنندہ صفون کی امداد کیلئے اپنی صفین آراستہ کین۔ اس وقت کرنیل مادر مپکالیس کو کولہے مین گولی لگی۔ اور وہ گاڑی پر سوار ہو کر میدان جنگ سے لامیہ کو (جو ڈومو کوس سے تیرہ میل بجانب جنوب ہے) ہٹ گیا۔ اوس کی بھتیجے اور اڈیکانگ بہادر کو پیشانی مین گولی لگی اور سر سے پار نکل گئی اوسے بھی لامیہ پہنچایا گیا مگر پہنچتے ہی مر گیا۔

اب تمام یونانی فوج لڑائی مین شامل تھی اور میدان جنگ پر عجب شاندار نظارہ نظر آرہا تھا۔ لڑائی کا زور پھر یونانی میسرہ پر جا پڑا۔ اور ساڑھے نو بجے کے قریب تمام میدان سخت خونخوار جنگ کرنیوالے سپاہیون سے بھرا ہوا تھا۔ ساتھ بجے دونون طرفون سے آتشباری مدہم پڑ گئی۔ اور شام کے قریب پہنچکر تقریباً بند ہوگئی فقط قلعہ یا پہاڑی کی وزنی کرپ توپون اور میدانی توپخانون سے وقتاً فوقتاً گولا چلتا رہا۔ غروب آفتاب کے وقت یونانی سپاہ میدان سے ہٹ کر درہ فرکا کو چلے گئے اس وقت تک یونانی میمنہ سے لیکر مقدمۃ الجیش سے ہوتے ہوئے میسرہ تک اپنی جگہ پر قائم تھے مگر صاف معلوم ہوگیا کہ من حیث المجموع آج کی لڑائی کا پانسہ بھی یونانیون کے برخلاف پڑا ہے۔ ایک چھوٹے سے ٹیلے سے مین نے اس قابل یادگار لڑائی کے قابل ذکر سین پر آخری نظر ڈالی۔ اور تھوڑی دیر بعد رات نے اس خونخوار لڑائی کا خاتمہ کیا۔ چار سو مجروحین مورچون اور خندقون سے جمع ہو کر گاڑیون پر لامیہ اور وہان سے بندر سٹیلیڈہ کو پہونچائے گئے۔ ڈومو کوس کے عارضی ہسپتال مین نظارہ نہایت ہی رقت انگیز تھا۔ لامیہ کو لیجاتے وقت زخمیون کی آہین صفحہ آسمان کو پھاڑے ڈالتی تھین۔ رات کو آٹھ بجے یونانیون کے میمنہ کے شکستیاب ہونے کی وجہ سے انکی صفین درہم برہم ہوگئین۔ اور انکو بجز ڈومو کوس سے بھاگنے کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ رہ گیا۔ جرنیل سمولنسکی کا ڈویژن مقام ایرو مین اپنی قسمت پر چھوڑ دیا گیا۔ اس وقت جرنیل مذکور کے ڈویژن کا ماسوا سمندری جانب کے پورا پورا محاصرہ ہوچکا ہوگا۔ اور اوسے یا تو ترکون کے سامنے ہتھیار رکھدینے پڑین گے۔ یا یونانی بیڑہ پر سوار ہو کر براہ سمندر جان بچا کر بھاگیگا۔ مین میدان جنگ سے نو بجے روانہ ہوا۔ واپسی کا حکم دیا جاچکا تھا۔ اور یقیناً میسرہ کی مراجعت تھی جس مین مین موجود تھا۔ یہ واپسی بھی اگرچہ ہولناک نظارون سے نہایت ہی رقت انگیز تھی مگر اسمین کسیطرح بد امنی نہ ہونے پائی۔ رستہ مین مجھے بھگوڑے دیہاتیون کی گاڑیون بکسرٹیکو چھکڑون اور توپخانہ و سوارون کے گھوڑون کی وجہ سے کئی دفعہ سڑک پر رکنا پڑا۔ لیکن رات چاندنی ہونے کی وجہ سے کوئی عام چپقلش نہ ہونے پائی پو پھٹنے سے پہلے مین بخیریت لامیہ پہونچگیا۔ اور مکان پر پہونچتے ہی جہان کوئی بستر نہ تھا مین زمین پر گر پڑا۔ اور دو گھنٹے تک سویا رہا۔ اس طرف کی تمام تارین رکی ہوئی یا کٹی ہوئی ہونے کی وجہ سے مجھے پھر ایتھنز جانا پڑا۔ یونانیون کا بیان ہے کہ ہم سوا دو وزنی کرپ توپون کے باقی تمام توپخانہ واپس لے آئے ہین شہزادہ ولیعہد بہادر سپہ سالار افواج یونان ایک بلند چٹان پر سے اور کبھی ہیڈ کوارٹر کے مکان کے چبوترہ سے [illegible] کو دیکھتے رہے اور جب [illegible] کا پرسان ہوا اور ڈومو کوس سے پیچھے ہٹ گئی باقی دون کی خود [illegible] لامیہ جانے کی بجائے سیدھے

بند رہ مجبور ہو گئے کہ وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر قصبہ کیبتس کو چلے جائیں ۔

جنگ اپائرس

یونانیون نے بزدلی اور غلط بیانی کو قومی بدنامی کا پیمانہ لبریز کرنے کیلئے کافی نہ سمجھا کہ اُسے لبالب بھر دینے کیلئے جنگ کے اختتام کے موقعہ پر اپنی بدعہدی بے ایمانی اور غداری کو بھی اچھی طرح سے واضح کر دیا۔

ناظرین کو یہ تو معلوم ہے کہ جنگ سرحد کے ایک سرے یعنی خلیج سالونیکا سے لیکر مغربی سرے یعنی خلیج آرٹا تک جاری تھی۔ مگر انتظام مین سہولت اور آسانی پیدا کرنیکے لیئے ترکون نے اپنی فوجون کو دو حصون مین منقسم کرکے ایک کو زیر کمان ادہم پاشا صوبہ تھسلی پر مامور کیا اور دوسرے حصہ کو احمد حفظی پاشا کے زیر کمان ترکی صوبہ اپائرس کی حفاظت سپرد کی۔

اسیطرح یونانیون نے بھی اپنی فوجکو دو بڑے حصون مین تقسیم کرکے ایک کو زیر کمان ولی عہد ادہم پاشا کے مقابلہ پر لگایا اور دوسرے حصہ کو کرنیل مانوس کے ماتحت اپائرس پر پیشقدمی کرنے کا حکم دیا۔ ولیعہد کی فوج اضلاع لاریسا ترنیالہ اور دولو کی محافظ تھی۔ اور کرنیل مانوس کی فوج ضلع آرٹا کی جو صوبہ اپائرس سے ملحق ہے آخر الذکر افسر کو بھی جیسا کہ پہلے ہفتون کے وقعات مین درج ہو چکا ہے ترکی افواج نے شکستین تو کچھ کم نہین دین لیکن فرق اتنا رہا کہ ایک طرف تو مارشل ادہم پاشا سرحد سے عبور کرکے یونانی فوجکو بھگاتے ہوئے ڈوموکوس تک پہنچ گئے مگر اپائرس مین ترکون نے سرحد کو عبور نہ کیا جو یونانی دریا آرٹا سے گذر کر ترکی علاقہ پر حملہ آور ہوتے رہے اور ترک انکو شکست پر شکست دیکر صرف سرحد سے پیچھے ہٹا دینے پر اکتفا کرتے رہے اور یونانی علاقہ پر حملہ آور نہ ہوئے۔

مئی کے دوسرے ہفتہ مین جب ادہم پاشا کے ڈویژن فرسالہ اور ولسٹینو وغیرہ مقامات پر قابض ہو کر ڈوموکوس کی بلندیات جہان [illegible] بہادر نے بزعم خود ناقابل فتح مورچہ بندیان تیار کرلی تہین بڑہے تو گورنمنٹ یونان نے اُسیوقت دول یورپ سے توسط و التوائے جنگ کی درخواست کردی اور اُسیوقت کرنیل مانوس کی فوج بھی سہ بارہ شکست کھا کر آرٹا کو ہٹ آئی ہوئی تہی لیکن جلدی ہی کمک پہنچ جانے کے بعد وہ اس گھمنڈ مین آگیا کہ ایکدم ترکی علاقہ پر حملہ آور ہو کر کچھ علاقہ اپنے قبضہ مین کرلونگا چنانچہ جب اُسنے ایسا [illegible] مین آتے ہی ذرائع سے اجازت طلب کی۔ تو [illegible] اوریاجیا یونانی وزیراعظم نے اس امر کو بالکل بھلا کر کہ ہم تو التوائے جنگ [illegible] کر رہے ہین حملہ کی اجازت کس منہہ سے دین اوسکو فوراً اجازت دیدی اور دلمین یہ خیال کیا کہ اگر [illegible] کر لیا تو تھسلی مین جو کامیابی ترکون کو ہوئی ہے شاید اوسکی کچھ تلافی ہو جائے اور شرائط صلح سخت نہ ہون [illegible] یونانی [illegible] نے اونکی نہ صرف اس توقع کو باطل کر دیا بلکہ یہ بے ایمانی اپنی زینت طوالت بھی نہ ہوئی۔ ایک طرف تو کرنیل مانوس کی فوجکو تاریخ [illegible] مقام گریبالو [illegible] سخت زک ملی اور دوسری طرف مارشل ادہم پاشا نے یونانیون کی اس بدعہدی کی خبر سنکر [illegible] اس بدعہدی کی وجہ سے اس لڑائی مین خلاف معمول یونانی بھگوڑون کا ترکی [illegible] سے تعاقب کرکے ہزارہا [illegible] کا قلع قمع کر دیا۔ یونانیون کی اس بے ایمانی کو [illegible] کسی ہی نہین بلکہ اکثر معتدین اور منصف مزاج یورپین بھی سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین [illegible] کہ ایک انگریزی اخبار [illegible] کی تحریر سے جو آگے درج کی گئی ہے واضح ہو رہا ہے۔ گریبووا کی لڑائی کی مختصر [illegible] احمد حفظی پاشا کی تار سے جو ذیل مین درج ہے معلوم ہو جائے گی:

جنرل احمد حفظی پاشا گورنر جنرل و ملٹری کمانڈر صوبہ جانینہ کیطرف سے ۱۳ مئی کو دن کے ایک بجے جو مراسلہ موصول ہوا ہے۔ اسمین لکھا ہے کہ لفٹنٹ کرنل ولی بے گری بوا سے آج کی لڑائی کی نسبت رپورٹ کرتے ہین کہ گرمینترہ اور رفایق پاشا کی پہاڑی سے دشمنون نے دیر تک بندوقین چلائین۔ اور توپچے سخت گولے برسائے لیکن خدا اور رسول کی اعانت و اقبال سلطانی سے ترکی فوجنے ظفر استقلال ظاہر کیا۔ اس لڑائی مین دشمنون کا بہت نقصان ہوا۔ گرمینترہ کے قریب دو سو یونانی کہیت رہے۔ جانینہ سے ایک او بٹلین کمک کیلئے بھیجی گئی ہے۔ پاپاس کیوپرو سے جو توپخانہ اور پیادہ فوج آئی تھی ترکون نے اونکو مار ہٹایا۔ کمپی آدس مین بھی ایک لڑائی ہوئی۔ ساڑھے سات بجے شام کے لڑائی ختم ہونے پر فریقین اپنے اپنے لشکرگاہ مین چلے گئے۔ اور لڑائی کا نتیجہ ابھی ظاہر نہین ہوا۔ غالباً دشمن کل صبح پھر میدان مین آئین گے۔ ان تینون لڑائیون مین ترکی سپاہ کے نقصان کا حال ہنوز معلوم نہین ہوا۔ لوندس سے ۱۵ مئی کو تین بجے دن کے جو مراسلہ آیا اسکا مضمون یہہ تھا۔ کہ گذشتہ دو روز کی سخت لڑائیون کے بعد دشمنون نے پہاڑی مورچے جن پر وہ قابض ہوگئے تھے چھوڑ دیئے نیز وہ جگھہ پر بھی نہ ٹھہر سکے اور آخر کار پیچھے ہٹ گئے۔

یونانی بیڑہ جہازات نے ۱۴ مئی کو بندر کوپس پر جو پریویسا سے بجانب شمال واقع ہے۔ گولہ باری کی۔ مگر ترکی توپون کے کوشکن گولون نے فوراً اوس کو پیچھے ہٹا دیا۔

مصری جہاز کی گرفتاری

یونانی بیڑہ نے جو دخانی جہاز موسومہ جارج جزیرہ ٹینی ڈوس کی متصل گرفتار کیا تھا وہ سمرنا کی حاجی داؤد کمپنی کی ملکیت ہے۔ اور مصری گورنمنٹ نے اوسکو جزیرہ تھاسوس کو جو بوز مین ٹرکی کے جنوبی ساحل کے قریب خدیو جاگیر ہے فوج اور گودام بھیجنے کیلئے کرایہ پر لیا تھا۔ ابھی تک اس سوال کا تصفیہ نہین ہوا کہ کیا یونانی ایسے جہاز کو غنیمت جنگ سمجھ سکتے ہین۔ اسکندریہ کی ایک تار سے خبر ہے کہ خدیو اس گرفتاری سے سخت برافروختہ ہین۔ یونان کو مناسب ہے کہ اس جہاز کو چھوڑ دے۔ ورنہ یونانیون کی کثیر التعداد آبادی موجودہ مصر کے حق مین شاید اچھا نتیجہ نہ نکلے۔ یونانی بیڑہ نے جہاز مذکور کو بحراست بندر ناپلیہ کو بھیجدیا۔ جہان مصری قیدخانہ مین ڈالدیئے گئے۔ ٹائمز کا نامہ نگار ۱۸ مئی کو قاہرہ سے تار دیتا ہے کہ خدیو نے جزیرہ تہاسوس مین اپنے حقوق کے نفاذ کیلئے جن کا اون کو دعوے ہے جہاز مذکور پر ایک سو سپاہی اور سامان جنگ روانہ کیا تھا۔ مصری گورنمنٹ کو اس کل معاملہ کی اس وقت اطلاع ہوئی جب کہ ۱۱ مئی کو خدیو نے جہاز کی گرفتاری کا کونسل مین ذکر کیا۔ جزیرہ تہاسوس محمد علی پاشا بانی خاندان خدیویہ کی ملکیت تھا۔ اونہنے وہان کی آمدنی جزیرہ کے باشندگان کے مفاد کیلئے وقف کردی۔ خدیو حال جو سابق وقف مذکور کے امین ہوئے ہین وہ اس جگہ کی آمدنی دوسرے کامون پر خرچ کرنا چاہتے ہین۔ باشندے اس کو قبول نہین کرتے اور خدیو کے وعدہ کو خلاف وقف بتلاتے ہین۔ بقول نامہ نگار مذکور اس معاملہ کا نتیجہ خدیو کے حق مین اچھا نہین ہوگا کیونکہ سلطان المعظم [illegible] کہ خدیو نے اونکی قلمرو مین [illegible] مداخلت کا اقدام کیا ہے۔ علاوہ برین خدیو کو مالکان جہاز کو بھی معقول زر ہرجانہ دینا پڑے گا۔ اس معاملہ مین ایک یونانی کا بھی کچھ تعلق ہے جس کے ساتھ خدیو باہم قرارداد کرچکے ہین۔ نامہ نگار مذکور کی تحریر کی گو ہم اس وقت تردید کرنے کے قابل نہین ہین لیکن اس بارہ مین مصری اخبارات کی خاموشی اور خدیو المعظم کے مخلصانہ رویہ سے جو نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ وہ اس روایت کی صداقت

کے منافی ہے۔

جنگ ویلسٹینو مین ایک سو یونانی قتل اور دو سو زخمی ہوئے۔ جنگ ڈومو کوس مین ایک سو ترکی توپون نے آتشباری کی۔ یونانی توپین پچاس کے قریب تہین۔ ایتھنز کے اخبارات نے مئی کے دوسرے ہفتہ مین مشتہر کیا تھا کہ اب نیا مین چار ہزار عیسائیون نے بغاوت کر دی ہے۔ مگر باب عالی نے اس کی باضابطہ تردید کر دیی۔

یونانی تارپیڈو کشتی موسومہ کناریس نے آسٹریا کی کمپنی کا جہاز منیرو اگرفتار کر لیا ہے۔ جو جزیرہ سکیہ تھوس پہونچا دیا گیا۔ اسپر ۲۰ ترکی بحری سپاہی اور وولو کا جدید مقرر شدہ ترکی ڈپٹی کمشنر سوار تھے۔ ٹایمز رقمطراز ہے کہ وولو مین سب طرح سے امن ہے جب سے ترکی فوج شہر پہ قابض ہوئی ہے۔ لوٹ مار ہرگز نہین ہونے پائی۔ اور خود ترکی سپاہی بلا استثنا نہایت احتیاط کی ساتھ ہر ایک چیز دام دیکر خریدتے ہین شہر مین اب ترکی فوج کی صرف دو کمپنیان (دو سو آدمی) ہین۔ ۱۴ مئی کو یونانی فوج کریٹ سے روانہ ہوگئی۔ جبکہ بحری محاصرہ ختم ہوگیا۔ اور امیرالبحرون نے یونانیون کے تمام گرفتار کردہ سٹیمر چھوڑ دیئے ؞

ٹایمز کا نامہ نگار ادہم پاشا پر الزام لگاتا ہے کہ اگر وہ فوراً زیادہ مستعدی سے کام لیتے تو مدت کی ایتھنز پہنچ گئے ہوتے۔ پھر خود ہی اس کے متعدد جواب دیکر آخر مین بڑی وجہ یہ قرار دیتا ہے۔ کہ مارشل موصوف نے اس خوف سے کہ مبادا سلطان المعظم میری شاندار فتوحات سے رشک کہاکر مجہسے برگشتہ خاطر ہوجائیں زیادہ مستعدی نہ دکھلائی۔ مگر وہ نامہ نگار خود ہی غور کرین کہ کیا ایسی بیہودہ تحریرون اور لغو منطق سے وہ اپنے تئین دنیا کی نظرون مین ذلیل اور بے وقعت نہین کر رہے۔ کیا آجتک کسی بادشاہ نے اپنے جرنیل کی فتح پر رشک کھایا ہے! اور کیا سلطان المکرم نے مارشل ادہم کو شکست کھانے کے لیئے بھیجا تھا کہ ان کی فتح سے سلطان المعظم کے رشک کھانیکا احتمال ہو۔ ہان سلطان کیون نہ حسد کرین۔ اگر ادہم پاشا ایتھنز پہنچ جاتا تو وہ سلطانی تخت کا بھی دعویدار ہو جاتا!!!

حضرت۔ اصل وجہ یہ ہے کہ اعلیحضرت کا مدعا فقط یہ تھا کہ یونان کی صرف گوشمالی کر دیجائے۔ اور اس کے سازشیون کو اونکی کارستانیان بتا دیجائے۔ وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ یونان ایک بیوقوف بچہ ہے جو دوسرون کے بہکانے مین آگیا ہے۔ اور اس کو اسقدر سزا کافی ہے جس سے وہ آیندہ کیلیئے اپنا نفع نقصان دیکھنے اور سوچنے کے قابل ہو جائے۔ اور ساتھ ہی اسقدر ملک پر قبضہ کیا جاوے جسپر فتح کے علاوہ اور بھی حقوق ہون۔ اور نیز اتفاقاً کسی سلطنت کو ترکون کا اسپر متصرف ہو جانا ناگوار بھی نہ گذرے۔ جو شخص ٹرکی کی موجودہ پالٹیکس کو بنظر غایر دیکھتے رہے ہین۔ اونپر یہ امر ابتدائے جنگ ہی مین واضح ہو چکا تھا۔ چنانچہ اخبار وکیل کے ساتھ جو نقشہ یونان اور میدان جنگ کا شایع ہوا تھا ہمنے صرف اسی لیئے اتنے علاقہ کا ہی مفصل نقشہ درج کیا تھا۔ اور وہان کے کل قصبات وغیرہ درج کیئے تھے جس کی نسبت ہمارا خیال تہا کہ ترک اس سے آگے پیشقدمی نہین کرینگے۔ حالات مابعد نے اس خیال کو جیسا درست ثابت کر دیا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ سلطان المعظم کی یہ ایسی زبردست پیشبینی تھی کہ یورپ کے وہ مدبرین اور اخبارات بھی جو ٹرکی کے مخالف ہین ابتدا مین شور و غل برپا کرنیکے بعد جب ہوش و حواس مین ائے تو اون کو مجبوراً تسلیم کرنا پڑا کہ اگر ترک اس علاقہ کو بنفشہ خود چھوڑ دین۔ تو دول یورپ کے پاس کوئی ذریعہ اون کو وہان سے نکالنے کا نہین ہے! اور وہ ایسا کرنے سے بالکل بے بس ہین۔ ولایت کے اخبار سٹینڈرڈ اور ڈیلی نیوز لکھ رہے ہین کہ دول یورپ مین اتحاد مشکل ہے جرمنی اور روس کو یونان

کوئی الفت نہین بلکہ روس ایکطرح سے یونان کا مخالف ہو۔ انگلستان وغیرہ ممالک کی اغوا سے یونان کے سر مین یہ خبط سمایا ہوا ہے کہ قسطنطنیہ اور
مقاماتِ متعلقہ کا اصلی وارث اور حقدار ہین ہون۔ اور یہ امر روس کو سخت ناگوار ہے۔ اِس لیے وہ یونان کی طاقت بڑھی ہوئی دیکھنا نہین چاہتا
باقی رہی جرمنی۔ اوس کے قیصر کی چالون کی تہ تک پہونچنا ہی مشکل ہے۔ تاہم اُسنے اپنے رویہ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اوسکو سلطان کی ہر طرح سے
خاطر منظور ہے۔ آسٹریا کی پالیسی بھی بالکل جرمنی کے مطابق ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ٹرکی کے پاس اِس وقت پانچ لاکھ سپاہی تو
بالکل جنگ کیلئے تیار میدانِ جنگ اور چھاونیون مین موجود ہین اور رسالے تین لاکھ فوج اور وہ ضرورت پڑنے پر چند دنون مین جمع
کر سکتی ہے۔ بعض انگریزون کا خیال ہے کہ اگر سرویا اور بلگیریا کو ٹرکی پر حملہ کرنے کی انگشت کی جائے تو شاید ٹرکی تھسلی چھوڑ دے۔ مگر
واقف کار جانتے ہین کہ اول تو ان ننھی سی ریاستون کی مجال نہین کہ آسٹریا اور روس کی خلافِ منشاء ایسا کرنے کی جرأت کرین لیکن اگر وہ
کرنا بھی چاہین تو کر نہین سکتین۔ سرویا نے ۱۸۸۵ء مین بلگیریا سے جو شکست کھائی تھی اوس کے بعد اوسکی فوجی طاقت پھر درست نہین ہو
سکی اور جب سے پرنس الیگزینڈر تختِ بلگیریا سے معزول ہوا ہے بلگیرین فوج بھی بتدریج بگڑنی شروع ہوگئی۔ اور اب اسمین وہ تمام قباحتین اور
عیوب موجود ہین جو یونانی فوج مین پائے گئے۔ کاغذ پر بلگیریا کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سپاہ اور پانسو توپ مین ظاہر کیگئی ہے لیکن
وہ ستر ہزار سے زیادہ میدان جنگ مین نہین لا سکتی۔ ہر سال ۳۰ ہزار رنگروٹ قابل بھرتی ہوتے ہین جن مین سے مالی مشکلات کی وجہ سے
فقط بیس ہزار لیے جاتے ہین۔ علاوہ برین بلگیریا مین باربرداری کمسریٹ۔ فوجی شفاخانون اور ترسیل سامانِ جنگ و رسد کا ابتک
کوئی انتظام نہین ہوا۔ الغرض دولِ یوروپ کا وہ حصّہ جو ٹرکی کے مخالف ہی تو شرائطِ صلح کے شائع ہوتے ہی اس کشمکش و پیچ مین
پڑگیا۔ اور ٹرکی نے تھسلی پر دائمی قبضہ رکھنے کا انتظام بھی شروع کر دیا۔ جرمنی کے کارخانون اور اجارہ دارون کو مئی ہی مین تھسلی کی ریلوے
لائنون کو بڑھا کر ٹرکی کی سالونیکا مناسطر ریلوے لائن سے ملا دینے کا کام سپرد کر دیا گیا۔ اور جب تک کہ دولِ یوروپ آپس مین کوئی بات
قرار دے سکین قسطنطنیہ سے لیکر ڈوموکوس تک ترکی ریلوے جاری ہوگئی ہوگی۔ اور ہر طرح کا سامان دو دن مین دار الخلافہ سے وہان تک
پہونچ سکیگا۔ اِس سلسلہ کو مکمل کرنیکے لیے ترکون کو فقط سالونیکا مناسطر ریلوے کے اسٹیشن کاراوریا سے براہ الاسونا لاریسا تک اور مناسطر
سے ستاغوس تک لائنین بنانی پڑینگی۔ اور اس وقت ترکون کو اس علاقہ سے بیدخل کرنا تقریبًا ناممکن ہو جائے گا۔ ایپائرس مین یونانیون
کی بدعہدی کی نسبت پایونیر حسبِ ذیل تحریر کرتا ہے:-

علاقہ ایپائرس کے آخری لڑائی ہین بھی یونانی فوج کی کامل بدانتظامی اور بے ترتیبی جس کی طفیل اس لڑائی مین یونانیون پر اسقدر
مصیبتین نازل ہوئین نہایت نمایان طور پر واضح ہوئی اور اس سے اونکی سینکڑون جانین محض بے سود ضایع ہوئین۔ اگرچہ یونانی
گورنمنٹ دولِ یوروپ کے پاس بیچ بچاؤ کرنیکی بابت درخواست کر چکی تھی۔ اور باب عالی کیطرف سے چند گھنٹون مین جواب موصول ہونے
کی توقع تھی۔ گورنمنٹ مذکور نے کرنیل مانوس کی تجویز کو کہ ایپائرس پر حملہ کرکے کچھ علاقہ لینے کی کوشش کیجائے تاکہ ترکی فتوحات تھسلی کا
کسیقدر جواب ہو سکے منظور کر لیا۔ جو یونانی فوج پینٹی پیگاڈیا (ترکی نام امتشی پونار) سے شکست یاب ہو کر آرٹا کو بھاگ آئی تھی۔ اوسکی جمعیت
کسیقدر مجتمع ہوگئی تھی۔ اور چونکہ ترکون نے ہزیمت خوردہ غنیم کو بالکل پامال کرنیکے لیے اونکا تعاقب کرنا پسند نہ کیا تھا۔ کرنیل مانوس کو خبط سوجھا

کہ ترکون کو اون مقامات سے جو اونہون نے فتح کرلیے ہین نکلنے کی آخری جان توڑ کوشش کرکے جانیینہ کا رستہ یونانیون کیلیے صاف کردے مگر یہی کوشش یہی وقت جب کہ یونان ٹرکی سے گلا خلاصی کرانے جانے کیلیے یورپ کی پاؤن پڑ رہا ہو مرتکب بدعہدی اور بے ایمانی ہی جسکا خمیازہ بہت بُری طرح اوٹھانا پڑا۔ اپائریس کی یونانی فوج تھیسلی کی یونانی فوج سے بہتر اور ترکی فوج اپنے تھیسلی والے بھائیون سے کمزور تھی لیکن فقدان نظام اور بے ترتیبی نے یونانیون کا تمام کھیل بگاڑ دیا۔ کرنیل بریکانزی بریگیڈ کمانیر نے احکام کی تعمیل کرنے کی بجائے من مانی کارروائی کی جس سے کرنیل مانوس کی کل تجاویز خاک مین مل گئین یونانی سپاہی بیشک جان توڑ کر لڑے لیکن مہذب جنگون مین نری بہادری کسی کام کی نہین۔ اس دفعہ بھی یونانی خوفناک شکست دشمنون کے سامنے آرٹا کو بھگا دیئے گئے۔ سات سو قتل و مجروح اور ایک ہزار گم ہو گئے۔ اور پھر ترکون کو موقعہ ملگیا کہ اگر چاہین تو بھگوڑون کا تعاقب کرکے اونکا نام و نشان معدوم کردین۔ مگر بہادر ترکون نے بھی نامردون پر وار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

یونانیون کے اس لڑائی مین جو ۱۶ مئی کو بمقام لوروس ختم ہوئی۔ کل دو ہزار مقتول اور تقریباً ۸ ہزار زخمی ہوئے۔ ترکون کے ۲۰۰ شہید اور سات سو زخمی ہوئے۔ ڈوموکوس کے تمام مورچون کو یونانیون نے ۱۸ مئی کی رات کو خالی کردیا۔ یونانیون کو یہ اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ ترکی فوج کا میسرہ جو بہت آگے بڑھ گیا تھا پہلو سے ہوکر ہمکو عقب سے آلیگا۔ اگر لڑائی سخت جاندار ہی نہ تھی بلکہ کئی پہلوؤن سے نہایت دلچسپ بھی تھی۔ فرسالہ سے ڈوموکوس تک ۱۶ میل کا فاصلہ ہے ترکون کو غنیم تک پہنچنے سے پہلے یہ فاصلہ طے کرنا پڑا۔ اون کو آرام لینے یا کھانا کھانے کیلیے کوئی وقت نہ ملا جس قدر دستے پہنچتے جاتے تھے وہ فوراً ڈوموکوس کے میدان مین داخل ہوکر صف آرا ہوتی جاتی تھے۔ مگر یونانیون کو اپنے توپخانون کی زد ٹھیک قایم کرلینے کی کافی مہلت ملگئی تھی گولہ باری کے شروع ہوتے ہی ایک پھٹنے والا گولہ ایک ترکی پلٹن کے وسط مین گرا۔ مگر حافظ حقیقی کے فضل و کرم سے کوئی ترک زخمی یا شہید نہین ہوا ڈوموکوس کے مقابل کے ٹیلہ نے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے ترکی حملہ آور پلٹنون کو عمدہ پناہ دی۔ مگر اوسکی داہنی بائین طرف کی ترکی بائریان غنیم کے گولون کی عین زد مین تھین جن کی لگاتار بارش کو ترک دلاورون نے کمال استقلال اور شجاعت سے برداشت کیا۔ اوپر گولہ پر گولہ برس رہا تھا اور اونکی شرائٹے وار آواز متسلسل گولہ باری کیوجہ سے ایک دخانی کارخانہ کے شور کے مشابہ تھی۔ ایک یونانی گولہ سے ایک ترکی توپ اپنے مقام سے گر پڑی۔ اور توپچیون کو یہ توپ وہین چھوڑ کر باقی توپین کچھ عرصہ کیلیے پیچھے ہٹا لینی پڑین۔ مگر اوس توپ کے دو گولنداز یونانی گولون کی ابر تور برسات مین اپنی توپ کو چھوڑ کر نہ گئے۔ یونانیون نے توپ کو گرا ہوا دیکھکر اوس کو بالکل نیست و نابود کرنیکے لیے کل گولہ باری اوسپر مجتمع کردی تھی۔ ریوٹر کا خاص نامہ نگار جو عساکر قاہرہ کے ہمراہ تھا لکھتا ہے کہ ان دونون جانباز گولندازون کے ارد گرد واقعی جہنم موجزن ہو رہا تھا۔ خاردار گولے اون کے سرون پر پھٹ رہے تھے اور گردی گولے اون کے قدمون مین زمین کو چھلنی بنا رہی تھے۔ مگر یہ بہادر اپنی جگہ سے ایک انچ ادہر اُدہر ہونیکا نام نہین لیتی تھے۔ رات پڑنے پر مین ترکی فوج کی عقب کو ہٹ آیا۔ اور فرش خاک کو بچھونا بنایا۔ کارتوسون کے شکستہ صندوقون کو جمع کرکے مین نے آگ سلگائی۔ اسے دیکھکر کئی زخمی سپاہی ہسپتال جانے سے پہلے اپنے کمزور جسمون کو گرم کرنے کیلیے میرے پاس جمع ہوگئے۔ ایک افسر کی بائین آنکھ کے اوپر گولی کا سخت زخم تھا مگر وہ نہایت زندہ دلی سے دن کی معرکہ آرائی کی کیفیت سناتا رہا۔ ایک سپاہی کے شانہ سے گولی وار پار نکل گئی تھی جس کی اوس نے ہر مرد کو

مطلقاً کوئی پرواہ نہ تھی لیکن بعض سپاہیون کو ایسے شدید زخم پہونچے تھے کہ جسم کے ذرا سی حرکت کرنے پر اون کو درد بیچین کر دیتا تھا اور اونکے منھ سے بے اختیار آہ کے ساتھ یہ کلمہ نکلجاتا تھا۔ اے اللہ ہم پر رحم کر۔ ان غریب مصیبت زدگان کو رنج والم کا دردناک نظارہ جو میرے پاس جمع ہوئے تھے مجھے مدت العمر فراموش نہین ہوگا۔

مین اس موقعہ پر ترکی توپخانہ کی قابل تعریف استقامت اور مضبوطی کی شہادت دیئے بغیر نہین رہ سکتا۔ اوس کو یونانی مورچون پر دو میل کے فاصلہ سے گولہ باری کرنی پڑی۔ اور نشیب سے یونانی باتریون پر جو بلندی پر تھین حملہ کرنے مین اونکو ایک ایسی مشکل لاحق تھی غنیم اونکی نقل وحرکت کو بخوبی معلوم کر سکتا تھا۔ باین ہمہ ترکی توپخانہ کو صرف دو آدمی شہید اور سات مجروح ہوئے مگر ترکی فوج پیدل کو بہت نقصان اوٹھانا پڑا۔ مجھے میدان جنگ کے ایک حصہ پر سے گذرنیکا اتفاق ہوا۔ نو مردے اور زخمی بالتمیز ایک ہی ڈھیر مین پڑے تھے۔ زخمی سپاہی کے پہلو بہ پہلو جس کی دہین مرہم پٹی کیجا رہی تھی۔ دوسرے کی لاش پائی جاتی تھی جس کا جسم گولہ نے تکہ بوٹی کر کے اڑا دیا ہوا تھا۔

جس ترکی دستہ نے غنیم کے قلب پر حملہ کیا تھا۔ اوسکی دلاوری بہت ہی قابل تعریف ہے اُسے کل دوران جنگ مین اب پہلی دفعہ گولہ باری کی زد مین آنا پڑا۔ لیکن اُسنے غنیم کے کئی نہایت ہی محفوظ مورچون کو جہان غنیم تعداد مین نسبتاً زیادہ تھے۔ بنوک سنگین فتح کر کے خاص امتیاز حاصل کیا۔

پندرہ ہزار ترکون نے ۱۸ کی صبحکو بھگوڑون کا تعاقب کیا۔ یونانی سپہ سالار دس ہزار فوج درہ فورکا کی حفاظت کیلیئے چھوڑ کر باقی فوج لامیہ کو ہٹا لیگیا تھا۔ اس درہ پر آٹھ بجے رات تک فریقین مین گولہ باری ہوتی رہی اس وقت تک یونانی اپنے مورچون پر قابض رہے مگر صبح ہوتے ہی ۱۹ مئی کو موضع ترازا کو جو لامیہ اور فورکا کے درمیان ہے ہٹ گئے۔ ترک بھی تعاقب کنان آگے بڑھے چلے آئے اور دس بجے دنکی لڑائی شروع ہوگئی۔ ۵۰۰ ترکی رسالہ غنیم کا عقب روکنے کے ارادہ سے اونکے پہلو پر سے گذر گئے۔ یونانی ونپر متواتر گولہ باری کرتے رہے جس سے اکثر ترکی سوار مارے گئے۔ لیکن سوارون کی اس مردانہ حرکت سے یونانی کیلیئے کوئی راہ فرار نہ رہ گیا تھا کہ اتنے مین التوائے جنگ کا حکم پہونچگیا۔ معرکہ آرائی ختم ہوگئی۔ یونانی ۲۰ مئی کو لامیہ کو ہٹ گئے۔ اور ترک درہ فورکا چھوڑ کر قدیم سرحد سے پیچھے ہوگئے۔ ریوٹر کا خاص نامہ نگار اس واقعہ کو اس طرح سے بیان کرتا ہے کہ ترک فاتحین یونانیون کو درہ فورکا سے بھگا کر اون کے عقب کی فوجکا جو برابر بھاگی جا رہی تھی پوری سرگرمی سے تعاقب کیئے چلے جا رہے تھے کہ یونانی سپہ سالار کا قاصد التوائے جنگ کی درخواست لیکر آ پہونچا۔ سیف اللہ بے نے پیغام کو فوراً مارشل ادہم پاشا کے پاس جو ڈوموکوس مقیم تھے روانہ کر دیا۔ اور جواب آنے تک دونون فوجون نے لڑائی کو ملتوی کر دیا۔ اس تعاقب مین ترکون نے ساٹھ یونانی گرفتار کیئے۔ مارشل موصوف کا جواب موصول ہونے پر باقاعدہ التواء کر دیا گیا۔ اور یونانی فوج لامیہ کو ہٹ گئی اور ولیعہد نے اوس کو مقامات لامیہ۔ مولو اور تھرموپایلی مین تقسیم کر کے اپنا ہیڈ کوارٹر تھرموپایلی مین قایم کیا۔

ریوٹر کا نامہ نگار جنگ ڈوموکوس کے بعد مندرجہ ذیل تار خبر یونانی مخبرون کی نگرانی مین بھیجنے کیلیئے ایتھنز سے براہ برنڈزی ارسال کرتا ہے۔ کوہ اوتھرس کے دردن پر سے ہٹ آنے کے بعد ولیعہد یونان کی فوج نے پرانی سرحد کے اون درون پر جن سے لامیہ کو راستہ جاتا تھا

قیام کیا کہ نیل ستاتستاس کی رجمنٹ درہ آوانا انتزا پر متعین کیگئی یہ رجمنٹ جنگ فارسالا قلب لشکر کے ساتھ معرکہ آرائی مین شامل تھی۔ نامعلوم دہشت و خوف سے گھبرا کر یا کسی اور ناقابل بیان وجہ سے درہ کو چھوڑ کر جس سے لامیہ کا راستہ اطراف سے بالکل غیر محفوظ ہوگیا۔ سیدہی لامیہ کو بھاگ گئی جہان وہ کمال بے ترتیبی سے داخل ہوئی۔ سپاہی بے تحاشا چیخین چنگھاڑین مار رہے تھے اور کوئی اون کو روکنے والا نہ تھا۔ سپاہ کو ایسا بے سر دیکھ کر قیدیون کے رشتہ دارون اور دوستون نے جیلخانہ کا راستہ لیا۔ اور اوس کے دروازون کو توڑ کر تمام قیدیون کو رہا کر دیا۔ دوسری روایت ہی کہ حاکم شہر نے اون لوگون کی استدعا پر خود جیلخانہ کے دروازے کہول دیئے۔ یہ خبر راستی کسطرح ہوئی ہو۔ قیدیون نے جیل سے نکلتے ہی دکانون کو لوٹنا شروع کر دیا۔ سولیہہ بہادر جرات کر کے وہان پہونچ چکے تھے شور و غل سنکر فوراً اوردی پہن امن قایم کرنے کی توقع سے چوک کو روانہ ہوئے مگر رعایا اور خود سپاہیون نے نفرین کے نعرون سے اونکا مونہہ پھیر دیا۔ ایک سالہ سوارون کا شہزادہ صاحب کی اردلی مین تہا۔ وہ مداخلت کرنے لگا ہی تھا کہ شہزادہ نے اوس کو روکدیا اور حکم دیا کہ فقط مفسد سپاہیون کو جمع کر کے کیمپ مین لیجاؤ۔

التوائے جنگ کے بعد کے واقعات اور یورپین مدبرین کی آرائے۔

ہفتہ رواں مین شرائط صلح کے گفتگو کے متعلق کوئی خبر یورپ سے بذریعہ تار موصول نہین ہوئی۔ پچھلی ہفتہ کی آخری خبر یہہ تھی کہ افواہ ہے کہ سلطان المعظم شرائط مین تخفیف کرنے پر آمادہ ہوگئے ہین۔ مگر توفیق پاشا کے اس زبردست اظہار کے بعد جو ملک بزور شمشیر مسلمانون کا خون بہا کر فتح کیا جاوے۔ وہ بروئے شریعت اسلامی واپس نہین دیا جا سکتا۔ ایسی افواہون کو کسی وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھا جا سکتا۔ بہرحال صورت حال ایسی نازک اور پیچیدہ ہے کہ کوئی مدبر اس وقت کسی حکمی رائے کو ظاہر کرنے کی جرأت نہین کر سکتا۔ کہ معاملہ آخرکار کیا رنگ پکڑے گا گو خاموشی بظاہر یہہ بتاتی معلوم ہوتی ہے کہ سلطان المعظم اس معاملہ مین بازی اب تک نہین تو عنقریب لیجانے والی ہین۔ ہم اس موقعہ پر یہہ بیان کرنیسے باز نہین رہ سکتے کہ ٹرکی و مصر کے متعلق وزرائے انگلستان کی غلط خارجیہ حکمت عملی اور وہان کی بعض ناعاقبت اندیش متعصبین کی زہرآلود تقریرون اور تحریرون سے جن بد نتائج کے پیدا ہونیکا قوی اندیشہ تہا۔ اور جن سے بچنے کیلئے ہم بار بار اپنی گورنمنٹ کے مشیرون کو متنبہ کرتے رہے ہین۔ اب اون مہلک نتیجون کے حادثہ ہونیکے زبردست آثار نمودار ہوگئے ہین۔ اور زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ ان آثار سے متنبہ ہونے کی بجائے وزرائے سلطنت اپنی اوس پالیسی کو آخری دم تک نباہے جانے مین اور زیادہ منہمک ہوگئے ہین۔ لیکن ہم اسبارہ مین کئی دفعہ ایسی شرح و بسط کیساتھ بحث کر چکے ہین کہ اب وسیع اور زیادہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ اس لیئے اس بحث کو یہین چھوڑ کر ہم اصل مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین۔

التوائے جنگ اور شرائط صلح کی مفصل کیفیت جنگ کی آخری ہفتہ کے حالات مین درج ہو چکی ہے۔ اس کے بعد دوسرے ہفتہ مختتمہ ۲۸ مئی ۱۸۹۷ء کے حالات اور وقعات پر پایونیر کا لنڈنی نامہ نگار حسب ذیل رقمطراز ہے: ٹرکی یونان اور دول کے درمیان مصالحت کی نامہ و پیام کے طے ہونے مین غالبا بہت عرصہ لگیگا اور پھر بھی نیک نتیجہ برآمد ہونے کی بہت کم اشخاص کو امید ہے۔ جنگ غیر محدود عرصہ کیلئے ملتوی کر دیا گیا ہے لیکن دونون فریق لڑائی چھڑ جانے کے برابر منتظر ہین۔ یہ عام خیال ہے کہ مزید لڑائی عنقریب ہونیوالی ہے اور اتفاق یورپ کو

جو نازبھا کہ ہم نے جنگ عظیم کو روک لیا ہے وہ پورا نہین ہوگا۔ شرائط صلح پر ضرور بہت کچھ بحث مباحثہ ہوگا۔ اور کئی مدبرین کو اندیشہ ہے کہ کہین اس طویل بحث مباحثہ کی کھینچ تان اور آخری فیصلہ کی تفصیلی مدارج مین دول یوروپ کا اتفاق غت ربود نہ ہوجائے۔ کیونکہ اوس فیصلہ سے دول عظام مین سے ہر ایک کی کوئی نہ کوئی ذاتی غرض وابستہ ہوگی۔ ہفتہ رواں کے شروع مین جرمنی نے دہمکی دیدی کہ اگر یونان سے یہ وعدہ نہ لیا جاوے کہ وہ دول کی پیشکردہ شرائط کو بلا تامل تسلیم کریگا تو مین اتفاق سے بالکل الگ ہوجاؤنگا۔ مگر آخر کار دوسری طاقتون نے اوسے اس شرط پر اصرار نہ کرنے پر راضی کر لیا۔ دو تین دن کے بعد انگلستان اڑ گئے کہ اگر ٹرکی کو تاوان جنگ کے ادا ہونے تک تھسلی کے کسی حصہ پر قبضہ دلایا گیا تو ہم اتفاق سے علیحدہ ہوجائینگے۔ اگر انگلستان ایسا کر گذرے تو محبان یونان کی مراد پوری ہوجائے۔ اخبار ڈیلی کرانیکل تو مدت سے لارڈ سالسبری کو یہی مشورہ دے رہا ہے۔ یہ ریڈیکل پرچہ لکھتا ہے۔ کہ اگر موجودہ حالت قایم رہی تو یونان جلدی روس یا جرمنی کے اقتدار مین ہوجائیگا۔ اور ہر دو صورتون مین انگلستان کا اثر بیو انٹ (مشرقی یوروپ) سے بالکل زائل ہوجائیگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ انگلستان اتفاق سے علیحدہ ہوکر بالکل آزاد ہوجاوے۔ اور اپنی اغراض کی حفاظت کیلئے من مانتی کارروائی کرے۔ ہمین وہ آجکل تینون قیصرون کا محض غلام ہے دگر لارڈ موصوف بخوبی سمجھتے ہین کہ یہ غلامی ہی کئی مصیبتون اور خطرون کو روکے ہوئی ہے۔ (ایڈیٹر)۔

اس ہفتہ ٹرکی اور روس مین بھی کچھ مغایرت سی پیدا ہونیکے آثار ظاہر ہوگئے ہین۔ لیکن یہ مغایرت غالباً عارضی ہوگی سلطان المعظم نے گورنر کی محبت آمیز اور پر جوش ٹیلیگرام والی درخواست کو پچھلے ہفتہ بڑی خوشی سے منظور کر لیا تھا مگر اونکا میلان زیادہ تر جرمنی کیطرف ہی۔ اونہون نے قیصر کو تار بھیجکر اوسکی سابقہ دوستانہ صلاح و مشورہ کا ادا کیا ہے۔ اور آئیندہ کیلئے اس دوستانہ سلوک کو جاری رکھنے کی درخواست کی ہی سلطان المعظم نے قیصر کو چند پرانی جرمن توپین بھی جو ترکون نے مدت ہوئی (سلطان سلیمان و سلیم وغیرہ کے عہد مین) چھینی تھین بطور تحفہ ارسال کی ہین۔ علاوہ برین خود شرائط صلح مین ایسے امور موجود ہین جن سے جرمنی اور روس مین بگاڑ ہوسکتا ہی۔ جرمنی چاہتی ہے کہ جب تاوان جنگ معین ہوجائے تو یوروپ　　اوسکی ادائے گی کا ذمہ لے اور یونان کے صیغہ مال پر اپنی نگرانی قایم کرے۔ روس اسکو پسند نہین کرتا۔ اوسکی رعایا مین کسی نے یونان ہی کو قرض نہین دیا اور اس لئے روس مجلس نگرانی کا ممبر نہین ہوسکیگا۔ مگر اوسکی یہ دلیل رقیق ہے۔ اگر روس نے بالاشتراک دوسری طاقتون کے تاوان جنگ کی ادائگی کی ذمہ داری کی تو وہ اس سے ممبری کا مستحق ہوجائیگا۔ روس کی نارضامندی کی اصل وجہ یہ ہے کہ یونان کے قومی قرضہ کے ۳/۴ کے مالک جرمن ہین۔ اور اس لحاظ سے مجلس نگرانی مین اون کا پلہ بہرحال بھاری رہیگا۔ روس اس کے مقابلہ پر یہ تجویز پیش کرتا ہی۔ کہ یونان کو تاوان جنگ کو مین اپنے تاوان جنگ مین جو ٹرکی سے ۱۸۷۸ء کی لڑائی کی بابت ابھی　　باقی ہے محسوب کر لیتا ہون۔ اور اگر دول یوروپ اسے منظور کر لین تو پھر یونانی صیغہ مال کی نگرانی کیلئے مجلس مقرر کرنے کی تجویز سے اختلاف نہ ہوگا۔ روسی تجویز سلطان اور یونانیون دونون کو پسند نہین۔ سلطان نقد روپیہ پر اس بالمقابل مجرائی کو کب ترجیح دے سکتے ہین۔ اور یونانیون کو یہ گمان ہی کہ وہ کسی نہ کسی طرح تاوان کی ادائگی سے بچ رہینگے۔ علاوہ برین وہ جرمنون سے بڑھکر روسیون سے متنفر ہین۔ اور روس کو روپیہ ادا کرنا تو درکنار

روس کا مقروض بننا گوارا نہین کرتے۔

روس اور جرمنی مین سُنا جاتا ہی اور بھی کئی باتون مین نا اتفاقی ہے - یہ نا اتفاقی ایسی نہین کہ ایک دوسرے کا کھلم کھلا مخالف ہو جائیگا۔ جرمنی ایسا بیوقوف نہین ہے۔ مگر اتفاق رائے ہونا بھی غالباً مشکل ہی - اور یہی اختلاف اتفاق یوروپ کو بالکل نکما کر دیگا۔ مشرقی مسئلہ کے اس تازہ ترین صورت مین جرمنی کا طریق عمل ہمسے کم نہین رہا۔ بظاہر تو وہ روس کے ساتھ شریک رہا ہے اور باطن مین اپنی تجاویز ومقاصد کی تکمیل کرتا رہا ہے - ان تجاویز ومقاصد کا ہم کو علم نہین کہ وہ کیا ہین - مگر یہہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس بات کا ذریعہ یا اُنکا نتیجہ یہہ ہے کہ برلن اور قسطنطنیہ کے امپراطوری خاندانون یعنے قیصر جرمن اور سلطان المعظم مین نہایت ہی پختہ دوستانہ اتحاد وتعلق پیدا کیا جاوے۔ جب سے موجودہ قیصر تخت نشین ہوئے ہین وہ سلطان المعظم کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا کرنے مین سخت شوق ظاہر کرتے رہے ہین[1] یہہ یاد رکھنا چاہئیے کہ پرنس بسمارک روس کی نسبت ہمیشہ یہ کہتا رہا ہے کہ اگر وہ فرانس سے بڑھ کر نہین تو اوس کے برابر جرمنی کا دشمن ہی - ممکن ہی کہ قیصر کا خیال یہ ہو کہ ٹرکی کو پھر مضبوط وتوانا کر کے اپنے ملک کو روس ہی سے بچانیکے لیئے اوس سے مزید حفاظت کا کام لے - اور وہ ٹرکی کو مضبوط کرنے مین بہت کچھ کامیاب ہو گیا ہے - موجودہ ترکی فوج جسنے بہترین وقابلترین جرمن جنگی افسرون سے قواعد سیکھی تربیت پائی اور اون کے زیر کمان ہی - ایک ایسا زبردست عنصر ہے کہ روس اپنی آئندہ کی خارجیہ تجاویز اور حکمت عملیون مین اوس کو نظر انداز نہین کر سکتا - اگر قیصر جرمن ابھی اور مزید کارروائی کر سکے اور ٹرکی مین اپنی رعایا کی معرفت ترکی تجارت - مالی حالت اور صنعت وحرفت کو فروغ دے سکتے ہون - اور وہان کے مختلف محکمون کو پاشاؤن کے نکمے انتظام سے نکالکر زمین پرشیلے دیانتدار ملکی عہدہ دارون کے اہتمام کو مروج کر سکین تو سلطنت عثمانیہ کی بنیاد ویسی مضبوط ہو جاے جیسی کہ کسی مضبوط سے مضبوط یوروپین قوم کی سلطنت کی ہے بہر کیف قیصر موصوف اپنی دُھن مین لگے ہوئے ہین - اونسے ترکی فوجکی اصلاح کر دی ہے - تجارتی فروغ کے متعلق اپنی تجاویز کی تکمیل مین سرتوڑ لگا ہوا ہے - اور آجکل وہ اسیطرح سلطان المعظم کا رازدار خفیہ راہنما بکم امداد دوست ہی جسطرح آرمنی مشکلات کیوقت روس تھا - اخبار سٹینڈرڈ کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہی کہ جرمنی سلطان المعظم کو نہ صرف متفقہ یوروپ کی خواہشات کا مقابلہ کرنے اور روس کی اقتدار سے رہائی پانیکی تحریک کر رہا ہے - بلکہ ایشیاء کوچک کی ریلوے لائینون وقلعہ بندیون مین مختلف نہایت کارآمد اصلاحات واضافون کی صلاح دے رہا ہے ان اضافون کا مدعا باوقت ضرورت ہی مین روس سے حفاظت کرنا معلوم ہوتا ہے - نامہ نگار جو کچھہ قیصر جرمن کی نیک ارادون اور دوستانہ مروتون کی نسبت لکھہ رہا ہے وہ بجائے مبالغہ کے قابل تفریط ہی - لیکن وہ قیصر موصوف کو ٹرکی کی اصلاحات اور مضبوطی کا بانی مبانی بتلانے مین سخت غلطی پر ہے - ان تمام ترقیون اور ٹرکی کی حیات تازہ کی روح رواں **عبد الحمید** ہی کی ذات والاصفات ہی - اور یہی اس بیڑہ کا ناخدا ہی قیصر جرمن اور دیگر ہوا خواہان سلطنت بمنزلہ اعضاء اور مددگارین کے ہین - ایڈیٹر

قیصر یہ چال ایسی علانیہ طور پر اور اصرار کے ساتھ اختیار کیئے رہے کہ ترک تک کہہ اوٹھے کہ جرمنی دونون ملکون (ٹرکی وروس) مین بگاڑ کرادینے کیلیئے یہ سازشین بڑے استقلال کے ساتھ کر رہا ہے - روسی گورنمنٹ جرمنی کی اس آزادانہ روش پر ناراض ہی نہین ہے - بلکہ اپنی ناراضگی کو چھپانا بھی نہین چاہتی - اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار اوڈیسہ (جنوبی روس کا بندرگاہ) سے لکھتا ہے کہ میدز کو نشکین روسی سنیر کے صلاح شدہ

[1] قیصر اور سلطان المعظم کی پہلی ملاقات کی مختصر کیفیت بست سالہ عہد حکومت مین درج ہے - اس تعلق کو اور مضبوط کرنے کیلیئے قیصر اکتوبر ۱۸۹۸ء مین قسطنطنیہ ہوتے ہوئے [illegible] فلسطین گئے مفصل حالات کیلئے دیکھو ۱۸۹۸ء کی [illegible]

جو نازمتھا کہ ہم نے جنگ عظیم کو روک لیا ہے وہ پورا نہین ہو گا۔ شرائط صلح پر ضرور بہت کچھ بحث مباحثہ ہو گا۔ اور کئی مدبرین کو اندیشہ ہے کہ کہین اِس طویل بحث مباحثہ کی کھینچ تان اور آخری فیصلہ کی تفصیلی مدارج مین دول یوروپ کا اتفاق غت ربود نہ ہو جائے کیونکہ اوس فیصلہ سے دول عظام مین سے ہر ایک کی کوئی نہ کوئی ذاتی غرض وابستہ ہوگی۔ ہفتہ رواں کے شروع مین جرمنی نے دہمکی دیدی کہ اگر یونان سے یہ وعدہ نہ لیا جاوے کہ وہ دول کی پیشکردہ شرائط کو بلا تامل تسلیم کریگا تو مین اتفاق سے بالکل الگ ہو جاؤنگا۔ مگر آخر کار دوسری طاقتون نے اوسے اِس شرط پر اصرار نہ کرنے پر راضی کر لیا۔ دو تین دن بعد انگلستان اڑ گئے کہ اگر ٹرکی کو تاوان جنگ کی ادا ہونے تک تھسلی کے کسی حصہ پر قبضہ دلایا گیا تو ہم اتفاق سے علیحدہ ہو جائین گے۔ اگر انگلستان ایسا کر گذرے تو محبان یونان کی مراد پوری ہو جائے۔ اخبار ڈیلی کرانیکل تو مدت سے لارڈ سالسبری کو یہی مشورہ دے رہا ہے۔ یہ ریڈیکل پرچہ لکھتا ہے۔ کہ اگر موجودہ حالت قایم رہی تو یونان جلدی روس یا جرمنی کے اقتدار مین ہو جائیگا۔ اور ہر دو صورتون مین انگلستان کا اثر بیوانٹ و مشرقی یوروپ سے بالکل زائل ہو جائیگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ انگلستان اتفاق سے علیحدہ ہو کر بالکل آزاد ہو جاوے۔ اور اپنی اغراض کی حفاظت کیلئے من مانتی کارروائی کرے۔ (ہمین وہ آجکل مینون تبصرون کا محض غلام ہے۔ مگر لارڈ موصوف بخوبی سمجھتے ہین کہ یہ غلامی ہی کئی مصیبتون اور خطرون کو روکے ہوئے ہے۔ ایڈیٹر)۔

اِس ہفتہ ٹرکی اور روس مین بھی کچھ مغایرت سی پیدا ہونیکے آثار ظاہر ہو گئے ہین۔ لیکن یہہ مغایرت غالباً عارضی ہوگی۔ سلطان المعظم نے گورنر کی محبت آمیز اور پر جوش ٹیلیگرام والی درخواست کو پچھلے ہفتہ بڑی خوشی سے منظور کر لیا تھا مگر اونکا میلان زیادہ تر جرمنی کیطرف ہی۔ اونہون نے قیصر کو تار بھیجکر اوسکی سابقہ دوستانہ صلاح و مشورہ کا ادا کیا ہے۔ اور آئندہ کیلئے اِس دوستانہ سلوک کو جاری رکہنے کی درخواست کی ہی سلطان المعظم نے قیصر کو چند پرانی جرمن توپین بھی جو ترکون نے مدت ہوئی (سلطان سلیمان و سلیم وغیرہ کے عہد مین) چھینی تھین بطور تحفہ ارسال کی ہین۔ علاوہ برین خود شرائط صلح مین ایسی امور موجود ہین جن سے جرمنی اور روس مین بگاڑ ہو سکتا ہی جرمنی چاہتی ہے کہ جب تاوان جنگ معین ہو جائے تو یوروپ اوسکی ادائے گی کا ذمہ لے اور یونان کے جینہ مال پر اپنی نگرانی قایم کرے۔ روس اسکو پسند نہین کرتا۔ اوسکی رعایا مین کسی نے یونان سے قرض نہین لیا۔ اور اس لیے روس مجلس نگرانی کا ممبر نہین ہو سکیگا۔ مگر اوسکی یہ دلیل رقیق ہے۔ اگر روس نے بالاشتراک دوسری طاقتون کے تاوان جنگ کی ادائیگی کی ذمہ واری کی تو وہ اِس سے ممبری کا مستحق ہو جائیگا۔ روس کی نارضامندی کی اصل وجہ یہ ہے کہ یونان کے قومی قرضہ کے ۳/۴ کے مالک جرمن ہین۔ اور اس لحاظ سے مجلس نگرانی مین اون کا پلہ بہر حال بھاری رہیگا۔ روس اِس کے مقابلہ پر یہ تجویز پیش کرتا ہی۔ کہ یونان کے تاوان جنگ کو مین اپنے تاوان جنگ مین جو ٹرکی سے ۱۸۷۸ء کی لڑائی کی بابت ابھی باقی ہے محسوب کر لیتا ہون۔ اور اگر دول یوروپ اسے منظور کرین تو مجھے یونانی جینہ مال کی نگرانی کیلئے مجلس مقرر کرنے کی تجویز سے اختلاف نہ ہو گا۔ روسی تجویز سلطان اور یونانیون دونون کو پسند نہین۔ سلطان نقد روپیہ پر اِس بالمقابل مجرائی کو کب ترجیح دے سکتے ہین۔ اور یونانیون کو یہ گمان ہی کہ وہ کسی نہ کسی طرح تاوان کی ادائگی سے بچ رہین گے۔ علاوہ برین وہ جرمنون سے بڑھکر روسیون سے متنفر ہین۔ اور روس کو روپیہ ادا کرنا تو درکنار

روس کا مقروض بننا گوارا نہین کرتے۔

روس اور جرمنی مین سُنا جاتا ہی اور بھی کئی باتون مین نا اتفاقی ہے۔ یہ نا اتفاقی ایسی نہین کہ ایک دوسرے کا کھلم کھلا مخالف ہو جائے۔ جرمنی ایسا بیوقوف نہین۔ مگر اتفاق رائے ہونا بھی غالبًا مشکل ہی۔ اور یہی اختلاف اتفاق یورپ کو بالکل نکما کر دیگا۔ مشرقی مسئلہ کے اس تازہ ترین صورت مین جرمنی کا طریق عمل معمہ سے کم نہین رہا۔ بظاہر تو وہ روس کے ساتھ شریک رہا ہے اور باطن مین اپنی تجاویز و مقاصد کی تکمیل کرتا رہا ہے۔ ان تجاویز و مقاصد کا ہم کو علم نہین کہ وہ کیا ہین۔ مگر یہہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس بات کا ذریعہ یا اُنکا نتیجہ یہہ ہے کہ برلن اور قسطنطنیہ کے امپراطوری خانوادون رہینے قیصر جرمن اور سلطان المعظم مین نہائت ہی پختہ دوستانہ اتحاد و تعلق و پیدا کیا جاوے۔ جب ہی موجودہ قیصر تخت نشین ہوئے ہین وہ سلطان المعظم کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا کرنیمین سخت شوق ظاہر کرتے رہے ہین[1]۔ یہہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پرنس بسمارک روس کی نسبت ہمیشہ یہہ کہتا رہا ہے کہ اگر وہ فرانس سے بڑہکر نہین تو اوس کے برابر جرمنی کا دشمن ہی۔ ممکن ہی کہ قیصر کا خیال یہ ہو کہ ٹرکی کو پھر مضبوط و توانا کر کے اپنے ملک کو روس سے بچا لیکر پیے اوس سے مزید حفاظت کا کام لے۔ اور وہ ٹرکی کو مضبوط کرنے مین بہت کچھ کامیاب ہو گیا ہے۔ موجودہ ترکی فوج جسنے بہترین و قابل ترین جرمن جنگی افسرون سے قواعد سیکھی۔ تربیت پائی اور اون کے زیر کمان ہی۔ ایک ایسا زبردست عنصر ہے کہ روس اپنی آئندہ کی خارجیہ تجاویز اور حکمت عملیون مین اوس کو نظر انداز نہین کر سکتا۔ اگر قیصر جرمن ابھی اور مزید کارروائی کر سکتے اور ٹرکی مین اپنی رعایا کی معرفت ترکی تجارت۔ مالی حالت اور صنعت و حرفت کو فروغ دے سکتے ہون۔ اور وہان کے مختلف محکمون کو پاشاؤن کے نکمہ انتظام سے نکالکر اونہین پرشیا کے دیانتدار ملکی عہدہ دارون کے اہتمام کو مرجع کر سکین تو سلطنت عثمانیہ کی بنیاد ایسی مضبوط ہو جائے جیسی کہ کسی مضبوط سے مضبوط یورپین قوم کی سلطنت کی ہے بہر کیف قیصر موصوف اپنی دھن مین لگے ہوئے ہین۔ اونسے ترکی فوج کی اصلاح کر دی ہے۔ تجارتی فروغ کے متعلق اپنی تجاویز کی تکمیل مین سر توڑ لگا ہوا ہے۔ اور آجکل وہ شیطرح سلطان المعظم کا رازدار خفیہ راہنما حکیم اور دوست ہی جسطرح آرمنی مشکلات کیوقت روس تہا۔ اخبار اسٹینڈرڈ کا نامہ نگار قسطنطنیہ سی لکھتا ہی کہ جرمنی سلطان المعظم کو نہ صرف متفقہ یورپ کی خواہشات کا مقابلہ کرنے اور روس کی آمد سے رہائی پانیکی تحریک کر رہا ہے۔ بلکہ ایشیاء کوچک کی ریلوے لائنون و قلعہ بندیون مین مختلف نہائت کار آمد اصلاحات و اضافون کی صلاح دے رہا ہے ان اضافون کا مدعا بادی النظر ہی مین روس سی حفاظت کرنا معلوم ہوتا ہے۔ نامہ نگار جو کچھ قیصر جرمن کی نیک ارادون اور دوستانہ مشورون کی نسبت لکھ رہا ہے وہ بجائے مبالغہ کے ایک تفریط ہی۔ لیکن وہ قیصر موصوف کو ٹرکی کی اصلاحات اور مضبوطی کا بانی مبانی بتلانے مین سخت غلطی پر ہے۔ ان تمام ترقیون اور ٹرکی کی حیات تازہ کی روح رواں **عبد الحمید** ہی کی ذات والا صفات ہی۔ اور یہی اس ٹرکی کا ناخدا ہی قیصر جرمن اور دیگر ہوا خواہان سلطنت بمنزلہ اعضاء اور مددین کے ہین۔ ایڈیٹر۔

قیصر یہہ چال ایسی علانیہ طور پر اور اصرار کے ساتھ اختیار کیئے رہے کہ ترک تک کہہ اوٹھے کہ جرمنی دونون ملکون (ٹرکی و روس) مین بگاڑ کرا دینی کیلئے یہہ سازشین بڑے استقلال کے ساتھ کر رہا ہے۔ روسی گورنمنٹ جرمنی کی اس آزادانہ روش پر ناراض ہی نہین ہے۔ بلکہ اپنی ناراضی کو چھپانا بھی نہین چاہتی۔ اخبار ڈیلی نیوز کا نامہ نگار اوڈیسہ (جنوبی روس کا بندرگاہ) سے لکھتا ہے کہ نیدرکونشک مین روسی سفیر کے صلاح مشورہ

[1] قیصر اور سلطان المعظم کی پہلی ملاقات کی مختصر کیفیت بست سالہ عہد حکومت مین درج ہے۔ اس تعلق کو اور مضبوط کرنیکی لیئے قیصر اکتوبر ۱۸۹۸ء مین قسطنطنیہ ہوتے ہوئے شام اور فلسطین گئے۔ مفصل حالات کیلیئے دیکھو ۱۸۹۸ء کی آخری ششماہی۔ وکیل

اور عرض معروضات کو مؤثر اور گران وزن بنانے کے لیئے ظاہر کر دیا گیا ہے۔ کہ روسی بیڑہ جہازات (۲۸ اپریل کو) سباسٹوپل سے روانہ ہو گیا ہے۔ جو دہانہ باسفرس کے قریب مزید احکام کا منتظر رہیگا۔ روس کی سرکاری جماعتون مین مشہور ہے کہ اگر سلطان المعظم اون شرائط صلح کو جنہین دول یوروپ باہم اتفاق کر کے پیش کرین۔ قبول کرنیسے انکار یا ضد کرین گے۔ تو دہانہ باسفرس کو بحیرہ اسود کا روسی بیڑہ اور آبنائے وارڈنیلز کو بحیرہ روم کا انگریزی بیڑہ بند کر دیگا۔

پس ظاہر ہے کہ اگر ٹرکی اور یونان کی نسبت فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ یوروپ کا کہنا مان لین گے۔ پھر بھی خود دول عظام کے درمیان ایسے مختلف فیہ مسایل موجود ہین جن کی وجہ سے کسی بات کا قرار پانا بہت کٹھن امر ہو گا۔ اور محبان امن دول کے اتفاق کی نسبت سخت متردد رہین گے۔ مگر ترکون و یونانیون کا کہنا مان لینا بھی آسان بات نہین ہے۔ یونان کو گھمنڈ ہے اوسکو کھول کر لڑنیکا موقعہ نہین ملا شاید اسی لیئے وہ ابھی تک جنگی تیاریون مین مصروف ہے۔ ایڈیٹر ادہر دوسری طرف لوگون کو یقین ہے کہ یونان تو صرف شیخی بگھار رہا ہے۔ اور ٹرکی واقعی لڑنے پر مستعد ہے۔ اخبار سپیکر کا نامہ نگار اسلام بول سے لکھتا ہے کہ ترکون کے دلون مین یہ بات خود بخود اوٹھہ رہی ہے کہ دوسری لڑائی ہونیوالی ہے۔ پچھلی لڑائی جس کا صرف ایک پیش خیمہ ثابت ہو گی عام توقع ہے روس کے ساتھہ لڑائی ہو گی مگر ترکون کا اپنا اختیار ہو تو وہ مصر سے نکالنے کے لیئے انگریزون کے ساتھہ جنگ کرنے کو ترجیح دین گے۔ ٹرکی مین انگلستان سے عام اور سخت نفرت وعداوت پھیلی ہوئی ہے۔ ایسی کیفیت پہلے کبھی دیکھنے مین نہین آئی تھی۔ اور اگر سلطان المعظم کا منصب خلافت جس کا اثر اب پھر تازہ ہو گیا ہے مصر یا ہندوستان مین کوئی مشکل برپا کرنے مین کامیاب ہو جائے۔ تو ترک اس موقعہ سے فایدہ اوٹھانیسے دریغ نہین کرین گے اخبار ڈیلی کرانیکل کا نامہ نگار پیرس سے تحریر کرتا ہے کہ ایسا موقعہ عنقریب ترکون کو قیصر جرمن کے عمل سے میسر ہونیوالا ہے۔ اونکا منشاء مسئلہ مصر کو اوٹھانیکا ہے مگر فرانس کے مفاد کیلیئے نہین۔ بلکہ سلطان المعظم کے اغراض کو مدنظر رکھکر مدعا یہ ہے کہ انگلستان فوجین ہٹا کر ترکون کے دخل کے لیئے جگہہ خالی کر دے۔

فرانس کے دارالوکلا مین شنبہ کے دن (۲۲ مئی) گورنمنٹ فرانس سے سوال کیا گیا تہا کہ مشرقی مسئلہ کے تصفیہ مین یوروپ کے اتفاق اور فرانس نے بحیثیت ہونے ایک ممبر اس اتفاق کے کیا فایدہ بخش کارروائی کی ہے۔ مانشیو ہانوٹو وزیر صیغہ خارجیہ نے اتفاق یوروپ کے فوائد اور اوسکی حسن کارگذاری کی تعریف مین طویل تقریر کر کے بیان کیا کہ اگرچہ یہ اتفاق جنگ کو نہین روک سکا تاہم یہ اوسی کی طفیل ہے۔ کہ جنگ عالمگیر نہین ہونے پائی اور اب بھی متفقہ یوروپ مغلوب فریق کے حق مین شکست کے نتایج کو نرم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے کامل یقین ہے کہ ٹرکی کو جب یوروپ کی متفقہ خواہش سے سابقہ پڑا۔ تو وہ اپنے بے اندازہ مطالبون کو ترک کر دیگی۔ مگر میرے اس بیان سے کہین شیخ چلی کے سے خیالی پلاؤ نہ پکانے لگ جانا۔ ترکون کو نرمی کیطرف مایل کرنے مین بہت مشکلون کا سامنا کرنا پڑیگا یہ بڑا مشکل کام ہے اوسکو پورا کرنے مین بہت وقت صرف ہو گا۔ اور ممکن ہے اس موقعہ مین پر جوشی و ناشتابکاری سے کئی مرتبہ خلل بھی پڑ جاوے۔ پس مین آپ صاحبان (ممبران دارالوکلاء) سے اپنی گورنمنٹ کی امداد کرنے کی درخواست کرتا ہون جو دوسری طاقتون کے ساتھہ ملکر امن قایم رکھنے کی تا ہنوز نہایت ہی پیچیدہ اور نازک کام کو پورا کرنے مین اپنی تمام ہمت صرف کر رہی ہین ٹیبلڈ کا نامہ نگار

پیرس سے رقمطراز ہے کہ ایم ہانوٹو کی تقریر کے ان آخری الفاظ سے جن سے آیندہ کیلیے سخت خطرات کا اندیشہ ظاہر ہوتے ہین سامعین پر بڑا گہرا اثر پڑ گیا۔ اور ان سے یہ یقین پیدا ہو گیا کہ گو لڑائی ختم ہو گئی ہے۔ مگر مشرق مین مصایب کی ہنڈیا ابھی کھول رہی ہے۔ نیویارک جرنل کا خاص نامہ نگار جو ترکی فوج کے ہمراہ تھا اس امر کے ماننے سے انکار کرتا ہے کہ ترکون نے یہ گرانڈیل جنگی تیاریان محض جنگ یونان کیلیے کی تھین۔ ترکی اس وقت سے بعد بھی جب کہ صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ یونانی ہرگز مقابلہ نہین کر سکتے بقدونیہ (اور تھسلی) مین برابر فوجین بھیجتی رہے حتی کہ فتح کے مستیقن ہو جانے کے بعد بھی ٹرکی نے اور ساٹھہ ہزار سپاہی اپنی فوج مین بڑہا دیئے۔ اور آج سالونیکا سے بیکر دو سو کوس تک تمام ٹرکی سپاہیون کی وردی سے نیلگون نظر آ رہی ہے۔ یعنی ملکی افواج کا ایک مسلسل دریا بہ رہا ہے جن کی تعداد جب کہ سب میدان مین پہونچ جاینگی تین لاکھ مردان جرار ہوگی۔ انکے علاوہ دو لاکھ سپاہی ریزرو مین بالکل تیار رکھے ہوے ہین کہ بشرط ضرورت فی الفور میدان مین پہونچ جائے۔ نامہ نگار موصوف لکھتا ہے کہ یہ وسیع اجتماع اور تیاریان تھسلی جنگ کو جو ابھی ملتوی ہوئی ہے۔ بالکل تاریکی مین ڈال دیتی ہین انکا صرف ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے یعنی کہ ٹرکی یورپ مین پھر اپنا سکہ بٹھلانے کیلیے تھسلی کو چھوڑنے کا ارادہ نہین رکھتی۔ اور وہ دول یورپ کی اسیطرح پروا نہ کرے گی جسطرح کہ اوسنے یونان کو اونکی پروا نہ کرتے دیکھا ہے۔ اوسکی رائے مین گزشتہ تیس برسون مین اس سے زیادہ نازک حالت یورپ مین کبھی درپیش نہین آئی تھی۔ البتہ اگر سلطان کی ذاتی امن پسندی قیام امن مین مؤید ہو جائے تو تعجب نہین۔ مگر بدقسمتی سے ہر روز مسلمانوں کی روزافزون پرجوشی اور انکی ان کوششون کی خبرین آ رہی ہین جو وہ خلیفہ کو دول کے مطالبات خاصکر دربارۂ تھسلی کی فیصل کرنیسے روکنے کیلیے کر رہے ہین

یہان انگلستان کے بعض دور اندیش جو زمانہ کے رنگ ڈھنگ کو بڑے غور و فکر سے دیکھتے رہتے ہین منفرد طاقت کی حیثیت مین سلطنت عثمانیہ کی غیر مترقبہ حیات تازہ کی وجہ سے کل اسلامی دنیا مین ایک عام اور خطرناک جوش پھیلنے کا اندیشہ ظاہر کر رہے ہین۔ اور الجیریا مین فرانس کو جو مشکلات درپیش آ رہی ہین سازنکو اسی عام جوش کا پیش خیمہ بتاتے ہین قسطنطنیہ سے سٹینڈرڈ کا نامہ نگار تحریر کرتا ہے کہ خواہ سلطان کی یہ محض بہانہ سازی ہو کہ ہم رعایا کی پرجوشی کیوجہ سے دول یورپ کی خواہشون کو پورا نہین کر سکتے۔ اور خواہ وہ واقعی اپنی رعیت کی خلاف منشاء کچھہ نہ کر سکتے ہون جیسی صلح کہ یورپ چاہتا ہے وہ سخت مشکل اور نہایت خطرناک پیچیدگیون کے حادث ہونیکی اندیشہ کے بغیر حاصل نہین ہو سکتی۔ ٹائمز کے نامہ نگار متعینہ اسلام بول کا بیان ہے سلطان المعظم کو شبہ ہے کہ بعض مدبرین اسلامی جماعت کو، یہ کہکر "اکسا رہے ہین کہ سلطان مسلمانون کے اغراض کی ٹھیک حفاظت نہین کرتا۔ اسی لیئے سلطان دول یورپ کی معتدل اور نرم شرائط کو قبول کر کے اپنی تئین سخت خطر مین ڈالنا نہین چاہتے۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے اگر وہ درست ہی مسلمانان سلطنت عثمانیہ کی دلی جذبات کی کیفیت معلوم ہو سکتی ہے۔

اعلیحضرت امیر المومنین اتوار گذشتہ (۲۳ مئی) کو اپنے مجروح سپاہیون کو دیکھنے کیلیے محل ایلدز کے ہسپتال مین تشریف لیگئے جنھونہی مجروح کے کمرہ مین داخل ہونے پر تمام سپاہی کھڑے ہو گئے۔ مگر ایک سپاہی جو بہت ہی کمزور تھا۔ فرش پر گر پڑا جب اوسے اوٹھا کر پھر کھڑا کر دیا گیا۔ تو خلیفۃ المسلمین نے اوس کے قریب جا کر ارشاد فرمایا۔ تیری سب سے بڑی تمنا کیا ہے مجروح سپاہی نے جواب دیا "خلیفۃ المسلمین کی درازی عمر اور فتح و نصرت"۔ اعلیحضرت نے ارشاد کیا "یہ تو مانی ہوئی بات ہی کچھہ اپنے لیئے مانگو"۔ اس پر سپاہی نے اپنے زخمی ہاتھہ اوٹھا کر فی الفور عرض کیا

"یہ مانعِ اسلام کی شان قایم رکھنے مین ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہین - اے میرے
بادشاہ میری التجا ہے کہ جو ملک اسطرح سے حاصل کیا گیا ہے وہ میرے پاشا واپس نہ دینے پائین" اوسکی خالص حب قومی و رجوش اسلامی کو
دیکھکر امیر المومنین کا روی مبارک سرخ ہوگیا - اور آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے -

وزیر اعظم نے جو رپورٹ خدمت سلطانی مین پیش کی ہے اوس سے بھی یورپ کی خواہشات پوری ہوتی نظر نہین آتین خلیل رفعت
پاشا صدر اعظم گذارش کرتے ہین کہ کل دول یورپ اسلام کی دشمن ہین - جو ٹرکی کو نیست و نابود کرنے کے لیئے سازشین کر رہی ہین حضور ممدوح
مسئلہ آرمینیا اور دیگر معاملات مین یورپ کی مطالبات کو کامیابی کے ساتھہ مسترد فرما چکے ہین - اسیطرح تھیسلی کے بارہ مین اون کی
خواہشون کی پروا نکرکے اوسپر مستقل تصرف کیا جاوے - آخر مین وزیر موصوف بصورت نامنظوری درخواست استعفا منظور فرمائے
جانے کی استدعا کرتے ہین -

انگریزی اخبار کا نامہ نگار ان واقعات پر اپنی رائے ظاہر کرتا ہے کہ ممکن ہو کہ یہ سب بناوٹ ہو - مگر آثار و نشان اطمینان بخش نہین
ہین - پچھلے ہفتہ امتیازات (مراعات) کی منسوخی پر بڑا زور شور ہوا تھا - اس ہفتہ اونکا کوئی نام نہین لیتا - اور کل گفتگو تھیسلی کی بابت
ہی ہو رہی ہے - ویانا کے بعض اخبارات سرحد تھیسلی کی مجوزہ درستی کے متعلق بحث کرتے ہوئے ٹرکی کو معقول علاقہ ملنے کی سفارش کرتے ہین
پیرس کے اخبار یونان کے ساتھہ ہمدردی کرتے ہین - مگر ساتھہ ہی انگلستان کو ملامت کر رہے ہین - کہ وہ ترکون کے عارضی قبضہ تھیسلی پر کیون
اب اچھلا جاتا ہی سٹینڈرڈ پہلے دن ہی دو ہائی مچا رہا ہے کہ ترکون کو ایک انچ زمین نہین دیجانی چاہیئے - وہی آج صبح (۲۸ مئی) سوال پوچھتا
ہے کہ اگر ترک تھیسلی کو نہ چھوڑین تو اون کو کون وہان سے نکالیگا - پھر خود ہی جواب دیتا ہو کہ اگر تمام طاقتین متفق ہوگئین تو چھوڑ دین گے
اگر نہین اختلاف ہوا تو وہ نہین چھوڑین گے -

دول یورپ تو ابھی ابتدائی بحث و مباحثہ مین گرفتار ہین - اور ادہر ترک دائمی قبضہ کی تجاویز کو عمل مین لا رہے ہین - فوجی قبضہ پہلے
ہی تھا اب ملکی انتظام بھی کر لیا گیا ہو - اور عیسائی رعایا کو واپس آنے کی دعوت دیکر اطلاع دیگئی ہے کہ اگر وہ جلدی آکر اپنی فصلین درو نہ
کرین گے تو ترک اون کو کاٹ لین گے - یونانی وزیر اعظم فصل کی مالیت کا اندازہ اڑھائی کرور فرینک (یعنی تاوان جنگ کا دسوان حصہ)
لگاتا ہے - ٹرکی کو قبضہ کرنے کی دہمکی دے ہی رہی ہے - پیچھے یونان روس سے بھی زیادہ خطی نکلتے معلوم ہوتے ہین - ٹائمز کو اس امر کا نتیجہ یقین
ہو - (شاید خود ہی یونانیون کو اشارہ کر دیا ہوگا - ورنہ اون بیچارون مین اب سکت کہان کہ چون و چرا کرین - ایڈیٹر) سٹینڈرڈ کا جنگی نامہ نگار
یونانیون کی طفلانہ مزاجی - خام طبعی - اور خبط کی شکایت کرتا ہو کہ اس سے بڑھ کر کیا سودا ہوگا - کہ وہ جنگ کے سر پھوڑ سبقون سے بھی
سیدھے نہین ہوئے - اتفاق یورپ - بغاوت مقدونیہ - با قاعدہ فوج - مجاہدین - رفقا و معاونین الغرض جتنی چیزون پر اون کو سہارا تھا
وہ سب شکستہ سرکنڈے ثابت ہوئے جو الٹے اون کے ہاتھہ مین چبھ گئے - مگر اون کو اب تک اپنی فوج ظفر موج" اور "نا قابل فتح مورچون"
ہی پر ناز ہے - اور کہتی ہین کہ ہم کیون ملک یا کوئی تاوان جنگ دین - یا کسیطرح کی تکلیف یا خسارہ برداشت کرین - مگر پھر بھی بعض واقعات
کی سنگین منطق نے اونکی آنکھین کھولدی ہین - وہ اپنی خفیہ انجمن "اتھنیکی ہٹاریا" کو جو اون کل مصائب کا باعث ہوئی تھی سخت لعن طعن

کر رہے ہین۔

ایم ڈیلانی سابق وزیر اعظم اپنے اخبار پیرو یا مین انجمن مذکور پر الزام لگاتا ہی کہ اوسنے گورنمنٹ کو لڑائی پر مجبور کیا۔ فوج کے نظام کو برباد کیا۔ جنگ کے دوران مین رعایا کو سخت سنگدلی سے تاخت و تاراج کیا۔ اور اوس نے بیقاعدہ سپاہیون کے گروہ مقدونیہ مین بھیجکر ترکون کو اعلان جنگ پر مجبور کیا۔ اور جب لڑائی شروع ہوئی تو اوس کے کارندون نے کسریٹ کو چپٹ کر کے میدانِ جنگ کو پیٹھ دکھائی اور راستہ مین وہ لوٹ مار کی جس کی دشمنون سے بھی توقع نہین ہو سکتی تھی تھیسلی کی رعیت کو ان ... برباد کیا۔ اور ڈومو کوس کی ہزیمت کے بعد قیدیون سے ملکر لاتیہ کو اونہون نے ہی تاراج کیا۔ گورنمنٹ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ انجمن کے دفتر کو ضبط کرے۔ مگر اس مین اس قدر بڑے بڑے مدبر بھی شامل ہین کہ گورنمنٹ ایسا کرنے کی جرأت نہین کر سکتی۔ اس خفیہ مفسد انجمن مین بدمعاش ہی بدمعاش اور معزز سے معزز شامل ہین۔ ٹائمس نامہ نگار کی رائے ہی کہ یونانی تربیت یافتہ سپاہی نہین۔ اور ہمارے میعار کے مطابق اونکو ہرگز سپاہی نہین کہا جا سکتا۔ سب نامہ نگار متفق القول ہین کہ سر سے پاؤن تک بدانتظامی یونانی فوجمین گھر کر چکی ہے۔ اور افسرون کی نالائقیت کے سامنے سپاہیون کا ذاتی تہور کچھ نہین کر سکتا۔ نظام کا نام نہین۔ کمسریٹ بالکل مفقود اور کل شین کے پرزے بے جوڑ مین۔ میدان جنگ مین افسر صرف تیس ہزار فوج لا سکے تھے۔ حالانکہ اسّی ہزار یونانی فوج میدان مین موجود تھی۔ ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار جو ترکی فوج کے ساتھ تھا۔ اپنے ہمعصرون کی زبانی جو یونانیون کے ساتھ تھے تحریر کرتا ہے کہ جب ترک پندرہ سو گز کے فاصلہ پر آ جاتے تھے۔ تو یونانی اپنے مورچون سے لڑکھڑانے لگ جاتے تھے۔ اور جب ترک بارہ سو گز کے فاصلہ پر پہونچ جاتے تو یونانی اپنی معمولی فوجی حکمت عملی پر کاربند ہو جاتے (یعنی راہ فرار اختیار کرتے)۔ السٹریٹیڈ لنڈن نیوز کا نامہ نگار یونانیون کی بہادری کی تعریف کرتا ہے۔ مگر اس کی کوئی وجہ نہین بتاتا کہ وہ ترکون کو دیکھکر اپنے مضبوط مورچون کو چھوڑ کر کیون پیٹھ دکھا جاتے تھے۔ ٹائمز کا خاص نامہ نگار لکھتا ہے کہ گو جنگ ملتوی ہے اور یونانی تھرموپائیلی کے نہایت دشوار گذار مورچون مین محفوظ ہین۔ مگر پھر بھی بلا وجہ ہر روز کوئی نہ کوئی رجمنٹ یونہی پانک اٹھتی ہے اور افسر و سپاہی بے تحاشا بھاگ اٹھتے ہین۔ یونان کی بدقسمتی سے اگر جو معاون ملے وہ اپنے سپاہیون سے بھی بدتر نکلے۔ اطالین مجاہدین نے تو ایسی مدد کی جو یونانیون کو مدت تک فراموش نہ ہو گی۔ ترک جس شہر یا قصبہ مین داخل ہوتے تو فورًا شراب کی بوتلون اور پیپون کو توڑ ڈالتے تاکہ کوئی مسلمان شیطان کی اغوا سے اون کو موںھ نہ لگا بیٹھے۔ انکے برخلاف اطالین مجاہدین (جن کا ذکر جنگ ڈومو کوس مین آچکا ہے) جب کسی شہر مین جاتے تو انکا پہلا کام شراب خوری ہوتا۔ شراب مین لُٹ بلنے۔ دنگہ فساد کرنے عورتون کی عصمت بگاڑنے تاخت و تاراج کرنے مین اونہون نے کوئی کسر باقی اُٹھا نہ رکھی۔ اور لڑائی کے وقت پاؤن سر پر رکھکر نو دو گیارہ ہو جاتے۔ ہان جب کوئی مفر نہ رہتا۔ اور قابو آ جاتے جیسا ڈومو کوس مین ہوا تو پھر کچھ ٹھوڑا مقابلہ کر دیتے۔ التوائے جنگ پر گورنمنٹ یونان نے ان نیک بختون کے حصّہ کثیر کو جبرًا جہازون پر بٹھلا کر اٹلی کو واپس بھیجدیا ہے۔ جب انکی کسی جماعت کو چلی جانے کیلئے کہا گیا وہ فورًا برسر پرخاش ہو گئی۔ اور جب تک سرکاری فوج کی گولیون سے تقریبًا اُسیقدر ہلاک اور زخمی نہ ہوئے جتنے کہ ترکون کے ہاتھ سے ہوئے تھے۔ ہتیار رکہنے اور جہازون پر بیٹھنے کا نام نہ لیا۔ جس وقت یہ لوگ لڑائی سے فارغ ہوتے تو یونانیون مین مفویانہ خیالات پھیلاتے رہتے۔ انکا افسر اعلےٰ مشہور گیری بالڈی آزادہ کنندہ اٹلی کا بیٹا

اور نائب کمانڈر اطالین پارلیمنٹ کا ممبر دی فیلا میں تھا۔ ان لوگون کی شرارت سے تنگ آکر جب آخر الذکر کو ایم ریلی وزیر اعظم نے اپنی دفتر مین بلاکر اوس سے درخواست کی کہ اب مجاہدین سمیت اٹلی کو تشریف لیجاوین۔ تو اوسنے جواب دیا کہ مین اپنے اعلے افسر کے حکم بغیر ایسا نہین کر سکتا جب وزیر نے اصرار کیا تو ممبر صاحب نے تبرے سنانے شروع کیئے۔ اور وزیر موصوف کی بہ خوبی مرمت کر نیکو تیار تھی کہ پولیس نے اطالین ممبر کو گردن سے اپکڑا۔ اور مدعیان آزادی کو اطالین جنگی جہاز پر سوار کر کے یونان سے اونکی خلاصی کرائی۔

فرانس کے مشہور لانیتر کا اخبار پیرس کے نامہ نگار کے حوالہ سے ترکی جنگی تیاریون اور اوان کی مدعا کی نسبت حسب ذیل تحریر کرتا ہی۔

”جو جنگی تیاریان دولت عثمانیہ برابر کیئے چلی جا رہی ہے اور جو موجودہ جنگ یونان کی ضروریات سے بدرجہا زائد ہین اسبارہ مین کوئی شک نہین رہنے دیتین کہ اوس کا ارادہ اس قوت عظیمہ اس جنگ سے علاوہ استعمال کرنے کا ہے۔ اور اعلیحضرت سلطان المعظم کی نسبت آجکل بیان کیا جاتا ہی کہ حضرت ممدوح نے مصر کو انگریزی قبضہ سے چھڑا کر عملی طور پر اپنے زیر اقتدار کرنے اور اون بلاد اسلامیہ عثمانیہ کو جو انکی قبضہ سے نکل گئے ہین پھر سلطنت کے ساتھ ملالینے اور صرف زبانی ہی نہین بلکہ عملاً خلیفۃ المسلمین بننے کا مصمم عزم کر لیا ہے۔ سلطان المعظم کے اس منشا پر جب ہم جنگی پہلو سے نگاہ کرتے ہین تو دنیا کے مستند ماہران فن جنگ کی رائے یہ پاتے ہین کہ وہ اپنا ارادہ پورا کرنے کیلیئے پوری جنگی طاقت رکھتے ہین۔ اور انکی کامیابی مین شک نہین۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ کیا یوروپ اون کو ایسا کرنے دیگا سو یہ یقینی امر ہے کہ یوروپ اون کو اپنے ارادہ کی تکمیل کی اجازت دیدے گا کیونکہ وزرائے انگلستان کی پر از مکر و فریب حکمت عملی اور اون کی اس اعتقاد نے کہ ہم کو ہر ایک چیز پر جو ہمارے سامنے آجائے قبضہ و تصرف کر لینے کا حق حاصل ہی۔ کل دنیا کو اون سے آزردہ خاطر کر دیا ہے۔ دنیا مین کوئی واقفکار معاملات جنگ ایسا نہین ہی جس کو انگلستان کے تن تنہا دولت عثمانیہ سے جنگ کرنے کی صورت مین منکسر اور ذلیل ہونے مین شک ہو۔ یہ کسی سے پوشیدہ ہے کہ انگلستان بڑی پاشا کی غیر قواعد دان فوج تک کو سینٹ جارج کے گھوڑون (یعنی چھنچھناتے ہوئے طلائی پونڈون) کی مدد کے بغیر منہدم نہ کر سکا مگر یہ جادو عثمانیہ افسرون اور سپاہیون پر جو اپنی قومیت و جمعیت پر دل و جان سے نثار ہین ہرگز نہین چل سکتا۔ باقی رہا انگلستان۔ ایسی صورت مین اوس کیلیئے سخت خطرات حادث ہو جاوین گے۔ اور جو کل دنیا کے جنجال سے بڑھ کر خطرناک امر ہے وہ دینی جنگ کا شروع ہونا ہی۔ پس اگر یہ شروع ہو پڑے۔ اور جنگ کا شرارہ پانچ یا چھ کروڑ مسلمانان ہند تک پہنچ جائے جس کا پہونچنا یقینی ہی (فرانسیسی اخبار نویس نے یہان بے پرکی اڑانی شروع کر دی ہے۔ بفرض محال اگر ایسا ہو بھی جائے۔ اور مسلمانان ہند وفاداری کی انتہائی حد تک پہنچکر بادشاہ وقت کا مقابلہ کرنے پر آمادہ بھی ہو جائین۔ تو کیا اون کا اجتماع پانچ چھ کروڑ بھیڑون کے ریوڑ سے زیادہ وقعت رکھ سکتا ہے؟ ایڈیٹر وکیل) اور جس کا روکنا مشکل ہے۔ تو اوس وقت انگلستان کیا کرے گا؟ پس نہ صرف مصر سے اوس کا قبضہ اوٹھ جائے گا۔ بلکہ قریباً تمام مقبوضات بعیدہ سے بھی اور اوس کا رعب و داب کل دنیا سے زائل ہو جائے گا۔ تقصہ مختصر دولت عثمانیہ کی اہم جنگی استعدادات کی جن کو اوس نے باوجود یونان کے ساتھ لڑائی ختم ہو جانے کے جاری رکھا ہوا ہے معقول تفسیر یہی ہو سکتی ہے جو یہان کیگئی ہے۔ والسلام“

اخبار سٹینڈرڈ کا نامہ نگار ویانا سے لکھتا ہی کہ مکمل اسلامی دنیا (جس سے شاید ہندوستان کی مسلمان مستثنی ہون) ترکی فتوحات کی

خبردن سی جاگ اٹھی ہے۔ اور اگر ٹرکی کے ساتھ کوئی ناانصافی کیگئی۔ تو اوس کی نتیجے صلح سے بعد عرصہ دراز تک اپنا اثر دکھاتے رہین گے فرانس کو اپنی مسلمان رعایا کی پرجوشی معلوم ہوگئی ہے۔ اور اسی لیئے وہ غالباً ٹرکی کے مطالبات کی کوئی زیادہ مخالفت نہین کریگا۔ اسی اخبار کا دوسرا نامہ نگار جولائی کے شروع مین قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ فرانس کو اوسکی مخالفت کی وجہ سے دربار روم مین علانیہ برا بھلا کہا جاتا ہی ٹیونس۔ الجزایر۔ اور مراکو سے سب شیوخ اتحاد و اتفاق قومی و اخوت مذہبی سے متاثر ہوکر جوق در جوق اسلامی دارالخلافہ کو چلے آرہے ہین۔ یہ مذہبی سازشین کچھ عرصہ کیلئے ملتوی ہوگئی تھین۔ مگر ٹرکی کی فوجی طاقت ظاہر ہو جانے سے وہ پہلے سے زیادہ مستعدی سے شروع ہوگئی ہین۔ یہ جوش متذکرہ بالا ممالک پر ہی محدود نہین۔ بلکہ دوسرے مسلمان ملکون مین بھی موجود ہوگیا ہے۔ اور انہین بھی ایسی یوروپین طاقتون کی توجہ کو جو مسلمان رعایا رکھتی ہین۔ ٹرکی سے ہٹانے کے لیئے ان مذہبی سازشون کی گرم بازاری ہے۔

پرنس بسمارک نے اپنی رائے ظاہر کی ہے کہ تھیسلی یونان کو ہرگز نہ واپس لائی جاے۔ اگر ایسا ہوا تو بلگیریا۔ سرویا وغیرہ بھی موقعہ ملنے پر ٹرکی کے مقابلہ پر کھڑی ہوجاوین گی۔ کیونکہ اون کو اطمینان ہوگا کہ شکست کھا جانے پر بھی ہمارا نقصان تو کچھ ہونا نہین بعض انگریزی اخبار قیصر جرمن کی دوستی کی موجبات بہی چند یہ بتاتے ہین کہ جرمنی کل عثمانیہ ریلوے کو اپنے اقتدار مین کرنا چاہتی ہے جس سے نہر سویز بالکل بیکار ہوجاے گی۔ اور مشرقی یوروپ اور کل ایشیا کی تجارت جرمنی کے ہاتھ مین چلی جاے گی۔ جرمنی سالونیکا سے ہندوستان تک جہازون کی آمد و رفت کا سلسلہ قایم کرنے کی خواہشمند ہے۔ وہ یونان کو اسلیئے ذلیل کر رہی ہے کہ موجودہ خاندان معزول ہوجائے اور وہ جرمنی کی کسی ریاست کے شہزادے کو یونانی تخت پر بٹھلائے جس سے جرمنی کا اقتدار جنوب و مشرقی یوروپ مین اور بھی مستحکم ہوجائے مگر یہ سب فرضی باتین ہین۔ اسمین کوئی شک نہین کہ انسان بالطبع خود غرض ہوتا ہے اور بمقتضائے فطرت جرمنی ٹرکی کی دوستی سے بہت کچھ فوائد حاصل ہونے کی توقع رکھتی ہے لیکن قیصر کی سچی محبت اور خالص لیاقت کو محض خود غرضی پر مبنی بتانا انسانی شرافت کا خون کرنا ہے۔

جنگ روم و یونان سے ظاہری اقتدار اور عظمت مین ترقی ہوجانے کے علاوہ ایک اور عجیب و غریب فایدہ بھی ٹرکی کو پہونچا ہے یوروپ کی بعض ما عاقبت اندیش طاقتین (نیک نیتی یا بدنیتی سے) اور بعض نمکحرام کی رعایا عرصہ سے یہ تقاضا کر رہی ہین کہ ٹرکی مین پارلیمنٹری اصول کو حکومت مین داخل کیا جاوے۔ مگر اب اون لوگون کو معلوم ہوگیا ہے کہ ہر ملکے و ہر رسمے۔ جو امر لنڈن مین مفید ہو وہ بالضرور بغداد مین مفید نہین ہوسکتا۔ اس اصول کی اون کو یونان کی طرز حکومت سے پوری تصدیق ہوگئی ہے۔ جسے پارلیمنٹری حقوق ملے ہوئے ۶۵ برس کے قریب ہوگئے ہین مگر وہ ایسی غیر مفید بلکہ مضر ثابت ہوئے ہین کہ ہمارے شیدایان آزادی اب اپنے منھ سے کہہ رہے ہین کہ یونان کی طرز حکومت مطلق العنان کر دینی ضروری ہے۔ ورنہ ملک کی کبھی اصلاح نہین ہوسکے گی۔

فرانس کا اخبار موسومہ ڈی ماٹن (لفظی معنے علی الصبح) مورخہ ۱۸ مئی ایک مضمون بعنوان "بیداری اسلام" تحریر کرکے عیسائیون کو متنبہ کرتا ہے۔ کہ اگر وہ مسلمانون کو اور زیادہ مہلت دین گے اور اون کو نہ الفور برباد نہ کر دین گے۔ تو عنقریب کل دنیا کو مسلمان

متفق ہوکر عیسائیون کو نیست و نابود کر دین گے۔ اخبار مذکور کی رائے مین عساکر عثمانیہ کی تازہ فتحیابی نے مسلمانون کو بیدار کرنے مین بہت مدد دی ہے لیکن اس سے پہلے بھی مسلمان غافل نہین تھے۔ انکی تعداد اور پولیٹیکل طاقت مین ہر وقت کچھ نہ کچھ ایزادی ہوتی رہتی ہی چنانچہ پچھلے پچاس برسون مین افریقہ کے وسط مین تین عظیم الشان اسلامی سلطنتین قایم ہوگئی ہین۔ مہدی کی سلطنت سوڈان نیلی (مشرقی سوڈان) مین سنوسی کی حکومت طرابلس الغرب کے نواح مین۔ اور رباح (غلام زبیر پاشا۔ سابق مصری گورنر سوڈان) کی مملکت جھیل چاڈ کے ارد گرد۔ ان تینون سلطنتون کے ذریعہ افریقہ مین اسلام بسرعت تمام پھیلتا چلا جارہا ہے۔ رباح کا دار الخلافہ کوکا بین ہے۔ اور اوس کا مذہبی اقتدار تمام علاقجات خط استواء کی وحشی قومون پر ہے۔ اور اوس کے نائب کل ممالک ملحقہ مین اسلام کی اشاعت کر رہے ہین پہلی دونون مملکتون کا اقتدار ریاست واڈیلائی (جس کا بادشاہ معہ رعایا تین چار برس ہوئے مسلمان ہوگیا تھا۔ یہ سوڈان کے جنوب مین واقعہ ہے) سے لیکر دارفور تک بالاستقلال قایم ہوچکا ہے۔ اور شیخ سنوسی کے جانشین امام جغبوب رئیس سنوسیین کا اثر ممالک الجزایر وغیرہ مین بدرجہ کمال سرایت کرگیا ہے۔ یہ درست ہے کہ سنوسی مسلمانون کو عیسائیون کے برخلاف علانیہ فساد کرنے کی تلقین نہین کرتے۔ مگر وہ مسلمانون کا عیسائیون کے ماتحت رہنا بھی پسند نہین کرتے۔ اور الجزایر وغیرہ کے مسلمانون کو جو فرانس کے ماتحت مین۔ دار الحرب (یعنی ممالک کفار) سے نکلکر دار الاسلام (ممالک مسلمین) مین چلے جانے کی دعوت کرتے رہتے ہین۔

عساکر عثمانیہ کی فتح سے دار الخلافہ عثمانیہ سے لیکر فیض (پایہ تخت مراکو) تک اور بغداد سے لیکر پنجاب تک اور کلکتہ سے لیکر سکٹو (مغربی افریقہ مین جھیل چاڈ کے قریب ایک بہت بڑا شہر) تک تمام مسلمانون مین جوش پیدا ہوگیا ہے۔ اور مسلمانون کو خلافت عثمانیہ کی امداد و اعانت کا اسقدر خیال ہوگیا ہے کہ اس برس شریف مکہ تک نے جو ہر سال باب عالی سے بیش بہا ہدایا اور انعام و اکرام پانیکا عادی ہو رہا ہے تحفہ لینے سے انکار کردیا کہ یہ روپیہ بھی سلطنت کی تقویت پر خرچ ہو۔ اسیطرح ٹریپولی (طرابلس الغرب) ٹیونس۔ الجزایر۔ مراکو اور مصر کے مسلمانون مین بھی سلطنت علیہ کی معاونت کرنے کیلیئے زبردست تحریک شروع ہوگئی ہے۔

الغرض اخبار مذکور اسیطرح کے بہت سے واقعات گنکر جن کو وہ بیداری اسلام کی وجہ ثبوت مین پیش کرتا ہے۔ عیسائیون کو مندرجہ بالا نصیحت کرکے دنیا کو اپنی بے تعصبی۔ امن پسندی اور ہمدردی بنی نوع انسان کا ہی ثبوت نہین دیتا بلکہ ظاہر کر رہا ہے کہ تعصب مذہبی کے مرض ناہنجار فقط اینگلو انڈین اخبارات ہی کے شامل حال نہین ہین۔ اور یہی عیسائیون کو مسلمانون کے برخلاف بہکانے مین مشتاق نہین بلکہ کل عیسائی اخبار نویسون کی یہی کیفیت ہے۔ اور انکا عاقبت اندیشون کو سخت اندیشہ ہے کہ اگر وقت یہی باتین مشتاق رہے تو ایکدن عیسائیون اور مسلمانون کو آپس مین ٹکرا کر رہین گے۔ ہان خداوند کریم اگر اون کو بروقت ہدایت عطا کر دے تو دوسری بات ہے۔

پیرس کا اخبار السلطان تحریر کرتا ہے کہ یہ امر پوشیدہ نہین ہے کہ جب سے اعلیحضرت سلطان **عبد الحمید خان** تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے ہین۔ وہ مسلمانون کی جمعیت کو یکجا کرنے مین ساعی ہین۔ اور اوسی وقت سے ایشیا اور افریقہ کے کل مسلمانون اور اون کے درمیان سلسلہ رابطہ و اتحاد قایم ہوگیا ہے۔ اس وقت حضور ممدوح کی خدمت مین مسلمانون کے بیشمار معتبرین اور علماء موجود ہین۔ انمین مراکو۔ ترکستان اور ہندوستان کے باشندے بھی ہین۔ اور جماعت مذکور اپنے ہموطنون کو یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتی رہتی ہے کہ دولت علیہ کل

زمین کی طاقتون سے زبردست اور مضبوط ہے سلمان میںت کام بیار منتظر ہین سارنکو آزادی دلانیوالی یہی سلطنت ہوگی تا پچھلے زمان
حضرت جلالتماب نے ایک اسلامی مجلس منعقد کی تھی جس مین کل آباد دنیا کے مسلمانون کو ناءب موجود تھے۔

اسکے بعد وہ مفروضہ مظالم آرمینیا وغیرہ سے سلطان کے مذہبی اقتدار کی مضبوطی کا استدلال کرکے عیسایان عالم و دول یورپ
کو ملامت کرتا ہے کہ اونہون نے اس پامال اور قیام امن و امان عالم کے مدعی اخبار کی نصیحت کو قبول کرکے ابتدا ہی مین مسلمانون کی
ایسی تحریک کو کیون نہ روکدیا۔ اور شروع مین ہی شرائط صلح کو مقرر کرکے سلطان کو انکو ماننے پر کیون نہ مجبور کیا کہ آج وہ اس طرح بحیثیت
فاتح زبردستون ایسی گفتگو کرکے پنپا سکے اور زیادہ اسلامی دنیا پر نہ بٹھا سکتے۔

(۱۷) فصل ہفتدہم

سر ایشمیڈ کی لاریسہ سے روانگی و گرفتاری

سر موصوف لکھتے ہین۔ ہم بتاریخ ۹ مئی دوشنبہ کی صبحکو آخری مرتبہ لاریسا سے روانہ ہوئے
مین اس امید سے کہ سات بجے روانہ ہوجاونگا ساڑھے پانچ بجے بیدار رہوا۔ لیکن اسباب باندھنے
اور اون چھوٹے چھوٹے معاملات کی انصرام مین جو ہمیشہ عین روانگی کے وقت آ نکلتے
ہین۔ اتنی دیر ہوگئی کہ ہم ساڑھے نو بجے سے پہلے نہ روانہ ہوسکے ہم تیار ہوئے تو ہمارے
اسکورٹ کی چار دن سوار ابھی تک نہ آئے تھے جن کو رعود بک بمشکل تلاش کرکے جمع کرسکا اس طرف سے اطمینان ہوا تو اب اپنا گھوڑا
رفقا سے الوداعی صاحب سلامت کرنا باقی رہتا تھا مینبر اور اون کی اسٹاف سے ہم ان کو رخصت ہوئے تھے۔ مسٹر بگھم اور ویلڈن پیدل
ہمین رخصت کرنے آئے۔ اور نہایت تپاک سے ملے مسٹر گوین اور سٹیونس زین سوار الوداع کہنے آئے۔ ان انگریز نامہ نگارون سے
جو ترکی فوج کے ساتھ تھوڑا کر ملنسار خوش طبع اور شریف انسانون کا دستیاب ہونا آسان نہین۔ غیر ملک مین ایک ہی قوم کے افراد
مین ایسی جلدی مودت و موانست پیدا ہوجاتی ہی کہ اُسے دیکھکر بلاشبہ حیرت ہوتی ہے۔ ہم اپنے دوستون سے بلا ابا لخدولی تاسف کے
ساتھ جدا ہوئے۔ مسٹر گوین اور سٹیونس کا منشا کچھ دور ہمارے ساتھ جانیکا تھا۔ اور اسی لیئے غالباً وہ سوار ہوکر آئے تھے۔ مگر ہمارا ارد
جی شہر سے نکلکر غلط سڑک پر ہولیا۔ اور بنا بریں وہ ہمین نہ ملسکے۔

چلتے چلاتے پونے دس ہوگئے۔ ہماری جماعت اپنر مشتمل تھی۔ ایلیس مین۔ رعود بک۔ اسعل کے چار سوار اور منظیمہ کا ترجمان
محکمہ پولیس ایلیا۔ ایک ارابہ بھی ساتھ تھا جسپر ہمارا اسباب تھا بظاہر وہ نہایت سالخوردہ اور بوسیدہ سا نظر آتا تھا۔ مگر ساری مسافت
اوس نے بخیریت طے کی۔ حالانکہ سڑکین ایسی خراب تھین کہ کوئی یوروپین ٹمٹی گاڑی بھی اونپر بمشکل سلامت رہتی یا کم ازکم ایسی اچھی طرح

خدمت نہ دے سکتی ۔

وادی ٹمپہ

چار گھنٹون کے پر صعوبت سفر کے بعد جس مین گرمی سے بہت تکلیف ہوئی ہم دو بجے موضع آیا مین جو وادی کے دہانہ پر ہے پہونچے ۔ وہان کی باشندے ہمین پھر دیکھکر بہت خوش ہوئے ۔ اور ہمارا شکریہ ادا کیا کہ ہمنے منیر سے درخواست کرکے ڈاکوؤن سے اونکی حفاظت کے لیے نظام فوج کا دستہ وہان بھجوا دیا ۔ آیا سے ہم ساڑھے تین بجے روانہ ہوئے خوبصورت وادی مین سفر بڑے مزے سے کٹا ۔ سڑک چند ان عریض نہین دریا پینی اس کو برابر جاتی ہے ۔ دریا کا دھارا تھیسلی کے میدان سے آکر اوسا کی سر بفلک اور عمودی چٹانون کے بیچون بیچ وادی مین داخل ہوتا ہے یہان بہت تیزی اور جوش کی ساتھ بہتا ہے ۔ اور اوسکی دونون طرف پہاڑ مینار کیطرح بادلون تک چلے گئے ہین ۔ دونون کنارون پر درختون کی خوشنما قطارین کھڑی ہین اور جا بجا سرسبز مرغزار ین منظر کی یکرنگی کو دور کرکے اوسکی دلفریبی کو بڑھا رہی ہین ۔

امیلاکی

قصبہ امیلاکی سے آگے وادی مین آبادی زیادہ نہین یہہ اس ضلع کا سب سے بڑا شہر ہے ۔ دنیا مین اور بہت ہی کم شہر ایسے محفوظ یا دلفریب موقع پر واقع ہین ۔ وہ وادی ٹمپہ کی دٔہین یعنی جنوبی جانب کی چٹانی پہاڑی کے عین چوٹی کے قریب ایک چھوٹی سی سطح مرتفع پر جو آسمان سے باتین کر رہی ہے آباد ہے متصلہ دیہات کی عورتین اور بچے جبتک کہ اون کو ترکی فوج کی خوش اطواری کیطرف سے اطمینان نہو گیا یہین پناہ گزین رہے تہے ۔ ہمین ایسے دلچسپ اور دلفریب شہر کو نہ دیکھہ سکنے کا بہت افسوس ہا ۔ وقت تنگ ہو رہا تھا ۔ اور ابھی بہت فاصلہ طے کرنا باقی تھا جنوبی سرے کیطرف وادی ٹمپہ زیادہ فراخ ہوگئی ہے ۔ اور وہان اوس کا منظر بھی نسبتاً بہت لطیف اور خوشنما ہوگیا ہے ۔ درہ کی چوٹی سے دریا کا نظارا عجب دلکش دکھائی دیتا ہے جو نشیب مین ایک جھیل بناتا ہوا آگے بڑہتا ہے ۔ یہ جھیل چارون طرف سے کمال سرسبز مرغزارون اور صنوبر کے درختون سے گھری ہوئی ہے اور اوس کا منظر ہو بہو انگلستان کی جھیلون کیطرح درخشان و فرحت بخش اور گوناگون ہے بلکہ اون پر یہ فوقیت رکھتا ہے کہ یہان کا مطلع عموماً شفاف اور بے ابر ہوا صاف و بے غبار رہتی ہے ۔

ہم بینی آس کے پل پر ساڑھے پانچ بجے کے قریب پہونچے یہان وادی اور بھی فراخ ہوگئی ہے ۔ اور سرسبز و فرحت بخش مرغزارون کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے ۔ انپر بیشمار مویشی اور بھیڑین چر رہی تھین ۔ اور کئی کھیت خشکی کے قریب کھڑے تھے ۔ پل کو شکستہ دیکھکر ہمارے اوسان خطا ہو گئے ۔ پچاس ایک ترکی سپاہی دیہاتیون کو لیکر ملبہ کو آہستہ آہستہ ہٹا رہے اور پل کی یونہی سی مرمت کر رہے تھے مگر گھوڑے اوسپر سے بالکل نہین گذر سکتے تھے ۔ گاڑیون کا تو کیا ذکر ہے صرف نہایت چالاک اور پھرتیلے پیادے یا مسافر تیرتے ہوئے ملبے کے ایک ڈھیر سے دوسرے ڈھیر تک چھلانگین مارتے جانے سے دریا کو جو نہایت تیزی اور جوش و خروش سے بہہ رہا تھا عبور کر سکتے تھے ۔

یونانی دہقانیون نے جو عثمانیہ سپاہیون سے خوب گھلے ملے نظر آتے تھے ہمین بتایا کہ سانیسی مین ہمین آسانی کشتی مل جائے گی یہہ گاؤن دریا کے جنوبی کنارہ پر اور دو گھنٹون کی مسافت پر آگے تھا ۔ لاریسا ۔ پلاٹامونا کی سڑک اس پل سے گذرتی ہے جو اب ٹوٹا ہوا تھا ۔ پلاٹامونا

اسی سڑک کر ہستہ پل سی دو ایک گھنٹون کی مسافت پر شمال مشرق کیطرف تھا۔ یہ ساحلی سڑک پر پہلا ترکی قصبہ ہے۔ ساغیسی کو ملا پاٹانو براہ سمندر دس بارہ میل ہی۔ اس ہستہ دریا پنیا س کے دہانہ سے گذر کر اُدھر جانا پڑتا ہے ؞

ایک خوبصورت یونانی دوشیزہ

ساغیسی کی سڑک بہت بُری حالت مین تھی۔ اکثر جگہ ارابہ کا چلنا تقریبًا محال تھا۔ سڑک کی حالت سی صاف واضح ہو رہا تھا کہ یونانیون نے پسپائی کے وقت عمدًا اوسے جا بجا توڑ دیا تھا۔ یہ علاقہ نہایت زرخیز تھا۔ ہم کئی بہت بارونق دیہات کے پاس سے گذرے جن کے سب باشندے اپنے اپنے مساکن مین موجود تھی سرد تر کی ٹوپی والون کی جماعت کو آتا دیکھکر عمومًا سڑک سے ایکطرف ہو جاتی۔ مگر عورتین حسب معمول ایسی با ادب نہ تھین۔ نہ اون کو مردون ایسا خوف تھا۔ اونمین سے اکثر ہمین دیکھنے کیلئے گھرون سے دوڑتی ہوئی نکلکر بیا کانہ اپنے دروازون یا سڑک پر کھڑی ہو جاتین۔ سڑک کے اوپر ایک کھیت مین ایک خوشنما مکان کھڑا تھا۔ ایک نہایت ہی خوبصورت یونانی لڑکی اندر سے نکل کر اوس کے دروازہ پر کھڑی ہو گئی۔ اور بطور نشانِ سلام و خوش آمدید ہماری طرف رومال ہلاتی رہی کل تھسیلی مین ہمنے صرف یہی ایک خوبصورت عورت دیکھی۔ مگر ہمین جلدی تھی۔ اور تاریکی شروع ہو گئی تھی۔ ہم اوس سے بات چیت کرنے کیلیے نہ ٹھیر سکے۔ ہمارے پاس سے کئی سو آدمی گذرے جو بقول رُودف بک سپاہی رہ چکے تھے۔ انمین ایک ایسا خوبصورت اور سجیلا بانکا تھا کہ مین نے ویسا خوبصورت اور کسی یونانی کو نہ دیکھا۔ وہ ٹوپی کو نوجی آن بان سے سر پر ڈالے خوب اکڑا ہوا پاس سے گذر گیا۔ میرے ترک رفقا کو تو شاید اوس کی اکڑ پسند نہ آئی ہو۔ مگر مین اوسے دیکھکر بہت خوش ہوا کہ بارے مین نے ایک یونانی تو ایسا دیکھا۔ جس کا انداز بہادرانہ تھا۔ اور جس کی شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ لڑسکتا اور لڑنے پر تیار ہے۔

دیہات اور جنگل مین سؤر با فراط تھی جن کو دیکھکر رُودف بک اور سوا ہیت ناک بھون چڑھاتے ہے۔ یہ ناپاک جانور دیکھکر طبعًا ہر مسلمان کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ آغاز محاربہ کے وقت سی ہمارے متین و متحمل مزاج لفٹنٹ نے کبھی پہلے اسیطرح اپنی پیشانی پر بل نہین پڑنے دیا تھا۔ اور نہ وہ کبھی ایسا بے حوصلہ ہوا تھا۔ نفرت و تنفر ظاہر کرنے کیلیے اوس نے طرح طرح کی حرکتین کین۔ کبھی ناک بھون چڑھاتا۔ کبھی تھوکتے اور کبھی کھانستے اور کبھی گویا ان غلیظ جانورون کی بو کو دماغ سے خارج کرنیکے لیے ناک صاف کرنے لگ جاتا۔ اتنیا کو یہ دیکھکر خاص دل لگی ہاتھ آگئی۔ راستہ مین جونہی اوسکو کسیطرف خنزیر نظر آتا۔ وہ خواہ مخواہ رُودف بک کی اوسطرف توجہ کرا دیتا۔ اوہر ہر نئے سؤر کو دیکھکر رُودف بک پھر وہی کیفیت از سرنو طاری ہو جاتی۔ یہ دیکھکر ایلیس ہنستی ہنستے لوٹ جاتا۔ اور ایسا بھی بظاہر نہین کہ خوب مزہ لیتا۔ سعد کل عالمی مذہب کھنو دالا آدمی تھا۔ اگرچہ وہ سؤر کو پسند نہین کرتا تھا۔ لیکن بھوکہ رہنے کی بجائے بلا تامل اوس کا گوشت کھا جاتا۔ مگر رُودف بک میرے خیالمین بھوک سے مرجانا قبول کرتا۔ مگر اس ناپاک چیز کو کبھی ہاتھ تک نہ لگاتا ؞

باشندگانِ زاغیسی

زاغیسی (زاگیسی) ہم پونے آٹھ بجے پہونچے۔ اوس وقت شام پڑ چکی تھی شہر آدمیون سے بھرپور تھا۔ جو ہمارے گرد جمع ہوگئے۔ مگر مقامی حکام کا کہین پتہ نہ تھا۔ مین نے دریافت کیا کیا۔ یہان کوئی یونانی حاکم ہے؟ جواب ملا نہین۔ اعلےٰ حاکم ایک ترک ہی۔ جو ایک گھنٹہ کے فاصلہ پہ وادی کے بالائی حصہ مین رہتا ہے

مین نے کہا پلاٹاموناجانیکیلئے ہمین ابھی ایک کشتی چاہیئے۔ روڈف بک اور سوارون کو ادن یونانیون کی کثرت تعداد سے جو ہمارے گھوڑون کے گرد جمع ہوگئے کسیقدر زرد وسا پیدا ہوگیا۔ آیلیا جو یونانی جانتا تھا کشتی بہم پہنچانے کے معاملہ مین مصروف ہوگیا ہم ایک کھلی قہوہ خانہ مین چلے گئے۔ اور وہان روٹی۔ قہوہ اور کچھ شراب پی۔ تمام باشندے قہوہ خانہ مین مٹ آئے۔ اور ہمارے گرداگرد بیٹھکر ہمین اسطرح سے گھورنے لگے کہ گویا ہم اونکی نگاہون مین عجیب الخلقت جانور تھے۔

آخر چند آدمیون نے کشتی بہم پہنچانا منظور کرلیا۔ رات سخت تاریک تھی۔ گھاٹ تک ہمین اسکے بمشکل پہونچایا۔ چار نوجوان رنوطون نے جن کا باپ وہان آباد ہوگیا تھا خود بخود و بلا درخواست ہمارا اسباب کشتی تک پہنچا دیا۔ پھر روڈف بک اور اپنے وفادار سوارون سے آخری صاحب سلامت کرکے جو اتنا عرصہ ہمارے ساتھ رہے تھے ہم کشتی پر سوار ہوگئے۔ روڈف نے پلاٹاموناتک ہمارے ساتھ کشتی پر جانا چاہا۔ اوسے خیال تھا کہ ادہم پاشا کی ہدایات کے مطابق کم از کم ہمین دوسری ترکی چوکی تک بخیریت پہونچا دینا اوسپر واجب ہے۔ مگر مین نے سوارون کو ایسے گانون مین جہان یونانی بکثرت آباد تھے۔ اور وہ ترکون کے کوئی ایسے دوست نظر نہ آتے تھے اکیلا چھوڑنا مناسب سمجھا۔ یہی جگہ دونون مین سے کسی فریق کا زیادتی پر مائل و آمادہ ہوجانا بعید از قیاس نہ تھا۔ بنا بریں مینے رڈوف کو ساتھ لیجانا منظور کیا۔ اور اوسے نصیحت کی کہ اگر گھوڑے اسقدر مسافت طے کرسکین تو وہ رات گانون مین نہ ٹھیرے بلکہ شکستہ پل کو جہان ایک ترکی دستہ مامور تھا ہٹ جاوے۔ روڈف بک بڑا خوش نصیب تھا کہ ہمارے ساتھ نہ آیا کیونکہ ترکی فوجی افسر ہونے کی وجہ سے وہ جاینہ اسیر جنگ تصور ہوتا۔ بعد مین ہم نے سن لیا کہ وہ اوسی رات پل کو ہٹ گیا۔ اور اسطرح ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ رہا۔

جہاز پر رات کشتی خاصی جسامت کی تھی۔ اور چپون سے چلائی جاتی تھی۔ مین نے اوسی پر پلاٹاموناجانیکا عزم کرکے کشتی والون کو اوسے حتی الامکان تیز چلائے جانے کی تاکید کی۔ مگر اونہون نے کہا کہ ہم تمہین ایک چھوٹے سے دو مستولی بادبانی جہاز پر پہونچا کر واپس ہٹ جاینگے۔ مین نے اونکو اس عزم سے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن بیسود۔ پھر سمجھایا کہ آندھی بالکل نہین۔ اور ہم دو تین گھنٹون مین بہ آسانی یہ فیصلہ طے کرینگے۔ آیلیا نے کہا۔ یہ بالکل ناممکن ہے سمندر خطرناک ہے۔ اور ہمین بالضرور جہاز پر جانا چاہیئے۔ رات کی تاریکی اور یونانی ملاحون سے گفتگو نہ کرسکنے کی وجہ سے مین بالکل بےبس تھا۔ اور مجبوراً جہاز پر سوار ہوگیا۔ ہمین بعد مین جسقدر صعوبتین اور تکلیفین پیش آئین وہ سب اسی غلطی کا نتیجہ تہین۔ آیلیا کی نسبت ہمین بعد مین معلوم ہوا کہ وہ بحری سفر کا عادی نہ تھا۔ اور سمندر سے بہت ڈرتا تھا بنا بریں اوس نے ایک چھوٹی سی کشتی پر جہاز کو بدرجہا زیادہ ترجیح دی۔

اہل جہاز کی نسبت مجھے بعد مین تقریباً یقینی علم ہوگیا کہ وہ ہمکو گرفتار کرنے کی سازش مین شامل تھے جب ہم ایجیئن سمندر مین پہنچے اوس وقت سمندر مین کسی یونانی جنگی جہاز کا نام و نشان نہ دکھائی دیتا تھا۔ مگر غالباً خاص قاصد ساحل کے کنارہ کنارہ قریب ترین یونانی جہازات کو ہماری آمد و روانگی کی خبر پہنچانے کیلئے بھیجدیئے گئے۔ اور اس اطلاع کا وہ نتیجہ ہوا جو آگے مذکور ہے۔ جہاز کے بادبان کھل دیئے گئے۔ مگر ہوا اسقدر تیز نہ تھی کہ جہاز کچھ معقول حرکت کرسکتا۔ آیلیا نے تو تکیہ ہمارے لیئے اوٹھ سیدھے بستر بچھا دیئے اور ہم تینون

جس ہیئت مین تھے اوسیطرح کپڑون سمیت لیٹ گئے۔ مین اور ایلیس دوش بدوش۔ اور ایلیا ہمارے قدمون کیطرف لیٹا مجھے یونانی ملاحون پر پورا اعتبار نہ تھا۔ بنا برین ہمنے اپنے پستولون کو نکال کر پاس رکھ لیا کہ ضرورت کیوقت اون سے فوراً کام لیا جاسکے آیلیانے جاگتے رہنے کا وعدہ کیا۔ مگر وہ اور ایلیس جلد خوب میٹھی نیند سوگئے جسپر مجھے پہرہ کا کام دینا پڑا۔ مین کبھی اونگھنے لگ جاتا اور کبھی آنکھین کھول لیتا۔ تمام رات جہاز چلتا رہا۔ پانی کی لہرین خاصی تیز تھین مگر ہوا بہت کم تھی۔ آدھی رات کے بعد سخت سردی پڑنے لگ گئی جس نے مجھے پھر نہ سونے دیا۔ جب صبح ہوئی تو مینے کلمۂ شکر پڑھا مگر جب کسیقدر روشنی تیز ہوئی تو مین یہ دیکھکر ہکا بکا رہ گیا کہ گو ہم چھ میل کا فاصلہ طے کر آئے ہین مگر ہین ابھی کم و بیش راس عنبسی کے ہی سامنے۔ اور کیپ پاپا ٹاموناَ اور اوس کا سفید مربع قلعہ جس پر پندرہ دن ہوئے یونانیون نے فضول گولہ باری کی تھی جہاز کے دامنہ کیطرف سو ہمسے ابھی آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مین نے آیلیا کو جگاکر کہا کہ مناسب ہوگا کہ ہم اوس کشتی پر جو جہاز کے پیچھے بندہی چلی آتی ہے سوار ہوجائین۔ اور اوسے کھینتے ہوئے پاپاٹاموناَ جا پہونچین مگر آیلیانے اس تجویز کو خطرناک قرار دیکر مسترد کر دیا۔ مین شاید اوسکی مخالفت کی پروا نہ کرتا مگر جب دیکھا کہ کشتی پر ہم تینون تو سوار ہوسکتے ہین مگر اسباب کی گنجایش اوسمین مطلق نہین تو مینے بھی یہ ارادہ ترک کر دیا۔ یونانی ملاحون نے دو چپّے نکالکر اپنا جہاز کو اون سے بھی چلانے کی کوشش شروع کر دی۔ اسپر بھی جب جہاز کی رفتار مین کوئی فرق دکھائی نہ دیا تو ایک چپّو مین نے خود پکڑ کر کھینا شروع کر دیا۔ اور اس طرح پانچ گھنٹون کی محنت و کوشش سے ہم پاپاٹاموناَ کے خاصے قریب پہونچ گئے۔ اور وہ صرف دو اڑہائی میل کے فاصلہ پر رہ گیا۔

اوس وقت دس بجے کا عمل تہا کہ جہاز کے یونانی ناخدانے کہا مین نے دو جنگی جہاز ساحل کے برابر راس عنبسی کو جاتے دیکھے ہین ہمنے نہایت غور سے اودہر دیکھا مگر کوئی جہاز دکھائی نہ دیا۔ لیکن ایک گھنٹہ بعد سچ مچ تین جنگی جہاز نمودار ہوگئے۔ جن مین سے دو سیدہے ہمارے جہاز کیطرف چلے آرہے تھے۔ یونانی ملاحون نے کہا یہ طالین جہاز ہین۔ یونانی نہین۔ یہ ہمین دہوکہ دینے کیلئے کہا گیا تاکہ ہم کشتی پر سوار ہوکر جا نبرنہ ہوجائین۔ لیکن اونکا یہ اندیشہ غلط تہا۔ ان جہازون مین ایک تارپیڈو کشتی تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان کشتیون کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ دوم وہ ہمسے دو میل سے زیادہ فاصلہ پر نہ تھے۔ اور اگر ہم کشتی پر بھاگنے کی کوشش بھی کرتے تو اون سے نہین بچ سکتے تھے مزید برآن وہ ہمین گرفتار کرنے کا کوئی استحقاق نہ رکھتے تھے اور ہم ساحل کے کنارہ کنارہ سفر کرنے کا کامل اختیار رکھتے تھے۔ ہم غیر مصاف کنندہ اشخاص تھے۔ اور کسیطرح تجارت کی ضوابط کے خلاف ورزی نہین کی تھی۔ علاوہ برین تب تک ساحل کے بحری محاصرہ کا اعلان نہین ہوا تھا

یونانی جہاز احاطہ کر لیتے ہین

جنگی جہاز سرعت سے بڑہے آرہے تھے۔ ساڑھے گیارہ بجے سب سے اگلے جہاز نے جو ایک پرانی قطع کا بڑا اگنبوٹ تہا ہمارے جہاز کو کھڑا ہوجانے اور بادبانون کو نیچا کر دینے کا حکم دیا۔ ہمارے جہاز کے ناخدا نے اس حکم کی فی الفور تعمیل کر دی۔ جسپر اگن بوٹ کی کپتان نے ہم سب کو اوسپر چلے آنیکا حکم دیکر ہمارے لیجانے کیلئے دو کشتیان مسلح ملاحون سے بھرپور ہمارے جہاز کے پاس بھیجدین۔ مینے جانے سے انکار کرکے کپتان کو فرانسیسی مین کہا ہم غیر مصاف کنندہ ہین اور براہ سالونیکا انگلستان کو جارہے ہین۔ اور ہمین اپنے سفر کو جاری رکھنے کا پورا پورا استحقاق حاصل ہے

اس مین کلام نہین کہ ہمارے ساتھ وردی۔ ترکی ٹوپی پوش ترکی پولیسمین کے ہونے کی وجہ سے ہمارے گرفتار کنندگان کی دلون
مین ہماری طرف سے شبہہ پیدا ہو جانا خطری امر تھا۔ یونانی طبعًا نہایت شکی مزاج ہین۔ اور بعض اوقات اس بارہ مین بچون سے بھی بڑھ
جاتے ہین۔ آلیس اور مینے جہنجہ گرمی کی وجہ سے جو سمندر پر سیاحون سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔ ترکی ٹوپیان اوتار کر چوڑی فرنگیانہ
ٹوپیان پہن لی تھین۔ بحث آدہ گھنٹہ ہوتی رہی۔ اور دینولا یونانی جہاز کل توپین ورتارپیڈو کی نالیان ہماری طرف سیدہی
کیئے ہوئے ہمارے گرد چکر لگاتے رہے۔ اور کپتان اور اوس کے ماتحت افسر کبھی ہماری منت سماجت کرتے اور کبھی دہمکیان دیتے رہتے
ملاح ہمارے جہاز کے خزانہ کا تختہ اوٹھا کر نیچے اتر گئے۔ ہمارا اسباب ان علہ پر رکھا ہوا تھا جب اونہون نے گراس تفلین اور یونانی
نوادرین جو آلیس نے البانویون سے خرید کی تھین وہان دیکھین تو نہایت آشفتہ خاطر ہو گئے۔ اور اس قسم کی اور چیزین ملنے کی توقع
سے ہر طرف علہ مین سنگینین گاڑنے لگ گئے۔ مینے اپنا پروانہ راہداری یونانی افسرون کے معاینہ کے لیے بھیجکر کہا کہ مین پارلیمینٹ کا ممبر ہون
آلیس اور آلیبیا نے بھی یونانی اگنبوٹ پر چلی جانے کیلیئے بہتیرا سمجھایا۔ اور کہا کہ مقابلہ ناممکن ہے۔ مگر مین نے نہ مانا۔ اور کہہ دیا کہ اپنی مرضی سے
کبھی نہ جاؤنگا۔ جبرًا لیجائین تو لیجائین۔ گرفتار کنندہ اگن بوٹ کا بھی وہی نام تھا جو اوس دریا کا تھا جس کی پل کے ٹوٹے ہوئے ہونے
کی وجہ سے ہمکو اس مصیبت مین گرفتار ہونا پڑا تھا۔ مینے اس کے کپتان آخر حلفی وعدہ کیا کہ اگر ہم چلی ارمن تم سالونیکا کا سفر جاری رکھنے
مین وہ ہمین ہر طرح سے حتی الامکان مدد دیگا۔ اور سہولت پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ اوس نے اس وعدہ کو پھر آواز بلند دوہرایا۔
تاکہ کسیطرح کی غلطی رہجانیکا امکان نہ رہجائے۔ اسپر ہم مینی اس کی کشتی پر سوار ہو کر اگن بوٹ کو چلے گئے۔ زینہ کے محافظ لفٹنٹ
(نوبت جی ملازمی) نے مجھہ سے ریوالور طلب کیا مگر مینے انکار کر دیا۔ اور جہاز ایونیا پر وولو سے روانہ ہونیکے وقت تک اوسے اپنے پاس رکھا
کپتان خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ ہمنے اوسے پرانی طرز کا تجربہ کار ماہر ملاح پایا۔ اور میالیس نام رکھتا تھا۔ وہ اسی نام کے مشہور یونانی
امیر البحر میالیس کا جسنے محاربہ آزادی مین بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ اور لارڈ بائرن کا بڑا دوست تھا پوتہ ہے۔ اوس نے ہمین روکنی
پر بہت افسوس ظاہر کر کے مجبوری کا عذر کیا۔ اور کہا کہ اوسے ہمارے جہاز کا تعاقب کر کے روکدینے اور نیز کوئی چیز ساحل کی متصل سے
نہ گذرنے دینےکا اعلے افسر کیطرف سے حکم ملا تھا۔ اوسنے ہمارے لیئے تختہ جہاز پر کرسیان بچھوا دین۔ اور تونیاق شراب کی چند گلاس بھجوا
دیئے۔ اوس کے پاس تواضع کیلیئے یہی تکلف کی چیز تھی۔

کپتان کونڈوریٹس

پھر مینی اس بسرعت زاغیسی کیطرف پیچھے کو روانہ ہو گیا۔ ہمارے والا بادبانی جہاز
دنبالہ سے باندہ لیا گیا تھا۔ وہان ہم تیسرے جہاز پر جو تینون سے بڑا کارویٹ قسم کا جہاز
تھا گئے۔ اس کا کمانڈر کپتان کونڈوریٹس شاہ یونان کا ایک یاور اور جہاز کا نام میکالی تہا۔ وہ بڑی شفقت سے پیش آیا۔ اور ہمارے
سفر کے رک جانے پر لمبی چوڑی معذرت خواہی کر کے کہا کہ اوسے یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ بادبانی جہاز پر ہم سوار تھے۔ کپتان میالیس
یا کونڈوریٹس نے اپنے سلوک و برتاؤ سے اس بات کا شایبہ تک بھی نہ گذرنے دیا کہ وہ ہمین اسیران جنگ تصور کرتے ہین۔ مین نے
دونون افسرون کو بتایا کہ ہم بسرعت تمام وطن کو واپس جا رہے ہین۔ ہمین لنڈن مین نہایت ضروری کام ہین۔ اور اونکی وجہ سے

ہمین خشکی تک مقدونیہ جلد وہان پہنچنا لازمی ہے۔ اگر آپ ہمین پلاٹامونا یا سالونیکا بھجوا دین تو بہت مہربانی ہوگی کپتان گونڈرو
نے افسوس ظاہر کیا کہ محاربہ کی وجہ سے وہ ہمین ان دونون مقامات مین سے کہین نہین پہنچا سکتا پھر بطور مشورہ دوستانہ کہا کہ وولو
جانا ہمارے لئے سب سے بہتر ہوگا۔ وہان ہمین ہر طرح کے سٹیمر مل سکین گے۔ اور ہم اون مین سے کسی پر سوار ہو کر جدہر چاہین جا سکین گے۔
اگر ہم چاہین تو وہ جہاز جنگی اس پر ہمین وولو بھیجدینے پر تیار ہے مین نے اس تجویز کو مجبوراً منظور کر لیا منظوری کے سوا اور چارہ
بھی کیا تھا۔ اس مین کوئی کلام نہین کہ یونانی افسرون کی بے حد اندازہ خوش خلاقی اور ہمارے سفر مین سہولت پیدا کرنے کے لیے سعی
تردد ظاہر کرنا سب نمائشی اور مصنوعی تھا ہمین اونہون نے صرف مسئولیت اور جوابدہی سے بچنے کیلئے وولو بھیجا۔ فوجی و ملکی دونون
طرح کے یونانی افسرون اور اہلکارون مین سب سے بڑا نقص اور کمزوری یہی ہے کہ وہ جوابدہی کا بوجہ اپنے سر پر لینا کبھی گوارا نہین
کرتے جب تک ہم وولو نہ پہونچے اور امیر البحر شاماتیلیس سے دوچار نہ ہوئے ہمین اسیران جنگ تصور کرنے کا کوئی ادعا نہ کیا گیا۔

پرنس جارج

بینیی اس ایک بجے وولو کیطرف روانہ ہوا ڈیڑہ گھنٹہ کے سفر کے بعد ہمین راستہ مین ایک کلان
کروزر زیر کمان پرنس جارج ملا۔ اوس نے بینیی اس کا واکاٹ کر کروزر کے پیچھے پیچھے پھر نا تھیس کو واپس
ہونا یہہ دیکھکر ہم حیران رہ گئے۔ اور کپتان کی کارروائی پر سخت اعتراض کیا۔ اوس نے جوابدیا کہ مجھے کروزر سے بذریعہ نشان ایسا کرنیکا
حکم ملا ہے۔ اور میرے لئے اوسکی تعمیل کے سوا اور کوئی چارہ نہین۔ زغیتیس پہونچنے پر پرنس جارج ہمارے جہاز پر آیا۔ اور کپتان بینیی اس
نے ہمین اون کے سامنے پیش کیا۔ شہزادہ خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ اور ہمارے سفر کے رکاو پر بہت افسوس ظاہر کرکے بطور معذرت
بیان کیا کہ ہر ایک چیز کو روک لینے اور مکھی تک کو نہ گذرنے دینے کے احکام صادر ہو چکے ہین پھر اوسنے بھی ہمین یہی مشورہ دیا کہ
وولو جانا ہمارے لئے بہتر ہوگا۔ وہان ہر طرف کو جانیوالے سٹیمر مل سکتے ہین۔ اور بنا برین ہم پھر سفر بآسانی شروع کر سکین گے۔ اوس نے
ایلیس سے دریافت کیا کیا تمنے کوئی لڑائی دیکھی ہے؟ اور جب لڑکے نے جواب دیا کہ تین لڑائیان دیکھی ہین۔ تو بہت خوش ہوا میری
کہا ہمین وسٹینو کے معرکہ عظیم کے دیکھنے کا بہت شوق تھا مگر ضروری کام کی وجہ سے اوس کے پہلے مجبوراً تھیسلی سے چلے آئے۔ پرنس نے ہنستے
ہوئے جوابدیا کہ اگر تم لڑائی دیکھنا چاہتے ہو۔ تو وولو سے بہتر کوئی مقام نہین ہوسکتا تین لڑائیان تمنے ترکون کیطرف رہ کر دیکھی
ہین۔ اب وہان تم یونانیون کیطرف رہکر اوسے بخوبی دیکھ سکوگے۔ شہزادہ انگریزی بہت عمدہ بولتا ہے۔ وہ خوبصورت طویل القامت
شہ زور اور خوشنما نوجوان ہے۔ پیشانی خندہ۔ ملاحانہ وجاہت اور اخلاق شائستہ ہین۔ زمانہ سلف مین وہ بحری قزاقون کا بڑا عمدہ
بادشاہ بنتا۔ ہم اوس کی شکل و شباہت اور اطوار سے بہت خوش ہوئے۔ جہان تک ہم قیاس کرسکے وہ یونانی نیوی مین ہر دلعزیز
تھا۔ اوس کا بڑا بھائی قسطنطین تو ہمین یقیناً ہر دلعزیز نہ تھا۔

بینیی اس پھر وولو کو روانہ ہوگیا۔ اور اس دفعہ راستہ مین کوئی اٹکاؤ نہ پڑا۔ کپتان نہائیت مہربانی اور توجہ سے پیش آتا رہا
ہمنے اوس کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور اوسنے باصرار اپنا کمرہ ایلیس کے سپرد کر دیا مین اوس کے سیلون (ایوان) مین جھکو سے باندھ
سویا مگر اپنے کوٹ کو جس مین میرے پرائیویٹ خطوط اور اہم کاسفارشی خط تھا کمرہ کے دروازہ کے اندر لٹکا دیا ہم دونون پستول

ساتھ لیکر سوئے۔ اور بوٹ و کوٹ کو سوا باقی کپڑے نہ اتارے۔ اگر مین یہ احتیاط نہ کرتا تو میرے خطوط کا بھی وہی حشر ہوتا جو
اَلیس کے روزنامچہ کا ہوا۔ اسباب ہم تختہ (ڈیک) پر ہی چھوڑ آئے تھے۔ رات کو اوسکی خوب تلاشی لیگئی۔ اور الیس کے روزنامچہ کو
ایک جاسوس کی معرفت جو انگریزی جانتا تھا پڑھا گیا۔ یہ جاسوس غالباً وہی سیاہ اور بدشکل شامکی اہلکار تھا جسنے دوسرے دن ہمین
جہاز پر دیکھا۔ اور اوسنے ہماری طرف بُری نظرون سے گھورا۔ یونانی افسرون نے کہا۔ یہ ارمنی ہے۔ مگر مجھے اسپر اعتبار نہین کپتان
نے کہا تھا کہ جہاز پر انگریزی جاننے والا کوئی شخص نہین۔ صرف وہ تھوڑی سی فرانسیسی جانتا ہے۔ اِس معاملہ پر کپتان کو الزام دینا مناسب
نہین ہے۔ محاربہ کے زمانہ مین اکثر حیلہ بازیان روا ہو جاتی ہین۔

(۱۸) فصل ہشتادہم

سر ایلشمیلڈ بارٹلٹ اور یونانی امیر البحر

جنوبی یوروپ یا مشرق مین سیاحت کرنیکے دوران مین سویرے بیدار رہنے کی عادت سے بڑھکر کوئی عادت مفید اور فرحت بخش نہین۔ جسقدر سویرے اُٹھا جائے اوسیقدر زیادہ بہتر ہے۔ اس سے انسان دن کے تمام وقت سے فایدہ اوٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ صبح کے نہایت ہی خوشگوار اور لطیف وقت مین جب کہ مطلع صاف اور ہوا تازگی بخش اور راحت فزا ہوتی ہے قدرت وصنعت کا سرور بخش نظارہ کر سکتا ہے۔ اور اس کی بدولت دوپہر کے وقت کاروبار کو برسرِ انصرام پہونچانے کی تکلیف و مشقت سے جب کہ گرمی اور گرد و غبار کا کوئی حساب نہین رہ جاتا بچ جاتا ہے۔ دورانِ سیاحت مین کبھی ساڑھے چار بجے کے بعد بستر پر نہ رہا۔ اور اِس سویرے اُٹھنے کی برکت و منفعت سے پورا پورا فایدہ اوٹھایا۔ ۶ مئی کو بروزبدہ مین سویرے بیدار اور ضروریات سے فارغ ہو کر پانچ بجے بالائی چھت (ڈیک) پر پہونچگیا۔ اور دیکھا کہ جہاز سرعت سے خلیج وولو مین داخل ہو رہا ہے۔ بندرگاہ اور شہر کا نظارہ نہایت لطیف و دلفریب ہے۔ وولو ایک شہر نہین۔ بلکہ اُسے کئی شہرون یا بستیون کا مجموعہ کہنا چاہیے۔ دو پُرانی بستیان جن کے مکان مشرق کے شہرون کے مکانات کیطرح بے ترتیب اور مختلف شکل و پیرایہ کے ہین پہاڑیون کی چوٹی تک پھیلی ہوئی ہین۔ جدید حصّہ کے مکانات جو خلیج کے شمالمغربی ساحل پر آباد ہے۔ عمدہ ساخت کے ہین اور اسمین کئی خوشنما بنگلے موجود ہین۔ بندر یونانی جنگی جہازون سے بھرا ہوا تھا۔ وزبردست آہن پوش کئی کروزر اور چند تارپیڈو کشتیان وہان لنگر انداز تھین۔ ایک کلان اطالین مصافی جہاز (سارڈینیا) ایک فرنچ کروزر اور ایک انگریزی اگن بوٹ (ڈریڈ)؟ بھی وہان تھی۔ اللہ اکبر آخر الذکر کو ہم کسقدر تمنا بھری نگاہون سے دیکھتے رہے۔ ساڑھے چھ بجے کپتان میلا تیس امیر البحر کے جہاز سپارا پر گیا جاتی دفعہ مین نے اوس سے رخصت کی

کہ وہ میری طرف سے امیر البحر سے یہ مطالبہ کرے کہ یا مجھے انگریزی جہاز پر پہنچا دیا جائے۔ یا انگریزی قونصل کے حوالہ کر دیا جائے۔ مین نے کپتان سے بہ احتیاط بھی انگریزی قونصل کو بلوا دینے کی درخواست کی۔ لیکن اِس سے اوس نے انکار کر دیا۔ کپتان بہت دیر بعد واپس آیا۔ اوسکی غیبت مین کئی ملکی جہاز پر آئے۔ ازانجملہ ایک آتشینکی ہتیار یا کا اجنٹ تھا جس کی شکل نہایت کروہ تھی۔ اوس نے ہمارے برخلاف جہاز کے افسرون کے کان بھرے۔ یہ بات جہاز کے دوم افسر نے جو ہمسے بڑی شفقت و مروت سے پیش آتا رہا۔ اور ڈاکٹر و ونٹیر از خوب صورت نوجوان شخص تھا ہمین در پردہ بتائی۔ کپتان ۴ بجے کے بعد واپس آیا۔ اوس کو ساتھ امیر البحر کے جہاز کا ایک افسر تھا۔ جو انگریزی نہایت شستہ بولتا تھا۔ اوس نے مجھ کہا کہ اوسے ہمین خشکی پر بیجا کر وہان کے ملکی حکام کے سپرد کرنیکا حکم ملا ہے مسئولیت سے پہلو تہی کرنے کی عادت بد کی جو یونانی ملازمون مین راسخ ہے یہ دوسری مثال تہی مین نے دریافت کیا یہ حاکم کون ہین۔ اوس نے جواب دیا کہ اعلےٰ حاکم لاریسہ کا گورنر ہے۔ جو وہان سے دوڑ کر بھاگ آیا تھا۔ اور اب یہان کا حاکم اعلےٰ ہے۔

یونانیون کے ملکی حاکم

مین ملکی یونانی اہلکارون کی خیانت۔ بدکرداری۔ بددیانتی اور ظلم و اعتساف سے اچھی طرح واقف تھا۔ اور جانتا تھا کہ لاریسہ کا گورنر اِس کلیہ سے مستثنیٰ نہین۔ یہ وہی نیک ذات تھا جو ترکون کو پہونچنے سے دو دن پہلے نہایت بزدلانہ طور پر اپنے فرائض کو چھوڑ چھاڑ کر لاریسہ سے بھاگ گیا تھا۔ اور بھاگنے سے پیشتر قیدیون کو رہا کر کے اونہین رنغلین دیگیا۔ جنہون نے نو جگر باجیون کے ساتھ ملکر بے عملی کے دنون مین نہب و غارت کا وہ بازار گرم رکھا۔ اور اپنے ہمقومون بالخصوص عورتون کو ایسا ستایا تھا۔ کہ یونانی باشندون نے ترکون کی پہنچ جانے پر شکر کا کلمہ پڑہا تھی چونکہ اِن افرات شریف کے یہ تمام کارنامے معلوم تہے۔ مین نے جبر کے سوا برضی خود خشکی پر جانے سے قطعاً انکار کر دیا۔ اور انگریزی جہاز یا انگریزی قونصل کے حوالہ کر دیے جانیکا مطالبہ کیا۔ کپتان میالیس نے احکام کا عذر پیش کر کے میری درخواست کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اسپر مین نے خود امیر البحر سے ملنے کی درخواست کی۔ اور میالیس نے بڑے تردد اور پس و پیش کے بعد امیر البحر کو جھنڈیون کے ذریعہ میری درخواست سے مطلع کرنا منظور کیا۔ امیر البحر نے ملنا قبول کر لیا۔ اور ہم گیارہ بجے اوس کے جہاز پسارا پر پہونچ گئے۔ امیر البحر سٹاماٹیلوس نے ہم سے سیلون مین ملاقات کی۔ وہ بیشک خوش اخلاقی سے آیا۔ مگر اوسکی قطع وضع سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بڑا شکی اور وہمی مزاج شخص ہے اور پہلے افسرون کی نسبت وہ ہمین نہایت خطرناک دشمن تصور کرنے پر زیادہ مائل ہے۔ امیر البحر پہ جب تک وہ باتین کرتا رہا بے چینی سی غالب دکھائی دیتی رہی۔ وہ طویل القامت سیاہ فام شخص تھا۔ موچھون کا رنگ خاکستری۔ اور آنکھین بار بار بسرعت نظر ڈال رہی تہین اوس نے قہوہ وغیرہ سے ہماری تواضع کی۔ مینے اوسے کل حالات جن کی وجہ سے ہمین راغبسی آنا پڑا تھا اور گرفتار ہوئے تھے بالتفصیل بتائے۔ اور پھر کہا کہ ہم ملکی حکام کے پاس جانا کبھی منظور نہین کر سکتے۔ ایک ہم اون سے واقف نہین۔ دوسرے ہمین اونپر کوئی اعتماد نہین اپنے ملکی رفقا کی نسبت ایسا کلمہ سنکر امیر البحر اور دو اور افسرون نے جو پاس ہی تہے خفگی کا اظہار کیا مگر مین اپنی رائے پر قائم رہا۔ اور جب مینے یہ کہا کہ یونانی بحری افسرون نے ہمین گرفتار کیا اونہون نے ہی ہمارے سفر مین رکاوٹ ڈالی۔ اور وہی ہمین واپس لائے ہین ہم اون سے واقف ہین۔ اور اونکی پاس اپنے آپکو محفوظ سمجھتے ہین تو اِس دلیل سے امیر البحر کی خفگی بالکل زائل ہو گئی۔ اوس نے چند لمحے غور

کرنیکے بعد جواب دیا کہ اگر ہم ملکی حکام کے پاس جانیسے انکار کرینگے۔ تو وہ ہمین خود بخود آزاد کرنے کا ذمہ نہین اوٹھائیگا۔ بلکہ ہدایات منگوانے کیلیئے اتھینز تار دیگا۔ ہمین بعد مین معلوم ہوا کہ لاریسا کا گورنر انگریزی اخبارات کو بیاکرس سے جو اونہون نے اوسکی متوحشانہ فراری کے متعلق لکہے بہت بگڑ رہا تھا۔ اور مزید برآن اوسے اور وولو کے سربرآوردہ یونانیون کے دلون مین ترکی فوجکی جو قریب پہونچ گئی تھی۔ بہت دہشت سمائی ہوئی تھی۔ اور وہ ہمکو بطور یرغمال قابو کرنے کیلیئے نہایت بےچین ہو رہے تہے۔

بہرحال یہ یقینی امر ہے کہ اگر خشکی پر جاتے تو ہمارے لیئے اچھا نہ ہوتا۔ وہان سخت گہبراہٹ اور ہیجان سی مستولی ہو رہی تھی۔ دوسرے انگریزون کے ساتھ وولو مین جو اوس وقت کمینہ برتاؤ کیا گیا اوس کی حالات اب شائع ہو چکے ہین۔ اور اون سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یونان کے ملکی حکام اور باشندے کوئی بیجا یا بزدلانہ حرکت نہین جس کے مرتکب نہ ہو سکتے ہون۔ امیرالبحر نے ایک خاص قاصد کے ہاتھ میرا خط بھی انگریزی قونصل کو پہنچا دینے کا وعدہ کیا۔ اور انگریزی سفیر متعینہ اتھینز کو تار دینے کی بھی اجازت دیدی۔ بنابرین مینے مسٹر مرلن (قونصل) کی معرفت مسٹر ایجرٹن (سفیر) کو بھیجا۔ اور اوس مین اپنی گرفتاری کی مختصر مگر واضح کیفیت درج کرکے سفیر موصوف سے ہماری رہائی کا مطالبہ کرنے کی درخواست کی۔

قونصل کے انتظار مین ہمنے پیاراپہ دو گہنٹہ بسر کیئے۔ یہ عرصہ امیرالبحر دربار کرتا رہا۔ جس مین اوس کو ماتحت بیڑہ کے تمام کپتان سلام کو حاضر ہوئے۔ اوس نے کہا آج اوس کے ہمنام دلی سینٹ جارج کا دن ہے۔ مگر ہمنے بعد مین سنا کہ آج بادشاہ کے نام کی وجہ سے دربار کیا جاتا تھا۔ لیکن بعد ازان اتھینز سے دربار نہ کیئے جانیکا حکم آگیا۔ جس کی وجہ تب کوئی معلوم نہ ہوئی۔ تاہم ملاحون نے اوس دن بڑا تیوہار منایا۔ صرف یہ فرق ہوا کہ سرکاری طور پر اُسے امیرالبحر کی سالگرہ کا دن ظاہر کیا گیا۔ کئی افسر ہمارے پاس آکر ہمسے گفتگو کرتے رہے۔ ایک کپتان انگریزی جانتا تھا۔ اوسنے آیلیس کو بڑا پیار کیا۔ اور اُسے کچھ مٹھائی بھی دی۔ افسوس ہمکو اوسکا نام یاد نہین رہگیا۔

آخر مسٹر مرلن ایک بجے کے قریب پہونچگیا اور اوس نے ہمین رہائی دلوانے کیلیئے جس قدر کہ کوئی قونصل یا انسان زور لگا سکتا ہے زور دیا۔ مگر امیرالبحر اپنے عزم سے نہ ہٹا۔ بلکہ جون جون مسٹر مرلن نے زیادہ زور دیا۔ وہ اور ضد پر ہوتا گیا۔ مسٹر مرلن نے یہانتک کہا کہ "مین تمکو تحریری اقرار نامہ لکھدیتا ہون کہ اگر تم مسٹر ٹیمپلیڈ کو ابھی چلا جانے دو۔ تو جس وقت یونانی گورنمنٹ اُسے طلب کرے۔ وہ جو الزام اوسپر لگایا گیا ہو اوسکی جوابدہی کیلیئے فی الفور واپس آجائیگا"

اگر امیرالبحر معقول آدمی ہوتا تو اس تجویز کو فوراً مان لیتا۔ مگر صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسیطرح ہمین ہاکرنے کی مسئولیت اپنے سر نہین لینا چاہتا۔ ایک یونانی کپتان نے مجھے بعد مین کہا "ہمارے تمام افسر لوگون سے ڈرتے ہین" لوگون سے اوسکی مراد حقیقت اتھینز کے مفسد طینت باشندون سے تھی۔ مسٹر مرلن کے پاس جب کوئی چارہ نہ رہگیا تو وہ جہاز سے رخصت ہو گیا۔ اور وعدہ کر گیا کہ مین ابھی انگریزی سفیر کو اتھینز تار دیتا ہون۔ اور تمہین دیکھنے کیلیئے پھر بھی آؤنگا۔

بیم و رجا کی حالت مین رکھنے والی لڑائی

دریسٹینو مین اوس وقت میدان حرب خوب گرم ہو رہا تھا ہمنے امیرالبحر سے وہان جاکر لڑائی دیکھنے کی اجازت

طلب کی۔ مگر اوسنے نہ دی۔ دیلسٹنو مین آذولو سے صرف دس میل ہی۔ یہ پہلا دن تہا کہ ہمارے ساتھ اسدن ایسا برتاؤ کیا گیا۔ اور
اوس دن کی آزردگیون مین ایک یہ آزردگی بھی کچھ کم نہ تھی کہ ہم سارا دن توپون کی رعد نما گرج اور رائفلی باڑھون کی مسلسل کڑک
ہوا کے گہوڑون پر سوار دیلسٹنو کیطرف سے آتی سُنتے رہے۔ بہلا شبہ اس سے بڑھ کر بے چین کرنیوالا کونسا امر ہو سکتا تھا کہ ہم ایک ایسی
معرکۂ عظیم کے تمام شور و غل کو تو جسے دیکھنے کا ہمین بڑا اشتیاق تھا سنتے رہین مگر اوسے دیکھ نہ سکین۔ توپون اور رائفلی آتشباری
کی مسلسل و غیر منقطع صدا سے جو دونون بہت قریب معلوم ہوتی تہین صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اوس موقعہ پر جسے ہم نے اچھی طرح
دیکھا ہوا تھا بڑی سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ اور ترک نعیم پاشا کی شکست کا جسے ہم نے گذشتہ جمعہ کو بچشم خود معائنہ کیا تھا۔ داغ مٹانے
اور کرنیل سموئنسکی کو مغلوب کرنے کے لیے جان سپارانہ کوشش کر رہے ہین۔ مسٹر مرلن نے مجھسے ذکر کیا تہا کہ ڈراٹیڈ کا کپتان ٹیمپم چند
انگریز نامہ نگارون کے ساتھ لڑائی دیکھنے کے لیے صبح دیلسٹنو گیا ہے۔ مین نے جہاز مذکور کے لفٹنٹ مسٹر ہملٹن سے جو مجھے ملنے
آیا۔ اور بڑی مہربانی سے پیش آیا تھا۔ درخواست کی کہ جب کپتان واپس آئے تو اوس کی پاس ہماری طرف سے التجا کرے کہ وہ
ہمین جہاز ایونیا پر آکر لڑائی کے حالات بتا جائے۔

شدید آتشباری جو صبح کے ساڑھے دس بجے شروع ہوئی تھی شام کے پانچ بجے کے قریب بند ہوگئی۔ یونانیون کو سارا دن فتح و ظفر
کی پیچے پہونچتی رہے تھی۔ بالآخر سموئنسکی کا یہ مشہور پیغام جس مین اوسنے بجید تعلّی کی تھی پہونچا کہ اوس نے ترکون کی پے درپے سات
مختلف حملون کو پسپا کیا ہے۔ اور اب اوس کی سپاہی ترکون کی خون مین تیر رہے ہین۔ سموئنسکی قابل سپاہی ہے۔ اور صرف وہی ایک ایسا
افسر ہے جس نے محاربہ مین کچھہ قابلیت دکھائی۔ مگر وہ بھی دوسرے یونانیون کیطرح غلو و اغراق اور مبالغہ پسندی کی خوفناک
سودا مین مبتلا ہے۔

مین اسے مخفی نہین رکھنا چاہتا کہ یہ خبر سُن کر مجھے ترکی حملے کے نتیجہ کے متعلق کسیقدر تردد ضرور ہو گیا۔ کیونکہ مین یونانی موقعون
کی بے انتہا مضبوطی۔ ترکی سپاہیون کی جانبازانہ شجاعت اور ترکی جرنلون مین ایکٹنگ کی ناقابلیت سے بخوبی واقف تھا۔ لیکن سات
بجے کپتان ٹیمپم کے آنے پر کل فکر و تردد کافور ہو گیا۔ وہ تھکا ماندہ اور گرد آلود سیدھا میدان جنگ سے ایونا پر آیا۔ اور ترکی سپاہیون
کی شیفتگی شجاعت اور لڑائی کے مفصل حالات ہمین سنائے۔ اوس نے بیان کیا کہ ترک صف در صف اور پلٹن در پلٹن دشمن سے اپنے
آپ کو چھپانے کی کوئی کوشش کرنیکے بغیر علانیہ صبح کے ساڑھے آٹھ بجے کے قریب کرلی سے جو دیلسٹنو سے سات میل ہے روانہ ہوئے اور دو
گھنٹون کے سفر کے بعد از بجی مشغول پیکار ہو گئے۔ ہمارا سابقہ تجربہ و مشاہدہ کپتان کی داستان کی لفظ بہ لفظ تصدیق کر رہا تھا۔
دیر کہے کے چلنا۔ لڑائی سے پیشتر لینا اور صعوبت بخش سفر طے کرنا۔ اور پھر آتے ہی دن کی نہایت ہی گرم اور بے سکت کردینے والی حصہ
مین جانگداز معرکہ آرائی مین مصروف ہو جانا۔ یہ سب ہی باتین تھین جو ہم پہلے ہر موقعہ پر مشاہدہ کر چکے تہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر فوج
کا حصۂ کثیر پہلے دن اسی وقت جب کہ دہوپ مدہم ہو گئی ہوتی دشمن کے قریب پہنچا دیا جاتا۔ اور دوپہر کی بجائے علی الصبح لڑائی شروع
کی جاتی۔ مگر ترکی جرنیلون کو سمجہائے کون۔ تاہم اس مرتبہ نعیم پاشا کی طرح پہلی اون کے ناقابل سخیۂ دہلوانون کو بنوک سنگین فتح کرنے کی

غلطی کا ارتکاب نہ کیا گیا۔ کل زور یونانی میسرہ در قلب پر ڈالا گیا۔ کپتان تیلیم کچھ عرصہ یونانیون کی اگلے مورچون مین رہا۔ مگر آخر آتشباری کی مسلسل بوچھار نے اوسے وہان سے ہٹا دیا۔ اوس نے بیان کیا کہ جب مین واپس آیا اوس وقت ترک سینو تیفالو کی ڈھلوان اور ویلینو سے جنوب مغرب کیطرف کی بلند زمین کو برابر آگے بڑھکر یونانی میسرہ کو الٹ دینے کیلیئے بڑی سخت کوشش کر رہے تہے اُسے ترکون کی کامیابی کیطرف سے نا امیدی نہ تھی۔ بلکہ کہا کہ گو یہ درست ہے کہ یونانیون کے بڑے مورچے ابھی تک بدستور محفوظ اور اون کے تصرف مین ہین۔ مگر ترکون نے اگلے مورچے فتح کرلیئے ہین۔ اور بڑے مورچون کے بالکل قریب پہونچ گئے ہین جن پر وہ بلا شبہہ علے الصبح آخری اور فاتحانہ حملہ کر دینگے۔ وہ ابھی باتین ہی کر رہا تھا کہ پھر یہ فلی باڑہون کی کڑک سنائی دی جو بڑی تیزی سے آدہ گھنٹہ تک جاری رہی۔

جو امر کہ کپتان کا قیاس بالکل درست نکلا۔ دوسری شام کو سمولنسکی نے ۵ میل بجانب جنوب ہالمیروس کو ہٹ جانا قرین مصلحت سمجھا۔ گو یہ امر ابھی تک صاف نہین ہوا کہ آیا اوس نے فرسالہ کی فتح ہوجانے کی وجہ سے مراجعت کی تھی۔ یا خود اپنے میسرہ کے الٹ دیئے جانے کی خطرہ کی وجہ سے۔ غالبًا دونون باتون کا کچھ نہ کچھ اثر تھا۔ بہرحال یہ لڑائی محاربہ کی صعب ترین لڑائیون مین سے تھی۔ اور اسمین یونانیون نے کوئی ایسی بُری کارگذاری نہ دکھائی یہ درست ہے کہ وہ قد آدم مورچون کے پیچھے تہے لیکن ایسے مستحکم موقعہ کو منتخب اور پھر اوسے ایسی مضبوطی کے ساتھ مستحکم اور مورچہ بند کرنیکے کریڈٹ اور نیکنامی کا سمولنسکی ضرور مستحق ہے۔ ان دو دنون کی لڑائی مین ترکون کی ۱۵ سو شہید و مجروح ہوئے۔ اگر لاریسہ کی متوحشانہ بھاگڑ کے بعد یونانیون کا مستعدی کے ساتھ تعاقب کیا جاتا تو یہی نقصان نہین بلکہ فرسالہ اور بالخصوص ڈوموکوس مین ایسا سخت نقصان نہ اوٹھانا پڑتا جو اوٹھایا گیا۔ یونانی فوج کو ٹرناؤس اور لاریسہ کی بیہودہ اسانہ مراجعت و فرار کے بعد ویلینو۔ فرسالہ و ترنکالہ لائین پر پھر مرتب ہونے اور سمبھلنے کا موقعہ ہی نہین دینا چاہیئے تھا۔ فتح سے فایدہ نہ اوٹھا سکنے۔ اور غنیم کی شکست کو سر توڑ بھاگڑ مین منتقل نہ کر دینے سے اپنی فتح کو مکمل نہ کرنے کی وجہ سے ہی ۱۸۲۸ء مین ترکی پر تباہی وارد ہوئی تھی۔ اور ہمین بہت کم شبہہ ہے کہ اگر یونانیون کی بجائے کسی زیادہ شجاع و بہادر دشمن سے مقابلہ ہوتا تو ۱۸۹۷ء مین بھی اس تساہل کا ویسا ہی بُرا نتیجہ نکلتا۔

*

جہاز ایونیا چار بجے ایک عجیب واقعہ گذرا۔ امیر البحر نے اپنا انگریزی دان کپتان بھیجکر ہمین اطلاع دی کہ اوسے ہمین ایتھنز بھیجدینے کا حکم گورنمنٹ کیطرف سے موصول ہوا ہے۔ جہاز ہنی اس کو ہمین لیجانیکا حکم دیا گیا۔ مگر کپتان میاؤلیس نے عذر کیا کہ اوس کے پاس کوئلہ کافی نہین۔ اسپر باربرداری کے کلان جہاز ایونیا کو تیار ہونیکا حکم ہوگیا۔ کپتان میاؤلیس کے انکار کرنے کی غالبًا کچھ اور وجہ تھی جسے مین آگے بتاؤنگا۔ اوس کا تعلق اوس تلاشی سے تھا جو اوس رات کو ہمارے اسباب کی لیگئی تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ اس حرکت سے دل مین بہت نادم تھا۔

ایونیا تین ہزار ٹن وزن کا عمدہ اور خوب آراستہ جہاز تھا ہمین رہائش کیلیے آسایش بخش کمرے دیئے گئے اور کپتان کو ہماری آرام طرح سے

[1] یہ شخص اکتوبر ۱۸۹۵ء مین رالیس کے وزیر اعظم ہونے پر وزیر بحریہ ہو گیا تھا۔ نومبر ۱۸۹۵ء مین تجدید وزارت ہونے پر بھی وہ اس عہدہ پر بحال ہا

خاطر کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔ آیونیا پر ہم سے کل اسلحہ لے لیئے گئے اور اگرچہ ہم کو بالکل نظربند نہ کیا گیا۔ ہمین بالائی جہت اور سیلون مین پھرنے کی پوری آزادی رہی لیکن یہہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ہماری حرکات کی نگرانی کیجا رہی ہے۔ رات کو ایک سنتری میرے کمرہ کے دروازہ کے باہر پہرہ دیتا رہا +

شبہ پیدا کرنے والی کاغذات

امیر البحر کے انگریزی ذِن کپتان نے ہمین سیلون مین طلب کیا۔ جہان ہم سے ایک طرح کے باضابطہ سوال و جواب کیئے گئے۔ خوش قسمتی سے مسٹر مرلن جہاز پر موجود تھا اور مینے باصرار تمام اس بات کا فیصلہ کرا لیا کہ سوال و جواب کے وقت وہ پاس ہے۔ کپتان نے کسیقدر تحکمانہ لہجہ سے سوالات کی ایک فہرست پیش کی۔ اوس نے ایک کاغذ سے کچھہ عبارت پڑہی جسے پہلے مین نے یہ سمجھا کہ یہ وہ تار ہے جو ایتھنز سے موصول ہوا ہے مگر پھر معلوم ہوا کہ یہ وہ مشہور الزام ثابت کنندہ کاغذ ہے جس کی نسبت بیان کیا گیا تہا کہ ہمارے پاس سے دستیاب ہوا ہے اور ایتھنز کے اخبارات نے اوس پر خوب شور و غل برپا کیا تھا۔ اوّل اوس نے مجھہ سے اپنا روزنامچہ اور کتاب یادداشت پیش کرنیکے لئیے کہا۔ مین نے پروانہ راہداری نکال کر دیدیا۔ اور کہا کہ میرے پاس کوئی کتاب یادداشت یا ڈائیری (روزنامچہ) نہین۔ اوس کے بشرہ سے ثابت ہو رہا تھا کہ اوسے میری بات پر یقین نہین۔ مگر جب مین نے درشت لہجہ سے انکار کو دوہرایا تو اوس نے ابلیس کیطرف متوجہ ہو کر کہا تمہارے پاس تو یادداشت کی کتاب موجود ہے اوسی نکالو۔ اس سے مجہے کسیقدر تشویش سی پیدا ہو گئی کیونکہ مین جانتا تھا کہ وہ سیاحت کے حالات قلم بند کرتا رہا ہے جسمین اوس نے اپنے خیالات بالکل آزادانہ ظاہر کیئے ہوئے ہین۔ اور ان خیالات کا یونانیون کی شجاعت و سپہ سالاری کے حق مین فیرل حیثیت اور ترکون کے حق مین ہونا تقینی امر تھا۔ مگر جب ابلیس نے یہ جواب دیا کہ اوس نے پندرہ دنون سے یعنے تھسلی مین داخل ہونیکے وقت سے اپنے روزنامچہ مین کچھہ نہین لکھا۔ تو میرا تردد دور ہو گیا۔ اور مین نے اُسی اپنا روزنامچہ لانے کیلئے کہدیا پھر ۲۰ اپریل سے جس تاریخ ہم سالونیکا سے روانہ ہوئے تہے۔ اوس دن تک کی سیاحت و حرکات کی یومیہ کیفیت قلم بند کرکے مین نے کپتان کے حوالہ کر دیا۔ بعد ازان اوس نے سوال کیا کہ کیا مین پچھلے دنون قسطنطینہ مین تھا مین نے جواب دیا کہ شروع جنوری سے بعد مین وہان نہین گیا پھر اوس نے پوچھا کیا میرے پاس ترکی گورنمنٹ کو پہنچانے کے لیئے کوئی مراسلات ہین مین نے کہا نہین۔ اسپر اوس نے ایک کاغذ سے سلطان المعظم ایک پاشا اور کاڑی۔ کونٹ گولوچس کی اور چند خفیف سے واقعات و روایات کے متعلق ایک لمبی چوڑی مسخر خیز مجنون مرکب عبارت پڑہی جسے سن کر پایا جاتا تھا کہ وہ کسی خوردسال بچے کے خط سے اقتباس کیگئی ہے۔ اوسے سنکر مجہے خواہ مخواہ خیال گذر گیا کہ کہین ابلیس کے کسی چھوٹے بھائی کا خط تو یونانیون کو نہین ملگیا۔ مِن بعد کپتان نے ابلیس سے چند سرسری سوال کیئے۔ ہم نے اوسے دکھا دیا کہ ابلیس کے روزنامچہ کی آخری عبارت ۸ اپریل کو ویانا مین لکہی گئی تھی۔ اور کونٹ گولوچسکی کی ملاقات کے متعلق اوسمین کچھہ حوالہ ہین۔ اس معائینہ پر سوال و جواب کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور کپتان جیسے کا تیسا رخصت ہو گیا۔ اوس نے ہمین بتایا کہ اوسے حکم ہے کہ ہماری روانگی کی اطلاع بذریعہ ٹیلیگرام ایتھنز کرے۔ کپتان مذکور بظاہر خاصہ خوش اخلاق و صاف دل معلوم ہوتا تھا۔ مگر بدوران گفتگو ایک دو دفعہ اوس کے لب و لہجہ اور بشرہ سے واضح ہو گیا کہ وہ بآسانی ظالم و درشت خو بن سکتا ہے۔ سٹینڈرڈ کے قابل نگار مسٹر مانٹگمری کو جسے یونانیون نے

مالیمروس کے قریب پکڑکر پیارا پر بھیجدیا تھا۔ اسی کپتان سے سابقہ پڑا تھا۔ اماوس سے اسنے نہایت عمدہ پیرایہ سے دریافت حال کیا تھا۔ مگر میں یونانی گرفتار کنندگان کے سلوک کی کوئی شکایت نہیں کرتا۔ "جنگ آخر جنگ ہوتا ہے" یہہ ایک عام ضرب المثل ہے اور اوس کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ تاہم ایتھنز اور تھیسلی میں جب ہم نے اسے ہر ایک کی زبان پر دیکھا۔ تو افرینشتے سنتے اکتا گئے۔

کپتان ٹیہم اور مسٹر ہملٹن ہمیں جہاز آیونیا پر ملنے آئے۔ اور مسٹر مرلن نے ساڑھے سات بجے آخری دفعہ ملکر کہا کہ ابہی تک مسٹر ایچرٹن نے تار کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جہاز کا کپتان مارز و میکالیس نیک نہاد اور صاف طینت شخص تہا۔ وہ ہم سے ہر وقت بنوازش پیش آیا۔ وہ انگریزی بالکل نہ جانتا تھا۔ اور فرانسیسی شدبد۔ نائب کپتان اور ڈاکٹر بھی نہایت خوش طبع اور خلیق تہے تاخر الذکر فرانسیسی بہت عمدہ بولتا تھا۔ جہاز کا ایک یونانی باورچی نام اور بدقسمت انگریزی آہن پوش جہاز وکٹوریا[1] پر ملازم رہ چکا تھا۔ اوس کو غرق ہونیکے وقت وہ کسی کام کیلیئے دوسرے جہاز پر گیا ہوا تھا جہاں سے اوسنے اوسے غرق ہوتے دیکھا۔ جہاز کے چرخ نہایت تیزی کے ساتھہ چکر کھا رہے تہے جو بہ سبب ملاح اونکی جھپٹ میں آئے اون کے پرخچے اڑگئے اس دردناک واقعہ کی کیفیت اوس نے نہایت رقت انگیز پیرایہ میں بالتفصیل سنائی۔

ایک یونانی ممبر اور مظالم فرضی

ڈونر پر یونانی بحری افسروں اور ایک ممبر سے دلچسپ گفتگو ہوتی رہی ممبر کا نام پٹیالاس تھا۔ اور تاریخی جزیرہ اتھاکا کیطرف سے جیسے وہ ایتھاک پکارتا تھا ممبر تھا۔ وہ محاربہ میں شامل رہا تھا۔ اور اب پارلیمنٹری فرائض کیطرف متوجہ ہونے کیلیئے ایتھنز واپس جا رہا تھا۔ مسیو پٹیالاس کو ہمنے نہایت متواضع اور خوش اخلاق پایا۔ اوسے ہمارے ساتھہ سچی ہمدردی اور دلچسپی ہوگئی۔ ایک یونانی افسر نے مجھ سے دریافت کیا۔ کیا میں نے کوئی ترکی مظالم مشاہدہ کیئے ہیں۔ پھر باصرار بیان کیا کہ ترکوں نے یونانی مجروحین کو کئی جگہ زندہ جلا دیا۔ میں نے اس بہتان کی فی الفور تردید کرکے اوس سے اون مقامات کے نام بتانے کی درخواست کی۔ اوس نے ٹرناوس کا نام لیا۔ مینے جواب دیا کہ میں وہاں ترکی ہراول دستہ کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ وہاں کوئی ایسا واقعہ نہیں گذرا۔ پہر اوس نے کہا۔ یونانی اپنے مجروحین ترد میکو کے گرجہ میں چھوڑ گئے تھے۔ ترکوں نے گرجہ کو آگ لگا کر کل مجروحین سمیت خاکستر کر دیا۔ میں نے اس پر اپنی طرف سے کچھہ نہ بیان کیا۔ بلکہ تفصیل کا تقاضا کرنے سے پہلے یہ تاکید کر دی کہ ایسی الزامات لگاتے وقت تاریخ و وقت وغیرہ کی بالکل درست تعیین نہایت ضروری ہے۔ اور ساتھہ ہی یہ یاد رکھنا واجب ہے کہ فرضی مظالم کی تشہیر مشتہر کنندگان کے حق میں مفید ہونے کی بجائے الٹی نقصان رسان ہوتی ہے پھر مینے سوال کیا وہ کب تمنے بچشم خود گرجہ کو جلا ہوا دیکھا۔ اور وہ کس دن جلا تھا؟" پہلے تو وہ یہی کہتا رہا کہ اوسنے اپنی آنکھوں سے اوسے جلتے ہوئے دیکھا تھا۔ مگر جب میں جزئیات و تفصیل بتانیکا تقاضا کیا۔ اور اودہر یونانی ممبر نے اوسے آنکھوں آنکھوں میں فہمایش کر دی تو اوس نے کہا کہ اسکی

[1] یہ آہن پوش اول درجہ کا مصافی جہاز تہا۔ پانچ ایک برس ہوئے طرابلس الشام کے قریب انگریزی بیڑہ مشق و قواعد کر رہا تہا کہ ایک جہاز وکٹوریہ سے ٹکرا گیا اور تاخر الذکر پانچ منٹوں میں غرق ہوگیا۔ مغروق ملاحوں کے قبرستان کیلیئے سلطان المعظم نے طرابلس کے قریب انگلستان کو کچھہ قطعہ اراضی کا عطا کر دیا تہا۔

ایک دوست نے جس کے بیان پر اوسے اعتبار ہے یہ کہا ہے کہ جمعہ کو جلتے دیکھا تھا جو جمعہ گذشتہ سے پہلی کو جب نیم پے تلنے ریز و میلو پر بعض ترک و سیمو پر حملہ کیا تھا جلا یا گیا تھا۔ یہ سنکر میں نے پھر تاکید کی کہ اچھی طرح یاد کر کے ٹھیک تاریخ بتاؤ۔ جو ہو سو کہو۔ اوسے اپنی بات پر قائم رہا۔ اسپر مین نے اوس سے کہا کہ تم بالکل غلطی پر ہو۔ اوس جمعہ کو ہم نہ پہنچے تھے تو ریز و میلو مین اور جاکر ان کے جہاز مین اقبال کے اختتام تک رہے۔ وہان کوئی زخمی نہ تھا نہ کہیں کسی نے آگ لگائی تھی جمعہ کے بعد مین اتوار کو بھی ایک انگریزی فوج کے ساتھ ریز و میلو گیا تھا گرجا تب تک صحیح سالم کھڑا تھا۔ اور اوس وقت بھی وہان کوئی زخمی اوس مین نہ تھا۔

یہ جواب سن کر افسر نادم ہونے کی بجائے کسی قدر سوچ مین پڑ گیا اور پھر کہا "کس دن تم نے آخری مرتبہ ریز و میلو کو دیکھا" مین نے جواب دیا "اتوار - دوسری مئی کو" اسپر اوس نے کہا "اوہ مجھسے غلطی ہو گئی! ریز و میلو کا گرجا جمعہ کو نہین بلکہ اوس سے بعد کے دو شنبہ کو جلایا گیا تھا" مین نے "تمہین اسپر پورا وثوق ہے؟ تعیین تاریخ مین مغالطہ نہ ہونے دینا نہایت ضروری ہے" یونانی نے پھر کہا "ہان مجھے پورا یقین اور وثوق ہے" "مین نے تو اچھا سن لو - تمہین اطلاع دینے والے نے بالکل غلط کہا ہے۔ کیونکہ ریز و میلو اور اوس کا گرجا اتوار (۲ مئی) کی رات سے بدھ (۵ مئی) کی صبح تک خود تمہاری فوج کے تصرف مین رہے تھے" یہ سنکر ہمارے مظالم فروش دوست کی دانت کٹی ہو گئے۔ اور پھر اوس نے اس بحث کا نام نہ لیا۔ اوس کا اعتبار جو اوس کو اپنے زود اعتقاد سے زود اعتقاد رفقا کی نظرون مین کچھ رہ گیا۔ اور پھر سارے سفر مین بلکہ جب تک مین یونان مین رہا مینے ترکی مظالم کے متعلق ایک لفظ تک نہ سنا۔ بادشاہ نے مجھسے بالصراحت کہا کہ اوسے ان روایتون پر جو لوگ تھسلی مین ترکون کی سخت مظالم کے مرتکب ہونے کے متعلق مشہور کر رہے ہین مطلقاً اعتبار نہین +

جزیرہ نیگرو پانٹ اور ماراتھان کا میدان جنگ

چالکی آبنائے کا مشہور پل دیکھنے کیلئے مین جمعرات کو بہت سویرے بیدار ہوا۔ اس موقعہ پر بر عظم جزیرہ یو بوا (اگریا نیگرو پانٹ - اغریپوز) سے اسقدر قریب ہی کہ دونون مین صرف ۵۰ فیٹ کا فاصلہ ہے۔ یہان ایک مضبوط آویزان پل بنا ہوا ہے جو جزیرہ کو بر عظم سے ملاتا ہے۔ جہاز گذرنے کیلئے پل مین راستہ کر دیا گیا۔ چالکیس کے مشہور عالم شہر سے جس کے گرداگرد اہالی وینس کے زمانہ حکومت کی خوشنما بر جدار فصیلین بنی ہوئی ہین ہم پانچ بجے کے قریب گذرے۔ ساڑھے سات بجے ہم ماراتھان کے میدان جنگ سے جس کی شہرت قیامت تک قائم رہیگی گذرے۔ ۴۹۰ قبل مسیح مین یہین دس ہزار یونانیون نے ملٹیاڈیس کے زیرکمان ایک لاکھ ایرانیون کو شکست فاش دی تھی[1]۔ سمندر سے ماراتھان کے چھوٹے سے میدان اور وارنا و ماراتھان کی وادیون کا جو میدان سے پرے ہین نہایت عمدہ اور صاف نظارہ ہو سکتا ہے۔ میرے گائیڈ بک (راہنمائے سیاحان) مین میدان جنگ کو جو مختلف موقعے بتائے گئے ہین۔ وہ اور سیروہ ٹیلا تو وہ موسومہ سوراس جہان مقتول ایتھنز دفن کئے گئے تھے۔ جہاز سے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اور قریہ ماراتھان بھی دائین ہاتھ کی وادی کے سرے پر صاف نظر آرہا تھا۔ وہ ساحل جہان بھگوڑے ایرانیون نے

[1] سر ایڈورڈ کریسی اس لڑائی کو ان پندرہ لڑائیون مین اولین لڑائی شمار کرتے ہین جنھون نے کل مہذب دنیا کی تاریخ پر عالمگیر اثر ڈالا کر قومون کے عروج و زوال اور تاریخ عالم کا نیا دور شروع کیا۔ مترجم +

اور فاتح اتھنزیون مین جو ایرانیون کو بھاگنے کا موقعہ نہ دیتے کیونکہ اون کے جہازون پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جانگداز معرکہ آرائی ہوئی تھی یہ سے قریب عین ہمارے سامنے تھا۔ اتھنز کا اعلے مجسٹریٹ کالی ماکس یہین قتل ہوا تھا۔ اور یہین ایک بہادر اتھنزی سینیا غورث نے ایرانی تیر کی ضرب سے اپنا ہاتھ کٹوالیا۔ مگر ایک ایرانی کشتی کو جیسے وہ پکڑے ہوئے تہا چھوڑنا منظور کیا۔ ایرانی سات ہزار اور اتھنزی صرف ۱۹۲ ہلاک ہوئے۔ ماراتھان کو دیکھکر خواہ مخواہ یہ خیال پیدا ہوگیا کہ کبھی یونانی ایسے شجاع اور محب وطن تھے۔ اور اب اونکی یہ کیفیت ہے کسی انگریزی شاعر نے یونان قدیم و یونان جدید کا باہم موازنہ کرتے ہوئے بالکل درست کہا ہے کہ یونان کی زمین تو اب وہی ہے جو پہلے تھی لیکن اب وہ زندہ یونان نہین رہگیا۔ وہ ایسا ہی زرخیز و خوشنما اور دلفریب ہے مگر اس زرخیزی خوشنمائی اور دلفریبی مین مُردون کیسی بے رودتا اور بیجانی موجود ہے۔ ہم اوس کے ساحلون سے رخصت ہوجاتے ہین کیونکہ وہان جان نہین۔ ایک کالبد بے رُوح پڑا ہے"۔

میری رائے مین یونانیون کی تب فاتح رہنے کی ایک اور وجہ بھی تھی۔ جو یہ ہے کہ تب اون کو ترکون سے سابقہ نہ پڑا تھا ایرانی اپنے عروج کے زمانہ مین دلیر و شجاع و جفاکش عثمانی دہقانون کی نسبت بہت ہی نازک و لطیف مزاج ہوگئے ہوئے تھے۔ جزیرہ یوبوا کا تمام ساحلی علاقہ اور اوس کے بالمقابل بر اعظمی ساحل کا علاقہ نہایت زرخیز اور خوبصورت ہے۔ یونان کے صوبہ اٹیکا کی پہاڑیون کی نسبت جو عموماً خشک و بے آباد ہین یہان سبزی و روئیدگی بہت زیادہ ہے سمندر ہر جگہہ بالکل صاف آسمان شفاف و بے ابر اور ہوا ایسی لطیف و پاکیزہ کہ اوس سے زیادہ لطیف و پاکیزہ عالم تصور مین بھی بیان نہین کیجاسکتی۔

یونانی ڈاکو راستہ کے ایک یہ جہان اب سے بہت ہی تنگ ہوگئی ہے لوگون کے انبوہ در انبوہ کھڑے تھے جس وقت جہاز کے ملاحون نے اونکو سمولینسکی کی دوشاندار فتح" کی خبر سنائی تو سب نے خوشی کے نعرے بلند کئے۔ مگر ایونیا کھڑا نہ ہوا روانہ ہوگیا۔ جہاز پر دو بیقاعدہ یونانی سپاہی بھی سوار تھے۔ وہ طویل القامت و مستعد شخص تھے اور گہاگرہ پلٹن کی طرح گہیر دار ازار پہنے تھے اور بھورے رنگ کی ٹوپیان پہنے ہوئے تھے۔ اور اون کے سینے کارتوسون کی پیٹیون سے ڈھنپے ہوئے تھے۔ سب سے اوپر بھیڑ کی کھال کی بیقدری سی پوستینین تھین۔ یہ ذات شریف بنفس نفیس جہاز پر جا بجا پھرتے جدھر دل چاہتا جھٹ سے بیٹھ رہتے اور رات کو تختہ کی چھت پر سورہتے ایک اکثر شیخی بگھارتا رہتا کہ مین نے ضلع فربوس مین اپنے ہاتھ سے بیس ترکون کو تہ تیغ کیا اور اب چند دن آرام کرنے کیلئے اتھنز گھر جارہا ہون۔ میرا خیال ہے کہ بھلی مانس کو ترکی سنگینون کے اور زیادہ مقابلہ کی جرأت نہ رہ گئی تھی۔ وہ اتھینکی ہٹار یاکے دستہ کا آدمی تھا۔

ساڑھے بارہ بجے ہم فالیرم کے قریب پہنچے یہ چھوٹا سا قصبہ خلیج پائریس کے باہر واقع ہے اوس کی بندرگاہ مین دول کا متفقہ بیڑہ با جاہ و جلال خاموش لنگر انداز تھا کہ اگر اتھینز مین بغاوت ہو جائے تو جہانتک کام دے سکے لیکن ساتھ ہی اس لئے شہر سے پرے رہا کہ باشندون کو خواہ مخواہ اور اشتعال نہ پہونچ جائے۔ دو بجے ہمارا جہاز اول درجہ کا موچن کر دو رسان فرانسکو کے دوش بدوش جو نہایت خوبصورت اور مضبوط جہاز تھا پائریس کے بندرگاہ مین لنگر انداز ہوا۔ سہ پہر کے وقت جہاز مذکور کا نائب افسر امریکن امیر البحر کا کارڈ لیکر

ایونیا کے کپتان کے پاس آیا۔ میری اوس سے کچھ گفتگو ہوئی۔ اور اوس نے وعدہ کیا کہ اگر شہر کے بلوائیون نے ہمارے جہاز پر آکر ہم سے کچھ شرارت کرنی چاہیئے تو امریکن جہاز ہماری مدد کریگا۔ بندرگاہ مین انگریزی جنگی جہاز کوئی نہ تھا۔

یونانی ممبر نے ہمین متنبہ کر دیا کہ خشکی پر جانا تمہارے لیئے نامناسب ہوگا۔ اتھنز کے اخبارات نے اشتعال انگیز مضامین شایع کر کے لوگون کو تمہارے برخلاف سخت برافروختہ کر دیا ہوا ہے ان بدبخت اخبارات نے ہمین "جاسوس" کا خطاب دیکر یہ تحریر کیا تھا کہ ہمارے پاس سے الزام جاسوسی کو ثابت کرنے والی کاغذات بھی دستیاب ہوئے ہین شہریون کے طوفان بے تمیزی نے چند دن قبل دو چار تجارتی جہازون پر جن کی نسبت خیال کیا گیا تھا کہ اون پر کریٹی مسلمانون کے لیئے سامان رسد لادا ہوا ہے یورش کر کے اہل جہاز کو خوب زد و کوب کی تھی۔ اور اسباب محمولہ کو سمندر مین پھینکدیا تھا۔ ہمارے ورود سے کچھ دن بعد شہر مانگمری سے اسی مجمع نے نہایت وحشیانہ سلوک کیا تھا۔[1]

مسٹر میکس کی ایلچیانہ کارروائی

ایونیا کا کپتان اتھنز جا کر ایم رالیس کو اطلاع دینے گیا جو وزیر اعظم ہی نہین وزیر بحریہ بھی ہے فی الفور خشکی پر چلا گیا۔ وہ میری طرف سے ایک خط مسٹر ایجرٹن کیطرف بھی لیتا گیا اور ساتھ ہی ایک رقعہ انگریزی قونصل کو بھیجدیا جسمین ہم نے اوس سے جہاز پر آکر ہمسے ملنے کی درخواست کی تھی۔ مگر جب وہ خشکی پر پہنچا تو اوسے بذریعہ ٹیلیفون اتھنز سے یہ پیغام پہونچا کہ خود ایم رالیس ساڑھے چار بجے آکر ہمین ساتھ اتھنز لیجائیگا۔ ہمارے لیئے یہ بڑی خوشخبری تھی مگر ساڑھے چار بج گئے اور ایم رالیس کوئی نہ آیا۔ ساڑھے پانچ بجے ہمنے کپتان اور اوس کے ماتحت افسرون سے دریافت کیا کہ کیا وہ توقف کی کچھ وجہ بتا سکتے ہین؟ اونہون نے کسیقدر تردد کے بعد جواب دیا کہ غالباً وہ بلوائیون کے خوف سے نہین آیا۔

[1] ایسا ہی پاجیانہ سلوک اکتوبر ۱۸۹۶ء مین ایک ترکی جرنیل سے کیا گیا۔ امیر المومنین نے جنرل رجبی پاشا کو افواج مقیمہ تھیسلی و ایپیرس کے سپاہیون اور افسرون مین تمغے اور اعزازی تلوارین تقسیم کرنے کیلیئے بھیجا۔ جنرل موصوف کار مفوضہ سے فارغ ہو کر بندر پریویسا سے ایک آسٹرین جہاز پر سوار ہو کر قسطنطنیہ کیطرف روانہ ہوئے۔ اون کے ساتھ اونکا بیٹا اور جنرل محمد علی پاشا معہ عیال ہی تھے۔ جہاز مذکور جب اتھنز کے بندرگاہ پائریس مین داخل ہوا تو دو ہزار سے زیادہ لچے اور بدمعاش یونانی بایں خیال کہ جہاز پر چند یونانی اسیران جنگ بھی ہین کشتیون پر سوار اوس کے گرد جمع ہو گئے۔ جہاز کے کپتان نے اون کو یقین دلایا کہ کوئی قیدی اسپر سوار نہین ہے۔ مگر اونہون نے ایک نہ سنی اور جہاز مین داخل ہو کر تمام کمرون مین پھیل گئے مسافرون کا اسباب لوٹ لیا اور ترکی افسرون کو بیحرمت کیا۔ یونانی گورنمنٹ نے اطلاع ملنے پر کوئی تدارک نہ کیا۔ آخر آسٹریا کے ایک جنگی جہاز نے دو کشتیون پر بحری سپاہی امداد کو بھیجکر مجمع کو منتشر کیا۔ اور محمد علی پاشا اور دیگر مسافرون کا مال واپس دلایا۔ محمد علی پاشا کی اہلیہ خوف و دہشت سے کئی ہفتے بیمار ہین۔ یونانی گورنمنٹ نے آسٹرین گورنمنٹ کی بازپرس پر بعد مین بندرگاہ کے افسر اور پولیس کے اعلے عہدہ دار کو موقوف کر کے معافی مانگی ترکی اخبارات نے انگریزی اخبارات سے دریافت کیا کہ کیا تمہاری مہذب یونانی قوم کی یہی شرافت ہے جسپر تم اس قدر نازان ہو مگر آفرین ہے ترکون کو کہ اس واقعہ کے بعد بھی کسی یونانی مسافر یا جہاز کو ترکی بنادر یا سمندرون مین ذلیل کرنے کا اون کو خیال تک نہین گذرا۔

۸ بجے مسٹر میکس مسٹر زیچرٹن کیطرف سے جہاز پر پہونچا۔ وہ دراصل پایریس مین قونصل تہا۔ مگر کام کی کثرت کی وجہ سے اس وقت اتھنز کی سفارت مین بطور اتاچی کام کر رہا تھا۔ وہ یہ خوش خبری لایا کہ ایم رالیس نے سفیر سے ملاقات کرکے ہمین رہا کر دینے اور انگریزی سفارت کے سپرد کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ مسٹر میکس ٹرین کا انتظار کرنے کے لیے گاڑی پر اتھنز سے آیا۔ ادہر ہمنے کپتان سے ہمین اسیوقت ساتھ لیجانے کی اجازت مانگی۔ کپتان نے عذر کیا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی حکم ابتک نہین ملا۔ اسپر مسٹر میکس اوس سے صاف انکار کرا دینے کے درپے ہو گیا۔ مگر کپتان حیلہ حوالے بتاتا رہا۔ جب مسٹر میکس نے آخری سوال کیا۔ "ما حصل یہ ہے جو انگریزی سفیر متعینہ اتھنز کا قائم مقام ہے۔ سر اشیبالڈ یا ٹلٹ اور اوس کا فرزند جو الہ خیبے انکار کرتے ہین۔ اونکا جواب دو حرفی ہان یا نہ دیا جائے"

کپتان نے جو فی الواقع نیک نہاد شخص تھا رک رک کر آخر صاف انکار کر دیا۔ اور مسٹر میکس اس انکار پر خفا ہو کر خوش خو واپس چلا گیا کیونکہ اس انکار سے اوسے یونانی گورنمنٹ سے بازپرس کا توقع ملگیا۔ سات بجے کپتان کو پیغام پہونچا کہ چونکہ دن کے وقت ہمارا خشکی پر اترنا خالی از خطر نہین۔ ایم رالیس دیر کرکے آئیگا۔ چند سرخ کوٹ و سرخ ٹوپی والے اطالین مجاہدین کشتیون پر سوار ادہر ادہر بندرگاہ مین پھر رہے اور مختلف جہازون کی سیر کر رہے تھے۔ اہل جہاز چندان تپاک کے ساتھ اون سے پیش نہ آتے۔ ان مین سے کچھ بندر مین ادہر اودہر اٹھکیلیان کر رہے تھے۔ ہم ایم رالیس کا انتظار کھینچ رہے تھے کہ ایک بڑا تجارتی جہاز یونانی مجاہدین سے بھرا ہوا بندر مین داخل ہوا یہ لوگ عثمانیہ علاقہ سے اور زیادہ تر تھسلی سے آئے تھے۔ وہ تقریباً سب کے سب ابھی نوعمر لڑکے تھے۔ اور جہاز کا ہر گوشہ و کونہ اون سے بھرا ہوا تھا۔ ان جاہل و بعلم اور کمزور جسم لڑکون کو جہاز کے بندر مین داخل ہوتے وقت "جہاد جہاد" کے نعرے لگاتے ہوئے سن کر اونکی حالت اور بیوقوفی پر ہمین بڑا رحم آیا۔ اون کو ابھی معلوم نہ تھا کہ لڑائی کس جانور کا نام ہے۔ اور وہ کیسی خوفناک چیز ہے۔ کئی گھنٹے انتظار مین گذر گئے۔ سب نے شام کا کھانا افسردہ دلی سے کہایا۔ یونانی افسر تاخیر و درنگ سے ہمسے بھی زیادہ پژمردہ خاطر ہو رہے تھے۔ وہ ہمین جہاز پر رکھنے کی ذمہ داری مین مبتلا ہونا پسند نہین کرتے تھے۔ ہمنے اونہین بہم ظریفانہ پیرایہ مین کہا کہ اگر کسیطرح کے بلوہ کا اندیشہ ہے تو اونہین ہمارے ہتھیار ہم کو واپس کر دینے چاہئین تاکہ ہم حملہ کی صورت مین اپنا بچاؤ کر سکین۔ کپتان نے وعدہ کیا کہ جس گودام کے کمرہ مین وہ ہتھیار بند ہین اوس کے دروازہ کا قفل کھول دیا جائیگا۔ آخر سیلون سے باہر جہان ہم قہوہ پی رہے تھے کسیقدر ہلچل ہونے سے واضح ہو گیا کہ کوئی آیا ہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد یونانی بہنے سرو قد کہڑے ہو کر مسرت بھرے لہجہ مین کہا "یہ لیجیے ایم رالیس آ گئے" اور اسیوقت وزیر اعظم کمرہ مین داخل ہو گیا۔

یونانی وزیر اعظم

ایم رالیس پست قامت اور چست و چالاک شخص ہے۔ آنکھین روشن و بیقرار طینت سیماب وش چہرہ خوب گھٹا ہوا۔ اور سر کے بال سفید اور بکھرے ہوئے۔ ایم رالیس کو ایک لحظہ سکون نہین۔ وہ ہر وقت متحرک رہتا ہے۔ اور بولتا نہایت تیزی اور طلاقت کے ساتھ ہے۔ اوسکی شکل و شباہت خوش آیند تو ہے مگر موثر نہین تاہم اوس کا بشرہ بتا رہا تھا کہ وہ اکثر یونانیون کی نسبت زیادہ صاف باطن اور نیک ضمیر شخص ہے۔ اوس کے ساتھ صرف ایک منشی اور ایک چھوٹا سا عجیب الہیئت آدمی تہا۔ آخر الذکر وزیر کے پیچھے تھا اس لیے اوسے ہم بخوبی نہ دیکھ سکے۔ وزیر نے آتے ہی بڑے تپاک کے ساتھ

ہم سے مصافحہ کرکے ہمارے رکاؤ پر افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ اِس سے جو تمہین تکلیف پہونچی ہے اوسکا مجھی بہت رنج ہے ۔ ایم آلیس نگ ہتھ وہ بہت بے تکلفی کے ساتھ پیش آیا جس کے گلی کو ٹھوڑی کے نیچے سے پکڑکر اوسنے کئی چٹکیان کسیقدر زور کے ساتھ لین ۔ نوڈسے کو یہ حرکت سخت ناگوار گذری ۔ اوس کا رنگ غصہ سے سرخ ہو گیا ۔ اور ہاتھون سے اسکا جواب درشتی سے دینی ہی لگا تھا کہ مین نے جھٹ پٹ اوسے کہا کہ "وہ صرف پیار سے ایسا کر رہا ہے" جس سے ایلس کا غصہ فرو ہو گیا لیکن اگر مجھ سے ذرا سا بھی توقف ہو جاتا تو وہ ضرور ایم ایلس کو دو چار گھونسے رسید کر دیتا ۔ ہم سے بعد وہ پٹیالاس سے چند منٹ باتین کرتا رہا ۔ یہ ممبر اگرچہ ٹولیا نیس کے فریق مین سے تھا مگر نئے وزیر سے موافقت کر لیا اوسنے ناپسند نہ تھا ۔ بعد ازان مین اور وزیر کچھ عرصہ باتین کرتے رہے مین نے اوسے کہا کہ میری لئے مین لڑائی کا جلد ختم ہو جانا نہایت مناسب ہی ۔ لڑائی دونون ملکون کے حق مین مضر ہے ۔ ترکی اور یونان کو آپس مین دوست رہنا چاہئیے ۔ نہ کہ دشمن ۔ وزیر نے کہا "غالباً جرمنی اور روس قابل اطمینان تصفیہ کی بہت کچھ مزاحمت کرین گے" پھر کہا "تمہارا مشورہ بیشک نیک ہی مگر بعد از وقت دیا گیا ہے ۔ تمہارے کہنے سے پیشتر ہی دول عظام نے خود بخود دبلا تحریک بیچ بچاؤ کرکے صلح کرا دینے کا منشاء ظاہر کیا ہے" اوس نے خود بخود کا لفظ اسلئے کہا تھا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ یونان نے دول سے التجا کی ہے ۔ لیکن ہمین کوئی شک نہین کہ یونان نے علانیہ نہ سہی در پردہ پرائیوٹ طور پر ضرور التجا کی تھی ۔ ایم رالیس نے باتون باتون مین ذکر کیا کہ لڑائی ختم ہو چکی ہے ۔ مگر یہ بیان صریح غلط ثابت ہوا ۔ وہ بجھے ۶ مئی کو آیو نیا پر ملا ۔ اور لڑائی اوس سے پندرہ دن کے بعد یعنے ۲۰ مئی کے معرکۂ ڈومو کوس کے پیچھے بند ہوئی مین نے اوسے کہا کہ اگر انعقاد صلح کے متعلق مین قسطنطنیہ یا کہین اور کسی کار آمد ہو سکون تو مجھے دریغ نہین ہو گا ۔ ایم رالیس نے اس کا شکریہ ادا کرکے بتایا کہ یونانی فرسالہ کو چھوڑ آئے ہین ۔

یہ نہایت اہم خبر تھی کیونکہ فرسالہ کو چھوڑ دینے کا حکمی نتیجہ یہ تھا کہ ڈومو کوس کو بھی چھوڑ دیا جائے ۔ باتون سے فارغ ہو کر ہم سب چلنے کو تیار ہو گئے ۔ اوس وقت مین نے اپنے اسلحہ کی واپسی کی درخواست کی ۔ وزیر ایم رالیس نے اونہین فوراً واپس کر دیئے جانیکا حکم دیا ۔ لیکن جب ہم نے گراس رفیلون اور یونانی تلوارون کا جو ایلس نے تھسلی مین البانویون سے خریدکی تہین نیز دیگر اسلحہ زتلوار پستول اور خنجر کا مطالبہ کیا ۔ تو ایم رالیس نے اوّل الذکر اسلحہ باین دلیل ہمین واپس دینے سے انکار کیا کہ وہ یونانی گورنمنٹ کی ملکیت مین ہین اور اوسے اپنی ملکیت پر پھر متصرف ہونیکا کامل استحقاق حاصل ہے ۔ مین نے عذر کیا کہ ہم مصاف کنندہ نہ تھے ۔ اور اسلحہ مذکور جائز طور پر ان لوگون سے جنہین وہ میدان جنگ مین لاوارث ملے تھے خریدے گئے تھے ۔

میرا خیال ہے کہ اگر ہم اکیلے ہوتے تو ایم رالیس یہ ہتھیار بھی ہمین واپس دیدیتا ۔ مگر جہاز کے کل افسرون کے سامنے جو اس بحث کو دلچسپی اور کسیقدر نا راضگی کے ساتھ سن رہے تھے اوس نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا مین نے بھی روانگی مین زیادہ توقف ڈالنا قرین مصلحت نہ سمجھکر اس بحث کو اس فقرہ پر ختم کیا "ایم رالیس چونکہ آپنے یہان آکر ہمین ملنے سے ہم پر احسان کیا ہے مین اس معاملہ پر اس وقت زور نہین دیتا اور مزید بحث و دعاوی کو کل پر ملتوی رکھتا ہون" ۔

فصل نوزدہم (۱۹)

پائرس و ایتھنز

جس وقت ہم خشکی پر پہونچے اوس وقت اگرچہ دس بجے کا عمل تہا۔ مگر ساحل پر بیشمار ہجوم ہمارے انتظار مین کھڑا تھا۔ ہم گاڑی پر سٹیشن کو گئے۔ جہان ساحل سے بھی زیادہ ہجوم جمع تھا یہ ازدحام دیکھکر ماسیو رالیس کا دل بہت سہم گیا۔ کیونکہ گو ہجوم نے عملًا مخاصمت کا کوئی اظہار نہ کیا۔ مگر اوس کے تیور بگڑے ہوئے تہے۔ اور ذرہ سی تحریک پر وہ مشتعل ہو سکتا تھا۔ بدقسمتی سے ٹرین کی روانگی کے وقت کی متعلق غلطی ہوگئی۔ اور ہم آدہ گھنٹہ پہلے آگئے سٹیشن ماسٹر نے ہمین اپنے کمرہ مین لیجا کر دروازہ بند کر دیا۔ لیکن مجمع بڑہتا گیا۔ اور کئی لوگ دروازہ کے پاس آکر ہمین گھورتے رہے اسپر دروازہ کو مقفل کر دیا گیا۔ لیکن مجمع کا شوق کم نہ ہوا۔ وہ دریچہ کے بیرونی کٹہرے پر چڑہ کر یکے بعد دیگرے ہمین دیکھتے رہے۔ ایلیا کی ترکی ٹوپی سے بالخصوص وہ بہت بڑی دلبستگی تھی۔ اور اوسکی طرف بار بار انگلیان اٹھ رہی تھین۔ یہ دیکھکر اب پہلی مرتبہ ایلیا کا حوصلہ جاتا رہا۔ گرفتاری کی وقت اوس کا استقلال برابر قایم رہا تھا۔ اور جہاز کے یونانی ملاحون کی چھیڑ چھاڑ سے بھی جو اوسے ہر وقت لڑائی کی دعوت کرتے رہتے تھے وہ نہ گھبرایا تھا۔ مگر اب ایک تو یہ بھی خاص وجہ تھی کہ اوس کے پاس کوئی ہتھیار نہین رہ گیا تہا۔ اور وہ اجنبی ملک مین بیگانون کی قید مین گرفتار اور بالکل بے پناہ تھا۔ اوس نے لمبی لمبی سانسین بھرنی شروع کر دین۔ اور اوسکی حالت غشی کی قریب پہونچ گئی۔ سب سے پہلے ایلیس نے اوس کی اضطراب کو دیکھا جسپر اوس نے ایلیا کی پاس جاکر اوسکی پیٹھ کو تھپکا۔ اور اوسے حوصلہ دلایا کہ میرا (یعنی ایلیس کا) ریوالور دس بلوائیون کے لیئے کافی ہے۔ ایلیس کے بعد ایم رالیس نے بھی اوس کے رخسارون پر ہاتھ پہیر کر اُسے بہت کچھ تشفی لائی اور ہمنے وعدہ کیا کہ ہم سب آخری دم تک اوسکی حفاظت کرینگے۔

اتنے مین ٹرین تیار ہوگئی۔ اور ہم کمرہ سے باہر نکل آئے ہجوم ہمارے گرد امڈ آیا۔ مگر کسی نے حملہ نہ کیا۔ ایم رالیس نے اکثر لوگون سے مصافحہ کیا جس سے وہ خوش ہوگئے۔ اور کوئی شرارت نہ کی۔ اس وقت تک ایلیا کا حوصلہ بالکل بحال ہو چکا تہا۔ وہ باوقار لاپروائی کے ساتھ ہمارے ساتھ ساتھ آیا۔ ہم سب جھٹ پٹ ایک کمرہ مین بیٹھ گئے۔ اوس کا دروازہ مقفل کر دیا گیا۔ اور ٹرین ایتھنز کو روانہ ہوگئی۔ وہان کی سٹیشن پر بھی ہجوم موجود تھا۔ مگر وہ نہ اتنا زیادہ تہا۔ اور نہ اس قدر جوشیلا۔ ایک مہوش سکاچ نے جو اسٹریلیا سے آرہا تھا میرے قریب آکر نہایت رقت کی ساتھ ہمدردی اور تاسف کا اظہار کیا۔ اوس کی خیال مین گویا ہمین پھانسی دینے لیجا رہے تہے۔ سٹیشن پر گاڑی تیار تھی سو ہمین ایم رالیس سیدہا انگریزی سفارتخانہ کو لیگیا۔ سفارتخانہ کی عمارت بہت خوبصورت اور یونانی طرز کی ہے۔ وسط مین ایک عمدہ ایوان ہے۔ اور نچلی منزل کی سامنے سنگ مرمر کا زینہ ہے۔ انگریزی سفیر مسٹر ایجرٹن جو نہایت قابل قدر اور خلیق شخص ہین۔ اور علم و عقل دونون کی وافر مقدار رکھتا ہے نصف زینہ تک ہمارے استقبال کو آیا۔

مسٹر ایجرٹن اور ایم رالیس۔

چند لحظون تک دونون مدبر اس سوچ مین خاموش کھڑے رہے کہ گفتگو کس طرح شروع کی جائے ایم رالیس حیران تھا کہ کیا کہے اور مسٹر ایجرٹن اوسے اور ہم کو باوجود حیرت و تاسف کی نگاہون سے اسطرح دیکھتے رہے کہ گویا وہ ایم رالیس سے اس معاملہ کی کیفیت طلب کر رہے ہین۔ آخر یونانی وزیر اعظم نے سنبھلکر نہایت نرمی کے ساتھ فرانسیسی مین یہ کہا "سفیر صاحب۔ یہ بیچارے اسیرون کو صحیح سالم مین آپ کے حوالہ کرتا ہون"۔ اس کے بعد ہمین اور سفیر کو سلام کہکر رخصت ہوگیا۔ سفیر ہمین نہایت تپاک سے ملا۔ اور کہا "مین شام کے کھانے پر تمہارا منتظر رہا"۔ پھر ہمین سفارت خانہ مین ٹھیرنے کی لئے کہا۔ بحالت موجودہ ہم نے اس مہمان نوازی کو بلا تامل منظور کر لیا۔

سر ڈانلڈ والیس[1] سکینڈری ٹائیمز کا نامہ نگار بھی وہین فروکش تھا۔ اوس نے ہمین اپنے مشاہدات بالتفصیل سنائے۔ ٹرناووس اور لاریسہ کی بھاگڑ مین ۲۳ اور ۲۴۔ اپریل کو وہ بھی شامل تھا۔ اور اوس وقت اکثر دوسرے انگریزون کیطرح جن کو یونانیون کی شجاعت پر بڑا ناز تھا۔ اسپر بھی اس شجاعت کی قلعی اچھی طرح کھل گئی۔

دوسرے دن مین صبح کے پانچ بجے بیدار ہوکر اتھینز کے پرانے قلعہ کو جسے دیکھے ہوئے ۱۹ برس ہوگئے تھے روانہ ہوگیا یہ مقام واقعی کمال شاندار ہے! اوسے دیکھکر اوس کی گذشتہ شان و شوکت کے واقعات کی یاد فورًا دل مین تازہ ہو جاتی ہے اور اوسکی نوادرات اور قدیم عمارتون کی بیمثال لطافت سے آنکھون کو سچا سرور اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔ بار آتھی نان [illegible] دیکھا۔ ارک تھی ام اور اوسکی اسٹیپرس کا مندر بلا مبالغہ نادر الوجود عمارتین ہین۔ مین آریوپیگس[2] کی سہل اور بلندی پر بھی چڑھا۔ اور پہاڑی تہ خانہ مین بھی گیا۔ یہ وہی بلندی ہے جہان کھڑے ہوکر ۱۸ سو برس ہوئے سینٹ پال نے اہالی اتھینز کے دلون کو ہلا دیا تھا۔ اور یہ وہی تہ خانہ تھا جہان سقراط نے زہر کا پیالہ پیکر جان جان آفرین کے سپرد کی تھی۔ پنکس کی مشہور آفاق پہاڑی بھی جسکا نام پریکلیس کلیون ڈیماستھنیز اور اتھینز کے زمانہ عظمت و شوکت کے تمام مشاہیر کی یادگارون اور کارنامون سے وابستہ ہے۔ بالکل پاس تھی۔ اللہ اکبر ان نامورون کے مقابلہ پر زمانہ حال کے یونانی کیسے حقیر اور ہیچ دکھائی دیتے ہین۔ اون پر رومن جنرل مارک انٹونی[3] کا یہ مصرع "اے ابنائے وطن۔ یہ گرنا کیسا گرنا تھا!" یا کارڈینل وولزے کا یہ پر از حزن و اندوہ مقولہ "جب وہ گرے گا شیطان کیطرح گرے گا۔ اور کبھی نہ سنبھل سکیگا" کیسا صادق آتا ہے۔ یونان کو کامل تباہی سے بچانے کے لئے جو اوسکی سر ساختہ اور بزدلانہ حماقت نے اوسپر تقریبًا وارد کر دی ہے۔ بلا شبہ کسی "ہیرو" کی ضرورت ہے۔ اور سرزمین یونان بزبان حال سے ہر وقت بارگاہ ایزدی مین یہ التجا کر رہی ہے۔

---

[1] یہ صاحب لارڈ ڈفرین گورنر جنرل ہندوستان کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت مین کئی برس ہندوستان مین رہ چکے ہین۔ اس عہدہ کو قبول کرنے سے پہلے بھی ٹائمز کے نامہ نگار تھے۔ اور اسی حیثیت سے روس کی سیاحت کرکے اوسپر ایک کتاب تحریر کی تھی۔ جو انگلستان مین عام مقبول ہوئی۔ مترجم۔

[2] مسلمانون کا قبرستان بھی جو کئی سو برس یونان پر قابض رہے اسی پہاڑی کی ایک جانب ہے۔ اتھینز ۱۸۳۳ء تک قبل مسیح مین آباد ہوا تھا۔

[3] جسے مصر کی حسین ملکہ کلیوپیٹرا کے عشق نے کسی کام کا نہ چھوڑا تھا۔

اے[1] خدا! آن صاحبِ عقل و تمیز — کان توانائی و شہرت داشت نیز

حیف او بر داشتہ رختِ سفر — رفت زین عالم بدنیائے دگر

از فراقش حالِ یونان زمین۔ — دردناک است و بد انجام و حزین

قوم دارد بہر شخصے احتیاج۔ — کو کند درد زوالش را علاج

گر بود اولاد بائے[2] و یا اسیر — یا بود فرزند درویش فقیر۔

اعتراضے نیست ما گویم فاش۔ — ہرچہ بادا باد مرکاذب مباش۔

وزیر اعظم کا دفتر

ناشتہ کے بعد مین ایم رالیس کو وزارت بحریہ مین اوس کے دفتر جا ملا۔ اور آنے کی وجہ یہ بتائی کہ چونکہ آپ ازراہِ شفقت مجھی جہاز پر ملنے گئے تھے۔ اِس عنایت کے عوض مینے آج حاضر خدمت ہونا ضروری سمجھا۔" رالیس اس دلیل سے بہت خوش ہوا۔ اور کچھ عرصہ فرحان و مسرور دوستانہ باتین کرتا رہا۔ اوس کی پرائیویٹ کمرہ کو دیکھکر مین دنگ رہگیا۔ مین ہی نہین جو دیکھتا دنگ رہجاتا۔ اور اس حیرت مین پڑجاتا کہ وزیر موصوف کوئی کام کسطرح کر سکتا ہے۔ وہ ہر قسم اور ہر منزلت کے لوگون سے جن مین افسر۔ اخبار نویس۔ سائل۔ سپاہیون۔ سکرٹری حتی کہ عورتین بھی شامل تھین۔ بھرا ہوا تھا۔ اور وزیر ان سبہین اِدہر اُدہر جلد جلد چکر لگاتا ہو۔ ہر ایک سے کچھ نہ کچھ گفتگو کر رہا ہے۔ اب ادہ سے اس شخص نے قابو کیا ہے۔ اوس سے خلاصی ہوئی تو دوسرا سامنے آگیا۔ اور وزیر ہے کہ سب کی معروضات سن لینا اور کسیکو انتظار مین نرکھنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اوسکی یہ کارروائی بلاشبہ حیرت انگیز تھی۔ مجھے بتایا گیا سارا دن یہی کیفیت رہتی ہے۔ مسٹر رالیس کو کہین بہت رات گذر جانے کے بعد اور صبح کو بہت ہی سویرے تنہا اور چپ چاپ کام کرنیکا موقعہ ملتا ہے۔ مین کمرہ ہی مین تھا کہ ایک خوبصورت یونانی خاتون (لیڈی) اپنے بھائی کے حالات جو فوج مین افسر اور محاربہ مین شریک تھا۔ دریافت کرنے آئی۔ وہ انگریزی عمدہ بولتی تھی۔ ایم رالیس نے ایک نہایت بانکا فقرہ کہکر مجھے اوس سے روشناس کرا دیا۔ اور ہم دونون نے الفور محاربہ اور اوس کے اسباب و بواعث کے متعلق طویل و خوشگوار بحث مین مصروف ہوگئے جسمین مینے اپنی حسین مخاطبہ سے حتی الامکان بہت کم اختلاف کرنے کی کوشش کی۔ یونانی زبان مین بانکے فقرون کی کوئی کمی نہین۔

رخصت ہونیسے پہلے مینے پھر ایم رالیس سے آئیلیک کے اسلحہ اور آئیلیس کی رئفلون اور تلوارون کی واپسی کی باضابطہ مگر مؤدبانہ درخواست کی۔ اوسنے ایلیا کی اسلحہ واپس کردینے اور دوسرے معاملہ پر موافق و مناسب غور کرنیکا وعدہ کیا۔ مگر ہمین کوئی ہتھیار واپس نملا شاید اِس وجہ سے کہ ہم جلد ایتھنز سے روانہ ہوگئے۔ اوسی دن سہ پہر کو ہمنے ٹائمز اور سٹینڈرڈ کے نامہ نگاران مسٹر بورشیر اور مسٹر میر مین سے

[1] انگریزی نظم کا لفظی ترجمہ یہ ہے "دیا رالہا مجھے ایک ایسی باعقل و ہوش مصاحبِ دل اور کارکن شخص کی ضرورت ہے جو اون سادہ فراخ بڑے ادیبون ایسا ہو جو اُنسے جو ہمیشہ کیلیے رخصت ہوچکے مین اس پرآشوب و پرفتن سرزمین کو ایک کم سخن اور باعزم انسان کی ضرورت ہے خواہ وہ میر کا فرزند ہو۔ یا خود مختار بادشاہ کا۔ اور خواہ جمہوری خیالات کا ہو مگر ایسا ہو جو حکومت کرجاتا ہو اور جھوٹ نہ بولتا ہو۔"

[2] بے۔ بک۔ بیگ۔

ملاقات کی۔ دونون خلیق اور خوب باخبر جنٹلمین تھے۔ انکی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ ایم رالیس کے ساتھ جو سپت خاست سا شخص جہاز پر گیا تھا وہ ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار تھا۔ اس نامہ نگار نے ہماری ملاقات اور ایم رالی کے متعلق اپنے اخبار مین خوب دل پسند من گھڑت کہانیان شایع کین ◆

اطالین مجاہدین ہم نے گاڑی پر سوار ہو کر کئی گھنٹہ اتھینز کی سیر کی۔ اور قدیم یونان کی دلفریب یادگارون اور خوشنما مطلع اور شفاف موسم سے خوب حظ اٹھایا۔ اور جو چیز قابل دید تھی سب کو دیکھا بازار تمام ملکون کی باشندون۔ مجاہدین اور بیقاعدہ سپاہیون سے بھرے ہوئے تھے۔ انمین سی ایک بھی شکل و شباہت سی بہادر یا معتبر نظر نہ آتا تھا۔ فی الحقیقت اتھینز مین اوس وقت تمام یوروپ کا فضلہ جمع ہو رہا تھا۔ ان لوگون مین زیادہ تر اطالین مجاہدین تھی جن مین سے اکثر ابھی سولہ برس ہی لیکر ۱۷ برس کی عمر تک کی خام لونڈے تھے مگر وہ ٹوپی اور کوٹ اوسی سرخ رنگ کی پہنے ہوئے تھے جسی چالیس برس ہوئے اٹلی کے آزاد کنندہ گیری بالڈی نے اپنے آدمیون کی وردی کے لیئے پسند کیا تھا۔ انمین سی اکثر کے پاس ریوالور تھی اور سب محض بلا غرض و بیفایدہ صرف لوفرپن کرنے پھرنے کے لیئے ادہر ادہر چکر لگاتی رہتے تھے۔ ان نام نہاد اور خود ساختہ گیری بالڈین مجاہدین مین فی الحقیقت بہت سی یونانی ہی تھی جنھون نے ادہر ادہر جھومتے پھرنے کے لیئے اطالین لباس پہن لیا ہوا تھا۔ رات کیوقت یہ غیر منتظم اور بیقاعدہ (باشی بزوق) گروہ در گروہ بڑے چوک مین جمع ہو کر بہت دیر تک گاتے اور چلاتے رہتی کبھی اس وقت پستول بھی چلاتے تھے الغرض یہ لوگ یونانی حکام کیلئے سخت وبال جان ہو رہے تھے ◆

(۲۰) فصل بستم

شاہ یونان شنبہ کی صبحکو ساڑھے دس بجے بادشاہ کے یاور (حاجب۔ ایڈیکانگ) نے خط بھیجکر مجھے بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لیئے فی الفور محل کو آنے کی درخواست کی۔ ہم ساڑھے گیارہ بجے وہان پہونچے۔ اوس یاور نے ہمین بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ شاہ نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ اور فی الفور نہایت دلچسپ اور خوشگوار گفتگو شروع کر دی۔ بادشاہ

سلہ کل اقوام سے حسب تعداد ذیل مجاہدین یونان کی مدد کو پہونچے۔ ۴۸ ہولنڈ طالین، ۸ فرنچ، ۲۵ آسٹرین ۱۱ روسی۔ ۷ سویڈی۔ ایک باشندہ ناروے یونان کی حمایت مین والنٹیر بن کر آئے تھی۔ ان کی علاوہ ممالک غیر سے یونانی قوم کے لوگ بہ تفصیل ذیل اپنے ملک کی مدد کو گئے۔ قسطنطنیہ و رومیلیا مع الجزائر و قبرص سے ۲۰۸۵، ۲ مشرقی رومیلیا سے ۷۰۰، صوبہ ایپائرس سے ۱۳۵، امریکہ سے ۵۸، اوڈیسہ (جنوبی روس کا بندرگاہ) سے ۴۸۴ سمرنا سے ۲۷۳، کوہ قاف سے ۷۹۴ فرانس سے ۱۲۱، آسٹریا سے ۱۴، انگلستان سے ۱۲۱، اٹلی سے ۲۵، جرمنی سے ۱۴، سوئٹزرلینڈ سے ۴، بلجیم سے ۲، اور ڈنمارک سے ۵ ◆

کا قد خاصہ لنبا تقریباً پانچ فیٹ دس انچ ہے جسم چھریرا ـ بشرہ خندہ اور اطوار شائستہ و خوش گوار ہین ـ شکل مین اپنی ہمشیرہ شہزادہ ویلز کی بیگم سے بہت ملتا جلتا ہی ـ انگریزی بہت شائستہ اور باسانی و سرعت بولتا ہے ـ کل مکالمہ کے دوران مین اوسے ایک مرتبہ بھی کوئی لفظ یا محاورہ نہ سوچنا پڑا ـ مین معمولی لباس مین گیا تہا ـ اوسکی بابت مین نے یون معذرت کی کہ حشمت آب کی جنگی جہازون کی مستعدی اس کوتاہی کا باعث ہی ـ یہ وجہ سنکر بادشاہ بہت محظوظ ہوا ـ شاہ نے تمام پولیٹکل مسائل پر فوق العادت بے تکلفی اور روانگی سے گفتگو کی ـ وہ دول کی کارروائی پر بہت ناراض تھا ـ اوس نے کہا ہر شش دول عظام یونان کی ننہی سی ریاست کی برخلاف متفق و متحد ہو رہی ہین ـ اور یونان کے ہر فعل کی قولاً و عملاً مخالفت کرتی رہی اور کر رہی ہین ـ اور اونہی کا غلط فعل محاربہ کا براہ راست باعث ہوا ہے ـ وہ انگریزی گورنمنٹ کی پالیسی سے بالخصوص بہت خفا تھا ـ اوس نے کہا ـ اس گورنمنٹ کی پالیسی آج کچھ اور کل اوس کے عین برعکس ہوتی ہی ـ سال گذشتہ کو ایک وقت انگریزی گورنمنٹ یونان کی بڑی خیرخواہ تھی اب وہ اوس کے بر دعوے کی مخالف دکھائی دیتی ہے ـ

جب مین نے عرض کیا کہ یہ تو انگلینڈ کی بڑی اور غیر منقطع پالیسی یہ ہے کہ روس کو قسطنطنیہ پر قابض نہ ہونے دیا جائے ـ تو بادشاہ نے جواب دیا بیشک یہی پالیسی صحیح ہے ـ مگر تمہاری گورنمنٹ تو بر فعل ایسا کر رہی ہے جس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہین ہو سکتا کہ روس قسطنطنیہ پر متصرف ہو جائے اور جلد ہو جائے ـ انگلستان اس پالیسی پر وقت ہاتھ سے نکلنے کی بعد عمر درازی تک متاسف ہوگا انگلستان کو یونانیون کی مدد کرنا واجب ہی ـ جنوب یا شرقی یورپ مین صرف وہی غیر سلبو نسل قوم ہین " اس کے جواب مین مینے عرض کیا میری بڑی خواہش و تمنا یہ ہے کہ لڑائی کا فوراً خاتمہ ہو جائے ـ اور ترکی و یونان ایک دوسرے کی خون کی پیاسے رہنے کی بجائے دوست صادق ہو جائین مین بیشک ترکون کا بڑا خیرخواہ ہون مگر یونانیون کا بھی دشمن نہین ـ بادشاہ نے جواب دیا " چند برس ہوئے میری بھی یہی پالیسی تھی مین ترکون کا ہرگز دشمن نہین ہون اوس وقت سلطان المعظم کو یہ ذہن نشین کرانے کی حتی الوسع کوشش کی تھی کہ ہم دونون کو بیشے رفیق صمیم ہو جانا اشد ضروری ہے مگر اوس نے میری باتون پر کوئی توجہ نہ کی سلطان روس کی مرضی و اجازت کی بغیر کچھ نہین کرنا چاہتے اور روس کی بڑی خواہش یہ ہے کہ یونان کو پامال و ذلیل دیکھے ـ اب ترکی و یونان دونون اس محاربہ میں اپنے آپ کو کمزور کر رہے ہین اور اس سے روس اور سلیو اقوام کے ماسوائے اور کوئی فائدہ نہین اٹھائیگا "

مینے بادشاہ کو بتایا کہ یہی معنیٰ میرے خیالات مین ہین مانتا ہون کہ چند معاملات کے متعلق انگریزی گورنمنٹ کی پالیسی مذبذب اور کمزور رہی ہے مگر وہ متعمدانہ یونان کی مخالف نہین ـ ترکی گورنمنٹ کو مقدونیہ پر محاربہ سے پہلے یونانی باغی بونڈون کی حملہ آوری سے سخت نقصان پہنچا تھا ـ

بادشاہ نے اس دلیل کو تسلیم کیا اور کہا سلطان کو بیشک اشتعال پہونچا مگر ہم ان یورشون کو روک نہین سکتے تھے ـ یورش کرنے والی باقاعدہ سپاہی نہ تھی ـ بادشاہ کہ اون کو ذاتی تجربہ سے ایک دفعہ معلوم ہو جائے کہ لڑائی کیا چیز ہوتی ہے ـ یہ ضروری تھا کہ انکو روکا نہ جاتا اب وہ کبھی یقیناً دوبارہ ایسا کرنے کی کوشش نہین کرینگے " مین اس جواب کو سن کر بمشکل مسکراہٹ کو ضبط کر سکا گورنمنٹ

کی ذمہ داری کی یہ بلاشبہ مجیب توضیح تھی۔ اس سے وہ صداقت جو شروع ہی سے ظاہر تھی۔ بخوبی واضح ہو گئی۔ کہ زمانہ قدیم کی طرح اب بھی یونانی پالیسی کی عنان اعالی ایتھنز کے ہاتھ میں ہے۔ اور بادشاہ و وزرا سے لیکر ادنےٰ ترین اہلکار تک سب عہدہ دار امن و د اشتعال۔ جاہل و احمق اور متلون مزاج مجمع بے تمیزی سے ڈرتے رہتے ہیں۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ لڑائی فی الواقع مزید علاقہ کیلئے رعایا کے شور و شغب کو بند کرانے کی وہمی یا فرضی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے سے چھیڑی گئی تھی۔ ایتھنز کے خود سر باشندے اب بھی ویسے ہی بے سمجھ پُرجوش اور متلون مزاج اور سرچشمہ شرارت و فساد ہیں جیسے کہ دو ہزار برس ہوئے سپارٹا کی محاربوں اور سیلقوس منفدونوی کی فوج کشی کے خطرہ عظیم کے وقت تھے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اوس وقت بھی اونہوں نے ڈیماس تھینز کی نصیحتوں کو گوز شتر سے زیادہ وقعت نہ دی تھی۔ ایتھنز کے یونانی باشندے ایسے ہی ویسی ہی سودائی اور شرارت کے پتلے ہیں جیسے کہ پندرہویں صدی میں قسطنطنیہ کے یونانی باشندے تھے جن کو اوس وقت بھی ہوش نہ آیا جب کہ ترکی توپیں اون کے شہر کے دروازوں پر گولے برسا رہی تھیں۔

مندرجہ بالا ارشاد کے بعد بادشاہ نے بیان کیا۔ کہ کریٹ کی حالت ہمارے لیے عجب خطرناک بن رہی ہے اس وقت یونان میں پندرہ ہزار کریٹی پناہ گزین بے خان و مان اور محض فلاش موجود ہیں۔ میں ان بیکسوں کی تکالیف و مصائب کو اور زیادہ نہیں دیکھ سکتا۔ کریٹ میں ہمیشہ بغاوتیں ہوتی رہتی ہیں جن سے ہمیں بہت تکلیف اوٹھانی پڑتی ہے۔ کریٹ کی متعلق کچھ نہ کچھ فیصلہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ میں نے التماس کیا۔ کہ کریٹی عیسائیوں نے بھی تو اپنے مسلمان بھائیوں پر بے اندازہ ظلم کیے ہیں۔ اور وہ بیچارے پاس کے سواحلی قصبوں میں پناہ گزین ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ یہ تمام مصائب دول عظام کی غلطیوں کا نتیجہ ہیں۔ اگست ۱۸۹۶ء میں دول نے سارا جو جھگڑا جاتا ہے منظور کی تھیں وہ نہایت مناسب تھیں۔ بلکہ یونانیوں کی توقع سے بدرجہا بڑھ کر تھیں۔ اور اون کو اسقدر رعایتیں ملنے کی مطلقاً امید نہ تھی۔ مگر دول کے باہمی اختلافات اور غلطیوں سے اون کی تعمیل میں توقف پڑ گیا۔ اور فتنہ خوابیدہ پھر تازہ ہو گیا۔“ [۱]

[۱] فرانس کے اخبار پیرس جرنل کے نامہ نگار مسٹر فرینکلین یوبین سے شاہ یونان نے حسب ذیل خیالات ظاہر کیے:۔

”مجھکو آخری ساعت تک مصالحت آمیز فیصلہ کی امید تھی۔ ہز مجسٹی نے یہ بھی بیان کیا کہ مجھکو عام رائے کی مضطربانہ حالت سے کما حقہ واقفیت تھی۔ لیکن عاجلانہ کارروائی یا تحریک مضر تھی۔ جو لوگ ہم پر الزام ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ اشخاص نہیں ہیں جو امور سلطنت کے ذمہ دار اور جوابدہ ہیں۔ ملک کا فرض مجھ پر یہی ہے کہ لڑائی سے بچنے کیلئے ہر طور کوشش کروں۔ میں اون شخصوں میں نہیں ہوں جو تلون طبع کی وجہ سے لڑائی مول لیتے ہیں۔ میں نے بڑے صبر و قناعت کے ساتھ اس بات کی امید میں انتظار کیا۔ کہ دول یورپ اپنی غلطیوں کی اصلاح کرینگے۔ ہمیں نے فوجوں اور بیڑہ جہازات کو اوس مقام پر متعین کرنے میں ایک دن بھی ضائع نہیں کیا۔ جہاں سے وہ اپنی خاطر خواہ کارروائی کر سکیں ہمکو اس نازک حالت پر سخت حیرت ہوئی جس کا پہلے سے کوئی وہم و گمان بھی نہ تھا۔ ہمارے بدترین غنیم کو بھی ایسے موزون حالات اور اسباب کے جمع ہونیکا خیال بھی نہ ہوگا۔ مجھے اطمینان کلی ہے کہ آئندہ ہمکو اتفاق کے ذریعہ سے قوت حاصل ہوگی۔ اور ہمارا عہد تمام دنیا کی رائے کی ہمدردی حاصل کرے گا۔ اگرچہ سلاطین عظام ہمارے خلاف ہیں۔ لیکن ہر شخص ہمارا ساتھ دینے کو آمادہ ہے (باقی دوسرے صفحہ پر)۔

(باقی دوسرے صفحہ پر)

(حشمت مآب کو غالباً اون پندرہ ہزار رائفلیون اور کئی سو مفسدون کی روانگی کا واقعہ یاد نہین آیا ہوگا جو ۱۸۹۶ء کے آخری مہینون مین یونان سے کریٹ بھیجے گئے تھے ورنہ سارا الزام دول عظام پر نہ لگاتے)

بعد ازان بادشاہ نے بہت پرجوشی کے ساتھ کہا۔ دول عظام خود جو چاہتی ہین کرتی ہین۔ آسٹریا نے بوسنیا اور ہرزیگوینا پر بحجت سے قبضہ کر لیا کہ ہرزیگووینا مین چھوٹی سی بغاوت ہوئی تھی۔ روس نے بسہ تبیا۔ قارص اور باطوم لیلیا۔ انگلستان امن قایم کرنے مصر گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۵) اور ہم اس بات پر جس قدر ناز کرین زیبا ہے۔

اس سوال کے جواب مین کہ یوروپ کے اخبارات مین اب تک عداوت اور دشمنی پائی جاتی ہے۔ اور ہمارے ساتھ اون کی خواہش ہے کہ یونان پر الزام لگائین شاہ نے کہا کہ ان نکتہ چینیون کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔ ہر چند یونان کے وسائل نہایت محدود ہین لیکن یونانی قوم صرف اونہین مخصوصون پر بھروسہ کر سکتی ہے جنہون نے توقعات اور حالات کو روزمرہ دیکھا ہے۔ اور جو ہمارے ساتھ بغیر کسی طرفداری کے برتاؤ کرنے کو راستبازی سے آمادہ ہین۔ اونہون نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ یہ بھی بیان کیا۔ کیا ہم اس لڑائی کے جواب دہ ہین کیا ہمنے چھیڑ چھاڑ کی؟ ایک کے مقابلہ مین سات کی مخالفت قابل غور ہے بہانہ بازی سے ہمارے اعتبار مین کوئی فرق نہین آتا۔ کیا ہم نے لڑائی کے چھیڑنے کی غرض سے اپنی فوج جزیرہ کریٹ مین اوتاری جہان ہمارا فرض تھا کہ اپنے اون بھائیون کی جانون کو محفوظ رکھین جن کو ترک ہلاک کر رہے تھے۔ درحالیکہ یوروپ سلطان سے صلح کی گفتگو کر رہا تھا۔ اور کیا یہ بات سرحد تھسلی پر تھی۔ جہان ہم سے آٹھ روز قبل ترکون نے بھی محفوظ فوج طلب کی تھی مجھکو معلوم ہے کہ سرحد پر کچھ حادثے گذر رہے تھے لیکن کیا ان چند بلوائیون کی نقل و حرکت اعلان جنگ کے لیے کافی و واقعی وجہ قرار دیجا سکتی ہے۔ اول فرض یہ تھا کہ اون کو سرحد سے اُترنے کی اجازت نہ دیجاتی۔

شاہ نے سنہ ۱۸۸۶ء کی نقصان رسانی یونانی سرحد کا حوالہ دینے کے بعد جب ترکون کی باقاعدہ فوج نے انالیس سے تھانہ پر حملہ کیا تھا مندرجہ ذیل غمناک حالات بیان کیے:۔

" اونہون نے کہا اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم بے وجہ حملہ ہوا۔ اور مدہت رہت یہ ہے کہ ہمپر حملہ کرنے کے لیے حکم دیا گیا تھا۔ یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ ہم ٹرکی سے جنگ نہین کرتے ہین جزیرہ کریٹ کے سبب سے ہم مین تفرقہ نہین ہوا۔ بلکہ اور سازشین ہین جو بعد کو کھلین گی۔ غرضکہ تمام دول عظام ہمارے خلاف ہین۔ اور چند تو مین تو کھلم کھلا ہماری مخالفت کر رہی ہین۔ آپ کہین گے کہ یہ کیون۔ تو ہین اس کی توضیح کرنے کو تیار نہین ہون۔ بہرحال اگر وہ جنگ کو نہ بھیجین تھے۔ اور لڑائی نے تصریح کی۔ تو یہ یورپ مین اتفاق کا فعل ہے۔

مشکلات کریٹ کی خاص بحث پر شاہ جارج نے کہا مجھ اب تک کوئی دول یوروپ کا حال معلوم نہین لیکن قومی قانون کے مطابق محصور قایم نہین رہ سکتا یورپین فوجین اوس مقام پر قیام کرنے کی وجہ سے دولت عثمانیہ کے اصول رہنمائی کو شکست کرنے مین در حقیقت وہ ہمارے دشمنون کی مدد کر رہی ہین۔ اور ہمارے مقابلہ کو تیار اوٹھا رہی ہین۔ یونان اور ترکون کا جھگڑا اگر طے ہوجائے تو یہ تمام مداخلت یکطرفہ عداوت کا ایک فعل ہوجائے گی نصیحت میں نے دیا ہے انگلستان کے حالات نے ہم کو سکھا دیا ہے اس کا متعلق تھا تو ان ایک سیکاروں سال سے علاحدہ ہو گئے جس نے وحشیانہ لڑائی کے پھیلانے پر نہایت مشرح گفتگو کی۔ (باقی دوسرے صفحہ پر)

اور وہین جم گیا۔ مزید برآن قبرس پر بھی تصرف کر لیا۔ فرانس رکیک ترین عذرات پر تونس مین داخل ہوکر اوسپر قابض ہوگیا۔ حتی کہ بلگیریا کا شہزادہ تک انگریزی قونصل کو ہمراہ لیئے اپنی مرضی سے مشرقی رومیلیا مین داخل ہوگیا۔ اور وہان کے ترکی گورنر کو کان سے پکڑکر باہر نکالدیا۔ اور ملک پر تصرف کر لیا۔ لیکن اگر یونان ایسا کمزور غریب ملک اپنے ہم مذہب و مظلوم کریٹیون کو فنا ہونے سے بچانیکی کوشش کرے تو فی الفور چھیون طاقتین متفق ہوکر اوسکے گلے کا ہار ہوجاتی ہین۔"

ایسی زبردست دلیل کا بھلا کیا جواب ہوسکتا ہے۔ اسے سُن کر مجھے بے اختیار یہ ایک قدیم ضرب المثل یاد آگئی۔ "ایک آدمی تو گھوڑا چرا لیجائے۔ اور دوسرے کو باڑے کی اوپر سے بھی نہ دیکھنے دیا جائے۔" پھر مینے بادشاہ کی خدمت مین عرض کیا کہ حالت بیشک نہایت قابل افسوس اور نازک ہے۔ مگر جب محاربہ ایک دفعہ شروع ہوگیا تو اب یہ بحث فضول ہے کہ وہ کسطرح اور کیون شروع ہوا۔ بلکہ میرا مدعا یہ ہے کہ جسطرح ہوسکے اس مخمصہ سے جلد خلاصی کرائی جائے۔ اور فریقین مین قابل اطمینان صلح ہوجائے۔ یہ کہکر مین نے تصفیہ صلح کے متعلق اپنی تجویز بادشاہ کو سنائی۔ اونھون نے تجویز مذکور کو تقریبًا تمام پسند اور بعض حصون کو بہت ہی پسند کیا۔ اوسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

(۱) یونان ٹرکی کو اخراجات جنگ کے معاوضہ مین ایک معقول رقم جو کم از کم چالیس لاکھ پونڈ ہو۔ ادا کرے۔ اور اگر کریٹ یونان کو ملجائے۔ تو یہ رقم اوسکی آمدنی سے وصول کیجائے۔ بادشاہ نے جو اس تجویز سے بہت خوش ہوا۔ کہا اس معاملہ کے متعلق کوئی دقت غالبًا در پیش نہین آئے گی۔ اسپر مینے دریافت کیا۔ کیا یونان تھسلی کی سرحد کی ایسی درستی کو جس سے پہاڑی چوٹیان ترکون کو ملجائین منظور کریگا اس سے ترکی قلمرو پر یونانی باشی بزوقون یا دوسرون کی یورشون کا آئندہ انسداد ہوجائیگا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ یونانی غالبًا اس درستی کو منظور نہین کرینگے۔ کیونکہ ایک تو اس سے تھسلی کی سلامتی ترکون کے رحم پر منحصر ہوجائے گی۔ دوسرے ایسا کرنا عہدنامہ برلن کے نقیض ہوگا۔

مین نے گذارش کیا۔ اس بات کا ذرہ بھر اندیشہ نہین ہوسکتا کہ ترک کبھی یونان پر حملہ کرین گے۔ چونکہ سلطنت عثمانیہ چوطرفہ دشمنون سے محیط ہو رہی ہے اور اوسکی گورنمنٹ محاربہ سے ڈرتی ہے۔

(۲) بشرطیکہ یونان مسلمان باشندون کی جان و مال کی حفاظت کے متعلق اطمینان بخش ضمانت دے۔ ٹرکی اب یا کچھ عرصہ بعد کریٹ

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۵۶)۔ اونھون نے کہا یورپ کو بہت جلد یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ ہمکو لڑائی مین دھکیل دینے سے کوئی مسئلہ رک اور قید کا قائم نہ رہیگا۔ تم بہت جلد دیکھوگے کہ ہمارا بیڑہ جہازات ایک بہت بڑی کارروائی کیلئے طلب کیا گیا ہے۔ کریٹ، تھسلی اور اپیرس ہی تک جنگی کارروائیان محدود نہین گی۔ ہم جانتے ہین کہ ہم اپنے پر بھروسہ کرسکتے ہین لیکن ہم اور ہتھیارون سے بھی فائدہ اوٹھاسکتے ہین جو ہم کو مفوض ہوئے ہین ہم مین کافی ہمت موجود ہے۔ اور ہم اپنے حقوق کا تحفظ بخوبی کرسکتے ہین۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم تمام دنیا کے مقابلہ مین تنہا ہین یہان تک کہ فرانس بھی ہم سے بالکل علیحدہ ہے۔ تم کہتے ہو کہ یورپ بلا اوس قانون کے ممدومعاون ہوسکے جسکا وہ بانی ہے ہمیشہ رہیگا لیکن مجھکو یہ خوب معلوم ہے کہ وہ ایک طولانی اور خونریز جنگ کیلئے نہایت بیقرار ہے۔ اگرچہ مدت سے بہت دیر ہوگئی ہے لیکن ہم آیندہ نقصان پر یقین رکھتا چاہئے۔ کریٹ کے معاملہ مین حق اور انسانیت کے خلاف ایک بہت بڑا جرم سرزد ہوا ہے۔ اور اوسکی گوشمالی شروع ہوگئی ہے +

یونان کے حوالہ کردے۔ بادشاہ نے بلا تامل کہا۔ اس کا انتظام بہت اچھی طرح ہوسکتا ہے تھسلی مین دیکھ لو یونانی گورنمنٹ نے وہان کے مسلمانون سے کیسا عمدہ برتاو کیا ہے۔ (اس بیان کی صداقت مین مجھ کو کوئی شبہ نہین) مین نے مشورہ دیا کہ اگر یہ تجویز منظور ہوجائے تو شاید یہ مناسب ہو کہ مسلمانون کو جزیرہ کے ایک کونہ مین یکجا آباد کر دیا جائے۔ اور کچھ عرصہ کے لیئے اونکی حفاظت کے واسطے کچھ یوروپین فوج مامور رکھی جائے۔ بادشاہ نے کہا۔ اس کی کچھ ضرورت نہین ہوگی۔ مسلمانون کا جان و مال یونانی گورنمنٹ کے زیر سایہ بالکل محفوظ و مصئون ہوگا۔

(۳) ٹرکی اور یونان مین عام مدافعانہ اتحاد ہوجائے۔ بالخصوص ایسی سلطنت کے برخلاف جو قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو۔ بادشاہ نے کہا "مین ہمیشہ ٹرکی سے دوستانہ اتحاد رکھنے کا خواہشمند رہا ہون۔ مگر سردست اوس کدورت کیوجہ سے جو محاربہ کی بدولت پیدا ہوگئی ہے۔ ایسا اتحاد مشکل ہوسکیگا۔ تاہم اس مسئلہ پر مین قطعی طور سے کچھ نہین کہہ سکتا۔ اسکا تصفیہ میرے وزراء پر منحصر ہے۔ سب سے مقدم و اہم یہ امر ہے کہ یونان کو حتی الامکان ذلت سے محفوظ رکھا جائے۔

مین نے ان تمام تجویزون کو پھر دوہرا کر بیان کیا۔ کہ سب سے بڑی مشکل یہ ہوگی کہ صلح کی شرائط کا تصفیہ کیونکر ہو۔ کیونکہ بعض دول عظام یونان کی مخالف ہین۔ اور روس کریٹ کا یونان کو دیا جانا یقینًا منظور نہین کریگا۔ بادشاہ نے اس سے اتفاق کرکے روس کی مخاصمت کے متعلق بڑی سختی سے گفتگو کی۔ بادشاہ نے میری اس تجویز سے بھی اتفاق کیا کہ وہ براہ راست پرائیویٹ طور پر سلطان سے صلح کی شرائط کا تصفیہ کرے۔ اور پھر ان شرائط کو انگریزی گورنمنٹ کے روبرو پیش کرے۔ تاکہ اگر وہ نہین پسند کرے تو پھر انگلستان انکو کل دول عظام کے روبرو اسطرح سے پیش کرے کہ گویا وہ خود انکا مجوزہ ہے۔ جب بادشاہ نے اس سے اتفاق کر لیا تو مینے کہا کہ اگر دول عظام بالخصوص روس اور جرمنی کی مخالفت نہین کی تو جرمنی کو یقینًا موافق کر لیا جا سکیگا۔

بادشاہ نے کہا نہین جرمنی کو انکی بہت مخالفت ہے اور اوس کو منانا بہت مشکل ہوگا۔ مین نے عرض کیا۔ کہ جرمنی کو یونان سے کوئی ذاتی عناد نہین جرمن قیصر کو قانون بین الاقوام اور انصاف تمدنہ کی حرمت کا بہت پاس رہتا ہے۔ یہ امر ٹرانسوال پر جمیسن کی یورش سے ظاہر ہوگیا ہے جبکہ قیصر نے سخت خفگی کا اظہار کیا تھا۔ قیصر ایسے معاملات مین نہایت سخت ہے۔ وہ اصول کا پابند ہے۔ اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ وہ عمومًا درستی پر ہوتا ہے یہ ظاہر ہے کہ کریٹ پر روس کا حملہ بالکل ناجائز تھا۔ اسی سے قیصر ناراض ہوگیا۔ لیکن اگر وہ روس اور اسکی فوج کو واپس بلا لیا جائے۔ اور سلطان جو کریٹ کا جائز بادشاہ ہے۔ شرائط صلح کو مان لے تو جرمن قیصر بالغالب وجوہ اون شرائط کو بلا تامل تسلیم کرلیگا۔

یہ فراموش نہ کیا جائے کہ بادشاہ یونان نے میری تجویز کو بحیثیت مجموعی پسند کیا تھا۔ یہ نہین کہ اوس کے جزو جزو سے علیحدہ علیحدہ اتفاق کیا تھا۔ پس یہ نتیجہ نکالنا درست نہ ہوگا کہ حقیقت مین آپ نے بلا حصول کریٹ تاوان جنگ کی رقم کثیر ادا کرنا منظور کر لیا تھا۔ یہ رقم اس شرط سے مشروط تھی۔ بادشاہ کے لفظون سے یہ بھی پایا جاتا تھا کہ کریٹ کے ملجانے پر وہ تھسلی کی سرحد کی درستی کو بھی منظور کرنے کے قائل ہو جائینگے۔ شرائط صلح کے متعلق جب گفتگو ختم ہوچکی تو مینے عرض کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ قسطنطنیہ جاکر سلطان المعظم کی خدمت مین حاضر ہون۔ اور دونون ملکون مین باعزت شرائط پر صلح کرا دینے کی حتی الامکان کوشش کرون۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ مین آپ کے خیالات سے سلطان کو آگاہ

کر دون۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تمہین پوری اجازت ہو کہ سلطان یا جسکو چاہو میرے خیالات سے مطلع کر دو۔

رخصت ہونے سے پہلے بادشاہ نے آلیس سے اوس کے مشاہدہ و تجربہ کے متعلق کئی سوال کیئے۔ اور پوچھا کہ مجھے امید ہے تم نے کسی یونانی کو ہلاک نہ کیا ہوگا۔ آلیس نے ہنسکر نہایت متانت سے جواب دیا۔ اوسنے کہا کہ سپاہی بغیر سماعت کئے رہتے ہین ہمنے یہ بھی سنا کہ یونانیون مین یہ عام چرچا تہا کہ ہم لوگ خود کہین کہین لڑائی کرتے رہتے تھے۔ یونانی یونانیون کا یہ عام شعار رہا تھا کہ غیر مصافی بھی مشغول پیکار ہو جاتی تہے۔ اونہون نے ہمکو بھی اپنے ایسا قیاس کر لیا ہوگا۔ آلیس کی جستلیسہ ظاہر ہو کہ کوشش ... اس خیال کو اور تقویت ہوگئی ہوگی کا یہ ظاہر ہے کہ وہ محض اپنا ... انفعال کہ جس یونانی نے دیکھا ... کرا وہتا۔

جب تک مین بادشاہ سے باتین کرتا رہا حشمت مآب کا یاور آلیس کو ترکی مظالم کی غضب انگیز وہتا مین سناتا رہا۔ مگر چونکہ ہر ایک کا حقیقت حال ہم پر بخوبی واقف تہا۔ اوسپر کچھ اثر نہ ہوا۔ بادشاہ کی باتون سے ہی نہین بلکہ جتنی یونانیون سے میری ملاقات ہوئی سب کی گفتگو سے یہ مترشح ہو رہا تہا کہ وہ ترکون کو حقارت ... کی نگاہ سے دیکھ رہے ہین۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جن لوگون کی یہ رائے ہو کہ روس نے یونانی گورنمنٹ کو در پردہ اکسا کر بیچارا ... کھینچ لیا وہ کسقدر دروغ پر ہین۔ یونان کا ایسے زبردست دشمن سے یون جنگ ... لینا صریح دیوانگی تھی۔ اور عقل باور نہین کر سکتی کہ جب تک اوسے در پردہ کوئی ... تحریک نہ ملی ہو۔ وہ ایسا دیوانہ ہو گیا تہا کہ خود بخود کسی تحریک کو بنا میدان جنگ مین کود پڑتا۔

(۲۱) فصل بست و یکم

قسطنطنیہ

شاہ سے ملاقات کرنیکے بعد مین نے سلطان المعظم کی خدمت مین حاضر ہونے اور جلالت مآب کو شاہ کے خیالات وآراء سے مطلع کرنے کے لیئے سیدہا قسطنطنیہ جانیکا عزم کیا۔ ہم اتہینز سے شنبہ کی سہ پہر کو ایک اطالین اسٹیمر پر قسطنطنیہ کو روانہ ہوئے۔ مہمان نواز مسٹر ایجرٹن[1] جب تک ہم اوس کے پاس رہے۔ کمال مہربانی سے پیش آیا۔ مسٹر بیوسن گو ورا اور مسٹر میکسن بھی بہت شفقت سے پیش آتے رہے۔ آلیا ہمارے ساتھ آیا۔ اوسے سمجھا دیا گیا تہا کہ پائرس مین ترکی ٹوپی نہ پہنے۔ وہان کے باشندے بہت بیقابو ہو رہے ہین چنانچہ اوسنے سفارتخانہ کے دربان سے چوڑی فرنگیانہ ٹوپی مستعار لے لی۔ اور وہ جب تک پہنے رہا بہت بے چین رہا۔ ایم رالیس نے گو یہ کہا تہا کہ آلیا ترکی ملازم ہونے کی وجہ سے جائز سپاہی ہے۔ مگر اوسنے اس معاملہ پر زیادہ زور دینا اور ہماری سفارش قبول کرکے

[1] یہ اب سر ہین۔ پورا نام سر ای ایچ۔ ایجرٹن کے سی۔ بی ہے۔ ان کو تین ہزار پانسو پونڈ سالانہ تنخواہ ملتی ہے۔ مسٹر گو در سفارت کے سکرٹری ہین انکی سالانہ تنخواہ پانسو پونڈ ہے۔ مسٹر مرآن نائب قونصل ہین ان کی تنخواہ دو سو پونڈ سالانہ ہے۔

اوسے ہمارے ساتھ سفارتخانہ چلا آنے دیا جب وہ ایک دفعہ وہان پہونچگیا تو پھر اوسکے لیے کوئی خطرہ نرہگیا۔ وہ دو دن ہمارے ساتھ سفارتخانہ میں رہا جہان اوسکی خوب خاطر تواضع کیگئی۔ اوسکا بیان تھا کہ مدت بھر مین اس سے پہلے ایسا آرام نصیب ہوا تھا یہی ہماری رائے بھی تھی کیونکہ سفیر کے باورچیخانہ کا انتظام اور تکلفات فی الواقع قابل تعریف تھے ٭

بحیرۂ مجمع الجزائر

ٹیمر پر ہمین آسایش بخش کمرے ملے۔ اور ہم مسافر تھوڑے سے تھے۔ آئیلانے سمندکے یونانی حصّہ سے باہر نکلتے ہی پھر اپنی زردی ورڈ ٹوپی پہن لی۔ اور ایسا خوبصورت و بانکا جوان بن گیا کہ اطالین افسر اور اہل جہاز دیکھکر دنگ رہگئے غیر قومی لباس اوسے بالکل نہ سجتا تھا۔ وردی مین اوس کا قد پورا ایک انچ زیادہ نظر آتا تھا۔ نیلگون بحیرہ مجمع الجزائر مین سفر بڑی کیفیت سے کٹا۔ جہاز کئی جزیرون کے پاس سے گذرا۔ یہ وہی جزیرے تھے جن کو فتح نہ کرنیکا الزام یونانی بیڑہ پر لگایا جا رہا تھا جتنے جزیرے ہمنے دیکھے اونمین آبادی کی علامتین بہت کم دکھائی دین۔ بنابرین وہ فتح کی تکلیف ورد سر کا کبھی کافی معاوضہ نہ ہوسکتے تھے۔ ایلیس جہاز پر کورٹ رنفیل سے چاندماری کرتا رہا جس مین جہاز کا کپتان اور افسر اور کئی یونانی طلبا بھی شریک ہوئے۔ نشانہ سنگترون بوتلون اور ڈبل روٹیون کو بنایا گیا۔ جو دھاگے سے پچاس گز کے فاصلہ پر دنبالہ کیطرح آویزان کیئے گئے جہاز کی حرکت و گردش کے باوجود چندنے حیرت انگیز قادر اندازی دکھائی۔ سب سے بڑھ کر ایک یونانی طالب علم جو لاریسہ گیا ہوا تھا اور ایلیس رہے۔ انعام ایلیس نے جیتا۔ کل اطالین نے یکزبان ہوکر کہا کہ وہ بیشک بینظیر قادر انداز ہے یونانی طالب علم بھی بہت اچھا رہا۔ وہ انگریزی بول سکتا تھا۔ اور قسطنطنیہ کے امریکن کالج موسومہ ۔ ۔ ۔ رابرٹ کالج کا تعلیمیافتہ تھا۔ میرا خیال ہے وہ جہاد کیلیئے تھیسلی گیا تھا مگر اپنے ہموطنون کو قابل ستایش نہ پانے کی وجہ سے اداس ہی متنفر ہوکر اب قسطنطنیہ کو واپس جا رہا تھا ٭

ڈارڈنیلز

ڈارڈنیلز ہم اتوار کی دوپہر کو پہونچے۔ اور اس مشہور آبنائے سے ہمارے جہازنے باہستگی گذرنا شروع کیا۔ آبنائے فی الواقع نہایت استحکام کے ساتھ قلعبند اور محفوظ تھی۔ اور اوسکی دونون طرفون پر توپین ہی توپین نظر آتی تھین ہر اہم ناکہ پر بڑی بڑی کروپ توپین چڑہی ہوئی ہین۔ اور ایک سرے سے دوسرے تک تمام ڈھلوانون اور کرارون پر (مورچون کے) بیشمار شگافون مین سے چھوٹی چھوٹی توپین دکھائی دے رہی تھین میرے خیال مین اس تاریخی آبنائے سے جو بحیرہ مجمع الجزائر کو بحیرہ مارمورا سے ملاتی ہے۔ جبراً گذرنا اور جنوب کیطرف سے قسطنطنیہ پہونچنا تقریباً ناممکن ہے۔ ایک بلند مرتبہ انگریز مدبر نے جنوری ۱۸۹۷ء مین مجھ سے ذکر کیا تھا کہ اعلے انگریزی بحری افسرون کی رائے ہے کہ ڈارڈنیلز سے بالجبر گذرا جاسکتا ہے۔ اگر جو بیڑہ ایسا کرنے کی کوشش کرے اوسکا نصف حصّہ ضرور اس کوشش مین ضایع ہوجائیگا میری رائے مین بشرطیکہ ترک گولنداز بالکل ہی نکمے نہ ہون۔ بارہ اول درجہ کے معمولی آہن پوش جنگی جہازون مین سے چار جہاز بھی شاید ہی آبنائے سے سلامت گذر سکین۔ انگلستان کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی تجویز پر جسے سر فلپ کری نے ۱۸۹۶ء کے موسم خزان (ستمبر۔ اکتوبر۔ و نومبر) مین پیش کیا تھا۔ عمل نہ کیا گیا۔ گو عمل کرگذرنے مین بہت تھوڑی سی ہی کسر رہگئی تھی ٭

ترکی بیڑہ

یہان کل سفر مین ہمنے پہلی مرتبہ ترکی بیڑہ کا مشاہدہ کیا۔ وہ دو حصون مین ڈارڈنیلز کے اندر لنگر انداز تھا

ایک حصہ بمقام کوتی اور دوسرا جو نسبتاً بڑا تھا چناق قلعہ کے سامنے کھڑا تھا۔ بیڑہ کے مصافی جہاز ہمارے بیڑہ کے جہازات ہرقلیس اور پینچون کیطرح بہت پرانی طرز کے کلان وطویل جہاز تھے۔ اونکی زرہ اگرچہ پتلی۔ انجن کہنہ اور توپین تقریباً متروک الاستعمال قسم کی تھین تاہم اونکی شکل شباہت خاصی ہیبت ناک اور وہ چست و چابک اور آراستہ معلوم ہوتے تھے۔ بہرحال ان جہازون مین ابھی تک کافی عمدہ مصالح و مواد موجود ہے۔ سنہ ۱۸۷۷ء میں یعنی بیس برس پیشتر نہایت کارآمد جہاز تھے۔ اگر اونکی مرمت کی جاے اور نئے انجن اور نئی توپین چڑہائی جائین تو وہ اب بھی دوم درجہ کے خاصے مصافی جہاز بن سکتے ہین۔ انکے متعلق ہمین سب سے عجب چیز یہ دکھائی دی کہ اونپر ملاح اور بحری سپاہی کثرت سے جو تھے۔ اونکی چھتین پاکیزہ لباس فرض پوش آدمیون سے جنہین مستعدی کے ساتھ قواعد کرائی جا رہی تھی۔ بھری ہوئی تھین۔ قسطنطنیہ مین مجھے قابل مبصرون اور شاہدون نے یقین دلایا کہ ان کہنہ سال خوردہ اور تقریباً بلا انجن آہن پوشون کو گولڈن ہارن سے جو ہر وقت کشتیون اور تجارتی جہازون سے لبریز رہتی ہے اور نیز اوس تیز و تند دہارے سے جو مجلس اوکے گوشہ سے ٹکراتا ہوا گذرتا ہے نکالنے مین دقت و نیز حیرت انگیز ملاحانہ قابلیت دکھائی گئی تھی۔ ان معمر و بزرگ پہلوانون کو بیس سالہ راحت و آسایش کے بعد اپنی جگہ سے متحرک و منتقل کرنیکے لیے کسی ٹگ بوٹ (کھینچنے والے جہاز) یا تجارتی سٹیمرون کی مدد نہ لیگئی۔ اور صرف ایک آہن پوش کا گولڈن ہارن کے پل کے پاس سے گذرتے وقت اوس سے یونہی ذرا سا مساس ہوا۔ اس واقعہ پر اخبارات کے ساتھ صفت نامہ نگاران متعینہ قسطنطنیہ نے خوب حاشیے چڑہائے اور اپنی طبیعتون کی جولانیان دکھائین ان بزرگوارون مین سے اکثر ترکون کا تمسخر اڑانے کیلئے کسی خفیف سے خفیف واقعہ اور بہانہ کو بھی ہاتھ سے نہین جانے دیتے کیونکہ ان کو خیال مین ترکون کی فضیحت کی خبرین انگلستان والون کو بہت پسندیدہ و مرغوب ہین۔ ان نامہ نگارون کی بیجا بیانیون سے قطع نظر کرکے اگر بنظر انصاف دیکھا جاے۔ تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ ترکی ملاحون نے ان کہنہ و نیم بوسیدہ قلعون کو کسیطرح کے حادثہ کے بغیر گولڈن ہارن سے با امن و امان باہر نکال لیجانے مین قابل تعریف اور حیرت انگیز کارگذاری دکھائی۔ ترک ہر زمانہ مین اسبات کا کامل ثبوت دے چکے ہین کہ عمدہ ملاح و جہاز رانی کی اونمین پوری قابلیت موجود ہے۔ نوارینو کی لڑائی مین وہ چار قومون کے ساتھ جن کے جہاز اونکے جہازون سے بدرجہا زیادہ تھے۔ ایسے لڑے کہ کل دنیا اب تک مداح ہے۔ اکثر اہل جہاز اپنے جہازون کے ساتھ ہلاک ہو گئے۔ اور بھاگنے کا کسی نے نام نہ لیا۔ ۱۸۷۷ء مین ڈینیوب پر ترکی اگن بوٹون نے بہت عمدہ کام دیا۔ اور اگر کبھی یونانیون سے بھی ترکون کا سمندر پر ایسی صورت مین مقابلہ ہوا۔ کہ دونون کا بیڑہ تقریباً یکسان ہو۔ تو اس مین کوئی کلام نہین کہ ترک ملاح ویسی ہی عمدہ کارگذاری دکھائینگے جیسی کہ اونکے رفیق بری سپاہیون نے تھسلی مین دکھائی۔

ملکۂ مصار

ہم قسطنطنیہ ۱۰ مئی دوشنبہ کی صبحکو لاریسا سے روانہ ہوے تھے پورے سات دن بعد پہنچے۔ یہ ہفتہ عجب سبق بخش اور سانحہ خیز گذرا۔ اوس مین ہمین اتنا تجربہ ہوا۔ جو پہلے کئی برسون مین بھی نہ ہوا تھا۔ اس مئی کی صبحکو سمندر سے ہمین قسطنطنیہ کا جو پہلا نظارہ ہوا۔ وہ لطف ہی مین اوس سے بڑھکر دنیا مین کوئی نظارہ نہین ہو سکتا۔ سورج ابھی طلوع ہونا شروع ہی ہوا تھا اور افق پر رنگینی کی سنہری خطوط نمودار ہو رہی تھی۔ نہی پر نکاپو(۱) کا خوشنما جزیرہ مع متعلقہ جزائر ہمارے داہنے ہاتھ تھا جزائر شہزادگان سے پرے اون کے عقب مین ایشیاے کوچک کی نیلگون پہاڑیان و لمپس دکنیش طلوع اور اوسکی شاخین بروصہ کے اردگرد اور بحیرہ مارمورا کے مشرقی ساحل پر

(۱) جزائر شہزادگان مین سب سے بڑا جزیرہ مفصل حالات کیلئے دیکھو کتاب قسطنطنیہ ۔

حاشیہ کیطرح پھیلی ہوئی ہین - ہمارے سامنے مینار و برج اور استنبول کی تمام مختلف الانواع فرحت بخش مکانات اور نظارے جن سے آنکھون کو جان فزا سرور پہنچتا ہے کہرے تھے - باسفرس (بوغاز) نہایت ہی سیاہ تنگنائے کی شکل مین دکھائی دیرہی تھی - جس کے داہنے ہاتھ سکودرا (اسکدار) کے درخشان بنگلے اور مکانات - سرسبز صنوبرون کے جھنڈ - اور ہمارے بہادر مقتولین (محاربہ کریمیا) کا قبرستان اور بائین ہاتھ استنبول اور پیرا (باب اوغلی) تہے - یہ وہ جگہ ہے جہان یورپ و ایشیا ملتے ہین فوجی طاقت کے اظہار - تجارت اور پولیٹکل جبروت و نفوذ سیاسی کے لیئے دنیا بھر مین اس سے عمدہ کوئی موقعہ نہین - قسطنطنیہ - ملکہ امصار - دو بڑی عظمتون کی کلید - اور وہ در بے بہا جس کے قبضہ کے لیئے اقوام عظیمہ صدیون تک جد وجہد کرتی رہی ہین ہمارے سامنے تہا - اس بےنظیر نظارے کے حسن و جمال کی کیفیت بیان کرنیسے فی الحقیقت الفاظ قاصر ہین جس شخص نے اوسے دیکھا نہین - وہ اوسکی دلفریبی اور شان و شوکت کا کبھی عالم تصور مین اندازہ نہین کرسکتا - اور جنہون نے اسے دیکھا ہے - وہ باسانی سمجھ سکتے ہین کہ کیون سلطنتین اس کے لیئے کٹی مرتی ہین - اور فاتح کے لیئے اوس کا قبضہ اور مغلوب کیلیئے اوس کا کہو دینا کیا معنی رکھتا ہی جب ہم زیادہ قریب پہونچے تو ہمین عمارات کا سلسلہ جو لگاتار باسفرس سے سین سٹی فانو تک ساحل بحر کے کنارہ کنارہ چلا گیا ہے - بپورا پورا نظر آنے لگ گیا پرانی دیوسار فصیلین جو بحالت شکستگی بھی عجب شاندار ہین مشہور قلعہ ہفت برج - اور سلطان احمد کی لطیف و بےنظیر جامع مسجد اور اوس کے حیرت انگیز چھہ مینار جہاز سے صاف صاف نظر آرہے تہے - اس مسجد کا بیرونی نظارہ جامع ایا صوفیا سے بھی زیادہ مؤثر ہے آخر جہاز خود باسفرس مین داخل ہوگیا - اور استنبول کی مشرقی جہت - سرعسکرت - مساجد کے مینار و گنبد اور لطیف و بےنظیر بغداد کوشک کی یاس سے جو عین ہمارے زیر نظر تہے گذرتا ہوا - آگے بڑہا گیا - باسفرس مین داخل ہوتے ہی یکبارگی اوس کا تمام جاہ و جلال ہمارے سامنے نمودار ہوگیا - سنگ مرمر کے محل جو دو رویہ کنارہ آب تک بنے ہوئے ہین - یورپ و ایشیا کی پہاڑیون کی ڈہلوانون پر خوشنما بنگلے اور قلعی پیرا کی سر بفلک بلندیان اور غلاطہ کا مینار و دیدبانی جو ان پہاڑیون سے بھی اوپر سر نکالے ہوئے ہی - یہ سب نظارے یکلخت آنکھون کے سامنے ہویدا ہوگئے تھوڑی دیر بعد گولڈن ہارن (خلیج) بھی دکھائی دینے لگ گئی - جو جہازون اور قایقون سے بھری ہوئی تہی - اور جس کے پل پر تل دہرنے کی جگہ دکھائی نہ دیتی تھی قایقین اور کشتیان جن مین اکثر برقع پوش مخدرات سوار تھین - اور پاکیزہ لباس ملاح اونکو چلا رہے تہے ادہر ادہر ہر طرف تیز نگاہ کیطرح دوڑی جاتی تھین - صرف اکیلے گوشہ محلسرا (سرائے بیرونی) کا نظارہ ہی ایسا جانفزا - دلفریب اور خوشگوار ہے کہ صنعت و قدرت کی مخلوط صناعی و کاریگری کے ایسے بہت ہی کم نمونے چشم انسانی کو دیکھنے نصیب ہوسکتے ہین - گوشہ کے پیچھے پرانا محل اور اوسکی خوشنما عمارتین جو آپس مین خلط ملط ہین بتدریج اوٹہتی چلی گئی ہین - اور اون کے پیچھے بیشمار گنبد مینار اور برج کہڑے ہین مین چاہتا ہون کہ وہ احمق یا نا عاقبت اندیش انگریز جو اس بات پر رضامند ہین کہ مشینیک روس قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے - ایک دفعہ اپنی آنکھون سے اس شہر کی خوبصورتی اور طبعی استحکام و محل وقوع کو دیکھ لین پھر اونہین معلوم ہوجائیگا کہ فاتح سلطنت کی فوجی بحری و پولیٹکل طاقت مین اس کے قبضہ سے کیسا حیرت انگیز اضافہ یقیناً ہوسکتا ہے ●

قسطنطنیہ کی قدر و منزلت

قسطنطنیہ کی بدرجہ غائیت اہمیت اور اوس کے بےنظیر محل وقوع کی وجہ سے ٹرکی کی حیات و ممات کا مسئلہ کل یورپ اور سب سے بڑھ کر انگلستان کے لیئے جو

ایک عظیم مشرقی سلطنت ہی نہایت ہی اہم اور گرانوزن ہے۔ انگلستان مین اس جاہلانہ اور پاگلانہ بکواس کی کچھ کمی نہین ہی کہ ہم قسطنطنیہ پر روس کو قبضہ کرینی دین۔ مشرقی مسئلہ کا تصفیہ اسطرح ہوسکتا ہے۔ لیکن ایسی دیوانہ حرکت سے مسئلہ مذکور کا تصفیہ تو خاک نہین ہوگا البتہ روس کو ایک ناقابل تسخیر موقعہ اور بحیرہ روم اور کل مشرق کو زیر اور تابع فرمان بنانے کیلئے ایک نہایت ہی زبردست اور ناقابل انقلاع اڈہ ملجائیگا۔ یہ پالیسی ویسی ہی احمقانہ ہوگی جیسی کہ زمانہ قدیم کی ڈنمارک کی مجلس وزراء کی تھی۔ اس سے دشمن کی آتش حرص کو اور تیز کرنے اور روس کے مطالبات مین روزافزون اضافہ کرانے کے سواء اور کوئی نتیجہ نہین نکل سکتا۔

قسطنطنیہ کی فوجی و بحری اہمیت

قسطنطنیہ دنیا بھر مین نہایت ہی اہم جنگی و تجارتی موقعہ بلکہ امصار اور دو براعظمون کی مفتاح ہے جنگی و بحری استحکام کے لحاظ سے دنیا مین اور کوئی موقعہ اوسکی ہمسری نہین کرسکتا۔ رومائی شہنشاہی کے زوال کے بعد مشرقی رومن سلطنت ایک ہزار برس تک صرف قسطنطنیہ کے ناقابل تسخیر طبعی استحکام کی وجہ سے ہی قایم و زندہ رہی تھی۔ نپولین اعظم کا قول تھا کہ جس دولت عظیمہ کے پاس قسطنطنیہ ہو وہ کل دنیا کی مالک ہوگی۔ اگر قسطنطنیہ اور آبنائے دونون روس کے تصرف مین چلی جائین۔ تو وہان جتنی بڑی نیوی چاہے تیار کرسکیگا اور پھر جس وقت چاہیگا وہان سے بحیرہ روم مین داخل ہوکر ہماری تجارت کو بحیرہ مذکور مین غارت کرسکیگا۔ اور مصر اور نہر سویز پر قابض ہوسکیگا۔ بحیرہ اسود مین روس کے پاس چھ مصافی آہن پوش ہین اگر وہ آبنائے باسفورس اور دردانیال سے گذر سکیں تو ہمارے مقابلہ کی جہازون سے جو بحیرہ روم مین موجود ہین ملکر انکی بحری شکست بحیرہ روم سے جسمین بارہ مصافی جہاز ہین روس و فرانس کے بیڑے طاقت مین بہت بڑھ جاتی ہین۔ لیکن اگر روس قسطنطنیہ پر قابض ہوجائے اور وہان سب طرف کے حملون سے محفوظ و مصئون بیس مصافی آہن پوش جمع کرلے تو بتاؤ اوس وقت ہماری بحری طاقت کا کیا حشر ہوگا؟ باوجودیکہ قسطنطنیہ روس کے پاس نہین۔ روس نے ابھی آیندہ دس سالون مین اپنے بیڑہ کو بڑھانے کیلئے خطیر رقمین خرچ کرنیکا فیصلہ کردیا ہی۔

مزید برآن ترکی دار الخلافہ کے قبضہ سے سلطنت عثمانیہ کی تمام فوجی طاقت جس مین دنیا بھر کے سپاہیون سے زیادہ شجاع اور ثابت قدم جانباز ہین روس کے تصرف مین چلی جائیگی پھر جب روس کا اقتدار بحیرہ روم پر قایم ہوگیا۔ اوس نے اپنی فوج مین جو ابھی بھی بیشمار ہے ساڑھے سات لاکھ عثمانیہ جوانمردان جانباز ایزاد کرلیئے۔ اور مذہب اسلام کے مقتدا خلیفۃ المسلمین کو اپنے قابو مین کرلیا تو بتاؤ ہم ہندوستان پر کیا زیادہ عرصہ قابض رہسکین گے؟ ہندوستان مین چھ کروڑ سے زیادہ مسلمان ہین جو ملکہ معظمہ کی رعایا مین شجاع ترین اور مضبوط ترین لوگ ہین اگر ہم قسطنطنیہ کو زار کے تصرف مین چلا جانے دین تو بتاؤ ان مسلمانون اور نیز امیر افغانستان پر کیا اثر پڑیگا۔ یہ جو کہم ایسی شدید اور اس پالیسی کے خطرات ایسی یقینی اور ایسی مہیب ہین کہ جاہل ترین یا نہایت متعصب مذہبون کے سواء اور کوئی شخص یہ صلاح کبھی نہین دیسکتا کہ روس کو قسطنطنیہ پر قابض ہوجانے دیا جائے۔

یہ سمجھ مین آنا مشکل ہی کہ کسطرح کوئی ذی جاہت اور خوددار ممبر پارلیمنٹ اپنی جگہ پر کھڑا ہوکر ایکطرف تو یہ کہے کہ محض رسمی گورنمنٹ کی کارروائی کیوجہ سے ہم (یعنی انگلستان) ارمنون کی حفاظت نہین کرسکے۔ اور پھر دوسرے ہی لحہ یہ کہے کہ ہم روس کو بحیرہ روم مین کوئی بندر بطور رشوت پیش کرکے اوسے آرمینیا مین داخل اور اوسپر متصرف ہونے کی ترغیب دین۔ گو یہ اجتماع ضدین محال نظر آتا ہے اور عقل کبھی باور

نہیں کر سکتی۔ کہ ایک ہی انسان اس کام کا مرتکب ہو سکتا ہے لیکن ۱۸۹۶ء میں دار السلطنت میں ایسا واقع گذر چکا ہے۔ اس زمانہ میں کئی انگریزی تحریکیں اور مسٹر [illegible] اور لوگ سلطان معظم کی ذات پر دیوانہ وار حملے کر رہے تھے کہ روس ان ارمنی صوبجات پر قابض ہو کر ان کا انتظام کرنے کی اجازت لے یعنی بالفاظ دیگر وہ اس بات کی تاکید کر رہے تھے کہ ترکستان ارمنی ظالم ہے اور سلطنت کا جو حصہ درانے ہے باستقلال ٹرکی میں موثر صلاحات کی ترویج کی مزاحمت کر رہی ہے بعینہ اسی کام کی تکمیل کی غرض [illegible] جسکی تحریک میں وہ اپنا کام نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام دیتی رہی ہے۔ ہمارے انگریز [illegible] گویا روس کو ان تمام تکلیفوں کے جن کا وہ باعث ہوا ہے۔ اور جان و مال کے ان نقصانات کے انعام میں جو ان کی [illegible] سے وقوع میں آئے ٹرکی کو ارمنی صوبجات دلانے کے خواہاں تھے۔ کیا کبھی ایسا انصاف نہیں بلکہ ایسی ریاکاری پہلے بھی کبھی کسی نے دیکھی یا سنی ہے؟

دوسرا حصہ تمام ہوا۔

مطبوعہ مطبع روزبازار (جنرل لائبریری ایجنسی) امرتسر

سنہ ۱۳۱۷ھ ہجری

مخاربات تھسیلی

یعنی

کارزارِ روم و یونان ۱۸۹۷ء

{حصہ سوم}

جو ایک جرمن سٹاف افسر کی کتاب جنگ روم و یونان اور انگلستان کے مشہور مدبر و نویسندہ
سر ایشمیڈ بارٹلٹ کی کتاب مخاربات تھسیلی کا پورا ترجمہ دینے کے علاوہ حسب موقع بیشمار فٹ نوٹ اور
حواشی اور متعدد دلچسپ اور کارآمد ضمیمے ایزاد کر دیئے گئے ہین - اور تمام نامور پاشاؤن اور چند یونانی
افسرون کی نہایت درست تصویرین اور میدانِ کارزار اور مختلف لڑائیون کے نقشے درج کر دیئے گئے ہین۔

مترجمہ و مرتبہ مولوی محمد انشاء اللہ صاحب زمیندار انعام آباد جھاڑ ضلع گوجرانوالہ

سنہ ۱۹۰۰

قانونی مطبع روز بازار (جنرل ایجینسی) امرتسر مین

منشی فاضل شیخ غلام محمد سپرنٹنڈنٹ مطبع کی اہتمام سے طبع ہوئی

(حسب ضابطہ رجسٹری کی گئی)

فہرست مضامین محاربات تفصیلی حصہ سوم

تاریخ جنگ روم و یونان

حصہ سوم

فصل بست و دوم

ذات شوکت سمات حضرت بادشاہی اونکا کیریکٹر اور سلطانی دربار

سلطان کا رحم و کرم بقول سر ایشمیلڈ بارٹلٹ سلطان المعظم کی طبیعت و فطرت اور طریق عمل درحقیقت اوس کے عین برعکس ہے۔ جیسا کہ بالعموم انگلستان میں خیال کیا جا رہا ہے۔ اونکی نسبت کمال ناانصافی اور سفاہت کی ساتھہ یہ کہا گیا ہے کہ جلالتمآب کے منشا و تجویز سے قتل عام وقوع میں آئے۔ حاشا و کلا۔ انکی ذات قدسی صفات ایسے عمل سے نہایت اعلیٰ و ارفع ہے۔ اور نہ وہ جیسا کہ اونپر بہتان باندھا گیا ہے بزدل اور بیرحم ظالم ہیں حقیقت الحال یہہ ہے کہ سلطان المکرم نہایت ہی قابل اور ہوشیار مدبر بے نظیر تجربہ کار حکمران اور دوسروں پر مہربانی اور شفقت کرنے کے لیے ہر وقت ہمتن تیار و آمادہ ہیں۔ اونکو ایسی مشکلات سے مقابلہ کرنا پڑا ہے کہ بہت کم فرمانرواؤں کو ویسی مشکلات سے ابتک سابقہ پڑا ہے۔ تقریباً تمام یورپ بلا ریب دشمن کیطرح اونہیں جھپٹا رہا۔ اور ستاتا رہا ہے۔ مگر وہ اس دنگل سے مظفر و منصور برآمد ہوئے ہیں۔ رسمی معاملات کو چھوڑ کر پرایویٹ زندگی کیطرف خیال کیا جاے تو صاف منکشف ہو رہا ہے کہ شوکت سمات کمال رحیم مزاج ہیں اپنی اولاد اور اپنے دوستوں سے بیحد محبت رکھتے ہیں۔ اور سپاہ بالخصوص سپاہیوں کی آسایش و آرام اور بہتری و فلاح کا ہر وقت اونہیں بہت ہی خیال رہتا ہے۔ اسکی ادنے نظیر یہہ ہے کہ ۱۸۷۷ء کی محاربہ میں پالی مانٹی نیگرو نے جن ترکی سپاہیوں کو کمال بیدردی سے مختلف اعضا کاٹ دئے تھے۔ انکا علاج معالجہ نہایت احتیاط سے کرایا گیا۔ اور پھر اونکی معقول پنشنیں مقرر کر دیگئیں اسیطرح اس محاربہ کے زخمیوں کے لیے خاص سلطانی محل یلدز کی احاطہ میں نیا ہسپتال قایم کیا گیا۔ اسمیں ایک ہزار سے زیادہ مجروحین کیلیے گنجایش ہے۔ وہ صفائی اور تکمیل لوازمات میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اور زخم رسیدہ وہاں ایسی جلد صحتیاب ہو رہے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔[۵]

جو مشکلات سلطان المعظم کو محیط ہیں اور محیط رہی ہیں۔ وہ بیشمار ہی نہیں بلکہ ایسی سخت و صعب ہیں کہ کسی اور شخص کو شاید انکو مقابلہ کرنیکا حوصلہ ہی نہ پڑتا۔ ۱۸۷۷ء و ۱۸۷۸ء میں روسی حملہ سے کل ملک تباہ و پامال ہو گیا۔ اڑہائی لاکھ عثمانیہ سپاہیوں کی علاوہ دس لاکھ سے زیادہ

---

[۵] امیر المومنین کے حکم سے ایسے تمام مجروحین کو جو آیندہ فوجی خدمت کرنے کے ناقابل ہو گئے ۳۰ روپیہ ماہوار کی پنشن عطا کیگئی۔ ہندوستان میں دیسی سپاہی کو تیس برس فوجی خدمت کرنے یا جنگ میں قتل ہو جانے کی صورت میں اُسکی بیوہ کو چار روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہے۔ نومبر ۱۸۹۷ء میں جلالتمآب نے شفایاب شکستہ زخمی سپاہیوں کو جیب خاص سے بیس ہزار روپیہ کے گرم کپڑے عطا کیئے۔

فہرست مضامین محاربات تھیسلی حصہ سوم

تاریخ جنگ روم و یونان

حصہ سیوم

فصل بست و دوم

ذات شوکت سمات حضرت بادشاہی اونکا کیرکٹر اور سلطانی دربار

سلطان کا رحم و کرم بقول سر ایلیس ایشمیلڈ بارٹلٹ سلطان المعظم کی طبیعت و فطرت اور طریق عمل درحقیقت اوس سے عین عکس ہے جیسا کہ بالعموم انگلستان میں خیال کیا جا رہا ہے۔ اونکی نسبت کمال ناانصافی اور سفاہت کی سا ... یہ کہا گیا ہے کہ جلالتمآب کے منشا ء و تجویز سے قتل عام وقوع میں آیا۔ حاشا و کلا۔ انکی ذات قدسی صفات ایسے عمل سے نہایت اعلے و ارفع ہے۔ اور نہ وہ جیسا کہ اونپر بہتان باندھا گیا ہے بزدل اور بے رحم ظالم ہیں حقیقت الکال یہہ ہے کہ سلطان المکرم نہایت ہی قابل اور ہوشیار مدبر بے نظیر تجربہ کار حکمران اور دوسروں پر مہربانی اور شفقت کرنے کے لیے ہر وقت ہمتن تیار و آمادہ ہیں۔ اونکو ایسی مشکلات سے مقابلہ کرنا پڑا ہے کہ بہت کم فرمانرواؤں کو ویسی مشکلات سے اب تک سابقہ پڑا ہے۔ تقریبًا تمام یورپ بلا ریب دشمن کی طرح اونہیں چمٹا رہا۔ اور ستاتا رہا ہے۔ مگر وہ اس دنگل سے مظفر و منصور برآمد ہوئے ہیں۔ رسمی معاملات کو چھوڑ کر پرایویٹ زندگی کی طرف خیال کیا جائے تو صاف منکشف ہو رہا ہے کہ شوکت سمات کمال رحیم مزاج میں اپنی اولاد اور اپنے دوستوں سے بیحد محبت رکھتے ہیں۔ اور سپاہ بالخصوص سپاہیوں کی آسایش و آرام اور بہتری و فلاح کا ہر وقت اونہیں بہت ہی خیال رہتا ہے۔ اسکی ادنے نظیر یہہ ہے کہ سنہ ۱۸۹۷ء کی محاربہ میں اہالی ہانٹی نیگرو نے جن ترکی سپاہیوں کو کمال بیدردی سے مختلف اعضا کاٹ دئے تھے۔ انکا علاج معالجہ نہایت احتیاط سے کرایا گیا اور پھر اونکی معقول پنشنیں مقرر کر دیگئیں اسیطرح اس محاربہ کے زخمیوں کے لیے خاص سلطانی محل یلدز کے احاطہ میں نیا ہسپتال قایم کیا گیا۔ اسمیں ایک ہزار سے زیادہ مجروحین کیلیئے گنجایش ہے۔ وہ صفائی اور تکمیل لوازمات میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اور زخم رسیدہ وہاں ایسے جلد صحتیاب ہوتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

جو مشکلات سلطان المعظم کو محیط ہیں اور محیط رہی ہیں۔ وہ بیشمار ہی نہیں بلکہ ایسی سخت و صعب ہیں کہ کسی اور شخص کو شاید انکے مقابلہ کرنیکا حوصلہ ہی نہ پڑتا۔ سنہ ۱۸۷۷ء و سنہ ۱۸۷۸ء میں روسی حملہ سے کل ملک تباہ و پامال ہو گیا۔ اڑہائی لاکھ عثمانیہ سپاہیوں کے علاوہ دس لاکھ سے زیادہ

امیر المومنین کے حکم سے ایسے تمام مجروحین کو جو آیندہ فوجی خدمت کرنے کے ناقابل ہو گئے ہیں ۳۰ روپیہ ماہوار کی پنشن عطا کیگئی۔ ہندوستان میں دیسی سپاہی کو تیس برس فوجی خدمت کرنے یا جنگ میں قتل ہو جانے کی صورت میں اُسکی بیوہ کو چار روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہے۔

نومبر سنہ ۱۸۹۷ء میں جلالتمآب نے شفایاب بیکس و کمزور سپاہیوں کو جیب خاص سے بیس ہزار روپیہ کے گرم کپڑے عطا کیئے۔

مسلمان مستورات۔ بچے اور دہقان محاربہ میں ہلاک ہوئے۔ بلگیریا اور روملیا میں عمان باشندوں کو وحشیانہ ظلم وستم کے ساتھ تہ تیغ و
بیحرمت کیا گیا۔ اور آخر بقیۃ السیف کو دونوں صوبوں سے باہر دھکیل دیا گیا۔ دشمن روسیاہ سے ہی ملک اور سلطان کو زخم نہ پہونچا
بلکہ کئی معتبر اور معتقد رشتہ بھی مارآستین ثابت ہوئے۔ جنگی دغابازی۔ غداری اور ناقابلیت نے عثمانیہ سپاہ کی شجاعت کو رائگاں اور
سلطنت کو تباہ کرنے میں بہت کچھ حصہ لیا۔ اور اس سے جلالتمآب کے ذکی الحس اور باحمیت دلپر بڑا گہرا اثر ہوگیا۔ خود اونکا بہنوئی محمود
داماد غداری عظیم کا مجرم ثابت ہوا۔ اور سلیمان اور کئی دیگر سربرآوردہ پاشاؤں کی نسبت سخت شکوک پیدا ہوگئے۔ الغرض ٹرکی عملاً بالکل
تباہ ہوگئی۔ اور مسلمان آبادی کو ایسی ایسی تکلیفیں اور سختیاں جھیلنی پڑیں کہ اونکا شمہ سنکر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں یہ رنگ دیکھکر
سلطان نے مجبوراً سلطنت کے انتظام کی باگ براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لی اور دوسروں کے تصرف کو کم کردیا۔ ایسا کرنے کے لئے گو
اونہیں بہت کچھ معذور سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اس کارروائی سے سلطنت عثمانیہ کی قابل ولائق حکمران جماعت
بہت کمزور ہوگئی ہے۔ کیونکہ جب کل کام ایک ہی شخص کرے۔ اور دوسروں کو اپنے دماغ وقابلیت سے کام لینے کا موقعہ نہ ملے تو عدم استعمال
دماغ کا کمزور ہوتے جانا اور قابلیت کو زنگ لگ جانا طبعی امر ہے جسکے ساتھ ہی آخر رفتہ رفتہ ان ماتحت عہدہ داروں اور وزراء وغیرہ
میں خوداعتمادی اور اپنی ذات پر بھروسہ کرنے کی صفت نہیں رہ جاتی ۔

ترکی سلطنت کی ترکیب

سلطنت عثمانیہ بلا مبالغہ مختلف قوموں۔ مذاہب اور اغراض کی ایک کامل معجون مرکب ہے
ایسے اجتماع اقتضاءات پر جبر و تحمل سے کبھی باامن وامان حکومت نہ کرسکے۔ انگلستان بڑا منتظم کمال
شائستہ اور اصول جہانداری اور معاملات ملکداری میں بڑا تجربہ کار دلہن سال خرانٹ ہے۔ لیکن اب تک ایک صوبہ آئرلینڈ کو قابو نہیں
کرسکا۔ ٹرکی کو ویسے بارہ آئرلینڈوں سے سابقہ پڑا ہوا ہے۔ وہاں یونانی۔ بلغاری۔ والیشی اور ارمن آباد ہیں (ارمنی پھر بجائے
خود تین قسموں میں منقسم ہیں) یہہ ترکوں سے جو اونمیں نظام وامن قایم رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے متنفر اور اونکے دشمن نہیں جیسے کہ خود ایک دوسرے سے۔
لڑائی کو ابھی شروع ہوئے چند ہفتے نہیں ہوئے کہ تھسلی کے وولیشی باشندے عرضیاں کررہے ہیں کہ اونہیں پھر یونانیوں کا تابع نہ بنایا جائے
ادہر بلغاریوں اور یونانیوں کا یہہ حال ہے کہ ایکدوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ کل ترکوں کو مقدونیہ سے ہٹا دو۔ اور ایک ہفتہ میں یونانی
والیشی اور بلغار آپسمیں لڑکٹ کر فنا ومعدوم ہوجائیں۔ ان متذکرہ صدر اقوام کے علاوہ کرد۔ زیبق۔ ارنوط۔ دروز۔ شامی
مختلف اقسام واجناس کے، لازی۔ یہودی۔ حبشی۔ عرب اور چرکس بھی ہیں۔ ان قوموں اور کئی دوسریوں کے علاوہ قسطنطنیہ اور
دیگر بڑے بڑے شہروں میں ساحلی علاقوں اور جزایر کے دوغلے عیسائی اور یورپین بھی بافراط موجود ہیں۔ ایسے مختلف عنصروں
کے مجموعہ پر مغربی طرز حکومت سے فرمانروائی کرنیکا خیال محض ناممکن العمل اور کمال مضحکہ خیز ہے۔ روس اپنے ہم مذہب وہمقوم رعیت اور غیر
مذہب اقوام کو ایسے طریقوں سے قابو میں رکھے ہوئے ہے جو ترکوں کے طریق حکومت سے بدرجہا زیادہ جابرانہ بلکہ وحشیانہ اور ظالمانہ ہیں

ارمنوں کے قتل کے اسباب

جیسا کہ اتہام لگانیوالے اکثر بکتے رہے ہیں۔ ارمنوں کے قتل عام سوچی سمجھی ہوئی
تجاویز کا نتیجہ نہ تھے۔ وہ عرصہ دراز کی باہمی کشیدگی اور ایک تین سالہ سازش کا نتیجہ

تھے۔ وہ ان پانچ اسباب کا ماحصل تھے۔ اول سبب ارمنی مفسدانہ سازش تھی جو اوس علاقہ میں قایم ہوئی۔ اور اُسکے تنخواہ دار گماشتوں نے اوسے بھڑکایا۔ اس سازش کی قرارداد کے مطابق ترکوں کو مشتعل اور جواب ترکی بہ ترکی پر آمادہ کرنے کے لیے منفرد مسلمانوں پر بیشمار مظالم توڑے گئے۔ سازش مذکور اور ارمنی سازشیوں بالخصوص ہنچاکسٹوں کے کچھ حالات پہلے مذکور ہوچکے ہیں (دوم) سبب ارمنوں کا وہ بلوہ تھا۔ جو بتاریخ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء قسطنطنیہ میں ہوا۔ اور اوسمیں ایک ترکی پولیس افسر اور بیس کنسٹبل ہلاک کیے گئے۔ اس مفسدہ کی جرأت ارمنیوں کو انگریزی تحریک اور ہمدردی سے ہوئی تھی۔ اور اوسکا اثر برقی سرعت سے کل قلمرو عثمانیہ پر پھیل گیا تھا (سیوم) سبب انگلستان میں مصنوعی مظالم فروشی کا بازار گرم ہونا۔ اور ساسون کے مفسدہ کے متعلق جھوٹے غلط داستانوں کی بنا پر سلطان۔ ترکوں اور مذہب اسلام کو اندھا دھند بے نقط تبرے سنائے جانا تھا۔ انگلستان کی اس نامعقول مسیحانہ ہمدردی اور پرجوشی نے حالات ٹرکی ہیں سب کو معلوم ہوتی رہتی تھی اوس سے مسلمانوں کی فیلنگز اور احساسات کو سخت صدمہ پہونچا۔ وہ بہت کبیدہ خاطر ہوگئے۔ اور انگلستان کا اقتدار و رسوخ بالکل زائل ہوگیا چوتھا سبب سر فلپ کری کا احمقانہ مسودہ اصلاحات تھا۔ جو نام نہاد اصلاحیں قطعاً ناممکن العمل تھیں اور انکا مدعا اسکے سوا اور کچھ نہ تھا کہ ایشیاء کوچک کے باحمیت و غالب عنصر اسلامی آبادی کو عیسائی منتظمین کے ماتحت کردیا جائے۔ پانچواں باعث لارڈ روزبری[1] کی وزارت کی غلطی تھی۔ جسنے سر فلپ کری کی نصیحت پر ٹرکی کو دبانے کے لیے روس اور فرانس کے ساتھ متفق و متحد ہونے کی کوشش کی۔ انگلستان کے قدیم الایام اور کبھی دوست نہ ہونے والے رقیبوں اور ٹرکی کے جانی دشمن سے اتحاد کرنے کی اس بیوقوفانہ کوشش سے طبعی طور پر ٹرکی کے مسلمانوں کے دلوں میں سخت بدظنی اور اندیشہ پیدا ہوگیا۔ دارالامراء اور برائیٹن میں اگست اور نومبر ۱۸۹۵ء میں لارڈ سالسبری[†] نے جو تقریریں کیں وہ سونے پر سہاگہ کا کام دیگئیں۔ اور مسلمانوں کی بدظنی میں اور اضافہ ہوگیا۔ کہ لبرلوں کو تو خیر مدت سے تعصب نے اندھا کر رکھا ہے کنسرویٹو فریق کے مدبر اور اونکا سرگروہ لبرلوں سے بھی دو چار قدم آگے بڑھا ہوا ہے۔ ان کل اسباب مشئومہ نے مسلمانوں کی مذہبی سپرٹ و پرجوشی اور قومی حمیت و غیرت کو بہت برافروختہ کردیا اور اسکا نتیجہ اکتوبر نومبر و دسمبر ۱۸۹۵ء کے وہ خوفناک قتل عام ہوئے۔ جنکا ہم سبکو افسوس ہے سر فلپ کری اون مقتولین کا اندازہ ۲۵ ہزار کے قریب کرتا ہے۔ جو غالباً نادرست نہیں۔ اور اگر زیادہ نہ سہی تو سر فلپ کری

---

[1] لارڈ روزبری نے مسئلہ آرمینیا اور دیگر معاملات میں جو تعصب اور دلی عناد ٹرکی کی نسبت ظاہر کیا تھا۔ وہ اکثر ناظرین سے مخفی نہ ہوگا۔ اسکے مفصل حالات بست سالہ عہد حکومت اور مفروضہ مظالم آرمینیا میں درج ہیں۔ اس بارہ میں وہ لارڈ سالسبری سے بدرجہا بڑھا ہوا۔ اور گلیڈسٹون کا بلا مبالغہ سپوت پولیٹیکل فرزند ہے۔ مگر واہ رے عبدالحمید۔ خداوند کریم نے تجھے کیسا عالی ظرف۔ کاظم الغیظ عافی عن الناس اور بے نظیر بلند حوصلہ اور بامروت بنایا ہے کہ باران رحمت الٰہی کیطرح دوست دشمن سب پر اسکا ابر کرم یکساں برستا ہے اور جانی دشمن بھی تیرے فیض و کرم سے خالی نہیں رہتا۔ یہی لارڈ روزبری صاحب مارچ ۱۸۹۹ء کے اخیر میں بطور سیاحت خاص اپنے جہاز پر قسطنطنیہ وارد ہوئے تو جلالتمآب نے اوسکی کل سابقہ کارروائیوں اور تقریروں کو بالکل فراموش کرکے خاص شاہی گاڑی اُسکے لیے اپنے ایک اعلیٰ حاجب کے ہاتھ کنارہ سمندر پر بھیجدی جسپر سوار ہوکر لارڈ صاحب انگریزی سفارتخانہ کو گئے۔ گاڑی ہی نہیں۔ اونکے لیے سلطانی دستہ کے چند سوار بھی بھیجدیے گئے۔ الحق ایسے صاحب مروت و احسان اور صاف باطن و صاف دل اور عالی ظرف انسان شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔

[†] یہ تقریریں بھی بست سالہ میں درج ہیں۔

مسلمان مستورات۔ بچے اور دہقان محاربہ میں ہلاک ہوئی۔ بلگیریا اور روملیا میں عمان باشندوں کو وحشیانہ ظلم وستم کے ساتھ تہ تیغ و بیحرمت کیا گیا۔ اور آخر بقیۃ السیف کو دونو صوبوں سے باہر دھکیل دیا گیا۔ دشمن رو سیاہ سے ہی ملک اور سلطان کو زخم آسیب نہ پہونچا بلکہ کئی معتبر اور معتقد مشیر بھی مار آستین ثابت ہوئے۔ جنگی دغابازی۔ غداری اور ناقابلیت نے عثمانیہ سپاہ کی شجاعت کو رائگاں کرنے اور سلطنت کو تباہ کرنے میں بہت کچھ حصہ لیا۔ اور اس سے جلالتمآب کی ذکی الحس اور باحمیت دلپر بڑا گہرا اثر ہوگیا۔ خود اونکا بہنوئی محمود داماد غداری عظیم کا مجرم ثابت ہوا۔ اور سلیمان اور کئی دیگر سربرآوردہ پاشاؤں کی نسبت سخت شکوک پیدا ہوگئے۔ الغرض ترکی عملاً بالکل تباہ ہوگئی۔ اور مسلمان آبادی کو ایسی ایسی تکلیفیں اور سختیاں جھیلنی پڑیں کہ اونکا شمہ سنکر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں یہ رنگ دیکھکر سلطان نے مجبوراً سلطنت کے انتظام کی باگ براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لی اور دوسروں کے تصرف کو کم کردیا۔ ایسا کرنے کے لیئے گو اونہیں بہت کچھ معذور سمجھا جاسکتا ہے۔ مگر اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اس کارروائی سے سلطنت عثمانیہ کی قابل ولائق حکمران جماعت بہت کمزور ہوگئی ہے۔ کیونکہ جب کل کام ایک ہی شخص کرے۔ اور دوسروں کو اپنے دماغ و قابلیت سے کام لینے کا موقعہ نہ ملے تو عدم استعمال دماغ کا کمزور ہوتے جانا اور قابلیت کو زنگ لگ جانا طبعی امر ہے جسکے ساتھ ہی آخر رفتہ رفتہ ان ماتحت عہدہ داروں اور رئیسوں وغیرہ میں خوداعتمادی اور اپنی ذات پر بہروسہ کرنے کی صفت نہیں رہ جاتی۔

ترکی سلطنت کی ترکیب

سلطنت عثمانیہ بلامبالغہ مختلف قوموں۔ مذاہب اور اغراض کی ایک کامل معجون مرکب ہے ایسے اجتماع اتضادات پر جبریل بھی کبھی باامن وامان حکومت نہ کرسکے۔ انگلستان بڑا منتظم کمال شایستہ اور اصول جہانداری اور معاملات ملکداری میں پرانا تجربہ کار دلہن سال خرانٹ ہے لیکن اب تک ایک صوبہ آئرلینڈ کو قابو نہیں کرسکا۔ ٹرکی کو ویسے بارہ آئرلینڈوں سے سابقہ پڑا ہوا ہے۔ وہاں یونانی۔ بلغاری۔ والبنی اور ارمن آباد ہیں (ارمنی بھی بجائے خود تین قسموں میں منقسم ہیں) یہہ ترکوں سے جو اونمیں نظام وامن قایم رکھے ہوئے ہیں۔ ایسی متنفر اور اونکی دشمن نہیں جیسے کہ خود ایک دوسرے سے۔ لڑائی کو ابھی شروع ہوئے چند ہفتے نہیں ہوئے کہ تھسلی کے دولیشی باشندے عرضیاں کر رہے ہیں کہ اونہیں پہر یونانیوں کا تابع نہ بنایا جائے ادہر بلغاریوں اور یونانیوں کا یہہ حال ہے کہ ایکدوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ کل ترکوں کو مقدونیہ سے ہٹا دو۔ اور ایک ہفتہ میں یونانی والبنی اور بلغار آپسمیں لڑکٹ کر فنا و معدوم ہوجائیں۔ ان متذکرہ صدر اقوام کے علاوہ کرد۔ زیبق۔ ارنوط۔ دروز۔ شامی مختلف اقسام واجناس کے، لازی۔ یہودی۔ حبشی۔ عرب اور چرکس بھی ہیں۔ ان قوموں اور کئی دوسری قوموں کے علاوہ قسطنطنیہ اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں سے علاقوں اور جزایر کے دوغلے عیسائی اور یورپین بھی بافراط موجود ہیں۔ ایسے مختلف عنصروں کے مجموعہ پر مغربی طرز حکومت سے فرمانروائی کرنیکا خیال محض ناممکن العمل اور کمال مضحکہ خیز ہے۔ روس اپنی ہم مذہب وہمقوم رعیت اور غیر مذہب اقوام کو جیسے طریقوں سے قابو میں رکھے ہوئے ہے جو ترکوں کے طریق حکومت سے بدرجہا زیادہ جابرانہ بلکہ وحشیانہ اور ظالمانہ ہیں۔

ارمنوں کے قتل کے اسباب

جیسا کہ اتہام لگانیوالے اکثر بکتے رہے ہیں۔ ارمنوں کے قتل عام سوچی سمجھی ہوئی تجاویز کا نتیجہ نہ تھے۔ وہ عرصہ دراز کی باہمی کشیدگی اور ایک تین سالہ سازش کا نتیجہ

تھے۔ وہ ان پانچ اسباب کا حصل تھے۔ اول سبب ارمنی مفسدانہ سازش تھی جو اوس علاقہ میں قایم ہوئی۔ اور اُسکے تنخواہ دار گماشتوں نے اوسے بھڑکایا۔ اس سازش کی قرارداد کے مطابق ترکوں کو مشتعل اور جواب ترکی بہ ترکی پر آمادہ کرنے کے لیئے منفرد مسلمانوں پر بیشمار مظالم توڑے گئے۔ سازش مذکور اور ارمنی سازشیوں بالخصوص ہنچاکسٹوں کے کچھہ حالات پہلے مذکور ہو چکے ہیں (دوم) سبب ارمنوں کا وہ بلوہ تھا۔ جو بتاریخ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء قسطنطنیہ میں ہوا۔ اور اوسمیں ایک ترکی پولیس افسر اور بیس کنسٹبل ہلاک کیئے گئے۔ اس مفسدہ کی جرأت ارمنوں کو انگریزی تحریک اور ہمدردی سے ہوئی تھی۔ اور اوسکا اثر برقی سرعت سے کل قلمرو عثمانیہ پر پھیل گیا تھا (سیوم) سبب انگلستان میں مصنوعی مظالم فروشی کا بازار گرم ہونا۔ اور ساسون کے مفسدہ کے متعلق جھوٹے اور غلط داستانوں کی بنا پر سلطان۔ ترکوں اور مذہب اسلام کو اندھا دھند بے نقط تبری سنائی جانا تھا۔ انگلستان کی اس نامعقول مسیحانہ ہمدردی اور پرجوشی کے حالات ٹرکی میں سب کو معلوم ہوتے رہتے تھے اوس سے مسلمانوں کے فیلنگز اور احساسات کو سخت صدمہ پہونچا۔ وہ بہت کبیدہ خاطر ہوگئے۔ اور انگلستان کا اقتدار و رسوخ بالکل زائل ہوگیا چوتھا سبب سر فلپ کری کا احمقانہ مسودہ اصلاحات تھا۔ جو نام نہاد اصلاحیں قطعاً نا ممکن العمل تھیں اور انکا مدعا اسکے سوا اور کچھہ نہ تھا کہ ایشیاء کوچک کے باحمیت و غالب عنصر اسلامی آبادی کو عیسائی منتظمین کے ماتحت کر دیا جائے۔ پانچواں باعث لارڈ روزبری[1] کی وزارت کی غلطی تھی۔ جسنے سر فلپ کری کی نصیحت پر ٹرکی کو دبانے کے لیئے روس اور فرانس کے ساتھ متفق و متحد ہونے کی کوشش کی۔ انگلستان کے قدیم الایام اور کبھی دوست نہ ہونے والے رقیبوں اور ٹرکی کے جانی دشمن سے اتحاد کرنے کی اس بیہودہ کوشش سے طبعی طور پر ٹرکی کے مسلمانوں کے دلوں میں سخت بدظنی اور اندیشہ پیدا ہوگیا۔ دارالامرا اور برائیٹین میں اگست اور نومبر ۱۸۹۵ء میں لارڈ سالسبری نے جو تقریریں[+] کیں وہ سونے پر سوہاگہ کا کام دیگئیں۔ اور مسلمانوں کی بدظنی میں اور اضافہ ہوگیا۔ کہ لبرلوں کو تو خیر مدت سے تعصب نے اندھا کر رکھا ہی کنسرویٹو فریق کے مدبر اور اونکا سرگروہ لبرلوں سے بھی دو چار قدم آگے بڑھا ہوا ہے۔ ان کل اسباب مشئومہ نے مسلمانوں کی مذہبی سپرٹ پرجوشی اور قومی حمیت دغیرہ کو بہت برافروختہ کر دیا اور اسکا نتیجہ اکتوبر نومبر و دسمبر ۱۸۹۵ء کے وہ خوفناک قتل عام ہوئے۔ جنکا ہم سبکو افسوس ہے۔ سر فلپ کری اون مقتولین کا اندازہ ۲۵ ہزار کے قریب کرتا ہے۔ جو غالباً نادرست نہیں۔ اور اگر زیادہ نہ سہی تو سر فلپ کری

[1] لارڈ روزبری نے مسئلہ آرمینیا اور دیگر معاملات میں جو تعصب اور دلی عناد ٹرکی کی نسبت ظاہر کیا تھا۔ وہ اکثر ناظرین سے مخفی نہ ہوگا۔ اسکے مفصل حالات بست سالہ عہد حکومت اور مفروضہ مظالم آرمینیا میں درج ہیں۔ اس بارہ میں وہ لارڈ سالسبری سے بدرجہا بڑھا ہوا۔ اور گلیڈسٹون کا بلا مبالغہ سپوت پولیٹیکل فرزند ہے۔ مگر واہ رے عبدالحمید۔ خداوند کریم نے تجھے کیسا عالی ظرف۔ کاظم الغیظ عافی عن الناس اور بے نظیر بلند حوصلہ اور با مروت بنایا ہے کہ باران رحمت الہی کیطرح دوست دشمن سب پر اُسکا ابر کرم یکساں برستا ہے اور جانی دشمن بھی تیرے فیض و کرم سے خالی نہیں رہتا۔ یہی لارڈ روزبری صاحب مارچ ۱۸۹۹ء کے اخیر میں بطور سیاح خاص اپنے جہاز پر قسطنطنیہ وارد ہوئے تو جلالتمآب نے اونکی کل سابقہ کارروائیوں اور تقریروں کو بالکل فراموش کرکے خاص شاہی گاڑی اُنکے لیئے اپنے ایک اعلیٰ حاجب کے ہاتھ کنارہ سمندر پر بھیجدی جسپر سوار ہوکر لارڈ صاحب انگریزی سفارتخانہ کو گئے۔ گاڑی ہی نہیں۔ اونکے لیئے سلطانی دستہ کے چند سوار بھی بھیجدیئے گئے۔ الحق ایسے صاحب مروت و احسان اور صاف باطن و صاف دل اور عالی ظرف انسان شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔

[+] یہہ تقریریں بھی بست سالہ میں درج ہیں۔

ایسے شخص سے بھی تو کبھی امید نہیں ہو سکتی کہ اُسنے حقیقی تعداد سے کم تباہی ہوتی ہو گی گورنمنٹ کا خیال ہے کہ ایشیاء کوچک میں پانچ سو لیکر دس ہزار سے زیادہ ارمنی ہلاک نہیں ہوئے۔ بہرحال اسمیں کوئی شک نہیں کہ اکثر مقامات میں محض سنگدل ترکی گورنروں کی بدعملی بدخصلت اور شجاعت سے قتل و تاراج بالکل نہ ہو سکا۔ ہماری منصف مزاج مظالم فروش امن قابل التعریف کارروائی کا کبھی بھولے سے نام نہیں لیتے۔ حق الامر یہہ ہے کہ جب ایک دفعہ ایشیاء کوچک کے کوہستانی و نیم آباد علاقوں میں قتل و نہب کے جذبات بیقابو ہو گئے۔ تو وہاں کی شہروں اور مفصلات علاقوں کی ارمنوں کی قسمت بہت کچھہ مقامی گورنر کی قابلیت اور ذاتی خاصیت پر منحصر رہ گئی۔ اگر کسی شہر یا ضلع کا گورنر شجاع اور نیکدل تھا تو اوسنے ارمنی آبادی کو بچالیا۔ اور مفسدہ کا بروقت انسداد کر دیا۔ اور اگر وہ کمزور دل اور مزاج یا برا شخص تھا تو غضب آلود مسلمانوں کو غصہ نکالنے کا پورا موقعہ ملگیا۔ یہہ مسلم امر ہے کہ اکثر مقامات[عه] پر حکام نے کوئی فساد نہ ہونے دیا۔ بلوائیوں کا طریق عمل عموماً یہہ ہوتا تھا۔ شورہ پشت کردوں۔ لازیوں۔ یا چرکسوں کا کوئی گروہ اچانک کسی شہر یا موضع پر آپڑتا۔ مقامی مسلم آبادی کا کمینہ اور شریر حصہ اونسے مل جاتا۔ ہنگامہ برپا ہو جاتا اور دونوں نہب و قتل کی کارروائی شروع کر دیتے اور مقام بلوہ کے اعلے ملکی حاکم کو جو اوسکی حسب حیثیت مدبر یا قائمقام یا متصرف ہوتا اپنے معدودے چند فوجی سپاہیوں اور اونسے بھی قلیل التعداد اہلکاران پولیس سمیت کثیر التعداد اور پرغضب بلوائیوں سے سابقہ پڑجاتا۔ اگر وہ بہادر دل اور رحمدل ہوتا تو کل خطرات پر غالب آجاتا۔ اور اگر بزدل یا ظالم ہوتا تو بلوہ کو فرو نہ کر سکتا۔ اکثر جگہہ ترکی حکام بلوہ کے انسداد پر قادر تھے۔ اور انہوں نے اوسکا انسداد کیا جسکے صلہ میں سلطان المعظم نے انکو انعام و اکرام عطا فرمائے۔ فی الاصل اور اصلی ترکوں یعنی ٹھیٹھ عثمانیوں کا ان مظالم میں بہت ہی شاذ و نادر دخل پایا گیا۔ اور ترکی نظام سپاہیوں کا تو اون سے بھی بدرجہا کم واسطہ ثابت ہوا۔

مظالم کا انسداد نہ کرنیوالوں کو سزا کیوں نہ ملی

یہاں یہہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جو حکام اپنے فرض کو ادا کرنے سے قاصر رہے اور اونہوں نے بلوہ و فساد اور قتل و نہب ہونے دیا۔ ان کو اس غفلت یا بزدلی کی سزا کیوں نہ دیگئی ہے اسکی وجہہ صرف اون نہایت ہی خاص اور صعب و دشوار حالات و معاملات پر غور کرنے سے ہی جو سلطنت عثمانیہ سے متعلق ہیں سمجھہ میں آسکتی ہے۔ جسطرح کہ ہندوستان بلکہ آئرلینڈ میں بھی ہماری حکومت صرف انگریزی قوم کی فوقیت و غلبہ پر مبنی ہے۔ بعینہ اوسیطرح سلطنت عثمانیہ اسلامی فوقیت اور غلبہ پر مبنی ہے۔ سلطان کی طاقت صرف اوسکی مسلمان رعایا کی وفاداری اور طاقت و جبروت پر منحصر ہے۔ دنیا میں کوئی گورنمنٹ نہیں جو اپنی سلطنت کی غالب ترین قوم اور غالب ترین مذہب کی پرزور رائے اور میلان و تعصبات کے عین برعکس کاربند ہونے کی جرات کر سکے۔ ایسا کرنا سخت مشکل ہی نہیں۔ تقریباً ناممکن ہے اعلے سے اعلے مہذب ترین ممالک میں ایسی کیفیت ہے۔ بلجیم کی افریقی ریاست کانگو فری سٹیٹ کی بلجیمی عہدہ دار میجر لوتھیر کا قصہ ابھی پرانا نہیں ہوا۔ اسنے انگریز سوداگر مسٹر سٹوکس کو بلا قصور نہایت سنگدلی اور سفاکی سے پھانسی دلوا کر قتل کروا دیا۔ مگر بلجیم کے ہائیکورٹ نے اوسے صاف بری کر دیا۔ اور اوسے کوئی سزا کسی قسم کی نہ ملی۔ امریکن مجاہدین کو کیوبا کے ہسپانوی حکام نے عین ایسی حالت میں جبکہ وہ باغیوں کی مدد کیلئے کیوبا پر حملہ آور ہونے کی کوشش کر رہے تھے گرفتار کرکے سزا دی اور تجویز کے لیئے امریکن گورنمنٹ کے سپرد کیا

عه اسکی تصدیق کے لیئے دیکھو حکمۃ الحق

مگر امریکن عدالتوں نے ابھی کل کی بات ہے کہ اونکو بری کر دیا۔ صوبجات متحدہ امریکہ کی جنوبی ریاستوں میں سفید اندام لوگوں کی ایک بدمست
سازشی انجمن کے افراد نے جو انجمن "کوکلکس خان" کے نام سے موسوم تھی حبشیوں کو ناگفتہ بہ اذیتیں و عقوبتیں پہنچائیں۔ اور اکثر کو
بہت ہی بُری طرح سے قتل و ہلاک کیا۔ مگر کسی قاتل یا عقوبت دہندہ کو سزا نہ ملی۔ یہہ کل واقعات جو غالب اقوام کے تعصب راسخہ کا
نتیجہ تھی۔ مہذب اقوام میں ایکدوسرے کے بالمقابل گذرے۔ جب مہذب قوموں کی یہہ کیفیت ہے تو وہ قومیں جو نیم مہذب کہلاتی ہیں
جو کچھ کر گذریں تھوڑا ہے۔

سلطان اور ترکی گورنمنٹ کی طاقت ہی نہیں بلکہ خود اونکا وجود مسلمان آبادی کی تائید و امداد پر منحصر ہے۔ ایشیاء کوچک
کی مسلمانوں سے جو وہاں کی عیسائیوں سے تعداد میں کئی حصہ زیادہ ہیں۔ ایسی توقع رکھنا انسانی فطرت کی بھی برخلاف ہے کہ وہ ہاتھ
پاؤں ہلائے بغیر اپنے غلبہ و رفوقیت سے دست بردار ہو جائینگے۔ مسلمان ارمنوں کی سازش اور اونکی سکیموں سے سر فلپ کری کے سوڈ
اصلاحات اہالی انگلستان کی مذہبی جہاد قلمی و سیاسی اور اتحاد روسیہ۔ فرانس و انگلستان سے بہت بگڑ رہے تھے اور بھرے بیٹھے تھے
۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو ارمنوں کے قسطنطنیہ میں دنگا کر دینے سے مواد نہ نکلا۔ اور بارود میں چنگاری پڑ گئی۔ یہہ درست ہے کہ ان باتوں
کو اون مظالم کے متعلق جو جواباً ارمنوں پر کیئے گئے۔ بطور معقول وجوہات معذوری دربریت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم اون سے
اون جفاکاریوں کا باعث جو ایشیا کوچک میں سرزد ہوئیں بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

یلدز سرای

یلدز سرا[1] معمولی حجم و وسعت کا محل ہے۔ اور باہر سے چنداں دلفریب اور عالیشان بھی نہیں دکھائی دیتا۔ مگر وہاں کی
صحت بخش آب ہوا۔ موقع کی موزونیت اور اسکے فرحت افزا باغات اور مرغزاروں کی حسن و ملاحت اور وسعت سے
بیرونی شان و شوکت کی کمی کی پوری پوری تلافی ہو رہی ہے۔ یہہ باغ اور رمنی باسفرس کے کنارہ تک ڈھال کھاتے چلے گئے ہیں۔ یلدز محل
جن پہاڑیوں پر واقع ہے۔ انکے عین دامن میں وہ خوبصورت مرمرین محل[2] ہے۔ جہاں سابق سلطان مراد سلطان حال کا بھائی رہتا ہے اگر
اوسکا دماغ سخت کمزور نہ ہو گیا ہوتا تو اسوقت ترکی کا فرمانروا وہی ہوتا۔ اوسکے علاوہ سلطان کے دو اور بھائی زندہ ہیں۔ رشید
اور ایک اوس سے چھوٹا دونو کی صحت بہت عمدہ ہے[3]۔ یلدز محل کے قریب جدید ہسپتال کی عمارتیں ہیں۔ اسکو ابھی حال میں سلطان المعظم
نے اپنے مجروح سپاہیوں کیلیئے تعمیر کرایا ہے۔ ترک عموماً اپنی طبعی جفاکشی اور عمدہ صحت اور شہ زور طبیعت کیوجہ سے یوں بھی جلد
صحتیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر اس ہسپتال میں تو اونہیں ایسی جلد شفا ہو جاتی ہے کہ ڈاکٹر بھی دنگ رہ جاتے ہیں۔ ترک شراب یا الکحل کو
کبھی استعمال نہیں کرتے۔ اور نہایت سادہ خوراک پر بسر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بالعموم ایسے زخموں اور جراحتوں سے جو اکثر یورپین
لوگوں کے حق میں مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ بآسانی صحتیاب ہو جاتے ہیں۔

ہم یلدز کی پھاٹک پر پہونچے ہی تھے کہ خدام ہمکو خاص سلطانی کوشک میں لیگئے۔ پھاٹک کے متصل چیمبرلینوں کے کمرے ہیں یہ ہمکو
اونہیں سے ایک کمرے میں جیسا کہ عموماً ہوتا ہے انتظار کرنا پڑا۔ سفرا تک کو وہاں کچھہ دیر انتظار کرنا پڑتا ہے۔ متمنیان دیدار سلطانی کو ہمیشہ
ایک بڑی درمیانی ایوان کی راستہ ایک پیش کمرہ میں سے تیسری کمرے میں جہاں سینیر پاشا موجود ہوتے ہیں پہونچایا جاتا ہے۔ الیوان بہت ہی

[1] یلدز ترکی میں ستارہ کو کہتے ہیں۔ [2] یعنے محل چیراغان۔ [3] مراد کے علاوہ دو بہنیں تین اور بھائی زندہ ہیں سب سے بڑا مراد۔ پھر سلطان اعظم
اوس سے چھوٹا رشاد۔ چوتھا وحید الدین جو ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوا اور پانچواں سلیمان آفندی جو ۱۲ جنوری ۱۸۶۱ء کو پیدا ہوا۔ اور رشاد جنکو سر ایشمیڈ
رشید لکھتے ہیں۔ ولیعہد ہے۔

سلطان المعظم کا اعلے پرائیویٹ سکرٹری تحسین بک (باش کاتب) بھی نہایت ہر دلعزیز ہے۔ اور کہ وہ اوسکی عزت کرتے ہیں۔ عارف بک جو اسوقت سلطان المعظم کا منظور نظر چیمبرلین ہے۔ ایسا جنٹلمین ہے کہ وہ خواہ کسی دربار میں ہوتا وہیں اوسکی قدر و منزلت ہوتی۔ وہ کشادہ دل۔ صاف باطن۔ راست باز۔ ہوشیار۔ ملنسار۔ اور خوش اطوار ہے۔ اور ایسا معتمد اور عالی ظرف ہے۔ کہ اوس سے سلطانی راز جو لازمی طور پر اوسے بحیثیت منصب معلوم ہوتی ہیں کبھی افشا نہیں ہو سکتے۔

سلہ امیر المومنین کا اول سکرٹری تحسین بک دبلے پتلے آدمی ہیں۔ قد ساڑھے پانچ فیٹ کے قریب ہے۔ اور نہایت خوش اخلاق خندہ پیشانی اور ملنسار ہیں۔ اور کل یورپین اور ترک متفق الرای ہیں کہ تحسین بک نہایت ہی دیانتدار صاف گو اور اپنے آقا کے وفادار اور جان نثار خادم ہیں نحیف الجثہ ہونیکے باوجود وہ ہر روز بارہ سے لیکر سولہ گھنٹے تک کام کرتے ہیں۔ اور آدھی رات سے پہلے شاید ہی کبھی فارغ ہوتے ہیں تمام ضروری اور اہم کاغذات سلطان المعظم کے روبرو پیش ہونے سے پہلے ان کے ہاتھوں میں سے گذرتے ہیں اور داخل دفتر کرنے سے پہلے وہ ان سب پر حضور ممدوح کا حکم حاصل کر لیتے ہیں۔ اول سکرٹری ہونے سے پیشتر وہ مختلف محکموں میں کام کرتے رہے اور آخر محکمہ بحری کے پانچ برس نائب رہنے کے بعد اس عہدہ جلیلہ پر مامور ہوئے وہ دیگر ترکوں کیطرح ایچ پیچ ڈالکر حرف مطلب تک نہیں پہونچتے۔ بلکہ جو مدعا ہو اوسے لمبی چوڑی تمہید کے بغیر صاف صاف کہدیتے ہیں۔

خبر ملی ہم پہونچانیکی ایک ایجنسی کے انگریزی نامہ نگار سے بماہ اکتوبر ۱۸۹۷ء اونہوں نے جو گفتگو کی تھی اسمیں فقط اعلیحضرت خلیفۃ المسلمین کی خواہش اتحاد انگلستان کا ہی ذکر نہیں کیا تھا۔ بلکہ کئی عام غلط افواہوں کی بھی تردید کی تھی۔ تقریر مذکور کا یہ حصہ اخبار ڈیلی مورخہ یکم نومبر ۱۸۹۷ء نے معہ اڈیٹوریل ریمارک حسب ذیل الفاظ میں شایع کیا تھا۔

خدا کرے ایسا ہو۔ لارڈ سالسبری یا مجلس وزارت انگلشیہ خواہ تسلیم کریں یا نہ کریں زمانہ کے حالات کے جاننے والوں سے یہ پوشیدہ نہیں رہا کہ انگلستان کی موجودہ مشکلات کے زیادہ حصہ کا باعث ٹرکی کے تعلقات کے متعلق اوس حکمت عملی کا بدلدینا ہے جو جنگ کریمیا کے وقت اور اوس سے چند برس بعد تک انگلستان نے اختیار کی ہوئی تھی۔ جب سے گورنمنٹ انگلشیہ نے ٹرکی کی دوستی اور اتحاد سے بتدریج کنارہ کشی شروع کی اسی وقت سے نئی نئی مشکلات کا صدور شروع ہو گیا کیونکہ تغیر پالیسی کے ساتھ ساتھ ہی انگریزی مدبروں کو ٹرکی کے برخلاف بھی نئی نئی تجویزیں اور تدبیریں کرنا لازمی ہو گیا جس سے نہ فقط مخالفین انگلستان کے زمرہ میں ایک اور سلطنت کا اضافہ ہو گیا۔ بلکہ ڈپلومیٹک چالوں اور پولیٹکل داؤگھات کا دائرہ بھی اسقدر وسیع ہوتا گیا کہ آخر اوسکو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ پے در پے اور یکبارگی پیچیدہ معاملات دوسروں کی وجہ سے یا خود اپنی ہی تدبیروں کے باعث پیدا ہونے لگ گئے اور انکی اسقدر بھرمار ہو گئی کہ سب کو قابو میں رکھنا مشکل ہو گیا۔ اور پولیٹکل غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہونی شروع ہو گئیں اس میں کوئی کلام نہیں کہ اس نئی پالیسی کے حامی اور بانی و مبانی مدبرین انگلستان کی ڈپلومیسی و تدابیر ایسی زبردست تھیں کہ اگر سلطنت عثمانیہ کے جہاز کا ناخدا عبد الحمید ایسا ماہر شناور نہ ہوتا تو اوسکو اب تک غرق ہو جانے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اوسنے اپنی صایب رای اور سیاست کاملہ سے اس نئی مخالفت کی مدافعت کے لئے خود دشمنوں کے لشکر (دول یورپ) میں پھوٹ ڈلوانیکی کوشش کر کے چند ایک کو اپنے ساتھ ملانے کی تدبیر کی۔ اور اوس میں اوسے بالخصوص جرمنی کے طرفدار ہو جانے سے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن جیسا کہ ہم کئی دفعہ

امین بک ایک او چمبرلین بہی جو انگریزوں کا بہت دوست ہی۔ قابل و رلائق عزت عہدہ دار ہی حتی کہ عام بدنام عزت بک
مین جسکی نسبت کئی بری رائیں ظاہر کیگئی ہیں اور جو غالبًا انمیں سے چند ایک کا مستحق بہی ہی نہایت محنتی اور جزئیات پر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) مفصل بحث کرکی بخوبی ثابت کرچکی ہیں ٹرکی کو سچے بہی خواہ (جن میں بڑا حصہ دولت انگلشیہ کا بہی ویسا ہی خیر خواہ
اور بہی طلب ہی) گورنمنٹ عثمانیہ کی اس ڈپلومٹیک کامیابی یا انگلشیہ پالیسی کی ناکامیابی پر کبہی خوش نہیں ہو سکتے بلحاظ
مواقع مقبوضات۔ قومیت و مذہب رعایا اور اغراض و مصالح کی قدرت نے ان دونوں سلطنتوں کو ایک دوسرے کا دوست
صمیم بنا رہنے کے لئے موضوع کیا ہے۔ اور انکی باہمی مخالفت یا رنجیدگی ایک دوسرے کے لئے اوس سے بدرجہا زیادہ مضر ہے
جسقدر کہ باقی کل دنیا کا انمیں سے کسی ایک کا دشمن ہونا نقصان رسان ہو سکتا ہی۔ دور اندیش مدبروں اور مآل اندیش منصرمان مہام
سلطنت عرصہ مدید سے یہی رائے ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔ سنہ ۱۸۲۷ء میں یونانیوں کو آزادی دلانیکے لئے انگلستان نے بہی روس اور
فرانس کے ساتہہ موافقت کرلی تہی۔ اور ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۸۲۷ء ان تینوں سلطنتوں کے جنگی بیڑوں نے مصری و ترکی بیڑہ پر بمقام نوارینو جانک
حملہ آور ہو کر اوسے بالکل تباہ و برباد کر دیا تہا۔ اس واقعہ سے تین مہینے بعد انگلستان کے مشہور و معروف جرنیل و بے نظیر مدبر ڈیوک آف
ولنگٹن جس نے ۱۸۱۵ء کی جنگ واٹرلو میں دنیا کو تباہی مجسم یونا پارٹ کے ہاتہ سے نجات دلوائی تہی۔ وزیر اعظم ہو کر اپنی پہلی منصبی
تقریر میں جنگ نوارینو کی نسبت جو الفاظ کہے تہے وہ حسب ذیل ہیں:۔
وہ انگلستان سے یہہ نہایت سخت غلطی سرزد ہوئی ہی اور بمقام نوارینو ترکوں کی برخلاف جنگ کرنیکی بدولت اوسے خون جگر
کے آنسو بہانے پڑینگے" یعنی اس لڑائی سے انگلستان نے ایک ایسی سلطنت کو جسکے اغراض انگلستان کے مخالف نہیں اور
جسکو لازمی طور پر انگلستان کا دوست اور اسکے دشمنوں کا دشمن رہنا پڑیگا کمزور کرکے اپنے مخالفوں (روس و فرانس) کو مضبوط
کر دیا ہی۔ اور اسکا خمیازہ ایک دن اوسے بری طرح اٹہانا پڑیگا۔
تاریخ اجراء **وکیل** سے ہم اسی بات پر اصرار کرتے رہے ہیں کہ دونو سلطنتوں کے لئے بہبودی دیرینہ تعلقات محبت قائم کرلینا نہایت
ضروری ہی۔ اور گو نہ صرف ہندوستان کے سر برآوردہ اینگلو انڈین اخبار **پاونیر و سول** وغیرہ بلکہ انگلستان کے بہی کئی مشہور
اخبار یہہ راگ الاپ رہے ہیں کہ انگلستان اب کبہی ترکوں کا دوست نہیں ہو سکتا۔ اور بعض ترکی اخبار بہی انکے جواب میں لکہہ رہے ہیں کہ ترکوں
اور سلطان المعظم کے دلوں سے اب انگلستان کیطرف سے کبہی کدورت دور نہیں ہو سکتی۔ مگر ہمکو کبہی نا امیدی نہیں ہوئی اور کامل یقین
رہا ہے اور اب بہی ہے کہ ضرورت خود بخود دونوں فریقوں کی آنکہیں کہول دیگی۔ اور اگر یہہ ضرورت ابہی محسوس نہیں ہوئی تو
دونوں کے زبردست مشترک دشمن (روس) کی موجودگی بالضرور جلد یا دیر بعد محسوس کرادیگی۔ زار پیٹر اعظم کی وصیت کی روایت کو
اگر بعض لوگ مصنوعی اور بے بنیاد بہی مان لیا جائے تو بہی جو لوگ روس کی پیش قدمی کی رفتار کو غور سے ملاحظہ کر رہے ہیں۔ اونکو یہہ تسلیم
کرنے سے کوئی عذر نہیں ہوگا کہ روسی فرمانرواؤں کی مسلسل پالیسی سے کسی لائق شخص کو روایت مذکورہ کے گہڑنے کا موقعہ ملا ہے
ہمارے کانگرسی اخبار گورنمنٹ ہند کی فارورڈ پالیسی (پیشقدمی کی حکمت عملی) کو خواہ محض اسوجہ سے کہ گورنمنٹ کے ہر فعل پر معترض ہونا

سلطان المعظم کا اعلےٰ پرائیویٹ سکرٹری تحسین بک (باش کاتب) بھی نہایت ہر دلعزیز ہے۔ اور کہ وہ اوسکی عزت کرتے ہیں۔ عارف بک جو اسوقت سلطان المعظم کا منظور نظر چیمبرلین ہے۔ ایسا جنٹلمین ہے کہ وہ خواہ کسی دربار میں ہوتا وہیں اوسکی قدر و منزلت ہوتی۔ وہ کشادہ دل۔ صاف باطن۔ راستباز۔ ہوشیار۔ ملنسار۔ اور خوش اطوار ہے۔ اور ایسا معتمد اور عالی ظرف ہے۔ کہ اوس سے سلطانی راز جو لازمی طور پر اوسے بحیثیت منصب معلوم ہوتے ہیں کبھی افشا نہیں ہو سکتے۔

سلہ امیر المومنین کا اول سکرٹری تحسین دبلے پتلے آدمی ہیں۔ قد ساڑہے پانچ فیٹ کے قریب ہے۔ اور نہایت خوش اخلاق خندہ پیشانی اور ملنسار ہیں۔ اور کل یورپین اور ترک متفق الرای ہیں کہ تحسین بک نہایت ہی دیانتدار صاف گو اور اپنے آقا کے وفادار اور جان نثار خادم ہیں نحیف الجثہ ہونیکے باوجود وہ ہر روز بارہ سے لیکر سولہ گھنٹہ تک کام کرتے ہیں۔ اور آدہی رات سے پہلے شاید ہی کبھی فارغ ہوتے ہیں تمام ضروری اور اہم کاغذات سلطان المعظم کے روبرو پیش ہونے سے پہلے ان کے ہاتھوں میں سے گذرتے ہیں اور داخل دفتر کرنے سے پہلے وہ ان سب پر حضور ممدوح کا حکم حاصل کر لیتے ہیں۔ اول سکرٹری ہونے سے پیشتر وہ مختلف محکموں میں کام کرتے رہے اور آخر محکمہ بحری کے پانچ برس نائب رہنے کے بعد اس عہدہ جلیلہ پر مامور ہوئے وہ دیگر ترکوں کیطرح ایچ پیچ ڈالکر حرف مطلب تک نہیں پہونچتے۔ بلکہ جو مدعا ہو اوسے لمبی چوڑی تمہید کے بغیر صاف صاف کہدیتے ہیں۔

خبریں ہم پہونچانیکی ایک ایجنسی کے انگریزی نامہ نگار سے بماہ اکتوبر ۱۸۹۷ء اونہوں نے جو گفتگو کی تہی اوس میں فقط اعلحضرت خلیفۃ المسلمین کی خواہش اتحاد انگلستان کا ہی ذکر نہیں کیا تہا بلکہ کئی عام غلط افواہوں کی بہی تردید کی تہی۔ تقریر مذکور کا یہہ حصہ اخبار ڈیلی مورخہ یکم نومبر ۱۸۹۷ء نے معہ اڈیٹوریل ریمارک حسب ذیل الفاظ میں شایع کیا تہا۔

خدا کرے ایسا ہو۔ لارڈ سالسبری یا مجلس وزارت انگلشیہ خواہ تسلیم کرے یا نہ کرے زمانہ کے حالات کے جاننے والوں سے یہہ پوشیدہ نہیں رہا کہ انگلستان کی موجودہ مشکلات کے زیادہ حصہ کا باعث ٹرکی کے تعلقات کے متعلق اوس حکمت عملی کا بدلدینا ہے جو جنگ کریمیا کے وقت اور اوس سے چند برس پہلے انگلستان نے اختیار کی ہوئی تہی۔ جب سے گورنمنٹ انگلشیہ نے ٹرکی کی دوستی اور اتحاد سے بتدریج کنارہ کشی شروع کی اوسی وقت سے نئی نئی مشکلات کا صدور شروع ہو گیا۔ کیونکہ تغیر پالیسی کے ساتھہ ساتھہ ہی انگریزی مدبروں کو ٹرکی کے برخلاف بہی نئی نئی تجویزیں اور تدبیریں کرنا لازمی ہو گیا جس سے نہ فقط مخالفین انگلستان کے زمرہ میں ایک اور سلطنت کا اضافہ ہو گیا۔ بلکہ ڈپلومٹیک چالوں اور پولیٹکل داو گہات کا دائرہ بہی اسقدر وسیع ہوتا گیا کہ آخر اوسکو سنبہالنا مشکل ہو گیا۔ پے در پے اور یکبارگی پیچدار معاملات دوسروں کی وجہ سے یا خود اپنی ہی تدبیروں کے باعث پیدا ہونے لگ گئے اور انکی اسقدر بہرمار ہو گئی کہ سب کو قابو میں رکہنا مشکل ہو گیا۔ اور پولیٹکل غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہونی شروع ہو گئیں اس میں کوئی کلام نہیں کہ اس نئی پالیسی کے حامی اور بانی و مبانی مدبرین انگلستان کی ڈپلومیسی و تدابیر ایسی زبردست تہیں کہ اگر سلطنت عثمانیہ کے جہاز کا ناخدا عبد الحمید ایسا ماہر شناور نہ ہوتا تو اوسکے اب تک غرق ہو جانے میں کوئی شبہہ نہیں ہو سکتا تہا۔ اوسنے اپنی صایب رای اور سیاست کاملہ سے اس نئی مخالفت کی مدافعت کے لیے خود دشمنوں کے لشکر (دول یورپ) میں پہوٹ ڈلوانیکی کوشش کر کے چند ایک کو اپنے ساتہہ ملانے کی تدبیر کی۔ اور اوس میں اوسے دبالخصوص جرمنی کے طرفدار ہو جانے سے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن جیسا کہ ہم کئی دفعہ

امین بک ایک اوجیپلین بھی جو انگریزوں کا بہت دوست ہی۔ قابل و لائق عزت عہدہ دار ہی۔ حتی کہ عام بدنام عزت بک مین جسکی نسبت کئی بری رائیں ظاہر کیگئی ہیں اور جو غالباً انہیں سی چند ایک کا مستحق بھی ہی نہائت محنتی اور جزئیات کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) مفصل بحث کرکر بخوبی ثابت کرچکی ہیں۔ ٹرکی کو سچے بہی خواہ دجن میں بڑا حصہ دولت انگلشیہ کا بھی ویسا ہی خیرخواہ اور بہی طلب ہی، گورنمنٹ عثمانیہ کی اس ڈپلومیٹک کامیابی یا انگلشیہ پالیسی کی ناکامیابی پر کبھی خوش نہیں ہوسکتے بلحاظ مواقع مقبوضات۔ قومیت و مذہب رعایا اور اغراض و مصالح کی قدرت نے ان دونوں سلطنتوں کو ایک دوسرے کا دوست صمیم بنا رہنے کے لئے موضوع کیا ہے۔ اور انکی باہمی مخالفت یا رنجیدگی ایک دوسرے کے لئے اوس سے بدرجہا زیادہ مضر ہے جسقدر کہ باقی کل دنیا کا انہیں سے کسی ایک کا دشمن ہونا نقصان رسان ہوسکتا ہی۔ دوراندیش مدبروں اور مآل اندیش منصرمان مہام سلطنت عرصہ مدید سے یہی رائے ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔ سنہ ۱۸۲۷ء میں یونانیوں کو آزادی دلانیکے لئے انگلستان نے بھی روس اور فرانس کیساتھہ موافقت کرلی تھی۔ اور ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۸۲۷ء ان تینوں سلطنتوں کی جنگی بیڑوں نے مصری و ترکی بیڑہ پر بمقام نوارینو ناگہانی حملہ آور ہوکر اُسکو بالکل تباہ و برباد کردیا تھا۔ اس واقعہ سے تین مہینے بعد انگلستان کو مشہور و معروف جرنیل و بےنظیر مدبر ڈیوک آف ولنگٹن جس نے سنہ ۱۸۱۵ء کی جنگ واٹرلو میں دنیا کو تباہی مجسم بوناپارٹ کے ہاتھ سے نجات دلوائی تھی۔ وزیر اعظم ہوکر اپنی پہلی منصبی تقریر میں جنگ نوارینو کی نسبت جو الفاظ کہے تھے وہ حسب ذیل ہیں:—

"وہ انگلستان سے یہہ نہائت سخت غلطی سرزد ہوئی ہی اور بمقام نوارینو ترکوں کی برخلاف جنگ کرنیکی بدولت اوسی خون جگر کے آنسو بہانے پڑینگے"۔ یعنی اس لڑائی سے انگلستان نے ایک ایسی سلطنت کو جسکے اغراض انگلستان کو مخالف نہیں اور جسکو لازمی طور پر انگلستان کا دوست اور اُسکے دشمنوں کا دشمن رہنا پڑیگا کمزور کرکے اپنے مخالفوں (روس و فرانس) کو مضبوط کردیا ہی۔ اور اسکا خمیازہ ایک دن اوسی بُری طرح اٹھانا پڑیگا۔

تاریخ اجراء فاکیل سے ہم اسی بات پر اصرار کرتے رہے ہیں کہ دونو سلطنتوں کے لئے پھر دیرینہ تعلقات قائم کرلینا نہایت ضروری ہی۔ اور گونہ صرف ہندوستان کو سربرآوردہ انگلو انڈین اخبار پاؤنیر و سول وغیرہ بلکہ انگلستان کے بھی کئی مشہور اخبار یہ راگ الاپتے رہے ہیں کہ انگلستان اب کبھی ترکوں کا دوست نہیں ہوسکتا۔ اور بعض ترکی اخبار بھی انکے جواب میں لکھتے رہے ہیں کہ ترکوں اور سلطان المعظم کے دلوں سے اب انگلستان کیطرف سے کبھی کدورت دور نہیں ہوسکتی۔ مگر ہمکو کبھی ناامیدی نہیں ہوئی اور کامل یقین رہا ہے اور اب بھی ہے کہ ضرورت خود بخود دونوں فریقوں کی آنکھیں کھول دیگی۔ اور اگر یہہ ضرورت ابھی محسوس نہیں ہوئی تو دونوں کے زبردست مشترک دشمن (روس) کی موجودگی بالضرور جلد یا دیر بعد محسوس کرادیگی۔ زار پیٹر اعظم کی وصیت کی روئیت کو اگر بعض فرضی اور بے بنیاد بھی مان لیا جائے تو بھی جو لوگ روس کی پیش قدمی کی رفتار کو غور سے ملاحظہ کررہے ہیں۔ اونکو یہہ تسلیم کرنے سے کوئی عذر نہیں ہوگا کہ روسی فرمانرواؤں کی مسلسل پالیسی ہی کسی جاہ طلب شخص کو روئیت مذکورہ گھڑنے کا موقعہ ملا ہے ہمارے کانگرسی اخبار گورنمنٹ ہند کی فارورڈ پالیسی (پیشقدمی کی حکمت عملی) کو خواہ محض اسوجہ سے کہ گورنمنٹ کے ہر فعل پر معترض ہونا

کمال تاد ہی - اور بنا برین اپنی آقائی نامداکو لئی نہائت مفید و رکارآمد ہی - مینے ان باتوں کا اسلئے ذکر کیا ہی کہ اہلکاران دربار عالیوں کی نسبت ہمیشہ برا بہلا لکہنی رہنا قسطنطنیہ کو نامہ نگاروں کی عام عادت ہوگئی ہی - اور بدقسمتی سی انگلستان والے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) انہوں نے اپنا شعار بنا رکہا ہی - یا بوجہ ناواقفیت محدودالخیالی لاکہ فضول اور بیہودہ قرار دیں اور گورنمنٹ کو یہ طعنے دیں کہ روسی حملہ تو کبہی ہوگا نہیں اسکی دماغ میں صرف اسکا خبط سما گیا ہے مگر یہ یقینی امر ہے کہ روس ہندوستان کو فتح کرنیکی لئے پوری طاقت صرف کریگا (تازہ تصدیق کیلئے پرنس لوبنا ف کی وصیت کافی ہی) اور اس سی پہلی یا بعد وہ قسطنطنیہ کو لینی کے لئے بہی ویسی ہی سر توڑ کوشش کریگا - اس سی ہماری مندرجہ بالا بیان کی کہ ٹرکی کی بہی خواہ سلطان کی اس کامیابی اور انگلستان کی شکست سی کبہی خوش نہیں ہو سکتی تصدیق ہو رہی کیونکہ باہمی مخالفت تو درکنار انکا باہمی عدم اتحاد و مغائرت ہی دونو کی تباہی کے لئے کافی ہی اور روس کیلئے اس سے بڑہکر کوئی مژدہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے دونوں شکاروں کو ایک دوسرے سے الگ کرکے علیحدہ علیحدہ نگل لے - مگر نہائت خوشی کا مقام ہی کہ بلاد غرب سی اس قسم کی آوازیں پہونچنی شروع ہوگئی ہیں جن سے اس مہیب و خوفناک خطرہ کا اندیشہ بہت کچھ دور ہوگیا ہے اور اگر خداوند کریم کو بہتری منظور ہی تو یہ دونوں عظیم الشان سلطنتین جنمیں سی ایک کی بحری طاقت اور دوسری کی بری قوت مسلم زمانہ ہو رہی ہی آپسمیں متحد اور متفق ہوکر اس اندیشہ کو قطعًا زایل کردیں گی - اور ہم صدق دل سی دعا کرتے ہیں کہ خدا کری ایسا ہی ہو -

تمہید کی بعد ہم ایک انگریز نامہ نگار کی وہ تحریر جو اس کی لکہے جانیکا باعث ہوئی ذیل میں درج کرتے ہیں -

" اخبار ٹیبر فری ریویو کا نامہ نگار قسطنطنیہ سی اطلاع دیتا ہی کہ سلطان معظم اور انکی وزرا اپنے ملک میں تجارت کو فروغ دینی کے لئے ایشیائی و یورپین مقبوضات میں چہوٹی ٹیری کی بیشمار ریلوی لائنین جو تمام ملک میں جال کیطرح پہیل جائیں تیا (بقیہ برصفحہ آئندہ)

پرنس لوبناف کی وصیت - ٹائمز کا نامہ نگار بتاریخ ۱۱ اکتوبر سنہ ۹۶ء اپنا سی لکہتا ہے کہ " پرنس لوبناف (سابق وزیر خارجیہ روس جو ستمبر سنہ ۱۸۹۶ء میں انکی سیاحت یورپ کے شروع میں آسٹریا سے جرمنی کو جاتے ہوئی رستہ میں فوت ہوا تہا) روسی گورنمنٹ کو اسکی آیندہ کی طریق عمل کی متعلق چند وصیتیں کرگیا ہے - ان میں سی ایک یہ ہی کہ روس جرمنی و انگلستان کو اپنا جانی دشمن سمجہتا رہے یہ دونوں سلطنتیں اسکو سب سی زیادہ نقصان پہونچا سکتی ہیں - ایشیا میں ہماری ریلوی لائنین چار برس کی عرصہ میں مکمل ہو جائینگی - اسوقت ہندوستان پر فیصلہ کن حملہ کریں مطلقًا توقف نہ کیا جائے - اگر اس حملہ میں کامیابی ہوگی تو انگریزی نوآبادیوں کی تعلقات اصلی ملک (یعنی انگلستان) سے بالکل ڈہیلے ہو جائینگے جسکا نتیجہ انگلشیہ سلطنت کا زوال ہوگا فرانس کا اتحاد روس کو جرمنی سی محفوظ رکہیگا " آسٹریا و جرمنی کی اتحاد کی مضبوطی و قیام پر پرنس مرحوم کو چنداں اعتبار نہیں اس بارہ میں انکی رائے ہے کہ آسٹریا اپنی سابقہ مقبوضات کو جو جرمنی کی ماتحت ہیں حاصل کرنیکی آخری کوشش کریگا - اور ایسا کرنیکے لئے اوسی فرانس کی امداد کا محتاج ہونا پڑے گا - پرنس لوبناف جرمنی کی برخلاف ٹرکی کو بہی اس اتحاد میں شامل کرنیکی وصیت کرگیا ہے تاکہ ضرورت کے وقت آسٹریا کے برخلاف وہ جرمنی کا طرفدار نہ ہو جائے - اسمیں کلام نہیں کہ یہ فقط متوفی وزیر کی ذاتی رائے ہے - مگر اس سی روسی مدبرین کا

ہر ایسی ہرزلی روایت کو جو مشہور کی جائے فی الفور درست مان لیتے ہیں۔ بنابریں مینے یہہ عام معلوم حالات جنکو قسطنطنیہ مین سچ سمجہ جاتا ہے بتا دینا ضروری تصور کیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ) تیار کرانیکا ارادہ کر رہے ہیں۔ ان لائینوں کے لئے سرمایہ جرمنی سے بہم پہونچایا جائیگا یعنی انکی تیاری کا اجارہ جرمن کمپنیوں کو دیا جائیگا کیونکہ بدقسمتی سے ہمارا سفیر دربار ہمایوں یا باب عالی کسی جگہہ تہوڑا سا بہی وقعت اور رسوخ نہیں رکہتا اور بنابریں پچہلے چند برسوں میں ترکی نے ریلوے اور سامان جنگ پر جو کروڑہا روپیہ خرچ کیا ہے وہ سب جرمن ٹہیکہ داروں کی جیبوں میں گیا ہے۔ انگریز ٹہیکہ داروں کو ایک پائی کا کام نہیں دیا گیا ہماری (جدید مخالفانہ) پالیسی سے کم از کم ہماری تجارتی تعلقات پر جو ترکی سے ہیں نقصان عظیم پہنچا ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کیا دو کروڑ پونڈ (۳۲ کروڑ روپیہ) جرمنوں کی جیبوں میں جانے دینا اور اپنی پانچ کروڑ مسلمان رعایا کو صرف اس لئے کہ ہم ایک زنانہ صفت۔ بداخلاق اور بزدل قوم (یعنی یونانی) کی جسکا بڑا فخر یہ ہے کہ وہ عیسائی ہے جنکی مدد ہم حامی شمار کئے جائیں ناراض اور رنجیدہ خاطر کرنا دانائی کا کام ہے؟ مگر ایک اور نامہ نگار تحریر کرتا ہے کہ ترکی دارالخلافہ میں ہمارا رسوخ ابہی تک ایسا زایل نہیں ہوا کہ وہ پہر تازہ نہ ہو سکے سلطان المعظم کا اول میر منشی تحسین بک نے جسکی بات سے بڑہکر کسی اور کی گفتگو معتبر نہیں ہو سکتی مجہ سے اثناے ملاقات خاص میں ذکر کیا کہ سلطان المعظم انگریزی قوم سے پہر سابقہ دوستانہ مراسم قایم کرنیکے بدل خواہشمند ہیں۔ اور وہ اسے یہ یقین دلانے پر آمادہ ہیں کہ ہندوستان کے موجودہ سرحدی فسادوں میں قولاً یا فعلاً یا ارادتاً انہوں نے کسی قسم کا دخل نہیں دیا۔ اور سرحدی فساد کنندگان کو کسی قسم کی جرأت دلانا تو درکنار انکو یہ بہی ناگوار گذرا ہے کہ انکی ذات بابرکات کو ان فسادوں کا محرک اور ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور ممدوح نے اکثر مسلمانوں کو جنکا ہندوستان سے تعلق ہے بخوبی جتا دیا ہے کہ ہم کسی ایسی فعل و طریق عمل کو جس سے جلالت مآب ملکہ معظمہ کو جنکے اوصاف ذاتی کا ہمیں سچے دل سے معترف ہوں اور جنکی میرے دل میں سچی عزت و منزلت ہے رنج پہونچانیکا موجب ہو سخت ناپسند کرتے ہیں۔" الغرض سلطان المعظم کی انگلستان سے دوستانہ تعلقات کی تجدید و مکرر

(بقیہ صفحہ) عندیہ بخوبی معلوم ہو رہا ہے۔"

اس وصیت کے پڑہنے سے ہندوستان کے مہاشا اخبارات اور ولایت کے کانگرسی سالہ انڈیا کو اگر انہیں پولٹیکس اور تاریخ عالم سے کچھ بہی مس ہوگا تو معلوم ہو جائیگا کہ ہندوستان اور باشندگان ہند کی بہتری کے لئے اس سے بڑہکر کوئی عمدہ تدبیر نہیں ہو سکتی کہ اس جلد یا دیر بعد آنیوالے دلگداز حملہ کو ہندوستان کی حدود سے باہر روکنے کا انتظام کیا جائے۔ فارورڈ پالیسی پر کوتاہ اندیشی سے اعتراض کرنا تو سہل ہے مگر اوسکی ضرورت کو ایک معمولی سمجہہ کا آدمی بہی تسلیم کریگا۔ لارڈ لارنس کے زمانہ کی سرحدی پالیسی اس وقت تقویم پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں رکہتی۔ وہ اوس زمانہ کے لئے بیشک نہایت ہی مناسب حال تہی۔ روس سرحد ہندوستان سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر تہا۔ اوسکے اور افغانستان کے درمیان ہزاروں جنگجو اور بہادر قبائل حائل تہے۔ مزید برآں اوس وقت اوسکی طاقت نسبتاً بہت ہی کمزور اور اندرونی انتظام اور فوجی نظم و نسق بدرجہ اتم ناقص تہا۔ بنابرین اوس زمانہ میں فقط

ہمیں منیر پاشا کے پاس بیٹھے ہوئے آدھا گھنٹہ ہوا تھا کہ خادم پیغام لایا کہ جلالت مآب ہمسے ملاقات کرنیکے لئے تیار ہیں۔ منیر پاشا ہمیں اوس ایوان میں لیگئے جہاں شوکت سمات ملاقاتیوں کو شرف باریابی عطا فرماتی ہیں۔ یہ سیلون یا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱: استحکام کے دل سے خواہاں اور شائق ہیں۔ اونکو بخوبی یاد ہے کہ ترکی اور انگریزی فوجیں کئی جانگداز لڑائیوں میں دوش بدوش لڑچکی ہیں اور انکو یقین ہے کہ پچھلے محاربہ سے انگلستان پر واضح ہوگیا ہوگا کہ ترکی فوج کی قدیمی شجاعت و مستقل مزاجی میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اور وہ (یعنی انگلستان) اس بہادر فوج کو پھر اپنا معاون و مددگار بنانے سے کوتاہی نہیں کریگا جلالت مآب خلیفۃ المسلمین کی سب سے بڑی دلی تمنا ہے کہ کسی طرح موجودہ رنجشیں اور کدورتیں جلد دور ہو کر انگلستان اور ترکی میں نہایت ہی گہری دوستی ہو جائے اور دونوں یک جان و دو قالب بنجائیں۔"

اسکے بعد نامہ نگار مذکور پرنس بسمارک کے خیالات بمبر گرینکر کٹن کی رائے لکھتا ہے کہ "انگلستان کی موجودہ ایشیائی مشکلات میں ٹرکی کا ضرور دخل ہے اور فرانس و انگلستان کو اسلامی جوش کی جدید تازگی اور ادبہارسے جس جوش کو زیادہ تر یوروپین ڈپلومیسی (سفارتانہ چالوں) کی غلطیوں نے پیدا کیا ہے سخت نقصان اوٹھانا پڑیگا" مگر ہم پرنس بسمارک یا جرمنی و روس کے کسی اہل الرائے کی رائے کو قابل وقعت نہیں سمجھ سکتے۔ وہ اہل الغرض ہیں اور اونکی استدلال زیادہ تر اونکی اپنی خواہشوں پر مبنی ہیں۔ پالیسی لوگوں یا انگریزی گورنمنٹ کے اطمینان کے لئے تحسین بک کی مندرجہ بالا گفتگو کا یہ ہی کہ امیر المومنین کو سردست انگریزی اتحاد کی کوئی فوری ضرورت درپیش نہیں۔ ورنہ کسی بد نیک ظن کہنے والوں کو یہہ کہنے کا موقعہ مل جاتا کہ حضور ممدوح کا یہہ منشا یا تقریر ڈپلومیٹک چالبازی پر (جسکو دوسرے لفظوں میں دغا و فریب کہا جا سکتا ہے) مبنی ہے اسوقت ترکی عظمت و جبروت کل دنیا پر روشن ہو گئی ہے۔ اور ہر ادنے و اعلے اونکی دوستی کا خواہاں اور امیدوار ہو گیا ہے۔ مگر ڈیوک آف ویلنگٹن کیطرح حضرت خلافت پناہی پر اپنی کمال تدبر عمیق النظری و دور اندیشی سے واضح ہے کہ اگر دنیا میں تحسین

بقیہ صفحہ ۱۱: حملہ کی روک تھام کے لئے میدانوں سے تجاوز کر کے پہاڑی علاقوں کے پرلے سرے پر چوکیاں ڈالنا قبل از مرگ واویلا یا آب ندیدہ موزہ کشیدم کا مصداق ہوتا اور سرحدی بھڑوں کو چھیڑنا صریح حماقت تھی۔ مگر اب نقشہ بالکل بدل گیا ہے۔ دور کے ڈھول نزدیک پہونچ گئے ہیں اور پہونچ رہے ہیں۔ اور روس حملہ ہندوستان کے لئے پوری تیاریاں ہر ایک قسم کی کر رہا ہے الغرض اب اس حملہ کی مزاحمت کے لئے ہماری طرف سے بھی پوری طرح سے تیار رہنے کا وقت آ گیا ہے۔ اور سکیلی لارڈ رابرٹس اور دیگر مشیران سلطنت ہندوستان نے جو تدابیر احتیاط کی ہیں وہ نہایت ہی مناسب ہیں اور اونکے سوا اور کوئی تدبیر کارگر ہی نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ اسوقت ایک طرف چترال و گلگت اور دوسری طرف قندھار و چمن تک حد کا بڑھانا روس کے لئے ہندوستان کا اس قدر راستہ صاف کر دینا نہیں ہے بلکہ روسی افواج کے دل بادل کے سیلاب بلاخیز کو چترال یا ہرات سے لیکر پشاور و ہوتی مردان تک پہونچنے سے پہونچتے سرحدی جنگجو قبائل کے چھوٹے بڑے نالوں اور دریاوں کی آمیزش سے جو قتل و غارت کے عادی و ہندوستان کے زرخیز علاقوں اور دولت و زر سے مالامال شہروں کی تاخت و تاراج کی طمع سے سابق شمال مغربی حملہ آوران ہند کی طرح دخواہ روسی بغرض محال اونکو

یا ایوان جو نہایت وسیع خوب بتکلف آراستہ ہی اوس ہال کی جس مین سی گذر کر ہم آئے تھے دوسری طرف تھا۔ وہ چالیس فیٹ طویل اور ۲۵ فیٹ عریض ہی چھت بہت بلند ہی اور منقش رنگ برنگ کی تپھروں کا ہی جو ایسی استادی سی ملائی گئی ہین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) کسی دو سلطنتوں کی اغراض و مصالح بلکہ سلامتی وقیام اونکا باہمی اتحاد کی متقاضی ہیں تو وہ ٹرکی اور انگلستان ہیں اسی لئے گو انہوں نے دوسروں کی درخواست اتحاد کو مسترد نہیں کر دیا۔ بلکہ جاپان جیسی ایسی بعید المسافت یا حقیر ریاستوں کو بھی جنکو کوئی اور بادشاہ فتح ونصرت تازہ سی سرمست ہو کر بالکل بے حقیقت سمجھتا نہایت تپاک کو ساتھ اپنے سینہ سی لگا لیا ہے مگر ساتھ ہی اپنی ملک کی قدرتی اور لازمی دوست کیطرف سی غافل نہیں رہا اور موجودہ مغائرت کی کوئی پروا نہ کرکے باین خیال کہ شاید انگلستان سابقہ کارروائیوں پر شرمندہ و نادم ہو کر خود سلسلہ جنبانی کرنیسی محترز رہی اور اسطرح دونوں فریق کے شرم ہی میں رہنے سی معاملہ بالکل ناقابل اصلاح ہو جائے کامل مردانہ اخلاقی جرأت سی کام لیکر خود ابتداء کر دی ہی۔ اور ہمکو پوری توقع ہی کہ اونکی یہ کوشش بے اثر نہیں رہیگی۔ کیونکہ گو ولائیت کی کسی انگریزی اخبار نے اب تک تحریر نہیں کیا کہ انگریزی گورنمنٹ بھی اپنی بچھڑی ہوئے دوست سی صلح کرنیکے لئے دو چار قدم آگی بڑھنے کی تجویز کر رہی ہی مگر مصطفے آفندی کامل مصری محب وطن نے ۱۴ ستمبر کو بمقام پیرس انگریزی قبضہ قاہرہ کی سالانہ یادگار کو دن قبضہ مذکور کے برخلاف جو لکچر دیا تہا اسمین اونہوں نے صاف طور پر کہدیا تہا کہ گورنمنٹ انگلشیہ ٹرکی سی موافقت کر لینے اور اوسکی ناراضگی کو دور کرنیکی کوشش کر رہی ہی۔ اور گو یہ خبر ایک مخالف انگلستان کی ذریعہ سی پہونچتی ہی لیکن اس سی بڑھکر رحمت افزا خبر ہندوستان کی مسلمانوں کیلئے کوئی نہیں ہو سکتی اور وہ بلاشک وشبہ ایسی خوشخبری دینے پر آفندی موصوف کی مشکور ہونگی مضمون کے خاتمہ پر ہم پہر دوسری دفعہ وہی دعا درج کرتی ہین کہ ان دونوں سلطنتوں میں باہمی اتحاد واتفاق ہمیشہ کیلئے قائم ہو۔ اور اونکی حاسد و مخالف آتش حسد ورشک سی جلتے رہین ۱۲ آمین :۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) کی ہی کوشش کرتی) لامحالا روسیونکی ہی ساتہ ہو جاتے۔ اور زیادہ طاقتور نہ ہونے دینے کے لئے ہے مگر گورنمنٹ خدانخواستہ اپنی حدود کو صرف میدانوں تک محدود کر دی اور پہاڑی رستوں اور دروں کو صرف ہندوستانی میدانوں کی محافظت پر قناعت کری تو وہ سیلاب تنگ و تاریک دروں اور گہاٹیوں سی گہرا ہوا ہونیکی وجہ سی ایسا تند و تیز اور ناقابل مزاحمت ہو جائیگا کہ کوئی طاقت اوسکی رو کو نہیں روک سکیگی ہمارے مہاشا بہائیوں کا دل تو شائد پہر دو دو روپیہ پر کابل اور غزنی کی بازاروں میں بکنے کو چاہتا ہوگا لیکن گورنمنٹ انگلشیہ کی نہایت مہذب اور غیور بہادر اپنی وطن کی حمیت وغیرت جبتک اونمین کچہ بھی شکست باقی ہے اونکی اس خواہش وتمنا کو کبہی پورا نہونی دیگی ہمارے وہی کانگریسی ہمعصر انڈیا ایک نقشہ دیکر گورنمنٹ ہند پر یہ الزام لگاتے ہوئی ہیں کہ اوسنے صرف فارورڈ پالیسی کی قربانگاہ پر ۱۸۷۸ء سی لیکر اب تک ایک حساب سے ۱۷½ کروڑ اور دوسرے حساب سے (جسکو کلکتہ کا اخبار کیپٹل خود ہی سمجھ سکتا ہی) ۲۶۴ کروڑ روپیہ بلدان کیا ہی۔ مگر اوسکو یہ اعتراض کرنیسے پہلے دنیا کی دوسری سلطنتوں کی فوجی مصارف معمولی وغیر معمولی کیطرف ایکدفعہ سرسری نظر ضرور ڈال لینی چاہئے تھی کیا اوسے معلوم نہیں کہ بلحاظ تمول یورپ کی مفلس ترین سلطنت روس جسکی کل آبادی ہندوستان کی آبادی کی تیسرے حصہ کی برابر ہی صرف معمولی اخراجات فوجی پر اسی کروڑ روپیہ سالانہ یعنی بجٹ ہی فوج خرچ ہی علیحدہ ہی یعنی ہندوستان کی کل آمدنی سی زیادہ خرچ کرتی ہے۔ اور غیر معمولی اخراجات مثلاً فوجی ریلوے لائینین

کہ اقلیدس کی شکلیں اور بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ دیواروں پر نہایت خوبصورت و بیش قیمت پردے آویزاں ہیں۔
جلالت مآب دروازہ کے قریب کمرہ کے اندر کھڑے تھے۔ وہ نہایت لطف و کرم سے پیش آئے اور گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳ ۔ تقریر کا دوسرا حصہ اخبار مذکور نے بالفاظ ذیل تحریر کیا تھا۔

سکرٹری ممدوح نے اتحاد کے متعلق ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ تین خوش پوشاک افغان رؤساکے یلدز
محل میں وارد ہونیکی خبر ویسی ہی غلط اور بے بنیاد ہے جیسی کہ مفتریوں کی گھڑی ہوئی وہ اتیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہ قصہ
بھی بالکل غلط ہے کہ میڈیکل کالج کے ایک طالب علم ذکی بے کو طرابلس کی جلاوطنی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور اوسنے بدوران حراست خودکشی
کرلی میں یہ خبر پہلے لندن کے اخبار ون میں دیکھی تھی۔ اوسکے پڑھتے ہی میں نے سخت تحقیقات کئے جانیکا حکم دیا اور باز پرس کی
اگر ایسا واقع ہوا ہے تو اوسکی اطلاع یلدز میں (یعنی سلطان المعظم کو) کیوں نہیں دی گئی۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ یہ سب
محض افترا تھا۔ اس کے بعد انگریزی اخبار ون نے یہ گپ اُڑائی کہ مراد بے بھاگ گیا ہے (مراد بے کو مصری نامہ نگار نے بھی غالباً
مشہور غدار ملک اور اخبار المقطم سے پڑھکر یہ خبر لکھی تھی جسکی ہم نے تردید کردی تھی۔ (اڈیٹر)
جس نامہ نگار نے سب سے پہلے یہ خبر مشتہر کی تھی اُسکو اسکی علانیہ تردید کرتے ہوئے تو شرم آئی۔ مگر اپنے اخبار کے کسی بعد کے پرچہ
میں یہ شایع کردیا کہ مراد بے کو امیر المومنین نے شرف باریابی بخشکر اوسکو کوئی منصب جلیلہ عطا فرمانیکا منشاء ظاہر کیا ہے۔ لیکن
یہ بھی درست نہیں اس معاملہ پر میرے زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں تم کو جب فرصت ہو خود مراد بے کے پاس جاکر
اوسکی بھاگ جانیکا حال دریافت کرلو۔ جلاوطنی۔ قید خانوں میں ایذادہی۔ یلدز سرائے کے محبوسین عقوبت
دیدہ اور لوگونکی جوق درجوق گرفتاری کی تمام خبریں سرتاپا غلط ہوتی ہیں اور چونکہ یہ سب سے پہلے انگریزی اخبارات میں
شایع ہوتی ہیں اوسسے امیر المومنین کو سخت افسوس ہوتا ہے۔
جلالت مآب امن کے دل سے خواہاں ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ وہ بذاتہٖ خونریزی سے متنفر اور اوسکے مخالف ہیں۔ دوم
اسلئے کہ صرف صلح و امن سے ملک کی فارغ البالی۔ آسودہ حالی اور تمدنی صنعتی و تجارتی حالتمیں ترقی ہوسکتی ہے۔ حضرت
ممدوح نے صرف اسوقت جنگ کا اعلان کیا جبکہ یونانی گورنمنٹ نے اون ترکی سپاہیونکو جنہیں یونان کی مفسدہ پرداز
اور انقلاب پسند خفیہ کمیٹی اتھینکی ہتیا رہا کہ بیقاعدہ سپاہیوں نے گرفتار کیا تھا بطور اسیران جنگ اتھنز کو بھیجکر کمیٹی کی
کو ایسا تسلیم کرلیا کہ گویا وہ خود گورنمنٹ مذکور کے حکم سے لڑ رہی ہے سلطان المعظم تو اسقدر امن پسند ہیں کہ انھوں نے کریٹ میں
یونانی فوج کے داخل ہونیکے معاملہ سے بھی بایں خیال درگذر کردیا کہ خود دول یورپ اس قضیہ نامرضیہ کو سلجھالینگی

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۳) وغیرہ پر جو کچھ اسکا صرف ہوتا ہے وہ اسی سے ظاہر ہے کہ فقط سائبیریا اور وسط ایشیا کی ریلوں پر
وہ کئی ارب روپیہ لگا چکی ہے اور کئی ارب ابھی اور صرف کریگی۔ پائونیر نے سچ لکھا ہے کہ اگر کانگریسیوں کو ہالنڈ۔ ہسپانیہ
فرانس۔ پرتگال یا روس کی حکومت کے ماتحت رہنے کا کبھی موقعہ ہوتا تو اونکو قدر عافیت معلوم ہوجاتی:۔

سلطان المعظم کی شکل و شباہت

سلطان المعظم کی شکل و شباہت ہرگز ویسی نہیں جیسی کہ اون تصویروں میں دکہائی گئی ہی جنکو بعض انگریزی رسالوں و اخباروں نے شایع کیا ہی۔ اون کی بشرہ سے خفیف ترین خونخواری و سنگدلی یا سخت گیری کا بہی نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ اونکا جسم کسیقدر لطیف و نازک ہی۔ چہرہ سے رحم و حلم برس رہا ہی۔ اور بشرطیکہ انسانی شکل بالکل ہی دہوکہ دینے والی اور علم قیافہ بالکل ہی غلط نہو۔ جلالت مآب کی چہرہ سے صاف واضح ہو رہا ہی کہ وہ عمداً کسی مکہی کو بہی تکلیف دینا کبہی گوارا نہیں کرینگے۔ بینی لمبی اور کسیقدر خمدار ہی۔ آنکہیں روشن اور تیز نظر۔ پیشانی بلند و فراخ اور ذہانت خداداد کا صاف پتہ دے رہی ہی۔ جلالت مآب نہایت خوش و خرم اور ہشاش بشاش و تندرست دکہائی دئے۔ جنوری کی نسبت اب چہرہ مبارک پر کہیں درجہ زیادہ رونق تہی۔ ان چند مہینوں میں جسمانی صحت اور بشاشت میں نمایاں اضافہ ہو گیا تہا۔ آواز ملایم و خوشگوار اور لہجہ نیز و موثر ہے۔ جلالت مآب عموماً یورپین لباس پہنتے ہیں۔ لنبا ڈہیلا سا فراک کوٹ۔ اور زردوزی۔ کام کی واسکٹ۔ واسکٹ کے سینہ پر ایک مرصع نشان آویزان تھا۔

جلالت مآب نے ہماری صحت کی متعلق کمال شفقت و نوازش سے کئی سوال کئے۔ بالخصوص اُس چوٹ کے متعلق جو میرے لڑکے کو آئی تھی۔ جلالت مآب نے بذات خود چوٹ کے نشان کو ملاحظہ فرمایا اور ہاتھ سے اچہی طرح ٹٹولا۔ اور جب مینے یہہ عرض کیا کہ ترکی فوج کے ڈاکٹروں نے زخم کی نہایت احتیاط سے مرہم پٹی کی تھی۔ اور ہمیشہ بیحد مہربانی سے پیش آتے رہے تھے تو جلالت مآب یہہ سنکر بہت خوش ہوئے۔ میرا یہہ بیان بالکل درست تھا۔ اس میں خوشامد و تملق کو کچھہ دخل نہیں تھا۔ یہی نہیں۔ کہ ترکی ڈاکٹر مہربانی سے پیش آتے رہے۔ بلکہ ہمارے سخت اصرار کے باوجود بہی اونہوں نے فیس لینا منظور نکیا تہا۔ ترکی ڈاکٹر اعلی تربیت یافتہ ہیں اور اونکے پاس جدید ترین لوازمات سرجری و جراحی و آلات ڈاکٹری موجود ہیں۔ سلطان المعظم نے ارشاد فرمایا کہ نصیب اعدا ایکدفعہ وہ بہی گاڑی سے گر پڑے تھے۔ اور ایسی سخت چوٹ آئی تھی کہ اوس سے بیس منٹ بیہوش رہے تھے۔ جلالت مآب نے نہایت اشتیاق سے دریافت فرمایا کہ یونانیوں نے ہمسے کیسا سلوک کیا تہا۔ مینے عرض کیا کہ یونانی بحری افسروں نے گو وہ بہت تنگ طبیعت تھے ہمسے عمدہ برتاؤ کیا۔ البتہ عوام ایسے خودسر ہیں کہ ہم (الیس وزیر اعظم اونکے خوف سے ہمکو دن کے وقت ہائی دلوانیکے لئے اتھنز سے پایرس نہ آیا۔ یونانی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) دے معاہدہ صلح کی ابتدائی شرائط کی بحث میں ترکی نے دول کی درخواست پر یونان کے ساتھہ وہ ہر ایک رعایت کی ہی جو ممکن ہو سکتی تہی حتی کہ صوبہ تھسلی بہی واپس دینا منظور کر لیا ہی حالانکہ یونان نے ترکی قومی قرضہ کا وہ حصہ بہی جو ۱۸۸۱ء کی معاہدہ کی رو سے جسکی تعمیل میں ترکی نے تھسلی یونان کو دیدی تھی اوسکے ذمہ واجب ہے۔ اور جسکو مدت کا وصول ہو گیا ہوا ہونا چاہئے تھا اوسکا ادا کرنا قبول نہیں کیا۔"

ایماندار انگریزی اخبارات اس گفتگو کو پڑہکر دلمیں خفیف تعجب ہو ہونگے مگر ع شرم صحبت کہ پیش مردان بیایدمان۔ . . —

اہلکا عوام سی بہت ڈرتے ہیں۔ اور ہر ایک ذمہ واری اپنی سر لینے سے ڈرتا ہی یہی وجہ تھی کہ یونانی امیر البحر نے ہمیں بمقام وولو سول حکام کے سپرد کر دینا چاہا تھا۔ جلالت مآب نے میری اس ریمارک سی اتفاق رائی کیا۔ وہ یہ دستان سنکر بہت محظوظ ہوئی کہ یونانیوں نے بلس کے روزنامچہ سی کچھہ عبارتیں جنکو پولٹیکل معاملات سی کچھہ واسطہ نہ تھا یوں سی نقل کر کی اون سی ہمیں ملزم بنانیکی کوشش کرنی چاہی تھی۔ اینہی اکثر عبارتیں گذشتہ واقعات اور اون نوازشوں سی متعلق تھیں جو جلالت مآب نے جنوری گذشتہ میں مجھپر مبذول فرمائی تہیں۔

سلطان المعظم کا ادب

خاندان شاہی کی تمام ارکان کل درباری اور اعلے سے اعلے عہدہ داران سلطنت سلطان المعظم کا نہایت ادب و احترام کرتے ہیں۔ وہ جلالت مآب کی روبرو آتے اور رخصت ہونیکی وقت فرشی آداب بجالاتے ہیں اور ہر دفعہ جبکہ سلطان المعظم اونہیں مخاطب کریں۔ یا وہ حضور ممدوح سے کوئی بات کریں اسیطرح آداب و کورنش بجالاتے ہیں۔

صلح کی متعلق گفتگو

پھر میں نے صلح کی متعلق سلسلہ جنبانی کی۔ اور بڑی زور سے عرض کیا کہ محاربہ کو فی الفور باعزت شرائط پر ختم کر دینا ٹرکی اور یونان دونوں کی حق میں نہایت مفید ہی۔ یونان اور ٹرکی آپس میں دشمن نہیں بلکہ ایک دوسری کا دوست رہنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ دونوں کی زبردست مشترک دشمن ہیں۔ محاربہ کا جاری رہنا دونوں کو کمزور کرنے اور سلیو قوم کو فائدہ بخشنی کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں رکھہ سکتا۔ جلالت مآب نے ارشاد فرمایا۔ ٹرکی نے لڑائی شروع نہیں کی۔ یونانیوں کو کسی طرح کا اشتعال طبع کے بغیر لڑائی کی دنگل میں بے تحاشا کود پڑنیسے پہلے ان باتوں کو سوچ لینا چاہئے تھا۔ مینے جواب دیا کہ حضور کا ارشاد بالکل درست ہے اور خود شاہ یونان اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ ٹرکی کو بہت اشتعال پہونچا۔ لیکن اب عساکر عثمانیہ کو کامل فتح و نصرت نصیب ہو چکی ہی۔ ترک اپنی شاندار شجاعت و بسالت کا ثبوت کل دنیا کو دے چکی ہیں۔ اور نیز اپنی نیک چلنی حسن انتظام اور خوش اطواری کا سکہ کل عالم میں بٹھا چکے ہیں۔ بناء برین جلالت مآب اوس عالی ظرفی کا اظہار جسکے لئی وہ تمام دنیا میں مشہور و ممتاز ہو رہے ہیں اب باسانی و بلا احتمال نقصان کر سکتے ہیں۔ اور یونان کو ایسی شرائط پر جو اوسکی حق میں بہت ہی ذلت بخش نہ ہوں صلح عطا کر سکتے ہیں۔

جلالت مآب نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم ابہی کہہ چکی ہو کہ شاہ یونان اور اوسکی گورنمنٹ عام رائے سے ڈرتی ہی ٹرکی میں ہی عام رائے موجود ہے۔ اور اوسکا لحاظ کر لینا واجبات سی ہے۔ ٹرکی قوم کا مطالبہ ہی۔ کہ دوسروں میں ایسی جرأت نہیں رہنی دینی چاہئیں کہ وہ جب کبھی اونہیں امنگ آ جائی سلطنت عثمانیہ کو جان و مال کی صرف کثیر پر مجبور کر سکیں اور پھر اوسکا خمیازہ کچھہ نہ بھگتیں۔ مینے اس ارشاد کی معقولیت اور برجستگی کو تسلیم کیا۔ مگر ساتھہ ہی التماس کیا کہ مال و جان کا اور زیادہ صرف ہونے دینا سخت قابل افسوس و قابل رحم امر ہوگا۔ ٹرکی کو یونان سی بدرجہا

زیادہ زبردست دشمن موجود ہیں۔ جو اس لڑائی کے جاری رہنے سے بہت خوش ہونگے۔ کیونکہ اس سے جنوب مشرقی یورپ کی ہر دو غیر سلیو طاقتیں آپسمیں لڑتی رہکر کمزور ہو جائینگی۔ میں نے اون تجویز کیطرف بھی جسے تمام سمجھدار آدمیوں نے بہت پسند کیا ہے اشارہ کیا۔ تجویز مذکور جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے یہ تھی کہ ٹرکی اخراجات جنگ کے معاوضہ میں یونان سے صلح کرنیسے بیشتر جسنے خواہ مخواہ ہنگامہ کارزار مشتعل کیا۔ کثیر الرقم تاوان جنگ طلب کرے۔

شرائط صلح جلالت مآب کے بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ اونہوں نے بھی اس تجویز کو پسند کیا ہے۔ مگر میری اس مشورہ کے متعلق کہ ٹرکی تھسلی اور تاوان جنگ کے معاوضہ میں کریٹ یونان کو دیدے کوئی رائے اظہار نفرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ کریٹ کو اندرونی خود مختاری عطا ہو چکی ہے۔ اور ایسی صورت میں عملاً اوس سے ٹرکی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ پس اگر مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت اور اونسے عمدہ برتاؤ ہونیکے متعلق کافی ضمانتیں مل جائیں تو کریٹ کا دیدینا نقصان کے بجائے ٹرکی کے حق میں مفید ہوگا جسکو ایک بڑی درد سری سے نجات مل جائیگی۔ جلالت مآب نے فرمایا۔ کریٹی مسلمانوں کے ساتھ نہایت ظالمانہ اور سخت نامنصفانہ سلوک کیا گیا ہے۔ اور اس سے تمام ٹرکی میں سخت ناراضگی پھیل رہی ہے۔ اس بیان کی تصدیق مجھے اور بھی کئی وسائل سے ہوئی۔ جب تقریباً تین سو مسلمان یتیم بچے جنکے والدین کو عیسائی باغیوں نے کمال سفاکی سے تہ تیغ کر دیا تھا پچھلے دنوں کریٹ سے قسطنطنیہ لائے گئے تھے۔ تو اونسے اسقدر ہمدردی کا اظہار کیا گیا کہ تمام سربرآوردہ مسلمان خاندانوں میں ان بدنصیب بچوں کو پرورش اور تربیت کے واسطے سرکار سے لینے کیلئے بڑی تیز رقابت پیدا ہو گئی تھی[۱]۔ میں نے سلطان المعظم کے ارشاد کے بعد عرض کیا کہ ٹرکی تھسلوی سرحد کی ایسی درستی کا دعوی کرنیمیں جس سے وہ آئندہ یونانی حملوں سے محفوظ ہو جائے بالکل حق بجانب ہے۔ ٹرکی کا کبھی یونان پر حملہ آور ہونا بالکل غیر اغلب ہے لیکن جب کبھی سلطنت عثمانیہ کسی خطرہ میں مبتلا ہو یونان کا پھر ٹرکی پر حملہ کر دینا بالکل قرین قیاس ہے پس یہہ نہایت ضروری ہے کہ کسی ایسی مستقبلہ غاصبانہ کاروائی کے انسداد کے لئے سرحدی پہاڑوں کا سلسلہ جنکے وسط میں لونلے ہے تمام درونکے ٹرکی کے قبضہ میں رہے۔ جلالت مآب نے اس دلیل کو تسلیم کرکے دریافت فرمایا کہ یونانی گورنمنٹ کی تجویز مذکور کے متعلق کیا رائے ہے۔ میں نے جواب دیا کہ جو کچھہ میں نے اتھنز میں سنا ہے اوس سے میرا خیال ہے کہ یونانی گورنمنٹ کے لئے اسے منظور کرنا ناممکن تو نہیں مگر مشکل ضرور ہوگا۔ بعد ازاں جلالت مآب نے دریافت فرمایا کہ شاہ اور اوسکے خاندان کی نسبت رعایا کے خیالات کیسے ہیں اور ان افواہوں کی کہانتک اصلیت ہے کہ اتھنز میں عنقریب انقلاب ہوا چاہتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ خاندان کی حالت اب ویسی نازک نہیں رہی جیسے کہ آجسے دس دن پیشتر تھی۔ ایم ڈیلیانیس کی برطرفی سے جسکی کمزوری اور بیجا بلند پروازی ہی محاربہ کا باعث ہوئی تھی اتھنز میں حالت ویسی نازک نہیں رہیگی۔ ایم رالیس موجودہ وزیر اعظم اپنے متقدم سے زیادہ دلیر اور سمجھدار ہے۔ نئی وزارت نے انجمن ہٹاریا کے دفتر سے تمام کاغذات ضبط کر لئے ہیں اور اب یونانی اخبارات

[۱] اون کے بعد اور بھی کئی سو یتیم بچے لائے گئے جن میں سے اکثر سلطنت کے مختلف یتیم خانوں اور صنعتی مدارس میں داخل کئے گئے۔

اس خفیہ سائیٹی کو جو تہوڑا ہی عرصہ ہوا یونان میں قادر مطلق بنی ہوئی تھی سخت مطعون اور ذلیل کر رہی ہیں۔

یہہ ذکر کرکے میں نے پھر عرض کیا کہ محاربہ کو جلد ختم کرنا نہایت ضروری ہی۔ اور اگر انگلستان کے توسط سے ترکی اور یونان میں اتحاد ہو جائے تو بہت مفید ہوگا۔ شاہ یونان نے مجھسے ذکر کیا تہا کہ محاربہ سے پہلے وہ ہمیشہ ترکی سے اتحاد کرنیکا خواہان تھا۔ میری رائے میں دونوں ملکوں کا آپسمیں دوست ہونا بہت فایدہ بخش ہوگا۔ شاہ اور اوسکی گورنمنٹ باعزت شرائط پر صلح کرنیکے لیے بالکل تیار ہیں۔ سلطان المعظم نے جواب دیا کہ گو یونان نے سخت حماقت کی ہی تاہم ہم بہی یہہ دیکھکر کہ آپسمیں صلح ہوگئی ہے خوش ہونگے۔ میں نے اوسوقت یہ بھی اِزاد کر دیا کہ اگر یونان سے عالی ظرفانہ برتاو کیا گیا تو اوسکا اثر انگلستان کی عامہ رائے پر جو بدقسمتی سے گذشتہ دو برسوں سے ترکی سے بہت کچھہ منحرف کر دیگئی ہی بہت اچھا پڑیگا۔ اب ہی اہالی انگلستان کے خیالات بہر بہتری کیطرف بدلنے شروع ہوگئے ہیں۔ ترکی سپاہیوں کی شجاعت اور اونکی خوش اطواری اور ضبط علی النفس سے نہایت نیک اثر پڑا ہے۔

فلپ کری کی غلطیاں

ذات شوکت سمات نے یہہ سنکر ارشاد فرمایا کہ "ہمیں انگلستان کی عام رائے کے انحراف کا بہت افسوس ہی۔ اور دونوں ملکوں میں پہر سابقہ دوستی قایم کرنیکے لیئے ہم ہر ایک کوشش کو بکو آمادہ ہیں۔ مگر افسوس انگریزی سفیر کا طریق عمل ہمیشہ معاندانہ رہتا ہی"۔ پہر جلالت مآب نے اوسکی کارروائیوں کے متعلق بہی بہت سی دلچسپ اور اہم واقعات بتائے۔ جنکو میں شایع نہیں کر سکتا۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ سر فلپ کری سے بیشک کئی قابل افسوس غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ جو انگلستان اور دونوں کے حق میں نامبارک اور منحوس تہیں۔ لیکن مجھے امید ہی کہ انگلستان اور سلطنت برطانیہ کے اغراض کو کسی سفیر کی غلطیاں ہمیشہ کے لئے نقصان نہیں پہونچا سکینگی۔ (یعنی گورنمنٹ انگلشیہ ضرور جلد یا دیر بعد اونکی تلافی کریگی اور خوشی کا مقام ہے کہ سر بارٹلٹ کی اس تحریر سے چند ہی مہینے بعد سر فلپ کری قسطنطنیہ سے تبدیل کر دیئے گئے۔ اور نئے سفیر کی تعیناتی پر معلقات نے بہی اچہی صورت اختیار کرنی شروع کر لی ہے۔ مترجم)

اور بہی کئی معاملات پر گفتگو ہوئی۔ مگر میں اُنکی تفصیلی حالات نہیں بتا سکتا کہ کہیں مذاکرات صلحیہ میں دقت نہ پیش آجے۔ اس بات کا مجھے کامل اطمینان ہو گیا کہ جلالت مآب صلح و امن کے سچے دوست و خواہشمند ہیں۔ اور کہ ترکی کے آخری و قطعی مطالبات بہت معتدل اور نرم ہونگے۔ یونانیوں ایسی عیار بنیا مزاج۔ کوڑی کوڑی پر جہینکنے والی اور جہگڑالو قوم کو شروع شروع میں آسان شرطیں نہ سنانا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ ترکی شروع میں ہی اپنے اون مطالبات میں جنکی وہ پوری پوری مستحق تہی بہت ہی تخفیف اور کمی کر دیتی۔ سلطان المعظم اور شاہ یونان سے ملاقات کے یہہ متذکرہ صدر حالات شرائط صلح کے تصفیہ سے بہت پیشتر مئی ۱۸۹۷ء میں تحریر کئے گئے تھے۔

فصل بست و سوم

سر ایشمیلڈ بارٹلٹ کی آخری رائے

صاحب موصوف اپنی کتاب کی آخری فصل میں حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

اب جبکہ لڑائی ختم ہو چکی ہے اور شرائط صلح قرار پا چکی ہیں ہم بہ امر زیادہ وضاحت کے ساتھ معاینہ کر سکتے ہیں کہ ترکی کے ساتھ اوسکے عیسائی نکتہ چین کیسی ناانصافی و ریاکاری اور درشتی سے سلوک کرتے ہیں۔ فتح ڈوموکوس پر محاربہ کو ختم ہوئے ابہی تشکل میں ہفتے ہوئے ہیں۔ مذاکرات صلحیہ میں محض اسلئے توقف و پیچیدگیاں پڑ رہی ہیں کہ وہ صرف دونوں فریقوں میں نہیں ہو رہی۔ بلکہ ہر شش دول کا تصفیہ میں دخل ہے۔ طے شدہ شرائط یونان کے حق میں از حد مفید اور ترکی کے حق میں اوس سے بدرجہا کم فائدہ بخش ہیں جنکے ترکوں کو توقع کرنیکا کامل استحقاق حاصل تھا۔ سلطان کو خلاف مرضی مجبوراً محاربہ کرنا پڑا تھا۔ اور ترکوں نے کمال شجاعت سے کامیابی اور بے نظیر اعتدال و انسانیت سے اسکو بہر انصرام پہونچایا باین ہمہ تمام سابقہ محاربات کے برعکس ترکی کو فتح کے صلہ میں کوئی علاقہ نہیں لینے دیا گیا۔ اور تاوان جنگ صرف اسقدر دلایا گیا ہے۔ جو اس غاصبانہ محاربہ کے واقعی اخراجات کو بھی بمشکل پورا کر سکیگا۔ اور امتیازات یا کیپی چولیشنز میں صرف خفیف سی ترمیم و اصلاح منظور کیگئی ہے۔

ترکی پر نا منصفانہ طعن و تشنیع چونکہ سلطان المعظم اور اونکی گورنمنٹ نے ترکی کے حق میں فائدہ بخش شرائط حاصل کرنیکی کوشش بلکہ سخت جدوجہد کیا۔ لندن کے آدہ درجن پرچہ اخبارات اور کور باطن اعداے عثمانیہ مدبرین نے اونپر براہ سفاہت لعن طعن اور دشنام و بدگوئی کی بوچھار شروع کر دی۔ ان عقل کے اندہے متعصبوں کو یہہ خیال نہ آیا کہ ایسا کرنے میں سلطان المعظم بالکل حق بجانب ہی نہیں۔ بلکہ حب الوطنی اور قومی حمیت کا بہی یہی تقاضا تہا۔ مجلس صلحیہ کے ترکی وکلا کیطرف سے کوئی نامعقول اور ناواجب یا بے اندازہ توقف اور لیت و لعل ظہور میں نہیں آیا۔ اونہوں نے کسی ایسے توقف یا وسیلہ و تدبیر سے کام نہیں لیا۔ کہ اگر انگریزی وزراے انگلستان کے مفاد کیلئے کسی ویسے ہی توقف یا وسیلہ سے کام لیتے تو اوسے نہ صرف نہائت ضروری بلکہ قابل تعریف ہی نہ بتایا جاتا لیکن چونکہ ترک ایسی جائز تدابیر و وسائل کے مرتکب ہوئے تھے۔ ہمارے اخبارات ڈیلی ٹیلیگراف، ٹائمز اور حمیدیہ چالبازیوں پر دھواں دھار مضامین ایک دوسرے سے ضد بضد ہو کر لگاتار شایع کرنے شروع کر دئے حتی کہ وزارت خارجیہ کا نفس ناطقہ سینٹ جیمز گزٹ نے یوں بہانے دہمکی دیدی کہ اگر ترکی گورنمنٹ اصرار سے باز نہ آئی تو روس کا جدید وزیر خارجیہ ایم زینوف جابرانہ کارروائی سے بہی دریغ نہیں کریگا۔

سر فلپ کری کا تعصب بیجا — انگریزی اخبارات تو خیر آزاد ہیں۔ اپنے قومی و مذہبی تعصب کی عنان جسقدر چاہیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ سر فلپ کری تمام آداب خوش اخلاقی و تدبر کو بالائے طاق رکھکر اونسے بھی گوی سبقت لیگیا۔ بتاریخ ۲۶ مئی ۱۸۹۷ء اوسنے مجلس صلیحیہ کے اولین جلاس میں افتتاحی کارروائی کی رسم یہہ کہکر کی "کوئی علاقہ جو کسی وقت عیسائیوں کا رہ چکا ہے۔ اوسے کبھی اسلامی نہیں ہونے دیا جا سکتا"۔ بعد میں جب اس حیرت انگیز تعصب و جنون پر اکثر عیسائیوں نے بھی استعجاب و تحیر ظاہر کیا تو سر فلپ کے بعض دوستوں نے تاویل کی کہ "اسلامی" سے اوسکی مراد "ترکی" تھی۔ ہمارے وزیر اعظم لارڈ سالسبری نے بھی اپنی ایک تقریر میں ایسی ہی رائے ظاہر کی۔ قصہ کوتاہ ہمنے اب ایک اور جدید اصول جو کمال حیرت بخش اور چونکا دینے والا ہے یہ قایم کر دیا ہے کہ بلا لحاظ اس امر کے کہ کون فریق سچا اور کون جھوٹا ہے۔ اور بلا لحاظ اس امر کے کہ کس فریق نے پیشقدستی کی ہے اور وحشت و ظلم و ستم یا نانصافی کا مرتکب ہوا ہے "مسلمانوں" یا تاویل مابعد کے مطابق "ترکوں" کو کبھی وہ منفعت اوٹھانے نہیں دیجا سکتی جسکا عیسائی فاتحین مغلوبین سے ہمیشہ مطالبہ کرتے اور اونسے حاصل کر لیتے ہیں یہ منفعت کیا ہے فتح کے صلے میں کسی اراضی کا ملنا۔ اور افسوس اس اصول کو قایم کون کرتے ہیں وہ جو سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے حکمران اور روزآفزوں اور ماموین ہیں۔ کیونکہ یہہ عامہ معلوم امر ہے کہ ملکہ معظمہ تقریباً دس کروڑ مسلمانوں پر فرمانروا ہیں جنمیں سے چھ کروڑ سے زیادہ صرف ہندوستان میں آباد ہیں۔ اور یہہ کون نہیں جانتا کہ ہندوؤں کی مزمنہ نارضامندی اور تحریک کے بالمقابل شاید ہمیں کل ہی اپنی ہندوستانی سلطنت کی حفاظت کے لئے مسلمانان ہندوستان کی وفاداری اور جان نثاری پر تکیہ و بھروسہ کرنا پڑے۔ کل نہ سہی پرسوں۔ پرسوں نہ سہی ترسوں۔ آخر ایکدن ہمیں مسلمانوں پر ایسا انحصار کرنا پڑیگا۔

مخالفانہ پالیسی کے خطرات — یورپ اور ایشیا میں موازنہ طاقت کا ترازو اسوقت ترکوں کی فوجی طاقت کے قبضہ میں ہے۔ جرمنی سلطنتوں (جرمنی و آسٹریا) اور روس و فرانس کی درمیان جو جنگ برپا ہو جانیکی صورتمیں اگر جرمنی نے ترکی کو اپنا رفیق بنا لیا تو یہ اتحاد جرمنوں کی فتح و نصرت کا مرادف ہوگا۔ اگر ہماری ہندوستانی سلطنت پر حملہ کرنیکے لئے روس نے ترکی کو اپنے ساتھ گانٹھ لیا۔ تو اوس اتحاد کا یہہ مطلب ہوگا کہ ہندوستان انگلستان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اسی سخت مہیب خطرہ کو مدنظر رکھکر ہم سمجھدار انگریز اون فضول افعال و اقوال سے جو انگلستان کے قدیم اور نہایت ضروری رفیق کو برگشتہ خاطر کرنیکا باعث ہو رہے ہیں سخت آزردہ ہو رہے ہیں۔ اونکو ایسی سختی سے مطعون کرنیکے لئے جیسی سختی سے کہ اونہیں کرنا چاہئیں ان عقلمند اور عاقبت اندیش خیر خواہان قوم کو کافی الفاظ نہیں ملسکتے۔ ہندوستان کی موجودہ حالت کے لحاظ سے ترکی کے متعلق بلا ضرورت مخالفت کی پالیسی پر کاربند ہونا نہایت خطرناک اور منحوس اثر ثابت ہوگا۔

---

[۱] اس کتاب کی شایع ہونیسے پہلے ۱۸۹۷ء کے سرحدی فساد شروع ہو گئے ہوئے تھے۔

ان خطرات اور نزاعیون کے علاوہ ایک اور سخت خطرہ بہی اس اصول سے پیدا ہوگیا ہی جو نہ صرف بلقان کی بعض طوائف بیم وحشی و بدوی اصول پر چلتی ہیں بلکہ یورپ کی تمام جدید اسلامی یا اصول پرستی اقوام کو گیا ہی علانیہ علانیہ طور سے تجربہ ہو گیا کہ کسی چیز سے دترغیب مل سکتی ہی۔ کہ کوئی علاقہ جو کسی وقت مسیحی رہے چکا ہو۔ کبہی اسلامی یا ترکی نہیں ہوسکیگا؟ سرریا مانٹی نیگرو اور بلگیریا کو گویا صاف صاف یہہ کہدیا گیا ہی کہ "تم جب اور جسطرح چاہو بیشک ٹرکی پر حملہ کردو۔ یورپ اس امر کا ذمہ دار ہی کہ تمہاری نوجکشی خواہ کیسی نامنصفانہ اور غاصبانہ کیوں نہ ہو۔ تمہیں ارضی نقصان کوئی نہیں پہونچیگا۔"[۱]

مسلمانون کی بیداری و اتحاد

ایسی صریح ظلم اور ایسی پرجوش و علانیہ مذہبی تعصب و ایذا رسانی کے مقابل اگر ٹرکی گورنمنٹ نے اپنی حفاظت کے لئے دنیا کے مسلمانوں کو باہم متحد و متفق۔ مسلمانوں کو بیدار و متنبہ اور اسلامی طاقت کو مستحکم اور اوسکے پراگندہ اجزاء کو باہمدگر پیوستہ و مرتبط کرنیکی کوشش شروع کردی ہو تو کیا اس سے کچھہ تعجب ہوسکتا ہی؟ اگر یورپ کی آزادی یا اونکا مذہب اسطرح علانیہ معرض خطر میں پڑجائے تو یہی کام رومن کیتھولک کرین نہیں بلکہ کلیسائے انگلستان کے تمام معتقد بہی دنیا بہر میں اسطرح پر عمل پیرا ہوں اگر اونکو کلیسا کے ساتھہ ویساہی نامنصفانہ برتاؤ ہونیکا اندیشہ ہو جیسا کہ اسلام کے ساتھہ ہو رہا ہے۔

پیشتر ازین مسلمانوں کی بیداری انگلستان یا انگریزی حق میں کسیطرح نقصان رساں یا خطرناک نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ انگریزی غلبہ مسلمانوں سے دوستانہ اور منصفانہ برتاؤ ہونیکے مرادف ہوتا تہا۔ مگر افسوس اب یہہ نہیں کہا جاسکتا۔ بلاد مشرق میں ہمارا رقیب اعظم مسلمانوں کے مذہبی تعصب کو جس طرح بن پڑے ہمارے برخلاف برانگیختہ کرنیکا کوئی موقعہ ہاتھہ سے نہیں جانے دیتا جسطرح دو برس ہوئے چترال کا فساد بیرونی تحریک سے وقوع میں آیا تہا۔ اوسیطرح ہندوستان کی شمالی مغربی سرحد پر انگریزی حکومت کے برخلاف حال کی ہنگامہ و فساد بیرونی تحریک و اغوا سے خالی نہیں۔ مسلمان قبائل کی تندی و پرجوشی اور نیز وہ عجیب و غریب افواہین جو امیر افغانستان کے فعل و عمل کے متعلق مشہور ہوئی ہیں نہایت ہی تشویش ناک ہیں۔ ایک مہیب طوفان کی گرج دور سے سنائی دیرہی ہی۔ خدا کرے کہ اوسکی بدترین خطرات وقوع میں نہ آئین[۲]

---

[۱] اس اعلان کا مدعا بیشک یہی تہا۔ مگر جب عملی ذرنگ کریٹ حملہ یونان کو دلاچکیں تو معلوم ہوتا ہی کہ اونکی تعصب میں کسی قدر اضافہ ہوگیا۔ یا ذاتی اغراض نے اونکو اس اصول کی مضر نتائج سے متنبہ کردیا۔ یہ انتباہ سب سے اول روس کو ہوا جنسے جیسا کہ حصہ اول کے کسی حاشیہ میں ۱۸۹۹ء کے متوقعہ فساد البانیا کے حالات میں لکہا گیا ہی مفسدین اور بلقانی ریاستوں کو بخوبی متنبہ کردیا کہ بصورت ہزیمت وہ یونان کیطرح خلوہ نہ بچ سکیں گی۔

[۲] سر ائشمیلد بارٹلٹ کا قیاس ایک حد تک درست ثابت ہوا۔ یہ طوفان جسکی پہلی مہیب جہلک جون ۱۸۹۷ء میں سرحد پر اچانک دکہائی دی تہ بتہ استقدر زور پکڑتا گیا۔ کہ کہین مارچ ۱۸۹۸ء میں جاکر مشکل فرو ہوسکا۔ اور قطعی و اطمینان بخش تصفیہ ابتک بہی نہیں ہوسکا کچہہ نہ کچہہ چہیڑ چہاڑ برابر چلی جاتی ہی۔ اور اسکے ساتہہ ہی پامیر اور خلیج فارس کیطرف اوس بازیگری جو یورپ دہ کر

اس اصول کے متعلق میں ایک اوس صورت کا ذکر کرتا ہوں جسکا کسی وقت ظہور میں آجانا امکان میں داخل ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا انگریزی پالیسی کا یہ قابل افسوس اور منحوس و بدشگون جدید اصول تمام غیر مسیحی اقوام کے متعلق مدنظر رکھا جائیگا؟ بطور مثال

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱ نمبر دو جسکو اپنی کارستانی دکھانا تھا۔ اب کھلم کھلا ہی اپنا ہاتھ دکھانیکا ارادہ کرلیا ہے۔ ان سرحدی فسادون کو جیسا کہ بعض انگریزوں نے خیال کرلیا تھا گو براہ راست محاربہ روم و یونان سے کوئی تعلق نہیں مگر ایک عجیب و غریب اور کمال حیرت انگیز تعلق* ضرور ہے۔ انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے کہ "غلطی بلا پاداش نہیں رہتی"۔ غلطی کے ساتھ اگر بیوفائی بھی شامل ہے تو عموماً یہ پاداش احکم الحاکمین کیطرف سے سخت ہی ہوتی ہیں ملتی۔ بلکہ مسبب الاسباب خطاکار کو بشرطیکہ اوسکی اوپر نظر رحم و کرم ہو۔ اور بنا برین وہ اوسی جلد متنبہ کردینا چاہتا ہے۔ پاداش مذکور بہت جلد پہونچا دیتا ہے میرے خیال میں در حقیقت یہی منشاء الٰہی جیسا کہ میں نے کل کے ایک مضمون[1] میں تحریر کرچکا ہوں ان فسادون کا اصل باعث و موجب تھا۔ یونان کی آزادی کے وقت اور نپولین کے زمانہ میں گو چند دفعہ انگلستان اور ٹرکی کی آپس میں چپقلش ہو گئی تھی۔ مگر محمد علی گورنر مصر کی بغاوت میں جب انگلستان نے ٹرکی کو قابل قدر مدد دی تو سرد و نو سلطنتوں میں کمال اتحاد و اتفاق ہو گیا۔

اور جب محاربہ کریمیا میں انگلستان نے ٹرکی کی حامی دشمن روس سے فرانس کے ساتھ ملکر جنگ کی تو یہ اتفاق کمال کے درجہ تک پہونچے گا۔ اور کل دنیا کو یقین ہو گیا کہ اب ٹرکی و انگلستان ہمیشہ یکجان و دو قالب رہینگے۔ ترکون کو بھی جو نہایت ہی سادہ لوح۔ رستباز۔ سیدھے سادے اور شریف النفس مسلمان ہیں اس امر کا ایسا پختہ یقین ہو گیا تھا کہ جب تک انہوں نے متواتر و مکرر موقعوں پر انگلستان کی طرف سے مخالفانہ کارروائیان ظہور میں آتی نہ دیکھ لین۔ یہ یقین انکے دل سے دور نہ ہو سکا۔ انگلستان کی پالیسی میں تغیر واقع ہونیکے اسباب میں مضمون خلافت اور دیگر مضامین میں جو بست سالہ عہد حکومت کے آخر میں درج ہیں اور نیز سفر و ضمیمہ مظالم آرمینیا اور تاریخ خاندان عثمانیہ میں مفصل بتاچکا ہوں۔ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ۱۸۷۷ء کی محاربہ روس و روم تک ترکوں کو انگلستان سے مدد ملنے کا پختہ یقین رہا۔ مگر انگلستان نے آخری وقت تک کروٹ نہ بدلی۔ اور روس کو

[1] یہ ۹ جنوری ۱۸۹۸ء کے معرکہ شن کما رکے متعلق بعنوان عرفت ربی بفسخ العزائم لکھا گیا تھا جسے بجنسہ یہاں درج کردینا شاید نامناسب ہوگا۔

عرفت ربی بفسخ العزائم۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب دنیا میں علم و فن اور تہذیب و شائستگی کو بہت ترقی ہو جاتی ہے تو انسان کو اپنی تدابیر اور قدرت پر بہت بھروسہ ہو جاتا ہے اور اوسکے ساتھ ساتھ خدا کی قدرت و طاقت اور اسکے منتظم اعلیٰ ہونے پر قطعی انکار نہ سہی لاپروائی یا بے یقینی بڑھتی جاتی ہے اور کفر و الحاد کا عام دور دورہ ہو جاتا ہے عرصہ دراز سے دنیا پھر اسی مقام کی طرف صعود یا نزول کرتے رہنے سے انیسویں صدی کے آخری عشرہ میں اسکی یہاں تک قریب پہنچگئی ہے کہ خدائی دعوی کرنیوالی نجومی پیش گوئیوں سے قطع نظر کرکے اکثر دوراندیش اور واقف اسرار فلاسفر وں کو بھی عجائب و غرائب جدیدہ کے عنقریب حدوث کا یقین سا ہو گیا ہے۔ بلکہ کئی صاحبوں کی رائے میں تو یہ حدوث شروع ہی ہو گیا ہے جنکی رائے ۱۸۹۷ء کے گذشتہ واقعات اور سال نو کے ابتدائی کارناموں کو دیکھتے چنداں غلط یا قبل از وقت معلوم نہیں ہوتی۔

بقیہ حاشیہ بر صفحہ نمبر ۲۳

* ٹرکی کی قسمت کے فیصلہ و فتور کا ایک یہ بھی عجیب کرشمہ ہے کہ ۱۸۷۷ء کے محاربہ روم و روس کے بعد انگلستان و ٹرکی کے تعلقات کے ساتھ جنوبی افریقہ کی ٹرنسوال ریاست کا بھی ایک عجیب دلچسپ تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ محاربہ مذکور کے بعد جسطرح انگلستان کو افغانستان کے ساتھ لڑائی کرنی پڑی اوسیطرح ۱۸۸۱ء میں ٹرنسوال کے ساتھ بگڑ گئی۔ اور نقصان

کیا بدہ مذہب اقوام پر بھی اسکا اطلاق ہوگا؟ - فرانس نے ابھی حال میں نہایت ناانصافی کے ساتھ سیام کے وسیع علاقے جبراً چھین کر اپنے مقبوضات سے ملحق کیے ہیں۔ فرض کرو کہ سیامی یا دری بخت سے کبھی ان علاقوں کو جو درحصل اونکے تھے۔ مگر تھسلی کی طرح

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴ کے خوب سیر ہو کر ترکی کو کمزور و پامال کر لینے دیا۔ ذاتی اغراض و مصالح ملکی کے لحاظ سے اپنے رقیب کو بقصد مضبوط اور اپنے ایک جان نثار دوست کو اسطرح کمزور ہو جانے دینا سخت پولیٹکل غلطی ہی نہ تھی - بلکہ بیوفائی بھی تھی - اسکی سزا اسکے خداوند عالمیان کی بارگاہ سے یہہ ملی کہ محاربہ مذکور کی شرائط کا تصفیہ ہوا ہی تہا کہ یکبارگی افغانستان سے بگڑ گئی - اور سہ بارہ ایکدفعہ نہیں دو دفعہ تین سو برس کے اندر یکے بعد دیگرے فوجکشی کرنی پڑی جسمیں تیس چالیس کرور روپیہ کے علاوہ ہزاروں جانوں کی قربانی چڑہانی پڑی اور اس صرف کثیر سے فائدہ یہہ اٹہایا گیا کہ آخر ملک امیر عبد الرحمن کو سمرقند سے بلا کر حوالہ کر دیا گیا - اور خود جیسے تہی دست گئے تھے - ویسے ہی نہیں - بلکہ اوس سے بہت سبک سر ہو کر واپس آگئے - البتہ درہ خیبر کو افغانستان کے تسلط سے جدا کر دیا گیا - لیکن یہ کوئی قابل قدر معاوضہ نہ تہا - قندہار کو امیر عبد الرحمن کی حکومت سے پہلے جدا کر کے وہاں ایک اونکے چچیرے بہائی کو حاکم بنایا گیا - مگر جلدی یہ علاقہ بہی امیر صاحب کو سپرد کر دیا گیا -

محاربہ روم و یونان سے پہلے چند برسوں سے انگلستان نے سلطنت عثمانیہ اور نیز اپنے دشمنوں کے ساتھ ملکر سلطان کی گورنمنٹ کو سخت تفکرات میں مبتلا رکہا - اور پہر آخر یونان ایسے حقیقت احسان فراموش ملک کو اپنے سابق آقا پر قابل نفرین شوخی و دہنہائی سے چہیڑ خانی کرنیکی عملاً اجازت دیدی - یہ قاعدہ ہے کہ دشمن کے تیر سے و پیار وحانی صدمہ نہیں پہونچتا جیسا کہ دوست کے ازراہ بغض ایک پہول کے پہینکنے سے بہی پہونچتا ہے - یہی کیفیت صاف باطن اور دوست نواز ترکوں کی تہی تتمہ صفحہ ۲۵

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳ یہ فیصلہ کرنا شاید مشکل ہے کہ انسانی تدابیر پر بہی پورا اعتماد و بہروسہ کرنا کیا پہلے گورنمنٹوں میں پیدا ہوتا ہے یا افراد میں لیکن مسلم امر ہے کہ یہ اعتماد خواہ کسی فریق میں پہلے پیدا ہو اسکا انعکاس دوسرے پر بہی بہت جلد ہی پڑجاتا ہے اور تہوڑے ہی عرصہ میں حکمران جماعت اور پبلک با استثناء معدودے چند مرد ان خدا جو نیوٹن کیطرح عالم اجل اور فاضل اکمل ہو جاتے ہیں ہی خدائی کائنات کے سامنے انسانی طاقت کی حقیقت کو کبہی فراموش نہیں کرتے ایک ہی رنگ میں رنگے جاتے ہیں صفحات تاریخ بتاتے ہیں کہ جب یہ غفلت اور سرمستی کمال کو پہنچ جاتی ہے تو قادر ذوالجلال گمراہ مخلوق کو متنبہ کرنیکے لیے اپنی خدائی سطوت و جبروت کے کرشمے حسب ضرورت چہوٹے یا بڑے پیمانہ پر دکہانے شروع کر دیتا ہے انسے اگر تنبہ و خمار دور نہ ہو تو پہر کامل تباہی اور بربادی کا حکم نافذ ہو جاتا ہے - یہ انذار و تہدید بالعموم انہی پر وارد ہوتا ہے جنپر خدا کی نظر رحمت ہو اور جو ایک زمانہ میں اسکے مخلص بندے رہکر استاد زمانہ اور طبعی انسانی کمزوری سے راہ راست سے کسیقدر بہٹک گئے ہوں - اس خود اعتمادی سے سوقت دنیا کا کوئی مہذب ملک بچا ہوا نہیں ہے - لیکن چونکہ جسقدر تہذیب زیادہ ہوگی اسی قدر اسکی مقدار میں اضافہ ہوگا - رجال دولت انگلشیہ میں مہذب و متمول ترین ملک کے مالک ہونیکی وجہ سے یہ صفت دوسروں سے بڑہکر پیدا ہوگئی تہی جو ۱۸۹۵ء میں مفروضہ مظالم آرمینیا کے ہنگامہ و شورش میں کمال کو پہنچ گئی - وزارت انگلشیہ نے اسوقت یہ خیال کر لیا کہ ہمنے اپنے مقبوضات کی حفاظت و سلامتی کا ایسا

جو حصے یوں تک ترکوں کی ہنی کے بعد چند برسوں سے یونانیوں کی ہو گئی تھی۔ چند برسوں سے فرانسیسی یعنی بعض یہی بھی ہاتھ سے گئے پھر فتح کرنیکو قابل ہو جائیں۔ فرانسیسی اسوقت ایذا رسانی اور ضبطی املاک و جائیداد سے جزیرہ مدغاسکر میں پروٹسٹنٹوں کو خارج ہو جانے پر مجبور کر رہے ہیں ایسی صورت میں یہی کیا انگریزی گورنمنٹ یہ کلیہ قاعدہ مقرر کر دیگی کہ "ایسے مسیحی علاقے

بقیہ حاشیہ صفحہ ٢٢ [کے] اونہیں انگلستان کی کارروائیوں سے بنا تاہم ایسا رنج نہ تہا۔ جیسا کہ ایک ایسے ملک سے جسے اب تک ہی دوست سمجھا جاتا تہا۔ ایسی کارروائیوں کے ظہور میں آنیکا اور غالباً یہ اونہی کے صبر و رنج کا اثر تہا۔ کہ انگریزی گورنمنٹ کو اپنے ایک اہم مقبوضہ میں بعینہ ترکی گورنمنٹ کی طرح نہ فقط مختلف توہمات بدظنیوں اور تفکر و تردد عجیبہ میں مبتلا ہونا پڑا۔ بلکہ محاربہ روم و روس کی طرح محاربہ روم و یونان کے ختم ہوتے ہی اوسے بہر سرحد پر ناگہان ایک بالکل فضول اور بے منفعت محاربہ کی مالی و روحانی و جسمانی تکالیف و مصائب انصد برداشت کرنی پڑ گئیں۔ ان فسادوں کے اسباب کے متعلق طرح طرح کی رائیں ظاہر کیگئیں کسی نے امیر صاحب کو اور کسی نے براہ راست امیر المؤمنین کو تحریک کنندہ بتایا۔ اور خفیف سے خفیف واقعات سے عجیب و غریب نتائج مستنبط کئے گئے اگست سنہ ١٨٩٧ء میں ایک پٹھان سردار چند رفقا سمیت قسطنطنیہ پہونچا۔ اسپر خوب لمبی چوڑی حاشیے چڑہائے گئے اور بیان کیا گیا۔ کہ وہ امیر صاحب کیطرف سے تحائف اور خطوط لیکر گیا ہے۔ اور سلطان المعظم نے اوسکے ہاتھ شاہ افغانستان کو دستی خط ارسال کیا ہے مگر یہ بعینہ ویسا وہم تہا۔ جیسا کہ سال گذشتہ (١٨٩٩ء) کی مئی مہینے ترکستان کے مشرقی علاقہ اندیجان میں چند مسلمانوں کی بر سر فساد ہو جانے پر روسی حکام کو ہو گیا تہا۔ اور یہ افواہیں مشہور ہو گئی تہیں۔ کہ سرغنہ مفسد جان محمد علی خلیفہ کے مکان سے خاص سلطان کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط برآمد ہوئے ہیں ہر افغان سردار سید میر ہراتی کی نسبت بہی آخر محقق ہو گیا کہ امیر صاحب کی طرف سے خطوط لیجانا تو درکنار وہ کئی برسوں سے امیر صاحب کے زیر عتاب ہے۔ اور افغانستان سے مفرور ہو کر

بقیہ حاشیہ صفحہ ٢٣ [کے] عمدہ انتظام کر لیا ہے کہ اب ہمکو کسی دوست کی مدد کی احتیاج یا دشمن کی عداوت کا خطرہ نہیں رہگیا ہمکو اپنی انسانی تدابیر کی استحکام اور مضبوطی کا پورا یقین ہو گیا تہا۔ اور اس یقین پر سرمست ہو کر اوسنے اپنے قدیمی رفیق کو جسکی موجودگی یا امداد کی اسے بزعم خود کوئی ضرورت نہ رہگئی تہی اسکے قدیم دشمنوں کے ساتہ ملکر دق کرنا شروع کر دیا۔ اور اسکے لئے ایک نمک حرام اور احسان فراموش قوم کی حمایت کو آڑ بنا لیا۔ اور یہہ وار ایسی سختی سے ڈالا گیا کہ ہر کہ و مہ کو اس رفیق سلطنت کی بربادی اور پامالی میں کوئی شبہ باقی نہ رہگیا۔ اور اس غیر مترقبہ سلوک سے اوس سلطنت کے فرمانروا کی حالت ایسی پژمردہ ہو گئی کہ ہر کسی کو اسے دیکھکر رحم آجاتا تہا احباب کو اعدا اور اعدا کو دشمن جان دیکھکر اسکے پاس درگاہ احکم الحاکمین میں عجز و نیاز تائید و افضال ربانی کے لئے ملتجی ہونیکے سوا کوئی چارہ نہیں رہگیا تہا اسکے برخلاف جو خونخوار چہری کٹاری لئے اسکے بستر کے گرد جمع ہو رہے تہے۔ وہ اپنی قوت و طاقت پر اسقدر نازاں تہے کہ انکو بھولکر بہی خدا کا سچا خیال نہیں گذرتا تہا۔ گو دنیا فریبی کے لئے ہر وقت ہمدردی نوع انسانی کا لفظ انکی ورد زبان تہا۔ آخر بمصداق بترس از آہ مظلومان الخ اس بے یار و بیکس کی آہ و زاری مقبول ہو گئی۔ اور محض فضل ربی کی یاوری سے نہ صرف اسکے ایذا دہندوں میں نفاق پڑ گیا بلکہ اسکے سرغنہ کو جنوبی امریکہ کی حقیر و گمنام ریاست وینی زویلا کے ذریعہ سے کچھ تہدید کی گئی جب کچھ عرصہ کے بعد اسکا اثر زائل ہو گیا تو جنوبی

سنہ ١٨٩٥ء میں جب شہزادہ نصر اللہ امیر صاحب کی طرف سے ملکہ معظمہ کی ملاقات کو انگلستان گئے تہے تو عام خیال تہا کہ وہ واپسی کیوقت معہ رفقا قسطنطنیہ جائینگے مگر وہ اندیشہ اپنے انگریز دوست کو بدظنی کا موقعہ دینے کے لئے اپنے بیٹے کو وہاں جانیکی اجازت نہ دی اور اسی وجہ سے مدبر کامل سلطان المعظم نے شہزادہ کو مدعو نہ کیا۔ کیونکہ مسئلہ آرمینیا کیوجہ سے انگلستان

پہر یہ ہستی یا سیاسی نہیں ہوسکتی؟۔

انجمن اتحاد کلیسائے انگلستان ایسے قاعدہ کا پابند ہونا تو کجا اوسکا خیال تک بھی محض سفاہت دیوانگی ہے۔ اگر کوئی جنبی طاقت آئرلینڈ کو "ہوم رول" (اندرونی خودمختاری) دلانیکے لئے اوسپر حملہ کردے اور ہم اوسے شکست

بقیہ صفحہ ۲۲ کے سیاحت سے زندگی کے دن کاٹ سکے۔ امیر صاحب پر بہی جو شکوک کئے گئے تہے۔ وہ بالآخر بالکل بے بنیاد ثابت ہوئے۔ امیر صاحب نے اظہار البیان فی نصیحت آل الافغان کے عنوان سے عام اعلان شائع کر کے سرحدیوں کو بخوبی کان کہولدیئے کہ وہ اونسے کسی مدد کی توقع نہ رکہیں۔ اور محقق ہو گیا کہ ظاہری اسباب کئی مقامی وجوہات کے علاوہ زیادہ تر بیدلانہ فارورڈ پالیسی کا نتیجہ تہی مگر اصل باعث میری رائے میں ہی خدائی تازیانۂ عبرت تہا۔ غنیمت ہے کہ جہانتک قرائن سے پایا جاتا ہے بیشک کچھہ بیرونی تحریک بہی شامل تہی۔ مگر یہہ صرف دیسی سلطنت کی کارستانی تک محدود تہی جو سالہا سال سے یہہ کیطرح ہندوستان کے شہد کے چہتہ کے گرد منڈلا رہی ہے۔ اس بارے میں بھی سر لشمیلڈ سے کلی اتفاق ہے۔ اور ۲۳۔ اگست ۱۸۹۷ء کے وکیل میں یہی رائے ظاہر کرچکا ہوں۔ امیر صاحب پر زیادہ تر شبہہ اس سے ہوا کہ انہیں دنوں ایک کتاب کی چند کاپیاں ہندوستان میں پائی گئیں۔ انگریزی اخبارات نے زمین کو سر پر اوٹہا لیا۔ اور اُسکا خلاصہ کر کے گورنمنٹ کو بہکانا شروع کیا کہ یہ کتاب امیر صاحب نے حال ہی تالیف کرائی ہے۔ اور مسلمانوں کو جہاد پر اکسانیکے لئے ہندوستان بالخصوص دیسی فوج میں اوسکی عام اشاعت کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر تہوڑے ہی عرصہ میں انکے تمام شبہات بے بنیاد ثابت ہوئے اور یہہ بخوبی محقق ہو گیا کہ امیر صاحب نے یہہ کتاب اب یا انگریزوں کے برخلاف مسلمانوں اور خاصکر افغانوں کے برافروختہ کرنیکے لئے تیار نہیں کرائی بلکہ وہ ۱۸۸۵ء میں جبکہ روسیوں کے ساتھہ واقعہ پنجدہ کے بعد جنگ کا قوی احتمال ہو گیا تہا اور اعتصاب کی مدافعت پر افغانوں کو تیار کرنیکے لئے اپنی نگرانی میں مرتب کرائی تہی۔

تتمہ حاشیہ بقیہ بر صفحہ ۲۶

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴ کے افریقہ کی ایک ویسی ہی حقیر و بیچارہ اقوام کو عبرت کا سبب بنایا گیا لیکن جب جال حکومت کو اسپر بہی اپنی انسانی عقل پر غرہ تہا اور انگلستان کے سب سے بڑے اور جلیل القدر مقبوضہ میں طاعون و قحط کی قدرتی بلائیں بہیجدی گئیں۔ اور ہند ایسے امن پسند ملک کی نسبت جس جگہہ کی رعایا ابتدائے آفرینش سے لیکر اب تک بادشاہ وقت کے مقابل پر نہیں آئی۔ بدخواہ اور باغی ہونیکے فرضی وہم سے اون کو خبردار کیا۔

ادہر یورپ میں اسی سلطنت کے لئے جسکو کچھہ عرصہ پہلے آپس میں تقسیم کرنیکی تیاریاں کی جاتی تہیں۔ بلکہ ابہی تک یہ تجویز تہی اور ہیں ایسے سامان ہم پہنچا دئیے کہ اوسے وہاں کہولکر اون ہی تینوں سلطنتوں (روس فرانس اور انگلستان) کے لیپالک فرزند اور پرورش کردہ ملک کو عبرتبخش سزا دینے کا موقعہ ملگیا۔ لیکن جب یہہ سبق بہی بیکار ہے اور متواتر فسخ عزایم سے کوئی ہوش نہ آیا تو عین اس موقعہ پر جب کہ کل دنیا خیر مجسم قیصرہ ہند کی الماسی جشن کی خوشیاں منانے کی زور شور سے تیاری کر رہی تہی ندا اسی ہندوستان کے پایہ تخت کو متزلزل کرکے ساتہہ ہی شمال مغربی سرحد پر جسے بیرونی حملوں کے لئے نہایت ہی مضبوط و مستحکم خیال کیا گیا تہا۔ ایک ایسی قوم کو جو بقول سرلیپل گرفن لوکہارٹ انگریزی سطوت و جبروت کے سامنے ناچیز پشہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکہتی تہی ناگہاں فتنہ و شورش برپا کردیا جسنے آخر اسقدر ہاتہہ پاؤں پہیلا دئیے کہ ابتک ختم نہیں ہوتے۔

تتمہ حاشیہ بقیہ بر صفحہ ۲۶

دیکر وہاں سے نکالدیں - تو کیا انگریزی قوم کا ہر فرد بشر ایسی انگریزی گورنمنٹ کی جسنے کسی ایسے اجنبی حقوق کو مطالبہ کو منظور کرلینے کے سبب سے جو کہ اوسے اپنی فتوحات کے ثمرات سے محروم کرنا چاہتا ہو آخری وقت تک جد و جہد کرتی رہی ہو دل و جان سے تائید اور بھی تعریف نہیں کریگا؟

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٢٥) کہ کتاب مذکور کا خلاصہ اور نیز وہ مضمون ہے جس میں جملہ بالا روایات کا تذکرہ اور جا بجا تردید کیگئی تہی حسب ذیل ہیں -

ضیاء الملت والدین کی تقویم الدین کہ کتاب تقویم الدین کی تالیف و اشاعت کا ذکر ہم نے اخبار وکیل کے کسی گذشتہ نمبر میں درج کردیا تہا - سولہ مئی ١٩٠٩ء کے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک نوٹ شائع ہوا ہے جس میں اس کتاب کی خلاصہ کا جو اسی نمبر میں چہپا ہے تذکرہ کر کے ذکر کیا گیا ہے کہ "

کتاب مذکور کی نسبت حدود افغانستان سے باہر جانیکی ممانعت کر دیگئی تہی - اسلئے خیال نہیں کیا جاسکتا کہ اوسپر کسی دوسرے انگریزی اخبار نے تبصرہ کیا ہو - اسی واسطے یہ دلچسپی سے خالی نہیں" اخبار مذکور کہتا ہے کہ "اگرچہ یہ مضمون کتاب جنگی ہے پہر بہی ہم خیال نہیں کرتے کہ اسوقت اوس کے ساتھ کوئی پولیٹکل حیثیت وابستہ ہے ہم اپنے ناظرین کو اون اطوار اور طرز خیالات و توہمات سے واقف کرنا چاہتے ہیں جو افغانوں کی طبیعتوں میں مضمر ہیں"۔

ہمارا انگریزی ہمعصر گو اپنے ناظرین یا دوسرے الفاظ میں اپنے ہمقوم اینگلو انڈین پارٹی کے اون افراد کو جو اخبار مذکور کو ضرور پڑہتے ہیں اپنے نوٹ کی عبارت سے شاید اسی درجہ تک مطمئن کر سکے جس قدر کہ اوسکا مقصود ہے مگر اوسے یہہ بہی معلوم رہنا چاہئے کہ سول کے پڑہنے والوں کی تعداد ایسی قسم کے ناظرین پر محدود نہیں ہے جن کی دل لگی کے واسطے اس تحفہ کا پیش کرنا اوس کا مقصود ہے بہت سے دوسرے لوگ بہی ایسے ہونگے جن کو یہہ مضمون کسی دوسرے رنگ کی جہلک دکہا دینے سے باز نہیں رکہ سکتا - وہ تو یہی سمجہے ہونگے کہ ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد - کیونکہ اسی مضمون کو اگر کوئی اردو اخبار ابتداءً میں چہاپ دیتا تو یہی سول غدار بنا کر کیا کیا اتہام اوسکے سر تہوپتا - جہاد کا اعلان - بغاوت کا نشتہار قرار دیدیتا تو اوسکے سامنے کوئی بڑی بات نہ تہی - اسی کے ساتہ اندیشہ اینگلو انڈین پرچہ کو جو اپنے آپ کو گورنمنٹ کی موجہہ کا مالک سمجہا بیٹہا ہے اس قدر تمیز نہیں کہ عیسائی خیال کی حیثیت سے مذہبی معاملات میں خامہ فرسائی کرنے سے وہ گورنمنٹ کی پالیسی کو کس قدر رنگ پہونچا رہا ہے - (تتمہ بر صفحہ ٢٧)

بقیہ صفحہ ٢٥ کہ اسی سرحدی پشہ ناچیز کی ایک ٹانگ (یعنی آفریدیوں) کو توڑنے کیلئے جنرل لوکہارٹ ولایت سے ہندوستان میں آئے - اور دو ہفتوں میں کار مفوضہ سے فارغ ہو کر واپس چلے جانے کا پختہ عزم رکہتے تہے لیکن ہفتوں کی جگہ مہینے گذرے اور ہنوز دلی دور است کا معاملہ رہا - آخر میدان کی برفوں نے جب میدان خالی کرنے پر مجبور کیا تو راولپنڈی میں چند روزہ اقامت کے بعد کلکتہ ہوتے ہوئے شروع جنوری میں ولایت جانیکا مصمم ارادہ کیا گیا - اس چند روزہ اقامت کے دوران میں جب چند مسلمانوں نے انکو کامیاب مراجعت پر ایڈریس دیا - تو انہوں نے کامیابی کے لفظ کو حذف کر کے صرف واپسی کا لفظ اختیار کر کے مبارکباد دینے والوں کو کل کیفیت سے آگاہ کر دیا خیر یہہ تو جملہ معترضہ تہا - یہ چند روزہ اقامت کئی اسباب سے ایکماہ تک طویل ہو گئی - اور ولایت چہوڑ اس عرصہ میں کلکتہ تک جانا نہ ہو سکا - لیکن ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے - آخر جنرل ممدوح ٥ فروری کو ہندوستان سے روانہ ہو جانیکا عزم بالجزم کر کے راولپنڈی سے کلکتہ کو روانہ ہو گئے - اور گورنمنٹ نے حسب ضابطہ تیراہ فوجکی کا نبر اونکے جانشین کا نام بہی گزٹ کر دیا اس سفر میں صاحب ممدوح ٢٩ جنوری ١٨٩٨ء کی دوپہر کو لاہور اور امرتسر سے گذرے - ان دونوں مقامات پر سنگہہ سبہاؤں نے بڑی دہوم دہام سے ایڈریس دیئے - اور اپنے راولپنڈی کے سکہہ ایڈریس دہندگان کے برخلاف مسلمان ایڈریس دینے والوں کی

بمبئی کے انگریزی اخبار ٹائمز آف انڈیا نے گذشتہ تاریخ سے کئی برس پہلے اس کتاب کا ذکر کر کے اوسکی نسبت اپنی رائے ظاہر کی تہی - مؤلف

لیکن افسوس سلطان اور انکی گورنمنٹ کو بعینہ یہی کرنا ہے ہم اعلائے انسان مکار۔ کینتو زاد سیاہ مولن تباہ ہوئین یا سوء جو کچھ سب با تیں کوشش کر تو رہی ہیں انکی ملک و حکومت کی اغراض یا بہ ہر حال انکی متقاضی تھین۔ او جائز و مناسب حب الوطنی کا تقاضا یہی تہا۔ ہمارے

بقیہ حاشیہ پہلے کے پہلے حضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین کی خلافت کے معاملہ کو بھی اغیار نے چھیڑ کر مسلمانوں میں ایسے نارضگی پیدا کر دی تھی کہ جس کا اثر ولایت کے اخباروں تک پہونچکر ابتک اپنا رنگ کہلا رہا ہے یہی وہ جوش خروشہ ہونے پایا تہا کہ اس اخبار نے چھیڑ چھاڑ دی ہے۔ گو اصل میں ایسکا اثر کچھ ہی ہو مگر وہ تو یہی سمجھ بیٹہا ہے کہ اوسکے ساتھ کوئی پولیٹیکل حیثیت وابستہ نہیں ہے یہ کو عقل خبار سطح پر اپنے دلکو تسکین دیلے مگر گورنمنٹ کو آنکھیں کہولنی چاہئیں کہ اس قسم کے لٹریچر سے کیا کیا نتائج نکلنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے ایک بدیہی نتیجہ تو یہ نکل سکتا ہے کہ یہ عیسائی اخبار مسلمانوں کو بہکانے کو سطحی آیات قرآنی کے الفاظ کی تحریف کرنے سے بھی اجتناب نہیں کرتا چنانچہ "فرض اطاعت" کی عنوان کی تحت میں وہ یہ عبارت لکہتا ہے کہ ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور حاکم کی خواہ اوسکا مذہب کچھ ہی ہو۔ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آیہ کریمہ کے کن الفاظ سے اوس نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ کیونکہ اس آیۃ کریمہ کا ترجمہ لفظی تو اسطرح پر ہے "اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور جو ختیار والے ہیں تم میں سے" اب الفاظ "خواہ اوسکا مذہب کچھ ہی ہو" اگر ایجاد سول ہے تو مسلمانوں کا خیال اس عیسائی اخبار کی نسبت کیا ہوگا اگر مِنْكُمْ کا ضمیر مسلمانوں کی طرف راجع ہے تو اولی الامر انہی میں سے ہونا چاہیے۔ اور یہی صحیح ہے پہر "خواہ اوسکا مذہب کچھ ہی ہو" کا ڈہکوسلا کہاں سے داخل کر دیا۔ آگے چلکر "بادشاہ کی ضرورت" کے عنوان کی تحت میں اوسکی قابلیتوں کے متعلق یہ لکہا ہے کہ وہ مسلمان ہو شخص ہو مرد عاقل اور بالغ ہو۔ پہلی شرط مسلمان ہونے کی ایسی ہے جو "خواہ اوس کا مذہب کچھ ہی ہو" کی عبارت کی تکذیب کر رہی ہے ہم پہلے ہی بہت زور دیکر لکہہ چکے ہیں کہ سول اینڈ ملٹری گزٹ جیسے عیسائی پرچوں کو اسلامی معاملات سے کبھی پوری پوری واقفیت نہیں ہو سکتی ہمہ تن

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے تعلیمہ مین جنرل موصوف کو کابل کامیابی پر بھی مبارکبادی اور اس موقع پر صاحب ممدوح نے بھی فتح و نصرت کا لفظ پہلی دفعہ زبان سے ارشاد فرمایا۔ فلک کو انکی خود ستائی شاید پسند نہ آئی اور اوسی عین اسیوقت جبکہ یہ ایڈریس سُننے اور انکی جواب دینے جا رہے تھے۔ اس فتح کے لفظ کی خوشی کو زائل اور اُس آخری قطعی ارادہ کو فسخ کرنیکا سامان کر دیا جس کی خبر باغلب جو انکو کلکتہ پہنچنے سے پیشتر الہ آباد میں ملگئی ہوگی۔ اور اُسوقت کابل یقین ہے انکی زبان سے یہ کلمہ خواہ کیسی ہی دہیمی اور نرم آواز میں کیوں نہ ہو ضرور بے اختیار نکل گیا ہوگا کہ "عرفت ربی بفسخ العزائم"

اس ارادہ کے فسخ کنندہ واقعہ پر جسکی تفصیل ذیل میں درج ہے۔ انگلستان کے اخبارات میں ٹہی لمبی چوڑی بحثیں ہو رہی ہیں۔ اور ہماری مخالف سلطنتوں کے اخباروں کو اس سے خوب ڈیریکی اڑانے کا موقعہ مل گیا ہے مگر یہ انکی محض سفاہت ہے۔ دس تیس پچاس سپاہیوں کے نقصان سے انگریزی سلطنت کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا۔ او جس لحاظ سے وہ اسپر اُسوقت خوب جھوم جھوم کر رنگ رلیاں کر رہے ہونگے وہ فی الحقیقت کسی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل نہیں۔ یہ سب خدائی کرشمے ہیں وہ جسے کبھا ہو ضعیف اور کبھا پیل دمان۔ اس سے ہماری یہ مراد نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دہرے سب کام اللہ میاں کو سونپکر چپ چاپ

کوتاہ اندیش اور کوچشم تعصب نے وہ خبار نویسوں اور مدبروں کواون تعریفی الفاظ سے جو انجمن اتحاد کلیسیا انگلستان کی بشپوں نے اپنی گشتی خط (عام اعلان) میں اسلام کی نسبت تحریر کی سبق حاصل کرنا چاہیئے - الفاظ مذکور حسب ذیل ہیں -

بقیہ صفحہ ۲۷ کہ وہ اس معاملہ میں ایک ایسا نادان بچہ ہی جو انگار کو کھیلنے کی چیز سمجھکر اوسی ہاتھ لگا دیتا ہی - اور جب ہاتھ جلتا ہی تو چیخ چہاڑ مچانے لگتا ہی ہم پہر اپنی معزز ہمعصر کو نصیحت کرتی ہیں کہ آئندہ وہ اسلامی معاملات پر خامہ فرسائی کرنی سے احتراز کیا کرے اور اگر اس میدان میں دم مارنیکا شوق ایسا ہی چرایا ہے تو کسی مولوی کو نوکر رکہی جو اسکو مذہب اسلام سی آگاہ کری اور شاید اسی ذریعہ سی اسکا سیاہ دل نور ایمان سی مجلا ہو جاوے -

ہاں اگر سول اینڈ ملٹری گزٹ کا روی سخن حضرت ضیاء الملت والدین کیطرف ہو تو پہر بھی ہم کہیں گی کہ وہ بےجا کہا گیا - کیونکہ امیر صاحب نی تو علانیہ درباروں میں اور تحریروں میں بالوضاحت بارہا سرکار انگریزی کی ساتھ دوستی کا اعتراف کر دیا ہے - اور پولیٹکل تعلقات کی وجہ سی ہماری گورنمنٹ کو بھی کوئی وجہ حاصل نہیں ہی کہ اوس کی برخلاف کسی احتمال کو جگہ دی سکی - اگر کوئی پولیٹکل حیثیت" اس تالیف کی ساتھ وابستہ ہوگی ہی تو اسکا خیال روس کو ہونا چاہیئے - نہ کہ ہماری گورنمنٹ کو بشرطیکہ گورنمنٹ کی پدر سول اینڈ ملٹری جیسی کوتاہ اندیش اخباروں کی ہاتھ میں نہ ہو اسوقت کیا ہماری گورنمنٹ کو کبھی آئندہ بھی تالیف کی ساتھ پولیٹکل حیثیت کی وابستہ ہونیکا اندیشہ نہیں ہونا چاہیئے -

اب ہم سول کے اقتباس کا خلاصہ ملاحظہ ناظرین کی لئے ذیل میں درج کرتے ہیں -

"کچھ عرصہ گذرا ہی کہ ہمنی اخبار میں لکھا تہا کہ امیر عبد الرحمن خانصاحب نی ایک کتاب موسوم بہ تقویم الدین اپنے حکم سی طبع کرائی ہی اب ایک کارسپانڈنٹ کی تحریر سی کتاب مذکور کا اقتباس ہمکو ملا ہی اور ہماری رائے میں اس کا چہاپنا ناظرین

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ بیٹھی رہنا چاہیئے ایسا کرنا خود منشاء ایزدی کی برخلاف ہی - دنیاوی امور کیلئے دنیاوی تدابیر مقدم اور لازمی ہیں خود خداوند کریم ہی اپنی خدائی جلوی بھی دنیاوی اسباب سی دکہاتا ہے - گو بسا اوقات اپنی محدود عقل سی ہم اسکی کائنات اور اوسکی فطرت کی اسباب نتائج کی ایک سلسلہ کی ہر حصہ پر بھی احاطہ نکر سکنے کی وجہ سی انکو فوق الفطرت ہی کیوں نہ سمجھیں خدا اپنے بندوں سی صرف یہی چاہتا ہے کہ اپنی ہمت و کوشش کے ساتھ تائید ایزدی کی شمولیت کی بھی خواہاں ہو - اس خواہش سے اوسکی طرف توجہ ہوگی اور یہ توجہ منہیات - دغا - فریب - غصب احسان فراموشی اور رفیق کشی سی مانع ہوگی - طبیعت بری کاموں سی متنفر ہو جائیگی - اور جب اسطرح طبیعت میں راستبازی راسخ ہوگئی - تو یہ ظاہر ہی کہ راستی کا ہمیشہ بول بالا رہتا ہی - اور چونکہ بفحوائے آیتہ کریمہ " اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ " وہ سلطنت و ریاست صرف اپنی نیک بندوں کو عطا فرماتا ہی - اوسکی ہمیشہ یہی خواہش ہوتی ہی کہ اپنی ان بندوں کو سیدہی راستے سے بھٹکتا ہوا نہ دیکھی اور انکی اصلاح و درستی کے لئے حسب ضرورت انکو تنبیہہ و تہدید کرتا رہتا ہے پس ان سب مصایب کا مدعا یہی ہی کہ بجال حکومت ان سے دیدۂ عبرت کھولکر اپنے رب کو پہچاننے لگیں اور اپنی دنیاوی تدابیروں کی ساتھ فضل ایزدی کو بھی شامل حال رہنے کو لئے

مسلمانوں میں عیسائیت کا وعظ کرنیکے لئے نہائیت کامل اور زبردست تیاری کی احتیاج ہے جن لوگوں نے یہہ کام کرنا ہو
اونپر واجب ہے کہ وہ مسلمانوں کے کیرکٹر۔ اونکی تاریخ اور انکی مذہبی پوری واقفیت حاصل کریں اونسے یہہ سلسلہ جنبانی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اصل کتاب فارسی اور عربی میں لکھی گئی ہے۔ اور اسمیں ۳۶ - آیات قرآنی اور احادیث
نبوی امیر صاحب کے حکم سے دو مولویوں نے جن کے نام میر محمد عظیم خان سارجنٹ میجر اور مولوی عبد الرزاق دہلوی
ہیں درج کی ہیں۔ خاتمہ کتاب پر چند دیگر سر برآوردہ علمائے افغانستان کی مواہیر بھی ثبت ہیں۔
یہ کتاب تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ اور اوس کے ساتھہ دیباچہ اور تکملہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ دیباچہ حسب ذیل ہے
ایکدن امیر صاحب اپنے کسی ایوان میں تشریف فرما تھے کہ ہسوقت اونہوں نے چند علماء کو طلب فرماکر یہہ خواہش ظاہر فرمائی کہ کوئی
ایسی کتاب تالیف کیجانی چاہیئے جسمیں جہاد کی ضرورت بالتخصیص دکھلائی جاوے تاکہ لوگوں کے مذہبی عقاید میں ضعف واقع نہ ہو
اونکا یہ بھی ارشاد تھا کہ جب یہ کتاب تکمیل کو پہونچ جاوے تو ہمکو دکھائی جائے تاکہ ہم ضروری اصلاحات اور حسبتہ تصرفات کریں
بہ تعمیل ارشاد امیر صاحب مولوی صاحبان نے ایک کتاب تالیف کی اور جب یہہ تیار ہوگئی تو امیر صاحب کی خدمت میں
پڑہی گئی۔ امیر صاحب نے اسمیں کسیقدر اضافہ اور ترمیمیں کیں۔ چونکہ بعض آیات قرانی کی تحقیق کیلئے کسی حافظ قرآن کی
ضرورت تھی اسلئے امیر صاحب نے حافظ کو پیش کئے جانیکا حکم دیا مگر پیشخدمت غلط فہمی سے بجائے حافظ قرآن کے دیوان حافظ
اٹھا لایا۔ امیر صاحب نے فرمایا کہ ہمارا منشا دیوان حافظ کے پیش کئے جانیکا نہ تھا۔ مگر چونکہ حسن اتفاق سے آگیا ہے اسلئے ہم اس سے تفاول
کرتے ہیں چنانچہ امیر صاحب نے دیوان مذکور جو کہولا تو سر ورق پر یہہ شعر نکل آیا۔ شعر
بریدِ باد صبا دوشم آگہی آورد ۔ کہ روزِ محنت و غم رو بہ کوتہی آورد ۔ رساند رایت منصور بر فلک حافظ ۔ چو التجا بجناب شہنشہی آورد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ کہ ہر وقت اوسکی درگاہ میں ملتجی رہیں۔
اس تمہید کے بعد واقعہ متذکرہ بالا کے مفصل حالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں: ۔ ناظرین کو یہہ تو معلوم ہی ہے کہ شرایط صلح کی
طے کرنے کے لئے اکثر آفریدی قبایل کا جرگہ جمرود میں آیا ہوا ہے اسمیں چہہ سو کے قریب ملک شامل ہیں جب سر ولیم لاکہارٹ تراہ اور وادی
بارہ سے انگریزی علاقہ میں ہٹ آئے تھے تو عام خیال تہا کہ آفریدیوں کی فرار واقعی گوشمالی کے لئے موسم بہار میں پہر چڑہائی کیجائیگی
اور ہسدفعہ ایسا انتظام کیا جائیگا کہ غنیم کو پہلی کیطرح خود عموماً محفوظ رہکر ہمکو سخت نقصان پہنچاتے رہنے کا موقعہ نہ ملیگا۔ مگر تہوڑے
ہی عرصہ بعد پولیٹکل افسر کی مستعدی اور سرگرمی سے جرگہ جمرود میں جمع ہوگیا۔ اور گو ذکا خیل اسمیں شامل نہ ہوئے تاہم عنقریب صفائی
ہو جانیکا تقریباً پختہ یقین ہوگیا تہا جسمیں ۲۸ جنوری کی شام تک کوئی خلل نہ پیدا ہوا تہا لیکن اس اثنا میں انگریزی افسران
نے اسی غلط پالیسی پر چلکر جسکی کسی قدر توضیح فساد الاحسا کے نوٹ میں کردیگئی ہے آفریدی علاقہ کا محاصرہ برابر قایم رکہا
تاکہ ہندوستان سے کسی قسم کی رسد وغیرہ انکو نہ پہنچ سکے۔ معمولی سمجھہ کا آدمی بہی یہ عجیب کارروائی دیکہکر متحیر ہوگا کہ ایک
طرف تو پیار و دلاسے ملکوں کو جمع کیا جارہا ہے اور دوسری طرف انکو تنگ کرنیکا سامان بہی کے ساتھہ بہ تمام

نہائت احتیاط سی وجب ہی۔ اونکی مذہب کی اچھی باتوں کو تسلیم کرلینا نہائت لازمی ہی تاکہ عیسوی صداقت کی عمارت بنانی کے لئے اون اچھی باتوں سی بنیاد کا کام لیا جائے "۔

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۲۹ کے امیر صاحب یہہ شعر پڑہکر بہت محظوظ ہوئی بعد ازاں جب اونہوں نے اپنی گہڑی دیکھی تو ٹہیک ۱۲½ بجے تھے اور نماز جمعہ کا وقت قریب تہا مؤذن نے اذان دی۔ امیر صاحب نے منجم شاہی کو اس ساعت کے دریافت حال کیلئے طلب فرمایا نجومی نے بیان کیا کہ یہہ ساعت نہائت ہی سعید ہی اور جناب باری میں استجابت دعا کیلئے نہائت موزون ہی یہ باتیں ہو رہی تہیں کہ باران رحمت کا نزول شروع ہوا جو عقائد اسلامی کی رو سی استجابت دعا کے لئے ساعات حسنہ میں سی ہے۔ بنا علی ہذا امیر صاحب نے اپنی دست مبارک دعا کے لئے اٹہائے اور یہہ کلمات دعائیہ زبان مبارک سی فرمائے "اے قادر مطلق خدا تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو تا قیام قیامت زوال سی اپنے حفظ و امان میں رکہہ اور قوم افاغنہ کو تمام آفات ارضی و سماوی سی اپنی پناہ میں لے۔ اور کافہ مسلمین علی الخصوص افغانوں کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کر۔ آمین"

جہاد ہر ایک شخص پر فرض ہی کے حصہ اول میں جہاد کی فرضیت کی نسبت بحث ہی۔ اس میں درج ہے کہ ہر ایک مسلمان پر جہاد کرنا فرض ہی۔ چنانچہ آیہ کریمہ ہے {وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً} اور لڑو مشرکوں سی ہر حال جیسے وی لڑتے ہیں تم سے ہر حال۔ اکثر مفسرین نی جہاد کو فرض کفایہ قرار دیا ہے یعنی وہ اسصورت میں ادا ہو جاتا ہے جب کہ معدودی چند جماعت مسلمانان میں سی بجائے باقیوں کے اس کام میں مصروف ہوں لیکن اگر مسلمانوں پر چاروں طرف سے زغہ ہو تو اس صورت میں جمیع اہل اسلام پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ اور کفایہ نہیں رہتا۔ مجاہدین کا فرض ہی کہ وہ کفار کے ساتہہ اسوقت تک لڑیں جبتک کہ فتنہ فرو نہ ہو جاوے یا کفار بالکل مغلوب ہو جائیں اور خدا کے واسطے اور بر حق کی عبادت ان میں عام نہ ہو جاوے۔ تتمہ صفحہ ۳۴۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے خیال کیا جاتا ہی کہ وہ اسطرح دباؤ پڑنے سی جلد شرائط ماننے پر مایل ہو جائینگے۔ افسوس ان افسروں کو یہ ہوش نہ آیا کہ جب پچاس ہزار فوج کا دباؤ خود اُن کے ملک میں رہکر انکو سیدہا نہ کرسکا تہا تو یہہ ناکہ بندی کیا اثر کندہ کرسکیگی۔ اسکا نتیجہ ظاہر تہا کہ رنجش بڑہی اور فریقین کی ایکدوسری سے بار بار مٹہبہیڑ ہوتی رہی۔ اس چہیڑ خوبان سی چلی جائے کی مصداق اپنی ذکل کہیل کو بگاڑ دیا۔ اس وقت اس ناکہ بندی کے لئے قلعہ بارا۔ ممنائی۔ علی مسجد اور جمرود میں چار بریگیڈ مقیم ہیں۔ ان چاروں کے افسروں نے ناکہ بندی کے پیچ کو مزید دباؤ کے لئے ایک چکر اور دینے کی تجویز کرکے جنوری کی تیسرے ہفتہ میں میدان کہجوری پر یورش کرنیکی صلاح کی تھی۔ یہ میدان قلعہ بارا کی شمال میں واقع ہی۔ اور اوسکے شمال مغرب اور جنوب کی طرف اُن پہاڑیوں کی گوشے میں جو وادی بارا کو وادی باڑہ سی جدا کرتی ہیں۔ اسکا رقبہ تیس میل مربع ہے اور آفریدی اپنے اونٹ اور مویشی یہاں چرایا کرتے ہیں۔ انہی مویشی اور گلہ بانوں کو گرفتار کرنے کے لئے حملہ کی تجویز کی گئی تھی۔ مگر پہلی تجویز کی اطلاع کسی طرح آفریدیوں کو پہنچگئی اور اُسے ملتوی کر دیا گیا۔ اور چند دنوں کا وقفہ ڈالکر نہائت رازداری سی اُسکے متعلق دوبارہ تجویز کرکے قرار دیا گیا کہ ہفتہ کی صبح کو چاروں بریگیڈوں سی میدان مذکور کو ایک ایک دستہ روانہ ہو کر اوس کو چاروں طرف سی گہیر لے اور کوئی راستہ تتمہ صفحہ ۳۴۱

یہہ یاد رکہنا چاہئے کہ مشرق مشرق ہی- اور مغرب مغرب کسی مشرقی ملک پر ٹہیٹہہ یورپین اور انگریزی طریق سی حکومت نہیں کیجاسکتی خود ہمکو ٹوچی ملاکنڈ- اور سوات وغیرہ علاقوں کی خونخوار اور درشت خو کوہستانی قبایل سے جب لڑائی کرنی پڑتی ہی تو انسانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے) قال اللہ تعالی وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ط وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ط فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ٥ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ٥ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ط فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ کے اور لڑو اللہ کی راہ میں انسی جو لڑتی ہیں تم سی اور زیادتی مت کرو- اللہ نہیں چاہتا زیادتی والوں کو- اور مار ڈالو انکو جس جگہہ پاؤ- اور نکالدو جہاں سے اونہوں نے تمکو نکالا اور دین سی بچلانا قتل کرنیسے زیادہ سخت ہے- اور نہ لڑو ان سی مسجد الحرام پاس جبتک وے نہ لڑیں تم سی اس جگہہ- پہر اگر وی لڑیں تو انکو مارو- یہی سزا ہے منکروں کی- پہر اگر وی باز آویں تو اللہ بخشنی والا ہی- اور لڑو ان سی جبتک باقی نہ رہی فساد- اور حکم رہی اللہ کا- پہر اگر وے باز آویں تو زیادتی نہیں مگر بی انصافوں پر-

وعدہ و وعید کے حق تعالی ان لوگونکو دوست رکہتا ہے جو اپنے مذہب اور جماعت کی حفاظت اور بچاؤ میں دشمنوں سے جوانمردی کی ساتہہ مقابلہ کرتے ہیں- حدیث نبوی- کے القتل فی سبیل اللہ یکفر کل شیء الا الدین کے- جہاد سی مجاہدین کی تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے- باستثناء ان گناہوں کی جو حق العباد سی متعلق ہیں- کما قال اللہ تعالی وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ط وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ (تتمہ بر صفحہ ۳۲)

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ کے بہاگ جائیگا نہ چہوڑی علی مسجد اور جمرود کو دستی میدان تک جاکر بیس میل کا چکر لگاآئے مگر انہیں کوئی غنیم نہ ملا- بارا کا کالم بہی گو سیدہا میدان مذکور کو جاکر اس میں ایک سری سے دوسرے سرے تک پہر گیا- لیکن اوسے بہی کوئی دشمن نظر نہ آیا- اگر ممنائی کی بریگیڈ سے جو کالم میدان کے مغربی حصہ کو بہیجا گیا اسکا مقابلہ ہوگیا- اسمیں ایک سالم پلٹن گورہ ۶۰ سکہہ رجمنٹ کی چار کمپنیاں اور دو توپیں تہیں یہ درہ تسین کما تک بلا مزاحمت چلا گیا- وہاں غنیم نے مقابلہ کیا جو فوراً منتشر کر دیا گیا- اسپر ایک پہاڑی کے کنارہ پر سکہوں کی ایک پلٹن کو نگرانی کے لئے مامور کر کی باقی فوج غار وں کی تلاش پر مصروف ہوگئی- اسی اثنا میں کمپنی مذکورہ خدا معلوم کسکی غلطی سی کنارہ سی واپس منگوالیگئی- اور غنیم نے اوسپر قبضہ کر لیا مگر چونکہ فوجکی بخیریت واپسی کے لئے اوسپر قابض رہنا نہایت ضروری تہا- اسکو فتح کرنے کے لئے غنیم پر حملہ کیا گیا- اور سخت لڑائی کی بعد جس میں بہت نقصان ہوا اوسپر پہر قبضہ کر لیا گیا اتنے میں مراجعت شروع ہوگئی- فوج زخمیوں اور لاشوں کی وجہ سی جلد چلنی سے معذور تہی دشمن نے اس موقعہ پر حسب معمول کمال تیزی سی حملہ کر دیا- اور رجانگذار معرکہ آرائی شروع ہوگئی دفعۃً غنیم تین گز تک قریب پہنچ گیا- اسپر گورہ رجمنٹ کی کرنیل نے جنرل وسٹ ماکوٹ کو مدد کرنیکے لئے کہلا بہیجا- وہ فوراً پانچ ہزار فوج اور دو توپیں لیکر موقعہ پر پہنچگئی

ہمدردی ورتہذیب وشائستگی کی یورپین خیالات اور اصول کا اطلاق نہیں ہوسکتی ہیں متعصبین کو یہ کوشش کرنا واجب نہیں کہ جس طرح وہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے ماتحت نہیں دیکھ سکتے اسطرح (ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کے قبائل کیطرح) ایشیا کوچک کی مسلمان بھی کبھی عیسوی حکومت

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۱ کی) وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ اور جو ایمان لائے ہیں ساتھ اسکے لڑتے ہیں اپنے مال اور جان سے اور انہیں کو ہیں خوبیاں۔ اور وہی پہونچے مراد کو تیار رکھے ہیں اللہ نے انکے واسطے باغ بہشتی ہیں نیچے انکے نہریں سدا رہیں۔ ان میں یہی بڑی مراد ملنی۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جب مجاہدین بہشت میں داخل ہونگے حق تعالی انہیں فرمائیگا کہ تم میری خاص رحمت کے سایہ میں آئے ہو جو ایک ایسی نعمت ہے جسکی کہ نظیر جنت میں نہیں کما قال اللہ تعالے مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ مثال انکی جو خرچ کرتے ہیں اپنا مال اللہ کی راہ میں جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات بالیں ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ بڑہاتا ہے جسکے واسطے چاہے۔ اور اللہ کشائش والا ہے سب جانتا۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَرْسَلَ نَفَقَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَقَامَ بِبَیْتِهٖ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔ وَمَنْ غَزَا بِنَفْسِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاَنْفَقَ فِیْ وَجْهِ ذٰلِكَ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ جو لوگ مجاہدین کو سامان حرب اور دیگر ضروریات جنگ و نیز خوراک و پوشش سے امداد کرتے ہیں۔ اور خود جائے قیام سے حرکت نہیں کرتے وہ بھی سات سو گنا انعام کے مستحق ہیں۔ اور اگر وہ جہاد میں شریک ہوں تو اس صورت میں سات لاکھ حصہ انکا اجر مضاعف ہوگا۔ چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہے۔ ان لوگوں کو جو اسلامی سرحد کی تتمہ بر صفحہ ۳۳

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۱ کی) اور شام کے قریب کالم کو اپنے ساتھ کیمپ میں لے گئے۔ لاشیں اسوقت نہ لائی جاسکیں ہماری طرف ۳۶ ویں سکھ پلٹن کا نامور کمانڈر کرنیل ہاٹن جسنے ۱۶ نومبر کے معرکہ سرن سر پر کمال شجاعت دکھائی تھی۔ انکا ایجوٹنٹ لفٹنٹ تورنگ اور گورہ رجمنٹ کے تین لفٹنٹ جملہ ۵ انگریز افسر قتل اور گورہ رجمنٹ کا ایک میجر۔ ایک کپتان اور ایک لفٹنٹ زخمی ہوا۔ گورہ پلٹن کے سپاہی اور نن کمیشنڈ افسروں میں سے ۲۲ قتل اور بقول بعض ۱۷۔ اور بقول بعض ۳۶ زخمی اور ستر مفقود الخبر اور سکھ پلٹن کے تین قتل اور دو زخمی ہوئے جنرل وسٹ ماکوٹ دوسرے دن لاشوں کو لانیکے لئے نہ جاسکے۔ سوموار کو گئے اور لاشیں لے آئے جنکو آفریدی بیحرمت کر گئے ہوئے تھے۔ کالم کے افسر اور سپاہی جس بہادری او ثابت قدمی سے لڑے وہ افسروں کے نقصانات سے ہی ظاہر ہو رہا ہے پہلے خیال کیا گیا تھا کہ آفریدیوں کا بھی بہت نقصان ہوا ہوگا۔ مگر اب محقق طور پر معلوم ہوا ہے کہ اُن کے صرف پانچ قتل اور چند زخمی ہوئے ہیں۔ اس سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ اپنے علاقہ کی چپہ چپہ زمین سے واقف ہونیکی وجہ سے وہ ان لڑائیوں میں کیسے فائدہ میں رہتے ہیں جنرل وسٹ ماکوٹ ۳۱ جنوری کو ۲۲ لاشیں لائے جنکو لانے میں ہمارا ایک [illegible] قتل اور آٹھ سپاہی زخمی ہوئے۔ تقریباً تین سو دشمن دکھائی دیئے ۲۹ کے معرکہ میں ذکا خیل اکا خیل تتمہ بر صفحہ ۳۳

کی ماتحتی قبول نہیں کرینگے - امریکہ کے ہوشیار اور تجربہ کار سفیر متعینہ قسطنطنیہ مسٹر ٹیرل[۱] نے جب سرفلپ کری کی مجوزہ اصلاحات کا مضمون پڑہا - اور اسمیں دیکھا کہ ایشیاء کوچک کی کثیر التعداد مسلمان آبادی پر قلیل التعداد مسیحی آبادی کے ہم

[۱] یہ اب قسطنطنیہ سے تبدیل ہو گئے ہوے ہیں - کچھہ عرصہ ہوا ایک لائیتی رسالہ میں سفیر موصوف نے سلطان المعظم کی نسبت حسب ذیل رائے اظہار کی تھی سلطان المعظم کا سن مبارک پچاس برس سے متجاوز ہے - قد درمیانہ - رنگ نکھرا ہوا گندم گون - بال سیاہ پیشانی بلند - اور آنکھیں بڑی بڑی سیاہی مائل کبود ہیں - چہرہ پر بالعموم کمال اداسی چھائی رہتی ہے - جب محل سلطانی میں کسی سفیر کی دعوت ہوتی ہے - تو گو وہ پاشا جو سلطانی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں شاہانہ شان و شوکت کے ساتھہ لباس ہائے فاخرہ زیب تن کئے ہوتے ہیں مگر جلالت مآب بنفس نفیس نہایت سادہ لباس میں شریک مجلس ہوتے ہیں - سر پر معمولی سرخ ترکی ٹوپی - سیدہا سادہ کوٹ - سیاہ نیلگون کپڑے کی پتلون - ولایتی چمڑہ کا بوٹ پاؤں میں - اور ایک چوڑی پہل کی کرچ جسکا میان فولادی ہوتا ہے - دست مبارک میں رہتی ہے کبھی کبھی صرف ایک نشان بہی سینہ پر آویزاں ہوتا ہے - عید (بیرام) کے دن ایوان تخت گاہ میں جب وہ سنہری تخت پر اس صوفیانہ لباس میں [تتمہ]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲ کی حفاظت کریں ایک ایک نماز کے عوض میں پانچ پانچسو نمازوں کا اجر ملیگا بمقابلہ اُن لوگوں کے جو گہر میں بیٹھے رہیں - اور حفاظت اور صیانت کیلئے حرکت نکریں جب بلاد اسلامیہ پر کفار کی یورش ہو تو ہر ایک مسلمان پر فرض ہے عام اس سے کہ وہ مرد ہو یا عورت - بڈہا یا جوان - حرّ یا عبد ضرور ہے کہ معرکہ جنگ میں بذات خاص شامل ہو اور اس شمولیت میں اسے ضرور نہیں کہ ولی یا آقا کی اجازت کا انتظار کرے کسی بادشاہ کے علم کے تلے جہاد کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے خواہ وہ بادشاہ عادل ہو یا ظالم انکے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی جان عزیز اور مال سے دریغ نہ کریں تاکہ انکے دین کی تذلیل نہ ہو - قال اللہ تعالی - وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ط فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ اور تو نہ سمجھہ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں مُردے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے خوشی کرتے ہیں اوس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے - حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم - للشهيد عند الله ست خصال يغفر له في اول دفعة [تتمہ]

بقیہ حاشیہ نمبر ۳۲ کے ملک دین خیل سپاہ - کامراء اور مجر خیل میں آخر الذکر چاروں کے نائب جمرود کے جرگہ میں موجود ہیں - افریدی ایک زخمی گورہ کو پکڑ لے گئے تھے جسے انہوں نے واپس پہنچا دیا ہے اور جتنا عرصہ اپنے پاس رکھا اُسکی کافی خاطر مدارات اور تیمارداری کرتے رہے پہلے خیال تھا کہ اس عرصہ سے جرگہ کی کارروائی میں کوئی خلل نہ پڑیگا - مگر اب پولٹکل افسروں کا بیان ہے کہ اس سے آفریدیوں کے حوصلے بڑہ گئے ہیں اور وہ مشکل شرائط قبول کرینگے - باؤ نیز کی رائے ہے کہ جرگہ کو منظوری شرائط اور اُن کی تعمیل کیلئے ایک خاص تاریخ سنا دیجائے اگر اس تک فیصلہ نہ ہو تو پھر موسم بہار کی مکمل فوجکشی کی ابتدائی کارروائی فی الفور شروع کر دیجائے لیکن کثیر صاحب کی رائے میں غنیم سے اسقدر رعایت کرنا ہی اب سخت نامناسب بلکہ مضر ہے - وہ ہر روز چھاپے مار کر اپنی طاقت کو مضبوط کرتے چلے جا رہے ہیں اور اُن سے خود بخود تقلیل دی دینے کی توقع رکھنا محض ہوس خام ہے سوقت اور پہلے بھی صرف یہی تدبیر اختیار کرنی لازم تھی اور ہے کہ یا انکو اُن کے حال پر چھوڑ دیا جائے یا اونکی قطعی بیخکنی کیجائے خواہ اس آخری تدبیر سے [تتمہ]

ہم مذہبوں کو گو زبنا نیکی تجویز کیگئی ہی تو اوسنے فی الفور ٹرکی گورنمنٹ سے امریکن مشنوں کی خاص حفاظت کا انتظام کیے جانیکی
درخواست کر دی کیونکہ اسلئے کہ اسی اپنے ملک کی حالات سے معلوم تہا کہ کوی غالب و باجمیت قوم سخت مخالفت کی بغیر اپنے سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ کے بین ٹھیک ہو کر اپنے ملکی و فوجی افسروں کا سلام قبول فرماتی ہیں۔ تو عہدہ داروں کی زرق برق کی وردیوں
اور مرصع نشانوں کے مقابلہ پر حضور ممدوح کے سادہ لباس کی سادگی کا لطف او ر دوبالا ہو جاتا ہی۔ اس مؤثر اور شاندار دربا کو
سفرای جنبیہ کے سوائے اور کوئی عیسائی نہیں دیکھ سکتا۔ ارکان سلطنت اس باقاعدگی کیساتہہ باری باری سے سلطان المعظم کے
روبرو سے گذرتی ہیں جیسے جائزہ کے موقع پر پلٹنوں کے تری سلطانی ادب و احترام اس درجہ تک ملحوظ رکہا جاتا ہی کہ امریکہ کے آزاد مزاج
باشندوں کو فرنگی سلام و آداب غلامانہ انکسار کے مشابہ معلوم ہوتی ہیں اس دربار میں عثمان پاشا ایک سنہری رومال ہاتہہ میں
لئے سلطان المعظم کے بائیں جانب کہڑے ہوتے ہیں۔ اور سب افسر اپنے فرمانروا کو سلام کرنے کے بعد اس رومال کو بوسہ دیتے
جاتے ہیں۔ تتمہ حاشیہ بقیہ بر صفحہ سابقہ نمبر ۳۵۔

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۳ کے ویری مقعدہ من الجنۃ ویجار من عذاب القبر ویامن من الفزع الاکبر
ویوضع علی راسہ تاج الوقار الیاقوتۃ منہا خیر من الدنیا وما فیہا ویزوج اثنین
وسبعین زوجۃ من الحور العین وشفیع فی سبعین من اقربائہ کہ شہید کیلئے چند
خصوصیتیں ہیں اول اوسکے سب گناہ بخشے جاتے ہیں اور بہشت میں اپنی جگہہ دیکہہ لیتا ہے (دوم) عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے (سوم) دغدغہ قیامت سے آزاد
ہو جاتا ہی چہارم تاج وقار اوسکو عطا ہوتا ہے جسکا ایک ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بیش قیمت ہی (۵) بہتر حوریں اوسکو ملینگی (۶) اوسکے ستر اقارب اسکی شفاعت
پر بخشے جاوینگے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی۔ کہ جو شخص جہاد کے رستہ میں مرجاوے یا گہوڑے سے گرکر راہی عدم ہو یا کوئی
موذی جانور اوسے کاٹ کہاوے۔ تو ان سب صورتوں میں اسے درجہ شہادت نصیب ہوگا۔ اور مستحق جنت الفردوس
ہوگا جو لوگ جہاد کرکے صحیح سلامت واپس آئیں انکے لئے بہی وہی درجہ مقرر ہی تتمہ بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے اپنے اقتدار اور عزت کو قائم رکہنے کے سوا اور کوئی مادی فائدہ نہ پہنچیگا بلکہ ہم ایک ایسی قوم کو معدوم کر دینگے
جو ان فسادوں سے پہلے ہمکو قابل اور معتبر سپاہی بہم پہنچاتی رہی ہی اور آئندہ بہی پہنچا سکتی ہی۔ بہرحال موجودہ مخلوط اور دو رخی
پالیسی کو چہوڑکر یا تلوار کو مستحکم پکڑ کر دوسرے ہاتہہ کو جس میں طمع اور لالچ دلانیکے لئے اشرفیاں پکڑی ہوئی ہیں نیچا کر لینا
چاہیے یا تلوار کو نیام میں کرکے انکو محض لطف اور مدارات سے سیدہے رستہ پر لایا جاوے ۲۹ جنوری کے معرکہ میں ہی غنیم کو تیس
رائفلیں اور کارتوسونکی کچہہ مقدار غنیمت میں ملی۔ اور جب تک اس نیم دروں اور نیم بروں حکمت عملی کو نہ چہوڑا جائیگا
انکا پلہ برابر اسیطرح بہاری ہوتا جائیگا ہم تیراہ کی فوج میں یعنی جمع علی مسجد مینائی جمرود دبارا اور انکے ملحقہ علاقوں پر
مقیم ہی۔ ۲۹ جنوری کو کل مدارج کے ۱۸۳۰۰ آدمی تہے جن میں سے ۵۰۰ بیمار تہے۔
اس تعداد میں سے ۶۹۰۰ گورہ ۱۱ ہزار دیسی اور ۳۶۰ کل درجوں کے انگریز افسر تہے۔ پشاور چہاونی کی فوج اس سے علیحدہ تتمہ بر صفحہ ۳۵

کم ایہ او مغلوب قوم کی کبھی فاتح کو گوارا نہیں کریگی صوبجات متحدہ کی سول وار (خانہ جنگی) کے بعد جنوبی ریاستوں کے سفید فام باشندوں نے علانیہ مزاحمت چھوڑ کر حبشیوں کو قتل و پامال کرنیکے لیے جنہیں مساوی پولیٹیکل حقوق ملگئے تھے

۱؎ واشنگٹن گورنمنٹ نے ۱۸۶۱ء میں قانون نافذ کیا کہ کل قلمرو میں حبشی غلاموں کو آزاد کر کے سفید رنگ آبادی کے مساوی حقوق عطاء کردئے جائیں جنوبی ریاستوں نے اسے منظور نہ کیا۔ ملک دو حصوں میں منقسم ہوگیا اور فریقین میں لڑائی شروع ہوگئی۔ آخر جنوبی ریاستیں ۱۸۶۵ء میں بالکل مغلوب ہوگئیں۔ اور وہاں بھی متذکرہ صدر قانون نافذ ہوگیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۴ کے مہمانوں کی مدارات اور خاطر تواضع کرنے میں یورپ کا کوئی بادشاہ سلطان المعظم پر فوقیت نہیں رکھتا۔ اور کلام کی شگفتگی میں شاید ہی کوئی انکی برابری کرسکتا ہے سفراء دول سے ملاقات کرتے وقت مصنوعی رعب اور وقار کا جس سے کہ دوسرے کے دل میں حجاب اور بے اعتباری سی پیدا ہوجاتی ہے اونمیں نام و نشان نہیں پایا جاتا اور نہ یہ بات ہوتی ہے کہ وہ فی الحقیقت رعب ہی موجود نہو کہ جس سے خواہ مخواہ بے تکلفی کی جرأت ہوسکے۔ جب ہمنے اول مرتبہ محلسرا میں کھانا کھایا تو سلطان المعظم میز کے صدر پر رونق افروز تھے میں انکی بائیں طرف اور میری بیوی دائیں جانب بھی عثمان پاشا اسمعیل پاشا سابق خدیو مصر صدر اعظم وزراء سلطنت مدعو تھے حضور ممدوح بہت ہی کم تناول طعام فرماتے

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۴ کے استقلال میدان جنگ میں کے قال اللہ تعالیٰ جل شانہ یا ایہا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۝ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین ۝

اے ایمان والو جب بھڑو تم کسی فوج سے تو ثابت رہو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو شاید تم مراد پاؤ۔ اور مانو حکم اللہ کا اور اسکے رسول کا۔ اور آپس میں نہ جھگڑو پھر نامرد ہو جاؤگے۔ اور جاتی رہیگی تمہاری ہوا۔ اور ٹھہرے رہو۔ اللہ ساتھ ہے ٹھہرنے والوں کے

یا ایہا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار ۝ ومن یولھم یومئذ دبرہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۴ کے) ہے جسمیں تاریخ مذکورہ بالا کو ۵۷۶ آدمی بھی پیشاور سے لنڈی کوتل تک ہماری ۲۵ ہزار فوج مقیم ہے۔ اور پھر بھی دشمن کے مویشی تک نہیں پکڑے جاسکتے جن سے صاف ظاہر ہے کہ جسطرح زرگر سونے کو صاف کرنیکو آگ میں ڈالتا ہے اسیطرح اللہ میاں ہماری کامل اصلاح کے لیے ہمکو پے در پے یہ خفتیں دلوا رہے ہیں۔

سرولیم لوکھارٹ غالباً پرسوں ۹ فروری ۹۸ء کو کلکتہ سے پشاور پہنچ جائینگے۔ اور پہنچتے ہی جرگوں کو قطعی شرائط جنکو پولیٹیکل افسر تین دن تک مکمل کرلینگے سنا کر ایک خاص میعاد چند دنوں کی تعمیل کیلئے دیدینگے۔ اگر اوسکے اندر اطاعت نہ کیگئی تو ۷ مارچ کو غالباً پوری پوری فوجکشی کیجائیگی مندرجہ بالا مضمون لکھا جاچکا تھا کہ خبر آئی ہے کہ جو قیاس ہمنے اوپر ظاہر کیا تھا وہ بالکل درست ہے آفریدی اس فتح سے نہایت سرمست ہوگئے ہیں اور اکثر اہل الرائے کا خیال ہے کہ اس موقعہ پر آفریدیوں سے صلح کرلینی باعث خفت ہے اور اگر وہ اب اطاعت قبول بھی کرلیں تو اسے ہرگز منظور نہ کیا جائے تاوقتیکہ انکو مقامات تک کفایت کرنیوالا سبق نہ دیا جاوے ورنہ علاوہ خفت سرحد پر آیندہ ہمیشہ فساد ہوتا رہیگا

تتمہ برصفحہ نمبر ۳۶

مرکلس خاں کے نام سے خفیہ انجمنیں بنائیں - اور انکی ہاتھ سے بیشمار حبشی قتل و تہ تیغ ہوئے۔

مظالم فروشی کی علت سخت لعنت ہے کی سچی بات یہہ ہے کہ ہماری گورنمنٹ اور عام لوگ ایسکی تمام

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ - میں شریک ہوئے - کہانیکی نفاست اور عمدگی - کمرہ کی آرایش و سجاوٹ میز کے سامان اور برتنوں کی بیش قیمتی اور دلفریبی - اور شراب کی عمدگی جو صرف عیسائی مہمانوں کو دیجاتی ہے حد توصیف سے باہر تہی ہر ایک باشا اپنے رتبہ کا نشان پہنے ہوئے اور مرصع تمغے اور ستارے لگائے ہوئے تہا - صرف میرا اور سلطان المعظم کا لباس سادہ تہا محلسرا کے دروازہ پر مسلح آدمیوں کا کوئی پہرہ نہ تہا صرف شاہی گارڈ کا ایک دستہ موجود تہا کیونکہ ہر ایک اجنبی سفیر کی ورود پر اسکی سلامی کے لئے ہمیشہ کچھہ فوجی دستہ منگوا لیا جاتا ہے - بعد ازاں میں جب کبھی مدعو ہو کر محل کو گیا میں نے اوسکی چاردیواری کے اندر کوئی سپاہی نہ دیکھا؟"

دبقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۵ { اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَاۗءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ } ای ایمانوالو جب بہڑ و تم کافروں سے میدان جنگ میں تو مت دو انکو پیٹہہ - اور جو کوئی اونکو پیٹہہ دے اوس دن مگر یہہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج میں تو وہ لے پہرا غضب اللہ کا اور اسکا ٹہکانا دوزخ ہے - اور کیا بری جگہہ جا ٹہیرا -

فرض اطاعت کے اسلامی دنیا کے نظم و نسق کے لئے حق تعالی نے فرمایا ہے کہ تمام مسلمان اسکے اس فرمان کی تعمیل کریں { اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ } کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور حاکم کی خواہ انکا مذہب **کچھہ ہی ہو** - حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہے کہ { اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ } کے سنو اور مانو اگرچہ عامل کیا جائے تم پر غلام حبشی جسکا کہ سر منقی کا سا ہو - حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم - اگر تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف بادشاہ کے ہاتہہ سے پہونچے تو اسے صبر کرنا چاہئے - اور اطاعت چہوڑنی نہیں چاہئے - حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم { السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم } بادشاہ دنیا میں خدا کا سایہ ہے جس شخص کو کوئی اذیت پہونچے وہ اوسکی پناہ میں جائے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم { من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ } جو اپنے بادشاہ کی ہتک کرتا ہے اسپر خدا کا غضب نازل ہوگا ا ور جو اوسکی عزت کرتا ہے اسپر خدا کی رحمت نازل

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۵ { پشاور میں یہہ افواہ عام مشہور ہے کہ سرحد پر آگ کی لگنا پہر شروع ہوگئی ہے - ذکا خیلیوں نے سرکار کو الٹی میٹم (قطعی آخری نوٹس) بہیجا ہے کہ ہم تمکو اپنی شرائط کی منظوری کیلئے ایک ہفتہ کی مہلت دیتے ہیں - اس عرصہ میں جرگہ بہیجکر ہمسے تصفیہ کرلو - وہ شرائط یہہ ہیں سرکار ایک کروڑ روپیہ نقد کوہی توپخانہ کی مکمل چہہ باتریاں دس ہزار لی مٹ فورڈ رائفلیں اور انکی تعداد کے حسب حال کارتوس اور گولہ بارود ہمارے حوالہ کرے - دریاء سندھ سے پرے اپنی حد قایم کرے - اور اپنی نیک چلنی اور عدم مداخلت کی ضمانت میں بارہ پولیٹیکل افسر جن میں سرجیمز ڈاڈی بہی شامل ہو بطور یرغمال ہمارے سپرد کرے" - :+ ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارے نامہ نگار نے یہہ خبر کہاں سے بہم پہنچائی - ظاہر ہے کہ یہہ افواہ غالبا بالکل غلط ہوگی تاہم اس سے یہہ پتہ مل سکتا ہے کہ جب سرحد پر ذکا خیلیوں کی شورہ پشتی کی نسبت ایسے خیالات پہیل رہے ہیں تو خود

غلطیونکا موجب مظالم فروشی ہی جو موجودہ زمانہ کی حق میں فی الواقع ایک سخت لعنت ہی۔ مظالم فروشی جو خفیف سی خفیف
مظالم کو خوب بڑھا چڑہا کر بیان کرنے اور اونسی کمینوں کیطرح ذاتی حرص و طمع کو پورا کرنے یا فریقانہ بغض و عناد کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کی ہوگی۔ ایک ظالم بادشاہ طوائف الملوکی سی بدرجہا بہتر ہے۔

بادشاہ کی ضرورت۔ دوسرا حصہ اس مضمون پر مشتمل ہی کہ ہر مسلمان کا فرض ہی کہ اپنے لئے کوئی بادشاہ منتخب کری جو اوس کی دین کا محافظ ہو سکی۔ بادشاہ میں تین قابلیتوں کا ہونا ضروری ہی۔ اول مسلمان ہو۔ دوم حر ہو مرد عاقل اور بالغ ہو۔ سوم اپنی احکام کی تعمیل کرانے پر قادر ہو۔ بادشاہ کیلئے تین فرض و جہات سی ہیں مرتدون۔ دہریوں۔ بدعتیوں کا قلع قمع۔ باغیوں سرکشوں۔ ڈاکوؤں کی بیخکنی کرسکی۔ اور معاملات سلطنت میں دیگر سلطنتوں کی ساتھ راہ و رسم پیدا کرسکے۔ رعایا کی تعلیم و تربیت میں ساعی ہو۔ اون کی ساتھ سخاوت فیاضی اور عالی حوصلگی سی پیش آئے اور اونکی پاسبانی کرسکے رعایا کی فرایض یہ ہیں۔ اپنی بادشاہ کی تابعداری کریں اوس کی نائب السلطنت کی اطاعت کریں جب ایک دفعہ اوسی اپنا سردار مان لیں تو خواہ اوس میں سب قابلیتیں پوری طور پر نہ بھی ہوں اوسکے مطیع و منقاد رہیں۔ اوسکی ظاہری وضع اور لباس پر تمسخر نہ کریں۔ اوس سی گفتگو کرتے وقت پاس ادب کو ہاتھ سی نہ دیں۔ اوسی محبت کی نگاہ سی دیکہیں ہمیشہ اوسکی تعریف کریں اور اوسکی احکام کی تعمیل کریں۔ اور بوقت ضرورت اوسکی امداد سی دریغ نکریں اور جو مشورہ اوس کو دیں نیک نیتی سی دیں۔ جمعہ کی شب ۲۰ ذیقعد کی آخر شب کو امیر صاحب نے خواب دیکہا کہ ایک بہت بڑی قالین بچھی ہوئی تھی جسپر گل بوٹے کا بہت سا کام کیا ہوا ہے مگر جسکی بناوٹ ناہموار طور پر تھی اور اوسکی پاس ہی نوادر قالین بھی بچھی ہوئی ہیں جو نہایت نفاست اور سلیقہ کی ساتھ تیار کیگئی تھیں۔ اتنی میں محمود خاں حاضر ہوا اور آکر عرض کی کہ یہ جاجم ہے تو امیر صاحب نے خواب میں ہی فرمایا کہ جاجم بے معنی لفظ ہی یہ جاجم نہیں بلکہ جائے جمع ہے امیر صاحب اس خواب کی یوں تعبیر فرماتے ہیں کہ میری اولاد میں سے افغانستان پر دس پشتیں حکمران رہیں گی۔

سرحدی فساد کا اصلی محرک کون ہو سکتا ہی؟ تمام شمال مغربی سرحد پر آہستہ آہستہ یکے بعد دیگری اچانک فساد برپا ہو جانا سخت حیرت میں ڈال رہا ہے۔ اور یہ ایسا اہم معاملہ ہی کہ گورنمنٹ کو اوسکی تہ تک پہنچنا نہائت ضروری ہے انگلو انڈین اور چند دیسی اخبارات اسکی مختلف وجوہات بتا رہی ہیں بعض کا خیال ہے کہ سرحدی لوگ پولٹیکل افسروں کی جبر و تعدی یا نامناسب برتاؤ سے ناراض ہوگئی ہیں بعض اوسکو سرحدیوں کے مذہبی تعصب اور طبعاً آزادی پسند ہونیکا نتیجہ قرار دیتی ہیں سول اینڈ ملٹری گزٹ امیر صاحب کو فساد کا محرک نہیں تو کم از کم اوسکا ممد و معاون سمجھتا ہی اور اس امر کا اوسکو ایسا یقین ہی کہ گورنمنٹ کو امیر صاحب سی چند ایسی مطالبے کرنیکی صلاح دیتا ہی جو کسی صورت میں ہی جنگ کرا دینے میں خطا نہیں کرسکتے۔ ملک کی اندرونی حالات معلوم ہونیکا متعلق سرکاری حکام کا دعویٰ غلط ہو یا درست ہمیں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا کہ خارجیہ معاملات میں جو علم اور وقفیت گورنمنٹ اور اسکے عمال کو حاصل ہے اسکا عشر عشیر بھی کسی اخبار فرد یا غیر سرکاری جماعت کو حاصل نہیں ہو سکتا پس اس بارہ میں گورنمنٹ کو اس بنا پر کوئی مشورہ دینا کہ اخبار کو اوس سے زیادہ معلومات

نکالینے کا کام لینے کا دوسرا نام ہی - لاریب موجودہ زمانہ کی پولٹیکل تدابیر اور وسائل میں سی بدترین تدبیر ہی - وہ لوگوں میں ادراک و فہم کی حس بالکل باقی نہیں چہوڑتی - اسکے ذریعہ انگلستان کے باشندوں کی طبعی ہمدردی اور نرم دلی سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے حاصل میں صریح نادانی ہی اور اسی غلطی کی ہمارے بعض سربرآوردہ اینگلو انڈین ہمعصر مرتکب ہو رہی ہیں - جنہیں مذہبی تعصب اور مشتعل مزاجی نے اس معاملہ پر طمینان کے ساتھہ غور کرنیکے قابل ہی نہیں رہنے دیا - ان تمام اخبارات میں سی البتہ کلکتہ کی اخبار انگلشمین نے اپنی ساری عمر میں اب پہلی مرتبہ بہت کچھہ درست رائے ظاہر کی ہی جسپر اوسکا دوسرا اینگلو انڈین ہمعصر سول اُسے بڑہیا عورتوں کی طرح ڈرپوک اور بزدل ہونیکا ملزم ٹھہراتا ہے - لیکن اگر سول یہہ الزام لگانے سے پہلے یورپ اور خاصکر روس کے اخبارات کو مطالعہ کرلیتا تو اوسی انگلشمین کا روس کیطرف سی اندیشہ ظاہر کرنا ایسا بعید از قیاس نہ معلوم ہوتا سول اور اوسکی ہم رائے دوسرے اخبارات کو جو سارا الزام امیر کابل پر عاید کررہی ہیں اپنی غلطی اور انگریزی قبضہ ہندوستان کا اصل مخالف معلوم کرنیکے لئے روس کے نیم سرکاری اخبار نوو وریمیا کا وہ مضمون ملاحظہ کرنا چاہئے جو واقعہ میزار سے بعد اور مالاکنڈ وغیرہ کے فسادوں سی پیشتر جولائی کے وسط میں شایع ہوا تھا - ناظرین کو غالبا یہہ تو معلوم ہوگا کہ روس میں اخبارات کو آزادی حاصل نہیں ہی - انکی ایک ایک سطر شایع ہونے سے پہلے سرکاری محتسب جانچ کرلیتا ہے - اس سے صاف ظاہر ہے کہ اونمیں کوئی ایسا مضمون نہیں چہپ سکتا جو روسی گورنمنٹ کے خلاف منشاء ہو علاوہ بریں نیم سرکاری اخبارات سی تو کسی ملک میں بہی یہ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی گورنمنٹ کو اوسکی خلاف مرضی کسی پالیسی کے اختیار کرنیکا مشورہ دیں ان میں اوسی پالیسی پر زور دیا جاتا ہے جو اونکی گورنمنٹ نے اختیار کرلی ہو یا عنقریب اختیار کرنیوالی ہو مضمون محولہ بالا میں گو روسی اخبار نے امیر کابل کو انگریزونکا جانی دشمن قرار دیا ہے مگر یہہ سمجھہ رکہنا چاہئے کہ صرف اوسکی اپنی خواہش ہی امیر صاحب کو اس رنگ میں اوسکی آنکھوں کے سامنے دکہا رہی ہی ہمکو اسکی تردید کرنے یا اوسپر نوٹس لینے کی کوئی احتیاج نہیں ہمارا مدعا مضمون مذکور کے فقط اوس حصہ سی ہے جس میں وہ انگلستان اور ہندوستان کی نسبت روسیوں کے نیک ارادوں کو ظاہر کررہی ہی مضمون کے ساتھہ اگر ناظرین روسی و انگریزی حدود کے التصاق کو (جو ہفتہ گذشتہ اور اس ہفتہ کے نقشوں میں واضح کردیگئی ہیں - اور جو جنرال کیطرف صرف ایک دوسری سے پندرہ بیس میل کے فاصلہ پر ہیں) اور نیز ایک طرف پاٹیرک اور دوسری طرف کوشک تک* بسرعت تمام روسی ریلوی کی تیاری کو مدنظر رکہہ لینگی تو اونکو فے الفور معلوم ہو جائیگا کہ انگلشمین کی رائے کس قدر باوقعت ہی سرحدی فسادوں کا اصل محرک کون ہی - اور گورنمنٹ کو امیر صاحب سی بگاڑ کرلینے کی مشورے دینا ملک و قوم کیلئے کس قدر خطرناک ہی -

نوو وریمیا کی مضمون کا خلاصہ جسکا عنوان "افغانوں اور انگریزوں میں لڑائی" حسب ذیل ہے : ــ اس کے قابل غور فقروں پر خط کہینچدیا گیا ہے "افغان فرمانروا نی انگریزی متابعت کی جوئے کو ناقابل برداشت پاکر جس طرح بن پڑے کابل آزاد ہو جانیکا پختہ ارادہ کرلیا ہے - خواہ اس کوشش میں اسی کیسا ہی نقصان اوٹھانا پڑے - کابل کی

* ۱۹۰۵ء کے شروع سے اس مقام تک جو ہرات سے صرف چالیس میل ہی - روسی ریلوی جاری ہوگئی ہے - مؤلف

انگلستان کے خارجیہ اعدا کے اعتصاب کو تقویت پہنچانے اور ذاتی پولٹیکل امنگوں کو پورا کرنیکا کمال عیاری سے کام لیا گیا ہے" ۱۸۷۶ء میں روسی گماشتوں نے مظالم بلگیریا کی من گھڑت افسانے مشتہر کرکے جو کام نکالا تھا۔ وہ اب

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے ٹکسال میں چند گذشتہ ہفتوں سے شب و روز وہ سکے بڑی سرگرمی کے ساتھ مسکوک کئے جارہے ہیں جو انگریزوں کے برخلاف جہاد کرنے پر خرچ کئے جانیکے لئے خاص طور پر مضروب کئے گئے ہیں غالباً ہمیں عنقریب ہندوستان کا دوسرا غدر دیکھنا پڑیگا جس میں مسلمان آبادی سب سے آگے بڑھکر حصہ لیگی۔ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کی اس عنقریب وقوع میں آنیوالی جانبازانہ کوشش کی ابتدا امیر عبدالرحمن کیطرف سے ہوگی۔ اوسکے لئے ناممکن ہے کہ وہ ایسی اہم تحریک اور کارروائی کو خاموشی کے ساتھ بیٹھا دیکھتا رہے۔ اگر اس آنیوالے معرکہ میں انگلستان کامیاب ہوگیا۔ اور اسنے (جیساکہ وہ قدرتی طور پر کریگا) کل موجودہ افغانی ممالک کو ملحق کرلیا تو روس اپنے وسط ایشیائی مقبوضات کو سمندر تک بڑھا لیجانے کے امکان سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو جائیگا۔ انگلستان ہمارے اعداء کو اسلحہ اور روپیہ سے مدد دیکر کئی دفعہ اپنے تئیں ہمارا دشمن ثابت کرچکا ہے مگر ہم نے اوسکو کبھی ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیا۔ اب ہمارے لئے بھی ایسا کرنیکا وقت آگیا ہے۔ ہمکو کون مانع ہے کہ ہم امیر کو کامل امداد دیکر اوس سے اپنی دوستی کا اظہار نہ کریں۔ ایسا کرنا ہمارا صریح فرض اور ہماری عین پالیسی ہے۔ ۱۸۷۹ء میں جبکہ ابھی وسط ایشیا میں ہماری حالت اور اغراض اب جیسی مضبوط اور مجتمع نہیں ہوئی تھیں۔ جنرل وان کافمین امیر یعقوب خان سے جو ہر وقت ہمارا ساتھ دینے کو تیار تھا۔ برابر خط و کتابت کرتا رہتا تھا۔ مگر اسوقت بدقسمتی سے کابل میں انگریزی سفارت (دیجر کوگناری کی طرف اشارہ ہے) موجود تھی جو ریاست کے اندرونی معاملات کی نگران رہتی تھی۔ اور جو آخرکار نئے امیر عبدالرحمن کے توسط سے ملک کو اپنی نگرانی میں لینے میں کامیاب ہوگئی اور جہانتک اس زمانہ کا تعلق تھا روس نے اپنے ہاتھ سے کل موقع کھو دئے لیکن اگر اب بھی عبدالرحمن کو یہ یقین دلادیا جائے کہ اوسکی انگریزوں کے ساتھ لڑائی ہونیکی صورت میں روس بالکل الگ تھلگ رہیگا تو وہ شمالی صوبوں سے اپنی تمام فوجوں کو واپس بلاکر مجتمعہ جمعیت میں اپنے دشمن کے برخلاف دھاوا کردیگا اپنی فوجوں کی درستی و آراستگی کے لئے امیر کے پاس کابل میں کافی سے زیادہ سامان ہے جسے خود اپنے دارالخلافہ میں اسنے انگریز صناعوں کی زیر نگرانی تیار کرایا ہے"

(اودھ اخبار مورخہ ۱۲ [illegible])

ترکی معاملات اور سرحدی ہنگاموں پر جس طرح ہندوستان میں سرحدی فسادوں کے یکلخت مشتعل ہوجانے سے تمام

اہالی یورپ کی خیالات

(دارا و کیبل مورخہ ۱۳ ستمبر [illegible])

اہالی ملک کی توجہ ممالک غیر کی طرف سے ہٹکر خاص ملکی معاملات اور سرحدی فسادوں کی طرف منعطف ہوگئی ہے اسیطرح یورپ والوں کی نگاہیں بھی جنہوں نے دنیا کے ہر ایک معاملہ میں دست اندازی کرنا اپنا فرض سمجھ رکھا ہے اسطرف ہوگئی ہیں ہر ایک ملک والے علیحدہ علیحدہ اپنی خیالی بلاؤ پکا رہے ہیں۔ اور اس طوفان بے تمیزی کی موجبات واسباب کے متعلق طرح طرح کی من گھڑت روائتیں مشہور کررہے ہیں اُن کی خیال میں ان فسادوں کی تہ میں سلطان المعظم کا بھی ضرور ہاتھ ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا بے سروپا اور بے بنیاد اتہام ہے جسکی تردید کی کوئی ضرورت معلوم نہیں دیتی۔ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی خیال کرسکتا ہے کہ اگر حضرت ممدوح کسی ایسی کارروائی کی ضرورت دیکھتے تو وہ سب سے پہلے ایسے ممالک میں کیجاتی جہاں

کسی سی مخفی نہیں رہگیا - اوس مظالم فروشی کی قربانگاہ پر پانچ لاکھہ روسی و ترکی جانباز سپاہی اور جزیرہ بلقان کا دس لاکھہ سی زیادہ معصوم و بیگناہ مسلمان باشندی بھینٹ چڑہی - او قسطنطنیہ او آبنائوں کی سواء کل یورپین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی اوسکی تکمیل میں اُنکو چنداں مشکل پیش نہ آتی - ہان اس امر کا سب کو افسوس ہی کہ ان دونوں سلطنتوں میں جو کسی زمانہ میں یکجان و دو قالب سمجھی جاتی تہیں ایسی کشیدگی ہی کیوں پیدا ہوئی کہ اغیار کو اس قسم کی تہمتیں تراشنے کا موقعہ ملگیا - سرحدی تنازعات کی ساتہہ ہی گفتگوی مصالحت کے طول کھینچتے چلے جانے سے جس کا الزام بھی لارڈ سالسبری کے ذمہ لگایا جاتا ہی یورپ کی اہل الرائے صاحبان کو خیالی گہوڑے دوڑانے کے لئے اور زیادہ وسیع میدان ملگیا ہی جیسا کہ ایک اینگلو انڈین اخبار کی ولائتی نامہ نگار کی تازہ ترین مراسلت سے جو ذیل میں درج ہے بخوبی واضح ہو رہا ہے - یہ نامہ نگار ۲۰ - اگست [۱۸۹۵ء] کو لندن سے تحریر کرتا ہے -

انڈین گورنمنٹ کی قابل تعریف مستعدی - طریقہ اجتماع فوج کی کامل درستی اور ہماری ہندوستانی فوج کی شاندار جنگی اوصاف کی طفیل جو کچھ ہندوستان میں واقع ہونیکا احتمال ہی اوسکے متعلق گذشتہ چوبیس گھنٹوں کی نسبت آج پبلک کی فیلنگ او جوش میں زیادہ طمانیت اور سکون پایا جاتا ہے لیکن اسکے ساتہہ ہی اسپر سب متفق الرائے ہیں - کہ ہندوستان اور یورپ دونوں جگہہ انگلستان کی لئے پولیٹکل منظر اور آثار کچھہ کم اہم اور نازک نہیں ہے - مسئلہ روم و یونان سے جیسا کہ ابتدا ہی سے اکثر کو اندیشہ تہا گذشتہ مشکلات کی نسبت زیادہ دقتیں پیدا ہونیکا سخت احتمال ہو رہا ہے - اور یہ دقتیں ایسی ہونگی - جنمیں سب سے بڑا ہمارا تعلق ہوگا - یہ مسئلہ ہماری اقتدار ہند اور سرحد افغانستان کی جنگ سے مخلوط ہوا جا رہا ہے اس سے یورپین اتحاد کی شکست اور بر اعظمی طاقتوں کی انگلستان کی برخلاف متحد ہونیکی قراین ظاہر ہو رہی ہیں ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کی عام بدامنی میں دربار قسطنطنیہ کی سازش ہونیکا کوئی بدیہی او کافی ثبوت موجود نہیں - مگر بر اعظم یورپ میں ہر جگہہ یہی خیال ہی کہ در اصل ایسی سازش موجود ہی - دانیا - برلن - پیرس سے یہی خبر آ رہی ہی کہ سلطان المعظم نے انگلستان سے اوسکی سابق مخالفانہ رویہ کا بدلہ لینی کے لئے افغانستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کو بغاوت پر انگیخته کیا ہی - اور کہ نواب وزیر ہند کے دفتر کو اس معاملہ کی عرصہ سی خبر ہے - لارڈ رابرٹس کو یقین ہی کہ وادی ٹوچی - سرحد سوات اور علاقہ مہمند کی حدود کی فساد میں امیر عبد الرحمن ضرور شریک ہیں (اس امر کی تردید ہم کئی دفعہ پہلی کر چکے ہیں - اور خوشی کا مقام ہی کہ اب گورنمنٹ ہند اور اینگلو انڈین اخبارات کو بھی امیر صاحب کی کامل وفاداری اور مطلق بریت کا پورا یقین ہو گیا ہی - اور یہہ ظاہر ہی کہ جب اس معاملہ میں لارڈ رابرٹس ایسی واقف کار کی رای درست نہیں نکلی تو اعلی حضرت امیر المؤمنین کی سازش کی متعلق دیگر یورپین ممالک کی باشندوں کا بیہودہ ہرزیاں جنکو اصل حالات اور واقعات معلوم کرنیکی درست مواقع کبھی نصیب نہیں ہو سکتی کسقدر فضول اور بے بنیاد ہے - وکیل) بر اعظم (یعنے یورپ) میں لوگوں کا بیان ہے کہ دریا کابل کی ٹیڈی کی مثال ہے - اور جو ڈوریاں اوسے ہلا رہی ہیں وہ قسطنطنیہ میں کھینچی جاتی ہیں

ترکی پر روس کا قبضہ ہوگیا۔ تازہ وجدید مظالم فردینی نے ترکی کو انگلستان سے منحرف وبرگشتہ خاطر کردیا۔ ہزاروں انسانوں
کی ہلاکت کا باعث ہوگی۔ اور ترکی و یونان میں جنگ کرادیا جسمیں ہزاروں جانیں برباد ہوئیں اور کروڑوں روپیہ برباد

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جرمن اخبار واسی شی زی ٹنگ اس امر کو مدلل پیرایہ سے ظاہر کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "ایک معمولی
مُلا تک جب وہ یہ جانتا ہو کہ اوسکا کوئی پشت پناہ موجود ہے جہاد کا اعلان نہیں کرسکتا (بیچارے جرمن سرحدی ملاؤں کی اقتدار کو کیا
جانے۔ وکیل) اور جبتک یہہ صورت نہو نارضامند قبائل جو کئی سو میل لمبی ملک میں بکھرے ہوئے ہوں کبھی مجتمع اور اوسکی زیر فرمان
نہیں ہوسکتے۔ اس معاملہ میں ایک چالباز ہاتھ یعنی غلام حیدر خاں کی سازش موجود ہے۔ اور اسکے بعد امیر افغانستان اور
بعد ازان خلیفۃ المسلمین اسلام بول سے اونکی حمایت کررہے ہیں۔"
ہماری برٹش عظمی نکتہ چینوں کی اس زخرافات میں کوئی اطمینان بخش امر بہی پایا جاتا ہے وہ تسلیم کرتی ہیں کہ خواہ کیسی ہی سخت سے سخت
مشکل ہکو دپیش آئے ہم اوسکی مقابلہ کرنیکی لیے ہمہ سلسلہ طور پر پوری قابلیت رکھتے ہیں اور انگریزی افواج کی آخر کار فتح یاب
ہونیمیں کسیکو شک نہیں بلکہ برلن کے فوجی اشخاص میں یہ عام خیال ہے کہ سرحد پر یا افغانستان میں جنگ عظیم ہونا انگریزی
قبضہ ہند کے لیے ہمارہ میں نہائیت مفید ہوگا۔ کہ ہمارا اخلاقی اقتدار اور رعب بڑھجائیگا۔ لیکن اسکی ساتھ ہی وہ یہہ
تسلیم کرتے ہیں کہ اگر موجودہ مشکلات اس حد تک بڑھ جائیں کہ امیر سے ہی لڑائی ہوجائے تو اوسکا نتیجہ ایک سخت جانگداز
لڑائی ہوگی۔ کیونکہ افغانی فوج نے پچھلے چند برسوں میں بہت بڑی ترقی کرلی ہے۔ وائنا میں کہا جاتا ہے کہ امیر صاحب
کی فوج گذشتہ چند برسوں سے بخوبی مسلح ہے۔ اور یہ ہتھیار زیادہ تر ایک وسیع کمپنی نے بہم پہنچائے ہیں۔ آسٹریا کے چند سیاح
جو افغانستان سے تازہ تازہ سیاحت کرکے آئے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ نہ صرف روسی بلکہ جرمن افسروں نے بھی امیر
عبدالرحمن کی ملازمت اختیار کی ہے ہمارہ میں برٹش عظمی والوں کی رائے مختلف ہے۔ کہ آیا ان مشکلات میں جو ہندوستان
کی گورنمنٹ کو اسطرح اچانک درپیش آگئی ہیں روس کی بھی سازش ہے یا نہیں؟ باخبر لوگوں کو یقین ہے کہ وہ انمیں
شریک نہیں لیکن اسپر سب متفق ہیں کہ اگر صورت حال زیادہ نازک ہوگئی۔ یا روس کو بھی انگلستان کی نسبت وہی
شبہہ ہوگیا جو اکثر برٹش عظمی اخبارات ظاہر کررہے ہیں۔ کہ وہ ایشیائی معاملات سے توجہ کو ہٹانیکے لیے ترکی و یونان کی صلح
معاملہ کو طول دینے سے یورپ میں مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کررہا ہے تو پہر روس کی علیحدگی اور کنارہ کشی بہی جاتی رہیگی۔
انگریزی اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کا نامہ نگار پیرس (دار الخلافہ فرانس) سے لکھتا ہے کہ "فرانسیسی دار الخلافہ میں یہ امر بہی
واضح ہوگیا ہے کہ چند برسوں سے اسلامی دنیا میں زیادہ تر سلطان روم کی تحریک سے جو انگلستان کی متعدد
سرگرم مخالفت سے جو وہ سلطان کی مظلوم عیسائی رعایا کی حمائیت کی لیئے کررہا ہے سخت برافروختہ ہورہی ہیں جسسے ہلچل پیدا ہوگئی
ہے مسلمانوں کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ انگلستان اونکا سخت دشمن ہے اور اسطرح سے ایک قسم کی جہاد کی منادی کردی
گئی ہے۔" نامہ نگار مذکور کا خیال ہے کہ اگر انگلستان مسلمانوں کو یہہ امر ذہن نشین کرادیتا کہ اوسے صرف عیسائی رعایا ہی کی نہیں

پہر کہا سوہ تو ابھی کچھہ اور بھی کہو دکہاتی مگر محض خداوندکریم کی خاص نظرعنائیت اور جرمن قیصر کی عقلمندی نی ہمیں سلطنت عثمانیہ کی خونریز انقراض کی حادثہ مشئومہ اور اوسکی لازمی خطرات ونقصانات سے اندازہ سی جو ہماری مشرقی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے) بلکہ خلیفۃ المسلمین کی کل مظلوم رعایا سی ہمدردی ہی- اور وہ یہہ امر مبرہن اور واضح کردیتا کہ میری خواہش فقط یہی ہی کہ کل قلمرو سلطانی میں مفید اور کار آمد صلاحات کو مروج کراؤں تو اسحالت میں صورت معاملہ موجودہ حالت سی بہت مختلف ہوتی اوسنی ایسا نہیں کیا- اسلئے گو بشمار ترک (بیشمار ترکوں سی نامہ نگار غالبا اون دس پندرہ نمکحرام ترکی نوجوانوں سی مراد لے رہی ہیں جو آزاد ترکی جماعت کی نام سی موسوم ہیں) سلطان کی ظالمانہ حکومت سی آہ و فغاں کر رہی ہیں مگر وہ امداد و اعانت کی لئے انگلستان سی استدعا کرنیکا خیال تک بھی نہیں کرتی- امیر صاحب کی دعاوی رفاقت اور اظہارات محبت صداقت پر بہت کم اعتبار کیا جاتا ہی بعض کو شبہہ ہی کہ موجودہ فساد ایسی سازش کا نتیجہ ہی جو نہائیت سوچ سمجھکر تجویز کیگئی تھی- مگر چونکہ قبل از وقت کاروائی کر دینے سے کم از کم سر دست وہ کھیل کسی قدر بگڑ گئی ہی- اسلئے امیر صاحب اپنی تدابیر کی تکمیل کیلئے مناسب وقت اور مہلت حاصل کرنیکے لیئے دوستی کا یقین دلا رہی ہیں-

انگریزی اخبار سٹنڈرڈ نامہ نگار قسطنطنیہ سی ایک ترک کی گفتگو تحریر کرتا ہے نامہ نگار اوسکی خیالات کی متعلق لکھتا ہے کہ اگر اوس عام ناراضگی کو مدنظر رکھا جائے جو انگلستان کی فعل وعمل سی عثمانیوں میں پھیلی ہوئی ہی تو وہ بہت ہی معتدل ہیں تاہم یہ ترک فقط انگلستان ہی سی نہیں بلکہ کل اتحاد یورپ سی آزردہ ہی جسکی نسبت اوس ترک کا جو اپنی گفتگو سی اگر وہ درست ہے تو سخت باجی اور کور نمک ظاہر ہوتا ہے (دیکیں) خیال ہی کہ یہہ اتحاد گو بظاہر عثمانیہ سلطنت کے قیام و سلامتی کا مدعی ہی مگر دراصل (نقل کفر کفر نباشد) عبدالحمید کی جہنمی حکومت کی استقلال اور قیام میں سرگرم ہی- اور اسوقت تو یہ اتحاد ایسا نکما ہوگیا ہے کہ وہ اپنے وجود کو قایم رکھ سکنے سے زیادہ کوئی کام نہیں کر سکتا گفتگو سے مصالحت اپنی اصل مقصد سی گرتی گرتی اب ایک قابل شرم بیہودہ مخاصمت کی حیثیت میں آگئی ہی جسمیں طاقتیں ترکی اور یونان کی متنازعہ سی بالکل غیر متعلق ہو یعنی اپنی اپنی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے ایک دوسری سی دست بگریباں ہو رہی ہیں جرمنی کا دعوی دوستی محض اس امر کا بہانہ ہی کہ ترکی فتوحات سی ترکوں کی جایز اور منصفانہ مطالبات کو نقصان پہونچا کر یونان کی جرمن قرضخواہوں کا فائدہ نکالا جاوی- ادہر انگلستان عثمانیوں کو علانیہ ارضی اور مالی فوائد سے محروم کرنے اور بلا دلیل وحجت برہنہ سنی اونکو فتح کے ثمرات چھوڑنے پر مجبور کرنیکی کوشش کر رہی ہی"

ڈیلی ٹیلگراف کا نامہ نگار برلن (جرمنی کا دار الخلافہ) سی ایک نامور جرمن کی رائے تحریر کرتا ہے- یہہ جرمن امیر صاحب کی غداری کی کوئی وجہ نہیں بتا سکتا کہ انہیں انگلستان سی بگڑنے کی کیا ضرورت تھی مگر بیان کرتا ہی کہ برلن میں یہہ بات دو برسوں سی معلوم ہی کہ بعض لوگ افغانستان اور ہندوستان میں مسلمانوں سی بغاوت کرانیکی کوشش کر رہی ہیں اور اس تحریک کی بانی مبانی سلطان روم ہیں- اس امر کی کافی شہادت عرصہ سی برلن میں پہونچ چکی ہی- اور یہہ یقینی امر ہی کہ برٹش گورنمنٹ کو بھی یہہ اطلاع ضرور پہونچگئی ہوگی کہ سلطان المعظم نے انگریزوں سے اسبات پر ناراض ہو کر کہ اونہوں نی آرمنیوں کو مدد دی ہی یہہ ثابت کرنیکا مصمم ارادہ کرلیا کہ وہ بحیثیت خلیفہ انگلستان کو نقصان

مقبوضات کو پہونچتا اور اوسکی تلافی ناممکن تھی بچالیا۔ زمانہ حال کا انگریزی ظالم فروش و درحقیقت بنی نوع انسان کا دشمن اعظم اور اسپر عاقا جسکا وہ بظاہر حامی بنا ہوا ہو نہایت ہی خطرناک دشمن اور انگریزی اغراض و مفاد کی حق میں آتشی ہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی پہونچانیکی طاقت کہتی ہیں چنانچہ ایران کی وساطت سی اپنی تجاویز کو عمل میں لے آئے "جب اس جھگڑے سوال کیا گیا کہ غالباً روس بھی اس سازش میں امیر صاحب کے ساتھ شامل ہوگا تو اوسنے جواب دیا نہیں۔ میری خیال میں روس کی طاقت وسط ایشیا میں ایسی مضبوط نہیں ہے۔ کہ وہ ایسا کرنیکی قابل ہو۔ اگر اوسنے کبھی بتیر د انگریزوں پر ہندوستان میں حملہ کیا تو وہ تمسی ملک کو چھیننے کرلئے ہوگا نہ کہ اپنی طاقت کو بیفائدہ کوششوں میں ضایع کرنیکی لئے البتہ ہم برلن والی موجودہ شکل میں یہہ امر خطرناک پاتی ہیں کہ مسلمان اسدفعہ دوسروں کو بھی تمہاری برخلاف اپنی ساتھہ ملانیکی کوشش کررہی ہیں۔ سابقہ مشکلات میں یہ صورت نہ تھی"

افغانی تحریک میں روس کی سرپرست عدم شرکت کی متعلق آسٹریا کی قصبہ پیستھ کا اخبار پیستھر لائڈ اور جرمن اخبار واسی شی نیوی ٹنگ بھی یہی رائے اظاہر کرتی ہیں مگر وہ دونوں ساتھہ ہی انگلستان کو مشورہ دیتی ہیں کہ اگر وہ چاہتا ہی کہ روس کو مداخلت کرلئے کوئی بہانہ یا اشتعال نہ دیا جائی تو اوسی نہایت حزم و احتیاط سی کام کرنا چاہیئے۔ جرمن اخبار لکھتا ہی کہ "اگر روس ایکدفعہ بام (یعنی) پتیا دنت یا میرسی دریای سندہ کی میدانوں میں اتر آیا تو وہ پہر پیچھی پہر نیکا رستہ بہول جائیگا"

معاملات سرحد ہند کی تشویش بخش حالت کی ساتھہ ہی یہہ خبر موصول ہوئی ہی کہ اب اکیلا انگلستان ہی قسطنطنیہ کی گفتگوے مصالحت کی تصفیہ میں مزاحم ہو رہا ہی۔ اوسکی اس کارروائی پر چاروں طرف سی کمال نارضگی کا اظہار ہو رہا ہی حتی کہ آسٹریا جو بالعموم ہمارا دوست اور رفیق رہتا ہی اور فرانس بہی جہاں کچہہ عرصہ سی ہماری ساتھہ ازدیاد محبت کی نسبہی تخفیف عداوت کی آثار پائے جاتے تھی اس معاملہ میں ہمسی ناراض ہوگیا ہی۔ ہفتہ گذرا ہی کہ یہہ عام یقین ہوگیا تہا کہ تمام دیورپ نے باتفاق یہہ منظور کرلیا ہی کہ تاوان جنگ کی وصول ہونیتک ترک تہسالیہ کو لاریسا۔ اور دولو پر بدستور قابض ہیں۔ اور جیسے جیسے اقساط وصول ہوتی جائیں۔ اول لاریسا اور پہر دوسری شہر یکی بعد دیگری خالی کردئی جائیں بعض روایات کی مطابق یہ تجویز کل سفرائے دول متعینہ قسطنطنیہ نے منظور کرلی تھی مگر جب اونہوں نی اس امر کی اطلاع اپنی اپنی گورنمنٹوں کو دی تو لارڈ سالسبری نی سر فلیپ کری کو مخالفت کرنیکی ہدایت کی۔ الغرض خواہ انگریزی سفیر نی اس تجویز کو پہلی مان لیا تہا یا نہیں یہ یقینی بات ہی کہ اب اکیلا انگلستان اوسکا مخالف ہی اور باقی تمام دولتیں اسکو قبول کرنی پر تیار ہیں اور اسطرح گفتگوے مصالحت کا تصفیہ رکا پڑا ہی۔ انگلستان اوس نئی حد سی اگی جو ٹرکی و یونان میں اب منظور ہوئی ہی اور جسکی رو سی ٹرکی کو صرف پہاڑوں کی چوٹیاں اور دستے اور چند ایک غیر آباد سی دیہات دلائے گئی ہیں تہسلی کی کسی حصہ پر ٹرکی کی قابض ہونیکی اس بنا پر مخالفت کرتا ہی کہ یونان فقط چہوٹی چہوٹی سالانہ اقساط سی تاوان جنگ ادا کرسکیگا جو اس حساب سی عرصہ دراز میں بیباق ہوگا اور اس لحاظ سی تا بیباقی قبضہ دلانا دائمی قبضہ کی برابر ہوگا۔ ترکی کہتی ہی کہ جبتک پہلے ایک معقول رقم جو دس لاکھہ پونڈ بتائی جاتی ہی۔ اوانہ کیجائی سقبوضہ علاقہ سی ہم ایک بالشت بہی نہیں ہٹائینگے۔ اور پہر جون جون تاوان ادا ہوتا جائیگا اوسی نسبت سی ملک کو خالی کرتی جائینگے اوسکے اس دعوی کو بڑا عظمی دول تسلیم کرتی ہیں۔ اور وہ ٹرکی کو اس امر پر مجبور کرنیسے انکار کرتی

بلکہ نوبت ہے کہ اوسسے سخت وشدید تر لعنت انسان کو وہم وگمان میں نہیں آسکتی۔
لازمی اتحاد کی اس کتاب کے نویسندہ کی اب بہی گذشتہ تین برسوں کی طرح یہ دلی تمنا و خواہش ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کئے ہیں کہ وہ ایسی شرائط پر جسمیں وصولی کے متعلق اطمینان بخش نہیں ہیں تہسلی کو خالی کردیگا۔ ہیرلڈ کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہی کہ قیصر جرمنی نے سینٹ پیٹرز برگ کی سیاحت کے دوران میں عثمانی سفیر کو سلطان کی خدمت مین تحریر کرنیکی اجازت دی تھی کہ وہ حضور ممدوح کو قیصر اور زار کی طرف سے یقین دلادے۔ کہ یہہ دونوں فرمانروا تا دوران جنگ کے مقابلہ میں اون کی پوری طرفداری کرینگے۔

جرمنی کا اخبار نیشنل زہای ٹنگ بھی جو قیصر ولیم کا خاص الخاص ہمدم ہے اور لسان الحال سمجھا جاتا ہے بڑے زور سے لکھتا ہے کہ کوئی شخص ترکی سے اس حقیر سے تاوان سے جو اوسے اخراجات جنگ کے عوض ملیگا دست بردار ہونیکی امید نہیں کرسکتا۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ بلا وصولی تہسلی کو چھوڑ دینا دست برداری کے مساوی ہے کیونکہ نہایت ہی سخت و معتبر ضمانتوں کے بغیر ترکی کے مطالبات کا خفیف ترین حصہ بہی بیباق نہیں کیا جائیگا یونان روپیہ ادا کردینے سے بیشک اس مشکل کو دور کرسکتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اوسکے پاس روپیہ نہیں جسکی بہم پہنچانیکے لئے اوسنے ہر طرح جد و جہد کیا ہے یونانی بنکوں کے مہتمموں اور دیگر ساہوکاروں سے صلاح و مشورہ کیا گیا کہ دس لاکہہ پونڈ سٹرلنگ کسطرح سے جمع بہم پہنچائے جائیں کہ ترک تخلیہ کی کاروائی شروع کردیں مگر اون سبنے کہہ دیا کہ ہم کوئی معقول تدبیر نہیں سوچ سکتے۔ اول یونانی متمولین سے جو ممالک اجنبیہ میں مقیم ہیں التجا کیگئی مگر جیسا کہ دولتمندوں کا قاعدہ ہے کہ جب اونکو خبر ہوکہ فلان شخص قرض مانگنے کیلئے آیا ہے تو وہ نوکر کے ہاتہہ کہلا بہیجتے ہیں کہ میان صاحب گہر میں نہیں۔ اسی طرح ان لوگوں نے ٹال مٹول بتلا دیا چنانچہ اکثر متمولین کی کوٹھیوں سے جواب آگیا کہ مالک بغرض سیر و سیاحت باہر گئے ہوئے ہیں یہاں کا کچہہ چرچا ہورہا ہے کہ عثمانیہ بنک نے دس لاکہہ پونڈ سٹرلنگ قرض دینے کا ارادہ کیا ہے مگر یہ خبر بالکل مہمل ہے۔ اور اس بات کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کیا بنک توکل علی اللہ موجودہ حالت کی کل جوکہون اٹہاکر قرض دینے کو تیار ہے یا کسی معتبر اور مستند ضمانت اور کفالت پر دینا چاہتا ہے۔ اگر یونان دول یورپ کی ضمانت دیکر تو روپیہ ابہی میسر ہوجاتا ہے لیکن ایسا کرنیکے لئے اوسے لازمی طور پر یورپین نگرانی قبول کرنی پڑیگی جس سے اوسے بدستور سابق سخت انکار ہے۔ پس جب ترکی۔ انگلستان جرمنی اور یونان متضاد شرائط پر مصر ہون تو کم از کم سردست اتحاد یورپ کی محنتوں کا خاتمہ نظر آتا ہے۔ اور ہر ساعت اوسکے شکست ہونیکی توقع لگ رہی ہے۔ اگر ایسا ہوگیا تو سارا الزام انگلستان کے سر تھوپا جائیگا۔ اور برلنی اخبارات کی خفگی آمیز تحریرات اگر سطحی نہیں ہیں اور باوجود اسکے یہہ خفگی کوئی زیادہ خطرناک صورت نہ اختیار کرے تو ہمیں اپنے تئیں کمال خوش نصیب سمجھنا چاہیئے حسب معمول ہم پر خود غرضی کی الزام لگائے جارہے ہیں۔ وائنا (دار الخلافہ آسٹریا) میں ہم پر الزام لگایا جارہا ہے کہ ہماری اس تجویز کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیا جائیگا۔ آسٹریا والونکا بیان ہے کہ گو یورپ انگریزی حکومت ہند کو مخدوش حالت میں نہیں دیکہنا چاہتا لیکن اگر اوسے یورپ میں سخت پیچیدگیاں پیدا ہوئیں یا یورپین عالمگیر جنگ کے خطرہ اور ہندوستان کی مخدوش حالت

انگلستان اور ٹرکی میں پہر سابقہ مودت اور یگانگت قائم ہوجائے یہہ اتفاقیت دونوں سلطنتوں کے لئے ضروری ہے ٹرکی چاروں طرف
سے بد اصول بے ایمان دشمنوں سے گہری ہوئی ہے اور اوسکو ایک ایسی سلطنت کی امداد اور دوستانہ صلاح و مشورہ کی سخت ضرورت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے) میں سے ایک کو منتخب کرنیکی ضرورت لاحق ہوئی تو وہ کوئی ایسا لمبا چوڑا غور و فکر نہیں کریگا بعض آسٹریا و ہنگری کے
اخبارات خیال کرتے ہیں کہ جسطرح سلطان لارڈ سالسبری سے اونکے اوس طریق عمل کا جو وہ قسطنطنیہ میں اختیار کئے ہوئے ہیں افغانستان
میں مشکلات برپا کرا کر بدلا رہے ہیں اوسی طرح لارڈ سالسبری سلطان المعظم کے اس افغانستانی فعل کا قسطنطنیہ میں مشکل حادث
کر کے عوض لے رہے ہیں قصہ مختصر ہمارے بر اعظمی نکتہ چینوں میں سے ایک بھی ہماری نسبت یہہ حسن ظن نہیں رکہتا کہ ہم محض یونان کی بلا
غرض دوستی کیوجہ سے یہہ سب کچہہ کر رہے ہیں سب کے سب یکزبان ہوکر یہہ کہہ رہے ہیں کہ انگلستان نے کسی خالص خودغرضی
کو مدنظر رکہا ہوا ہے -

اخبار بینہر لائڈ بڑے دعوے سے لکہتا ہے کہ اگر انگلستان نے اور زیادہ مزاحمت کی تو دول یورپ اوسکے بغیر ہی تنازعہ روم
و یونان کا تصفیہ کرنا شروع کردیں گی - اگر برٹش گورنمنٹ کل تاوان جنگ کی ادائیگی تک ترکی قبضہ تہیسلی کو منظور
نہیں کریگی تو یہہ ممکن ہے کہ دول عظام یونان کو ادائیگی کے لئے کوئی اور معقول ضمانت ٹرکی کو دینے کے قابل بنادیں مگر اس سے
یہ لازم نہیں آتا کہ تہیسلی کے مسلسل ترکی قبضہ کے لئے بر اعظمی طاقتوں کو انگلستان سے منظوری حاصل کرنا ضروری ہے اگر یہ تمام
طاقتیں متفق ہوجائیں کہ تا وصول تاوان ترکی قابض رہے تو ایسی حالت میں دو ہی صورتیں ممکن ہے - ایک یہہ کہ شاید
یونان اس بات پر رضامند ہوجائے اس صورت میں مصداق پنجابی مثل "ماسے ماسے تر پہاپہا کٹنی" لارڈ سالسبری شاہ جارج سے زیادہ
خیرخواہ یونان نہیں ہوسکتے - دوم یہہ کہ یونان رضامند نہو - اور لارڈ ممدوح کی ہمراہی سے ہوسکے ترکوں کو بہر نوع و بہر حال فی الفور
تہیسلی خالی کردینی چاہیئے تو اس صورت میں ترکی و یونان میں کوئی صلح باہم نہیں ہوگی - بلکہ ترک جبتک انکا دل چاہیگا تہیسلی پر
مقیم رہینگی - ہاں "بہادر یونانی فوج" یا برطانیہ کلاں اونکو نکالدے تو دوسری بات ہے - مگر ان دونوں صورتوں میں سے
کسی کے بھی پیش آنیکا احتمال نہیں - روس گذراب سے بارہ مہینے پیشتر ترکی کو مجبور کرنے پر رضامند نہیں ہوا تہا تو باغلب وجہ اب بھی
نہیں ہوگا جرمنی یونان کی طرفداری میں سلطان المعظم پر زیادتی کئے جانیکی یقیناً مزاحمت کریگی" اخبار مذکور کی تحریر کا پچھلا حصہ
بیشک بالکل درست ہے - پانچوں ان بر اعظمی طاقتوں میں سے چار بالضرور انگلستان کو باب عالی کے برخلاف کوئی عملی مخالفانہ
کارروائی نہیں کرنے دینگی - اور خود انگلستان کے باشندے بہی یونان کی محض اس نازبرداری کے لئے کہ اوسکی خودداری میں حرف
نہ آئے اپنی گورنمنٹ کو یورپ کے امن میں خلل ڈالنیکی اجازت نہیں دینگے نہ یہ ممکن ہے کہ یونان ہی پہر لڑائی کو شروع کردیگا
یہہ ٹہیک ہے کہ اتوار گذشتہ (۵ اگست) کو اتہنز میں ایک عام جلسہ ہوکر یہہ رزولیوشن پاس ہوا تہا کہ "چونکہ یورپ ذلیل شرائط پر صلح
کو ہمارے سر منڈہنا چاہتا ہے - اور نیز چونکہ بقول ماہرین فنون حرب یونانی فوجکی موجودہ مورچہ اور حصار جو سلسلہ کوہ اوتہرلیس کے پیچہے
تہیر ہوئے ہیں ایسی محفوظ و مدون کی پناہ میں ہیں دشمن ناقابل فتح" ہیں - لہذا گورنمنٹ سے استدعا کیجائے کہ وہ کل توانا و تندرست باشندگان

ہی جو کمال شائستہ اور بغیر غرض ہونیکے علاوہ سلطنت عثمانیہ کو مقبوضات یا اوسکی آزادی کے متعلق کوئی بری نہیں رکہتی۔ اسیطرح
انگلستان کے لیئے ہندوستان سیاسیا آبنائے ڈارڈونیلز اور بحیرہ روم میں ہماری بحری فوقیت و غلبہ پر کسی دشمن کے حملہ آور

دفعیہ جائیگا گذشتہ ایام یونانی کو مسلح ہونیکے لیئے طلب کریں اور شاہ بذات خاص فوج کی کمان لیے۔ اگر قرائن بتا رہے ہیں کہ یونانیوں کی سبھداری کا
ہونی کا شروع ہو گیا ہے۔ بدہ (۱۵۔ اگست) کو ٹیلی ہیرلڈ میں یونانی اخبار اکروپولس کے اڈیٹر نے یونانی گورنمنٹ کے کل انتظام حکومت پر
ایسا زبردست مضمون لکھا ہے کہ اوس سے زیادہ سخت ممکن نہیں تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ آئینی طرز حکومت یونان میں بالکل بیہودہ ثابت ہوئی
ہے پارلیمنٹ عہدے تلاش کرنے اور سرکاری جاری ملنے کا ذریعہ ہو رہا ہے اور ہر ایک سرکاری محکمہ اور اوسکی متفرق شاخیں مجلس وضع
قوانین صیغہ انصاف و عدالت۔ پولیس تعلیم۔ لوکل گورنمنٹ فوج بحری فوج۔ تار اور ڈاک سب کے سب رشوت اور خیانت کے
جذام سے از سر تا پا بوسیدہ اور متعفن ہو رہی ہیں بادشاہ بہتری کے لیئے کوئی کوشش نہیں کرتا کاہلی بزدلی یا خود غرضی خواہ کوئی وجہ ہو
بے غرضی تہوہ شاہ شطرنج بنگیا ہے اور محض وزراء کے احکام پر دستخط کرنیکی مشین ہے۔ مگر وہ شاہ کو ہی ملک کا نجات دہندہ تصور کرتا ہے۔ وہ
لکھتا ہے کہ اگر جمہوری ریاست قائم کریں تو وہ گویا انجام کی خود ابتدا کرنی ہوگی۔ اور موجودہ خاندان کو بدلنا صریح مشکل ہے۔ یونان کا
تخت ایسا آرام دہ نہیں کہ اوسکے لیئے کوئی امیدوار بہم پہونچ سکے۔ ہاں یہہ ضروری ہے کہ بادشاہ اوس کام کو جو اوسکے سامنے ہے
بخوبی سمجھے اور اوسکی تکمیل کے لیئے کمر ہمت چست باندھ کر جسطرح کہ اب وہ نام نہاد بادشاہ ہے پہر فی الواقع بادشاہ ہی بنے اوسکے خیال
میں یونان کو کامل تباہی سے بچانیکے لیئے زبردست اور مستعد مطلق العنان حکومت کی ضرورت ہے اڈیٹر مذکور بادشاہ کو مشورہ دیتا ہے
کہ وہ حتی الوسع ترکی سے بہت جلد صلح صفائی کر کے اپنی اندرونی نظم و نسق کے ناپاک اصطبل کو جسقدر جلد ممکن ہو صاف کرے یہہ خبر یونان
میں بہت مقتدر ہے اور امید ہے کہ وہ ابنائے ملک کو اپنا ہم خیال بنانیمیں کامیاب ہو جائیگا مگر ساتھ ہی بعض کو اندیشہ ہے
کہ انگلستان کی غیر مترقبہ اور مسلسل امداد ہمارے شاہ یونان اور ٹ پر آئیسی برابر چلتا رہیگا موجودہ مشکلات سے باہر نکلنے کا رستہ
ایسا صاف اور سادہ ہے کہ برا عظمی اخبارات مزم سے اسلئے بگڑ رہے ہیں کہ کیا وہ ایسی سیدہی بات کو بھی نہیں دیکھہ سکتا۔ یونان فقط چند دن
محال یورپین مجلس نگران کے سپرد کر دے تو تہیسلی کو ترکوں سے خالی کرانیکے لیئے کل ہی کافی رقم حاصل کر لیتا ہے۔ اسبارہ میں ٹیلی نیوز
بھی ترکوں کی حمایت کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اگر ترک تہیسلی کو یوں ہی چھوڑ دینگے تو پہر اونکو ایک حبہ بھی وصول نہیں ہوگا۔
اگر اتحاد یورپ شکست ہو گیا تو سلطان کے تہدید میں جو پہلے ہی بہت بڑھ گیا ہے۔ اور زیادہ اضافہ ہو جائیگا پال مال گزٹ کا نامہ نگار
مسٹر گرینکٹن لکھتا ہے کہ خلافت سلطان روم کی نہایت بہت بڑی طاقت ہے اور یورپین مدبرین و سفراء کو آگاہ
رہنا چاہیئے کہ اب اونکو ایسی ترکی سے سابقہ نہیں جسکی کمزوری کی روئیں مشہور ہو رہی تہیں کچھہ عرصہ سے تقریباً ہر ایک
واقعہ کسی نہ کسی طرح سلطان کے حق میں نہایت مفید پڑتا ہے اور جسطریق سے بر اعظمی اخبارات بالعموم اور جرمن اخبارات بالخصوص
سلطان المعظم کی طاقت و جبروت کی صفت ثناکر رہے ہیں اور ایکو ہندوستان، افغانستان اور مصر میں انگلستان کو کسی ایسی ایذا کا جو
وہ یورپ میں اونکو پہونچائے متوقع کرنے پر ترکی جواب دینے کی کافی قوت رکھنے پر لمبی چوڑی تحریریں لکھنے میں ایک سادہ دست

ہونیکی صورت میں بہادر عثمانیہ فوج اور خلیفۂ اسلام کی امداد اعانت نہایت ضروری ہے سلطنت عثمانیہ سے اتحاد و رفاقت کرنے کی پالیسی
کوئی نئی نہیں ہے موجودہ صدی کی تمام بڑی بڑی انگریز مدبر ولیم پٹ۔ لارڈ پامرسٹن اور مسٹر ڈسرائیلی (بیکنسفیلڈ) کی

القصہ جیسا صفحہ گذشتہ کے سر صفحہ بصد ہو کر مقابلہ کر رہے ہیں وہ طریق اسلامی دنیا میں سلطان المعظم کی اقتدار کو کس طرح کم ہونے دیسکتا ہے
تازہ ترین واقعات میں سے ایک شاہزادہ فرڈیننڈ والی بلگیریا کا اپنے تئیں قدوم سلطانی پر ڈالنے کا واقعہ ہے شاہزادہ مذکور
نہایت مدبر زمانہ شناس اور معاملہ فہم شخص ہے اسکا وزیر اعظم ڈاکٹر سٹائیلاف کا بیان ہے کہ شاہزادہ نے دیکھ لیا کہ سلطان المعظم
کی ذات بابرکات کی طفیل سلطنت عثمانیہ کا آفتاب نحوست ادبار کی ظلمت سے نکلکر پھر طلوع ہونا شروع ہو گیا ہے چنانچہ وہ
سابقہ تقصیرات کی معافی اور آئندہ کے لئے نوازشات شاہی کے شامل حال رہنے کی استدعا کیلئے فوراً پایہ عرش خلافت کو چومنے
کے لئے آستانہ علیہ کو دوڑ آگیا۔ شاہزادہ نے آسٹریا کو بھی آزما لیا ہے اور روس کو بھی۔ اور ان میں سے کسی سے اوسکی مراد
حاصل نہیں ہوئی۔ اوسے ابیقین ہو گیا ہے کہ میرا اور میرے ملک (یعنی بلگیریا۔ افسوس ہے وہی ملک ہے جسکو اب سے بیس برس پہلے
ترک اپنا کہتے تھے اور اب وہ فرڈیننڈ کا کہلاتا ہے۔ فقط) کا اسی میں بھلا ہے کہ اپنے شہنشاہ کی بارگاہ میں قرب حاصل کر لیں
بلگیریا کو مغربی تہذیب کا رنگ دینے کی بجائے مشرقی تہذیب کا نمونہ کر دوں اور خود ایک یورپین مذاق اور خیالات کا شہزادہ
بننے کی بجائے مشرقی نائب السلطنت بننا اپنا مقصد ٹھیرا دوں۔ یہی وجہ تھی جو شہزادہ کو قسطنطنیہ لیگئی جہاں اوسنے
کل اقامت کے دوران میں باعزازانہ حیثیت سے برتاؤ کیا۔ اس طرح سے اوسنے عثمانیہ قوم کو اپنا ہوا خواہ بنا لیا ہے اور سلطان المعظم سے یہ
وعدہ حاصل کر لیا ہے کہ مقدونیا کے متعلق بلگیریا کی خواہشوں کو پورا کیا جائیگا۔" ڈاکٹر سٹایلاف دعوے سے کہتا ہے کہ "شاہزادہ
فرڈیننڈ سلطان المعظم کا وفادار غلام ہونیکی وجہ سے رومانیہ و سرویا سے جنگ ہونیکی صورت میں فتحیاب ہوگا ترکی عظیم الشان
اور کثیر التعداد فوج رکھتی ہے اور جنگ کیوقت بلگیریا اسمیں ایک لاکھ بہادر اور شامل کر سکیگی جہانتک یورپ کا تعلق ہے بلگیریا اسکی
سامنے ایک بھی ذلیل نہیں ہوگا۔ شاہزادہ فرڈیننڈ یورپ کے وزیروں کے روبرو سر نیاز خم کرنیکے بجائے اپنے آقائے نعمت
نعمت سلطان المعظم کی دست مبارک پر بوسہ دینے کو ترجیح دیتا ہے۔"

وزیر موصوف کی اس تقریر پر پاؤنیر کا نامہ نگار کمال حیرت کے ساتھ اپنی طرف سے ایزاد کرتا ہے کہ "فی الواقع قوموں کی زندگی
بھی افراد کی زندگی کیطرح زمانہ کی نیرنگیوں سے خالی نہیں بیس برس ہوئے روس بلگیریا کے میدانوں کو بظاہر اوسے ترکی جوئے سے
آزاد کرانیکے لئے اپنے بہادر سے وطن کو خون سے سیراب کر رہا تھا آج اوسی ملک کا شہزادہ عبد الحمید کے قدموں پر گر کر اوسکے ہاتھوں کو
چومتا ہے اور اپنے آپ کو ترکی باجگزار کہلانے پر فخر کرتا ہے اور ادھر دوسری طرف عہد نامہ برلن کے جسکے تمام دستخط کنندگان
باستثنای معدودے چند اسوقت ترکی کے جانی دشمن تھے اکثر دستخط کنندگان (یہاں بالخصوص پرنس بسمارک سے
مراد ہے جو اسوقت ترکی اعضا کے کاٹنے میں جراح کا کام کر رہا تھا) سلطان کی مدح سرائی میں
سرگرمی کے ساتھ مصروف ہیں۔"

تتمہ حاشیہ بر صفحہ سابقہ نمبر ۴

ہی پالیسی اور رائے ہی ہے۔ یہ پالیسی پولیٹکل حالات نہیں اقتدار اور فوجی و بحری اغراض عسکریہ کی مدامی ضرورتوں پر مبنی ہے۔ لفظی اور مغالطہ آمیز رقیق القلبی و دلفاظی کی بے اندازہ سہ بے اندازہ مقدار سے بھی ہر پالیسی کی حیثیت۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے) اخبار ٹائمز میں ایک واقفکار انگریز نے فرضی نام سے ماہ ستمبر ایک چیٹھی لکھی ہے جسمیں سرحد ہندوستان کے فسادون اور اونکے بواعث پر اُسنے اچھی طرح بحث کی ہے۔ حال میں بعض اخبارات میں جو کچھہ شائع ہوا تھا کہ یوروپ کے تازہ واقعات یعنی جنگ روم و یونان وغیرہ الفساد انکا باعث ہیں۔ نامہ نگار مذکور اسکی قطعی تردید کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ اگر مسلمان انگلستان کے دشمن ہوجائیں یا عیسائیوں سے نفرت کرنے لگیں۔ اور ماد کن کے مخالف ہیں تو یہہ تغیر جاہل وحشی پہاڑی اقوام میں نہیں۔ بلکہ بر اعظم ہندوستان کے اندر مسلمان کو زبردست و زیادہ آباد شہروں میں محسوس ہوگا۔ اسکے بعد نامہ نگار صاحب نے ایک مزیدار بات یہہ لکھی ہے کہ یہہ قرین صداقت ہے کہ سلطان المعظم نے اپنے قاصد ہندوستان میں شورش پھیلانے اور امیر افغانستان کو گانٹھنے کیواسطے بھیجے ہونگے۔ لیکن اس کوشش کی ناکامی اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان ریاستوں اور سلطنتوں نے انپر کچھہ بھی عمل نہ کیا۔ خواہ یہہ نامہ نگار کوئی صاحب ہوں اور بجائے خود کیسے ہی واقفکار رہوں۔ اسمیں شک نہیں کہ اونکی اس واقفیت سے بڑھکر لیچر کوئی بات نہیں ہوسکتی سلطان المعظم کا سفیر بھیجنا تو کجا پچھلے دنوں میں سیر سید افغانی کے قسطنطنیہ پہنچنے پر جو تراش انگریزی پریس اور خصوصًا ہندوستان کے اینگلو انڈین اخبارات نے کی تھی وہ اس سے بڑھکر لیچر ثابت ہوگی جسوقت اسکی کل حقیقت کھل گئی۔ کہ نہ سلطان المعظم نے کوئی خط اپنے قلم سے لکھکر اوسکے ہاتھہ امیر صاحب کو روانہ کیا۔ اور نہ وہ امیر صاحب کیطرف سے ہی قسطنطنیہ گیا تہا بلکہ وہ ایک افغان امیر تہا کہ جو ایک زمانہ میں امیر صاحب کے مخالف مدعی تخت افغانستان کا طرفدار تھا اور ہمیں مخالف کی وجہ سے اسکو افغانستان چھوڑے ایک عرصہ گذر گیا تہا۔ یہہ افغان حج بیت اللہ کو گیا اور اپنے طور پر قسطنطنیہ بھی چلا گیا۔ حقیقت اس معاملہ کی صرف اتنی تھی جسپر ریٹر ایجنسی نے تار کے ذریعہ اطلاع دی کہ افغانی امیر سید میر صاحب کیطرف سے خاص تحفے لیکر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور سلطان نے بھی اوسکو امیر کیواسطے تحفے تحائف دیکر معہ ایک خاص اپنے قلم کے لکھے ہوئے خط کے واپس کیا ہے مگر دو تین روز بعد اس خط وغیرہ کے ارسال کئے جانیکی خبر کی تردید خود ریٹر ایجنسی نے ہی کردی اسیطرح ان نامہ نگار صاحب کی اعلیٰ واقفیت کا یہہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ آپکے خیال میں سلطان المعظم کا اپنے خاص سفیر ہندوستان کو بھیجنا قرین صداقت ہے

بہرحال یہہ چہوڑکر کہ اگر نامہ نگار صاحب سرحدی اقوام کی مذہبی واقفیت اور انکی تعلیم وغیرہ کی کمی اور عدم موجودگی پر چند سطریں وقف کرکے لکھتے ہیں کہ اسمیں تو شک نہیں کہ ان فسادوں میں بہت سا حصہ مذہبی تعصب و جنون کا ضرور ہے مگر یہہ ہرگز نہیں تسلیم کیا جاسکتا کہ حال کے واقعات یورپ کسیطرح بھی انکے محرک ہوئے ہیں یہہ مسئلہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کہ میر صاحب نے ان فسادوں کو بھڑکایا ہے۔ سرحدی اقوام جو آمادہ فساد ہیں ہمیشہ سے آزاد رہی ہیں اور اسیقدر میر صاحب کے خلاف

شدیدہ کالعدم نہیں ہو سکتی جبتک قسطنطنیہ اور اسکی دونوں آبنائیں ویسی ہی اہم رہیں جیسی کہ وہ قدیم سے چلی آتی ہیں۔
جب تک ہندوستان میں کئی کروڑ مسلمان موجود ہیں۔ اور جب تک روس ایک [illegible] صاحب مغرور فوجی طاقت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے بیع نامے جسقدر کہ ہمارے سنہ ۱۸۹۳ء میں خط سرحدی ڈیورنڈ مشن اور امیر صاحب میں قرار پا چکا ہے۔ اوسکے رو سے یہ
انگریزی سمت سرحد پر آباد ہیں۔ مزید براں عبدالرحمن خان ایک نہائت دانا اور دور اندیش مدبر ہیں جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ کن امور سے
اونکے ملک کی آزادی اور خوشحالی کو قیام رہ سکتا ہے اور وہ کبھی اوسکو معرض خطر میں ڈالنے والے نہیں۔ اس قسم کے فسادوں سے نتیجہ یہی
نکل سکتا ہے کہ انگریز امیر صاحب کے علاقہ کے قریب تر پہنچیں۔ امیر صاحب اسکو اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ اسقدر دانائی رکھتے ہیں کہ انگریزوں
کی ہمسائگت بر ان سرحدی اقوام کی ہمسائیگت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسکے بعد نامہ نگار صاحب نے ان اخبارات کی تردید کی ہے جنہوں نے لکھا تھا کہ ان
فسادوں کی وجہ گورنمنٹ کا طریق عمل نسبت چترال اور نیز عام پالیسی گورنمنٹ متعلق سرحد ہے یہ لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ اغلب ہے کہ
کہ سواتیوں کی شورش بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ ان میں جو غیر مطمئن اور شوریدہ پشت حصہ ہے وہ برٹش گورنمنٹ کے حقوق کا مخالف ہے اور
سرحدی پالیسی کا یہ پہلا اصول ہے کہ کسی پہاڑی قوم نے کبھی انگریزی طاقت کی اپنی مرضی سے متابعت نہیں کی ہے جبتک کہ حتی الامکان
اسکی مزاحمت نہ کر لی ہو اور اسکی جنگی قوت کا اچھی طرح تجربہ نہ کر لیا ہو۔ سواتیوں کو جہانتک اس زمانہ کا حافظہ کام دیتا ہے کبھی سبق
سیکھنے کا موقع نہیں ملا اور سواتیوں کے آمادہ فساد ہونیکی اغلباً یہی محدود وجہ ہے۔

آفریدی اور امیر کی نصیحت اہل افغان
اظہار البیان فی

انگلو انڈین اخبارات بھی اونٹ سے کسی طرح کم نہیں جسکی کوئی کل سیدھی نہیں بیٹھی کچھ عرصہ سے اونکو اپنے مفسدانہ
اغراض و مقاصد میں بہت کچھ کامیابی کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ انکی پالیسی جسقدر متزلزل ہے۔ اسکی نظیر شائد صفحہ ہستی پر ملنا
محال ہے۔ گذشتہ باتوں کو چھوڑ کر تازہ سرحدی فسادوں کو لیجئے پہلی پہل انہوں نے اُن کے متعلق امیر صاحب کی شرکت کے بارہ میں حلق
پھاڑ پھاڑ کر زمین و آسمان ایک کر دیئے لیکن تھا اسکے بعد ہی بادنما مرغ کی طرح اُن کے رخ بدل گئے اور امیر صاحب کی پولیٹکل اور
برٹش گورنمنٹ کے ساتھ رفاقت اور معاونت پر ثابت قدمی او وفاداری کی نسبت قسمیں کہا کر اعتماد ظاہر کرنے لگے۔ ضیاء الملت
والدین۔ اسمیں شک نہیں کہ نہائت ہوشیار مدبر او جیسا کہ خود ایک انگلو انڈین اخبار نے لکھا تھا۔ ایشیاء کے بے مثل زبردست فرمانروا
ہیں مگر ہمیں شک نہیں کہ وہ نہائت صاف گو ہیں۔ اور جو کچھ اُن کے دل میں ہوتا ہے بے کھٹکے زبان پر لے آتے ہیں ہمارے انگلو انڈین
اخبارات بفضل خدا غایت درجہ کے عصبی مزاج ہی ہیں۔ بے کھٹکا اور بندہ بشر کا یہ یوروپین ڈپلومیسی یا بالفاظ دیگر ریاکاری
کے عادی۔ انکو ایشیائی صاف گوئی اور بے ریائی سے سایہ کا بھی بھوت بنکر چمٹ جاتا ہے۔ امیر صاحب نے علاوہ سرکار انگلشیہ کو اپنے
خاص مراسلہ سے اپنی وفاداری اور رفاقت کا یقین دلانے کے عملاً بھی اپنے اعتبار اور دیانت و صداقت کو ثابت کر دیا۔ انہوں نے
جو جواب آفریدیوں کی درخواست معاونت کا دیا اسمیں انہوں نے صاف صاف اپنے دل کی سچی باتیں لکھ دیں۔ اب ہمارے لاہوری
انگلو انڈین ہمعصر کو رعشہ ہو گیا۔ وہ اب پھر وہی پرانی گت بجاتا ہے۔ کہ امیر صاحب در اصل ان فسادوں میں شریک ہیں۔ انکی باس

ہے تب تک شجاع و جانباز عثمانیہ قوم کا اتحاد انگلستان کے لئے اشد ضروری اور لازمی ہے قسطنطنیہ کی قامت کے
دوران میں امیر البحر وڈس پاشا ایلمنٹ پاشا ہمارے حال پر بڑی مہربانی کرتے ہیں۔ اول الذکر ترکی کے بہترین اور کمال

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے ... ۲ توپین فی توپ ایک ہزار گولے ۳ سے ۴ لاکھ تک بندوقیں اور بہت سا کارتوس اور گولی بارود ہے جو وہی
ان سرحدی اقوام کو گولی بارود دیتے ہیں مگر وہ اب اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنا چاہتے ہیں اسی واسطے جبکہ کوئی ذرا سی بھی شبہ
کی بات ہوئی اور فوراً بلا پوچھے وہ اپنی بے تعلقی اور بے قصوری ثابت کرنے کو تیار ہیں اور کہ اون کے مظالم کے باعث انکی رعایا ان سے سخت
متنفر ہے سردار حبیب اللہ خان آپ سے بڑھکر ہر دل عزیز ہیں ایکے علاوہ ناظرین کو معلوم ہو گا کہ درہ خیبر چونکہ آفریدیوں کے فساد کی
باعث مسدود ہے مال تجارت بھی کابل سے ہندوستان نہیں آسکتا اور خود امیر صاحب کا سامان حرب جو انہوں نے یورپ
سے منگوایا تھا اسوقت پشاور کے ریلوے گودام پر پڑا ہے اور آگے نہیں جا سکتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ امیر صاحب کا کسقدر نقصان
ہو رہا ہے لیکن لاہور کے انگلو انڈین لکھتا ہے کہ امیر صاحب نے اپنی غرض پوری کرنے کے واسطے اس نقصان کو بھی گوارا کر لیا مگر سرحدی
فسادوں کی شرکت کو ترجیح دی ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ امیر صاحب کے گذشتہ حالات ناظرین اخبارات سے پوشیدہ نہیں
ان کی طبیعت کا خود اون کے متعلقہ روزمرہ کے واقعات سے نہایت اچھی طرح اندازہ ہو سکتا ہے۔ لہذا اس انگلو انڈین کے
ان الزاموں کو مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں دی جا سکتی ذیل کے واقعات بجائے خود امیر صاحب کی نیک نیتی اور
وفاداری کے شاہد ہیں:—

کابل میں امیر صاحب کے حکم سے ایک اعلان سربانا چسپان کیا گیا ہے جو آفریدیوں کے اس ڈیپوٹیشن کے جواب میں ہے جو امیر صاحب
کی خدمت میں بالطلب امداد گیا تھا مگر جو جلال آباد سے ہی واپس کر دیا گیا تھا امیر صاحب کے اعلان عام میں اس جواب کی تاریخ
۲۲ ستمبر ۱۸۹۷ء ہے اور وہ حسب ذیل ہے:—

"تیراہ کے آفریدیوں نے اپنے اٹھارہ آدمی میرے پاس روانہ کئے تھے جن میں ملک۔ علماء اور دیگر معزز و سرآوردہ اکابر
شامل تھے ہر ایک حصہ قوم نے علیحدہ عرضی ارسال کی تھی مجھ سے امداد چاہی تھی میرے حسب حکم یہ لوگ جلال آباد میں روک لئے گئے
اور اونکی عرضیاں مجھکو بھیج دی گئیں جنکو میں نے نامنظور کیا ہے میں نے انکی عرضیوں کے جواب جلال آباد بھیجدیئے۔ تاکہ اونکو وصول کر کے
وہ واپس چلے جائیں انکی عرضیوں کی تفصیل اسطرح ہے:۔

"زمانہ قدیم سے برٹش گورنمنٹ بتدریج ہمارے ملک پر قبضہ کرتی چلی آرہی ہے۔ اور نہ صرف ہمارے ملک پر ہی بلکہ افغان علاقہ میں بھی
اور گورنمنٹ مذکور نے مختلف مقامات اور علاقوں میں قلعے تعمیر کر لئے ہیں ہم نے بہت سے موقعوں پر افغان گورنمنٹ سے اسکی شکایت کی مگر حضور
والا نے ہماری شکایتوں پر کچھ توجہ نہ مبذول فرمائی لہذا لاچار ہو کر اور اسلام اور اپنے مذہب پر ثابت قدمی کا لحاظ کر کے ہم نے فساد مذہبی
کی رہبری پر برٹش گورنمنٹ سے جہاد شروع کر دیا اور ہم نے ہر طرح انگریزوں سے اپنے تعلقات قطع کر لئے ہم نے انکو اور پر سانا کے پانچ
قلعے لوٹ لئے اور تباہ کر دیئے۔ ایک قلعہ خسواری کے پاس جہانا کہ دہن میں انگریزی علاقہ کے اندر ملک قلعہ ابلان کے پاس کوہاٹ کے

جان نثار دوستوں اور خیر خواہوں میں سے ہے۔ اور آخر الذکر قسطنطنیہ کا عام مشہور اور دلعزیز انگریز باشندہ ہے۔ ۱۴ مئی کو ہمنے محل وملہ باغچہ میں عید بیرام کا مشہور دربار نہایت عمدگی اور وضاحت کے ساتھ دیکھا۔ دربار مذکور دنیا کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے قریب ایک تھانہ تورا وادی کے پاس۔ دوسرا تھانہ کاہی کے پاس۔ ایک تھانہ نمالوچینا کے پاس۔ ایک تھانہ شمس الدین کے پاس۔ ایک چہروی کے پاس۔ ایک کے قلعہ متصل گمک۔ ایک تھانہ مینک کے پاس۔ ایک تھانہ سرامی تراب کے پاس۔ اور ایک ہندو بازار متصل بہر لسے اب لوٹ لیا اور تباہ کر دیا۔ مذکورہ بالا پہاڑ کی چوٹی پر ابھی تین بڑے قلعے ہیں جنپر ہمنے قبضہ نہیں کیا ہے۔ مگر بفضل خدائے کریم ہم انکو بھی لیکر جلا دینگے تیراہ کے تمام لوگ پہاڑ کی چوٹی پر جمع گئے اور اُسکے دامن میں کوہاٹ سے رود قربان تک علاقہ قرم میں سرحد اور کنر میں بہیلی ہوئی ہے اور یہاں کے اقوام وقتاً فوقتاً اپنے علاقوں میں علیحدہ علیحدہ جہاد کرتے رہے ہیں ہم کبھی گورنمنٹ برطانیہ کے مطیع نہ ہونگے۔ اور نہ انکی رعایا بنینگے ہم اپنے ملک کی عنان حکومت کبھی برٹش گورنمنٹ کو نہیں دینگے بلکہ اسکے برعکس ہم فرمانروائے اسلام کی گورنمنٹ کی متابعت کرنیکو تیار ہیں گورنمنٹ اسلامیہ پر واجب ہے کہ نہ صرف ہماری اغراض و مقاصد کی نگاہداشت کرے۔ اور ہماری حالت پر غور کرے بلکہ کل افغانستان کے مقاصد کی حفاظت کرے اور اوسکی حالت کا خیال کرے۔ لہذا ہم یہ اٹھارہ شخص اپنے ملک کے علماء اور بزرگ معہ اپنی عرضیوں کے حضور والا کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں ہم فی الحال سلسلہ سامانہ پر جہاد میں شریک ہیں اور مستدعی ہیں کہ جو کچھ حضور انور ہمارے حق میں مفید اور بہتر خیال فرمائیں عنایت خسروانہ سے عمل میں لائیں۔ اور خدا کے فضل وکرم سے ہم حضور انور کی ہدایت پر عمل کرینگے۔ کیونکہ ہم اپنے کاروبار کا کل انصرام و اہتمام ہر طرح بطور قطعی اور کلیتہ حضور انور کے ہاتھ دیدینگے ہم نے کوشش کی ہے کہ ہمارے اہل قوم حضور انور کی بیعت کریں اور یہی وقت ہے کہ حضور انور اپنی غرض و مقصد حاصل فرما سکتے ہیں اسوقت تمام مسلمان۔ فوجیں توپخانہ۔ اور زر ہر صورت سے حضور انور کے اختیار میں ہیں۔ اگر انگریز فتحیاب ہوں تو وہ مسلمانوں کو پامال کر دینگے۔ اس سبب سے جو کچھ امداد حضور ہمکو عنایت فرمائیں وہ ہمارے ہی حوالے کر دی جائے ہمکو امید ہے کہ اس عرضی کو ملاحظہ فرما کر حضور عالی ہمکو جواب سے ممنون فرمائینگے۔ مورخہ ۷۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۵ ہجری ؛

جواب بجانب امیر صاحب :—

میں نے تمہاری عرضیاں پڑھی ہیں۔ معلوم ہو کہ ان سب کی غرض و غائت ایک ہی ہے۔ اب میں تمکو جواباً لکھتا ہوں کہ ۱۰ سال گذرے جب میں کابل آیا تھا۔ اور تم خوب جانتے ہو کہ میں خیبر کے رستہ راولپنڈی گیا تھا۔ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ چونکہ میری دوستی تھی میں بحیثیت مہمان کے انکے ملک کو گیا تھا اور رستہ میں درہ کی دونوں طرف مجھکو تمہارے بہت سے ہم قوم ملے جنہوں نے مجھ کو سلام کیے اب جو کچھ کہتے ہو اگر سچ ہے۔ تو کیوں نہ اسوقت تمنے اس معاملہ کا مجھ سے ذکر کیا تاکہ میں جناب وائسرائے سے اسبارہ میں مشورہ کرتا ہے اسکے چند سال بعد جب سرحد طے ہو رہی تھی سر مارٹیمر ڈیورنڈ خیبر سے گذر کر کابل آئے تھے تمام سرحدی اقوام اس سے آگاہ تھیں۔ اور اونہوں خود مشن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کیوں نہ اسوقت تمہارے ملا وملک اور بزرگ میرے

(۱) کتاب قسطنطنیہ میں اس دربار کے مفصل حالات مندرج ہیں ؛—

نہایت ہی مؤثر اور کمال شاندار نظاروں میں شمار ہوتا ہے۔ محل مذکور کی بڑے ایوان میں سلطنت کی تمام اعلیٰ فوجی مذہبی ملکی اور جوڈیشل عہدہ دار اپنے ولی نعمت کی قدمبوسی کا شرف حاصل کرتے ہیں ہماری عثمان مقدس جمال کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے پاس آئے۔ جب پولیٹکل صاحب سرحد طے کرنیکو وسطی با اختیار ہوکر اسطرف آئے تھے تاکہ اسبارہ میں انکی بحث کرتا ہے اسوقت تم سب خاموش رہے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا وجہ ہے کہ تم میں اور برٹش گورنمنٹ میں ناچاقی ہوگئی ہے اب جیسا تم نے لکھا اور تمنے انکو ناراض کردیا تو تم میرے پاس آئے ہیں کاروبار سلطنت کے بارہ میں برٹش گورنمنٹ سے معاہدہ کرچکا ہوں۔ اور ابتک انگریزوں کی طرف سے کسیطرح کوئی امر خلاف ورزی معاہدہ کا نہیں ہوا۔ باوجودیکہ وہ عیسائی گورنمنٹ ہے ہم مسلمان تابع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز چاروں خلفائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ لہذا ہم کسطرح توڑ دیں قرآن شریف کی اس آیت کی نسبت تم کیا کہتے ہو جس میں لکھا ہے کہ "اپنا وعدہ وفا کرو" وعدہ وفا کرنا مسلمان کا سب سے پہلا فرض ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسوقت جبکہ مخلوق کو پیدا کیا۔ تو سب سے پہلے اس سے دریافت کیا کہ آیا میں تمہارا خدا ہوں انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا خدا اور ہمارا خالق ہے۔ لہذا حشر کے دن سب سے پہلا سوال اقرار و وعدوں کے ایفا کی نسبت ہوگا۔ مسلمان اور کافر اس امتحان سے ایک دوسرے سے ممیز ہونگے۔ لہذا تم اچھی طرح سمجھو کہ معاہدہ کا معاملہ نہایت اہم ہے میں بغیر کسی باعث یا موقع و محل کے کبھی معاہدہ سے خلاف ورزی نہ کرونگا۔ کیونکہ انگریزوں نے ابتک کبھی اس سرحد کی نسبت کوئی خلاف ورزی نہیں کی جو اس نقشہ میں درج ہے جسکو انہوں نے منظور کیا ہے پھر کیوں میں اقرار سے پھروں؟ ایسی حرکت انصاف سے بعید ہوگی۔ میں چند خود غرض اور مطلب برار لوگوں کی مشورہ سے اپنے اور اپنی قوم پر بدنامی کا داغ نہیں لگا سکتا جو کچھ تم نے اپنے ہاتھوں کیا ہے اپنی گردن پر اٹھاؤ۔ مجھکو تمسے کوئی سروکار نہیں۔ تم خود اپنے نیک و بد کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ اب جبکہ تم مشکلات اور تکالیف میں پھنس گئے ہو اور اپنا کام خراب کرچکے ہو تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری مدد کروں۔ تم اسوقت کو اپنے ہاتھ سے ضائع کرچکے ہو جبوقت یہ معاملات سدھر سکتے تھے۔ اب میں نہ کچھ لکھ سکتا ہوں اور نہ کر سکتا ہوں۔ جو ملک تمنے میرے پاس بھیجے تھے میں نے انکو جلال آباد سے واپس کردیا ہے میں نے ان میں سے ہر ایک کو ایک لنگی اور دس دس روپیہ زاد راہ کے دئیے ہیں۔ اور کابل آنیکی تکلیف نہیں دی"۔

ماسوا اسکے امیر صاحب نے پشتوں میں ایک اعلان صادر فرمایا ہے جسکی سرخی ہے "اظہار البیان فی النصیحت الافغان" اسپر تاریخ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۵ ہجری المقدس درج ہے۔ یعنے ۱۲ اگست ۱۸۹۷ء مگر جو حال ہی میں افغانستان میں شائع ہوا ہے۔ اخبار پاؤنیر امیر صاحب کی ان کارروائیوں کے برخلاف ہمارے بوکھلائے ہوئے لاہوری اینگلو انڈین معاصر کے بہت کچھ اعتماد ظاہر کرتا ہے اور صرف اس امر کی تشریح کہ یہ اعلان ۱۲ اگست کا لکھا ہوا ہے۔ اور اب شائع کیا جاتا ہے اسطرح کرتا ہے کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ امیر صاحب نے اسکی اشاعت اسوقت اسلئے ملتوی رکھی تھی کہ شاید بالائی سوات کو فساد زیادہ نہ پھیلیں گے اور خلاف ورزی اقرارنامجات کیوجہ سے اقوام کو ملامت اور لعن طعن کی ضرورت نہ پیش آئیگی۔ مگر آخر کار ملاؤں کی بھڑکانیسے

جسکا کچھ حصہ تخت پر ہوتا ہی اٹھائی ہوئی ہوتے ہیں۔ عہدہ دار باری باری سے آگے بڑھکر کورنش بجالاتے اور لباس وال کو پیشانی سے لگاتے ہیں۔ ہم قسطنطنیہ میں صرف چار دن ٹھیرے۔ اور پانچویں دن اسی کو بحر اسود اور رومانیا کے راستہ وطن کو روانہ ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ لوگ اس حالت کو پہنچ گئے کہ امیر صاحب کو انکو ملامت اور تنبیہ کرنیکی ضرورت پیش آئی۔ افغانستان کا امیر صاحب کی پٹھانوں کی نسبت کبھی اچھی رائے نہیں رہی۔ اور کہ انہوں نے سنہ ۱۸۸۰ء و ۱۸۸۱ء میں بھی اپنے مراسلہ بنام برٹش گورنمنٹ میں یہ اچھی طرح واضح کر دیا تھا۔ اور اس اعلان حال کو پڑھکر ایک امر نہایت اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ امیر صاحب کا مصمم ارادہ ہے کہ ان اقوام کو انہیں کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

مگر اخبار انگلشمین اسکے خلاف اسی لیاقت سے جو اینگلو انڈین اخبارات کا خاصہ ہے۔ امیر صاحب پر ان اقوام کو نہ صرف مدد دینے بلکہ ان تمام فساد کی تحریک کا الزام لگاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ حال ہی میں امیر نے کابل میں ملاؤں کو جمع کر کر کسی مذہبی معاملہ پر بحث کی اور اسکے بعد ان ملاؤں نے اپنے وعظوں سے یہہ شورش برپا کر دی۔ اور یہہ کہ امیر صاحب کی کتاب جہاد عام طور پر تقسیم کیگئی اور آخر میں لکھتا ہے کہ امیر صاحب کی سپاہ نے علاوہ انکی رعایا کے ہمارے دشمنوں کے ساتھ ملکر ہم پر حملہ کیا۔ اور اسوقت بھی ہزاروں کٹر افغان ہمارے خلاف دشمنوں کے شریک اور معاون ہیں اسکے بعد یہہ ایما کرتا ہے کہ شیر علی اسی کم اشتعال انگیز پالیسی پر عمل کرنیکی وجہ سے تخت سے اتار کر پھینک دیا گیا۔ مگر اب یہہ حال ہے کہ ہم مزے سے بیٹھے ہاتھ مل رہے ہیں۔ صبر کئے ہوئے ہیں اور بظاہر شکر گذار ہیں کہ امیر صاحب مہربانی فرماکر ہمارے ساتھ دوستی اور رفاقت کا اظہار فرما رہے ہیں۔ مگر یہہ امر بھی اسی ذیل میں لکھی جانی چاہئے جو ہمنے ابتدا میں ایسے خیالات کی نسبت لکھی ہے۔ اور اب ہم پاینیر خاک ڈالکر ہم اس اعلان کا بالتفصیل ترجمہ دیتے ہیں جو افغانستان میں شایع ہوا ہے:—

"اعلان منجانب امیر ضیاء الملت والدین —

تمام علماء افغانستان کو جو امیر کے علاقہ یا کوہ جبال میں رہتے ہیں":—

واضح ہو کہ مجھکو تمہارے حالات تمہاری عرضیوں سے اور نیز اپنے مخبروں سے معلوم ہوئے ہیں۔ اور مجھکو اچھی طرح خبر ہے کہ تم اپنے گھروں اور اپنے جلسوں میں کہتے ہو کہ میں نے (یعنی امیر نے) تمکو روپیہ کے عوض انگریزوں کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ اور یہہ کہ آجکل جبکہ تم میں اور برٹش گورنمنٹ میں لڑائی جاری ہے۔ میں بالکل علیحدہ ہوں اور آرام و آسائش سے بیٹھا ہوا ہوں۔ ان حالات کے لحاظ سے قرین مصلحت ہے کہ تمپر کل وقعات بالتفصیل واضح کر دوں۔ اور تمہاری باتوں کی غرض و غایت سمجھا دوں میرے تاسفند آنے سے پہلے جو لڑائی تم میں اور انگریزوں میں ہوئی۔ اسکی وجہ صرف یہی تہی کہ کوئی ایک شخص بھی تم میں اسقدر سعادتمند نہ تہا کہ انگریزوں کے اصل منشاء سے تمکو خبردار کر دیتا چنانچہ اب میں تمکو سمجھاتا ہوں کہ برٹش گورنمنٹ کا منشاء اور مقصد کیا تھا۔

"امیر شیر علیخاں کو برٹش گورنمنٹ نے اوسکے والد مرحوم امیر دوست محمد خان کے آغاز حکومت ہی میں ولیعہد سلطنت تسلیم کر لیا تھا اور ہمارے خلاف خانہ جنگی میں انگریزوں نے اُسکو مدد دی تھی مگر جب انگریزوں نے دیکھا کہ روس ہندوستان اور افغانستان کی سرحد کی طرف بڑھ رہا ہے تو شیر علیخاں کو لکھا کہ چونکہ روس کا مدعا تمہارا ملک ہے بہتر ہے کہ وہ اون کے ساتھ شریک ہو اور ملک

ہوگئی بعدہ اسکے یہ سفر خوب لطف و کیفیت سے کٹا۔ رومانوی شہر جسمیں ہم سوار ہوئے۔ اچھا وسیع اور خوب آراستہ تھا لیکن
رومانیا میں بالخصوص بخارسٹ اور آہنگری کی سرحد کے درمیان ریلوے کا انتظام اچھا نہ تھا۔ بعدہ اسکے ہمنے ایک

بھیجنا سفیر روسی کے پیشقدمی کی روکنے کا انسداد کرے مگر اُس نے (امیر شیر علیخان نے) نہ صرف انگریزی کمیشن کو افغانستان میں آنیکی اجازت
دینے سے ہی انکار کر دیا۔ بلکہ نہایت اعزاز و حرمت سے روسی قاصد کا اپنے ملک میں خیر مقدم کیا۔ اس کارروائی میں اسنے غلطی کی گو اس امکا
میں کچھ الزام نہیں کہ اوسنے افغانستان میں یورپین سفیر کی تقرری سے اختلاف کیا۔ کیونکہ ملک کی حالت ایسی ترقی یافتہ نہ تھی کہ کسی غیر
یوروپین قاصد کی سلامتی یقینی ہو سکتی۔ لہذا برٹش گورنمنٹ نے امیر شیر علیخان کی اس حرکت کو اپنی شان و اقتدار کی ہتک
سمجھا۔ اور اسکیواسطے کیفیت طلب کی۔ شیر علیخان احمق تہا۔ اور یہہ اسکی حماقت کا نتیجہ تہا کہ وہ اپنے اوپر اپنے ہاتھوں تباہی
اور بربادی لایا۔ اسکا بیٹا بہی بیوقوف تھا۔ دیں لحاظ کہ اوسنے ان شورش و فساد کے ایام میں کابل میں ایک انگریز ایجنٹ کی سلامتی
اور خیریت کی ذمہ واری اپنے اوپر لی۔ حالانکہ اوسکا افغان فوجوں اور قوموں پر بہت قابو نہ تہا۔

جب امیر شیر علیخان ترکستان کی طرف بہاگا۔ برٹش گورنمنٹ اور رعایائے افغانستان میں جنگ برپا ہوگئی۔ گورنمنٹ انگریزی کا
منشاء صرف گنہگاروں کا انتقام لیکر واپس آجانیکا تھا۔ مگر باشندگان نے بیوقوفی اور نادانی سے بغیر کسی وجہ یا سبب کے انگریزوں سے لڑائی کی
اور انگریزونکو اپنی دیا افغانوں کی اسسر زمین پر تباہی و بربادی لانیکے واسطے مجبور کیا۔ اسوقت نہایت مناسب اور دانشمندانہ طریق عمل باشندگان
ملک کیواسطے یہی تہا کہ اپنے میں سے ایک دانا اور لائق شخص منتخب کرتے۔ اور اوسکو انگریزوں کے پاس روانہ کرتے تاکہ وہ افغانوں کی
طرف سے اسطرح عرض کرتا۔ کہ جبکہ امیر شیر علیخان اور یعقوب خان ہمکو چہوڑ کر بہاگ گئے ہیں ہم بالکل بیکس و بیمددگار رہگئے ہیں
اگر انگریز ہمارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم انکی متابعت کرینگے۔ اور جہانتک ہمسے ممکن ہو سکیگا ان کے قوانین کی پابندی کرینگے
لیکن اگر ہمکو ان قوانین کی پابندی مشکل معلوم ہوگی جو فی الحقیقت بہت سخت ہیں۔ کیونکہ ان قوانین کی پابندی سے کسی خاوند کو
اپنی زوجہ پر کوئی اختیار ہی نہیں رہتا۔ تو ہم ملک کو چہوڑ دینگے اور ترکستان یا ایران میں جاکر پناہ لینگے۔ مجھکو کامل یقین ہے کہ اگر چند
ایسی تقاوؤں کی تسلی اور انکا اطمینان کر دیتے کہ انکا ارادہ در اصل ملک پر قبضہ کرنیکا نہیں ہے۔ بلکہ وہ یہہ چاہتے ہیں کہ افغانستان
کے لوگ اپنی آپسمیں سے ایک شخص ایسا منتخب کریں جو تخت پر بیٹھے۔ اور جسکو وہ انگریز بھی بادشاہ تسلیم کریں۔ شاید انگریز سردار
ولی محمد خان کو افغانستان میں فرمانروائی کا خیال کر رہے تھے۔ مگر چونکہ اوسکو ملک پر حکومت کرنیکی بالکل قابلیت نہ تھی۔ اور نہ
اتنا مادہ تہا کہ لوگوں پر قابو رکھ سکتا۔ یہہ تجویز ترک کر دیگئی۔ آخر کار میں آگیا مجھکو بخوبی معلوم تھا کہ انگریزونکو ملک پر قبضہ کرنیکی
بالکل کوئی خواہش نہیں ہے۔ اور نیز یہہ کہ میرے لوگ بھی مجھکو اپنا بادشاہ بنانے پر خوش تھے جب میں بدخشان اور رغا ابدالمیں تھا مجھکو بہت
سے خطوط عام اشخاص اور ملاؤں کیطرف سے موصول ہوئے جیسے ملا مشک عالم اخوندزادہ غزنوی حاجی صاحب۔ اور ملا آوا۔ جنمیں درخواست
کیگئی تھی کہ میں چلا آؤں۔ اور لکھا تہا کہ ان سب نے مجھکو بالاتفاق اپنا بادشاہ منتخب کیا ہے۔ جب میں یہاں آیا اور افغانستان کا
بادشاہ بنا۔ میرے دلکو یقین واثق تہا کہ امیر شیر علیخان نے نہایت غلطی کی۔ اور کہ سلطنت افغانستان کی خوشحالی و فارغ البالی یا

بازپکڑا اور بخیریت انگلستان پہونچگیا ۔

بسبت بخارہیں و ہانکے انگریزی سفیر سر جی ایچ ونڈہم سے جسنے برازیل کے دارالخلافہ ریوڈی جنیرو میں ایک نازک موقعہ پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے تنزل کا انحصار تمام تر برٹش گورنمنٹ پر منحصر تھا ۔ اور چونکہ ممالک دیگر سے جیسے کہ روس ۔ جرمنی ۔ ترکی ۔ فرانس اٹلی وغیرہ سے افغانستان کو امداد نہیں پہنچ سکتی ہیں نہایت قرین مصلحت اور دانشمندی سمجھا کہ انگریزوں کو ہر طرح یقین دلا دیا ۔ اور انکا اطمینان کر دیا تاکہ وہ ملک پر قبضہ نہ کریں ۔ بلکہ اگر کبھی کوئی دشمن ہمارے خلاف کھڑا ہو تو اوسوقت ہماری مدد اور حفاظت کریں چنانچہ یہی بواعث ہیں کہ میں نے انکے ساتھ حد بندی طے کی ۔ جو بفضل خدا ایکے بخیر سر انجام ہوگئی ۔

" چونکہ تم اپنے بادشاہ کے حق میں صادق نہیں تھے اور تم نے سردار محمد ایوب خاں کو قندہار کی شورشوں اور فسادوں کے دنوں میں خط لکھے تھے مجھکو اسوقت یقین ہوگیا تھا کہ تم امن و آرام سے خاموش نہ بیٹھوگے پہلے تو تمنے مجھکو اپنا بادشاہ بنایا ۔ اور جب تمکو ایوب خاں نظر آیا تم بے ایمان ہوگئے ۔ تم جانتے ہو کہ محمد جان اور عبدالغفور آخوندزادہ نے اپنے باغیانہ حرکات خمیانہ اٹھایا ۔ اور یہی حشر عصمت اللہ خاں غلزئی کا ہوا تمنے بہت سی حرکات ناروا اور ناجائز سرزد ہوئی تھیں اسکے بعد ملا مشک عالم کے بیٹوں اخوندزادوں نے تین لاکھ کا جری لشکر جمع کیا ۔ اور سرحد غزنی پر علم بغاوت بلند کیا ۔ اور شنواری ابتک بھی بخوبی پوری پوری امن سے نہیں بیٹھے ۔ اور کامل طور پر زیر نہیں ہوئے :—

" چونکہ میں تجربہ سے سیکھ چکا ہوں ۔ کہ تم نہ صداقت پر کان دھرتے ہو اور نہ اہم اور ضروری معاملات کا لحاظ کرتے ہو میں نے بجائے کارندوں و ریاست کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لیا اور تم سے نہ کسی کام میں صلاح لی اور نہ مشورہ کیا ۔ اور نہ کسی امر پر تمہاری طلب کی جب سے میں نے عنان حکومت سنبھالی ہے میں حتی الامکان کوشش کرتا رہا ہوں کہ تمکو دانا بناؤں ۔ اور تمیز و اخلاق سکھلاؤں مگر میری تمام کوششیں رایگاں گئیں ۔ اور مجھکو تمھاری طرف سے قطعی مایوسی ہوئی :—

" جب سر مارٹیمر ڈیورنڈ حد بندی کے معاملات طے کرنیکے واسطے کابل آئے ۔ انہوں نے مجھکو باجور ۔ مہمند ۔ باشندگان سوات اور تیراہی آفریدیوں کے اکابر اور عام اشخاص کیطرف سے خط دکھلائے جن میں لکھا ہوا تھا کہ ہم انگریزی حکومت میں آنے اور برٹش گورنمنٹ کی متابعت کرنیکے واسطے تیار ہیں اب تم خود ہی کوئی اور بے طرفداری کی نظر سے دیکھو کہ جب میں خود تمہارے تحریری خطوط دیکھ چکا ہوں جن میں تم نے انگریزی حکومت کے زیر تحت آنے کی رضامندی ظاہر کی ہے آیا میں غلطی کر رہا ہوں کہ تمکو انگریزی علاقہ سے متعلق سمجھتا ہوں کیا جو کچھ خود تمنے کیا ہے اسکا کچھ بھی علاج ہے ؟ ـــــ

" عمرا خاں ۔ معزول خان جندول انگریزوں کا دوست تھا جب وہ کابل میں آکر پناہ گزین ہوا میں نے اس سے مہربانی و شفقت کا برتاؤ کیا اور میں نے اس سے ایکدن سر دربار دریافت کیا کہ کیوں برٹش گورنمنٹ کے خلاف لڑتے تھے جبکہ تمکو معلوم تھا کہ باجور کے لوگ اور شاہ اسلام کا تمسے سلوک نہیں مگر وہ خاموش رہا ۔ اور اسنے کچھ جواب نہ دیا ـــــ

" اب میں افغانستان کے تم سب ملاؤں اور اہل اقوام سے خطاب کرتا ہوں اور تمکو آگاہ کرتا ہوں کہ سب سے پہلے تم نے خود

اپنے ملک کی قابل قدر خدمت کی تھی میری دلچسپ گفتگو ہوئی۔ رومانیا کا ملک سرسبز اور باامن حالت میں دکھائی دیا۔
ترکی سے اوسکے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں۔ ترکی کے تمام سابقہ صوبوں میں سے رومانیا یقیناً سب سے شائستہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے اپنی مرضی سے ہتیار رکہہ کر اور وظائف قبول کر کے انگریزوں کے ساتہہ متابعت کا اظہار کیا۔ اور پہر بلا کسی وجہ کے تم نے ایک فقیر کی تحریک پر جسکو حسب مناسب بادشاہ اسلام بہی آگاہ نہیں ہے فساد برپا کیا اور بغاوت پہیلادی۔ اور چونکہ تم نے یہہ بغاوت اور فساد پہیلاتے وقت مجہسے مشورہ نہیں کیا۔ یہہ بہی انصاف نہیں کہ اب تم مجہپر الزام دو۔

دوسرا ایک ملک کے لوگوں اور اہل قوم کو چاہئے کہ اپنے تمام کاروبار اپنے بادشاہ کے حوالے کردیں۔ اور اوسکو اختیار دیدیں کہ وہ جو کچہہ اُن کے مفید مطلب مناسب سمجہے کرے۔ تم نے کب اپنے معاملات و کاروبار میری فہم و اختیار کے سپرد کردئے ہیں کہ جو کچہہ میں نے تمہارے واسطے مفید سمجہا نہیں کیا۔ جیسا کہ قاعدہ ہے ہر ایک افغان خواہ وہ بوڑہا ہو یا جوان۔ اپنے آپ کو بادشاہ سمجہتا ہے۔ اور کوشش کرتا ہے کہ انگریزیا بادشاہ اسلام کے ساتہہ براہ راست بغیر کسی ذریعہ یا واسطہ کے اپنے معاملات طے کرلے۔ اور بادشاہ کو اپنی کارروائیوں سے بالکل مطلع نہیں کرتا۔ تم نے اکثر گورنمنٹ برطانیہ کو کہا ہے کہ "ہم آزاد مطلق العنان ہیں۔ شاہ وقت کا ہمپر کوئی اختیار نہیں۔ اگر ہماری ہمالمرکچہہ امیر کو تم دیتی ہو۔ تو وہ عطیہ فوراً روک دو۔ کیونکہ ہم کسی شخص کے زرخرید غلام نہیں ہیں" اب تمہارا بادشاہ اسلام کے ساتہہ کیا تعلق و واسطہ رہگیا جو اوسکی شکایت کرتے ہو؟ چونکہ تم خود بادشاہ ہو۔ خود ہی اپنے معاملات طے کرلو جب یہہ باتیں تمہارے دل میں ہیں تو کیا تمکو شرم نہیں معلوم ہوتی ہے جب تم آپس میں باتیں کرتے ہو کہ انگریز ہمکو آ رہے ہیں۔ اور امیر تمہارا خیال و تمہاری پرواہ نہیں کرتا ہے تمکو تو ایسی عمر کا بادشاہ چاہئے جو تمہاری احمقانہ مثال کی تقلید کرے۔ تم خود تو گدہے۔ اور بیل ہو۔ مجہکو کیا ضرورت پڑی ہے کہ تمہاری خاطر اور طرفداری کر کے میں خود تباہ و خراب ہوں ہے۔ اب بہی اگر تمکو پسند ہو تو اپنے آپکو قطعی میرے اختیار و سپرد کر دو۔ اور میں انشاء اللہ تمہارے معاملات برٹش گورنمنٹ کے ساتہہ قابل اطمینان طور پر طے کردونگا۔ تمہارے لوگ ہمیشہ میری علاقہ و غیر شورشیں اور فساد برپا کرتے رہے ہیں۔ مگر میں انکو معاف کرتا رہا کیونکہ وہ مسلمان ہیں۔ مگر برٹش گورنمنٹ کبہی ان افغان اقوام کو سزا دینے سے نہ چوکے گی جو اوسکی مخالفت میں اٹہی ہیں۔ اگر ملاؤں کے دل میں انصاف کا کچہہ بہی خیال ہوتا تو وہ کبہی اپنے بادشاہ سے نہ بہاگتے۔ تم ان شورشوں اور فسادوں کو جہاد یا غزا کیوں کہتے ہو؟ جہاد کا وقت (صحیح) آجائیگا۔ اور جب آئیگا اوس وقت تمکو اعلان کردیا جائیگا۔ اگر تم اس موقع پر بہادری اور مردانگی سے کام لوگے۔ تو میں نہایت خوشی سے تمکو مذہبی پیشوا تسلیم کرلونگا۔ مگر جہاد کی سب سے پہلی شرط شاہ اسلام کی شرکت ہے۔ لہذا تعجب ہے کہ بادشاہ تو انگریزوں کے ساتہہ دوستی اور یگانگت کے تعلقات رکہتا ہے۔ اور تم جہاد جہاد چلا رہے ہو! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم خود مطلق العنان بادشاہ ہو! اور اپنے اوپر تمکو کسی بادشاہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اسی طرح کا واقعہ فرانس میں تیس سال ہوئے پیش آیا تہا۔ جبکہ لوگوں نے اپنے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی۔ اوسکو تخت سے اتار دیا۔ اور لنڈن بہیجدیا جہاں وہ مرگیا۔ میں نہ ہی معاملات میں تمہارے کبہی دخل نہ دونگا۔ نہ تمکو تمہاری اغراض و مقاصد کی تکمیل میں مانع آؤنگا بشرطیکہ یہہ تمام باتیں مذہب کے مطابق ہوں۔ مگر موجودہ فسادوں

اور منتظم حاکم ہیں۔ اسکی وجہہ یہہ ہی کہ ایک تو وہاں زبردست طبقہ امراء موجود ہی اور دوم یہہ کہ خوش قسمتی سی او سپر ایک عقلمند اور صاحب دماغ (جرمن) خاندان حکمران ہی :۔ +۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے اور شورشوں کا مذہب سی کچھہ واسطہ نہیں ہے کیونکہ مسلمان اور بہت سی خوانین اور اہل قوم انگریزوں کی طرفدار ہیں اور اونکی مدد کر رہی ہیں جب تم خود ہی اونکی مدد کر رہی ہو تو میں کسطرح متہم ہوں؟۔

"تمہاکو بخوبی معلوم ہی کہ تم آپ میں برٹش گورنمنٹ کی خلاف فسادوں اور شورشوں کے وجوہات حسب ذیل بیان کرتی ہو

اول۔ ابتداء حکومت برطانیہ میں برٹش گورنمنٹ نی یہہ عہد کیا تہا کہ سوات کا ملک اخوند زادہ سوات کو معاف رہیگا۔ اور اس مطلب کا عہدنامہ تحریر ہو گیا تہا مگر اس معاہدہ کو خلاف ملک قبضہ کر لیا گیا۔ اور جب قبضہ کر لیا گیا تو انگریز افسروں نے رشوتیں لینا شروع کر دیں۔ اور ہماری عورتوں کی عصمت خراب کرنے لگی :۔

دوم۔ جو انگریزی فوج چترال کی مہم کی موقع پر چترال گئی تھی اسکا نام "چترال کی واسطے امدادی فوج" رکھا گیا تہا یعنی وہ فوج جو قیدیوں کو رہا کرنیکی واسطے جاتی تھی۔ جب ہمنی اسکا حال سنا ہم سمجھی کہ انگریزونکا منشا ہماری ملک پر قبضہ کرنیکا نہیں ہی۔ وہ ہمارا ملک خالی کر دینگی۔ اور کہ اونکی مرضی صرف قیدیونکو رہا کرنا تھی۔ مگر جب فوجیں چترال میں داخل ہوئیں برٹش گورنمنٹ نی اوس پر قبضہ کر لیا۔ اور راس میں ایک سڑک کھدوا دی :۔

"میں تمکو واضح کر دیتا ہوں کہ چترال پر قبضہ کرنیسے برٹش گورنمنٹ کی غرض محاصل بڑہانا یا ٹیکس لگانا نہیں ہی۔ اسکی صرف یہہ خواہش ہی کہ ملک کی آبادی بڑہی اور خود اوسکو استحکام ہو تاکہ آئندہ کبھی اگر روس حملہ کری تو یہہ ملک سد راہ ہو۔ انگریزوں نے ان دیہات سوات کی محاصل بھی واپس کر دئی ہیں جنپر (واقعی) اونہوں نے قبضہ کر لیا تھا +۔

"صاف صاف تو یہہ ہی کہ میں تمکو یقین دلاتا ہوں کہ انگریز افغان اقوام کی رسوم و رواج اور عادات سی بالکل ناواقف ہیں۔ اگر میں انگریزونکی جگہہ ہوتا۔ تو میں نہایت آسانی سی یہہ تمام معاملات طی کر دیتا۔ کیونکہ یہہ صاف ظاہر ہی کہ ہر ایک شخص اپنی قوم کی عادات و حالات بہ نسبت غیروں کی اچھی طرح جانتا ہی۔ میری واسطی یہہ کام ہرگز مشکل نہ ہوتا۔ میں نی سنا ہی کہ ۱۸۵۷ء کی غدر ہندوستان میں جان نکلسن نی جو اسوقت پشاور کا ڈپٹی کمشنر تہا افغانوں کی مدد سی دہلی کو فتح کیا تہا اسنے اپنی نیک مصلحت اور دانائی سی اس ملک کی لوگوں کو دل ہاتھہ میں لی لیا تہا اس قبائل و سوات میں بہی ہوتے اسوقت کرنیل جیمس نے جو پشاور کا ڈپٹی کمشنر تہی تمام معاملات بہ موافقت اطمینان سی طی کر دئی ان کی فریب وجہ تہی کہ سابق کی کمشنر افغان قوم کی عادات رسومات و اطوار سی بہت اچھی طرح واقف تھی اور انکی (افغانوں کی) جہالت و حماقت باتونکا کچھہ خیال نہ کرتی تھی +

"مختصر یہہ ہی کہ مجھکو تمہاری کاروبار سی کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہی اور نہ تم سی کچھہ سروکار ہی کیونکہ مجھکو تم پر اعتماد نہیں یہہ سمجھہ بہا کہیں شیر علیخاں کی طرح بیوقوف ہوں۔ کہ تمہاری خاطر دوسروں کو تکلیف دوں اور اون سی جھگڑا کروں۔ تمہاری اصل غرض یہہ ہی کہ مجھکو انگریزوں سے بھڑا دو۔ اور اگر میں ایسی حماقت کر بیٹھوں۔ تو مجھ کو یقین ہے کہ تم دور سی بیٹھے تماشہ دیکھو گے۔ میری طرف سی کوئی امید نہ رکھو" + :۔

فصل بست و چہارم

انعقاد صلح

جرمن افسر کہتاہے۔ عہدنامہ التوائے جنگ کے طے ہوتے ہی دول یورپ نے مذاکرات صلح شروع کردیئے جنمین شش دول عظام بہی شریک ہوئین۔ مگر جس سرعت سے محاربہ کے نتایج ظہور پذیر ہوئے تہے اوسیقدر کام اون کا نہ تہا جن میں نام و نشان تک پایا جاتا تہا۔ پہر بہی جاوکر یہ ولی علاقون نے ترکی عساکر کی فاتحانہ پیشقدمی کو روک کر یونان کو اپنے قدموں پر کہڑا کردیا۔ آسان نہ تہا اونہون نے جلدی اس حجت پر کی تہی کہ ترکی اور یونان مین پہر صلح کرانا ایک ایسا معاملہ ہے جس سے دول یورپ کا تعلق ہے۔

فاتح نے صلح اپنی فتح کی قدر و منزلت بخوبی معلوم تہی جو شرایط صلح پیش کین دول نے اون کی نسبت فوراً کہدیا کہ یہ منظور نہین ہوسکتین۔ دول ترکی کو تہسلی کا صوبہ اور ہی حدود جو ۱۸۸۱ع مین تہین ترکی کو واپس نہین دلاسکتین۔ ایسا کرنا صورت قبل از جنگ کو قایم رکہنے اور نیز دول کو اس اعلان کے جو محاربہ کے شروع مین کیا گیا تہا برخلاف ہوگا۔ کہ فاتح کو کوئی علاقہ نہین ملیگا۔ تاوان کی دس ملین پونڈ تاوان جنگ لگاتا تہا جو دول نے زیادہ بتایا۔ اور کہا کہ نہ ترکی کا واقعی اسقدر روپیہ خرچ ہوا ہے اور نہ یونان رقم ادا کرسکتا ہے۔ آخر بہت بڑی چہوڑی بحث کے بعد شرایط صلح کیلئے یہ بنیادی اصول قایم کیاگیا کہ باب عالی یونانی فوجون کی شکست و تاراج کے انسداد اور نیز فوجی اغراض کیلئے سرحد کی ترمیم کا مطالبہ اور ہرجانہ تاوان جنگ کا مطالبہ کرنیکا حق ہے جو اوسکو واقعی اخراجات و نقصانات کے مساوی اور اس قدر ہو کہ یونان اوس کے ادا کرنیکی استطاعت رکہتا ہو۔ بالآخر ترکی نے یہ بہی منظور کرلیا کہ اگر اون معاہدون کی جو محاربہ کیوجہ سے کالعدم ہوگئے ہیں از سر نو تجدید کرنے کی ضرورت ہوگی تو وہ رعایتین جو سابق مین دول نے یونان کو دلائی تہین یا بحال و برقرار رکہی جائینگی۔

ترکی توسیع علاقہ کے مطالبہ سے دست بردار ہونیکا نام نہ لیتی تہی مگر آخر دول اوسے اس بات پر رضامند کرلینے مین بمشکل بسیار کامیاب ہوگئیں۔ اور سلطان المعظم نے اس موقعہ پر بہی اپنی از حد درجہ عالی ہمتی اعتدال پسندی اور عقلمندی کا کافی

۱؎ جرمن مورخ سے غلطی ہوگئی ہے۔ اعلان یہ تہا کہ حیثیت ترکی کو کچہ فایدہ نہین اوٹہانے دیا جائیگا۔

۲؎ یہ صاف ظاہر ہے کہ سلطان المعظم کو اس مطالبہ سے دست بردار ہونا سخت ناگوار گذرا ہوگا مگر وہ اپنی دانشمندی سے دبا کو اپنے تاوان مین نہین جو محض اپنی ضد یا امنگ کو پورا کرنیکے لئے یا تہوڑے سے نفع پر مصر ہونے سے یورپین گرگون کو کہل کہیلنے کا موقعہ دیدین۔ ہر محب قوم اور پرجوش عثمانی کیطرح وہ بہی دل سے چاہتے تہے کہ مفتوحہ علاقہ واپس نہ دیں لیکن جب اس اصرار کو ملک کے حق مین مضر پایا تو اوس سے ہٹ گئے۔ باب عالی کی حکمت قدمی اور دول کے زور اور ان امور کی کیفیت ناظرین کو اوس ضمیمہ سے جسمین مفصل واقعات درج مین معلوم ہوجائیگی تاہم اس موقعہ پر اخبار ٹیمس کی چند تحریرین جو آخر جولائی کے پہلے دو تین ہفتون مین شایع کین یہان درج کردیجاتی ہین تاکہ ناظرین کو یہ معلوم ہوسکے کہ

ثبوت و بکر سرحد کی جزوی تصلیح و درستی پر قناعت کرلینا منظور فرمالیا۔ اس درستی سے ترکی کو صرف چار سو مربع میٹر (یعنے چار سو ساٹھ مربع گز) زمین واپس ملتی تھی لیکن چونکہ تمام سرحدی درے الصفانہ سے سلطان کے قبضہ مین چلے جاتے تھے فوجی لحاظ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سلطان اعظم نے اپنی طرف سے کیسی کوششین تھسلی کو حاصل کرنیکی کین۔ مگر دول یوروپ کی ایماداری سے آخر مجبور ہو گئے ٭

استغاثہ سلطان وجواب شہنشاہ آسٹریا ٭

۔ جولائی کو سفرائے دولتہائے یوروپ نے موافق ہدایت اپنی اپنی گورنمنٹون کو سرحد تھسلی کے قایم کرنے کی نسبت بتکرار مطالبہ سابق توفیق پاشا کے پاس ایک متفقہ یادداشت روانہ کی جس کا مضمون حسب ٹیلیگرام اخبار سٹینڈرڈ حسب ذیل تھا۔

"باب عالی کیجانب سے ترمیم سرحد تھسلی کے متعلق ہنوز کوئی قطعی فیصلہ نہین کیا گیا ہے۔ لہذا مکرر لکھا جاتا ہے کہ جو سرحد باغراض جنگی فوجی اٹیچیون نے تجویز کی ہے۔ اور جسے باب عالی مین پیش کیا ہے۔ دول عظام یوروپ ایسی تجویز کو منظور کرتی ہین۔ اور اسی بناء پر دول نے اتفاق کر لیا ہے۔ کہ دولت عثمانیہ کو یقین دلایا جائے کہ ہمنے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ان مزاحمتوں کا استیصال کر دین جن کے سبب سے صلح مین تاخیر ہو رہی ہے جو منفیٔ اغراض یوروپ ہے"

مذکورہ بالا یادداشت متفقہ کے وصول ہونیکے بعد سلطان المعظم نے سلاطین یوروپ کے پاس استغاثہ تجدیداً بلا واسطہ روانہ کیا۔ اور اس مین جدید سے جدید سامان پیش کیا اور بمعارضہ کیا۔ سلاطین وپریزیڈنٹ فرانس کیطرف سے جو جوابات آئے وہ بالکل ایک سے ہین سلطان کو یہ صلاح دی کہ تجویز پیش کردہ سلاطین کو تسلیم کر لیا جائے۔ فرانسیس جوزف آسٹریا نے سلطان المعظم کے ایک خاص استغاثہ پر جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے:۔

"جو خالص اور وفادارانہ اتحاد مجھکو حضرت والا سے حاصل ہے۔ اور جس کے سبب سے حضرت اعلیٰ موجودہ حالت مین مجھسے جایز استغاثہ فرماتے ہین۔ اوسی کی رو سے میرا فرض ہے کہ مین آپ کی ذاتی بہتری۔ اور نیز یوروپ کی بھلائی کے خیال سے صلاح نیک دون۔ کہ جہان تک جلد ممکن ہو سفرائے دول یوروپ کے شرائط پیشکردہ کی بنیاد پر آپ یونان کے ساتھ صلح کرلین یعنے لشکری اٹیچیون کی کمیشن کے ذریعہ سے جو سرحد تجویز ہوئی ہے اوسے منظور فرمالین"

اعلیحضرت امیر المومنین کے خیالات دربارہ قبضہ تھسلی

اخبار سٹینڈرڈ مورخہ ۹ جولائی اپنے نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ کے حوالہ سے سلطان المعظم اور اونکے مشیران رہنمایان کے ایک اعلیٰ عہدہ دار کی گفتگو جس کے بالکل درست ہونیکی وہ ذمہ داری اٹھاتا ہے درج کرتا ہے۔ نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ ہم توقع پر اعلیحضرت ظل اللہ نے بخلاف اپنی معمولی احتیاط اور کم گوئی کے بخلاف نہایت ہی زور الفاظ استعمال کئے اور صاف تسلیم کر لیا کہ ہم ولین ہمیشہ لڑائی کے خواہان تھے مگر باقی یوروپ کی تمام اعلان جنگ سے مجتنب تھے کہ مبادا وہ بھی اس حرب کی عام آتش زدگی کی زد مین آجائے۔ ہم اپنے اور نیز اپنے مشیرون کے جوش کو اس وقت تک

سے یہہ اضافہ بہی نہایت بیش قیمت تہا۔
کل عثمانیہ قوم نے عہدنامہ صلح کی اس دفعہ کی جو مخالف ملت اور مضر حمیت کی وجہ بیجا تہی اوسکی آنکہوں سے یہہ دیکہکر خون کے آنسو ٹپکے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ہے برابر روکے رہے جبتک کہ ہم یونان کو بالکل علیحدہ کرنیمیں کامیاب نہ ہوگئے۔ اور اس امر کو متیقن کرلیا کہ ہمکو صرف اکیلے یونان سے لڑائی کرنی پڑیگی جب یہہ مدعا حاصل ہوگیا تو ہمنے اپنی فوج کو پیشقدمی کے لئے حکم دیا۔ اب فتح پاجانیپر یورپ ہمکو ملک یا روپیہ دلانیسے انکار کرتا ہے مگر ہم تا بہ امکان اسکو کبہی منظور نہیں کرینگے مجہے کس چیز کا ڈر ہے یورپ کی سر شش دول عظام جب (یونانی کریٹ) وہوس اور اوسکی دو ننہے آنہائی گیروں کو نہیں دباسکیں تو وہ میری تین لاکہہ فاتح فوج کے برخلاف جو رومیلیا میں موجود ہے کیا کرسکتی ہیں؟۔ فرض کرلیا کہ وہ ہمپر دباو ڈالنے کی خواہشمند ہیں۔ مگر یہہ تو بتائیں کہ اس کام کا بیڑہ کون اٹہائیگا" اس موقعہ پر سلطان المعظم نے کاغذوں کے ایک ڈہیر پر جو اونکے سامنے میز پر پڑا ہوا تہا ہاتہہ رکہکر ارشاد فرمایا "یہہ دیکہو یورپ کے کل دار الخلافوں سے جو اطلاعیں موصول ہوئی ہیں وہ میرے سامنے پڑی ہیں جب دباؤ ڈالنے کی تجویز پیش کیگئی تو ایک طاقت نے کہا کہ میں اس معاملہ میں کارروائی کرچکی ہوں۔ اور زیادہ کچہہ نہیں کرنا چاہتی دوسری نے جواب دیا کہ ہمارے سامنے بالکل تاریکی پہیلی ہوئی ہے۔ (یعنی ہماری عقل اب کوئی کام نہیں کرتی) اور میں اندہیرے میں آگے بڑہنا پسند نہیں کرتی۔ تیسری نے کہا کہ میں تو سب کی رفاقت کے لئے یہاں تک بڑہی چلی آئی ہوں۔ لیکن اگر یہہ کہو میں یونانیوں کے لئے اپنی رعایا کے خون کا ایک قطرہ بہی گراؤں تو یہہ مجہے منظور نہیں۔ اسی طرح کے باقیماندہ دولتوں کے جواب تہے۔ بس میں پہر یہہ سوال کرتا ہوں کہ کون ترکوں کو تہسلی سے باہر نکالیگا؟۔ میں وہاں موجود ہوں۔ اور وہیں رہونگا"

مخاطب نے جب ادہم پاشا کی نسبت کوئی اشارہ کیا تو خلیفۃ المسلمین بول اٹہے "ادہم بیوقوف تہا کہ اوسنے پہاڑوں کی چوٹیوں کو نوک سنگین فتح کرنے پر وقت ضایع کردیا۔ اوسکو درّوں میں سے گذر کر میدانوں کیطرف بڑہجانا چاہئے تہا۔ اوسکے پاس یونانیوں کی نسبت تگنی فوج تہی۔ اوسے یونانی فوج کو گہیرے میں کرلینا اور اب سے بہت عرصہ پہلے اتہنز میں موجود ہونا چاہئے تہا۔ لیکن خیر۔ وہ اب بہی وہاں جاسکتا ہے میں نے اوسے چند دن انتظار کرنیکا ارادہ کرلیا ہے۔ اگر اوس وقت بہی میرے مطالبات نہ مانے گئے تو میں آگے بڑہنے کا حکم دیدونگا۔ اور اتہنز کے شاہی محل سے من مانتی شرطیں قبول کرواونگا۔ فی الفور حملہ کردینے کیلئے سب سامان بالکل تیار ہے" اسکے بعد امیر المؤمنین نے اس مضمون کو چہوڑکر ارشاد فرمایا "چہہ طاقتوں میں سے دو طاقتیں بیشک فی الواقع مخالف ہیں۔ مگر میں اونکا مقابلہ کرنیکے لئے تیار ہوں" پہر ایک چہوٹا سا لفافہ اٹہاکر جو برلن سے آیا تہا روسی سرحد پر جرمن فوج کی مختلف نقل و حرکت کی تفصیل بیان فرمائی" یعنی ظاہر فرمایا کہ وہ دونوں طاقتیں جن میں سے ایک اس اشارہ سے واضح ہوتا ہے کہ روس ہے اگر مخالفت سے باز نہ آئیں تو جرمنی کی فوجیں ہماری تائید میں روس پر حملہ آور ہونے کے لئے ہمہ تن تیار ہیں۔

امیر المؤمنین کے خیالات کے ساتہہ ہی ایک عام مشہور عثمانی مارشل کی رائے جو آسٹریا کے ایک اخبار میں شایع ہوئی ہے بیان کردینی نامناسب نہ ہوگی۔ مارشل موصوف جو غالباً غازی عثمان نوری پاشا شیر پلیونا ہیں اپنی رائے ظاہر فرماتے

رہے تھے کہ ٹرکی اپنے ہی ایک سابقہ صوبہ کو اتنی بہادر جانیں گنوا کے پھر فتح کرے اور پھر اوسی او سپر قابض نہیں رہنے دیا جاتا ــــ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ لکھے ہیں کہ اگر ترکی گورنمنٹ بعض یورپین طاقتوں کے دباؤ میں آکر تہسلی کو خالی کردیگی تو تمام سلطنت میں ایک تباہی برپا ہوجائیگی عثمانیہ قوم اور فوج کی دلی منشا ہے کہ تھسلی جسے اونہوں نے اپنے بہادر سپاہیوں کا خون گراکر فتح کیا ہے اس امر کی کفالت میں اونکی پاس رہے۔ اونکا خطاب ہمسایہ پھر کبھی سر نہ اوٹھائے اور اونکی سرحد میں خلل نہ ہو پیشتر اوسکے کہ ہم تہسلی کو برضاء و رغبت چھوڑدیں یہہ ضروری ہے کہ خون ہماری رگوں میں خشک ہوگیا ہو اور ہم بالکل مردہ ہوگئے ہوں۔ ایک اور اعلیٰ ترکی عہدہ دار کے الفاظ ہیں کہ یونان نے ہمکو تہسلی میں داخل ہونے پر مجبور کیا۔ اور اب اپنی قوم کے دباؤ کی وجہ سے ہم وہاں رہنے پر مجبور ہیں۔ کیا یورپ ہمکو اوسکی چھوڑنے پر مجبور کرسکتا ہے؟ ہم عثمانی جان اور زندہ رہنے کیلئے نہیں لڑتے بلکہ اپنے مذہب کے لئے شہید ہوتے ہیں“ اسی نامہ نگار نے دوسرے ہفتہ لکھا

”سلطان عبدالحمید ابھی تک برابر تہسلی پر اڑے بیٹھے ہیں۔ اور اسلئے یورپ کی طاقتیں اور اخبارات بڑی زور شور سے اونکو پند و نصیحت کررہے ہیں بعض اوقات اس قسم کی علامتیں پائی جاتی ہیں کہ حضور ممدوح پر اوسکا کچھ اثر ہوگیا ہے لیکن یہ اثر قوۃ سے فعل تک نہیں پہونچتا۔ یہ بات بڑے وثوق سے مشہور کی گئی ہے کہ سلطان المعظم یورپ کا کہا ماننے کو تیار ہیں لیکن اسکے آثار بدستور سابق بالکل ناپید ہیں بلکہ اسکے عین برعکس رائے قایم کرنی پڑتی ہے کہ اگر یہی دول متفق ہوجائیں اور پھر وہ ملکر اونکو تہسلی سے باہر نہ کریں تو وہ وہاں رہنے کا مصمم ارادہ کرچکے ہیں۔ آج یہہ افواہ مشہور ہے کہ سلطان سخت متخائف ہورہے ہیں تو دوسرے دن سننے میں آتا ہے کہ وہ اپنی ضد پر بدستور قایم ہیں اور سوا اپنی شرائط کے اور کسی شرط پر صلح کرنا نہیں چاہتے۔ افواہیں خواہ ہر روز بدلا کریں یہہ صاف ظاہر ہے کہ سلطان المعظم کے افعال ایسی ہی روش پر ظاہر ہورہے ہیں جن سے واضح ہورہا ہے کہ وہ تہسلی کو چھوڑنیکا نام نہیں لینا چاہتے چند دنوں کی بات ہے ادہم پاشا قسطنطنیہ کو طلب کئے گئے تھے طلبی کا مدعا یہہ مشہور ہوا تھا۔ کہ وہ دار الخلافہ کی فوج کے اعلےٰ کمان افسر مقرر کئے جائینگے تاکہ شرائط صلح کے طے ہوجانے پر جب فوج تہسلی سے واپس بلائی جائیگی تو اگر وہ دار الخلافہ میں فساد کرنے پر مائل ہو تو اوسکا انتظام کریں۔ اسوقت فی الحقیقت کل اختیار فوج کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ یورپ کی پیش کردہ شرائط کے سخت مخالف ہے جب فوج تہسلی سے واپس بلائی گئی تو اوسکا زیادہ حصہ گھروں کو جاتا ہوا قسطنطنیہ سے گذریگا۔ اور اندیشہ ہے کہ وہ اپنا غصہ عیسائیوں پر نکالنا شروع نہ کردیں۔ مگر ادہم پاشا تہسلی کے وسط میں ہی پہونچے تھے کہ اونکو واپس چلے جانیکا حکم پہونچگیا۔ سلطان المعظم یہ بخوبی جانتے ہیں کہ اگر عیسائیوں کا قتل عام ہوا تو یورپ کی طاقتیں کل باہمی رشک و رقابت کو بالائے طاق رکھکر فی الواقع اونکی مخالفت پر کمربستہ ہوجائینگی۔ اسلئے وہ ایسے امر کے ظہور پذیر ہونیکو روکنے کے لئے بہت کوشش کرتی رہتی ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی عام خیال ہے کہ اگر دول یورپ زبردستی کرکے پہلے سلطان المعظم پر دباؤ ڈالا تو وہ اوسکے جواب میں عیسائیوں کو ضرور قتل کرادیں گے چند ہفتوں سے کثیر التعداد مسلمان اضلاع ملحقہ سے دار الخلافہ میں داخل ہورہے ہیں۔ اور یہ کئی دفعہ مشاہدہ میں

فریقین کے متضاد دعاوی سے ایسی گڑبڑ پڑ رہی تھی کہ کسی پولیٹیکل بحث مباحثہ مین پہلے کبھی ویسی نہ پڑی تھی۔
مقدونیہ۔ اپائیرس اور تہسلی کی البانوی آبادی کے تیور بگڑ جانیسے ترکی گورنمنٹ کے راستہ مین سخت مشکلات مزید پیدا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) آتا ہے کہ شہر مین کہین بھی ذرا سا ہلڑ مچنے پر بہت بڑا انبوہ لٹھیون سے مسلح فوراً اس موقعہ پر اسطرح سے جمع ہوجاتا ہے کہ گویا اوسے ایسا کرنیکے لیئے حکم دیا گیا ہے۔ جو ترکی افسر فرلو رخصت پر گئے ہوئے تھے اونکی رخصتین منسوخ کردیگئی ہین۔ اور ایتھنز پر پیشقدمی کرنیکے لیئے سامان تیار ہے۔

(اس کے بعد نامہ نگار لکھتا ہے کہ خود سلطان المعظم کا منشا ہے کہ یوروپ اونپر دباؤ ڈالے۔ تاکہ اونکو تہسلی چھوڑنے اور فوج کی واپسی کا بہانہ مل جائے۔ مگر اوسکی یہ تحریر اور خیالات جنکی کئی دفعہ تردید ہوچکی ہے۔ ایسی لغو اور بے بنیاد ہین کہ انکو نظر انداز کیا جانا چاہیے)

کریٹ کے متعلق وہ تحریر کرتا ہے کہ سلطان المعظم نے وہان اپنی فوج بھیجنے کا ارادہ ظاہر کرکے دنیا کی توجہ کو تہسلی کیطرف سے ہٹانیکی کوشش کی ہے۔ مگر یوروپ نے اس تجویز کو پسند نہین کیا۔ یونانی مفسدین کے اغوا سے کریٹ مین پہر سخت بدامنی پھیلنے کا اندیشہ ہوگیا ہے۔ اونکی شرارتین اس حد تک بڑھ گئی ہین کہ خود چند سرغنہ اونکے برخلاف ہوگئے ہین۔ دول یوروپ نے سلطان کی تجویز کے جواب مین انکو اطلاع دی کہ کریٹ کی بجائے فوجکو ممالک محروسہ کے دیگر حصص مین بدامنی کو روکنے کیلیئے رکھنا زیادہ مفید ہوگا۔ اسپر اعلیحضرت نے دول کو آگاہ کیا کہ کریٹ مین مسلمانون پر بہت ظلم ہو رہا ہے۔ اور اونکی کماحقہ حفاظت نہین کیجاتی۔ پس اگر اسبارہ مین کوئی اصلاح نہ ہوئی تو ہمکو اونکی حفاظت کیلیئے بیڑہ جہازات روانہ کرنا پڑیگا۔ ایسا کرنیمین سلطان کو یہ مشکل درپیش ہوگی۔ کہ اونکے پاس کوئی بیڑہ ہی نہین ہے (بیڑہ مذکور کی روانگی مین بعض انگریزی اخبارات کہسیانے ہو کر طرح طرح کے حاشیئے چڑہا رہے ہین کہ وہ رستہ ہی مین غرق ہوجائیگا۔ اور وہ سمندر مین چلنے کے قابل نہین۔ یہ یقین ہے کہ نامہ نگار کی اس غلط فہمی کو دور کرکے اسے جتا دیا ہوگا کہ بیڑہ خواہ کمزور ہو یا مضبوط۔ مگر اوس کا کچھ وجود بہر حال ضرور ہے۔ انگریزی اخبارات کی چوٹون کا جواب دینا فضول ہے۔ ترکی بحری طاقت پر ہم کئی دفعہ باتفصیل لکھ چکے ہین اور ہمارے ناظرین کو غالباً یہ بہی یاد ہوگا کہ باغیان کریٹ پر جب متفقہ بیڑون نے سب سے پہلی دفعہ گولہ باری کی تہی۔ تو دو ترکی آہن پوشون نے سب سے زیادہ حصہ لیا تھا۔ علیٰ ہذا اور یہ بھی مشتبہ ہے کہ کیا اونکے پاس جزیرہ کو فوج بھیجنے کیلیئے باربرداری کے جہاز بہی کافی موجود ہین یا نہین (جنگ یونان کے موقعہ پر دو لاکھ فوج ایشیائی ساحل سے جہازون پر ہی یوروپین ساحل کو پہنچائی گئی تہی اس سے باربرداری کے جہازون کے کافی یا ناکافی ہونیکا بخوبی پتہ مل رہا ہے۔) تاہم اگر باب عالی دس ہزار فوج جس کی بھیجنے کا ارادہ اوس نے ظاہر کیا ہے جزیرہ مین اتارنے مین کامیاب ہوگیا۔ تو موجودہ حالت بلاشک و شبہ اور بھی زیادہ خطرناک ہوجائیگی۔ جرمنی کا اخبار فرینک فرٹر زیٹنگ جس کو موجودہ تنازعہ مین سب سے واثق ذریعہ سے اطلاع پہونچتی رہی ہے۔ لکھتا ہے کہ انگلستان اور روس کے سفراء کے سوا باقی سفیر باب عالی کے اس ارادہ کے مخالف نہین ہین۔ جواد پاشا سابق وزیر اعظم جو ایک دفعہ پہلے کریٹ کے گورنر جنرل رہ چکے ہین۔ اچانک قسطنطنیہ سے روانہ ہوگئے ہین۔ اور عام خیال ہے کہ وہ جنگی کمانڈر کے عہدہ کا اہتمام لینے کیلیئے کریٹ کو گئے ہین جزیرہ کے مسلمان پچھلے دنون سے نہایت دلیر ہوگئے ہین۔ اور اگر جواد پاشا جزیرہ پر اترنے اور وہان اپنا تسلط قائم کرنے مین کامیاب ہوگئے تو مسلمان

ہو گئی تہین - البانوی رؤسا علانیہ روز افزون بغلدو پر جوشی کے ساتھ تہسلی کے الحاق کا مطالبہ کر رہے تہے - اور یہ دہمکی دیرہے تہی کہ اگر اوسے پہر یونان کے حوالہ کر دیا گیا تو ہم سلطنت کی متابعت چہوڑ دین گے - اونکا بیان تہا کہ محاربہ مین زیادہ تر البانوی سپاہ کی ہی قوت بازو اور شجاعت سے فتوحات حاصل ہوئی ہین - اور اس سے البانویون کو مسئلہ تہسلی کے تصفیہ کے متعلقہ مباحثہ مین اپنی رائے پیش کرنے اور اسپر غور کرانے کا کامل استحقاق حاصل ہو گیا ہے - اس کے ساتھ ہی یہ خبرین موصول ہوئی ہین کہ دس ہزار نجوبی مسلح ارنوط اپنے مطالبات کی عدم شنوائی کی صورت مین جب تک ایک متنفس باقی رہے - شمالی البانیا مین لڑتے رہنے کا عزم بالجزم کرکے مرنے مارنے پر تیار کہڑے ہین - اسی وقت البانوی رؤسا کا ایک ڈیپوٹیشن بہی قوم کی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) - اور یہی دلیر ہوکر امیر البحرون کی متابعت سے سرکش ہو جائین گے جن کو اب وہ ویسی ہی حقارت کی نظر سے دیکہنے لگ گئے ہین جیسے کہ کریٹ والے روس کی موجودگی کے زمانہ مین عیسائی انکو دیکہا کرتے تہے زمانہ نگار کی تحریر سے تو ایسا پایا جاتا ہے کہ جاوید پاشا گویا ایک حملہ آور کی حیثیت مین کریٹ کو گئے ہین اور جزیرہ کے اصل مالک دول یورپ کے امیر البحر ہین یہ چال بازی دیا تنا جزیرہ مین داخل ہونہین کامیاب ہو گئے ہین اور انہون نے اپنا تسلط بہی قایم کر لیا اب دیکہئے جزیرہ کا اصل مالک کون ثابت ہوتا ہے۔

بعض کی روایت ہے کہ دول یوروپا اس حلہ پر پہونچ گئی ہین کہ ترکی کو مجبور کرنیکے طریقہ پر بحث شروع ہو گئی ہے لنڈن مین کل (۱۵ جولائی) وزراء نے جلسہ کرکے اس مضمون پر غور کیا تہا کہ کونسا مخالفانہ طریق اختیار کیا جائے - اس ہفتہ لوگون کی یہ عام رائے رہی ہے کہ کل طاقتین دباؤ مین شریک نہین ہونگی - یہہ کام روس - انگلستان اور غالباً فرانس کے سپرد کیا جائے گا - ایک اخبار لکہتا ہے کہ روس باسفرس کے دہانہ کو - انگلستان ڈارڈنیلز کو - فرانس سمرنا کی بندرگاہ کو - اور آسٹریا سالونیکا ریلوے کو روک لے گی جس سے تہسلی کی ٹرکی فوج کو ہر قسم کی کمک اور رسد پہونچنی بند ہو جائے گی - اور ترکی کو خواہ مخواہ تہسلی کو خالی کرنا پڑے گا - مگر دیگر اخبار اسکی تردید کرتے ہین - اور لکہتے ہین کہ دول ابہی ایسی تفصیلی بحث پر نہین پہونچین -

رومینیا اور ٹرکی مین معاہدہ ہو گیا ہے - کہ بلگیریا کے ساتھ جنگ ہونے کی صورت مین ایک سلطنت دوسری کی اعانت کریگی - کہا جاتا ہے کہ یہ اتحاد جرمنی کی سعی و کوشش سے ہوا ہے - رومینیا کچھ عرصہ سے اتحاد ثلاثہ (اٹلی - جرمن اور آسٹریا) مین داخل ہو چکا ہے - اب اس اتحاد سے ٹرکی کو بہی اتحاد ثلاثہ مین داخل سمجہنا چاہئیے جس کا فوری اثر یہہ ہوگا - کہ یہہ تینون سلطنتین سلطان کے برخلاف کسی جابرانہ کارروائی مین شریک نہ ہونگی - اور غالباً یہی وجہ ہے کہ شہنشاہ آسٹریا نے سلطان المعظم کے تار کے جواب مین جو خط لکہا تہا اوس مین گو یہہ ظاہر کر دیا گیا تہا کہ یوروپ کی شرائط کو قبول کرنے مین خود سلطان المعظم کا فایدہ ہے مگر خط کا لہجہ اور پیرایہ نہایت ہی نرم اور آشتی آمیز تہا - اعلےٰ حضرت نے ہر شش دول عظام کے فرمانرواؤن

خواہشات اور معروضات کو سلطان المعظم کی خدمت میں عرض کرنے کے لئے قسطنطنیہ پہونچا یا۔ ایپائیرس میں بھی چار ہزار مسلح البانوی موجود تھے۔ جو نام و پیام مصالحیہ کی سست رفتاری سے سخت بیچین بجیین اور برافروختہ ہو رہے تھے۔ یہہ لوگ وہ البانوی مجاہدین تھے جنکو لڑائی میں کام دینے کے لئے اسلحہ دیدئے گئے تھے۔ اون کی غضب آلودگی کے نتائج سے متخوف ہو کر اون سے ہتھیار لے لینے کی کوشش کی گئی مگر اونہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا۔ کہ جب تک ہمارے مطالبات منظور نکرلئے جائینگے کبھی ہتھیار نہیں دینگے۔ ان اظہارات غیظ و غضب سے قسطنطنیہ کے باشندوں پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ کیونکہ اس معاملہ میں البانوی اکیلے نہ تھے۔ بلکہ تمام فوجی اور اکثر ترک باشندے بھی اس بارہ میں اون سے بالکل متفق اور سیحی یورپ کی بہابرانہ کارروائیوں سے سخت غضب آلود ہو رہے تھے۔۔۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ اور پریسیڈینٹ کو ایک ہی مضمون کے تار بھیجے تھے۔ سب سے پہلے شہنشاہ آسٹریا کا جواب موصول ہوا جس کو باب عالی نے فوراً مشتہر کر دیا۔ جس پر دوسرے بادشاہوں نے بھی اوسی انداز میں کمال ملاطفت سے جواب دیا۔ روس کی بابت البتہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اوس کا جواب کسی قدر سخت تھا۔ اور کہ روسی سفیر ایم نیلیڈوف نے جو عنقریب قسطنطنیہ سے بدلنے والا ہے۔ وزیر اعظم سے ملاقات کر کے تخلیہ تھسلی پر بعجلت زور دیا تھا۔ جس کے جواب میں عالیجناب پاشا صدر اعظم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ترکی اوس وقت تھسلی کو خالی کرے گی۔ جب کہ روس قارص اور باطوم کو جو اوسی نے ۱۸۷۷ کی جنگ کے بعد برلن کی عہدنامہ کی رو سے لئے تھے واپس کر دے گا۔ ایم نیلیڈوف کی نسبت مشہور ہے کہ ایم زینوف روسی سفیر متعینہ سٹاک ہولم (دار السلطنت سویڈن) ابھی اون کی جگہ نہیں آئے گا۔ اور تصفیہ صلح تک نیلیڈوف ہی روسی سفیر رہینگے۔ ترکی فتوحات سے فقط ترکی ہی قدر و منزلت میں اضافہ نہیں ہو گیا۔ بلکہ اعلیٰ حضرت امیر المومنین کی لیاقت خداداد کا بھی ایک زمانہ معترف ہو گیا ہے۔ وہی اخبار جو حضور ممدوح کو ارمنیوں کے قتل عام کا بانی مبانی قرار دیکر اون کو سفاک اور قاتل کے ناموں سے پکارتے تھے اب دول یورپ کا اون کو ترکی بہ ترکی کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتا دیکھکر اون کی حکمت عملی اور ڈپلومیسی میں بے نظیر قابلیت اور اون کی بیعدیل راسخ العزمی اور استقلال کی صفت و ثنا کر رہے ہیں۔ اور ارمینیوں کے قتل عام کے واقعہ کے متعلق اون کا ذکر خیر نہایت ہی نرمی اور مہربانی کرتے ہیں۔ اور یقین کامل ہے۔ کہ اگر موجودہ کشمکش میں بھی جو ترکی اور دول عظام میں ہو رہی ہے خلیفۃ المسلمین یورپین طاقتوں سے بازی لیگئے۔ اور آخر الذکر کو کھلم کھلا یا بالواسطہ طور پر ہی زک ملگئی تو حضور ممدوح کل دنیا کی نگاہوں میں ہر دلعزیز اور محبوب ہو جائینگے"۔

ورنیو لا مذاکرات صلحیہ کا خرک لنگ اتنا ن خیز اں آگے بڑہا جارہا تھا تہسلی کو قبضہ کر تعفیہ کو بعد اب تاوان جنگ کی مقدار پر جھگڑا ہو رہا تھا اسپر خوب پر جوش اور گرما گرم بحثیں ہوئیں کسی کی رائے دوسرے سے نہ ملتی تھی اگر ایک مشرق کو جاتا تھا تو دوسرا عین مغرب کو۔ آخر خدا خدا کر کے اس مسئلہ کا بھی ادس خاص کمیشن کی رپورٹ کی بنا پر فیصلہ ہو گیا جو شش دول عظام نے معاملات مال کے مبصروں کی اس غرض کے لئے قایم کی تھی کہ یونان کسقدر تاوان جنگ ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ ترکی مطالبہ کو گھٹا کر چار ملین پونڈ کی رقم کافی قرار دیگئی۔ ترکی کا اس مطالبہ کو کہ اوس نے یونان کو جو امتیازات[1] سابقہ عہدناموں کے ذریعہ سے عطا کر رکھی ہیں اونہیں منسوخ کر دیا جائے اصولاً اور نیز اس بنا پر کہ اس سے نامناسب اور بری نظیر پیدا ہوتی ہے۔ دونوں باتوں کے لحاظ سے قطعاً مسترد کر دیا گیا۔

---

[1] امتیازات یا کیپیچولیشنز کی مجمل کیفیت پہلے مذکور ہو چکی ہے اور تاریخ خاندان عثمانیہ میں انکی مفصل توضیح کر دیگئی ہے تاہم اس موقعہ پر بھی یہہ بتا دینا بیمحل نہ ہوگا کہ یہہ بعض اون مراعات کا نام ہے جنکو یکے بعد دیگرے تمام فرمانروایان سلطنت عثمانیہ ان بیرونی سلطنتوں کے باشندوں کے باب میں ملحوظ رکھتے آئے ہیں جنہوں نے ترکوں کی عملداری میں سکونت اختیار کی ہے یہہ رعائتیں قرن اوسط سے اب تک چلی آتی ہیں۔ اور ابتدا میں مثل ان کے مغلوں نے انگلش سیاحوں کے حق میں عطا کی تہیں یہ محض تجارتی رعائتیں تہیں۔ بمامتداد ایام و زوال سلطنت عثمانیہ ہندوستان کیطرح ترکی میں بہی وہ عہدنامجات کے برابر گرانقدر ہوگئیں اور ترکی سے زبردستی بمعاوضہ ان دوسری سلطنتوں کی حفاظت ترکی یا دوسری باتوں کے جو آن کی بابت دعوی کرنے کی قوت رکہتی تہیں حاصل کیجانے لگیں۔ ان رعائتی حقوق کی بموجب جو مراعات ملحوظ رکہی جاتی ہیں وہ یہہ ہیں۔ بہ استثنی کسٹم کے علاوہ محصول اسٹم کے ادا۔ جو بیرونی اشخاص غیر منقولہ جائداد رکہتے ہوں تو ٹیکس اراضی سے) ترکیہ میں رہنے سے اون کی وطنی سکونت کے حق کا ضائع نہونا اور لوکل عدالتوں کے اختیار سماعت سے اونکا بری رہنا۔ یہہ آخری رعائت البتہ مستثنیات اور حدود کی پابند ہے اور اوسکی تفصیل بہت طول طلب اور پیچیدہ ہے بس اسقدر کہنا کافی ہے کہ اجنبی اشخاص کے حق میں اس رعائت کی ہوتے ہمیشہ طرح طرح کے جھگڑے بالخصوص مصر میں جہاں انکی وجہ سے شالاثی عدالتیں مقرر کرنا پڑیں پیدا ہوا کرتے ہیں اور قبل اسکے بار ہا مختلف ملکوں کے باہم انکی وجہہ سے پیچیدگیاں واقع ہوئیں فی الحال جو سلطنتیں یہہ رعائتی حقوق رکہتی ہیں انکے نام یہہ ہیں یعنی یورپ میں فرانس اطالیہ انگلستان جرمنی آسٹریلیا روس ہالینڈ۔ سویڈن ڈنمارک بلجیم پرتگال اور یونان اور نئی دنیا میں ممالک متحدہ امریکا و برازیل سر الفرڈ ملنر سابق نایب وزیر مال مصر و حال گورنر کیپ کولونی اپنی کتاب مصر و انگلستان میں ان مراعات کی نسبت حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

ابتدا میں جو رعائتی حقوق عطا کئے گئے وہ اصل میں معاملات کی حیثیت سے نہیں بلکہ زیادہ تر مراعات کی حیثیت سے دئیے گئے تھے اس زمانہ کے سلاطین ترکی نہ تو مغرب کی عیسائی سلطنتوں کو اس قابل سمجہتے تہے کہ ان کے ساتھہ برابری کا برتاؤ کیا جاتا اور نہ انکا خاص منشا یہہ تہا کہ جو رعائتیں وہ عطا کریں ان کے معاوضہ میں اسی طرح کی رعائتیں دوسری سلطنتوں میں ان کے ساتھہ کیجائیں جن کے بدوست خود مختار فرمانرواؤں نے ابتدائی رعائتی حقوق عطا کئے تہے تو وہ اس خیال پر مسکراتے

یہہ مشکلات دور ہوئی ہی تہیں کہ نام و پیام کو قطعی تصفیہ میں نئی نئی رکاوٹیں پیدا ہو گئیں - یہہ رکاوٹیں پہلی مشکلات سی بہی زیادہ شدید تہیں کیونکہ وہ تو صرف محاربہ کے فریقوں کے باہمی اختلاف کیوجہ سی تہیں - اور یہہ رکاوٹیں خود دول کے باہمی اختلاف رائے سے پیدا ہوئی تہیں - یہہ اختلاف اسقدر بڑہ گیا تہا کہ خود اتحاد یورپ میں خلل پڑجانیکا اندیشہ ہو گیا تہا - اور یہہ ظاہر ہے کہ اس اتحاد کے بغیر معاملہ کے سلجہنے کی بمشکل امید ہو سکتی تہی -

بڑا اختلاف اس امر پر تہا کہ ایکطرف جرمنی یہہ کہتی تہی کہ عہدنامہ میں ایسی دفعہ درج کیجائے جو ترکی کو تاوان جنگ کے مل جانیکی ضمانت و کفالت دیتی ہو - اور ساتہہ ہی یونان کو سابقہ قرضخواہوں کے اغراض کی بہی حفاظت کرتی ہو تاکہ انہیں حالات متغیر شدہ سے نقصان نہ پہونچے - دوسریطرف انگلستان کسی ایسی شرط کے اندراج کو جس سے تہسلی پر ترکی فوج کا قبضہ طوالت پکڑتا ہو قطعًا پسند نہیں کرتا تہا - آخر کئی مہینوں کے مباحثوں اور تبادل آراء کے بعد دونوں ملکوں میں سمجہوتہ ہو گیا جو دوسری طاقتوں نے بہی منظور کر لیا - اور اوسکے مطابق عہدنامہ میں دفعہ درج کر دیگئی - جرمنی نے اپنی مطالبہ کی مناسب تعمیل کیلئے یہہ تجویز پیش کی تہی - کہ جب تک تاوان جنگ ادا نہ ہو جائے - یونان کے صیغہ مال کی نگرانی ایک خاص حد تک ایک مشترکہ یورپین کمیشن کے سپرد کر دیجائے اور دول تاوان کی ادائیگی کی ذمہ واری اٹہائیں - فیصلہ تجویز مذکور کی منظوری پر ہوا -

یونانی گورمنٹ اس فیصلہ سے بہت بگڑی - اور یونانی اخبارات نے شور و غل برپا کر دیا کہ دول یورپ کو ملک کے اندرونی معاملات میں ہرگز دخل دہی کی اجازت نہیں ملنی چاہئی - ادہر جیسا کہ اوپر لکہا گیا ہے - ٹرکی کی فوجیں تہسلی کو چہوڑ دینے کی شرط پر سخت آشفتہ و برہم ہو رہی تہے - مزید برآں نام و پیام صلحیہ کو کہٹائی میں ڈالنے کے لئے اور کئی خفیہ سازشیں اپنے کام میں مصروف تہیں - مگر باینہمہ آخر سفراء دول کے ایک اجلاس میں شرائط صلح کا تصفیہ ہو گیا - ابتدائی عہدنامہ صلح مرتب ہو گیا - اور جلالتمآب سلطان المعظم نے اوسے بلا تامل منظور فرمالینے سے اوس تردد و اضطراب و بیچینی کا خاتمہ کر دیا جو اس طول طویل بحث و مباحثہ سے جسکے دوران میں گو عملًا جنگ ملتوی تہا مگر رواجًا دونوں فریق بدستور برسر جنگ تہے پیدا ہو رہی تہی اس معاہدہ پر بمقام قسطنطنیہ ۱۹ ستمبر ۱۸۹۷ء کو دستخط ہوئے - مذاکرات صلحیہ برابر چار مہینے ہوتے رہے جس عرصہ میں سفراء دول اور ٹرکی کے وکلاء نے شرائط پر یکے بعد دیگری بحث کرتے رہکر آخر اونکا تصفیہ کر لیا - اور سفراء کی بحث نا اتفاقی ہو جانیکے بیشمار خطرات عدیدہ کے بعد آخر ٹہکانے لگی - اور اونکی مساعی کا کامیابی پر خاتمہ ہوا -

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کے لگتے کہ جو رعائتیں وہ قریب قریب حقارت کی نگاہ سے دیکہہ رہے ہیں وہ کسی وقت ان کے جانشینوں کی کمزوری اور سخت پریشانی کی باعث ہو جائیں گی دنیا کی سب سے بہاری سلطنت کا معدودے چند بیرونی ملک کے تاجروں کو اپنے شاہانہ اختیار کی کوئی جزو اپنی خوشی اور مرضی سے دیدینا اوسی بات ہے - ان تاجروں کی ملکی گورمنٹیں بہت ہی دور از مقامات پر واقع تہیں اور ان ایام میں بمقابلہ ٹرکی کے بالکل ہی ضعیف تہیں اور اسوجہ سے ذرا بہی گمان نہ تہا کہ جو حقوق اسوقت دیئے گئے تہے اونکی تعمیل ایسی سخت پابندی کے ساتہہ چاہی جائیگی اور یہہ بالکل وہم امر ہے کہ وہی سلطنت ضعیف او زوال پذیر ہو گئی - اور اب اسکو بیشمار تعداد کے ان غیر ملکی باشندوں کا سامنا کرنا پڑا جو ایسے حقوق سے مسلح ہیں"-

اور ابتدائی عہدنامہ صلح کا مضمون بجنسہ حسب ذیل ہی -

چونکہ یونان نے اپنے غرض کی فلاح وبہتری اور اپنا نیک وبد دول کے ہاتھہ میں دیدیا اور بادشاہان اونکی ثالثی کو منظور کرلیا سفراے دول کی وکلا اور وزیر خارجیہ توفیق پاشا کی باہمی رضامندی سی مندرجہ ذیل شرائط قرار پائی ہیں -

(۱) حدود اون خطوط کے مطابق جو نقشہ منسلکہ پر دکہائے گئے ہیں - اور نیز اوسکی تشریح کنندہ عبارت کے مطابق درست کیجائیگی - موقعہ پر جنگی مصالح کی لحاظ سی متفقہ فیصلہ سی اون خطوط میں سلطان کی حق میں خفیف تغیر وتبدل کیا جاسکیگا ایک مشترکہ کمیشن جسمیں دونوں طاقتوں کی قایم مقام[1] اور تمام سفارتوں کی فوجی وکلا شامل ہونگی حدود کی تعیین کریگی یہہ کمیشن اس معاہدہ پر دستخط ہونیسی پندرہ دنکی اندر قایم کیجائیگی - اور تنازعہ مسایل کثرت رای سے فیصل ہونگی -

(۲) یونان ٹرکی کو چالیس لاکہہ ٹرکی پونڈ بطور تاوان[2] جنگ ادا کری - اور ادائیگی کے لئی ضمانتیں دی یونان کی صیغہ مال کی نگرانی کی متعلق ضوابط آیندہ مرتب کئی جائینگے -

(۳) یونان کی رعایا کو محاربہ سی پہلے ٹرکی میں جو حقوق وبرآت اور رعائتیں حاصل تہیں وہ بدستور قایم رہینگی -

(۴) اس موجودہ عہدنامہ کی تصدیق سی پندرہ دنوں کی اندر یا اوس سی بہی پہلی یونانی وکلا جنکو اختیارات مطلوبہ دئی گئے ہونگی قطعی معاہدہ صلح کی شرائط کی انعقاد کی لئی عثمانیہ وکلا سے مذاکرہ کرنیکی لئی قسطنطنیہ پہونچ جائینگے - معاہدہ مذکور موجودہ عہدنامہ کی بناء پر مرتب ہوگا - اور اوسمیں موجودہ عہدنامہ کی علاوہ مندرجہ ذیل معاملات کی متعلق بہی شرائط عہد وپیمان کیا جائیگا - قیدیوں اور اسیران جنگ کا تبادلہ - فریقین کی خطاکار رعایا کو عام معافی - اضلاع مفوضہ کی باشندوں کو نقل وطن کی آزادی ہونا - قزاقی کی بیخکنی کی تدابیر - اور جو نقصانات رعایا عثمانیہ کو محاربہ سی پہونچی انکی معاوضہ کی تعیین -

(۵) انکی ساتہہ ہی مندرجہ ذیل مسایل کی متعلق تین ماہ کی اندر تصفیہ کرلینی کی غرض سی نامہ وپیام شروع کئی جائینگے - (الف) ۱۸۵۶ء میں ٹرکی اور یونان کی درمیان جو عہد وپیمان ہوا تہا اوسکی بنا پر شہریت اور رعیت بننے کے مسئلہ کی نظام کی لئی جدا عہدنامہ تمہیدی کیا جائیگا - (ب) شرط مندرجہ دفعہ ۳ کی بنا پر یونانی قونصلخانوں اور ترکی عدالتوں کی تعلقات کی ترتیب ودرستی کی لئی علیحدہ ابتدائی عہدنامہ تیار کیا جائیگا[3] - (ج) اون جرایم کی متعلق جو کسی ایک ملک کی باشندی اپنی ملک میں کر کی دوسری سلطنت کی علاقہ میں بہاگ جائیں بنیادی عہدنامہ مرتب کیا جائیگا -

---

[1] ترکی قایم مقاموں میں اعلی افسر سیف اللہ پاشا تہی -

[2] ایک لاکہہ پونڈ کی رقم تاوان کی علاوہ رعایا سلطانی کی نقصانات کا معاوضہ مقرر کیگئی تہی -

[3] اس ابتدائی عہدنامہ کی بنا پر قطعی عہدنامہ مرتب کرنیکی لئے اکتوبر ۱۸۹۷ء تک ہر دو سلطنتوں کی وکلا قسطنطنیہ میں اجلاس کرتی رہی تہے - اب عنقریب قطعی معاہدہ مرتب ہوجانیوالا ہی -

(٦) اس دفعہ میں تھسلی سے ترکی فوجکی واپسی اور خالی کردہ علاقہ کو یونانی ملکی حکام کو سپرد کردینے کے متعلق شرائط درج کی تحریر کیا گیا۔ کہ انکا بھی قطعی تصفیہ نہیں ہوا۔

(٧) اس عہدنامہ پر دستخط اور اوسکی تصدیق ہوجانیسے بعد فی الفور یونان اور ٹرکی میں پھر سابقہ تعلقات قائم ہوجائینگے۔ اور دونوں ملکوں کی رعایا پوری آزادی سے بلا روک ٹوک ایک دوسرے ملک میں سفر و سیاحت کرسکے اور رہائش رکھ سکیگی۔ اور جہاز رانی کی بھی فریقین کو پوری آزادی مل جائیگی۔

(٨) جب تک پھر باضابطہ قونصل دونوں ملکوں میں مقرر نہوں قونصل خانوں میں عارضی ایجنٹ مقرر کیے جائینگے۔ اور وہ دول کی حمایت ونگرانی میں جنہوں نے محاربہ کے دوران میں یونانی رعایا کی اغراض کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا اپنے فرائض سرانجام کرینگے جب تک محولہ بالا عہدناموں کو وہ خاص کمیشن جو دفعہ پانچ کے منشاء کے مطابق قائم کیجائیگی مرتب نہ کرے اور اون عہدناموں کو قانونی جواز و استحکام حاصل نہ ہوجائے عثمانی و یونانی رعایا کے تمام ایسے باہمی تنازعات عدالتی کے متعلق جو اعلان جنگ سے پیشتر سے دائر ہوں۔ اوس قانون ضابطہ کے مطابق کارروائی کیجائیگی جو محاربہ سے پیشتر نافذ تھا۔ اور تنازعات مابعد کے متعلق قانون بین الاقوام کے اصولوں کے مطابق اوس معاہدہ کی بناء پر کارروائی کی جائیگی جو ٢٦۔ فروری اور ٦ مئی ١٨٩٦ء کو سرویا اور ٹرکی میں ہوا تھا۔

(٩) نامہ وپیام اور مذاکرات کے دوران میں اگر اختلاف پیدا ہوجائیں تو مسائل متنازعہ خواہ وہ فریقین میں سے کسی کے متعلق ہوں سفراء دول کی خدمت میں جو بحیثیت ثالث کام کرینگے پیش کیے جائینگے اور انکا فیصلہ قطعی اور ناطق ہوگا۔ سفرا بحیثیت ثالث باہم ملکر خواہ براہ راست خواہ متعلقہ سلطنتوں کے خاص کلاء کی شرکت سے یہہ کام سرانجام دینگے۔

(١٠) یا تعالی دول سے اوس تجویز کے متعلق غور کرنیکی درخواست کرنیکا استحقاق کو محفوظ رکھتا ہے۔ جو اون فرمانوں کی تغیر و تبدل و ترمیم کے متعلق ہوگی جو ٢٤ مئی ١٨٨١ء کے عہدوپیمان کی شرائط کے مطابق صادر کیے گئے تھے یہ فرامین سواء اوس قدر حصہ کی جسکی موجودہ عہدنامہ سے ترمیم ہوگئی ہے۔ برابر نافذ رہینگے۔

(١١) یہہ عہدنامہ بغرض منظوری جلالتماب سلطان المعظم کی خدمت میں پیش کیا جائیگا۔ یہہ منظوری ایک ہفتہ کے اندر مل جائیگی۔ اور اس میعاد کے انعقاد کے بعد سفراء دول اسکی شرائط سے اپنی اپنی گورنمنٹوں کو اطلاع دینگی اور اوسوقت سے شرائط مذکورہ نافذ ہوجائینگی۔[1]

[1] آخری اجلاس میں جب اس معاہدہ پر دستخط ہوچکے تھے آسٹرین سفیر نے جو بلحاظ عمر تمام سفراء سے بڑا۔ اور بنابریں اونکا میر مقدم تھا۔ اپنی تقریر میں سلطان المعظم کی اعتدال پسندی اور آزرم جوئی کا صدق دلسے شکریہ ادا کیا۔ قسطنطنیہ کے انگریزی اخبار لیوانٹ ہیرلڈ نے اسپر حسب ذیل ریمارک تحریر کیے:۔

ابتدائی شرائط پر دستخط ہوجانے سے جو عام طمانیت اور تسلی کا خیال پیدا ہوگیا ہے اوسکی نسبت مبالغہ کرنا بہت مشکل ہے۔

۲۷ ستمبر کو روسی سفیر متعینہ اتھنز نے جو وہانکے سفراء دول کا میر مقدم تہا - ابتدائی عہد نامہ صلح باضابطہ طور پر یونانی گورنمنٹ کو حوالہ کیا - اسکے ساتھہ دول کیطرف سے اس مضمون کی ایک تحریری اطلاع بہی منسلک تہی کہ یونان نے جس ثالثی کی استدعا کی تہی وہ اب ختم ہو گئی ہے - صلح کی قطعی شرائط کے تصفیہ کے لئے یونانی گورنمنٹ اب اپنے وکلاء مقرر کرے - +

تمہیدی شرائط صلح کے ساتہہ چند ضمیمے بہی اضافہ کر دئے گئے تہے - ایک کا مضمون یہہ تہا - کہ ترکی حکام اور یونانی وکلاء میں باہمی سمجہوتہ ہو جانیکے بعد تہسلی کے مفرور باشندے اپنے مساکن کو واپس آسکینگے - دوسرے میں دول نے وعدہ کیا تہا - کہ جہازرانی کی موانعات ہٹانے اور اوسکی آزادی کو پہر قایم و بحال کرنیکے مسئلہ میں اگر اختلاف پیدا ہو جائیں تو وہ ثالثی کر کے اونکا تصفیہ کر دینگی - تیسرے کا یہہ مضمون تہا - کہ ان تمام ترکی رعایا کو جنہوں نے یونانی فوج میں خدمت کی ہوگی معافی دیدیجائیگی - لیکن ساتہہ ہی یہہ بہی ظاہر کر دیا گیا تہا کہ اس قرارداد میں ممکن ہے بعد میں کچہہ ترمیم ہو جاوے - :-

ایم رالیس کی وزارت اس سے دو تین دن بعد مستعفی ہو گئی اور ایم زایمیس جدید وزیر اعظم ہوا - اوسکی محتاط دور اندیشی اور اعتدال پسند ہونیکی وجہ سے مذاکرات صلحیہ کے انصرام میں پہلا ایسا توقف و درنگ واقع نہونے پایا -

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ اس معاہدہ کی تکمیل اسقدر مشکل تہی کہ اوسکا خیال بہی اس سے پہلے کبہی نہ آیا تہا - اور اسی لئے جن لوگوں کا اس سے تعلق تہا اون کو نہائت درجہ کی احتیاط ہوشیاری اور تدبیر سے کام لینا پڑا - اونکی کوششوں میں گورنمنٹ عظمی ترکی کی نرمی سے بہت کچہہ سہولیت ہوئی اور گورنمنٹ عظمی نے نہایت صداقت سے اس صلح پسندی اور امن طلبی کو قایم رکہا حضرت سلطان المعظم کی بے نظیر پالیسی نے اس مصالحت کو منظور کر لیا جو اقدامات گذشتہ کا خیال کر کے ہرگز قرین انصاف نہیں کہلائی جا سکتی - البتہ اس طریق عمل سے بالعالی ترکی فتوحات کو اور بہی درخشان اور منور کر دیا ہے تازہ فتح نے جیسا کہ قدرتی دستور ہے سلطنت عثمانیہ کی جنگی عظمت کو بنیاد بہ بہ دیدیا اسکا سکہ دلوں میں بیٹہہ گیا ہے مصالحت کی نرم شرائط سے سلطنت عظمی کی پولٹیکل شان اور بہی بڑہ گئی کہ اس نے ظاہر کر دیا کہ اسپر کسی شرانگیز اور مفسدت کا اثر نہیں ہے - بلکہ اسکے اعمال کا انتظام سخاوت آمیز کشادہ دلی پر مبنی ہے جسکی ثنا و صفت سے دنیا باز نہیں رہ سکتی - ہزایکسلنسی صاحب سفیر دولت آسٹریا ہنگری نے اس امر کو نہایت خوبی اور مسرت کے ساتہہ ابتدائی شرائط مصالحت پر دستخط کرتے وقت اپنی تقریر میں تسلیم کر لیا - اور اسی طرز اور احسن طریق پر موسیو نیلیڈوف نے اوسکی تائید کی - یہہ موقعہ واقعی ایسا ہے کہ مبارکبادی کا طالب ہے جو کچہہ ہوا ہے وہ ایک نہایت پیچیدہ اور ادق مسئلہ کا حل اور انجام ہوا ہے اور اس خوفناک مشکل کا دور ہونا ایسی آسان شرائط سے ایک امر واقع ہے جو نہ صرف خود ترکی کے واسطے باعث فخر و ناز ہے بلکہ اس سے زمانہ آیندہ پر نہایت عمدہ روشنی پڑتی ہے کہ وہ درخشان ہے - اور آثار نہایت عمدہ ہیں اور ساتہہ ہی اسکے آیندہ کے واسطے صفا اور صلح کو تقویت

تمام ہوئے کے مدعہو جانیسے اب بلا تامل یونانی گورنمنٹ نے صیغہ مال کی نگرانی یوروپین کمیشن کے حوالہ کردینا منظور کرلیا - اور کمیشن مذکور نے تاوان جنگ کی ادائیگی کے لئے یونان کی آمدنی کے وسایل اور اخراجات کو پرکھنا اور جانچنا شروع کردیا -

ادہر ایک طرف قطعی معاہدہ صلح کے تصفیہ و انصرام کے لئے جدید مقرر شدہ یونانی سفراء قسطنطنیہ پہونچگئے - اور دوسری طرف تہسلی کی نئی سرحد کی تعیین کے لئے جنگی کمیشن کا کام شروع کرنیکے لئے پلاٹامونا میں جمع ہوگئی اور رایم زیامیس کی وزارت کے مضبوط تگر مصالحت آمیز انداز سے جسپر اوس نے نہ صرف مذاکرات صلحیہ کے دوران میں بلکہ اپنے ملک کے باشندوں اور اونکے قایم مقاموں (ممبران پارلیمنٹ) سے بہی مرعی رکہا قطعی معاہدہ صلح بر بحث مرتب ہوگیا -

قطعی عہدنامہ صلح کا مضمون جسپر ٹرکی اور یونان کے وکلاء نے بتاریخ ۴ - دسمبر ۱۸۹۷ء دستخط کئے حسب ذیل ہے - : - +

(۱) سرحد ٹرکی و یونان کی اصلاح حسب ذیل نقشہ منسلکہ عہدنامہ کے مطابق کیجائیگی - مگر جب موقعہ پر پہونچکر سرحد متعین کیجائیگی اور اوسوقت (بشرطیکہ وکلاء ممالک یورپ اور گورنمنٹ ٹرکی راضی ہوجائیں تو) مجوزہ اصلاح سرحد میں سلطنت عثمانیہ کے فایدہ کیلئے خفیف تغیر کیا جاسکیگا - اس تقسیم سرحدی کی تفصیلات کا انفصال ایک کمیشن کریگی جسمیں فریقین کے وکلاء اور صلح کرانیوالی ممالک یورپ کے سفیروں کی طرف سے فوجی افسر مقرر ہونگے - اس عہدنامہ کی تاریخ سے ۵ اروز کے اندر کمیشن منعقد ہوگی - اور کثرت رائے سے ہر فیصلہ ہوگا -

(۲) یونان ٹرکی کو خرچہ جنگ حسب شرائط مندرجہ آرٹیکل نمبر ۲ مبادی صلحنامہ کے چالیس لاکہہ ٹرکی پونڈ دیگا -

(۳) تہسلی کا انخلا مبادی صلحنامہ کی چہٹی شرط کے مطابق ہوگا - جس وقت ممالک یورپ مبادی صلحنامہ کے آرٹیکل نمبر ۲ کے آخری دو فقروں کی مندرجہ شرائط کی تکمیل تسلیم کرینگے - اور جب کہ کمیشن اقوام آرٹیکل مذکورہ کے مالی انتظام کے موافق معاوضہ جنگ کے قرضہ کی اطلاع دیدینگے اوسکے ایک مہینہ کے اندر تہسلی خالی کیجائیگی - یہہ امر کہ کسطرح خالی کیا جائیگا - اور خالی مقامات کو کیونکر یونانی حکام کے حوالہ کیا جائیگا - اوس کو وکلاء فریقین بشراکت وکلاء ممالک یورپ فیصلہ کرینگے - +

(۴) عہدنامہ پر دستخط ہونیکے بعد جنگ کے قیدی جانبین سے فوراً رہا کردئے جائینگے -

(۵) فریقین اون سب شخصوں کو کلیہ معافی دیدینگے جو شتہار جنگ سے پہلے اور بعد کے واقعات میں شریک تھے

(۶) دونو ممالک کی رعایا جنگی حالت قانون کے نزدیک باقاعدہ ہمیشہ مثل سابق دونوں کے ملک میں آزادانہ آمد و رفت رکہینگی - دونو ممالک کو اختیار ہوگا کہ اون لوگونکو جنکو کسی جرم کی سزا ہوئی ہو یا بوجہہ اونکی بدچلنی کے

اون کے لئے ملک سے نکال دیئے جانے کا حکم صادر ہوا ہو ایسے لوگوں کو اپنے ملک میں نہ آنے دیں جس کی اطلاع سابق سے اون کے سفیروں کو کردیجائیگی۔

(۷) جو مسلمان تہسلی کے باشندے یا متوطن ہیں اور وہ ۲۴ مئی ۱۸۸۱ء کے شرائط نامہ کی تیرہویں شرط کے بموجب خواہ یونانی قومیت میں داخل ہوئے ہوں یا نہ ہوں۔ یا وہ ترک وطن کر کے ٹرکی میں آباد ہوں۔ یا ٹرکی کو اپنا وطن قرار دیں یا جو مسلمان یونانی رعایا ہو گئے ہوں۔ اون کو اختیار ہوگا کہ وہ ترکی قومیت قبول کرلیں۔ بشرطیکہ موجودہ شرائط نامہ کے تین برس کے اندر وہ حکام مجاز متعلق کو اطلاع دیدیں۔ یہہ سب شرائط نامہ مذکور کے موافق اپنی اپنی مقبوضات واقعہ یونان پر قابض رہینگے۔ اور اوس جایداد کا انتظام کرتے رہینگے۔ اسی طرح جو باشندے یونان کے بوجہ تغیر سرحد ٹرکی کی رعایا ہو گئے ہیں اور جو شخص کہ ان مقامات کو بالفعل اپنا وطن مقرر کر چکے ہیں ٹرکی اونکو بہی حقوق مذکورہ دیگی جو یونان مسلمان رعایا کو دیگا۔ باشندے یا متوطن اوس ملک کے جو ٹرکی کو ملا ہے یا ان مقامات کی کسی جماعت کے وکلاء اگر تہسلی میں کچہہ اراضی رکھتے ہوں تو اونکو اختیار ہوگا کہ وہ سرحد کے پار جاکر مثل سابق بلا مزاحمت اون اراضی کی زراعت کریں اور یہی حق ان باشندگان تہسلی کو حاصل ہوگا جنکی اراضی اوس ممالک میں واقع ہو جو سلطنت عثمانیہ کو دیا گیا ہے۔

(۸) مبادی صلحنامہ کے آرٹیکل نمبر ۳ کے بموجب یونان ٹرکی کو ایک لاکھ ٹرکی پونڈ بطور معاوضہ اون نقصانات کے دیگا۔ جو یونانی فوج نے لوگوں کو پہنچایا۔ یہ رقم اوس وقت دیجائیگی جبکہ معاوضہ جنگ دیا جائیگا۔

(۹) یونان اور ٹرکی کے مابین خاص انتظام اس غرض سے ہوگا کہ جو حقوق قنصلین کو دیئے گئے تھے اونکا بیجا استعمال نہ کیا جائے اور معمولی اجراء عدالت میں مداخلت نہ ہونے پائے اور احکام جاری شدہ کی تعمیل ٹہیک ٹہیک ہو سکے۔ اور اگر یونانی رعایا اور عثمانی رعایا اور دیگر ممالک کی رعایا میں تنازعات ہوں جس میں یونانی کے مقدمے بہی شامل کئے جاوینگے۔ تو عثمانی رعایا اور ممالک غیر کے لوگونکے مقاصد کی حفاظت ہو سکے۔ مگر قبل از جنگ جو یونانی رعایا کو ایسے حقوق حاصل تہے جو اور ریاستوں کی رعایا کو حاصل ہیں انمیں تغیر نہوگا۔ جو دیوانی کے تنازعات رعایاے یونان اور رعایا عثمانی کے درمیان واقع ہوں اگر وہ ایسے ہیں کہ اعلان جنگ کے بعد عدالتونمیں رجوع ہوئے ہوں تو اونکا انفصال اوس قانون سے ہوگا جو جنگ سے پہلے جاری تہا۔ اور جو مقدمات اعلان جنگ کے بعد پیدا ہوئے ہوں انکا انفصال اوس یورپین قانون کے بموجب ہوگا جو ٹرکی اور سرویا کے شرائط نامہ ۹ مارچ ۱۸۹۶ء پر مبنی ہے۔

(۱۰) شرائط نامہ ۲۴ مئی ۱۸۸۱ء کی شرائط جو تہسلی سے علاقہ رکہتی ہیں وہ قایم رہینگی سوائے اون شرائط کے جو اس عہدنامہ سے مبدل ہو گئی ہوں۔ گورنمنٹ ٹرکی کو حق حاصل ہوگا کہ اس شرائط نامہ کی رو سے جو مسائل ہوں انکے انفصال کیلئے اپنی تجاویز کو ان ممالک کے روبرو پیش کرے جنہوں نے شرائط نامہ مذکور پر دستخط کئے تہے اور اونکے فیصلہ کو یونان کو قبول کرنا لازمی ہوگا۔

(۱۱) یونان اور ٹرکی راضی ہیں۔ کہ اس عہدنامہ کی تصدیق ہونیکی تین مہینے کے اندر انتظامات ذیل کو فیصل کرینگے

(الف) ایک شرائط نامہ اون تجاویز کی بنیاد پر مرتب کیا جائیگا۔ جو یونان و ٹرکی کے مابین ۱۸۸۶ء میں معرض عمل میں آیا تھا اور مسئلہ قومیت کے اختلافات سے تعلق رکھتا تھا۔ +

(ب) ایک شرائط نامہ قنصلوں کے اختیارات کی بابت تحریر کیا جائیگا جسمیں پابندی اون شرائط کی کیجائیگی جو آرٹیکل نمبر ۹ کے اول فقرہ میں مندرج ہیں اور جو مبادی عہدنامہ کے آرٹیکل نمبر ۳ کی رو سے قرار پاچکا ہے۔ +

(ج) ایک عہدنامہ مجرمین اس غرض سے مرتب کیا جائیگا کہ مجرمین کا تبادلہ باہم ہوا کرے۔ +

(د) ایک شرائط نامہ اس غرض سے مرتب ہوگا کہ مشترکہ سرحد پر راہزنی کا انتظام کیا جائے فریقین کو اختیار ہوگا کہ بعد میں ایک عہدنامہ تجارتی و جہازرانی مرتب کریں۔ اور جب تک یہہ آخر الذکر عہدنامہ نہ ہوجائے اوس وقت تک تجارت و جہازرانی دونو ممالک کے مابین آزادی کے ساتھ ہوگی۔ ؛

(۱۲) ڈاک کے تعلقات جو یونان اور سلطنت عثمانیہ کے مابین چندسال سے خراب ہورہے ہیں وہ اون قواعد سے قایم کئے جائینگے جو فریقین کی رضامندی سے بعد میں قرار پائیں جب کہ دونوں ممالک کے محکمہ ڈاک اسکے متعلق کوئی خاص شرائط نامہ مرتب کرلینگے اور اس اثنا میں دونوں محکمے خاص منتخب شدہ مقامات میں ایک دوسرے سے ڈاک اور پارسل مہر شدہ لیا دیا کریں گے۔ اور خشکی او بحری راہ سے اون پتوں پر بھیجدینگے جن مقامات کو وہ بھیجے گئے ہیں۔ ؛

(۱۳) دونوں ممالک کے محکمہ تار [illegible] اس بات کا انتظام کرینگے کہ دونوں میں ایسا سلسلہ جاری ہوجائے جس سے جلد اور آسانی سے تار پہونچ سکیں۔ ؛

(۱۴) تاکہ پرامن ہمسایگی کے تعلقات دونو ممالک میں قایم رہ سکیں اسلیے گورنمنٹ یونان و ٹرکی ذمہ کرتی ہیں کہ اپنے اپنے ملک میں ایسی کارروائیاں نہ ہونے دینگی جس سے ہمسایہ کے ملک کے امن میں خلل پہونچے۔

(۱۵) اگر شرائطناموں کی انجام پانے میں ترکی اور یونان میں کوئی اختلاف پیدا ہو تو امر مختلف فیہ کو دونو میں سے کوئی فریق قسطنطنیہ میں سفیران دول کی پنچایت کیلئے پیش کرسکیگا۔ اور اون کے فیصلہ کی پابندی دونوں پر لازم ہوگی یہہ پنچایت خواہ سب ملکر کریں یا صرف وہی کریں جنکو فریقین نامزد کریں اونکو اختیار ہوگا کہ وہ سفیر ونکو روبرو براہ راست یا خاص وکلا کے ذریعہ سے پیش کریں اگر سفیروں کی رائے مساوی ہو تو پنچ ایک اور پنچ انتخاب کرلینگے۔ +

(۱۶) اس عہدنامہ پر شاہ یونان اور سلطان المعظم کی تصدیق آج سے ۱۵ دن کے اندر یا اوس سے جلدی کیجائیگی اوسکو یقین کرکے وکلائے فریقین نے عہدنامہ ہذا پر دستخط کردئے ہیں۔ اور اپنے اپنے ملک کی مہریں کردی ہیں ؛

اسکو دو قطعے ۲۲ نومبر ۱۸۹۷ء کو قسطنطنیہ میں تیار کئے گئے۔ مورخہ ۴ دسمبر ۱۸۹۷ء

دستخط میروکورڈیٹوس۔ دستخط اسٹیفانوس۔ دستخط توفیق دستخط حسن فہمی۔

(ضمیمہ الف) چونکہ وکلاء یونان نے درخواست کی ہے کہ مبادی عہدنامہ کو آرٹیکل نمبر ۳ کے متعلق جو سلطان المعظم کی گورنمنٹ نے تجویز کیا ہے اطلاع بھیجا ہے۔ اسلئے عثمانی وکلاء رضامند ہیں کہ اون کو فوراً قبل تصدیق عہدنامہ اطلاع دیں کہ ان انتظامات کی خاص بنیاد کیا ہے اور عثمانی گورنمنٹ نے کیا فیصلہ کیا ہے مگر اسپر بحث کرنا جائز نہ ہوگا اور وہ امورات یہ ہیں۔

(۱) یہ تعین کیا جائے کہ قنصلوں کے حقوق اختیار سماعت مقدمات کے حدود کیا ہیں۔

(۲) دیوانی اور تجارتی معاملات میں یونانی قنصلوں کی نسبت عثمانی عدالتیں جو فیصلہ کریں انکی یقینی تعمیل ہونا۔

(۳) رعایائے یونان کے توطن کا تصفیہ کرنا اور اون شرایط کا قائم کرنا جنکے رو سے پولیس مداخلت کر سکے۔ علی الخصوص اون مقدمات میں جنمیں عثمانی حکام طلب کریں۔ اور سفیر کا دار وغہ نہ حاضر ہو۔

(۴) ان شرائط کا تصفیہ کرنا جو ایسے وقت میں عمل میں لائی جائیں جبکہ قنصلوں کے وکلاء اون عدالتوں میں حاضر نہ ہوں جن میں مشترکہ مقدمات رجوع ہو رہے ہوں۔

(۵) قانون مجریہ کی رو سے عثمانی عدالتہائے اپیل کے حدود اختیار تسلیم کرنا۔

(۶) عثمانی عدالتوں کو اون مقدمات میں اختیار دینا جنمیں یونانی رعایا کا تجارتی نہ ہو اور اون فوجداری معاملات میں عدالتہا مذکور کا مقتدر ہونا جو دو یونانیوں کے درمیان ہوں یا یونانی اور کسی اور ملک کی رعایا کے مابین ہوں۔

(۷) یونانی رعایا کی بابت جوڈیشل کاغذات کے معنے قایم کرنا اور مشترکہ مقدمات میں عثمانی عدالتوں کے فیصلے کا اجرا عثمانی اہلکاروں کے ذریعہ سے کیا جانا۔

یونانی وکلاء ان معاملات کی اطلاع پاکر یہہ ظاہر کرتے ہیں کہ عہدنامہ کی تصدیق ہونیکے بعد آخری مباحثہ اور معاملت ان امور پر ہوگی اور درصورت اختلافات مبادی عہدنامہ کے آرٹیکل ۹ کے بموجب قسطنطنیہ میں ممالک عظمیٰ کے سفیروں کی پنچایت سے فیصلہ ہوگا۔ (قسطنطنیہ ۱۹ اکتوبر)

(ضمیمہ ب) عہدنامہ کے آرٹیکل کے موافق جسکا مبادی عہدنامہ کے آرٹیکل نمبر ۱ میں ذکر ہے تجارتی و جہازرانی کا عہدنامہ عہدنامہ کے تصدیق ہونیکے بعد دو برس کے اندر انجام پائیگا۔ اس اثناء میں اس قانون پر جانبین سے عملدرامد ہوگا جو قبل از جنگ جاری تہا اگر یہہ عہدنامہ تجارت و جہازرانی دو برس کے اندر طے نہ ہو جائے تو فریقین عہدنامہ کے آرٹیکل نمبر ۱ میں جسکا ذکر مبادی عہدنامہ کے آرٹیکل نمبر ۳ میں درج ہے کاربند ہونگے یہہ طے پایا کہ اگر جدید عہدنامہ تجارت و جہازرانی باوجود تصدیق ہو جانیکے ہو جلد عمل میں لایا جا سکے کہ وہ فریقین کی خواہش کے موافق طے نہیں پایا تہا۔ اس صورت میں اسی قانون پر باہمی عملدرامد رہیگا جو قبل از جنگ جاری تہا جبتک کہ کوئی جدید عہدنامہ طے نہ ہو جائے اور اس کا اجرا نہ ہو جائے۔ قسطنطنیہ ۴ دسمبر

فصل بست و چہارم

محاربہ کی خالص نتائج

بقول جرمن مؤرخ محاربہ روم و یونان سے آخر الذکر ملک بالکل بگڑ گیا ہے۔ جب اُسمیں اور زیادہ سکت نہ رہ گئی تو وہانکی گورنمنٹ نے تمہیدی شرایط لازمہ کو پورا کر کے اتحاد یورپ سے ثالثی و مداخلت کی التجا کی۔ اور دول نے ازراہ ترحم اس درخواست کو منظور کرلیا۔ امید ہے کہ یونانی اس شفقت و احسان کو جلد فراموش نکرینگے اور جزیرہ نما بلقان میں کم از کم کچھہ عرصہ تک پھر خونریزی نہونے پائیگی۔ جدید صلح سے یقین ہے کہ یونانی مسئلہ پالٹیکس کے میدان سے بالکل مفقود ہوگیا ہے۔ مسئلہ کریٹ پر البتہ دول کو ابھی اور کچھہ عرصہ مصروف رہنا پڑیگا۔ کیونکہ وہاں سے یونانیوں کے نکلجانے کے بعد بھی اس منبع و مخزن فساد و شرارت جزیرہ میں معاملات کی صورت حال بدستور ویسی ہی ہے۔ اور یہہ تقریبًا یقینی امر ہے کہ پیشتر اسکے کہ جزیرہ میں امن قایم ہو۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے تعلقات باہمی سدہر پائیں۔ اور جدید قانون باقاعدگی کے ساتھہ نافذ العمل ہو۔ یورپین مدبرین کو اس مسئلہ کے حل کرنے میں بہت سی مشکلات پیش آئینگی۔ ابتدائی تنازعہ سے ہی قانون بین الاقوام یونانیوں کے حق میں نہ تھا۔ کریٹ پر قابض ہو جانیسے وہ صریح نقض امن کے مجرم ہوگئے تھے۔ اور تھسلی و ایپائرس کی سرحد پر اونکی کرتوتوں سے واضح ہوگیا تھا کہ انصاف و معقولیت کو وہ بالائے طاق رکھہ چکے ہیں۔ یونانی بیقاعدہ سپاہیوں نے ترکی علاقہ پر متواتر یورشیں کر کے ترکی افواج پر پے در پے حملے کئے۔ اور گو یونانی گورنمنٹ ان مذمومہ واقعات میں کسی طرح سے شریک ہونیسے باضابطہ طور پر انکار کرتی رہی۔ مگر یہہ سب کو معلوم تھا۔ کہ مجاہدین اور باقاعدہ یونانی فوج میں برابر تعلق موجود رہتے کہ بیقاعدہ سپاہیوں کی آخری یورش میں یونانی فوج بھی اونکے ساتھہ شامل تھی۔ اس حرکت سے یونانی دوسری مرتبہ نقض امن کے مرتکب ہوئے۔ اب ٹرکی سے زیادہ صبر و شکیب نہ ہو سکا۔ اور اوسنے اعلان جنگ سے ان اعتصابی کارروائیوں کا جواب دیا۔ اس دوسری نقض امن کے جواز کو ثابت کرنیکے لئے بہی یونانیوں نے ویسی ہی پوچ اور بے بنیاد وجوہات پیش کیں جیسی کہ پہلے نقض کے متعلق کی تہیں۔ اول نقض کے معقول و جائز ہونیکے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی کہ قومی و مذہبی ہمدردی اور تحریکوں نے یونانیوں کو کریٹ میں مداخلت کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اور دوم کے لئے یہ حجت پیش کی۔ کہ بروے معاہدہ برلن مقدونیا و ایپائرس کے چند علاقے یونان کو دلائے گئے تھے۔ مگر باب عالی نے اونکو نہیں دیا تہا۔ حالانکہ اصل حقیقت یہہ ہے کہ برلن کانگرس نے ٹرکی سے یونان کو چند اضلاع دینے کی صرف سفارش کی تہی۔ اور گو ٹرکی نے یورپ کی خواہش کی جزوی تعمیل کی تہی۔ لیکن یہ مسلم امر ہے۔ کہ یونان اس سفارش کی بناء پر کوئی جائز استحقاق یا دعوائے قایم نہیں کرسکتا تھا۔

قانون بین الاقوام کے لحاظ سے ہی شروع سے یونان کا دعویٰ پوچ تھا۔ بلکہ جلدی ہی یہہ بھی ظاہر ہوگیا کہ وہ ٹرکی سے برسر آنیکے لئے فوجی طاقت بھی بالکل ناکافی رکھتا ہے۔ محض تعداد و شمار ہی کے لحاظ سے ٹرکی کی فوجی طاقت یونان سے بدرجہا زیادہ نہ تہی۔ بلکہ یونان نے عملًا کوئی فوجی تیاری ہی نہیں کی ہوئی تہی۔ اور اوسکے پاس کوئی قابل ذکر ریزرو فوج موجود نہ تھی برعکس ازیں ٹرکی نے فقط فراہمی فوج سے ہی جسکے دوران میں یونانیوں کی طرح کوئی بیہودہ اور مضحکہ خیز شور و غل نہ کیا گیا۔ ثابت کر دیا کہ وہ اپنے عزائم و ارادوں کو پورا کرنیکے لئے فوجی وسائل کافی رکھتی ہے۔ یونانیوں کی طرح صرف خالی

لافرنیاں اونکا شعار تھیں - ترکی منتظمین نے فوج کی تمام ضروریات بالکل تیار موقعہ پر فی الفور جمع کر دیں - اور سلطنت عثمانیہ کی وسیع قلمرو سے مشغول کارزار فوج کو یہہ طمانیت حاصل تھی کہ لڑائی کے نقصانات کی تلافی کے لیے پیچھے سے برابر تازہ دم فوج پہونچتی رہیگی - ترکی فوج ترتیب و نظام میں بھی یونانی فوج سے افضل نہ تھی - بلکہ محاربہ کے سریع تصفیہ سے اسکی سپاہیوں کی اعلے قابلیت اور اوسکی کمانڈروں کے اوصاف حمیدہ اور لیاقت اور فوقیت عظیمہ بھی صاف ظاہر ہوگئی ادہم پاشا اور اوسکے ماتحت جرنیلوں نے اپنے آپکو قابل با لیاقت کمانڈر - اور جو کام اونکے سپرد کئے گئے تھے اونکو کر سکنے کے پورے قابل ہونیکا کافی ثبوت دیدیا - اور یہہ ثابت ہوگیا کہ اونکے مقابلہ پر یونانی "بہادر" جنکی تعریفوں کے طومار در طومار باندہ دیئے گئے تھے بہت ہی ادنی قابلیت کے لوگ تھے - شجاعت تحمل و جفاکشی اور نظام و ترتیب میں ترک یونانیوں سے بدرجہا بڑہے ہوئے تھے - یہہ درست ہے کہ یونانیوں میں جنہوں نے محاربہ آزادی میں قابل تعریف ایثار و جان نثاری دکہائی تھی اب بھی خالص شجاع اور فوجی لحاظ سے قابل آدمی موجود تھے - اور بدوران محاربہ اسکا ثبوت کئی منفرد واقعات سے مل گیا - لیکن من حیث المجموع یونانی فوج اوس کام کے جسے اوس نے شروع کیا تہا کچھہ بھی قابل نہ ثابت ہوئی - اور یہہ صداقت بخوبی واضح ہوگئی کہ موجودہ زمانہ میں حب الوطنی کے جوش پر صرف بندوق کی امداد سے انسان اپنے ملک کی حفاظت کے لیے قابل اعتبار سپاہی نہیں بن سکتا - اسکے لئے اور بھی اوصاف درکار ہیں جو یونانیوں میں موجود نہ تھے - چنانچہ ابھی کہیں جمکر مقابلہ نہ ہونے پایا تہا کہ لڑائی کا خاتمہ ہوگیا - اور ملونا سے لیکر ڈوموکوس کے معرکہ تک سب موقعوں پر ترکی فوج نے ثابت کر دیا کہ وہ ہر امر میں یونانیوں سے بہت ہی اعلے و برتر ہے - یہہ رائے سب منصف مزاج دور اندیشوں نے پہلے سے ہی مفتومیں کو بتا دی تھی - لیکن یونانی ایسے سرمست اور مدمغ ہو رہے تھے کہ انہوں نے اس رائے کی صداقت کو تسلیم نکیا - اور طبعی سرمستی کے علاوہ کئی فضول امیدوں[1] اور توقعوں پر تکیہ کیئے رہے -

یہ امر خاصکر قابل افسوس ہے کہ متوقعہ کامیابی میں ناکام رہنے پر وہ کچھہ ایسے لوکہلا گئے کہ خود اپنے شاہی خاندان کے بھی دشمن بنگئے - اس سے یورپ والوں کو جو تہوڑی بہت ابھی تک اونسے ہمدردی باقی تھی وہ بھی جاتی رہی[2] - یہہ درست ہے کہ اس کمینہ برافروختگی کا الزام بہت کچھہ یونانی مجلس وزراء پر وارد ہوتا ہے جس نے محاربہ سے پیشتر کے واقعات کے دوران میں ہی بیشرمانہ خودستائی تعلی و شیخی بازی اور رودخی سے اور محاربہ کے دوران میں فرضی فتوحات کی مضحکہ خیز خبریں شایع[3] اور پے در پے شکستوں کو باوجود قابل نفرین قصداور اصرار سے نہ باز آئیسے عالمگیر اور ناقابل رشک شہرت بدحاصل کرلی تھی تاہم اسمیں کوئی کلام نہیں کہ عوام نے بھی کچھہ کم سفاہت کا اظہار نکیا - اونکے طریق عمل سے ظاہر ہوگیا کہ وہ قومی وجاہت اور وقار سے بالکل معرا ہیں - ان سب باتوں کا یہہ نتیجہ ہوا کہ صرف

---

[1] یعنی دیگر عیسائی ریاستوں کی شمولیت وغیرہ پر -

[2] جرمن مورخ کی کتاب کا انگریز مترجم اس سے اختلاف کرکے لکھتا ہے کہ یہہ درست نہیں - بہرحال انگریزوں کو یونانیوں سے ہمیشہ ہمدردی رہی حتی کہ جن انگریزوں کو یونانیوں سے محبت نہ تھی - وہ بھی اسوجہہ سے ترکوں کے کوئی دوست نہ ہوئے"

کمال ذلت وخواری اٹھانیسے ہی یونان کامل تباہی وبربادی سے بچ سکا۔

گذشتہ چند ماہ کے واقعات کا خلاصہ نتیجہ یونان کے حق میں نہایت ہی قابل افسوس ہے اور یہ واضح ہوگیا ہے کہ بلاد مشرق میں جس نمود کی حاصل کرنیکی اوسے تمنا ہے اوسکے لئے اوسکے پاس جسمانی یا اخلاقی کسی طرح کی طاقت موجود نہیں ہے۔ اس مہیب شکست سے اوسکی مادی خوشحالی کو ہی نہیں بلکہ قوم کی امنگوں کو بھی ایسا کاری زخم پہونچا ہے جس سے وہ باسانی شفایاب نہیں ہوسکیگی۔ یونان نے اپنی کل کائنات ایک ہی پانسہ پر لگادی اور اپنی نادانی سے بازی ہار دی۔ اس نہنی سی ریاست کا ایسے صدمہ عظیم کے بعد بھی موجود رہنا صرف اوسی یورپ کی مہربانی سے ہے جسکے فرمانرواؤں کو وہ عرصہ دراز سے ملعون ومطعون کرتی رہی تھی۔

محاربہ سے یونان کو جو نقصان پہونچے اونکی نسبت وہ نتایج جو ٹرکی کی طاقت کے اندازہ کے وقت اب خواہ مخواہ پیش نظر رکھنے پڑینگے بہت زیادہ اہم ہیں۔ ٹرکی نے اب پھر ثابت کردیا ہے کہ وہ بھی ایک ایسی فوجی طاقت ہے جسکو کبھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا سلطان المعظم کو اس محاربہ میں اپنی رعیت کو مذہبی جوش اور حب الوطنی کیطرف رجوع کرنیکی کوئی احتیاج نہ ہوئی ٹرکی نے زائد یا غیر معمولی جد وجہد کے بغیر بیشمار اور کامل تیار فوج میدان جنگ میں پہونچادی۔ ایسی فوج جس میں کلھم باقاعدہ سپاہ تھی۔ اور جسکا انتظام ایسا قابل تعریف تھا کہ کسی زیادتی یا جبر وستم کا ارتکاب نہ ہوا۔

ترکوں نے ہر قسم کی بدذاتی اور زیادتی کی بڑی سختی سے سزا دی۔ دو سپاہیوں نے ایک مکان کو آگ لگائی جو عین ارتکاب جرم کی حالت میں گرفتار ہوگئے۔ اونکی تجویز کورٹ مارشل کے ذریعہ کیگئی جسنے انکو موت کی سزا دی۔ بعد ازاں یہ قید کی سزا سے بدل دیگئی۔ بعض سپاہیوں کو خفیف سرقہ کی پاداش میں بید کی سزا دیگئی۔ لاریسا کے اکثر یونانیوں نے اپنی اذیت کو چھپانے کے لئے ٹرکی ٹوپیاں پہن لی تہیں مگر اونکی یہ پیش بندی فضول تھی کسی ٹرکی سپاہی نے کسی یونانی متنفس کو کوئی اذیت نہ پہونچائی تائیمز کے نامہ نگار نے لاریسہ سے حسب ذیل تحریر کیا۔

"ترکوں نے بساعت فتح ایسی اعتدال پسندی با انتظامی اور خوش اطواری ظاہر کی جسکی میں کوئی تعریف نہیں کرسکتا اوسے دیکھکر مجھپر بہت گہرا اثر ہوا۔ اونکی وضع وانداز اور چال ڈھال سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ ٹرکی میں تہذیب کی بہت ترقی ہوگئی ہے اور جسکے برعکس یونان میں شجاعت اور نظام وترتیب بہت کم ہوگئی ہیں" اور بہت سے لوگوں نے بھی اسی مضمون کی شہادتیں دی ہیں۔

اس محاربہ نے ثابت کردیا ہے کہ ٹرکی فوج کے کمانڈر قابل وتربیت یافتہ اور سپاہی بہادر وجفاکش ہیں۔ خوب گتھی ہوئی اور باسلیقہ صفوں میں آگے بڑھتے اور فوج عقب کی حفاظت کا ہر موقعہ پر باحتیاط انتظام کیاجاتا۔ ان قابل تعریف اوصاف اور تدابیر عساکر عثمانیہ نے اس درجہ تک کام لیا جو وقعی عزت ووقعت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل تھا۔ اور یہہ امر فوج مذکور کے جرمن اتالیقوں کے لئے کچھہ کم فخر کا باعث نہیں اگرچہ ترکوں کی فوجی قابلیت پہلے ہی دنیا سے مخفی نہ تھی لیکن پھر بھی وہ ٹرکی کو بیقاعدہ اور ناتربیت یافتہ مجاہدین کے کسی دستہ کو طلب کرنیکے بغیر ہی اسقدر فوج عظیم میدان جنگ میں

بھیجنے کے قابل دیکھکر حیران ہی رہگئی - جہاں تک ٹرکی کا تعلق ہی محاربہ سی یہہ نتیجہ برآمد ہوا ہی کہ باسفرس کا "مرد بیمار" فوجی لحاظ سے خاصہ تندرست اور خوب توانا و مضبوط ہوگیا ہے - دونو فریقوں کی فوجی کارروائیوں کی متعلق یہہ کہنا غلط ہوگا کہ ترکی جنرل خوب سوچ سمجھکر احکام صادر کرتے رہی - غالبًا اسی احتیاط کیوجہ سی یونانیوں کی خطوط آمد و رفت کے برخلاف کارروائی نکلی گئی ہی - یعنی اونکو سمندر سی بلا تعلق کردینی کی جس سی اونکو بہت مدد ملتی رہی تھی کوشش نہ کیگئی - ادہم میسرہ کو مضبوط کرکے آگے بڑہنے کے بجائے میمنہ کو پہلے آگے بڑہاتا رہا - اور اسوجہ سی اوسی فوجی لحاظ سی کوئی نمایاں فائدہ حاصل نہ ہوسکا - ترکوں کے پاس گو توپیں تیار تھیں - مگر بسا اوقات اونہوں نی بہت سی توپیں یکجا جمع کرکے اونسی کام نہ لیا - البتہ اس عزم سی ہی پیشتر کہ یہاں جمکر لڑائی کیجائیگی وہ ہر موقعہ پر کثیر التعداد فوج جمع کرلیتی رہی -

اپنی فوج کی جدید ترتیب کی طفیل جو جنرل وان ڈر گولز نے کی تھی - ٹرکی نے ایسی سرعت سی فوجیں جمع کرلیں کہ کسیکو ویسی سرعت کی توقع نہ تھی - تمام فوجی مبصرین نے اس پھرتی کی بہت تعریف کی - ذیدی آغا خان - سالونیکا ریلوی لائن سی جو سال ماقبل میں مکمل ہوئی تھی اسبارہ میں بیش قیمت مدد ملی اسکی طفیل لگاتار یکی بعد دیگری بسرعت تمام پلٹن پر پلٹن سرحد کو روانہ کرنا ممکن ہوگیا سمارشل ادہم پاشا کی پاس چند دنوں میں ہی معقول فوج جمع ہوگئی جسکی جمع ہوجانے پر اوسنی دشمن کی برخلاف پیشقدمی شروع کردی اور وہ ڈموکوس کی فتح کی واقعہ تک جسکے بعد التوای جنگ سی لڑائی عارضی طور پر ملتوی ہوگئی فتح پر فتح پاتا اور یونانیوں کو اپنی سامنے سی ہکیلتا ہوا آگی بڑہتا گیا - ان فتوحات سی عثمانیوں میں جو پیشتر ازین کسیقدر منجمد اور لاپروا سی ہو رہی تھے - قوم کی شان و شوکت اور طاقت کو بڑہانیکا روزافزون عالمگیر جوش پیدا ہوگیا -: سلہ

سلہ اس عام پر جوشی کی متعلق رایٹر ایجنسی کی نامہ نگار نی دسمبر ۱۸۹۷ء میں بعنوان فتوحات عثمانیہ کا اثر حسب ذیل مضمون ارسال کیا -:-

کچھ عرصہ سی ایشیا کی تمام مسلمانوں میں ایک بیچینی پہیلی ہوئی ہی ترکی و یونان کی لڑائی کی بعد اس جوش کا ظہور ہوا - تمام اسلامی دنیا کی روبرو اس جنگ کی نتائج بہت مبالغہ کی ساتھہ پیش کئی گئے مثلاً ایشیا کی بڑی بازاروں میں یہہ خبر مشہور ہوئی کہ امیر المؤمنین نے یونان کی ٹرکی سلطنت کی ساتھہ جنگ کی اور اوسکو فتح کرلیا کل ممالک یورپ نے دست بستہ خلیفہ کو دینی کا وعدہ کیا - کیونکہ وہ خلیفہ کی بہت تعظیم کرتی ہیں - مگر اونہوں نے اونکی اعانت قبول کرنے سی انکار کیا کیونکہ اونکی یہہ خواہش تھی کہ یونان سے تنہا جنگ کیجائے - اور صرف اسبات پر راضی ہوئی کہ کریٹ کی چھوٹے سی جزیرہ میں تھوڑی سی یوروپین فوج رہنی پائی - وسط ایشیا کی ممالک میں دور دور تک ان اقوام میں اس بڑی فتح کی خبر پہیلی جنکی کان کبھی پولیٹکل واقعات سی آشنا ہی نہوتے تھی - اور جو ریگستان کی خیموں میں رہا کرتے تھی - ملاؤں اور دیگر مسلمان سیاحوں نے اس بڑی فتح کا حال دور و نزدیک مسلمانوں کو پہونچایا - اور انہوں نے صرف یقین نہیں کیا - بلکہ اس خبر کی اور زیادہ اشاعت کی یہانتک کہ ایک کو ہزار کی ہزار کو نی بنگئی - اور اسطرح سی ٹرکی اور سلطان کی نیک نامی مشرق میں

فوج کا معتد بہ حصہ یعنی انفنٹری از سر تا پا ایسی آدمیوں سی مشتمل تھی - کہ اونسی بہتر اس کام کے لئی دنیا بہر مین آدمی موجود نہیں - سفید ٹوپی والی البانویوں نی خاص امتیاز حاصل کیا - مگر انکو قابو مین رکھنا آسان نہیں وہ کسی قسم کی پابندی اور نگرانی کو مطلقا گوارا نہیں کرتے - اگر افسر ثابت قدم اور دلیر ہوں تو ترکی سپاہی کی قدم کبھی لغزش نہیں کہاتی - اور وہ آنکھیں موند کر احکام کی تعمیل کرتا ہی - جس بہادری جس استقلال و عزم مردانہ - اور جس خاموشی کی ساتہہ وہ حملہ کی لئے آگی بڑہتا ہے - اوسکی کوی تعریف نہیں ہو سکتی - الغرض اگر ترکی میں ویسی ہی فوجی تربیت ہو جیسی کہ یورپین افواج کی کیجاتی ہی - تو اونکا مقابلہ بیشک ناممکن ہو جائے - دشمن کی آتشباری کی زد میں باانتظام اور ثابت قدم رہنے کے متعلق اونکی تربیت کافی نہیں - مگر یہہ سپاہیوں کا قصور نہین - بلکہ اونکی افسروں کی ناقص تعلیم کا جنمیں کافی جدت اور سبقدستی کرنیکا وصف نہیں - فوج توپخانہ کی گہوڑی عمدہ اور باتریوں کی کمانڈر ہوشیار اور مستعد تہی - افسران توپخانہ میں دو نقص پائے گئی - ایک یہہ کہ بعض اوقات وہ یہہ انتخاب صحیح نکر سکے کہ اسوقت کس قسم کی گولے چلانے مناسب ہوں گے -

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۷۷ کا کہ روبرو دہرتی گئی - اور روس و انگلستان کا نام کہتا گیا - یہہ ہی سبب ہے کہ ہندوستان کی سرحد پر فساد ہوا - اور یہہ ہی سبب ہی کہ روس کو بہی خوف پیدا ہوا کہ صوبہ قاف میں کچہہ تعجب نہیں جو بغاوت پہوٹ پڑے - کیونکہ وہاں بکثرت جوش پہیل رہا ہی اوس ملک میں جو کچہہ رہزنیوں کی کہانیان بیان کیجاتی ہیں - اون سب کی اصل ملکی اور مذہبی جوش ہے - چونکہ وہاں کا گورنر جنرل جرنائیف بیمار رہتا ہے - اس سبب سی وہاں کی انتظامات مین بہت غفلت اور خرابیان پیدا ہو گئی ہیں اور انہی بد انتظامیوں کی وجہ سی ملک میں سخت نارضگی پیدا ہو گئی ہی - اور اس نارضگی کی جوش کو مذکورہ بالا مذہبی خیالات سی ترقی ہوتی جاتی ہی - یہ لوگ جنکو رہزن کہا جاتا ہی آجکل عمال پولیس و ڈاک و محصولات و دیگر عمال گورنمنٹ پر حملہ کیا کرتے ہیں - علاوہ بریں ترقی یورپ کی جدید واقعات کی اثر سے صوبہ قاف میں وہ بات نظر آتی ہیں جو پہلی کبھی نہ دیکھی تہی یعنی کہ گرجستان والوں کو ارمینون کیطرف سے عداوت ہو گئی ہی - صوبہ قاف میں بغاوت کا خوف اسقدر عظیم ہی کہ وہاں کی مختلف گورنروں کو سال نو پر جمع کیا جائیگا اور ایک مشترکہ کارروائی اس غرض سے کیجائیگی کہ باشندگان ملک کی نارضگی فرو ہو اور انتظام کی مسلمہ خرابیوں کی اصلاح کیجائے اس سے آگے مشرق کیطرف کے باشندوں کی نسبت یہہ خیال ہی کہ سنیوں اور شیعوں نے بالفعل اپنی قدیم دشمنی کو ترک کر دیا ہے اور وہ صاف صاف کہتے ہیں کہ آخر ہم مسلمان ہیں اور خلیفہ ہمارا سب کا سردار ہے - غرض کہ ہر جگہ اسلامی دنیا میں لوگ یکایک جاگ اوٹھے ہیں - اور تہوڑا سا بہانہ اسبات کی لئے کافی ہو جائیگا - کہ قاف اور وسط ایشیاء میں روسیوں کو انہیں مشکلات سی دوچار ہونا ہو جیسا کہ ہندوستان کی سرحد پر برٹش گورنمنٹ کو ہو رہا ہی - جو سیاح حال میں روسی ایشیا سی واپس آئے ہین - انکا بیان ہی کہ ہمنے مسلمانوں میں غیر معمولی جوش پہیلا ہوا دیکہا ہے - جو کہ ٹرکی اور یونان کی جنگ سے پہلے موجود نہ تہا - یہہ امید کیجاتی کہ جب جنرل کیروپاٹکن ترکستان کی گورنر جنرل مقرر کئی جائینگے - تو وہ ترکستان کی مسلمانوں کی ساتہہ زیادہ سخت برتاؤ ظاہر کرینگی بہ نسبت موجودہ گورنر جنرل ہیرون ریوسکی کی برتاؤ کی جنکی کارروائی کمزور رہی -

ڈ ہ ہ یہ کہ مسافت کا اندازہ اور نشانہ کو قایم کرنیمیں عموماً اونسے غلطی ہوجاتی ہی ترکی فوج سوار انکی گہوڑی خوب مضبوط اور جفاکش تھی اور افسر نہایت دلیر اور مستقل مزاج بعض بعض گہوڑوں اور آدمیوں میں کچہہ نقص تہے مگر کامل العیار شدہ سواری سے اونکی پوری پوری تلافی ہوگئی تھی تمام قابل مبصرین کی رائے ہی کہ گھوڑی ڈویژن کو نسبتاً زیادہ استعمال میں لایا جاتا تو اُسکے لیے بہت اچھا ہوتا۔ سواروں کو پیشتر کی نسبت باہم زیادہ پیوستہ اور خوب کندھے سے کندھا ملا کر کام کرنے کا ڈھب آجاتا۔ اور افسر اونسے پہلے کی نسبت زیادہ عمدگی سے کام لینے کے قابل ہوجاتے۔

معاون محکمے جیسا کہ عام معلوم ہے ویسے وسیع نہتھے جیسے کہ یوروپین افواج میں ہوتے ہیں۔ ان صیغوں میں سے صرف میدانی ٹیلیگراف سے سپاہ کو میدان کارزار میں مدد ملی۔ اور وہ بھی زیادہ تر فقط ہیڈکوارٹر تک۔ فوج کے بارکش مویشی اور ملازموں کی تعداد گو بیشمار تہی لیکن تھسلی کے زرخیز میدان میں اونکیلئے کافی چارہ اور خوراک موجود تھی۔ لارسیا۔ وولو ریلوے لاین سے بہی کام لیا گیا۔ مگر ٹرینوں کی رفتار جو بڑی بڑی لمبی ہوتیں بہت سست تھی۔ الاصونا کے جنوب میں میدانی ڈاک کا انتظام بقاعدہ اور ناقص تہا۔ خطوط وغیرہ کا ملنا یقینی نہ تھا۔

یونانی کمانڈروں کی تمام کارروائیاں اس ایک مدعا کی تابع تہیں کہ جسطرح ہو وقت ملے اس بارہ میں اونکو ترکوں کی بیتوقف اور مذبذبانہ پیشقدمی سے بہت مدد ملی۔ یونانی فوج میں انتظام اور رسد رسانی کے متعلق باقاعدگی کا نام و نشان نہ پایا جاتا تہا۔ یونانی ناقابل الفہم فوجی چال پر عامل ہوکر نہایت مستحکم موقعوں کو خالی کر گئے اور اپنی قاعدۃ الجیش اور جہازوں کیطرف پیچھے ہٹ گئے۔ یہ فیصلہ ابہی نہیں کیا جاسکتا کہ آیا یونانیوں نے اپنی کمزور فوج کو مختلف دستوں میں منقسم کر دینے سے عقلمندی کا کام کیا تہا۔ یا بیوقوفی کا۔ غنیم کی فوج کو متعدد حصوں میں تقسیم کرانے کیلیئے قصبات تریکالہ۔ لارسیا۔ فرسالہ۔ اور ولسٹینو پر قابض رہنا غالباً ضروری تہا مزید برآں ان مقامات کو اس لحاظ سے بھی کہ اونمیں رسد و سامان حرب کی وافر مقداریں جمع تہیں۔ ایسی جلدی سے دشمن کے قبضہ میں نہیں جانے دینا چاہیئے تہا۔ یونانیوں نے واپسی کیوقت تقریباً کہیں بہی ٹیلیگراف کو نہ توڑا۔ جس سے اونکی بانتہا حماقت اور معاملات حربیہ سے کمال ناواقفیت واضح ہورہی ہے۔ لارسیا فرسالا۔ اور ڈوموکوس میں وہ کروپ توپوں کے گولہ بارود کے عظیم کو دام پیچھے چہوڑ گئے ولسٹینو میں انہوں نے چند وزنی توپیں بڑی مشکلوں سے ایک چوٹی پر جہانسے دور تک مار ہوسکتی تھی پہونچائیں۔ مگر دو دن کی لگاتار لڑائی میں انسے ایک گولہ بہی نہ چلایا۔ پھر واپسی کیوقت اونکو بصد دقت چوٹی سے نیچے اتارا۔ اور وولو لیجا کر اونہیں وہانکی خلیج میں غرق کردیا۔[1] علاوہ بریں یونانیوں نے ترکوں کی پیشقدمی کو روکنے کیلیئے مطلقاً کوئی کارروائی نکی۔ انہوں نے کسی پل کو نہ توڑا۔ اور نہ کہیں کوئی روک کہڑی کی۔

اجنبی فوجی شاہد جو یونانیوں کے ہیڈکوارٹر کے ساتھ تہے۔ اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ یونانیوں نے مستحکم موقعوں کی بناء میں توپوں سے بہت عمدہ اور قابل تعریف لیاقت سے کام لیا۔ نشانہ اندازی۔ توپوں کے بہرنے۔ مسافتوں کا اندازہ کرنے اور مناسب قسم کے گولوں کے استعمال میں یونانی توپچی خوب ماہر نظر آئے۔

[1] ترکوں نے بعد میں ان توپوں کو سمندر سے نکال لیا تہا۔

یونانی کیولری نے جسمیں صرف بارہ رسالی تہی۔ لڑائی میں بہت کم کام دیا۔ اوسکی بڑی کارگذاری یہہ تہی کہ اوسنے دو نامہ نگاروں[1]
گرفتار کیا۔ سوار گہوڑوں پر بلاتکلف نہیں بیٹھہ سکتے تھے۔ اور نہ صف بستہ ہوکر چل سکتے تھے۔ اس فوجمیں نظام شاید بالکل ہی ندارد
تہا۔ کیونکہ لاریسا اور فرسالہ کو جاتے وقت سواروں نے اپنا کُل وزنی ساز و سامان سڑک پر پہینکدیا تھا تاکہ سفر بسرعت
طے ہو سکے۔ مستحکم موقعوں کی پناہ میں یونانی انفنٹری خاصی شجاعت سے لڑی۔ مگر جب اوسی پناہ سے نکلکر دشمن پر حملہ کرنیکا حکم دیا
جاتا تو بسا اوقات سپاہیوں کے ہاتھہ پاؤں پہول جاتے اسکے ذمہ دار ایک حد تک افسر تھے۔ اس فوج کا نظام بہی عموماً بگڑ جاتا تہا۔
اور ایسی فوج میں جو مراجعتوں کے سوا اور کسی چیز سے واقف ہی نہ ہو ایسا ہونا کوئی تعجب خیز امر نہ تھا۔

ایوزونی یعنے کوہستانی سبکبار پیدل بلاشبہ فوج کے بہترین سپاہی تھے۔ فوج نظام جسمیں زیادہ تر صرف شہری و دہقانی
مزدور بہرتی تھے۔ فوجی تربیت سے عملاً محض ناآشنا تہی۔ اور سپاہیوں میں باہمی برادری و اخوت و رفاقت کا تعلق بالکل عنقا تھا
افسر جو تعداد میں بہی چنداں زیادہ نہ تھے سپاہیوں پر بالکل خفیف اقتدار رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے منصب کے فرایض سے تقریباً
ناواقف تھے۔ اور بدوران خدمت بہی کوئی تربیت نپائی تہی۔ یا بہت ہی کم پائی تہی۔ اور اسلیئے سپاہی اونسے اور بالخصوص اعلے افسروں
سے بہت ناراض اور بیدل ہوگئے تہے۔ یہہ امر عام معلوم ہے کہ ترنووالی کی لڑائی میں ایک اعلے افسر نے بہی میدانِ جنگ میں اپنی
شکل نہ دکہلائی۔ جبتک لڑائی شروع نہ ہوئی۔ کبہی کوئی لفٹنٹ کرنیل اور کبہی کوئی میجر ممبران پارلیمنٹ کے آیندہ انتخاب کے موقعہ
پر جو عنقریب ہونیوالا تہا کام لینے کی غرض سے ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لیئے سپاہیوں کے پاس چلا جاتا۔ مگر جونہی کہ آتشباری شروع
ہوئی وہ اسطرح سے غایب ہوگئے۔ جیسے گدہے کے سر سے سینگ۔ دن میں سو سو مرتبہ احکام صادر ہوتے اور ہر حکم پہلے سے متضاد ہوتا
پانچویں رجمنٹ کی ایک کمپنی کو جو حکم ملا وہ نہایت ہی عجیب تھا۔ اس کمپنی کو ایک سالم ترکی رجمنٹ کے مقابلہ پر جو بمقام پاپالی ڈ ڈر
ایک خوب مستحکم اور مورچہ بند موقعہ پر کہڑی تہی۔ جب تک ایک آدمی بہی زندہ رہے قایم رہنے کا حکم دیا گیا۔ مگر کمپنی مذکور نے جب دیکہا کہ ترکوں
کی کثیر التعداد جمعیت کے مقابلہ پر وہ بالکل غیر محفوظ ہے۔ اور مراجعت کے وقت ترک تعاقب کرکے اوسکا قلع قمع کردینگے تو اوسنے کمانڈر
انچیف سے خاص قاصد بہیجکر درخوست کی کہ پسپائی کے وقت دستہ عقب کی حفاظت کیلیئے سُرنگ تیار کر چہوڑنے کی تجویز کیگئی ہے۔
اوسکے لیئے بارود کی مطلوبہ مقدار اور ایک برقی آلہ عنایت فرمایا جائے۔ جواب ملا کہ یہہ آلہ بہت قیمتی ہے۔ اوسپر ایک ہزار درہم
(چالیس پونڈ۔ چہہ سو روپیہ) خرچ آئے تھے۔ ایسا قیمتی آلہ کمپنی کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا کہ کہیں خراب نکردے۔ یونانی افسروں نے کسی جگہ
اپنے سپاہیوں کو باقاعدہ مورچے اور خندقیں نہ بنانے دیں۔ سب سے بہتر نظیر گرتنزووالی کی لڑائی میں جو ۲۴ گہنٹہ ہوتی رہی۔
ایک رجمنٹ کے کمانڈر نے قایم کی جو بہ شجاع زمانہ اپنی چار ہزار فوج کو اوسکے حال پر چہوڑکر ایک تار گہر میں بیٹھہ رہا اور گولیوں
کی بوچھار سے محفوظ و مصئون ہوکر تہہ خانہ مذکور میں بیٹہا ہوا چاروں طرف کمک کی درخوستیں بہیجنے کے نہایت ضروری کام کو
سرانجام دیتا رہا۔ یونانی فوج کے معاون محکموں کی حالت بہت ابتر تہی۔ صرف سامانِ حرب کے پہونچانے کے لیئے بارکش جانوروں کے ذریعہ

---

[1] انکا ذکر سر ایشمیڈ کر چکے ہیں۔

کسیقدر انتظام کیا گیا ہوا تھا۔ رسد رسانی کا انتظام لاریسہ کی مراجعت کے بعد عموماً تہ و بالا ہو جاتا تھا۔ انجنیر تعداد میں بہت ہی تھوڑے تھے اور کسیطرح اپنے فرائض منصبی کو سرانجام میں پوری نہیں اتر سکتے تھے۔ کل میدانی سلسلۂ ٹیلیگراف صرف ایک تار کا تھا جسکی کبھی جرنیل سٹاف سے بھی مخلصی نہ ہوتی تھی۔ میدانی ڈاک کی نسبت یہہ قیاس کر لو کہ گویا اوسکا انتظام سرے سے تھا ہی نہیں۔ میدانی شفاخانوں کا کام یونان کی صلیب احمر کے ڈاکٹر اور خدام سرانجام دیتے تھے۔ انگلی مدد کو جرمنی سے بھی ایک فوجی شفاخانہ پہونچگیا تھا۔ جسمیں دو ڈاکٹر پانچ تیمار دار عورتیں اور دو ہاسپٹل اسسٹنٹ تھے۔

حاجیا مارینا میں یونانی اخبار اکرد پولس کو نامہ نگار نے شاہزادہ ولیعہد سے ملاقات کی۔ اُس سے شہزادہ نے جو گفتگو کی اوس سے یونانی فوج اور سپہ سالار کے خیالات اور حالات بخوبی منکشف ہوتے ہیں۔ کئی دوسرے معاملات پر بھی جو پہلے تاریکی میں تھے اس سے روشنی پڑگئی۔ اُسکا ماحصل حسب ذیل تھا۔ ”یونانی فوج کو اسلیئے شکست ملی ہے کہ اوسمیں نظام و ترتیب بالکل مفقود ہے۔ اسی لیئے میں لڑائی کیئے جانیکا مخالف تھا۔ ہمکو یہ امید ہرگز نہ تھی کہ لڑائی ضرور ہو جائیگی۔ میں تمسے صاف صاف بلاتامل تسلیم کرتا ہوں کہ جب میں ایتھنز سے تھسلی کو روانہ ہوا تھا۔ تو مجھے لڑائی کا ہرگز یقین نہ تھا۔ تاہم اُن بیس دنوں میں جو اعلان جنگ سے ماقبل تھے میں نے فوج کو حتے الامکان محاربہ کے قابل بنانے کے لیئے سرتوڑ کوشش کی۔ نیز روس کی فتح ہو جانے پر ہمارے لیئے پیچھے ہٹ جانا لازمی ہو گیا۔ اگر ہم ایسا نکرتے تو چو طرفہ غنیم سے گھر جانیکا اندیشہ تھا۔ وہ تازہ دم کمکوں سے ہر وقت اپنی صفوں کو مکمل رکھ سکتا تھا۔ برعکس اسکے میرے پاس ریزرو فوج کے آدمی بھی مقتولین و مجروحین کی جگہہ لینے کے لیئے نہ تھے۔ لاریسا پر قابض رہنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اگر ہم اُسپر متصرف رہتے تو ہمارا وہی حشر ہوتا جو سیدان میں فرانسیسیوں کا ہوا تھا۔ صرف اتنا فرق پڑتا کہ فرانسیسیوں کی عزت اوس تباہی کے باوجود بھی برقرار رہی تھی۔ ہماری عزت پر بھی پانی پھر جاتا ہے۔ شہر اس قابل نہ تھا کہ ہم اوسے دشمن سے محفوظ رکھ سکتے اور بلاشرط ہتھیار ڈالدینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہجاتا۔ مزید برآں شہر کو قبضہ میں رکھنے کی کوشش فضول بھی تھی۔ کیونکہ خواہ ہم الاصونا تک بڑھ گئے ہوتے۔ ہمیں آخر دشمن کی کثیر التعداد فوج کے سامنے پیچھے ہٹنا پڑتا۔ ہمیں تو آدمیوں کی اسقدر اشد ضرورت تھی اور اوسکے تھنز ایسے آدمیوں سے لبریز و معمور ہو رہا تھا جنکو فوجی خدمت سے معاف کر دیا گیا ہوا تھا۔ منفرداً سپاہی خوب لڑے۔ مگر ایک مہینہ میں آدمیوں کو قابل سپاہی بنا سکنا بالکل ناممکن ہے۔ ہمارے اعلیٰ افسروں کو بریگیڈوں کی کمان کے ڈھب سیکھنے کے کب موقعے ملے تھے۔ اور خود مینے ایک سالم فوج کی کمان کیلیئے جو تجربہ اور قابلیت ضروری ہے کہاں حاصل کی تھی اور کسطرح حاصل کر سکتا تھا؟ اس عام ناقابلیت کی وجہہ سے ہی مجھے ایک میجر کو اسکی پلٹن کی کمان سے برطرف کرنا پڑا۔ وہ اس بارہ میں بالکل نالایق ثابت ہوا مگر اور سب باتوں میں بڑا قابل شخص تھا۔ نظام کا یہہ عالم تھا کہ وہ کیفلم عنقا تھا۔ مینے فوجی قانون جاری کرنا چاہا۔ مگر معلوم ہوا کہ ایسا کرنا قوانین ملک کے برخلاف ہے۔ یونانی بیشک بڑی عمدہ قوم میں کیونکہ اون تمام مصائب کے باوصف جو فوج نے برداشت کیں اور کر رہی ہے۔ سپاہی فوج سے مفرور نہیں ہوے حالانکہ انکو حاضر باش رہنے پر مجبور کرنے کے لیئے ہمارے پاس کوئی قانونی ذریعہ نہیں۔ بیڑہ سے مدد پہونچنے کی مجھے پہلے سے ہی کوئی شئے توقع نہ تھی۔ ترکی شہروں پر گولہ باری کرنا سہل کام نہ تھا۔ تو پھر کیا وہ کچھہ کام دینے کے الزام سے بچنے کے لیئے کسی یونانی شہر پر گولہ باری کرتا۔

اکثر اعتراض کرتے ہیں کہ اوسنے سالونیکا کو کیوں فتح نکر لیا۔ مگر ہم اوسے فتح کرنے کے لیئے فوج کہاں سے لاتے اور کس فوج کو خشکی پر اتارتے مزید
برآں اگر یونانی بیڑہ نے سالونیکا پر گولہ باری کی ہوتی تو کیا پھر کبھی دول یورپ ثالث بننا منظور کرتیں؟ ہم چند جزایر کو ٹھیک فتح کر سکتے
تھے مگر اس سے کچھہ فایدہ نہ نکلتا۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ ہمیں التوائے جنگ سے فایدہ اوٹھا کر ترکوں کے پیچھے ہٹا دینے کے لیے مطلوبہ تیاریاں
کر لینی چاہئیں۔ ایسا کر سکنا بالکل ناممکن ہے۔ ہمارا بھی وہی انجام ہوجو سیدان کے بعد فرنچ وزیر ومدبر گیمبٹا کا ہوا تھا جو لوگ لڑائی کو
جاری رکھنے کیلیئے اسقدر شور وغل برپا کر رہے ہیں۔ اونکو بعید کی چوکیوں کی خدمت پر لگا دینا چاہیئے۔ پھر اونہیں معلوم ہوجائیگا کہ
لڑائی کیا چیز ہے۔ ہمیں صلح ہوتے ہی فوج کی درستی و ترتیب کا کام نہایت احتیاط اور سرگرمی سے شروع کر دینا واجب ہے۔ اور یہہ نہایت
ضروری ہے کہ فوجی افسروں کو آیندہ پالٹیکس میں کچھہ دخل نہ رکھنے دیا جاوے۔ اور پارلیمنٹ کی ممبری اونکے لیئے ناجایز قرار دیجاوے۔ سرحد کی درستی
سے ترکی کو جو فواید حاصل ہوگئے ہیں۔ اونکے جواب میں ہمیں نئی سرحد کے برابر برابر خوب مستحکم مورچے اور گڑھیاں تیار کرنی چاہئیں۔ یونانی اخبارات
نے لکھا ہے کہ ترکوں کے چلے جانے کے بعد جو فوج تھسلی پر قابض ہوگی میں اوسکی کمان لینے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ خبر بالکل غلط ہے کیونکہ انکار تو درکنار
مجھسے اس امر کی ابتک درخواست ہی نہیں کیگئی۔ قوم کو فوج کیطرف سے ایسی بدظنی ہوگئی ہے کہ اتھنز کے کئی باشندوں نے ڈاکٹر کالونیس
کے پاس جاکر اوس سے دریافت کیا کہ آیا جنرل ماورومیکالیس فی الحقیقت گولی سے زخمی ہوا تھا۔ یا کہ محاربہ کے مزید خطرات سے بچنے کے لیئے اوسنے اپنے ہاتھ سے
زخم لگا لیا تھا۔ ممالک غیر کے اون فوجی افسروں کی تحریروں سے جو میدان جنگ میں موجود تھے یہہ رائے قایم ہوتی ہے کہ ترکی سپاہیوں نے
اپنی جفاکشی و تحمل۔ اپنی سادہ طرز معاشرت اور پارسائی۔ بہادری ونفس کشی سخت پابندی احکام اور لڑائی کے لیئے ہر وقت یکساں تیار
رہنے ہی نہیں بلکہ خوشی تمام لڑائی کے میدان میں اترنیکی طفیل ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ تمام اجنبی افسر دنگ رہ گئے۔ ایسے کارنمایاں کسی
سپاہی سے تب ہی معرض ظہور میں آسکتے ہیں جبکہ طبعی جنگی قابلیت کے ساتھ سچی حب الوطنی کامل قومی غیرت وحمیت اور سچا و پرجوش مذہبی
اعتقاد و ایمان بھی اوسمیں موجود ہو۔

جنرل وان ڈرگولز کا یہ ریمارک موجودہ زمانہ کی ترکی افواج کی نسبت بالکل درست ہے کہ وہ ایسی سپاہ ہے جو جلدی میں بھرتی کیگئی ہو۔
اوسمیں نہایت اعلے قابلیت موجود ہے۔ اوسکے کمانڈر نہایت قابل اور لایق ہیں اور اوسکا جنرل سٹاف بہت ہی عمدہ اور کثیر التعداد ہے۔ محاربہ کے
بعد سلطان المعظم نے جنرل موصوف کو اوسکی خدمات حسنہ کے صلہ میں طبقہ لیاقت کا طلائی تمغہ عنایت کیا اور مارشل کا مفوو بہنر پاشا کے معاودہ
ملازمت کی تجدید نہایت ہی مفید شرایط پر کردی۔ یہہ اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ جلالت مآب جرمن اتالیقوں کی خدمات کی کیسی سچی قدر کرتے ہیں
ترکوں کو اپنی اصلاح و قوت یافتہ فوجی طاقت کو بہلے آہستگی وتدریج کام میں لانا مناسب ہے۔ اور اس اثنا میں وہ اپنی
سپاہ کی حیرت انگیز مدافعانہ قوتوں سے مناسب و درست موقعہ ومحل پر فایدہ اوٹھائیں۔ شروع شروع میں جارحانہ پہلو پر اونہیں عقلمندی
سے کام لیکر صرف چھوٹی چھوٹے کاموں پر قناعت کرتے رہنا اور بڑی بڑی منصوبوں سے محترز رہکر صرف ایسے مقاصد کے حصول کی جو سپاہ
کی ذاتی شجاعت سے حاصل ہوسکتے ہوں کوشش کرنا مناسب اور واجب ہے۔ فوج میں اعلے ترین مراتب پر فایز ہونا۔ فوج کی ترتیب و درستی
کو اور زیادہ مکمل کرنا۔ سپاہ میں پہر وہی فاتحانہ جوش پیدا کرنا جو ابتدائی زمانوں میں ہوا کرتا تھا۔ اور فوج کو فاتحانہ وجارحانہ محاربہ کے قابل

بنانا ایسے کام ہیں۔ جنکو آیندہ نسل پر چہوڑنا چاہیئے۔

اگر پادشاہ عثمانیان کی فوج کو بلا مزاحمت و توقف لگاتار ترقی و اصلاح کے میدان میں بڑہے جانیکا موقعہ ملتا رہا۔ تو وہ مستقبلہ محاربات میں کل عالم کو اپنی کارہای نمایان سے حیرت میں ڈالدیگی۔ اور اپنی اوس قدیم شہرت کو جسکی شہادت تاریخ زمانہ کا ہر ایک ورق دیرہا ہے قایم و بحال رکھیگی۔

فصل بست و پنجم

رضا پاشا۔ وزیر حرب۔ و سر عسکر افواج شاہانہ عثمانیہ

جرمن افسر لکھتا ہے کہ کتاب کو ختم کرنے سے پیشتر اوس شخص کا ذکر کردینا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے جو اگرچہ واقعی محاربہ کارزار میں شریک نہ ہوا۔ اور نہ غنیم کے بالمقابل وہ کسی کمان پر مامور تہا۔ مگر پہر بہی اوس آفرین و ستایش کے حصہ کثیر کا جسے عثمانیہ فوج نے تمسلی اور اپائر کے خونریز میدانہای جنگ میں حاصل کیا جایز طور پر دعوی کرسکتا ہے۔ یہہ شخص فوجی معاملات کے ہر صیغہ و محکمہ سے کامل باخبر اور تجربہ کار وماہر جنرل سر عسکر رضا پاشا ہے۔ اوسنے کیا بلحاظ کمانڈر افواج اور کیا بلحاظ مجدد و مصلح دونو حیثیتوں سے اپنے ملک کی نہایت ہی اعلے و بیش بہا خدمت کی ہے۔ اور اوسکا نام عساکر عثمانیہ کی تازہ ترین ترقی و کارنامہ کے ساتھ ہمیشہ باعزت و احترام وابستہ و مرتبط رہیگا۔

یہہ اوسکی مسلسل و لگاتار غور و پرداخت اور محنت و کوشش کا نتیجہ تہا کہ جن افواج کو محاربہ میں شامل ہونیکا حکم دیا گیا تہا۔ وہ ٹہیک وقت پر خوب مکمل و تیار اور سب طرح سے آراستہ و پیراستہ سرحد پر جمع ہوکر بطریق مناسب ڈویژنوں وغیرہ میں مرتب ہوگئیں اور بوقت اجتماع یا بوقت تقسیم و ترتیب کسیطرح کی رکاوٹ یا دقت پیدا نہ ہوسکی۔ کمانوں پر مناسب و قابل آدمیوں کی تعیناتی کا فخر و اعزاز بہی اوسکو حاصل ہے جس کام کے جو آدمی قابل تہا۔ وہی اوسپر مامور کیا گیا۔ وہ چپ چاپ و خاموش اپنے کام اور فوج کی غور و پرداخت میں از سر تا پا مصروف قسطنطنیہ میں بیٹہا ہوا کل ڈوریوں کو جو مختلف ڈویژنوں کو دار الخلافہ سے ملائی ہوئی تہیں اپنے ہاتھ میں تہامے ہوئے تہا۔ اور اس امر کی سخت احتیاط کے ساتھ نگرانی کر رہا تہا کہ کسی ڈویژن کی طاقت کمزور نہ ہونے پائے۔ مارشل ادہم پاشا کی فوج کی پہلی صفیں سرحد کو عبور کرکے غنیم کے ملک میں داخل ہی ہوئی تہیں کہ ادہر فی الفور احتیاطی ریزرو فوج مفتوحہ علاقہ پر قابض و متصرف ہونے اور بشرط ضرورت بلا درنگ پیشقدمی کرکے صف اولین (یعنے محاربہ کنندہ فوج) سے جا ملنے کے لیئے شاہراہوں کی مواقع اتصال پر تیار کہڑی تہی۔

شہ۱۸۶۵ء میں کپتانی کے رتبہ پر فایز ہوئے کیوقت تک رضا پاشا بمقام قسطنطنیہ شاہی محافظ پلٹنوں میں خدمت کرتے رہے کپتان ہونیکے بعد طبیہ مدرسہ کے فوجی ڈایرکٹر مقرر کیئے گئے۔ اس مدرسہ میں جہاں آجکے دن تک اونکا نام عزت و محبت سے لیا جاتا ہے چند برس قابل تعریف کام کرنے کے بعد رضا پاشا ساتویں عشر کے شروع میں سٹاف افسر بنائے گئے۔ اور ستوطرا واقع البانیا کو بہیجدیئے گئے جزیرہ نما بلقان کے اس شمال مغربی کونہ میں باشندوں کی شورہ پشتی کیوجہ سے کثیر التعداد فوج جمع تہی۔ تہوڑی ہی دیر بعد بوسینا۔ ہرزی گووینا

اور مانٹی نیگرو میں بغاوتیں برپا ہوگئیں۔ ان بغاوتوں اور نیز اوس صعب و دشوار بیقاعدہ پہاڑی جدال و قتال میں جو مانٹی نیگرو کے پہاڑوں اور گھاٹیوں میں ہوا۔ اور ترکوں کو اوس سے بہت تکلیف پہونچی۔ رضا پاشانے اپنی بہادری و ہوشیاری سے خاص امتیاز حاصل کیا اور کئی موقعوں پر ذاتی بہادری کے بے نظیر جوہر دکھائے۔ پھر اوس بہادرانہ پیشقدمی میں جو زرناگورو پر کیگئی شامل ہوئے ترک دشوار گذار پہاڑوں کو طے کرتے ہوئے آخر مقام مذکور تک پہونچ گئے اور اہالی جبل اسود کو وہاں کامل شکست دی جس سے کل مانٹی نیگرو پر ترکوں کا تصرف ہوگیا۔ اور وہاں کے صدر مقام سٹنجہ پر ہلال کا علم بلند کر دیا گیا۔ ان بہادریوں کے صلہ میں رضا لفٹنٹ کرنیل بنا دیئے گئے

محاربہ روم و روس کے شروع ہوجانے پر ٹرکی کے شمالمغربی حصہ سے جو فوج بحیرہ ایڈریاٹک کے راستہ جزیرہ نما بلقان کے مشرقی حصہ کو جسے غنیم سے سخت خطرہ تھا لائی گئی تھی۔ اوسکا لانا رضا پاشا ہی کے سپرد کیا گیا تھا۔ ایسی مہم کی نظیریں تاریخ میں تقریباً نایاب ہیں یہ فوج جہازوں سے اترتے ہی سیدہی درہ شپکا کو بہیجدی گئی تہی۔ جہاں اوسنے وہ وہ کارنامے دکھائے جسے زمانہ قیامت تک فراموش نہیں کریگا۔ اس درہ کی شاندار حفاظت پر جسمیں رضانے کئی مرتبہ شہامت و بسالت کی داد دی۔ سلطان المعظم نہایت خوش ہوئے تہے محاربہ کے بعد جلالت مآب نے رضا کو کرنیل کا رتبہ عطا کرکے ایک رجمنٹ کا کمانڈر مقرر کر دیا۔ اس حیثیت سے پہلے وہ سمرنا میں اور پہر لاریسہ اور وولو میں اور بالآخر اسمد میں ایک ردیفی رجمنٹ کے کمانڈر رہے۔

جب قسطنطنیہ کی محافظ شاہی فوج کے حساب کتاب کے لیئے ایک کمیشن قایم ہوئی تو اعلے حکام حضور رضا کی مسلمہ دیانت داری فوجی مہارت اور انتظامی قابلیت معلوم تہی۔ اوسے اس کمیشن کا پریسیڈنٹ بنایا یہ۔ اس کام سے فارغ ہونے پر وہ ایڈریانوپل میں ایک بریگیڈ کے اور پہر چند برس بعد میں ایک ڈویژن کے کمانڈر مقرر کیئے گئے۔ سلطان عبد الحمید فوج سے جنکی ذاتی واقفیت بہت وسیع ہے۔ کچھ عرصہ سے رضا سے واقف اور اوسکی غیر معمولی فوجی قابلیت کو مشاہدہ کرتے رہے تہے۔ وہ اوس سے ایسے خوش ہوئے کہ اوسے پہلے یلدز کوشک کی محافظ فوج کا کمانڈر اور پہر محافظ شاہی فوج کے دوم ڈویژن کا کمانڈر اور اپنا ایجوٹنٹ جنرل بنا دیا۔ شاہی اعتبار و بہروسہ کا اس سے بڑہکر کوئی ثبوت نہیں ہوسکتا تہا۔ رضانے یہاں بہی ایسی جان نثاری سے کام کیا کہ جلالت مآب کی نگاہوں میں اوسکی عزت و وقعت اور بہروسہ و اعتبار بڑہ گیا حتیٰ کہ اس عہدہ سے ترقی پاکر وزیر صیغہ حرب ہوگیا پادشاہ کے اس مبارک انتخاب کی معقولیت و برجستگی محاربہ روم و یونان کے واقعات سے بخوبی مبرہن ہوگئی ہے

سب سے اول فیلڈ مارشل جنرل رضا پاشا ہی ایسی شاندار فوج کی تیاری و تربیت کیلیئے جیسی کہ وہ فوج تہی جسنے تھسلی وا پائرس میں خدمت کی شکریہ و ستایش کے مستحق ہیں۔ فوج کی اصلاح و درستی میں انسے بیش بہا مدد ملی۔ اور تھسلی کی فتوحات اوسی تخم کا پہل تہیں جو پاشا موصوف نے بویا تہا اپنے آقائے نعمت کی وفاداری تابعداری اور ذاتی جان نثاری میں ایسا راسخ القدم ہے کہ دنیا میں کوئی چیز اوسے اس جادہ سے نہیں ہٹا سکتی۔

احمد عاصف پاشا صیغہ حرب کے انتظامی شعبہ میں وزیر حرب کا سب سے زبردست معاون و مددگار احمد عاصف پاشا چیف سپرنٹنڈنٹ ہے نیکالڈی کے مدرسہ حربیہ کا امتحان پاس کرنے کے بعد وہ فوج محافظ شاہی کی ایک رجمنٹ

میں عہدہ افسری مامور ہوا۔ پھر کپتان اور فوج انفنٹری کے اتالیق کا نایب بنایا گیا۔ قایم مقام میجر ہونے پر محلہ قاسم پاشا کے مکتب حربیہ کا پرنسپل مقرر ہوا۔ ۱۸۷۷ء کے محاربہ کے شروع میں وہ دریائے ڈینیوب کی فوج میں شامل تھا۔ وہاں سے وہ درہ شپکا کو بھیجا گیا۔ محاربہ کے خاتمہ پر پوری میجر کے رتبہ پر فایز ہوا۔

محاربہ مذکور کے بعد وہ عرصہ دراز تک پہلے پانچویں اردو (دمشق) اور پھر تیسری اردو (مقیمہ مناسطر) میں ایجوٹنٹ رہا۔ ۱۸۸۵ء میں جنرل سپرنٹنڈنٹ کے دفتر کو تبدیل کر دیا گیا۔ اور وہاں ایک سیکشن (حصہ) کا اعلے افسر بنایا گیا۔ اس عہدہ پر کچھ عرصہ مامور رہنے سے وہ اپنی طبعی ذہانت و جودت سے فوج کی تمام ضروریات سے بخوبی واقف ہو گیا۔ ۱۸۸۶ء میں فوجی کمیشن معاینہ کنندہ کا ممبر ہوا۔ ۱۸۹۰ء میں جرنیل برگیڈ کے رتبہ پر فایز ہو کر وزارت حربیہ کے دفتر عام نگرانی کا اعلے افسر مقرر ہوا۔ جس عہدہ پر وہ ابتک مامور ہے۔ احمد عاصف پاشا بیشک اس قابل ہے کہ اوسے قابلترین منتظمین کے ذیل میں شمار کیا جائے۔ مزید برآں بے نظیر دیانت داری۔ راست بازی اور زندہ دلی سے بھی اوسے عام شہرت اور نیکنامی حاصل ہو گئی ہے۔ سرکاری معاملات میں وہ کسی کی بیجا رعایت کرنے کا نام نہیں جانتا۔ گذشتہ محاربہ میں اوسنے ایسی مستعدی دکھائی جسکے کل مداح ہیں اور ایسی قابلیت سے احکام جاری کیے کہ اونھی کے طفیل فوج بسرعت اور خوب مضبوط و آراستہ سرحد پر لگاتار پہونچتی رہی۔ وہ انتظامی معاملات اور نقل و حرکت کے متعلق برسوں سے نہایت جانفشانی کے ساتھ ایسی عمدگی سے تیاریاں کرتا رہا ہے کہ قسطنطنیہ کے بیشمار نامہ نگاران ممالک غیر میں سے ایک شخص بھی کبھی اوسپر کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکا۔

فاتح فوج و افسران پر نوازشات سلطانی

محاربہ کو ملتوی ہوئے ابھی چند ہفتے ہی ہوئے تھے کہ تمام شریک کارزار افواج کے لیے خاص تمغے تیار ہو کر تھسلی اور اپائرس میں پہونچگئے اور ہر ایک مستحق کو عطا کیے گئے۔ تمام جرنیلان ڈویژن اور سپہ سالار کو پہلے مختلف مدارج اور طبقوں کے نشان مرحمت کیے گئے۔ پھر جولائی ۱۸۹۷ء میں جنرل ادہم پاشا و جنرل ہائے اردو و نشاط پاشا۔ خیری پاشا۔ حمدی پاشا۔ حقی پاشا۔ ممدوح پاشا۔ عمر پاشا۔ رشدی پاشا۔ حفظی پاشا۔ عثمان پاشا۔ ابراہیم پاشا۔ و برگیڈ جنرل حیدر پاشا۔ و رضا پاشا کو تحفہ میں گرانبہا شمشیریں عطا کی گئیں۔ تلوار کی ایک طرف عبارت ذیل منقش کی گئی۔

"یہ بنام خدائے رحیم جملہ قوم عثمانیہ کی نظر میں یہ شمشیر ایک بڑا نشان فتح و نصرت کا ہوگا۔ جسکو اعلیحضرت سلطان المعظم نے اُن فتوحات متکاثرہ کے اظہار شکریہ اور نمایاں وفاداری کے اعتراف میں عطا فرمایا ہے۔ جو یونان کے مقابلہ میں بوقت جنگ ظہور میں آئی۔ یہ اُن لوگوں کی نسلوں میں ایک موروثی ترکہ ہے۔ جنکو یہ عطا ہوگی" بقول اقدام ترکی ایک طرف یہ کندہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم انا فتحنا لک فتحا مبینا ۔ بعنایت اللہ تعالی ہذہ السیف هدیة من خلیفة الاعظم الی حضرت فلان .... ان میں سے غازی ادہم پاشا سپہ سالار افواج تھسلی کی شمشیر اعزازی کی قیمت ۵ ہزار پونڈ تخمینہ کیگئی ہے۔ ۱۸۹۸ء میں ادہم پاشا کو دس ہزار پونڈ اور اسطرح دیگر اعلے عہدہ داروں اور افسروں کو معقول قدر رقمیں بطور انعام عطا کیگئیں۔ ناقابل کار زخمیوں سے جو سلوک کیا گیا اُسکا بیان بھی کسی حد تک

میں فخر کرسکتا ہی شہدا کی ورثا کو نقد عطیات اور درجہ بدرجہ پنشنوں کی علاوہ املاک و جائیدادوں کی انتقال کو داخل خارج کی مصارف سے معاف کر دیا گیا۔ تمغہ حربیہ کی تصویر تصاویر میں درج ہی۔ شفاخانہ یلدیز سے جو کی شفایاب زخمیوں کو بھی جب اونکی معتدبہ تعداد سفر کی قابل ہو جاتی تو عام جلسہ کرکے نقد انعام و اکرام کی علاوہ یہ تمغے بھی عطا کیے جاتے۔ سب سے پہلا جلسہ ۱۴ اگست ۱۸۹۷ء کو ہوا جسمیں خود جلالتمآب بھی بنفس نفیس شریک ہوئے۔

سب سے پہلے اعلحضرت کی تشریف لاتے ہی فوجوں کا ریویو ہوا اور موجودہ لشکر اعلحضرت کی سامنے سے گذرا۔ اسکے بعد مجلس میں سرخ حریر کا بنا ہوا علم جو نئی فتح مندیوں کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ اور جسپر لا الہ الا اللہ سونے کی کارچوبی حرفوں میں منقش کیا گیا سے لایا گیا۔ تمام امرائے دولت اور وزیر جنگ اور دیگر عہدہ داران دولت علم مبارک کی جلو میں موجود تھے۔ یہ علم تمام دوسرے علموں کے آگے تہا بلکہ خاص سلطانی جھنڈے کی بھی آگے لا کر جہاں سلطان المعظم تشریف فرما تھے رکہا گیا۔ اسکے بعد تحسین بیگ سکرٹری اعلحضرت آگے بڑھے اور اعلحضرت کیطرف سے اسپیچ پڑھی۔

عساكري واولادي الاعزاء

كان املنا المحافظة على الصلح والسلم وعدم سفك الدماء لكن اليونان ابوا الا التجاوز على بلادنا فنقضوا العهد وكان فرض عين علينا حفظ حقوقنا وان لا ندعهم يطؤوا ارضنا فاعتمدنا على الله وشرعنا في الحرب فالحمد والشكر لله مائة الف مرة لقد كنا نحن الغالبين وما ذلك الا بعون الله وعنايته وامداد روحانية نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم فما اعظم ممنونيتي مما ابرزه عساكري في هذه المحاربة من الغيرة والجسارة وما اكبر افتخاري واخص بالذكر ما ابدوه من الحركات الحسنة في المحلات التي دخلوها مظفرين فقد استحسنها الناس اجمعين واني ممنون مسعود من ذالك ايضا وقد امرت باعمال مداليه لتكون تذكار افتخار المظفريات التي نلناها في حرب اليونان هذه واني اعطي لكل منكم واحدة هذه المداليه تحت هذا العلم المزين بكلمة الله تقديرا الحق استقامتكم وصداقتكم وشجاعتكم

عربی کا ترجمہ

اے میرے بچو۔ اور اے میری عزیز بہادرو میرا مقصود امن قائم رکہنا اور خونریزی سے اجتناب کرنا تہا لیکن یونانیوں نے ایک ایسی راہ چلی جو میری اس ارادہ کی مخالف تہی۔ کیونکہ انہوں نے ہماری ملک پر حملہ کرنے کا قصد کیا اور وہ تمام عہد و پیمان جو ابتک قائم تہے توڑ ڈالے۔ پس ہمکو بھی مجبوراً اپنے حقوق کی حمایت اور اپنے ملک کی حفاظت کرنی ہوئی اور ہمنے بھی مقابلہ کیا۔ خدائے پاک کی تائید اور ہماری اسپر اعتماد کرنے کی وجہ سے ہمکو ہی فتح ہوئی۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم اور آپ کی شفاعت کی برکت سے ہمنے یونانیوں کو کامل طور سے شکست دیدی۔ میں اپنی اس خوشی و مسرت کا اظہار نہیں کرسکتا جو مجھکو تمہاری اس شجاعت اور بہادری اور خصوصاً تمہاری اس نیک روش سے جو تم نے ان علاقوں میں جنمیں تم فاتح بنکر داخل ہوتے تہے حاصل ہوئی ہے۔

وہ تمہارے اس سلوک نے تمام دنیا کو متعجب اور متحیر کر دیا ہے۔ اور میں اس سے نہایت مسرور ہوں اور آئندہ بھی ہمیشہ اسکی یاد سے نہایت ہی شاداں ہونگا۔ بہت سے مخصوص تمغے ان فتحمندیوں کی یادگار میں جو اس لڑائی میں حاصل ہوئی ہیں تیار کیے گئے ہیں اور میں تم میں سے ہر ایک کو ایک ایک تمغہ تمہاری استقامت اور بہادری اور امانت کی شہادت کے طور پر دیتا ہوں" اس سپیچ کے پڑھے جانے کے بعد دعا مانگی گئی جسمیں خلیفۃ المعظم کی طول حیات کی دعا مانگی گئی اور ختم دعا کے بعد اعلیحضرت کے روبرو تمغے اور فی سپاہی دو دو پونڈ جیب خاص سے دئے گئے۔ انعامات تقسیم ہونے کے بعد امیر المومنین کے لیے بعد قتل دعا مانگی گئی۔ اور فوج بصف بستہ آداب بجا لاتی ہوئی حضور انور کے سامنے سے گذر کر بارکوں کو رخصت ہو گئی۔

بازار یلدز سرائے بماہ جون ۹۷ء خاص سلطان المعظم کے ذاتی منشا و تحریک سے ترکی زخمیوں اور مقتولین کی بیواؤں اور یتیم بچوں کی امداد کیلیئے بموجب اشارت سلطانی قسطنطنیہ میں ایک وسیع عارضی مینا بازار قائم کیا ہے کا نام بازار یلدز سرائے ہے۔ اسکی تعمیر کا کل خرچ سلطان المعظم نے اپنی جیب خاص سے عطا کیا۔ یہہ خوبصورت عمارت ۷۰۰ مربع میٹر میں بنائی گئی ہے اور قاعدہ مقرر کیا گیا کہ تماشہ بینوں اور فروخت اشیا سے جو آمدنی ہوگی وہ یتامے و ارامل شہدا جنگ کی امداد میں خرچ کیجاوے۔ علاوہ صرف تعمیر کے بہت سے تحائف اور نادر چیزیں واسطے فروخت کے حضور سلطانی سے مرحمت کی گئیں۔ اور تمام ممالک محروسہ میں اسکی امداد کا جوش برقی رفتار کے ساتھ پھیلگیا جسمیں غازی مختار پاشا کی تحریک سے صوبہ مصر نے سب سے زیادہ سرگرمی سے حصہ لیا۔ چھہ مہینے کے اندر اندر پچاس لاکھ پیاسٹر سے زیادہ نقد وصول ہو چکے تھے۔

اشیاء گرانبہا و تحایف نادرہ اسکے علاوہ ہیں جنکی تفصیل ایک پوری کتاب میں بھی نہیں سما سکتی لہذا بر سبیل اختصار نمونہ کے طور پر امداد کی چند نظیریں اس تاریخ میں درج کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ سلطان روم کی خوشنودی حاصل کرنیوالے اور ان کے نازبردار دنیا کے جلیل القدر اشخاص میں سے کون کون ہیں۔

شہنشاہ روس و شہنشاہ جرمن نے تحائف گراں بہا کے ساتھ ہمدردی کی شہنشاہ آسٹریا نے کپڑے رکھنے کی الماری اور سنہری چوکھٹوں کی روبیش قیمت تصویریں اور دیگر تحائف عطا کیے۔ جو نہ صرف بیش قیمت بلکہ نادر الوجود بھی تھے۔

شاہ سرویا نے بازار یلدز سرائے کے واسطے دو ہزار فرانک چندہ دیا۔

خدیو مصر کی بیگم نے ایک نہایت عجیب اور بیش قیمت گلدستہ بازار یلدز سرائے کو پیش کیا اس گلدستہ کے پھول ریشم کے اسقدر نفاست سے بنائے گئے تھے اور اسقدر نازک کہ کم از کم ایک منٹ تک غور سے دیکھنے کے بعد یہ خیال ہوتا تھا کہ گلدستہ مذکور مصنوعی ہے اصلی نہیں اس گلدستہ کے گرد ایک نہایت خوبصورت زرین لیس لپٹی ہوئی تھی جو فن زرگری کے کمال کا اعلے نمونہ تھا۔ ہر ایک جگہہ اور پھول کی پنکھڑی پر ہیرے اور موتی اس صنعت سے نصب تھے کہ شبنم سحری کو شرمندہ کرتے تھے۔

شاہ مظفر الدین شاہنشاہ ایران نے ۴۰۰ پونڈ یلدز سرائے کو مرحمت فرمائے۔

شاہزادہ بلگیریا نے بھی علے قدر حیثیت شرکت حاصل کی۔ اس بازار کی منتظم کمیٹی کے ممتاز ممبر سلیم آفندی اور سعاد تلو ذو الکفل پاشا

اور پریزیڈنٹ رفیق بیگ مددگار وزیر خارجیہ اور ابراہیم بیگ مددگار وزیر داخلیہ تھے۔ ان اراکین کے دو حصے کئے گئے تھے ایک اراکین عسکریہ دوسرے اراکین ملکیہ۔ صبح کے سات بجے سے دس بجے تک اور شام کے چار بجے سے دس بجے تک کا وقت اجلاس مجالس انتظامیہ کے لیئے مقرر کیا گیا دیگر اراکین سلطنت سنیہ و باشندگان یورپین روم و ایشیائی، روم عراق عرب و عراق عجم مملکت شام صوبہ فلسطین و صوبجات حجاز و یمن و عابدین صوبہ مصر طرابلس الغرب وغیرہ نے جس گرمجوشی سے اس بازار کی اعانت میں زر کثیر صرف کیا۔ اسکی تفصیل اس کتاب میں اسمواد درج کرنا ہماری قابو سے باہر ہے۔

سلطان المعظم کے حکم سے مشتریان و چندہ دہندگان کے لیئے تین قسم کے تمغے تیار کیئے گئے۔ ان میں ایک چندہ دہندہ فرمانروا اور شاہزادگان کیلیئے تھا اسکا قطر آٹھ سینٹی میٹر یعنی ۳ انچہ تھا۔ دوسرا تمغہ جسکا قطر دو سینٹی میٹر تھا ہر ایک چندہ دہندہ کو اور تیسری قسم جسکا قطر ۲½ سینٹی میٹر (ایک انچہ ہی) ہر ایک مشتری کو جو بازار سے کوئی چیز خرید کر لایا ملا۔

ان تمغوں کی ایکطرف بیلوں کی بیل اور اسکے دور میں الفاظ "نشان انسانیت و شفقت" اور دوسری طرف بازار کی تصویر تھی۔ کل رقم اس بازار کی اسباب کی فروخت اور نقدی عطیات مقتولین کی ورثاء اور مجروحین کی فنڈ کے لیئے تین بتیس لاکھ روپیہ کے قریب جمع ہوئی۔

تخلیہ تھسلی کی قطعی عہدنامہ کے مرتب ہو جانے کے بعد دول ثالث یونان کی مالی صیغہ کیطرف متوجہ ہوئیں۔ ایک خاص کمیشن اوسکی نگراں مقرر کیگئی۔ اور کئی مہینوں کی باہمی گفتگو اور جھمیلے کے بعد آخر روس فرانس اور انگلستان کی ضمانت پر تاوان جنگ کی ادائگی اور ضروری اصلاحات ملک کے اخراجات کے لیئے یونان کو قرضہ ملگیا۔ اور اوسنے پہلی قسط (دس لاکھ پونڈ) ۵ مئی ۱۸۹۸ء کو دوسری قسط دس لاکھ پونڈ کی ۱۰ جولائی ۱۸۹۸ء ادا کردی۔ اور ترکی فوج نے حسب شرائط دوسری قسط کی وصولی کی تاریخ سے تھسلی کو خالی کرنا شروع کرکے آخری قسط کی وصولی پر علاقہ کو خالی کردیا۔ جب تخلیہ کی خبریں بذریعہ تار موصول ہونی شروع ہوئیں تو اکثر ابناء ملک نے اوسکی درستی کو بنظر اشتباہ دیکھا اور حیرت سے استفسار کرنے لگ گئے کہ کیا یہ خبر درست ہے؟۔ لیکن اگر وہ شرائط معاہدہ پر پہلے غور کرلیتے تو متعجب ہونیکی کوئی گنجایش باقی نہ رہتی جب ترکوں نے معاہدہ صلح پر دستخط کردیئے ہے۔ تھسلی کا خالی کردیا جانا اوسیوقت سے یقینی ہوگیا تھا۔ خدا کے فضل و کرم سے یورپین تہذیب اونمیں ابھی ایسی سرایت نہیں کرسکی کہ وہ عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھدیں یا معمولی ڈپلومیٹک ستادی سمجھیں۔ وہ مسلمان ہیں اور مسلمان کو ایفائے عہد کی جیسی کچھہ تاکید ہے وہ مذہبی احکام کے جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ بعض دنیادار کوتاہ اندیش بالخصوص عیسائی لوگ شاید ترکوں کی اس صفت کو اونکی بیوقوفی پر محمول کریں یا اسے یورپین دول کے دباؤ اور ترکی گورنمنٹ کی کمزوری کا نتیجہ سمجھیں۔ مگر یہ اونکی سخت غلط فہمی ہوگی۔ صداقت اور راستبازی کی ہمیشہ آخرکار فتح ہوتی ہے۔ اور یہ اسی راستبازی کے جو محولہ بالا لوگوں کے زعم میں بیوقوفی کے مترادف ہے طفیل ہے کہ سلطنت عثمانیہ ہزاروں مہلک صدمات اور انقلابوں سے بالآخر صحیح سلامت بچتی چلی آئی ہے۔

۴ مئی ۱۸۹۸ء کو دول معظمہ کے نائب نئی حد کی نشاندہی کیلیئے قسطنطنیہ سے روانہ ہوگئے۔ اور جولائی کے وسط تک تخلیہ کی

کی کارروائی ختم ہوگئی ۔ نئی حدود کا نقشہ حسب ذیل ھے

اور محاربہ روم و یونان کا آخری خرخشہ بھی طے ہوگیا۔ مگر اصل منبع فساد مسئلہ کریٹ وسیطرح باقی رہا۔ سلطان المعظم نے بہت چاہا کہ تخلیہ تھسلی سے پہلے اسکا کچھہ تصفیہ ہو جائے۔ لیکن دول نے نمانا۔ آخر ستمبر ۱۸۹۸ء کی فسادسے جو کینڈیا کے مسلمانوں سے مجبوراً معرض ظہور میں آیا۔ دول فرنگ کو معقول بہانہ ہاتھہ آگیا۔ اور سال کے ختم ہونیسے پہلے ترکی افواج نے اس منحوس و بدقسمت جزیرہ کو بھی خالی کردیا۔ اور مغلوب و مفتوح شاہ یونان کا بیٹا وہاں کا ہائی کمشنر یا گورنر بنادیا گیا۔ اور اسطرحسے کچھہ عرصہ کیلئے مشرقی مسئلہ کا عارضی تصفیہ ہوگیا۔ اور دول یورپ کو افریقہ و چین کی طرف توجہہ کرنیکی کامل فراغت نصیب ہوگئی۔

متفرق واقعات

فتوحات عثمانیہ پر اظہار مسرت و خوشی

آگرہ سے ہمارا ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ۔ یہاں ۵ مارچ ۱۸۹۷ء کو نماز عید الفطر کے بعد قریب بچاسی یا ۹۰ ہزار اہل اسلام کے مجمع نے سلطان المعظم سلطان عبد الحمید خان خلیفۃ المسلمین خلد اللہ ملکہ وحشمتہ کیلئے بہت زور شور اور خشوع و خضوع سے دعائے فتح و نصرت مانگی بروقت آمین ایک قسم کا وجد سا لوگوں کی چہروں سے معلوم ہوتا تھا۔ رقت اور محبت سے آمین اسقدر زور اور بلند آواز سے کہی گئی کہ اگر رعد بھی کڑکتی تو مشکل سے سنائی دیتی۔ ہماری مولانا رمضان صاحب کی تقریر اور طریقہ دعا اس قسم کا تھا کہ میں پوری کامل امید کرتا ہوں کہ یہہ دعا ضرور بضرور قبول ہوگئی ہوگی اور خدا ایسا ہی کرے۔ اسقدر گریہ وزاری اور خلوص دل سے دعا ترقی و اقبال مانگی گئی جس کو بندہ احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتا۔ ہماری مولانا اسوقت حقیقت میں اپنی اصلی حالت پر نہیں رہی تھی۔ اور دعا مانگتے مانگتے ایک سکتہ کی حالت میں ہوگئی تھے۔ اور بار بار کی آمین کی صدا سے عیدگاہ کا وسیع میدان گونج اٹھا تھا۔ بعد انفراغ دعا

ہر ایک مسلمان شادان وفرحان نظر آتا تھا۔ اور ہر ایک کی زبان پر یہی ورد تھا کہ خدا ہمارے خلیفہ وقت کو دشمنان اور بدخواہان اسلام پر فتح دے۔ اور ہر طرف سے آمین اور ثم آمین کے نعرے بلند تھے۔

گوجرانوالہ میں عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں جمیع مسلمانان نے حضرت امیر المومنین سلطان المعظم کی فتح و نصرت کی دعا مانگی۔ اس سے اگلے روز جمعہ کے دن مولوی محمد نظیر حسین صاحب امام مسجد جامع نے برائے امداد مسلمانان کریٹ و آرمینیا چندہ کی فہرست کھولی اور نہایت ہی خوش سلوبی سے غرض چندہ مسلمانوں کو سمجھادی۔ چنانچہ اسی وقت کچھ رقم جمع بھی ہوگئی۔

کانپور میں بروز عید پچیس ہزار نمازیوں نے عیدگاہ میں نماز سے پہلے اور بعد نماز اور خطبہ کے سلطان المعظم کی فتح و نصرت کیلیے دعا مانگی اور فرسالہ کی فتح کا شکریہ ادا کیا۔ اور زرچندہ سے ہر شخص نے اعانت مصیبت زدگان سلطنت عثمانیہ کا وعدہ کیا۔

نورمحل ضلع جالندھر میں دو ہزار سے زیادہ مسلمانوں نے عید الضحیٰ کے دن حضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کیلئے دعا مانگی

امرتسر میں عید الضحیٰ کے موقعہ پر عیدگاہ میں معززین اسلام کی تحریک سے حضرت خلیفۃ المسلمین کی فتح و نصرت اور گورنمنٹ انگلشیہ و سلطنت روم میں رابطہ و اتحاد اور سلسلہ دوستی مستحکم و مضبوط ہونیکیلئے دعا مانگی گئی۔ مصیبت زدگان سلطنت عثمانیہ اور یتیم بچوں اور بیواؤں کی امداد کیلیئے صندوق رکھو گیٔ۔ بہت سے نیکدل اور باحمیت اصحاب نے قربانی کی کھالیں مصیبت زدگان کریٹ کی امداد کیلیئے ہمارے دفتر میں ارسال کیں جنکو فروخت کرکے رقم وصول شدہ میں داخل کردیگئی۔

۲۸ مئی ۱۸۹۷ء بروز جمعہ **جامع مسجد دھلی** میں بعد نماز جمعہ کے حضور پر نور **سلطان المعظم** خلد اللہ ملکہ کی فتح ملکا کا اظہار کرنے کے بعد دو دو رکعت نماز شکریہ کی سب نمازیوں نے ادا کیں اور اسکے بعد ۲۱ گولے جو توپ کی آواز رکھتے تھے چھوڑے گئے۔

امداد مظلومان کریٹ کیلیئے مدراس میں جلسہ ۲۱ مئی روز جمعہ ۱۸۹۷ء کو حاجی بادشاہ کی حویلی میں مظلومان کریٹ کی امداد کیلیئے مسلمانان مدراس کا ایک جلسہ بصدارت جناب مولوی عبید اللہ صاحب قاضی مدراس منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل اصحاب شریک جلسہ تھے۔

حاجی عبد العزیز بادشاہ صاحب ٹرکش قونصل۔ حاجی عبد القدوس بادشاہ صاحب۔ شرف الدولہ بہادر فضیلتلو مولوی قاری محمود ابن قاضی الملک۔ مولوی حاجی احمد علیصاحب۔ ڈاکٹر رئیس الاسلام صاحب۔ ڈاکٹر عبد العزیز صاحب۔ مولوی حاجی غلام رسول صاحب۔ مولوی زاہد حسین صاحب۔ صبغۃ اللہ صاحب مہاجر۔ محی الدین احمد صاحب۔ غلام محمود صاحب۔ حافظ محمد یٰسین صاحب بی اے۔ محمد عبد اللہ صاحب۔ غلام مصطفی صاحب۔ غلام محمد صاحب۔ اور بھی بہت سے حضرات تھے۔ مندرجہ ذیل ابواب باتفاق آرا منظور ہوئے (الف) کریٹ کے مظلوم اہل اسلام کے چندہ کیلیئے ایک مجلس مقرر ہو (ب) مجلس کے چھ رکن مقرر ہوئے یعنی (۱) حاجی عبد القدوس بادشاہ صاحب (۲) فضیلتلو۔ مولوی قاری الحاج محمود آفندی (۳) ڈاکٹر عبد العزیز صاحب (۴) مولوی حاجی غلام رسول صاحب (۵) مولوی زاہد حسین صاحب (۶) سعید بادشاہ صاحب۔

(ج) اس مجلس کے خازن حاجی بادشاہ [illegible] اور رسیدات بھی خازن کی مہری ہی تقسیم ہوں۔ رقم چندہ معرفت ٹرکش قونصل مدراس بنام وزیر خارجیہ ارسال کیجاوے (د) فہرست چندہ حاضرین کے روبرو کھولی جاوے۔ بفضل تعالیٰ پانچ منٹ کے اندر

پندرہ ہزار سات سو سینتالیس روپیہ دو آنہ کی دستخط ہوئی جسمیں کمیٹی کی وصول ہوا ایڈیٹر صاحب میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ مدراس میں انشاء اللہ تعالیٰ بہت روپیہ چندہ جمع ہوگا۔ صدر کمیٹی نے حاضرین کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اعلیحضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین کی فتح و نصرت کیلیے عربی میں دعا کی بعد ازاں جلسہ برخاست ہوا۔

نماز شکرانہ فتح حضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کی خوشی میں نماز شکرانہ ادا کرنیکی غرض ۱۴ مئی ۹۷ء کو ایک عام مجمع مسلمانان کانپور کا جامع مسجد کانپور میں منعقد ہوا۔ باوجودیکہ اشتہار نہایت تنگ وقت میں دیا گیا تھا حتیٰ کہ تمام شہر میں کافی اشاعت کا موقعہ نہیں ملا تھا لیکن تمام مسجد جامع اور مکانات مدرسہ مسلمانوں سے بھری ہوئے تھے۔ مسجد کی سیڑھیوں اور گلی تک میں مجمع تھا۔ بعد نماز جمعہ منشی محمد عبد اللہ صاحب ٹھیکہ دار نہر گنگ اٹاوہ نے ایک مختصر نظم پڑھکر سنائی اس نظم میں ترکوں کی بہادری اور یونان کی نامردی کا ذکر تھا۔ ترکوں کی فتحیابی پر اظہار مسرت اور اس امر کی تحریک تھی کہ تمام مسلمانوں کو اس خوشی میں خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ نظم سلیس اور پرجوش الفاظ میں لکھی گئی تھی۔ پڑھنے کا انداز نہایت دلپسند اور قابل تعریف تھا۔ چاروں طرف سے مرحبا جزاک اللہ کی صدا بلند تھی۔ ہر شخص خوشی اور جوش میں بھرا ہوا تھا۔ جلسہ پر ایک محویت کا عالم طاری تھا۔ بعد ختم نظم منشی صاحب موصوف کے جناب مولینا مولوی محمد واصل صاحب متوطن کڑا نے تقریر کی۔ جو تاریخی واقعات اور معلومات سے مملو تھی۔ آپنے اپنی تقریر میں سلطان المعظم کا خلیفہ ہونا ثابت کیا۔ اور بیان کیا کہ حضرت سلطان المعظم کی بقائے سلطنت پر اسلام کی بقا ہے۔ آپ کے بعد جناب مولوی محمد شبیر الدین صاحب سابق ایڈیٹر نجم الاخبار نے ایک پر اثر تقریر میں مظلوم و بیکس مسلمانان کریٹ کا جنپر باغی عیسائیان کریٹ نے طرح طرح کے ظلم کیے ہیں ذکر کیا۔ اور مقرر نے عمدہ دلایل کے ساتھ یہ بات ثابت کی کہ کریٹ کے مسلمانوں کی مدد کرنا کسی طرح گورنمنٹ کے خلاف نہیں۔ اور برٹش گورنمنٹ کو ملکی طور پر گورنمنٹ ٹرکی کے ساتھ اتحاد قایم رکھنا ضروری اور مفید ہے۔ تقریر مولویصاحب کی نہایت پرجوش تھی۔ حاضرین مظلومان کریٹ کے حالات سنکر زار زار رو رہے تھے۔ مقرر نے اپنی تقریر سے تمام مسلمانوں کے دلوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بعد ختم تقریر کے اگرچہ عام مسلمانوں کی خواہش تھی کہ چندہ لیا جائے۔ لیکن کارکنان **انجمن ہمدرد مظلومان کریٹ** نے چندہ کا کام آیندہ کیواسطے ملتوی کر دیا۔ پھر بھی بعض حضرات نے چندہ لکھوا ہی دیا۔ جسکی تعداد تقریباً پانچسو روپیہ ہوگی۔ بعد ازاں نماز شکرانہ پڑھی گئی اور جلسہ برخاست ہوا۔

۴ جون ۹۷ء کو جامع مسجد گورداسپور میں بعد نماز جمعہ جبکہ کثیر تعداد مسلمانان شہر و دیہات کی موجود تھی خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خان بہادر غازی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی فتح کی شکریہ میں دوگانہ شکریہ ادا کیا گیا اور انکے دشمنوں پر ہمیشہ فتحیاب ہونیکی دعا کی گئی

کلکتہ میں ۴ جون کو حاجی ذکریا کی مسجد میں قریباً پانچہزار مسلمان بصدارت شیخ محمد علی جمع ہوئے۔ حاجی نور محمد ذکریا نے مجلس کو مخاطب کرکے تقریر کی اور بیان کیا کہ ہم یہاں اسغرض کیلیے جمع ہوئے ہیں کہ عساکر عثمانیہ کو جو فتوحات یونان پر حال میں حاصل ہوئی ہیں انکی خوشی احسن طریقہ سے منائیں۔ حاجی صاحب موصوف نے خاص طور پر لوگوں کو یہ بھی دلنشین کرایا کہ مسلمانان ہند کو ملکہ معظمہ کے عہد میں جو آرام اور اطمینان حاصل ہے۔ اسکے لیے مسلمانوں کو حضرت قیصرہ کا ممنون ہونا چاہیے۔ بعد ازاں حاجی صاحب نے ذیل کی ریزولیوشن تجویز کی جو باتفاق رائے پاس ہوگی۔

(۱) ایک کمیٹی مہتمم قایم کیجائے۔ جسکو اختیار ہو کہ فتوحات عساکر عثمانیہ کی خوشی منانے کیلیے ایک دن تجویز کرے اور جو روپیہ اس غرض کیلیے جمع ہو اسکو مناسب طریق پر صرف میں لائے۔

(۲) ایک تار مبارکباد اعلیحضرت سلطان المعظم کی خدمت میں روانہ کیا جاوے۔ بعد میں خلیفۃ المسلمین کی درازی عمر۔ بقای دولت کیلیے دعا مانگیگئی اور مجلس برخاست ہوئی۔

خلیفۃ المسلمین نے تار خبر آمدہ از لنڈن مخبر ہی کہ ترکی سفیر متعینہ لنڈن کو پیغام تار برقی بہیجکر مسلمانان ہند کی مبارکباد کا جو یونان پر ترکی فتوحات کیلیے دیگئی تہیں۔ شکریہ ادا کیا ہے۔

شرق پور ضلع لاہور میں ۱۱ رجون ۱۸۹۷ء بروز جمعہ تین مسجدوں میں نفل شکرانہ فتح و نصرت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان المعظم پڑہے گئے۔ خصوصاً مسجد میاں حمید الدین صاحب میں میاں شیر محمد صاحب صوفی نقشبندی نے دوران خطبہ میں حضرت ممدوح کی تعلقات کو مسلمانوں کے ساتھ بحیثیت خلیفہ وقت ہونیکا حال بڑی خوش اسلوبی سے بیان کیا۔

نماز شکرانہ فتحگڈہ اور قصبہ قنوج میں ترکی فتحمندی پر نماز شکرانہ بعد جمعہ ادا کیگئی۔ اور دعائے ترقی عمر و دولت حضرت سلطان المعظم کے نہایت خشوع و خضوع سے ہوئی۔

بہار ضلع پٹنہ میں خلیفۃ المسلمین کیلیے دعا یوں تو ترکی و یونان سے لڑائی چہڑتے ہی تمام مسلمان مسجد و نیز گہر و بنر حضرت سلطان المعظم کی فتح و نصرت کی دعا کیا ہی کرتے تہی مگر ۲ جولائی کا جمعہ مسلمانان بہار کو کبہی نہیں بہولیگا۔ دو روز قبل مسلمانوں کے مشورہ سے جناب مولوی نور محمد صاحب صاجزادہ جناب شیخ احمد علی صاحب کیفی آنریری مجسٹریٹ و جناب سید شاہ محمد سجاد صاحب رئیس و سجادہ نشین جناب مولوی سید وحید سجادہ صاحب رئیس و میونسپل کمشنر و جناب مولوی محمد مظفر صاحب رئیس و میونسپل کمشنر کیطرف سے اشتہار تمام شہر میں تقسیم ہوا کہ خلیفۃ المسلمین کی دعا اور فتح و نصرت کی مبارکبادی کا دن اور رب العالمین کی اس نعمت عظمی کی بدلے شکریہ ادا کرنے کا روز جمعہ قرار پایا ہے۔ اطلاع مذکورنے تمام لوگوں کے دلوں میں ایک خاص قسم کی خوشی اور شادمانی پیدا کردی وہ سماں قابل دید تہا کہ اللہ کو یاد کرنیوالی نمازی اور اللہ کی دی ہوئی نعمت پر شکر کرنیوالی مسلمان آج کچہہ سویرے سے مسجد میں جمع ہوکر مشغول عبادت تھے۔ تقریباً پانچہزار آدمیوں کا مجمع تہا۔ ہر شخص نے بعد نماز جمعہ دو دو رکعت نماز شکرانہ پڑہکر خلیفۃ المسلمین کی درازی عمر و ترقی اقبال کی دعا کی۔ اوسکے بعد تمام مسلمانوں نے ملکر تجویز کی کہ کل مسلمانوں کیطرف سے حضرت سلطان المعظم کی خدمت میں اس فتح و نصرت کی مبارکباد کا تار بہیجا جاوے۔ جسکے بہیجنے کے مہتم جناب سید شاہ محمد سجاد صاحب رئیس و سجادہ نشین ہوئے جنکو کل مسلمانوں نے باتفاق قبول کیا۔ بعد ازاں جناب مولانا فتح دین صاحب نے پر اثر وعظ فرماکر یہ ثابت کیا کہ تمام مسلمانوں کی خلیفہ حضرت سلطان المعظم ہیں اونکی خوشی میں ہم لوگوں کو بہی خوشی کرنا واجب ہے۔ اور اس نعمت کا شکریہ کہ اللہ نے خلیفۃ المسلمین کو فتح و نصرت عطا کی ہے ہر مسلمان پر فرض ہے اور اسیطرح گورنمنٹ انگلشیہ کی تابعداری بہی لازمی ہے۔ اسکے بعد جناب مولانا حکیم عبد الحکیم صاحب نے نہایت واضح طور پر اس مضمون کو بیان فرمایا کہ اللہ جو اپنے بندوں پر نعمت عطا فرماوے اوسکا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔

اور یہہ فتح بھی چونکہ نعمت منجانب اللہ ہے اسلیئے اسکا شکریہ ادا کرنا اور اظہار مسرت کرنا بھی فرض ہے۔ ای مسلمانو خدا کی غضب سے ہمیشہ ڈرتی رہو اور اپنی خلیفۃ المسلمین کی فتح پر شکرگزار بنی رہو اور حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند دام اقبالہا کی احسان کو یاد کرو جنکی سلطنت مین نہ صرف تمکو بلکہ تمام رعایا کی ہر فرقہ کو مذہبی آزادی ہے اسلیئے تمپر لازم ہے کہ اپنی سرکار انگلشیہ کی احسان کو کبھی نہ بھولو لقولہ من لا یشکر الناس لم یشکر اللہ بعد اسکے کل مسلمانوں نے خلیفۃ المسلمین کی دعائے ترقی حیات و دولت و اقبال کی اور جلسہ برخاست ہوا۔

کراچی کے باحمیت مسلمانوں نے عساکر عثمانیہ کی فتوحات اور اعداء قوم وملت پر انکی غلبہ پانے کی خوشی میں ۱۴ ماہ صفر بروز پنجشنبہ صبح کے ساڑہے آٹھ بجے عیدگاہ میں عظیم الشان جلسہ کرکے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ اسکے بعد جناب حکمت مآب ڈاکٹر میرزا جعفر قلی بیگ صاحب[1] جنہوں نے لنڈن میں ڈاکٹری تعلیم کی تکمیل کی ہے اعلیحضرت امیر المومنین ایدا اللہ بہ الدین کے اوصاف جمیلہ اور اخلاق حمیدہ کو فردا فردا بیان کیا ان کی بعد چند شعرائے نامدار نے حضرت جلالتمآب خلافت پناہی کی حمد و ثنا میں قصاید غرا پڑہکر سنائی اور حاضرین کی دل ودماغ کو تازگی بخشی اس مجلس مبارک میں عالیجناب حضرت فاضل **حسین کامی بے افندی** صاحب مدظلہ العالی بہی جو خلیفۃ المسلمین کی حکومت سنیہ کیطرف سے کراچی میں عہدہ جلیلہ قونصلیہ پر مامور ہیں شریک تھی۔ جناب ممدوح نے مسلمانان کراچی کی مخلصانہ قصاید اور تقریروں کے جواب میں مندرجہ ذیل تقریر اردو زبان میں کی۔

ماشاء اللہ ماشاء اللہ میں آپ صاحبوں کی مہربانی سے نہایت خوشنود اور مشکور ہوا ہوں۔ نہیں نہیں بلکہ روح پرفتوح جناب رسالت پناہی شاد ہوئی ہے۔ درحقیقت اسلامیت اور انسانیت کی خصلت یہی ہے۔ جانب سنی الجوانب اعلیحضرت خادم الحرمین الشریفین امیر المومنین ظل اللہ فی العالم سے آپکا رابطہ معنویہ ہرچند معلوم عالم ہے۔ لیکن آپنے اس رابطہ کو بار ثانی یار و اغیار کی نظر میں ثابت کیا ہے۔ اور جو کچھہ آپ صاحبان نے حضور سراسر نور خلیفہ مشروع رسول رب العلمین یعنی اپنے پیاری سلطان کی شان شایان میں بیان کیا ہے میں اسکا شکریہ بجالاتا ہوں اور جو جوش و حمیت اسلامی آپ مسلمان بہائیوں نے ظاہر کی ہے میں اسکی اطلاع بڑی خوشی سے بذریعہ وزارت جلیلہ خارجیہ خاکپائے توتیا آسائے حضرت خلافت پناہی کو بہیجونگا۔

آخر میں شکریہ سرکار ہندوستان کا ادا کرتا ہوں جسکی زیر سایہ آپکو اپنی آزادی حاصل ہے۔"

جناب قونصل ممدوح نے جو علاوہ اپنی مادری زبان کی جیسا کہ ہم پہلے ہی انکی سیاحت کی حالات لکھتے وقت ظاہر کر چکے ہیں۔ فرانسیسی عربی۔ ارمنی۔ اور کئی دیگر زبانوں میں کامل مہارت رکھتے ہیں: اردو زبان کی تحصیل اسی ملک میں آکر کی ہے۔ اور اسمیں جسقدر مہارت انہوں نے چند مہینوں کی عرصہ میں پیدا کرلی ہے وہ انکی اس تقریر سے ظاہر ہو رہی ہے۔ ایک ہماری قسمتوں کی مالک انگریز افسر ہیں کہ برسوں اس ملک میں صرف کردینی کی بعد بہی اردو لکھنا تو درکنار ان میں سے اسی فیصدی چار جملے بہی ٹہیک نہیں بول سکتے۔

اسی تاریخ رات کو تمام مساجد میں چراغان کیگئی جنمیں تہلیل و تکبیر کنندگان کی صدائیں آسمان تک پہنچ رہی تہیں۔ جناب قونصل آفندی نے بعض اعیان شہر کو ہمراہ لیکر نماز شام کی وقت سے آدہی رات کیوقت تک بار بار ہر ایک مسجد میں جاکر اپنے شاہنشاہ جلیل القدر کیطرف سے مسلمانان

[1] افسوس یہہ نامور جو جنوری ۱۹۱۳ء میں حسین کامی آفندی کے بعد کراچی میں ترکی قونصل بہی ہوگئی تہے اس تقریر کی چند ماہ بعد بعارضہ طاعون ہمکو اس عالم بقا ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

با اخلاص کی عقیدتمندی کا شکریہ ادا کیا جسجگہ مسجد میں وہ رونق افروز ہوتی حاضرین مسجد و فور جوش اخلاص و محبت سے پہولوں کی ہار انکی گردن میں ڈالدیتے حتی کہ آخر کار ان کا تمام وجود گویا مجسم پہول ہوگیا۔

کراچی کی عالی ہمت اور صاحب غیرت مسلمانوں نے ایک سپاسنامہ بہی تیار کیا۔ جو جولائی ۱۸۹۷ء میں ایک چاندی کی کاسکٹ میں جو نہایت صناعی و استادی سے تیار کیا گیا تھا بند ہوکر بذریعہ جناب قونصل صاحب موصی الیہ حضرت خلافت پناہی کی خدمتمیں ارسال کیا گیا۔ اس سپاسنامہ کو سنہری خط میں جناب مشکیں رقم شہزادہ آصف میرزا صفوی نے اس لطافت و پاکیزگی سے تحریر کیا کہ انسان دیکہکر دنگ رہجاتا ہم اس سپاسنامہ کی نقل جسے مطالعہ حضور شاهنشاهی سے گذرنیکا فخر حاصل ہوا ملاحظہ ناظرین کے لیئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الملک المعبود ومالک المحمود ذی العرش المجید وعزیز الحمید القاصر عن صفتہ لسان القائل المجید جل جلالہ وعم نوالہ والصلوٰۃ علی افضل رسلہ النبی الامی المبعوث علی الابیض والاسود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الامجاد واصحابہ الانجاد وسلم اما بعد بعرض موفور السرور والقان پایہ سریر معدلت مسیر عاکفان سایہ سلطنت مصیر خلاصہ قیاصرہ دوران افتخار سلاطین بنی عثمان پادشاہ اورخان قدرت مراد مرتبت ایلدرم شہامت محمد کرامت سلیم صلابت سلیمان حشمت احمد منزلت مصطفی صفوت ابراہیم دولت محمود صولت مجید مجدت عزیز عظمت حمید خصلت مشرف بتشریف نامتناہی و مؤید بروح پرفتوح جناب رسالت پناہی آنکہ فراہم شدہ است در شخص او قوت و مکانت و استقامت و در نفس او دولت و عدالت و خلافت و امامت خلیفۃ الاسلام فخر الخواقین ذخر الخواتین امیر المومنین السلطان ابن السلطان خلد اللہ ملکہ بالامن والامان میرسانند جماعۃ اسلامیان از اشراف و اعیان و مقیم و مهاجر و کاسب و تاجر باکافہ مومنین کہ درین بندر کراچی و مرکز عظیم مملکت سند ساکنین اند کہ ما بندگان ہرچند بحسب امر صوری تحت حفاظت و تابع و رعیت انگلس بوده ایم و بکمال آسایش داریم اما در عالم حقیقت و معنوی در ظل عاطفت و حمایت شاہنشاہ اسلام پناہ مربوب و محسوبیم و آنچہ از مال و ملک و ضیاع و عقار مقداری و دیناری کہ در ید تصرف و تملک داریم با علاوه سر و جان مملوک دولت علیہ اسلامیہ میشماریم العبد ما فی یدہ کان لمولاہ ہر وقت اخباری کہ مشتملہ مدح کفایت و فتح ولایت و فرط درایت و حسن سیاست و لطف ریاست آن سلطنت عظمی در صفحات منتشر میشود ہر چند مستغرق در بحر و سرور میباشیم چنانکہ بفضل و توفیق ایزد منان درین ایام مینت اقتران خبر استیلا عساکر نصرت مآثر شہنشاہ اسلامیان بر ممالک دولت یونان مدد جہاں کہ علم شرافت و علم گردیده نوید این غلبہ بسامع مسلمین این دیار نیز رسیده از آن ما را ہزاران شادمانی است بروز پنجشنبہ جماعۃ اسلام باتفاق عام و طمطراق تمام ازدحام کرده بارتفاع اعلام دولت و اقبال مزین و معین بستاره و ہلال ہمراه عالیجاہ شاہبندر سعادتلو حسین کامی بک آفندی

در عیدگاہ مصلائے این دیار بکمال خورسندی و سربلندی ہمہ باہم فراہم آمدہ بعد از ادائی خطبہ و صلوٰۃ دوگانہ بریگانہ و ایفائی مراسم شکرانہ و ثنا و دعا ذات ملکوتی سمات شاہانہ با علائی ندا، بلفظ ترکانہ **پادشاہم چوق یاشا** بانتہائے مسرت و آرزو رسیدیم و شب عشرت اندوز آن روز از شام تا بام بتمام زیب و زینت و احتشام جمیع مساجد محلات و اماکن و مساکن معارف اسلام چراغان و نور باران گردیدہ اسباب عشرت و ضیافت احباب و یاران بکام دل خیر طلبان و ہواداران صورت تکمیل و انجام پذیرفت بواسطہ تلگراف در ہفتہ ماضیہ آداب و تہنیت معروض دربار شوکت مدار شدہ اینک تحریراً عریضہ مبارکبادی این فتح جشن افزون را المنظر مقربان حواشی بساط فیض مناط ذات ہمایون بانبساط خوطر و نشاط متواتر میرسانیم ما ہوا خواہان دولت قوی شوکت از حضرت رب العزۃ جل جلالہ خواستگار و امیدواریم کہ بفیض فتوحات دین اسلام و انتظام مہام عباد و انام و تہذیب دولت ابد فرجام بطی سال و ماہ و شب و روز آناً فاناً بر اطراف عالم مشہور و ذات کثیر البرکات معدلت دستور با عداء دین مبین مظفر و منصور باد۔

اللہم زد و بارک بعزۃ و بقاء دولتہ رافع رایات القاہرۃ و جامع آیات الباہرۃ فارس میادین الحلم و التمکین حارس قوانین الشرع و الدین خاقان البرین و البحرین خادم حرمین الشریفین خلیفۃ الاسلام و المسلمین ظل اللہ فی ارضہ السلطان ابن السلطان الغازی **عبد الحمید خان ثانی** طول اللہ عمرہ و اجری امرہ و ابد عصرہ و اید نصرتہ و ہلک اعدائہ بحق سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین

لکھنو میں اسلامی جشن غالباً ہندوستان کے ہر حصے میں یہ خبر ضرور شایع ہوگئی ہوگی کہ لکھنو میں ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء کو باجازت حاکم ضلع ایک عظیم الشان جشن بنابرادائی مسرت فتح سلطنت ٹرکی ہونیوالا ہے جسکے بانی مولانا مولوی ہدایت الرسول صاحب اور اراکین اکثر معززین و علمائی شہر ہیں۔ چنانچہ تاریخ مذکور کو عیدگاہ میں نہایت پرتکلف آرایش و روشنی وغیرہ کا اہتمام کیا گیا عیدگاہ کا وہ وسیع میدان جسکی قدرتی سبزی بطور خود دلچسپی سے خالی نہیں۔ آرایشی سامان سے اور بھی سہانے میں سہاگہ ہو گیا تھا مختلف رنگوں کے پھریرے خصوصاً ہلال اور پرجوش آیات و جملۂ قرآنی لکھی ہوئی تھی نہایت آب و تاب سے ہوا میں اڑتے ہوئے نظر آتے تھے۔ انکی شان و شوکت اسلام کی اس شان و شوکت کو یاد دلاتی تھی جو کسیوقت میں مسلمانوں کو میسر تھی۔ اور افسوس جو آج انکے ہاتھوں سے چھن گئی ہے۔

عیدگاہ کے ہر پھاٹک پر آیات قرآنی مناسب وقت و مقام نہایت جلی حرفوں میں نظر آتی تھیں جنکا نظارہ ہر مسلمان کے مردہ دل میں بھی بغیر جوش پیدا کئے نہیں رہ سکتا تھا۔ اس جلسہ کا لطف کچھہ وہی دل خوب جانتے ہیں جنکی مبارک آنکھوں نے اسکی دلچسپی سے حظ اٹھایا ہے یہہ کہنا کچھہ بیجا نہ ہوگا۔ اس روز لکھنو میں خوشی اور مسرت کے آثار بھی ما سے خوشی کے پھولے نہیں سماتی تھی۔ ادہر مسلمان بے انتہا شوق سے اس مبارک جلسہ کا خیر مقدم کہتا تھا۔ ایک زمانہ دراز کے بعد لکھنو کو اپنی اس خوش قسمتی پر فخر کرنے کا موقعہ ملا ۲ بجے دن سے پروگرام کے موافق تقسیم خیرات شروع ہوئی۔ صدہا من غلہ اور بیچارے قحط زدہ محتاجوں کو باہتمام پولیس

تقسیم کیا گیا جنکی آنکھوں نے مدت ہوئی کہ گیہوں کی صورت تک نہیں دیکھی۔ ان غریبوں کی اسوقت کی غیر محدود خوشی اور جبر
دل سے وہ اسلامی ترقی کی دعا کرتے تھے بیان سے باہر ہے۔

کارروائی شروع ہونیکا وقت بعد نماز مغرب مقرر کیا گیا تھا۔ مگر شایقین کی دلی امنگیں اور ولولے ایسے نہ تھے کہ اسوقت کی انتظار
کرنے کا موقعہ دیتے۔ دو ہی بجے سے مجمع ہونا شروع ہوگیا اور عصر تک قریب پندرہ بیس ہزار آدمیوں کا مجمع ہوگیا۔ دور دور سے شایقین
صرف اسی متبرک جلسے کی شرکت کیلیئے تشریف لائے تھے جس سے یہہ ضرور خیال ہوتا تھا کہ عیدگاہ کا میدان باوجود اس وسعت کے
کافی نہوگا۔ بعد نماز عصر کے ابر نہایت غلیظ محیط ہوگیا اور بڑی شدت سے پانی برسنا شروع ہوگیا۔ یہہ وہ پانی تھا جسکی مخلوق
ایک مدت سے آرزومند تھی۔ اور دو برس سے آجتک کبھی اس شدت کا نہیں برسا تھا۔ تین گھنٹہ اوسی شدت سے باران رحمت
برستا رہا۔ اور کسیطرح کمی کی امید نہیں ہوتی تھی۔ مجبوراً کارروائی بند کرنا پڑی۔ تمام مخلوق نہایت خوشی کے ساتھ اپنے اپنے مکانوں
کیطرف واپس چلی ۱۸ جولائی روز پنجشنبہ کو کارروائی جلسہ پوری کرنے کی رائے قرار پائی۔ اور اسی روز اشتہار
شایع کیا گیا۔ وقت جلسہ بعد نماز ظہر قرار پایا۔ چنانچہ اس روز کی آرایش بھی دلبستگی سے خالی نہ تھی۔ اور ممبران جلسہ انتظامیہ
کی مستعدی سلیقہ شعاری عالی ہمتی جوش دلی کی داد دے رہی تھی جو کہ اونہوں نے اس قلیل وقت میں نہایت کوشش اور عرقریزی سے بہم
پہونچائی تھی۔ جلسہ کا وقت بعد نماز ظہر ایک بجے مقرر کیا گیا تھا۔ مگر آج دن سے مجمع ہونا شروع ہوگیا۔ اور بعد نماز ظہر کارروائی جلسہ شروع کی
اولاً ذکر میلاد شریف حضرت سید المرسلین خاتم النبیین شروع کیا گیا۔ بعد تین بجے کے پھر بارش ہونا شروع ہوگئی مگر نہ اسقدر
کہ خاص کارروائی جلسہ کو مزاحم ہو۔ اگرچہ قبل اسکے بالکل آسمان صاف تھا۔ ۴ بجے مضمون تار و تہنیت نامہ عربی و ترجمہ تہنیت نامہ و
قصیدہ فارسی مصنفہ خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی (جو کہ حضور سلطانی بھیجا گیا ہے) حاضرین کو پڑھکر سنایا گیا۔ اسوقت
حاضرین کا چہرہ فرط خوشی سے دمکنے لگا اور جوش مسرت نے اسقدر ترقی پکڑی کہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

اس موقعہ پر یہہ کہنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لکھنؤ کے مسلمانوں کو جناب خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی
(اور ملا طبیب صاحب کا) کمال شکور ہونا چاہیئے جنہوں نے اس قصیدہ تہنیت نامہ کے مضامین میں اپنی لیاقت کا اعلے جوہر دکھایا

× ×

× × ۔ اور یہی وجہ تھی کہ جسوقت جناب خواجہ صاحب موصوف کا قصیدہ پڑھا گیا۔ سامعین پر ایک بیخودی کا عالم طاری ہو گیا
عربی کا تہنیت نامہ نہایت اعلے درجہ کی خوشخطی سے ایک قیمتی کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ جسکی طلائی جدول اوسکی آب و تاب کو اور بھی دوبالا
کر رہی تھی۔ یہہ تہنیت نامہ تہ کرکے ایک کارچوبی مخملی سرخ خلیطہ میں رکھا گیا۔ جسکے بنانے کیلیئے لکھنؤ کے منتخب کاریگر بلائے گئے تھے
فارسی کا قصیدہ ایک کتاب کی شکل میں تھا جسمیں سنہری بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ اور ایک مطلی جلد بندھی ہوئی تھی۔ یہہ دونو
چیزیں ایک گنگا جمنی صندوقچہ میں رکھی گئی تھیں۔ جسکے اوپر نہایت بیش قیمت طلائی کام بنا ہوا تھا۔ اور ایک مخملی غلاف
سے محفوظ کر دیا گیا تھا۔

بعدہٗ حضرت خلیفۃ المومنین کی بقائے سلطنت اور ترقی عمر و فتوحات کیواسطے نہایت الحاح و زاری سے حاضرین نے درگاہ رب العزۃ میں دعا کی اور آمین کے نعرے چاروں طرف سے بلند تھے بعد نماز عصر کے جناب مولانا و مقتدانا مولوی شاہ سلیمان صاحب قادری پھلواروی نے حضرت امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی ثبوت خلافت اور اون تعلقات پر جو کہ مابین عام مسلمانوں اور حضرت سلطان المعظم کے ہیں۔ ایک مدلل لکچر دیا۔ جناب مولانا کے بیان نے ہر فرقے کے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا۔ آپنے اپنے بیان کو حاضرین وارا کین جلسہ و ممبران جلسہ انتظامیہ کے شکریہ پر قریب ۸ بجے کے ختم کیا اور جلسہ برخاست ہوا۔ اور پھر تقسیم خیرات شام تک رہی۔

سپاسنامہ اور قصاید کی نقل اور ان تاروں کا مضمون جو اعلیحضرت امیر المومنین اور شاہ ایران و شاہنشاہ جرمنی کو ارسال کیگئی ہیں عنقریب ارسال کرونگا۔ تار کے متعلق یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ پہلے تار گھر والوں نے اسکے لینے سے انکار کر دیا۔ آخر جب مولوی محمد ہدایت رسول صاحب اور دیگر معززین اہل اسلام نے بہت سا تقاضا و اصرار کیا تو حکام اعلیٰ سے بذریعہ تار اجازت منگوا کر تار لے لی ہے کچھ معلوم نہیں ارسال بھی کی یا نہیں۔

محمڈن ریڈنگ روم و انباڑی میں جشن فتحیابی سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ۔ ممبران ریڈنگ روم نے بتاریخ ۲۶ ؍ جولائی ۱۸۹۷ء روز دوشنبہ نہایت کروفر سے جلسہ منعقد کیا۔ ریڈنگ روم کے مکان کو متعدد طلائی جھنڈیوں اور قنادیل سے آراستہ کیا گیا تھا۔ رستہ پر دو رویہ کرسن آیل کے متعدد چراغ لگوا دئیگئے تھے۔ سرخ پارچہ پر طلائی حروف سے مکان میں داخل ہونیکے مقام پر یہہ فقرہ تاریخی مرقوم تھا **جشن فتح سلطان روم دمبدم مبارک باشد** اور دو مقام پر یہہ فقرہ تاریخی لکھا ہوا تھا۔ **یا اللہ دولت سلطان روم کو قایم رکھ** اور دو مقام پر یہہ فقرہ تاریخی **واللہ خیر الناصرین** جو کسی خاتون مصری کی طبعزاد ہے لکھکر دیوار پر چسپاں کیا گیا تھا۔ روشنی کی بہار اور ان فقرات تاریخی نے اہل جلسہ کے دلوں پر مسرت و شادمانی پیدا کرنے کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ علاوہ عمایدین اہل اسلام اور علمائے ذوی الاحترام کے صاحبان ہنود میں سے جناب ڈپٹی تحصیلدار و انباڑی منیجر صاحب میونسپلٹی ہیڈ ماسٹر لنڈن سکول وغیرہ چند معززین شریک جلسہ تھے۔ ۴ صاحبوں نے یکے بعد دیگرے اپنے لکھے ہوئے لیکچر نہایت فصاحت و بلاغت سے پڑھ کر سنائے۔ اور سامعین کو مسرور و محظوظ بنایا۔ ان میں پانچ صاحبونکا لیکچر اردو اور ایک صاحب کا لیکچر عربی زبان میں تھا۔ لیکچروں کے ختم ہونے پر جناب مولانا مولوی سلطان احمد صاحب متوطن راولپنڈی دام برکاتہم جو حسن اتفاق سے اس جلسہ کے صدر نشین بنائے گئے تھے۔ اپنی کرسی سے اٹھے۔ پہلے ان صاحبان ہنود کا جو شریک جلسہ تھے بزبان انگریزی شکریہ ادا کر کے اردو تقریر شروع کی۔ ماشاء اللہ آپ کی تقریر ایسی دلچسپ اور عمدہ تھی کہ تمام اہل جلسہ پر حیرت کا عالم طاری ہو گیا۔ آپنے حضرت سلطان المعظم کے خلیفۂ اسلام ہونیکا ثبوت اور انکی فتحمندی پر اہل اسلام کو اظہار مسرت کی ضرورت بخوبی ظاہر کی۔ اسکے ضمن میں قسطنطنیہ دریائے باسفورس و اردنیلز کا جغرافیہ اگلے شاہان عثمانی و حبشہ تاریخ افریقہ کی اسلامی سلطنتوں کا تذکرہ اور وہ آزادی جو ہمکو حضور ملکہ محتشمہ کوئین وکٹوریہ قیصرۂ ہند و انگلینڈ کے عہد میں حاصل ہے۔ اسکی حقیقت اور دیگر بہت سے امور کا بیان فرمایا۔

اعلیحضرت امیر المومنین سلطان المعظم مولانا و سیدنا عبد الحمید خان ثانی الغازی اید اللہ العزیز

کی بائیسویں سالگرہ تخت نشینی کی خوشی میں جیسا کہ ہم قبل ازیں اشارہ کر چکے ہیں نہ فقط ممالک محروسہ عثمانیہ بلکہ مصر کے بامگذار صوبہ کے بھی ایک ایک گانوں اور محلہ میں اس شان و شوکت اور جاہ و جلال سے مجالس تہنیت منعقد کیگئیں کہ کل دنیا پر اب بخوبی روشن ہوگیا ہے کہ عثمانیہ قوم کا ایک ایک فرد اپنے متبوع اعظم کا دل و جان سے فدائی اور شیدا ہو رہا ہے۔ خدیو المعظم اور دولتلو غازی مختار پاشا کے جلسے ہی سنین سابقہ سے کچھ گنا زیادہ بارونق نہیں تھے۔ بلکہ اس سال کل مصری قوم نے بھی اپنی طرف سے قومی جلسے کرکے اپنی وفاداری اور روحانی تعلق کا ثبوت دیا ہے۔ قاہرہ کی جامع ازہر کا جلسہ جو ہر سال استاد اکبر (پرنسپل) کی زیر صدارت منعقد ہوتا ہے اس سال تمام بلاد افریقیہ و عرب کے مستند شیوخ کی شامل ہونے سے عجیب رونق پر تھا۔ اس جلسہ میں ۳۱ اگست کی رات کو قرآن مجید کی قرات اور امیر المومنین کی صحت اور ازدیاد حشمت کی دعا کے بعد اکثر علما نے خطبے پڑھے جنہیں سے استاد الفاضل شیخ سلیمان العبد کی عربی تقریر بجنسہ ذیل میں درج کیجاتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لمستحق الحمد علی ما ارنی والشکر لمولی الملوک ونعم المولی سبحانہ جدد عہد النعم وشیدہا وحسن نظام الدولۃ العلیۃ وایدھا حیث اصطفی لہا صفوۃ خلیقتہ وسلم سیاسۃ ملتہ لعلو ھمتہ وکمال سعادتہ وسابق علو صادق الھمۃ فی اصلاح مصالحہا وتقدم واعمل الفکرۃ المنیرۃ فی انارۃ جیا حبیبہا فاکمل نظامہا وتمم وسطعت انوار الکمالات علی ارجائہا ولمعت بوارق الاحکام علی احکام تخییم العدل علی انحائہا والصلوۃ والسلام علی من بعثہ اللہ بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا الفاتح لما اغلق والناصر الحق بالحق والھادی الی صراط المستقیم والرشد الی الدین القدیم وعلی الہ الھداۃ الائمۃ واصحابہ مصابیح الامۃ

اما بعد فان ھذہ اللیلۃ لیلۃ عید الجلوس والفرح العمومی المانوس لمن بسط علی رعیتہ بساط الیمن والامان وافاض علیہم سجل العدل والاحسان واوردھم من عواطفہ شرابا سائغا واسبغ علیہم من مکارمہ رداء سائغا وحمی حوزۃ الملۃ الحنیفیۃ وقوی دعایم الشریعۃ المحمدیۃ من لا یفی بوصفہ مقال لو استغرق البلیغ اوقاتہ بالغلو والایغال ظل اللہ فی الارض الذی قام مسنون عزمہ لتایید الدین بکل واجب وفرض فاصبحت الانام ساکنۃ فی ظل الامان رافلۃ فی ثوب العز والامتنان خلیفۃ اللہ الاعظم وملیکنا الاکرم ناصب صراط العدل المستقیم شمس فلک السعادۃ المشرقۃ علی کل باد ومقیم السلطان ابن السلطان ابن السلطان الغازی عبد الحمید الثانی بلغہ اللہ جمیع الامانی فاشرقت بھذہ اللیلۃ بدور التھانی وسرت البسائر وتحققت الامانی وابتھج باحیلہا الخاص والعام ولاح بورودھا اسعد ھنا فی اھناء عام وزھا یوم اقبالھا علی سایر الایام وصار اکبر عید لجمیع الانام واقبلت کواکب السعد بمواکب العز والاقبال وتھللت فی افق المجد انوار البشر ھا بغایۃ الکمال

وابدئ رحاب الجامع الازہر ابہی المطالع وتتابعت فیہ المبرات وہو حقا لکل خیر جامع واجمع ثم علماء الفضلاء والشیخ ہم الاکابر وطلاب العلم النجباء مع کل فضل حمید یبقی ذکرہ علے جید الزمان کالعقد الفرید تسطعہ باوجہ انواع انوار الافراح باوجہ ما یحسد علیہ المساء الصباح فتلیت الایات القرانیۃ وتوارت الاذکار الخالصۃ العلیۃ وقام شیخ الجامع الازہر والعلماء والمجاورون بالدعوات الصالحۃ وہم مبتہلون قائلون اللہم انا نسالک یاذا الجمال والجلال باسطین اکف السوال بالتضرع والابتہال تطیل بقاء ملیکنا الاعظم وسلطاننا الاکبر الافخم مولانا امیر المومنین مویدا بالنصر والعز والفتح المبین اللہم خلد ذکرہ واعز نصرہ واعل بعدلہ منار الدین وارفع قدر رجالہ المخلصین اللہم امتع الاسلام والمسلمین بطول حیاتہ وادم المسرۃ فی نفسہ وذویہ وذاتہ واجعل رایتہ ابدا منصورۃ وذاتہ الشریفۃ ببلوغ امالہ مسرورۃ اللہم اجعل ایامہ غرۃ فی جبہۃ الزمان مقرونۃ بالصفو والیمن والامان اللہم ادمہ رافعا منار الشریعۃ المحمدیۃ وناصبا رایات العلوم الدینیۃ امین ولنشفع صالح الدعاء بطیب عرف الثناء بابیات مشتملۃ علی تاریخ عید جلوسہ فی ہذا العام متع اللہ بوجودہ وجود جمیع الانام امین وہی ہذہ

رایات نصرک یا امیر المومنین لہا العلا	وسیوف جیشک فی الوغی صبت علی الاعداء القضا
وضیاء فکرک قد انار المشکلات بلا عنا	وعطاء راحتک الذی عم الوری اوفی عطا
وشریعۃ الہادی غدت تہدیک من طیب الثناء	ایدتہا وحمیتہا وصددت عنہا الاعتداء
فاسلم امیر المومنین فکل اعدائک الفداء	واسعد ودم والعمر والعز قد شدت للدین البناء
عید الجلوس ہالنا کالشمس فی وسط السما	یفتر عن صفو وعن سعد وعن حسن الولاء
فیہ الرعایا استبشرت وبہ ارتفعت اسنی ارتقا	وبہ السعادۃ اقبلت وبہ التقدم فی نماء
وبہ المعالی قد سعت ولنا سعود کما نشاء	ارختہ فی بیت نظم فاق درا فی الصفاء

سلطاننا الجلوس بہ نصر وفتح فی ہناء
۱۳۲۸ھ

نجد کے امیر معظم محمد بن عبد اللہ بن الرشید کے حالات جو عرب کے ایک حصہ کا خود مختار بادشاہ ہو حصہ اول میں درج ہیں امیر موصوف کو باوجود خود مختاری مطلق العنانی اعلیحضرت جلالت مآب خلیفۂ اعظم سے جو دلی عقیدت اور خلوص تھا اسکا کچھہ شمہ اوسی جگہہ بتا دیا گیا ہے۔ اسی جلیل القدر امیر نے محاربہ روم و یونان کی شروع ہونے پر ایک لاکھ مسلح بدو فوج ہمراہ لیکر محاربہ میں × × × × × × × × × × × × × شریک ہونیکی درخواست کی تھی۔ مگر سلطان المعظم نے اُسکے اخلاص و ارادتمندی کا شکر ادا کرکے کہلا بہیجا تہا کہ یہہ جنگ کوئی ایسا اہم نہیں جسکے لئے امیر موصوف کو تکلیف دینی مناسب ہو۔ عساکر قاہرہ کی فتح و نصرت پر

امیر ممدوح نے جو قصیدہ تہنیت و مبارکباد خود تصنیف کرکے امین ہمایون میں ارسال کیا تھا۔ اسکے پڑہنے سے استحکام تعلقات روحانی و ظاہری کی اور بھی تصدیق ہوتی ہے۔ اعلیحضرت کے اقتدار و اختیار اور محبوب الٰہی ہونیکا اس سے بڑہ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ نہ فقط ان کی ہم مذہب (سنت جماعت بالعموم اور حنفی المذہب بالخصوص) اور اُن کی اپنی رعایا انکی محبت و عشق میں سرشار ہے بلکہ وہ قومیں اور ملک بھی جو صدیوں سے ترکی اور سنت جماعت کے جانی دشمن چلے آتے تھے خود بخود انکیطرف کھنچے چلے جارہے ہیں اور خلیفہ اعظم کی معنوی و ظاہری متابعت و محبت سے بڑہ کر اور کوئی سعادت نہیں دیکھتے یہی امیر محمد ابن عبد الوہاب کے پڑپوتے ہیں جو وہابیہ فرقہ کا بانی مبانی اور ترکوں کا دشمن قلبی تہا اور جسنے موجودہ مسیحی صدی کے آغاز میں ترکوں کو متواتر شکستیں دیکر بلاد عرب و حجاز سے مطلقاً خارج کردیا تہا آج اس عبد الوہاب کا فرزند فرقہ وہابیہ کا صدر اعلے اور کئی لاکہ مسلح عرب فوج کا مطلق العنان مالک کسی دنیاوی تحریک کے بغیر صرف الہام ربانی سے نصیحتیاب ہوکر اپنے آپ کو بڑے فخر سے زمرہ جان نثار خدام سلطنت علیہ اور خلافت عظمی میں شمار کرتا ہے۔ اسیطرح شاہ مظفر الدین والیٔ ایران جنہوں نے حال میں چار سو پونڈ بازار ییلدز سرا کو مرحمت فرمائے ہیں اور انکی مسلمان رعایا کے کل تعلیم یافتہ اور سمجھدار لوگ (جو تقریباً کلہم شیعہ مذہب ہیں) امیر نجد اور خالص ترکوں سے کچھہ کم جلالتمآب کے والہ و شیدا نہیں ہیں۔ اس بیان کی تصدیق ہر روز ایران کی جرائد جلیلہ کے مطالعہ سے ہورہی ہے۔ اور جسکی مزید تصدیق کیلئے عالیجناب میرزا محمد تقی خان کمال الدین سنجر تہرانی کی نو تالیف کتاب کارستان اتفاق کا دیکہنا جو مطبع الپنچی بالکے پور میں نہایت خوشخط اور اعلے درجہ کے ڈمی کاغذ پر طبع ہوئی ہے کفایت کرتا ہے۔ میرزا موصوف امیر المؤمنین کے اوصاف ایک قصیدہ میں اسطرح بیان فرماتے ہیں

در جہان فخر مسلمانی و کار مسلمین　　گرچہ بالا بود از تیغ تو بالاتر گرفت ؛ شیعہ و سنی بعہد معدلت پیرای تو　　بس کہ با ہم شیر و شکر گرفت ؛

آن یکی قربان و این آزاد شد از جان نثار　　قوم از تو طرز سلمانی شیوہ بوذر گرفت ؛ حالیا حصن حصین چرخ را بگشا بہ تیغ　　همچو خیبر کو بشمشیر دو دم حیدر گرفت

کیا اعلیحضرت امیر المؤمنین پر خداوند کریم اور اوسکے رسول مقبول کی خاص نظر عنایت ہونیکی اس سے زیادہ کوئی شہادت ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں کا وہ فرقہ جو خلافت کے بارہ میں نہایت ہی متعصب اور سخت ہے اور خلفاء راشدہ میں سے بھی اولین تین خلیفوں کو جائز و مستحق خلیفہ ماننے سے متردد ہے مصلحت وقت سے مجبور یا ان کے عشق و محبت سے مخمور ہوکر الغرض کسی وجہ سے سہی۔ اب اسوقت یہہ مسلمہ امر ہے کہ وہ بہی برضا و رغبت عبد الحمید خان کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کررہا ہے۔ چنانچہ وہی شاعر بے بدل ایک دوسرے قصیدہ کے عنوان میں جو فتح و نصرت کی مبارکباد میں تحریر کیا گیا ہے سلطان المعظم کے دیگر القاب کے ساتھہ ہی خلیفۃ المسلمین کے لقب کو بخط جلی لکہکر یہہ شعر تحریر فرماتے ہیں

مگر نشنیدہ کو فتح یونان کردہ با حشمت	امیر المسلمین قوم شاہنشاہ جم چاکر	معظم حضرت سلطان فنی اجلال عثمانی
کہ باشد از دم تیغش رواج دین پیغمبر	دلاور ارسلان عبد الحمید عادل غازی	کہ در روز غزا بازو تیغش بر عدو اکبر
شہی کز صدق صدیق است و فاروق است در سطوت	بود عثمان در حلم و حیا۔ روز غزا حیدر	دلاور ہمچو عمار است و مقداد است در تقوی

مسلمان ہمچو سلمان ست وایماندار چون بوذر
شہنشاہیکہ باشد مور خوار فوج جرارش
تواند آنکہ تسخیر جہانی کرد سرتاسر

شہی کو حیطۂ اسلام را باشد نکو مرکز
تواند آتش افشاندن بفرق خصم چون اژدر
عرض آن عروة الوثقاء دین احمد مرسل

شہے کو قطب ایمان ست نیکو معتبر لنگر
شہنشاہیکہ یک کندا و رترک از سپاہ وے
نمود فتح یوناں با ہزاراں جہد و کروفر

اسی قصیدہ کے مطلع دوم میں لکھتے ہیں

خلافت دستگاہا داد خواہا آسماں جاہا
سنک تیغ سرافشانک صدی ملحد و کافر
لئای ہمت اسادرمش سیف الحق بام گردونہ

جہانہ وردی فتح و نصرتک خوش زینت و زیور
افندم بادشاہم سیدم دولتلو سلطانم
سنک صمصام قہرک خصم کافروں آلور کیفر
ایکے را در در بالیں ایکے را مرگ در بستر

سنک دست زرافشانک حبیب مسلم و مومن
خدا جاہ و جلالک ایلہ سوں ہر لحظہ افزوں تر
بداندیش تو و بدخواہ جانت را بود دایم

ان اشعار سے ناظرین کو امامیہ اصحاب کی محبت و الفت کا جو وہ سلطان المعظم سے رکھتے ہیں پورا یقین ہو گیا ہوگا۔ امیر محمد کا قصیدہ اخلاص و عقیدت میں انسے بھی سبقت رکھتا ہے اُسکا ابتک صرف تین شعر معلوم ہوئے ہیں جو بجنسہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں

فیا کعبۃ الامال یا ہیبۃ الاعداء
پس اے کعبۂ امید! اے ہیبت اعدا
اذا کنت یا فخر الخلافۃ راضیاً
اے فخر خلافت اگر تو ہمسے راضی ہو
وان کنت سلماً فالحروب غنیمۃ

حنانیک لا تسمع بنا قول کاذب
مہربانی کر ہمپر متواتر اور ہماری نسبت جھوٹوں کی بات نہ سن
فلسنا نبالی عن محب وغاضب
تو ہمکو کسی دوست یا دشمن کی پرواہ نہیں
ولو اضرمت نیرانہا کل جانب

اگر تیری طرف سے مہربانی و صلح رہی تو باقی تمام لڑائیاں میرے لیے غنیمت ہیں خواہ اُن کے شعلے تمام طرفوں سے بلند ہو رہے ہوں

اس قصیدے[1] کے بھیجنے کے بعد امیر موصوف نے پندرہ خالص النسل بیش بہا عربی گھوڑے بطور ہدیہ اپنے دار الخلافہ حائل (واقعہ وسط عرب) سے متبوع الاعظم امیر المومنین کی خدمت میں ارسال کیے جو ولایت کی ڈاک مخبر ہے کہ اکتوبر کے شروع میں بخیریت دمشق پہنچ گئے تھے اور غالباً وسط اکتوبر کو آستانہ علیا پہنچ گئے ہونگے۔ اعلیحضرت کے منصب خلافت اور اوسکے اقتدار کو صرف مسلمانان عالم اور مسلم فرمانرواؤں ہی نے تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ زبردست سے زبردست یورپین فرمانرواؤں کو بھی سلطان المعظم کے اس منصب جلیلہ کے سامنے جسکی طاقت و عظمت کا اچانک اور یکبارگی کل دنیا میں سکہ بیٹھ گیا ہے۔ سر جھکانا پڑا ہے۔ چنانچہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے زار الیسی جابر اور طاقتور شہنشاہ نے سلطان الاعظم سے یہہ التجا کی تھی کہ وہ وسط ایشیا میں روسی حکومت کے برخلاف اپنے اس اقتدار سے کام نہ لیں اس عنایت کریمانہ کے عوض روس معاملات یورپ میں ہر وقت سلطان کا معاون و مددگار رہیگا۔ زمانہ کی یہہ عجیب و غریب نیرنگی دیکھکر بے اختیار یہی کہنا پڑتا ہے کہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْكَرِيمِ۔

[1] کنایہ از تفنگ ۱۲

مسلمانونکی بیداری مولوی رفیع الدین صاحب نے ولایت کے رسالہ انیسویں صدی میں مسلمانونکی بیداری اور سلطنت انگلشیہ و ٹرکی کے تعلقات پر ایک قابل قدر مضمون شایع کرکے حج کی برکات و اسرار پر نہایت عمدہ بحث کی ہے جس سے ہماری اُن تحریرات کو جو حج کے متعلق ۲۰ فروری ۱۸۹۶ء اور ۱۸ نومبر ۱۸۹۶ء کی ڈیل میل اور ٹرکی و انگلستان کے اتحاد کے متعلق وقتاً فوقتاً شایع ہوتی رہی ہیں بہت تقویت ملتی ہے۔ ہم انکی تحریر کا اسقدر حصہ ناظرین کی دلچسپی کیلیئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

انگلینڈ کا چار قسم کے مسلمانوں سے تعلق ہے (۱) ایک وہ جو براہ راست رعیت سرکار ہیں (۲) وہ جو سرکاری حفاظت میں ہیں (۳) وہ جو خود مختار مسلمان بادشاہونکی رعیت ہیں (۴) وہ جو انگلینڈ کے علاوہ دیگر ایسے بادشاہونکے ماتحت ہیں جو مسلمان نہیں ہیں۔ نمبر ۱ میں مسلمانان ہندوستان برہما۔ رنگون۔ عدن۔ پرم۔ سقوطرہ۔ کوریا۔ موریا کے جزائر۔ جزایر ملایا۔ برٹش بورنیو۔ قبرس۔ جزائر کامران۔ سنگا دیپ وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سات کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ نمبر ۲ میں مسلمانان مصر۔ بلوچستان زنگبار۔ پیپا۔ جوہر۔ مالدیو۔ جزایر کیلنگ وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں اسی لاکھ کی آبادی ہے۔ نمبر ۳۔ ٹرکی۔ پرشیا۔ مراکو۔ افغانستان سکوٹو۔ برنو۔ دو کیم و بگرمی کے مسلمان شامل ہیں۔ اور کئی مقامات وسط افریقہ ہیں۔ چین میں مسلمان چار کروڑ ہیں۔ ہالینڈ کے ماتحت دو کروڑ۔ روس میں دو کروڑ سلطنت فرانس میں چار کروڑ اور افریقہ کے مقامات میں ۳ کروڑ گویا کل اسلامی دنیا کی آبادی ۲۳ کروڑ ہے۔ یہہ طاقت قابل تمسخر اور استہزا ہی نہیں ہے

میری رائے میں اسموقعہ پر کچھہ صراحت ضرور ہے تاکہ واضح ہوجائے کہ کیسے یہہ مختلف اسلامی فرقے جنمیں بعد المشرقین ہے اور جنکے عقیدے مختلف ہیں ایسے معاملات میں جنکا اثر ان کے مذہب اور اونکی حالت پر ہوسکتا ہے۔ ایک ہوسکتے ہیں۔ یہہ کسطرح ہوسکتا ہے کہ بابل کا مسلمان الجیریا کے مسلمان سے۔ یا کابل کا باشندہ قسطنطنیہ کے باشندے سے خیالات کا تبادلہ کرے؟ ان لوگوں کی زبانیں مختلف ہیں ان لوگوں کے بادشاہ مختلف ہیں۔ پھر وہ کسطرح ایک ہوسکتے ہیں۔ بیشک یہہ دقتیں جو ہمنے بیان کی ہیں ایک قسم کی سد سکندری ہیں اور بادی النظر میں ان دقتوں کو حل کرنا دشوار ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہہ دقتیں نہایت آسان ہیں۔ اسلام کے بانی نے ان دقتوں اور دشواریونکو پہلے ہی سوچ لیا تھا۔ اور اسکا علاج پہلے سے ہی تیار کر چھوڑا تھا۔ پیغمبر اسلام نے اس مطلب کے لیئے حج کا حکم صادر کیا تھا جسکے ذریعہ دور دور کے لوگ سال میں ایکدفعہ ضرور بیت اللہ میں جمع ہوتے ہیں۔ جسقدر اژدحام خلایق اسموقعہ پر مکہ معظمہ میں ہوتا ہے دنیا میں کہیں نہیں ہوتا۔ ظاہر مطلب حج کا تو یہہ ہے کہ عبادت الٰہی ہو۔ مگر دراصل منشا یہہ ہے کہ مختلف مقامات کے مسلمانوں کو ملنے اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملے۔ کوئی گورنمنٹ اور کوئی حاکم مسلمانوں کو اس فرض منصبی کے سر انجام دینے سے نہیں روک سکتا۔ یہاں آپ کو ہر قسم کے لوگ افغان۔ چینی۔ ترک۔ الجیرین۔ ایرانی وغیرہ نظر آئیں گے۔ یہاں آپ کو مختلف علوم و فنون کے فاضل نظر آتے ہیں۔ اور یہہ سب عربی زبان کے ذریعہ تبادلہ خیالات کرتے ہیں یہاں ہر ایک سچا مسلمان اس عربی مقولہ کا دم بھرتا ہے۔ جسکے معنے ہیں کہ تمام مسلمان بھائی ہیں یہاں نہ صرف تمام مسلمان گناہوں سے پاک ہوجاتے ہیں۔ اور معصوم بنجاتے ہیں۔ بلکہ دل سے ہر قسم کا کینا و بغض

دور کردیتی ہیں۔ اور دلکا راز صدق دل سے ہر ایک کو بتادیتے ہیں گذشتہ تین سالوں میں ان حاجیوں کی زبان پر صرف عیسائیوں کی دست درازی اور خلیفہ پر انکی تعدی کا ذکر رہا ہے۔ ان گذشتہ تین سالوں میں یہہ عام خیال ہوگیا ہے کہ آگے انگلستان مسلمانوں کا دوست تھا۔ اب روس دوست ہوگیا ہے۔ آگے روس دشمن تھا۔ اب انگلستان دشمن بن بیٹھا ہے۔ ہمارے خیال میں یہہ یقین قابل افسوس ہے۔ لیکن یہہ یقین لوگوں کو ضرور ہوگیا ہے۔ ترکی راہ و رسم کے موجب آج تک کوئی پولیٹکل جلسہ مکہ معظمہ میں نہیں ہوا۔ سرسری کمیٹیاں او بات چیت مشرقی دنیا میں ہر طرف ہوتی ہیں۔ ان حاجیوں کا رسوخ اہل اسلام کے دلوں پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اسبارہ میں مسٹر ڈبلیو اس بلنٹ ایک مشہور انگریزی مدبر ملک کا قول ہے کہ اس قسم کے خیال پیدا کرنے کے لیئے اور اسلامی اتحاد کو مستحکم کرنے کے لیئے بہتر طریقہ یہہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ایام حج میں رسالے شایع کیے جائیں حج کے موقعہ پر دور دراز مقامات سے حاجی جمع ہوتے ہیں اور بہت اچھا ذریعہ انکو تبادلہ خیالات کا ملتا ہے۔ حاجیوں کا رسوخ دور دور دیہات میں پھیلجاتا ہے۔ اور یہہ کارروائی نہایت پُراثر ہوتی ہے۔

مجھکو اس امر پر اور بھی زیادہ افسوس آتا ہے۔ کیونکہ چند سال ہوئے انگلینڈ نے حاجیوں کی مدد کرکے ثابت کردیا تھا کہ وہ مسلمانوں کا دوست ہے ۱۸۹۴ء میں سر ہنری فاؤلر نے جو بڑے قابل وزیر ہند تھے مجھسے حاجیوں کی شکایات لیکر انکے رفع کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اس وعدہ کو حتی المقدور ایفا بھی کیا۔ سال گذشتہ میں گورنمنٹ کو وبا کے پھیلنے کے باعث ہندوستان میں حاجیوں کو روکنے کی ضرورت دامنگیر ہوئی تھی۔ ممکن ہے کہ گورنمنٹ کی نیک نیتی میں بدگمانی پیدا ہوئی ہو مجھے ہرگز تعجب نہیں اگر ملاڈ ایسے متعصب نے یا انہوں نے اس بات کو لیکر بہ کا کو اُبھادیا اور لوگوں کو یہہ یقین دلایا ہو سرکار حج کو روکتی ہے۔ جاہل مسلمان کو کیا خبر ہے کہ ہندوستان میں وبا پھیلنے کے باعث سرکار انگلشیہ نے حاجیوں کو نہیں روکا۔ بلکہ سلطان ٹرکی نے روکا ہے۔ میرے مذکورہ بالا ریمارک سے لوگوں کا حال واضح ہوگیا ہے اب میں یہہ ثابت کرونگا کہ عیسائیوں کی حرکات سے اسلامی ریاستیں بھی آپس کی قدیمی دشمنی اور مخالفت کو بھول گئی ہیں۔ اور انہوں نے بھی رابطہ اتحاد قایم کرلیا ہے۔ ناصر الدین کے قتل ہونیسے پہلے سلطان نے ایک خاص ایلچی شاہ ایران کے پاس بھیجا تھا تاکہ اون کو جوبلی کے موقعہ پر مبارکباد دے۔ یہہ گویا رابطہ اتحاد کا پیش خیمہ تھا۔ اس پیغام کا پیغام بر بابعالی کا ایک لایق ڈپلومیٹ منیف پاشا تھا۔ بدقسمتی سے شاہ قاچار قتل کیا گیا۔ مگر سلطان نے اپنے سفیر کو واپس نہیں بلایا بلکہ اسکو مستقل ایلچی ولی مقرر کردیا۔ موجودہ شاہ ایران نے تخت نشین ہوکر کئی تحایف سلطان کو بھیجے۔ اور جو شخص تحایف لایا تھا بڑی دیر تک وہ سلطان سے گفتگو کرتا رہا۔ اگر قسطنطین اعظم اور دارا کے جانشین اسیطرح کا برتاؤ رکھینگے تو رابطہ اتحاد کے مستحکم ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ والیِ کابل ضیاء الملت والدین نے بھی ایران اور مکہ معظمہ میں تحایف ارسال کیئے ہیں۔ روس بھی مسلمانوں کی دلجوئی میں ہمہ تن ساعی ہے اگرچہ روس کٹا عیسائی ہے مگر اُسنے مسلمانوں کیخاطر وسط ایشیا میں مساجد بنادی ہیں۔ اور ایران وغیرہ میں زائرانِ کربلا کی خاطر کیلیئے مسلمان سفیر متعین کیئے ہیں۔ اس سے ہرگز انکار نہیں ہوسکتا کہ جسقدر انگلینڈ نے سلطان عبد الحمید سے پہلو تہی کیا ہے اُسیقدر وہ روس کیطرف زیادہ راغب ہوتا گیا ہے۔ لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ سلطان روس کے منشا سے ناواقف نہیں ہے۔ سلطان بخوبی جانتا ہے کہ کیوں یکلخت روس نے اپنی پالیسی بدل لی ہے۔ اور اس تغیر و تبدل پالیسی سے اسکا کچھہ خاص منشا ہے۔ دراصل روس کا منشا یہہ ہے کہ بغیر لڑے بھڑے قسطنطنیہ اسکو

ہاتھ آجاے۔ ٹرکی کو معلوم ہی کہ انگلینڈ نے ہمیشہ روس کو اپنا دلی مطلب پورا کرنے نہیں دیا۔ اگر آخری وقت میں انگلینڈ نہ مخالفت کرتا تو روس نی اسوقت تک قسطنطنیہ کو سالہا سال سی لیلیا ہوتا۔ پس انگلنڈ کا دلی منشا یہ ہی کہ ترکی واقعی طاقتور ہو جاے اور اُسکی اندرونی بدنظمی رفع ہو جاے۔ بیس سال ہوئی بیکنسفیلڈ نے انگلینڈ کو یقین دلایا تہا کہ اگر کافی مہلت دیگئی تو ضرور ٹرکی اصلاح کریگی۔ آج انگلنڈ کی یہہ رای ہی کہ ٹرکی کبہی ترقی نہیں کریگی۔ اسلیئے اُسکی مدد نہیں کرنی چاہیے۔ یہ ظاہر ہے کہ دونو پالیسیوں میں سی کونسی پالیسی انگلینڈ کے حق میں بہتر ہی۔ دس میں سی نو مسلمان جو عقیل ہیں اصلاح کی خواہشمند ہیں۔ سلطان اگر ذرہ غور کریں تو اُنکو معلوم ہو جائیگا کہ روس کے ساتہ اتحاد کرنا گویا اپنے آپ کو اسکا تابع فرمان بنانا ہی۔ یہہ پالیسی ضرور بدلنی چاہیئے۔ ٹرکی کی اخبار خواہ مخواہ انگلینڈ کو سخت سُست کہتے ہیں۔ انگلینڈ ہرگز ترکی کا بدخواہ نہیں ہی۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ خلیفہ وقت کو موجودہ پالیسی کی غلطیوں سی آگاہ کردیں۔ اُنکا فرض ہی کہ ملکہ کی وزرا کی دلوںمیں یقین دلادیں کہ اُنکا فرض ہی کہ مسلمانوں کی دلجوئی کریں۔ کہتے ہیں کہ اب انگلینڈ کی دوستی ٹرکی سی نہیں ہوسکتی۔ مگر میری یہہ رائے نہیں ہی۔ اس دوستی میں جانبین کا فایدہ ہی۔ انگلینڈ کی عداوت ٹرکی سی صرف شرطیہ ہی۔ انگلینڈ صرف اسلیئے ناراض ہی کہ ٹرکی اصلاح نہیں کرتی۔ اگر سلطان مستقل طور پر اصلاح اور رعیت کی بہبودی برابر مدنظر رکہیں تو انگلینڈ میں اور انمیں کوئی دشمنی نہیں ہی۔ انگلینڈ کی بہبود اسلامی ترقی سی وابستہ ہی۔ انگلینڈ۔ افغانستان۔ ٹرکی اور ایران کا دوست ہی۔ جو مدبران ملک اس غلط فہمی کو دور کراکے رابطہ اتحاد قایم کرینگے۔ وہ گویا تمام اسلامی دنیا پر احسان کرینگے۔

یونانیوں کی خیانت اور ترکوں کی شہامت کی شہادت

ڈاکٹر اینڈریوز پریسیڈنٹ امریکن ٹیسٹ سوسایٹی نے جو محاربہ یونان و روم کو دیکہنے کی لیئے گیئے تہے اپنے ملک میں جاکر یونانی عیسائیوں اور مسلمان ترکوں کی نسبت ایک لیکچر میں حسب ذیل ارشاد فرمایا۔

یونانی لڑائی کی لیئے بالکل تیار نہ تہے۔ لیکن اگر وہ کوشش بہی کرتے تو ترکی قوم کی مقابلہ کرنے کی قابل بمشکل ہوسکتے۔ ترک من حیث الافراد یونانی سی ہزار درجہ بہتر ہی۔ مجہہ سی خود دو یونانیوں نے جو اپنے ملک سی بخوبی واقف تہے ذکر کیا کہ وزیر اعظم سے لیکر ادنے سپاہی تک کل ملک میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں جو سرکاری راز کو رشوت لیکر نہ بتاوی یا جو روپیہ کی لالچ سے بگاڑا نہ جاسکتا ہو۔ دماغی قابلیت کی لحاظ سے وہ دنیا کی کسی قوم سی کم نہیں ہیں مگر اخلاقاً اُن کیحالت نہایت ہی قابل افسوس ہی۔

برعکس اسکی ترک دیانتدار ہیں۔ وہ اپنے ملک کے عیسائیوں اور آرمینیوں سی بدرجہا افضل ہیں۔ اگر تم کسی ترک کو دوسری جگہہ پہنچانے کیلیئے کیسہ زر دو تو وہ جنگل بیابان کوہ و دشت الغرض خطرناک سی خطرناک مقامات کو عبور کرتا ہوا اُسے منزل مقصود پر پہنچادیگا۔ یا اس کوشش میں جان دیدیگا۔ وہ زر امانت کو خود ہی نہیں چُرائیگا۔ بلکہ قزاقونکو بہی چُرانے نہ دیگا۔ وہ نہایت حلیم الطبع اور متحمل مزاج ہوتے ہیں۔ لیکن اسکی ساتھ ہی اگر کسی ترک کو یقین ہوجاے کہ وہ تمہارا (یعنے کسی عیسائی کا) سر کاٹنے سی اپنے مذہب و ملت کو فایدہ پہنچاسکتا ہی تو وہ فے الفور تمہارا گلا کاٹ دیگا ہمارے واعظ اور منادتر کوں میں عیسائیت کی ترویج نہیں کرسکے۔ اور کر بہی کیسے سکیں جبکہ وہ اخلاقاً ہمسے افضل و اعلٰے ہوں۔ ان بارہ میں وہ ہم سی کچہہ نہیں حاصل کرسکتے مگر ہم کرسکتے ہیں مثلاً ایک اجتناب

مے نوشی ہی ترکونکی ایسی صفت ہو کہ اگر وہ مغربی تہذیب میں داخل ہو جائے تو فایدہ بیکران پہنچانیکا باعث ہو۔

یوروپ اور اہل یوروپ اسمیں شک نہیں کہ ترکوں کے حق میں غلط بیانیوں اور اصل واقعات کو چھپانے کیواسطے بہت کچھ گنہگار ہیں۔ اور ہمیشہ ترکوں کے اوصاف نہایت تاریکی میں دنیا کو دکھلاتے رہے ہیں۔ مگر خدا کی قدرت ہو کہ انہیں کے اہلکاروں کو مجبوراً اس قوم کی انسانیت۔ خدا ترسی اور شرافت کا قایل ہونا پڑتا ہے چنانچہ حال میں پال مال میگزین میں آنریبل ٹی ڈبلیو۔ لے ممبر پارلیمنٹ نے تھسلی میں سفر کرنے کے بعد ایک مضمون لکھا ہے جسمیں وہ ان غلط اور لغو افواہوں کا ذکر کرکے جو ترکوں کے خلاف شایع کیجاتی تھیں۔ اصلی واقعات سے مقابلہ کرتے ہیں جو بالکل ان غلط بیانیوں کے برعکس ثابت ہوئی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ وولو پر جب ترک متصرف ہوئے نہ کسی طرح مالی نقصان شہر یا اُسکے باشندوں کو پہنچا۔ نہ کسی اور قسم کا۔ بلکہ تاجروں اور بیوپاریوں نے ترکوں کی مراعات سے بیجا ناجایز فایدہ اٹھایا کہ کثیر مال و اسباب بغیر محصول کے اسکے درآمد و برآمد کرتے رہے۔ حالانکہ یونانی حکومت میں ان کو ۱۰ فیصدی سرکاری محصول ہی ادا کرنا پڑتا۔ جو افسر ترکوں کیطرف سے تھسلی کی رعایا پر حکومت کرنے کو مقرر ہوئے ہیں وہ نہایت ہوشیار خلیق طبع اور انسانیت و ہمدردی سے متصف ہیں۔ ترکوں کی فوج اور انکے سپاہی جس پہلو سے دیکھے جائیں قابل تعریف ہیں۔ صاحب موصوف ان سپاہیوں کی تعریف کرکے لکھتے ہیں کہ گو ترکی سپاہی کو بمشکل ہی کچھہ تنخواہ ملتی ہے۔ اور جنکی وردی اور بوٹ بھی اسموقعہ پر خراب ہو رہے تھے۔ مگر وہ ایک حرف شکایت بھی زبان پر لائے بغیر نہایت وفاداری اور جان نثاری سے فوجی زندگی کی ان مشکلات کو برداشت کرتا ہے۔ اسکے بعد صاحب موصوف ترکوں کے زیر حکومت تھسلی کی مفصل کیفیت کے دوران میں لکھتے ہیں کہ جو کچھہ میں نے اوپر بیان کیا ہے اسکے ساتھہ یہہ جتلا دینا قرین انصاف ہو کہ جب سے ترک اس صوبہ پر قابض ہوئے ہیں۔ ترکی سپاہیوں کا رویہ اب تک نہایت قابل تعریف رہا ہے اور یونانی اخبارات نے ترکوں کے خلاف جو جو کہانیاں چھاپی تھیں وہ حسب دستور بالکل بے بنیاد ثابت ہوئی ہیں۔ یہہ کہنا کسیطرح مبالغہ نہیں ہو کہ ایسی ہی حالات میں یوروپ کی کسی اور سلطنت کے کسی سپاہی سے ایسے عمدہ چلن کا اظہار نہوتا۔ اور یونانی حکام کو بار بار یہہ اقرار کرنا پڑا ہے کہ در اصل ہم کو ترکوں کے خلاف کوئی شکایت نہیں ہے۔ جہانتک میں دیکھہ سکا ہوں سپاہیوں کے تعلقات رعایا کے ساتھہ کسیطرح غیر دوستانہ نہ تھے۔ اور بہت سی ایسی مثالیں دیکھی گئی ہیں کہ ترکی سپاہیوں کو جو کچھہ کم و بیش راشن کھانے کو ملا ہے۔ اُنہوں نے اُسمیں فاقہ زدہ عیسائیوں کو بھی اپنے ساتھہ شامل کر لیا ہے۔

اسکے بعد صاحب موصوف نے ترکی اور یونانی سپاہیوں کا مقابلہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یونانی سپاہی صرف دیکھنے ہی کے تھے۔ ترکی سپاہیوں کو صرف دیکھنے سے اُن کے جوہر نہ معلوم ہوتے تھے۔ بلکہ یونانی سپاہیوں کا ناظر کے دل پر بہ نسبت ترک سپاہیوں کے اچھا اثر پڑتا تھا۔ لیکن افسوس ہو کہ ظاہری حالت بسا اوقات کسقدر دھوکہ دہ ہوتی ہے۔ یہی ترکی سپاہی ایسے ہیں کہ انپر پورا بھروسہ کرکے میدان میں چھوڑ دو اور وہ اوسوقت تک قدم پیچھے نہ ہٹائینگے جبتک کہ ایک سانس بھی ان کے بدن میں باقی ہے۔ لیکن ان یونانیوں کی نسبت اسکا بھی تو کامل یقین نہیں کہ اگر ان کو میدان میں بھیجو تو ان کی ہمت بھی لڑنے کے واسطے انکو شاید یارا دے۔

ترکی نشان سب سے قدیم ترکی نشان "طبقہ ہلال" کا ہے جو ۱۷۹۹ء میں سلطان سلیم ثالث نے ان انگریزی افسروں کو عطا کرنے کیلئے جنہوں نے سلطنت عثمانیہ کی حفاظت میں نمایاں خدمات کی تھیں قایم کیا تھا۔ یہہ نشان سفراء اور دیگر ممتاز اشخاص

کو بھی مرحمت کیا گیا تھا۔ اب یہہ بہت کم عطا کیا جاتا ہی۔ اسلیئے کبھی اسکا نام سننے میں نہیں آیا۔

"طبقۂ مجیدیہ"۔ سلطان عبد المجید (فرمانروا حال کے والد ماجد) نے ۱۸۵۲ء میں خدمات حسنہ کے صلہ میں عطا کرنے کے لیئے قایم کیا تہا۔ اسکے پانچ درجے ہیں۔ اول درجہ کا نشان ایک وقت میں پچاس اشخاص سے زیادہ کے پاس نہیں ہو سکتا۔ دوسرے درجہ کے نشان کیلیئے ڈیڑہ سو۔ سوم درجہ کیلیئے آٹھ سو۔ چہارم درجہ کے لیئے تین ہزار۔ اور پنجم کیلیئے چھہ ہزار کی تعداد معین ہے۔ اگر ایسے پچاس شخص زندہ موجود ہوں جنکے پاس اول درجہ کا نشان ہو تو تاوقتیکہ اونمیں سے کوئی فوت نہو جائے اس درجہ کا تمغہ کسی اور شخص کو عطا نہیں ہو سکتا۔ وقس علی ذلک بعض اوقات متوفی نشاندار کے بیٹوں میں سے کسیکو باپ کا تمغہ پہننے کی اجازت دیدیجاتی ہے۔ اور اسطرح وہ فرزند طبقہ کے ارکان میں شامل ہوجاتا ہے۔ "مجیدیہ" کا نشان ستارہ کی شکل ہے جو چاندی کا ہوتا ہے۔ اوسکی نقرئی کرنوں کے سروں کے درمیان علٰحدہ علٰحدہ چھوٹے چھوٹے ہلال اور ستارے بنے ہوئے ہیں۔ درمیانی ستارہ کے گرد سرخ میناکاری کا حلقہ ہوتا ہے۔ اسکا فیتہ جسکے ساتھ وہ ایک بڑے سرخ میناکار ہلال معہ ستارہ سے آویزاں ہوتا ہے سرخ ریشم کا ہوتا ہے۔ فیتہ کے دونو حاشیوں پر باریک سبز دہاری ہوتی ہے۔ اول درجہ کا تمغہ مرصع بجواہر ہوتا ہے۔ نشان کے وسط میں سلطانی طغرا اور اوسکے گرداگرد الفاظ "صداقت" "حمیت" اور "غیرت" بخط عربی کندہ ہوتے ہیں۔ جنگ کریمیا کے بعد کئی فرنچ اور انگریز افسروں کو یہہ نشان مرحمت ہوئے تھے۔

"طبقۂ عثمانیہ"۔ ۱۸۶۱ء میں سلطان عبد العزیز شہید نے خالصتاً خدمتگزار اور وفادار مسلمانوں کے لیئے قایم کیا تہا۔ اسکے سات مدارج ہیں۔ پہلا پچاس اشخاص پر۔ دوسرا ایکسو۔ تیسرا ۲۵۰۔ چوتہا ۵۰۰۔ پانچواں ایکہزار۔ چھٹا دوہزار اور ساتواں درجہ تین ہزار اشخاص کی تعداد پر محدود ہے۔ یہہ شش پہلو ستارہ کی شکل میں ہے جسکی زمین سبز ہے۔ اور وسط میں ہلال اور تاریخ قیام طبقہ ثبت ہے۔ پشت پر سنہ ۶۹۹ ہجری کندہ ہے۔ جو خاندان عثمانیہ کی سلطنت کے قیام کا سن ہے۔ طبقہ کے قایم ہونے پر پہلا نشان جو جواہر بیش قیمت سے مرصع کیا گیا تہا چند اعلے عہدہ داروں کے ہاتھہ سلطان عثمان بانی خاندان کی قبر پر رکھنے کے لیے بردصہ بھیجا گیا تہا۔ اس نشان کا فیتہ سبز رنگ کا اور اوسکے حاشیوں کی دھاریاں سرخ ہیں۔

فنون لطیفہ اور علوم ادبیہ کے تمغے بھی سلطان عبد العزیز نے ۱۸۶۷ء میں قایم کیئے تھے۔ یہہ ایسے اشخاص کو دیئے جاتے ہیں جو علوم و فنون یا ادب میں امتیاز حاصل کریں۔ انکے فیتہ سرخ و سفید رنگ کے ہیں۔

"طبقۂ امتیاز" سلطان حال نے اون اشخاص کیلیئے جنسے شجاعت، حمیت، دیانت یا بنی نوع انسان حتیٰ کہ بے زبان جانوروں سے شفقت نمایاں طور پر ظہور میں آئے قایم کیا ہے۔ اسکے تین درجے ہیں۔ مرصع بجواہر۔ طلائی اور نقرئی۔ فی زمانہ غیر مسلموں کو زیادہ تر یہی نشان مرحمت ہوتا ہے۔ مگر اکثر مسلمان بھی اس سے مشرف ہیں۔ اسکا تمغہ مدور اور روپیہ سے کسیقدر بڑا ہے۔ اسپر سلطانی طغرا اور نشان سلطنت نقش ہے۔ اور پشت پر یہی عبارت کندہ ہے۔

انکے علاوہ تین طبقے اور ہیں "افتخار" "لیاقت" و "شفقت"۔ ان کے بھی امیر المومنین غازی عبد الحمید بانی ہیں۔ آخر الذکر صرف عورتوں کیلیئے ہے۔ تمغوں کے علاوہ اعزازی کلاہ۔ دستاریں۔ اور خلعت دینے کا پرانا دستور بھی ابھی بالکل متروک نہیں ہوا۔

جشن جوبلی و سلطانی سفیر و متعصبین کی سفاہت

مہاشا ٹریبون ۱۱ر جولائی کی پرچہ میں اپنے پہلے اڈیٹوریل نوٹ میں جوبلی کے موقعہ پر قیصر ہند کے جلوس پر چند سطریں لکھتے ہوئے بھی اس عداوت قلبی اور دلی بغض کو جو سے اپنے ہموطن مسلمانوں اور انکی طفیل کل دنیا کے مسلمانوں کے ساتھہ ظاہر کرنے سے باز نہیں رہ سکا۔ حضور قیصرہ ہند کی صحت و تندرستی۔ لارڈ رابرٹس کی پر تپاک آؤبھگت اور ایک ہندو مہاراجہ کی شاندار اور فوق الپھڑک پوشاک کی تعریف اور تذکرہ میں بیس سطریں تحریر کرکے اس سے دگنی عبارت میں اپنی انوکھی منطق سے ترکوں کو بد اخلاق ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسکی تحریر کا بجنسہ ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"اس جلوس کا ایک اور واقعہ جسپر اسوقت لوگوں کو توجہ ہوگئی اور جسکی باقاعدہ اطلاع پہنچی ہے کسیقدر کم فرحت افزا تہا۔ وہ واقعہ یہہ ہے کہ نہ خاص ترکی ایلچی اور نہ ترکی سفیر شاہی جلوس میں شامل ہوئے۔ اسے اتفاقیہ سہو نہیں کہا جاسکتا۔ دنیا کی تقریبًا ہر ایک مشہور ملک نے اسموقعہ کیلیئے لنڈن کو اپنا نائب روانہ کیا۔ اور ہر ایک ایسا نائب جلوس میں شامل ہوا۔ اسمیں چالیس ممالک غیر کے شہزادے بہی شامل تہے جنہیں سے اکثر کسی زمانہ میں حکمران بادشاہ ہونگے۔ ٹرکی نے بہی جوبلی کی شرکت کیلیئے خاص ایلچی روانہ کیا تہا۔ مگر نہ وہ اور نہ مستقل سفیر جو ہمیشہ لنڈن میں رہتا ہے جلوس میں شریک ہوا۔ یہہ امر اس عظیم الشوکت اور نیکدل فرمانروا کی متعمد تحقیر اور سبکی کرنے سے جسکو اُسدن تمام دنیا مبارکباد دے رہی ہے اور اسکے لیئے دعائیں مانگ رہی تہی کسیطرح کم نہیں ہوسکتا۔ یہہ ظاہر ہے کہ ایسی کج خلقی کا علانیہ نہ تو نوٹس لیا جاسکتا ہے۔ اور نہ اسپر خفگی کا اظہار کیا جاسکتا ہے مگر اس امر کی ہندوستان میں کامل تشہیر ہونی چاہیئے جہاں ملکہ معظمہ کی مسلمان رعایا سلطان ٹرکی کو ایسی عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے"

اس عبارت کو پڑہ کر ہر ایک منصف مزاج سخت متعجب ہوگا کہ یہہ عقل کا اندہا اخبار ٹرکی سفراء کی عدم شرکت کو واقعہ سے اسکی واقعی وجہ دریافت کرنے یا معلوم ہونیکے بغیر کس اصول پر چلکر ترکوں کی کج اخلاقی اور ملکہ معظمہ کی عمدًا ہتک کرنیکا نتیجہ نکال رہا ہے اور وہ کیسی بودی بنیاد پر مسلمان رعایا ملکہ معظمہ کو ترکوں سے ہمدردی رکہنے کا الزام دیکر اپنی خباثت اندرونی کو ظاہر کر رہا ہے۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ جلالتمآب سلطان المعظم کے خاص اور معمولی دونو سفیروں میں سے کوئی بہی جلوس میں شریک نہیں ہوا اسمیں کوئی کلام نہیں کہ ہمارے محب ملک و قوم ٹریبون مہاشا کو یہہ اطلاع ٹائمز مورخہ ۲۵ رجون سے ملی ہے۔ لیکن جس طرز سے اخبار مذکور نے اس خبر کو شایع کیا ہے وہی تیز فہم ٹریبون کو یہہ سوجہانیکے لیئے کافی تہی۔ کہ اسمعاملہ میں قصور میزبانوں کیطرف سے ہوا ہوگا۔ کیونکہ ٹائمز کی ترکوں سے عداوت ٹریبون سے زیادہ مسلمہ اور محقق ہے۔ اگر عدم شرکت ترکوں کے کسی قصور کیوجہہ سے ہوتی تو وہ اسکو جلوس کی واپسی کے حالات لکھتے وقت ضمنًا یہہ تحریر کرکے ایسے سرسری طور سے نہ ٹال دیتا کہ ترکی خاص ایلچی یا سفیر متعینہ دربار لنڈن جلوس میں نہ شریک ہوا بلکہ ترکوں کی ہجو اور مذمت میں زمین آسمان کو قلابے ملا دیتا اُسکا طرز بیان ہی ظاہر کر رہا ہے کہ وہ امر واقع کی اظہار سے تو گریز نہیں کر سکتا تہا۔ مگر وجوہات بتانے میں اپنی قوم کی مذمت دیکہکر اُسنے دم بخود رہنے کو قرین مصلحت تصور کیا۔ مزید براں اگر مہاشہ ٹریبون اس اخبار کا اور دو صفحے اُلٹنے کی تکلیف گوارا کرتا تو اوسکو معلوم ہو جاتا کہ جلوس سے

ایک روز پہلے ۱۸ جون کو قصر بکنگھم میں حضور ملکہ معظمہ نے ممالک غیر کے شہزادوں اور سفراء کو جو دعوت دی تھی اسمیں سلطنت علیہ ٹرکی کے سفراء موجود تھے۔ اور اگر اس (بزعم خود) فخر پنجاب و ہندوستان اخبار کا دایرہ معلومات جسکے مطالعہ سے لفٹنٹ گورنر پنجاب نواب وائسرائے ہند اور نواب وزیر ہند (جیسا کہ وہ اس تاریخ کے پرچہ میں فخریہ لکھتا ہے) اکتساب فیض کرتے ہیں صرف اخبار ٹائمز تک محدود نہ ہوتا اور اُسے دنیا کی کسی اور اخبار کو بھی دیکھنا نصیب ہوتا تو اسکو معلوم ہو جاتا کہ اگر ترکی سفراء نے ملکہ معظمہ کی تحقیر کرنی ہوتی تو انکا جلیل القدر سلطان خود اپنے دار الخلافہ میں نماز شکرانہ کے موقعہ پر خاص اپنے پانچ اعلے عہدہ دار انگریزی سفارت کے گرجہ کو روانہ نکرتا۔ اور اگر سفراء مذکور کا ایسا ارادہ ہوتا تو لارڈ سالسبری وزیر اعظم جو اتوار کو کبھی دفتر میں آکر کسی سے باضابطہ ملاقات نہیں کرتے ہز اکسلنسی منیر پاشا کو وروو کی خبر سنکر اپنے سابقہ دستور کو بالائے طاق رکھکر پاشائے موصوف کی ملاقات کو خاص اتوار کے دن (۲۰ جون ۱۸۹۷ء) اپنے دفتر میں رونق افروز ہوتے۔ ان سب باتوں کو علیحدہ رکھکر بھی اگر ایک لمحہ کے لئے غور کیا جائے تو بیوقوف سے بیوقوف بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر دونو سلطنتوں کے تعلقات ایسے بگڑے ہوئے ہوتے تو سلطان المعظم کو اپنا نایب روانہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

اس فتنہ پرداز اخبار کی وقعت کے لئے جو مسلمانان ہند کو سرکش اور مفسد ظاہر کرنے کے لئے تو اسمعاملہ کی عام تشہیر کا خواہشمند ہے۔ مگر خود آیرلینڈ کے مفسد فینین اور یورپ کے سوشلسٹوں کو ہندوستان میں آنیکی دعوت دینے پر بھی امن وامان ملک اور تاج برطانیہ کی خیر خواہی کا مدعی ہے۔ ہم معاملہ زیر بحث کی کیفیت انگلستان کے مشہور کنسرویٹیو اخبار انگلینڈ اور یونین کے حوالہ سے بالتفصیل بتائے دیتے ہیں جسکو پڑھنے سے اگر وہ عرق خجالت میں ڈوب مرنے سے بچ رہا تو اوسکو معلوم ہو جائیگا کہ اسمعاملہ میں ترکی سفراء نے جو شرافت دوراندیشی حلم۔ اور بردباری ظاہر کی ہے۔ دنیا میں اسکی نظیر ملنی محال ہے اور اسکے مقابل انہی جہاں شاؤں کے ہمخیال ایک راندۂ درگاہ ازلی اور اسکے چیلے چانٹوں نے جو خباثت ظاہر کی ہے اس سے نہ فقط انگلستان کے دامن عزت پر بلکہ انسانی فطرت پر ہمیشہ کے لئے دھبہ پڑگیا ہے۔ مگر ناظرین کو محولہ بالا انگریزی اخبار کی تحریر سے کل کیفیت من وعن ظاہر ہو جائیگی۔ اسلئے ہماری طرف سے کسی اور زیادہ توضیح کی ضرورت نہیں۔ اخبار مذکور "ایک سرکش و فتنہ پرداز وزیر اعظم" کے عنوان سے حسب ذیل تحریر کرتا ہے۔

"مسٹر گلیڈسٹون نے قصبہ چیسٹر فیلڈ کے رائے دہندگان کو جو خط لکھکر نہ فقط ترکی گورنمنٹ بلکہ کل دول عظام کو لعن طعن کی تھی اوسپر رائے زنی کرتے ہوئے ہمنے (یعنی اخبار انگلینڈ) مسٹر مذکور کی نسبت اپنا خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ اب بیہودگی اور خلاف بیانی کی انتہائی حد تک پہنچگیا ہے۔ مگر نتیجہ سے ظاہر ہوا ہے کہ ہمنے اس رائے میں بہت غلطی کہائی تھی۔ مسٹر مذکور نے آیرلینڈ کے قصبہ کارک کے اخبار انگل وعقاب وکومٹی ایڈورٹائزر کو ایک خط لکھکر واضح کر دیا ہے کہ وہ چیسٹر فیلڈ والے خط کی حدود سے بھی تجاوز کرنیکی قابلیت رکھتا ہے۔ اسمیں گلیڈسٹون ایسی ناقابل اعتبار حماقت اور حیرت افزا شقاوت ظاہر کرتا ہے کہ وہ رعایا کو ایک اجنبی طاقت کے سفیر کے ساتھ جو انگلستان کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھتی ہے۔ اول تو دہینگا مشتی کرنے ورنہ کم از کم بداخلاقی سے پیش آنیکی ترغیب دیتا ہے۔ مسٹر گلیڈسٹون کے فعل کو جو امر اوس سے بھی نامعقول اور وحشیانہ بنا رہا ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر مذکور خود اپنے شہنشاہ کی جوبلی کے موقعوں پر ترکی سفیر کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی

نصیحت کرتا ہے۔ اندریں صورت یہہ کوئی تعجب خیز امر نہیں کہ اُسکے خط کو کل دنیا جسمیں کہ ریڈیکل فرقہ کے اخبارات نے بہی نظر حقارت دیکہا ہی۔ وہ خط حسب ذیل ہی۔ "از قلعہ ہوارڈن (مسکن گلیڈسٹون) مورخہ ۷ امئی ۱۸۹۷ء۔ صاحب من میں تمہارے اخبار کے اوس پرچہ کی وصولی کا جسمیں مضمون نشان کرکے تمنی مجہکو بہیجا تہا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سلطان ٹرکی کی گستاخی دول عظام کی پالیسی سے اس درجہ تک بڑہ گئی ہی کہ میں اوسکی اوس بیباکانہ درخواست کی جسارت پر بہی کہ اوسی جوبلی میں شریک ہونیکی اجازت دیجائے متحیر نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر اوسنے فی الواقع ایسی درخواست کی ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ دوراندیشی اور شایستگی گورنمنٹ انگلشیہ کو اوسے مسترد کرنے کی ترغیب دیگی۔ سفاک کبیر کے ایلچیونکی انگلستان میں ایسی آؤبہگت ہوگی کہ وہ شاید اوسی پسند نکرینگے۔" (ایضاً تمہارا وفادار ڈبلیو اے گلیڈسٹون)

لنڈن کا مشہور اخبار سینٹ جیمس گزٹ اس خط پر یہہ ریمارک کرتا ہے۔

"مسٹر گلیڈسٹون نے ایک آئرش اخبار کو جو سکنڈریٹ نہیں بلکہ اب کی دفعہ کا رک اگزیمنر ہے ایک اور نفرت انگیز خط تحریر کیا ہے۔ یہہ خطوط دنیا کو بڑے زور کے ساتہ مسٹر گلیڈسٹون کا وہ حملہ یاد دلاتے ہیں جو اوسنے بمقام میڈلوتہیا آسٹریا پر کیا تہا۔ اور غالباً اوسکو اب پہر اوسی موقعہ کیطرح نہایت ذلت کے ساتہ معافی مانگنی پڑیگی۔ اس آخری خط کا کل لب لباب یہہ ہے کہ لنڈن کے اوباشوں کو جوبلی کے دن ٹرکی سفیر و نکی ہجو اور تحقیر کرنے پر اکسایا جاوے۔ وہ سلطان کی اس تجویز کی بیباکی پر کہ سلطان ممدوح کے ایلچی بہی جوبلی میں شریک ہوں حیرت ظاہر کرتا ہے۔ اور امید رکہتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ ایسی تجویز کو دبادیگی۔ وہ لکہتا ہے کہ سفاک کبیر کے سفیر و نکی انگلستان میں ایسی آؤبہگت ہوگی کہ وہ غالباً اوسے پسند نہ کرینگے۔ لیکن کیا سلطان کے سفیر اسوقت بہی لنڈن میں موجود نہیں ہیں۔ کیا ہمنے ترکی سے ایلچیانہ تعلقات قطع کرلئے ہیں؟ اور کیا سلطان المعظم کو شکست خوردہ یونانیوں پر رحم کرنیکی طرف مائل کرنے کے یہی طریقے ہیں؟ جو خاص ایلچی جوبلی کے لیئے آئینگے وہ خود ملکہ معظمہ کے مہمان ہونگے۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ انگلستان اونکی اسی حیثیت سے خاطر و مدارات کریگا۔

"منیر پاشا گرینڈ ماسٹر آف سیری مونیز (ناظر تشریفات دربار ہمایوں) کل (۱۴ جون) قسطنطنیہ سے لنڈن کو روانہ ہوگئے ہیں وہ سلطان کیطرف سے ایک دستخطی خط ملکہ معظمہ کیطرف لائے ہیں جسمیں انگلستان اور ٹرکی کی سابقہ دوستی کیطرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اونکو جوبلی کی مراسم میں شریک اور لارڈ سالسبری سے گفتگو کرنے کی ہدایت کیگئی ہے۔ سلطان المعظم نے یہ کارروائی محض اپنی خوش اخلاقی ظاہر کرنے کیلیئے کی ہے۔ البتہ گلیڈسٹون اپنی کینہ توز اور غیر مسیحانہ تحریر سے اپنی بیباکی کا ثبوت دے رہا ہے۔"

اخبار ویسٹ منسٹر گزٹ جو گلیڈسٹون کا بڑا حامی اور ترکوں کا جانی دشمن ہے وہ بہی مندرجہ ذیل الفاظ میں اوسکی نصیحت کو سخت مطعون کرتا ہے۔

"جلوس کی شایع شدہ پروگرام سے واضح ہوتا ہے کہ ممالک غیر کے سفرا ملکہ معظمہ کے بہت ہی قریب ہونگے اور اگر ترکی سفیر کے برخلاف کوئی اظہار رنجش کیا گیا تو وہ گویا خود ملکہ معظمہ کے برخلاف اظہار ناراضگی کرنا ہوگا۔ ترکی سفیر ملکہ معظمہ کے مہمان ہونگے۔ اور ملکہ کی ذات مخالفانہ سلوک سے اونکی محافظ ہونی چاہیئے۔ الخ"

یہہ لکہنے کے بعد اخبار انگلینڈ ویونین امید ظاہر کرتا ہے کہ انگلستان کے فہمیدہ اور خوش اخلاق باشندے اپنی طبعی اوصاف سے کام لیکر گلیڈسٹون کے بیشرمانہ مشورہ کو کوئی وقعت نہیں دینگے۔ منیر پاشا بلند مرتبہ عہدہ دار اور متصف باوصاف حمیدہ۔ رحمدل اور بیحد متواضع آدمی ہے

لندن والے اوسکی خوبیوں سے واقف نہیں ورنہ وہ کل سفیروں سے بڑھکر اوسکی قدر کریں۔

یہی اخبار ۲۲ جون کو عدم شرکت کی وجہ حسب ذیل لکھتا ہے۔ یہ نہایت ہی قابل افسوس امر ہے کہ منیر پاشا سفیر خاص سلطان المعظم جوبلی کے اجلاس میں شریک نہوئے۔ گلیڈسٹون کا ابلیسانہ خط جسپر ہم پچھلے ہفتہ نفرت ظاہر کر چکے ہیں۔ جاہل لوگوں کو ایک عظیم الشان دوست سلطنت کے ایلچی کی تحقیر اور بیحرمتی کرنے کی دعوت دیرہا تہا۔ اور اس قسم کی افواہیں بہی مشہور ہوگئی تہیں کہ بعض بدسگال ریڈیکل فریق کے لوگوں نے ترکی سفیر و نکے برخلاف اظہار رنجش کی خاص نمایش کا انتظام کرلیا ہے۔

اندریں حالات منیر پاشا نے جلوس میں شریک نہونیکا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ ایک سچے عثمانلی کی طرح اوسکی بلند خیالی۔ خوش اخلاقی اور اعلے درجہ کی تہذیب نے یہ پسند نہ کیا کہ جوبلی کے جلوس میں بدلطفی ہونیکے کسی احتمال کو بہی موجود رہنے دیا جائے۔ اسمیں ذرہ بہر بہی شک نہیں کہ ترکی سفیر بہر خاصکر منیر پاشا ایسے جلیل القدر اور مہذب شخص کو حاضرین اور تماشبینوں کا حصہ کثیر نہایت تپاک سے خوش آمدید کہتا مذہبی خبطیوں اور فرضی مظالم سنانے والوں نے ٹرکی کے برخلاف جو کدورت پیدا کردی تہی وہ تہسلی میں ترکی سپاہ ہونیکی مستقل مزاجی سلامت روی اور بعدیل شجاعت کے حالات معلوم ہونے سے تقریبًا معدوم ہوگئی ہے۔ لیکن دس میں لاکھ موافق خیال رکہنے والے تماشبینوں کے مقابلہ میں معدودے چند بدمعاشوں کی شورہ پشتی ہی عوام کی پرجوشی کے مسلسل رو میں ایک ناموزون انقطاع پیدا کرسکتی ہے۔ اسلیے منیر پاشا نے گوارا نکیا کہ اونکی وجہ سے جبکہ ایسی بدمزگی ہونیکا احتمال ہو تو وہ جوبلی میں شریک ہوں۔ اگر اونکے برخلاف کوئی نعرہ تحقیر بلند کیا جاتا تو اونکی یا انکے جلیل القدر سلطان کی اسقدر تحقیر نہ ہوتی جتنی کہ خود ملکہ معظمہ کی جسکے کہ وہ معزز مہمان تہے منیر پاشا کو دیکہکر اس سے پہلے رعایا نے بڑی خوشی اور جوش کے ساتھ نعرہائے آفرین بلند کیے تہے۔ جبکہ وہ جمعرات کی شام کو شاہی گاڑی میں سوار ہوکر شہر کے بہرے ہوئے بازاروں میں سے گذر رہے تہے۔ اوسوقت سینٹ جارج کے بازار میں تقریبًا پچاس ہزار آدمی ہر قماش کے موجود تہے۔ اور سب نے بلا اشتباہ بڑی تپاک سے ترکی سفیر کی آؤبہگت کی تہی۔ ترکی سفیر جلوس کے سوا تمام مراسم میں نمایاں طور پر شریک ہوئے اور ہر ایک جگہہ اونکی نہایت عزت کے ساتھہ تواضع کیگئی۔ یہ فقط سفیر ممدوح کی دوراندیشی تہی کہ وہ کسی بدمزگی کے احتمال کیوجہ سے جلوس میں شریک نہوئے۔"

ہم امید کرتے ہیں کہ مہاشا بہادر اس اصل وجہ کو بہی ویسی ہی تمام تشہیر کرکے ملکہ معظمہ کی مسلمان رعایا پر اونکی مذہبی مقتدا کے سفیر خاص کی عاقبت اندیشی اور حضور ملکہ معظمہ کی عزت و احترام کی نگہداشت کے مقابلہ میں اپنی ذاتی تفاخر اور شکوہ پسندی کی کوئی پروا نکرنیکے واقعہ کو بخوبی ظاہر کردینگے ورنہ جو لقب پاونیر اسکے لیے تجویز کرچکا ہے ہمکو اوسکو درست ماننے میں کوئی تامل باقی نہیں رہجایگا۔

سلطان المعظم اور شیعہ

سول ملٹری گزٹ مورخہ ۱۴ استمبر ۱۸۹۷ء میں ایک قزلباش پروفیسر صاحب ہندوستان کے کل شیعہ اصحاب کیطرف سے خودساختہ وکیل بنکر ایک چٹھی شایع کراتے ہیں کہ شیعوں کو سلطان روم سے کوئی ہمدردی نہیں وہ اونکو خلیفہ نہیں مانتے ایسا کرنا انکے عقاید مذہبی کے برخلاف ہے اور وہ سلطان المعظم کی حیثیت ایک یورپین فرمانروا سے زیادہ نہیں سمجھتے سنی خلفا نے اپنے اپنے زمانے میں شیعوں کو نہایت بیرحمی سے قتل کرایا ہے۔ ہمکو ترکوں کی فتح پر کوئی خوشی نہیں ہوئی اور ہم آرمینیوں کیطرح کوئی شکایت نہیں رکہتے کہ ترکوں یا ایرانیوں کو مسلمانان ہند پر فرمانروائی کی خواہش ہونیکا

بنا دیں ہم حضور قیصرۂ ہند کی ظل حمایت میں نہایت خوش و خورم ہیں۔

آرمینیوں کی تشبیہ کو شاید خود پروفیسر صاحب ہی سمجھہ سکیں۔ اور کوئی تو اسکا مدعا خاک بھی نہیں سمجھہ سکتا۔ باقی رہا خوشی منانا سو یہہ پروفیسر صاحب کی صریح کم واقفیت کا ثبوت ہی۔ کہ وہ شیعہ اصحاب کو خوشی منانے والوں سے خارج کرتے ہیں۔ یونانیوں پر ترکوں کی فتح پانے سے جیسی اُن کو سنی بہائیوں کو خوشی ہوئی تھی ویسی ہی اُنکو بھی ہوئی اور گورنمنٹ اور اُنکے حکام پروفیسر صاحب کی نسبت بدرجہا اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ یہہ خوشی منانیوالی برٹش گورنمنٹ کو اپنا اور ملک کیلیئے خداوند کریم کی خاص رحمت اور نعمت سمجھتے ہیں اور اُنکے وہم و گمان میں بھی کبھی کسی دوسری حکومت کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ پروفیسر صاحب ترکوں اور انگریزوں کو ایکدوسرے کا دشمن سمجھنے میں سخت غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ بعض افراد کو چھوڑکر وہ عام انگریزی قوم کے خیالات دیکھیں تو وہ اُسکو مسلمانان ہند سے بڑھکر ترکوں کا ہواخواہ پائینگے۔ اسکی تصدیق انکو ۲۹ اگست [۱۹۱۱ء] کی پانیر پڑھنے سے بخوبی ہو جائیگی۔ لیکن بفرض محال اگر دونوں سلطنتوں کو کچھہ عرصہ کیلیئے ایکدوسرے کا دشمن بھی فرض کر لیا جائے۔ تو اس صورت میں بھی پروفیسر صاحب گورنمنٹ انگلشیہ کے نادان دوست تصور ہونگے۔ جو گورنمنٹ موصوف سے اُسکے دشمن کی اصلی طاقت کو نہاں رکھہ رہے ہے۔ یہہ مسلمہ امر ہے کہ گو اونکی خیرخواہی اور ہمدردی کسی کار آمد ہو کل دنیا کے ایسے مسلمانوں کو جنہیں زمانہ کی موجودہ حالت کا کچھہ بھی علم ہے۔ سوائے پروفیسر صاحب کے معدودے چند ہمخیالوں کے بلا امتیاز مذہب و قومیت سلطان المعظم سے پوری ہمدردی اور روحانی تعلق ہے۔ اور یہہ تعلق جس سے سلطان المعظم کی اخلاقی طاقت بہت زبردست ہو رہی ہے کسی کی کوشش سے اب زائل نہیں ہو سکتا۔ اس تعلق سے انکار کرنا اُنکی اس طاقت کو پوشیدہ رکھنا ہے۔ حالانکہ دشمن کا مقابلہ کامیابی سے کر سکنے کیلیئے اُسکی پوری طاقت سے واقف ہونا اشد ضروری ہے۔ مگر اس بحث کو زیادہ طول دینا بیفائدہ ہے۔ بحث صرف شیعہ اور سلطان المعظم میں اتحاد و مودت ہونے پر ہے۔ اور اس بارہ میں پروفیسر صاحب کی غلط فہمی کو دور کرنیکے لیئے ہم ایک خاص ایران کے اخبار ناصری سے مندرجہ ذیل اقتباس جسے کل شیعہ اصحاب کی قومی اخبار حبل المتین کلکتہ نے بمعہ رائے درج کیا ہے۔ ذیل میں درج کرتے ہیں

منقول از روزنامہ مبارکہ ناصری مورخہ بیستم صفر المظفر ۱۳۱۵ھ

اسلام و اسلامیان مسئلہ کہ حالیہ مذاکرہ آن اہمیت تمام دارد و مطارحۂ آن بحد وجوب رسیدہ است ہمانا بیان وضع مسلمین و رفتار دول اجنبیہ با اسلامیانست ولی چون بواسطۂ تعصب ہمکیشی نمیخواہم مراتب خواہی دولت ہم ملتان خود را بزبان خود بیان نمایم ناچار سطری دراین مسئلہ ندادہ وہمان محض استحضار خاطر ہموطنان عزیز کہ چندان از اوضاع مسلمانان و گرفتاری ایشان در چنگ ملل مختلفہ عالم بیخبر نباشند مختصری دار باین فقرہ عرض مے نمایم (ترسم آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است) امروزہ بروز شمارہ نفوسیکہ متدین بدین مبین اسلام اند در نقاط مختلفہ روی زمین است و زایست دار دمنجا و از دویست ملیون است تقریبا ثلث این عدد تابع دولتین علیتین اسلام و حکومتہائے اسلامیہ ہستند و مابقی مقہور و محکوم دول غیر مسلمہ شدہ و متابعت سائر دول را بر گردن گرفتہ و غالبا در تحت ادارۂ دولت انگلیس ہستند

ملت فرنگ بر حسب ظاہر تعصب مذہبی را کنار نہادہ و اہل ہر مذہبی را بحال خود و گذشتہ اند بعبارۃ آخری مطلق العنان و آزاد

عہ یہ اسی اصول کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ محاربہ شرق السوال میں انگلستان ایسی مشکلات میں گرفتار ہو رہا ہے۔ مولف یکم جنوری سنہ ۱۹۱۲ء

نموده اند و از راه حیلت پیش رفت کار خود شان از درگفتن همین کلمه دانسته اند ولی در باطن ازین معنی چشم پوشیده و ترویج دین خود کوشیده بلکه همواره در پئے انداختن و نابود ساختن سایر ادیان هستند اگر ظلمها که در ممالک (خارجه) نسبت بمسلمین صورت وقوع میابد بشرح داده شود جگر هموطنان از آتش غیرت کباب شده و دل در اندرون سینه ایشان آب میشود و همیشه دعائے قوام دولتین علیتین را که دوام ملت اسلام بسته باین دو دولت است خواهند نمود در هندوستان اقلاً پنجاه ملیون از جماعت مسلمین هستند و در میان این جمعیت کثیره یک نفر قدرت بر حفظ ناموس و ضبط عرض ملت ندارد و شاهد براین مدعا مطلبے است که در نسخه اخیره روزنامه گرامی حبل المتین بنظر رسید که الآن متجاوز از یک ملیون زنان مسلمه در بمبئی و کلکته و سایر بلاد هندوستان بارتکاب اعمال شنیعه مے بردارند و مردان مسلمین قادر بر کف و منع آنان نیستند بمجرد عبور از رود ارس بخاک روس دیگر مرد را بر زن خود اختیاری باقی نمی ماند بلکه نمی توانند مخالف قانون روس رفتاری نماید بدیهی است که استقامت قوانین شریعت غرای احمدیه و استدامت حرمت ملت بیضائے محمدیه موقوف بقوت و قدرت دولت اسلام است همیشه باید طبقات مسلمانان از حضرت احدیت مسئلت نمائند که دولتین اسلام را چنان بسط ید و وسعه قدرتی عطا کند که در ممالک اجنبیه مسلمین نتوانند پیروی قانون خود را کرده و موافق شریعت خود رفتار کنند نخستین مایه ترقی اسلام همان مسئله اتحاد دولتین اسلام و مواسات و مواطات برادران دینی با یکدیگر است که بمنه تعالی امروز این مطلب در انتظار عالمیان مانند آفتاب تابان روشن و نمایان است خداوند روز بروز بر استحکام بنیاد این اتحاد بیفزاید در صورت اتحاد یقیناً کسے در ممالک خارجه تسلط بر آزادیت مسلمین نخواهد داشت در صورت اتحاد دولتین مسلما حضرت امیر افغانستان و حضرت امیر بخارا با کمال وداد تابع این دو دولت شده سر برقعه این اتحاد در مے آورند و آوازه یکرنگی و یگانگی قاطبه مسلمین در هر سرزمین بمسامع جهانیان خواهد رسید. باوجود اتحاد چگونه دولت چین میتواند دویست هزار نفر مسلم را در کانسو بقتل برساند. آیا مسلمین هموطن دانسته اند که در شرق و غرب چه مصائب از قتل و ضرب از دست ملل مختلفه مخالفه بسر اسلامیان بیچاره از وطن آواره می آید دولتی مثل چین که به نیروی مساعدت و بازوی توانائی نتوانست سر پنجه قوت و قدرت ژاپونیها را که بعقیده او یکے از ایالات و مضافات فرمانبردار چین است برتابد و عرض دولت و ناموس ملت خود را از چنگ قهر و غلبه آنان برهاند مسلمین بیچاره را چنان زبون و خوار نموده و در چنگال تصرف و تغلب خود گرفتار کرده است که هیچ صورت راه نجاتی برائے آن بیچارگان آوارگان باقی نمانده و همگی بکار خود فرومانده اند کار بجائی کشیده و بدبختی بدرجه رسیده که از هر بیست سال به بیست سال یکبار مسلمین را در معرض قتل عام مے آورد. البته اگر مسئله اتحاد پایدار باشد و برقرار گردد محققاً در اندک مدتے مسلمین آنجا یا باستظهار و پامردی دولت همکیش خود سر از اطاعت دولت چین پیچیده یا حکومت مستقلی گردیده یا بدایره متابعت یکی از دولتین علیتین می گذارند اینک جای آنست که در ایران نیز دفتر اعانه برائے مصیبت زدگان کریت باز شده و ایرانیان نیز تا یکدرجه اسباب استراحت و رحمت آن درماندگان را فراهم آورند و وجه معونه از هر گونه از راه تعصب دینی و حمیت آئین برائے آنها روانه دارند چه قدر باعث افتخار اسلام و اسلامیان است که هندیان باآنکه خود مبتلا بقحط و طاعون و از شدت فلاکت مشرف بهلاکتند و از اقصے بلاد مغرب زمین برائے رفاه حال آنان اعانه فرستاده میشود باز از جمع و ارسال وجوهات اعانه برائے محنت کشیدگان و مصیبت رسیدگان کریت مضایقه ندارند

اجابؐ الشرط اول ترقی اسلام را در اتحاد دولتین و مؤاخات مسلمین میدانیم و خداوند را از صمیم دل میخوانیم کہ ہمیشہ بر ازدیاد این اتحاد افزوده و بنیاد تفرقہ را از میان اسلامیان براندازد و در ہر جا و ہر مکان نظر توجہ و معاونت خود را از مسلمانان باز نگیرد

رائی حبل المتین مقصود از نقل عنوان فوق آنست کہ عامہ اسلامیان بدانند این دولت بزرگ اسلام کہ امروزه اسلامیت بوجود آنها بستہ است بچہ پایہ متحد و متفق اند برادران اسلامی ہم باید در ممالک مختلفہ در حفظ جامعہ اسلامیت ہم خود را مصروف دارند و چشم ازین اختلافات جزئیہ کہ باعث مخالفت ہای کلی ما شده است بپوشند خیالات تمام اہل ایران در حق دولت علیہ عثمانیہ از عنوان فوق ظاہر میشود اخبارات ہر قوم زبان آن ملت است دیگر آنکہ ہمعصر گرامی ما روزنامہ مبارکہ ناصری را مقصود ازین عنوان مذمت دولتی خاص نیست بلکہ خواستہ است رفاہیت اسلامیان را تحت سلاطین اسلام و آزادی آنها در فرائض شرعیہ در ممالک اسلام ظاہر دارد۔ اگر مراتب انصاف را از دست ندہیم آزادی در مذہب بیچہ ملل مختلفہ عالم در ممالک اسلامیہ بیشتر است از آزادی مسلمانان در ادای فرائض مذہبی خود در متصرفات سلاطین اروپا از خداوند متعال مسئلت داریم کہ اتحاد این دو دولت بزرگ اسلام را زیادہ برین نموده ما مسلمانان را عقل و دانشی عنایت فرماید کہ مفاید اتحاد را بالکلیہ بخوبی بشناسیم۔

حضرت امیر المومنین خلیفہ اعظم و شیعہ اصحاب خلافت کے مسئلہ اور سلطان المعظم کی نسبت ایک بے نام شخص نے پروفیسر قزلباش کے فرضی نام سے کچھ عرصہ ہوا اینگلو انڈین اخبار سول ملٹری گزٹ میں جو مزخرفات شایع کی تہی۔ اوسکا کافی جواب نہ فقط وکیل بلکہ تقریباً کل اسلامی اخبارات میں فوراً ہی شایع ہوگیا تہا چنانچہ کلکتہ کا امامیہ اخبار نامدار حبل المتین نے اس ادعائی شیعہ کی نسبت اوسیوقت جو خیالات ظاہر کیئے وہ اوپر ظاہر کرچکے ہیں۔ اب ۲۷ دسمبر ۱۸۹۵ء کی حبل المتین میں ایک ایرانی نامہ نگار کی تحریر جو خاص طہران سے موصول ہوئی اسی بارہ میں درج ہے۔ اوسمیں قزلباش پروفیسر کی قرار واقعی گوشمالی ہی نہیں کیگئی بلکہ چند فقرے ہیں ہم شیعوں کے حضرت خلافت پناہی امیر المومنین کی ذات والا صفات سے بیحد عقیدت و خلوص رکھنے کی نسبت جو کچھ تحریر کیا تھا اوسکی بہی کامل تصدیق خود ایک اور شیعہ معزز کی تحریر سے ہورہی ہے اسلیئے اوسکو مزید خوشی سے بجنسہ ناظرین کی ملاحظہ کیلیئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

قابل توجہ اسلامیان مکتوب یکی از اجلہ و عماید ایران است کہ با دارہ رسیدہ۔ در شمارہ ۴۴ روزنامہ شریفہ حبل المتین در صفحہ ۲۴ ۵ شرحی بعنوان حضرت از طرف شیعیان از پروفیسر قزلباش مندرج گشتہ بود چون این شخص بیغیرت کہ و اقعاً ننگ عالم انسانیت و اسلامیت است و بدزدی اسم نام خود را در جزو مسلمین قلمداد کردہ کمال بے انصافی را پیش نہاد خود کردہ است۔ با ہمہ مشغلہ و عدم وقت خود نتوانستم چیزی بجواب او ننویسیم لہذا خاطر مبارک منشی ادارہ شریفہ را مستدعی میدارم۔ اگرچہ کرارا در صفحات حبل المتین رسوخ قلبی و غیرت ہم مذہبی حضرات شیعہ را در حق اعلیحضرت اقدس خلافت پناہی سلطان عبد الحمید خان ادام اللہ بطول قدرتہ و سلطنتہ نوشتہ شده است و ہرچہ درین باب عرض شود از زوائد

است نہایت این شخص پروفیسر قزلباش کہ نہ بوئی از مذہب و نہ بہرہ از غیرت داشتہ ہست آں خباثت ذاتی مکنونی خود را بروز دادہ۔

از روزیکہ تلگراف فتح شئون اسلام بدار الخلافہ باہر رسیدہ در سفارت سنیہ عثمانی جشنی رسمی گرفتہ شد عموم رجال از لشکری و کشوری با کمال ذوق و سرفرازی با وعدہ و بدون وعدہ بسفارت سنیہ تشریف بردہ تبریکات قلبی خود را عرضہ داشتند از طرف اعلیحضرت شاہنشاہ و ولی نعمت ایرانیان نیز تبریکات زبانی و تلگرافی و کتبی زیادہ از انچہ عرضہ دارم چہ بتوسط سفارت کبرائے عثمانی و چہ بلا واسطہ با تلگراف گفتہ شد چوں در شہر محرم و صفر در ایران بملاحظہ محبت بخامس آل عبا ابداً نہ جشن و نہ زینت و نہ عروسی و نکاح معمول نیست و ہمہ روزہ مردم از صبح تا بظہر و از دو ساعت بغروب تا چہار ساعت از شب گذشتہ در این دو ماہ در مجالس روضہ خوانی ہستند البتہ در حضور جناب مدیر محترم شرح حال ایرانیاں در این دو ماہ پوشیدہ نیست کہ تمام سیاہ پوش حتے خضاب حنا ہم کہ مستحب است استعمال نمیکنند مگر نہ از کسبہ و علماء اعلام و دوایر دولتی جائی نبود کہ جشن این فتح کہ راجع بامت محمدی است با کمال ذوق نگیرند بعضے از رجال و علما باین حال باز ہم خیال گرفتن جشن داشتند و در ان دو ماہ ..... در مجالس و محافل روضہ خوانی روضہ خوانہا اول دعائیکہ در منبر میکردند بوجود اعلیحضرتین پادشاہان اسلام و نصرت اسلام و بخصوص مذاکرہ اسم سلطان عبد الحمید خان میشد و از طبقات علماء اعلام بتوسط خود این بندہ چندین تبریک نامہ در اظہار بہجتی دولت بزرگ اسلام بسفارت سنیہ عثمانی و جناب منیف پاشا سفیر کبیر دادہ شد جناب مستطاب حجۃ الاسلام آقای امام جمعہ طہران سلمہ و آقائے آقا سید عبد اللہ مجتہد معروف بہ بہبہانی مستقیماً بسفارت سنیہ و شخص سلطان تبریکات در خور این فتح گفتہ شد و از طرف شخص اعلی حضرت سلطان نیز جوابہائے مرحمت آمیز بہ آقایان عظام مستقیماً و از طرف وزارت امور خارجہ عثمانی بتوسط سفیر کبیر بسائر علماء اعلام مرحمت شد و الی امروز کہ شہر رجب است و شش ماہ تجاوز از فتح شئون اسلام میگذرد بعضی از علمائی ولایات ایران کہ بملاحظہ دوری از مرکز و دیر رسیدن خبر این فتح بایشان باز ہم چہ بتوسط این بندہ چہ مستقیماً عرائض و پاکت ہای تبریک و تہنیت بدربار خلافت عظمیٰ دادہ میشود و جوابہائے مرحمت آمیز میرسد بحمد اللہ امروزہ امت تشیع بخوبی دریافتہ اند کہ سابقاً بملاحظہ اختلافاتیکہ بعضی از سلاطین محض پیشرفت چہار روزہ سلطنت خود این نفاق بزرگ را در میان این ملت محترمہ انداختہ اند رضائی خدا و ائمہ ہدا را بر بے احترامی نسبت بخلفاء راشدین رضی اللہ عنہ نبودہ و نیست۔ ہر گاہ اہل سنت را می بینند چون خود برادر خود محبت و مہربانی میکنند شہد اللہ دہ سال گذشت بندہ در طہران مقیم ہستم از ہر طبقہ چہ علماء و بزرگان و چہ کسبہ یکنفر را ندیدم کہ چیزی فہمیدہ باشد اسم خلفائی راشدین با بے احترامی یاد کند بعضے از عوام مجہول کہ از سابق الایام ذہنی آنہا چیزی شدہ باشد حرفی نگویند ابداً از روی فہم و غرض نبودہ و نیست خصوص در این فتح بزرگ کہ ہر نفسے فہمیدہ و دانست کہ مقصود اہل صلیب جز برانداختن اسم اسلام چیزے نیست و قباحت نفاق در میانہ امت را قرآن و قبلہ ایشان یکی است جز تنزل و خرابی یکدیگر ثمرہ ندا شتہ ..... و ندارند بخوبی بعامہ خلق معلوم شدہ خصوص از زمانیکہ اورنگ کیان و تخت ایران بوجود مقدس شہریار متدین متمدن اہ و جاہ قاجار زینت بخش گشتہ مراد و مہد و شاہنشاہ اسلامی باندازہ ہست کہ از

زمان عروج سلطنت عثمانی تا الحال چنیں یگانگی با ایران نہ شنیدہ اند از تلگرافات تبریک اعیاد معظم ایران کہ در روزنامہ ہای ایران درج میشود بخوبی میتوان دریافت از خلوص عقیدت و یگانگی مخابرہ میشود نہ رسمی و معمولی لہذا بزبان عموم اہل شیعہ بآں نامسلمان کہ ہر فیسر قزلباش باشد میگویم۔

دشمن آتش پرست باد بہار ا بگو — خاک بر سر کن کہ آب رفتہ باز آمد بجو

از خباثت یک نفر یا دہ نفر مثل این اشخاص لا مذہب رشتہ اتحاد و ملت گسیختہ نخواہد شد۔ و امروز اہل ایران از اعلیٰ تا ادنیٰ بعد از اطاعت دولت متبوعہ خود اطاعت اعلیحضرت سلطان عثمانی را لازم و او را خلیفہ و سلطان دانستہ و میدانند بخدا قسم ہت ایک نفر از عارف و عامی در طہران ندیدہ ام کہ اسم سلطان بیاید و او را دوام سلطنت او را دعا نکند۔ انتہیٰ۔ (ا۔م۔ی۔ل)

ترکی عورتوں کی بہادری

ایک ترکی اخبار لکھتا ہے کہ جب یونان کے برخلاف جنگ کا اعلان کیا گیا تو سالونیکا کی چار عورتوں نے اپنے جوان بیٹوں کو مجاہد بنا کر میدان جنگ کو روانہ کر دیا۔ مگر انکی غیرت وحمیت وطنیہ کی اس سے تشفی نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ ایکدن بذات خود والی سالونیکا کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے میدان جنگ میں جانے اور لڑائی میں شریک ہونیکی اجازت طلب کی۔ والی موصوف نے کل کیفیت باب عالی کو لکھدی جہاں سے جواب ملا کہ ان بہادر عورتوں کا شکریہ ادا کر کے انکو پیغام پہنچا دو کہ دشمنوں کے قلع قمع کیلئے جنود شاہانہ کافی ہیں۔ والی نے یہ پیغام انکو پہنچا دیا۔ مگر انکا جوش سرد ہونے میں نہ آیا انہوں نے اور زیادہ الحاح و اصرار سے سفر کی اجازت مانگنی شروع کر دی۔ والی نے مجبور ہو کر پھر باب عالی میں عریضہ ارسال کیا۔ اسدفعہ وزرا نے بھی عورتوں کے تقاضا سے تنگ آ کر منظوری دینے کے سوا کچھ چارہ نہ دیکھا۔ مگر یہ لکھدیا کہ وہ فقط بحیثیت ممرضات (تیمار داران) شفاخانجات جا سکتی ہیں۔ عورتوں نے یہ امر منظور کر لیا اور کمال خوشی و انبساط سے سرحد کو روانہ ہو گئیں۔ جہاں پہنچکر وہ نہایت مستعدی اور دلی شوق سے تیمارداری کی خدمت ادا کرتی رہیں۔ مگر جب کبھی لڑائی درپیش آتی تو وہ فوراً ہتھیار لگا کر اسمیں شریک ہو جاتیں اور عین درمیانی صفوں میں کمال شجاعت و بسالت سے نبرد آزما ہوتیں۔ الغرض وہ تمام معرکوں میں اسیطرح شریک ہوئیں اور محافظ حقیقی کے فضل و کرم سے انمیں سے کسیکو خفیف سا زخم تک نہ پہنچا۔

ایک عورت خدیجہ نامی نے بسبب غایت شجاعت اور غیور حمیت کے مردانہ لباس بدلکر اپنے کو محمد کے نام سے ظاہر کیا اور نہایت شوق سے اپنے کو عساکر شاہانہ میں داخل کیا۔ جس پلٹن کا وہ محمد مصنوعی سپاہی تھا اسمیں تمام سپاہی اوسکو بوجہ ڈاڑھی مونچھ نہونے کے (محمد کوسہ) کہتے تھے کوسہ ترکی میں بے ریش کو کہتے ہیں اسی حال سے اوسنے دو برس خدمت عسکریت کو انجام دیا حتیٰ کہ اس محاربہ میں بھی شریک ہوا اور بعد چندے علیل ہو کر شفاخانہ میں گیا۔ وہاں اوسپر شبہ ہوا کہ یہ عورت ہے یا مرد۔ آخر کو بعد تحقیق کے معلوم ہوا کہ یہ خدیجہ ہے نہ محمد کوسہ۔ وا رے شجاعت اور شوق اظہار بہادری۔ یہ خبر گذشتہ ۹۷ء کی ترکی اخبار معلومات میں چھپی۔

اعلیحضرت سلطان المعظم کے حکم سے ایک مسلمان عورت مسماۃ فاطمہ خانم کو تین سو پیاستر ماہوار کی پنشن عطا کیگئی ہے اس صلہ میں

کہ وہ مردانہ بھیس میں فوجیں داخل ہوکر جنگ روم و یونان میں شریک کارزار رہی۔

کمسن والنیٹروں کی بہادری

بقول ایک نامہ نگار کی ایک بہت بڑی تعداد والنیٹروں کی جنگ میں شریک ہونیکو سامنے آئی تھی جس میں البانیا والوں کی تعداد زیادہ تھی انمیں نوعمر لڑکے بھی تھے۔ یہ ایک لڑکے سے ملاقات کی جسکی عمر صرف گیارہ سال کی تھی۔ اسکے باپ اور بھائی اس سے پہلے شریک جنگ ہو چکے تھے۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ یہ لڑکا ایک ہنری مارٹینی بندوق مستعار لیکر کارتوسوں کی پیٹی گلو میں ڈالکر جنگ کیواسطے تیار ہوگیا اور ایک سوکھی روٹی کمر سے باندہ کر میدان جنگ کو چلدیا۔ یہ مقام صوبہ مقدونیا میں قصبہ اسکب میں واقع تھا بھوک اور پیاس کی تکالیف اُٹھاکر فارسالا کی فوج میں شریک ہوا اور فارسالا کی چڑہائی میں سب سے پہلے حملہ آور ہوا اسیطرح یورپین جو ترکی علاقہ میں متعین تھا اور جسنے اسکے قبل سکرٹری کا کام منچارسٹ میں انجام فرمایا تہا اور پہلے سکرٹری وشنگٹن مقرر ہوا تہا چاہتا تہا کہ اپنے مقام پر واپس جائے اسلیئے ایک ہفتہ کی رخصت لی اور اپنا لباس پہنے ہوئے سلونیکا کو چلا گیا جب سلونیکا میں آیا وہاں کی گورنر سے والنیٹروں میں داخل ہونے کی خواہش کی مگر اسمیں وہ ناکامیاب رہا۔ اسوجہ سے فی الفور سمندر کے رستہ سے ایک انگریزی جہاز میں سوار ہوکر وولو پر اُترپڑا وہاں سے بمشکل تمام فارسالا پہنچا۔ یہاں سے آکر فیلڈ مارشل ادہم پاشا سے ملاقات کی درخوست کی۔ ادہم پاشا نے برخلاف اسکے امید کی بہت خوشی کی ساتھ اُس سے ملاقات کی اور یلدیز کو بطلب ہدایت مناسب تار دیا جواب ملا کہ افسری کا کام اُسکو دیا جائے۔ جو حسین پاشا کی ماتحت رجمنٹ طرابزون میں جو حمدی پاشا کی ڈویژن سے تھی ایجوٹنٹ کپتان مقرر ہوا یہاں سے وہ رجمنٹ کی ساتھ روانہ ہوا اور دوسری روز پہلا شخص تہا جو بمقام فارسلا یونانیوں پر حملہ آور ہی میں زخمی ہوا جسنکہ صدالکی کا نام عبداللہ بیر اللہ ہے سلطان المعظم نے اختتام محاربہ کی بعد اوسی دربار شاہی کا چاوش مقرر فرمایا۔ وہ موضع دیرہ کا رہنے والا ہے۔ اُسکی تصویر مرقع تصاویر میں درج ہے۔

تاریخ فتوحات

مرض خودسری اعدا کا
دستبازی کی دکھائی طاقت
فکر تاریخ میں تہا میں کہ لکھوں

درگذر پر نہ کریٹی سمجھے
جو کہ فرمان کیا ٹرکی نے
فکر درمان کیا ٹرکی نے
خوب سامان کیا ٹرکی نے
رفع خلجان کیا ٹرکی نے

کہ یہ احسان کیا ٹرکی نے
ہوکے مجبور بہ جنگ آمادہ
دوائے آب دم تیغ پلاکر
عقدۂ جہل مرکب یوروپ
ہاتف غیب نے بے جہلہ کہا

نخوت و کبر سے ٹالا اُسکو
آخر اعلان کیا ٹرکی نے
دفع ہذیان کیا ٹرکی نے
حل وآسان کیا ٹرکی نے
۱۳۱۴
فتح یونان کیا ٹرکی نے
۱۳۲۶

قطعہ تاریخ فتح یونان جناب خطیب عبد الرحمن صاحب خطیب متوطن والنمباڑے

ازین جنگ یونان بصد مرحبا
دل اہل اسلام روئے زمیز
بماربن یارب ذلیلش بکز

نمودار شد شوکت شاہ روم
تہی نیست از الفت شاہ روم
چو خواہد کسے ذلت شاہ روم

برد انگی گوئے سبقت ربود
بفضل تو یارب شود ہر زمان
چو شد فتح یونان سالش خطیب

نہ ہر دولتے دولت شاہ روم
فزوں در فزوں عظمت شاہ روم
بگفتا زہے نصرت شاہ روم

قطعہ تاریخ فتح یونان از جناب قادر بادشاہ صاحب متخلص بہ بادشاہ متوطن والنمباڑی

شدہ مسخر چو ملک یونان	زشمشیر مردان فوج سلطان	زمین بصد جوش مرحبا گفت	بارک اللہ آسمان گفت
سپاہ یونان ہلاک گشتہ	ہزار ریزہ خاک گشتہ	ز تیغ بُران فوج رومی ہا	نہ ہیچکس غیر الامان گفت
چنیں مذلت چنیں شکستے	ندید یونان ہمیچو قسمتے	سزا است او را لقب بہ یورش	اگر کسے شاہ بزدلاں گفت
ببیں تو از درہ ملونا	بہ تا ڈوموکوز گونہ گونہ	بلاد و قصبات و قلعہ ہائش	شدند مفتوح یک جہاں گفت
چو ہست ایں فضل رب بیچوں	نہ چوں کنم فکر سال اکنوں	چہ خوب اے بادشہ دل من	فتوح عبدالحمید خان گفت ۱۳۱۴

تاریخ فتح ڈوموکاس

چو یونان بدبخت از کارزار	نہاد آخر کار رو بر فرار	تعاقب کناں ترک بر ڈوموکا	رسیدند بخوف و بیم و ہراس
علمہائے نصرت برافراختند	لوائے ہلالی نصب ساختند	دل اہل یونان بلرزید سخت	صلح ساختند و کشیدند رخت
بہ پرسید یوم از فتحمند غزا	ز سال فتحمندی اے مبتلا	بگفتا کہ اے سال ہوشمند	ز سال فتح دہ بہ ترکیب بند
	سر و قلب یونان برید و دریدہ	فتوحات سلطان عبدالحمید ۱۳۱۴	

اگر اعداد یونان سے اعداد سر یعنے یو اور قلب نا سے اگر اعداد نکالدیں تو ۱۱۰۰ باقی رہ جاتے ہیں اور ۱۲+۱۲۰۲ یعنی ۱۳۱۴ ہوتے۔

شاہنشاہ ایران کو سفیر خاص مرزا ابوالقاسم عبدالعظیم خاں نے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوکر جو تحایف شاہی پیش کیئے انمیں ایک مرصع بجواہر شمشیر آبدار بھی تھی۔ اور اُسکے قبضہ پر جواہرات کی نہ صیبع سے آیت شریف نصر من اللہ و فتح قریب کندہ تھی۔ یہ تلوار اعلان جنگ سے دوسرے دن پیش کیگئی۔ جب اعلیٰحضرت کی نظر مبارک قبضہ پر پڑی تو اس مبارک فال کو پڑھتے ہی انکا چہرہ خوشی سے دمک اُٹھا۔ حسن اتفاق سے جس بادشاہ عالی کیطرف سے یہ مبارک فال پہونچی اُسکے نام نامی سے اس ظفر عظیم کی تاریخ بھی نکل رہی ہے۔ یعنے "مظفر الدین" یا الدین مظفر سے فتح عثمانیہ کا سال ہجری ظاہر ہو رہا ہے۔ اس فتح مبارک پر ہزاروں تاریخیں عربی میں لکھی گئیں ہیں جنمیں سے ایک مصری کی یہ تاریخ نہایت ہی برجستہ اور حسب حال ہے "نصر اللہ الترک علی الیونان"۔

ترکی سپاہیوں کا درد جسمانی پر صبر و تحمل ٹائمز کا خاص نامہ نگار ترکی سپاہی کی صبر و تحمل اور تکلیف کو آسانی برداشت کرنے کے متعلق اپنی کتاب تاریخ جنگ روم و یونان میں مندرجہ ذیل واقعہ تحریر کرتا ہے۔ ڈاکٹر ایک ترکی سپاہی کو میز پر لٹاکر اوسکی نچلی جبڑی کو جو زخمی ہو گیا تھا کاٹ رہا تھا۔ کہ عین وسط میں جبکہ عمل کا سب سے زیادہ تکلیف دہ حصہ پہونچگیا تھا اوسنے ڈاکٹر کو روکدیا اور اپنے دوسرے ساتھی کیطرف جو قریب لیٹا ہوا پائپ پی رہا تھا اشارہ کیکے کہا "میری کچھ پروا نکرو پہلے اسکی خبر لو۔ اسے پائپ سلگانے کیلیئے دیا سلائی کی ضرورت ہے"۔ نامہ نگار موصوف ترکی فوج کی سلامت روی اور اعتدال کی بیحد تعریف کرکے لکھتا ہے کہ اوسنے لڑائی کے معمولی استحقاق و حقوق سے بھی فایدہ اٹھانا نہیں چاہا۔ اور کمسریٹ کیلئے بیل اور بکریوں تک نقد قیمت دیکر خریدے گئے۔

فساد الاحسا و خلیج فارس کے ہندوستان کی سرحدی جنگ۔ تنازعہ چین و جرمنی۔ مسئلہ کریٹ۔ اور تنازعات

افریقہ کیطرح یہہ فساد بھی اس روان کو بحکم ۱۹۰۸ء اسی ترکہ میں ملا ہی۔ کیونکہ اسکے متعلق مجمل حالات گو اب ہندوستان میں موصول ہوئے ہیں لیکن اسکی فرضی یا وقعی بنا نومبر و دسمبر سن گذشتہ میں ہی پڑ چکی تھی۔ فرضی یا وقعی ہونیکی بحث صرف فساد الاحسا سے متعلق ہے کیونکہ ایرانی ساحل پر ایک انگریز افسر کے مارے جانے اور خلیج فارس میں آتش بار اسلحہ کی خرید و فروخت ہونیکا معاملہ عرصہ ہوا کل دنیا پر بخوبی واضح ہو چکا ہے۔ اس خرید و فروخت کا راز جب منکشف ہوا تھا تو واقفکار اسیوقت جان گئے تھے کہ سرحد ہندوستان کو اس راستہ سے اسلحہ پہنچتے ہوں یا نہ۔ یورپین سوداگروں کی یہ مستعدی ٹرکی اور ایران کیلئے ایکدن رنگ لائے بغیر رہیگی۔ انکا یہہ اندیشہ جنوبی ایران کے حادثہ متذکرہ بالا، اور الاحسا کی فساد کی خبروں سے پورا ہوتا نظر آتا ہے۔ کیونکہ خلیج فارس کے سواحل پر بھی ویسی ہی شورہ پشت اور سرکش اقوام آباد ہیں جیسی کہ ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ ان اقوام کو موجودہ زمانہ کی ہلاکت بخش اسلحہ کا ملجانا انکی حکمران سلطنتوں کے لیئے ویسا ہی مضر ہے جیسا کہ سرحدی قوموں کے پاس ہتھیاروں کی موجودگی گورنمنٹ انگلشیہ کیلئے ثابت ہو چکی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب گورنمنٹ ہند نے چند عرب شیوخ کو کچھہ لی مٹ فورڈ رائفلیں اور ان کی کارتوس تحفتاً ارسال کیئے تھے تو ہمنے ۱۰ دسمبر کے اخبار میں اشارہ کر دیا تھا کہ غالباً گورنمنٹ عثمانیہ اپنی رفیق سلطنت کی اس کارروائی کو پسند نہیں کریگی چنانچہ اس قیاس کی تصدیق ہمارے بغداد کے نامہ نگار کی تحریر سے جو آگے مندرج ہے ہو گئی ہے۔

تجار بالعموم قومیت کے خیالات کو اپنی تجارتی مفاد پر غالب نہیں آنے دیتے۔ اس لحاظ سے اگر خلیج فارس کے رستہ سرحد ہندوستان کو بھی اسلحہ پہونچتے رہے ہوں۔ تو بھی انگریز تجار غالباً اسطرف ہتھیار بھیجتے رہنے سے باز نہ آتے لیکن اس معاملہ میں یہ اب محقق ہو گیا ہے کہ وہ ہتھیار انکو ہندوستان کی سرحد کیلئے نہیں بلکہ ایران اور عرب میں انکی کھپت ہونے کے لیئے بھیجتے رہے ہیں۔ × × × × × × × × × اور یہی باعث تھا کہ برطانوی گورنمنٹ نے جسکے متعدد پولیٹیکل ایجنٹ خلیج مذکور کے سواحل پر متعین ہیں اور انکو کل معاملات کی خبر بلاکم و کاست ہوتی رہتی ہے۔ اس تجارت کے انسداد کیطرف کبھی توجہ نہ کی تھی جو شہر میں سوداگران اسلحہ کی دوکان کی ضبطی اور جہاز بلوچستان کے روک لیئے جانے سے جسکی خبر تار کے کالموں میں مندرج ہے اس ادعا میں کوئی فرق نہیں آتا۔ سرحدی فساد و ہمیں غنیم کی جرأت و استقلال اور انکے پاس وافر ہتھیار دیکھکر انگریزی گورنمنٹ نے باوجود یہ یقین رکھنے کے کہ خلیج میں جسقدر ہتھیار داخل ہوتے ہیں، وہ عرب یا ایران سے باہر نہیں جاتے۔ محض از حفظ ماتقدم کیلئے کہ اب اخبارات میں اس امر کا شور و غل برپا ہو جانے سے کہیں آفریدیوں کو اس نئی منڈی کیطرف توجہ نہ ہو گئی ہو اور وہ وہاں سے ہتھیار منگوانا شروع کرکے اور زیادہ وبال جان نہ ہو جائیں۔ اور نیز چونکہ بلوچستان کے جنوبی ساحل اور میکران میں بھی فساد برپا ہو گیا ہے یہہ کارروائی کی ہے اور آیندہ بھی ممکن ہے کرتی رہے لیکن یہہ یقینی امر ہے کہ اگر سرحدی فساد اور بالخصوص بلوچستان میں موجودہ ہنگامہ برپا نہ ہوتا تو اس تجارت سے گورنمنٹ انگلشیہ کی ہر دو رفیق سلطنتوں کے لیئے خواہ کیسا سخت خطرہ پیدا ہوتا وہ اپنے ملک کے تاجروں کے معاملہ میں غالباً کبھی دست اندازی نکرتی اور انگریزی پولیٹیکل ایجنٹ برابر چشم پوشی کیئے چلے جاتے۔

تجارت اسلحہ کی بحث کو اور زیادہ طول دینا مناسب نہیں۔ اگر فساد الاحسا کی خبر جو پچھلے ہفتہ ہمارے نامہ نگار نے بغداد سے

روانہ کی ہے درست نکلی تو اس تجارت کے بد نتایج خود بخود ظاہر ہو جائینگے۔ اور ممکن ہے کہ مکران کے فسادمیں بھی انکی کچھ جھلک نظر آجائے۔ الاحساء کے فساد کے متعلق سر دست کوئی پختہ خبر موصول نہیں ہوئی۔ ہمارا نامہ نگار اس ہفتہ کی مراسلت میں ان ترکی افواج کی منزل مقصود کی نسبت جو بغداد سے روانہ ہوئی ہیں۔ کوئی پختہ اطلاع نہیں دیگا۔ اور براک آفندی مصر کے اخبار المؤید میں شیخ قاسم (جسے عراق عرب میں جاسم پکارتے ہیں) کے متعلق نامہ نگار کی تحریر کے عین برعکس تحریر کرتے ہیں۔ براک آفندی کی مراسلت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت کی اخبارات میں یہ خبر دسمبر میں ہی مشہور ہو گئی تھی کہ بصرہ اور کویت کے درمیان عربوں نے حکومت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ جس خبر کی وہ تردید کرتے ہیں۔ اس سے چند دن بعد انہوں نے المؤید میں پھر ایک طویل آرٹیکل درج کیا گورنمنٹ انگلشیہ کی پالیسیوں اور کارروائیوں پر جو اسنے خلیج فارس اور عمان میں وقتاً فوقتاً اختیار کیں بحث کی ہے۔ ہمارے پاس چونکہ ان دونو متضاد روایتوں کے سوا حق الامر کے درج کرنے کے لیئے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اسلیئے الاحساء اور عمان کی مختصر جغرافی و پولیٹیکل کیفیت بیان کرنے کے بعد جنسے اکثر ہمارے ناظرین کو واقفیت نہیں ہو گی وہ دونو روایتیں بجنسہ درج کر دینگے۔

جزیرہ نما عرب پولیٹیکل لحاظ سے حسب ذیل حصص پر منقسم ہے۔ سینا۔ حجاز۔ تہامہ۔ یمن۔ عدن۔ حضر موت۔ نجد۔ جبل شمر۔ عمان اور الاحساء۔ جزیرہ نما سینا بحیرہ قلزم کے شمال میں فلسطین اور مصر کے درمیان واقع ہے اور مصر کے ماتحت ہے۔ حجاز تہامہ اور یمن یکے بعد دیگرے بحیرۂ قلزم کے مشرقی ساحل پر واقع ہیں۔ اور ٹرکی کے ماتحت ہیں۔ عدن معہ علاقہ ملحقہ جسکا رقبہ ۷۵ میل مربع ہے۔ یمن کی جنوب میں خلیج عرب پر واقع اور انگلستان کے ماتحت ہے۔ اسکا انتظام گورنمنٹ بمبئی کے ہاتھ میں ہے۔ حضر موت یمن اور عمان کے درمیان عرب کے جنوبی ساحل کو کہتے ہیں۔ یہ علاقہ ویران اور پہاڑی ہے۔ اور متعدد خود مختار شیوخ انپر حکمران ہیں لیکن کل علاقہ برائے نام سلطان روم کے ماتحت ہے۔ نجد جبل شمر اور حضر موت کے درمیان سطح مرتفع ہے جسکے باشندے وہابی فرقہ کے ہیں اور انکا امیر عبداللہ کی اولاد میں سے ہے۔ جسکا صدر مقام الریاض ہے۔ جبل شمر کا علاقہ نجد کے شمال سے لیکر ولایت بصرہ کی جنوبی حدود تک چلا گیا ہے امیر محمد بن الرشید مرحوم اسی علاقہ کے حکمران تھے۔ حایل وہانکا صدر مقام ہے۔ عمان کا علاقہ عرب کے جنوب مشرقی گوشہ خلیج عمان اور بحیرہ عرب کے ساحل پر واقع اور سلطان مسقط کے ماتحت ہے۔ جو انگریزی حمایت میں ہے۔ الاحساء خلیج فارس کے نصف شمالی مغربی ساحل پر واقع ہے اور ٹرکی کے ماتحت ہے۔ الاحساء اور عمان کا درمیانی نصف ساحل آزاد قبایل کے پاس ہے۔ الاحساء کے قریب جزائر بحرین جو موتیوں کیلئے مشہور ہیں انگریزی حمایت میں ہیں۔ ٹرکی کی حکومت گو کل عرب علاقہ پر مگر اکثر حصے برائے نام ہے۔ اور قبایل کا انتظام انکی اپنی شیوخ کے ہاتھ میں ہے۔ شہر حجاز اور یمن کی شہروں میں ترکی فوج مقیم اور علاقے باقاعدہ طور پر اضلاع اور تحصیلوں میں منقسم ہیں۔ جنپر ترکی حکام مامور ہیں لیکن الاحساء میں ترکی حکام کو چنداں اقتدار حاصل نہیں انیسویں صدی کی شروع میں جب امیر نجد کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی × × ×

× ×

× ×

تو اس علاقہ کے شیوخ نے عثمانی حمایت قبول کر لی تھی۔ جو صورت موجودہ کی حسب حال رنگ بدلتی رہی۔ آخر ۱۸۷۴ء میں ترکی فوج نے پھر عملی

کرکے باشندگان الاحسا کو اپنا مطیع و منقاد بنالیا۔ مگر اندرونی انتظام بدستور شیوخ کے ہاتھ میں تھا فتح کے بعد یہ علاقہ ولایت بصرہ میں شامل کیا گیا جو ۱۸۷۵ء سے لیکر ۱۸۸۴ء تک بغداد کے ساتھ شامل رہا پھر قایم بالذات صوبہ بنادیا گیا۔ اب ولایت بصرہ میں تینوں عربی اضلاع عمارہ منتفک اور احسا شامل ہیں اور ہر ایک متصرف کے زیر ہے۔ ولایت بصرہ مقام بیضا سے شروع ہوکر ۶۰ میل طول میں مقام علی غربی واقع بر لب دجلہ و قلعہ ام الدرج واقع بر لب فرات تک چلی گئی ہے اور مغرب میں علاقہ جبل شمر کے شمالمیں وسط عرب سے ہوتی ہوئی علاقہ نفود اور صحرائے شام تک چلی گئی ہے جس صحرا سے یہ صوبہ حجاز واقع ہے۔ دریائے شط العرب جو دجلہ اور فرات سے ملکر بنا ہے زیادہ تر تجارت ایک انگریزی کمپنی کے سٹیمروں سے ہوتی ہے ایک سال میں صرف بصرہ کے بندر سے تقریباً ۲۵ لاکھ پونڈ کی تجارت درآمد و برآمد ہوتی ہے سلطان عمان کی حکومت کسی وقت بہت وسیع تھی۔ اور زنجبار اور مشرقی افریقہ کے ساحل کا بہت بڑا حصہ اسکے ماتحت تھا۔ مگر سلطان سعید کو ۱۸۵۶ء میں فوت ہوئی افریقی مقبوضات اسکے دوسرے بیٹے نے لیکر علحدہ حکومت قایم کرلی جن مقبوضات پر اب انگلستان اور جرمنی قابض ہیں اور سعید کا جانشین زنجبار اور پمبہ کے جزایر پر انگلشیہ حکومت کی زیر حمایت برائے نام حکمران رہ گیا ہے۔ عرب کے علاقہ عمان پر بھی سلطان کی حکومت سواحل پر محدود ہے خلیج فارس کے اکثر جزایر اسکے قبضہ سے نکلگئے ہیں۔ مگر ساحل میکران کے قصبہ گوادر اور ملحقہ تھوڑے سے علاقہ پر اسکا قبضہ بدستور قایم ہے۔ موجودہ سلطان کا نام سید فیصل بن ترکی ہے جو ۴ جون ۱۸۸۸ء کو تخت نشین ہوا اسکے صدر مقام کا نام مسقط ہے جسکی آبادی ۶ ہزار ہے ایک انگریزی قونصل جسے پولیٹیکل ایجنٹ بھی کہا جاتا ہے وہاں مقیم رہتے ہے سلطنت کا موجودہ رقبہ ۸۲ ہزار میل مربع اور آبادی ۱۵ لاکھ ہے۔ بمبئی کے اکثر بنیئے، مارواڑی، خوجے اور بوہرے بھی مسقط میں آباد ہیں سلطان کی سالانہ آمدنی دو لاکھ ڈالر کے قریب ہے۔ سترہویں صدی عیسوی تک پرتگیز مسقط پر قابض رہے جب انکی طاقت کمزور ہوگئی اور دیگر مقبوضات کیطرح خلیج فارس کے علاقے بھی انکو چھوڑ دینے پڑے تو بہت سے انقلابات کے بعد علاقہ یمن کے ایک عالی ہمت جوانمرد احمد بن سعید نے جو ۱۷۴۱ء میں امام منتخب کیا گیا تھا مسقط پر قبضہ کرلیا۔ اور اوسکی منصفانہ طرز حکومت سے کل علاقہ جلد آباد اور سرسبز ہوگیا۔ اسکا خاندان ابتک حکمران ہے۔ انگریزوں کا بیان ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کو عمان میں سب سے زیادہ اقتدار حاصل ہے اور اسلیے بعض وقت انگریزی قونصل کو پولیٹیکل ایجنٹ بھی کہا جاتا ہے۔ مگر ایک آفندی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سید فیصل کے زمانہ میں فرانس نے انگریزی رسوخ کو بہت کچھ کم کرکے اسکی جگہہ خود لیلی ہے۔ فساد الاحسا کے متعلق بمبئی کا انگریزی اخبار خبر شایع کرتا ہے "دیسی ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ البیضا کا شیخ جاسم بن ثانی یوسف بن رحیم کی اعانت سے کویت کے شیخ مبارک پر چڑھائی کرنے کے لیئے مہم تیار کررہا ہے البیضا خلیج فارس کے جنوبی ساحل پر قطر کو نکا بڑا نام صدر مقام ہے۔ اور کویت شط العرب کے دہانہ کے قریب ایک بندرگاہ کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مبارک بن صباح کے بھائی نے یوسف کی ہمشیرہ سے شادی کی۔ مگر جب مبارک نے یوسف کو اپنے بندرگاہ میں تجارت کرنے کی اجازت ندی تو انمیں خانگی تنازع برپا ہوگئی۔ اسوقت سے یوسف کئی دفعہ کویت پر چڑھائی کرچکا ہے۔ مگر فایز براہ نہیں ہوا شیخ جاسم (قاسم) کا ترکوں سے چار برس ہوئی مقابلہ ہوا تھا۔ مگر انگریز حکام نے بیچ بچاؤ کرکے مصالحت کرادی۔"

ہمارا نامہ نگار ۱۸ جنوری کو بغداد سے اسکے متعلق مزید کیفیت حسب ذیل ارسال کرتا ہے "شیخ جاسم کی سرکوبی کے لیئے بغداد سے

جو عساکر شاہانہ روانہ ہوئے ہیں۔ انکی مفصل کیفیت پچھلے ہفتہ لکھی گئی تھی۔ روانہ شدہ لشکر کی امداد کیلیئے اور فوجیں بھی برابر روانہ کیجا رہی ہیں چنانچہ آٹھ روز کا عرصہ ہوا کہ ایک توپخانہ بھیجا گیا تھا آج ہر تیوری کو بھی عساکر قاہرہ کی دو پلٹنیں عثمانی جہاز پر سوار ہو کر بغداد کو روانہ ہوئی ہیں اس لشکر کے بھیجے جانے کی نسبت بغداد میں مختلف افواہیں مشہور ہیں۔ عام خیال یہہ ہے کہ شیخ جاسم کی سرکوبی کے لیئے قطر (قطر) کو گیا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ قلعہ فاؤ کی مضبوطی کیلیئے جو بصرہ کی متصل خلیج عجم (فارس پر) واقع ہے روانہ ہوا ہے لیکن اسبارہ میں سب متفق الرائے ہیں کہ اس معاملہ کی تہ میں ضرور انگریزی پالیسی نہاں ہے۔ اہل بغداد کے ہر ایک متنفس کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہے۔ اگر یہہ بات سچ ہے تو ہندوستان کے سر برآوردہ انگلو انڈین اخبارات سول اور پاؤنیر کی جس رائے کا ترجمہ ۵ نومبر کے وکیل میں شایع ہوا تھا وہ غلط نہیں تھی۔ عام مشہور ہے کہ شیخ جاسم نے جسکو انگریزی پالیسی نے محو کر لیا ہے۔ انگریزوں کی ہاتھ ملک بیچ ڈالا ہے اور بہت اسلحہ ہم پہنچا لیئے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی گورنمنٹ سے منحرف ہو کر لڑائی پر آمادہ ہو گیا ہے اور گورنمنٹ عثمانیہ کو جواب دیا ہے کہ میں رعیت انگریزی کی ہو چکا ہوں۔ بہرحال کوئی پختہ امر معلوم نہیں جس پر رائے زنی کیجا سکے۔

"یہہ بھی سنا گیا ہے کہ گورنمنٹ ہند نے جو کسیقدر رائفلیں اور کئی سو کارتوس کسی عرب شیخ کیواسطے تحفتاً بھیجے تھے۔ وہ کل چیزیں معہ انگریزی جہاز کے گرفتار کر لیگئی ہیں۔ ترکوں نے یہہ کارروائی کمال ہوشیاری سے کی ہے۔ گویا کہ ان کو ان رائفلوں کی پہلے سے خبر تھی۔ سنا جاتا ہے کہ اس گرفتاری کی متعلق کوئی خفیہ کارروائی ہو رہی ہے۔ اگر یہہ خبر پایہ ثبوت کو پہونچگئی تو عجب گل کھلیگا اصل معاملہ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ سے قبایل عرب کو اسلحہ سے امداد دی جا رہی تھی۔ مگر ترک فوراً بیدار اور اس خفیہ اعانت کے انسداد پر کمربستہ ہو گئی فاؤ (فہو) میں فوجیں جمع ہو رہی ہیں۔ مندرجہ بالا دو پلٹنیں جو آج گئی ہیں موصل سے یہاں آئی تھیں"۔

ان بیانات کی مقابل جب براک آفندی کی تحریر کو دیکھا جاتا ہے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ آفندی مذکور وہی صاحب ہیں جنہوں نے قتل جہری کا معاملہ (جسکی تا حال کوئی تصدیق یا تردید نہیں ہوئی) مشتہر کیا تھا وہ انگریزی پالیسی پر تو ویسی ہی سخت سی نکتہ چینی کرتے ہیں۔ مگر شیخ قاسم کو ترکوں کی مخالفت سے بالکل بری کرتے ہیں۔ اس مفروضہ یا وہمی فسانہ پر وہ بڑی دعویٰ کے ۲۶ اکتوبر کے المؤید میں حسب ذیل تحریر کرتے ہیں۔

انگلستان کی اخبار سٹینڈرڈ نے تین ہفتے ہوئے اپنے نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ کی مراسلت بدیں مضمون شایع کی تھی کہ "بصرہ اور بغداد کے درمیانی علاقہ کی عرب قبایل حکومت عثمانیہ سے باغی ہو گئی ہیں"۔ اس خبر کو یورپ کے اکثر اخباروں نے نقل کیا۔ جس سے مخالفین سلطنت عثمانیہ کو بہت خوشی ظاہر کرنے اور دولت علیہ کی نسبت برا بھلا کہنے کا موقع ملگیا۔ اس مفروضہ بغاوت کا محل وقوع میرا اصلی وطن ہے اور اپنے اہل و عیال سے جو وہاں رہتے ہیں میری برابر خط و کتابت ہوتی رہتی ہے۔ مجھے اس نواح کی قبایل سے پورا علم ہے۔ اور مجکو دولت علیہ کی چیرہ دستی اور مستحکم اقتدار سے پوری خبر ہے جو اسے تقریباً سات ایک برس سے علاقہ مذکور پر حاصل ہے جہاں اب دولت عثمانیہ کا ایک مخالف بھی باقی نہیں رہ گیا۔ بلکہ اس قسم کے تمام شورہ پشت جیلخانوں میں مقید ہیں۔ پس جب آپنے (یعنے ایڈیٹر المؤید) اس خبر کے موصول ہونے پر مجھ سے دریافت کیا تھا کہ اسکی نسبت میرا قیاس کیا ہے۔ تو میں اسوقت جواب دیا تھا کہ اگر یہہ خبر بالکل جھوٹ نہیں تو یقینی امر

کہ اسمین بہت ہی مبالغہ کیا گیا ہے۔ اگر اسکی کچھہ اصلیت ہوئی تو یہہ ہوگی کہ کسی قبیلہ نے دوسرے قبیلہ کے ساتھ جیسا کہ خانہ بدوش ممالک کے قبایل
مین ہمیشہ ہوتا رہتا ہے لڑائی کی ہوگی۔ مجھکو کل شام اپنے گھر سے خط موصول ہوا ہے۔ جس دمیری قیاس کی بالکل تصدیق ہوگئی ہے۔ اس
خط کا ایک فقرہ بعینہ یہہ ہے۔ شیخ قاسم بن ثانی کویت پر حملہ کرنے کے لیئے اپنے مقام سے زبردست جمعیت لیکر روانہ ہوا ہے۔ اسکو پڑھکر
اکثر لوگ کہینگے کہ یہہ مبہم عبارت کیا بلا ہے؟ اور اس سے ہمکو یہہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ بغاوت دولت عثمانیہ کے برخلاف نہیں ہے۔ اسکا
جواب یہہ ہے کہ قصبہ کویت خلیج عجم پر واقعہ ہے اور اسپر نسلاً بعد نسلٍ عرب مشائخ حکومت کرتے چلے آئے ہیں۔ پچھلے برس حاکم شہر کو اسکے بھائی
نے قتل کرکے مقتول کے بیٹونکی گرفتاری کا حکم دیا تا کہ کوئی رقیب باقی نہ رہجائے۔ مگر پسران مقتول خوش قسمتی سے جان بچاکر بھاگ گئے۔ اور انہوں
نے اپنے ایک رشتہ دار شیخ یوسف آل ابراہیم کے پاس جو جزیرہ نماء عرب کا نہایت مشہور اور متمول تاجر ہے پناہ جالی۔ اور اسکے لیئے اپنے عزیزوں کا بدلہ لینا
ضروری ہوگیا۔ چنانچہ اُسنے باضابطہ طور پر والی بصرہ کے روبرو یہہ معاملہ پیش کیا۔ اسپر والی مذکور نے بابعالی سے کویت پر فوجکشی کرنے کی
اجازت طلب کی تا کہ اسطرح کویت میں باقاعدہ طور پر اور براہ راست عثمانیہ حکومت قایم کرکے قاتل کو گرفتار کیا جاسکے اور بروئے قانون
اسکی تحقیقات و تجویز کیجائے۔

اس اجازت کی طلب کرنے سے پہلے حکومت بصرہ نے قاتل کو حاضر ہونیکا حکم بھیجا تھا۔ مگر اُسنے تعمیل سے انکار کردیا تھا۔ بابعالی نے چھٹی
اردوئے ہمایوں مقیمہ بغداد کے کمانڈر کے نام کویت پر حملہ کرنے کے لیئے کافی اور حسب ضرورت مہم تیار کرنیکا حکم صادر کردیا۔ لیکن چونکہ کویت ساحلی
قصبہ یعنی بندرگاہ اور بوخارا و ماند افاو کے قریب واقعہ ہے۔ اردوئے سادس کے مشیر یعنی کمانڈر کو اندیشہ ہوا کہ کویت پر چڑھائی کرتے وقت ممکن
ہے کہ انگریزی جہاز مزاحمت کرین اور جب مشیر موصوف کو یہہ معلوم ہوا کہ شیخ مبارک (قاتل) مسلم کویت سے بنیہہ کہ وہ انگریزی جہازات موجودہ خلیج فارس میں سے کسی ایک پا اسوا
کی اپنی کیلئے انگریزی حمایت و قبضہ میں قبول کرلے تو انکا اندیشہ اور قوی ہوگیا اور انہوں نے اسکو فوراً بابعالی کو پہنچا کر اسکو مطلع کیا۔ بابعالی اور اس نے تعلقات انگریزی کو ہمیشہ کے لیئے بغور کر
ملتوی کرکے والئی بصرہ کو مصلحتاً اس مسئلہ کے ترک کا حکمدیا۔ لیکن اس طریق سے کوئی نا کامیابی ہوئی اور جب مقتول حاکم کویت کی اولاد اور
انکا پناہ دہندہ یعنی شیخ یوسف آل ابراہیم انتظار طول سے اکتا گئے تو انہوں نے قاتل سے بدلا اور اپنا حق واپس لینے کیلیئے اپنے خرچ سے مہم
تیار کرنے کی تجویز کرلی اور تین ہزار مسلح بردار ہمراہ لیکر سمندر کے رستہ کویت کیطرف روانہ ہوئے۔ لیکن ان کو روانگی کے بعد معلوم ہوگیا
کہ اہالی کویت کو جنکی تعداد ۵۰ ہزار ہے مہم کی روانگی اور اسکے مقصد سے آگاہی ہوگئی ہے اور انہوں نے مقابلہ کیلیئے پوری تیاری کرلی
ہے تو حملہ آور منزل مقصود کے قریب پہنچکر واپس لوٹ آئے اور عوض کشی کو دوسرے وقت پر ملتوی کردیا۔

میں بمبئی ہی میں تھا کہ مجھے خبر ملی کہ شیخ یوسف آل ابراہیم نے سواحل عمان کی بندرگاہ قطر (گتر) کے شیخ قاسم بن ثانی کے پاس جاکر
اس سے حاکم و باشندگان کویت کے برخلاف مدد دینے کی درخواست کی ہے۔ اور شیخ قاسم نے درخواست منظور کرکے شکار صدف کے موسم کے
گذر جانے تک توقف کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ پس محولہ بالا خط کی متذکرہ الصدر عبارت سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ شکار صدف (یعنی سمندر
سے موتیوں کی سیپیاں نکالنے کا) موسم گذر گیا ہے۔ اور اب شیخ قاسم اور شیخ یوسف مہم تیار کرکے سواحل عمان سے کویت کیطرف روانہ
ہوگئے ہیں۔ اس حملہ کے متعلق جو مزید حالات مجھے معلوم ہونگے اُن سے میں ناظرین المؤید کو اطلاع دیتا ہونگا تا کہ وہ سٹینڈرڈ اور اسکے ہم مشرب

اخبارات کی مبالغہ آمیز تحریروں کے دہوکے میں آئیں؛

اس سے ناظرین ...... کو واضح ہوگیا ہوگا کہ براک آفندی کے بیان کے مطابق شیخ قاسم نے دولت عثمانیہ کے برخلاف نہیں بلکہ اُسکے ایک سرکش ماتحت (شیخ مبارک) کے برخلاف چڑہائی کی ہے۔ مگر ترکی فوجوں کی نقل وحرکت اور بغداد کی افواہیں بتا رہی ہیں کہ ترکی گورنمنٹ کو اپنے ماتحت مشایخ کی ان کارروائیوں سے ضرور کوئی نہ کوئی خدشہ پیدا ہوگیا ہے۔ بمبئی کے اخبارات کی مشتہرہ خبر سے پایا جاتا ہے کہ شیخ قاسم کا ایکدفعہ ترکی حکام سے مقابلہ ہوچکا ہے۔ جسمیں انگریزی افسروں نے باہمی صفائی کرادی تھی۔ مگر براک آفندی اپنے دوسرے مضمون میں جو ۴۔ ۵ اور ۶ جنوری کے المؤید میں شایع ہوا ہے اُسکا مطلقاً ذکر نہیں کرتے۔ بلکہ برعکس اسکے شیخ قاسم اور انگریزوں کی مخالفت کا ذکر کرتے ہیں۔ انکی اس بارہ میں مطلق خاموشی خواہ کسی امر پر محمول کیجائے۔ خلیج فارس کے معاملات پر انکی تحریر بہت کچھہ آگہی بخش رہی ہے اور تاکہ ہمارے ناظرین اس مسئلہ کے ہر پہلو سے جسکا عنقریب اہم ہوجانا بعید از قیاس نہیں۔ بلکہ ایکطرف عرب قبایل کی مستعدی اور دوسری طرف باغیان بلوچستان و مکران کی روزافزوں شورہ پشتی سے علانیہ ظاہر ہے۔ ایران اور گورنمنٹ ہند ہر ایک کیلیے اپنی اپنی جگہ تکلیف دہ شکل اختیار کرتا دکھائی دیتا ہے بخوبی واقف ہوسکیں ہم اُسکا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"میں عربی اخبارات کو اس امر پر عرصہ دراز سے دلمیں ملامت کیا کرتا تھا کہ خلیج فارس کے مسایل کے متعلق وہ کیوں نہیں کچھہ شایع کرتے۔ لیکن جب معلوم کیا کہ اونکے وہاں کوئی نامہ نگار نہیں۔ اور نہ انمیں اسقدر مالی استطاعت ہے کہ فرنگستان کے مشہور اخباروں کی طرح خاص اپنے نامہ نگار مقرر کریں جو اقطار و ممالک اجنبیہ میں رہکر حالات قلمبند کرتے رہیں۔ تو مینے انکو معذور سمجھہ لیا۔ یہی بے بضاعتی اس امر کا باعث ہے کہ عربی (یعنے مصر کے) اخبارات اہم خارجیہ احوال فرنگی اخبارات سے نقل کرنے کے عادی ہوگئے ہیں۔ مگر بدقسمتی (نہیں اس موقع پر شاید خوش قسمتی کہنا چاہیئے) سے فرنگی اخبارات کے بھی خلیج فارس کے علاقوں میں کوئی نامہ نگار نہیں ہیں۔ اسلیئے جب کبھی وہاں کی نسبت کچھہ لکھا جاتا ہے تو عجب خبط بحث کردیا جاتا ہے۔ اور چونکہ اس نواحی میں دول یورپ میں سے فقط انگلستان اپنا رسوخ* اور اقتدار بڑہانے میں ساعی ہے۔ اسطرح اُسکو اپنی کارروائی کے لیئے خوب کہلا میدان بلا رقیب و بلا معترض ملا ہوا ہے۔ خلیج فارس عراق عرب۔ ایران اور بلاد عرب کا راستہ ہے اور دُرہائے شہوار کا مخزن و معدن ہے۔ تقریباً چالیس برس ہوئے سب سے اول دولت انگلشیہ نے ایرانی ساحل کے بنادر کیطرف متوجہ ہوکر وہاںکے بندر بوشہر پر دانت تیز کیئے۔ اور اُسکے حصول کے لیئے اپنی معمولی حکمت عملی سے کام لیا۔ یعنے وہاں کے بعض بدخصال اور اعدائے ملک تجار کو بطمع زر اس نواح میں فتنہ و فساد برپا کرنے پر آمادہ کیا گیا کہ اسطرح سے اپنی رعایا کی حفاظت کے بہانہ سے دست اندازی کا موقعہ ملجائے۔ اوسوقت وہاں محکمہ تار کے ملازموں کے سوا اور کوئی برطانوی رعیت موجود نہتی۔ ایرانی تجار متذکرہ صدر نے آخر بندر بوشہر میں فتنہ و شورش برپا کرادی جسکے شروع ہوتے ہی انگریزی بیڑہ شہر کے قریب پہونچگیا۔ اور لنگر ڈالتے ہی کل شہر پر گولہ باری شروع کردی جس سے تمام اہالی شہر مدہوش و ششدر رہ گئے۔ اسکے بعد بیڑہ[1]

[1] براک آفندی نے قبضہ ابوشہر کی جو وجہ لکھی ہے وہ درست نہیں ۱۸۵۳ء میں شاہ ناصر الدین مرحوم کے عہد میں ایرانیوں نے گورنمنٹ ہند کے خلاف ہرات کا محاصرہ کرکے اوسے افغانوں سے فتح کرلیا تھا۔ جسے امیر کابل کو واپس لانے کے لیئے بوشہر پر قبضہ اور ایران پر فوجکشی

*نوٹ۔ اس واقعہ کے بعد روس۔ جرمنی اور فرانس نے بھی بمستعدی تمام خلیج فارس میں اپنی چالوں کی ریشہ دوانی شروع کردی ہے۔ البتہ معاملہ سلطنت سے فرانس کسیقدر دہیما پڑگیا ہے +

سے فوج خشکی پر اتار دیگئی اور شہر اور قلعہ پر قبضہ کرلیا گیا۔ بعد ازاں ایران کے اندرونی علاقہ پر چڑہائی کرنیکا حکم دیا گیا۔ اور فوجکشی کا سامان درست کرنے کے لیئے ایک جہاز کویت کو بہیجا گیا کہ بلاد عرب سے اونٹ خرید کیئے جائیں۔ یہہ کام وہاں کی ایک سرکردہ باشندہ یوسف البدر کے سپرد کیا گیا۔ جس سے انگریزوں کی پہلی شناسائی تھی۔ اُسکو چار ہزار اونٹوں کی قیمت دیکر کہا گیا کہ اونٹ جلد خرید رکھے۔ دوسرا جہاز اُنہیں آکر لیجائیگا۔ مگر اتنے میں روس نے سخت دہمکی دی کہ اگر ایران کے اندرونی علاقہ پر فوجکشی کیگئی یا بوشہر سے قبضہ نہ اٹھایا گیا تو اُسکا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ اس سے انگریزوں نے فوجکشی کا ارادہ ترک کرکے بوشہر کو خالی کردیا اور ایک افسر کو خرید شتر انکے روکدینے کے لیئے کویت روانہ کیا۔ مگر اُسکے پہنچنے تک اونٹ خریدے جاچکے تھے جو دوبارہ بہت خسارہ پر فروخت کردیئے گئے۔ جس جانور کی پانچ پانچ پونڈ قیمت دیگئی تھی اُسکا بمشکل ایک پونڈ ملا چنانچہ اکثر اہالی کویت کی ثروت کی بنا اسی انگریزی خسارہ پر قایم ہوئی۔ جن امراء بوشہر کو رشوت ملی تھی انکو بھی آخر میں سخت ندامت اُٹھانی پڑی۔ اُن لوگوں کو طلائی دینار دنکے صندوق دیئے گئے تھے۔ مگر جب بعد میں اُنہوں نے صندوقوں کو کہولکر اشرفیوں کو پرکہا تو وہ تانبے کی پائی گئیں جنپر سونے کا ملمع کیا ہوا تہا۔ انکا کچہہ بقایا ابتک بلاد عجم۔ بصرہ۔ اور کویت میں موجود ہے۔

جب انگریزی پالیسی خلیج کے ایرانی ساحل پر کامیاب نہوئی تو اُسنے دوسرے ساحل یعنی ساحل بلاد عرب عمان اور جزیرہ بحرین کیطرف توجہ کی تاکہ صدف کی شکارگاہوں سے زیادہ قریب ہوجائے اور سب سے اول وہ بندر قطر کیطرف جو بلاد عرب کے اندرونی حصہ کو جانیوالے راستہ پر ہے متوجہ ہوئی۔ یہ بندر نجد کے مشہور امرائے آل مسعود کے ماتحت تھا اور آل مسعود کیطرف سے اسپر ایک عامل مسعود مامور رہتا تہا۔ آل مسعود اور میرے خاندان میں قرابت اور رشتہ داری ہے جب انگریزی جہاز نے قطر کے قریب پہنچکر لنگر ڈالدیا۔ تو حاکم شہر نے متنبہ ہوکر اپنے آدمیونکو تیار ہوجانے اور جہاز کی حرکات کا نگران رہنے کا حکمدیا۔ ادہر جہاز نے لنگرانداز ہونیکے چند ساعت بعد چار کشتیاں سمندر میں اُتاردیں چند سپاہی اور افسر سوار ہوکر خشکی کیطرف روانہ ہوئے۔ یہہ کیفیت دیکھکر حاکم شہر بہت ڈرا اور اوسنے حکمدیا کہ کشتیوں کو واپس چلے جانیکا اشارہ کیا جائے لیکن کشتیوں کے افسروں نے اشارہ کی کچہہ پرواہ نہ کی اور برابر بڑہتے چلے گئے۔ اسپر حاکم نے انکو ڈرانے کے لیئے اونکے سروں اوپر گولے چلانیکا حکم دیا۔ جب یہہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو انپر سیدہے آتشباری کرنے اور گولیاں چلانیکا حکم دیا گیا۔ کشتیاں جہاز سے بہت دور نکل آئی تہیں۔ اور اب واپس نہیں جاسکتی تہیں۔ پس سوائے پانچ یا سات کے جو تیرنا جانتے تہے اور دریا میں کود پڑے تہے باقی سب گولیوں سے یا غرق ہوکر ہلاک ہوگئے۔ یہہ تباہی دیکھکر جہاز کا کپتان آگ بگولا ہوگیا اور اُسنے اون نقلی توپوں پر جو دریا کی کنارے تہیں گولہ باری شروع کردی اور جب کنارہ ساحل کو جسے وہ اپنے خیال میں قلعہ اور مورچہ سمجھے ہوئے تہا منہدم کرچکا تو کشتیوں اور مردوں کو وہیں چہوڑکر لنگر اُٹھا چلدیا۔ یہہ واقعہ بلاد عرب میں برنا و پیر سب کو معلوم ہے اور ابتک قومی واقع سمجہا جاتا ہے۔ جس بلندی پر انگریزی جہاز نے گولہ باری کیگئی تھی۔

چنانچہ متعدد محاربوں کے بعد فریقین میں بماہ رجب ۱۲۷۳ھ کو اس شرط پر معاہدہ ہوگیا کہ ایران ہرات کو خالی کردے اور آیندہ اوس سے کوئی غرض نہ رکھے۔ اسکے عوض میں انگریزوں نے بوشہر اور ایرانی ساحل سے فوج واپس ہٹالی۔ بوشہر پر ۱۱ دسمبر ۱۸۵۷ء کو کامل انگریزی قبضہ ہوا تہا۔ (ایڈیٹر)

کی تھی اُسکا نام ونام ہے۔ جس سے یہ واقعہ بھی حادثۃ الدمام کے نام سے مشہور ہے۔ جب انگلستان کو بوشہر کیطرح مسئلہ دمام میں بھی کامیابی ہوئی تو اوسنے اغتصاب کی پالیسی چھوڑکر آشتی اور نرمی کی حکمت عملی اختیار کر کے اول اسکی آزمایش علاقہ عمان اور بالخصوص وہاں کی صدر مقام اور بندرگاہ مسقط پر شروع کی اُسوقت وہاں کا حاکم ترکی بن بزعش تھا جو انگریز ونکا بڑا دوست ہوگیا۔ انگریزی تجارت عمان میں شروع ہوکر تمام ملک میں پھیلگئی۔ اور بمبئی سے کئی تاجر مسقط پہونچگئے جو علاوہ تجارت کی اشاعت اور رونق کے ضرورت کیوقت یہہ بھی کام دیسکتے تھے کہ اونکی حمایت وحفاظت کے بہانہ سے دست اندازی کرنی سہل تھی۔ بعدازاں وہاں انگریزی قونصل مقرر کیا گیا بندر مسقط میں ایک انگریزی جہاز ہمیشہ رہنے لگ گیا۔ اور تاوقتیکہ ترکی بن بزعش فوت اور اُسکے بعد اُسکا بیٹا ابکر فیصل امام مسقط نہوا۔ انگریزی اقتدار اور رسوخ میں روزافزوں ترقی ہوتی رہی۔

وہ نیا امام انگریزوں سے متنفر اور اہالی فرنچ کیطرف مائل تھا۔ کیونکہ آخرالذکر اہالی عمان کو زنجبار سے غلام لانے سے نہیں روکتے تھے۔ اسیوجہ سے اکثر اہالی سواحل بالخصوص بادبانی کشتیوں اور جہازونکے مالک فرانسیسیونکی حمایت میں چلے گئے اور امام نے اُن لوگونکیلیے جو اس حمایت کے طالب ہوتے تھے بہت آسانیاں پیدا کردیں۔ اس حمایت سے اُن لوگوں کو یہہ فایدہ تھا کہ خواہ جسقدر غلام چاہیں کشتیوں میں بھر لیتے اور جب کوئی انگریزی جہاز (جو بحیرہ ہند میں تجارت غلامان کی انسداد کیلیے گشت کرتے رہتے ہیں) قریب پہونچتا تو فرانسیسی جھنڈا بلند کرکے اسکے گولوں سے محفوظ ہوجاتے۔ اس (بیجا ونامناسب) رعایت سے فرانس کا اقتدار بتدریج بڑہتا گیا اور انگلستان کا کم ہوتا گیا حتی کہ سواحل عمان پر وہ بالکل معدوم ہوگیا۔ میں نے اُن جہاز والوں سے جو غلاموں کی تجارت کرتے ہیں۔ ایکدفعہ دریافت کیا کہ جب کسی انگریزی جہاز سے تمہاری مڈبھیڑ ہوجاتی ہے تو کیا کرتے ہو۔ اُنہوں نے جوابدیا کہ جب ہم کسی ایسی جہاز کو دیکھتے ہیں تو فرانسیسی علم کو بلند کردیتے ہیں۔ وہ جہاز فضا میں توپ چلاکر ہمکو کھڑا ہوجانیکا حکم دیتا ہے اور قریب پہونچکر ایک کشتی کو جسمیں چند ملاح اور ایک افسر سوار ہوتے ہیں نیچے اُتار دیتے ہیں افسر کے پاس ایک رجسٹر ہوتا ہے وہ اُسے لیکر ہمارے جہاز میں آجلتے ہیں اور جہاز اسکے کپتان اور مالک کے نام۔ اسکا نمبر اسباب کی مقدار اور غلامونکی تعداد لکھکر سند حمایت مانگتے ہیں اور اوسکا نمبر لیکر فرانس کو بُرا بھلا کہتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں۔"

"انہی باتوں سے فرانس کا اقتدار اسقدر بڑہتا گیا کہ آخر باشندگان شہر کی رضا اور اونکی خواہش سے بندر سور (سوہر) کو اونے اپنی حمایت میں لیلیا۔ یہہ شہر عمان کی مشہور بندر میں سے ہے۔ انگلستان یہہ رنگ دیکھکر اپنے غضب کو نہ روک سکا۔ مگر وہ اہالی کی رضامندی کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ اور یہہ اوسکی سخت مخالف ہورہی تھی اور فرانس کی بڑی دوست تھی۔ انگریزی قونصل نے غصہ نکالنے کیلیے آخر یہہ تدبیر کی کہ شیخ صالح بن علی کو جو امام ترکی کے فوت ہونے پر مدعی امامت ہوکر فیصل سے برسر آزما ہواتھا اور پھر اپنے دعوی سے دستبردار ہوکر اندرون ملک کو چلاگیا تھا کہلا بھیجا کہ اگر وہ مسقط میں آکر فساد برپا کراوے تو انگریزی جہاز اسکی مدد کریگا۔ اس فساد میں ممکن ہے فیصل قتل ہوجاے اور تخت صالح کو ملجائے۔ صالح نے قونصل کی بات مان لی اور یہہ قرار پایا کہ صالح دوستانہ ملاقات کا بہانہ کرکے تین سو آدمی ہمراہ لیکر فیصل کے محل میں بطور مہمان اُترے۔ ادہر قونصل چند اہالی شہر کو اسکا طرفدار بنا رکھے۔ محل میں پہونچکر جب رات کو صالح فیصل پر حملہ کرے تو صالح کے ہواخواہ شہر میں فیصل کے ہواخواہوں پر ٹوٹ پڑیں۔ قونصل نے حسب قرارداد بعض اعیان شہر کو شیخ صالح کا طرفدار

بنا لیا اور ایکدن وہ خود بھی تین سو کے قریب آدمی لیکر ظہر کے بعد امام کے مکان پر پہونچگیا۔ یہہ تعداد ایسی نہ تھی کہ فیصل کو کوئی شبہ یا اندیشہ پیدا ہوتا۔ مشایخ عرب کا یہہ قاعدہ ہی کہ مہمان اور میزبان کی حیثیت کے مطابق خدام اور ہمراہی ہمرکاب رکھیں۔ رات کا کھانا تناول کرنے کے بعد شیخ فیصل ملازموں کو مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے رہنے کی تاکید کرکے حرم میں جو محل کے قریب ہی چلا گیا۔ مگر شیخ صالح اور فکر میں تھے جب میزبان کے نوکر چاکر سو گئے تو اوسنے ہمراہیوں کو لیکر حرم پر حملہ کر دیا۔ لیکن اُسکے وہاں تک پہونچنے سے پہلے محافظوں کو خبر ہو گئی اور گو انکی تعداد ناکافی تھی وہ مقابلہ پر کھڑے ہو گئے اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی۔ شیخ فیصل شور و غل سنکر جاگ اوٹھا اور اپنے بہائیوں کے ساتھ جو محل کے قریب ایک مضبوط اور بلند قلعہ میں جو ایک پہاڑی پر بنا ہوا ہی رہتے ہیں پناہ گزین ہو گیا (ناظرین کو معلوم ہی کہ مسقط کے گرد متعدد پہاڑیاں ہیں) ادہر بندوق کی آواز سنکر صالح کے طرفداروں نے شہر میں بلوہ کرکے فیصل کے طرفداروں پر حملہ کر دیا۔ اور ساری رات تلوار چلتی رہی۔ صبح ہونے پر جب شہر والوں کو معلوم ہوا کہ شیخ فیصل ابھی زندہ ہی تو اسکے حامیوں کے حوصلے بڑہ گئے اور اُنہوں نے زیادہ مستعدی اور ثبات سے باغیوں کا مقابلہ شروع کر دیا۔ الغرض یہہ فساد تین دن رات جاری رہا اور شیخ صالح بری طرح سے اسمیں ہلاک ہو گیا۔ انگریزی قونصل نے جب دیکھا کہ کھیل بگڑ گیا ہے اور شیخ فیصل کامیاب ہو گیا ہے تو وہ دوسری چال چلا۔ اوسنے قلعہ میں امام کے پاس جاکر عرض کیا کہ انگریزی جہاز آپ کی مدد کیلیئے حاضر ہی اگر آپ حکم دیں تو وہ فوراً شہر کے باغیوں پر یعنے شہر پر گولہ باری کرنیکو تیار ہی۔ اسکے عوض آپ بندر گوادر انگلستان کے حوالہ کر دیں۔ امیر نے اس درخواست کو رد کرکے اُسیوقت فرنچ قونصل کو بلایا اور اوس سے کہا کہ فرانسیسی جہاز کو بندرگاہ میں بھیجدو تاکہ اگر مجھے اُس سے کام لینے کی ضرورت پڑے تو وہ قریب موجود رہے۔ فرنچ قونصل نے کسی شرط کے بغیر اس استدعا کو منظور کر لیا اور کہا جاتا ہی کہ فساد کے آخری وقت امیر فرنچ جہاز پر چلا گیا تھا۔ آخر صالح اور اُسکے اکثر ہمراہیوں کے قتل کے بعد فتنہ فرو اور امن قایم ہو گیا۔ اس فساد میں بیشمار خلقت ضایع ہوئی اور شہر کا دو تہائی حصہ جلکر خاک سیاہ ہو گیا۔ اس فرنچ جہاز کا نام پرسی پولیس[۵۱] ہی اور میں اوسی کو سنہ ۱۸۹۶ء کے آخر میں جبکہ بندر عباس سے بمبئی کو واپس گیا تھا خود بھی دیکھا تھا۔

قیام امن کے بعد شیخ فیصل نے اپنے مقر حکومت کو واپس جاکر بغاوت کے اسباب کی تحقیقات کی تو اوسپر واضح ہو گیا کہ انگریزی قونصل نے شیخ صالح سے اعانت کے عوض یہ وعدہ لیا تھا کہ تخت ملجانے پر گوادر انگریزوں کے حوالہ کر دیگا اور عمان کو انگریزی حمایت میں قبول کر لیگا۔ اس سے شیخ فیصل کے دلمیں انگریزی قونصل کیطرف سے اور رنجیدگی بڑہ گئی۔ اور اُسنے فرنچ قونصل کو اپنا مشیر بنا لیا۔ ادہر فرانس نے ان حوادث کے بعد فیصلہ کر دیا کہ انگریزی جہازات کی حرکات کی نگرانی کرتے رہنے اور انکو خلیج فارس کے سواحل پر کسی بندر پر قابض ہونے سے روکنے کیلئے ایک فرانسیسی جہاز ہمیشہ وہاں مقیم رہے۔ لیکن اُسنے اس جنگی جہاز کو تجارتی بنا رکھا ہے جو بصرہ اور بمبئی کے درمیان اسباب لیکر آتا جاتا ہے میں نے اس جہاز کے تمام فوجی افسروں اور سپاہیوں کو دیکھا ہوا ہے اسپر ملاحوں کے علاوہ ایک سو ساٹھ بحری سپاہی ہیں جہاز کے مقاصد مجھے اوسکے افسر اعلے سے گفتگو معلوم ہوئے تھے فرانس کے مقاصد کی نسبت اوسنے کہا کہ وہ خلیج فارس میں انگلستان کی کوشش کی مزاحمت کرنے اور تمام اہالی عمان کو فرانس کا دوست بنانے کے سوا اور کوئی ذاتی غرض نہیں رکھتا۔ اُس جہاز کی سب سے عجیب بات جو دیکھنے میں آئی ...

۵۱ یہی نام ایران کے دو ثقیل الوزن و رسماہت جنگی جہازوں میں سے جو ایران کی بحری طاقت کی کل کائنات ہیں بڑے جہاز کا ہے۔ اس شبہ

کہ اُسکا مدبر ہوشمند ان جیمس سمپسن نام انگریز شخص تہا۔ اللہ اکبر فرانس کو اپنی تقویت پر کسقدر بہروسہ ہے کہ وہ اپنے پولیٹیکل راز غیر قوم کے لوگوں سے چہپانے کی کوئی پرواہ نہیں رکہتا اور ایسے اہم کاموں پر بہی اُن کو مامور کر دیتا ہے۔" (اس موقعہ پر شاید یہہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ ایک بالکل اجنبی اور بے تعلق سلطنت نے تو محض اس غرض سے کہ اُسکی رقیب طاقت کو زیادہ اقتدار حاصل نہو جائے۔ خاص طور پر ایک جنگی جہاز کو خلیج فارس میں مقیم کر رکہا ہے۔ مگر ایران کی بحری طاقت کی جو کائنات ہے وہ فٹ نوٹ میں درج کیگئی ہے اور نصف خلیج فارس کی مالک دوسری سلطنت یعنی ٹرکی کی یہہ کیفیت ہے کہ اُسکا صرف ایک ٹوٹا ہوا اگن بوٹ وہاں مامور ہے جو بصرہ سے الیفا تک بمشکل دوڑ سکتا ہے جب اسلامی سلطنتوں کی بے بضاعتی یا لاپروائی اس درجہ پر پہونچی ہوئی ہو۔ تو اغیار کی دست بُرد سے اُنکی مقبوضات کا بچا رہنا کیا عجب بات رونگا رہی کچہہ کم ہو سکتا ہے؟)

"حادثۂ مسقط کے پہلے اور بعد ہی انگلستان جزیرہ بحرین کو قابو کرنے کی فکر میں لگا ہوا تہا جسکے لیے یہہ تدبیر کیگئی کہ جزیرہ کو اُن ہنود سے جو انگریزی رعیت تہے بہر دیا۔ اور ان لوگوں کے نقصانات کے معاوضہ کے بہانہ سے شیخ عیسی بن خلیفہ حاکم بحرین کے خزانہ کو خالی کر دیا۔ اور جب وہ قرض میں سر سے پاؤں تک مبتلا ہو گیا تو اُسکے پاس ایک باشندۂ بحرین کو یہ پیغام بہیجا گیا کہ وہ اپنی ذات اور اپنے علاقہ کو انگریزی حمایت میں دیدے۔ حاکم نے اسکے قبول کرنے سے انکار کیا تو قاصد نے دہمکی دی کہ تم باشندوں کو اجنبی لوگوں کے ستانے کی ترغیب دیتے ہو۔ در اصل متوطنوں اور آبادکاروں میں محبت و الفت پیدا نہیں کر سکتے۔ ان قصوروں کی پاداش میں تمکو اور تمہارے خاندان کو جزیرہ سے جبرًا جلاوطن کر دیا جائیگا۔ یہہ دہمکی اپنا کام کر گئی اور ١٨٩٣ع کے آخری حصہ میں بحرین[1] انگریزی حمایت میں کر دیا گیا۔ مگر اہالی جزیرہ کو یہہ امر گوارا نہوا۔ سب نے اپنی شکارگاہ ہائے صدف اور دطن کو چہوڑ کر قطر میں ہجرت کر جانے کی نیت کرلی۔ اور شیخ قاسم بن ثانی کے پاس چند اکابر کو اس غرض کیلیے روانہ کیا گیا۔ اوسنے اون کی درخواست کو بڑی خوشی سے منظور کر کے انکو زبارہ میں آباد کرنے کا عزم کر لیا۔ یہہ مقام جزیرہ کے قریب ساحل پر واقع ہے جو عرصہ مدید سے ویران او کہنڈر پڑا تہا اُسنے سمار اور مزدور بہیجکر عمارات کو درست کرا دیا اور فقیر و غنی تاجر و صناع کل اہالی بحرین اسمیں آبسے اور زبارہ مدت مدید کے بعد پہر آباد شہر ہو گیا۔ لیکن مہاجرین کو ایک سخت دقت در پیش آگئی انہیں تعمیر مکانات میں مصروف رہنے سے[?] کنبے شکار صدف پر گذارہ کرتے تہے اور شکار کا موسم مہاجرت میں گذر گیا تہا جس سے ان لوگوں کی حالت فاقہ مستی سے بہت ردی ہو گئی شیخ قاسم کو جب اسکی خبر ہوئی تو اُسنے اہالی عرب کی معمولی دریادلی سے کام لیکر ہر ایک کنبہ کے لیئے تین تین سو روپیہ نقد اور اسقدر خرما گندم اور چاول جو آیندہ موسم تک کفایت کریں بہیجدیئے۔ اور قرضہ کی ادائگی کے لیئے تین مساوی سالانہ قسطیں کر دیں۔ شیخ مذکور نے زبارہ کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پیدا ہوتا ہے کہ شاید بر اگ افندی نے فرنچ جہاز کا نام صحیح نہیں لکہا۔ کیونکہ فرانسیسی بیڑہ میں اس نام کا کوئی جہاز نہیں ہے۔

[1] جزائر بحرین کا مجموعہ ساحل الاحساء سے ٢٠ میل پر خلیج فارس میں واقعہ ہے۔ کل جزائر تعداد میں نو دس ہیں سب سے بڑا بحرین ہے جو ٢٧ میل لمبا اور ١٠ میل چوڑا ہے دوسری کا نام محرق ہے وہ بحرین کے شمال میں ہے اور ٤ میل طویل اور نصف میل عریض ہے۔ حاکم علاقہ عیسے یہیں رہتا ہے۔ بحرین کا صدر مقام منامہ ہے جو دس میل لمبا ہے۔ اور ٢٥ ہزار کی آبادی رکہتا ہے۔ انگریزی حمایت ١٨٦١ع میں قایم کی گئی اور پہر دوبارہ ١٨٨٠ع میں شیخ عیسے نے باقاعدہ طور پر انگریزی اطاعت کو قبول کیا۔ محرق کی آبادی ٢٢ ہزار ہے۔ اور کل جزائر میں ٥٠ گاؤں آباد ہیں۔ باقی جزیرے چہوٹے اور غیر آباد ہیں

بھی اپنے خرچ سے تعمیر کرایا تھا اس سے اُسکی دولت وثروت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

ادہر جب انگریزوں کو اہالی بحرین کی مہاجرت اور شیخ قاسم کے سلوک کی خبر ملی تو اونہوں نے دو جنگی جہاز قطر کو بھیجکر شیخ کو کہلا بھیجا کہ اگر ۴۸ گھنٹونکے اندر دس لاکھ روپیہ ادا نکیا تو زبارہ پر گولہ باری کیجائیگی اور باشندے پھر بحرین میں بھیجدیے جاینگے شیخ نے اس مطالبہ سے حیران ہوکر دریافت کیا کہ اس تاوان اور دہمکی کا باعث کیا ہے تو جواب دیا گیا کہ انگریزی رعیت کا اسقدر قرضہ ان مہاجرین پر باقی ہے۔ اسپر شیخ نے یہہ عقلمندیکا جواب دیا کہ کل مقروضوں کی اسموار فہرست معہ تشریح قرضہ جو ہر ایک کے ذمہ واجب ہے میرے حوالے کیجائے میں ہر ایک شخص کو جسکا نام فہرست میں ہوگا بحرین میں بھیجدونگا۔ وہاں انکے مقدمے قاضی کے روبرو پیش کیے جاینگے جو کچھہ وہ فیصلہ کریگا میں اُسکے مطابق روپیہ ادا کردونگا انگریزی بیڑہ نے اس امر کو قبول کیا اور میعاد مقررہ تک قطر کے سامنے لنگر انداز رہ کر بعد ازاں بندر زبارہ کو چلدیا اور وہاں پہونچتے ہی ڈیڑہ گھنٹہ کامل گولہ باری کرکے شہر کو دوبارہ ویرانہ و کھنڈر کردیا۔ اور جو لوگ بھاگ نسکے تھے وہ سب کے سب ہلاک ہوگیے جو شہر سے بھاگ گیے تھے انکو فوج نے خشکی پر اُترکر گرفتار کرلیا اور وہ پھر بحرین میں پہونچادیگیے اور اسطرح سے شیخ قاسم کے ساڑہے چھہ لاکھ روپیہ پر پل میں پانی پھر گیا اور دوسری طرف دولت انگلشیہ نے حاکم بحرین سے مطالبہ کیا کہ اسکی رعیت کو واپس لانے کے لیئے زبارہ پر جو گولہ باری کیگئی ہے اسکا خرچ بحساب فی گولہ پانسو روپیہ ادا کرے اور گولونکی تعداد کی تعیین جہازات کے کپتانوں پر چہوڑی گئی۔ یہہ مطالبہ سنکر عیسیٰ کے ہوش اڑگیے اور اونسے بمنت وسماجت دو لاکھ روپیہ پر رضامند کرلیا مگر وہ اوسکا دسواں حصہ بھی ادا کرنیکی استطاعت نرکھتا تھا چنانچہ ادائی قرضہ کیلیے جو سود سے دن بدن زیادہ ہوتا جاتا تھا محاصل کا انتظام انگریزی قونصل کے سپرد کردیا گیا کہ بعد وضع خرچ فاضلہ آمدنی قرضہ میں مجرا لیجائے۔ جزائر پر انگریزی حمایت قایم ہوگئی۔ اور قونصل کا عہدہ منسوخ ہوکر اسکا نام مشیر حاکم رکھا گیا۔ اور چونکہ دولت انگلشیہ دولت عثمانیہ کی صادق رفیق تھی اُسنے جزیرہ کو حمایت میں لیتے ہی شیخ عیسے کو حکمدیا کہ ہلالی جھنڈے کی جگہہ دوسرا نشان اختیار کرے۔ اسی طرح جزائر بحرین کے باشندگان کو (جنکے پاس چھوٹی بڑی تقریباً چارسو کشتیاں ہیں) اپنے جہازوں سے ہلال کا علم دور کرکے نیا جھنڈا لگانیکا حکم دیا گیا۔

باقی حالات آفندی مذکور نے المؤید میں بہی تحریر کرنے کا وعدہ کرکے اپنے مضمون کو سردست یہانپر ختم کردیا ہے اسمیں بعض واقعات کے اسباب بتانے میں اونسے عمداً یا سہواً جو غلطیاں ہوگئی تہیں۔ اونکی تا بہ امکان اصلاح کردیگئی ہے۔ ان میں سے اگرچہ بہت سے تاریخی سقم ہین تاہم اصل سیاسی علاقہ کے متعلق جسکیطرف عام مسلمانوں کو اب تک بہت کم توجہ ہوئی ہے۔ اون سے فی الجملہ بہت کچھہ مفید واقفیت اور آگاہی حاصل ہوسکتی ہے۔ یہ فساد جس خطرناک صورت اختیار کرنیکا اندیشہ تھا ختم ہوا۔ صلح وصفائی طے ہوگئی۔ ترکی حکومت کو کسیطرح کی خونچکاں کارروائی نکرنی پڑی۔ اور افواج قاہرہ سنند کو سکے اواخر میں اپنی چھاونیوں کو واپس بھیجدیگئیں۔

سلطنت مراکو

سلطنت مراکو کی نسبت جریدۃ الغرا ثمرات الفنون کا نامہ نگار مغرب الاقصےٰ سے تحریر کرتا ہے کہ موجودہ حالت اسجگہہ حسب مراد نہیں ہے حضرت مولائی عبدالعزیز حاکم (یعنے سلطان) مراکو آجکل مراکش کے قریب قصبہ تادلہ میں وہاں کی اور نیز متصلہ علاقہ کی قبایل متوحشہ کی اخضاع وسرکوبی کیلیے مقیم ہیں لکھا جاتا ہے کہ یہہ لوگ اطاعت قبول کرنے اور نقد

جرمانہ ادا کرنے پر رضامند ہیں۔ مگر ریفیان دینے سے انکاری ہیں

”ریف کے سلسلہ کوہسار کی قبائل نے جنہوں نے گذشتہ سال میں ایک فرانسیسی جہاز اور اسکے کپتان و بعض ملاحین کو باینخیال کہ وہ ہسپانیہ والوں کا جہاز ہے گرفتار کیا تھا اور بعد ازاں ایک اطالین اور ایک انگریز جہاز کا تعرض کرکے اُن کے بھی چند ملاحوں کو پکڑ لیا تھا ان سب قیدیوں کو اسوقت تک اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کرلیا ہے جبتک کہ اہالی ہسپانیہ اُن پندرہ ریفیوں کو جو انہوں نے جنگی جہاز سے اُنپر گولہ باری کرکے گرفتار کرلیئے تھے آزاد نہ کردیں اور نیز طنجہ (ٹانجیر) وغیرہ بنادر میں جو ریفی قید میں ہیں رہا نہ کردی جائیں سب سے آخری خبر ہے کہ اہل ریف نے اس مضمون کا خط کل دول اجنبیہ کی قونصلین کو جو طنجہ میں مقیم ہیں روانہ کیا ہے۔ اور انہوں نے عیسائی اسیروں کو رہا کردینے کی تیاری یعنی اسیری اور قیدیوں کو رہائی دلوانا شروع کردیا ہے۔“

کوہسار ریف مراکو کی شمالی ساحل کی قریب مشرق سے مغرب تک چلے گئے ہیں۔ انکے دائیں طرف (مشرق) فرانسیسی علاقہ (الجزائر) اور شمال پر ہسپانیہ کی متعدد مقبوضات ہیں جو بندر میلیلا اور سیوٹا کی علاوہ ساحلی جزائر پر بھی قابض ہیں اسلیئے اہالی ریف کو اکثر ان سے برسرپیکار رہنا پڑتا ہے۔ اور چونکہ ہماری سرحدی قبائل کیطرح یہ لوگ بہت دلیر اور جنگجو اور اُنکا علاقہ بہت دشوار گذار ہے اسلیئے نہ عیسائی ہمسایہ اور نہ سلطان ہی جسکے وہ برائے نام مطیع ہیں اُنکو قرار واقعی تنبیہ کرسکتا ہے۔ اگر بمشکل تمام اُنہیں کچھ نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ تو وہ بھی اندھیرے اجالے عیسائیوں کی چھوٹی موٹی ساحلی کشتیوں اور بادبانی جہازوں کو تاخت تاراج اور انکی ملاحین کو گرفتار کرلیجاتے ہیں۔

پچھلے ہفتہ شاہ بلجیم کی درخواست اور مراکو میں روسی سفیر کی تقرری کی خبر درج کرنے کے بعد ہمنے مراکو ایسی وسیع اور باموقع اسلامی سلطنت میں کسی ترکی سفیر کے نہونے پر افسوس ظاہر کیا تھا۔ مگر مندرجہ بالا اثر کی اخبار ساتھ ہی یہہ بھی خوشخبری سناتا ہے کہ مراکو میں عام افواہ مشہور ہو رہی ہے کہ عنقریب وہاں مستقل طور پر ترکی سفیر مقرر ہونیوالا ہے۔[1]

اس موقع پر مراکو کے مجمل حالات جو نہ فقط دول عظام بلکہ بلجیم ایسی حقیر ریاست کی طمع و آز کا بھی آماجگاہ بن رہا ہے درج کردینے غالباً نامناسب نہیں ہونگے۔ یہہ سلطنت افریقہ کی شمال مغربی گوشہ پر واقع ہے۔ اسکے شمال میں بحیرہ روم و آبنائے جبل طارق۔ مغرب میں بحر اوقیانوس۔ مشرقی سرحد کی کچھہ حصہ پر الجزائر اور باقی حصہ اور جنوب میں صحرائے افریقہ ہے۔ ملک زیادہ تر کوہستانی ہے مگر وادیاں بہت زرخیز ہیں سلسلہ کوہ اطلس اسکو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ وہ مشرق سے کچھ دور مغرب کو آکر پھر شمال سے جنوب کی طرف ہو جاتا ہے ساحل اور اسکے درمیان کا میدان پچاس سے سو میل تک عریض ہے اور اسکا طول تخمیناً چار سو سے پانسو میل تک ہے یہہ میدان نہایت زرخیز اور وہاں گندم کی بے انتہا پیداوار ہوتی ہے۔ اطلس سے جنوبی علاقہ پہلے تو زرخیز ہے۔ اور اوسمیں خرما و کھجور بکثرت پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن صحرا کی قریب پہنچکر بالکل غیر آباد اور ریگستانی ہے سمندر کی متصلہ شمالی علاقہ کی آب و ہوا نہایت معتدل اور خوشگوار ہے۔ اور اکثر یورپین تبدیل آب و ہوا۔ اور بحالی صحت کیلیئے موسم سرما میں وہاں چلے جاتے ہیں شیخ عبداللہ کوئلیم اور فرانسیسی ڈاکٹر گریمیر بھی نور اسلام سے مستفیض ہوئے تھے اور بلاد غرب نے ہی اُنکو اسلام کی خوبیوں کا شیدائی بنایا تھا۔ جنوبی حصہ گرما میں نہایت گرم

[1] یہہ خوشخبری ۱۸۹۹ء کے اواخر میں آکر درست ثابت ہوئی ہے۔ ترکی حکومت نے مراکو سفیر بھیجنا منظور کرلیا ہے جسکی خود حاکم مراکو نے چند ماہ پیشتر بڑی پیرانہ درخواست کی تھی۔

اور سرما میں سخت سرد ہوتا ہے۔ اور وہاں بارش کبھی نام کو نہیں ہوتی۔ زرعی اجناس۔ گندم کئی جوار۔ جو۔ انگور۔ زیتون۔ نیشکر۔ کھجور۔ تمباکو اور کپاس ملک کی ضرورت سے زیادہ پیدا ہوتی ہیں میوہ جات بالخصوص بادام بافراط ہوتے ہیں اون اور ریشم بکثرت ہوتی ہے بکریاں ایسی عمدہ قسم کی ہوتی ہیں کہ مراکو یعنی مراکو کا چمڑا جو نہایت ہی ملایم مضبوط۔ اور کل چمڑوں سے بیش قیمت ہوتا ہے۔ انہیں بکریوں کا ہوتا ہے۔ مرغزاروں میں نہایت اعلےٰ نسل کے گھوڑے پلے جاتے ہیں جنکی ممالک غیر کو لیجانے کی ممانعت ہے گائے۔ بیل بھیڑ۔ اور بکری اور گدہے بہی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ باربرداری کا کام گدہے اور اونٹ دیتے ہیں۔ ریل کا ابتک کل سلطنت میں نام و نشان نہیں۔ شیر ببر۔ چیتے۔ چرخ۔ جنگلی سور۔ ہرن اور شترمرغ صحرائی علاقہ میں بافراط موجود ہیں۔

ملک میں کئی دریا ہیں جنمیں سے کچھ بحیرہ روم میں اور باقی بحر اوقیانوس میں گرتے ہیں سلسلہ کوہ اطلس میں لوہا۔ ٹین تانبا اور سرمہ کی کانیں ہیں جنمیں سے فقط آخر الذکر دہات کے حاصل کرنے پر کوشش کیجاتی ہے۔ کانی نمک ہر جگہ وافر موجود ہے اور بمقدار کثیر سوڈان کو بھیجا جاتا ہے

بڑی صنعت و حرفت بیش قیمت سرخ و زرد اور سبز رنگ کا چمڑہ تیار کرنا ہے اسکے علاوہ ریشمی پارچات فس ترکی ٹوپی کہلاتی فیتے ہے تیار کئے جاتے ہیں۔

چونکہ سرحد غیر معین ہے اسلئے رقبہ کا درست اندازہ محال ہے تاہم صحیح ترین اندازہ کے رو سے دو لاکھ ۱۹ ہزار میل مربع تصور کیا گیا ہے۔ آبادی کا شمار بھی اسیطرح مشکوک ہے جو پچیس لاکھ سے لیکر ۹۰ لاکھ تک شمار کیگئی ہے۔ انگریز مبصر پچھلے اعداد کو زیادہ قرین قیاس سمجھتے ہیں جنہوں نے ۱۸۹۶ء میں مختلف حصص کی آبادی کا حسب ذیل اندازہ لگایا تھا۔ صوبہ فیض (یا فاس) ۲۳ لاکھ۔ صوبہ مراکش ۳۹ لاکھ۔ صوبہ طافلیہ و علاقہ سجل مسا ۸½ لاکھ، صوبجات سوس ادرار و شمالی دراعہ ۱۴½ لاکھ قوم وار تفصیل حسب ذیل ہے بربر او توزغ ۳۰ لاکھ۔ شیلاہ بربر ۲۲ لاکھ خالص بدو عرب ۷ لاکھ۔ مخلوط النسل عرب ۳۰ لاکھ۔ یہودی ½ لاکھ حبشی ۲ لاکھ کل ملک میں عیسائی ۵ ہزار سے زیادہ نہیں جنمیں سے ۴ ہزار فقط ایک ہی شہر طنجہ میں آباد ہیں۔

یورپین لوگوں کو ملک کے اندرونی حالات ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔ فاس کی آبادی ایک لاکھ چالیس ہزار طنجہ کی تیس ہزار اور مراکش کی ۶۰ ہزار ہے۔

سلطان اور رعایا مالکی المذہب سنت جماعت ہیں۔ ملک ۲۸ صوبوں میں منقسم ہے جنمیں سے بعض بہت وسیع اور بعض صرف ایک ایک شہر پر محدود ہیں سلطان بالکل مطلق العنان ہے۔ اور ساتھ ہی مذہبی پیشوا بھی ہے۔ سلطان روم یا دیگر مسلمان فرمانرواؤں کیطرح اسکے مذہبی احکام شیخ الاسلام کی منظوری کے محتاج نہیں ہیں وہ امیر المومنین کا خطاب رکھتا ہے اور شریف یا سلطان کہلاتا ہے حکمران خاندان علوی الحسینی ہے جسے تیرہویں صدی میں مولائی احمد نے قایم کیا۔ پہلے کوئی باقاعدہ وزرا نہیں ہوتے تہے۔ کاروبار سلطنت دربار کے مصاحبین اور اہلکار چلایا کرتے تھے۔ جنکا اعلےٰ افسر مولی الصدر کہلاتا تہا۔ اب باقاعدہ چھ وزیر مقرر ہیں (وزیر اعظم۔ وزیر خارجیہ۔ وزیر داخلیہ۔ وزیر حرب وزیر خزانہ۔ وزیر محکمہ پرمٹ و چیف جسٹس) لیکن مگر وہ صرف حکم کے بندے ہیں۔ سلطان اگر مناسب سمجھے تو انسے مشورہ لیتا ہے نہیں

تو بمرضی خود جو مناسب سمجھے حکم دیدیتا ہے۔ ہر ایک صوبہ پر ایک ایک قائد یا گورنر مقرر ہے جسکو اپنے علاقہ میں کامل اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور وہ وہاں کی ملیشیا فوج کا کمانڈر بھی ہوتا ہے۔ مگر اُن کو سلطان جب چاہے موقوف یا قتل کر سکتا ہے۔

عام تعلیم کی حالت ابھی تک بہت ناقص ہے۔ رعایا کا اکثر حصہ جاہل مطلق ہے۔ چھاپے کا رواج بھی ہنوز عام نہیں ہوا۔ اور قرآن شریف اور دیگر مذہبی کتب زیادہ تر قلمی مروج ہیں۔ اہل مغرب قرآن شریف کے بعد صحیح بخاری کو سب سے زیادہ مستند اور قابل ادب کتاب سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کا اصل قلمی نسخہ نہایت عزت و احترام سے بطور تبرک سلطانی محل میں محفوظ ہے اور جنگ کے وقت اس سے وہی کام لیا جاتا ہے جو تبرک پیغمبر خدا کے مقدس علم سے لیتے ہیں۔ لڑائی میں وہ سلطانی خیمہ میں رہتا ہے اور سپاہی اس مذہبی تبرک اور قومی نشان پر جان تصدق کردینا بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔

پُرانے زمانہ میں مراکو کا نام موری ٹی انا تھا جو بڑا عظیم الشان ملک متصور ہوتا تھا۔ فاتحان عالم اقوام یعنی رومن۔ ونڈال۔ یونانی اور عرب اپنی اپنی باری میں اسکے مالک رہ چکے ہیں۔ ۱۱ ویں صدی میں یہ فاطمیہ خلفا کے تصرف میں چلا گیا جو اُسکے فتح کرنے سے پہلے ٹونس الجیریا۔ طرابلس و مصر پر متصرف تھے اور پھر اندلس پر بھی قابض ہوگئے۔ موجودہ خاندان شرفا کا بانی مولای احمد سترہویں صدی میں مراکو کا بادشاہ ہوا۔ سلطان حال مولائی عبدالعزیز پسر سلطان مولائی حسن ۱۸۸۱ء میں پیدا اور ۷ جون ۱۸۹۴ء کو تخت نشین ہوا۔ یہ خاندان کا پندرہواں حکمران ہے۔ اور حضرت علی تک ۳۶ پشتوں میں اُسکا سلسلہ نسب پہنچتا ہے۔ اسکے چار قبل نشین حسب ذیل ہوئے۔ مولائی حسن جو ۱۸۷۳ء سے لیکر ۱۸۹۴ء تک حکمران رہا۔ سید مولائی محمد ۱۸۵۹ء سے ۱۸۷۳ء تک مولائی عبدالرحمن ۱۸۲۲ء سے ۱۸۵۹ء تک اور مولائی سلیمان ۱۷۹۴ء سے ۱۸۲۲ء تک فرمانروا رہا۔ تاج و تخت۔ یا شتر یعنی چتر کی وراثت صرف خاندان فلیلی یا طاقلیہ کے شرفا میں موروثی ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا ہی سلطان ہو۔ حکمران سلطان مرنے سے پہلے خاندان میں سے ایک کو اپنا جانشین مقرر کر جاتا ہے اور انتخاب کرتے وقت اسکا یہ فرض ہے کہ تا حد علم لایق ترین شخص کو منتخب کرے۔ اسکی وفات کے بعد بالعموم پہلے جمعہ کو نماز جمعہ کے وقت متوفی کے منتخب کردہ رکن کو بادشاہ مشتہر کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ وہ عموماً شاہی خزانہ پر متصرف ہوگیا ہوا ہوتا ہے اور محافظ شاہی فوج جسکے اکثر افسر اعلے عہدہ دار ہوتے ہیں اُسکی طرفدار ہوتی ہے کسیکو اُسکی مخالفت کی جرأت نہیں پڑتی

سلطان زیادہ تر فاس میں اور گاہ گاہ پُرانی دار الخلافہ مراکش یا مقنصہ میں رہایش رکھتا ہے۔ باقاعدہ فوج کی تعداد یہ ہے۔ دس ہزار عسکری یعنی باقاعدہ پیدل سپاہی جو ایک انگریز کی زیر کمان ہیں۔ چار سو قواعد دان سوار۔ چند میدانی توپخانہ کی باٹریاں جو تین فرنچ افسروں کی ماتحت ہیں اور دو ہزار بیقاعدہ سوار۔ یہ فوج ہر وقت سلطان کے ساتھ رہتی ہے۔ فاس میں بندوق کارتوس بنانیکا کارخانہ قایم کرنے میں مدد دینے کے لئے اطالین گورنمنٹ نے حال میں دو اطالین افسران توپخانہ اور ایک اطالین انجینیر کی خدمات سلطان کو مستعار دی ہیں۔[1] ایک ہسپانوی فوجی کمشن بھی پیمایش ارضی کے کام پر مامور ہے اور اندلسوی گورنمنٹ کی ہدایات کے مطابق۔ فاس۔ طنجہ یا طیطوان میں اقامت رکھتا ہے۔ اُنکے علاوہ ایک ہسپانوی فوجی ڈاکٹر ایک ہسپانی توپچی انجنیر اور ایک جرمن انجنیر بھی سلطان کے پاس ہیں۔ کسی ترک عہدہ دار کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ باقاعدہ فوج کے علاوہ سلطنت مراکو میں ۸ ہزار ملیشیا سوار اور دس ہزار پیدل میں ہر سال چند گورنروں کو

[1] یہ اجنبی ملازم جیسا کچھ سلطان مراکو کو کام دے رہے ہیں۔ وہ کتاب فتح اسلام و کلمۃ الحق سے معلوم ہوسکتا ہے۔

اپنے اپنے صوبہ کی ملیشیا فوجیں لیکر فاس سے مراکش کو جاتی وقت سلطان کی اردل میں رہنا پڑتا ہے۔ لڑائی کی وقت مندرجہ بالا افواج کے علاوہ مزید چالیس ہزار ملیشیا پیدل و سوار جمع ہو سکتے ہیں کمسریٹ کا کوئی انتظام نہیں۔

مراکش کو ۱۰۷۲ء میں فاطمیہ خلفا نے آباد کیا تھا۔ وہ دریا منسیفہ کے قریب ملک کے جنوب مغربی حصہ میں واقع ہے۔ اسکے گیارہ دروازے ہیں اور فصیل بہت مضبوط ہے۔ سولہویں صدی میں یہہ کمال عروج پر تھا اور اوسوقت اسکی آبادی دس لاکھ کے قریب تھی اب شہر کے اندر زیادہ تر کہنڈرات یا ویران باغ پائی جاتی ہیں مگر پھر بھی پرانی جاہ و جلال کے اکثر آثار باقی ہیں۔ وہاں بہت جامع مساجد ہیں جنمیں سے بعض نہایت عالیشان ہیں تین شاہی باغات بہت وسیع اور خوبصورت ہیں قدیم شاہی محلسرا اور اوسکے باغات کی چار دیواری تین میل کا محیط رکھتی ہے یہودیوں کا محلہ الملاح کہلاتا ہے۔ اور انکے گرد مزید حفاظت کیلیئے علیحدہ فصیل بنی ہوئی ہے۔

جب سے فرنچ نے الجزائر کو فتح کیا اونکی اہل مغرب سے کئی دفعہ لڑائی ہو چکی ہے ۱۸۴۴ء میں بمقام اسلی آخرالذکر کو سخت زک ملی تھی ۱۸۵۹ء میں بحری قزاقی سے تنگ آکر ہسپانیہ نے مراکو سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ اور کئی معرکوں کے بعد سلطان نے ۱۸۶۰ء میں ہسپانیہ کو ملک کا کچھ حصہ کثیر تاوان جنگ اور کئی تجارتی رعائتیں دیکر صلح کر لی۔ یہ معاہدہ راس وام کہلاتا ہے اور ساحلی علاقہ سنٹا کروز اسکے رو سے ہسپانیہ کو دیا گیا تہا۔ مگر اوسنے اسپر ابتک تصرف نہیں کیا جسکی وجہ شاید ریفیوں کا خوف ہے۔

سلطان مراکو کی سالانہ آمدنی تخمیناً پچاس لاکھ پونڈ ہے۔ جو اجاروں۔ محاصل۔ عشرات اور تحایف سے حاصل ہوتی ہے۔ تجارت برآمد کی سالانہ مقدار تخمیناً ۱۷ لاکھ اور درآمد کی ۱۸ لاکھ پونڈ ہے۔ تجارت زیادہ تر فرانس۔ جرمنی اور انگلستان کے ساتھ ہے۔

ڈاک کا انتظام بہی تہوڑے ہی دنوں سے شروع ہوا ہے اب سلطانی ڈاک کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی ڈاکخانے بہی موجود ہوگئے ہیں ہفتہ میں چھ ہرکارے فاس سے طنجہ کو آتے جاتے ہیں اور قصبات القصر۔ لارش وغیرہ کو ہفتہ میں دو دفعہ ڈاک جاتی ہے۔ فاس طنجہ سے جنوب مشرق میں ہے مقصبہ جسکی آبادی ۵۶ ہزار ہے اسکے جنوب میں اور مراکش آخرالذکر کے جنوب میں ہے بحر اوقیانوس پر طنجہ اور موگاڈور (مرار) اور بحر روم پر طیطوان وغیرہ مشہور بندر ہیں صحرا کوہ قاطمن کے آنے جانیکا صدر مقام قصبہ طافیلیہ ہے طنجہ میں ٹ کی سوا تقریباً کل یورپین سلطنتوں کی قونصل رہتے ہیں انگلستان کیطرف سے سفیر خاص کے علاوہ طنجہ و دار البیضا میں قونصل اور فاس۔ لارش۔ رباط۔ موگاڈور۔ سفا۔ عن۔ صافی اور طیطوان میں نائب قونصل رہتے ہیں

درویش حکومت کا خاتمہ وفسادات کی

پرنس بسمارک کے بعد اس صدی میں سردار کچنر سپہ سالار افواج مصری شاید ایسا خوش نصیب شخص ہے جو اپنی تجاویز میں ہمیشہ کامیاب ہوتا چلا آیا ہے اوسنے پچھلے دو برسوں کی مہمات سوڈان میں اپنی ناموری اور شہرت کا سکہ کل دنیا میں بٹھا دیا تہا۔ مگر پھر بہی کئی ایسے شخص موجود تہے جنکو اوسکی اسی کامیابی حاصل ہونیکی امید نہ تھی۔ سردار کی ہر ایک کارروائی ٹھیک پروگرام مجوزہ کے مطابق عمل میں آئی ہے اور خوبی قسمت سے وہ امور بھی جو اوسکے اپنے قابو کے نہ تھے ٹھیک اوسکی حسب منشا ظہور پذیر ہوئے۔ کچنر کی عین تمنا تھی کہ خلیفہ امدرمان سے باہر نکلکر کھلے میدان میں پوری طاقت سے نبرد آزما ہو تاکہ اسکی قوت کا پورے طور سے قلع قمع کر دیا جائے۔ اور پھر ہمیشہ کیواسطے اوسکی طرف سے بیفکری ہو جائے اور خلیفہ عبداللہ تعایشی نے ٹہیک ویسا ہی کیا۔ اگست و ستمبر ۹۸ء کی گرمی میں خاصکر گورنمنٹ کو گرمی سے سخت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تہا مگر کچنر کی حسن انتظام اور دریائے نیل میں بروقت طغیانی آجانے سے فوجکو راستہ میں کوئی غیر معمولی سختی نہ اٹھانی پڑی اور کچنر ٹہیک اسی تاریخ پر جو اوسنے کئی ہفتے پہلے مقرر کر رکھی تہی۔ امدرمان کے مقابل پہنچگیا۔ اور دوسرے دن خلیفہ کی فوجکو تقریباً بالکل پامال کر دیا۔

درویشوں کی حکومت میں بیشک رعایا پر بہت سختی کیجاتی تہی اور حکمران قبیلہ بغارہ کے جبر و ستم سے کل بہ خبر علاقے ویرانہ ہوگئے ہوئے تہے۔ اس پہلو سے اگر خیال کیا جائے تو دنیا میں کسی شخص کو اس حکومت کی بیخکنی پر افسوس نہیں ہو سکتا بلکہ جسقدر اطمینان ظاہر کیا جائے کم ہے۔ لیکن ایک لحاظ سے یہہ معرکہ سخت قابل افسوس ہے کہ دنیا کو ایسے جان نثار بہادر سپاہی کہیں

حاصل ہوسکینگے۔ درویشوں میں بہت سے عیوب تھے۔ مگر اونکی شجاعت مردانہ اور جانبازی کو ایکدفعہ پہلے ہی کل دنیا تسلیم کرچکی تھی۔ اور اس لڑائی سے اُسکی پھر مزید تصدیق ہوگئی۔ اور یہہ مسلمہ امر ہے کہ خواہ تہذیب و تمدن کسقدر ترقی کرجائے دنیا میں ایسے لوگوں کا وجود ضروریات سے ہے۔

اسمیں کلام نہیں کہ درویشوں کو دیگر غیر یورپین ممالک کے باشندوں اور حکمرانوں کیطرح اپنی جہالت۔ غفلت بدانتظامی اور دنیاوی کبر و نخوت کا خمیازہ اُٹھانا پڑا ہے۔ اگر خلیفہ عبداللہ مہدی کا جانشین ہونیکے بعد اکثر دیگر ایشیائی یا افریقی فرمانرواؤں کیطرح ذاتی لہو و لعب میں مشغول اور نشۂ خودبینی و تکبر میں سرمست نہوجاتا اور اپنی طاقت کو زمانہ کی رفتار کے مطابق قایم رکھکر جدید اختراعات و ایجادات اور موجودہ علوم و فنون سے استفادہ کرتا رہتا تو اُسے ام درمان[۵] کو یہہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا۔ اپنی رعایا کو جہالت کے قعر عمیق سے نکالنے کے لیے نہ سہی۔ اپنی فوجی قوت کو زمانہ کے حسب حال تیار رکھنا اُسپر فرض عین تھا جسکو نظر انداز کردینے پر اُسکے سپاہیوں کی بینظیر شجاعت و بسالت اُنکے حق میں اُلٹی اور سخت مضر ہوگئی۔ اُسکے پاس حبش کی نظیر موجود تھی۔ کہ اس حقیر ریاست نے جس کی افواج کو بھی درویش کئی دفعہ فاحش شکستیں دے چکے تھے۔ محض آلات جدیدہ کے طفیل یورپ کی ایک زبردست سلطنت کی قواعد دان فوج پر کیسی نمایاں فتح حاصل کی تھی۔ اگر عبداللہ کے طالع بیدار ہوتے تو وہ اپنے ہمسایہ کے حالات سے ہی استفادہ کرلیتا مینیلک اُس سے زیادہ مجبوری کی حالت میں اور چاروں طرف سے اعدا سے گھرا ہوا تھا۔ برعکس اسکے خلیفہ بیرونی دنیا سے کئی رشتہ تعلق پیدا کرسکتا تھا۔ مگر مینیلک نے باوجود متذکرہ صدر مشکلات کے جو کچھ کر دکھایا وہ کل عالم پر واضح ہے۔ اور عبداللہ تعایشی کئی ہزار جان نثاروں کو کٹوا کر اب صحرا اور ریگستان میں بھٹکتا پھر رہا ہے[۱]۔

فتح خرطوم سے افریقہ کے پالٹیکس میں تغیر عظیم واقع ہوگیا ہے اور اس سے مسٹر سیسل رہوڈس کی اوس آرزو کی پوری ہوجانیکی توقع امید ہوگئی ہے[۲] کہ اسکندریہ سے لیکر راس امید تک بخط مستقیم انگریزی اقتدار قایم اور ریلوے اور ٹیلیگراف کا سلسلہ جاری ہوجائے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی دیگر دول یورپ کی رقابت سے اب پیشتر کی نسبت تعلقات باہمی میں اگر کچھہ زیادہ پیچیدگیاں بھی پڑجائیں تو کوئی تعجب نہیں ہوسکتا کیونکہ گو اس مہم میں نصف فوج مصری بھی شامل تھی۔ اور کل فوج حملہ آور مصر کے ملازم انگریز سپہ سالار کچنر کے ماتحت تھی اور یہہ علاقہ ۱۸۸۴ء تک مصر کے براہ راست ماتحت تھا۔ مگر ۱۸۹۰ء کے معاہدہ برلن کی رو سے جو افریقہ کے متعلق چند دول یورپ میں ہوا تھا یوگنڈا سے لیکر خاص مصر کی حد تک کل ملک انگریزی اقتدار کے دائرہ میں شامل سمجھا گیا تھا۔ اور اب اوسکے حصہ کثیر پر عملی طور سے یہہ اقتدار قایم ہوگیا ہے۔ فرانس نے اس معاہدہ کو تسلیم نہیں کیا تھا اور وہ اوسوقت سے اُس علاقہ کے درمیانی حصہ یعنی علاقہ بحر الغزال پر اپنا تسلط جمانے کے لیے کوشش کررہا ہے۔ اور کئی دفعہ سرکاری یا نیم سرکاری مہمیں بھیج چکا ہے۔ چنانچہ ابھی تک دو مہمیں جنمیں سے ایک مغربی افریقہ کیطرف سے روانہ ہوئی تھی۔ اور دوسری بحیرہ قلزم کی بندرگاہ اوبوک سے اسغرض سے علاقہ مذکور کیطرف (بشرطیکہ راستہ میں ہلاک نہوگئی ہوں) بڑھی چلی جارہی ہیں۔ اور اُنکی نسبت کئی دفعہ دریائے نیل ابیض کے قصبہ فشوڈا تک پہونچ جانے کی خبریں مشہور ہوچکی ہیں۔ ادہر میجر میکڈانلڈ (انگریز افسر) پہلے

[۱] ... سرداراجیٹسر کے نایب کرنیل ونگٹ نے آخر نومبر ۱۸۹۹ء میں جبل غدیر کے قریب پانچہزار مصری فوج سے حملہ آور ہوکر خلیفہ اور اوس کی تمام سرکردہ امراء کو قتل کردیا۔ اور ۹ ہزار مرد و عورت و بچے مع اون کے مال و اسباب کے گرفتار کرلیے۔ صرف ایک امیر عثمان دقنہ نامور امرا میں سے جان بچاکر فاتح کے ہاتھ سے نکل گیا۔ مگر غالباً اب وہ بھی اطاعت تسلیم کریگا

برس سی یوگنڈا کیطرف سی علاقہ بحر الغزال کو جانیکی کوشش کر رہا ہی جسمیں گذشتہ دو ایک ماہ تک سوڈانی سپاہیونکی بغاوت حارج
ہوتی رہی ہی سردار کچنر نے پانچ اگنبوٹ مہم مذکور کی مہم سی جاکر ملنے اور اگر کوئی فرانسیسی علاقہ میں ہو پہنچگیا ہو تو اوسی خارج
کرنے کیلیئے نیل کی شاخ ابیض کی راستہ کو دریائی سرکنڈوں اور جزیروں وغیرہ کیوجہہ سی اسکا دھارا و بہاو صاف نہیں جنوب
کیطرف بھیجدئے ہیں۔ اور اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی تو ظاہر ہے کہ فرانس کو اس سی سخت برافروختگی ہوگی۔ ادہر ٹرکی
بھی یہہ کبھی گوارا نہ کرسکیگی کہ اسکے باجگزار صوبہ کا کوی علاقہ کسی دوسری سلطنت کی مستقل قبضہ و تصرف میں چلا جائی اور یہہ
یقینی امر ہی کہ اگرچہ جرمنی انگریزی فتح پر رضامندی کا اظہار کرچکی ہے۔ لیکن وہ فرانس و ٹرکی کی برخلاف انگلستان کی امداد کبھی
نہین کریگی۔ اسکے ساتھ ہی یہہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ مصریوں کا حصہ کثیر اس فتح سے خوش ہونیکی بجائے دلمیں سخت
ناراض ہی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ انگلستان اس علاقہ کو انکے لیئے نہیں بلکہ اپنی اغراض و مقاصد کی تکمیل اور خود اپنی تصرف
میں رکھنے کیلئے فتح کر رہا ہی اور اس امر کی تصدیق انکو خرطوم پر مصری جھنڈے کی ساتھ انگریزی علم کی بھی نصب کردیئے جانیسی بخوبی ہوگئی
ہے۔ پس مصریونکی خفیہ رنجیدگی کی ساتھ ہی فرانس و ٹرکی کی علانیہ رنجش سی اس فتح کا جسپر اسقدر خوشی ظاہر کیجا رہی ہی برٹش گورنمنٹ
کیلیئے مزید مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کرنیکا باعث ہوجانا کچھہ بعید از قیاس نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر انگریزی وزرا، اور لارڈ کرومر
اس حکومت کو خواہ وہ کیسی ہی سفاک ظالم اور وحشیانہ ہی کیوں نہ تہی اسطرح سے پامال کرنے کی بجائی نرمی و دلاسا و حکمت عملی سی
اپنا رفیق اور ساتھہ ہی افغانستان و مصر کیطرح اُسی شایستہ اور واقعی طاقتور بنانے کی کوشش کرتے تو وہ غالباً اس مدعا میں
باسانی کامیاب ہوجاتی کیونکہ یہہ اپنی قسم کا پہلا تجربہ نہ ہوتا۔ انگریز مدبرین درویشوں سی بدرجہا زیادہ وحشیونکو کئی مرتبہ رام کرچکے
ہیں اس تدبیر سی وہ افریقہ میں شمالاً جنوباً اپنا اقتدار قایم کرنیکے ارادونمیں بہی فایز المرام ہوجاتے، اور اونکی مخالفوں کو بھی انگلستان
کے برخلاف آزردگی ظاہر کرنیکا کوئی موقع نہ ملتا اور اسکی ساتھہ ہی ہماری فوجی قوت سوڈانی بہادروں کی شمولیت سی کئی
گنے زیادہ مضبوط ہوجاتی۔ مگر اب بمصداق ایک انگریزی مثل کی بیٹھے ہوئی دودہ پر افسوس کرنا فضول ہی مضے ما مضے درویش
سولہ برس حکومت کرکے جہانسی آئی تہی پہر وہین چلدئی باقی رہا اس انقلاب کا زمانہ کی امن کی لئے مبارک یا نحس ثابت ہونا۔ یہہ خداوند
کریم کی اختیار میں ہی جیسا چاہی کرے لیکن آثار بادی النظر میں اچھی نہیں رہگئی۔ مشرق اقصی میں تعلقات کئی دفعہ سخت نازک ہوچکے
ہیں اور پولیٹیکل شاطر اپنی چالونمیں بڑی سرگرمی سی مصروف ہیں۔ اس ہفتہ ادہر سی بھی انگلستان کی بہت بڑی کامیابی
کی خبر موصول ہوئی ہے۔ وزرائی انگلستان کو چند مہینوں سی شبہہ ہورہا تہا کہ چین محض روس یا فرانس کی اغوا یا دہمکی سی ہی
انگریزوں کی حقوق کو پامال نہیں کررہا۔ بلکہ کوئی اور بہی معشوق پس پردہ موجود ہی۔ آخر وہ لیہنگ چینگ گورنر جنرل صوبہ کین
ثابت ہوا۔ اسپر گورنمنٹ انگلشیہ نے گورنمنٹ چین سی اُسکی موقوفی کا مطالبہ کیا اور جنگی بیڑہ دیہائی دی بھیجدیا کہ اگر چینی ذرا
انکار کریں تو بندر ٹینٹسین وغیرہ پر گولہ باری کیجائی چینی گورنمنٹ اس غضب آلود دہمکی کی تاب نہ لاسکی اور لیہنگ چینگ جسکی ۱۸۹۶ء
میں روس جرمنی۔ فرانس انگلستان اور امریکہ میں شاہانہ مدارات کیگئی تہی موقوف کردیا گیا ہے۔ مگر فتح خرطوم کی طرح اگر

کامیابی سے بہی ہے۔ از مخالفین اور آگ بگولا ہوگئے ہونگے۔ اور یہ اغلب وجوہ وہ ہیں کہ پہنچائی کرلیکے کوئی دقیقہ کوشش اور جانبازی کا اُٹھا نہیں رکھینگے۔ اور ان دونو بظاہر مسرت آمیز خبروں کے ساتھ ہی کریٹ سے سخت ہولناک حوادث کی خبروں کو موصول ہوتے دیکہہ اگر یہ قیاس کرلیا جائے کہ ہمارے حریفوں نے اپنی چالوں کی ریشہ دوانی شروع کردی ہے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ آخرالذکر وقعات جیسے اچانک وقوع پذیر ہوئے ہیں ویسے ہی سخت اندیشناک ہیں اور مزید افسوس یہ ہے کہ انکی ابتدا ہمارے ہی فعل سے شروع ہوتی ہے جسنے ثابت کردیا ہے کہ گو دیگر معاملات میں ہمارے وزرا کیسی ہی دور اندیشی، تدبیر اور لیاقت سے کام لیتے ہوں۔ مگر مشرقی مسئلہ میں ان صفات سے بہت کم کام لیا جاتا ہے۔ انگورہ کی اخبارات کی طرز تحریر انداز اور لب لہجہ سے یہ علم ہوجانا چاہیئے تہا کہ ترک کریٹ میں ہر چہار دول یورپ (روس، انگلستان، فرانس اور اٹلی) کی دست اندازی اور مداخلت سے سخت بگڑ رہے ہیں۔ اور خلاف معمول دہمکیاں دینے تک اُتر آئے ہیں اس سے یہہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ انکے اخبارات کی جو ایسے ملک میں شایع ہوتے ہیں جہاں مطابع کی آزادی حاصل نہیں یہہ پرجوشی بے مطلب نہیں اور وہ ضرور اپنی حکومت کا عندیہ ظاہر کر رہے ہیں اور یہہ ایک معمولی فہم کا آدمی بہی سمجہہ سکتا ہے کہ ترکی ایسی سلطنت کا جو برسوں سے دلیری ظاہر کرنیکا نام بھی نہیں لیتی تھی۔ اسطرح بالواسطہ طور پر خلاف معمول اپنی ناراضگی کو ظاہر کرنا اس امر پر بہی دلالت کررہا ہے کہ وہ اپنے میں اس ناراضگی کو نباہنے کی طاقت پاتی ہے۔ ایسی صورت میں خواہ مخواہ امیر مقدم بنکر اس سلطنت کو اور برافروختہ اور زمرۂ مخالفین میں شامل کرنیکا باعث ہونا ہرگز دانائی کا فعل نہیں کہلا سکتا۔ کیا آرمینیا کے مسئلہ میں ہمیں روس اور فرانس کی رفاقت کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں ہوئی کہ پھر انہی کے ساتھ شامل ہوکر ترکو کے ایک اور علاقہ میں عملی دست اندازی کرنے سے پرہیز نہیں کیا جاتا۔ اگر امرائے بحر نے کینڈیا کے دفتر عشرات و محاصل پر تصرف کرنے کا فیصلہ کیا تہا تو اول تو یہہ کوشش کرنی واجب تھی کہ کسی اور سلطنت کے سپاہی اس کام پر مامور کئے جائیں۔ اور بفرض محال اگر ہمارے چالاک رقیب اسے منظور نہ کرتے تو خالص انگریزی دستہ کو بھیجنے کی بجائے چاروں سلطنتوں کے دستوں سے مساوی سپاہی اس کام پر لگائے جانے کا اصرار کیا جاتا۔ اور اغلب یقین ہے کہ اسی سے دوسری تینوں سلطنتوں کی نیک نیتی کی قلعی کہلجاتی۔ لیکن سب سے اول تو استحقاق وغیرہ کو الگ رکھکر یہی سوال ہوسکتا ہے کہ ہم کہہ کر خدائی فوجدار ہیں کہ دوسری سلطنتوں کے تنازعات بین رعایا و حکام میں دخل دیتے پھریں۔ اگر انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے یہہ کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے اپنی رعایا کی مصیبتوں اور افلاس کی بیخکنی واجب ہے۔ ماسوا ازیں ہمدردی اسکی کیجائے جو اسکا مستحق بھی ہو۔ کل منصف مزاج عیسائی علانیہ پکار رہے ہیں کہ کریٹ کے مسلمان برے سہی لیکن وہانکے عیسائی بھی ان مسلمانوں سے بدتر نہیں تو بہلے بھی نہیں پھر ایسے نالائقوں کے لئے اور بھی کیسوقت نہیں ایسے نازک موقعہ پر جبکہ ہم کو اپنے دوستوں کی تعداد بڑہانے یا کم از کم اپنے مخالفوں کی تعداد نہ بڑہنے دینے کی سخت احتیاج ہے۔ اس ضرورت کو نظرانداز کرنا کہاں کا تدبر ہے؟ افسوس! اس ایک غلط پالیسی سے صرف ایک چہوٹے سے بلوہ میں ہماری اتنی قیمتی جانیں ضایع ہوتی ہیں کہ ان سے کچہہ ہی زیادہ ایک وسیع ملک کی فتح میں اس واقعہ سے دو چار دن پہلے ضایع ہوئی تہیں، اور ابہی خدا ترکی گورنر کا بھلا کرے کہ وہ بروقت مدد لیکر آپہنچا۔ ورنہ یہہ تعداد جنگ ام درمان کے مقتولین و مجروحین کی تعداد کو ہی جا پہنچتی۔ اس جانی نقصان کے علاوہ جو سخت مشکل پیدا ہوگئی ہے وہ علیحدہ رہی۔ اب

اگر خاموش رہیں تو جگ ہنسائی ہوتی ہے۔ اگر انتقام کے درپے ہوں تو وہ بھی خالی از خطرہ نہیں۔

کریٹ کے مسلمان بھی آخر کسی بل پر اتنے بگڑے ہیں۔ مزید براں خواہ ترکی حکومت خاموش رہے کینڈیا کے مسلمانوں پر فوجی تشدد کئے جانے کی صورت میں وہاں کی ترکی فوج کا بھی پاس مذہبی اور قومی سے اپنے افسروں کے اختیار سے باہر ہو جانا بعید از قیاس نہیں کل کریٹ میں اسوقت تقریباً بیس ہزار ترکی فوج موجود ہے اور وہ صرف ساحلی قصبات میں مقیم ہے۔ اس تعداد میں سے یقیناً آٹھ نو ہزار فوج کینڈیا میں ہوگی اور دوسرے مسلمانوں کی تعداد بھی وہاں چالیس پچاس ہزار سے کم نہیں۔ اتنی بڑی جمعیت کو بزور شمشیر زیر کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہوگا۔

سول کا بیان ہے کہ اگر یورپین دول مسلمان بلوائیوں سے بدلہ لینا تو درکنار انکے سر سے اپنی حفاظت ہی اٹھالیں تو کریٹ کی فقط عیسائی ہی جو تعداد میں انسے پانچ گنا ہیں انکو کچل ڈالیں۔ مگر یہ انکی غلط فہمی ہے۔ اندرون جزیرہ میں عیسائی محض اسوجہ سے مسلمانوں پر غالب اور ان کی املاک و مکانات کو تباہ و ویران کر سکتے ہیں کہ وہاں مسلمان متفرق طور پر چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں آباد تھے۔ اب اسکے برعکس ساحلی قصبات میں وہ بتعداد کثیر موجود ہیں۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ انکے پاس اسلحہ وغیرہ بھی ضرور وافر موجود ہونگے۔ کیونکہ ترکی گورنمنٹ بظاہر خواہ کتنی ہی کیوں نہ دباؤ مانتی جاوے۔ وہ دل سے اس اجنبی مداخلت سے سخت ناراض ہے اور اسنے بالیقین ان مسلمانوں کو ہتھیار بہم پہنچادیئے ہونگے۔ جنکی معقول تعداد جواد پاشا فوجی گورنر پچھلے سال اپنے ساتھ لیتے گئے تھے اور بعد میں برابر ترکی گورنمنٹ سامان حرب وضرب اس مخالفت کے وقت تک جو چند ہفتے ہوئے امرائے بحریہ کی تھی کریٹ کو بھیجتی رہی تھی۔ پس خشکی پر مسلمانوں پر حملہ کرنیسے سخت کشت و خون کے بغیر کامیابی کی بظاہر کوئی امید نہیں باقی رہی جہازی گولہ باری سو یہ مسلّم ہے کہ اگر قلعے مضبوط ہوں تو اس سے انکو کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا یہ امر اسکندریہ کی ۱۸۸۲ء والی گولہ باری اور نیز ہسپانیہ امریکہ کی موجودہ لڑائی سے بخوبی پایہ تصدیق کو پہنچ چکا ہے اور کریٹ کی ساحلی قلعوں کی مضبوطی کل دنیا پر روشن ہے۔ جنپر علاوہ بریں گولہ باری کرنا ٹرکی سے علانیہ اعلان جنگ کرنے کے مساوی ہوگا۔ البتہ شہر کی دوسری عمارتوں کو بہت نقصان پہنچ سکتا ہے مگر یہ نقصان عیسائی مسلمان دونوں کے حق میں یکساں ہوگا۔ اور اگر بفرض محال صرف مسلمانوں سے خوب بدلہ بھی لیا گیا تو اس سے حاصل کیا ہوگا۔ اصل بحث یہ ہے کہ کریٹ سے ہماری کونسی تجارتی۔ ملکی۔ پولیٹیکل اغراض وابستہ ہیں کہ ہم اپنے لیے یہ بکھیڑا اور مفت کا دردسر سہیڑ رہے ہوئے ہیں۔ بہرحال مسئلہ کریٹ نے سخت خطرناک صورت اختیار کرلی ہے۔ جس سے اگر دول یورپ چاہیں تو کل دنیا میں عالمگیر جنگ کرادینے کا کام لے سکتے ہیں۔ اور اگر ابنائے زمانہ کی قسمت نیک ہے تو اسی کو کریٹ کی مخمصہ سے اپنی مخلصی کرانے کے لیے کافی وجہہ بنا سکتے ہیں واللہ علی کل شیء قدیر



ضمیمہ اول

بصرہ بغداد حلب لائن مشترکہ سرمایہ سے بنانیکی تجویز

[تجویز کی تحریک کیسے ہوئی]

اس تجویز کا میں پہلے حصہ کشتی شیلا و ویزین ذکر کرچکا ہوں علاوہ اوسوجہ کے جو حاشیہ مذکور میں تحریر کیگئی ہے اس تجویز کی متعلقہ تحریروں کو تاریخ محاربات تھسلی کے ساتھ بطور ضمیمہ درج کردینا اسلیئے بھی مناسب و زیبا ہے کہ در اصل اس تجویز کا محرک بھی یہی محاربہ ہوا تھا کیونکہ محاربہ سے فارغ ہوکر جب سلطنت سنیہ نے بحری اصلاح و استحکام کیطرف توجہ کی تو نومبر ۱۸۹۷ء میں یہ افواہ عام مشہور ہوگئی کہ روس نے باب عالی کو لکھا ہے کہ اگر یہ تیاریاں ملتوی نہ کیگئیں تو روس تاوان جنگ کی سابقہ اقساط کے بقایے کا فوراً مطالبہ اور تقاضا کریگا اور اس دہمکی کیوجہ سے ٹرکی نے بحری تیاریوں کو ملتوی کردیا۔ اس خبر وحشت اثر[1] سے لازمی طور پر اکثر محب قوم مسلمانوں کو جنہیں تھسلی کے نہ ملنے کا پہلے ہی کچھہ کم صدمہ نہ تھا سخت ملال پہونچا۔ چنانچہ ایک غیور و باحمیت بزرگوار نے دسمبر ۱۸۹۷ء کی آخری ہفتہ میں ان دہمکیوں کی انسداد کی متعلق ایک تجویز پیش کی جسکو خاکسار نے ناپسند کرکے اوسکے عوض مندرجہ عنوان تجویز کو پیش کیا۔ اور ۲۷ دسمبر ۱۸۹۷ء سے یہ بحث شروع ہوگئی اور قاہرہ کی نامور روزانہ اخبار المؤید اور دیگر معزز و معتدبہ مصری و شامی اور ترکی اخبارات نے اوسکی بڑی جوشی سے تائید کی۔ ان سب اخبارات کی تحریروں کے لیئے گنجایش نکالنا مشکل ہے۔ علاوہ بریں اونکے خیالات اور آرائ کا خلاصہ وکیل کے متعدد مضامین میں ضمناً درج ہوچکا ہے اسلیئے صرف وکیل ہی کے مضامین کے اندراج پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

محولہ بالا بزرگوار محرک تجویز کا خط مع ایڈیٹوریل ریمارک جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۷ء کو وکیل میں شایع ہوا حسب ذیل ہے

"اعانت عسکریہ کے لیئے امیر المومنین کے زیر صدارت جو کمیٹی قسطنطنیہ میں قایم ہے اوسے کیوں نہیں بڑے سکیل پر بڑہا کر کل دنیا کے مسلمانوں کو روس کے بقایا تاوان جنگ تعدادی تین کروڑ پونڈ کی بیباقی کے لیئے روپیہ جمع کرنے کی ترغیب دیجاتی کہ اوسکا روپیہ ادا کرکے آیندہ کے لیئے اوسکی دہمکیوں اور رکاوٹوں سے خلاصی پائیجائے۔ مسلمان بخیل نہیں ہیں اونسے کوئی

---

[1] اس افواہ کی گو بعد صریح طور روسی گورنمنٹ نے باضابطہ تردید کردی مگر اسمیں کچھ کلام نہیں کہ روس کے ہاتھہ میں ٹرکی کو دبانے کے لیئے بقایا کا مطالبہ بھی کچھہ کم زبردست آلہ نہ تھا۔ روسی تاوان جنگ کی مقدار و اقساط کی کیفیت واقعات روم اور ٹرکی کی موجودہ حالت وغیرہ میں مشرح بیان ہوچکی ہے مختصر یہ کہ سابقہ قسطوں میں سے تقریباً ۳۰ لاکھہ پونڈ بقایا رہ گئی تہی چنانچہ معمولی سالانہ قسط کے علاوہ اس بقایا کی ادائگی کیلیئے بہی ۱۸۹۸ء کے وسط میں فریقین میں قرارداد ہوگئی۔ اور اس رقم کی ادائگی کا عثمانیہ بنک کفیل ہوگیا۔

لینے والا ہونا چاہیئے۔ مسلمانانِ عالم کی حالت کو ہندوستان کے مسلمانوں سے قیاس کرنا درست نہیں۔ یہہ زیادہ مفلس اور کم الداہیں۔ کمیٹی مذکور اگر مین تک ایجنسیاں قایم کردے اور اسلامی اخبارات میں مسلمانوں کو تحریک دیجاے تو روپیہ کی فراہمی چنداں مشکل نہیں ہوگی؟

نامہ نگار موصوف کی حب قومی اور پرجوشی قابل تحسین ہے۔ لیکن اگر اس دعا میں کامیابی بھی ہوجائے اور زرِ مطلوبہ فراہم بھی ہوجائے تو روس کو یکمشت تین کروڑ پونڈ ادا کردینا بالکل دانائی سے بعید ہے وہ ٹرکی سے محض تین لاکھ بیس ہزار پونڈ سالانہ لینے کا مستحق ہے۔ اور یہہ رقم ایسی نہیں جو ٹرکی ادا نہ کرسکتی ہو۔ تین کروڑ پونڈ کی اوسط سالانہ آمدنی کم از کم ۱۲ لاکھ پونڈ ہوتی ہے۔ کجا بارہ لاکھ سالانہ اور کجا سوا تین لاکھ مگر ہمارے نامہ نگار چونکہ مسلمان ہیں اونکو یہہ خیال بھی نہ گذرا ہوگا کہ جو رقم وہ یکمشت روس کو دینا تجویز کرتے ہیں اُسکا سالانہ سود کیا ہوگا۔ تاوانِ جنگ کا مسئلہ ٹرکی کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ خلافت کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور اسلیئے اسکے لیئے مسلمانانِ عالم سے التجا کرنا کسیطرح مناسب نہیں۔ ہاں اگر خداوند کریم مسلمانانِ عالم کو اجتماع و اجتہاد کی توفیق عطا کردے۔ اور وہ ملکر کسی کام کے کرنے کے قابل ہوجائیں تو زیر بحث تجویز کی بجائے یہہ تجویز زیادہ عمدہ ہوگی کہ قسطنطنیہ میں بغداد سے براہ دمشق حرمین شریفین و یمن تک ریلوے لاین بنانے کیلئے ایک عالیشان کمپنی امیر المومنین کے ظل حمایت میں مشترکہ سرمایہ سے قایم کیجائے جسمیں کل دنیا کے مسلمانوں کو اُسمیں شریک ہونیکی دعوت کیجاے اور حصص کی قیمت اتنی رکھی جاے کہ متوسط الحال اشخاص بھی اوسمیں شریک ہوسکیں یہہ لاین ڈیڑہ دو کروڑ پونڈ کے سرمایہ سے دو تین برس کے اندر بخوبی تیار ہوسکتی ہے اور اس سے بمصداق ہم خرما و ہم ثواب[۱] * * * * * * * * * * * * * * * * * * ایک تو حرمین شریفین کا راستہ قریب و محفوظ ہوجائیگا۔ دوسرے مسلمانوں کا روپیہ ایک ایسے کام پر لگیگا۔ جس سے ہمیشہ معقول آمدنی ہوتی رہیگی۔ پھر اس لاین کے منافع سے جو کسی صورت میں ۱۰ فیصدی سے کم نہ ہوگا۔ اگر حصہ داران کمپنی مناسب سمجھیں تو روس کی تاوان کی قسطیں تین لاکھ پونڈ ادا کردیا کریں جسکی ادائگی کے بعد بھی اونکو چار فیصدی کی اوسط سے منافع ملتا رہیگا اور سرمایہ بدستور قایم موجود رہیگا۔ اور اتنی بڑی لاین کے جاری ہوجانے سے

---

[۱] اسی اخبار کے ایک اور نوٹ میں حاجیوں کی صعوبتوں کے متعلق جو بیان کیا شایع ہوا تہا

جریدۃ الغرا طرابلس بلاد عثمانیہ افریقہ کے حاجیوں کے مصایب عدیدہ کے حالات جو اونکو عیسائی کمپنیوں کے جہازوں اور طول کے قرنطینوں میں بسر داشت کرنی پڑتی ہیں نہایت پُردرد اور رقت انگیز پیرایہ میں بیان کرکے اپنے ہموطنوں کو نصیحت کرتا ہے کہ وہ کیوں بحری سفر کو چھوڑ کر دمشق کا پرانا راستہ اختیار نہیں کرتے جہاں سے اب بھی ہر سال برابر حرمین شریفین کو محمل شریف لیکر قافلہ روانہ ہوتا ہے۔ اور امیر المومنین کیطرف سے ایک اعلےٰ عہدہ دار معہ فوج حاجیوں کی آسایش اور حفاظت کیلیے ہمراہ رہتا ہے۔ مالکان جہاز حاجیوں کے ساتہہ حیوانوں سے بدتر سلوک کرتے ہیں اور اونکی بدسلوکی کے علاوہ جہازوں پر اس کثرت سے غریب حجاج کو بہر دیتے ہیں کہ اونکو رکوع و سجود کیلیے بھی جگہہ نہیں ملتی۔ اور طہارت و پاکیزگی کا مطلقاً انتظام نہیں ہوسکتا۔ خشکی کے راستہ ان تکالیف کا نام و نشان نہیں اور اسلامی حمایت میں ہونیکا فایدہ علیحدہ رہا۔ بحری سفر میں بڑی آسانی یہہ ہے کہ رستہ جلد طے ہوجاتا ہے۔ مگر مالکان جہاز کی حرص و طمع نے اس فایدہ کو موہوم بنا رکھا ہے۔ حاجی تو اس خیال سے جہاز پر سوار ہوتے ہیں کہ وہ کل روانہ ہوجائیگا۔ مگر کپتان مزید سواریوں کی طمع سے وقت سے پندرہ پندرہ دن بعد تک ملنے کا نام نہیں لیتے۔ اور اس اثنا میں دن کی دہوپ اور رات کی سردی اور شبنم سے وہ متعدد امراض کے شکار ہوجاتے ہیں۔ ہمعصر موصوف کی تحریر ظن غالب ہے کہ جہاز کے

کئی ہزار مسلمانوں کیلیے جو معاش کی سبیل ہو جائیگی، اور عراق عرب کی کئی لاکھ ایکڑ بنجر اراضی سہل الحصول اور قابل کاشت ہوسکیگی وہ منفعتیں ابہی علیحدہ ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری ترکی معاصرین۔ رجال حکومت سنیہ اور بالخصوص ازنیل حسین کامی بے افندی ترکش قونصل متعینہ کراچی اس تجویز کو باقاعدہ قالب میں ڈہالکر اوسپر عملدرامد کرنے کی ضرور کوشش کرینگی جسپر مسلمانان عالم کا استحسان

ترکی ریلوی لائنیں ناظرین کو یہہ معلوم ہیکہ گورنمنٹ ٹرکی نے اپنی ملک میں توسیع ریلوی کیلیے اکثر موجودہ کمپنیوں سے اقرار کر رکہا ہیکہ اگر اُن کو لاین سے سالانہ آمدنی فی میل کی اوسط سے مقررہ رقم کے برابر نہو تو کمی خزانہ سے پوری کردیجائیگی۔ اناطولین ریلوی کمپنی کا کئی لاکھ پونڈ کا مطالبہ اسی کمی سے جمع ہوتا گیا ہے۔ مگر ۱۸۹۷ء میں اب پہلی دفعہ اپنی ملک کی ایک ضمانتدار کمپنی سے گورنمنٹ عثمانیہ کو مالی فایدہ پہونچا ہے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہیکہ حیدر پاشا اسمد لاین کا اجارہ جو ۹۲ کیلومتر لنبی ہے ۴ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو ورٹمبرگ (جرمنی) کی بنک ورنیز کی ڈائرکٹر مسٹر الفرڈ کو لا کو جو ڈوشی بنک کی قایم کردہ کمپنی کے نائب کی حیثیت میں باب عالی سے نامہ و پیام کر رہا تہا اس شرط پر دیا گیا کہ گورنمنٹ فی کیلومتر دس ہزار تین سو فرنیک کل آمدنی ہونے کی ضمانت کرتی ہے۔ یعنی اگر اس سے کم ہو تو خزانہ سے پوری کردیجائیگی۔ ۲۳ مارچ ۱۸۹۹ء کو مسٹر مذکور نے اپنا اجارہ اناطولین ریلوی کمپنی کے پاس فروخت کردیا اور اوسنے باب عالی سے اسمد سے انگورہ تک لاین بڑہانیکا اجارہ پندرہ ہزار فرنیک سالانہ فی کیلومتر کی ضمانت ملنے پر لیکر ساتہہ ہی یہہ اقرار کیا کہ اگر حیدر پاشا سے لیکر انگورہ تک یعنی کل لاین کی آمدنی بحساب اوسط فی کیلومتر دس ہزار تین فرنیک سے زیادہ ہو تو جسقدر رقم زیادہ ہو وہ پہلی ۹۲ کیلومتروں پر پہیلا کر خزانہ عثمانیہ کو دیجائیگی ۱۸۹۷ء میں کل لاین پر بحساب اوسط ۱۳۵۵۸ فرنیک فی کیلومتر یعنے لاین کی پہلی جنکی ضمانت سے ۳۲۵۸ فرنیک زیادہ ہوئی۔ پس ۳۲۵۸ × ۹۲ = ۲۹۹۷۸۰ فرنیک خزانہ عثمانیہ کا حق ہوا۔

اس ضمانتی طریقہ کی طرفدار استدلال کر رہی ہیں کہ گورنمنٹ ضمانتیں دیکر لائنوں کی توسیع کی کوشش کرے۔ کیونکہ ۱۸۹۷ء کی حالات سے واضح ہوگیا ہے کہ اس طریق سے ملک میں آمد و رفت کے ذرایع کی وسیع ہونے کی علاوہ خود گورنمنٹ کو بہی مالی منفعت ہوسکتی ہے لیکن

بقیہ صفحہ گذشتہ) اوسکے ابنائے وطن کا تعلق ہے بے اثر نہ رہیگی۔ مگر افسوس بلاد ہند و ملایا اور مغرب الاقصے اور الجزائر وغیرہ کی مسلمان دمشق کی رستہ سے بہت کم مستفید ہوسکتے ہیں بلکہ ہندی حاجیوں کو اوسکی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اگر اون قواعد پر جو گورنمنٹ عالیہ ہند نے اونکی آسایش کیلیئے وضع کرکے طامس کک کمپنی کو اونکا پابند کیا تہا۔ لیکن جیسا کہ عموماً دیکہا جاتا ہے قواعد کا وضع کرنا تو آسان ہے مگر انسان کی فطرتی کمزوری کی وجہ سے اونپر پورا پورا عملدرآمد بالعموم بہت کم ہوتا ہے۔ اسلیئے اگر ایسے ہندی حاجی جنکے پاس وقت کافی اور زادراہ معقول موجود ہو۔ ہندی بنادر سے روانہ ہوکر جدہ کی بجائے بغداد و بصرہ جا اتریں اور وہاں سے دمشق یا شمالی عرب کے رستہ میں حرمین شریفین جائیں تو بحری سفر کی تکالیف اور مالکان جہاز کے جور وظلم سے بچنے کے علاوہ تقریباً کل اسلامی مقدس مقامات کربلائے معلے مدینہ منورہ مکہ معظمہ و دمشق اور اگر ذرا ہمت کریں تو بیت المقدس کی بہی زیارت سے مستفیض ہوسکتے ہیں۔ اور جسوقت اسکندرون بغداد ریلوے تیار ہوگئی جسکا اجارا غالباً عنقریب ایک کمپنی کو ملنیوالا ہے اور اجارہ کی مطابق جو چار پانچ برسوں میں تیار ہوجائیگی تو اوسوقت کل ایشیائی حاجیوں کیلیئے اس رستہ سے بہتر کوئی راہ نہیں ہوگا

یہ اونکی صریح غلط فہمی ہے۔ اناطولین ریلوی کے حالات کسی پچھلے ہفتے میں بالوضاحت درج کرکے ہم بتلا چکے ہیں کہ عموماً ایسی کمپنیاں ضمانت کا ٹھیکہ کرکے اپنی آمدنی کو بڑہانے سے پہلوتہی کرتی ہیں وہ اوسکے لیے کوئی تدبیر یا کوشش نہیں کرتیں۔ اور اون کی غفلت اور سہل انگاری سے ملک کی زراعت اور تجارت کو فایدہ کی بجائے سخت نقصان پہونچ رہا ہے۔ اس سال آمدنی کا اضافہ محض فوجوں کی نقل و حرکت کی وجہہ سے ہوا ہے۔ لیکن اگر اونکو لیجانا بہی کمپنی کا اختیاری معاملہ ہوتا تو اناج کے انباروں کیطرح پلٹنیں بہی مہینوں تک سٹیشنوں پر بیٹھی رہتیں۔ اور اونکو منزل مقصود تک پہونچانیکا کوئی انتظام نہ کیا جاتا۔ پس یہہ تین لاکھ فرینک بہی فی الحقیقت گورنمنٹ کو بطور صدقہ آمدنی نہیں ملے۔ بلکہ اونہی کئی لاکھ پونڈوں میں سے جو بطور کرایہ کمپنی کو دی گئی۔ دس بارہ ہزار پونڈ واپس ملگئے ہیں۔ ہاں اس سال اتنا فایدہ ضرور رہا کہ پہلے ضمانت کی کمی بلا معاوضہ ادا کیجاتی تہی۔ اب وہ کمی فوج کے کرایہ کی صورت میں ادا کردیگئی۔ برخلاف اسکے جن معدودے چند (مثلاً سمرنا ایدن ریلوی) کمپنیوں کے ساتھ ذمہ واری نہیں کیگئی۔ وہ اپنی آمدنی کو بڑہانے کے لیے دن رات سرگرمی کے ساتھ محنت کرتی رہتی ہیں۔ اس سمرنا ایدن کمپنی کی ہفتہ وار آمدنی چند برس ہوئے شروع شروع میں ڈیڑہ ہزار پونڈ سے زیادہ نہ تہی جواب بالاوسط آٹھ نو ہزار پونڈ ہے۔ لیکن اسصورت میں بہی ترکوں یا اہالی ملک کو کچھہ خوشی نہیں ہوسکتی۔ یہہ لاکہا روپیہ ہر ہفتہ غیر قوموں اور غیر ملک میں کہنچا چلا جارہا ہے۔ اور بلحاظ تجارت بہی دوسرے ملکوں کو ہی فایدہ پہونچ رہا ہے کہ ٹرکی کی پیداواریں اب اونکو پہلے کی نسبت سستے داموں ملجاتی ہیں۔

ریلوے لائنیں صرف اوسی صورت میں سیاسی۔ تمدنی۔ تجارتی و جنگی لحاظ سے فایدہ مند ہوسکتی ہیں۔ جبکہ وہ اپنے سرمایہ سے تیار کیجائیں اور اونکا اہتمام اُن شخصوں کے ہاتھہ میں ہو جنکو ملک کی بہتری سے خاص دلی تعلق ہو۔ مگر افسوس جب کہ دول یورپ بڑی بڑی مکر و فریب اور حیلوں سے ممالک غیر میں ریلوے لائنوں کے اجاروں کے ملنے کی سعی و کوشش کررہی ہیں۔ خود اون ممالک کی گورنمنٹیں اور باشندے خواب خرگوش میں پڑے ہوئے ہیں اور جبتک وہ خود اپنے سرمایہ اور اپنی ہمت سے کام لینا نہ سیکہینگے یہہ خرابیاں دور ہونے کی بجائے دن بدن زیادہ ہوتی جائینگی اور کمزوری و انحطاط میں اضافہ ہوجائیگا۔

اور ایشیائی ممالک کو چہوڑ کر ہم اس بحث کو صرف ٹرکی تک محدود رکہتے ہیں۔ جس ملک میں ابہی ان کاموں کے لیے بڑا وسیع میدان کہلا پڑا ہے۔ ترک یا مسلمان ابہی ایسے نادار نہیں کہ وہ مشترکہ سرمایہ سے ایک اچہی بڑی لاین بنانے کے لیے روپیہ نہ رکہتے ہوں۔ کمی فقط توجہ کی ہے جو لاعلمی اور بدبختی سے پیدا ہورہی ہے۔ اس بارہ میں معلوم ہوتا ہے کہ منشاء ایزدی کو بہی کچھہ دخل ہے اور تقدیر نے بڑے بڑے سمجھداروں کی عقل پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ کچھہ عرصہ ہوا ہے نے ۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کے وکیل میں انہی کمپنیوں کا ذکر کرتے ہوئے خیر خواہان قوم کو توجہ دلائی تہی کہ ایک عیسائی انگریز کمپنی بندر سعید سے بصرہ و کویت تک ریلوی لاین کا اجارہ ملنے کی کوشش کررہی ہے۔ لیکن اگر کل اسلامی ممالک کے مسلمان اس مجوزہ لاین سے جو سوائے ہندوستان اور بحیرہ روم کے درمیان سلسلہ آمد و رفت قایم کردینے کے اور کسی مصرف کی نہیں ہوسکتی۔ کسیقدر اوپر بصرہ سے بغداد اور بغداد سے خواہ براہ موصل اور خواہ براہ رہت حلب و سکندرون تک جو بحیرہ روم پر مشہور بندرگاہ ہے۔ اور پہر حلب سے براہ دمشق حرمین کو ریلوے لاین بنانے کیلیے مشترکہ سرمایہ سے ایک کمپنی قایم کریں۔

تو اس سے اونکو بے انتہا فوایدپہونچ سکتے ہیں ان فواید کی بھی اوس مضمون میں مجملاً تشریح کردیگئی تھی۔ اس تجویز کیطرف تو کسی نے توجہ نہیں کی۔ مگر عیسائیوں کی خوش قسمتی سے انہی دنوں بمبئی کے مشہور محب قوم اور متمول عرب سوداگر مسٹر عبداللہ بدالدین تور صاحب نے جنسے مسٹر ایگزنیڈر محمد رسل وب امریکن نو مسلم کو بہت قیمتی امداد پہونچی تھی۔ حیدرآباد دکن میں وہاں کی چند سرآوردہ امرا کا جلسہ کرکے یہہ ریزولیوشن پاس کرایا کہ مسلمان نواب وزیر ہند کو تاکید کریں کہ وہ باب عالی سے متذکرہ صدر عیسائی کمپنی کو اجارہ دلوا دینے کی کوشش کریں!!!

افسوس جب ایسے عالی دماغ بلند ہمت و تعلقدار صاحب ثروت مسلمانوں کی ہمت و کوشش صرف ایک عیسائی کمپنی کی اخلاقی امداد کرنے تک محدود ہے تو عوام سے کسیطرح کی شکایت اور اپنی بدقسمتی۔ افلاس اور نامرادی کا گلہ کرنا سرے سے ہی فضول ہے اس مجلس میں مسٹر ممدوح کے علاوہ کئی اور ایسے خداوندان نعمت موجود ہیں کہ اگر چاہیں تو اون میں سے ایک ایک شخص تنہا اس کام کیلیے سرمایہ بہم پہونچا سکتا۔ مگر اسلامی سرمایہ سے کسی کام کو شروع کرنے کی سوجہہ تو دور کی بات تہی مسٹر عبداللہ صاحب نقشہ کو بغور دیکھنے کی تکلیف تک گوارا نفرماسکے ورنہ اُنپر فوراً واضح ہوجاتا کہ عیسائی کمپنی کی جس مجوزہ لاین (بندر سعید سے براہ الجوف بصرہ یا کویت تک کی وہ تائید کر رہے ہیں) اوس سے مسلمانوں کو مذہبی یا تجارتی کوئی فایدہ نہیں۔ اسکے ساتھ ہی ایک سرسری نظر سے اونکو معلوم ہوجاتا کہ کونسی لاین یہہ سب مقاصد پورے کرسکتی ہے۔ اور اسوقت وہ یقیناً وہی خط تجویز کرتے جو وکیل میں درج ہوچکا ہے۔

جلسہ مذکورہ کی روئداد معزز ہمعصر جریدۂ روزگار سے پڑھکر ہمکو سخت رنج ہوا اور اوسی رنج و افسوس کی حالت میں مسٹر عبداللہ صاحب اور دیگر چیدہ شرکاء جلسہ کو جنمیں ہمعصر مذکور کے مالک بھی شامل تھے مفصل عریضے لکھکر التماس کیا گیا کہ ایک غیر قوم کی کمپنی کی مدد کرنے کی بجائے اگر اسموقعہ سے فایدہ اُٹھاکر اسلامی کمپنی بنانے کی تحریک اور کوشش کیجائے تو اون صاحبوں کی شان کو زیادہ شایان ہوگا مگر سوا ایک صاحب کے جنکی تحریر بہت کچھہ حوصلہ دلانیوالی ہے اور کسی صاحب نے ابتک جواب سے بھی مشکور نہیں فرمایا۔ شاید اونکا بلند منصب اور تمول کسی قومی تحریک کی تائید میں دو سطریں لکھنے کی زحمت اُٹھانے کو بھی کسر شان سمجھتا ہوگا۔ بہرحال مسٹر عبداللہ بدرالدین صاحب سے جو سمعاملہ میں بہت سرگرم معلوم ہوتے تھے۔ اور نیز جریدۂ روزگار کے اولوالعزم پروپرائٹر سے جو خدمت قوم و ملت میں شہرۂ آفاق ہیں ایسی لاپروائی کی ہرگز امید نہ تھی۔ اور ان باتوں کو مدنظر رکھکر ہمیں مجبوراً یقیاس کرنا پڑتا ہے کہ کم از کم ان دونو صاحبوں کو ہمارے عریضے نہیں ملے ہونگے ۔ اسی لئے اسدفعہ بذریعہ اخبار انکو مخاطب کرکے دیگر بہی خواہان ملک آنریبل حاجی محمد اسمعیل صاحب حاجی بادشاہ صاحب ترکی قونصل مدراس و دیگر صاحبان کو بھی بالخصوص اسطرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ اسبارہ میں اڈیٹر وکیل کو اپنی رائے سے مطلع فرمانے سے دریغ نہیں فرمائینگے۔ جسکا ارادہ ہے کہ اگر مناسب تعداد ابنائے ملک کی ادہر سے متفق الرائے ہوجائے تو وہ اس تجویز کی تکمیل کیلئے باقاعدہ کارروائی کا آغاز کردے۔ والسلام علے من اتبع الہدے۔ (۱۱ فروری ۱۹۰۷ء)

بغداد دمشق کی مجوزہ ترکی ریلوی لاین کے متعلق وکیل پہلے دو دفعہ مفصل تحریر کرکے ابنائے ملک اور اسلامی معاصرین کو اس نہایت ہی مفید اور کارآمد اہم کام کو جس سے

اسقدر فایدی مترتب ہوسکتی ہیں کہ احاطہ بیان سی باہر ہیں۔ اسلامی مشترکہ سرمایہ سی تیار کرنے کی صلاح دیچکا ہی۔ مگر افسوس اب تک
کسی فرد یا اخبار نی اسطرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ اُن اصحاب و اخبارات کو جنہوں نے اسمعاملہ میں کچہہ دلچسپی ظاہر کی تہی اگر گو وہ دلچسپی ایک
عیسائی کمپنی کو زبانی امداد دینی تک ہی محدود تہی) اسموار مخاطب کرکے اسطرف توجہ دلانے کی کوشش کیگئی تہی۔ یہہ درست ہی کہ مسلمان
ہند عموماً نادار ہیں۔ مگر انمیں ابہی کئی ایسی ہی مالدار ہیں جو لاکہوں اور کروڑوں روپیہ رکہتے ہیں۔ اور وہ روپیہ یا تہ خانوں میں
بے مصرف بند پڑا ہے یا رفتہ رفتہ خرافاتیوں میں صرف ہو رہا ہی یا بڑی بات ہوئی تو اسکا کچہہ جزو دیا تو اسلامی احکام محکم کی صریح خلاف
ورزی کرکے سودی چلایا جا رہا ہی۔ یا کسیقدر داخلی تجارت پر لگا ہوا ہی۔ لیکن اگر یہی روپیہ ممالک غیر میں کار آمد کاموں پر لگایا
جائی تو معقول آمدنی دینی کی علاوہ اس سی ہم میں وہی سپرٹ مستعدی معاملہ فہمی اور امنگ پیدا ہوسکتی ہے جو آجکل یورپین قوموں
کو بیتاب کر رہی ہی۔ اور اس ایک ہی امر سی ہماری لیئے ترقی کی سینکڑوں راہیں کہل سکتی ہیں۔

اسی اخبار میں اوپر کسی جگہہ برٹش گائنا کے افغان سوداگر میاں گل محمد خانصاحب کا مختصر حال مندرج ہوچکا ہے۔ اگر وہ اپنا
سرمایہ ملک سی باہر نہ لگاتی اور باہر نکلنے کی ہمت نہ کرتے تو غالباً آج اونکو یہی معلوم نہوتا کہ قومی ہمدردی کس جانور کا نام ہے۔ اور نہ
اونکو استطاعت ہوتی کہ ۲۳ ہزار روپیہ اس فراخدلی سی ایک مسجد کی تعمیر کیلیئے دیدیں۔ ہندوستان میں بچہ بچہ کی زبان سی جو قومی ہمدردی
کا لفظ سنا جاتا ہی وہ ہمدردی نہیں بلکہ اوسکا مضحکہ ہی۔ ہمدردی وہی ہوسکتی ہی جسکا کچہہ عملاً بہی وجود ہو۔ ہندوستان میں بہی ہزاروں
نئی مسجدیں ہر سال تیار ہوتی ہیں۔ مگر جس غرض اور مقصد کیلیئے جارج ٹون کی مسجد بنائی گئی ہے۔ اوسکا ہندوستان کی بانیان مساجد
کو کبہی خواب میں وہم گمان نہ گذرا ہوگا۔ لیکن اگر ہندوستانی مسلمان بکثرت اپنا سرمایہ ممالک غیر میں لگانیکے معتاد ہو جائیں تو ہر
سال ہزاروں گل محمد تیار ہو سکتے ہیں۔ خیر یہہ تو جملہ معترضہ تہا۔ مزید افسوس یہ ہی کہ اصحاب متمول تو خاموش رہی ہی تہی۔ متوسط الحال
جماعتوں کی اراکین نی بہی اسطرف کوئی خیال نہیں کیا۔ اور جس قوم کی درمیانی درجہ کی لاپروائی اور بیحس و حرکتی اسدرجہ تک پہونچگئی
ہو اُسکی موت میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ یہی جماعتیں قوم کی ریڑہ کی ہڈی اور اُسکی ترقی یا تنزل کا باعث ہوتی ہیں
اعلے رؤسا اور متمولین کو مصلحین ہمیشہ نظر انداز کرتے آئی ہیں۔ یا کم از کم یہ کہ قومی عروج کیلیئے اونکی رفاقت اور معاونت کو ضرور
لازمی تصور نہیں کیا گیا۔ مگر متوسط اور اعلے جماعتیں تو درکنار یہاں کی اخبارات پر بہی جنکو قومی اور ملکی خدمت اور اصلاح کا دعوے
ہے۔ کچہہ ایسی مُردنی چہائی ہوئی ہی کہ اونہیں کسی بڑی کام کو خود اختیار کرنے یا قوم کو اوسکے اختیار کرنے پر مجبور کرنے کی جرات ہی
نہیں پڑتی۔ سب سے زیادہ افسوس ہمکو اپنی معاونین پر ہی۔ اُن سب کا زبانی ادعا یہی ہی کہ وہ قوم کے بڑے خیرخواہ اور قومی معاملات سے
کمال دلچسپی رکہتے ہیں۔ مگر ایک یا دو کی سوائی گیارہ سو میں سی کسیکو اس کام کی تکمیل کی کمر ہمت باندہنا تو خیر اپنی رائے ظاہر کرنے کی بہی توفیق
نہیں ہوئی۔ وہ شاید تین چار کروڑ پونڈ کا نام سنکر گہبرا گئے ہونگے۔ اور جیسا کہ ہمارے ایک کرمفرما نے پچہلے ہفتہ کی اخبار میں لکہا تہا اسی شیخ
چلی کا خواب سمجہہ بیٹہے ہونگے۔ لیکن اگر وہ کل دنیا کی صرف اونہی مسلمانوں کی تعداد کیطرف خیال کرلیتے جو اخبار بینی کا مذاق یا دنیا کی معاملات
سی خبر رکہتے ہیں تو اس تعداد کی مقابلہ میں یہہ رقم اونکو بالکل حقیر دکہائی دیتی بلکہ اسی تعداد کو ملحوظ رکہکر ہمنے اون پرائیویٹ خطوط میں جو بعض

اصحاب کو لکھی گئی تہی یہہ رائے ظاہر کی تھی کہ اگر خداوند کریم کی تائید سے اس کام کی تکمیل کیلئے کوئی باضابطہ انتظام ہوجائے تو کسی شخص کو پانچ ہزار سے زیادہ کے حصے اس اسلامی سرمایہ سے خریدنیکی اجازت نہ دیجائے۔ تاکہ بکثرت مسلمان اسمیں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق شریک ہوسکیں اور کثیر التعداد مسلمانوں کو قومی ترقی اور فلاح کی ترغیب پیدا ہوسکے اس تجویز کا ممکن العمل بلکہ سہل الحصول ہونا اسی سے واضح ہو رہا ہے کہ صرف وکیل کے معاونین میں سے ہر ایک بالاوسط اگر دو دو سو روپیہ کے حصص خریدے تو اڑہائی لاکھ کے حصے بک جاتے ہیں۔

اس دوستانہ شکوہ شکایت کے بعد ہم اپنے اہل وطن اور اصحاب ثروت کو خوشخبری سناتے ہیں کہ ہماری یہہ تجویز جیسا کہ اونکو گمان ہے شیخ چلی کے خوابوں کے مشابہ نہیں اسکے پورا ہوجانے کی پختہ امید ہوگئی ہے بلکہ اب الٹا یہہ اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ کہیں ہمارا یہہ اصل منشا کہ کافہ مسلمین کو اسمیں شریک ہونیکا موقعہ ملے) مفقود نہو جائے۔ اور معدودے چند متمول مسلمان ہی اس کام کو اپنے ذمہ لیلیں تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ تبذریعہ اخبار لطنبائے ملک اسعد بیگم ہمارے ممالک کے ہمدردان قوم و ملک اصحاب معاصرین کو اسطرف توجہ دلانے کے ساتھہ ہی چند جاہ اور حضرات کو پرائیوٹ خطوط بھی اس بارہ میں تحریر کئے گئے تھے خداوند کریم کے فضل و کرم سے وہ بے اثر نہیں ہے۔ جیسے کہ وہ خطوط اور معروضات جو اہالی ملک کی خدمت میں کیے گئے تھے مصر کے متقدر اور سربرآوردہ روزانہ اخبار المؤید نے اس معاملہ کو بڑے شوق سے اپنے ذمہ لیکر کل عربی دان مسلمانوں کو ترغیب دینی شروع کردی ہے اور خود بلاد عثمانیہ میں ہماری تحریرات کا یہہ اثر ہوا ہے کہ فی الواقع وہاں اسغرض کیلئے ایک کمیٹی بہی قایم ہوگئی ہے۔ اور کچھہ عرصہ ہوا ہمنے بحوالہ ٹائمز جو یہہ خبر لکہی تہی کہ بابعالی نے انگریزی جرمن کمپنیوں کو ریلوے لائنوں کے اجارہ نہ دینے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اوس ممانعت کی وجہ بہی در اصل یہی اسلامی کمیٹی ہے۔ چنانچہ اسبارہ میں ہمارے ایک عنایت فرمانے جو شروع ابتدا میں مسلمانوں کی کم ہمتی اور لاپروائی پر غور کرکے ہماری تجویز کی کامیابی کو مشتبہ خیال کرتے تہے مگر بعد میں متفق الرائے ہوکر پورے ساعی ہوئے۔ طرابلس الشام سے جو خط روانہ کیا ہے اوسکی عبارت متعلقہ بعینہ ذیل میں درج کردیجاتی ہے۔

"درخصوص مسئلہ شمندفر (راہ آہن) بنابر امر جناب عالی بسیار تحقیقات آں کوشیدم۔ و موافق نیت آں صاحب سعی بلیغ نمودم عاقبت الامر معلوم شد کہ مطلقاً درجیلت آنجناب توہ ولایت مرکز۔ واز مدت عزیزی شان و قوع ما سیاقی بر مرہ بہت طلبانچہ او بوعدہ ہای عثمانیہ سوریہ (شام) و اہنیائی دمشق مقدار صد نفر متعاہد کہ ہر یکے صاحب کرور ہا لیرا ماندجمع شدہ و بر حسب ہیئت آں مرشدکان عرضحال را بحضور امیر المومنین تقدیم نمودہ اند کہ راہ آہن لہ وہستا ہول تا بغداد ہر چہ مصرف دارد ما متعہد میشویم۔ واز بیت و چہار حصہ سہ حصہ اش منافات ملوکانہ ترعے نمایم بشرطا آنکہ اصلا اجنبی مداخلہ نکند و رئیس ادارہ آں حضرت پادشاہ باشد. بنابریں اکنون دولت علیہ مذاکرہ ایں مسئلہ جد و جہد تمام دارند و بہمہ طالبین فرنگ را موقتاً جواب دادہ اند۔ ولی تا کار بجائی نرسد نتیجہ حاصل نکند۔ جریدہ ہای اینجا بالخصوص غزیتہ ترکی این ماجرا نخواہند نوشت۔ وانشاء اللہ ہرگاہ نوشتہ شد کیفیت آنرا مفصلا بعرض خواہم رساند۔" والسلام

اس سے ناظرین باتمکین کو واضح ہوگیا ہوگا کہ یہہ معاملہ حضرت خلافت پناہی کی بارگاہ عالی تک پہنچ چکا ہے۔ اور اگر حضور ممدوح نے اسے خلعت قبولیت عطا فرما دیا۔ تو مصر فلسطین و شام کے ارباب دولت اسکو اپنے ذمہ لینے پر تیار ہیں مگر ہم امید کرتے ہیں کہ جلالت مآب کل دنیا کے مسلمانوں کی بہتری کو مدنظر رکھکر انکو اس فیض عام سے مستفید ہونیکا موقعہ دیجئے۔ نہیں بلکہ اس عظیم الشان کمپنی کا بذات خاص صدر انجمن

بننا منظور فرمائیکر منشا و ارادہ سلطانی کے اجرا سے اُن کو اسمیں شرکت کی ترغیب و تشویق دینگے۔ ایسا کرنا بعض کی نظروں میں شان سلطانی کے شایان نہو۔ مگر منصب خلافت خلیفہ کیطرف سے ایسی کارروائی کا سخت متقاضی ہے۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ دنیا کے مسلمانوں کو امیرالمومنین سے سلطانی حیثیت سے نہیں بلکہ محض خلافت کے لحاظ سے اخلاص و عقیدت ہے۔ حضور سلطانی میں مندرجہ بالا التماس کرنے کے بعد ہم اپنے ابنائے وطن سے سنکر عرض کرتے ہیں کہ وہ شومی قسمت و بخت سے مجبور ہوکر اپنی کاہلی اور طبعی سہل انگاری اور لاپروائی اور غفلت سے کام نلیں بلکہ تا بمقدور اور بکثرت اس کام میں شریک ہوکر اپنی قوم کے لیئے ایسا تمدنی اور مالی رفاہ عام کا چشمہ کھڑا کریں جو اسوقت یورپ اور امریکہ کی مسیحی اقوام کو حاصل ہے واللہ یہدی من یشاء الی سواء السبیل (۱۱- اپریل ۱۹۰۰ء)

بغداد و دمشق لاین کے متعلق اُنہیں صاحب نے جو ابتدا میں ہمارے طرف سے اسکی تحریک کیئے جانیکے باعث ہوئے تھے جو خط ۱۰ اپریل ۱۹۰۰ء کو تحریر کیا ہے۔ اسے ہم بجنسہ ذیل میں درج کرکے دیگر بہی خواہان قوم و ملک سے بھی اپنی اپنی رائے اور عندیہ ظاہر کرنیکی درخواست کرتے ہیں بلاد عثمانیہ اور مصر میں اس لاین کو اسلامی مشترکہ سرمایہ سے تعمیر کرنے کیلیئے جو کچہہ کارروائی ہو رہی ہے اسکا مجمل بیان کئی پچہلے ہفتہ کے اخبار میں درج ہو چکا ہے۔ اسوقت صرف یہی ایزاد کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر بدرالدین عبدالله قورصاحب تاجر بمبئی کی کارروائی پر معترض ہوئے وقت جو کچہہ ہمنے تحریر کیا تھا۔ اُسکی تصدیق اب ایک انگریز نے بھی بمبئی کے اخبار ٹائمز آف انڈیا میں کردی ہے۔ وہ لکھتا ہے بندر سعید سے شمالی عرب کے رستہ بصرہ یا کویت تک اگر ریلوے لاین بنائی جائے تو کئی برسوں تک اس سے معقول آمدنی ہونیکی امید نہیں۔ لیکن اگر (جیسیکہ ہماری تجویز ہے) اسکندرون سے براہ حلب موصل و بغداد و بصرہ تک لاین بنائی جائے تو اُس سے فی الفور سرمایہ پر معقول منافع ملنا شروع ہو جائیگا۔ اسی مضمون پر صاحب موصوف تحریر کرتے ہیں "مگر افسوس ہے کہ اس لاین کا بہت سا حصہ جرمنوں نے تیار کرلیا ہے اور غالباً چند برسوں میں وہ اپنی لاین بغداد اور بصرہ تک بھی بڑہا لینگے" لیکن یہہ امر درست نہیں کیونکہ اہالی جرمنی کو صرف حیدر پاشا (قسطنطنیہ کا ایشیائی مضافات) سے عراق عرب کیطرف لاین بنانیکا اجارہ ملا ہوا ہے۔ اور اتبک وہ صرف انگورا تک لاین بنا سکے ہیں جو اناطولیہ ریلوے کے نام سے مشہور ہے۔ اُنکو شام اور عراق عرب کے درمیان کسی لاین کا اجارہ نہیں ملا۔ بلکہ غالب امید ہے کہ اب اُنہیں انگورا سے آگے لاین بڑہانے کی بھی اجازت نہیں ملیگی۔ کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ بابعالی نے جرمن اور انگریزوں کو کوئی جدید اجارہ نہ دینے کا فیصلہ کردیا ہے۔ صاحب موصوف روم کے حالات سے خاصے واقف معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اُن کی تحریر سے ساتھ ہی یہہ بھی مترشح ہو رہا ہے کہ اُن کو تازہ ترین حالات کے معاملات سے علم نہیں۔ اور اسی لیئے اونسے یہہ غلطی ہوگئی ہے جیسا کہ وہ نجد کے امیر محمد ابن الرشید مرحوم کو اتبک زندہ سمجھنے میں کر رہے ہیں آخر میں ہم اپنے محترم ہمعصر حبل المتین سے جسکی رائے کا اسبارہ میں معلوم ہونا بالخصوص ضروری ہے ایفائے وعدہ کی درخواست کرکے خط کو ذیل میں نقل کرتے ہیں :-

جناب مکرمی۔ کل آپ کا اخبار پڑہتے پڑہتے یہہ شعر "اینکہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب" دوبار میری زبان سے نکلا۔ ایک برٹش گورنمنٹ اسلام کی کامیابی سنکر دوم رؤسائے شام اور اہل دمشق کی درخواست بحضور خلیفۃ المسلمین تیاری ریلوے کے ٹھیکہ کے لیئے جانے کے موقع پر میرے مکرم جیسا آپ کی طرابلسی دوست نے لکھا ہے۔ اگر رؤسائے شام اور اغنیائے دمشق اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئے اور انشاءالله امید ہے کہ ضرور ہونگے

توآپکی قوت ولایت بلاشبہ ظاہر ہوجائیگی اور کامیابی کا سہرا آپ کے سر بندھیگا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اسوقت دو کام کریں ایک کم سے کم اپنے خبار کے خریداروں کو آمادہ کرتے جاویں۔ اور جیسا مظلومان کریٹ کے چندہ دینے والونکے نام کا ایک کالم میں ہر ہفتہ ذکر ہوجاتا تھا ویساہی ہر ہفتہ ایک کالم میں کچھ اور سرخی قائم کرکے ان لوگونکے نام مشتہر کرتے رہیں جو یہاں کے حصص کی خریداری پر آمادگی ظاہر کریں اور فی حصہ دس روپیہ سے کم نہ ہو۔ اور دوسرا اُدھر بھی کوشش کریں کہ اہل ہند کو بھی اُس کمپنی میں حصص ملسکیں چنانچہ اگر یہہ بات آپ کے نزدیک نامناسب نہو تو اپنے احباب سے دریافت کرکے دو حصص کی خریداری میری آپ ذکر کرسکتے ہیں۔ (۲۰-اپریل ۱۹۰۹ء)

بغداد و دمشق کی مجوزہ لاین کو اسلامی مشترکہ سرمایہ سے تعمیر کرنے کی تجویز پر ترکی اخبارات میں آجکل سرگرمی کے ساتھ بحث ہورہی ہے جنکی آرا کا خلاصہ کسی آیندہ ہفتہ میں درج کرکے اُسپر انشاءاللہ العزیز مفصل بحث کی جائیگی۔ سردست اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ گو ہندوستان میں کسی صاحب ثروت نے ابتک اسطرف توجہ نہیں کی اور بعض ترکی اخبارات کی تحریریں بھی چنداں تشفی بخش نہیں تاہم بعونہ ہماری معروضات اُس مبارک سرزمین میں جو براہ راست امیرالمومنین کے ظل عاطفت میں ہے متوقعہ اثر پیدا کرنے سے خالی نہیں رہیں چند ہفتے ہوئے ہیں کہ چند رؤسا دمشق و شام کی درخوست کا ذکر کیا گیا تھا۔ اب تازہ ترین ترکی اخبارات کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ ایک صاحب ہمت و ثروت بلند خیال مسلمان **محمد عاصم بک** نے باب عالی سے بصرہ اور سمسون[له] کے درمیان اور نیز بغرا سے سینوپ تک ریلوے لائین تعمیر کرنیکا اجارہ ملنے کی درخوست کی ہے۔ اور شرائط ایسی معقول اور مفید پیش کی ہیں کہ باغلب وجوہ باب عالی انکو منظور کرلیگا۔ بصرہ جیسے کہ اکثر ناظرین کو معلوم ہے خلیج فارس سے اوپر دریائے دجلہ و فرات کے دہانہ کے قریب بغداد سے بجانب جنوب واقع ہے اور سمسون بحیرہ اسود پر دریا یشیل ارماق کے دہانہ کے قریب طرابزون سے تقریباً دوسو میل بجانب مغرب اور دہانہ باسفرس سے تقریباً چارسو میل بجانب مشرق واقع ہے۔ اور بخط مستقیم بصرہ اور سمسون میں نوسو میل کا فاصلہ ہے یعنے اگر یہہ لاین تیار ہوجائے تو بحیرہ اسود اور خلیج فارس کے درمیان نیا رستہ قایم ہوجاتا ہے۔ جسطرح سکندرون بصرہ لاین سے بحیرہ روم اور خلیج فارس کے درمیان بغرہ اور سینوپ بھی بحیرہ اسود کے جنوبی ساحل پر بندرگاہ ہیں۔ اول الذکر سمسون سے بفاصلہ چالیس اور سینوپ بفاصلہ سو میل بجانب شرق واقع ہے بغرہ دریا قزل ارماق پر ہے۔ اور سینوپ وہ مقام ہے جہاں ۱۸۵۴ء میں روسیوں نے غداری سے ترکی بیڑہ کو تباہ کیا تھا۔

یہہ لاین بھی تجارتی جنگی اور پولٹیکل لحاظ سے اسکندرون بصرہ لاین سے کم نہیں ہے۔ فرق صرف یہہ ہے کہ آخرالذکر لائن سے مسلمانوں کے مذہبی متبرک مقامات کے رستے بھی محفوظ اور قریب ہوجاتے ہیں۔ محمد عاصم بک کی درخوست کے مفصل حالات اور شرائط اور نیز یہ امر کہ اُنہوں نے سرمایہ کا کیا انتظام کیا ہے ابھی تک معلوم نہیں ہوئے مگر درخوست کا کردینا ہی بتارہا ہے کہ بک موصوف نے سرمایہ کیطرف سے اطمینان کرلیا ہوگا۔ بایں ہمہ ہم امید کرتے ہیں کہ وہ امتیاز ملجانے کی صورت میں اپنی کمپنی کے پراسپکٹس کو عام طور پر شایع کرکے دیگر ممالک کے مسلمانوں کو بھی اسبات کا موقعہ دینے سے دریغ نکرینگے کہ اگر خداوند کریم انکو اپنا روپیہ کسی سودمند اور مفید کام پر لگانیکی توفیق عنایت کرے تو وہ اسموقعہ سے فایدہ اُٹھاسکیں مفصل حالات معلوم ہونے پر ابنای ملک کو ترغیب و شوق دلانے کیلیے انہیں اخبار میں درج کردیا جائیگا۔ اس اثنا میں ظن غالب ہے اہالی دمشق کی درخوست کا نتیجہ بھی معلوم ہوجائیگا۔ (۲۲ مئی ۱۹۰۹ء)

[له] افسوس ہے صامسون سے براہ سیواس تا مبینہ تک ریلوے لائین تیار کرنے کا اجارہ بھی آخر وسط نومبر ۱۹۰۹ء کو ایک دوسرے متمول کو ملگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بغداد دمشق کی مجوزہ ریلوے لاین کے متعلق ایک کرمفرما حیدرآباد دکن سے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ سردست ایک حصہ خرید تے ہیں دوسو یا چارسو روپیہ جسقدر ایک حصہ کی قیمت تجویز کیگئی ہے اس سے اونکو اطلاع دیجائے تاکہ وہ اوسے دفتر وکیل میں ارسال کردیں۔ اسکے ساتھ ہی وہ بعد میں اور بھی کئی حصے خرید کرنیکا وعدہ کرتے ہیں۔ ہم صاحب ممدوح کے مشکور ہیں کہ وہ وکیل کی تحریرات کو بغور پڑہتے اور اوسکی معروضات اور مشوروں کو دلمیں جگہہ دیتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اونکے ارشاد کی تعمیل سے معذور ہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ یہ معذوری کب تک قایم رہیگی۔ کیونکہ اس بارہ میں جو تجویز اسلام کے خادم وکیل نے اپنے ابنا ملک اور دیگر بلاد اسلامی کے ارباب ہمم کی خدمت میں پیش کی تہی۔ ابہی تک اسے قوہ سے فعل میں لانے کیلئے عملی طور پر کوئی کارروائی شروع نہیں ہوئی ہماری مہربان کو یاد ہوگا کہ ہمنے اسمعاملہ کے متعلق یہ تجویز پیش کی تہی کہ بصرہ سے براہ بغداد دو موصل حلب و اسکندرون اور وہاں سے براہ دمشق حرمین شریفین اور یمن تک اسلامی مشترکہ سرمایہ سے ریلوے لاین بنانے کی مفصل اور مشرح سکیم کی تیاری کیلئے ایک زبردست کمیٹی باضابطہ طور پر قسطنطنیہ میں امیر المومنین کے ظل حمایت اور سرپرستی میں قایم کیجائے۔ اور پہر یہہ کمیٹی ماہر انجنیروں سے اس قسم کا اسٹیمٹ تیار کراکر جو اس کل لاین اور اوسکے متفرق حصوں کیلیے درکار ہو اسکے برابر سرمایہ نامزد وہ یہہ تجویز کرے کہ اسکو اسقدر حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ بعد ازان باقاعدہ جسٹرڈ کمپنی گورنمنٹ ٹرکی کی زیر نگرانی اور اعلیحضرت خلیفۃ المسلمین کی براہ راست ظل عاطفت میں قایم کیجائے جو دوسری کمپنیوں کیطرح ہر شہر و دیار میں اپنے ایجنٹ بہیجکر اور اشتہارات تقسیم کرکے مسلمانوں کو خریداری حصص پر مائل کرے۔ ہمارے مخدوم کو بخوبی معلوم ہے کہ یہ امر بچوں کا کہیل نہیں اور نہ سیکڑوں یا ہزاروں کا معاملہ ہے کہ ادہر زبان سے نکلا اور اودہر اسپر عملدرآمد شروع ہوگیا۔ یہ کروڑوں روپیہ کا معاملہ ہے اور اون اقوام میں بہی جو زرو دولت سے مالامال ہیں اور ایسے کاموں پر روپیہ لگانے کی عادی ہیں۔ صرف اسی صورت میں ایسی خطیر رقمیں جمع ہوتی ہیں جبکہ وہ اشخاص یا انجمنیں جنکے ہاتہہ میں روپیہ دیا جاتا ہو معتبر اور اس کام کو جو تجویز کیا گیا ہو برسر انجام پہونچانے کے قابل ہوں۔ اس سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مسلمانوں ایسی قوم سے جو زیادہ تر جاہل اور مفلس ہونیکے علاوہ اس کوچہ سے تقریباً محض ناآشنا ہی کروڑوں کی رقم حاصل کرنیکے لیے کیسی معتبر نفاذ اور منتظم انجمن اور کیسی زبردست سرگرمی کی ضرورت ہے؟ اور ایسی انجمن جو کل دنیا کے مسلمانوں کی نگاہ میں معزز و محترم ہو وہی ہو سکتی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ پس اس تجویز کو عملی لباس پہنانے کے لیے سلطان المعظم کی اعانت و راہنمائی سب سے مقدم ہے اس لاین سے خلافت سنیہ اور کافہ مسلمین کو جو فائدے پہونچ سکتے ہیں اونکی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ادنی بات یہہ ہے کہ مسلمانوں کے جمیع فرقوں کے تقریباً تمام مذہبی اور متبرک مقامات کے رستے اس سے محفوظ کم خرچ اور سہل الحصول ہو جاینگے اور مالی لحاظ سے بہی یہ کچہہ کم منفعت بخش ثابت نہیں ہوگی۔ عام قیاس ہے کہ اس لاین پر جو سرمایہ خرچ کیا جائے اوسپر کم از کم دس فیصدی سالانہ منافع ملنا کوئی بڑی بات نہیں۔ اور فی زمانا یہہ شرح ایسی نہیں کہ اسے بنظر حقارت دیکہا جائے۔ بالواسطہ طور پر جو بیشمار فواید عظیم مترتب ہو سکتے ہیں وہ علیحدہ رہے۔ اب رہا یہہ امر کہ آیا سلطنت سنیہ اور امیر المومنین اس ذمہ واری کو اوٹہانا قبول کرینگے یا نہیں اسکے لیے لازمی شرط پہلے یہ ہے کہ یہ تجویز اونکے گوش گذار ہو۔ گذشتہ سے پہلے ہفتہ میں لکہا جاچکا ہے کہ ترکی اخبارات اس تجویز پر زور شور سے بحث کررہے ہیں اور اسی سے متاثر ہوکر کئی باشندگان ٹرکی نے ریلوے لاینوں کے اجارے ملنے کی درخواستیں بہی کردی ہیں

اس سے یہہ نتیجہ نکالنا غالباً بیجا نہ ہوگا کہ تجویز مذکور ضرور بر جال حکومت کے کانوں تک پہونچ گئی ہوگی۔ اب مسترد یا منظور کرنا انکے اختیار
میں ہے۔ مگر بظاہر سوا ایک کے کوئی ایسی وجہ نہیں دیکھی جاتی جسکی بنا پر اوسکے مسترد ہو جانے کی توقع کیجا سکے۔ بلحاظ اغراض سلطنت جو ہو
مکدر ہی کوئی امر اس لاین کی تعمیر کا مانع نہیں ہے۔ لاین کسی دشمن کو ممالک عثمانیہ پر حملہ آور ہونے میں مدد نہیں دے سکتی۔ اور نہ وہ ایسے
موقعہ پر ہے کہ کوئی دشمن اوس سے کبھی فایدہ اوٹھا سکے اب تک تقریباً جسقدر لائنیں تیار ہوئی ہیں۔ وہ یورپین کمپنیوں کی ملکیت
ہیں اور یورپین حضرات کی مداخلت جیسی کچھہ فایدہ بخش ہو سکتی ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ہاں وزراے دولت اور مشیران سلطنت
اگر اس خیال سے تذبذب میں پڑجائیں تو کوئی تعجب نہیں کہ شاید سرمایہ مطلوبہ بہم پہونچے۔ اور پہر خواہ مخواہ جگ ہنسائی ہو۔ اس کام کو
بر سر انجام پہونچانے کے لیئے اگر اوسیطرح اہتمام کیا جائے۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ تو ہمارے خیال میں کبھی ناکامیابی نہیں ہو سکتی تین
یا چار کروڑ پونڈ کا سرمایہ کوئی ایسا بڑا نہیں ہے کہ کل دنیا کے مسلمان اوسے بہم نہ پہونچا سکیں۔ مسلمان ابھی بالکل نادار نہیں ہو گئے اب
بھی اُن میں کروڑپتی اور لکھہ پتی موجود ہیں۔ اور جب اونکو یہ معلوم ہو جائیگا کہ وہ روپیہ خیرات نہیں کر رہے بلکہ منفعت بخش کام پر لگا
رہے ہیں تو اونکو با غلب وجوہ اس کام میں بخوشی شریک ہونے سے مطلقاً دریغ نہ ہوگا۔ تاہم اگر مشیران امیر المؤمنین ان زبانی تسلیوں کے علاوہ
اس امر کے عملی ثبوت پیش ہونے کے متوقع ہوں تو اونکے اس فعل کو نامناسب نہیں کہا جا سکتا۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم تا بمقدور
ایسا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کریں۔ اور وہ ثبوت اسیطرح پیدا ہو سکتا ہے کہ ہر اسلامی ملک میں معقول تعداد ایسے اصحاب کی موجود
ہو جائے جو اس کام میں شریک ہونے پر رضامند ہوں اور پہر اونکی یا اونکے نائبین کیطرف سے باضابطہ عرضداشتیں بارگاہ عالی میں بہیجی جائیں
کہ اس کام کے لیئے باقاعدہ کمپنی بننے کی صورت میں بہر وست اسقدر مالیت کے حصے ہم لوگ خرید لینگے۔ خاص ترکی میں خدا کے فضل سے
ایسی تحریک شروع ہو گئی ہے۔ مصر میں ظن غالب ہے **المؤید** اور المنار وغیرہ معزز اخباروں کی پند و تحریریں بے اثر نہیں ہینگی
اور اونکے ذریعہ سے دیگر ایسے اسلامی ممالک میں بہی جہاں عربی خوان موجود ہیں۔ ضرور کچھہ نہ کچھہ تحریک ہو جائیگی۔ ایران کی نسبت
ہم کچھہ نہیں کہہ سکتے۔ اگر ہمارا معزز ہمعصر **حبل المتین** اسطرف توجہ کرتا تو غالباً اوس ملک والوں کو بہی اس امر کی اطلاع ہو جاتی
مگر افسوس اوسنے باوجود وعدہ کرنے کے اس اہم معاملہ کیطرف کوئی التفات نہیں کی جسکی اوس ایسے بہی خواہ قوم و ملت سے ہرگز توقع
نہیں ہو سکتی تہی۔ ہندوستان میں **وکیل** کے سوائے صرف دو اسلامی معاصرین شمس الاخبار اور محمڈن مدراس نے ابنائے ملک کو ترغیب
دینے کی کوشش کی ہے۔ دیگر اسلامی ہمعصر اب تک خاموش ہیں جنمیں سے پیسہ اخبار۔ جریدہ روزگار۔ مخبر دکن۔ چودہویں صدی
دار السلطنت۔ مشیر دکن۔ پنجاب آبزرور۔ مسلم کرانیکل۔ روزانہ دہلی۔ تحفہ محمدیہ اور دیگر کئی ایک محب قوم و ملک اخبارات کی
خاموشی واقعی تعجب خیز ہے۔ لیکن جبتک یہہ ہمعصر متوجہ ہوں۔ ہم اپنے حیدر آبادی کرمفرما اور دیگر ناظرین سے اس تجویز کی عام اشاعت
اور اپنی مساعی جمیلہ کے نتایج سے ہمیں اطلاع بخشتے رہنے کی التماس کرتے ہیں۔ اس کام کے لیئے حیدرآباد۔ بمبئی کلکتہ اور رنگون کے متمول مسلمانوں
سے بہت مدد ملسکتی ہے۔ ہمارے دوست **گرامی** نے پہلے تو بہت کچھہ گرمجوشی ظاہر کی تہی۔ مگر اب عرصہ سے خاموش ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اپنے
ہمخیال محولہ بالا حیدرآبادی عالی ہمت کے ساتہہ ملکر اس قومی بہبود کے کار عظیم کی تکمیل کے لیئے کوشش کرنیسے دریغ نہیں کرینگے۔ ہمارے مخدوم

تب ہی کوئی حصہ خرید سکتے ہیں۔ جبکہ کمپنی کا وجود قایم ہو اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ جبکہ وہ سینکڑوں کو اپنا ہمخیال بنائیں بدر الدین عبد اللہ تو رصاحب ایک مسیحی کمپنی کی تائید تو بڑی سرگرمی سے کرتے تھے مگر اسلامی کمپنی کے قیام کی تجویز سنکر ایسے خاموش ہوگئے ہیں کہ ان ایسے ہمدرد قوم سے کبھی اسکی امید نہیں ہوسکتی تھی۔ حالانکہ انکی ادنے توجہ سے بہت کچھ کار برآری ہوسکتی تھی اور ہوسکتی ہے۔ ہمحالہ میں اس شخص کی خاموشی جسنے امریکہ میں اشاعت اسلام کے لیے لاکھوں روپیہ مسٹر ویب کو بھجوائے ہوں کیا عبرت انگیز نہیں امید ہے کہ حکیم غلام محی الدین مالک انڈیا گزٹ نہ صرف صاحب موصوف کو ہی تلافی مافات پر بلکہ بمبئی کے اور بھی ذی ہمت اور اہل ثروت مسلمانوں کو اس کام کی تکمیل پر آمادہ کرنے کی کوشش کرینگے اور عالیجناب ہزاکسلنسی قادری بک ٹرکش قونصل جنرل بھی جبتک کوئی امر مانع نہو اپنے وقفوں پر اسکے فواید ظاہر کرنے سے مسلمانان عالم کو مشکور بنائینگے۔ اسموقعہ پر یہ جتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم کوششوں کو کسی پر محدود نہیں کرنا چاہیے کہ لاکھوں اور ہزاروں روپیہ دینے والی بہم پہنچائے جائیں گو ایسے اصحاب کا ہونا بھی ضروریات سے ہے۔ بلکہ کثرت تعداد پر زور دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ خواہ ایک ایک دو دو حصہ ہی اس کام پر لگانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ واللہ المستعان علیہ التکلان۔ مصری اور ترکی اخبارات نے جو رائیں ظاہر کی ہیں۔ انکا خلاصہ پھر کسیوقت انشاءاللہ العزیز درج کیا جائیگا۔ (۱۰ جون ۱۹۰۵ء)۔

جرمنول نے بابعالی سے خلیج فارس سے اسکندرون تک ریلوے لاین کی تعمیر کا اجارہ ملنے کی درخواست کی تھی جو منظوری نہیں ہوئی یہ وہی لاین ہے جسے وکیل نے اسلامی مشترکہ سرمایہ سے تیار کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ اس نامنظوری سے یہ نتیجہ نکالنا غالباً غلط نہ ہوگا کہ باغلب وجوہ تجویز مذکورہ کو بھی اس نامنظوری میں بہت کچھ دخل ہوگا۔ اس لاین کے عوض بابعالی نے جرمن کمپنیوں کو حیدر پاشا (قسطنطنیہ کے ایشیائی حصہ کا بندرگاہ) سے قیصریہ تک ۱۳۰۰ کیلومیٹر میل لمبی اور اسکی شہر سے قونیہ تک (جہاں مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی کا مدفن ہے) ریلوے لائنیں تعمیر کرنے اور حیدر پاشا میں پختہ بندرگاہ بنانے کا اجارہ دیدیا ہے۔ (۲۰ جون ۱۹۰۵ء)۔

بلادِ عثمانیہ اور تعمیرات رفاہ عامہ۔ بغداد دمشق کی مجوزہ لاین کے متعلق بحث کرتے ہوئے کسی پچھلے ہفتہ کے اخبار میں شام کے بندرگاہ طرابلس کے ایک عنایت فرما کا خط بجنسہ درج کیا گیا تھا جسکا لب لباب یہ تھا کہ چند متمول اہالی شام نے ریلوے لائنوں کی تعمیر کا اجارہ ملنے کے لیے بابعالی میں درخواست کردی ہے اسکی اب اخبار المؤید کے نامہ نگار اسکندریہ کی تحریر سے بھی تصدیق ہوگئی ہے۔ ابنائے ملک کی آگاہی کے لیے اس تحریر کا ترجمہ ذیل میں دیدیا جاتا ہے۔

"آستانہ علیا کے اخبارات سے جو اہم خبر معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ صاحب ہمت و دولت بلاد عثمانیہ میں تعمیرات رفاہ عامہ کے امتیازات ملنے کے لیے جو فلاح و تقدم کے زینہ پر چڑھنے کا بڑا ذریعہ ہیں بڑی سرگرمی سے کوشش کر رہے ہیں چنانچہ ازانجملہ ایک صاحب حبیب آفندی سطران دمشاقی ہیں جو شام کی موجودہ ریلوے لائن کے اجاری دار ہیں۔ صاحب موصوف نے جتنے امتیازات کی درخواست کی ہے وہ سب کے سب نہایت مفید اور منفعت بخش ہیں انکی استدعا ہے کہ انکو ممالک شاہانہ کے بڑے بڑے شہروں میں برقی روشنی کرنے۔ نئی ریلوے لائنوں کی تعمیر اور صنعتی کارخانوں کے قیام کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ اس عرضداشت پر اب وزارت تعمیرات نافعہ غور کر رہی ہے ہمیں کامل امید ہے کہ ابنائے وطن کمرہمت چست باندھ کر آفندی ممدوح کے نیک ارادوں کو تقویت بخشینگے اور مادی و اخلاقی (یعنے قدمے درمے سخنے) اوسکی مدد کرینگے تاکہ ان امتیازات کا فایدہ ملک و ابنائے ملک

ہی اٹھائیں یہ نہ ہو کہ ہم میں سے جب کسیکو یا ہم اجاری ملجائیں تو وہ ہموطنوں کی لاپروائی سے اونہیں ممالک غیر کے مالدار ونکے ہاتھ کم قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور ہو جائیں اور اسطرح سے ان مفید کاموںکا کل فایدہ غیروںکو جا پہونچے۔ ملک والوں کو کوئی فایدہ نہ ملے بلکہ برعکس اسکے ان کو اپنے ملک میں ان مفید کاموں کے اجرا کیلئے الٹا جرمانوں اور تاوانونکا مستوجب ہونا پڑے۔ کیونکہ اجنبی بغیر ضمانت لئے کام شروع نہیں کرتے۔ اور بہہ ضمانت کے بہروسہ پر پوری تندہی سے اوس کام کو فروغ دینے کی کوشش نہیں کرتے۔"

یہی نامہ نگار خوشخبری سناتا ہے کہ امیرالمومنین نے ولایت شام اور حجاز و یمن کے درمیان خشکی پر تار برقی کی لاین تیار کیئے جانیکا حکم صادر فرمایا ہے۔ اس لاین کی ایک شاخ مدینہ منورہ کے بندرگاہ ینبوع کو بھی جائیگی۔ اس لاین سے جو پولیٹیکل اور تجارتی فواید منتج ہونگے وہ ہویدا ہیں وزرائے دولت ارشاد سلطانی کی تعمیل کیلئے لاین کی **حفاظت** اور اوسکے خرچ کے مسئلہ پر غور کر رہے ہیں"۔ ایک اور اخبار نے لکھا تھا کہ کسی فرنچ انجنیر نے اس لاین کی درخواست کی ہے۔ مگر نامہ نگار کی تحریر سے واضح ہوگیا ہے کہ اسکا خیال خود جلالت مآب کو سوجھا تھا اور کہ وہ سرکاری خرچ سے بنائی جائیگی **وکیل** اس مبارک خبر کو اپنی تجویز کی کامیابی کا پیش خیمہ تصور کرتا ہے اور انشاءاللہ العزیز اسکا یہ قیاس غلط ثابت نہیں ہوگا۔ اسوقت دیگر بلاد عثمانیہ اور عرب کے درمیان خشکی پر کوئی برقی لائن نہیں۔ بحری تار برقی سے کام لیا جاتا ہے۔ اور یہ بحری لائنیں عموماً غیرون کے ملک میں ہیں۔ اس مجوزہ لاین کا پولیٹیکل بڑا فایدہ یہ ہوگا کہ باعالی بیگانہ لائنوں سے مستغنی ہو جائیگی۔ اور تجارتی یہہ کہ معاملات کی عام کثرت ہو جائیگی۔ یہہ لاین شام کے ضلع معان کے صدر مقام سے شروع ہوکر ینبوع جدہ اور حدیدہ کو جائیگی۔ اور ان تینوں بندرگاہوں سے مدینہ مکہ اور صنعا کو اسکی شاخیں تیار کیجائینگی۔ حفاظت کیلیے عسکر شاہانہ کے علاوہ مشایخ عرب کی فوج بھی متعین کیجائیگی۔ اسی موقعہ پر یہہ بتا دینا بیمحل نہ ہوگا کہ ہمارے معزز ہمعصر **حبل المتین** نے اپنے وعدہ کو بھلا نہیں دیا بلکہ اسی باحسن طریق اور مؤثر پیرایہ میں پورا کرنے کے لیے ابتک خاموش رہا ہے۔ اسکے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ "از مقالات ہمعصر محترم ما (اخبار وکیل امرتسر) من باب انعقاد کمپانی اسلامی بجہت متصل ساختن ممالک اسلامیہ بذریعہ راہ آہن آخر باخبارات ترکی رسیدہ دریں موضوع بحث مینماید کہ مناسب است تجار اسلام بسرپرستی اعلیحضرت خلافت پناہی بجہت ساختن راہ آہن از بصرہ و بغداد و موصل تا دمشق انعقاد کمپانی مخصوصی نمودہ سرمایہ جمع نمایند اخبار حبل المتین با اینکہ وعدہ دادہ دریں موضوع بحث نکردہ بواسطہ تحقیقات بعضے مراتب است کہ از اسلام بول شود چنانچہ بعض مراتب باز یافت شدہ و بعض دیگر نیز علاقریب تحقیق میشود۔ انشاءاللہ ما دریں موضوع علی التفصیل بحث خواہیم کرد۔ (۱۱ جولائی ۱۹۰۵ء)۔

بغداد و دمشق کی مجوزہ لاین پر مسلمانوں نے تو کچھہ توجہہ نہیں کی۔ مگر اس تجویز کا مشتہر ہونا تھا کہ عیسائی متمولین کو پہلے سے زیادہ اسکی طرف توجہہ ہوگئی۔ اور اب کوئی ہفتہ ایسا نہیں گذرتا جس میں اس لاین کے متعلق کوئی نہ کوئی تازہ خبر سننے میں نہ آتی ہو۔ ہندوستان کی عام پبلک تو خیر کمی تعلیم عام جہالت۔ بالعموم ایسے کاموں سے ناواقف محض ہونے۔ یا تجویز کی عام اشاعت نہونیسے ایکطرح سے معذور سمجھی جاسکتی ہے۔ مگر ہماری مدعیان ہمدردی قومی اصلاح ملکی یعنے دیسی اخبارات[1] غالباً اپنی خاموشی کی کوئی وجہہ پیش نہیں کرسکینگے۔ اگر وہ اور کچھہ نہیں صرف اسکی اشاعت کا ہی کام اپنے ذمہ لیلیتے تو کم از کم ان کیطرف سے اتمام حجت ہو جاتا۔ اور پبلک خبر نہونیکی حجت پیش نکرسکتی۔ گو خبر ہو جانے کی صورت میں بہی مسلمانوں سے کسی مفید کام کو فی الواقع اختیار کرلینے کی بمشکل توقع ہوسکتی تھی کیونکہ

[1] المؤید۔ طرابلس۔ شام۔ الہلال و النجاح۔ قاہرہ۔ ثمرات الفنون۔ بیروت اور معلومات قسطنطینیہ میں مؤلف کے جو خطوط شایع ہوئے وزیران اخبارات اور دیگر دابرنیا وغیرہ نے جو رائے ظاہر کی وہ کتاب کلمۃ الحق و قصر سیع اسلام میں مارشل شاکر پاشا مرحوم کی تحریرات کے ساتھ جمع کردیگئی ہیں۔ اس کام میں ہی نہیں

ہمارے اکثر مصری شامی اور ترکی اخبارات نے اسبارہ مین نہ فقط اپنا فرض ہی ادا کیا ہی بلکہ اپنی پر زور تحریرات سے ہندوستانی اخبارات کی
بے توجہی کی تلافی کردی ہے مگر نتیجہ پوچھو تو یہاں آش درکاسہ والا معاملہ ہے۔ وہاں بھی ابتک کسی مسلمان کو اس نیک اور بیحد فایدہ بخش کام
کی تکمیل کیطرف متوجہ ہونیکی جرأت نہیں پڑی۔ برعکس اسکے یورپین متمولین میں کچھہ ایسی بیچینی اور بیقراری پیدا ہوگئی ہے کہ جیسی مستعدی اور سرگرمی
با بعالی سے حصول امتیازات کے لیئے وہ آجکل دکھارہے ہیں پہلے کسی زمانہ مین ویسی نہیں ظاہر کیگئی تھی۔ شاید اُن مسلمانوں کی رقابت اور انکا
کے اپنے ہاتھ سے چھین جانیکا اندیشہ پیدا ہوگیا ہو مگر گذشتہ دس مہینوں کی تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ اُن کے دلوں میں کوئی ایسا اندیشہ پیدا نہیں
ہونا چاہئے تھا۔ کل ممالک کی نسبت ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے اور یہہ کہنا بھی غالباً مبالغہ میں داخل نہوگا۔ کہ اس گری
گذری زمانہ میں بھی جسقدر متمول مسلمان اس ملک میں موجود ہیں اتنے شاید کسی اور ملک میں نہونگے۔ اور ان لوگوں کو اس تجویز کے فوایداور اہمیت
پر صرف اخبارات کے ذریعہ متوجہ کیا جاسکتا تھا مگر جنہوں نے خود ہی توجہ نہیں کی وہ دوسروں کو کس طرح متوجہ کر سکتے ہیں جس ایک عظیم الشان اسلامی حکومت قومی اہتمام کی بدعہدی
پست ہمتی اور غفلت اس درجہ تک پہنچ گئی ہو تو دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے تو ہمیں کیا اندیشہ ہو سکتا ہے ہمیں اب تک کوئی وجہ نظر نہیں آئی کہ ہمارے اسلامی معاصرین
اس تجویز کو اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرنے سے کیوں گریز کر رہے ہیں؟ وہ ایسا کرنے سے انسے کسی خیراتی فنڈ کے لیئے روپیہ نہ مانگتے۔ بلکہ ان کو
ایک ایسا مصرف سوجہانے والے ہوتے جس سے ہماری متمولین کو غالباً دیگر کاموں پر روپیہ لگانیسے مالی فایدہ بہت زیادہ ہو سکتا۔ دیگر
قومی اور تعلیمی فواید جو خود بخود مترتب ہوجاتے وہ علیحدہ رہے آجکل ہمارے ملک میں جابجا مدارس اور کالج قایم کرنیکا عام شوق پیدا ہورہا ہی
مگر افسوس کہ ہمارے حامیان تعلیم کو اپنے خیالات کو ذرا وسیع اور بلند کرنیکی فرصت نہیں ملسکی۔ اگر وہ تجویز مذکور پر ذرا سا غور کرنیکی تکلیف
گوارا کرتے تو انپر واضح ہوجاتا کہ مالی فایدہ کے لحاظ سے نہایت ہی مفید اور محفوظ ان ویسٹ منٹ آمدنی کے لیئے کسی کام پر روپیہ
لگانا ہونیکے علاوہ مجوزہ لاین ہمارے نوجوانوں کو تجارتی صنعتی۔ فنونی علمی اور عملی تعلیم دینے والی ایک عظیم الشان یونیورسٹی کا کام دے سکتی
ہے۔ مذہبی لحاظ سے بھی یہہ لاین کچھہ کم اہم نہیں اسبارہ میں اسکا ادنے ترین فایدہ یہہ ہوگا کہ ہمارے مذہب کے تمام فرقوں کو متبرک مقامات سہل
الحصول اور وہان تک پہنچنے کا خرچ بہت کم ہو جاتا ہے۔ کیا یہہ ممکن ہے کہ اگر ان خوش اعتقادوں کو جو مساجد و مساعد خانقاہوں اور علاقوں کے چڑھانے
پر لاکھوں روپیہ بیدریغ خرچ کردیتے ہیں اور جو ہر سال لاکھہا روپیہ غریب لوگوں کو حج کرانیمیں صرف کرتے ہیں یہہ سوجہایا جائے کہ اس لاین سے
حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اور نجف اشرف اور کربلائے معلے کے زائرین اور حرمین
شریفین کے حاجیوں کے لیئے لاانتہا سہولتیں پیدا ہوجائینگی۔ وہ رستہ کی موجودہ مصائب اور مشکلات سے بالکل محفوظ ہوجائینگے اور
ساتھہ ہی ہم خرما و ہم ثواب۔ نیکنامی شہرت اور ثواب عقبی و آخرت کے علاوہ جو روپیہ لگایا جائیگا۔ اُس سے ہر سال ہمیشہ کے لیئے معقول نفع بھی ملتا
رہیگا۔ تو وہ لوگ اسکی تکمیل پر آمادہ نہوجائیں۔ ہندوستان کے بندرگاہوں اور ریاستوں میں ابتک بیسیوں ایسے متمول مسلمان موجود ہیں
کہ اُنمیں سے صرف تین چار ملکر اس کام کو اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔ اور اُنہیں سے بعض ایسے صاحب بھی ہیں جو اس قسم کے تجارتی کاموں کے مفاد سے
ناواقف نہیں۔ چنانچہ حال ہی میں سکندرآباد کے عالی ہمت و فیاض حاجی سیٹھہ سجن لال صاحب نے اپنے روپیہ سے ریاست میں ایک ریلوے لاین
بنانے کا اجارہ لیا ہے۔ اسیطرح ریاست میسور میں دو مسلمانوں نے جنکا پہلے نمبر میں ذکر ہوچکا ہے سونے کی کانوں پر کام کرنے کا اجارہ حاصل کیا ہی

بمبئی میں حاجی قاسم کئی دخانی جہازوں کے مالک ہیں۔ اور ان کے ہم پلہ کئی مسلمان تاجر وہاں موجود ہیں اسلیئے ایسے اصحاب کو اگر توجہ دلائی جائے تو وہ غالباً ضرور کار مجوزہ کی تکمیل پر کمربستہ ہوجائیں۔ اور انکو متوجہ کرنیکا ذریعہ یہی اخبارات ہیں۔ اگر کل اسلامی اخبارات اس معاملہ پر بحث کریں تو انمیں سے کوئی نہ کوئی ضرور خود ان متمولین یا انکے دوستوں یا مشیروں میں سے کسیکی نظر سے گذر جائے۔ اور اسطرح عام اشاعت ہونیکے ساتھ ہی ساتھ یہہ تجویز خاص خاص لوگوں کے کانوں تک بھی پہنچ جائے۔ کیا ہندوستانی اخبارات کی عرق حمیت مصری اخبارات کو دیکھکر بھی متحرک نہیں ہوتی کہ جو تجویز ہندوستان سے پیدا ہو اسپر غیر ملک کے اخبارات تو اس سرگرمی سے مصروف بحث ہوں۔ اور یہاں کے اخبارات ایسے مگن ہوں کہ خبر ہی نباشد۔ ہمارا ہمعصر حبل المتین ان دنوں اتحاد شیعہ و سنی پر بہت کوشش کر رہا ہے۔ اور ہر سچے مسلمان کی دلی دعا ہے کہ وہ اپنی کامیاب ہو۔ اسکے لیئے وہ دونوں مذاہب کے علماء کی کانگرس منعقد کرنا چاہتا ہے اور اسکی اس تجویز سے تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ **وکیل** بھی اتفاق رائے کر چکا ہے۔ مگر قدرے غور و فکر کرنے سے ہر صاحب دانش پر ظاہر ہوسکتا ہے کہ اتحاد کی بنا محض زبانی لفاظی اور پند و نصائح سے بہت کم قایم ہوا کرتی ہے۔ لیکن کسی کام میں عملی طور پر بالاشتراک ساعی ہونے سے خود بخود نامعلوم طور پر دلوں میں محبت اور الفت پیدا اور پھر رفتہ رفتہ استحکام پذیر ہوجاتی ہے۔ پس اگر ہمارے معزز ہمعصر انعقاد کانگرس کی بجائے دونوں فرقوں کے معتقدین کے لیئے کوئی ایسا کام بہم پہنچانیکی کوشش کریں تو غالباً وہ اپنے مدعا میں بہت جلد اور باحسن طریق کامیاب ہوسکینگے۔ اور ایسا کام جہانتک بظاہر قیاس کیا جاسکتا ہے اسوقت مجوزہ لاین سے بڑھ کر عمدہ اور مناسب کوئی نہیں ہوسکتا جسمیں اسکی عظمت کیوجہ سے ہر دو جماعت کے کثیر التعداد اصحاب تا سانی شامل ہوسکتے ہیں اور جسقدر شمار میں کثرت ہو اسیقدر اتحاد کا مدعا زیادہ پورا ہوسکتا ہے۔

ممکن ہے ہمارے بعض ہمعصر اس خیال سے اسمعاملہ میں کوشش کرنا بے سود سمجھیں کہ کئی مسیحی متمولین نے اکثر مفید لائنوں کے اجارے حاصل کر لیئے ہیں۔ اور خود مجوزہ لاین کے حصہ کثیر کیلیئے بھی درخواست کر دی ہے جسکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ غالباً ضرور منظور کر لیجائیگی۔ لیکن ہم پچھلے ہفتہ کے اخبار میں تحریر کر چکے ہیں کہ یہہ خبر ابھی تک تصدیق طلب ہیں چنانچہ ان خبروں کی حال کوئی تصدیق نہیں ہوئی کہ ایک فرانسیسی کو قونیہ سے بصرہ تک اور ایک جرمن بنک کو قیصریہ سے سرحد ایران تک لائین بنانے کا اجارہ ملگیا ہے۔ لیکن اگر یہہ درست بھی ہوں تو ان سے ہماری تجویز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ البتہ روسی کونٹ نے تقریباً بعینہٖ وسی لاین کے حصہ کثیر کے لیئے درخواست کی ہے جو اسوقت زیر بحث ہے۔ **وکیل** کی تجویز تہی کہ بجائے اس لاین کے جو ایک انگریزی کمپنی کویت یا بصرہ سے عرب کے شمالی علاقہ کے رستہ بندر سعید تک بنانا چاہتی ہے۔ بصرہ سے بغداد و موصل تک اور وہاں سے حلب اور اسکے بندرگاہ اسکندرون تک اور پھر حلب سے براہ دمشق حرمین تک مشترکہ اسلامی سرمایہ سے جسکی مقدار زیادہ سے زیادہ پانچ کروڑ پونڈ ہوگی۔ ریلوے لاین تعمیر کیجائے۔ روسی کونٹ کی درخواست سے بھی **وکیل** کی تجویز کی معقولیت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اسنے بھی انگریزی کمپنی کے مجوزہ خط کی بجائے تقریباً یہی خط اختیار کیا ہے۔ فرق صرف یہہ ہے کہ بحیرۂ شام پر اسنے اسکندرون کی بجائے

× × × × × × × × × × × × × × × × طرابلس کو جو اول الذکر سے تخمیناً پچاس میل بجانب جنوب واقع ہے انتہائی اسٹیشن تجویز کیا ہے۔ وہاں سے وہ لاین کو براہ تدمر، مجادین و آنا دہت (دونوں آخر الذکر مقام دریائے فرات کے دائیں ساحل پر واقع ہیں) لیجا کر اسکی دو شاخیں کرنا چاہتا ہے۔ ایک شاخ دریا کے دائیں ساحل کے کنارے کنارے کربلا تک اور وہاں

بصرہ کو اور دوسری دریائے فرات کو بمقام ہت عبور کرکے دو آبہ میں سے ہوتی ہوئی دریائے دجلہ کو بہی عبور کرکے شمال المشرقی رخ سرحد ایران تک مقام خانی کن کو لیجانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ خانی کن عین ترکی سرحد پر بغداد سے بجانب شمال المشرق تخمیناً ۸۰ میل اور سایران کے مشہور قصبہ کرمانشاہ سے عین بجانب مغرب تقریباً ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ کونٹ مذکور باب عالی سے کوئی ضمانت بہی نہیں مانگتا۔ اور باب عالی نے اُسکی درخواست کو بغرض غور و رپورٹ وزارت تعمیر عامہ کے پاس بہیجدیا ہے۔ مگر اس سے یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُسکی درخواست ضرور منظور کرلیجائیگی۔ اول تو ترکی اخبارات کی رائے اور تحریرات سے پایا جاتا ہے کہ ترک اب اجنبیوں کو ایسے اہم اجارے دینا ہرگز مفاد تصور نہیں کرتے۔ جب عام اجنبیوں سے ایسی بدظنی ہو رہی ہے تو روسیوں سے بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ دوم کسی درخواست کو لے لینے سے یہہ نہیں پایا جاتا کہ اُسے ضرور ہی منظور کیا جائیگا۔ کسی کی درخواست کو سماعت کرنے سے ہی انکار کردینا بد خلاقی میں داخل ہے اور ترکوں ایسی خوش اخلاق قوم سے ایسا کبہی نہیں ہوسکتا۔ حالات موجودہ پر غور کرنے سے درخواست مذکور کے منظور ہونے کی نسبت بالآخر اُسے مسترد کردئے جانیکی زیادہ قوی امید ہے۔ بہرحال یہہ یقینی امر ہے کہ مہینوں تک اسکا فیصلہ نہیں ہوگا۔ اور اس عرصہ میں اگر مسلمان متمولین کی کوئی جماعت باقاعدہ قایم ہوکر باضابطہ امیر المومنین سے درخواست کردے تو وہ ایک اسلامی کمپنی کے مقابلہ پر مسیحی سائلین کو کبہی ترجیح نہیں دینگے۔ ہمیں اسوقت صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ اگر کچہہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ذرا زیادہ مستعدی اور سرگرمی سے کام لیں اور ابنائے ملک کو اپنی طرف سے حتی الامکان اسطرف مایل کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر بفرض محال روسی سایل یا کوئی اور خواستگار بحیرہ روم اور خلیج فارس کے درمیان لاین کا اجارہ حاصل کرنیمیں کامیاب بہی ہوجائے۔ پہر بہی مجوزہ لاین کا بہت بڑا حصہ یعنی دمشق سے یمن تک معہ متعدد شاخوں کے باقی رہیگا۔ جو کسی صورت میں غیر مسلم کو نہیں دیا جاسکتا۔ اور ہمارے اغراض اس لاین سے ہی حاصل ہوسکتے ہیں۔ البتہ اتنا فرق ضرور ہوگا کہ مالی لحاظ سے یہہ ٹکڑا شاید اول الذکر ٹکڑے کے برابر منفعت بخش نہو۔ لیکن یہہ فرق کچہہ ایسا بڑا نہیں ہوگا۔

بحیرہ روم اور خلیج فارس کے درمیانی ٹکڑے کی نسبت الہ آباد کا پاینیر ایک پرائیوٹ خط کے حوالہ سے اس ہفتہ ایک عجیب خبر سناتا ہے۔ جسمیں قیصر جرمن اور جرمنوں کے ارادوں کا ذکر کرنے کے بعد جسکا لب لباب کسی جگہہ آگے درج کردیا گیا ہے تحریر ہے کہ شامی عثمانی کمپنی جو بندر سعید سے بغداد تک ریلوے لاین جاری کرنے کے لیئے قایم ہوئی ہے عنقریب کام شروع کرنا چاہتی ہے۔ اور انگریزی گورنمنٹ کمپنی مذکور کی ہر طرح سے امداد کر رہی ہے شامی عثمانیہ کمپنی کا نام اب پہلی مرتبہ سننے میں آیا ہے۔ اخبار اتحاد مصری نے البتہ چند ہفتے ہوئے یہہ لکہا تہا کہ ایک عیسائی انطون بک یوسف لطفی کو شام سے مصر تک ریل بنانے کا اجارہ ملگیا ہے۔ یہہ صاحب غالباً شامی عیسائی ہیں اور کچہہ عرصہ ہوا ہمارے ایک عنایت فرما نے طرابلس الشام سے تحریر کیا تہا کہ دمشق میں چند متمولین نے ریلوے لاین کا اجارہ ملنے کی درخواست باب عالی میں کردی ہے۔ خط مذکور جو فارسی میں تہا بجنسہ اخبار میں درج کردیا گیا تہا۔ ممکن ہے اُسی جماعت نے شامی عثمانی کمپنی کا نام اختیار کرلیا ہو اور اُسکی درخواست بنظر استحسان دیکہی گئی ہو۔ لیکن اگر یہہ قیاس درست ہو تو انگریزی گورنمنٹ کی امداد کا کچہہ مطلب سمجہہ میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ جماعت مذکور نے یہہ لازمی شرط قرار دی تہی کہ کسی یورپین کو اسمیں شریک نہیں

کیا جائیگا بہرحال ہم خوش ہونگے کہ ہماری تحریک بالکل بے اثر نہیں رہی اور شام کے چند عالی ہمتوں کو ادہر توجہ ہوگئی ہے۔ لیکن ہمارے ہندوستانی معاصرین کی لاپروائی سے اگر اس ملک کے مسلمان اس کثیر المنفعت اور اہم کام کی شرکت اور اُس سے فایدہ اُٹھانے سے محروم رہے تو اُسکی مسئولیت اُنکی گردنوں پر رہیگی۔ ابھی وقت موجود ہے اور ہم بہت کچھہ کر سکتے ہیں جیسا کہ ہمارا معزز مصری ہمعصر المنار ایک طویل مضمون کے اخیر پر تحریر کرتا ہے

فاهمية المشروع الاسلامي باقية على حالها ولا نفتئ نحث عليها ولئن فات بعضها فانا نحض على باقيها وبالله التوفيق" لیکن اگر ہمارے اکثر سر برآوردہ اور ممتاز ہمعصر چندوں کی فہرستوں اور پردوں کی مضرتوں کی بیان کرنے میں ہی صفحے کے صفحے سیاہ کرتے رہے اور خود لکھنا تو درکنار ان عربی اخبارات کا ترجمہ[1] دیدینے یا وکیل کی تحریروں کو نقل کردینے کی بھی انکو توفیق حاصل نہوئی تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے سوا اور کیا چارہ ہوسکتا ہے۔ (۲۲ اگست ۱۹۰۵ء)

بغداد و دمشق کی مجوزہ لاین کے متعلق معزز ہمعصر المؤید مصری کی تحریرات بجنسہ شایع کیجا چکی ہیں۔ عربی خوان ناظرین کو انکے پڑہنے سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ ایڈیٹر وکیل نے اخبار المنار و معلومات کی بعض رایوں پر جو اُنہوں نے اس تجویز کے پہلی مرتبہ مشتہر ہونیکے وقت اسکی نسبت ظاہر کی تہیں اعتراض کیا تہا اور جناب فضیلت مآب ایڈیٹر المؤید نے اسکی تائید کی۔ اسپر معزز ہمعصر المنار نے ایک طویل آرٹیکل دیکر ایڈیٹر وکیل کے اعتراضات کو غلط فہمی پر مبنی قرار دیا ہے اور تحریر کیا ہے کہ المنار جاری ہی اسغرض سے ہوا ہے کہ مسلمانوں کو اہالی یورپ کے مفید اعمال کی پیروی کرنے کی ترغیب اور مشترکہ سرمایہ سے قومی کاموں کی تکمیل کی تحریک کرے۔ ہمعصر موصوف نے تعلیم و تربیت کی بھی نہایت بے نظیر اور جامع تعریف کی ہے اور اُسکے ظاہر کرنے سے ہمیں مطلقاً تامل نہیں کہ دینی تعلیم و تربیت پر جیسی کہ المنار چاہتا ہے وکیل کو کوئی اعتراض نہیں اور اُسکی دلی تمنا ہے کہ ہمارے ابنائے ملک اور بالخصوص مسلمانوں کو ویسی ہی تعلیم و تربیت کیطرف رجوع کرنیکی توفیق حاصل ہو۔ اسکے بعد ہمعصر موصوف نے مجوزہ لاین کے فوائد تفصیلوار تحریر کرکے دو ایک موانعات کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن وہ موانعات چنداں قابل غور نہیں اور ایڈیٹر وکیل نے انکی تردید مصری اخبارات میں تحریر کردی ہے۔ بہرحال ہمارا ہمعصر اس تجویز کی اب پوری پوری تائید کرتا ہے۔ ہم موقع پر ہم ناظرین کو یہہ خوشخبری سنانا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس امر کے باور کرنیکی کافی وجوہات پائی جاتی ہیں کہ یہہ تجویز مسامع اعلیحضرت امیر المومنین ایدہ اللہ الی انتہائے الدوران تک پہنچ چکی ہے۔ اور اگر متوسط الحال اور متمول مسلمان اسکی تکمیل کے لیے کمربستہ ہوجائیں تو باغلب وجوہ جلالتمآب کو اسے اپنی سرپرستی میں لینے سے کوئی دریغ نہیں ہوگا۔ (۲۹ اگست ۱۹۰۵ء)

بغداد اور دمشق کی مجوزہ لاین کے متعلق ایک بزرگ عنایت فرمائے حسب ذیل حوصلہ افزا تحریر ارسال فرماتے ہیں انکی بزرگی اور اتقا کا خیال کرکے یہہ امید کرنا شاید بیجا نہ ہوگا کہ اونکی مخلصانہ دعا والتماس غالباً بے اثر نرہیگی۔

مخدوم مکرم بندہ !! السلام علیکم !! مزاج مبارک !!! خداوند تعدس کا ہزار شکر ہے کہ ہمارے اس گئے گذرے زمانہ میں بھی آپ جیسے پُرجوش ہمدرد اسلام و اسلامیان موجود ہیں۔ آپکی تجویز اجرائے ریل ایشیائی ترکی کی میں بدل تائید کرتا ہوں۔ اور خدا سے دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ آپکی اس تجویز میں جلد کامیابی بخشے اور ہماری زندگی میں اسلامی ریل ایک سرے سے دوسرے سرے تک ترکی ایشیائی اور نیز حرمین شریفین تک جاری ہوجاوے اور خود سوار ہوکر حج کر آئیں گو میں نہایت کم حیثیت شخص ہوں۔ مگر چونکہ مسلمان ہوں۔ غالباً کل ہندوستان کے مسلمانوں سے سبقت

[1] یہ مضمون لکہکر شایع ہوا ہی تہا کہ ہمارے ہمعصر زمانہ جیسے اخبار نے مولف کے خطوط بنام ایڈیٹر المؤید اور ایڈیٹر موصوف کی رائے کا بجنسہ ترجمہ دو نمبروں میں کئی صفحوں پر شایع کردیا

اُسکے عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی کمیٹی ہندوستان یا ٹرکی میں اس کار خیر کے واسطے کہڑی ہو تو پانچ ہزار روپیہ تک کے حصے میں خریدنے کو تیار ہوں۔ آپ للہ بہت جلد ایک کمیٹی کی کھڑی کرانے کی کوشش کریں۔ اللہ برکت دیگا۔ (۲۵ ستمبر [illegible])۔

ایک جرمن مسمے بیرن ماقار کو معمورۃ العزیز اور سیواس کے درمیان ریلوی لاین بنانے کا اجارہ عطا ہوا ہے اور اُسنے حسب دستور بطور ضمانت ۳۰ ہزار پونڈ عثمانیہ بنک میں داخل کردئے ہیں اجارہ دار کا منشا تہا کہ اُسی بحیرہ اسود سے بحیرہ شام کی بندرگاہ میورطہ لق تک بہی جو اسکندرون کے قریب ہے لاین بنانے کی اجازت دیجائے۔ لیکن چونکہ یہ مقام اناطولیہ ریلوی کمپنی کے اجارہ کے دائرہ میں داخل ہیں۔ اسلیئے اس درخواست کو منظور نہیں کیا گیا۔ (۲۶ ستمبر [illegible])

بصرہ طرابلس لاین کے اجارہ ملنے کے خواستگار کونٹ ولاڈیمر نے ساتھہ ہی کئی اور اجارونکی بہی درخواست کی ہے منجملہ ازاں چند ایک یہہ ہیں (۱) مجوزہ لاینوں کی دونو طرف چار چار میل تک اُسی معادن کی دریافت۔ اور بشرط برآمد گی اُنکے کہودنے کی بہی اجازت اور اجارہ دیا جائے (۲) دجلہ اور فرات کے دوآبہ کی دلدلونکو خشک کرنیکا اجارہ عطا ہو۔ (۳) بحیرہ روم اور خلیج فارس کی درمیان پختہ سڑکیں۔ اور (۴) سواحل شام کی تمام بنادر میں پختہ لنگرگاہیں اور گہاٹییں وغیرہ تعمیر کرنے کا اجارہ دیا جائے۔

ایک جرمن اخبار اس درخواست کے متعلق انگلستان کی پالیسی دربارہ ٹرکی مع قبضہ مصر کے وقت سے تغیر آجانے پر جسپر وکیل سنین گذشتہ میں کئی دفعہ مفصل بحث کر چکا ہے۔ رائے زنی کرنے کے بعد وائنا کے ایک اخبار کے حوالہ سے اس روسی درخواست کی یہہ عجیب وجہہ تحریر کرتا ہے "زیادہ زمانہ گذرنے نہ پائیگا کہ ٹرکی روسی تاوان جنگ کی بوجہہ سے سبکدوش اور اسطرح اُسکے دباؤ سے آزاد ہو جائیگی۔ اسلیئے روس ابہی سے اس دباؤ کو قایم رکہنے کی تدابیر سوچنے کی درپے ہو گیا ہے اور یہہ اجارے اُسکی رائے میں نہایت عمدہ اور کارآمد ذریعہ اس مدعا کی حصول کی لیئے ہیں۔ ٹرکی میں قاعدہ ہے کہ جب کسیکو اجارہ ملتا ہے تو اجارہ دار کو ایک معقول رقم شرائط اجارہ کے ایفا کی ضمانت میں عثمانیہ خزانہ میں جمع کرنی پڑتی ہے پس اگر کونٹ ولاڈیمر کانٹسٹ کو یہہ متعدد اجارے ملگئے تو اُسے بڑی رقم داخل کرنی پڑیگی۔

"اب روسی مدبرین کا یہہ خیال ہے کہ ٹرکی کو چونکہ ہمیشہ روپیہ کی ضرورت رہتی ہے وہ اس رقم امانت کو خرچ کرلیگی۔ اور اسطرح وہ روس کے قابو میں آجائیگی۔ کہ جب کوئی کام ہوا تو جہٹ روسی سفیر پوچہا کریگا وہ رقم کہاں ہے؟ اگر جواب باصواب نملا تو وہ تقاضا و اصرار اور دباؤ ڈالکر کوئی نہ کوئی مزید مراعات اپنے ملک کے لیئے حاصل کرلیا کریگا۔

"اس لحاظ سے یہہ گویا اجارونکی درخواست نہیں ہے۔ بلکہ دراصل ٹرکی کو روس سے قرضہ لینے پر مجبور کیا جا رہا ہے تاکہ روس کسیوقت اصل معہ سود کا مطالبہ کرکے اپنی غرض سیدہی کرسکے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر باب عالی نے یہہ اجارے دینے منظور نہ کیئے تو روس پہر مطالبہ شروع کردیگا کہ کوہ "قاف" میں ٹرکی سے بہاگے ہوئے جو "آرمنی" پناہ گزین ہیں اُن کو ٹرکی واپس بُلا لیا جائے"۔

کیا مسلمان بہی کبہی خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس آخری موقع سے جو اُنہیں اپنی مالی تمدنی۔ اور علمی حالت سنوارنے کے واسطے حاصل ہے فایدہ اُٹہانیکی کوشش کرینگے یا اسیطرح مدہوش رہ کر اسے بہی عیسائیوں کے قبضہ و تصرف میں چلا جانے دینگے۔ (۲۶ ستمبر [illegible])

مشہور عرب سیاح حضرت افاضل سید سیف الدین یمنی جنکے مکتوبات و مراسلات دربارہ جاوا و سوماٹرا وغیرہ

کی ترجمے کئی مرتبہ **وکیل** میں شایع ہو چکے ہیں اور ہمارے ناظرین انکی حمیت ملکی و قومی اور بلند خیالی و دلسوزی سے ناواقف نہیں ہیں۔ سنگاپور سے
بتاریخ ۲۳ اگست ۱۹۰۵ء بغداد و دمشق حجاز کی مجوزہ ریلوے لاین کے متعلق المؤید کو ایک قابل غور اور مسلمانوں کو شرم و غیرت دلانیوالا مراسلت
ارسال کرتے ہیں۔ یہہ مراسلت ۱۴ ستمبر کے المؤید میں شایع ہوئی ہے جسے بجنسہ اپنے عربی خوان ناظرین کی آگاہی کیلئے درج کر دیا جاتا ہے[1]۔ حیدرآباد
دکن کے غیور عرب رؤسا و بالخصوص رئیس المتمولین جناب نواب سلطان نواز جنگ صاحب بہادر رئیس علاقہ حضرموت اور دیگر متمول اور عالی
ہمت اکابر و امرا کیا اس اہم تجویز کیطرف جسپر نہ صرف مملکت عثمانیہ بلکہ مسلمانوں کی حیات و ممات موقوف ہے کبھی توجہ نہیں کرینگے؟ اس
صفحہ کے پہلے کالم میں دیگر اقوام کے چند افراد کی بے نظیر فیاضیوں کی کچھ کیفیت مندرج ہے ہمارے مسلمان بھائی اور رؤسا اگر ایسی ہی مفید × × ×
× × × × × × × × × × × × × × × فیاضیاں نہیں کر سکتے تو کیا انسے یہہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کسی ایسے
کام پر روپیہ لگائیں جس سے اُن کو معقول ذاتی منافع یقیناً ملنے کے ساتھہ ہی قوم کو بھی بحیثیت مجموعی کئی بیش بہا فوائد ضمنی طور پر حاصل ہو جائیں
مفید اور کارآمد فیاضی کی شرط اسوجہ سے لگائی گئی ہے کہ اونہی اور فضول بلکہ مضر فیاضی کی مسلمانوں میں کوئی کمی نہیں بلکہ اسبارہ میں شاید
ہی کوئی دوسری قوم اُن کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ بلا ضرورت مساجد و پل وغیرہ بنانے میں اب بھی ہمارے اصحاب متمول ہر سال لاکھوں روپیہ
خرچ کرتے رہتے ہیں۔ مگر اس خرچ سے جو فی زماننا بلا شک و شبہ اسراف میں داخل ہے توشہ عاقبت بنانا تو در کنار۔ صرف کنندگان کو اس دنیا میں بھی
عقلمندوں کی نگاہ میں کبھی عزت و وقعت حاصل نہیں ہو سکتی **واللہ یھدی من یشاء الی سبیل الرشاد**۔ (۱۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

ہمارا معزز ترکی ہمعصر معلومات جسے انگریزی اخبارات عموماً سلطانی مجلس کا اخبار لکھتے ہیں اس امر میں **وکیل**
سے اتفاق رائے کرتا ہے کہ جدید ریلوے لائنوں کے اجارے اجنبیوں کو نہیں ملنے چاہئیں۔ چنانچہ وہ قوی امید ظاہر کرتا ہے کہ طرابلس سے
بصرہ تک لاین تیار کرنے کے لیئے جو درخواست روسی کونٹ نے کی ہوئی ہے وہ کبھی منظور نہیں ہوگی۔ لیکن ریلوے لائنوں کی ملک اور حکومت
کے لیے بہمہ وجوہ مفید ہونیکو تسلیم کرنے سے ہمارے ہمعصر کو کسیقدر عذر ہے مگر وہ اپنے دعوی کی تائید میں ایسی رکیک دلایل پیش کرتا ہے جنسے معمولی سمجھہ کا
آدمی بھی مشکل اتفاق کر سکتا ہے۔ بالعموم ریلوے لائنوں کے مفید ہونیکی بحث کو چھوڑ کر صرف مجوزہ لاین کے فواید کی تصدیق میں انگلستان کے
رسالہ **فورٹ نائٹلی** کے ایک مضمون کا تھوڑا سا اقتباس ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے۔ "تین برسوں کے عرصہ میں انسان بلجیم کی بندرگاہ اوسٹنڈ
سے ٹرین پر سوار ہو کر سیدھا بندر آرتھر تک سفر کر سکیگا۔ پانچ برسوں کے بعد وہ سیدھا اسکندریہ سے راس امید پہونچ سکیگا۔ ان دونوں کے علاوہ
ایک تیسری بھی عالمگیر ریلوے لاین ہے جو قسطنطنیہ سے براہ شام۔ ایران ہندوستان اور برما۔ ہانگ کانگ تک تیار کیجا سکتی ہے۔ ان تینوں
لائینوں کی اہمیت اور فواید اسقدر ہیں کہ حیطہ بیان میں نہیں آسکتے۔ اور جسقدر بیان کیئے جائیں تھوڑے ہیں۔ سائبیرین لاین سے ہم سر دست
کوئی بحث نہیں کرتے۔ لیکن دوسری دونوں لائنوں کے متعلق یہہ ریمارک کیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ دونو فلسطین میں ملتی ہیں۔ پس فلسطین کل
دنیا کی شاہراہوں کا محل اتصال اور مرکز ہے۔ پس جو سلطنت فلسطین پر قابض و مقتدر ہوگی۔ نہ صرف خشکی کی شاہراہیں بلکہ تری کے بڑے بڑے
راستے بھی اسکے ہاتھ اور تصرف میں ہونگے"۔ (۱۴ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

ایشیائی روم میں ریل } حاجی ریاض الدین احمد صاحب نے عربی اخبار المؤید کے نام جو قاہرہ میں طبع ہوتا ہے ایک

[1] یہہ عربی تحریر بھی کتاب کلمۃ الحق میں درج کر دیگئی ہے

خط بھیجا ہے جسکا ترجمہ ہم درج ذیل کرتے ہیں۔ آپ نے اسلامی دنیا پر بڑا ہی احسان کیا کہ وکیل امرتسر کے مضامین دربارہ تعمیر ریلوے از "پورٹ سید تا بصرہ" کو اپنے پرچہ میں جگہہ دی اور اپنے ایڈیٹوریل ریمارک بھی اس مضمون پر کئے۔

ہندوستان کے مسلمان حضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کی ذات بابرکات کو دنیا کے مسلمانوں کا مذہبی پیشوا خیال کرتے ہیں لہذا خواہ کوئی تدبیر ہو جسمیں سلطنت عثمانیہ کی بہبودی متصور ہو۔ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے توجہ اور دلچسپی کا باعث ہوتی ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان میں چھ کروڑ مسلمان بستے ہیں۔ لیکن ایک بھی عربی اخبار نہیں جو ان لوگوں کے دلی جذبات کو دنیا کے اور مسلمانوں پر ظاہر کرے۔ المؤید نے مسلمانوں کی دلچسپی کے تمام مضامین پر بہت عمدگی سے بحث کی ہے اور اسکے مضامین مسلمانان ہند نہایت شوق سے پڑھتے ہیں ہندوستان کے اردو اخبار خصوصاً وکیل اور پیسہ اخبار لاہور آپکے مضامین کا اردو ترجمہ اکثر شایع کرتے رہتے ہیں۔ وکیل امرتسر اور پیسہ اخبار لاہور میں ابھی ایشیائے روم میں ریلوے کی تجاویز پر خطوط اور ایڈیٹوریل مضامین پڑھے ہیں۔

ایشیائے روم دنیا میں سب سے زیادہ زرخیز ملک خیال کیا جاتا ہے۔ ضرورت یہہ ہے کہ اسمیں ریلوے بنائی جاویں تاکہ ملک کی پیداوار آسانی سے ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جا سکے پولیٹیکل نظر سے دیکھا جائے تو ایشیائے روم میں ریلوے سے سلطنت کے افسروں کو قوت پہنچیگی یہہ ایسا خطہ ہے کہ باوجود اسکی عمدگی مقام کے اسکے پیداوار کی قابلیتیں اور تجارتی اور مذہبی ضرورتیں ابتک اون ترقیوں سے محروم ہیں جو وہاں ممکن ہیں۔ اگر ریلوے لاین اسکے طول عرض میں دوڑ جائینگی تو اس کاہلی اور سستی کیحالت میں ایک تغیر پیدا ہو جائیگا اور چستی اور چالاکی کی ایسی روح پہنک جائیگی کہ دنیا کی قوموں میں اُسے اعلی درجہ نصیب ہوگا۔ لیکن ریلوے اُسی صورت میں کسی ملک کے لیے مفید ہو سکتی ہے۔ جبکہ خود اسکے باشندے اپنے سرمایہ سے جاری کریں۔ اگر ریلوے دوسری قوموں کے سرمایہ سے بنائی جاویں تو اگرچہ ملک میں تہذیب اور چالاکی پھیلے۔ مگر تمام ملک کی پیداوار کے منافع مشتبہ ہو جاتے ہیں۔

ایشیائے روم جیسے ملک میں سرمایہ کا خیال ضروری ہے۔ کیونکہ اگر غیر قوموں کا سرمایہ لگا تو صرف یہی نقصان نہ ہوگا کہ اپنے ملک کا سرمایہ بیکار رہا۔ .... بلکہ پولیٹیکل نقصان بہت بڑا ہے۔ یورپین ممالک اپنی اولوالعزمی کی طفیل اور اپنی دولت کے سبب ایشیا کے کم درجہ کے ملکوں میں بھی ریل بنانے کو دوڑ پڑتے ہیں چونکہ ایشیائے روم کو مسلمانوں نے بڑی بڑی خرچ برداشت کر رکھا ہے۔ بڑی افسوس کی بات ہے۔ اگر وہ اس خطرہ میں پڑے چونکہ ایشیائی روم میں ریلوے بنانے کی ضرورت ہے تاکہ تمام تجارتی مرکز مل جائیں اور ضروری اور تاریخی مقامات ایک ہو جائیں۔ لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ انکا فایدہ بہت گھٹ جائیگا۔ اگر وہ اور قوموں کی ماتحتی میں ملک کے امن کیواسطے ضروری ہے کہ جسقدر غیر قوموں کا اثر کم ہو اسیقدر بہتر۔ گورنمنٹ ٹرکی اُسوقت غیر اقوام کو ایشیائی روم میں ریل بنانے کی اجازت دے سکتی ہے۔ جب باوجود سعی بھی اپنے ملک میں سرمایہ جمع نہو سکے اور ریلوے بنانا ناممکن ہو۔ اور اپنے ملک کی سرمایہ میں بھی اگر صرف مسلمانوں کا سرمایہ ہوگا تو زیادہ سہولت اور امن ہوگا یہہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اگر ترکی حکام یہ کوشش کریں کہ اسلامی سرمایہ سے ایشیائی روم کی بڑی بڑے مقامات میں ریلوے بنائی جائے تو اِن کو اس سعی میں ناکامی حاصل ہوگی۔

امرائے مصر ترک۔ عرب۔ حجاز یمن کو لازم ہے کہ اس کام میں شریک ہوں اور غالباً اہل ایران بھی جو تجارت کے شایق ہیں اسمیں

شریک ہوں گے اگر اون سے کہا جائے۔ سلطان المعظم خدیو مصر اور شاہ ایران اپنے پرائیویٹ سرمایہ سے شریک ہوں۔ اس سے بڑا فایدہ یہ بھی ہوگا کہ یہ اسلامی تینوں سلطنتیں متحد ہو جاینگی۔ اور جس امر کی مدت سے خواہش تھی پورا ہوگا اور چونکہ ان کو اتحاد میں مالی تجارتی منافع شامل ہونگے لہذا اس سے زیادہ اتفاق اس صورت میں متصور ہے۔

ہندوستان کے مسلمان بھی جنکو ہر سال مکہ اور بغداد جانا ہوتا ہے اس کام میں شرکت سے تامل نہ کرینگے۔ اگر بصرہ سے طرابلس یا پورٹ سعید کو ریل نکالی گئی اور اوسکی ایک شاخ مدینہ نکلی تو ہندوستان کے حاجیوں کو مقدس مقامات میں جانے کی ذرا بھی دقت نہ ہوگی۔ اور سفر کی بے آرامیوں اور مصیبتوں سے بہت نجات مل جائیگی۔ کام رفتہ رفتہ شروع ہونا چاہیے تاکہ اول ہی سرمایہ کی اسقدر ضرورت نہ ہو کہ لوگ شریک نہ ہو سکیں۔

اول تو بصرہ سے بغداد تک ریلوے بنائی جاوے اور پھر قدم بقدم پورٹ سعید یا طرابلس اور مدینہ کیطرف بڑھے۔ ریل کو مدینہ سے آگے نہ بڑھانا چاہیے ورنہ بدؤں کو نقصان پہنچیگا۔ اور انکے ذرایع معاش بند ہو جاینگے یعنی انکے اونٹ حج کے دنوں میں کرایہ پر نہیں جایا کرینگے۔

علاوہ ازیں شاید بعض الاعتقاد مسلمان مکہ سے مدینہ تک ریل کو پسند بھی نکریں جو اس امر کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں کہ سفر کا قدیم طریقہ جاری رہے۔ اور مکہ سے مدینہ تک ریل دنیا کے مسلمانوں کی نظروں میں حقیر ہوگی۔" (۲ نومبر ۱۹۰۰ء)

بصرہ بغداد دمشق کی مجوزہ لاین کے متعلق ہمارے رفیق **معلومات** نے پھر دوبارہ جو بحث کی ہے اسکا مختصر سا اشارہ اس اکتوبر کے پرچہ میں کیا گیا تھا۔ اسمیں فاضل ہمعصر علی العموم ریلوے کو بہمہ وجوہ مفید ہونیکا قایل نہیں مگر ساتھ ہی اسے تسلیم کرتا ہے کہ وہ خالی از فایدہ نہیں اور کہ اجانب کو ریلوے لائنوں کے امتیازات عطا کرنے ہرگز مناسب نہیں۔ لیکن شومی بخت سے مسلمانوں پر کچھ ایسی غفلت اور سستی طاری ہے کہ ان سے کم از کم ابھی کئی برسوں تک کسی اہم کام کو کرنیکی توقع نہیں ہوسکتی اور اس عرصہ میں اگر ان کا وجود نابود یا کالعدم ہونے سے محفوظ بھی رہا تو یہ امید رکھنا محض فضول ہے کہ دنیا کی بیدار قومیں ہاتھ پر ہاتھ رکھی بیٹھی رہینگی۔ اور اسلامی ممالک میں انکے سرمایہ اور صنعت کیلیے جو وسیع میدان کھلے پڑے ہیں ان سے فایدہ نہ اٹھائینگی۔ اس لحاظ سے **معلومات** کی اس تمنا کے بر آنے کی بھی کوئی صورت سردست نظر نہیں آتی کہ اغیار کو ایسے کار آمد شعبوں پر متصرف ہونے نہ دیا جائے۔ تاہم جیسے کہ ہمارے معزز ہمعصر المؤید نے ایک دفعہ لکھا تھا مایوسی سے بچتے رہنا لازمی ہے اور کامل یقین ہے کہ اگر ابنائے ملک اور ہم مذہب بھائیوں کو وقتاً فوقتاً متواتر اسطرف توجہ دلائی جاتی رہی کی کوشش کی جاتی رہی تو وہ بزمانہ مناسب جلد یا دیر بعد ضرور اپنا فایدہ بخشیگی۔ ہمعصر **ثمرات الفنون** نے **معلومات** کی تحریر کا یہ خلاصہ دیکر اسکی چند رکیک دلائل کی نہایت عمدگی سے[1] تردید کی ہے اور اسبات کا اعتراف کیا ہے کہ مسلمان اگر ہمت کریں تو وہ اس کام کو اور اس سے بھی اہم اور کثیر الصرف کاموں کو سر انجام دے سکتے ہیں۔ اگر کمی ہے تو صرف توجہ اور ہمت کی جسے اگر اب بھی پورا کیا گیا تو پھر شاید کبھی پوری نہ ہوسکیگی۔ (۹ نومبر ۱۹۰۰ء)

ہمارا معزز ہمعصر دار السلطنت کلکتہ بغداد دمشق کی مجوزہ ریلوے لین پر ایک مختصر سا ایڈیٹوریل ریمارک تحریر کرتا

[1] یہ تحریر بھی کلکتہ الحق میں درج کر دی گئی ہے۔

ہے۔ ہم اپنے ہمعصر کے مشکور ہیں کہ اُنہوں نے اس اہم تجویز کیطرف توجہ مبذول فرمائی۔ لیکن اور بھی کسی قوم سے نہیں ہندوستان کے مسلمانوں سے ایسے مختصر اور مجمل اشاروں اور عرضداشتوں کو سمجھہ سکنے اور انپر عمل پیرا ہونے کی توقع رکہنا ہمارے خیال میں سراسر باطل نہوئیے کچھہ ہی کم ہو سکتا ہے۔ ہمارا رفیق اگر اس معاملہ میں کچھہ کرنا چاہتا ہے تو اُسے اس سے زیادہ صراحت کے علاوہ اصرار و تکرار سے بھی کام لینا ضروری ہوگا۔ ریمارک مذکور حسب ذیل ہے۔ بندر سعید (مصر) سے بصرہ تک ریلوے بنانے کی تجویزیں ہو رہی ہیں اور دنیا کے کل مسلمانوں کو اس تجویز کی تائید و چندہ کے لیئے ترغیب دلائی گئی ہے۔ ہمکو ہمارے ہمعصر المؤید و وکیل امرتسر کی اس تجویز سے نہایت خوشی ہوئی۔ اگر کل ہندوستانی اخبارات ملکر ان معزز ہمعصروں کی تائید کریں تو نہایت مناسب ہو۔ اور فی الحقیقت اگر بنظر غور خیال کیا جائے تو مسلمانان ہندوستان کو اسمیں شرکت سے فخر حاصل ہوگا۔ لہذا کل اہل دول مسلمانوں کو جنہیں نسل عرب و مسلمان ہونیکا فخر ہے، ہم خرما و ہم ثواب کا مستحق ہونا لازم ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ کل اہل دول اسمیں شریک ہوکر دوسروں کو آمادہ کرینگے۔ (۱۹ نومبر ۱۹۰۶ء)

صوبہ یمن میں سرکش باغیوں کی سرکوبی کے ساتھہ ہی ساتھہ خاین اور بدطینت عمال کی بھی برابر بیخکنی ہو رہی ہے۔ اور امید کرنا بیجا نہوگا کہ تمام صوبہ کمیشن اصلاح کی سرگرم کوششوں کی طفیل غالباً اب تک بدچلن حکام سے پاک و صاف ہوگیا ہوگا۔ شروع نومبر تک مقامی فوج کے علاوہ دیگر صوبجات سے ردیف فوج کی پندرہ پلٹنیں پہنچ چکی تھیں۔ بندر حدیدہ اور صنعا کے درمیانی علاقہ کے تمام باشندوں سے اسلحہ جو اونہیں "نیک نیت اور ایماندار ہمسایوں" سے ملتے رہتے ہیں چھین لیئے گئے ہیں اور سب طرح سے امن ہوگیا ہے۔ گورنمنٹ کے حکم سے تمام ایسے شقی جنسے پھر فساد کا اندیشہ ہو طرابلس الغرب کو جلاوطن کیئے جا رہے ہیں۔ اور اب تک آٹھ سو بھیج جا چکے ہیں۔ اکتوبر کے اخیر میں سرکاری افواج نے باغیوں کے قلعہ قفل کو فتح کرکے تین سو ساٹھ متمردوں کو اسیر کیا۔ سب سے بڑا سرغنہ جو زیدی المذہب ہے شروع نومبر تک نہیں پکڑا گیا تھا۔ اسے اپنی قوم پر ایسا اقتدار حاصل ہے کہ وہ اوسکے حکم پر جانیں قربان کردینا معمولی بات سمجھتی ہے۔ مگر یقین کامل ہے کہ وہ گزشتہ مہینہ میں پکڑ لیا یا قتل کردیا گیا ہوگا۔ کیونکہ تازہ ترین خبر سے پایا جاتا ہے کہ ترکی فوج مقام بنی حاشد میں اوسکا محاصرہ کیئے ہوئے تھی۔ اور باغی کے بچکر نکلجانے کے لیئے کوئی رستہ یا ذریعہ نہیں رہ گیا ہوا تھا۔

صوبہ مذکور میں گرانی اجناس کی بھی اب کوئی شکایت نہیں رہ گئی۔ البتہ اونٹوں کی کمیابی کی وجہ سے نقل و حرکت اور تجارتی اسباب کی باربرداری میں بہت ہرج ہو رہا ہے۔ مقامی حکام اونٹوں کی خریداری اور دیگر علاقجات سے انہیں بہم پہنچانے میں سعی بلیغ کر رہے ہیں اور ساتھہ ہی بنظر احتیاط والی صوبہ نے تاکیدی احکام صادر کردئیے ہیں کہ کوئی ماتحت حاکم تاجروں کے اونٹوں کو ہاتھہ نہ لگائے۔ تعجب ہے کہ اسقدر ہرج و تکلیف اور بے انتہا پولیٹیکل خطرات کے باوجود جو سریع وسایل آمدورفت کی عدم موجودگی کی وجہ سے تمام بعیدی صوبجات اور خاصکر اس نہایت ہی اہم اور زرخیز ترین صوبہ کو احاطہ کیئے ہوئے ہیں۔ باب عالی ان صوبوں کو باہم اور مرکز سلطنت کے ساتھہ ریلوے لائنوں کی تعمیر سے ملا دینے سے اعراض کر رہا ہے۔ اور مزید تعجب و افسوس مسلمانان عالم پر ہے جو اپنے مقدس مقامات کی حفاظت اور سہل الحصول کے وسایل بہم پہونچانے کے ساتھہ ہی بیشمار اور عظیم الشان مالی، تجارتی، علمی، اور تمدنی فواید و منافع بخشنے والے کام کو ہاتھہ میں لینے سے مجرمانہ غفلت کر رہے ہیں۔ کیا مسلمانوں کے لیئے شرم کا مقام نہیں کہ اور بھی کسی ملک کے نہیں۔

سوئیڈن اور ناروے کی عیسائی تو لاکھوں روپیہ بظاہر محض اس غرض کیلئے صرف کریں کہ آیا یہ روایت کہانتک درست ہے کہ عرب کا جنوبی علاقہ (حضرموت) کسیوقت سمندر کی تہ تہا اور صرف روپیہ ہی نہ خرچ کریں بلکہ اپنی جانوں کو بھی لاانتہا خطرات و مصائب میں بخوشی ڈالدیں اور عرب کی جنوب مغربی گوشہ یعنی عدن سے لیکر جنوب مشرقی انتہا (مسقط) تک کے بے آب و گیاہ اور لق و دق سنگلاخی علاقہ میں جنگجو اور نیم وحشی خانہ بدوش قبائل کی درمیان مہینوں بسر کرنیکا تہیہ کریں۔ اور مسلمان مالی استطاعت رکھنے کی باوجود ایسی کام کیلیئے جس سے مذہبی اور علمی فواید کی علاوہ نہایت معقول مالی منفعت یقینی ہو سرمایہ بہم پہنچانا تو درکنار اوسکی طرف متوجہ ہونا یا اوسپر غور کرنا بھی منظور نکریں جب اونکی ہمتوں اور اولوالعزمیوں کی یہ کیفیت ہی تو پھر وہ کس موںھ سے جابجا مسلمانوں کی دن بدن زیادہ تنزل ہوتی جانی اور اسلامی مقبوضات کی چھنتے چلے جانی پر افسوس کرتے ہیں۔ پست ہمتوں خود غرضوں۔ نفس پروروں اور جاہلوں کی یہی سزا ہوا کرتی ہی۔ اور ابتدای آفرینش سے یہی سنۃ اللہ چلی آرہی ہے۔ اگر سچی دلسوزی رکھتے ہو تو اسباب ذلت کو دور کرو ابھی اصلاح کیلئے کافی وقت موجود اور کافی طاقت و وسایل رکھتے ہو۔ اگر یہ نہیں ہوسکتا تو منافقانہ یا نامردانہ اظہار تاسف سے محترز رہنا اولی و انسب ہے۔ (۱۵ دسمبر ۱۹۰۸ء)

سید محمد طاہر بک مالک اخبار معلومات کی چھوٹی بھائی سید احمد کامل بک مالک و ایڈیٹر اخبار ثروت کو جو ترکی اور فرانسیسی میں روزانہ چھپتا ہے جلالتمآب امیر المومنین نے طبقہ عثمانی کا نشان بجلدوی خدمات عطا فرمایا ہے۔ اسیطرح ہمعصر ثمرات الفنون بیروت کی اعلے ایڈیٹر و مالک عبد القادر آفندی قبانی پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی کو نوازشات سلطانی سے مفتخر فرمایا گیا ہے۔

ہم اپنے ہمعصروں کو اس افتخار پر صدق دل سے مبارکباد کہتے ہیں۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہماری اول الذکر ہمعصر نے بغداد دمشق کی مجوزہ ریلوی لاین کی تجویز سے کسیقدر مخالفت کی تھی جسکا مفصل جواب المؤید میں شایع کیا گیا تہا۔ وہ غالباً یہ سنکر خوش ہونگے کہ خود معلومات میں بھی ایک فاضل ترک نے جو برسرکار اور صاحب عزت ہی اوسکی اعتراضات کی باحسن وجوہ تردید کرکے **وکیل** کی تجویز کی بڑی زور سے تائید کی ہی۔ یہ امر خوشی کا باعث تو ہے مگر ہمیں اندیشہ ہی کہ ناظرین کو خوشی پہونچنے کی توقع میں کہیں ہم سے مبالغہ یا غلطی تو نہیں ہوگئی کیونکہ ایک سال کے متواتر اصرار و تکرار کی باوجود اب تک بہت کم معاونین نے اس اہم کام کی تکمیل میں مدد دینی پر آمادگی ظاہر کی ہے اور جب وکیل ایسے قومی خادم کی مستقل ناظرین کی لاپروائی یا کم ہمتی اسدرجہ تک پہنچی ہوئی ہے جنمیں اکثر اصحاب تکمیل تجویز کی لازمی وسیلہ یعنی دولت سے بھی حصہ وافر رکھتے ہیں تو دوسری مسلمانوں سے کیا امید ہوسکتی ہی۔ اگر چندی اونکا یہی تغافل رہا تو اس سے قوم کی ترقی اور بہبود کیطرف سے کامل مایوسی کا پیدا ہوجانا تعجب خیز نہیں ہوگا۔ معاصرین سے تو ہم گلہ کرتے کرتے تھک گئے ہیں بقول منشی عزیز احمد صاحب جنکا کسی کو گلہ ہو تو مولویوں اور پنڈتوں کیطرح اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے۔ مگر زیادہ تر تعجب کلکتہ کی اسلامی ہمعصر مسلم کرانیکل سے ہی کہ باوجودیکہ پنجاب آبزرور لاہور اور محمڈن مدراس نے (مسلم کرانیکل کی بعد جنپر ہی ہندوستان کی اسلامی انگریزی اخبارات کی کل کائنات ختم ہوتی ہے۔) اپنی طرف سے تائید کا پورا حق ادا کردیا ہے لیکن وہ بدستور خاموش ہی۔ اور مزید تر حیرت حبل المتین کی خاموشی سے ہی جسنے باوجود وعدہ ابتک اسکا ایفا نہیں کیا۔ پیسہ اخبار سے ہمیں بہت کچھ امید تھی۔ اور المؤید کی مضامین کا ترجمہ کردینی کی بعد وہ امید اور بھی قوی ہوگئی تھی۔ لیکن شاید اسے مقامی دعوتوں اور مختلف جلسوں کی بہار نے ابتک اسطرف توجہ کرنیکی فرصت نہیں دی اور خدا معلوم یہ معذوری

ابھی اور کب تک قایم رہتی ہے۔ چودھویں صدی کو ایڈیٹوریل سٹاف میں ایک قابل اور بلند ہمت نوجوان کی شمولیت سے قوم کی ترقی کی عملی کاموں میں مدد ملنے کی کچھہ کم توقع نہیں ہوگئی تھی۔ اور اس توقع کو اس خط کی پڑہنے سے جو اس نوجوان نے قوم کے سچے ہی خواہ میر عزیز احمد صاحب بلائی کہنوی ثم گلاگوی کو لکھا تھا بہت تقویت ہوگئی تھی۔ باینہمہ اس قومی رفیق کی بے اعتنائی بدستور قایم ہے جسمیں شاید اس راہ راست خطاب سے کچھہ نمایاں تغیر ہوجائے۔ (۱۹ دسمبر ۹۸ء)

بغداد دمشق ریلوی لاین کی تجویز!

جسکی خوبیوں کو معزز اخبار وکیل برابر ایکسال کی پُرزور تحریروں سے ثابت کرچکا ہے۔ فی الحقیقت ایسی مفید اور اہم تجویز ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ قوم کو متوجہہ ہونے کی توفیق بخشے تو مقدس مقامات کی زیارت کی فایدہ کی سوا مالی منفعت اور ناموری بلکہ دنیا میں اُن کو زندہ قوم کا خطاب دلانیکو کافی ہی۔ مگر باوجودیکہ اس تجویز کی خوبیوں کو اذعان تسلیم کرگئے پھر بھی بہت کم لوگوں کو اسکی تائید کرنے کا سبب ہمارے خیال میں اُن کا پست ہمتی سے خوگر ہوتا ہے۔ پست ہمتی اُون کو روک رہی ہے کہ دور دراز ملک کی بات ہر خدا جانے کیا ہو کیں ہو۔

پس اگر یہی بات ہو جو ہمارے خیال میں آئی ہی تو انکا حوصلہ کہولنے کیلیے ہم ایک تجویز بتاتے ہیں کہ پہلے اُنکو ہندوستان میں ایک سبق دی لیا جائی یعنی کسی اسلامی ریاست میں کوئی مفید اور منفعت بخش کام شروع کرکے دکہا دیا جای اور جسوقت وہ یہاں کوئی قومی کام کرچکیں اور اُسکے مفاد اور ناموری سے وہ آشنا ہوچکے تو پھر دیکہنا کیسے باہر کو دوڑے جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر ہم دو کام پیش کرتے ہیں جنکا بیڑا اخبار وکیل اور اور معصر اخباروں کو اٹہانا چاہیئے۔ یعنی مثلاً ہندوستان کی ایک بااختیار اسلامی ریاست حیدرآباد دوکن کو لیجئے جو رقبہ میں ۹۰ ہزار مربع میل ہی یعنی انگلستان سے دوچند کی برابر طولاً ۳۰۰ میل اور عرضاً ۲۰۰ میل ہے اور گو کہ ۳۰۰ میل ریلوی ریاست میں موجود ہی مگر ہماری خیال میں ابھی توسیع کی گنجایش باقی ہی۔ سو اگر ایک ڈیپوٹیشن مسلمانوں کا حضور نظام خلداللہ ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوکر مناسب الفاظ میں اجارہ کی درخوست پیش کرے۔ اور اس بات پر زور دی کہ حضور ممدوح اول تو ایسا اجارہ دینا منظور فرماویں۔ دوم مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے کچھہ فیاضی سے منظور فرماویں۔ کم سے کم ویسے ہی حقوق عطا کریں جیسا کہ ٹرکی میں غیر ممالک کے لوگوں کو عطا ہوتی ہیں۔ تو امید ہی کہ حضور نظام مسلمانوں کی ایسی درخواست کو رد نہیں فرمائینگے ضرور انکی حوصلہ افزائی کرینگے۔ بلکہ بعید نہیں کہ ایسی کاموں کی سرپرستی ہی منظور فرمائیں۔

پس ایک جماعت مسلمانوں کی قایم ہوا اور کام کا تخمینہ ہوکر سرمایہ کی فراہمی سو سو روپیہ کے حصص سے ہو اور ایک یورپین افسر کو ملازم رکہکر کام شروع ہو۔

یا مثلاً خیرپور سندھ کی ریاست میں نہر کہودنے کے کام کا اجارہ امیر صاحب سے تحریک ایسی ہی ڈیپوٹیشن کرلیا جائے۔ اور نہر کی تیاری کا کام شروع کردیا جائے۔

یا ایسا ہی کوئی اور مفید کام سوچا جائے جسمیں اسلامی ریاستوں کو بھی فایدہ ہو اور مسلمانوں کو بھی۔

امید ہی کہ اخبار وکیل یہہ مضمون درج کرکے اسکی تائید خود بھی کریگا اور اپنی ہمعصروں کو بھی متوجہہ کریگا کہ ہندوستان کے مسلمان پہلے

یہاں کوئی قومی کام شروع کریں جو ضرور اُن کی عزت افزائی اور ناموری کا موجب ہوگا۔ اور انکو مالی فایدہ بھی بخشیگا۔ اور اُن کی بہت سے بیکار آدمی کام پر بھی لگجائینگے۔ اور پھر ممالک غیر میں بھی اولوالعزمی کے کام کرنے پر اُن کو اکسائیگا۔ (راقم ایک نامہ نگار مسلمان ۲۶ نومبر)

بصرہ طرابلس کی مجوزہ ریلوے لاین

مجوزہ اسلامی لاین کی اہمیت اور اوسکے مفاد اور منافع کے متعلق گذشتہ تیرہ مہینوں میں اسقدر توضیح و تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ہوں کہ ناظرین کو اُن کو دوبارہ بتانے یا اوس تجویز کی مزید تشریح کرنیکی کوئی احتیاج نہیں رہ گئی۔ اکثر معاونین اخبار اوسکی حقیقت و ماہیت سے بخوبی واقف ہوچکے ہونگے۔ اسکی کامیابی کے لیے اون کو یاد ہوگا کہ دو شرطیں مقدم گردانی گئی تہیں۔ جسمیں سے ایک یہہ تھی کہ جلالتماب امیر المومنین اور اونکی گورنمنٹ اسے منظور فرما کر اسکی تعمیل و تکمیل کو اپنی حمایت و سرپرستی میں لیں۔ اور دوسری یہہ کہ مسلمان بشرطیکہ انکا طالع بیدار اور قسمت یاور ہو اس کام کو کر لینے کا عزم بالجزم کرلیں۔ معدودے چند معزز مستثنیات کے علاوہ جنمیں سب سے ممتاز درجہ پر ہمارا قومی انگریزی ہمعصر پنجاب آبزرور لاہور ہے۔ جب ہمارے اکثر اسلامی معاصرین ہندوستان کو ہی اسمعاملہ پر متوجہ ہونے اور اپنے ملک میں اسکی شاعت کرکے انکو ترغیب و تحریص دلانیکی توفیق نہیں ہوسکی تو اسلامی پبلک کی ناموشی اور بیتوجہی کی کیا شکایت کی جاسکتی ہے۔ اکثر معزز مصری اور شامی اخبارات نے جنمیں المؤید اور ثمرات الفنون خاص شکریہ کے مستحق ہیں اپنے ہندوستانی ہمعصروں کی عدم توجہی کی اپنی طرف سے تو کافی تلافی کردینے کی کوشش کی مگر افسوس ہے کہ پبلک پر بھی تا حال کوئی نمایاں اثر نہیں پڑا۔ مسلمانوں کیطرف سے اس عام مایوسی کے پیدا ہوجانے کے ساتھہی ہمارے محترم ترکی ہمعصر معلومات کی مایوسی بہری تحریرات اور ترکی گورنمنٹ کی خاموشی رہی سہی امید و نیز جو معدودے چند ہندوستانی و ترکی محبان قوم عالی ہمتوں کی حوصلہ افزا تحریروں کے مطالعہ سے اُبہر آتی تہیں پانی پہر جاتا تہا۔ مگر تازہ ترین لایق اور ترکی اخبارات کے دیکھنے سے اس مایوسی میں بہت کچہہ تخفیف اور اس امر کا تقریباً پختہ یقین ہوگیا ہے کہ یہہ تحریک بے اثر نہیں رہیگی۔ اور اگر خداوند کریم کو منظور ہے تو یہہ عام نکبت و ادبار کچہہ دنوں کے مہماں ہیں۔

ٹائمز کا نامہ نگار واقع استانبول لکہتا ہے کہ خلیج فارس اور بحیرہ روم کو طرابلس سے کویت تک ریلوے لاین سے باہم ملانیکی تجویز پر سلطان المعظم اور باب العالی کچہہ عرصہ غور کررہے تہے۔ اور اب بیان کیا جاتا ہے کہ جلالتماب اور اونکی گورنمنٹ دونوں نے اس تجویز کو پسند کیا ہے۔ اسکے بعد نامہ نگار مذکور روسی سفیر متعینہ استانبول کے بھتیجے کونٹ کلنپت کینہ جو ہسٹکو کرتا ہے جس کا مضمون ۲۲ اگست ۱۸۹۸ء کے وکیل میں درج ہو چکا ہے یاددہانی کے لیئے اسکا خلاصہ پہر دیدیا جاتا ہے۔ کونٹ مذکور طرابلس سے براہ وادی فرات ایک لاین سیدہی خانقین کو جو ٹرکی و ایران کی مشترکہ سرحد کے وسط کے قریب واقع ہے۔ اور دوسری لاین مندرجہ بالا لاین کے وسط یعنے مقام ہیت سے براہ کربلا و نجف و بصرہ کویت تک لیجانا چاہتا ہے۔ چونکہ نامہ نگار واقع استانبول یہہ کہتا ہے اور یہی کونٹ کا بھی ہے مدعا ہے۔ اور کونٹ مذکور کیطرف سے خلیج فارس اور بحیرہ روم کے درمیان ریلوے لاین بنانے کی درخواست گذر چکی ہے۔ نامہ نگار مذکور نے اُس جدید منطق سے کام لیکر جو یورپین اخبارات کے نامہ نگاروں نے ترکی معاملات کے متعلق وضع کر رکہا ہے۔ سلطان المعظم کی پسندیدگی سے یہہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ حضور ممدوح کونٹ کی درخواست کو منظور فرمالینگے۔ ٹائمز اور اسکے چیلے چانٹوں نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔ مگر آخر الذکر نے اسقدر اور اضافہ کردیا ہے کہ روسی کونٹ کی مجوزہ لاین جیسا کہ کونٹ مذکور کا بیان ہے طرابلس سے لیکر [illegible]

تک بالکل غیر آباد علاقہ سے گذریگی۔ اگر سلطان المعظم اپنے ملک میں توسیع ریلوے کے مشتاق ہیں اور اس توسیع سے فایدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ تو وہ لاین سب سے مفید ہوگی جو پچھلے برس ایک جرمن کمپنی نے تجویز کی تھی یعنی سکودرا۔ قیصریہ لاین کو براہ ماردین موصل اور بغداد تک بڑہا دیا جائے۔"

اسموقع پر ضمناً یہ بتا دینے میں کوئی ہرج نہیں ہوگا کہ گو وکیل نے اسلامی مقامات متبرکہ کے محل وقوع اور دیگر جنگی و ملکی اغراض کے لحاظ سے مجوزہ لاین کا ایک انتہائی سٹیشن بحیرہ روم کی کسی بندرگاہ پر ہونا تجویز کیا ہے۔ لیکن اسکے درمیانی اسٹیشنوں میں موصل کو لازمی قرار دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی اسے فراموش نکیا جائے کہ اوسکا اولین مدعا کسی خاص لاین کی اہمیت نہیں بلکہ یہ ہے کہ مسلمان متحد و متفق ہوکر کوئی ایسا کام کریں جس سے مالی فایدہ کے علاوہ انکو بالواسطہ طور پر تجارتی و علمی و صنعتی لحاظ سے بہی منفعت ہو۔ یہ مدعا اسکی مجوزہ لاین سے بخوبی حاصل ہوسکتے ہیں جسمیں ایک اور بڑا وصف یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہر فرقہ کو اس سے اپنے مقدس مقامات کی وجہہ سے مذہبی لگاؤ بہی ہے۔ ایک اسلامی سلطنت کو بالواسطہ طور پر جو فواید حاصل ہوں وہ علیحدہ رہے۔ تاہم اگر کبہی خداوند کریم نے مسلمانوں کو یہ ہمت دیدی کہ وہ اس کام کو کرنے پر کمربستہ ہوجائیں تو امور متذکرہ صدر کا لحاظ رکہکر تعین خط کا فیصلہ مبصروں کے اختیار میں ہوگا۔ ابہی سے یہ بحث فضول ہے۔ اسوقت سوال یہ ہے کہ آیا ٹائمز وغیرہ کا قیاس درست ہے جسکے درست ہونیکی صورت میں محو لہ بالا مایوسی کا تخفیف پا جانا تو درکنار۔ اسلامی مشترکہ سرمایہ سے اس علاقہ میں ریلوے تعمیر کرنیکا ذکر بہی فضول ہوجائیگا۔

اس سوال کا جواب اگر اثبات میں ہو تو پہر کوئی شک نہیں کہ کل امیدیں یکقلم منقطع ہوجاتی ہیں۔ اور سلطان کی پسندیدگی سے خوش ہونیکی بجائے کامل مایوسی ہوجاتی ہے۔ کیونکہ گو پہر بہی وکیل کی مجوزہ لائن کے چند حصے باقی رہتے ہیں۔ مگر مالی لحاظ سے وہ کچہہ زیادہ مفید نہیں ہوسکتے اور یہ ظاہر ہے کہ مالی فایدہ کو نظرانداز کرکے محض مذہبی یا قومی پاس سے روپیہ خرچ کرنیوالے ہر قوم میں چند آدمی ہوا کرتے ہیں جو کروڑوں روپیہ کبہی بہم نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن ٹائمز وغیرہ کا یہ قیاس کسی صورت میں درست نہیں ہوسکتا۔ وادی فرات میں ریلوے کی تیاری کیلیے دول یورپ اور وہاں کے متمولین میں چالیس برسوں سے زور لگا رہے ہیں سب سے اول انگلستان نے اسکی درخواست کی تہی اور ایسے وقت کی تہی ۔۔۔۔۔۔۔ جبکہ ترکی گورنمنٹ پر انگریزی سفیر کو بے اندازہ اقتدار حاصل تہا وہ جو چاہتا تہا سلطان حال کے باپ سے اور اوسکے مشیروں سے کرا لیتا تہا۔ اور ترکوں کو بہی انگلستان کی مخلصانہ رفاقت بلکہ اخوت پر کامل اعتماد تہا۔ اسمعاملہ میں جب وہ کامیاب نہوسکا تو یہ کبہی ممکن نہیں کہ عبد الحمید ایسا مدبر اور بہی کیسکی نہیں۔ ایک روسی سایل کی درخواست کو منظور کرکے اپنے ملک کے اس حصہ کی شاہرگ پر جو قسطنطنیہ کے ہاتھ سے نکلجانیکی آخری مصیبت کے وقت اسلامی خلافت کا آخری حصن حصین اور ملجا و ماوا سمجہا جاتا ہے ایک سب سے قدیمی دشمن کا قبضہ کرادے۔ حاشا و کلا۔ ایسا کبہی نہیں ہوسکتا مجوزہ لاین کے تقریباً اسی حصہ کیلیے جرمنوں نے روسی کونٹ سے پہلے درخواست کی تہی اور قیصر کی سیاحت کے دوران میں یہہ عام افواہ تہی کہ سلطان اپنے عزیز مہمان کے پاس خاطر سے جرمنوں کی درخواست کو ضرور منظور کرلینگے بلکہ ایک واقفکار نے تاسف واندوہ دلی یہانتک لکہدیا تہا کہ اس منظوری میں کسیطرح کا شبہ نہیں۔ لیکن یہہ اسکی غلط فہمی تہی بہرحال ہمیں کوئی شک نہیں کہ سلطان المعظم کو اسوقت سب سے زیادہ جرمنوں پر بہروسہ ہے۔ مگر جب اُن کو بہی اس لاین کا اجارہ نہ دیا تو روسی کونٹ کو کسطرح دینا منظور کرسکتے تہے۔ ان دونو تجویزوں کے سوا ایک تیسری تجویز خلیج فارس اور بحیرہ روم کے درمیان اسلامی مشترکہ سرمایہ سے

ریلوے بنانے کی تھی۔ اور یہانتک پختہ خبر ہے کہ اُس پر بھی غور کیا جارہا تھا اور جہانتک قراین سے پایا جاتا ہے۔ ہمیں یہہ کہنے میں کچھہ تامل نہیں ہوسکتا کہ جلالتمآب خلیفۃ المسلمین اور اُنکی گورنمنٹ نے اگر کسی تجویز کو بنظر استحسان دیکھا ہے تو وہ یہی تجویز ہوگی۔ احتمال لکھنے کی یہی وجہہ ہے کہ ٹائمز کے نامہ نگار کی اس خبر کی ابھی تک دیگر ذرایع سے تصدیق نہیں ہوئی۔ اور اسلیے پسندیدگی کی خبر کے درست یا غلط یا قبل از وقت ہونیکی نسبت پختگی کے ساتھ کچھہ نہیں کہا جاسکتا۔ تاہم جہانتک پسندیدگی کا تعلق ہے قراین اس خبر کے درست ہونیکی موید ہیں۔ اور ان قراین میں سے ایک یہہ ہے جسے ذیل میں ظاہر کیا جاتا ہے۔

ناظرین کو اس تجویز سے معلوم کی مخالفت کا علم ہے اور اُنہیں یہہ بھی معلوم ہے کہ یہہ اخبار ایک طرح سے دربار سلطانی کا اخبار ہے اور درباری اخباروں کی نسبت کون نہیں جانتا کہ کم از کم اہم معاملات میں وہ وہی لکھتے ہیں یا وہی تحریک کرتے ہیں جسکا مقولہ ع آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم۔ اُنکو اشارہ ہوچکا ہو یہی وجہہ تھی کہ شروع شروع میں اسکی تحریرات اور عدم اتفاق رائے سے جنمیں وہ علاوہ دیگر وجوہات مسلمانوں کی کم ثروتی۔ کم علمی۔ پست ہمتی کو بھی اس تجویز کی کامیابی میں سد راہ بتاتا تھا۔ حوصلہ بہت کچھہ پست ہوجاتا تھا۔ اب چند ہفتوں سے اُسکی روش اور پالیسی اس معاملہ میں بتدریج بدلتی جارہی ہے۔ پہلے اُسنے اُن لوگوں کی تحریریں شایع کرنی شروع کیں جو اُسکے اعتراضات کی تردید اور اصل تجویز کی اہمیت اور کثیر المنفعتی کی تائید میں تھیں۔ پھر ایک قدم اور آگے بڑھاکر مسلمانوں کو باہمی تعارف اور میل ملاپ کی تحریص و ترغیب دلائی اور موجودہ اجنبیت اور بیگانگت پر اُن کو شرم دلانے والے مضامین لکھے۔ بالآخر قومی ترقی اور عروج کیلیے باہم متفق و متحد ہوکر کام کرنے کی ضرورت واضح کرکے عوام اور بالخصوص علما امرا اور اولیاء امور کو شرم دلائی کہ نفع عام کیلیے کچھہ کرنا تو درکنار۔ ذاتی منفعت کیلیے بھی کارخانوں اور تجارتی کمپنیوں کو قایم کرنے کیلیے کہیں دس مسلمانوں نے اتفاق نہیں کیا۔ یہہ سب قصور علماء اور مقتدر و باخبر اصحاب کی پست ہمتی اور بے توجہی کا ہے۔ اسکے بعد اسلامی مشترکہ سرمایہ سے مجوزہ لاین کے بنائے جانیکی تجویز کا ہمدردانہ پیرایہ میں ذکر کرکے تحریر کرتا ہے کہ یہی تجویز اُسے مندرجہ سطور لکھنے کی محرک ہوئی ہے اور امید ہے کہ کل اسلامی ممالک کے علما اُن کو پڑھنے سے اپنے اپنے فرض پر کمربستہ ہوجاینگے۔ اختلاف کے بعد **معلومات** کی یہہ موافقت جو معنے رکھتی ہے وہ واقفکاروں سے پوشیدہ نہیں ہوسکتی اور یہی موافقت ایک بڑا قرینہ اس قیاس کی تائید میں ہے کہ جلالتمآب کی پسندیدگی ضرور اُس تجویز کے متعلق ہے جو ہندوستان کے ایک خادم ملک و قوم سنے اپنے بھائیوں کے سامنے پیش کی تھی۔ یہہ قیاس اگر درست ہو اور غالباً وہ ہے تو تجویز مذکور کی کامیابی کی مقدم شرایط میں سے ایک پوری ہوگئی۔ اور اب صرف دوسری کی کسر باقی رہ گئی ہے جسے اگر دنیا کے بیس پچیس کروڑ مسلمان جنمیں سے کئی اب بھی کروڑپتی ہیں پورا نہ کرسکے تو اُن کی قوم نیم مردہ تو پہلے ہی سے مشہور ہے پھر بالکل مُردوں میں شمار ہونے لگیگی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ (۲۹ جنوری [illegible]ء)

بصرہ بغداد و دمشق و حجاز کو باہم ملانے کیلیے قومی مشترک سرمایہ سے ریلوے لاین تعمیر کرنیکی تجویز کی نسبت ناظرین یہہ معلوم کرکے یقیناً بکمال مسرور ہونگے کہ وہ یہی نہیں کہ حرمین شریفین اور حجاز تک ہی پہنچ گئی ہے۔ بلکہ یہہ کہ وہاں کے کئی عالی ہمت اور آگاہ زمانہ سے باخبر مسلمان اس کام میں حسب استطاعت شریک ہونے پر بھی تیار ہوگئے ہیں۔ انمیں سے ایک صاحب خاص طور پر ذکر کیے جانے کے قابل

ہیں وہ سیٹھ احمد عبداللطیف صاحب تاجر جدہ ہیں اور قومی ترقی و بہبود کے اس بےنظیر کام کو عمل میں لانے کے لیئے بر حسب ضابطہ کمپنی قائم ہو جانے
پر سر دست ۲۵ ہزار روپیہ کے حصے خریدنے پر آمادہ ہیں ہم صدق دل سے دعا کرتے ہیں کہ خدا وند کریم ان کے حوصلہ و ہمت اور توفیق و
مقدرت میں روزافزوں اضافہ کرے اور کل مسلمانوں کو ایسی ہی توفیق و استطاعت و ہوشمندی اور باخبری عطا فرمائے کیونکہ جب تک عام
جمہور میں ویسی ہی مستعدی اور بلند ہمتی موجود نہ ہو جائے مذکورہ صدر یا ایسی قسم کی اور تجویزوں کے تو قبول پر آنے کی کبھی توقع نہیں ہو سکتی
ایسی لاین کی تیاری کے لیئے زیادہ سے زیادہ بیس پچیس کروڑ روپیہ کفایت کرتے ہیں اور یہ رقم ایسی نہیں جسے ایک دو اسلامی ممالک
کے ہی مسلمان بآسانی بہم نہ پہنچا سکتے ہوں۔ اگر کمی ہے تو فقط بلند ہمتی و اولوالعزمی اور دنیاوی معاملات اور کاروبار و واقفیت اور باخبری کی
اس موقع پر یہ ظاہر کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ کہ تقریباً دو مہینے گذر جانے کے باوجود ابتک نامہ نگار تیمنز آشنائی اس خبر کی کوئی تصدیق
نہ ہوئی ہے کہ سلطان المعظم اور باب عالی نے روسی کونٹ کی درخواست کو جو اسنے طرابلس الشام سے بیروت تک ریلوے بنانیکا اجارہ ملنے کے لیئے دی تھی
بنظر استحسان دیکھا ہے۔ وکیل کے اس قیاس کی صداقت ظاہر ہو گئی ہے کہ سلطان المعظم سے کسی اجنبی اور بالخصوص کسی روسی کو ایسی اہم
لاین کا اجارہ عطا کرنے کی غلطی کبھی سرزد نہیں ہو سکتی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اس عدم تصدیق سے ہماری وہ توقع بھی ایک سلح سے باطل
ہو گئی ہے کہ اگر سلطان المعظم کو کسی تجویز کو بنظر استحسان دیکھنے کی خبر درست ہے تو وہ بالضرور مشترکہ اسلامی سرمایہ سے ریلوے بنانے کی تجویز ہوگی
آخر الذکر تجویز کا باب عالی اور رجال حکومت کے کانوں تک پہنچ گیا ہونا یقینی امر ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ سوڈان و کریٹ وغیرہ کے واقعات
عجیبہ کے پے در پے حدوث اور پھر مقدونیہ میں اندرونی و بیرونی اعداء کے اغوا سے سازش کے احتمال کے تفکرات نے ترکی گورنمنٹ کو اسطرف توجہ
کرنیکی فرصت نہیں دی ہے۔ مزید برآں ممکن ہے کہ جیسا چند ہفتے ہوئے دمشق کے معزز خاندان معظم کے ایک قابل رکن رفیق بک نے المؤید میں لکھا تھا
وہ اس اندیشہ سے بھی جو نیرنگی قسمت سے ایک مقتدر اسلامی سلطنت ہونے کی وجہ سے کل دنیا کی سلطنتوں میں سے صرف اکیلی ٹرکی کو بہت
کچھ بجا طور پر لاحق ہو رہا ہے۔ شش و پنج میں پڑی ہوئی ہو کہ اگر اسلامی مشترکہ سرمایہ سے اس ریلوے لاین کو تیار کرانے کا فیصلہ کر دیا جائے
تو کہیں دول اجنبیہ کو انہی مسلمان حصہ داروں کے حقوق و اغراض کی حفاظت کے بہانہ سے سلطنت کے اندرونی معاملات میں دخل
در معقولات دینے کا مزید موقع اور حیلہ نہ ہاتھ آ جائے۔ اگر یہ قیاس درست ہے اور باب عالی فی الواقع اگر اسی اندیشہ سے متردد ہو رہا ہے تو
بظاہر حال اسپر کوئی الزام وارد نہیں ہو سکتا۔ کل دنیا دیکھ رہی ہے کہ اجنبی طاقتیں خفیف سے خفیف اور لغو ترین حجتوں اور بہانوں کو
بھی ٹرکی کے معاملات میں جا بجا مداخلت کرنے کے لیئے ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں۔ اور ان بہانوں کی صریح بے بنیادی نا انصافی اور لغویت
کے باوجود ٹرکی ایک زبردست جتھے کے مقابلہ میں بالکل یکہ و تنہا ہونیکی وجہ سے دم نہیں مار سکتی۔ بنا برین اگر وہ بمصداق مار گزیدہ از
ریسمان مترسد ایسی باندرونی مزید دخل دینے کے لیئے ایسا حیلہ ملنے سے ڈرتی ہے تو بہت کچھ حق بجانب ہو سکتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسی احتیاط جو قومی ترقی کی بھی مانع ہو خود بھی قصد
ہی بالکل نقصان رسان نہیں کیونکہ اول تو مداخلت کا ہونا احتمالی ہے یقینی نہیں۔ اور اگر یقینی بھی ہو تو یہ ضروری نہیں کہ اسکی مزاحمت
میں کامیابی نہ ہو۔ ترکی مدبرین کا مداخلت کے طلبگاروں کی حجتوں کو بزور تدبر رد کر سکنا امکان میں داخل ہے اور اگر وہ مداخلت کرنے
میں کامیاب بھی ہو جائیں تو اسکا مضر ہونا لازمی نہیں۔ اسکی مضرتوں کے انسداد کا انتظام ہو سکتا ہے۔ بالآخر اگر اسقدر مختلف کوششوں

کے بعد بہی اُسکی مضرت کا تدارک ہو سکی تو بہی اسقدر فایدہ تو ہوگا کہ اس مضرت کو محسوس ہونے میں کئی سالوں کا وقفہ پڑیگا برعکس اسکے کسی مفید تجویز کو اس اندیشہ سے عمل میں لانے کی بہی جرأت نہ کرکے ملک کو تجویز کے فواید اور اندرونی و قومی ترقی سے محروم رکھدینا ضرور ہی سے ملک کو یقینی سخت ضرر اور نقصان پہونچانیکا موجب ہوگا۔

اسی طرح بہی نقصان کے علاوہ بابعالی کے تردد و اندیشہ کے برخلاف اور بہی کئی زبردست دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جنگی تجارتی تمدنی اور پولیٹیکل لحاظ سے ملک میں ریلوں کی اشاعت مسلم طور پر ضروری متصور ہوچکی ہے اور اس ضرورت کو تسلیم کرنے سے بابعالی کو بہی کوئی عذر نہیں اور اسے جلد یا دیر بعد ضرور اپنے مقبوضات میں جابجا ریلوے کے سلسلے بڑہانے اور از سر نو قایم کرنے پڑینگے۔ مگر گورنمنٹ کے پاس خود روپیہ نہیں کہ سرکاری سرمایہ سے ان کو تیار کرے۔ اگر قرض لیا جائے تو حصول قرضہ کی ہمرکاب دقتوں اور خرخشوں کے علاوہ بیرونی قرضے بیرونی مداخلت کے زبردست اوزار مانے جاچکے ہیں۔ مصر انہی قرضوں کی بدولت آج انگریزی سلطنت کے اقتدار میں ہے۔ اور خود ٹرکی بھی انہیں قرضوں کے طفیل کچہ کم مصیبتیں نہیں بہوگ رہی۔ ان دونوں کے بعد مشترکہ اسلامی تجویز کے ماسوا یہی آخری چارہ باقی رہتا ہے کہ اجنبی ٹہیکہ داروں کو تعمیر ریلوے کے اجارے عطا کیے جائیں جسکا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ اغیار کو صرف مداخلت کا ہی باقاعدہ اور مستحکم استحقاق شروع ہی سے نہ دیدیا جائے۔ بلکہ ملک کی پولیٹیکل حیات کی شہ رگ اپنے ہاتھ سے ان کے عملی تصرف و ضبط میں کردیجائے۔ حالانکہ مشترکہ اسلامی سرمایہ سے اجنبی مداخلت کا ہونا بہی صرف احتمالی ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ ایسا احتمال بہی نہ پایا جائے۔ کیونکہ ابہی تک کئی ایسے اسلامی ملک موجود ہیں جو کسی غیر قوم کے ماتحت نہیں۔ اور وہاں کے باشندے بہی کچہ ایسے گئے گذرے نہیں کہ بیس پچیس کروڑ روپیہ بہم نہ پہنچا سکیں۔ مسلمانوں کی زیادہ آبادی رکہنے والے ایسے ملک جو یورپین سلطنتوں کے ماتحت ہیں صرف ہندوستان الجزائر اور جزائر سوماٹرا و جاوا ہی ہیں۔ انمیں سے جاوا اور سوماٹرا ایسی حکومت کے ماتحت ہیں جو ٹرکی کے مقابلہ پر کوئی حقیقت نہیں رکہتی۔ اور اُسے اپنی مسلمان رعایا کے حقوق کی حفاظت کے بہانہ سے ٹرکی میں ذاتی اغراض کی تکمیل کیلیے مداخلت کرنے کی کبہی جرأت نہیں ہوسکتی۔

الجزائر فرانس کے ماتحت ہے جو اپنی مسلمان رعایا کی دلجوئی کیلیے سرکاری خرچ سے مسجدیں تعمیر کرنے اور انمیں امام مقرر کرنے سے بہی دریغ نہیں کرتا۔ جس کو اپنی رعایا کی یہانتک خاطر منظور ہو اُس سے کبہی امید نہیں ہوسکتی کہ اُسکے پولیٹیکل تعلقات ٹرکی سے خواہ کیسے کشیدہ کیوں نہوں وہ ایسی کسی مستقبلہ طریق عمل سے اپنی مسلمان رعایا کو اس تجویز کی شرکت کے ان فواید سے جو مالی و تجارتی و علمی لحاظ سے بہی شریک ہونیوالوں کو بمقدار عظیم پہنچینگے متمتع ہونے سے محروم رکہنے کا باعث ہوسکیگا۔ اور وہ اپنی رعایا کو ایسا اخلاقی و مادی نقصان پہنچانا گوارا کرسکیگا یہی ریمارک گورنمنٹ انگلشیہ پر صادق آتا ہے۔ اور اس سے کبہی امید نہیں ہوسکتی کہ خواہ وہ کسیوقت ٹرکی کی اعلانیہ دشمن ہی کیوں نہ ہوجائے۔ وہ کبہی ایسی تنگ ظرفی کی مرتکب ہوسکے کہ اُسکی مسلمان رعایا اُسکی کسی متوقعہ فعل کی بدولت ایک ذاتی بہبود و ترقی کے کام میں حصہ لے سکنے کے موقع سے مستفید نہو سکے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ وکیل نے مشترکہ سرمایہ سے ریل بنانے کی تجویز اسلیے پیش نہیں کی تہی کہ اُس سے ٹرکی کو فائدہ پہنچیگا۔ بلکہ محض اسلیے کہ مسلمان باہم ملکر کوئی کام کرنا سیکہیں اور اسی لیے مجوزہ لاین تجویز کیگئی تہی کہ مالی لحاظ

سے نہایت مفید ہونیکے علاوہ وہ ایسے مقامات سے گذریگی جنسے ہر ملک و دیار اور ہر فرقہ و ملت کے مسلمانوں کو خاص روحانی و مذہبی تعلق اور لگاؤ ہے۔ اور یہہ تعلق اُن کو اس کام کی تکمیل پر کمربستہ کرنیمیں زبردست تحریک کا کام دیگا۔ پس یہہ کسی مہذب گورنمنٹ سے توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ اپنی کسی پالیسی کو اپنی رعایا کی بہبودی میں کبھی مارج ہونے دیگی۔

لیکن اس بحث میں اول تو یہہ دیکھنا واجب ہے کہ آیا ہندوستان وغیرہ کے مسلمان اس کام کی شرکت پر آمادہ ہوسکتے ہیں یا کئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اُن کی مُردہ دلی۔ دونہمتی یا بقول لارڈ کرزن تنگخیالی۔ پست نظری۔ مالی بزدلی۔ اور کسی بڑے کام کو ہاتھ ڈالنے سے جھجکتے رہنے کا یہی عالم رہا۔ جواب ہے تو یہہ بحث ہی فضول ہے وما یشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ بہرحال ترکوں کا یہہ خوف یا اندیشہ ایسی وقعت نہیں رکھتا کہ اُسکی وجہہ سے وہ ہاتھہ پر ہاتھ دہرے بیٹھے رہیں۔ شیوۂ مردانگی اسکا مقتضی ہے کہ وہ اپنی ہمت بازو اور تائید ایزدی پر بہروسہ کرکے اس کام کو شروع کردیں۔ اور اپنی ہمت و کوشش سے اُسی بر تکمیل پہنچانیکا عزم مردانہ کریں۔ ورنہ اُن کی یہہ نامناسب احتیاط اور اخلاقی بزدلی خودکشی سے کم نہیں ہوگی۔ اور اُسکا نتیجہ دیگر اقوام کی روز افزوں حشمت و اقبال کے مقابلہ پر اُن کے دن بدن زیادہ انحطاط پذیر ہوتی جانیسے پولیٹیکل ہلاکت کے سوا اور کچھہ نہیں ہوگا۔ (۲۹ مارچ ۱۹۰۸ء)۔

بصرہ و بغداد و اسکندرون کی مجوزہ ریلوے لاین کے متعلق خداوند کریم کا شکر ہے کہ اس ہفتہ ہم اپنے ناظرین کو کئی خوشخبریاں سنانیکے قابل ہوگئے ہیں۔ اور اگر خدانے چاہا تو وہ دن دور نہیں جبکہ ہم اسے قوہ سے فعل میں آیا ہوا دیکھہ لینگے۔ اسوقت ناظرین کو اُن عظیم المقدار فواید کی فہرست جو اس لاین کے مسلمانوں کے مشترکہ سرمایہ سے تیار ہونیکی صورت میں گورنمنٹ عثمانیہ کو جنگی و ملکی و سیاسی و تجارتی و فنانشل پہلو سے خود ملک اور ابنائے ملک کو تجارت و عمران و فروغ زراعت و آبادی اور ترویج تہذیب و شایستگی کے لحاظ سے اور کل مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد۔ مالی و تعلیمی ترقی و منفعت کے اور نیز مذہبی پہلو سے حاصل ہوسکتے ہیں پھر دوہرا کر بتانیکی احتیاج نہیں **وکیل** متعدد مضامین میں اُنکی تشریح کرچکا ہے۔ اور نہ اسوقت ہمیں اُن دو مقدم شرطوں کے مفصل اعادہ کی ضرورت ہے۔ جو اس تجویز کی کامیابی کیلیے لازمی بتائی جاچکی ہیں۔ صرف مجملاً یہہ بتادینا کافی ہوگا کہ ایک تو یہہ ہے کہ جلالتماب امیر المومنین اور اُن کی گورنمنٹ اُسے منظور کرکے اُسکی تعمیل و تکمیل کے کام کو اپنی حمایت و سرپرستی میں لیں اور دوسری یہہ ہے کہ مسلمانان عالم بشرطیکہ نحوست و ادبار اور دونہمتی نے اُنکا پیچھا چھوڑ دیا ہو اس کثیر المنفعت کام کو بر سر اتمام پہونچانیکا عزم بالجزم کرلیں۔

اس تحریک کو شروع ہوئے تقریباً اٹھارہ مہینے ہوگئے ہیں۔ اور اس اثنا میں گو بعض بلند ہمت اور باغیرت اصحاب کے خطوط اور باحمیت و محب ملت اخبارات کی تائیدی تحریروں سے یہہ اطمینان حاصل ہوتا رہتا تہا کہ ہر حال یہہ تخم یونہی بیکار نہیں جائیگا۔ لیکن ایسے اہم کام کی تکمیل کیلیئے خاصکر جبکہ مسلمانوں ایسی غافل اور خواب ناز میں سرمست قوم سے اُسکی تکمیل کرانا مقصود ہو۔ جیسی کچھہ مستعدی اور پرجوشی درکار تہی اُسکا کہیں نام و نشان نہ پایا جاتا تہا اور عوام تک اس تحریک کا پہنچنا تو درکنار۔ اکثر ممتاز ہندوستانی اخبارات تک نے بہی اسطرف متوجہ ہونا پسند نکیا تہا۔ اسیطرح **معلومات قسطنطنیہ** کی بعض تحریروں سے جو اس تجویز کے متعلق نہیں تہیں بلکہ مسلمانوں سے کوئی کام کرسکنے کی امید نہونیکی وجہہ سے موافق نہ تہا بہت کچھہ مایوسی ہورہی تہی۔ اور اسپر کبھی کبھی یورپ سے طرح طرح کی خبریں موصول ہوکر

سوئی پر سوہاگہ کا کام کرجاتی تہیں۔ کبہی یہہ خبر ملتی کہ سلطانی گورنمنٹ نے عراق عرب و شام وغیرہ کی لائنوں کا اجارہ جرمنوں کو دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور کبہی کوئی یورپین نامہ نگار یہہ بے پر کی اُڑا دیتا کہ روسی کونٹ کی درخواست عنقریب منظور ہو جانیوالی ہے۔ وکیل مختلف وجوات اور قرینوں سے ان خبروں کی گو ساتھ کے ساتھ تردید یا تکذیب کردیتا رہا تہا لیکن پہر بہی عوام پر وہ بُرا اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی تہیں شام و مصر کے اکثر ممتاز اخبارات نے اس تجویز کو بڑی مسرت سے لبیک کہا۔ مگر آخر وہاں بہی مسلمانوں کی اکثر تجویزوں کیطرح عملاً تو کچہہ نہوا مگر بحث مباحثہ اور زبانی لفاظیاں شروع ہوگئیں لیکن الحمد للہ کہ یورپین متمولین کی دراندازی کا خطرہ اب تقریباً مفقود ہوگیا ہے اور روسی کونٹ کی درخواست کی منظوری کی خبر کی پانچ مہینوں میں کوئی تصدیق نہونے سے اُسکا بالکل غلط ہونا بخوبی ثابت ہوگیا ہے۔ لیکن اس سے یہہ قیاس کرلیا جائے کہ متمولین مذکورہ بالا اپنی طرف سے کوتاہی کررہے ہیں نہیں۔ بلکہ اُن کی سرگرمیاں پہلے سے اضعافاً مضاعفہ بڑہ گئی ہیں چنانچہ تازہ ترین مغربی ڈاک اور خطوط سے معلوم ہوا ہے کہ اب ایک اور یورپین کمپنی دیگر کمپنیوں کے خلاف معمول جو منافع کی ذمہ داری اور ضمانتیں لیکر کام کرنے پر آمادہ ہوتی تہیں۔ بلا کسی ذمہ واری کے اور سلطنت کے حق میں نہایت ہی مفید شرایط پر کل ایشیائی۔ روم میں لائنیں تیار کرنیکا اجارہ ملنے کی کوشش کررہی ہے اور خلاف معمول سابقہ اجارہ داروں کے جو اجارہ ملجانے کے بعد کام کو برسوں لٹکائے رکہتے تہے دو برس کے اندر کل لائنوں کو مکمل کردینے کی شرط کرتی ہے اور اس امر کی ضمانت میں ۵۰ ہزار لیرہ نقد بہی خزانہ سلطانی میں داخل کرنے پر تیار نہیں بلکہ یہہ بہی شرط کرتی ہے کہ اگر اس عرصہ میں تکمیل نہو تو کمپنی کا کل سامان اور تیار شدہ ٹکڑے بلا معاوضہ سلطنت عثمانیہ کا ملک ہو جائینگے لیکن ایسی شرایط پر بہی سلطان المعظم کا اغیار کو اجارہ دینا منظور نکرنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ کم از کم ایشیائی مقبوضات میں اور بالخصوص ریلوی کی تعمیر پر یورپین سرمایہ کو اور زیادہ دخیل نہونے دینے کا مصمم ارادہ کرچکے ہیں۔ اور خدا کرے کہ ابنائے ملک اور کافہ مسلمین کی لاپروائی اور غفلت و پست ہمتی سے مجبور ہوکر کبہی اُنکو یہہ عزم فسخ نکرنا پڑے

مسلمان اگر عاقبت اندیشی سے بالکل ہی معرا نہیں ہوگئے تو اُن کے لیئے یورپین سائلین بالخصوص روسی کونٹ کی درخواست کی عدم منظوری ہی بجنسہا جو بشرط منظوری وسیع پیمانہ پر کام کرسکنے کے آخری میدان کو مسلمانوں کے ہاتہ سے چہین لیتی۔ کچہہ کم خوشخبری نہیں۔ اور وکیل کے لیئے یہہ کچہہ کم فخر کا مقام نہیں کہ ٹائمز و پایونیر ایسے اخبارات کے بیانات کی تردید کرنے میں آخر وہی راستی پر ثابت ہوا۔ مگر خوشخبریوں کا ذخیرہ اسی پر ختم نہیں ہوتا

یہہ مسلم امر ہے کہ جتنے مسلمان ہندوستان میں موجود ہیں اُسقدر اور کسی ملک میں نہیں۔ اور خدا کے فضل سے متمول اور متوسط الحال اشخاص کی اوسط بہی غالباً یہیں کے مسلمانوں میں زیادہ ہے مزید برآں وہ ایک ایسی گورنمنٹ کے تابع ہیں جو اپنی رعایا کو عالم و باخبر ہی نہیں بنانا چاہتی بلکہ اُن کو مفید و کارآمد کاموں کا عامل ہونیکی بہی ہمیشہ تحریص و ترغیب دلاتی رہتی ہے۔ اور اگر مسلمان اس نیک ہدایت و تشویق سے اب تک فایدہ نہیں اُٹہا سکے یا عنقریب استفادہ کی تکمیل نہ کرسکیں تو پہر کبہی بہی اُن سے اُبہرنے اور کچہہ کرنیکی توقع نہیں ہوسکتی۔ بہرحال بوجوہات متذکرہ صدر تجویز زیر بحث کو عمل میں لا سکنے کے لیئے ہندوستان کے مسلمانوں سے معتدبہ مدد ملسکتی ہے اور اس مدد پر اُنکو صرف اخبارات کے ذریعہ ہی مایل کیا جاسکتا ہے۔ اور یہی وجہہ تہی کہ اکثر ایسے اخبارات کی خاموشی سے جنسے بہت کچہہ توقع تہی کسیقدر مایوسی سی پیدا ہوجاتی تہی مگر قوم کی خوش قسمتی سے اب یہہ شکایت دن بدن کم ہوتی جارہی ہے۔ اور یہہ دوسری قابل قدر خوشخبری ہے۔ پنجاب آبزرور لاہور اور محمڈن مدراس شروع سے برابر تائید کرتے چلے آرہے ہیں۔ روزانہ دہلی۔ ریاض الاخبار اور دار السلطنت و شمس الاخبار بہی گو ان سے زیادہ

سرگرم تائید کی امید تھی گاہ گاہ کلمۂ خیر کہنے سے دریغ نہیں کرتے رہے۔ حبل المتین ابھی ابھی مفصل و مطول بحث کئی نمبروں میں کر چکا ہے۔ روزانہ پیسہ اخبار نے اب سلسلہ وار مضمون اس مسئلہ پر شروع کر دیا ہے! اور امید غالب ہے کہ کم از کم باقیماندہ اسلامی معاصرین کو بھی اب اس بغایت اہم تجویز و تحریک کی تائید سے عار نہ ہوگی۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ جب ملک کے تمام اخبارات ایک کام کو کرانے کا بیڑا اُٹھا لیں تو بشرطیکہ قوم بالکل ہی مردہ نہو گئی ہو۔ اُنہیں ضرور اپنے مدعا میں کامیابی حاصل ہوگی۔ مدراس کے باقیماندہ معزز ہمعصر جریدہ روزگار، مخبر دکن، نیر آصفی حیدر آباد کے معاصرین۔ اور بمبئی کے کئی اخبارات کے مالک و ایڈیٹر دقومی جانباز حکیم عبدالحمید صاحب فرخ، شمالی ہندوستان کے سرحدی اضلاع کا واحد اسلامی اخبار چودہویں صدی اور کئی دیگر ہمعصر اگر چاہیں تو قوم کو بیدار کرنے اور اس کار اہم کی تکمیل میں بہت کچھہ کر سکتے ہیں۔ اور اُن کی تحریروں سے متاثر ہو کر چند عالی ہمت بزرگان قوم کا اس تجویز کی عام اشاعت اور تعمیل پر کمربستہ ہو جانا بعید از قیاس نہیں جیسے کہ حجاز کی مقدس سرزمین میں ایک فرشتہ سیرت قومی دلسوز نے اسوقت اسی کام کو اپنے اہم فرائض کی فہرست میں داخل کر رکھا ہے۔ اور خدا نے چاہا تو اُنکی مساعی بار بار مشکور و مقبول ہوتی رہینگی۔ جدہ کے ایک نامور مسلمان تاجر سیٹھہ عبداللطیف صاحب کا ذکر خیر پہلے ہو چکا ہے کہ وہ کمپنی کے قیام پر ۲۵ ہزار روپیہ کے حصے خریدنے پر بالکل تیار ہیں۔ اس ہفتہ وہی خالص دہیر یا محب قوم وفدائے ملت[۵] بتاریخ ۲۰ ذیقعدہ حسب ذیل خوشخبری تحریر کرتے ہیں۔ "دمشق نصرہ لاین کے متعلق جو خدمت وکیل نے میری سپرد کی ہے اُسکے خیال سے میں بیفکر نہیں ہوں اس ہفتہ تین آدمیوں کی آمادگی کی اطلاع دینے کی مجھے عزت حاصل ہوئی ہے۔ یہہ تینوں صاحب بھی تاجر ہیں۔ ایک بیس پونڈ۔ دوسرا پچاس پونڈ۔ اور تیسرا سو پونڈ کے حصے خریدینگے۔ اور بالکل آمادہ ہیں۔ وکیل کی اس مبارک تجویز کا خیر مقدم جہانتک میں سمجھتا ہوں حجاز کی مقدس و برگزیدہ خطہ کے مسلمانوں نے بڑی خوشی سے کیا ہے اور اس معاملہ سے یہاں کے متمول اور تجارت پیشہ تعلیمیافتہ اصحاب کو بڑی دلچسپی ہے۔ اور خدا نے چاہا تو وہ وقت دور نہیں کہ اس مرکز اسلام میں اسکی اشاعت سے تمام دنیا میں عام تحریک پیدا ہو جائیگی"

اگر وکیل کو دیگر معاونین بھی جو مختلف اقطاع عالم میں موجود ہیں اس بزرگوار کیطرح اب تک کوشش کرتے رہتے۔ تو یقین کامل تھا کہ یہہ تجویز عملی صورت اختیار کرنے کے بہت قریب پہنچ جاتی۔ لنڈن اور انگلستان کے مسلمانوں میں قوم کے پرانے خادم اور سچے دوست ہمارے معزز مخدوم منشی سراج الدین صاحب مالک و ایڈیٹر چودہویں صدی کے تشریف لیجانے سے ایک قابل قدر اضافہ ہو گیا ہے۔ انکو اس تجویز کے عملاً ظہور میں آجانے سے جو فوائد مترتب ہو سکتے ہیں انکا بتلانا حکمت بلقمان آموختن ہوگا۔ وہ آجکل انگلستان کو جانیوالے مسلمان طلباء کی تعلیم و تربیت و نگرانی کے مسئلہ پر جس سے اُنہیں ہمیشہ بڑی دلچسپی رہی ہے۔ بڑی سرگرمی سے مصروف ہیں۔ اگر وہ ذرا غور کرینگے تو اُنپر واضح ہو جائیگا کہ عملی تعلیم کے لحاظ سے بھی جیساکہ وکیل کے کسی گذشتہ پرچہ میں مفصل تحریر ہو چکا ہے۔ یہہ تجویز مسلمانوں کے لیے اکسیر حیات سے کم نہیں افسوس! غالباً کثرت مشاغل کی وجہ سے ان کو ہندوستان میں اس معاملہ کیطرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں ہوئی مگر یقین کامل ہے کہ انگلستان کی روح افزا آب و ہوا میں جہاں انسان یہاں کی نسبت کئی حصے زیادہ دماغی و جسمانی کام کر سکتا ہے۔ وہ ضرور گذشتہ خاموشی کی کماحقہ تلافی کر دینگے۔ اور مولوی رفیع الدین احمد صاحب اور حاجی محمد دولی اور شیخ الاسلام عبداللہ کوئلیم

[۵] یعنی مولوی محمد سعید صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

اور دیگر بزرگوار ان قوم کی اتفاق و مشورہ سے اس تجویز کی کامیابی کیلئے جو ایکطرح سے مسلمانوں کی زندگی اور موت کی محک ہے ہر ایک طرح کی کوشش کرینگے

ہمیں منشی حیدر علی صاحب کا بھی ابتک اس طرف توجہ نکرنا حالانکہ قوم کے محب صادق اور مخلص و بیغرض خادم اور حقیقی مخدوم میر عزیز احمد صاحب بی اے گلاسگو ہیں ان کا اکثر ربط ضبط رہتا ہے اور خط و کتابت کا سلسلہ فیمابین جاری ہے۔ اور چودہری صاحب موصوف خود بھی قومی دلسوزی میں کسی سے کم نہیں بیشک تعجب سے خالی نہیں اگر وہ چاہتے تو کم از کم افغانستان میں اسکی بہت کچھ کامیاب اشاعت کرسکتے تھے۔ لیکن ان سے اور نیز اپنے جوان ہمت کابلی نامہ نگار سے آیندہ اس بارہ میں سعی موفور کرنے کی امید رکھنا بیجا ہوگا۔ شیخ الاسلام عبداللہ کوئیلیم الحیاد اور نیز ذاتی رسوخ سے مراکو اور مغربی افریقہ میں بہت کام لے سکتے ہیں۔ اور تجویز سے مطلع کیے جانے پر ان کو ان دونوں وسایل سے کام لینے سے غالباً کوئی دریغ نہیں ہوگا اسموقع پر اگر چند دیگر معاونین اور ہمدردان قوم سے بھی یہی خواست کیجائے تو یقیناً بیجا نہوگا۔ ان سے ایسی درخواست کرنا اور اسکے قبول کیے جانیکا یقین رکھنا انکی ہمدردی اور مذہبی پرجوشی کی لحاظ سے کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ ہمارے بلند ہمت ہندی سیاح مقیم قاہرہ مصر اور شام میں بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ اور قاہرہ کی فارسی جرائد ثریا و حکمت حبل المتین کی ساتھ ملک ایران اور دیگر ممالک کی ایرانی نو آبادیوں میں قابل قدر کام دے سکتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ان معزز و گرامیقدر معاصرین بالخصوص حبل المتین کو مملکت فارس میں ایسی ہردلعزیزی حاصل ہوگئی ہے کہ اکثر جگہہ امام مسجد نماز و خطبہ کی بعد انکے مضامین حاضرین کو باالتزام سناتے رہتے ہیں۔ اصفہان کی جامع مسجد کی امام کو خود وہاں کی رعیت پرور گورنر نے ایسا کرنیکا تاکیدی حکم دے رکہا ہے۔ ملبورن کی سر برآوردہ ہندوستانی تاجر سیٹھ محمد بخش و رحیم بخش صاحبان نہ صرف صوبہ وکٹوریہ بلکہ کل آسٹریلیا میں اسلام کی بلا تنخواہ مشنری ملا مرزا خان فیجی اور بحر الکاہل کے دیگر جزائر میں۔ ہمارے بغدادی نامہ نگار اور سید جمال تاجر صوبہ بغداد و عراق عرب میں۔ مسٹر عبدالحمید ہاشم اور دیگر ہندوستانی تجار گو وہ یورپین باشندوں کی رقابت سینہ زوری اور وحشیانہ جبر و تعدی سے بہت سی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ پھر بھی ٹرانسوال۔ نٹال اور کیپ کولونی میں شیخ الاسلام امریکہ۔ حاجی گل محمد خانصاحب۔ جنوبی امریکہ میں جہاں ہندوستانیوں کی علاوہ کئی ہزار رعایا سلطانی۔ شامی عیسائی۔ و مسلمان بھی موجود ہیں۔ اور میر عبدالعزیز صاحب جزایر غرب الہند میں قابل قدر کارگذاری کرسکتے ہیں۔ اور ان سے کبھی اغماض کی توقع نہیں ہوسکتی سب سے آخری مگر سب سے وزندار خوشخبری یہہ ہے کہ کامیابی کی شرط اولین کے پورا ہونیکے آثار بالبداہت ہویدا ہوگئی ہیں درباری اخبارات کی تحریروں کو جیسی کچھہ خاص وقعت حاصل ہوتی ہے اسکی توضیح ۶ ارجنوری ۱۸۹۹ء کی وکیل میں ہوچکی ہے قسطنطنیہ میں درباری اخبار ہونیکا فخر ہمارے معزز محترم ہمعصر "معلومات" کو حاصل ہے۔ اور اسیوجہہ سے اسکے عدم اتفاق سے حوصلہ بہت کچھہ پست ہوگیا تھا۔ ناظرین سے مخفی نہیں کہ خود کئی جلیل القدر رکن نے اس اخبار میں تجویز کی منفعت بے اندازہ کو تسلیم کرکے اسکی تائید میں طویل الذیل تحریر کی تھی مگر اسکے عدم اتفاق پر اس سے کچھہ اثر نہ پڑا تھا۔ ان مضامین سے اول یا آخر وہ کوئی تکوئی حجت اور وجہہ ناپسندیگی کی تحریر کردیا کرتا تھا کچھہ عرصہ سے اس روش میں تبدیلی شروع ہوگئی۔ لیکن پورا اتفاق ہم سے ابھی اس نمبر میں ہی کیا تھا جو پچہلی ہفتہ موصول ہوا مگر

اس ہفتہ جو اخبار موصول ہوا ہے اُسمیں ایک جلیل المرتبت عہدہ دار کا طویل مضمون ہے جو وادی فرات وغیرہ میں ریلوے لاینوں کی تیاری اور دریائے فرات کے دہارے کی درستی کے متعلق ہے۔ تاکہ اُسمیں جہاز اور سٹیمر ہر موسم میں آمد و رفت کر سکیں۔ درج نہیں بلکہ تمہیدی عبارت میں مضمون مذکور کی پُر زور الفاظ میں تائید کرکے قوم کو نویسندہ کی صلاح و مشورہ پر کاربند ہونیکی تاکید مزید کیگئی ہے۔ مضمون نگار[1] کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ لیکن اسقدر بتا دیا گیا ہے کہ وہ سلطان المعظم اور ترکی گورنمنٹ کے مشیران عظام میں سے ہے۔ مسایل انتظامی اور فنون عسکریہ میں کامل دستگاہ رکھتا ہے۔ کمال باخبر اور واقفکار ہے اور سالہا سال سے مختلف محکموں میں قابل تعریف کار گذاری دکھا چکا ہے۔ اور اُنکے متعلقہ معاملات میں کامل مہارت اور آگاہی رکھتا ہے"

اس نامعلوم الاسم جلیل القدر مشیر با تدبیر کی تحریر سے جسکا خلاصہ آگے درج ہے۔ ناظرین کو معلوم ہوجائیگا کہ ترکی گورنمنٹ ایسی کمپنیوں کے جو دیسی سرمایہ سے تیار کیجائیں اور کوئی نقص نہ رکھتی ہوں کبھی جاری ہونے سے سوال نہیں کریگی۔ گویا بالواسطہ طور پر ایسے سرمایہ کی کمپنیاں بنا لینے کی تحریص و ترغیب دلائی گئی ہے۔ اور نویسندہ کی منشا اور شایع کنندہ اخبار سے مستفاد واضح ہوتا ہے کہ اگر اس معاملہ میں خود جلالتمآب کی تحریک نہیں تو کم از کم انکے علم سے یہ تحریر شایع کیگئی ہے۔ اور انکا دلی منشا ہے کہ ایسی کمپنیاں قایم ہوں۔ یہ درست ہے کہ صرف اتنی بات سے شرط اولین جو کامیابی تجویز پر بحث کیلئے لازمی قرار دیگئی تھی پوری نہیں ہوگئی۔ اُسکا مدعا یہہ ہے کہ خاص سلطانی حمایت میں کمپنی قایم کیجائے۔ اور اسکے افعال و اعمال کی نگرانی کرنے والی ترکی گورنمنٹ ہو۔ کیونکہ جبتک ایسا نہو۔ مسلمان تو درکنار جنکو ایسے معاملات سے ابھی تک مطلقاً مس نہیں۔ صدیوں سے شراکتی کاروبار کرنیوالی اقوام کو بھی ایسی کمپنی پر جسکے منتظم اور مہتمم غیر یورپین اور بالخصوص مسلمان ہوں۔ کبھی اعتبار اور بھروسہ نہیں ہوسکتا۔ اور اُنہیں بھی کبھی حصے خریدنیکی جرأت نہیں پڑیگی۔ لیکن سلطانی نگرانی سے یہی نہیں کہ عام بدظنی اور شکوک ہی کسیطرح کے پیدا نہیں ہوسکینگے۔ بلکہ خاص زیر تجویز کام کے ذاتی و مالی و دیگر فواید کے علاوہ ایک اور عجیب ور دار تحریک اور ترغیب بھی اس سے تمام مسلمانوں کو شرکت کے لیئے ملجائیگی۔ لیکن پھر بھی شرط مذکور کا پہلا مرحلہ سلطان المعظم کی پسندیدگی کا بالواسطہ طور پر علم ہو جانے سے طی ہوگیا ہے۔ وکیل کا منشا یہہ تھا کہ خود جلالتمآب ابتدا کرکے ایسی کمپنی کی قایم کئیے جانیکا حکم صادر فرمائیں۔ اور اس تحریر سے یہہ پایا جاتا ہے کہ پہلے چند بلند ہمت ایسی کمپنیوں کے ڈہانچ کھڑے کریں۔ اور پھر حمایت و سرپرستی کی درخواست کیجائے۔ اس سے یہہ فرق پڑگیا ہے کہ پہلی صورت میں فی الفور کارروائی شروع ہوجاتی۔ اب ایسے اولوالعزموں کے کمر بستہ ہونیکا انتظار کرنا پڑیگا۔ مگر ترکی اخبارات کی پُر زور تحریروں اور دیگر قراین سے پایا جاتا ہے کہ یہہ انتظار کوئی زیادہ عرصہ تک نہیں کرنا پڑیگا۔ اور انشاء اللہ العزیز ہم جلد سُن لینگے کہ آستانہ علیہ میں ایسی کمپنی قایم ہوگئی ہے۔ اور اُسوقت تک کامل یقین ہے کہ متذکرہ صدر گرامیقدر معاصرین اور بہی خواہان قوم و ملت نے پبلک کو شراکت کے لیئے بالکل تیار کرلیا ہوگا۔ اور ہر ایک کے دفتر میں شرکت کے شایقین کی طویل فہرستیں معہ مقدار زر جو وہ اس بینظیر کثیر المنافع و الفواید کام پر لگانیکا ارادہ رکھتے ہوں مترتب ہوگئی ہونگی۔ وکیل دیکھنا چاہتا ہے کہ اُسکے ناظرین اور اُنکے احباب اسبارہ میں کسقدر اولوالعزمی۔ بلند نظری معاملہ فہمی اور سچی ترقی کے جوش و مستعدی کی کسقدر مقدار دکھاتے ہیں۔ مگر یہہ خیال رہے کہ شرکت کے مواعید میں ویسی ہی جہوٹے

[1] بعد میں معلوم ہوا کہ یہہ مارشل شاکر پاشا انسپکٹر جنرل ولایات ایشیا کوچک تھے۔

جوش سے کام نہ لیا جائے جیسا کہ لاہور کے ڈائمنڈ جوبلی بنک کے قیام کی تجویز کے دوران میں اکثر بہی خواہوں نے ظاہر کیا تھا کہ شروع شروع میں تو بڑے چاؤ سے ہزاروں کی رقمیں لکھدیں اور یہانتک کہدیا کہ جب چاہو یکمشت طلب کر لو حسب معمول بااقساط وصولی کی کچھہ ضرورت نہیں۔ مگر جب بنک قایم ہو گیا۔ اور حصص کی فروخت کا کام باقاعدہ شروع ہوا تو اکثر پرجوش حضرات ایک حصہ خریدنے سے بھی گریز کر گئے۔ اور جنہوں نے تحریری وعدے لکھکر دئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایسی چپ سادھی کہ خط پر خط جا رہے ہیں مگر جواب ندارد۔ اور یہہ اسی خفیف الحرکاتی اور جھوٹی پرجوشی کا نتیجہ ہے کہ کل ہندوستان کے مسلمان دو لاکھہ روپیہ سرمایہ کا بھی ایک بنک تیار نکر سکے۔ ایسی حالات دیکھکر قوم کی بہتری کی طرف سے اکثر سخت مایوسی ہو جاتی ہے۔ مگر جب یہہ دیکھا جاتا ہے کہ ابھی تک اسمیں ہزاروں متمول سمجھدار اور ہمدرد قوم موجود ہیں۔ اور خیراتی یا نمایشی کاموں پر ابتک لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ ہو رہے ہیں تو حوصلہ بندھجاتا ہے کہ ترقی کے وسایل ابھی برابر موجود ہیں صرف توجہ اور حالات دنیا سے واقفیت و آگاہی کی کمی ہے جسکو پورا کرنا سرگروہان قوم اور اخبارات کا فرض ہے۔

مشیر موصوف سب سے اول دریائے فرات کے دہانے کی درستی کے متعلق لکھتے ہیں کہ اسے ہر موسم میں تھوڑے سے تردد کے ساتھہ قابل جہازرانی بنایا جا سکتا ہے مضمون کے حصہ میں موانعات موجودہ کی کیفیت اور انکے مٹانے کی تدابیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہہ کام ملک کی بہتری اور ترقی کے لئے ایسا ضروری ہے کہ اگر اس علاقہ پر کوئی یورپین حکومت فرمانروا ہوتی تو مدت مدید سے برسر انجام پہنچ گیا ہوتا۔ اور سالہا سال دراز سے جہاز سمندر سے بصرہ کے رستہ برابر بیرہ جک اور ورمی قلعہ تک جو حلب سے تقریباً ۳۰ میل بجانب شمال ہے آمد و رفت کر رہے ہوتے۔ اس دریائی رستہ کے فوائد کی تشریح کتاب واقعات روم میں بالتفصیل کیگئی ہے۔ شایقین دفتر اخبار وکیل سے منگوا کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔

اسکے بعد جلیل المرتبت مضمون نگار وادی فرات میں ریلوے کی اشد ضرورت اور فوائد لاتعد پر بحث کرتے ہیں۔ ناظرین غالباً یہہ سنکر خوش ہونگے کہ سلطنت عثمانیہ کا یہہ ماہر و تجربہ کار معزز عہدہ دار بھی وادی مذکور میں لاین کے لیئے وہی رستہ پسند کرتا ہے جو تقریباً سوا برس ہوا وکیل نے تجویز کیا تھا۔ ۱۲ فروری سنہ ۹۸ء کے پرچہ میں وکیل نے بندر سعید سے براہ الجوف بصرہ یا کویت تک ریلوے بنانے کی تجویز کی مخالفت کرکے جسے ایک انگریزی کمپنی نے پیش کیا تھا اور مسٹر بدرالدین عبد اللہ قور عرب بمبئی کے مشہور مخیر تاجر نے کمپنی مذکور کی تائید میں بمقام حیدرآباد دکن وہانکے رؤسا کا ایک جلسہ کیا تھا۔ یہہ لکھا تھا کہ اگر کل دنیا کے مسلمان اس لاین سے جو سوائے ہندوستان اور بحیرہ روم کے درمیان سلسلہ آمدورفت قایم کردینے کے اور کسی مصرف کی نہیں ہو سکتی۔ کسیقدر راہ پر بصرہ سے بغداد اور بغداد سے خواہ براہ موصل خواہ براہ راست حلب و اسکندرون تک جو بحیرہ روم پر مشہور بندرگاہ ہے۔ اور پھر حلب سے براہ دمشق حرمین کو ریلوے لاین بنانے کے لیئے مشترکہ سرمایہ سے ایک کمپنی قایم کریں تو ان کو بے انتہا فوائد جنکی پہلے توضیح ہو چکی ہے پہنچ سکتے ہیں۔

مشیر موصوف بھی حلب کو درمیانی مرکز اور اسکندرون و بصرہ کو انتہائی اسٹیشن بنانا پسند کرتے ہیں اسکندرون سے براہ راست حلب کو موجودہ سڑک پہاڑی سلسلہ سے گذرتی ہے۔ اگر لاین بھی اسی رستہ سے گذرے تو بڑے بڑے ٹنل بنانے پڑتے ہیں اور اسلیئے جنرل چسنی نے صدی رواں کے وسط میں اور نیز جدید سائلین اجارہ نے اسکندرون کو انتہائی اسٹیشن بنانیکا خیال ہی چھوڑ دیا تھا۔ مگر مضمون نگار جو اپنے ملک کی چپہ چپہ زمین سے واقف ہے لکھتا ہے کہ سویدیہ تک لاین کو تھوڑا سا جھکا دینے سے پہاڑ ایکطرف رہجاتے ہیں فوجی و دیگر فوائد کو الگ رکھکر صرف مالی فوائد کے متعلق وہ تحریر کرتا ہے کہ اس لاین کے تعمیر ہو جانے پر مسافر اور سوداگر لازمی طور پر اس راستہ کو نہر سویز کے رستہ پر ترجیح دینگے کیونکہ کہاں پندرہ دن تک سمندر کے تلاطم اور طوفان کے خطرات اور دیگر مصائب کا برداشت کرنا اور کہاں با امن و امان اس سے چوتھائی وقت میں بحیرہ روم کے یا خلیج فارس کے کنارہ پر پہنچ جانا۔ فاضل نویسندہ اندازہ لگاتا ہے کہ ملکی سامان تجارت اور درمیانی اسٹیشنوں کی ٹریفک (بار برداری وغیرہ) کے علاوہ صرف ایسے سامان کی سالانہ مقدار جو وارد ملک سے گذریگا۔ دس کروڑ من

کے قریب ہوگی۔ اور اگر ایک ٹن (۲۸ من) کی اجرت ۵ ر رکہی جاوے تو بہی ۲۰ لاکہ پونڈ سالانہ صرف اس تجارتی سامان کی اجرت ہوتی ہے۔ باغلب وجوہ گورنمنٹ ہندوستان اور ولایت کی ڈاک کے لیے بہی یہی راستہ پسند کریگی جس سے سالانہ ایک لاکہ ۶۰ ہزار پونڈ آمدنی ہوگی۔ رواروی گذرنیوالے مسافروں کی آمدنی علیحدہ رہی۔ یہہ حساب محض قیاسی نہیں بلکہ سرکاری معلومات اور جانچ پڑتال کی بناء پر لگایا گیا ہے جسکی درستی میں کسیطرح کا شبہہ نہیں ہوسکتا۔ الغرض بصرہ بغداد حلب اسکندروں ریلوے کی سالانہ آمدنی صرف خارجی سامان و مسافرین کی اجرت سے پچیس لاکہ پونڈ سے کم نہیں ہوسکتی۔ داخلیہ ٹریفک کی آمدنی اس سے ماسوا رہی۔ لاین کا طول ۱۵۰۰ کیلومیٹر یعنے تقریباً ایکہزار میل) اور فی کیلومیٹر ۸۰ ہزار فرنک (۲۵ فرنک کا ایک پونڈ) سے زیادہ لاگت نہیں آئیگی۔ کیونکہ صرف سویدیہ کے قریب ۲۰ کیلومیٹر کے طول میں زمین کوہستانی اور دشوار ہے۔ باقی کل علاقہ ہموار ہے اور کوئی طبعی رکاوٹ یا دلدلیں اور جہیلیں وغیرہ موجود نہیں کل سالانہ پیداوار فی کیلومیٹر کم از کم ۸۰ ہزار فرنک ہوگی

”اگر لاین کو حلب سے سیدہا براہ برہ جک۔ دیاربکر و موصل بغداد تک بنایا جائے تو اس سے ۸۰۰ کیلومیٹر طول بڑہ جائیگا۔ جس سے مطلوبہ سرعت سفر کا مدعا مفقود ہو جائیگا۔ اور خارجیہ نقلیات کی مقدار بدینوجہہ کم ہو جائیگی مزید براں اس راستہ میں دلدلیں اور کوہستانی علاقے بہی بکثرت ہیں پس مناسب یہی ہے کہ اسکندروں سے براہ بیورطہ لق یا سویدیہ حلب تک۔ اور حلب سے براہ برہ جک (یہہ شہر حلب سے تقریباً ڈیڑہ سو میل بجانب شمال فرات پر واقع ہے) بغداد و بصرہ تک لاین تیار کیجائے ایرانی سرحد کے برابر کرکوک و صلاحیہ کے راستہ بغداد سے موصل اور دیاربکر تک لاین لیجانا فوجی و پولیٹیکل لحاظ سے نامناسب ہے۔ اسیطرح قسطنطنیہ و انگورہ لاین کو سیدہا بغداد تک بڑہانا بہی مجہے پسند نہیں۔ اسکی بجائے انگورہ سے ایک لاین قیصریہ۔ عزیز۔ ملاطیہ۔ اور خربوط اور دیاربکر تک اور دوسری لاین انگورہ سے یوزغاد و سیواس اور آذربجان تک بنانا مصالح ملکی کے لحاظ سے نہایت مفید ہوگا۔ اسکندروں اور بصرہ کی لاین الگ اور مستقل بالذات تیار کیجائے جسے متذکرہ صدر تینوں لائنوں سے اسطرح ملادیا جائے کہ اسکندروں کے قریبی سٹیشن بیورطہ لق سے بحیرہ اسود کی بندرگاہ سینوپ تک ریلوے لاین بنائی جاوے۔ ان لائنوں کے تیار ہو جانے پر ایشیائے کوچک عراق عرب۔ قسطنطنیہ سے مرتبط ہو جائینگے۔ اور جدہر سلطنت چاہے باسانی فوجیں روانہ کرسکیگی اور نقل اسباب و مسافران میں کمال سہولت اور آسانی ہو جائیگی۔

”انکے علاوہ ایک چوتہی لاین بہی ضروری ہے دمشق سے مزیریب تک ریلوے موجود ہے اس لاین کو عقبۃ الشام اور تبوک کے راستہ مدینہ منورہ اور پہر مکہ مکرمہ تک بڑہا دیا جاوے اور ان دونو مبارک شہروں سے انکی بنادر ینبوع اور جدہ تک لائنیں بنا دیجائیں یہہ کل لائنیں بہت تہوڑے خرچ پر تیار ہوسکتی ہیں۔ اور ان سے ملک کی آبادی و عمران بیش بہا مدد ملنے کے علاوہ مسلمانوں کے تمام فرقوں اور قوموں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنیکا بہی زبردست وسیلہ ملجاتا ہے۔ اور حج بیت اللہ الحرام میں کمال آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہہ کبہی تصور میں نہیں آسکتا کہ گورنمنٹ وطنی کمپنیوں کو بشرطیکہ انہیں کل اوصاف و شرایط ضروریہ موجود ہوں ان لائنوں کے اجارے عطا کرنے سے کبہی تامل و تردد کریگی پس اب صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ متمول و اغنیائے قوم اور وہ لوگ جو ملک کی ترقی و ارتقار کے خواہاں ہیں متفق ہوکر وطنی کمپنیاں منعقد اور سرمایہ مطلوبہ جمع کرکے ایسے مبارک اور اہم کاموں کو شروع کردیں تاکہ اُن کی تجارت فروغ پائے۔ ملک خوشحال ہو اور قوم و ملت کی شان بڑہے **وما التوفیق الا باللہ**“

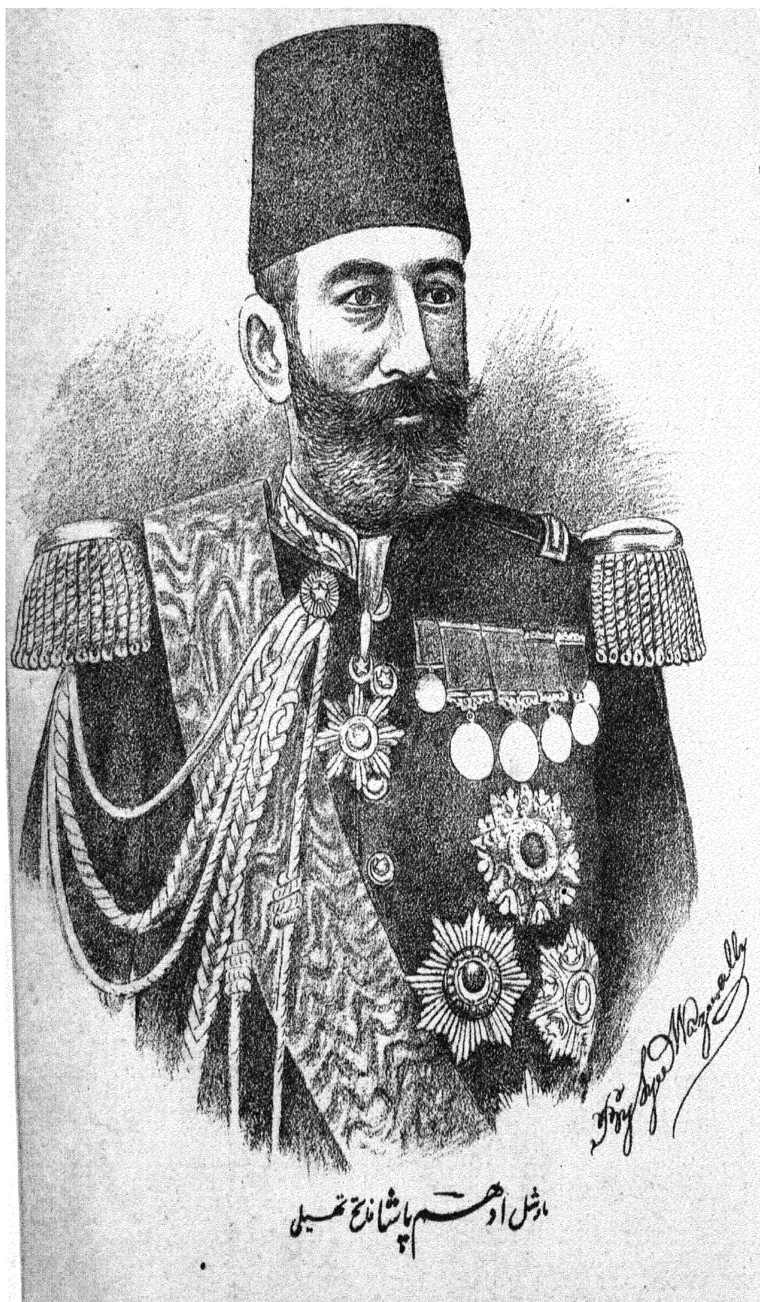
حسابات متذکرہ صدر سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ بصرہ سے براہ بغداد و حلب اسکندروں تک ریلوے بنانے کے لیے صرف ۱۵۰۰ کیلومیٹر × ۸۰۰۰۰ فرنک ÷ ۲۵ = ۴۸ لاکہ پونڈ درکار ہیں۔ اسیقدر رقم حلب سے یمن تک در اسکی تینوں شاخوں مدینہ تا ینبوع۔ مکہ تا جدہ۔ صنعا تا صیدہ کے لیے اندازہ کیجائے یعنے کل کی مجوزہ لاین کیلیے از بصرہ تا اسکندروں و از حلب تا یمن صرف ۹۶ لاکہ پونڈ یعنے تقریباً ۱۴۵ کروڑ روپیہ درکار ہے۔ اگر کل دنیا کے مسلمان اسقدر رقم بہی ایسے اہم اور فایدہ بخش اور مذہبی لحاظ سے بہی نہایت ضروری و مقدم لاین کیلیے بہم نہیں پہنچا سکتے تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہیں رہ جاتا۔ **فقط**

تمت الکتاب بعون الملک الوہاب


سلطان عبدالحمید خان ثانی الغازی



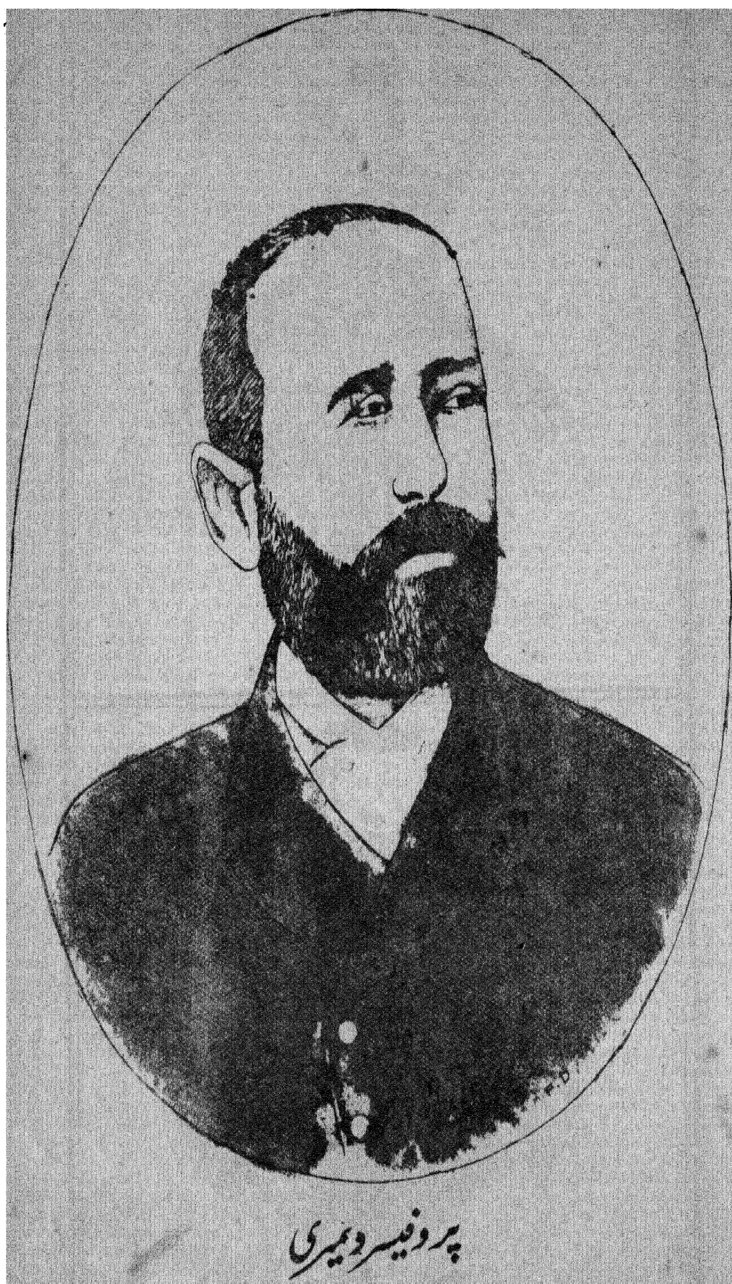
غازی عثمان پاشا اعلیٰ مشیر دربار ہمایوں شیر پلیونا ؀



مارشل ادهم پاشانك تمثيلى



ایلیا



پروفیسر دیمیری



شاهزاده نکلس



ولیعهد قسطنطین



وزیر اعظم دلیانیس



کرنیل سمولنگی



کرنیل واسوس



کرنیل مانوس



عمر رشدی پاشا



سیف الله پاشا افسر سلطان



نور پاشا



حسن خیری پاشا



نشات پاشا



مصلح پاشا



میرلوا حیدر پاشا



احمد حمدی پاشا



شہید محترم حافظ عبدالازل پاشا
(۸۰ اسی برس کی عمر میں محاربہ تھسلی میں شہید ہوئے)



میرلوا شهید جلال پاشا



احمد حفظی پاشا



ابراهیم پاشا



سعدالدین پاشا



هز اکسلنسی رضا پاشا سرعسکر افواج قاهرهٔ عثمانیه



گ[illegible]كوف پاشا ـ اتاليق افواج سلطانى .



ہز ایکسلنسی منیر پاشا۔ رئیس التشریفات دربار قیصری



عزتلو عزت پاشا۔ حاجب دربار قیصری



ہز ہائینس خلیل رفعت پاشا وزیر اعظم



دولتلو توفيق پاشا وزير خارجيه



رضا پاشا افسر اعلی توپخانه



عثمان فيضي پاشا



جنرال اقریس



عثمانلی سپاہی



حلمی پاشا



نوعمر ارنود مجاهد باشنده دبره‌لی



عثمانلی ارنود مجاهد



البانوی کوہستانی



البانوی دہقان



محمد طاهر پاشا



محمد پاشا



احمد شوکت بک



حیدر غنی بك



مظهر پاشا



بونغوفسکی پاشا



موسیو رالی وزیر اعظم یونان



ولی بك



محی الدین بك



شکری پاشا



رجائی بك



تمغهٔ سلطانی محاربهٔ روم و یونان

([illegible])



صاحب العطوفت ابراہیم بک جو منیر پاشا مرحوم کی جگہ ناظر تشریفات سلطانی مقرر ہوئے ہیں



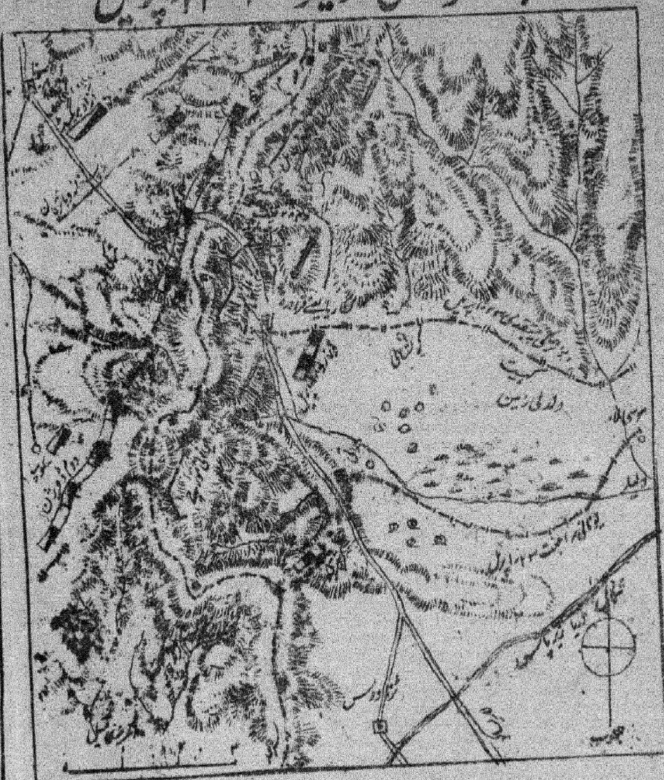
صاحب العطوفت غالب بک جو ابراہیم بک کی جگہ نظارت خارجیہ کے ناظر تشریفات مقرر ہوئے ہیں

حصه سوم



المرحوم جاوید بک فرزند خلیل رفعت پاشا وزیر اعظم

نقشہ محاربات ملونا و ماتی- ولیلر- ۱۸-۲۳ اپریل



توپخانہ سوار پیدل

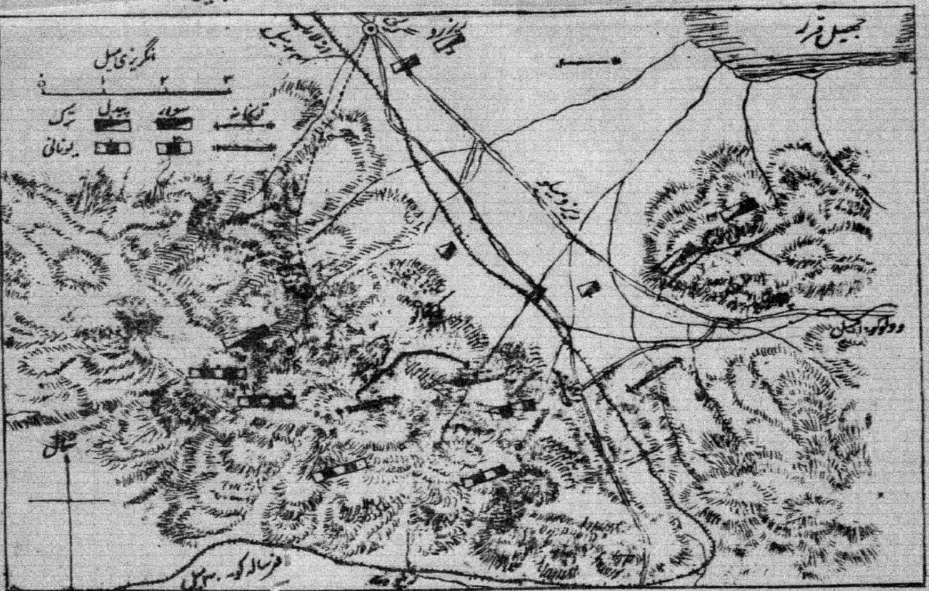
گاڑیاں ترک

یونانی

جنگ ملونا (۱۸ اپریل) پہاڑی گراوہ پر جو شمالاً جنوباً واقع ہے کھیلی گئی ہے

ترکی پوزیشن یونانی

جنگ ماتی ولیلر (۲۳ اپریل) مشرقی علاقہ میں ہوئی



نقشهٔ اول جنگ ولستینو - محرره ۳۰ - ابریل سنه ۹۷

ولسٹینو کا میدان جنگ

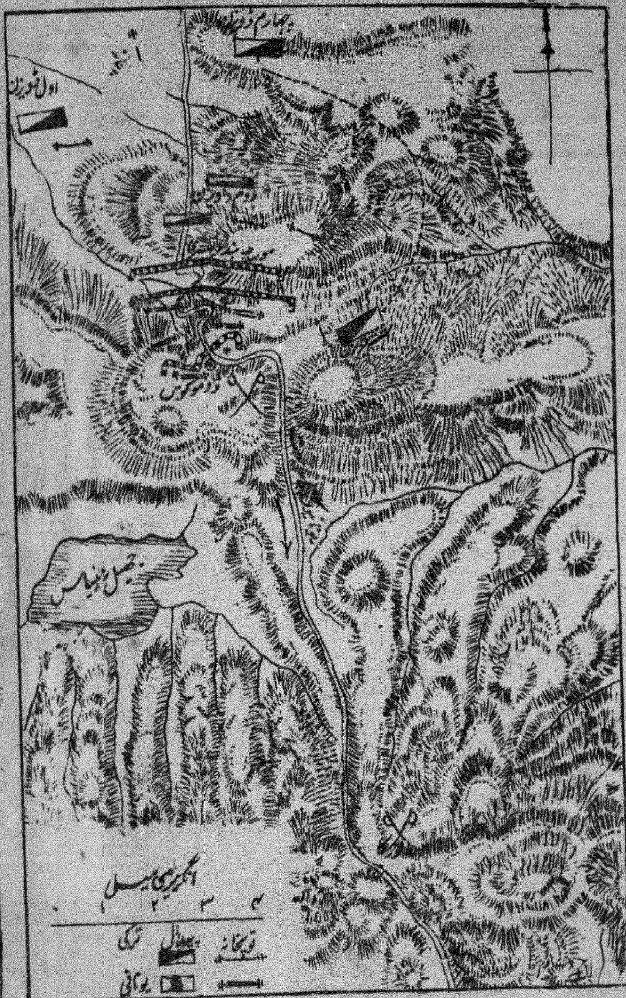


ڈوموکوس کا میدان جنگ



شمال

نقشہ جنگ ڈوموکوس - مورخہ ۱۷ - مئی ۱۸۹۷ء




بالمقابل افواج کی پوزیشن
کیلومیٹر
۱۰ ۰ ۱۰ ۲۰ ۳۰ ۴۰ ۵۰
البانیا
خلیج سالونیکا
خلیج وولو